ویتم نعمتہ علیک وعلی آل یعقوب
حسب فرمایش برادر مکرم جناب حاجی محمد عبد القیوم صاحب تاجر کتب کلکتہ و لسلی اسکوائر نمبر ۱۶
ترجمہ اردو
مجموعۂ فتاویٰ
مولانا محمد عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ
باہتمام کمترین محمد قمر الدین بن جناب حاجی شیخ محمد یعقوب صاحب مرحوم مالک مطبع احمدی
مطبع یوسفی واقع دہلی
کارخانہ سے ہر قسم کی کتابیں بنرخ تاجرانہ جلد بکفایت دہلوی و دیگر روانہ ہوتی ہیں المشتہر حاجی محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب الکفر والایمان

**سوال** - فتاوی عالمگیری مین ہی من انکر امامة ابی بکر الصدیق فهو کافر والرافضی اذا کان
یسب الشیخین فهو کافر والمعتزلی اذا قال باستحالة الرویة فهو کافر ولو قال رجل لو لم یاکل آدم الحنطة
لما صرنا اشقیاء کفر ولو قال رجل لاخر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم یحب القرع
مثلا وقال ذلک الغیر انا لا احبہ فهذا کفر ولو رجل قال لغیرہ ان آدم نسج الکرباس پس ما ہمہ
جولاہہ بچگان باشیم فهذا کفر واگر کسے گوید کہ بخدا و بہ سر تو سوگند است فهذا کفر ولو قال
ان الانبیاء لم یعصوا حال النبوة ولا قبلها کفر ہو اگر گوید کہ اگر از آسمان بانگ آید کہ مزن
یلزمہ الکفر ہو اگر گوید کہ حضرت یوسف علیہ السلام عزم زنا کردہ بود کافر شد انتهی - جو شخص حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کرے کافر ہی اور رافضی جبکہ شیخین (حضرت
ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو گالی دین کافر ہین اور معتزلی جب رویت باری تعالی کو محال جانے
کافر ہی اگر کوئی کہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام نے گیہون نہ کھایا ہوتا تو ہم بدبخت نہوتے
تو وہ کافر ہی اگر ایک شخص کہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لوکی کو پسند فرماتے تھے اور دوسرا
کہے مین اُسکو پسند نہین کرتا تو یہ کفر ہی اگر کوئی آدمی دوسرے سے کہے کہ آدم علیہ السلام نے
کپڑا بنا ہی پس ہم سب جولاہے کی اولاد ہین تو یہ کفر ہی اگر کوئی کہے کہ خدا کی اور تیرے سر کی قسم ہی
تو یہ کفر ہی اور اگر کسی نے کہا کہ انبیا نے نافرمانی نہین کی نبوت کے وقت مین بھی اور نبوت سے

پہلے بھی تو وہ کافر ہوگیا - اور اگر کوئی کہے کہ گو آسمان سے بھی آواز آئے کہ نہ مار مگر مین مارونگا تو کافر ہوگا اور جو شخص کہے کہ (معاذ اللہ) حضرت یوسف علیہ السلام نے زنا کرنے کا قصد کیا تھا وہ کافر ہوگیا - اور ایسے ہی بہت سے الفاظ ہین جنکے بیان کرنے مین طول ہوگا پس معلوم ہونا چاہیے کہ فتاوی مذکورہ مین کفر سے کون کفر مراد ہے کیا ایسے شخص کو بغیر توبہ کے ہم دائرہ اسلام سے خارج سمجھین اور وراثت مین حصہ نہ دین اور اسکے ساتھ مناکحت ترک کرین یا نہین -

**جواب** اس کفر سے کفر تہدیدی مراد ہے نہ کفر حقیقی بحر الرائق وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہے واللہ اعلم بالصواب کتبہ العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

# کتاب العقائد

**سوال** - ایک شخص دعوی کرتا ہے اس بات کا کہ چھ مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود اور محقق ہین اور مثل سے یہ غرض رکھتا ہے کہ شریک حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے آپکے جمیع صفات اور ماہیت مین اور پیش کرتا ہے قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کتاب منثور سے ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراہیم کابراہیمکم و موسی کموسکم و عیسی کعیسکم و نبی کنبیکم اللہ تعالی نے سات زمینون کو پیدا کیا ہے اور ہر زمین مین آدم ہین تمہارے آدم کی طرح اور نوح ہین تمہارے نوح کی طرح اور ابراہیم ہین تمہارے ابراہیم کی طرح اور موسی ہین تمہارے موسی کی طرح اور عیسی ہین تمہارے عیسی کی طرح اور نبی ہین تمہارے نبی کی طرح - آیا یہ قول اسکا یعنے موجود و متحقق ہونا امثال آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم مین بمعنے مذکور حق ہے یا باطل اور یہ عقیدہ صحیح ہے یا خلاف اہل سنت والجماعت کے اور دلیل مین جو حدیث پیش کرتا ہے اسکا کیا حال ہے اس سے یہ عقیدہ ثابت ہے یا نہین -

**جواب** - اولاً جاننا چاہیے کہ حدیث مذکور صحیح السند اور معتبر ہے ارباب تحقیق نے اسکی توثیق کی ہے حافظ جلال الدین تخریج احادیث شرح مواقف مین لکھتے ہین روی الحاکم فی مستدرکہ عن ابن عباس فی قولہ تعالی اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وعیسی کعیسکم وقال صحیح انتہی حاکم نے روایت کی ہے حضرت ابن عباس رض سے مستدرک مین اللہ تعالی کے کلام اللہ الذی الخ

یعنی اللہ وہ ہی جسنے سات آسمان پیدا کیے اور سات زمینیں مثل اُسکے پیدا کین کی شرح مین فرمایا آپ نے کہ سات زمینین ہین ہر زمین مین نبی ہین مثل تمھارے نبی کے اور آدم ہین مثل تمھارے آدم کے اور نوح ہین مثل تمھارے نوح کے اور ابراہیم ہین مثل تمھارے ابراہیم کے اور عیسیٰ ہین مثل تمھارے عیسیٰ کے۔ اور کہا ہے کہ صحیح ہے انتہے اور علامہ بدر الدین شبلی حنفی اکام المرجان فی احکام الجان مین لکھتے ہین قال الحاکم حدثنا احمد بن یعقوب الثقفی حدثنا عیسیٰ حدثنا علی بن حکیم حدثنا شریک بن عطاء عن ابی الضحی عن ابن عباس قال من الارض مثلھن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وادم کادمکم ونوح کنوح وابراھیم کابراھیم وعیسیٰ کعیسیٰ قال شیخنا الذھبی اسنادہ حسن قلت وله شاهد قال الحاکم حدثنا عبید اللہ بن الحسن حدثنا ابراھیم بن الحسین حدثنا ادم حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی الضحی عن ابن عباس کما فی قوله تعالی خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن قال فی کل ارض نحو ابراھیم قال شیخنا الذھبی ھذا حدیث علی شرط البخاری والمسلم انتھے کہا حاکم نے ہمسے بیان کیا احمد بن یعقوب ثقفی نے اور اُنسے عبید نے اور اُنسے علی بن حکیم نے اور اُنسے شریک نے اور اُنسے عطا نے اور اُنسے ابو الضحی نے اور اُنسے حضرت ابن عباس رض نے کہ فرمایا اللہ تعالی نے ومن الارض مثلھن کہا حضرت ابن عباس رض نے کہ زمینین سات ہین ہر زمین مین نبی ہین مثل تمھارے نبی کے اور آدم ہین مثل تمھارے آدم کے اور نوح ہین مثل تمھارے نوح کے اور ابراہیم ہین مثل تمھارے ابراہیم کے اور عیسیٰ ہین مثل تمھارے عیسیٰ کے ہمارے شیخ ذہبی نے فرمایا ہی کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہی مین کہتا ہون کہ اسپر یہ حدیث شاہد ہی کہ کہا ہی حاکم نے بیان کیا مجھسے عبد اللہ بن حسن نے اُنسے ابراہیم ابن حسین نے اُنسے آدم نے اُنسے شعبہ نے اُنسے عمرو بن مرہ نے اُنسے ابو الضحی نے اُنسے حضرت ابن عباس رض نے جیسا کہ قول باری تعالی مین ہی خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن فرمایا آپنے کہ ہر زمین مین مثل ابراہیم کے ہین کہا ہمارے شیخ ذہبی نے کہ یہ حدیث مسلم اور بخاری کی شرط پر ہی۔ وثانیاً سمجھنا چاہیے کہ زمین کے سات طبقات جداگانہ ہونا اور اُسمین مخلوقات الٰہی کا موجود ہونا چند احادیث سے ثابت ہی اور مذہب محققین کا یہی ہی حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین

قال الداؤدی فی قولہ تعالیٰ ومن الارض مثلهن دلالۃ علی ان الارضین بعضها فوق بعض ونقل عن بعض المتکلمین ان المثلیۃ فی العدد خاصۃ وان السبع متجاوزۃ وحکی ابن التین عن بعضهم ان الارض واحدۃ قال وهو مردود بالقرآن والسنۃ قلت لعله القول بالتجاوز والا فیصیر صریحا فی المخالفۃ ویدل القول الظاهر ما رواه ابن جریر من طریق شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ومن الارض مثلهن قال فی کل ارض مثل ابراهیم ونحو ما علی الارض من الخلق هکذا اخرجه مختصرا واسناده صحیح واخرجه الحاکم والبیهقی من طریق عطاء عن ابی الضحی مطولا واول سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوح وابراهیم کابراهیم وعیسیٰ کعیسیٰ ونبی کنبیکم قال البیهقی اسناده صحیح الا انه شاذ وظاهر قولہ تعالیٰ ومن الارض مثلهن یرد علی اهل الهیأۃ فی قولهم ان لا مسافۃ بین کل ارض وارض وقد روی احمد والترمذی من حدیث ابی هریرۃ مرفوعا ان بین کل سماء خمس مائۃ عام وان بین کل ارض وارض خمس مائۃ عام واخرجه اسحاق بن راهویه والبزاری حدیث ابی ذر نحوه انتهی ملخصاً داؤدی نے کہا ہی کہ باری تعالیٰ کا قول ومن الارض مثلهن اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ بعض زمینین بعض کے اوپر ہین اور بعض متکلمین سے نقل کیا گیا ہی کہ مثلیت صرف عدد مین ہی اور ساتون زمینین ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہین اور ابن تین نے بعض متکلمین سے نقل کیا ہی کہ زمین ایک ہی اور کہا ہی کہ یہ قرآن وسنت سے مردود ہی مین کہتا ہون کہ شاید یہ بعض متکلمین (یعنی جنکا قول ہی ان الارض واحدۃ) نے حکم سے اتصال کی ہر ورنہ صریحاً مخالفت کلام خدا ورسول لازم آئیگی۔ اور قول ظاہر بھی اسی پر د زمینون کے سات ہونے پر دلالت کرتا ہی جسکو ابن جریر نے شعبہ سے انھون نے عمرو بن مرہ سے انھون نے ابو الضحی سے انھون نے ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے قول من الارض مثلهن مین آپنے فرمایا ہر زمین مین مثل ابراہیم کے ہین اور مخلوقات مین مثل اُسکے ہین جو اس زمین پر ہین اسی طرح پر مختصراً انھون نے روایت کی ہی اور اسناد صحیح ہی اور حاکم اور بیہقی نے دوسرے طریقے (عطاء عن ابی الضحی) سے روایت کی ہی جو طویل ہی اور اُسکا اول حصہ یہ ہی سات زمینین ہین ہر زمین مین آدم ہین

مثل تمہارے آدم کے اور نوح ہین مثل تمہارے نوح کے اور ابراہیم ہین مثل تمہارے ابراہیم
کے اور عیسی ہین مثل تمہارے عیسی کے اور نبی ہین مثل تمہارے نبی کے اور بیہقی نے
کہا ہی کہ اسناد اسکی صحیح ہی مگر یہ کہ شاذ ہی اور ظاہر اللہ تعالی کے قول ومن الارض
مثلہن کا وارد ہوتا ہی اہل ہیئت کے اس قول پر کہ زمینوں کے درمیان کچھ مسافت نہین
ہی اور روایت کی ہی احمد اور ترمذی نے مرفوعا ابی ہریرہؓ سے کہ ہر آسمان سے دوسرے آسمان
تک پانچ سو سال کی مسافت ہی اور ہر زمین سے دوسری زمین تک پانچ سو سال کی مسافت
ہی اور اسحاق بن راہویہ اور بزاری نے حدیث ابی ذر سے مثل اسکے نکالا ہی۔ اور علامہ
شہاب الدین خفاجی حنفی حاشیہ تفسیر بیضاوی مین لکھتے ہین الذی نعتقدہ ان الارض
سبع کالسموات ولہا سکان من خلقہ یعلمہم اللہ انتہی ہمارا اعتقاد یہ ہی کہ زمینین آسمان
کی طرح سات ہین اور انمین مخلوق خدا رہتی ہی جنکا علم اللہ کو ہی اور سلیمان جمل حاشیہ جلالین
مین لکھتے ہین۔ ذکر اللہ تعالی ان السموات سبع طبقات ولم یات الارض فی التنزیل
عدد صریح لا یحتمل التاویل الا قولہ تعالی ومن الارض مثلہن وقد اختلف فیہ فقیل
ای فی العدد لان الکیفیۃ والصفۃ مختلفۃ بالمشاہدۃ والاخبار فتعین العدد
وقیل مثلہن ای فی الغلظ وما بینہن وقیل ہی سبع الا انہ لم یفتق بعضہا عن بعض
قال الماوردی والصحیح ہو الاول وانہا سبع کالسموات انتہی اللہ تعالی نے ذکر کیا ہی کہ
آسمانون کے سات طبقے ہین اور زمین کے لیے قرآن مین کہین صریح عدد نہین بتایا گیا جو تاویل
کا احتمال نہ رکھتا ہو بجز ومن الارض مثلہن کے اور اسمین اختلاف ہی بعض کے نزدیک تشابہ
عدد مین ہی کیونکہ کیفیت وصفت مختلف ہی اسپر مشاہدہ اور خبر دلالت کرتی ہی اور بعض کے
نزدیک زمین موٹائی اور درمیانی مسافت مین آسمان کے مثل ہی اور بعض کے نزدیک
آسمان سات ہین لیکن بعض بعض سے علحدہ نہین ہین اور ماوردی نے کہا ہی کہ اول ہی
صحیح ہی یعنے آسمانون کی طرح زمینین بھی سات ہین۔ اور ثعلبی عرائس مین تحریر کرتے ہین
روی عن عبد اللہ بن عمر عن رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم انہ قال بین کل
ارض الی التی تلیہا مسیرۃ خمس مائۃ عام وہی سبع طبقات الارض الثانیۃ سجین الریح

ومنها یخرج الریاح المختلفة وفی الارض الثالثة خلق وجوههم کوجوه بنی آدم وافواههم کافواہ الکلاب وایدیهم کایدی الانس وارجلهم کارجل البقر واذانهم کاذان البقر و اشعارهم کصوف الضان لایعصون الله طرفة عین نهارهم لیلنا ونهارنا لیلهم والارض الرابعة فیها حجارة الکبریت التی وعدها الله لاهل النار یسنجر بها جهنم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده ان فیها اودیة من کبریت لو ارسل الله فیها الجبال الرواسی لضاعت والارض الخامسة فیها عقارب اهل النار والسادسة فیها دواوین اهل النار واعمالهم واسمها سجین والسابعة مسکن ابلیس وجنوده انتهے ملخصا روایت کی گئی ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر زمین سے اسکے متصل دوسری زمین تک پانچ سو سال کی راہ ہے اور یہی زمین کے سات طبقے ہین دوسرے طبقے مین ہوا کا خزانہ ہے جس سے مختلف ہوائین نکلتی ہین اور تیسرے مین ایک مخلوق ہے جسکے چہرے انسان کے چہرے کے ایسے اور منہ کتون کے منہ کے ایسے اور ہاتھ انسان کے ہاتھ کے ایسے اور پاؤن گائے کے پاؤن کے ایسے اور کان گائے کے کان کے ایسے اور اُنکے بال بھیڑ کے بال کے ایسے ہین اور کبھی وہ مخلوق ذرہ برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہین کرتی اُنکا دن ہماری رات اور اُنکی رات ہمارا دن ہے اور چوتھی زمین مین گندھک کے پتھر ہین جنکا خدا نے اہل نار کے لیے وعدہ کیا ہے اُنسے جہنم کی آگ تیز کیجائیگی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اُس ذات کی جسکے قدرت مین میرا نفس ہے کہ اس طبقہ مین گندھک کے ایسے جنگل ہین کہ اگر اسمین خدا بھیجے ہوئے پہاڑون کو بھیجے تو وہ ضائع ہوجائین اور پانچوین مین دوزخیون کے بچھو ہین اور چھٹی مین دوزخیون کے دفتر اور اُنکے اعمال ہین اور اس چھٹے طبقے کا نام سجین ہے اور ساتوین طبقے مین ابلیس اور اُسکا لشکر رہتا ہے۔ اور فاضل محمد بن احمد بن ایاس حنفی بدایع الدھور فی وقائع الدھور مین لکھتے ہین قال وھب ابن منبہ لما خلق الله الارض کانت طبقة واحدة ففتقها فصیرها سبعا کما فعل فی السموات وجعل بین الطبقة مسیرة خمس مائة عام وھو قولہ تعالی ففتقناھما وجعلھا سبعا فکان اسم الطبقة العلیا ادیما والثانیة بسیطا

والثالثة ثقيلا والرابعة بطيحا والخامسة جنبا والسادسة ماسكة والسابعة الثرى
وسكان الارض الثانية امم يقال لهم الطمس في طعامهم من لحومهم وشرابهم
من دمهم والطبقة الثالثة سكانها امم وجوههم كوجوه بني آدم وافواههم كافواه
الكلاب وايديهم كايدي بني آدم وارجلهم كارجل البقر وعلى ابدانهم شعر كصوف الغنم
وهو لهم ثياب والطبقة الرابعة سكانها امم يقال لهم الجلهلم ليس لهم اعين
ولا اقدام بل لهم اجنحة كاجنحة القطا والخامسة بها امم يقال لهم الخشن وهم
كامثال البغال ولهم اذناب كل ذنب نحو ثلث مائة ذراع والسادسة بها امم يقال
لهم الحشوم وهم سود الابدان ولهم مخاليب كمخاليب السباع ويقال ان الله تعالى
يسلطهم على ياجوج وماجوج حين يخرجون فيهلكهم والطبقة السابعة فيها مسكن
ابليس وجنوده من المردة والشياطين انتهى ملخصا کہا وہب بن منبہ نے کہ جب
اللہ نے زمین کو پیدا کیا تو ایک ہی طبقہ تھا پھر اسکو سات طبقے کر دیئے جیسا کہ آسمانون
مین کیا اور ہر طبقے سے دوسرے طبقے تک پانچ سو سال کی راہ ہی اور یہ قول اللہ تعالی
کا ہی ففتقناهما وجعلناها سبعا پس طبقہ علیا کا نام ادیم اور دوسرے کا بسیط اور تیسرے
کا ثقیل اور چوتھے کا بطیح اور پانچوین کا جنب اور چھٹے کا ماسکہ اور ساتوین کا ثری ہی اور طبقہ
ثانیہ کا رہنے والا ایک گروہ ہی طمس نامی جو اپنا گوشت کہاتا اور خون پیتا ہی اور طبقہ ثالثہ مین
ایک گروہ رہتا ہی جسکا چہرہ بنی آدم کا ایسا ہی اور منہ کتون کا ایسا اور ہاتھ بنی آدم کے ایسے
اور پانوئن گائے کے ایسے ہین اور انکے بدن پر بال ہین بھیڑ کے بال کے ایسے اور وہ کپڑونکا
کام دیتے ہین اور چوتھے مین ایک گروہ رہتا ہی جلہام نامی جسکے نہ آنکھین ہین نہ پاؤن بلکہ انکے
قطا کے ایسے بازو ہین اور پانچوین مین ایک گروہ ہی جو خشن کہلاتا ہی اور وہ خچرون کے
ایسے ہوتے ہین اور انکے بہت سی دمین ہوتی ہین ہر دم تین سو گز کی اور چھٹے مین
ایک گروہ ہی جسکو حشوم کہتے ہین انکے جسم سیاہ ہوتے ہین اور درندون کے ایسے پنجے
ہوتے ہین اور کہا جاتا ہی کہ جب یاجوج ماجوج نکلینگے اور لوگون کو ہلاک کرینگے تو اللہ تعالی
اس گروہ کو یاجوج ماجوج پر نازل کریگا اور یہ گروہ انسکو ہلاک کر ڈالیگا اور ساتوین طبقے مین

ابلیس مع اپنی شیاطین کے لشکر کی رہتا ہی۔ ثالثاً معلوم کرنا چاہیے کہ جملہ طبقات باقیہ مین انبیا کا ہونا ثابت ہی چنانچہ
حدیث مذکور کہ صحیح ہی دلالت کرتی ہی اور قرآن پاک مین ہی ولکل قوم ھاد یعنی ہر قوم کیواسطے ہادی مبعوث ہوا ہے
اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر قوم کے واسطے ایک راہنما مقرر ہوا ہی پس ہرگاہ طبقات باقیہ مین وجود مخلوقات الٰہی کا
ثابت ہے اور کوئی مخلوق حق تعالی کی مہمل نہین چھوڑی گئی لابد ہی کہ وہان بھی راہنما ہونگے اور علامہ جلال الدین
محلی کی تفسیر سے بھی یہ بات ثابت ہی کہ حضرت جبریل طبقات باقیہ مین وحی لیجاتے تھے چنانچہ تفسیر جلالین
مین لکھتے ہین اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن یعنی سبع ارضین یتنزل الامر
الوحی بینھن بین السموات والارض ینزل بہ جبرئیل من السماء السابعۃ الی الارض
السابعۃ انتھے اللہ وہ ہی جس نے پیدا کیا سات آسمانون کو اور زمین سے اُنکے مثل یعنے سات زمینین
اترتا ہی حکم یعنے وحی اُنکے درمیان یعنے آسمان وزمین کے درمیان جبریل علیہ السلام وحی لیکر ساتوین
آسمان سے ساتوین زمین تک اُترتے ہین۔ ہرگاہ یہ تین امر ذہن نشین ہو گئے اب سمجھنا چاہیے کہ لفظ
بنی کنبیکم سے اگرچہ ایک ایک نبی خاتم النبیین ہونا طبقات باقیہ مین ثابت ہی لیکن اسکا مثل
ہونا ہمارے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت نہین ہو سکتا اسواسطے کہ کلام عرب مین
کاف تشبیہ کے واسطے مستعمل ہے اور تشبیہ مین لازم نہین ہی کہ مشبہ بہ مثل یا اقوی ہو مشبہ سے بلکہ
کبھی تشبیہ ناقص کے ساتھ مجرد تفہیم کے واسطے ہوتی ہی قرآن پاک مین حق تعالی فرماتا ہی اللہ نور
السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح اللہ آسمان اور زمین کا نور ہی اُسکے نور کی
حالت مثل مشکوۃ کے ہی کہ اُس مین چراغ ہو۔ اس آیت مین حق تعالی نے اپنے نور کو تشبیہ دی ہی ساتھ
نور مشکوۃ کے اور پھر ظاہر ہی کہ نور الٰہی بدرجہا اس نور سے اعلی واحسن ہی + چہ نسبت خاک را با عالم پاک +
پس لفظ بنی کنبیکم سے یہ امر ہرگز ثابت نہین ہی کہ خاتم الانبیا طبقات باقیہ کا مثل خاتم الانبیا اس طبقہ
کے ہی بلکہ فقط تعلیم وتفہیم کے واسطے ہی اس غرض سے کہ جسطرح ایک خاتم الرسل اس طبقہ مین ہی اسیطرح
سے ایک ایک خاتم ہر طبقہ مین ہی نہ یہ کہ وہ خاتم مثل اس خاتم کے ہی بلکہ اگر غور کیا جائے تو اسی حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاتم مثل ہمارے خاتم الانبیا کے نہین ہے کیونکہ اسی حدیث مین لفظ آدم کادمکم
بھی وارد ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مخلوقات طبقات باقیہ کی اولاد ہمارے آدم کی نہین ہی بلکہ دوسرے
آدم کی ہے اور تمام کتب عقائد مین یہ امر مصرح ہوتا ہی کہ اولاد آدم این عالم تمام مخلوقات سے جتنے کہ

ملائکہ سے بھی افضل ہی اور آیہ کریمہ ولقد کرمنا بنی آدم سے یہ امر مفہوم ہوتا ہی کیونکہ تمام مفسرین اور علما کا اتفاق ہی اس امر پر کہ مراد آدم سے اس آیت مین ہمارے آدم ہین نہ آدم طبقات باقیہ بلکہ تمام انبیا کہ قرآن پاک مین اُنکا ذکر ہی اُن سے مراد انبیا اسی طبقہ کے ہین نہ انبیا طبقات باقیہ کے اور حدیث صحیح مین وارد ہی انا سید ولد آدم ولا فخر یعنی اولاد آدم کا سردار ہون اور کوئی فخر نہین ہے۔ اور دوسری حدیث مین وارد ہی انا اکرم الاولین والآخرین مین اگلون اور پچھلون مین سب سے بزرگ ہون۔ اب یہان سے دو مقدمے ممہد ہوے اول یہ کہ ہمارے خاتم الانبیا تمام اولاد آدم سے افضل ہین دوسرے یہ کہ اولاد آدم اس عالم کی تمام مخلوقات سے افضل ہے بعد ترکیب ان دونون مقدمون کے نتیجہ نکلا کہ ہمارے خاتم الانبیا افضل ہین تمام مخلوقات سے پس مماثلت خاتم الانبیا طبقات باقیہ کے ساتھ ہمارے خاتم الانبیا کے کیسے ثابت ہوگی اسکے علاوہ یہ ہی کہ مماثلت مین اتحاد ماہیت و اتحاد قسم ضرور ہی اسیواسطے انسان انسان کے مماثل کہلاتا ہی اور انسان جن یا فرشتہ کے مماثل نہین کہلاتا ہی اور عبارت بدایع الدہور وغیرہ سے جو سابق منقول ہوئی معلوم ہوتا ہی کہ مخلوقات طبقات باقیہ اس مخلوقات کے صنف سے نہین ہین اور یہ امر نصوص قطعیہ سے ثابت ہی کہ نبی ہر قوم کا اسی قوم کی صنف سے ہوتا ہی تاکہ امت اُسکے ساتھ ارتباط پیدا کرے اور اُسکی متابعت کرے اسی واسطے نبی آدم پر کوئی نبی از قسم جن یا از قسم ملائکہ مبعوث نہین پس ضرور ہی کہ انبیا مخلوقات طبقات باقیہ کے انھین کی صنف سے اور انھین کی جنس سے ہونگے اور ہمارے خاتم الانبیا ہماری جنس سے ہین پس دونون خاتم مین مماثلت کہ عبارت ہی اتحاد صنف وصفات سے کیونکر ہوگی ہان اس قدر مین دونون شریک ہین کہ ہمارے نبی خاتم الانبیا اس طبقہ کے ہوے اور طبقات باقیہ کے خاتم اپنے اپنے طبقات کے خاتم ہوے لیکن مجرد اس شرکت سے مماثلت کا اطلاق درست نہین الحاصل حدیث مذکور صحیح ہی اور موجود ہونا امثال خاتم الانبیاء افضل مخلوق اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا باطل ہی اور اس حدیث سے ہرگز ثابت نہین ہوتا ہی بلکہ عدم مماثلت اس سے ثابت ہی مقام افسوس وتعجب ہی کہ از زمان وجود نبوی تا این جزو زمان مدت قریب تیرہ سو برس [۱۳۰۰] کو گذری اور اس مدت مین صدہا فقہا اور محدثین اور ہزارہا علما اور صحابہ اور تابعین کی نظر سے حدیث مذکور گذری مگر کسی کے خیال مبارک مین موجود ہونا امثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ آیا آیا تو اس صاحب عقیدہ کی خاطر عاطر مین آیا انا للہ وانا الیہ راجعون

لقد صدق رسولنا صلے اللہ علیہ وسلم بدء الدین غریبا وسیعود غریبا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی دین کی ابتدا غربت کی حالت مین ہوئی ہی اور غربت ہی کی طرف لوٹ جائے گا۔ نازم بہین عقل و دانش اگر شیوع جہل کی یہی کیفیت رہی تو دیکھا چاہیے کہ کیسے کیسے عقائد فاسدہ احادیث صحیحہ سے افہام ناقصہ مستنبط کرینگے اور کیا کیا فساد اس عالم مین برپا کرین گے واللہ اعلم **سوال**۔ جو حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میری امت کے تہتر فرقے ہوجائین گے ایک ناجی اور سب ناری ہونگے آیا ناری سے مراد کفار ہین یا مسلمان فاسق کہ بسبب عصیان کے دوزخی ہوجائین گے بعض حضرات کہتے ہین کہ رافضی جو شیخین کی شان مین بے ادبی کرتے ہین کافر ہوگئے بعضے کہتے ہین کہ سب اہل ہوا کافر ہین ایک فرقہ مسلمان ہی جسکو اہل سنت وجماعت کہتے ہین اور بعضے فرماتے ہین کہ رافضی کی توبہ قبول نہین بلکہ اُسے قتل کرنا واجب ہی۔ **جواب** عقائد اور فقہ کی کتابون مین اس طرح لکھا ہی کہ بہتر فرقے جو اہل ہوا ہین ایک بھی کافر نہین ہی چنانچہ عبارت اُن کتابون کی جو یہان موجود ہین بعینہ لکھی جاتی ہی اور عبارت فتاوی کی جو سب الشیخین کفر ہے اُسکا بھی جواب لکھا جاتا ہی بغور ملاحظہ فرمائین بلکہ اعتقاد کفر کا اہل ہوا کے جو بدعتی ہین رکھنا بھی کفر ہی اول تو یہ ہی کہ تمہید ابو الشکور سلمی مین لکھا ہی کہ جو حدیث شریف تفرقہ امت مین وارد ہوئی ہی اُس مین اختلاف ہی چنانچہ ایک روایت مین لکھا ہی ستفرق امتی من بعدی ثلثۃ وسبعون فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ قریب ہی کہ میری امت کے لوگ جدا جدا تہتر فرقون مین ہوجائینگے جن مین ایک کے علاوہ سب فرقے جہنم مین جائین گے اور دوسری روایت مین ہی کلھم فی الجنۃ الا واحدۃ قیل ما تلک الواحدۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ ایک کے علاوہ سب جنت مین جائین گے پوچھا گیا وہ ایک کون ہی آپنے فرمایا وہ قدریہ ہی۔ بغور ملاحظہ فرمائین کہ کفر دونون حدیثون سے ثابت نہین ہوا بلکہ دوسری حدیث سے جنتی ہونا ثابت کیا ہی کفار کے واسطے کہین بھی یہ لفظ آیا ہی اور یا کسی عالم نے اُن پہ حکم جزیہ یا استرقاق کا بسبب کفر کے لکھا ہی اور دوسرے ایک مقام پر لکھا ہے اعلم ان الدین مع الجماعۃ والجماعۃ ھما اھل السواد الاعظم والسواد الاعظم بین الجبر والقدر وبین التشبیہ والتعطیل وبین النصب والرفض وسئل ابو حنیفۃ عن السنۃ والجماعۃ فقال لا نصب ولا رفض ولا جبر ولا قدر ولا تشبیہ ولا تعطیل وروی عن ابی حنیفۃ انہ

قال شهادة اهل الاهواء مقبولة فاذا قبل شهادتہ دل انہ مسلم وروی عن محمد بن الحسن
انہ قال الصلوٰۃ خلف المبتدع جائز الا انہ یکرہ لانہ اعتقد البدعۃ علی زعم انہ حق وھو
حلال والثانی انہ اول فی ذلک واستحل بالتاویل فلا یکفر کذا فی التمہید، جاننا چاہیے کہ دین جماعت
کے ساتھ ہے اور جماعت اہل سواد اعظم ہیں اور سواد اعظم جبر و قدر تشبہ و تعطیل نصب و رفض کے درمیان ہے
امام ابو حنیفہؒ سے اہل سنت و جماعت کا حال پوچھا گیا اُنھوں نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو نصب و رفض
جبر و قدر تشبہ و تعطیل کسی کے قائل نہوں امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ اہل اہوا کی گواہی معتبر
ہے اور جب اُنکی گواہی معتبر ہے تو وہ مسلمان ہیں امام محمد بن حسنؒ سے روایت ہے کہ مبتدع کے پیچھے نماز جائز
ہے لیکن مکروہ ہے دو وجہوں سے ایک تو یہ کہ وہ بدعت کا حق و حلال جانکر اعتقاد کرتا ہے دوسرے
یہ کہ وہ تاویلات کو کام میں لاتا ہے اور بدعت کو تاویل سے حلال بناتا ہے پس وہ کافر نہیں ہیں۔

اور جاننا چاہیے کہ بہتر فرقے جو کتابوں میں ہیں جنکا احوال مرقوم ہے اُسمیں بھی کئی فرقے مثل شاخوں کے
ظاہر ہوے ہیں چنانچہ فرقہ تناسخیہ چار قسم ہو کر پھر چار اسی قسم ہو گئے چنانچہ تفصیل اسکی بھی تمہید میں موجود ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی ہر فرقے میں اقسام ہو گئے جو شخص جس فرقے کا کام کریگا اسی میں شمار کیا
جائے گا چنانچہ فرقہ وہابیین کو معتزلہ کہتے ہیں اب تفصیل فرقوں کی اور بیان ہر ایک کی بدعت کا موجب
طول ہے غرض سائل جو ہے سب الشیخین کفر ہے یا نہیں اور توبہ اسکی قبول ہے یا قتل اُنکی تو یہ ہے اُسکا جواب
لکھنا مقصود ہے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے سب الشیخین لیس بکفر کما صححہ ابو الشکور السلمی فی
تمہیدہ وذلک لعدم ثبوت مبناہ وعدم تحقق معناہ فان سب المسلم فسق کما فی حدیث
ثابتؐ یستوی الشیخان وغیرھما فی ھذا الحکم ولانہ لو فرض ان احد اقتل الشیخین بل
والختنین بوصف الجمع لا یخرج عن کونہ مسلما عند اھل السنۃ والجماعۃ ومن المعلوم
ان السب دون القتل نعم لو استحل السب او القتل فھو کافر لا محالۃ وعلی تقدیر
ثبوت الحدیث فیجب ان یؤول کما اول حدیث من ترک صلوٰۃ متعمدا فقد کفر ای مستحلا
الترک شیخین کو گالی دینا کفر نہیں ہے جیسا کہ ابو الشکور سلمی نے تمہید میں اسکی تصحیح کی ہے کیونکہ اس کا
کوئی سبب ثابت نہیں ہوتا ہے اور اسکا مطلب ٹھیک نہیں بنتا کیونکہ مسلمان کو گالی دینا فسق
جیسا کہ ثابت ہے کی حدیث ہے شیخین اور اُنکے علاوہ سب اس حکم میں مساوی ہیں اور اگر فرض کیا جائے

کہ کسی نے شیخین بلکہ ختنین کو بھی قتل کیا تو وہ اسلام سے خارج نہوگا اہل سنت وجماعت کے نزدیک اور یہ بات معلوم ہو کہ یہان گالی سے بحث ہو نہ کہ قتل سے ہان اگر گالی دینے اور قتل کرنے کو حلال جانے تو وہ کافر ہو اور اگر کوئی حدیث (کفر سب شیخین ہین) ثابت ہو تو اُسکی تاویل ضروری ہو جیساکہ حدیث مین من ترک صلوٰۃ متعمدا فقد کفر مین تاویل کی گئی ہو اور مطلب یہ لیا گیا ہو کہ جو نماز کو ترک کرے حلال سمجھکر وہ کافر ہو اور دوسری جگہ فقہ اکبر مین لکھا ہو کہ جمع کرنا دونون کا مشکل ہو ایک تو یہ کہ اہل قبلہ کافر نہین ہین چنانچہ سب فقہا اور متکلمین کا بھی یہی قول ہو اور دوسری عبارت فتاوی کی سب الشیخین کفر ہو وجہ اشکال کی بیان کرکے پھر جواب لکھا ہو یدفع الاشکال بان نقل کتب فتاوی مع جہالۃ قائلہ وعدم اظہار دلائلہ لیس بحجۃ من ناقلہ اذ مدار الاعتقاد فی المسائل الدینیۃ علی الادلۃ القطعیۃ علی ان فی تکفیر المسلم قد یترتب مفاسد جلیۃ وخفیۃ وقال الامام ابن الہمام فی شرح الہدایۃ للجواب عن ہذہ الحکایۃ حیث قال اعلم ان الحکم بکفر من ذکرنا من اہل الہواء مع ما ثبت عن ابی حنیفۃ و الشافعی رحمہما اللہ من عدم تکفیر اہل القبلۃ من المبتدعۃ کلہم محمل یتہ ان ذلک المعتقد فی نفسہ کفر اشکال اس طرح پر دفع کیا جاتا ہو کہ کتب فتاوی سے نقل کرنا باوجود قائل کے نہ معلوم ہونے کے اور اُسکے دلائل کے نہ ظاہر ہونے کے ناقل کے لیے حجت نہین ہوسکتا کیونکہ مسائل دینیہ مین اعتقاد کا مدار ادلہ قطعیہ پر ہو اور کسی مسلمان کو کافر کہدینے سے بہت سی خرابیان جلی وخفی واقع ہوتی ہین ابن ہمام نے شرح ہدایہ مین اسی کا جواب دیتے ہوے کہا ہو کہ باوجود امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ سے عدم تکفیر اہل قبلہ ثابت ہونے کے اہل اہوا کے کفر کا حکم دینا خود فی نفسہ کفر ہو۔ اور صاحب درمختار نے باب امامت مین لکھا ہو کہ نماز صاحب بدعت کے پیچھے مکروہ تنزیہی ہو مبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ وکل من کان من قبلتنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلون دمائنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالی وجواز رویتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ بدلیل قبول شہادتہم بمبتدع یعنی صاحب بدعت (اور بدعت رسول صلعم سے جو بات مشہور ہو اُس کے خلاف کا بلا کسی عناد کے اعتقاد رکھنا ہی) اور وہ شخص جو اہل قبلہ ہو بدعت سے کافر نہین ہوتا یہانتک کہ خوارج

جو ہمارے خون اور مال اور اصحاب رسول کو گالیان دینا اپنے لیئے حلال سمجھتے ہین اور صفات و رویت باری تعالی کے تاویل وشبہہ کی وجہ سے منکر ہین مسلمان ہین کیونکہ اُنکی گواہی مقبول ہو اور باب شہادت مین لکھا ہو تقبل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منہم اثنا عشرۃ فرقۃ فصارت اثنین وسبعین الا الخطابیۃ صنف من الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل لتہمۃ الکذب شہادت اہل ہوا یعنی اصحاب بدعت کی جو کافر نہین ہین مقبول ہو مثلاً جبر وقدر و رفض وخروج وتشبیہ وتعطیل کی اور ان مین سے ہر ایک کے بارہ فرقے ہین پس کل بہتر فرقے ہوے مگر خطابیہ (یعنی اُن کی شہادت مقبول نہین) جو شہادت صرف اپنے گروہ اور اُنکے حق پر ہونے کی حلف اٹھانیوالے کے ساتھ خاص مانتے ہین نہ اُنکی بدعت کیوجہ سے بلکہ کذب کی تہمت کی وجہ سے - دیکھیے اس عبارت مین کہین کذب ثابت نہین کیا بعضے صاحب فرماتے ہین کہ مرتد کے باب مین صاحب درمختار نے انبیا اور شیخین کی جناب مین بے ادبی کرنے والے کے لیے حکم قتل فرمایا ہو اور عبارت اس مقام کی یہ ہو والکافر بسب الشیخین او بسب احدہما فی البحر عن الجوہرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وہو المختار للفتوی انتہی وجزم بہ فی الاشباہ - شیخین یا ان مین سے ایک کو گالی دینے کی وجہہ سے جو کافر ہو جائے وہ قتل کیا جائیگا بحر مین جوہرہ سے شہید کی جانب منسوب کرتے ہوے نقل کیا ہو کہ جس نے شیخین کو گالی دی یا اُنکے بارے مین زبان درازی کی تو وہ کافر ہو اور اسکی توبہ مقبول نہین ہو اور اسی سے دبوسی اور ابو اللیث نے اخذ کیا ہو اور یہی مفتی بہ اور مذہب مختار ہو اور اشباہ مین اسی کو صحیح ٹھہرایا ہو - درمختار کے مصنف نے آپ ہی اس مسئلہ کو رد کیا ہو اس قول سے لکن فی النہر وہذا لا وجود لہ فی اصل الجوہرۃ وانما وجد علی ہامش بعض النسخ فالحق بالاصل مع انہ لا ارتباط لہ بما قبلہ انتہے لیکن نہر مین ہو کہ اصل جوہرہ مین یہ عبارت نہین ہو ہان بعض نسخون کے حاشیہ پر ہو پس اصل ہی صحیح ہو باوجودیکہ اسکو اپنے ماقبل سے کچھ ربط بھی نہین حاصل ہوتا ہو اصل حال مسئلہ کا یہ ہو کہ جس زمانہ مین بحر اور اشباہ تصنیف ہوئی تھی تو مصنف بحر و اشباہ نے لکھا تھا - سب الشیخین کفر ولا تقبل توبتہ شیخین کو گالی دینا کفر ہو اور گالی دینے والے کی توبہ مقبول نہین ہو - اس زمانے مین بھائی

مصنف کا جس نے نہر الفائق شرح کنز الدقائق تصنیف کی ہی جسکا نام عمرو بن نجیم ہی اور چند علماے شہر مثل شیخ امین الدین عبد العال وغیرہ جمع ہو کر آئے اور دریافت کیا کہ یہ مسئلہ سب الشیخین کفر کا تم نے کہان سے لکھا ہی کہا جوہرہ سے لکھا ہی جو قدوری کی شرح ہی علمانے جوہرہ طلب کیا تو جواب دیا کہ میرا جوہرہ آگ مین جل گیا اور جوہرہ شہر مین سے منگوا کر ہر چند دیکھا یہ مسئلہ نہ پایا پوچھا کس جگہ سے نقل کیا تھا مقام بتلایا تو عبارت جو بحر مین تھی اُس سے ملا کر دیکھا اور ہر چند اول آخر سے ربط دیا ربط نہ کھا یا مسئلہ کی وہین خطا ظاہر ہو گئی۔ وقال السید الحموی فی شرح الاشباہ حکی عن عمرو بن نجیم ان اخاہ افتی بذلک فطلب منہ النقل فلم یوجد الا علی طریق الجوہرۃ اور کہا ہی سید حموی نے شرح اشباہ مین عمرو بن نجیم سے نقل کیا گیا ہی کہ اُنکے بھائی نے اسکا فتوی دیا تو اُن سے نقل طلب کی گئی پس نقل نہ ملی مگر جوہرہ کے طریقہ پر۔ اور پھر حموی نے اُسی عبارت کے آگے لکھا ہی واقول علی فرض ثبوت ذلک فی عامۃ نسخ الجوہرۃ لا وجہ لہ لما ظہر لما قدمناہ من قبول توبۃ من سب الانبیاء عندنا خلافا للمالکیۃ والحنابلۃ واذا کان کذلک فلا وجہ للقول بعدم قبول توبۃ من سب الشیخین بل لم یثبت ذلک عن احد من الائمۃ فیما اعلم بالفرض اور مین کہتا ہون کہ اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ جوہرہ کے نسخون مین یہ عبارت موجود ہی تو بھی اُسکی کوئی وجہ ظاہر نہین ہی کیونکہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہین کہ ہمارے نزدیک انبیا کو گالی دینے کے بعد بھی توبہ مقبول ہی (حنبلیہ اور مالکیہ اس مسئلہ مین ہمارے خلاف ہین) تو کوئی وجہ نہین کہ ہم سب شیخین کے بعد قبول توبہ کے نہ قائل ہون بلکہ میرے علم مین تو یہ ائمہ مین سے کسی سے بھی ثابت نہین ہی۔ اگر ہم کفر مان لین جب بھی یہ لازم نہین آتا ہی کہ اُسکی توبہ مقبول نہین اور حکم کرنا کفر کے ساتھ بہت مشکل ہی اختیار مین لکھا ہی۔ اتفق الائمۃ علی تضلیل اہل البدع اجمع وتخطئتہم وسب احد من الصحابۃ وبغضہ لا یکون کفرا لکن یضلل وذکر فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالہم ویکفرون الصحابۃ حکمہم عند جمہور الفقہاء واہل الحدیث حکم البغاۃ تمام ائمہ اہل بدعت کے گمراہ وخطاکار ہونے پر متفق ہین اور صحابہ مین سے کسی کو گالی دینا اور اُن سے بغض رکھنا کفر نہین ہی لیکن ایسا شخص گمراہ کہلائے گا اور فتح القدیر مین ہی کہ خوارج (جو مسلمانون کے خون اور مال کو اپنے لیے حلال جانتے ہین اور صحابہ کی تکفیر کرتے ہین) کا حکم جمہور فقہا واہل حدیث کے نزدیک باغیون کا حکم ہی خیال کیجیے کہ خوارج جو سب سے زیادہ بدعتی ہین

چنانچہ درمختار سے مذکور ہوا اُنکے واسطے بھی حکم کفر کا نہ فرمایا قال ابن المنذر وھو اعرف بکلام المجتہدین
نعم یقع فی کلام اھل المذھب تکفیر کثیر ولکن لیس من کلام الفقہاء الذین ھم المجتہدون
بل من غیرھم ولا عبرۃ لغیر الفقہاء ابن منذر نے (جو مجتہدین کے کلام کو سب سے زیادہ جاننے
والے تھے) کہا ہی کہ اہل مذہب کے کلام مین تکفیر کا اکثر تذکرہ آتا رہتا ہو لیکن یہ اُن فقہا کے کلام سے
نہین ہی جو مجتہد ہین بلکہ اسکے قائل دوسرے لوگ ہین اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہین۔ بہت تفصیل سے
ردالمختار مین جو حاشیہ درمختار کا ہی مسلمان ہونا ثابت کیا ہی جسکو دیکھنا ہو دیکھ لے اور ردالمختار مین لکھا
ہی ولم یعلل احد لعدم قبول شہادتھم بالکفر کما تری نعم استثنوا الخطابیۃ لانھم یرون شہادۃ
الزور لاشیاعھم او للحالف وکذا نص المحدثون علی قبول روایۃ اھل الھواء فھذا فی من
یسب عامۃ الصحابۃ ویکفرھم بناء علی تاویل لہ فاسد فعلم ان ماذکرہ فی الخلاصۃ من انہ کافر قول
ضعیف مخالف للمتون والشروح بل ھو مخالف لاجماع الفقہاء کما سمعتہ وقد الف العلامۃ
ملا علی قاری رسالۃ فی الرد علی الخلاصۃ ولھذا نعلم قطعا ان ما عزی الی الجوھرۃ من الکفر
مع عدم قبول التوبۃ علی فرض وجودہ فی الجوھرۃ باطل لا اصل لہ ولا یجوز العمل بہ وقد مرانہ
اذا کان فی المسئلۃ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ فعلی المفتی ان یمیل الی عدم التکفیر فکیف یمیل
ھنا الی التکفیر المخالف للاجماع فضلا عن میلہ الی قتلہ وان تاب وقد مر ایضا ان المذھب
قبول توبۃ ساب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فکیف ساب الشیخین والعجب من
صاحب البحر حیث تساھل فی الافتاء بقتلہ۔ اور کسی نے اُنکی شہادت کے
نہ قبول ہونے کا سبب کفر کو نہین بتایا ہے ہان قبول شہادت سے خطابیہ کو اس وجہ سے
مستثنے کرتے ہین کہ وہ گواہی اپنے اور اپنی صداقت کی قسم کھانے والے کے ساتھ
مخصوص سمجھتے ہین ایسا ہی محدثین دلیل لائے ہین اہل اہوا کی روایت کے
قبول ہونے پر پس یہ اُس شخص کے بارے مین جو صحابہ کی تکفیر کرتا ہو اور اُنکو گالی دیتا ہو ایک تاویل فاسد
کی بنا پر ہی پس معلوم ہوگیا کہ جو کچھ خلاصہ مین ہو کہ وہ شخص کافر ہو ایک ضعیف قول ہی جو متون اور
شروح اور اجماع فقہا کے مخالف ہی جیسا کہ مین نے سنا ہی اور ملا علی قاریؒ نے خلاصہ کی رد مین ایک
رسالہ تحریر کیا ہی اس سے تمکو یہ معلوم ہوگیا کہ جوہرہ کی جانب کفر اور عدم قبول توبہ کی جو نسبت کی گئی ہی

وہ اگرچہ جوہرہ مین ہو باطل ہی اُسکی کچھ اصل نہین اور اُسپر عمل کرنا جائز نہین اور یہ بات معلوم ہو چکی ہی
کہ مسئلہ مین اگر اختلاف ہو اور کوئی ضعیف روایت بھی عدم تکفیر کی موجود ہو تو اُسی کے جانب مائل
ہونا چاہیئے پس یہان تکفیر کے جانب کیونکر مائل ہو سکتے ہین جو اجماع کے مخالف ہی چہ جائیکہ قتل اگرچہ
وہ توبہ کرے اور یہ بھی اوپر گذرا ہی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کی توبہ مقبول ہی
پس شیخین کو گالی دینے والے کی توبہ کیون قبول نہو گی اور صاحب بحر سے تعجب ہی کہ انھون نے قتل کا
فتوی دینے مین انتہائی تساہل کیا ہی۔ مؤلف رد المحتار و مصنف درمختار نے کہین اہل اہوا کو کافر نہین
لکھا بلکہ باب الحیض مین لکھا ہی لا یفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ یکسی مسلمان
کے کفر کا فتوی نہ دیا جائے گا اگر اُسکے کفر مین اختلاف ہو روایت اگرچہ ضعیف ہی کیون نہو۔ اور دوسری
جگہ لکھا ہی اذا کان فی المسألۃ وجوہ یوجب الکفر و واحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ کسی مسئلے
مین اگر بہت سے وجوہ ہون جو کفر کو واجب کرتے ہون اور ایک وجہ کفر سے مانع ہو تو مفتی کو مانع کیجانب
مائل ہونا چاہیئے۔ تعجب ہی صاحب علم سے کہ باوجود ان دلائل تو یہ مائل باسلام کے دلیل ضعیف کو ترجیح
دیکر کفر ثابت کرے اور یہانتک حکم دیوے کہ توبہ بھی اسکی قبول نہین بلکہ قتل اسکی توبہ ہی ظاہر ہے کہ
گویا سب علما کے قول کا انکار ہی درمختار مین لکھا ہی منکر الاجماع کافر اجماع کا انکار کرنیوالا کافر ہی۔ اور تمہید
ابو الشکور سلمی مین لکھا ہی من قال للمؤمن یا کافر او شہد بالکفر علی مومن فانہ یصیر کافرا و روی
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال من شہد علی امتی بالکفر فھو اولی بہ جس نے کسی مومن
کو کہا اے کافر یا کسی مومن کے کفر کی گواہی دی وہ کافر ہو گیا حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے
مروی ہی کہ جسنے میری امت پر کفر کی گواہی دی وہ اُس کفر کا زیادہ مستحق ہی۔ اہل اہوا جو تہتر فرقون مین
داخل ہین اسواسطے جو حدیث تفریق امت مین وارد ہوئی ہی اُس مین لفظ امتی ہی امت حضرت
موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا شمار اس مین داخل کر کے نہین فرمایا تھا اُن کے واسطے اور حدیث ہی۔ انہ قال
صلے اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل تفرقت بعد موسی علی احدی وسبعین فرقۃ وبعد عیسی
علی اثنین وسبعین فرقۃ وستفرق امتی من بعدی ثلثۃ وسبعون فرقۃ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بنی اسرائیل موسیٰ کے بعد اکہتر اور عیسیٰ کے بعد بہتر فرقون پر متفرق ہو گئے اور یہ
قریب ہی کہ میری امت میرے بعد تہتر فرقون پر متفرق ہو جائے سو اگر سب فرقے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے مع اصناف کفار شمار کریں گے تو تہتر فرقے کیونکر ہوں گے اگرچہ کفار بھی امت دعوت ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مراد امت سے امت اجابت ہے جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا المراد بالامة من یجمعہم دائرة الدعوة من اهل القبلة لانه اضافهم الی نفسه واکثر ما ورد فی الحدیث علی هذا الاسلوب فالمراد به اهل القبلة ولو ارید به امة الدعوة فتناول به اصناف الکفر فکیف یکون تفریق الامة الی ثلث وسبعین۔ امت سے وہ اہل قبلہ مراد ہیں جنکو دائرہ دعوت جامع ہو کیونکہ انکی اضافت حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے اپنے نفس کے جانب فرمائی ہے اور اکثر حدیث میں جہاں اس طریقہ پر عبارت آئی ہے مراد اہل قبلہ ہیں اور اگر اس سے امت دعوت مراد ہو تو وہ کفر کے بھی تمام اقسام کو شامل ہو پس امت کی تفریق تہتر فرقوں کی جانب کیونکر صحیح ہوگی۔ خداوند تعالیٰ غفور اور تواب رحیم ہے اسکی رحمت کا منکر نہونا چاہیے توبہ سب کی قبول ہے اگرچہ پیغمبروں کی جناب میں بے ادبی ہو اسکی توبہ بھی قبول ہے چنانچہ رد المحتار حاشیہ در المختار سے مذکور ہوا صفة الرحمة لا یتغیر وان تغیر احوال الامة رحمت کی صفت نہیں بدلتی اگرچہ امت کے احوال بدل جائیں۔ اور نیک کام بھی برائی کو دور کرتے ہیں کقوله تعالیٰ ان الحسنات یذهبن السیئات اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نیکیاں بدیوں کو لیجاتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب المجیب عبد الحی ابن افضل العلما والفضلا مولانا محمد عبد الرب افاض اللہ علینا من برکاته۔ هو المصوب واقعی حدیث ستفترق امتی ثلث وسبعون فرقة قریب ہے کہ میری امت تہتر فرقوں پر منقسم ہو جائے گی میں مراد امت اجابت ہے کہ عبارت اہل اسلام سے ہے نہ امت دعوت علامہ دوانی شرح عقائد عضدیہ میں لکھتے ہیں۔ ای امة الاجابة وهم الذین امنوا بالنبی صلی اللہ علیه وعلی اله وسلم وهو الظاهر فان اکثر ما ورد فی الحدیث علی هذا الاسلوب ارید به اهل القبلة یعنی امت اجابت جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور یہی ظاہر معنے ہیں کیونکہ اکثر جہاں حدیث میں اسطرح پر عبارت آئی ہے وہاں مراد اہل قبلہ ہیں۔ اور سب شیخین موجب کفر نہیں ابو الشکور سلمی تمہید میں لکھتے ہیں کلام الروافض مختلف فبعضه یکون کفرا وبعضه لا فلو قال ان علیا کان الٰها نزل من السماء کفر ولو قال النبوة کانت لعلی وجبرئیل اخطأ کفر ومنهم من قال ان علیا افضل من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فهذه الکلمة کفر واما الذین یکون بدعة ولا یکون کفرا فهو قولهم ان علیا کان افضل من الشیخین ومنهم من قال یجب العن

علی من خالف علیا لعائشة ومعاویة وھذا کلہ وما شبھہ بدعۃ لیس بکفر لانہ صادر عن تاویل روافض کے کلام مختلف ہین بعض کفر ہین اور بعض نہین پس اگر کہا کہ علیؓ خدا تھے آسمان سے اُترے تھے کافر ہوگیا اور اگر کہا نبوت علیؓ کے لیے تھی حضرت جبرئیلؑ سے خطا ہوگئی وہ کافر ہوگیا اور اگر کہا کہ علیؓ افضل ہین رسول ﷺ سے تو یہ کفر کا کلمہ ہی اور وہ جو بدعت ہین لیکن کفر نہین ہی اُنکا قول علیؓ افضل ہین شیخین سے اور اُن ہین کے بعض کہتے ہین کہ مخالف حضرت علیؓ پر دمثل حضرت امیر معاویہؓ وحضرت عائشہؓ کے لعنت بھیجنا واجب ہی یہ بدعت ہی کفر نہین ہی کیونکہ تاویل سے صادر ہوا ہی۔ اور مولانا عبد العلی شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین الصحیح عند الحنفیۃ بان الروافض لیسوا بکفار والوجہ فیہ ان مذھبھم اوقعھم فی ما وقعوا زعما منھم انھم علی الدین المحمدی وان کان زعمھم ھذا باطلا وما کذبوا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فی زعمھم فھم غیر ملتزمین بالکفر والتزام الکفر کفر دون لزومہ انتھی ملخصا حنفیہ کے نزدیک صحیح یہ ہی کہ روافض کفار نہین ہین کیونکہ مذہب نے اُنکو ان غلطیون مین ڈالدیا ہی اور وہ گمان کرنے لگے ہین کہ وہ دین محمدی پر ہین اگرچہ اُنکا یہ گمان باطل ہی اور وہ حضور کی تکذیب کرتے ہین اس سے وہ کفر کو لازم نہین لیتے اور کفر کو لازم کر لینا کفر ہی نہ کہ لازم آجانا ہرگاہ روافض کا کافر نہونا ثابت ہوا اُنکی توبہ قبول ہونے مین شک نہین رہا اور اگر بالفرض والتقدیر روافض کافر ہون اس صورت مین بھی اُنکی توبہ قبول نہونے کی کوئی وجہ نہین ہی مقام غور ہی کہ جو شخص مشرک ہوا اور اللہ جلشانہ کا شریک بتاتا ہو اگر وہ توبہ کرے قبول ہوجاتی تو کیا روافض مشرک سے بدتر ہوگئے کہ توبہ اُنکی قبول نہوگی اور صاحب بحر نے جوہرہ سے جو مسئلہ عدم قبول توبہ روافض کا نقل کیا ہی وہ غلط ہی قابل التفات کے نہین کیونکہ نصوص قرآنیہ کے مخالف ہے قال اللہ تعالے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم اللہ تعالی فرماتا ہی بیشک اللہ گناہون کو بخشتا ہی اور وہی بخشنے والا رحم کرنیوالا ہی واللہ اعلم بالصواب وعندہٗ ام الکتاب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی اللکنوی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن موجبات الغی ابن المرحوم مولانا محمد عبد الحلیم ادخلہ اللہ دار النعیم

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

فی الواقع حدیث افتراق امت مین ناری سے مراد مسلمین فاسقین ہین کہ شامت عصیان سے دوزخ مین جاوین گے اور روافض کہ حضرت شیخینؓ کی شان مین بے ادبی کرتے ہین اور اسی طرح سب اہل ہوا کافر نہین ہین اور توبہ اُنکی مقبول ہی فی المسائرۃ ثم ان قول ابی حنیفۃ انہ لا یکفر احد منھم

وفی شرحہا لکمال ان عدم تکفیرہم ھو المنقول عن جمہور المتکلمین والفقہاء وان الشیخ الاشعری قال ان الاسلام یعمہم مسائرہ میں ہی کہ قول امام ابوحنیفہ کا یہ ہی کہ اُن میں کا کوئی کافر نہیں ہی اور کمال نے شرح مسائرہ میں لکھا ہی کہ عدم تکفیر ہی جمہور متکلمین وفقہا سے منقول ہی اور شیخ اشعری نے کہا ہی کہ اسلام اُنکو بھی شامل ہی حررہ ابوالاحیا محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم۔

**سوال**۔ واجب تعالیٰ اپنے شریک کے پیدا کرنے پر قادر ہی یا نہیں۔ **جواب**۔ نہیں ہی کیونکہ تمام متکلمین اسکی تصریح کرتے ہیں کہ مقدوریت کی علت امکان ہی پس شریک باری ممتنع ہی مقدور نہوگا۔ اور اس بات پر اجماع ہی کہ شریک باری ممتنع ہی اور قدرت آلہی ممتنع پر نہیں ہی امام فخرالدین رازی اور علامہ سعدالدین تفتازانی لکھتے ہیں لاشئ من الواجب والممتنع بمقدور لہ تعالیٰ لزوال امکان الترک فی الاول والفعل فی الثانی انتہے واجب اور ممتنع میں سے کوئی بھی مقدورات باری تعالیٰ میں سے نہیں ہی ورنہ اول میں امکان ترک ور ثانی میں امکان فعل متحقق نہوگا۔ اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں قد قیل کل عام یخص کما خص قولہ تعالیٰ واللہ علی کل شئ قدیر بما شاءہ لیخرج ذاتہ وصفاتہ وما لم یشأ من مخلوقاتہ وما یکون من المحال وقوعہ فی کائناتہ والحاصل ان کل شئ تعلقت بہ مشیئتہ تعلقت بہ قدرتہ والا فلا یقال ھو قادر علی المحال لعدم وقوعہ ولزوم کذبہ انتہے کہا گیا ہی کہ ہر عام میں تخصیص کردی جائے گی جیسا کہ آیہ پاک واللہ علی کل شئ قدیر میں ماشاءہ کی قید لگائی گئی ہی تا کہ ذات وصفات باری تعالیٰ اور وہ اشیا جنکے خلق کو وہ نہ چاہے اور جنکا کائنات میں ہونا محال ہو خارج ہوجائیں حاصل یہ ہی کہ جس سے مشیت باری تعالیٰ کا تعلق نہوگا اُس سے قدرت کا بھی تعلق نہوگا پس یہ نہ کہا جائیگا کہ باری تعالیٰ محال پر قادر ہی کیونکہ وہ واقع نہیں ہوسکتا ہی اور اسکا کذب لازمی ہی۔ اور علامہ کمال الدین بن ابی شریف جو صاحب فتح القدیر کے شاگرد ہیں اپنی شرح رسالہ مسائرہ میں لکھتے ہیں متعلق العلم اعم من متعلق القدرۃ فان العلم یتعلق بالواجب والممکن والممتنع والقدرۃ انما تتعلق بالممکن دون الواجب والممتنع انتہے قدرت کے متعلق سے علم کا متعلق عام ہی کیونکہ علم کا تعلق واجب ممکن ممتنع سب کے ساتھ ہوتا ہی اور قدرت کا تعلق صرف ممکن کے ساتھ ہوتا ہی واجب اور ممتنع کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اگر خیال پیدا ہو کہ واجب تعالیٰ کا شریک باری کے

پیدا کرنے پر قادر نہونا اسکا عجز ہی اور عجز مستلزم ہی نقص کو تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو امر اس لائق نہو کہ قدرت کا تعلق اُسکے ساتھ ہو تو اُسکے ساتھ قدرت کا تعلق نہونا نقص نہین ہی بلکہ عین کمال ہی علم کلام اور فقہ کی کتابون مین اسکی تصریح موجود ہی علامۂ عبد الغنی نابلسی مطالب وفیہ مین لکھتے ہین قال المحققون المراد بالممکن مالا یجب وجوده ولا عدمه لذاته فدخل مالا یتصور من الممکنات لا لذاته بل لغیره کممکن تعلق علم الله تعالی بعدم وقوعه کایمان ابی جهل ووقع لابن حزم ما هو بین البطلان حیث قال الله تعالی قادر علی ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر علیه لکان عجزا وقد نقله بعض الاغبیاء من المبتدعة فانظر الی اختلال هذا المبتدع کیف فاته ان العجز انما یکون لو کان القصور جاء من ناحیة القدرة اما اذا کان لعدم قبول المستحیل تعلق القدرة فلا یتوهم متوهم ان هذا عجز وقد سئل الامام عبد الله بن اسعد الیمنی عن کون الله قادرا علی جمیع الممکنات هل یلحق بذلک شیٔ من المستحیلات فاجاب بان جمیع المستحیلات العقلیة لا تعلق للقدرة بها سواء کانت استحالته شرعا کقوله تعالی ولا اللیل سابق النهار وعقلا کولوج الجمل فی سم الخیاط وقوله تعالی حتی یلج الجمل فی سم الخیاط یدل علی انقطاع طمع الکفار لدخول الجنة فان قیل لم لم یوصف الحق بالاقتدار علی ذلک وعدم القول به یودی الی قصر القدرة قلت ذلک لا یودی الیه فان الله قادر علی ان یصغر الجمل الی ان یصیر بحیث یلج فی سم الخیاط وعلی توسیع سم الخیاط الی ان یسع الجمل واما ولوجه فیه وکل منهما علی صورته فذلک من المستحیل العقلی الذی نص العلماء علی ان لا تعلق لقدرة الله وکذلک لا یعقل النهار الا بعد ذهاب اللیل واللیل الا بعد ذهاب النهار کل منهما شرط لمجیٔ الاخر واجتماع النهار مع اللیل مستحیل عقلی فلا یتعلق القدرة به وقوله تعالی خالق کل شیٔ معناه خالق کل شیٔ وجد او سیوجد والمستحیل العقلی غیر موجود ولا یمکن ان یوجد فلا یدخل تحت ذلک ولا یجد العقل الی خلق ذلک سبیلا انتہی کلام النابلسی ملخصا محققین نے کہا ہی کہ ممکن سے وہ مراد ہی جسکا لذاتہ نہ وجود ضروری ہو نہ عدم اِس مین وہ ممکنات داخل ہین جنکا تصور لذاتہ نہ ہو سکتا ہو مثلاً وہ ممکن جسکے نہ واقع ہونے کے خبر باری تعالے نے دی ہی جیسے ایمان ابی جہل۔ اور ابن حزم کو وہ شبہہ ہوا ہے جو ظاہر البطلان ہی کیونکہ اُسنے کہا ہی کہ باری

اس امر پر قادر ہی کہ اپنا کوئی لڑکا پیدا کرے کیونکہ اگر اُسپر قادر نہوگا تو عجز لازم آئیگا اور اسکو بدعقیون نے بعض غبیون نے نقل کیا ہی پس تم اس مبتدع کی غلطی پر غور کرو کیونکہ عجز اسی وقت ہوسکتا ہی جبکہ قدرت مین کچھ نقص آتا ہو لیکن اگر مستحیل تعلق قدرت کی قابلیت ہی نہ رکھتا ہو تو کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نہین کرسکتا کہ یہ عجز ہی امام عبداللہ بن اسعد یمنی سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالی تمام ممکنات پر قادر ہی کیا ان ممکنات ہی کی طرح بعض مستحیلات بھی ہین تو اُنھون نے جواب دیا کہ تمام مستحیلات عقلیہ کے ساتھ قدرت کو کچھ تعلق نہین ہو خواہ اُنکا استحالہ شرعا ہو مثلاً آیہ پاک ولا اللیل سابق النہار یا عقلا مثلا اونٹ کا سوئی کے ناکے مین سے نکل جانا اور باری تعالے کا قول حتی یلج الجمل فی سم الخیاط کفار کے جنت مین داخل ہونے کی طمع کے پورے نہونے پر دلالت کرتا ہی اگر کوئی کہے کہ باری تعالے کو اسپر قادر کیون نہین مانتے ہین باوجودیکہ اس صورت مین باری تعالی کی قدرت قاصر ہوئی جاتی ہی تو ہم کہین گے اس سے قدرت کی کمی نہین ہوتی کیونکہ باری تعالی اس بات پر قادر ہی کہ اونٹ کو اس قدر چھوٹا کردے کہ وہ سوئی کے ناکے مین سے ہوکر گذر سکے یا سوئی کے ناکے کو اسقدر بڑا کردے کہ اونٹ اُس مین سے گذر سکے لیکن اونٹ کا اُسمین سے گذر جانا اور دونون اپنی اصلی حالت پر باقی رہنا مستحیل عقلی ہی اور علما اس امر پر دلیل لائے ہین کہ قدرت باری تعالی کو اس سے تعلق نہین ہی اور اسی طرح دن بغیر رات گیے ہوے اور رات بغیر دن کے گذرے ہوئے نہین آسکتی تو ہر ایک کے آنے کی شرط دوسرے کا گذر جانا ہی اور رات اور دن کا جمع ہونا عقلا محال ہی اور اس سے قدرت کا تعلق نہین ہوسکتا ہی اور قول باری تعالی خالق کل شئی کے معنے یہ ہین کہ پیدا کرنے والا ہر ایسی شے کا جو پائی گئی ہی یا عنقریب پائی جائے گی اور محال عقلی نہ تو ابھی پایا جاتا ہی اور نہ اُسکا پایا جانا ممکن ہی پس وہ اس آیت کے تحت مین داخل نہین اور نہ عقل اُسکے وجود کا کوئی طریقہ پاتی ہی الحاصل عبارات منقولہ اس بات پر صراحۃً دلالت کرتی ہین کہ واجب تعالی کو خلق امور مستحیلہ پر (جیسے نقیضین کا جمع کرنا اور اونٹ کا سوئی کے ناکے مین داخل ہونا اور شریک باری تعالی کا وجود اور اتخاذ ولد وغیرہ) قدرت نہین ہی اور ان امور پر قدرت نہونا نقص کا سبب نہین ہی بلکہ عین کمال ہی واللہ اعلم۔ **سوال** زید نے یہ تتبع ایک عالم کے جسکی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی دربارۂ قول ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے جو درمنثور وغیرہ مین ہی ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم

وموسیٰ کموسیٰکم وعیسیٰ کعیسیٰکم ونبی کنبیکم (اللہ تعالیٰ نے سات زمینون کو پیدا کیا ہو اور ہر زمین مین آدم ہین تمھارے آدم کی طرح اور نوح ہین تمھارے نوح کی طرح اور ابراہیم ہین تمھارے ابراہیم کی طرح اور موسیٰ ہین تمھارے موسیٰ کی طرح اور عیسیٰ ہین تمھارے عیسیٰ کی طرح اور نبی ہین تمھارے نبی کی طرح) یہ عبارت تحریر کی میرا یہ عقیدہ ہو کہ حدیث مذکور کو صحیح اور معتبر ہو اور زمین کے طبقات جدا جدا ہین اور ہر طبقے مین مخلوق الٰہی ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقے مین انبیا کا ہونا معلوم ہوتا ہو لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ مین ثابت ہوتا ہو مگر اُسکا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل ہونا ثابت نہین اور نہ یہ میرا عقیدہ ہو کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہون اس لیے کہ اولاد آدم جسکا ذکر ولقد کرمنا بنی آدم مین ہو اور سب مخلوقات سے افضل ہو وہ اسی طبقے کے آدم کی اولاد ہو بالاجماع اور ہمارے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب اولاد آدم سے افضل ہین تو بلاشبہہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوے پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات مین داخل ہین آپکے مماثل کسی طرح نہین ہوسکتے انتہی اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہو کہ اگر شرع سے اسکے خلاف ثابت ہوگا تو مین اُسی کو مان لونگا میرا اصرار اس تحریر پر نہین پس علمائے شرع سے استفسار یہ ہو کہ الفاظ حدیث ان معنون کو محتمل ہین یا نہین اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہلسنت وجماعت سے ہوگا یا نہین **جواب** مخفی نرہے کہ حدیث مذکور محققین محدثین کے نزدیک معتمد ہو حاکم نے اسکے حق مین صحیح الاسناد کہا ہو اور ذہبی نے حسن الاسناد کا حکم دیا اور اس حدیث کے ثبوت مین کوئی علت قادحہ معتمدہ نہین ہو اور زمین کے طبقات کا جداگانہ ہونا بہت احادیث سے ثابت ہو اور اس حدیث مذکور سے ہونا انبیا کا طبقات باقیہ مین ثابت ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ جسطرح سلسلہ نبوت اس طبقے مین واسطے ہدایت سکان کے تیار ہوا اسی طرح سے ہر ہر طبقے مین سلسلہ نبوت کا واسطے ہدایت وہان کے سکان کے تیار ہوا اور چونکہ بدلائل عقلیہ ونقلیہ لاتناہی سلسلے کے باطل ہو لاجرم ہر طبقے مین ایک مبدأ سلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے آدم کے ساتھ مشابہ کیا گیا اور ایک آخر سلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے خاتم کے ساتھ تشبیہ دیا گیا پس بنا علیہ اواخر انبیاء طبقات تحتانیہ پر اطلاق خواتم کا درست ہو اب یہان تین احتمال ہین ایک یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ بعد عصر آنحضرت صلعم کے ہوئے ہون دوسرے یہ کہ متقدم ہوئے ہون تیسرے یہ کہ معاصر ہون احتمال اول حدیث لا نبی بعدی وغیرہ (میرے بعد کوئی نبی نہین) سے باطل ہو اور بر تقدیر احتمال ثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم انبیاے ہر طبقات ہونگے اور بر تقدیر ثالث دو احتمال ہین ایک یہ کہ نبوت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص ساتھ اس طبقے کے ہو اور آپکی خاتمیت اسی طبقے کے انبیا کے لحاظ سے ہو اور ہر طبقہ تحتانیہ مین وہان کے خاتم کی رسالت ہو اور ہر ایک اُن مین کا صاحب شرع جدید او اپنے طبقے کے انبیا کا خاتم ہو دوسرے یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ شریعت محمدیہ کے متبع ہون اور اُن مین کا کوئی صاحب شرع جدید نہو اور ہمارے حضرت کی دعوت عام او ختم آپکا بنسبت انبیاے جمیع طبقات کے حقیقی ہو اور ہر ایک خواتم باقیہ کا ختم بنسبت اپنے اپنے سلسلے کے اضافی ہو احتمال اول بنسبت عموم نصوص بعثت نبویہ کے کہ جس سے حضورؐ کا تمام عالم پر مبعوث ہونا صراحۃً معلوم ہوتا ہے باطل ہو اور علماے اہلسنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عصر مین کوئی نبی صاحب شرع جدید نہین ہو سکتا اور آپکی نبوت عام ہو اور جو نبی آپکا ہمعصر ہو گا شریعت محمدیہ ہی کا متبع ہو گا چنانچہ تقی الدین سبکی سے جلال الدین سیوطی رسالۃ الاعلام بحکم عیسے علیہ السلام مین نقل کرتے ہین قال السبکی فی تفسیرہ ما من نبی الا اخذ اللہ علیہ المیثاق انہ ان بعث محمد فی زمانہ لیومنن بہ ولینصرنہ ویوصی امتہ بذلک وفیہ من النبوۃ وتعظیم قدرہ مالا یخفے وفیہ مع ذلک انہ علی تقدیر مجیئہ فی زمانہم یکون مرسلا الیہم ویکون نبوتہ ورسالتہ عامۃ لجمیع الخلق من زمن ادم الی یوم القیامۃ ویکون الانبیاء وامہم کلھم من امتہ فالنبی صلے اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ولو اتفق لبعثتہ فی زمن ادم ونوح وابراھیم وموسی وعیسی وجب علیہم وعلی امہم الایمان بہ ونصرتہ ولھذا یاتی عیسی فی اخر الزمان علی شریعتہ ولو بعث النبی علیہ الصلوۃ والسلام فی زمان موسی وابراھیم ونوح وادم کانوا مستمرین علی نبوتہم ورسالتہم الی امہم والنبی صلے اللہ علیہ وسلم نبی علیہم ورسول الی جمیعہم انتھے سبکی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہو کہ ہر نبی سے اللہ نے عہد لیا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے زمانے مین بھیجے جائین تو اُن پر ایمان لائیگا اور اُن کی مدد کرے گا اور اپنی امت کو اسی کی وصیت کرے گا اور اس مین نبوت کے مرتبے کی بلندی کے جانب اشارہ ہو اور اس مین اس بات کے جانب بھی اشارہ ہو کہ اگر حضورؐ انبیاے سابق کے زمانہ مین تشریف لاتے تو اُنکے جانب رسول ہوتے اور آپکی نبوت و رسالت حضرت آدمؑ کے زمانے سے قیامت تک مخلوقات کو شامل ہوتی اور تمام انبیا مع اپنی امتون کے آپکی امت مین داخل ہوتے پس حضورؐ نبی الانبیا ہین اور اگر حضورؐ کی بعثت حضرت آدم اور نوح اور ابراہیم اور موسی اور عیسی علیہم السلام کے زمانون مین ہوتی

تو اُنپر اور اُن کی اُمتون پر آپ کی مدد کرنا اور آپ پر ایمان لانا فرض ہوتا اور اسی واسطے حضرت
عیسی علیہ السلام آخر زمانے مین آپ ہی کی شریعت پر تشریف لاوینگے اور اگر آپ حضرت موسی
اور ابراہیم اور نوح اور آدم علیہم السلام کے زمانے مین بھیجے جاتے تو سب کی نبوت اور رسالت اپنی
اپنی امتون کی جانب باقی رہتی اور آپ سب انبیا کے نبی اور رسول ہوتے آور بحر العلوم مولانا عبدالعلی
اپنے رسالہ فتح الرحمن مین لکھتے ہین مقتضی ختم رسالت دو چیز است یکے آنکہ بعد وی رسول نباشد و دیگر
آنکہ شرع وے عام باشد و ہر کسیکہ موجود باشد وقت نزول شرع وے اتباع شرع وے بر وے واجب
و فرض است و سرش اینکہ ہمہ رسل در اخذ شرع مستمد از خاتم الرسالۃ اند و چونکہ شرع او عام باشد پس دیگرے
صاحب شرع نباشد انتہی کلامہ ختم رسالت دو چیزون کو چاہتی ہی ایک یہ کہ اُسکے بعد کوئی رسول نہو
اور دوسرے یہ کہ اسکی شرع عام ہو اور نزول شرع کے وقت جو لوگ موجود ہون اُنپر اس شرع کی
پیروی واجب اور فرض ہی اور اس مین بھید یہ ہی کہ تمام رسول اخذ شرع مین حضرت خاتم الرسالۃ
سے استمداد چاہنے والے ہین اور جب اسکی شرع عام ہو تو دوسرا صاحب شرع نہو۔ خلاصہ کلام یہ ہی
کہ حدیث ابن عباسؓ کی صحیح اور معتبر ہے اور اُس سے طبقات تحتانیہ مین انبیا کا موجود ہونا ثابت ہی
اور یہ بہ نسبت بطلان تناہی سلسلے کے ہر ایک طبقے مین ایک خاتم الانبیا وہ بہ نسبت اُس طبقے کے
ہونا ضروری ہی لیکن عقائد اہل سنت کے مطابق یہ امر ہی کہ ہمارے حضرت کی دعوت عام ہی تمام
مخلوقات کو شامل ہی پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہیے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہین ہوسے
یا قبل ہوے یا ہمعصر اور بر تقدیر اتحاد عصر تبع شریعت محمدیہ ہونگے اور ختم اُنکا بہ نسبت اپنے طبقے کے
اضافی ہوگا اور ہمارے حضرت کا ختم عام ہوگا اور ان سب امور کی تفصیل مین نے اپنے دو رسالون
ایک مسمی بالآیات البینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات اور دوسرے دافع الوسواس سفی اثر
ابن عباس مین کی ہی جب یہ امر ممہد ہو چکا تو سمجھنا چاہیے کہ زید جس نے سوال مین جو عبارت مرقوم
ہو لکھی ہی جبکہ مماثلت سے انکار ہی اور صحت حدیث و نبوت تعدد خواتم طبقات تحتانیہ کا قائل ہی
مخالف اہل سنت کے نہین ہی نہ کافر نہ فاسق بلکہ متبع سنت ہی مگر ہان اگر نبوت محمدیہ کو اسی طبقے کے
ساتھ خاص کرتا ہو اور ہر ایک خاتم کو صاحب شرع جدید سمجھتا ہو تو البتہ مواخذہ کے قابل ہی کیونکہ یہ
اور نصوص اور علما کے کلمات کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور اگر مجرد تعدد خواتم کا قائل اور ہمارے رسول کے

ختم کو بہ نسبت جملہ انبیاء کے جملہ طبقات کے حقیقی سمجھتا ہے اور ہر ایک خاتم طبقات باقیہ کے ختم کو اضافی کہتا ہے تو اسپر کچھ مواخذہ نہیں ہے ؛ واللہ اعلم کتبہ ابو الحسنات محمد عبد الحی ۔ واقعی زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق نہوگا ۔ کتبہ ابو الاحیا محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم **سوال** مسئلہ ہیئت فیثاغورسی کے لحاظ سے قواعد حرکت ارضی کو ترجیح دینا جو نفی سموات کو مستلزم ہے لیکے یوں مانتے ہیں کہ سموات جسم لطیف ہیں جو اپنے میں دوسری اجسام کثیفہ کے تداخل کی قابلیت نہیں رکھتی ، شرعا کوئی قباحت ہے یا نہیں ۔ یا جبکہ نظام فیثا غورسی مطلقا آسمانوں کے وجود کا منکر نہو بلکہ انکے وجود کا جسمانیت لطیفہ (مثل یا اس سے زائد لطیف ) کے ساتھ قائل ہو تو مخالفت شرع کی لازم آتی ہے یا نہیں اور یہی اس قول کا قائل اگر حکماے فرنگ کی طرح کہے کہ اللہ کی حکمت کاملہ کے لحاظ سے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تمام اجرام سماویہ مثل کرہ ارضیہ خود ذی روح مخلوقات کے مسکن ہوں تو عقائد اسلامیہ میں فتور آئے گا یا نہیں **جواب** ۔ اس مقام میں نہ ہیئات فیثاغورسی معتبر ہے نہ ہیئت بطلیموسی بلکہ قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ معتبر ہیں اللہ تعالے نے فرمایا ہے یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء اور فرمایا ہے ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوٰھن سبع سموات اور فرمایا ہے اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن اور فرمایا ہے کل فی فلک یسبحون اور فرمایا ہے تنزیلا ممن خلق الارض والسموات العلی الرحمن علی العرش استوی اور فرمایا ہے الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان والسماء رفعھا ووضع المیزان اور فرمایا ہے والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انہ لقول فصل اور فرمایا ہے اللہ المثل الاعلی فی السموات والارض اور فرمایا ہے الحمد للہ فاطر السموات والارض اور فرمایا ہے الحمد للہ الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور اور فرمایا ہے قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض اور فرمایا ہے فقضاھن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرھا اور فرمایا ہے ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام اور فرمایا ہے الم تروا کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا سے طبع اور بھی بہت سی آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آسمان کا وجود ہے اور وہ سات ہیں پس آسمان کے وجود کا انکار کرنا در اصل قرآن کا انکار کرنا ہے واخرج البیہقی عن عبد اللہ

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انہ نظر الی السماء فقال تبارک ما اشد بیاضہا والثانیۃ اشد بیاضا منہا ثم کذلک حتی بلغ سبع السموات وخلق فوق السابعۃ الماء وجعل فوق الماء العرش بیہقی نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کی ہی کہ حضور نے آسمان کی طرف دیکھکر فرمایا کہ برتر ہی خدا کیا ہی تیز ہی اسکی سفیدی اور دوسرے آسمان کی سفیدی اس سے بھی زیادہ ہی اور پھر اسی طرح سے فرمایا ساتوین آسمان تک اور ساتوین آسمان کے اوپر پانی پیدا کیا اور اسپر عرش - واخرج اسحق بن راہویہ فی مسندہ وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط عن الربیع بن انس قال سماء الدنیا موج مکفوف والثانیۃ مرمرۃ بیضاء والثالثۃ حدید والرابعۃ نحاس والخامسۃ فضۃ والسادسۃ ذہب والسابعۃ یاقوتۃ حمراء وما فوق ذلک صحاری من نور ولا یعلم ما فوق ذلک الا اللہ اور اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند مین اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اوسط مین ربیع بن انس سے روایت کیا ہی کہ آسمان دنیا رکی ہوئی موج ہی اور دوسرا سفید سنگ مرمر کا ہی اور تیسرا لوہے کا اور چوتھا تانبے کا اور پانچوان چاندی کا اور چھٹا سونے کا اور ساتوان یاقوت سرخ کا اور اسکے اوپر نور کے جنگل ہین اور اسکے اوپر کا حال خدا کے سوا کوئی نہین جانتا ہی واخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ عن ابن عباس قال قال رجل یا رسول اللہ ما ھذہ السماء قال ھذا موج مکفوف عنکم اور ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہی یہ آسمان آپ نے فرمایا کہ یہ رکی ہوئی موج ہی - ان حدیثون وغیرہ سے ظاہر ہی کہ اجرام سموات لطیف نہین ہین بلکہ ایک طرح کی کثافت رکھتے ہین پس انکے لطیف ہونے کا قول حدیث کے انکار کا سبب ہی لیکن زمین کی طرح آسمانون مین مخلوقات کا مسکن ہونا ایسا قول ہی جسکا کوئی اثر شرع مین نہین ہی اور فقط عقل سے انکا ثابت ہونا ممکن نہین ہی شرع سے فقط اتنا ثابت ہی کہ آسمان ملائکہ کے لیے مسکن ہین اخرج ابن جریر وابن المنذر والبیہقی عن ابن عباس قال خلق فی کل خلقا من الملائکۃ والخلق الذی فیہا من البحار وجبال البرد وما لا یعلم ابن جریر اور ابن منذر اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہی کہ اللہ تعالی نے ہر آسمان مین فرشتون کو پیدا کیا ہی اور اس مین اونکے

پہاڑ اور دریا ہیں اور وہ مخلوقات ہین جنکو خدا کے سوا کوئی نہین جانتا۔ الحاصل ایسی بحثون مین اعتقاد اُنھیں باتون پر رکھنا چاہیئے جو قرآن اور حدیثون سے ثابت ہون اور حکماے فیثا غورثین یا حکماے بطلیموسین جو کچھ اپنی عقلون سے کہتے ہین اور شرع اُنکے خلاف ہی اُن پر بھروسا نہ کرنا چاہیے بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ انکے ایسے ہی گڑھی ہوئی بحثون کے جواب کے لیے قرآن اور اخبار نازل ہوے ہین پس وہ قول جو قرآن اور حدیث کو رد کرنے والا ہو مسلمانون کو قبول نکرنا چاہیے واللہ اعلم **سوال** فالق الحب والنوی دانہ اور گٹھلی کے پیدا کرنے والے نے سب سے پہلے عالم امکان مین اشجار اور نبات کو بواسطۂ حبوب وبذور پیدا کیا ہی یا اشجار اور نبات کو بے واسطہ بذر موافق خلقت آدم کے پیدا کیا جیساکہ خود فرماتا ہی وهو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا به نبات كل شئ فاخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا متراكبا خدا وہ ہی جسنے آسمان سے پانی اُتارا پس اس سے ہمنے ہر شئے کی روئیدگی کو اُگایا اور اُس سے نکالا ہمنے سبزی کو جس سے ہمنے تہ بتہ دانے نکالے **جواب**۔ ظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ اللہ نے پہلے اشجار اور نبات کو پیدا کیا ہی اخرج احمد والبخاری فی التاریخ ومسلم والنسائی والبیہقی وغیرہم عن ابی هریرة قال اخذ رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم بيدى فقال خلق الله التراب يوم السبت وخلق فيها الجبال يوم الاحد وخلق الشجر يوم الاثنين وخلق المكروه يوم الثلثاء وخلق النور يوم الاربعاء وبث فيها الدواب يوم الخميس وخلق آدم يوم الجمعة بعد العصر واخرج البزار والطبرانی وابن مردویه والبیهقی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم ان الله حاط حائط الجنة لبنة من ذهب ولبنة من فضة ثم شق فيها الانهار ثم غرس فيها الاشجار فلما نظرت اليها الملائكة قالت طوبى لمنازل الملوك۔ احمد اور بخاری نے تاریخ میں اور مسلم اور نسائی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ خدا نے مٹی کو ہفتہ کے دن اور اُسمین پہاڑون کو اتوار کے دن اور درختون کو دوشنبہ کے دن اور برائیون کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور چارپایون وغیرہ کو جمعرات کے دن اور حضرت آدمؑ کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا کیا اور بزار اور طبرانی اور ابن مردویہ اور بیہقی نے ابوسعید خدری رضؓ سے روایت کی ہی کہ حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنائے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جنت کی دیوار سونے اور چاندی کی

اینٹون سے بنائی پھر اُس مین سے نہرین بہائین اور اُس مین درخت اُگائے پس جب اُسکو ملائکہ نے دیکھا تو بولے مبارکبادی ہو بادشاہون کی منزل کے لیے۔ واللہ اعلم۔ حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی

(ابو الحسنات محمد عبد الحی) صح الجواب واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الکریم **سوال**

ایک شخص من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کو دلیل مین پیش کرکے مسلمانون کے ایک بڑے گروہ کو اس دھوکے مین ڈالتا ہے۔ کہ یہ ضروری نہین ہے کہ قیامت کے دن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی شفاعت کرین ایسے شخص کو کیا کہنا چاہیئے۔ اور دنیا یا عقبی مین حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ماذون لشفاعت ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے یا نہین **جواب**

ایسا شخص یا معاند اور ملحد ہے یا زندیق اور آیات کثیرہ کا (مثل واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات اور آیہ عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا اور آیہ ولسوف یعطیک ربک فترضی وغیرہ کے) اور احادیث مشہورہ کا جو صحاح ستہ وغیرہ مین ہین منکر ہے اور حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والسلام کے ماذون لشفاعت ہونے مین کثرت سے صحیح روایتین وارد ہوئی ہین۔ ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر مین لکھتے ہین۔ اخرج البیہقی وصححہ رأیت ما تلقی امتی بعدی واسفک بعضہم دم بعض فسألتہ ان یولینی فیہم شفاعۃ ففعل ملخصا واحمد باسناد صحیح انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد اعطیت اللیلۃ خمسا ما اعطہن احد قبلی الی ان قال والخامسۃ ہے ما قیل لی سل فان کل نبی قد سأل فاخرت لمسألتی الی یوم القیامۃ فہی لکم ولمن شہد ان لا الہ الا اللہ والطبرانی باسانید احدہا جید الا اخبرکم بما خیرنی ربی آنفا قلنا بلی یا رسول اللہ قال خیرلی بین ان یدخل ثلثی امتی فی الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب وبین الشفاعۃ قلنا یا رسول اللہ ما اخترت قال الشفاعۃ انتہے تلخیصا بیہقی نے روایت کی ہے اور اسکو صحیح کہا ہے کہ فرمایا حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے دیکھا مین نے وہ جو میرے بعد میری امت پائے گی اور بہائین گے بعض اُن مین کے بعض کا خون پس مین نے درخواست کی کہ مجھے شفاعت کا اختیار دیا جائے پس اللہ تعالی نے ایسا ہی کیا اور احمد نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ حضرت سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا کہ آج کی رات مجھکو پانچ چیزین دی گئین جو مجھسے قبل کسی کو نہین دی گئین یہانتک کہ فرمایا آپنے پانچوین چیز یہ ہے کہ مجھ سے کہا گیا سوال کرو

پس مین نے اپنے سوال مین قیامت تک دیر کی اور وہ تم لوگون کے اور ہر شخص کے حق مین ہوگا جو
لا آله الا الله کہے اور طبرانی نے بہت سی سندون سے روایت کی ہی جن مین ایک اچھی سند ہی کیا نہ
خبر دون مین تمکو اُس کی جس کی خدا نے مجھے اچھی خبر دی ہی عرض کیا ہم لوگون نے یا رسول اللہ
اب ضرور ہمکو اُس کی خبر دین آپ نے فرمایا اختیار دیا مجھکو خدا نے دو امر دون مین ایک یہ کہ میری اُمت
کے دو ثلث جنت مین بلا حساب و عذاب داخل ہو جائین دوسری شفاعت ہم لوگون نے پوچھا پھر آپنے
کس کو اختیار کیا آپ نے جواب دیا مین نے شفاعت کو اختیار کیا۔ ان روایتون سے ثابت ہوا کہ اللہ
نے آپ کو شفاعت کی اجازت دی اور مقام محمود کا وعدہ فرمایا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ اللہ کا اذن اور وعدہ
جھوٹا نہین ہوتا۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یا ایسی ہی اور دوسری آیتین ان حدیثون کے
موافق ہین کیونکہ ان آیتون سے اتنا ہی معلوم ہوتا ہی کہ کوئی شخص بغیر اللہ کی اجازت کے شفاعت
نہ کر سکے گا یہ ثابت نہین ہوتا کہ اذن اسی روز دیا جائیگا پہلے سے نہوگا واللہ اعلم **سوال** درباب آیات
صفات مثل استوی علی العرش و ید اللہ وغیرہ مسلک تاویل حق ہی یا اور کوئی مسلک **جواب**
اس باب مین علما کے چند مسلک ہین ایک مسلک تاویل کہ استوا بمعنے استیلا و ید بمعنے قدرت و وجہ
بمعنی ذات ہے وعلی ہذا القیاس اور یہی مختار اکثر متاخرین متکلمین کا ہی دوسرا مذہب تشابہ فی المعنی
و فی الکیفیۃ۔ تیسرا مسلک معلوم المعنی متشابہۃ الکیفیۃ اور حق ان مین مسلک ثالث ہی اور یہی مذہب
صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و محدثین و فقہا و اصولیین محققین ہی شیخ الاسلام ذہبی سیر النبلا مین ترجمہ قتیبہ
بن سعید مین لکھتے ہین روی غیر واحد عن ابی العباس السراج فقال سمعت قتیبۃ یقول ہذا قول ائمۃ الاسلام
و اہل السنۃ والجماعۃ ان ربنا عز وجل علی العرش انتہی بہت سے لوگون نے ابو العباس سراج سے
نقل کیا ہی وہ کہتے ہین کہ قتیبہ نے کہا ہی کہ ائمہ اسلام اور اہل سنت و جماعت کا یہ قول ہی کہ ہمارا خدا
عرش پر ہی اور ترجمہ علی بن مدینی مین لکھتے ہین قال اکثر العلماء ان اللہ علی العرش انتہے اکثر علما
نے کہا ہی کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہی۔ اور ترجمہ اسحق بن راہویہ مین لکھتے ہین قال حرب الکرمانی قلت لاسحاق
ما تقول فی قولہ تعالی ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم کیف تقول قال حیث ما کنت فہو
اقرب الیک من حبل الورید وہو بائن من خلقہ انتہے حرب کرمانی کہتے ہین مین نے اسحاق سے پوچھا کہ تم اس آیت
ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم (نہین ہوتا ہی مشورہ تین آدمیون کا مگر اللہ تعالیٰ اُن مین چوتھا

ہوتا ہی امین کیا کہتے ہو انھوں نے جواب دیا جس جگہ کہ تم ہو وہ تمھارے پاس ہو اور وہ تمام خلق سے
جدا ہی اور ترجمہ مزنی مین لکھتے ہین قال محمد بن اسمعیل سمعت المزنی یقول لا یصح لاحد التوحید
حتی یعلم ان اللہ علی عرشہ انتھے محمد بن اسمعیل نے کہا ہی کہ مین نے مزنی کو کہتے ہوے سنا کہ کسی کے لیے
جہت ثابت کرنا صحیح نہین ہی یہانتک نہ جانے کہ اللہ اپنے عرش پر ہی۔ اور ترجمہ ابو حاتم رازی مین لکھتے ہین
قال ابو حاتم مذھبنا و اختیارنا اتباع رسول اللہ و اصحابہ و یعتقد ان اللہ علی عرشہ لیس
کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر انتھے ابو حاتم نے کہا ہی کہ ہمارا مذہب اور اختیار رسول کی تباع ہی اور
اس بات کا اعتقاد کہ اللہ اپنے عرش پر ہی اور اُس کے مثل کوئی شے نہین ہی اور وہی خدا سننے والا اور
دیکھنے والا ہی اور بھی ذہبی نے کتاب العرش مین اسی قسم کے اقوال جن سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اللہ عرش
پر ہی بلا کیف صدہا صحابہ و تابعین اور فقہا و محدثین سے نقل کیے ہین اور احادیث نبویہ بھی جو فوقیت
رب پر دال ہین ذکر کیے ہین۔ اور ابو شکور سلمی حنفی تمہید مین لکھتے ہین سئل رجل عن الامام مالک عن قولہ
تعالی الرحمن علی العرش استوی کیف استوی فقال لہ الاستواء غیر مجہول والکیف غیر
معقول والایمان بہ واجب السوال عنہ بدعۃ وما اراک الا ضالا فامر بہ فاخرج وھو جھم
بن صفوان وقال ابو المطیع البلخی سئلت اباحنیفۃ نعمن قال لا ادری این اللہ فقال
ابو حنیفۃ انہ یکفر لانہ خالف النص واللہ یقول الرحمن علی العرش استوی اقرؤھا وامنوا
بہ فقال ابو مطیع کیف استوی فقال استوا بہ کما جاء انتھے ایک شخص نے امام مالک سے الرحمن
علی العرش استوی کے متعلق دریافت کیا کہ استوا کیونکر ہی آپنے فرمایا کہ استوا مجہول نہین ہی اور
کیفیت معلوم نہین ہی اور اسپر ایمان لانا واجب ہی اور اسکا سوال کرنا بدعت ہی اور نہین دیکھتا ہون
مین تجھکو مگر گمراہ پس اُسپر آپنے حکم فرمایا یعنے نکال دینے کا اور تھا وہ جہم بن صفوان اور ابو مطیع بلخی نے
کہا ہی کہ مین نے امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا اُس شخص کے بارے مین جو کہے لا ادری این اللہ تو امام ابو حنیفہ
نے کہا وہ کافر ہی کیونکہ اُس نے نص کی مخالفت کی اللہ تعالی فرماتا ہی الرحمن علی العرش استوی
اسکو پڑھو اور اسپر ایمان لاؤ پس ابو مطیع نے پوچھا اللہ کا استوا کیونکر ہی آپنے فرمایا جیسا وارد ہوا ہی
اُسپر ایمان لاؤ۔ اور سراج الدین علی حنفی قصیدہ بدء الامالی مین کہتے ہین ؎

وربُّ العرش فوق العرش لکن ⁂ بلا وصف التمکن واتصال

اور عرش کا مالک عرش پر ہو لیکن بغیر وصف مکان و اتصال کے ملا علی قاری حنفی اسکی شرح مین لکھتے ہین۔ سئل الشافعی عن الاستواء فقال اٰمنت بہ بلا تشبیہ و اتھمت نفسی فی الادراک و امسکت عن الخوض واجمع السلف علی ان استواءہ علی العرش صفۃ لہ بلا کیف نومن بہ ونکل العلم الی اللہ ومذھب الخلف تاویل الاستواء بالاستیلاء ومختار السلف عدم التاویل بل اعتقاد التنزیل مع وصف التنزیہ لہ عما یوجب التشبیہ کما قال مالکؒ الاستواء معلوم والکیفیۃ مجھولۃ واختارہ امامنا الاعظمؒ وکذا کل ما ورد من الایات والاحادیث المتشابہات من ذکر الید والوجہ ونحوہ ومنہ لفظ فوق فلا یؤلونہ بالعظمۃ والرفعۃ کما قالہ الخلف انتہی

امام شافعیؒ سے استوا کے متعلق دریافت کیا گیا تو اُنھون نے فرمایا کہ مین اسپر بغیر تشبیہ کے ایمان لایا ہون اور مین نے اس بارہ مین اپنے نفس کو ادراک مین تہمت لگائی اور غور کرنے سے روکا ہو اور متقدمین نے اس بات پر اجماع کر لیا ہو کہ اللہ کا استواء اُسکی صفت بغیر کیف کے ہو ہم اسپر ایمان لاتے ہین اور لیکن علم اللہ کو ہو اور متاخرین استوار کی تاویل استیلا رسے کرتے ہین اور قدمار نے عدم تاویل کو اختیار کیا ہو اور قرآن کا اعتقاد رکھتے ہین مع باری تعالے کے موجبات تشبیہ سے پاک ہونے کے جیسا کہ امام مالکؒ نے فرمایا ہو کہ استوار معلوم ہو اور کیفیت مجہول ہو اور اسکو ہمارے امام اعظمؒ نے اختیار کیا ہو اور ایسے ہی تمام احادیث اور آیات متشابہات ہین جن مین باری تعالی کے لیے ید اور وجہ ثابت کیا گیا ہو اور انھین مین سے لفظ فوق ہو پس قدمار اسکی تاویل عظمت و رفعت سے نکرین گے جیسا کہ متاخرین کرتے ہین۔ اور ابن ہمام حنفی مؤلف فتح القدیر مسایرۃ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ مین لکھتے ہین نؤمن انہ تعالی مستو علی العرش مع الحکم بان استواءہ لیس کاستواء الاجساد من التمکن والمماسۃ والمحاذاۃ بل بمعنے یلیق بہ وھو اعلم بہ وحاصلہ وجوب الایمان بانہ استوی علی العرش مع نفی التشبیہ فاما کون المراد بہ استیلاء العرش فامر جائز الارادۃ لکن لا دلیل علیہ عینا فالواجب علینا ما ذکرناہ وکذا کل ما ورد بہ مما ظاھرہ الجسمیۃ کالاصبع والقدم والید فیجب الایمان بہ فان الید والاصبع صفۃ لہ لا بمعنے الجارحۃ بل بمعنے یلیق بہ وقد اول الید والاصبع بالقدرۃ والقہر لصرف العامۃ من فہم الجسمیۃ وھو ممکن ان یراد ولا یجزم بارادتہ

ہم باری تعالے کے استواء علی العرش پر ایمان لاتے ہین اور اس بات کا حکم کرتے ہین کہ اللہ کا

استوار اجسام کے استوا رکا ایسا نہین ہو کہ مکان بنانے یا چھونے یا مقابل ہونے کے معنے رکھتا ہو بلکہ ایک ایسے معنے کے اعتبار سے ہو جو اُس کی شان کے لائق ہون جسکو اُس کے سوا کوئی نہین جانتا حاصل اسکا یہ ہو کہ استواء علی العرش پر ایمان لانا نفی تشبیہہ کے ساتھ واجب ہو لیکن اس سے استیلاء علی العرش مراد ہونا جائز ہو مگر اُسپر کوئی دلیل نہین ہو پس پھر وہی واجب ہو جو ہمنے لکھا ہو اور اسی طرح اُن تمام آیات وارده پر جنکے ظاہر معنے جسمیت (مثلاً انگلیان ہاتھ پاؤن) پر دلالت کرتے ہین ایمان لانا واجب ہو کیونکہ ید اور اصبع باری تعالےٰ کے صفات مین سے ہین عضو کے معنے مین نہین ہین بلکہ کسی ایسے معنے مین ہین جو شان باری تعالےٰ کے لائق ہین اور ید و اصبع کی تاویل قدرت و قہر سے عام لوگون کے خیالات کو جسمیت کے جانب سے پھیرنے کے لیے کی گئی ہو اور ممکن ہو کہ یہی معنے مراد ہون لیکن انکے مراد ہونے کا تیقن نہین ہو۔ اور عبد العزیز بخاری حنفی کشف الاسرار شرح اصول بزدوی مین لکھتے ہین اثبات الرویة واثبات الوجه والید لله حق عندنا فلا فالقول من قال لا یوصف الله بالوجه والید بل المراد بالوجه الرضا والذات ومن الید القدرة او القوة او النعمة فقال المصنف بل الله یوصف بصفة الوجه والید مع تنزیهه عن الصورة والجارحة لان الوجه والید من صفات الکمال فی المشاهدة لان من لاوجه له ولا ید له یعد ناقصا وهو موصوف بصفات الکمال فیوصف بها ایضا الا ان اثبات الکیفیة مستحیل فیتشابه وصفه فیجب تسلیمه علی اعتقاد حقیته من غیر اشتغال بالتاویل انتھے رویت باری تعالیٰ اور ہاتھ اور منہ کا اُس کے لیے ثابت ہونا ہمارے نزدیک حق ہو نہ اُسکے نزدیک جو کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ وجہ وید سے متصف نہین ہو بلکہ وجہ سے رضا و ذات اور ید سے قدرت یا قوت یا نعمت مراد ہو پس مصنف نے کہا بلکہ اللہ صفت ید و وجہ کے ساتھ متصف ہو باوجودیکہ وہ صورت اور اعضا سے منزہ ہو کیونکہ وجہ اور ید دکھائی دینے والی چیزون مین صفات کمال سے ہین کیونکہ جسکے ید و وجہ نہو وہ ناقص گنا جاتا ہو اور خدا صفات کمال سے متصف ہو تو ید اور وجہ سے بھی متصف ہوگا مگر کیفیت ثابت کرنا مستحیل ہو پس اسکا وصف مشتبہہ ہوجائیگا تو اُسکی حقیت کا اعتقاد کرکے مان لینا اور تاویل مین نہ مشغول ہونا واجب ہو۔ اور ابو شکور تمہید مین لکھتے ہین۔ قال بعضهم ان الله موجود فی کل مکان وهم صنف من الجهمیة واحتجوا بقوله تعالی هو الذی فی السماء اله وفی الارض اله وقوله وهو الله

فی السموات وفی الارض وقوله ان اللہ مع الذین اتقوا وقوله ما یکون من نجوی ثلثة الا ھو رابعھم والجواب ان معنی الآیة الاولی انه اله اھل السماء واھل الارض والآیة الثانیة تدبیرہ فی السموات والارض ومعنی الآیة الثالثة انه معھم بالنصرۃ ومعنی الرابعة انه سمیع بمقالتھم بصیر بافعالھم ونحن نقول ان اللہ لو کان فی کل مکان یلزم ان یکون فی افواہ الدواب وافواج النساء والاماء وھذا کفر قبیح انتھی بعضون نے کہا ہی کہ اللہ ہر جگہ موجود ہی یہ جہمیہ کا ایک گروہ ہی اور آیات قرآنی کو دلیل لائے ہین اللہ وہ ہی جو آسمان مین معبود ہی اور زمین مین اور خدا معبود ہی آسمانون اور زمین مین اور اللہ اُن لوگون کے ساتھ ہی جو ڈرتے ہین اور تین آدمیون مین کوئی مشورہ نہین ہوتا مگر اللہ چوتھا اُنکا ہوتا ہی اور جواب یہ ہی کہ پہلی آیت کے معنے یہ ہین کہ خدا زمین والون اور آسمان والون کا معبود ہی اور دوسرے کے معنے یہ ہین کہ خدا کی تدبیر زمین اور آسمان مین ہی اور تیسری کے معنے یہ ہین کہ خدا مدد کرنے کو اُنکے ساتھ ہی اور چوتھی کے معنے یہ ہین کہ خدا اُن کی گفتگو کو سننے والا اور اُنکے افعال کو دیکھنے والا ہی اور ہم کہتے ہین کہ اگر اللہ ہر جگہ ہوتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ چوپایون کے مونھون مین اور لونڈیون اور عورتون کی فرجون مین بھی ہوتا العیاذ باللہ اور یہ کفر قبیح ہی۔ آن عبارات سے معلوم ہوا کہ صحابہ وغیر صحابہ ائمہ وغیر ائمہ حنفیہ وغیر حنفیہ سب کا مذہب یہ ہی کہ اللہ کی فوقیت عرش پر اور ید و وجہ وغیرہ صفات بلا کیف ہین اور ان سبکی تاویل کرنا صحیح نہین ہی منشا تاویل کا صرف اسی قدر ہی کہ جب مجسمہ نے اس قسم کے آیات واحادیث سے خیال تجسم کا کیا تو علماے اُنکے الزام اور اسکات کے واسطے تاویل کرنا شروع کی نہ اس غرض سے کہ یہ معنی ماول مراد ہین بلکہ اس غرض سے کہ شبہہ تجسم دفع ہو جائے الحاصل آیات فوقیت واستوا وید و وجہ وغیرہ سب معانی ظاہرہ پر محمول ہین اور کیفیات ان سب کے مجہول ہین اور اس مین تجسم بھی لازم نہین آتا کیونکہ جب کیفیت مجہول کہی گئی اور خیال لیس کمثلہ شئی کا بھی رہا اور تنزیہ تام کی گئی تجسم کسیطرح لازم نہ آئے گا۔ واللہ اعلم

**سوال** ذات باری کو فقط عرش ہی پہ سمجھے یعنے موجود سمجھے یا مستقر سمجھے یا جو کچھ جانین اور ماسوا فوق العرش کوئی چیز کو مخلوقات الٰہی سے بذات باری تعالی محیط نہ جاننا بلکہ یہ کہنا کہ فقط علم الٰہی سارے اشیا کو محیط ہی اور اُسکی ذات فقط عرش ہی پہ ہی اور دوسری جگہ نہین یہ عقیدہ اہل سنت کا ہی یا نہین اور جو معتقد اس عقیدہ کا ہو اُس کے پیچھے نماز جائز ہی یا نہین۔ اور یہ لوگ اس عقیدہ کو حنابلہ کے جانب منسوب کرتے ہین تحریر فرمایئے کہ

حنابلہ کے ایسے عقائد ہین یا نہین **جواب** بغیر بیان کیفیت استوا کے اسکی ذات کو عرش پر سمجھنا اور اسکے علم کو محیط تمام عالم سمجھنا اور آیات معیت و قرب وغیرہ کو قرب و معیت علمی پر حمل کرنا اہل سنت کا مذہب ہی اور جو شخص ایسا اعتقاد رکھتا ہو اوسکے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہی یہ **حکمت نبویہ** مین ہے نعتقد انہ علی العرش مستو علیہ استواء منزہا عن التمکن والاستقرار وانہ فوق العرش ومع ذلک ھو قریب من کل موجود وھو اقرب من حبل الورید ولا یماثل قربہ قرب الاجسام انتھے ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہین کہ خدا عرش پر مستوی ہی اس طرح کہ تمکن اور استقرار سے منزہ ہی اور وہ عرش کے اوپر ہی اور باوجود اسکے ہر موجود سے قریب ہی اور اسکا قرب اجسام کے قرب کے مشابہ نہین ہی اور سیر النبلاء مین ہی قال اسحق بن راھویہ اجمع اھل العلم علی ان اللہ تعالی علی العرش استوی وھو یعلم کل شئی فی اسفل الارض السابعۃ انتھے اسحق ابن راہویہ نے کہا ہی کہ اہل علم کا اسپر اجماع ہی کہ اللہ عرش پر ہی اور ساتوین زمین کی اشیاء کا بھی اسکو علم ہی اور جامع ترمذی مین بعد ذکر حدیث لو انکم ولیتم بحبل الی الارض السفلے لہبط علی اللہ ثم قرء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم. مرقوم ہی قرأۃ الایۃ تدل علی انہ اراد لھبط علی اللہ علی علم اللہ وقدرتہ وسلطانہ وعلم اللہ فی کل مکان وھو علی العرش کما وصف فی کتابہ انتھے اگر تم کوئی رسی ارض سفلی تک ڈالو تو ضرور گرے گی خدائے تعالی پر پھر آپ نے آیت ھو الاول الخ پڑھی آیت کا پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ ھبط علی اللہ سے مراد علے علم اللہ وقدرتہ وسلطانہ ہی اور خدا کا علم ہر جگہہ ہی اور وہ عرش پر ہی جیساکہ اوس نے اپنا وصف خود اپنی کتاب مین بیان کیا ہی۔ اور یہ جو مشہور ہی کہ یہ مذہب صرف حنابلہ کا ہی غلط ہی بلکہ یہ مذہب جمہور محققین حنفیہ وشافعیہ وحنابلہ ومالکیہ ومحدثین وغیرہم کا ہی البتہ بعض حنابلہ استوا مع بیان الکیفیۃ کے قائل ہوگئے ہین اور استقرار پروردگار کو مثل استقرار مخلوقات کے سمجھتے ہین یہ مذہب مردود ہی واللہ اعلم **سوال** زید کہتا ہی رب العالمین کی ذات کو مین کسی جگہہ معین نہین کرسکتا کہ عرش پر ہی یا زمین پر یا آسمان مین اور اسکی خلاف عقیدہ کرنا خلاف عقیدۂ اہلسنت ہی اسکی ذات اسکی مخلوقات کو از عرش تا فرش محیط ہی اور یہی عقیدہ اہل سنت کا ہی اور ہم نہین کہہ سکتے کہ رب العالمین یہان یا وہان کہان ہی اور ہر مخلوق اور ہر شئے کو اوسکی ذات اور علم کے ساتھ نسبت واحد ہی البتہ اتنا فرق ہی کوئی ایک صفت سے سرفراز اور کوئی دوسری صفت سے ممتاز ہی اور میں نہین کہہ سکتا ہون کہ اعاطۂ ذ

قرب او رمعیت الٰہی کیسی ہی اور اُسکے معنے اور مراد کیا ہین خدا کے ارادہ پر ایمان لانا عقیدہ اہل سنت ہی
اور عمر و کہتا ہی کہ اللہ کی ذات بلا کیفیت خاص کر عرش پر ہی نہ مثل جسم کے اوپر جسم کے کیونکہ وہ جسم نہین
ہی اور باوجود عرش پر ہونے کے بذاتہ و بعلمہ و قدرتہ سب کو محیط ہی اور سب سے قریب اور سب کے
ساتھ ہی جیسا اُسکو لایق ہی بلا تشبیہہ جیساکہ آفتاب زمین مین نہین ہی اور ساتھ ہو البتہ بعلمہ و قدرتہ
سب کو ایک طرح دیکھتا اور جانتا اور سنتا ہی اور جتنی صفتین اللہ کی کتاب و سنت مین ہین جیسے فوق
العرش ہونا دیکھنا سننا جاننا اترنا خوش ہونا غصہ ہونا ہاتھ منھ نفس وغیرہ سب کے معنے معلوم اور
کیفیت متشابہہ ہی یعنی مثل فوقیت دیکھنے سننے جاننے اترنے خوش ہوتے غصہ ہونے ہاتھ منھ نفس وغیرہ کے اُسکے
مخلوقات کے نہین ہی بلکہ کیفیت اسکی اللہ ہی جانتا ہی جیسے بیشک اللہ کی ایک ذات ہو مگر نہ مثل ذات
مخلوقات کے اسی کے مناسب اسکی سب صفتین ہین نہ مثل صفات مخلوقات کے اور جتنے صفات سی
کتاب و سنت مین اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ ہی اُس سے منزہ ہی غرض اثباتا و نفیا پیروی کتاب و سنت کی ضروری
ہی اور زیادتی و کمی موجب ضلالت ان دونون عقیدون مین موافق اہل سنت کے کسکا عقیدہ ہے۔
**جواب**۔ اہل سنت کی رائے اس باب مین مختلف ہی اگرچہ بعض مثل قول زید کے بھی لکھ گئے ہین مگر
صحیح و مذہب جمہور محققین و ائمہ تبع تابعین و محدثین وغیرہم مثل قول عمر و کے ہی ابو شکور حنفی تمہید مین لکھتے ہین
سئل مالکؒ عن قولہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی کیف استوی فقال الاستواء غیر مجہول و
الکیف غیر معقول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ وما اراک الا ضالا فامر بہ
فاخرجوہ فاذا ھو جھم بن صفوان وقال ابو مطیع البلخی سئلت اباحنیفۃ فی من قال لا ادری
این اللہ فقال ابو حنیفۃ انہ یکفر لانہ خالف النص واللہ یقول الرحمن علی العرش استوی
اقرؤھا وامنوا بہ فقال ابو مطیع کیف استوی قال امنوا بہ کما جاء الجواب انتہی ایک شخص نے امام مالکؒ سے
الرحمن علی العرش استوی کے متعلق دریافت کیا کہ استوا کیونکر ہی آپ نے فرمایا کہ استوا مجہول
نہین ہی اور کیفیت معلوم نہین ہی اور اسپر ایمان لانا واجب ہی اور اسکا سوال کرنا بدعت ہی اور مین
تجھکو محض گمراہ خیال کرتا ہون پس حکم فرمایا آپ نے اور لوگون نے اسکو نکال دیا پس ناگاہ وہ جہم بن
صفوان تھے اور ابو مطیع بلخی کہتے ہین کہ مین نے امام ابو حنیفہؒ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو کہے
کہ مین نہین جانتا ہون خدا کہان ہی اُنھون نے فرمایا وہ کافر ہی کیونکہ اس نے نص صریح کی مخالفت کی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہی الرحمن علی العرش استوی اسکو پڑھو اور اسپر ایمان لاؤ پھر ابو مطیع نے پوچھا استوار کیونکر ہی آپ نے فرمایا کہ جیسا نازل ہوا ہی اسپر ایمان لاؤ۔ اور حکمت نبویہ مین ہی لہ ید و وجہ و نفس کما ذکر اللہ فی القرآن ولا یقال ان قدرتہ ھو یدہ لان فیہ ابطال الصفۃ وھو قول اہل القدر والاعتزال ولکن یدہ صفۃ لہ بلا کیف انتھے خدا کے لیے ید اور وجہ اور نفس ہین جیسا کہ اللہ نے قرآن مین فرمایا ہی اور یہ نہ کہا جائے کہ اللہ کی قدرت اسکا ید ہے کیونکہ اس مین صفت کو باطل کرنا ہی جو اہل قدر اور اعتزال کا قول ہی لیکن اسکا ید اسکی صفت ہی بلا کیف کے اور سیر النبلا مین ہی قال حرب الکرمانی قلت لاسحق بن راھویہ ما تقول فی قولہ تعالیٰ ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم کیف تقول فیہ قال حیث ما کنت فھو اقرب الیک من حبل الورید وھو بائن من خلقہ وابین شئ فی ذلک قولہ الرحمن علی العرش استوی انتھے حرب کرمانی نے کہا ہی کہ مین نے اسحق ابن راہویہ سے پوچھا کہ تم خدا کے قول ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم کے متعلق کیا کہتے ہو انھون نے کہا جیسا کہ تم جہان کہین ہو وہ تمہارے رگ گلو سے زیادہ تم سے قریب ہی اور وہ اپنی مخلوقات سے دور ہی اور اس مین سب سے زیادہ الرحمن الخ واضح ہے اور یہی اسی مین ہی قال السراج سمعت اسحٰق بن راھویہ یقول دخلت علی طاھر بن عبداللہ وعندہ منصور بن طلحۃ فقال لی تقول ان اللہ ینزل کل لیلۃ قلت نؤمن بہ اذا انت لا تؤمن ان لک ربا فی السماء لا تحتاج ان تسألنی عن ھذا قلت ھذہ الصفات من الاستوا والنزول والاتیان قد صحت بہ النصوص ونقلھا الخلف عن السلف ولم یتعرضوا لھا برد ولا تاویل بل انکروا علی من اول مع الاتفاق علی نھا لا تشبہ نعوت المخلوقین وان اللہ لیس کمثلہ شئ انتھے سراج نے کہا کہ مین نے اسحق بن راھویہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مین طاہر بن عبداللہ کے یہان گیا اور ان کے پاس منصور بن طلحہ تھے پس اُنھون نے مجھسے کہا کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ اللہ ہر شب کو نازل ہوتا ہی مین نے کہا کہ مین اسپر ایمان لایا ہون اور تم جبکہ اس بات کے قائل نہین ہو کہ آسمان مین تمہارا خدا ہی تو تم کو اس بارے مین مجھسے سوال کرنے کی کوئی حاجت نہین ہی مین کہتا ہون کہ ان صفات کو (یعنی استواء اور نزول اور اتیان) نصوص قرآنیہ نے صحیح ثابت کیا ہی اور متقدمین سے متاخرین نے انکے بلا رد و تاویل نقل کیا ہی بلکہ تاویل کرنے والے کی تردید کی ہے اور اسپر اتفاق کیا ہی کہ نہ اسکے یہ صفات

مخلوقات کی قوت کے مثل نہین ہین اس لیے کہ خدا کے مثل کوئی شے نہین ہے واللہ اعلم **سوال** اس شہر کے عام لوگون کی عادت ہے کہ مصیبت کے وقت دور سے انبیا اور اولیا کو مدد کے لیے پکارتی ہین اور اس بات کا عقیدہ رکھتے ہین کہ یہ ہر حال مین حاضر و ناظر ہین اور جب ہم انکو پکارتے ہین یہ سنتے ہین اور ہماری مقصد برآری کے لیے دعا کرتے ہین یہ جائز ہے یا نہین **جواب** یہ صورت حرام بلکہ صریح شرک ہے کیونکہ اس مین غیر خدا کا غیب دان ہونا پایا جاتا ہے اور ایسا اعتقاد صریح شرک ہے کیونکہ شرع مین شرک اسکا نام ہے کہ غیر خدا کو خدا کی ذات یا صفات مختصہ مین شریک سمجھے اور علم غیب صفت مختصہ ہے اللہ تعالی کی جیسا کہ کتب عقائد مین اسکی تصریح موجود ہے ہم اختصار کے لیے فقط ایک عبارت شرح فقہ اکبر ملا علی قاری کی لکھ دیتے ہین بالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ سبحانہ وتعالی ولا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ والہام بطریق المعجزہ والکرامۃ وارشاد الی الاستدلال بالامارات فیما یمکن فیہ ذلک ولہذا ذکر فی الفتاوی ان قول القائل عند رؤیۃ ہالۃ القمر یکون مطر مدعیا علم الغیب لا بعلامۃ کفر وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسایرۃ بالجملہ علم غیب ایک ایسا امر ہے جو اکیلے خدا کے لیے ہے اور بندون کو اطلاع الٰہی اور الہام بطریق معجزہ وکرامت اور علامات سے دلیل لانے کی ہدایت ان اشیا مین جن مین یہ ہو سکتا ہے کے بغیر اس تک پہونچنے کی کوئی راہ نہین ہے اور اسی وجہ سے فتاوے مین ہے کہ ماہتاب کے ہالہ یعنے دائرہ کو دیکھکر کسی کا دعوی علم غیب کرتے ہوئے کہنا کہ آج پانی برسے گا کفر ہے اور حنفیہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونے کے اعتقاد سے کافر ہوجانے کی تصریح کی ہے کیونکہ اللہ کا قول۔ کہدو کہ آسمانون اور زمین مین جو چیزین ہین انکو خدا کے سوا کوئی نہین جانتا۔ اسکے معارض ہے ایسا ہی مسایرہ مین ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفا اللہ عنہ

صح الجواب عبد الصمد پشاوری صح الجواب ذو الفقار صح الجواب سید محمد سیوانی ہو المصوب

واقعی انبیا اور اولیا کو ہر وقت حاضر ناظر جاننا اور اعتقاد رکھنا کہ ہر حال مین وہ ہماری ندا سنتے ہین اگرچہ ندا دور سے بھی ہو شرک ہے کیونکہ یہ صفت اللہ کے لیے خاص ہے کوئی اس مین اسکا شریک نہین ہے۔ فتاوی بزازیہ مین ہے تزوج بلا شہود وقال خدای و رسول خدای و فرشتگان را گواہ کردم یکفر لانہ اعتقد ان الرسول والملک یعلمان الغیب کسی نے بغیر گواہون کے نکاح کیا اور کہا کہ

مین نے خدا کو اور اُسکے رسول کو اور اُسکے فرشتون کو گواہ کیا تو وہ کافر ہو گیا کیونکہ اس نے اس بات کا اعتقاد کیا کہ رسول اور فرشتے غیب جانتے ہین۔ اور بھی بزازیہ مین ہو وعن ھذا قال علماءنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر انتھے اسی سے ہمارے علما نے کہا ہو کہ جو کہے مشائخ کی روحین حاضر رہنا جانتی ہین وہ کافر ہو واللہ اعلم حررہ الراجی ابوالحسنات محمد عبدالحی۔

**سوال**۔ اُس شخص کے متعلق کیا حکم ہو جو خیال کرتا ہو کہ اولیا جانتے ہین اور دور و نزدیک سے پکارنے والے کی آواز کو سنتے ہین اور ان سے ایسے الفاظ سے مدد مانگتا ہو جن سے حاضر کو خطاب کرتا ہو اور اُن کے لیے نذرین مانتا ہو اور کہتا ہو کہ مین نے انکے لیے یہ نذر مانی۔ **جواب** ایسے شخص کا عقیدہ فاسد ہو بلکہ اُسکے کفر کا خوف ہو کیونکہ اولیا کا ندلے بعید کو سننا ثابت نہین ہو اور تمام زمانون مین تمام جزئیات کا علم کلی اللہ ہی کے ساتھ خاص ہو فتاوی بزازیہ مین من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر انتھے جو کہے مشائخ کی روحین حاضر رہین جانتی ہین وہ کافر ہو اور اسی کتاب مین ہو من تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ یکفر لانہ ظن ان الرسول یعلم الغیب انتھے جس نے نکاح کیا خدا اور رسول کو گواہ کرکے کافر ہو گیا کیونکہ اس نے رسول کے عالم الغیب ہونے کا گمان کیا۔ اور غیر خدا کے لیے نذر حرام ہو اور جو نذر مانی گئی ہو وہ بھی حرام ہو جیساکہ اسکی تحقیق درمختار و بحرالرائق مین ہو واللہ اعلم **سوال** اللہ عرش پر ہو اسکا اعتقاد رکھنا اُسکی تنزیہ کے ساتھ یعنی اُسکا عرش کے اوپر رہنا ایک جسم ایک جسم کے اوپر رہنے کے مانند نہین اور عرش اُسکا مکان وحائل نہین اور وہ اللہ اُسپر متمکن اور متصل نہین بلکہ جو کچھ کیفیت ہمارے ذہن و تصور مین آئے اُس سے بھی منزہ ہو پس اسطرح اعتقاد رکھنا صحیح وحق ہو یا نہین اور یہ بات عقائد کی کتابون مین اہل سنت وجماعت کے ہی یا نہین اور دلائل اس اعتقاد کے محکمات سے ہین یا متشابہات سے اور اس اعتقاد سے جہت جس سے متکلمین نے تنزیہ ذات خدا کی ہو ثابت ہوتی ہو یا نہین اور قرب اور معیت اُسکی ہمارے ساتھ ذاتی ہو یا علمی۔ **جواب**۔ اعتقاد رکھنا اسطرح پر کہ خدائے تعالی اپنی ذات سے عرش کے اوپر ہو تنزیہ مذکور کے ساتھ صحیح وحق ہو کیونکہ یہ بات قرآن وحدیث واجماع سلف سے ثابت ہو اور عقائد کی کتابون مین اہل سنت وجماعت کی موجود ہو اور سلف صالحین یعنے صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ مروی ابوداؤد فی سننہ

عن جبير بن مطعم قال اتى رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم اعرابي فقال يا رسول الله جهدت
الانفس وضاعت العيال ونهكت الاموال وهلكت الانعام فاستسق الله لنا فانا نستشفع
بك على الله ونستشفع بالله عليك قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم ويحك اتدرى
ما تقول وسبح رسول الله صلى الله عليه وسلم فما زال يسبح حتى عرف ذلك فى وجوه اصحابه
ثم قال ويحك انه لا يستشفع بالله على احد من خلقه شان الله اعظم من ذلك ويحك
اتدرى ما الله ان عرشه على سمواته هكذا وقال باصابعه مثل القبة عليه وانه ليئط به
اطيط الرحل بالراكب قال ابن بشار فى حديثه ان الله فوق عرشه وعرشه فوق سمواته وساق
الحديث انتهى وحديث ابن بشار حديث حسن كما قال الامام الذهبى فى كتاب العرش
والعلو رواه ابو داود فى الرد على الجهمية باسناد حسن عنده من حديث محمد بن بشار نقله
صاحب الانتهاء وقال وقد اخرجه البخارى فى رسالة خلق افعال العباد ولفظه ان الله على
عرشه وعرشه فوق سمواته وسمواته فوق ارضه مثل القبة انتهى وعن عباس بن عبد المطلب
قال كنت فى البطحاء فى عصابة فيهم رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم فمرت بهم سحابة
فنظر اليها فقال ما تسمون هذه قالوا السحاب قال والمزن قالوا والمزن قال والعنان
قالوا والعنان الحديث فى آخر الحديث بعد ذكر العرش ثم الله تعالى فوق ذلك رواه
الترمذى وقال هذا حديث حسن غريب انتهى وقال الذهبى فى كتاب العرش والعلو
رواه ابو داود باسناد حسن وفوق الحسن انتهى وروى الامام البغوى هذا الحديث فى
تفسير سورة الحاقة باسناده عن عباس بن عبد المطلب وزاد بعد قوله والله تعالى فوق
ذلك وليس يخفى عليه من اعمال بنى آدم شئ انتهى ويؤيده ما جاء عن ابن مسعود رضى الله
عنه انه قال ما بين السماء القصوى والكرسى خمس مائة عام وما بين الكرسى والماء كذلك
والعرش فوق الماء والله فوق العرش لا يخفى عليه شئ من اعمالكم انتهى رواه البيهقى باسناد
صحيح وكذا رواه ابن المنذر وعبد الله بن احمد بن حنبل وابو القاسم الطبرانى وغيرهما
كما قال الذهبى فى كتاب العرش وهذه الزيادة تؤكد كون وجوده تعالى فوق العرش كما لا يخفى
وعن جابر بن سليم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم يقول ان رجلا

ممن کان قبلکم لیس له دین فتجتر فنظر الله الیه من فوق عرشه فمقته فامر الارض فاخذته
فهو یتجلجل فیها قال الامام الذهبی فی کتاب العرش رواه سهل بن بکار شیخ البخاری عن
عبد السلام بن عجلان عن عبیدة الہجیمی قال قال ابو العری قال جابر بن سلیم فذکره انتهی
ابو داؤد نے اپنی سنن مین جبیر بن مطعم سے روایت کی ہو کہ حضرت سرور انبیا علیہ التحیہ والثنا کی خدمت
مین ایک اعرابی حاضر ہوا اور کہا یا رسول الله نفس مشقتون مین پڑ گئے اور گھر کے لوگ ضایع ہوگئے
اور اونٹ دبلا گئے اور چوپاے ہلاک ہوگئے پس خدا سے پانی کے لیے دعا فرمائیے ہم شفاعت چاہتے
ہین آپ سے الله پر اور الله سے آپ پر آپ نے فرمایا تجھپر افسوس ہو تو جانتا ہو کہ تو نے کیا کیا اور آپنے
تسبیح کی پس یہان تک آپ تسبیح کرتے رہے کہ صحابہ پر آپکی ناراضگی ظاہر ہوئی پھر آپنے فرمایا تجھپر
افسوس ہو خدا سے کسی پر شفاعت نہین طلب کی جاتی ہو الله کی شان اس سے بہتر ہو تجھپر افسوس ہو کیا
تو نہین جانتا کہ الله کیا ہو اسکا عرش اُسکے آسمانون پر ہو اسطرح (اور جھکایا آپنے اپنی انگلیون کو مثل
قبہ کے) اور وہ چرچراتا ہو مثل کجاوہ کے سواریون پر چرچرانے لگے ابن بشار نے اپنی حدیث مین
کہا ہو کہ الله اپنے عرش پر ہو اور اسکا عرش اُسکے آسمانون پر ہو اور چلایا (پورا کیا) حدیث کو انتہی
اور ابن بشار کی حدیث حدیث حسن ہو جیسا کہ امام ذہبی نے کتاب العرش والعلو مین اسکو اسناد حسن
سے کہا ہو ابو داؤد نے جہمیہ کی رد مین روایت کی ہو محمد بن بشار کی حدیث سے۔ اسکو صاحب انتہاض
نقل کیا ہو اور کہا ہو کہ اسکو بخاری نے رسالہ خلق افعال عباد مین روایت کیا ہو اور اُسکے الفاظ یہ ہین
الله اپنے عرش پر ہو اور اسکا عرش اُسکے آسمانون پر ہو اور اُسکے آسمان اسکی زمین پر مثل قبہ
کے ہین انتہی اور عباس بن عبد المطلب سے روایت ہو کہ انھون نے کہا مین بطحا مین تھا ایک ایسی
جماعت مین جس مین نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تشریف فرما تھے انپر سے ایک ابر گذرا اور حضور نے
اُسکی طرف دیکھا پھر فرمایا تملوگ اسے کیا کہتے ہو صحابہ نے عرض کیا سحاب آپنے فرمایا اور مزن صحابہ
نے عرض کیا اور مزن آپنے فرمایا اور عنان صحابہ نے عرض کیا اور عنان الحدیث اور آخر حدیث مین
عرش کے ذکر کے بعد ہو پھر الله تعالے اُسکے اوپر ہو روایت کیا ہو اسکو ترمذی نے اور کہا ہو کہ یہ حدیث
حسن غریب ہو انتہی اور ذہبی نے کتاب العرش والعلو مین کہا ہو اسکو ابو داؤد نے حسن اور حسن سے بھی بہتر
اسناد سے روایت کیا ہو انتہی اور امام بغوی نے اس حدیث کو تفسیر سورہ الحاقہ مین عباس بن عبد المطلب

کی اسناد سے روایت کیا ہی اور اسکے اوپر ہی کے بعد یہ زیادہ کیا ہی کہ اُسپر بنی آدم کا کوئی عمل پوشیدہ
نہین ہی انتہی اور اسکی تائید ابن مسعودؓ کی روایت سے ہوتی ہی اُنھون نے فرمایا ہی کہ سماء قصوی اور
کرسی کے درمیان مین پانچسو سال کی مسافت ہی اور ایسا ہی کرسی اور پانی کے درمیان اور عرش پانی
پر ہی اور خدا عرش پر ہی اُسپر تمھارا کوئی عمل پوشیدہ نہین ہی اسکو بیہقی نے اسناد صحیح سے روایت
کیا ہی اور ایسا ہی روایت کیا ہی ابن منذر اور عبد اللہ بن احمد ابن حنبل اور ابو القاسم طبرانی
وغیرہ نے جیساکہ ذہبی نے کتاب العرش مین کہا ہی کہ یہ زیادتی باری تعالی کے عرش پر ہونے کی تاکید
کرتی ہی جیساکہ پوشیدہ نہین ہی اور جابر بن سلیم سے روایت ہی کہ مین نے حضرت سرور کائنات علیہ السلام
والصلوۃ سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ تم سے پہلے ایک آدمی نے جسکا کوئی دین نہ تھا تبختر کیا پس اللہ نے اسکو
عرش پر سے دیکھا اور اسپر غصہ کیا اور زمین کو حکم دیا زمین نے اُسے لے لیا اور وہ زمین مین دھنسنے
لگا امام ذہبی نے کتاب العرش مین کہا ہی کہ اسکو شیخ بخاری سہل بن بکار نے عبد السلام بن عجلان سے
بسند عبیدہ ہجیمی روایت کیا ہی کہ ابو اعری نے کہا کہ جابر بن سلیم نے کہا ہی (آگے اسکے اس حدیث کو ذکر
کیا) آب تھوڑے اقوال کتب عقائد سے لکھے جاتے ہین امام ابو محمد بن ابی زید مالکی نے اپنے رسالہ
مین جو مشتمل عقائد اور فقہ کے مسائل پر ہی لکھا ہی۔ انہ تعالی فوق عرشہ المجید بذاتہ وانہ فی مکان
بعلمہ انتہی قال الامام الذہبی فی کتاب العرش وابن ابی زید من کبار الایمۃ بالمغرب وشہرتہ
یغنی عن ذکر فضلہ اجتمع فیہ العقل والدین والورع والعلم وکان نہایۃ فی علم الاصول توفی
سنۃ ست وثمانین وثلث مأۃ بالقیروان انتہی وایضا قال الذہبی قال الامام عبد اللہ
ابو اسمعیل الانصاری شیخ الاسلام فی رسالتہ مثل قول ابن ابی زید وقال وقد جاء نے
اخبار شتی ان اللہ فوق السماء السابعۃ علی العرش بنفسہ وھو ینظر کیف تعلمون وعلمہ و
قدرتہ واستماعہ ونظرہ ورحمتہ فی کل مکان انتہی ثم قال الذہبی ابو اسمعیل ھذا معروف
عند مشائخ الطریقۃ وکان عالما بالحدیث صحیحہ وسقیمہ وبآثار السلف وبلغات العرب
واختلافہا وتفسیر الکتاب ومعانیہا واقوال المفسرین وباحوال القلوب وکان لہ کرامات
معروفۃ توفی سنۃ احدی وثمانین واربعمأۃ ولہ خمس وثمانون سنۃ انتہی وایضا قال قال
الامام الاوحد ابو ذکریا یحیی بن عمار السجستانی فی رسالتہ لا نا نقول کما قال الجہمیۃ انہ مداخل

الا مکنۃ و مما زجر بکل شئ او لا نعلم این ھو بل ھو بذاتہ علی عرشہ و علمہ محیط بکل شئ
وسمعہ وبصرہ وقدرتہ مدرکۃ لکل شئ وھو معنی قولہ وھو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون
بصیر وھو بذاتہ علی عرش کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم انتھے قال الذھبی
یحیی بن عمار من کبار ائمۃ الھدی جمع بین العلم والروایۃ والزھد توفی سنۃ ثلاثین
واربعمائۃ وھو احد شیوخ ابی اسمعیل الانصاری شیخ الاسلام صاحب منازل السائرین وللامام
ابی نصر السنجری انتھے وقال صاحب القصائد الامالیۃ ورب العرش فوق العرش لکن
بلا وصف التمکن واتصال :: اللہ تعالیٰ بذاتہ اپنے عرش مجید پر ہی اور وہ ایسے مکان مین ہی جس کا علم
اُسی کو ہی امام ذہبی نے کتاب العرش مین کہا ہی کہ ابن ابی زید کبار ائمہ مغرب سے ہین اور اُنکی شہرت
کی وجہ سے اُنکے فضل کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہی عقل و دین اور ورع اور علم سب اُنمین
جمع تھے اور علم اصول کے بڑے منتہی تھے ۳۸۶ھ مین قیروان مین انتقال فرمایا انتہے اور یہی ذہبی نے
کہا ہی کہ شیخ الاسلام امام عبداللہ ابو اسمعیل انصاری نے اپنے رسالہ مین ابن ابی زید کی قول کے مثل کہا ہی اور
انھون نے کہا ہی کہ بہت سی متفرق خبرون مین یہ آیا ہی کہ خدا بنفسہ ساتوین آسمان کے اوپر عرش پر ہی
اور وہ دیکھتا ہی کہ تم کسطرح کام کرتے ہو اور اسکا علم اور قدرت اور استماع اور نظر اور رحمت ہر جگہہ ہی
اور پھر ذہبی نے کہا ہی کہ یہ ابو اسمعیل مشائخ طریقت مین مشہور ہین اور حدیث صحیح و سقیم اور آثار سلف
و لغات عرب اور اُسکے اختلاف اور کتاب کے معنے و تفسیر اور اقوال مفسرین اور احوال قلوب
کے جاننے والے تھے اور اُنکی کرامتین مشہور ہین بچاسی برس کی عمر مین ۴۸۱ھ مین انتقال فرمایا انتہی
اور یہی اُنھون نے کہا ہی کہ امام اوحد ابو زکریا یحیی بن عمار سجستانی نے اپنے رسالہ مین کہا ہی کیونکہ ہم جہمیہ
کی طرح یہ نہین کہتے ہین کہ باری تعالیٰ مکانون مین داخل ہوتا اور ہر شئے سے ملتا ہی یا ہم نہین جانتے
کہ وہ کہان ہی بلکہ وہ بذاتہ عرش پر ہی اور اُسکا علم تمام اشیا کو محیط ہی اور اُسکی سمع و بصر و قدرت ہر شے
کو ادراک کرتی ہی اور یہی اُسکے قول معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر کے معنے ہین اور وہ
بذاتہ عرش پر ہی جیسا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی انتہے ذہبی نے کہا ہی کہ یحیے بن
عمار کبار ائمہ ہدی سے جامع علم و روایت و زہد تھے ۴۳۰ھ مین انتقال فرمایا شیخ الاسلام ابی اسمعیل
انصاری اور صاحب منازل السائرین اور امام ابی نصر سنجری کے شیوخ سے تھے انتہی صاحب قصائد

امالیہ نے کہا ہی اور عرش کا خدا عرش پر ہی لیکن بغیر تمکن و اتصال کے وصف کے انتہی امام غزالی نے اہل سنت کے اعتقاد کے بیان میں کیمیائے سعادت میں لکھا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی عالم میں جتنی چیزیں ہیں سب عرش کے نیچے ہیں اور عرش قدرت الٰہی کا مسخر ہی اور وہ عرش پر ہی نہ اسطرح جیسے جسم جسم پر ہوتا ہے کیونکہ وہ جسم نہیں ہی اور عرش اُسکا حامل اور اُٹھانے والا نہیں ہی بلکہ عرش اور حاملان عرش سب کو اُسکا لطف اور اُسکی قدرت اُٹھائے ہوے ہی اور آج بھی اُسی صفت سے ہی جیسے ازل میں اور عرش پیدا کرنے سے پہلے تھا۔ انتہی۔ اب چند اقوال کہ جن سے اجماع سلف صالحین کا اس اعتقاد پر ثابت ہوتا ہی مذکور ہوتے ہیں۔ قال الامام ابن حجر العسقلانی فی شرح البخاری واخرج البیہقی بسند جید عن الامام الاوزاعی قال کنا والتابعون متوافرون نقول ان اللہ علی عرشہ ونومن بما ورد بہ السنۃ من صفاتہ تعالی انتہی اقول انما قید کلامہ بالجملۃ الحالیۃ ای والتابعون متوافرون ثلاثیتوھم ان ھذہ العقیدۃ حدثت فیہم فاذا ثبت بھذا القول ان ھذہ العقیدۃ عقیدۃ التابعین وتبع التابعین ولم یثبت اختلافھم فیہا ثبت انہا عقیدۃ الصحابۃ ایضا لانھم کانوا اخذین من الصحابۃ دینہم من العقائد والاعمال فحصل الاجماع واصرح من ذلک ما قالہ عثمان بن سعید الدارمی فی کتاب النقض علی بشر المریسی قد اتفقت الکلمۃ من المسلمین ان اللہ تعالی فوق عرشہ وعرشہ فوق سموٰاتہ انتہی نقلہ الامام الذھبی فی کتاب العرش وقال عثمان بن سعید الدارمی احد الائمۃ والحفاظ من اھل المشرق وقال فیہ البخاری ما رأیت مثل عثمان بن سعید الدارمی انتہی وقال الامام ابوعبد اللہ بن بطۃ العبکری فی کتاب الابانۃ لہ اجمع المسلمون من الصحابۃ والتابعین ان اللہ علی عرشہ فوق سموٰاتہ بائن من خلقہ انتہی وقال الذھبی بعد نقلہ ابن بطۃ ھذا من کبار الائمۃ والزھاد والحفاظ الف کتاب الابانۃ المذکور راس یعنی مجلدات اتی فیہ بمذاھب اھل السنۃ التی یخالف فیہا المبتدعۃ من الجھمیۃ والحروریۃ والقدریۃ والرافضۃ والمرجئۃ والمعتزلۃ تدل ذلک علی علم واسع وکثرۃ من الحدیث توفی بعد ثمانین وثلث مائۃ سمع منہ البغوی وغیرہ انتہی وقال الامام ابوعثمان اسمعیل بن عبد الرحمن الصابونی فی کتاب السنۃ لہ اصحاب الحدیث یشہدون ان اللہ فوق سبع سموٰاتہ کما نطق

کتابہ وعلماء الائمۃ واعیان الائمۃ من السلف لم یختلفوا فی ان اللہ عزوجل علی عرشہ فوق
سمواتہ انتہی قال الامام الذہبی ابو عثمان الصابونی ہذا من کبار الائمۃ کان فقیہا
محدثا حافظا صوفیا واعظا شیخ نیشاپور فی وقتہ مات سنۃ تسع واربعین واربع
مائۃ روی عنہ کثیرون منہم الحافظ ابوبکر البیہقی انتہی وقال الامام الذہبی فی کتاب
العرش والعلو والدلیل علی ان اللہ فوق العرش فوق المخلوقات مباین لہا لیس بداخل
فی شیٔ منہا وعلی ان علمہ فی کل مکان الکتاب والسنۃ واجماع الصحابۃ والتابعین
والائمۃ المہدیین انتہی وقال الحافظ ابن تیمیۃ الحرانی فی العقیدۃ الواسطیۃ وقد
دخل فیما ذکرناہ من الایمان باللہ وبما اخبر بہ اللہ فی کتابہ وتواتر عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ وسلم واجمع علیہ سلف الامۃ ان اللہ سبحانہ فوق سمواتہ علی عرشہ
علا علی خلقہ انتہی فاذا ثبت الاجماع وجب علینا اتباعہ ولا یجوز مخالفتہ قال اللہ تعالی
ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما
تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا قال صاحب تفسیر المدارک تحت ہذہ الآیۃ
ای السبیل الذی ہم علیہ من الدین الحنفی وہو دلیل علی ان الاجماع حجۃ لا یجوز مخالفتہا
کما لا یجوز مخالفۃ الکتاب والسنۃ انتہی امام ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا ہی اور بیہقی نے امام
اوزاعی سے بسند جید روایت کی ہی کہ ہم اور تابعین ہمیشہ سے کہتے تھے کہ اللہ اپنے عرش پر ہی اور انپر
ایمان رکھتے تھے جو صفات باری تعالے کے بارے مین حدیث مین آئی ہین انتہی مین کہتا ہون کہ انہو
کلام کو جملۂ حالیہ سے اس لیے مقید کیا یعنی التابعون متوافرون کہا کہ اس بات کا وہم نہو کہ یہ عقیدہ تابعین
مین پیدا ہو گیا تھا پس جبکہ اس قول سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ عقیدہ تابعین اور تبع تابعین کا عقیدہ ہی
اور انکا اختلاف اس بارہ مین ثابت نہین ہی تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ صحابہ کا بھی عقیدہ تھا کیونکہ وہ
عقائد واعمال مین صحابہ ہی سے اخذ کیا کرتے تھے پس اجماع پا لیا گیا اور اس سے زائد مصرح کتاب النقض
علی بشر المریسی مین عثمان بن سعید الدارمی نے کہا ہی کہ مسلمانون کا کلام اس بارے مین متفق ہی کہ اللہ اپنے
عرش پر ہی اور اسکا عرش اُسکے آسمانون پر ہی انتہی اسکو امام ذہبی نے کتاب العرش مین نقل کیا ہی اور
کہا ہی کہ عثمان بن سعید دارمی ائمہ حفاظ مشرق مین سے ہین بخاری نے انھین کے متعلق کہا ہی کہ مین نے

عثمان ابن سعید دارمی کے مثل کوئی نہین دیکھا انتہی اور کتاب الابانہ مین امام ابو عبداللہ بطہ عکبری
نے کہا ہی کہ صحابہ و تابعین نے اس بات پر اجماع کر لیا ہی کہ اللہ آسمانون کے اوپر اپنے عرش پر مخلوقات
سے دور ہی انتہی ذہبی نے اسکو نقل کرکے کہا ہی کہ ابن بطہ کبار ائمہ و زہاد و حفاظ مین سے ہین انھون
نے کتاب الابانہ چار جلدون مین تالیف کی اس مین اہل سنت کے وہ مذاہب بیان کیے جن مین
مبتدعہ جہمیہ حروریہ قدریہ رافضیہ مرجیہ و معتزلہ اُن کے خلاف تھے یہ اُن کی وسعت علم و کثرت
حفظ حدیث پر دلالت کرتا ہی ۳۸۷ھ کے بعد انتقال کیا ان سے بغوی اور اُن کے صحابہ نے سنا ہی
انتہی اور امام ابو عثمان اسمعیل بن عبدالرحمن صابونی نے کتاب السنۃ مین کہا ہو کہ اصحاب حدیث
اسکی شہادت دیتے ہین کہ اللہ اپنے ساتون آسمانون کے اوپر ہی جیسا کہ اسکی کتاب سے ظاہر ہی اور
متقدمین علماے ائمہ و اعیان امت اس مین مختلف نہین ہین کہ عرش آسمانون کے اوپر ہی انتہی امام
ذہبی نے کہا ہی کہ یہ ابو عثمان صابونی کبار ائمہ سے ہین فقیہ محدث حافظ اور صوفی تھے اور اعظم الشیوخ
شیخ نیشاپور انھین کے وقت مین تھے ۴۴۹ھ مین انتقال فرمایا ان سے بہتون نے روایت کی ہے
جن مین سے حافظ ابوبکر بیہقی ہین انتہی اور امام ذہبی نے کتاب العرش والعلو مین کہا ہی کہ کتاب و سنت
اور اجماع صحابہ و تابعین و ائمہ اسکی دلیل ہو کہ اللہ عرش پر مخلوقات کے اوپر اُن سے جدا ہی کسی شے مین
داخل نہین ہی اُسکا علم ہر جگہ ہی انتہی عقیدہ واسطیہ مین حافظ ابن تیمیہ حرانی نے کہا ہی اللہ پر اور
اس نے کتاب مین جن باتون کی خبر دی ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو امور متواتر
ہین اور سلف امت نے جن باتون پر اجماع کیا ہی اُن پر ایمان لانے مین یہ بھی داخل ہو کہ اللہ اپنے عرش پر اپنی مخلوقات
کے اوپر ہی انتہی پس جبکہ اجماع ثابت ہوگیا ہم پر اُسکی اتباع فرض ہی اور مخالفت جائز نہین ہی اللہ تعالی
نے فرمایا ہی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی الآیۃ صاحب تفسیر مدارک نے اس
آیت کے تحت مین لکھا ہی یعنے وہ راستہ جس پر وہ ہین دین حنفی سے اور یہ آیت دلیل ہی اس امر کی کہ اجماع حجت
ہی اُسکی مخالفت جائز نہین جیسا کہ کتاب و سنت کی مخالفت جائز نہین ہی۔ اب چند اقوال ائمہ مجتہدین کے
ذکر کرتا ہون تاکہ یہ عقیدہ حقہ درجۂ یقین کو پہونچے اور دلون کو تسکین بخشے ملا سلام اللہ نے کمالین مین
کہا ہی امام بیہقی نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہی کہ اُنھون نے فرمایا ان اللہ فی السماء دون الارض انتھی
اللہ آسمان مین ہی نہ کہ زمین پر قال الامام الذہبی فی کتاب العرش واخرج عبد اللہ بن احمد

ابن حنبل فی کتاب الرد علی الجهمیۃ عن ابیہ عن شریح بن النعمان عن عبد اللہ بن نافع
تلمیذ مالک وخصیصتہ قال سمعت مالک بن انس یقول اللہ فی السماء وعلمہ فی کل مکان
انتہے قال الذہبی ھذا حدیث ثابت عن مالکؒ انتہے اقول لم یرد مالکؒ بفی السماء
السماء الدنیا لانہا مکان بل اراد العلو الاعلی یدل علیہ قولہ وعلمہ فی کل مکان ای لاذاتہ
بل ہی فی العلو الذی لیس بمکان وھو ما وراء العرش وکذا ینبغی ان یفہم من قول امامنا
ابی حنیفۃ والدلیل علی ھذا قول ابی معاذ البلخی انہ قال ان اللہ فی السماء علی العرش کما
وصف نفسہ انتہے ای فی العلو علی العرش لانہ لیس فی ہذہ السماء ولا فی غیرہا فعلم انہ
اراد بفی السماء العلو قال الذہبی فی کتاب العرش والعلو وھذا الحدیث ثابت عن ابی
معاذ وھو احد الائمۃ انتہے وقال ایضا فیہ وقصۃ ابی یوسف صاحب ابی حنیفۃ مشہورۃ فی
استتابہ بشر المریسی لما انکر ان یکون اللہ فوق العرش رواہا عبد الرحمن بن ابی حاتم
وغیرہ فی کتبہم انتہے وفی الحمویۃ للحافظ ابن تیمیۃ روے عبد اللہ بن احمد بن حنبل
وغیرہ باسانید صحیحۃ عن ابن المبارک انہ قیل لہ بماذا نعرف ربنا قال بانہ تعالی فوق
سموٰاتہ علی عرشہ بائن من خلقہ ولا نقول کما تقول الجہمیۃ انہ تعالی ہہنا فی الارض انتہے
وفیہا ایضا وروی ابن ابی حاتم ان ہشام بن عبید اللہ الرازی صاحب محمد بن الحسن القاضی
حبس رجلا فی التجہم فتاب فجیئ بہ لیطلقہ فقال الحمد للہ علی التوبۃ وامتحنہ ہشام فقال اتشہد
بان اللہ تعالی علی عرشہ بائن من خلقہ فقال اشہد ان اللہ علی عرشہ ولکن لا ادری ما بائن
من خلقہ فقال ردوہ الی الحبس فانہ لم یتب انتہے وقال الامام الذہبی فی کتاب العرش
قال الامام الشافعی فی وصیتہ التی رواہا البکاری والحافظ عبد الغنی فی العقیدۃ ان اللہ
یری فی الاخرۃ عیانا ینظر الیہ المومنون ویسمعون کلامہ واللہ تعالی فوق العرش انتہی
وقال الذہبی ایضا واخرج الخلال عن یوسف ابن موسی القطان قیل لابی عبد اللہ احمد
بن حنبل اللہ فوق السماء السابعۃ علی عرشہ بائن من خلقہ وعلمہ وقدرتہ بکل مکان
قال نعم انتہے اور امام ذہبی نے کتاب العرش میں کہا ہے کہ عبد اللہ بن حنبل نے کتاب الرد علی الجہمیہ
میں اپنے باپ سے انہوں نے شریح بن نعمان سے انہوں نے عبد اللہ بن نافع سے روایت کی کہ امام مالکؒ

کے شاگرد ہین) روایت کی ہی کہ امام مالک بن انس رض فرماتے تھے کہ اللہ تعالی آسمان مین ہی اور اُسکا
علم ہر جگہ ہی انتہی اور ذہبی نے کہا ہی کہ یہ حدیث امام مالک سے ثابت ہی انتہی مین کہتا ہون امام
مالک نے فی السماء سے سماء دنیا کو مراد نہین لیا ہی کیونکہ وہ مکان ہی بلکہ علو اعلی کو مراد لیا ہی اسپر
انکا قول وعلمہ فی کل مکان دلالت کرتا ہی کیونکہ اسکے یہ معنے ہین کہ ذات خداوندی مکان مین نہین
ہی بلکہ اس علو مین ہی جو مکان نہین ہی اور وہ ماوراء العرش ہی اور ایسا ہی سمجھنا چاہیے ہمارے امام
ابی حنیفہ کے قول سے اور اسپر بلخی کا یہ قول دلالت کرتا ہی اللہ آسمان مین عرش پر ہی جیسا کہ اُس نے خود
بیان کیا ہی انتہی یعنی بلندی مین عرش پر ہی کیونکہ نہ وہ اس آسمان مین ہی نہ دوسرے آسمانون پر پس
معلوم ہوا کہ فی السماء سے علو مراد ہی ذہبی نے کتاب العرش والعلو مین کہا ہی کہ یہ حدیث ابی معاذ سے
ثابت ہی جو امام فن ہین انتہی اور ذہبی کہا ہی کہ امام ابو یوسف صاحب ابی حنیفہ کا قصہ مشہور ہی کہ انھون
نے بشر مریسی کو توبہ کا حکم دیا تھا جب اُنھون نے خدا کے عرش پر ہونیکا انکار کیا تھا اسکو عبد الرحمن بن
ابی حاتم وغیرہ نے اپنی کتابون مین روایت کیا ہی انتہی حافظ ابن تیمیہ کی کتاب حمویہ مین ہی کہ عبد اللہ
بن احمد حنبل نے باسناد صحیح مبارک سے روایت کی ہی کہ اُن سے کہا گیا تم خدا کو کس بات سے پہچانتے ہو انھون نے
کہا اس بات سے کہ وہ آسمانون کے اوپر عرش پر اپنی مخلوقات سے جدا ہی اور ہم جہمیہ کی طرح یہ نہین کہتے
ہین کہ اللہ یہان زمین مین ہی انتہی اور اسی مین ہی کہ ابن ابی حاتم نے روایت کی ہی کہ ہشام بن عبید اللہ
رازی صاحب قاضی ابن الحسن نے ایک شخص کو تجہم مین قید کیا پس اس نے توبہ کی اور رہا کرنے کے
لیے لایا گیا تو ہشام نے اسکا امتحان لینے کو پوچھا کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ خدا اپنے عرش پر
مخلوقات سے جدا ہی اُس نے کہا مین اس بات کی شہادت دیتا ہون کہ خدا عرش پر ہی لیکن یہ مجھے نہین
معلوم کہ وہ اپنی مخلوقات سے جدا ہی پس ہشام نے حکم دیا کہ اسے قید خانہ مین لوٹا دو کیونکہ اس نے
توبہ نہین کی ہی انتہی اور امام ذہبی نے کتاب العرش مین کہا ہی کہ امام شافعی نے اس وصیت مین جسے
بکاری اور حافظ عبد الغنی نے روایت کیا ہی عقیدہ مین کہا ہی کہ اللہ آخرت مین دیکھا جائیگا اور مومنین
اُسے دیکھین گے اور اُسکا کلام سنین گے اور وہ عرش پر ہی انتہی اور ذہبی نے کہا ہی کہ یوسف بن موسی
القطان سے خلال نے روایت کی ہی کہ ابی عبد اللہ احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ اللہ ساتون آسمانون کے اوپر
اپنے عرش پر اپنی مخلوقات سے جدا ہی اور اُسکا علم و قدرت ہر جگہ ہی انھون نے فرمایا ہان اور دلائل

اس اعتقاد کے محکمات سے ہین نص و ظاہر اور مفسر اور محکم اصطلاحی اہل اصول بھی داخل ہین جو بھی دلائل عقائد و احکام کے ہین صاحب کمالین ملا سلام اللہ نے سورۂ آل عمران کی تفسیر جلالین کے حاشیہ پر لکھا ہی۔ فاحکمت عبارا تہا بان حفظت عن الاحتمال والاشتباہ فیدخل فیہا النص والظاہر والمفسر والمحکم علی مصطلح اہل الاصول من علمائنا انتہے اُسکی عبارتین مستحکم احتمال و اشتباہ سے محفوظ ہین پس نص ظاہر و مفسر و محکم ہمارے علما اور اہل اصول کی اصطلاح پر اسمین داخل ہین۔ پس جب اس اعتقاد کو اہل سنت کے بزرگون نے عقائد کے کتب مین داخل کیا اور اسپر اجماع سلف بھی ثابت کر چکے اب ان دلائل کے محکمات سے ہونے مین کیا تردد باقی رہا اور اس اعتقاد سے یعنے خدا عرش کے اوپر ہی جدا اپنی مخلوقات سے کہنے مین جہت کہ جس سے علمائے متکلمین نے تنزیہ ذات خدا کی کی ہی ثابت نہین ہوتی کیونکہ جہات مکانات کے حدود اور اطراف کو کہتے ہین اور وہ جہات عرش تک ثابت ہین نہ اُسکے اوپر علامۂ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد مین لکھا ہی واذا لم یکن فی مکان لم یکن فی جہۃ لا علو ولا فی سفل ولا فی غیرہما لانہما اما حدود واطراف للامکنۃ او نفس الامکنۃ باعتبار عروض الاضافۃ الی شئی اٰخر انتہے اور جب کسی مکان مین نہوگا تو کسی جہت مین نہوگا نہ بلندی مین نہ پستی مین اور نہ انکے علاوہ کسی اور جگہہ کیونکہ یہ تو مکانون کے حدود اور اطراف ہین یا خود مکان ہین باعتبار کسی دوسری شئے کو عارض ہونے کے اور شاہ عبد العزیز دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ کے تیرھوین عقیدے مین فرمایا ہی۔ جو دلیلین نفی مکان مین مذکور ہوئین وہی نفی جہت مین بھی ہین کیونکہ جہات اطراف ہین امکنہ کے اور اسکے حدود ہین انتہی اور شاہ عنایت اللہ نے سکندرنامے کے اس شعر

جہت را ولایت بہ پایان رسید ✠ قطیعت بہ پرکار دوران رسید

کی شرح مین لکھا ہی یعنی جہات اربعہ یا ستہ جو کہے جاتے ہین ختم ہوگئے کیونکہ جہات کا ثبوت عالم اجسام مین ہے اور عالم اجسام عرش پر نہین ہے اور جہت بھی نہین ہی اور صاحب انتہاتے امام رازی کی تفسیر سے نقل کیا ہی کہ اُنھون نے فرمایا اذا ثبت ان اجسام العالم متناہیۃ فخارج العالم الجسمانی لاخلاء ولا ملاء ولا مکان ولا جہۃ فیمتنع ان یحصل الالٰہ فی مکان خارج العالم انتہے اقول اذا ثبت بھذا ان خارج العالم الجسمانی لیس بمکان ولا جہۃ ففوق العرش

الذی ہو خارج العالم الجسمانی لایکون مکانا ولا جہۃ فحصول لاآلہ فیہ من غیر تمکن بمکان لیس بممتنع بل حصولہ فی لامکان وجہۃ ضروری کما لا یخفے جب یہ ثابت ہوگیا کہ اجسام عالم تناہی ہین تو خارج عالم جسمانی نہ خلا ہی نہ ملا اور نہ مکان ہی نہ جہت پس عالم سے خارج اللہ کا کسی مکان مین پایا جانا ممتنع ہی انتہی مین کہتا ہون کہ جب اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ عالم جسمانی سے خارج نہ مکان ہی نہ جہت تو عرش پر جو عالم جسمانی سے خارج ہی نہ مکان ہوگا نہ جہت پس اللہ کا اس مین بغیر کسی مکان مین ہونے کے پایا جانا ممتنع نہین بلکہ اُسکا حصول لامکان اور جہت مین ضروری ہی جیسا کہ پوشیدہ نہین اور قرب معیت اللہ کی ہمارے ساتھ ذاتی نہین یعنی ذات سے ہمارے قریب اور ساتھ نہین بلکہ علم وقدرت وغیرہ سے ہمارے قریب اور ساتھ ہی یہ بات یعنی قرب ومعیت اسکی ذاتی نہونا تحریر سابق سے بھی ثابت ہوتی ہی باوجود اسکے پھر خوب تصریح کرتا ہون تاکہ دلون کو اطمینان کامل حاصل ہوجائے۔

قال الحافظ ابن تیمیۃ فی الحمویۃ قال ابن عبد البر علماء الصحابۃ والتابعین الذین حمل عنہم التاویل قالوا فی تاویل قولہ تعالیٰ ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم ہو علی العرش وعلمہ فی کل مکان وما خالفہم فی ذلک من یحتج بقولہ انتہی ای کونہ تعالیٰ رابعہم بالعلم لا بالذات وقال الامام الذہبی فی کتاب العرش قال الامام الحافظ ابو نصر السجزی فی کتاب الابانۃ لہ ائمتنا کسفیان الثوری ومالک وحماد بن سلمۃ وحماد بن زید وعبد اللہ بن المبارک والفضیل بن عیاض واحمد بن حنبل واسحق بن راہویہ متفقون علی ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ بذاتہ فوق عرشہ وان علمہ بکل مکان انتہی کذا فی الانتہاء وقال الامام الغزالی فی کتاب العقائد من احیاء العلوم واضطر اہل الظاہر الی تاویل قولہ تعالیٰ وہو معکم اینما کنتم اذ حمل ذلک بالاتفاق علی الاحاطۃ والعلم انتہی والاحاطۃ فی قولہ بمعنے العلم والادراک کما فی تعریفات الجرجانی الاحاطۃ ادراک الشئ بکمالہ ظاہرا وباطنا انتہی وقال الامام فخر الدین الرازی فی التفسیر الکبیر فی قولہ تعالیٰ وہو معکم اینما کنتم قال المتکلمون ہذہ المعیۃ اما بالعلم واما بالحفظ والحراسۃ وعلی التقدیرین فقد انعقد الاجماع علی انہ سبحانہ لیس معنا بالمکان والجہۃ والتحیز فاذن قولہ تعالیٰ وہو معکم لا بد فیہ من التاویل انتہی وقال العلامۃ سعد الدین التفتازانی فی رسالتہ فاحتج الملحدون فی رد قول الوجودیۃ ان المعیۃ ذاتیۃ واما استدلالہم

بالسمع فبقولہ تعالیٰ وھو معکم اینما کنتم وقولہ تعالیٰ ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم وجوابہ ان المراد بالمعیۃ ھھنا علی ما اجمع علیہ المفسرون بالعلم ونحوہ لا بنفس الذات انتھے حمویہ مین حافظ ابن تیمیہ نے کہا ہی کہ ابن عبدالبر کہتے ہین صحابہ اور تابعین رجن سے تاویل اُٹھائی گئی ہی) اللہ کے قول ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم کی تاویل مین فرماتے ہین کہ اللہ عرش پر ہی اور اسکا علم ہر جگہہ ہی اور جو لوگ خدا کے قول سے دلیل لاتے ہین اُنھون نے اس بارہ مین صحابہ کی مخالفت نہین کی انتھی یعنے خدا کا جو تھا ہونا علم کے اعتبار سے نہ ذات کے اعتبار سے امام ذہبی نے کتاب العرش مین کہا ہی کہ حافظ ابو نصر سنجری نے کتاب الابانہ مین کہا ہی کہ ہمارے علما (مثلاً سفیان ثوری مالک حماد بن سلمہ حماد بن زید عبد اللہ بن مبارک فضیل بن عیاض احمد بن حنبل اسحق بن راہویہ رحمھم اللہ) اسپر متفق ہین کہ خدا بذاتہ عرش پر ہی اور اُسکا علم ہر جگہہ ہی انتھی ایسا ہی انتہا ہین ہی امام غزالی نے احیاء العلوم کی کتاب العقائد مین کہا ہی اور اہل ظاہر خدا کے قول وھو معکم اینما کنتم کی تاویل پر مجبور رہے ہین کیونکہ یہ بالاتفاق علم اور احاطہ پر محمول ہی انتھے اس مین احاطہ علم اور ادراک کے معنے مین ہی جیسا کہ جرجانی کی تعریفات مین احاطہ شئے کا ظاہرا و باطنا پوری طور سے ادراک کرنا انتھی امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین وھو معکم اینما کنتم کی تفسیر مین لکھا ہی کہ متکلمین نے کہا ہی کہ یہ معیت یا تو علم کے اعتبار سے ہی یا حفظ و حراست کے اعتبار سے اور دونون تقدیر پر اجماع اسپر منعقد ہی کہ خدا ہمارے ساتھ مکان اور جہت اور تحیز مین نہین ہی پس خدا کے قول وھو معکم مین تاویل ضروری ہی اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے اپنے رسالہ مین لکھا ہی کہ ملحدین وجودیہ کے قول کی رد مین اسطرح دلیل لائے ہین کہ معیت ذاتیہ ہی لیکن استدلال سماعی پس وہ خدا کے قول وھو معکم اینما کنتم اور اللہ کے قول ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم سے ہی اور اُسکا جواب یہ ہی کہ معیت سے مراد (جیسا کہ اجماع مفسرین ہی) علم وغیرہ ہی نہ کہ نفس ذات انتھی اور امام مجدد الف ثانی جلد اول کے اکتیسوین مکتوب مین لکھتے ہین علوم سابق جو اتحاد اور وحدت وجود پر مبنی تھے زوال کی طرف پلٹے احاطہ اور سریان قرب و معیت ذاتیہ سے کہ اس مقام مین ظاہر ہوے تھے منتشر ہو گئے اور یقینا معلوم ہو گیا کہ صانع جل شانہ کے لیے اس عالم کی نسبتون مین سے کوئی نسبت ثابت نہین ہی اسکا احاطہ اور قرب ایک علم ہی جیسا کہ اہل حق کہتے ہین یہانتک کہ اگر کہا جاے

تعجب ہی کہ شیخ محی الدین عربی وغیرہ ذات واجب کو مجہول مطلق کہتے ہین اور کسی حکم کا محکوم نہین سمجھتے ہین پھر بھی احاطۂ ذاتی اور قرب ومعیت ذاتیہ کا اثبات کرتے ہین اور صواب وہ ہی جو علماء اہل سنت کہتے ہین قرب علمی اور احاطۂ علمیہ سے انتہی - ان اقوال مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے سلف وخلف کا اجماع ہی اللہ کے قرب اور اسکی معیت ذاتی نہونے پر الا فرقہ ملحد وجودیہ کہ انکی مخالفت کا کوئی اعتبار نہین کیونکہ انکا شمار اہل سنت مین نہین ہی پس یہ اعتقاد مذکور کیونکہ صحیح اور حق نہو کہ اس سے حلول واتحاد اور جہت ومکان سے تنزیہ باری تعالی کی کامل ہوتی ہی اور باطل فرقون کے اعتقاد سے مفارقت اور سلف صالحین وائمہ مجتہدین کے ساتھ پوری موافقت حاصل ہوتی ہی - الحمد للہ علی ذلک کتبہ الفقیر الی اللہ الصمد عبد القادر ابن القاضی احمد غفر اللہ لہما ھو المصوب فی الواقع اس امر کا اعتقاد کہ ذات باری کی تجلی خاص عرش پر ہی ساتھ تنزیہ کے اوہام وطرق تشبیہ وتجسم سے اور معیت وقرب اس کا علمی ہی موافق اعتقاد جمہور صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کے ہی ابن ہمام مولف فتح القدیر مسایرہ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ مین لکھتے ہین

نؤمن ان اللہ تعالی مستو علی العرش مع الحکم بان استواءہ لیس کاستواء الاجسام من التمکن والمماسۃ والمحاذاۃ بل بمعنی یلیق بہ وھو اعلم بہ انتھے ہم اس بات پر ایمان لاتے ہین کہ اللہ عرش پر مستوی ہی اور اس بات کا بھی حکم کرتے ہین کہ اسکا استوا اجسام کے استوار کا ایسا نہین ہی کہ اُس مین مکان مین ہونا یا چھونا یا مقابل ہونا پایا جاے بلکہ ایسے طریقے کا ہی جو اُسکی شان کے موافق ہو اور اوسکا علم خدا ہی کو ہی - اور ابو شکور سلمی تمہید مین لکھتے ہین قال بعضھم ان اللہ موجود فی کل مکان وھم صنف من الجھمیۃ واحتجوا بقولہ تعالی ھو الذی فی السماء الہ وفی الارض الہ وقولہ وھو اللہ فی السموات وفی الارض وقولہ ان اللہ مع الذین اتقوا وقولہ ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم والجواب ان معنی الآیۃ الاولی انہ الہ اھل السماء واھل الارض ومعنی الآیۃ الثانیۃ تدبیرہ فی السموات والارض ومعنی الآیۃ الثالثۃ انہ سمیع بمقالتھم بصیر بافعالھم ومعنی الآیۃ الرابعۃ انہ معھم بالنصرۃ انتھے بعضون نے کہا ہی کہ اللہ ہر جگہہ موجود ہی اور اسکا قائل جہمیہ کا ایک گروہ ہی اور وہ اللہ کے چار قولون سے استدلال لاتے ہین اور جواب یہ ہی کہ پہلے آیت کے یہ معنے ہین کہ وہ زمین اور آسمان والونکا معبود ہی اور دوسرے کے یہ معنی ہین کہ خدا کی تدبیر آسمان اور زمین مین ہی اور تیسری کے یہ معنے ہین کہ خدا اُنکی باتون کا سننے والا اور اُنکے افعال کا دیکھنے والا ہے

اور چوتھی کے یہ معنے ہین کہ خدا اُنکے ہمراہ مدد کے ساتھ ہی واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی

**سوال** بکر کہتا ہی کہ خوارج کے کفر کا حکم قرآن مین موجود ہی پس اُسکا منکر گمراہ اور مردود ہی اللہ تعالی فرماتا ہی

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مہینا (بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہین اللہ کو اور اُسکے رسول کو اللہ نے اُن پر دنیا اور آخرت مین لعنت کی ہی اور اُنکے لیئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہی) تفسیر کشاف مین ہی کہ یہ آیت اُن لوگونکے حق مین نازل ہوئی ہی جو علی مرتضیٰ کو ایذا دیتے ہین اور یہی بکر دعوی کرتا ہی کہ مذہب اہل حق کا یہی ہی کہ یزید کافر ہی اور اسپر بالخصوص لعنت کرنا جائز ہی جو اس مین مخالف ہی وہ اہل حق سے خارج ہی اور بعضے علماے حنفیہ کا جو اختلاف منقول ہی وہ بغرض عدم جواز لعن نہین ہی بلکہ باین غرض ہی کہ اُنکے نزدیک یزید کا نام زبان پر لانے کے قابل نہین ہی نہ یہ کہ فی نفسہ اُسپر لعن کرنے مین کچھ قباحت ہی شرح عقائد اور حاشیہ جند مین اسکی تصریح ہی یہی مذہب صحیح ہی یہ خلاصہ ہی بکر کے رسالہ اردو کا اور حامد اسکی رد مین کہتا ہی کہ غیر مکفرین خوارج کو منکر قرآن اور اہل حق سے خارج ٹھہرانا محض جہالت اور ضلالت اور نیز آیت مذکورہ کو شان دشمنان حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین نازل ٹھہراکر حوالہ کشاف کرنا محض کذب وبطالت ہی بالجملہ خوارج کے کفر کے مذکور ہونیکا اس آیت مین دعوی کرنا جہل صریح وکذب قبیح ہی ہان

البتہ اگر آیت الذین یوذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا (جو لوگ مسلمان مردون اور مسلمان عورتون کو ایذا دیتے ہین بغیر اسکے کہ کچھ برا کیا ہو اُنھون نے پس بیشک اُٹھایا اُنھون نے بہتان اور کھلا ہوا گناہ) کا مصداق خوارج کو ٹھہرایا جاے تو احتمال صحیح ہی اور کسطرح خوارج کو مسلمان جاننے والا اہل حق سے خارج ہو سکتا ہی کہ خود حضرت علیؓ نے خوارج کو باوجود بیان اُنکی گمراہی کے اور حکم قتل کے اُنکو مسلمان بتایا ہی اسی سبب سے محققین فقہا ومحدثین ومتکلمین نے خوارج کو بدمذہب جانا مگر کافر نہین ٹھہرایا ہی چنانچہ مرقاۃ اور مجمع البحار اور رد المحتار اور شرح فقہ اکبر اور فتح القدیر وغیرہ سے بخوبی ثابت ہی اور یہی حامد کہتا ہی کہ اہل حق یزید پلید کے حکم کفر مین اور پھر جواز لعن مین مختلف ہین اگرچہ بعض اکابر نے اسپر حکم کفر وجواز لعن کا اطلاق فرمایا ہی لیکن امام غزالی اور صاحب قصیدہ امالی اور بہت سے ائمہ عدم کفر وعدم لعن کو حق جانتے ہین اور جمہور محققین اُسکے اطلاق حکم کفر واسلام وجواز وعدم جواز لعن مین توقف کو اپنا مذہب گردانتے ہین عبارت شرح عقائد

کی شروع بحث سے جسے بکر نے چھوڑ دیا ہی یہ ہی وبالجملۃ لم ینقل عن السلف الصالحین جواز
اللعن علی معاویۃؓ واحزابہ وانما اختلفوا فی یزید بن معاویۃ حتی ذکر فی الخلاصۃ
وغیرھا انہ لا ینبغی اللعن علیہ ولا علی الحجاج لان النبی صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نھی عن لعن
المصلین ومن کان من اھل القبلۃ وما نقل عن لعن النبی صلے اللہ علیہ وسلم لبعض اھل
القبلۃ فلما انہ یعلم من احوال الناس ملا یعلمہ غیرہ وبعضھم اطلق اللعن علیہ لما انہ
کفر حین امر بقتل الحسینؓ الخ اور بالجملہ سلف صالحین سے معاویہؓ اور اُنکے گروہ پر لعنت کا جائز
ہونا منقول نہین ہی البتہ یزید ابن معاویہؓ کے متعلق اختلاف ہی خلاصہ وغیرہ مین یہ ہی کہ اُسپر لعنت
نہ کرنا چاہیئے اور نہ حجاج پر کیونکہ حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے اہل قبلہ اور نماز پڑھنے والون
پر لعنت بھیجنے سے منع کیا ہی لیکن آپ سے جو بعض اہل قبلہ پر لعنت کا بھیجنا ثابت ہی تو وہ اس وجہ سے
کہ آپ لوگون کے وہ حالات جانتے تھے جو دوسرے انہین جان سکتا اور بعضون نے اُسپر لعنت کو جائز
رکھا ہی کیونکہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیتے ہی کافر ہوگیا الخ. باقی رہی بحث
ترجیح کی پس اگرچہ صاحب شرح عقائد نے باوجود اقرار اختلاف اہل حق وبیان مذہب حنفیہ کے
اپنے زعم مین ترجیح کفر کی ثابت فرمائی ہی لیکن دوسرے اکابر محققین نے وہ ترجیح مسلم نہین ٹھہرائی
ہی مسائرہ اور مسامرہ اور رد المحتار اور شامی وغیرہ کتب معتمدہ فقہ وعقائد علماے حنفیہ مین دوسری جانب کے معتمد ہونے کی
ترجیح ہی بلکہ بہت کتب مشہورہ محققین مین شرح عقائد پر اعتراض کی بھی تصریح ہی چنانچہ شرح فقہ اکبر اور ضوء المعالی
اور حاشیہ عصام اور حاشیہ ابو الیسر شرح عقائد اور دوسرے حواشی سے ثابت ہی پس بکر کا ہو الصحیح لکھدینا اور جھوٹا
حوالہ کر دینا جرأت فی نفسہ قبیح ہی علاوہ ان سب امور کے برتقدیر ترجیح مذہب جزم کفر یزید کی حالت حیات مین بھی
دعوی انحصار مذہب اہل حق کا جواز لعن مین باطل وافترا ہی کہ ان کا فردن پر جنکا مرنا کفر پر بعداد
رسول کی خبر متواتر سے ثابت نہو باتفاق واجماع جمہور ائمہ محققین کے لعن شخصی کرنا ناجائز وناروا
ہی جیساکہ امام نووی نے شرح مسلم مین اور امام عینی نے شرح بخاری مین اور امام نابلسی نے شرح طریقہ
محمدیہ مین اور دوسرے اکابر دین نے اور کتابون مین تصریح فرمائی ہی پس قول ترجیح جواز لعن یزید
بر تقدیر ثبوت کفر بھی بے ثبوت علم یقینی موت علی الکفر کے کسطرح اہل حق کے نزدیک جزماً صحیح
ہوسکتا ہی تاکہ جو اسکا قائل نہو خوارج مین داخل ہوجائے اور اہل سنت مین شامل نہو. اب سائل

سوال کرتا ہی کہ آیا دعویٰ بکر کا درست وبجا اور واجب الاعتقاد ہی یا حامد نے جو اسکی ردکی ہی قابل قبول ہی اور نیز قول اہل حق منحصر کفر یزید وجواز لعن مین ہی یا اس مین اختلاف ہی اور در صورت اختلاف قول کفر ولعن معتمد وقوی ہی یا قول توقف وعدم جزم کفر ولعن قوی اور اقرب الی الانصاف ہی اور حوالہ کشاف وغیرہ کا جو بکر نے کیا صحیح ہی یا باطل اور حوالہ مجمع البحار ورد المحتار ومرقاۃ وشرح فقہ اکبر وضوء المعالی وشرح امام نووی وامام عینی وغیرہ کا جو حامد نے کیا ہی رد کے لائق ہی یا اعتماد کے قابل **جواب**۔ اس بحث مین بکر کا قول صحیح نہین ہی بلکہ کتب معتبرہ کے مخالف ہی مسامرہ لابن الہمام اور اُسکی شرح مسائرہ لابن ابی شریف مین موجود ہی وظاہر قول الشافعی وابی حنیفۃ انہ لا یکفر احد منہم ای لا یحکم بکفر احد من المخالفین فیما لیس من الاصول المعلومۃ من الدین ضرورۃ وھذا ھو المنقول عن جمہور المتکلمین والفقہاء انتھے اور ظاہر قول امام شافعی اور امام ابی حنیفہ رحمہما اللہ کا یہ ہی کہ نہین سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے گی یعنے اُن امور مین جو دین کے اصول معلومہ سے نہین ہین مخالفین کو کافر نہ کہا جائیگا ضرورۃ اور یہی جمہور مسلمین وفقہا سے منقول ہی اور یہی اُس مین ہی قد اختلف فی اکفار یزید قیل نعم لما وقع منہ اجترا علی الذریۃ الطاھرۃ کالامر بقتل الحسین وما جری منہ مما ینبو عن شناعۃ الطبع ویصم لذکرہ السمع وقیل لا اذلم یثبت لنا عنہ تلک الاسباب الموجبۃ للکفر وحقیقۃ الاسرای الطریقۃ الثابتۃ القویمۃ فی شانہ التوقف فی شانہ ورجع امرہ الی اللہ تعالیٰ انتھے یزید کو کافر کہنے مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک کہنا چاہیے کہ کیونکہ اُس سے ذریت طاہرہ پر جرأت صادر ہوئی ہی مثلاً قتل امام حسین علیہ السلام کا حکم اور وہ باتین جنکا صادر ہونا اسکی سخت طبعی پر دال ہین اور کان انکا ذکر سننے سے بہرے ہوجاتے ہین اور بعضون کے نزدیک نہین کیونکہ یہ ثابت نہین کہ ان اسباب موجب کفر کا باعث وہی تھا اور حقیقۃ الامر یعنے درست وراست طریقہ اُسکے شان مین توقف کرنا اور اُسکے امر کو خدا کی طرف لوٹانا ہی واللہ اعلم۔ **سوال** اولیاء اللہ بیداری مین اس چشم ظاہری سے بلا تاویل اس دنیا مین خدا کو دیکھتے ہین یا نہین۔ **جواب**۔ صورت مرقومہ مین باتفاق اہل سنت وجماعت نہین دیکھتے ہین اور دیکھنے کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے منع از ہر مین ہی۔ ھل یجوز رؤیۃ اللہ تعالیٰ فی الدنیا بعین البصر للاولیاء فقد جاء نی سوال واقعۃ الحال فی من ادعی ذلک فی بعض الاشخاص فکتبت الجواب

بحسب ما ظہر لی وجہ الصواب فہو اجماع الائمۃ من اہل السنۃ والجماعۃ علی ان رویۃ اللہ
تعالی بعین البصر جائزۃ فی الدنیا والاخری عقلا وثابتۃ فی العقبی سمعا ونقلا واختلفوا فی
جوازہا فی الدنیا شرعا فاثبتہا الاکثرون ونفاہا اٰخرون ثم الذین اثبتوہا خصوا وقوعہا
لہ صلعم لیلۃ الاسراء علی خلاف فی ذلک بین السلف والخلف من العلماء والاولیاء والصحیح
انہ صلعم انما راٰی ربہ تعالی بفوادہ لا بعینہ کذا فی شرح العقائد وغیرہ فان قال قائل بانی
اری اللہ تعالی فی الدنیا ان اراد بہ رویۃ فی المنام ففی جوازہ خلاف مشہور بین الانام مع
ان رویۃ المنامیۃ لاتکون بالحواسۃ البصریۃ بل التصورات المثالیۃ والتمثیلات الخیالیۃ
وان اراد بہا حال الیقظۃ فان قصد بہا حذف المضاف واراد انہ یری انوار صفاتہ ویشاہد
اٰثار مصنوعاتہ فذا جائز بلا مریۃ واما من ادعی بہذا المعنی لنفسہ من غیر تاویل فی المبنی
فہو فی اعتقاد فاسد وزعم کاسد وفی حضیض ضلال وتضلیل وفی مطعن وبیل وبعید عن
سواء السبیل فقد قال صاحب التعرف وہو کتاب لم یصنف مثلہ فی التصوف اطبق المشائخ
کلہم علی تضلیل من قال ذلک وتکذیب من ادعی ہنالک وصنفوا فی ذلک کتبا ورسائل
منہم ابو سعید الخراز والجنید وصرحوا بان من قال ذلک المقال لم یعرف اللہ الملک
المتعال واقرہ الشیخ علاء الدین القونوی فی شرحہ وقال ان صح عن احد دعوی نحوہ
فیمکن تاویلہ بان غلبۃ الاحوال یجعل الغائب کالشاہد اذا کثر اشتغال الشیئ بشیئ
واستحضارہ لم یصیر کانہ حضر بین یدیہ انتہی ویویدہ حدیث ان تعبد اللہ کانک
تراہ وکذا حدیث عبد اللہ بن عمر وحال الطواف کنا نرے اللہ وقال صاحب العوارف
المعارف فی کتابہ اعلام الہدی وعقیدۃ ارباب التقی ان رویۃ العیان متعذرۃ
فی ہذہ الدار لانہا دار الفناء والاخرۃ ہی دار القرار فلقوم من العلماء نصیب
من علم الیقین فی الدنیا والاخرین من اعلی منہم رتبۃ نصیب من عین الیقین کما قال
قائل راٰی قلبی ربی انتہی والحاصل ان الامۃ قد اتفقت علی انہ تعالی لا یراہ احد فی
الدنیا بعینہ ولم یتنازعوا فی ذلک الا نبیاء صلے اللہ علیہ وسلم حال عروجہ علی ما صرح بہ
فی شرح عقیدۃ الطحاوی ثم ہذا ان قبل التاویل السابق فیہا والا فان کان مصمما

علی مقولتہ و لم یرجع بالمنقول عن معقولتہ یجب تعزیرہ وتشہیرہ بما یراہ الحاکم الشرعی وقال بعض ارباب العقائد المنظومۃ من قال فی الدنیا یراہ بعینہ فذلک زندیق طغے وتمرد وخالف اللہ والرسول وزاغ عن شرع الشریف قد قال ابن الصلاح وابوشامۃ انہ لا یصدق مدعی الرویۃ فی الدنیا حال الیقظۃ ومنع منہ کلیم اللہ موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام واختلف بھذا المرام لنبینا صلے اللہ علیہ وسلم فی ذلک المقام کیف تسمح لمن لم یصل الی مقامہ انتہے کلامہما وقال الکواشی فی سورۃ النجم ومعتقد رویۃ اللہ تعالی ھھنا بالعین لغیر محمد صلے اللہ علیہ وسلم غیر مسلم وقال الاردبیلی فی کتابہ الانوار ولو قال انی رایت اللہ عیانا فی الدنیا کفر انتہے لکن الاقدام علی التکفیر بمجرد دعوی الرویۃ من صعب الخطر فان الخطاء فی افناء الف کافر اھون من الخطاء فی افناء مسلم فالصواب ما قدمناہ انہ ان انضم الی الدعوی مایخرج عن عقیدۃ اھل التقے فحکم علیہ بانہ من اھل الضلالۃ والردوی والسلام علی من اتبع الھدی انتہے کیا خدا کا اس دنیا مین اولیاء اللہ کو آنکھون سے دکھائی دینا جائز ہی میرے پاس حال کے ایک واقعے کی نسبت سوال آیا کہ ایک شخص بعض اولیا کے لیے اسکا دعوی کرتا ہی تو میرے ذہن مین جو صحیح جواب تھا مین نے اسطرح دیا کہ ایمہ اہل سنت وجماعت کا اس بات پر اجماع ہی کہ عقلا خدا کا دنیا و آخرت مین آنکھون سے دیکھنا جائز ہی اور نقلا وسمعا عقبے مین ثابت ہی اور دنیا مین شرعا جائز ہونیکے متعلق اختلاف ہی تو اکثرون نے اُسکو ثابت کیا ہی اور دوسرون نے اُسکو رد کیا ہی اور جنھون نے ثابت کیا ہی اُسکے وقوع کو حضور کے ساتھ لیلۃ الاسراء مین خاص کیا ہی اور علما واولیا ر متقدمین ومتاخرین مین اس بارہ مین اختلاف ہوگیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ حضورؐ نے پروردگار عالم کو دل سے دیکھا نہ کہ آنکھ سے ایسا ہی ہی شرح عقائد وغیرہ مین پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ مین نے خدا کو دیکھا ہی اگر اُس سے خواب مین دیکھنا مراد لے تو اُسکے جواز مین اختلاف مشہور ہی اور خواب مین دیکھنا حاسۂ بصریہ سے نہین ہوتا ہی بلکہ محض تصورات مثالیہ اور خیالی صورتین ہوتی ہین اور اگر اس سے مراد جاگنے کی حالت مین ہی تو اگر اس سے مراد بحذف مضاف ہی اور مقصود یہ ہی کہ انوار صفات الٰہی اور آثار مصنوعات خداوندی کا معائنہ کیا تو یہ بلاشک جائز ہی لیکن جسنے بلا تاویل اسکو اپنے لیے ثابت کیا تو اُسکا اعتقاد فاسد اور زعم باطل ہی اور وہ ضلالت اور تضلیل کے گڑھے مین سید سے

راستے سے بہت دور ہی صاحب تعرف نے کہا ہی (تصوف کی ایک کتاب ہی جسکے مثل اس فن مین کوئی کتاب نہین ہوئی) تمام مشائخ نے اُسکی گمراہی پر اجماع کر لیا ہی جو یہ کہے اور اُسکے مدعی کے جھوٹے ہونے پر اور اس مین اُنھون نے بہت سے رسالے اور کتابین تصنیف کی ہین اور انمین سے (یعنے مصنفین اور مشائخین سے) ابو سعید خراز اور جنید ہین اور اُنھون نے کہا ہی کہ جسنے یہ کہا اُس نے خدا کو نہین پہچانا اور شیخ علاء الدین قونوی نے اپنی شرح مین اسکا اقرار کیا ہی اور کہا ہی کہ اگر کسی سے اسکے مثل کا دعوی صحیح ہو تو اُسکی تاویل اس طرح ممکن ہی کہ غلبۂ حوال غائب کو حاضر کے مثل کر دیتا ہی جبکہ کسی شئے مین شغل بڑھجائے اور بعید استحضار سے ایسا معلوم ہونے لگتا ہی کہ گویا وہ شے حاضر ہی انتہی اور اسکی تائید حدیث (خدا کی عبادت کرو گویا کہ تم اسکو دیکھتے ہو) سے بھی ہوتی ہی اور ایسے ہی عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث سے بھی کہ ہم حالت طواف مین خدا کو دیکھتے تھے اور صاحب عوارف معارف نے اپنی کتاب اعلام الہدی وعقیدہ ارباب التقی مین بیان کیا ہی کہ اس دنیا مین آنکھ سے دیکھنا دشوار ہی کیونکہ یہ دار فنا ہی اور آخرت دار قرار ہی پس بعضے علما کو آخرت مین علم الیقین کا اور دوسرون کو جو ان سے مرتبے مین اعلی ہین عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہی جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا ہی میرے قلب نے میرے پروردگار کو دیکھا اور حاصل یہ ہی کہ امت اس بات پر متفق ہی کہ باری تعالی کو آنکھ سے دنیا مین کوئی نہین دیکھ سکتا اور اس مین معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے متعلق تنازع نہین ہوا ہی جیسا کہ اسکی تصریح شرح عقیدہ طحاوی مین ہی پھر یہ اگر اس مین تاویل سابق کو قبول کرے تو خیر ورنہ اگر اپنے قول پر قائم رہے اور جیسا مناسب سمجھے تعزیر و تشہیر کرے اور بعض ارباب عقائد نے کہا ہی کہ جو کہے کہ خدا کو اُس نے دنیا مین اپنی آنکھ سے دیکھا ہی وہ زندیق گمراہ متمرد اور مخالف خدا و رسول کا اور شرع شریف سے پھرا ہوا ہی ابن صلاح اور ابو شامہ نے کہا ہی کہ دنیا مین جاگنے کی حالت مین دیدار خدا کے مدعی کی تصدیق نہ کی جائے گی اور موسی کلیم اللہ اس سے روکے گئے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس بارہ مین اختلاف کیا گیا ہی تو پھر کسی ایسے کے متعلق یہ امر کیسے ثابت کیا جا سکتا ہی جو اُنکے مراتب تک نہ پہونچا ہو۔ کواشی نے سورۂ نجم مین کہا ہی اور دنیا مین اُنکھون سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ خدا کی رویت غیر مسلم ہی انوار مین اردبیلی نے کہا ہے اگر کوئی کہے کہ مین نے دنیا مین خدا کو آنکھ سے دیکھا ہی تو وہ کافر ہی مگر محض دعوے رویت سے تکفیر کا حکم سخت خطرات

مین سے ہی کیونکہ ایک ہزار کافرون کے متعلق فتوے مین غلطی کرنا ایک مسلمان کے بارہ مین غلطی کرنے سے بدرجہا گھٹ کر ہی بس صحیح وہ ہی جو ہمنے پہلے بیان کیا یعنے اگر دعوے کے ساتھ وہ امور ملائے جو اہل تقوی کے عقیدہ سے خارج ہین تو اسپر حکم کیا جائیگا کہ وہ اہل ضلالت مین سے ہی اور سلامتی ہو اسپر جو ہدایت کی اتباع کرے منح از ہر شرح فقہ اکبر مین ہی اور اظہر من الشمس ہی کہ جب موسی علیہ السلام کو لن ترانی کا خطاب ہوا تو اور کوئی کیونکر اس مرتبہ کو پہونچ سکتا ہی کسی کہنے والے نے کیا اچھا کہا ہی جلوہ الہی کا بوجھ اُٹھانے مین کمر کوہ اور کمر مور کی طاقت ایک ہی اور وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربہا ناظرہ (یعنی مومنین کے بہت سے چہرے قیامت کے دن خوش اور تروتازہ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہونگے) سے قیامت مین دیدار کا ہونا ثابت ہوتا ہی نہ دنیا مین اور حدیث سترون ربکم یوم القیمۃ قریب ہی کہ تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن دیکھوگے صحابہ کے خطاب مین وارد ہی اور سترون ربکم یوم القیمۃ کما ترونہ فی الدنیا (قریب ہی کہ تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن دیکھوگے جیسا کہ دنیا مین دیکھتے ہو) نہین فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا دیدار الہی کا مقام نہین ہی یہین سے علمای اہلسنت نے اس بات پر اتفاق کیا ہی کہ دنیا مین چشم ظاہری سے کوئی امتی جاگنے کی حالت مین اللہ کو نہین دیکھتا اور نہ دیکھیگا اور دیکھنے کا دعوے کرنے والا جھوٹا ہی قیدھا بالقیمۃ اشارۃ الی ان الرویۃ فی الاخرۃ دون الدنیا کذا فی فتح الباری والکرمانی والعینی شرح البخاری رویت کو قیامت کے ساتھ مقید کرنا اس امر کی جانب اشارہ ہی کہ رویت آخرت ہی مین ہوگی نہ دنیا مین ایسا ہی فتح الباری اور کرمانی اور عینی شروح بخاری مین ہی۔ اور بخاری کی حدیث صحیح کا ایک ٹکڑا جو ابوموسی اشعری سے مروی ہی یہ ہی کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن ای جنۃ اقامۃ وھو ظرف للقوم لا للہ تعالی وقولہ فی الجنۃ متعلق بمعنے الاستقرار فی الظرف فیفید المفہوم انتفاء ھذا الحصر فی غیر الجنۃ والیہ اشار الشیخ التوربشتی بقولہ یرید ان المومن اذا تبوأ مقعدہ فی الجنۃ تبوأ والحجب مرتفعۃ والموانع التی تحجبہ عن النظر الی ربہ مضمحلۃ الا ما یصدھم من ھیبۃ الجلال وسبحات الجمال وابہۃ الکبریاء فلا یرفع ذلک منہم الا برافتہ ورحمتہ تفضلا منہ علی عبادہ قال الحافظ ابن حجر وحاصلہ ان رداء الکبریاء مانع الرویۃ

فکان فی الکلام حذف تقدیرہ بعد قولہ الا رداء الکبریاء فانہ یمن علیہم برفعہ فیحصل لہم الفوز بالنظر الیہ فکان المراد ان المومنین اذا تبوؤا مقاعدہم من الجنۃ لولا ما عندہم من ہیبۃ الجلال لما حال بینہم وبین الرویۃ حائل فاذا اراد اکرامہم خصہم برافۃ وتفضل علیہم بتقویتہم علی النظر الیہ سبحانہ وتعالی انتہی ما فی ارشاد الساری مختصرا وقال النووی اعلم ان مذہب اہل السنۃ قاطبۃ ان رویۃ اللہ تعالی ممکنۃ غیر مستحیلۃ واجمعوا ایضا علی وقوعہا فی الآخرۃ نقلا ورویۃ اللہ تعالی فی الدنیا ممکنۃ لکن الجمہور من السلف والخلف من المتکلمین وغیرہم انہا لا تقع فی الدنیا انتہی ما فی المرقات مختصرا۔ اور نہین ہی درمیان قوم کے اور درمیان خدا کے دیکھنے کے مگر کبریا کی چادر جو اسکے چہرے پر ہی جنت عدن یعنی جنت اقامت مین اور یہ قوم کا ظرف ہی نہ کہ اللہ تعالی کا اور فی الجنۃ معنی استقرار کے متعلق ہی جو ظرف مین پائے جاتے ہین پس اس کلام کا مفہوم جنت کے علاوہ مین حصر نہونے کا فائدہ دیتا ہی اور اسی کے جانب شیخ توربشتی نے اپنے اس کلام مین اشارہ کیا ہی اس کلام سے مراد یہ ہی کہ مومن جب جنت مین اپنی جگہ پائے گا تو حجاب اُٹھ جائین گے اور موانع جو خدا کے جانب دیکھنے سے روکتے ہین مضمحل ہوجائین گے سوای ہیبت جلال ومشاہد جمال ورداء کبریا کے پس یہ اُن سے محض خدا کی رحمت اور نرمی سے بندون پر فضل کرکے اُٹھائے جائین گے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہی کہ اس کا حاصل یہ ہی کہ رداء کبریا مانع رویت ہی تو اس کلام مین حذف ہی جو الا رداء الکبریاء کے بعد مقدر ہی پس خدا اپنی بندون پر رفع حجاب کا احسان کریگا اور بندون کو خدا کے جانب دیکھنا حاصل ہوگا پس مراد یہ ہی کہ مومنین جب جنت مین اپنی جگہون کو پائین گے اگر انپر ہیبت جلال نہ طاری ہوجائے تو اُن مین اور رویت مین کچھ حائل نہین ہی پس جب خدا اُنکی بزرگی چاہتا ہے تو اُنکو اپنی رحمت سے خاص کرتا ہی اور اُنپر اپنے جانب دیکھنے کی قوت دیکر فضل کرتا ہے نووی نے کہا ہی کہ تمام اہل سنت کا مذہب یہ ہی کہ رویت باری تعالی ممکن ہے محال نہین ہی اور آخرت مین نقلا اسکے وقوع پر بھی اجماع ہی اور دنیا مین خدا کی رویت ممکن ہی لیکن جمہور متکلمین متاخرین ومتقدمین اس پر متفق ہین کہ رویت دنیا مین نہوگی۔ واللہ اعلم

ہست منصور علی از احمد حنفی دہلوی | سید محمد نذیر حسین

ز شرف سید کونین شد شریف حسین

اللہ کی رویت آنکھ سے دنیا مین جاگتے ہوے جائز نہین ہی جیسا کہ جمہور کا مذہب ہی کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار اور

فرمایا ہی قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی واللہ اعلم | سید احمد حسین | محمد شاہ حنفی مولف مدار الحق | محمد عبدالمجید | محمد حبیب اللہ | خادم شریعت رسول الثقلین محمد لطف حسین ھو المصوب

رویت باری اس دنیا مین چشم ظاہری سے حالت بیداری مین بلا تاویل کے سوا حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے کسی دوسرے کو حاصل نہین ہی اور جو اس کا دعوی کرے جھوٹا ہی عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر مین لکھتے ہین فان قیل فہل وقعت رویۃ اللہ یقظۃ فی الدنیا لاحد غیر الرسول صلے اللہ علیہ وسلم فالجواب کما قال الشیخ عبد القادر الجیلی لم یبلغنا وقوع ذلک فی الدنیا لاحد غیر رسول اللہ فقیل لہ ان فلانا یزعم انہ یری اللہ بعینی راسہ فارسل الشیخ خلفہ وقال لہ احق ما یقول ہؤلاء عنک فقال نعم فانتہرہ الشیخ وزجرہ واخذ علیہ العہد ان لا یعود الیہ انتہے اگر کہا جائے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو دنیا مین جاگتے ہوے رویت باری تعالی ہوئی تو اسکا جواب یہ ہی جیسا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلی نے کہا ہی کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے لیئے دنیا مین اسکے وقوع کی خبر نہین ہی پس اُن سے کہا گیا کہ فلان شخص گمان کرتا ہی کہ اُس نے خدا کو اپنے سر کی آنکھون سے دیکھا ہی تو شیخ نے اُس شخص کو اُسکے پاس بھیجا اور اُس سے کہا کہ تمھارے متعلق جو کچھ یہ لوگ کہتے ہین صحیح ہی اُنھون نے کہا ہان آپ نے اُنکو بہت ڈانٹا اور خفا ہوے اور اُن سے عہد لے لیا کہ اب اسکی جانب ڈانٹیگے اور یہی لکھتے ہین - اما رویۃ الحق فی الیقظۃ لغیر نبینا فمنعہا جمہور العلماء واستدلوا لذلک بقولہ تعالی لا تدرکہ الابصار وبقولہ لموسی لن ترانی وبقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لن یری احد کم ربہ حتی یموت رواہ مسلم فی کتاب الفتن اما نبینا صلے اللہ علیہ وسلم فقد اختلف الصحابۃ فی وقوع الرویۃ لہ لیلۃ المعراج قال الجلال المحلی الصحیح نعم انتہے خدا کو جاگتے مین دیکھنے کو غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے جمہور علما نے منع فرمایا ہی اور اسپر خدا کے قول لا تدرکہ الابصار (کوئی آنکھ اللہ کو نہین دیکھ سکتی) اور حضرت موسی سے خطاب لن ترانی (مجھکو تم نہین دیکھ سکتے) اور رسول صلعم کے قول لن یری احد کم ربہ حتی یموت (نہین دیکھ سکتا تم مین سے کوئی اپنے پروردگار کو یہانتک کہ مرجائے) سے استدلال لائے ہین اس حدیث کو مسلم نے کتاب الفتن مین روایت کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مین رویت ہونے کے متعلق صحابہ نے اختلاف کیا ہی جلال محلی نے کہا ہی صحیح یہ ہی کہ آپکو

روایت ہوئی تھی۔ واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی **سوال** شہر بیکانیر مین ایک گروہ کہتا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین نہ تھے آپ آسمان پر سے بھیجے گئے تھے اور یہ گروہ محفل میلاد سے احتراز کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس سے ہتک ہوتی ہے اگر حدیث پیش کی جاتی ہے تو نہین مانتا اور کہتا ہے سورۂ اخلاص خدا اور رسول دونون کی ہے جسطرح خدا ایک ہے اور خورد و نوش سے پاک ہے اور اس سے کوئی جنا نہین گیا نہ وہ کسی سے جنا گیا اسی طرح یہ تمام صفتین رسول خدا کے لیے بھی ہین۔ پس اس قول کی وجہ سے یہ جدید گروہ امامین اور خاتون جنت اور اہل بیت وغیرہم کا منکر ہے ایسے گروہ کے لیے تکفیر ثابت ہے یا نہین۔ **جواب** انا سید ولد آدم (مین اولاد آدم کا سردار ہون) سے آپ کا بشر ہونا ثابت ہے اور قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی الخ (کہہ تو مین مثل تمھارے بشر ہون وحی آتی ہے میرے پاس) اسکا موید ہے اور کھانا پینا چلنا آپ کا قرآن سے ثابت ہے احادیث اسکے موید ہین مشکوۃ شریف مین ہے وعن العباس انہ جاء الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فکانہ سمع شیئاً فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرہم ثم جعلہم فریقین فجعلنی فی خیرہم فرقۃ ثم جعلہم قبائل فجعلنی فی خیرہم قبیلۃ ثم جعلہم بیوتا فجعلنی فی خیرہم بیتا فانا خیرہم نفسا وخیرہم بیتا حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ آپکی خدمت مین حاضر ہوے پس گویا اُنھون نے کچھ سنا پس آپ ممبر پر کھڑے ہوے اور پوچھا آپ نے مین کون ہون لوگون نے کہا آپ خدا کے رسول ہین آپنے فرمایا مین محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہون اللہ نے خلق کو پیدا کیا اور مجھکو اُن مین کے اچھون مین کیا اور اُن مین دو گروہ کیے اور مجھے اُنمین کے اچھے مین کیا پھر اُنکے قبائل کیے اور مجھکو اچھے قبیلے مین کیا پھر اُنکے مختلف گھرانے کیے اور مجھکو اچھے گھرانے مین کیا پس مین ذات اور گھرانے کے اعتبار سے سب سے اچھا ہون مین اسی مین پیدا کیا گیا اور اسی مین مبعوث ہوا۔ دوسری اور کئی حدیثین اس باب مین مثبت بشریت و ولادت حضور صلے اللہ علیہ وسلم جا بجا کتب احادیث و تفسیر مین موجود ہین اور خود حضور کا اقرار فرمانا کہ مین عادل بادشاہ کے زمانے مین پیدا ہوا اور مین پیر کے دن پیدا ہوا اور پیر کے دن مبعوث ہوا کافی دلیل ہے اور اکل و شرب آپ کا آیات و اخبار سے ظاہر ہے اور

سورۂ اخلاص محض وحدانیت باری تعالیٰ کے اثبات کے لیے نازل ہوئی ہی اور حضور کے تولد کے باب مین اوربہی حدیثین بکثرت موجود ہین چنانچہ عباسؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال سے ثابت ہے یعنی حضرت عباس نے پوچھا یا رسول اللہ چاند آپکے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنون مین چہل روزہ تھے آپ نے فرمایا مادر مشفقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندہ دیا تھا اُسکی تکلیف سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا حضرت عباسؓ نے عرض کیا آپ اُن دنون مین چہل روزہ تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا فرمایا کہ لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور مین سنتا تھا زیر عرش فرشتون کی تسبیح سنتا تھا حالانکہ مین شکم مادر مین تھا پس آپ کا شکم مادر مین رہنا اور پیدا ہونا مسلم الثبوت ہی آپ بے شبہہ عبداللہ کے بیٹے اور بی بی آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہین اور بی بی آمنہ کا حاملہ ہونا اور حضرت عبداللہ سے اُنکا نکاح ہونا اور انبیا کا بی بی آمنہ کو بشارت حمل دینا صراحۃً ثابت ہی اور آپ کا فرمانا کہ میرے اجداد مین کوئی بے نکاح نہین ہوا مین اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ مین نقل کرتا ہوا عبداللہ اور آمنہ تک آیا ہون اور بعد منتقل ہونے عبداللہ کے تیمم ابوطالب قریشیون مین کہلانا اور الم یجدک یتیما فاوی (کیا نہین پایا مینے تجھکو یتیم پس جگہہ دی) قرآن مین نازل ہونا اور حدیث رضاعت وغیرہ سے ثبوت یہ ثبوت ہی بیشک منکر ان دلائل وبراہین بینہ اور نصوص متواترۂ قطعیہ کا اور محرف مضمون آیات قرآنی کا کافر مطلق ہی اس مین کچھ شک نہین چنانچہ مشکوۃ مین ہی من فسر القران برأیہ فقد کفر جسنے قرآن کی تفسیر اپنی راے سے کی وہ کافر ہوگیا فقط۔

جواب صحیح ہی محمد حسین عفی عنہ۔ جواب صحیح ہی عبداللہ عفی عنہ۔ واقعی ان کے حق مین تکفیر ثابت ہوتی ہی حررہ ابوالاحیا محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم۔ اس فرقہ کے کفر مین کہ جو ولادت نبویہ کا منکر ہو کہ متواترات وقطعیات سے ہے اور سورۂ اخلاص کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین سمجھے کوئی شبہہ نہین ہی واللہ اعلم حررہ ابوالحسنات محمد عبدالحی۔

**سوال** کیا گاؤکشی ایسا امر ہی جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہی یا اگر کوئی شخص ذبح کی اباحت کا معتقد ہو مگر کوئی گائے اُسنے ذبح نہ کی ہو یا گائے کا گوشت نہ کھایا ہو ہر چند کہ اُسکے کھالے کو جائز جانتا ہو تو اُسکے اسلام مین کچھ فرق نہ آئیگا اور وہ کامل مسلمان رہے گا گاؤکشی کوئی واجب فعل ہی کہ جسکا تارک گنہگار ہوتا ہی یا اگر کوئی شخص گاؤکشی نکرے صرف اباحت ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہگار نہوگا جہان بلا وجہ اس

فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ وفساد ہوا ور موجب ضرر اہل اسلام ہوا ور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہو اور اہل اسلام کی عملداری بھی نہو تو وہان بلا وجہ اگر اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہی یا کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصد اثارت فتنہ وفساد ارتکاب اس فعل کا واجب ہی جواب گاؤکشی واجب نہین تارک اسکا گنہگار نہوگا اور جو شخص معتقد اباحت ہوا ور اسکا گوشت نہ کھاتا ہوا ور ذبح نہ کرتا ہو اُسکے اسلام مین فرق نہ آئے گا ہان جو گائے کو معظم سمجھکر ذبح نہ کرتا ہو یا اُسکے ذبح کو بُرا سمجھتا ہو اُسکے اسلام مین فتور ہوگا اور بقصد اثارت فتنہ گاؤکشی نہ چاہیئے بلکہ ایسے مقام پر جہان فتنہ کا ظن غالب ہو باوجود سلامت اعتقاد کے احتراز اولی ہی واللہ اعلم سوال ان اشعار مین کیا حکم

داستان پسر ہند مگر نشنیدی کہ از دو رسہ تن او بپیمبر چہ رسید
پدر او در دندان پیمبر شکست مادر او جگر عم پیمبر بمکید
او بنا حق حق داماد پیمبر بگرفت پسر او سر فرزند پیمبر ببرید

برچنین قوم تو لعنت نہ کنی شرمت باد لعن اللہ یزیدا وعلی قوم یزید

امور تنقیح طلب پسر ہند کس صحابی سے مراد ہی اُنکا نام کیا ہی صحابی موصوف سے کیا سوء ادبی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی جناب مین واقع ہوئی تھی صحابی موصوف کے سہ تن سے اُنکے کون کون اعزا مراد ہین اور اُنکے کیا نام ہین صحابی موصوف کے والد نے دندان مبارک کو شہید کیا تھا یا نہین اور اُنکا کیا نام ہی صحابی موصوف کی والدہ نے عم رسول کے ساتھ کیا کیا تھا اور اُنکا نام کیا تھا صحابی موصوف نے کیونکر داماد پیمبر کا حق غصب کیا تھا صحابی موصوف کا بیٹا جسنے فرزند رسول کو شہید کیا تھا کون ہی یزید سے مراد ہی یا اور کسی سے لفظ چنین قوم سے کون مراد ہی سنی یا خارجی قوم یزید سے کون مراد ہی سنی یا خارجی اہل سنت وجماعت کو ان اشعار کا پڑھنا درست ہی یا نہین اگر درست نہین اور اتفاقا جہان یہ اشعار لکھے ہون نظر پڑ جائے تو کیا کرنا چاہیئے جواب اہل سنت کو ان اشعار کا کہ ہمہ تن مشتمل ہین ہجو صحابہ پر پڑھنا نہین درست ہی اور اگر اتفاقا بوجہ نہ معلوم ہونے کے پڑھ لیا یا دیکھ لیا تو کچھ گناہ یا کفارہ لازم نہ آئیگا مگر معلوم ہونے کے بعد پڑھنا حرام ہے پسر ہند سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مراد ہین انکی والدہ ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھین فتح مکہ کے زمانے تک وہ اور اُنکے شوہر ابوسفیان حضرت معاویہؓ کے والد کافر تھے فتح مکہ کے سال مین کہ سنہ آٹھ ہجری تھا دونون مشرف باسلام ہوے اور معاویہؓ بھی اُسی وقت اسلام لائے ہنگام غزوۂ احد کہ سنہ تین ہجری مین ہوا تھا ابوسفیان اور

اُنکی بی بی دونون کفار کے لشکر مین آئے تھے اُسی غزوہ مین دندان مبارک شہید ہوے تھے بعض
کہتے ہین کہ ابوسفیان نے شہید کیا تھا اور بعضے لکھتے ہین کہ عقبہ بن ابی وقاص نے شہید کیا تھا جو کافر
مر گیا اور یہی صحیح ہی اور جسنے ابوسفیان کو لکھا اُسے شبہہ پڑا کہ عقبہ کی والدہ کا نام ہندہ بنت
وہب بن الحارث بن زہرہ تھا پس چونکہ ابوسفیان کی بی بی اور عقبہ کی مان کا نام ایک ہی تھا اس لیے
اُس نے اس حرکت کو ابوسفیان کی طرف منسوب کر دیا یہی مراد ہی اُس شاعر خبیث کی مصرع
پدر او در دندان پیمبر شکست ؎ سے اور جسوقت غزوۂ احد مین حضرت حمزہ عم رسول اللہ شہید
ہوے ابوسفیان کی بی بی ہندہ نے شدت عداوت کی وجہ سے اُنکے جسد مقدس کو چاک کر کے
اُنکا جگر نکال کے چوسا یہی مراد ہی ؎ مادر او جگر عم پیمبر بمکید ؎ سے اور معاویہ نے باب خلافت مین
جو حضرت علی رض کے مقابلے کیے اور یہانتک نوبت پہونچی کہ شہادت حضرت مرتضی کے بعد امام حسن نے
مصالحہ کر لیا اور خلافت حضرت امیر معاویہ کے سپرد کر دی اسکی طرف ؎ او بناحق حق داماد پیمبر بگرفت
سے اشارہ کیا ہی اور یزید بن معاویہ نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت مین جو کچھ قبائح کیے
اُسکی طرف ؎ پسر او سر فرزند پیمبر ببرید ؎ مین اشارہ ہوا اور مراد چنین قوم سے یزید اور اُسکے
مادر و پدر و پدر پدر ہین اہل سنت کے نزدیک قبائح یزید تو البتہ قابل ملالت ہین باقی قبائح
ابوسفیان اور ہندہ کے اُن کے اسلام سے محو ہوگئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبائح
بھی خطائی الاجتہاد پر محمول ہین ان تینون حضرات صحابہ کو برا کہنا درست نہین واللہ اعلم **سوال**
نبی یا صدیق یا شہید یا ولی یا صالح کا بعد موت یا قبل موت کسی کے سر پر آنا اور اُسکی زبان پر بولنا اور
اُسکی مدد کرنا شرعا ثابت ہی یا نہین **جواب** ثابت نہین ایسے امور کا قائل واہی اُسکا قول قابل
سماعت نہین البتہ شیاطین جن ایسے کام کیا کرتے ہین جیساکہ سورۂ بقر مین ہی الذین یاکلون الربوا
لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس الایۃ سود کھانے والے قبرون سے
نہ کھڑے ہونگے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہی وہ شخص جسکو شیطان آسیب کی وجہ سے باولا کرتا ہی واللہ اعلم
حررہ سید شریف حسین عفی عنہ ہو المصوب جن کا سر پر آنا شرعا اچھی طرح ثابت ہی اور یہ شیاطین جن
کے ساتھ مخصوص نہین ہی بلکہ صلحاے جن سے بھی کسی وجہ خاص سے ایسے امور ہوا کرتے ہین جیساکہ
معائنہ آکام المرجان فی احکام الجان ولقط المرجان فی اخبار الجان سے واضح ہوتا ہی باقی سر پر آنا کسی

نبی یا صدیق یا شہید یا ولی کا اگرچہ فی نفسہ ممکن ہی مگر تصدیق اُسکے وقوع کی مورد اشتباہ ہی اس باب مین شاہ عبد العزیز دہلوی کی فارسی تحریر بہت کافی ہی اسکا ترجمہ یہ ہی ایسا تصرف بعضے مخلوقات مین کہ ملائکہ اور جن ہون عادی ہی اور بعض دوسرے مخلوقات مین کہ ارواح بنی آدم ہین خرق عادت ہی اور اولیا کے قصون مین ایسی باتین بہت ہین اور خود حضرت شیخ اکبر نے بھی اس باب مین بہت کچھ بیان کیا ہی اور ارواح بنی آدم کی ارواح جن کے ساتھ مشارکت رجیسے شیخ سدو اس امر مین نقصان کا سبب نہین ہوتا اسلیے کہ مشارکت تشکل اور تمثل مین مختلف شکلون کیساتھ ملائکہ اور شیاطین مین ثابت ہی اور اولیا سے بھی منقول ہی چنانچہ قصہ بہلول عاقل سید علی ہمدانی وغیرہ بھی اسی باب سے ہی اور ذرا بھی نقصان اور قدح ملائکہ و اولیا کا سبب نہین ہوتا اور اگر شیاطین کو اپنے نشاط کی وجہ سے انکی مشابہت ملائکہ اور اولیا کے ساتھ حاصل ہو تو کچھ حرج نہین ہی اس لیے کہ ہر جنس کے نیک اور بد آپس مین بہت سی باتون مین شریک ہوتے ہین فرق اتنا ہی کہ شیاطین مثل شیخ سدو وغیرہ کے بنی آدم کو بہکا کے اپنی نذر منواتے ہین اور پاک روحین کسی علم کے القا کرنے کے لیے یا کسی اچھی کیفیت کے پیدا کرنے کے لیے روح مین قابلیت پیدا کرتی ہین اور کسی ایک کے عمل کا دوسرے کے عمل کے ساتھ مشابہ ہو جانا صوفیہ کے نزدیک مستبعد نہین ہی لیکن علمائے ظاہر اس قسم کو تلبیسات شیاطین وجن پر محمول کرتے ہین کیونکہ اُنکے لیے ایسا تصرف باجماع ثابت ہی پس یہ کسی روح مین تصرف کرتے ہین اور کبھی بزرگون کے نامون مین سے کوئی ایک نام لے لیتے ہین تاکہ لوگ انکار نہ کرین اور تعظیم کے ساتھ پیش آوین اور انکی بات بغور سنین اور تصوف وغیرہ کے مسائل کا جاننا شیاطین اور جن کے لیے آسان ہی بعض شیاطین ایسے تصرف سے صریح اغوا کا قصد کرتے ہین اور اچھے لوگون کے سامنے انکا مکر نہین چلتا اور بعضے تعلیم وارشاد کے پردہ مین دھوکا دیکر اپنی طرف مائل کرتے ہین اور یہ ایسا دھوکا ہی کہ عام لوگون کی طرح خواص بھی اس فریب مین آجاتے ہین اور زمانہ جاہلیت مین شیاطین اکثر اسی طرح آتے تھے اور علمائے ظاہر اس دعوے پر یہ دلیل لاتے ہین کہ اگر ارواح طیبہ سے بھی ایسا ہی تصرف واقع ہوتا جیسا شیاطین سے واقع ہوتا ہی تو بڑا زبردست دھوکا ہوتا اور بڑا قوی مکر پھیلتا اور اولیا سے جو قصے منقول ہوے ہین وہ سب زندہ ولیون کے قصے ہین کہ کسی زندہ کی روح مین تصرف کرکے اُسکو بیکار محض کرکے اُسکی زبان سے خود باتین کی ہین اور اس مین کوئی شبہہ نہین ہی

کہ زندگی مین اگر کوئی شخص زندون کی روحون سے بروز روحی کا دعا کرے اور کوئی شغل یا کام اُس سے صادر ہوا اور اُس زندہ کے طرف رجوع کرکے شبہہ کو حل کرسکتا ہی بخلاف اُن روحون کے جو عالم برزخ مین ہون اور صوفیہ ارواح اولیا کا کسی مین آنا جب وہ ولی زندہ ہو یا مردہ ممکن جانتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر اس شخص کے اقوال وافعال شرع کے موافق ہون تو روح پاک ہی ورنہ خبیث بالجملہ اچھا طریقہ یہ ہی کہ تصوف کے قاعدے پر امکان کا انکار نکرنا چاہئے اور وقوع کو جو اشتباہ کے محل مین ہی تسلیم نکرلینا چاہیے واللہ اعلم **سوال** ایک شخص جو مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متحقق وموجود عالم مین کہتا ہی یہ شخص کیسا ہی **جواب** اگر مراد اثبات مماثلت نبوی ہی مماثلت جمیع صفات نبویہ ہین حتی کہ صفت رسالت مین بھی ہی تو یہ قول کفر ہی کیونکہ قرآن مین خاتم النبیین آپکی صفت موجود ہی پس دوسرے نبی کا دعوے کرنا نص قطعی کے مخالف ہے علامہ ابن شکور سلمی تمہید مین لکھتے ہین اعلموا ان الواجب علی کل عاقل ان یعتقد ان محمدا کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والآن ہو رسول اللہ وکان خاتم الانبیاء ولا یجوز بعدہ ان یکون احد نبیا ومن ادعی النبوۃ فی زماننا یکون کافرا انتہے جاننا چاہیئے کہ ہر عاقل پر واجب ہی کہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول تھے اور اب بھی ہین اور خاتم الانبیا ہین اُنکے بعد کوئی نبی ہونا جائز نہین ہی اور جو ہمارے زمانے مین دعوے نبوت کا کرے وہ کافر ہی اور اگر مراد مماثلت جمیع صفات کمالیہ محمدیہ مین سوائے نبوت کے ہے تو یہ قول فسق اور مخالف جملہ اہل سنت کے ہی جمہور علماء شرقا وغربا اس امر کا اعتقاد رکھتے ہین کہ جس طرح ذات محمدی مجمع کمالات ظاہری وباطنی ہی کوئی مخلوق نہین ہی تمہید مین ہی یجب الاعتقاد بان محمدا اعلم الخلائق و افضلہم خلافا للروافض انتہے اس بات کا اعتقاد واجب ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم جمیع مخلوقات مین سب سے زائد جاننے والے اور سب سے افضل تھے رروافض کا اس مین اختلاف ہی اور حدیث صحیح مین وارد ہی انا سید ولد ادم ولا فخر مین اولاد آدم کا سردار ہون اور مجھے کچھ فخر نہین۔ اور دوسری حدیث مین وارد ہی انا اکرم الاولین والاخرین مین اگلے پچھلون سب سے بزرگ ہون۔ اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا مین روایت کی ہی ان آمنۃ اتاہا آت بعد ستۃ اشہر من حملہا وقال یا آمنۃ قد حملت بخیر العالمین فاذا وضعتہ فسمیہ محمدا

جب حمل کے چھ مہینہ گذر گئے حضرت آمنہ کے پاس ایک آنے والا آیا اور کہا کہ اے آمنہ تم حاملہ ہوئی ہو خیر العالمین کی پس جب انکو جننا تو انکا نام محمد رکھنا۔ اور علامۂ ابن حجر مکی نعمۃ کبرے مین لکھتے ہین روی الحافظ ابو بکر بن عابد فی کتاب المولد عن ابن عباس قال لما ولد صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اذنہ رضوان خازن الجنان ابشر یا محمد فما بقی لنبی علم الا وقد اعطیتہ فانت اکثرھم علما واشجعھم قلبا حافظ ابو بکر بن عابد نے کتاب المولد مین حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا انھون نے جب حضور پیدا ہوے تو آپکے کان مین رضوان خازن جنت نے کہا مین تمکو بشارت دیتا ہون کہ تمام انبیا کا علم تمکو دیا گیا ہے پس تم باعتبار علم کے سب سے زائد عالم اور باعتبار قلب کے سب سے زائد شجاع ہو۔ اور مثل اسکے بہت احادیث اور اخبار اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ ذات محمدی افضل المخلوقات ہے ایک ہی مخلوق مثل ذات محمدی کے صفات کمالیہ مین نہین ہے چہ جائیکہ چھ مثل اور اگر مراد مماثلت صورت ظاہری مین ہے پس یہ امر شرعاً مستبعد نہین ہے ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام صورت مین اشبہ تھے صورت محمدیہ کے ساتھ مگر یہ امر اثبات طلب ہے بغیر تنقیح کے دعوی مماثلت کا صورت محمدیہ کے ساتھ جائز نہین ہے واللہ اعلم **سوال** اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت غوث اعظم کو یہ قوت حاصل ہے کہ جس مقام سے کوئی انکو پکارے اسکی ندا کو وہ سنتے ہین اور اسکے حال کی طرف متوجہ ہوتے ہین تو موافق قواعد شرعیہ کے یہ عقیدہ کیسا ہے۔ **جواب** یہ عقیدہ خلاف عقائد اہل اسلام بلکہ منجر الی الشرک ہے ہر شخص کی ندا کو ہر جگہہ سے ہر وقت سننا پروردگار عالم کے ساتھ خاص ہے کسی مخلوق مین یہ صفت نہین ہے واللہ اعلم **سوال**۔ جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لیگئے وصی مقرر کیا یا نہین علماے اہلسنت کہتے ہین کہ نہین کیا مین پوچھتا ہون یہ اکیا یا اچھا اور خلفا نے جو سقیفہ بنی ساعدہ مین کیا برا کیا یا اچھا تم پیغمبر کی جانب خطا کی نسبت کرتے ہو یا صحاب کی جانب۔ **جواب** جو علماے اہلسنت کہتے ہین درست ہے اور اسکے خلاف چلنا گمراہی ہے کیونکہ یہ امر قطعی ثابت ہے کہ خلافت کے باب مین کسی صحابی کے حق مین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی جلی نص ثابت نہین اور نہ کسی صحابی نے اسکا دعوی کیا ہے کیونکہ اگر کسی کے حق مین آپ سے کوئی نص جلی ہوتی تو چھپی نرہتی بلکہ

تواتر کے درجے کو پہونچ جاتی جیساکہ شرح مواقف مین ہی ثم عدم نص جلی معلوم قطعا لانہ
لو وجد للتواتر و لم یمکن سترہ عادۃ اذ ھو مما یتوفر الدواعی الی نقلہ وایضا لو وجد
نص جلی علی امامۃ علیؓ لمنع بہ غیرہ کما منع بہ ابوبکرؓ الانصار لقولہ علیہ السلام الائمۃ
من قریش مع کونہ خبر واحد افاطاعوہ وترکوا الامامۃ فکیف یتصور ان یوجد نص
جلی متواتر فی علیؓ وھو من قوم لا یعصون خبر الواحد فی ترک الامامۃ وشانھم فی اصلابتہ
فی الدین ما یشہد بہ بذلھم الاموال والالفۃ مہاجرتھم الاھل والوطن وقتلھم الاولاد
والاباء والاقارب فی نصرۃ الدین ثم لا یحتج علیؓ علیہم بذلک النص الجلی المتواتر ولا یقول
احد عند طول النزاع فی امر الامامۃ ما بالکم تتنازعون فیہا قد عین فلانا لہا انتھے
پھر کسی نص جلی کا نہونا قطعا معلوم ہی کیونکہ اگر کوئی نص صریح ہوتی تو قطعا متواتر ہوتی اور وہ عادۃً
چھپی نہ رہتی اس لیے کہ اُسکی نقل کے جانب بلانے والے بہت ہین اور بھی اگر نص جلی امامت علیؓ
پر پائی جاتی تو اُس سے غیر حضرت علیؓ روک دیے جاتے جیساکہ حضرت ابوبکرؓ نے انصار کو رد کدیا
اس وجہ سے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا امام قریش سے ہون گے باوجودیکہ
یہ خبر واحد تھی پس انصار نے اُنکی اطاعت کی اور امامت کو چھوڑ دیا پس یہ کسطرح خیال کیا
جاسکتا ہی کہ نص جلی متواتر علیؓ کے متعلق پائی جائے حالانکہ وہ ایک ایسی قوم ہی جو ترک امامت
مین خبر واحد کی بھی نافرمانی نہین کرتی اور دین مین اُنکی سختی کی حالت مال ومحبت کے خرچ کرنے
مہاجرت ترک وطن قتل اولاد واقارب وآبا سے معلوم ہوتی ہی پھر حضرت علیؓ اس نص جلی
متواتر سے دلیل نہ لائے اور امر امامت مین باوجود اتنے جھگڑے کے کسی نے یہ نہ کہا کہ تم لوگ
اسقدر کیون لڑ رہے ہو حضور نے تو فلان شخص کو امامت کے لیے معین فرمادیا ہی۔ اور بر
تقدیر تحقیق شق ثانی جو کچھ سائل نے کہا کہ مین پوچھتا ہون برا کیا یا اچھا اسکا جواب باختیار شق
ثانی ہی یعنے حضور نے اچھا کیا اور اس کی وجہ سے کوئی خطا آپکے ذمے عائد نہین ہوسکتی کیونکہ
آپ پر امام کا مقرر کردینا واجب نہ تھا کیونکہ آیۂ کریمہ بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل
فما بلغت رسالتہ پہونچادو جو کچھ تمپر تمھارے پروردگار کی طرف سے اُتارا گیا پس اگر تم یہ نہ کرو
تو تمنے اسکی رسالت کو نہین پہونچایا ـ مین وجوب ابلاغ جمیع ما انزل آپ پر ثابت ہی پس اگر

نصب امام بھی آپ پر واجب ہوتا تو ما انزل مین داخل ہونے کی وجہ سے وہ بھی آپ پر ضروری ہوتا اور جب ایسا نہین ہی تو حکم الٰہی کا ترک آپ سے لازم نہین آیا وھو معصوم بالاتفاق اور آپ بالاتفاق معصوم ہین۔ اگرچہ نصب امام آپ سے ثابت نہین ہی اور جو کچھ صحابہ نے سقیفۂ بنی ساعدہ مین کیا تھا عین صواب اور ادائے واجب تھا کیونکہ نفاذ احکام دین کے لیے اور خاص وعام کے امور کی مصلحت کے لیے امام مقرر کرنا اور اُسکی بیعت کرنا صحابہ پر واجب تھا کیونکہ حضور نے فرمایا ہی جیسا کہ ابن عمر سے مسلم سے روایت کی ہی من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ جو شخص مرگیا اور اُس نے کسی کی بیعت نہ کی وہ جاہلیت کی موت مرا پس واجب کے ادا کرنیکی وجہ سے کون خطا لازم آتی ہے جسکی نسبت صحابہ کے جانب کیجائے پس ہم نہ پیغمبر کے جانب خطا کی نسبت کرتے ہین نہ اصحاب کے جانب واللہ اعلم حررہ محمد گوہر علی۔ الجواب صحیح محمد ارشاد حسین الحنفی۔ الجواب صحیح محمد عبد القادر الجواب صحیح محی الدین محمد عبد القادر احمدی۔ اصاب من اجاب محمد عبد اللہ۔ الجواب ہو الجواب محمد عجائب حسین قد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب محمد عبد الغفار۔ الجواب صواب محمد ریاست علی۔ الجواب صحیح محمد امداد حسین۔ قد صح الجواب حیدر حسین۔ المجیب مصیب تفضل حسین خان۔ واقعی نص جلی سے خلافت کا ثبوت حد تواتر کو نہین پہونچا مگر اشارۃً اور دلالۃً اسکا ثبوت احادیث صحیحین سے ہوا ہی اس اجمال کی تفصیل ملا علی قاری کی تحریر کے موافق یہ ہی کہ حضور نے نماز مین حضرت ابو بکر کو امام کیا یہی خلافت کے جانب اشارہ تھا جب آپ کو معلوم ہوگیا کہ میرے اشارے کو صحابہ سمجھ گئے آپنے وصیت نامہ تحریر کرنے کو ضروری نہ جانا اور حالت مرض مین صحابہ نے بھی آپکو تحریر کی تکلیف دینا نہ چاہی واقعی نماز مین خلیفہ کر دینے کے بعد کہ قولاً وفعلاً ہر طرح حضور کے سامنے ہوا تحریر کی ضرورت باقی نہین رہی مسلمانون کو چاہیئے کہ جہان کہین انبیاء علیہم السلام اور صحابہ اور سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال وافعال مین شبہہ معلوم ہونیک تاویل کرین کیونکہ ایک مسلمان کو اسلام پر باقی رکھنا اس سے بہتر ہی کہ ہزار نئے مسلمان کرے۔ بڑے افسوس کی بات ہی کہ لوگ ممکن التاویل بلکہ ظاہر التاویل سے گریز کرتے ہین اور مخالفانہ اعتراض پیش کرتے ہین رافضیون کا عناد صحابہ کے ساتھ ایسا بڑھ گیا ہی کہ سوء ادب جناب رسالت تک ترقی پاگیا۔

اور سوال کرنے والا خطا کی نسبت حضور خاتم الانبیا علیہ التحیۃ والثنا کے جانب کرتا ہو اور خدا سے نہیں ڈرتا اس سے بڑھ کے اور کیا گمراہی ہوگی۔ عبارت شرح فقہ اکبر کی یہ ہو وفی الصحیحین عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت دخل علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الیوم الذی بدء فیہ المرض ادعی لی اباک واخاک فقد اکتب لابی بکر کتابا ثم قال یابی اللہ والمسلمون الا ابا بکر واما قول عمران استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی یعنی ابا بکر وان لا استخلف فلم یستخلف من ھو خیر منی یعنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلعل مرادہ لم یستخلف بعہد مکتوب ولو کتب عہدا لکتبہ لابی بکر بل قد اراد کتابہ ثم ترکہ وقال یابی اللہ والمسلمون الا ابا بکر فکان ھذا ابلغ من مجرد العہد فانہ علیہ السلام دل المسلمین علی استخلاف ابی بکر بالفعل والقول واختارہ لخلافتہ اختیار راض بذلک وعزم علی ان یکتب بذلک عہدا ھنالک ثم علم ان المسلمین یجتمعون علیہ فترک الکتابۃ اکتفاء بارادۃ اللہ تعالیٰ واختیار الامامۃ ثم عزم علی ذلک فی مرضہ یوم الخمیس فلما حصل لبعضہم شک ھل ذلک القول من جہۃ المرض او ھو قول یجب اتباعہ ترک الکتابۃ اکتفاء بما سبق فلو کان التعیین مما یشتبہ علی الامۃ لبینہ بیانا قاطعا للعذر ورۃ ولکن لما دلھم دلالات متعددۃ علی ان بایع ابا بکر الا سعد بن عبادۃ لکونہ ھو الذی کان یطلب الولایۃ ولذا لما بایع عمر وابو عبیدۃ ومن حضر من الانصار قال قائل قتلتم سعدا فقال عمر قتلہ اللہ ولم یقل احد من الصحابۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم نص علی غیر ابی بکر من علی وعباس وغیرھما ولو کان لا ظہرہ انتہی

اور صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس اپنے مرض کے پہلے دن تشریف لائے اور فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ میں ابو بکر کے متعلق ایک تحریر لکھ دوں پھر فرمایا کہ اللہ اور مسلمان انکار کرتے ہیں مگر ابو بکر کے لیے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ اگر خلیفہ بنایا تو خلیفہ بنایا اُس شخص کو جو مجھ سے اچھا ہی یعنے ابو بکر اور اگر نہیں خلیفہ بنایا تو نہیں خلیفہ بنایا اُس شخص کو جو مجھ سے اچھا ہو یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم پس شاید مقصود یہ ہو کہ نہیں خلیفہ بنایا کسی لکھے ہوئے عہد سے اور اگر لکھتے تو حضرت ابو بکر ہی کے لیے لکھتے بلکہ آپ نے لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا پھر یہ فرما کر چھوڑ دیا کہ نہ قبول کرے گا خدا اور مسلمان مگر ابو بکر کو پس یہ عہد سے

زیادہ بلیغ ہو اس لیے کہ آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو حضرت ابوبکر کی خلافت قول اور فعل سے بتلادی
اور انکی خلافت کو برضا و رغبت قبول فرمایا اور ارادہ کیا کہ عہد بھی لکھدین پھر یہ جان لیا کہ مسلمان
اسی پر اجماع کرینگے تو کتابت کے خیال کو خدا کے ارادے اور اختیار امامت پر اکتفا کر کے ترک
کر دیا پھر اسکا ارادہ پنجشنبہ کو مرض موت مین فرمایا لیکن پھر یہ خیال فرما کر ترک کر دیا کہ بعضون کو
شبہہ ہوگا کہ یہ قول مرض کے وجہ سے تھا یا واقعی اسکی اتباع واجب ہے اگر تعیین مشتبہ ہوتی تو
آپ اسکو ضرور بیان فرما دیتے لیکن آپ نے بہت سے طریقون پر بتلا دیا اسعد بن عبادہ سے
جو طالب ولایت تھے آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کرائی اور اسی لیے جب عمرو بن عبیدہ اور موجودین
انصار نے بیعت کی تو کسی نے کہا تھا کہ تم لوگون نے سعد کو مار ڈالا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ خدا اسکو
مارے اور صحابہ مین سے کسی نے یہ نہ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غیر ابی بکرؓ کو مثلاً حضرت علیؓ یا حضرت
عباس رضی اللہ عنہما کو مقرر فرما گئے اور اگر ایسا ہوتا تو صحابہ مین سے کوئی ضرور ظاہر کر دیتا۔ اور
صحابہ نے سقیفۂ بنی ساعدہ مین جو کچھ مشورہ تقرر خلافت کے متعلق کیا تھا اچھا تھا پہلے منا امیر
ومنکم امیر ہم مین سے ایک امیر ہو اور تم مین سے ایک امیر ہو۔ کہتے تھے جب حضرت عمر نے
ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد امر ابا بکر ان یؤم الناس وایکم تطیب نفسہ
وان یقدم ابا بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو امامت کا حکم دیا اور تم مین سے کون
اپنے کو اچھا اور حضرت ابوبکرؓ پر مقدم جانتا ہے تو سنا متفق ہو کر کہا نعوذ باللہ ان نتقدم ابا بکر
رضی اللہ عنہ اخرجہ النسائی وابو یعلی والحاکم ہم خدا سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ ہم
بڑھین ابوبکر سے اسکو نسائی اور ابو یعلی اور حاکم نے روایت کیا ہے واللہ اعلم حررہ محمد لطف اللہ
عفی عنہ صح الجواب قال التفتازانی فی شرح المقاصد لو کان نص جلی ظاہر المراد فی مثل ہذا
الامر الخطیر لتواتر واشتہر فیما بین الصحابۃ وظہر علی اجلتہم الذین لہم زیادۃ قرب بالنبی
صلے اللہ علیہ وسلم واللازم منتف والا لم یتوقفوا علی الانقیاد ولم یترددوا حین اجتمعوا
فی سقیفۃ بنی ساعدۃ لتعیین الامام ولم یقل الانصار منا امیر ومنکم امیر ولم تمل طائفۃ
الی ابی بکرؓ واخری الی علیؓ واخری الی العباسؓ فان قیل علموا ذلک وکتموہ لاغراض لہم فی
ذلک کحب الریاسۃ والعقد علی علیؓ وظنہم ان النص قد لحقہ النسخ الی غیر ذلک وترک علی المحاجۃ بہ

تقیۃ وخوفا من الاعداء وقلۃ وثوق بقبول الجماعۃ قلنا من کان لہ حظ من الدیانۃ والانصاف علم قطعاً براءۃ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عن مخالفۃ امرہ فی مثل هذا الخطب الجلیل انتھے ملخصا تفتازانی نے شرح مقاصد مین کہا ہی اگر نص جلی ظاہر المراد اس سخت امر مین موجود ہوتی تو ضرور متواتر اور صحابہ مین مشہور ہوتی اور اجلہ صحابہ پر جنکو حضور سے زائد قرب تھا پوشیدہ نرہتی اور لازم منتفی ہی ورنہ اطاعت مین توقف نہ فرماتے اور جب سقیفہ نبی ساعدہ مین تعیین امام کے لیے جمع ہوے تھے تردد نہ کرتے اور انصار منا امیر ومنکم امیر نہ کہتے اور ایک فرقہ حضرت ابوبکرؓ کے جانب اور دوسرا حضرت علیؓ کے جانب اور تیسرا حضرت عباسؓ کے جانب مائل نہوتا اگر کہا جائے کہ وہ اسکو جانتے تھے مگر اپنے اغراض مثلا حب ریاست کینۂ حضرت علیؓ کی وجہ سے یا اس گمان کی وجہ سے کہ نص منسوخ ہوگئی ہی یا اور دوسرے وجوہ کی وجہ سے چھپاتے تھے اور حضرت علیؓ نے تقیہ کرکے خوف اعدا اور جماعت کے قبول کر لینے کے وثوق کی کمی کی وجہ سے بحث نہ کی تو ہم کہین گے کہ جس مین ذرا بھی دیانت وانصاف ہی وہ قطعاً جانتا ہی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسقدر بڑے امور مین حضور کی مخالفت سے بری ہین۔ واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی **سوال اول** در مختار مین ہی وفیہا اذا سئلنا عن مذہبنا ومذہب مخالفنا قلنا وجوبا مذہبنا صواب یحتمل الخطاء ومذہب مخالفنا خطأ یحتمل الصواب واذا سئلنا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا قلنا وجوبا الحق ما نحن علیہ والباطل ما علیہ خصومنا اگر ہمسے ہمارے اور ہمارے مخالف کے مذہب کی متعلق پوچھا جائے تو ہمکو یہ کہنا واجب ہی کہ ہمارا مذہب صحیح ہی غلطی کا احتمال رکھتا ہی اور ہمارے مخالف کا مذہب غلط ہی صحت کا احتمال رکھتا ہی اور جب ہمارے اور ہمارے مخالف کے اعتقاد کے بابت دریافت کیا جائے تو ہمکو یہ کہنا واجب ہی کہ ہمارا اعتقاد صحیح اور ہمارے مخالف کا اعتقاد باطل ہی انتہی یہ عبارت شرح کی محتاج ہی اسکی صاف صاف تشریح فرمائیے اس مسئلہ کا اعتقاد رکھنا کیسا ہی اور کیا حنفیہ کے سوا مذاہب ثلثہ کو باطل جاننا ضروری ہی **سوال دوم** در مختار مین ابیات ابن مبارک مین ہے وقال ابن ادریس مقالا صحیح النقل فی حکم لطیف ٭ بان الناس فی فقہ عیال ٭ علی فقہ الامام ابی حنیفۃ ٭ فلعنۃ ربنا اعداد رمل ٭ علی من رد قول ابی حنیفۃ ٭ ابن ادریس نے

ایک بات کہی ہو جسکی نقل صحیح ہی ایک عمدہ حکم مین ردہ یہ ہی کہ لوگ فقہ مین ایک ہی عیال
ہین امام ابو حنیفہ کی فقہ پر پس ہمارے پروردگار کی لعنت ہو اتنی جتنے کہ اعداد ریل ہین اُس
شخص پر جو امام ابو حنیفہ کے قول کی تردید کرے انتہی - اس مین کئی سوال ہین پہلے کیا یہ قول
فی الواقع امام شافعی کا ہی اور سند صحیح سے ثابت ہی یا نہین دوسرے منتخب اللغات مین ہی رد فتح
اور تشدید دال کے ساتھ پلٹانا اور پلٹنا اور واپس لانا اور کوئی چیز فساد کے معنے
مین - یہان رد کے کیا معنے ہین تیسرے منتخب اللغات مین ہی لعن بالفتح کے معنے ہانکنا اور رحمت اور
نیکی سے دور کرنا اور نفرین کرنے کے ہین - چوتھے کسی کو اس بات پر لعنت کرنا جائز ہی یا نہین
پانچوین امام ابو حنیفہ کے رد کرنے والے پر لعنت بھیجنے کی کوئی اچھی دلیل ہی یا نہین - اور اگر
نہین ہی تو کیا کسی پر لعنت کرنا تا وقتیکہ کتاب و سنت سے ثابت نہو جائز ہی - چھٹے اگر قول مذکور
واقعی بہت سے جگہہ امام شافعی ہی سے منقول ہو جیسا کہ کتابون مین ہی تو بیان فرمائیے **جواب**
**سوال اول** - اس قول کو نسفی نے مصفی کے آخر مین ذکر کیا ہی اور سب نے اونہین سے اخذ کیا
ہی لیکن بظاہر یہ صحیح نہین ہی بلکہ یہ ایک ضعیف نادرست قول پر مبنی ہی اور واجب الاعتقاد
یہ امر ہی کہ مختلف فیہ مسائل مین حق واقعی مجتہدین کے اقوال مین دائر ہی یعنے ان مین سے کوئی
حق ہی لیکن بظاہر انمین سے کسی پر عمل کرنے والا بھی ماخوذ نہوگا محمد امین مشہور بہ ابن عابدین
شامی نے رد المحتار حاشیہ در مختار مین لکھا ہی - اعلم انہ ذکر فی التحریر وشرحہ ایضا انہ
یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل وبہ قال الحنفیۃ والمالکیۃ واکثر الحنابلۃ
والشافعیۃ وفی روایۃ عن احمد وطائفۃ کثیرۃ من الفقہاء لایجوز ثم ذکر انہ لو التزم
مذہبا معینا کابی حنیفۃ والشافعی فقیل یلزمہ وقیل لا وھو الاصح انتہے وقد شاع
ان العامی لامذہب لہ اذا علمت ذلک ظہر لک ان ماذکر عن النسفی من وجوب
اعتقاد ان مذہبہ صواب یحتمل لخطأ مبنی علی انہ لایجوز تقلید المفضول وانہ یلزمہ
التزام مذہبہ وان ذلک لایتاتی فی العامی وقد رأیت فی اخر فتاوی ابن حجر الفقیہ
التصریح ببعض ذلک فانہ کتب عن عبارۃ النسفی المذکورۃ ثم حرر ان قول ایمۃ الشافعیۃ
کذلک ثم قال ان ذلک مبنی علی الصحیح من انہ یجب تقلید الاعلم دون غیرہ

والاصح انہ یتخیر تقلید ای شاء ولو مفضولا وان اعتقدہ کذلک وحینئذ فلا یمکن ان یقطع او یظن انہ علی الصواب بل علی المقلد ان یعتقد ان ما ذہب الیہ امامہ یحتمل انہ الحق قال ابن حجر ثم رأیت المحقق ابن الہمام صرح بما یؤیدہ حیث قال فی شرح الہدایۃ ان اخذ العامی بما یقع فی قلبہ انہ اصوب اولی وعلی ہذا اذا استفتی مجتہدین فاختلفا علیہ الاولی ان یاخذ بما یمیل الیہ قلبہ منہما وعندی انہ لو اخذ بقول الذی لا یمیل الیہ جاز لان میلہ وعدمہ سواء والواجب علیہ تقلید مجتہد وقد فعل انتہی وقال السید احمد الطحطاوی فی حواشی الدر المختار قولہ خطأ یحتمل الصواب ہذا بناء علی ان الحق واحد وہو المشہور وانما لم نجزم بخطأ المخالف فی الفروع کما تقدم من ان المجتہد یخطی ویصیب والمراد ان ما ذہب الیہ امامنا صواب عندہ مع احتمال الخطأ اذ کل مجتہد یصیب ویخطی فی نفس الامر واما بالنظر الینا فکل واحد من الاربعۃ مصیب فی اجتہادہ فکل مقلد یقول ہذہ العبارۃ لو سئل عن مذہبہ علی لسان امامہ الذی قلدہ ولیس المراد انہ یکلف کل مقلد اعتقاد خطاء المجتہد الاخر الذی لم یقلدہ لان تقلیدہ احدا منہما انما یسوغ بقدر ضرورۃ التقلید وہی کون المقلد لیس من اہل النظر فی الادلۃ لاستنباط الاحکام الظنیۃ فیقلدہ فی العمل فقط انتہی تحریر و شرح تحریر میں ہی کہ افضل کے باوجود مفضول کی تقلید جائز ہی حنفیہ و مالکیہ و اکثر حنابلہ و شافعیہ اسی کے جانب گئے ہیں اور امام احمد اور بہت سے فقہا سے روایت ہی کہ یہ جائز نہیں ہی پھر ذکر کیا ہی کہ اگر کوئی مذہب معین لازم کر لیا ہی مثلا امام ابو حنیفہ یا شافعی کا مذہب تو اُسکو لازم ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ نہیں اور یہی صحیح ہی انتہی اور یہ بات شایع ہو گئی ہی کہ عوام کا کوئی مذہب نہیں ہی اور جبکہ تمنے یہ جان لیا تو یہ بات ظاہر ہی کہ جو نسفی نے کہا کہ اس بات کا اعتقاد واجب ہی کہ اُسکا مذہب صحیح خطا کا محتمل ہی اس بات پر مبنی ہی کہ تقلید مفضول جائز نہیں ہی اور اپنے مذہب کو لازم کر لینا ضروری ہی اور یہ عوام میں نہیں پایا جا سکتا اور میں نے آخر فتاوی ابن حجر فقیہ میں ان میں سے بعض مسائل کی تصریح دیکھی ہی پس اُنھون نے نسفی کی عبارت مذکور کو لکھکر تحریر کیا ہی کہ ائمہ شافعیہ کا یہی مذہب ہی پھر کہا ہی کہ یہ اس ضعیف خیال پر مبنی ہی کہ زیادہ جاننے والے کی تقلید واجب ہی نہ دوسرے کی اور صحیح یہ ہی کہ ہر شخص

جسکی چاہے تقلید کرے چاہے وہ مفضول ہو اور معتقد بھی مفضول ہی خیال کرے اور اسوقت یہ امر ناممکن ہی کہ یقین یا گمان کیا جائے اس بات کا کہ وہی صحیح ہی بلکہ مقلد پر اپنے امام کے مذہب کے محتمل حق ہونیکا اعتقاد ضروری ہی ابن حجر نے کہا ہی کہ مین نے محقق ابن ہمام کے کلام مین دیکھا ہی کہ اُنھون نے اسکی صراحۃً تائید کی ہی شرح ہدایہ مین ہی کہ اگر عامی نے اس بات کو اختیار کیا جو اُسکے قلب مین صحیح و درست معلوم ہوئی تو یہ اچھا ہی اسی بنا پر اگر کسی عامی نے دو مجتہدون سے کسی مسئلہ مین فتوی لیا اور اُن دونون مین اختلاف ہو گیا تو اچھا یہ ہی کہ جسکے جانب اُسکا قلب مائل ہو اُسے اختیار کرے اور اگر اُسکے قول کو اختیار کیا جس کے جانب اُس کا قلب مائل نہین ہے تو بھی جائز ہے کیونکہ اُس کا میل اور عدم میل دونون برابر ہین اور اُسپر مجتہدین سے کسیکی تقلید واجب ہی اور وہ اُس نے کی ہی انتہی سید احمد طحطاوی نے حواشی درمختار مین لکھا ہی قولہ خطاء یحتمل الصواب یہ اس بات پر مبنی ہی حق مذہب ایک ہی ہی اور یہی مشہور ہی اور مخالف کی خطا کا اس لیے یقین نہین کہ (جیسا اوپر بیان ہوا) مجتہد غلطی بھی کرتا ہی اور درست بات بھی کہتا ہی اور مراد یہ ہی کہ جس جانب ہمارے امام گئے ہین وہ درست ہی غلطی کا احتمال رکھتا ہی اس لیئے کہ ہر مجتہد غلطی بھی کرتا ہی اور درست بات بھی کہتا ہی باعتبار نفس الامر کے لیکن ہمارے اعتبار سے چارون اپنے اپنے اجتہاد مین درستی پر ہین پس ہر مقلد یہی کہیگا اگر اُس سے اُسکے امام کے مذہب کے متعلق جبکا وہ مقلد ہی پوچھا جائے۔ یہ مطلب نہین ہی کہ ہر مقلد دوسرے مجتہد کے خطا کے اعتقاد کا مکلف ہی کیونکہ تقلید وہین تک ہی جہان تک اسکی ضرورت ہی یعنے مقلد کو احکام ظنیہ کے استنباط کی دلیلون مین غور و فکر کی ضرورت نہین ہی تو عمل ہی مین تقلید کرے انتہی۔ **جواب سوال دوم** ابن مبارک کے ان اشعار مین جن مین امام شافعی کا قول بیان کیا گیا ہی ذکر لعنت وحکم لعنت (بعضون کے نزدیک) ابن مبارک کا قول ہی نہ امام شافعی کا کیونکہ بعضے محدثین مثلاً خطیب ونووی وابن حجر وغیرہ نے کہا ہی کہ امام شافعی نے فرمایا ہی جو فقہ مین متبحر ہو وہ امام ابو حنیفہ کا عیال ہی اور انکا یہ قول بہت مشہور ہی اور اسیکو ابن مبارک نے نظم کرکے کہا ہی وقد قال الخ لیکن فلعنۃ ربنا البیت مین اشکال ہی کیونکہ کسی مسلمان پر بلکہ مرنے کے بعد خاص معین کافر پر بھی لعنت جائز نہین ہی اور بعض ایمہ بعض کی تردید کیا ہی کرتے ہین اور یہ کوئی بری بات نہین سمجھی جاتی خصوصاً جب احقاق حق منظور ہو تو کیا وجہ ہی

کہ تردید امام خلیفہ خاصکر موجب لعنت ہو اور ان اشکال کا جواب جیسا کہ مین نے مقدمۂ
عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ اور دوسرے رسائل مین وضاحت سے بیان کیا ہی یہ ہی کہ لعنت
کبھی رحمت خدا سے محروم ہوجانے کے معنے مین مستعمل ہوتی ہی اور یہ لعنت مسلمانون پر بھیجنا جائز
نہین اور کبھی خدا کی اُس رحمت سے دوری کے معنون مین جو نیکون کے ساتھ خاص ہی اور
یہ گنہگارون اور فاسقون کے لیئے جائز ہی اخبار صحیحہ مین شراب پینے پلانے بنانے اور بیچنے
اور اُٹھانے والے پر اور رشوت لینے اور دینے والے پر اور سود لینے اور دینے اور اسپر شہادت
دینے اور اسکے لکھنے والے پر اور غیر خدا کے نام پر ذبح کرنے والے اور خلق خدا کو اذیت
پہونچانے والے پر اور چغلی کھانے اور کھلانے والے پر اور عورتون کے مشابہ بننے والے
مرد اور مردون کے مشابہ بننے والی عورتون پر لعنت کی گئی ہی جیساکہ صحاح ستہ وغیرہ کے
دیکھنے والے پر پوشیدہ نہین ہی اب رد امام ابوحنیفہ کا موجب فسق ہونا جو موجب ابعاد ہی
مستبعد نہین ہی پھر رد سے مراد مطلق رد نہین ہی کہ مباحثہ ایمہ کا اعتراض وارد ہو بلکہ اُنکو
حقیر جانکر اُنکی قدر و منزلت کو کم کرکے اُنکے رتبے مین طعن کرکے اور اُنکے مقلدین کو ایذا پہونچا کر
تردید کرنا جیساکہ اکثر عوام بلکہ بعضے خواص کی بھی جو عوام کے مثل ہین عادت ہی اور اسطرح
کے رد کرنے والے کے فاسق جائز اللعنۃ بمعنے ثانی ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہی اور شرعی
معین شخص پر لعنت کا فائدہ نہین دیتا ہی۔ اور اس سے حواشی درمختار مین حلبی کے اس قول
کی تصحیح ہوتی ہی المراد من قولہ رد ا محتقرا لہ منکرا ان یکون فیہ قوۃ الاجتہاد والا فلم تزل
الایمۃ ترد اقوال بعضہم مع انہم مثابون علی ذلک نظرا لنصرۃ الحق بحسب ظنہم وکان
الاسلام ان یقول علی من حط قدر ابی حنیفۃ انتہی واما قول الطحطاوی فی حواشیہ ردا
علی الحلبی وفیہ ان غایۃ من ردہ بہذہ الصفۃ المتقدمۃ ان یکون قد ارتکب محرما وہو
لا یلعن بل لا یجوز لعن کافر بخصوصہ اہ فباطل لما اسلفنا وقال ابن عابدین الشامی فی
رد المحتار ای علی من رد ما قالہ من الاحکام الشرعیۃ محتقرا لہا فان ذلک موجب للطرد
والابعاد لا لمجرد الطعن فی الاستدلال لان الایمۃ لم تزل یرد بعضہم قول بعض ولا یجوز
الطعن فی الامام لنفسہ لان غایۃ الحرمۃ فلا یوجب اللعن لکن لیس فیہ لعن شخص معین

فھو کلعن الکاذبین ونحوھم من العصاۃ انتھے مصنف کے قول رد المختصر الخ سے یہ مراد ہی کہ ان مین قوت اجتہاد کے پائے جانے کا انکار کرے ورنہ ائمہ ایک دوسرے کی تردید کیا ہی کرتے ہین اور اسپر ثواب بھی پاتے ہین اس لیے کہ انکا مقصد حق کی مدد ہوتا ہی نہیں اچھا یہ تھا کہ کہتے علی من حط قدر ابی حنیفۃ لیکن طحطاوی کا قول رد حلبی ہین (وفیہ ان غایۃ الخ اور اسمین یہ خرابی ہی کہ جس نے اسطرح رد کی وہ زیادہ سے زیادہ حرام کا مرتکب ہوا اور وہ لعنت کا مستحق نہین ہی بلکہ کسی خاص معین کا فر پر بھی لعنت جائز نہین) باطل ہی جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور ابن عابدین شامی نے رد المحتار مین لکھا ہی یعنے اُسپر جس نے احکام شرعیہ محررہ امام ابی حنیفہ کی تردید انکو حقیر جان کر کی اس لیے کہ یہ موجب ابعاد ہی نہ محض استدلال مین طعن کرنے سے کیونکہ ایمہ ہمیشہ ایک دوسرے کی تردید کرتے رہے اور نہ محض نفس امام مین طعن سے کیونکہ یہ زائد سے زائد حرام ہی تو بھی موجب لعن نہین ہی لیکن اس مین کسی شخص معین پر لعنت نہین بلکہ ویسی ہی ہی جیسا کہ جھوٹون یا اور دوسرے گنہگارون پر لعنت بھیجی جاتی ہی واللہ اعلم

**سوال**۔ کھانا یا کپڑا یا اور کوئی چیز خدا کی راہ پر کسی کو دی یا نفل نماز پڑھی اور نفل حج ادا کرکے کسی کو اسکا ثواب بخشا تو پہونچتا ہی یا نہین **جواب** عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ دونون سے مرکب ہو اگر اسکا ثواب کسی کو بخشا جائے تو پہونچتا ہی **سوال** حضرت شاہ بوعلی قلندر کے فاتحہ کے لیے سہ منی کا مقرر کرنا یا اسی طرح کسی اور کے فاتحہ کے لیے کسی خاص چیز کو مقرر کرنا جائز ہی یا نہین **جواب**۔ ایصال ثواب مین طعام معین کی تخصیص نہین ہی بلکہ جو چیز سد دیجائے اُسکا ثواب ملتا ہی اور جس کو اُسکا ثواب بخشے پہونچتا ہی **سوال** پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی شفاعت گنہگاران امت کے لیے ہوگی یا نہین۔ **جواب** ہوگی اسکا انکار کرنا بدعت اور ضلالت ہی جیسا کہ خوارج اور بعض معتزلہ اسکے قائل ہین۔ شفاعت کرتے وقت حضورؐ حمد کرتے ہوے سجدے مین جائینگے اور جبتک اللہ کی طرف سے ارفع راسک سل تعطہ اشفع تشفع یعنے سر اُٹھائیے اور مانگیے دیا جائے گا اور شفاعت کیجیے قبول کیجائیگی ارشاد نہوگا آپ سر نہ اُٹھائینگے اور حدیث مین ہی کہ جب آیت ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (عنقریب تمکو تمھارا رب عطا کریگا پس تم راضی ہوجاؤگے) نازل ہوئی۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا جبتک مین اپنی امت کی ایک ایک

شخص کو نہ بخشوا لونگا ہرگز راضی نہونگا۔ اور حدیث شریف مین ہی شفاعتی لاھل الکبائر من امتی رواہ احمد وغیرہ میری شفاعت اپنی امت کے اہل کبائر کے لیے ہی اور کتاب الوصیۃ مین امام ابوحنیفہ سے مروی ہی کہ شفاعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام اہل جنت کے لیے اگرچہ صاحب گناہ کبیرہ ہون حق ہی۔ **سوال**۔ اہل خیر جیسے علما شہدا وغیرہ بھی شفاعت کرینگے یا نہین۔ **جواب** اہل خیر کی شفاعت بھی حق ہی قصیدہ امالیہ مین ہی۔ ومرجو شفاعۃ اہل خیر۔ لاصحاب الکبائر کالجبال۔ یعنی اہل کبائر سے بہتون کے لیے اہل خیر کے شفاعت کی امید ہی **سوال**۔ خدا کو رحیم سمجھکر بے خوف ہو جانا یا اسکو قہار سمجھکر ناامید ہونیکا کیا حکم ہی **جواب** کفر ہی ایمان خوف اور رجا کے بیچ مین ہی حدیث مین ہی لو وزن خوف المومن ورجاؤہ لاعتدلا اگر مومن کا خوف اور رجا تولا جائے تو اعتدال کی حالت مین ہوگا۔ اور کتب عقائد مین ہی والیاس من اللہ کفر والامن من اللہ اللہ سے مایوس ہوجانا اور بے خوف ہوجانا کفر ہی **سوال** جسنے تمام عمر نماز نہ پڑھی ہو اور ایمان قلبی رکھتا ہو اور ایمان کے منافی کوئی فعل اس سے صادر نہوا ہو اور ایمان پر کھڑا ہو تو اُسکا کیا حال ہوگا **جواب** وہ مومن ہی اللہ کو اختیار ہی اگر چاہے بخشدے کیونکہ اُس نے فرمایا ہی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء شرک کے سوا جس گناہ کو اللہ چاہیگا بخشدیگا۔ اور اگر چاہے سزائے اعمال دینے کے بعد جنت مین بھیجے۔ **سوال**۔ غرغرہ کے وقت اگر کوئی کافر ایمان لائے یا مسلمان توبہ کرے تو کیا حکم ہی **جواب** ایمان یاس مقبول نہین ہی اور ظاہر حدیث سے جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہی معلوم ہوتا ہی کہ اُسوقت کی توبہ بھی قبول نہین ہوتی اور اُن حدیثون سے جنکو ابن جریر اور بخاری نے تاریخ مین اور حاکم اور ابن منذر وغیرہ نے روایت کیا ہی ثابت ہی کہ جب تک روح باقی رہتی ہی توبہ قبول ہوتی ہی اسی لیے امام زاہد کہتے ہین کہ ایمان یاس باجماع مقبول نہین اور توبہ یاس اسکی مشیت مین ہی چاہے اپنے فضل سے قبول کرے چاہے تاخیر توبہ کی وجہ سے بلحاظ عدل نہ قبول کرے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین۔ فی الخلاصۃ ایمان الیاس غیر مقبول وتوبۃ الیاس المختار انہا مقبولۃ انتہی ولا یخفی ان ہذہ الروایۃ مخالفۃ لظاہر الدرایۃ حیث ورد قولہ علیہ السلام ان اللہ یقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر بل النص الصریح فی قولہ سبحانہ وتعالیٰ ولیست التوبۃ للذین الآیۃ انتہی خلاصہ مین ہے

خوف کا ایمان مقبول نہین ہی اور خوف کی توبہ مختار یہ ہی کہ قبول ہی انتہی اور یہ پوشیدہ نہین ہی
کہ یہ روایت ظاہر روایت کے خلاف ہی کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ اللہ اپنے بندے کی توبہ قبول
کرتا ہی جبتک کہ اُسکے گلے سے غرغر کی آواز نہ نکلنے لگے بلکہ نص صریح مین ہی ولیست التوبۃ للذین
الآیۃ اور مشکوۃ شریف مین ہی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ
یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر رواہ الترمذی وابن ماجۃ انتہی حضرت ابن عمر سے مروی
ہی کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اللہ بندے کی توبہ قبول کرتا ہی جبتک گلے سے غرغر
کی آواز نہ نکلے اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہی اس حدیث کا ظاہر یہ ہی کہ موت
کے وقت توبہ کفر سے ہو خواہ معصیت سے قبول نہین ہوتی اور ظاہر آیۂ کریمہ کا بھی یہی
ہی مگر بعض علما کہتے ہین کہ توبہ معصیت سے صحیح ہی اور کفر سے صحیح نہین پس انکے نزدیک ایمان
یاس غیر مقبول اور توبہ یاس مقبول ہی اور در منثور مین ہی اخرج ابن جریر عن الحسن قال بلغنی
ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان ابلیس لما رأی آدم اجوف قال وعزتک
لا اخرج من جوفہ مادام فیہ الروح فقال اللہ تبارک وتعالی وعزتی لا احول بینہ وبین
التوبۃ مادام الروح فیہ واخرج ابن المنذر عن ابن عمرو قال ما من ذنب مما یعمل بین السماء
والارض یتوب منہ العبد قبل ان یموت الا تاب اللہ علیہ واخرج احمد والبخاری فی
التاریخ والحاکم وابن مردویۃ عن ابی ذر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ یقبل توبۃ عبدہ
ویغفر لعبدہ مالم یقع الحجاب قیل وما وقوع الحجاب قال تخرج النفس وہی مشرکۃ انتہی ابن جریر نے حسن سے
روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شیطان نے آدم علیہ السلام کو جوف دار دیکھا تو
کہا تیری عزت کی قسم مین اس کے جوف سے جبتک اس مین روح رہے گی نہ نکلونگا پس اللہ تعالے نے
فرمایا میری عزت کی قسم جب تک اس مین روح رہے گی اس کے اور توبہ کے درمیان کچھ حائل نہ ہوگا
اور ابن منذر نے ابن عمرو سے روایت کی ہی اور کہا ہی کہ کوئی گناہ جو آسمان و زمین کے درمیان
کیا جائے اور بندہ اس سے قبل مرنے کے توبہ کرے نہین ہی مگر یہ کہ خدا توبہ کو قبول کر لیتا ہی اور
احمد و بخاری نے تاریخ مین اور حاکم و مردویہ نے ابی ذر سے روایت کی ہی کہ حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ
والثنا نے فرمایا ہی کہ اللہ اپنے بندے کی توبہ کو قبول کرتا ہی اور اپنے بندے کو بخشدیتا ہی جبتک کہ

حجاب نہ واقع ہو پوچھا گیا کہ حجاب کا واقع ہونا کیا ہی آپ نے فرمایا کہ نفس نکلے اور وہ مشرک ہو انتہی
اور تفسیر احمدی مین ہو قد اختلف فی قبول ایمان الباس عن الکافر و توبة الباس عن العاصی
و لم یفصل احکامہما احد مثل ما فصلہ الامام الزاهد حیث اورد ههنا کلاما طویلا حاصلہ
ان ایمان الباس یکون غیر مقبول بالاجماع و توبة الباس فی مشیة الله تعالی ان شاء
قبل لشرف ایمانہ و کان فضلا منہ و ان شاء لم یقبل لتقصیرہ و تاخیرہ و کان عدلا و ما من
مومن الا و یتوب عند الباس من المعاصی کما انہ ما من کافر الا و یتوب عن الکفر
وقت الباس لقولہ تعالے و ان من اهل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ و ایمان
الباس هو الذی لا یکون مسموعا لاحد حتی لو سمع منہ فی تلک الحالة لا یکون ایمان باس
بل یکون ایمان اختیار و لکن مع هذا لا یثبت کونہ من اهل الجنة لانہ تعالی یعلم باطنہ و
ظاهرہ فان وافق بالباطن ظاهرہ یقبل و الا و ان رای الملك عیانا و ارتفع عنہ حجاب
الله تعالی لا یقبل ایمانہ لانہ ح ایمان الباس فلا یقبل لقولہ تعالی فلم یك ینفعہم ایمانہم لما
رأو باسنا و ما اشتہر من ان العبرة فی الایمان و الکفر بالخاتمة فلیس ذلك باعتبار الباس
بل باعتبار حالة الاختیار و توبة الباس ان قلنا لم تقبل کما ذهب الیہ اهل خراسان
ابطلنا حرمة الایمان و ان قلنا تقبل سویا بین حالة الاختیار و الاضطرار و اثبتنا الامان
لکل فاسق من العذاب فیؤل الی مذاهب المرجیة فالاولی هو التعلیق بمشیة الله تعالی
کما قلنا هذا حاصل کلامہ انتہے خوف کی حالت مین کافر کے ایمان اور گنہگار کی توبہ قبول
ہونے مین اختلاف ہی اور ان کی احکام کی امام زاہد کی طرح کسی نے تفصیل نہین کی ہی انھون نے
اس جگہہ ایک بہت بڑی بحث لکھی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ ایمان خوف بالاتفاق غیر مقبول ہی
اور توبۂ خوف مشیت الٰہی پر موقوف ہی اگر چاہے تو شرف ایمان کے بدولت قبول کرلے
اور یہ اُسکا فضل ہوگا اور اگر چاہے تو اُسکی تاخیر و تقصیر کے بدولت نہ قبول کرے اور یہ
اُسکا عدل ہی اور ہر مومن خوف کے وقت گناہون سے توبہ کرتا ہی جیسا کہ ہر کافر خوف کے
وقت کفر سے توبہ کرتا ہی کیونکہ خدا نے فرمایا ہے نہین ہی کوئی اہل کتاب سے مگر یہ کہ مرنے کے قبل
خدا پر ایمان لائیگا اور ایمان خوف وہ ہی جسے کسی نے سنا ہو یہان تک کہ اس حالت مین اگر

کوئی اُس سے ایمان لانے کو سن لے تو وہ ایمان خوف نہوگا بلکہ ایمان اختیار ہوگا لیکن باوجود اسکے
اسکا اہل جنت سے ہونا ثابت نہین کیونکہ خدا اُسکے باطن اور ظاہر کو جانتا ہی پس اگر اُس کا ظاہر
باطن کے موافق ہوگا تو ایمان قبول کر لیا جائے گا ورنہ نہین اور اگر فرشتون کو دیکھ لیا اور اس سے
خدا کا حجاب اٹھ گیا تو اُسکا ایمان مقبول نہین کیونکہ اسوقت یہ ایمان یاس ہی پس مقبول
نہوگا کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی پس اُنکو اُنکا ایمان نفع ندیگا جبکہ اُنھون نے ہمارے خوف
کو دیکھ لیا اور جو مشہور ہی کہ ایمان وکفر مین خاتمہ کا اعتبار ہی تو یہ خوف کے اعتبار سے نہین ہی
بلکہ حالت اختیار کے اعتبار سے ہی اور توبہ خوف اگر ہم کہین کہ مقبول نہین ہی جیسا کہ اہل سنت
کا مذہب ہی تو ہم حرمت ایمان کو باطل کر دین گے اور اگر ہم کہین کہ مقبول ہی تو اختیار و اضطرار
کی حالت کو مساوی کر دینگے اور ہر فاسق کے لیے عذاب سے امان ثابت کرین گے تو یہ مذہب
مرجبہ کی جانب لوٹ آئیگا پس اولی خدا کی مشیت پر معلق کرنا ہی جیسا کہ ہمنے کہا یہ اُن کے
کلام کا حاصل ہی۔ واللہ اعلم **سوال**۔ جو اعتقاد رکھے کہ ارواح مشائخ کے حاضر ہین اور سب کچھ
جانتے ہین اُسکے لیے کیا حکم ہی **جواب** وہ کافر ہی بزازیہ مین ہی من قال ارواح المشائخ حاضرون
یعلمون یکفر انتھے جو شخص کہے کہ ارواح مشائخ کے حاضر ہین جانتے ہین وہ کافر ہی واللہ اعلم
**سوال**۔ جو شخص مرتکب کبیرہ کو کافر جانتے اور اُس کے پیچھے نماز نا جائز سمجھے اسکو سنی المذہب
سمجھنا چاہیئے یا نہین **جواب** سنی نہین ہی کیونکہ ہمارا عقیدہ یہ ہی کہ کبیرہ گناہ مومن کو ایمان سے
خارج نہین کرتا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی صلوا خلف کل بر و فاجر ہر نیک اور
فاجر کے پیچھے نماز پڑھو واللہ اعلم **سوال**۔ رحلت نبوی کے بعد جن ازواج مطہرات نے انتقال
فرمایا وہ کتنے تھین اور اُن کے نام کیا کیا ہین **جواب**۔ نو تھین سودہ بنت زمعہ آپ نے شوال
کے مہینے مین ۵۴ھ مین مدینہ منورہ مین انتقال فرمایا عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما
آپکا نکاح مکہ معظمہ مین ہجرت سے دو سال یا تین سال پہلے شوال کے مہینے مین ہوا اور نکاح کے
وقت آپ چھ برس کی تھین اور نو برس کے سن مین مدینہ مین آپ ہمبستر نبوی ہوئین اور
۵۶ھ یا ۵۷ھ مین سترھوین رمضان کو مدینہ منورہ مین انتقال فرمایا اور بقیع مین دفن ہوئین
حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہجرت کے تیسرے سال نکاح ہوا اور ۴۵ھ مین انتقال فرمایا

ایسا ہی ابن حجر نے کہا ہی ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان آپ نکاح کے وقت حبشہ مین تھین اور نجاشی نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انکا مہر چار سو دینار ادا کیا آپ نے سنہ ۴۴ھ مین مدینہ منورہ مین انتقال فرمایا ام سلمہؓ آپنے سنہ ۶۲ھ مین ازواج مین سب سے بعد انتقال فرمایا اور بعض کے نزدیک آپنے سنہ ۵۹ھ مین انتقال فرمایا ایسا ہی ابن حجر نے کہا زینبؓ بنت جحش آپ ازواج مین آنحضرتؐ کے بعد سب سے پہلے سنہ ۲۰ھ مین انتقال فرمایا جویریہؓ بنت حارث آپکی وفات سنہ ۵۶ھ مین ہوئی صفیہؓ خیبر کی لڑائی مین آپ اسیر ہو کے آئی تھین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو آزاد کیا اور آزاد کرنے کو آپکا مہر قرار دیا سنہ ۵ھ مین انتقال فرمایا میمونہؓ آپ نے سنہ ۵۱ھ مین وفات فرمائی اور سرف مین دفن ہوئین۔ واللہ اعلم **سوال**۔ حضور کے سامنے معاشرت کے بعد آپکی کتنی بیبیون نے انتقال فرمایا تھا **جواب** تین نے خدیجہؓ بنت خویلد نے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا سن ان سے نکاح کرتے وقت پچیس برس دو مہینہ دس دن کا تھا حضرت خدیجہؓ نے ہجرت سے پہلے وفات فرمائی زینبؓ بنت خزیمہ نے کہ انکا نکاح ہجرت سے تیسرے سال ہوا اور آنحضرتؐ کے پاس دو یا تین مہینے زندہ رہین۔ ماہ بنت الصلت آپ نے خلوت صحیحہ سے پہلے انتقال فرمایا واللہ اعلم **سوال** جن بیبیون کو حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے اپنی زندگی مین جدا کر دیا تھا کے تھین **جواب** آٹھ تھین (۱) فاطمہ بنت ضحاک انھین آپ نے اس بات کا اختیار دیا تھا کہ چاہے حضور کی خدمت مین رہین چاہے دنیا کو اختیار کر لین انھون نے دنیا کو اختیار کیا پس حضور نے انھین جدا کر دیا۔ (۲) شراف خواہر دحیۂ کلبی (۳) خولہ بنت ہذیل (۴) اسماء جونیہ (۵) عمرہ بنت یزید (۶) قبیلۂ غفار کی ایک عورت (۷) عالیہ بنت ظبیان ان سب کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل دخول طلاق دی (۸) اور ایک عورت سے جب آپنے قربت کا ارادہ فرمایا تو اُس سے کہا اپنا نفس مجھے دے اُس نے کہا کوئی رئیسہ اپنے نفس کو بازاری شخص کے حوالے نہین کرتی پس آپنے اُسکو جدا کر دیا۔ **سوال** تقلید اور اجتہاد کو کیا جاننا چاہیئے **جواب** مسائل شرعیہ کے نکالنے مین کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہین اور اجتہاد جناب سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے پسند فرمایا ہی بخاری نے روایت کی ہی قال رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم من اجتہد واصاب فلہ اجران ومن اجتہد واخطأ فلہ اجر واحد
یعنے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی جس نے اجتہاد کیا اور صحیح کیا اُسکے لیے دو اجر
ہین اور جس نے اجتہاد کیا اور غلط کیا اُسکے لیے ایک اجر ہی۔ اور اجلہ صحابہ نے جیسے حضرت
ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعبد اللہ بن مسعود ومعاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہ نے اجتہاد
کیا ہی اور تقلید کہتے ہین اقوال اور افعال ہین اپنے غیر کی پیروی کرنے کو اور یہ ایسا امر ہی جسکا
حکم خدا اور رسول نے بھی دیا ہی اللہ تعالی فرماتا ہی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولے
الامر منکم اطاعت کرو اللہ کی اور اُسکے رسول کی اور اپنے مین سے یعنی مسلمانون مین سے صاحب حکم کی اور تفسیر
احمدی مین ہی والحق ان المراد کل اولی الحکم اما ماکان او امیرا سلطانا کان او حاکما عالما
کان او مجتہدا قاضیا کان او مفتیا علے حسب مراتب التابع والمتبوع لان النص مطلق
فلا یتقید من غیر دلیل لخصوص انتھے وروی الترمذی واحمد انہ علیہ السلام قال
واطیعوا اذا امرکم وقال اللہ تعالے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور حق یہ
ہی کہ مراد ہر صاحب حکم ہے امام ہو یا امیر سلطان ہو یا حاکم عالم ہو یا مجتہد قاضی ہو یا مفتی تابع
اور متبوع کے مراتب کے موافق کیونکہ نص مطلق ہی تو بلا دلیل خصوص مقید نہ کیجائے گی انتھے
اور ترمذی اور احمد نے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اطاعت
کرو اپنے حکم والون کی اور اللہ تعالے نے فرمایا ہی پس دریافت کرو اہل ذکر سے اگر تم نہ جانتے
ہو **سوال** شب قدر افضل ہی یا بقول بعض محدثین شب میلاد نبوی افضل ہی **جواب**
تمام راتون پر شب قدر کی بزرگی منصوص اور کئی طرح سے ثابت ہی (۱) اس رات مین ارواح
اور ملائکہ کا نزول زمین پر ہوتا ہی (۲) شام سے صبح تک تجلی باری تعالے آسمان اول پر ہوتی
ہی (۳) لوح محفوظ سے آسمان اول پر نزول قرآن اسی رات مین ہوا ہی اور انھین بزرگیون
کی وجہ سے تسکین اور تسلی امت محمدیہ کے لیے اس ایک رات کی عبادت ثواب مین ہزار مہینون
کی عبادت سے زائد ہی اللہ تعالی نے فرمایا ہی لیلۃ القدر خیر من الف شہر شب قدر ہزار مہینون
سے افضل ہی اور حدیث مین بھی اس رات کے جاگنے کی تاکید آئی ہی اور بعض محدثین نے جو شب
میلاد کو شب قدر پر فضیلت دی ہی تو اُنکا یہ منشا نہین ہی کہ شب میلاد کی عبادت ثواب مین

شب قدر کی عبادت کے برابر ہو کیونکہ ثواب اور عقاب کی حالت یہ ہو کہ جب تک نص قطعی نہ پائی جائے کسی کام کو باعث ثواب نہین قرار دے سکتے مگر شب میلاد کو شب قدر پر اپنے افتخار ذاتی سے خدا کے سامنے فضیلت حاصل ہو قصیدہ ہمزیہ فی احوال خیر البریہ مین ہو مصرع تتباهى بك العصفور - آپ پر چڑیان فخر کرتی ہین - وقال الشیخ عبد الحق المحدث الدهلوی رحمه الله فی ما ثبت من السنة ثم اذا قلنا انه ولد لیلا فتلك اللیلة افضل من لیلة القدر بلا شبهة لان لیلة المولد لیلة ظهوره صلی الله علیه وسلم ولیلة القدر معطاة له وما تشرف بظهور ذات المشرف من اجله اشرف مما شرف بسبب ما اعطیه ولان لیلة القدر تشرف بنزول الملائكة فیها ولیلة المولد شرفت بظهوره صلی الله علیه وسلم ولان لیلة القدر وقع التفضیل فیها علی امة محمد صلی الله علیه وسلم ولیلة المولد الشریف وقع التفضیل فیها علی سائر الموجودات انتهی وقال الشیخ المحدث الحافظ ابن حجر الازمنة والامكنة تتشرف بشرف من یكون فیها وما یكون فیها من المزایا والكمالات ولذا قال بعضهم ان لیلة مولده صلی الله علیه وسلم افضل من لیلة القدر انتهی اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ما ثبت من السنہ مین لکھتے ہین پھر جب ہم کہتے ہین کہ حضور شب مین پیدا ہوے تو یہ رات شب قدر سے بلاشبہہ افضل ہو کیونکہ شب میلاد آپکے ظہور کی رات ہو اور شب قدر آپ کو دی گئی ہو اور جسے ذات مشرف کے ظاہر ہونے کی سبب سے شرف ہو وہ اس وجہ سے اشرف ہو اُس سے جسے عطیہ ہونے کی وجہ سے شرف حاصل ہوا اور اس وجہ سے کہ شب قدر کو نزول ملائکہ کی وجہ ہی شرف حاصل ہو اور شب میلاد کو حضور سرور کائنات علیہ افضل السلام والتحیات کی وجہ سے اور شب قدر مین امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت حاصل ہوئی اور شب میلاد مین تمام موجودات کو انتھی اور حافظ ابن حجر محدث رحمہ اللہ نے کہا ہو زمانون اور مکانون کو اُنکی وجہ سے شرف حاصل ہوتا ہو جو اُن مین ہوتے ہین اور جو اُن مین خوبیان اور کمالات ہوتے ہین اور اسی وجہ سے بعضون نے کہا ہو کہ شب میلاد شب قدر سے افضل ہو۔ **سوال**۔ امامت کیا چیز ہو اور امام کون ہو اور اس حدیث کو کیا معنے ہین من لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة الجاهلیة جسنے امام زمانہ کو نہ پہچانا وہ

جاہلون کی موت مراد ہے جو وارد ہوا ہے کہ ہر صدی کی شروع مین کوئی مجدد دین ہوگا تو اس زمانہ مین کون اسکا مصداق ہے **جواب** امامت عبارت ہے خلافت رسول سے دین کے قائم رکھنے مین اور دنیا کے انتظام کی حفاظت کرنے مین اور امام اُسے کہتے ہین جسکی فرمانبرداری تمام لوگون پر واجب ہو ایسا ہی شرح مواقف مین اور اُسکی شرح مین ہے پس کسی گاؤن کا امیر یا شہر کا امیر امام نہین ہوسکتا ہے اور امام کو ظاہر ہونا چاہیئے تاکہ لوگون کو اس سے فائدہ پہونچے پوشیدہ نہونا چاہیئے اور امام کے لیے مسلمان مرد آزاد عاقل بالغ قریشی ہونا شرط ہے اور معصوم ہونا شرط نہین ہے یا یہ کہ امام زمانے کے لوگون مین سب سے افضل ہو اور عامہ مسلمین کو واجب ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو اپنا امام بناکر سوائے امور نامشروعہ کے تمام امور مین اُسکی فرمانبرداری کرین لقولہ علیہ السلام لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق خالق کی نافرمانی مین مخلوق کی اطاعت نہین ہے فی شرح المسائرۃ لابن الھمام واذا قضینا بنفوذ قضایا اھل البغی فی بلادھم التی غلبوا علیہا لمسیس الحاجۃ فکیف لا نقضی بصحۃ الامامۃ مع فقد الشروط عند لزوم الضرر العام ابن ہمام شرح مسائرہ مین لکھتے ہین اور جبکہ ہمنے اہل بغی کے احکام کے نافذ ہونے کا حکم اُن بلاد مین جن پر وہ غالب ہین حاجت کی وجہ سے دیا تو پھر ہم ضرر عام کی صورت مین بدون شرائط صحت امامت کا کیونکر حکم نہ دین گے انتہی وفی المرقاۃ لا تصح خلافۃ العبد لقولہ علیہ السلام الائمۃ من قریش قلت لکن یصح امارتہ مطلقا وکذا خلافتہ تسلطا کما ھو فی زماننا فی جمیع البلدان انتھی اور مرقاۃ مین ہے کہ غلام کی خلافت صحیح نہین ہے کیونکہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش سے ہین مین کہتا ہون لیکن اُسکی امارت مطلقا اور اسی طرح اُسکی خلافت تسلطا صحیح ہے جیساکہ ہمارے زمانے مین آجکل تمام جگہون مین ہے۔ اور حدیث من لم یعرف الخ مین امام سے نبی مراد ہے جیساکہ خلخالی نے ذکر کیا ہے یا قرآن مراد ہے کیونکہ یہود کے زمانے مین توریت اور نصاریٰ کے زمانے مین انجیل امام تھی اور امت محمدیہ کے زمانے مین قرآن امام ہے اور بعض متکلمین نے حدیث کے معنی یون لکھے ہین فمن لم یعرف امام زمانہ مع انہ فی ظل امامتہ فقد عاش عیش الجاھلیۃ فیموت میتتہ جاھلیۃ انتھے یعنے جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ جانا باوجودیکہ وہ امامت کے سایہ مین رہا پس اُس نے جاہلیت کی زندگی بسر کی اور وہ جاہلیت کی موت مریگا اور بعض نے

معنے یون لکھی ہین من لم یعرف امام زمانہ ای الامام الذی بایعہ المسلمون واھل الحل والعقد واجمعوہ اماماً فمن لم یعرف انہ امام وانکر امامتہ وتخلف عن بیعتہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ انتھے اور جس شخص نے اپنے زمانے کے امام کو نہ جانا یعنے اُسے جسکے ہاتھ پر مسلمانون اور اہل حل وعقد نے بیعت کی ہے اور اُسے امام کیا ہی نہ پہچانا کہ یہی امام ہی اور اُسکی امامت کا انکار کیا اور اُسکی بیعت کو توڑ ڈالا پس وہ جاہلیت کی موت مرا اور ہر سیکڑے کی شروع مین مجدد دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہوتا ہی اور اُسے خدا ہی جانتا ہی ہر وہ شخص کہ صاحب برکات ہو اور اس سے دین قائم ہو اور عالم مین اُسکا فیض پہنچے وہ مجدد دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق ہو سکتا ہی **سوال** - اللہ کا کلام کہ اُسکی صفت ہی اور قدیم ہی اور اُسے کلام نفسی کہتے ہین اُسکا نزول اور تنزیل کیونکر ہوا - **جواب** - کلام نفسی حرف اور صوت کی قسم سے نہین ہی اور اس صفت قدیم کا نازل ہونا محال ہی مولانا یعقوب بنیانی رحمہ اللہ تہذیب الکلام کی شرح مین تحریر فرماتے ہین ذھب اھل الحق الی ان کلامہ تعالی لیس من جنس الاصوات والحروف بل ھی صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذات اللہ تعالی منافیۃ للسکوت والآفۃ انتھے اہل حق اس جانب گئے ہین کہ خدا کا کلام جنس اصوات و حروف سے نہین ہی بلکہ یہ صفت ازلی ہی جو خدا کی ذات سے قائم ہی اور سکوت اور آفت کے منافی ہی انتہی - مگر کلام لفظی جسکی قرا تلاوت کرتے اور حفاظ پڑھتے اور کاتب لکھتے ہین اور علماے اصول کی اصطلاح اور عرف شریعت مین اسی کو قرآن کہتے ہین غیر کلام نفسی ہی اور دال ہی کلام نفسی پر جو صفت الٰہی ہی اور روح الامین حضرت جبریل علیہ السلام اسی کو لائے اور اسی کو حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے سامنے پڑھا اور حضور کے گوش مبارک مین پہونچایا اور اسی کو حضرت سرور کائنات علیہ الصلوات والتحیات نے یاد رکھا اور پڑھا اور لوگون کو سنایا فی التفسیر الکبیر اذا قلنا لھذہ الحروف المتوالیۃ والاصوات المتعاقبۃ انھا کلام اللہ کان المراد انھا الفاظ دالۃ علی الصفۃ القدیمۃ القایمۃ بذات اللہ تعالی واذا قلنا کلام اللہ تعالی قدیم لم نرد بہ الا تلک الصفۃ القدیمۃ انتھے تفسیر کبیر مین ہی اور جبکہ ہم ان حروف متوالیہ اور اصوات متعاقبہ کو یہ کہتے ہین کہ وہ خدا کا کلام ہی تو اس سے مراد یہ ہوتی ہی کہ یہ الفاظ صفت قدیمہ پر جو خدا کے ساتھ قائم ہے دلالت کرتے ہین اور جب ہم کہتے ہین کہ خدا کا کلام قدیم ہی تو ہم اس سے یہی صفت قدیمہ مراد لیتے ہین - اور طرق نزول مین کئی احتمال لکھے گئے ہین (۱) اللہ تعالے نے جبرئیل علیہ السلام کو

اپنا کلام سنوایا اور انھین اُس عبارت پر قادر کردیا جو اس کلام قدیم کی تعبیر کرے (۲) اللہ تعالےٰ نے لوح محفوظ مین اس نظم کی کتابت کو خلق کیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُسے پڑھا اور یاد کرکے خدمت نبوی مین لائے (۳) اللہ تعالیٰ نے اصوات اور الفاظ مقطعہ کو پیدا کیا جبرئیل علیہ السلام نے اُسے لیا اور انھین علم ضروری حاصل ہوا اس معنے کرکے کہ یہ عبارت کلام قدیم پر دال ہے قال الامام الرازی ان جبرئیل علیہ السلام سمع فی السماء کلام اللہ تعالیٰ فنزل علی الرسول فان قیل کیف یسمع جبرئیل علیہ السلام کلام اللہ وکلامہ لیس من الحروف والاصوات عندکم قلنا یحتمل ان یخلق اللہ تعالیٰ سماعا لکلامہ ثم اقدرہ علی عبارۃ یعبر بھا عن ذلک الکلام القدیم ویجوز ان یکون اللہ تعالیٰ خلق فی اللوح المحفوظ کتابۃ بھذا النظم فقراہ جبرئیل فحفظ ویجوز ان یخلق اصواتا مقطعۃ لھذا النظم المخصوص فتلقفہ جبرئیل ویخلق علما ضروریا بانہ ھو العبارۃ المودیۃ لمعنے ذلک الکلام القدیم انتھی وقال القاضی البیضاوی والانزال نقل الشئ من اعلیٰ الی اسفل وھو انما یلحق المعانی بتوسط لحوق الذوات الحاملۃ لھا ولعل نزول الکتب الالٰھیۃ علی الرسل بان یتلقفہ الملک من اللہ تلقفا روحانیا ویحفظہ من اللوح المحفوظ وینزل بہ فیلقیہ علی الرسول انتھے امام رازی نے کہا ہو کہ جبرئیل علیہ السلام آسمان پر خدا کا کلام سنتے تھے پھر اُسکو رسول پر نازل کرتے تھے پس اگر کہا جائے کہ جبرئیل علیہ السلام خدا کا کلام کیونکر سنتے تھے حالانکہ خدا کا کلام تمھارے نزدیک حروف و اصوات سے نہین ہے تو ہم کہین گے کہ احتمال ہو کہ خدا اپنے کلام کے سننے کا کوئی طریقہ پیدا کردے پھر اُنکو اسکی قدرت دے کہ وہ اس کلام قدیم کو الفاظ سے تعبیر کرین اور جائز ہے کہ اللہ تعالےٰ نے لوح محفوظ مین اُسکو لکھدیا ہو اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پڑھکر یاد کرلیا اور جائز ہو کہ اس نظم کے لیے اصوات مقطعہ کو پیدا کردیا ہو پس اُسے حضرت جبرئیل علیہ السلام یاد کرلیتے ہون اور علم ضروری پیدا کردیتا ہو اس بات کا کہ یہی وہ عبارت ہو جو کلام قدیم کو ادا کرتی ہو انتہی اور قاضی بیضاوی نے کہا ہو کہ انزال شئے کو اوپر سے نیچے لانے کو کہتے ہین اور یہ معنے فانی کو بواسطہ اُنکے اٹھانے والے ذات کے لاحق ہوتے ہین اور شائد کہ رسولون پر کتب الٰہیہ اس طرح نازل ہوتے ہون کہ فرشتے اُسی روحانی طرح پر یاد کرلیتے ہون یا لوح محفوظ سے یاد کرتے ہون اور اُنکو لیکر نازل ہوتے ہون اور رسول کے

اُسکا القا کر دیتے ہون انتہی **سوال** - بدن سے نکلنے کے بعد مومنین اور کفار کی روحین کہان رہتی ہین **جواب** فتح العزیز مین ہی کہ علیین ایک مقام ساتون آسمان کے اوپر ہی اس علیین کے نیچے کا حصہ سدرۃ المنتہی سے ملا ہوا اور اوپر کا حصہ عرش کے داہنے پائے سے ملا ہوا ہی نیکون کی روحین قبض ہونے کے بعد وہان رہتی ہین اور مقربین بارگاہ حضرت رب العزت یعنے انبیا اور اولیا وہان رہتے ہین اور عوام صلحا کی روحین آسمان دنیا مین یا آسمان و زمین کے بیچ مین یا چاہ زمزم مین رکھی جاتی ہین اور جسد کے ساتھ بھی روحون کا تعلق باقی رہتا ہی - اور ساتوین زمین کے نیچے ایک کالا بدبو دار پتھر ہی ابلیس اور دوسرے شیاطین جب اوکار وانوار سے بھاگتے ہین وہین جاتے ہین کفار فجار کی روحون کو قبض ہونے کے بعد پہلے آسمان تک لیجاتے ہین آسمان کے نگہبان فرشتے ان روحون کے لیے دروازہ نہین کھولتے اور روحون کو آنے نہین دیتے ہین پھر اُن روحون کو زمین پر لاتے ہین جب یہان بھی کوئی جگہ اُنھین قبول نہین کرتی تو ساتوین زمین کے اسی پتھر کے نیچے اس روح کو پہونچاتے ہین وہان یہ روحین طرح طرح کے عذابون مین پھنسی رہتی ہین و فی خزانۃ الروایات ناقلا عن العقیدۃ المعینیۃ النسفیۃ اما ارواح الانبیاء علیہم السلام فتخرج من جسدھم و تصیر مثل صورتھا من المسک والکافور و تکون فی الجنۃ و تاکل و تتنعم و تاوی باللیل الی قنادیل معلقۃ بالعرش و اما ارواح الشہداء فتخرج من جسدھم و تدخل فی اجواف طیر خضر فی الجنۃ تاکل و تتنعم و تاوی باللیل الی قنادیل معلقۃ بالعرش و اما ارواح المطیعین من المومنین فی ربض الجنۃ لا تاکل ولا تمتع ولکن تنظر فی الجنۃ و اما ارواح العصاۃ من المومنین فھما مابین السماء والارض فی الھواء و اما ارواح الکفار فھی فی اجواف طیر سود فی السجین تحت الارض السابعۃ انتہے و فی العقائد السنیۃ فی منہاج العمال ان ارواح المومنین فی السماء السابعۃ ینظرون الی منازلھم فی الجنۃ انتہے اور صاحب خزانۃ الروایات نے عقیدہ معینیہ نسفیہ سے نقل کر کے لکھا ہی لیکن انبیا علیہم السلام کی روحین اُن کے جسمون سے نکلتی ہین اور اونکی صورت کے مثل مشک اور کافور سے بنجاتی ہین اور جنت مین رہتی ہین اور کھاتی ہین اور نعمتون سے حظ اُٹھاتے ہین اور رات کو قندیلون مین جو عرش مین لٹکتی ہین رہتی ہین

شہدا کی روحین جب اُن کے جسم سے نکلتی ہین تو سبز طائرون کے پیٹون مین داخل ہو جاتی ہین جو جنت مین رہتی ہین اور وہان کھاتی ہین اور نعمتون سے حظ اٹھاتی ہین اور رات کو قندیلون مین جو عرش مین لٹکتی ہین رہتی ہین اور مومن اطاعت کرنے والون کی روحین جنت مین رہتی ہین نہ کھاتی ہین نہ فائدہ اُٹھاتی ہین لیکن جنت کو دیکھتی رہتی ہین اور نا فرمانبردار مومنون کی روحین آسمان اور زمین کے درمیان ہوا مین رہتی ہین اور کفار کی روحین سیاہ طائرون کے جوف مین داخل ہو کر سجین مین جو ساتوین زمین کے نیچے ہی رہتی ہین اور صاحب عقائد سنیہ منہاج العمال سے نقل کر کے لکھتے ہین مومنین کی روحین ساتوین آسمان سے اپنے اُن مکانونکو دیکھتی ہین جو جنت مین اُنکے لیے ہین سوال۔ مرنے کے بعد کسی کو جنتی یا دوزخی اعتقاد کرنا چاہیے یا نہین جواب کسی کے باطن کا حال یا اُسکا خاتمہ کیونکر ہوا سوا خدا کے کسی کو معلوم نہین ہی لہذا اعتقاد نہ کرنا چاہیے کہ فلان آدمی جنتی ہی یا دوزخی ہی البتہ کہہ سکتے ہین کہ فلان شخص نے جنت مین جانے کے کام کیے اور فلان شخص نے دوزخ مین داخل ہونے کے اعمال کیے سوال اہل سنت کا عقیدہ ہی الصحابۃ کلھم عدول یعنے سب صحابی عادل تھے پس دریافت طلب یہ امر ہی کہ عدالت سے کیا مراد ہی جواب یہ عقیدہ نہ عقائد کی پرانی کتابون مین ہی نہ علم کلام مین بلکہ اس فقرہ کو محدثین اصول حدیث راویون کے عادل ہونے کے بیان مین لاتے ہین جس شخص نے اس فقرہ کو عقائد مین داخل کیا ہی وہ وہین سے اسکو لایا ہی اور عدالت روایت مین جھوٹ کے قصد سے بچنے کو کہتے ہین اور اس مین کوئی شبہہ نہین کہ تمام صحابہ متصف بعدالت تھے اور حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا پر جھوٹ الزام لگانے کو سخت گناہ جانتے تھے۔ سوال اصحاب کہف کے بارے مین اہل سنت وجماعت کا کیا عقیدہ ہی جواب مشہور اور معتبر مذہب یہ ہی کہ اصحاب کہف زندہ ہین اور امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ اُٹھین گے اور ایک ضعیف روایت مین ہی کہ شب معراج مین جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت اصحاب کہف پر گذر کیا اور وہ لوگ آپ پر ایمان لاکے پھر سو رہے سوال پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا واجب القبول ہی یا نہین جواب جو دعا الہام یا امر الٰہی یا لوازم ومتعلقات نبوت سے ہو واجب القبول ہی ورنہ نہین۔ سوال۔ رافضیون کو کافر جاننا چاہیئے یا مسلمان۔ جواب

یہ مسئلہ اختلافی ہو تحقیق یہ ہو کہ جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دین وہ بدعتی ہین کافر نہین ہین اور جو لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہون یا اُنکو خلافت کا مستحق نہ جانتے ہون یا شیخین کو گالی دینا حلال جانتے ہون اُنھین اکثر فقہانے کافر لکھا ہو فی الخلاصۃ والرافضی ان فضل علیا غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر انتھے رافضی اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوسرے خلفاء رضوان اللہ علیہم اجمعین پر فضیلت دے تو وہ مبتدع ہو اور اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہو۔ اور بعضون نے روافض کو مرتد لکھا ہو اور لکھا ہو کہ انکی توبہ قبول نہو گی اس لیے کہ تقیہ کے جائز ہونے کا اعتقاد رکھتے ہین اور بعض فقہاء روافض کے اسلام کے قائل ہین اور کہتے ہین جو شخص نص قطعی کا بلا تاویل انکار کرے اور کہے کہ گو نص قطعی وارد ہوئی ہو مگر مین اسے قبول نہین کرتا وہ کافر ہو اور جو تاویل نص کا انکار کرے اگرچہ وہ تاویل تاویل ہونے کے لائق نہ ہو تو کافر نہو گا جیسے روافض شیخین کو محبوب رسول اور خلیفۂ رسول سمجھکر گالی نہین دیتے بلکہ اُنکے نزدیک حضرات شیخین نہ محبوب رسول ہین نہ خلیفۂ رسول **سوال**۔ ایمان اور کفر کسے کہتے ہین اور کفر کی کتنی قسمین ہین۔ **جواب** اُن چیزون کی تصدیق کرنا جو رسول لائے ہین ایمان ہو اور عدم ایمان کفر ہو کفر کی چار قسمین ہین (۱) کفر جہل یعنے نبی کو جھوٹا جاننا دعوی نبوت مین جیسے ابوجہل کا کفر (۲) کفر جحود وعناد یعنی نبی کو نبی سمجھکر جھٹلانا جیسے اہل کتاب کا کفر قال اللہ تعالیٰ وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اُن سے اُن کے دل منکر ہو گئے ناانصافی اور تکبر کی وجہ سے (۳) کفر شک جیسے اکثر منافقین کو تھا (۴) کفر تاویل یعنے نبی کے کلام کو غیر محل پر یا تقیہ پر یا مراعات مصالح پر محمول کرکے کافر ہونا **سوال** فقہاء اسلام کے قائل ہین کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا شیخین کو گالی دے وہ کافر ہے اور بعض فقہانے معتزلہ کو کافر کہا ہو اور اہل سنت کے قواعد مین سے لا یکفر احد من اھل القبلۃ ہو یعنے اہل قبلہ مین سے کوئی کافر نہین ہوتا ہو۔ پس اس کے واقعی معنے کیا ہین۔ **جواب** مولانا شمس الدین خیالی رحمہ اللہ نے اس قاعدہ کی تاویل مین لکھا ہو معنے ھذا القاعدۃ

ان لا یکفر فی المسائل الاجتہادیۃ اذ لا نزاع فی تکفیر من انکر ضروریات الدین اس قاعدے کے معنے یہ ہین کہ مسائل اجتہادیہ مین کافر نہین ہوتا کیونکہ منکر ضروریات دین کے کافر ہونے مین کوئی جھگڑا نہین ہی۔ اور بعض کہتے ہین کہ اس قاعدے مین اہل قبلہ سے وہی لوگ مراد ہین جو ضروریات دین کے منکر نہون اور جو ضروریات دین کے منکر ہون وہ اہل قبلہ ہی نہین ہین پس اسکی تکفیر ہو جائے گی۔ **سوال** ضالہ اور مبتدع فرقے کو نجات حاصل ہوگی یا نہین **جواب** اگر ضلال اور بدعت کفر اور انکار ضروریات دین کی حد تک نہ پہونچے ہون تو نجات کی امید رکھنا چاہیئے **سوال** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے مین اہل سنت کے علما کا کیا عقیدہ ہی۔ **جواب** بعضون نے انھین کافر اور ناری کہا ہی اور بعض کے نزدیک یہ جنتی ہین اور اس مین تین مسلک ہین (۱) یہ کہ اُنکی وفات کفر اور شرک پر ہوئی لیکن سزا نہ پائینگے اس لیے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی بعثت سے پہلے وفات کر گئے قال اللہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اللہ تعالے فرماتا ہی جبتک ہم رسول نہین بھیج لیتے کسی گروہ پر عذاب نہین کرتے (۲) یہ کہ اُنکی وفات کفر اور شرک پر ہوئی لیکن پھر زندہ کیے گئے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لائے (۳) یہ کہ ان دونون نے اپنی عقل سے یا دین ابراہیمی کے استماع سے شرک کی برائی کو جانا اور توحید کا اعتقاد کر کے بتون سے کنارہ کشی اختیار کی اور حضور کی تشریف آوری کی خبر سنکے آپ کے ولادت کے انتظار مین رہے اور قطعی ارادہ کر لیا تھا کہ اگر آپکے بعثت کے زمانے کو پائینگے تو ایمان لائینگے پس گو ایمان تفصیلی ان حضرات کا ثابت نہین مگر ایمان اجمالی ثابت ہی اور امام اعظم کوفی رحمہ اللہ کا فقہ اکبر مین ووالدا رسول اللہ ماتا علے الکفر (یعنے جناب سرکائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کے ماں باپ نے کفر کی حالت مین وفات فرمائی) کہدینا اس مسلک کے منافی نہین ہی کیونکہ ممکن ہی کہ ایمان تفصیلی نہ پائے جانے کی وجہ سے کفر کا لفظ استعمال کیا ہو **سوال** شیاطین کا آدمی کے بدن مین تصرف کرنا جیسے آسیب کہتے ہین سچ ہی یا نہین **جواب** اکثر فرق اسلام کے نزدیک مسلّم ہی اور معتزلہ نے اس مین اختلاف کیا ہے یتخبطہ الشیطان من المس کے تحت مین صاحب تفسیر نیشاپوری نے لکھا ہی واکثر المسلمین

علی ان الشیطان قادر علی الفزع والقتل والایذاء بتقدیر اللہ تعالیٰ اور اکثر مسلمانونکا خیال ہی کہ شیطان ڈرانے اور قتل کرنے اور دکھ دینے پر خدا کے قادر کرا دینے سے قادر ہی **سوال** انسان مرنے کے بعد انسان کے جسم مین تصرف قتل یا ایذا کے ساتھ کرتا ہی یا نہین - **جواب** علمائے اہل سنت کا اس مسئلہ مین اختلاف ہی بعض نے اس تصرف کا انکار کیا ہی اس دلیل سے کہ اگر انسان صالح ہی تو یہ ایذا اُسکی صلاح کے منافی ہی اور اگر فاسق یا کافر ہی تو موکلان عذاب کے ہاتھ سے کیونکر چھوٹ سکیگا جو کسی کو ایذا پہونچائے اور بعض نے اس تصرف کا اقرار کیا ہی مگر اقرار کرنے والون مین بھی دو گروہ ہو گئے ہین ایک گروہ کہتا ہی کہ انسان کافر ہو یا مومن ظالم ایذا دینے والا یا باعلان زنا کرنے والا ہو یا مرتد بغیر تائب ہونے کے بعد عالم برزخ مین ارادۂ الٰہی سے مسخ ہو کے جن ہو جاتا ہی خصوصاً جبکہ جنابت کی حالت مین مرے تو جن ہو کے انسان کے جسمون مین تصرف کرتا ہی اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اگرچہ آپکی امت کا عالم شہادت مین مسخ ہونا مفقود ہی مگر عالم برزخ مین بطریق تعذیب ہوگا اور ایسا نہین ہی کہ ہر کافر یا ہر بدکار مومن مسخ ہو جائے بلکہ جسے اللہ چاہے گا وہ مسخ ہو جائیگا اور صلحا اور اتقیا گو جنابت کی حالت مین مرین مسخ نہین ہوتے ملا معین ؒ نے شرح برزخ مین اس مقام کو بہت تفصیل سے لکھا ہی اور دوسرے فرقے کا قول ہی کہ نہ انقلاب ہوتا ہی نہ مسخ بلکہ موافق قول من تشبہ بقوم فھو منھم (جسنے مشابہت کی کسی قوم سے وہ اُنھین مین سے ہی) کے جو آدمی جنون کا کام کرتا ہی اُسے عرف مین بھوت کہتے ہین **سوال** میزان قیامت کے دن پل صراط پر گذرنے کے بعد رکھی جاویگی یا پہلے **جواب** پل صراط پر گذرنے سے پہلے کیونکہ میزان اس پہچان کے لیے ہی کہ کون جنتی اور کون دوزخی ہی اور مرور صراط جنت اور دوزخ مین جانے کا وسیلہ ہی اور یہ جو حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہی ان لم تجدینی عند الصراط فاطلبنی عند المیزان یعنے حضور روحی فداہ نے فرمایا ہی اگر تم مجھے صراط کے قریب نہ پاؤ تو میزان کے قریب ڈھونڈھو اُسکی مخالف نہین ہی کیونکہ حضور کی غرض یہ ہی کہ مین ان تین جگھون مین سے کسی ایک جگہہ مین ضرور ہونگا پس اسکی صورت یہ ہوگی کہ آپ پہلے صراط کے قریب ہونگے جب امت کا گروہ وزن اعمال سے نجات پاکر جنت کی طرف جانے لگے گا راہ مین پل صراط پر پاؤن لڑکھڑائے گا انھین بچانے

کے لیے آپ وہان تشریف لیجائینگے جب وہان سے فارغ ہونگے پھر میزان کے پاس آ کھڑے
ہون گے اور بقیہ امت کو اس دشواری سے چھڑائینگے جب یہ گروہ پل صراط طے کرنے لگے گا آپ
پھر تشریف لیجائینگے علی ہذا القیاس چند مرتبہ یہی صورت پیش آئے گی جیسے ہم دنیا مین لڑائی یا
تقریبون مین دیکھتے ہین کہ کام کرنے والے اور امرا کبھی اس کام کے لیے ادھر آتے ہین کبھی دوسرے
کام کے لیے دوسری طرف جاتے ہین اور یہ آمد و رفت اُنکی مقتضاے ریاست ہی **سوال**
اصحاب مذاہب اربعہ تابعی تھے یا تبع تابعی اور مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی اور مذہب پر
عمل کرنا بُرا ہی یا نہین **جواب**۔ امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ
تبع تابعی ہین اور امام ابوحنیفہ بعض کے نزدیک تابعی ہین قال فی التجنیس والمزید صح ان
اباحنیفۃ کان من التابعین روی عن عدۃ من الصحابۃ انتھی صاحب تجنیس فرماتے ہین
اور یہ صحیح ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہین انھون نے بہت سے صحابہ سے روایت کی ہی اور
بعض کہتے ہین کہ امام صاحب کے زمانے مین کئی صحابی زندہ تھے مگر امام صاحب اُن سے مل نسکے
حاصل کلام کا یہ ہی کہ ائمہ اربعہ نے بڑی کوشش سے مسائل کو قرآن اور حدیث اور اجماع سے نکالا ہی
جہان صریحی نص نہین ملی وہان رعایت شرائط کے ساتھ اجتہاد کیا اور ان مین سے کسی ایک نے
یہ نہین کیا کہ حدیث صحیح کو ترک کر کے اپنی رائے پر عمل کیا ہو اور اب ہمین سوا تقلید کے کوئی چارہ ہی
نہین ہی اور اسی پر اجماع ہی کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی مذہب پر عمل نہ کرے فی الاشباہ
وما خالف الائمۃ الاربعۃ مخالف للاجماع وان کان فیہ خلاف لغیرھم فقد صرح فی التحریر
ان الاجماع انعقد علی عدم العمل بمذھب مخالف للاربعۃ لانضباط مذاھبھم وانتشارھا
وکثرۃ اتباعھم انتھی اشباہ مین ہی اور جو ائمہ اربعہ کے خلاف ہو وہ اجماع کے خلاف ہی اور اگر
اُنکے علاوہ سب کا اختلاف ہو تو تحریر مین اس کی تصریح ہی کہ اجماع اس بات پر منعقد ہی
کہ مذاہب اربعہ کے خلاف مذہب پر عمل نہ کرنا چاہیے کیونکہ اُنکے مذاہب منضبط اور متبعین بہت
ہین۔ **سوال** مکہ افضل ہی یا مدینہ زادہ اللہ شرفہما الی یوم القیامۃ **جواب** مکہ سے مدینہ کے افضل
ہونے یا مدینہ سے مکہ کے افضل ہونے مین اختلاف ہی جو لوگ مدینہ کو مکہ پر فضیلت دیتے ہین
حدیث کو سند مین پیش کرتے ہین منجملہ اُنکے وہ حدیث ہی جسکو بخاری اور مسلم نے حضرت انس رض

سے روایت کیا ہی کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ماجعلت بمکۃ من البرکۃ انتھے اے اللہ مدینہ کو مکہ سے دوچند برکت دے۔ اور وہ حدیث ہی جسکو شیخین نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہی کہ فرمایا حضور سرور کائنات علیہ الصلوات والتحیات نے اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد انتھے اے اللہ محبوب کر دے ہمارے لیے مدینہ کو جیساکہ محبوب کردیا تو نے ہمارے لیے مکہ کو یا اس سے بھی اکثر اور جو لوگ مکہ کو مدینہ سے افضل جانتے ہین وہ بھی حدیثون کو سند مین لاتے ہین منجملہ اُن کے وہ حدیث ہی جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہی کہ جناب خاتم النبیین صلواۃ اللہ وسلامہ الی یوم الدین نے مکہ کے جانب مخاطب ہو کر فرمایا ہی واللہ انک لخیر ارض اللہ الی اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ ولولا انی اخرجت منک ماخرجت انتھے خدا کی قسم تو خدا کی زمین مین سب سے اچھی زمین ہی اور خدا کو اُس کی زمین مین سب سے زائد محبوب ہی اور اگر مین تجھسے نہ نکالا جاتا تو مین نہ نکلتا۔ اور فتح العزیز مین ہی ہر شہر مین تمام اقسام کے لوگ ہوتے ہین اور تجارتین اور عمارتین اور مقابر اور مساجد وغیرہ بھی ہوا کرتے ہین لیکن کعبہ کے سوا کسی شہر مین خدا کا ایسا گھر نہین ہی جہان تجلی دائمی ہوتی ہو اور خلق اللہ کی عبادت کا قبلہ سوا کعبہ کے کوئی دوسرا شہر نہین ہی ان تمام مراتب کے ساتھ ایک شرف مکہ کو یہ بھی حاصل ہی کہ یہین حضور روحی فداہ پیدا ہوے اور یہین مبعوث بہدایت ہوے پس یہی شہر اسرار وحی محمدی کا جامع ہی **سوال** یزید کے حق مین کیسا اعتقاد رکھنا چاہیئے **جواب** بعض کہتے ہین کہ جب یزید مسلمانون کے اتفاق سے امیر ہو گیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام پر اُسکی طاعت واجب ہو گئی اور یہ نہین جانتے کہ باوجود حضرت امام حسین علیہ السلام کی مخالفت کے امیر ہو گیا تو مسلمانون کا اتفاق ہی کب ہوا ایک جماعت صحابہ اور اولاد صحابہ کی اُسکی طاعت مین داخل نہین ہوئی تھی اور جن لوگون نے اُسکی اطاعت قبول کی تھی اُن مین سے بہتون نے جب اُسے شرابی اور تارک صلوۃ اور زانی دیکھا تو مدینہ منورہ مین پلٹ آئے اور بیعت سے پھر گئے۔ یہ جو لوگ کہتے ہین کہ اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا نہ حکم دیا تھا نہ اسپر رضی تھا اور قتل کے بعد بھی وہ یا اُسکے اہل بیت اس خبر سے خوش نہین ہوے غلط ہی قال العلامۃ

التفتازانی فی شرح العقائد النسفیۃ والحق ان رضی یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذالک واھانۃ اھلبیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احاداً نتھے
علامۂ تفتازانی شرح عقائد مین فرماتے ہین اور حق یہ ہی کہ یزید کا امام حسین علیہ السلام کے قتل اور اسکی بشارت اور اہانت اہل بیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راضی ہونا اُن چیزون مین سے ہی جنکے معنے متواتر ہین اگرچہ تفاصیل آحاد ہین۔ اور بعض کہتے ہین کہ امام حسین علیہ السلام کا قتل گناہ کبیرہ ہی کفر نہین ہی اور لعنت کافرون کے لیے مخصوص ہی اور یہ نہین جانتے کہ کفر تو ایک طرف ہی خود ایذاے رسول کیا بُرا نتیجہ رکھتی ہے قال اللہ تعالیٰ ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو اذیت پہونچاتے ہین اونپہ خدا دنیا اور آخرت مین لعنت کرتا ہی اور ان کے لیے سخت عذاب مقرر کیا ہی اور بعض کہتے ہین کہ یزید کے خاتمہ کا حال معلوم نہین ممکن ہی کہ اُس نے اس کفر اور معصیت سے توبہ کی ہو اور توبہ کرکے مرا ہو اسی جانب امام غزالی نے احیاء العلوم مین میل کیا ہی۔ جاننا چاہیئے کہ احتمال توبہ احتمال ہی ورنہ اُس بے سعادت نے ایسا برا کام کیا ہی جو اُمت مین کسی نے نہ کیا ہوگا حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل اور اہانت اہل بیت کے بعد مدینۂ منورہ کے خراب کرنے کو اور اہل مدینہ کے مارڈالنے کے لیے لشکر بھیجا تھا جسکی بدولت تین دن تک مسجد نبوی مین نہ اذان ہوسکی نہ نماز پھر حرم اور مکہ پر اس نے لشکر کشی کی اور اسی جنگ کے بدولت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حرم کے اندر شہید ہوئے اور یزید ایسے ہی مشاغل مین مشغول تھا کہ مرگیا اُسکے بیٹے معاویہ نے ممبر پر کھڑے ہوکر اپنے باپ کی برائیان کین واللہ اعلم بمافی الضمائر۔ اور بعض لوگ بیباکانہ اسپر لعنت کرنے کو جائز جانتے ہین امام احمد حنبل وغیرہ نے یزید پر لعنت کی ہی اور ابن جوزی نے اپنی کتاب مین سلف سے اُسپر لعنت کرنے کو نقل کیا ہی اور علامۂ تفتازانی نے اُسپر اور اُسکے ساتھیون پر لعنت کی ہی اور بعض بالکل خاموش رہی ہین نہ اُسے اچھا کہتے ہین نہ بُرا سب سے اچھا مسلک یہ ہی کہ اُس شقی کو ترحم اور مغفرت سے یاد نہ کرے اور لعنت جو کافرون کے لیے مخصوص ہی اُس سے بھی اپنے زبان کو آلودہ نہ کرے کیونکہ باوجود کفر کے شیطان پر بھی لعنت نہ کرنا برا نہین ہی صاحب قصیدہ امالیہ فرماتے ہین

ولم یلعن یزید ابعد موتہ ÷ سوی المکثار فی الاغراء غال ÷ یزید پر مرنے کے بعد تعریت میں زیادتی اور عفو کرنے والے کے سوا کوئی لعنت نہیں کرتا ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (ابو الحسنات محمد عبد الحی)

# کتاب القرآن

سوال قرآن شریف کے رسم خط کے قاعدے سے صیغہ مفرد کے بعد الف لکھتے ہیں جیسے سورۂ رعد میں ہو الیہ ادعوا والیہ ماٰب اور اسی طرح سورۂ جمعہ میں رسولا یتلوا علیہم اور کہیں وا و زائد جیسے اولئک میں اور کہیں یے زائد لکھتے ہیں یہ قاعدہ نحویوں کے قواعد کے خلاف ہو پس اسی بدل دینا چاہیئے یا جیسا مصحف عثمانی میں ہو باقی رکھنا چاہیئے - جواب جیسا ہے ویسا ہی رہنے دینا چاہیئے اور بدلنا درست نہیں ہو علامہ جلال الدین سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں القاعدۃ العربیۃ ان اللفظ یکتب بحروف ہجائہ مع مراعاۃ الابتداء بہ والوقف علیہ وقد مھد النحاۃ لہا اصول وقواعد وقد خالفہا فی بعض الحروف خط مصحف الامام وقال اشہب سئل مالک ہل کتب المصحف علی ما احدثہ الناس من الہجاء فقال لا الا علی الکتبۃ الاولی رواہ الدانی فی المقنع ثم قال ولا مخالف لہ من علماء الامۃ وقال فی موضع اخر سئل مالک عن الحروف فی القراٰن مثل الواو والالف الاتری ان یغیر اذا وجد فیہ کذلک قال لا قال ابو عمرو یعنی الواو والالف المزیدتین فی الرسم المعدومتین فی اللفظ نحوا ولو قال الامام احمد یحرم مخالفۃ خط مصحف عثمان فی واو ویاء او الف او غیر ذلک (عثمان الدانی ۱۲) وقال البیہقی فی شعب الایمان من کتب مصحفا فینبغی ان یحافظ علی الہجاء الذی کتبوا فیہ تلک المصاحف ولا یخالفہم فیہ ولا یغیر مما کتبوا شیئا فانہم کانوا اکثر علما واصدق قلبا ولسانا واعظم امانۃ منا فلا ینبغی ان نظن بانفسنا استدراکا علیہم انتہی عربی کا قاعدہ یہ ہو کہ لفظ اپنے حروف ہجا ء سے لکھا جائے اور ابتدا و وقف کا لحاظ رکھا جائے اور نحویوں نے اسکے لیے بہت سے اصول اور قواعد بنائے ہیں اور بعض حروف میں خط مصحف امام ان قواعد کے خلاف واقع ہوا ہی اور اشہب نے کہا ہی کہ مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کیا قرآن

لوگون کے نکالے ہوے حروف ہجار کے موافق لکھا گیا ہی پس اُنھون نے کہا نہین بلکہ کتابت کے پہلے طریقہ پر لکھا گیا ہی روایت کیا ہی اسکو دانی نے مقنع مین اور علماے امت مین کوئی اُنکا مخالف نہین ہی اور دوسری جگھہ کہا ہی امام مالک سے قرآن مین حروف (مثل واو و الف) کے متعلق پوچھا کہ اگر وہ اس طرح (یعنے خلاف قاعدہ) پائے جائین تو کیا اُن مین تغیر کیا جائیگا اُنھون نے فرمایا نہین ابو عمرو (عثمان الدانی) نے کہا ہے یعنے واو اور الف زائد خط مین جو لفظ مین نہون مثلاً اولوا امام احمد نے کہا ہی مصحف عثمان رضہ کے واو یا یا الف - یا اور کسی حرف مین مخالفت حرام ہی بیہقی نے شعب الایمان مین کہا ہی کہ جو مصحف کو لکھے اسے اُن ہجار کا یاد رکھنا جن مین مصاحف لکھے گئے ہین ضروری ہی اور اُنکی مخالفت نہ کرے اور جو کچھ لکھا ہی اُسکو نہ بدلے کیونکہ وہ علم مین زائد قلب و زبان کے سچے امانت مین ہمسے پکے تھے توہمکو اپنے دل سے اُسپر زیادتی کا گمان نہ کرنا چاہیے - اور دوسری جگھہ لکھا ہی وقال الکرمانی فی العجائب کانت صورۃ الفتحۃ فی الخطوط قبل الخط العربی الفا وصورۃ الضمۃ واوا وصورۃ الکسرۃ یاءً فکتب لا اوضعوا بالالف مکان الفتحۃ وایتاءِ ذی القربی بالیاء مکان الکسرۃ واولئک ونحوہ بالواو مکان الضمۃ لقرب عہدھم بالخط الاول انتھے کرمانی نے عجائب مین کہا ہی فتحہ کی صورت خط عربی کے قبل کے خطون مین الف کی تھی اور ضمہ کی صورت واو کی اور کسرہ کی صورت یار کی پس لا اوضعوا مین الف کو فتحہ کی جگہ اور ایتاءِ ذی القربی مین ی کو کسرہ کی جگھہ اور اولئک وغیرہ مین واو کو ضمہ کی جگھہ لکھا ہی کیونکہ انکا زمانہ خط اول کے زمانہ سے قریب تھا **سوال** جو شخص قرآن شریف کے کسی حرف کو دوسرے حرف سے بدل دے یا کم کردے یا زائد کردے وہ کافر ہی یا نہین **جواب** کافر ہی فی الشفاء للقاضی عیاض قد اجمع المسلمون علی من نقص من القرآن حرفا قاصدا لذلک او بدلہ بحرف اٰخر مکانہ او زاد فیہ حرفا اٰخر مما لم یشتمل علیہ المصحف الذی وقع الاجماع علیہ واجمع علی انہ لیس من القرآن عامدا لکل ھذا انہ کافر انتھے قاضی عیاض شفار مین لکھتے ہین مسلمانون نے اس پر اجماع کر لیا ہی کہ جو شخص قرآن مین قصدا کوئی حرف کم کرے یا اسکو دوسرے حرف سے بدل کر اُسی جگھہ لکھدے یا کوئی اور حرف بڑھا دے جو مجمع علیہ مصحف مین نہین پایا جاتا ہی اور اُس کے قرآن مین نہونے پر

اجماع ہو وہ کافر ہی **سوال** قرات صحیحہ کیا ہی اور ضعیف اور شاذ اور باطل کون ہی۔ **جواب**
ابن جزری نے نشر مین لکھا ہی کہ جو قرأت کسی طریقہ سے بھی عربیت کے موافق ہو یا کسی ایک مصحف
عثمانی سے مطابقت رکھتی ہو اگرچہ احتمالا ہی ہو اور اسکی سند صحت کو پہونچی ہو تو وہی قرارت صحیح
ہی اُسکا انکار درست نہین ہی خواہ قرا سبعہ سے منقول ہو یا قرا عشرہ سے اور جو قرأت اس
شروط ثلثہ کے مخالف ہو وہ ضعیف یا شاذ یا باطل ہی ایسا ہی صاحب اتقان نے دانی اور
ابو شامہ اور کواشی وغیرہ سے نقل کیا ہی **سوال** ایک قرأت کو دوسری قرأت سے کسی آیہ یا سورہ
مین ملا دینا مثلاً قرأت حفص کو قرأت ابن عامر سے ملانا درست ہی یا نہین **جواب** ابن صلاح
اور نووی نے کہا ہی کہ قرارت سبعہ یا عشرہ مین سے جس قرأت مین پڑھنا شروع کیا ہو تو اولی
یہ ہی کہ اُسی قرأت مین تمام کرے اور اگر ایک پورا جملہ اس قرارت مین پڑھکے دوسرے جملہ کو
دوسری قرارت مین شروع کیا تو بھی جائز ہی اور بعض ائمہ نے مطلقا ایک قرأت کو دوسری قرارت سے
ملا دینے کو منع کیا ہی اور ابن جزری کہتے ہین کہ اگر دو قراءتون کے ملا دینے سے ایسا کلام پیدا ہو جائے
جو عربیت اور لغت کے اعتبار سے مہمل ہو تو قراءتون کا ملا دینا جائز نہین ہی جیسے فتلقی ادم من ربہ
کلمات مین (آدم نے اپنے رب کے کلمات پائے) ابن کثیر کی قرأت کے لحاظ سے رفع کلمات اور
غیر ابن کثیر کی قرارت سے رفع آدم لینے سے کلام مہمل ہو جائیگا لہذا یہ صورت درست نہین اور
اگر بہ لحاظ روایت ہی پس جن راوی یا قاری کی قرأت کا التزام کیا ہی وہی پڑھے اگر ملا دے گا
تو روایت مین کذب لازم آئیگا اور یہ ممنوع ہی اور اگر تلاوۃً پڑھتا ہی تو ملا دینا جائز ہی اس لیے
کہ سب قرآن ہی ایسا ہی اتقان مین ہی **سوال** قرارت سبعہ متواترہ ہی یا مشہورہ۔ **جواب**
بعض قرائتین حد تواتر کو پہونچ گئی ہین کیونکہ اُنکی نقل کرنے والی ایسی جماعت ہی جس کا کذب پر
متفق ہو جانا محال ہی اور ابتدا سے انتہا تک یہی حالت ہی اور بعض قرأتین ایسی ہوتی ہین کہ رسم عثمان اور عربیت
کے موافق ہین اور سند بھی صحیح رکھتی ہین اور قرا مین مشہور ہین لیکن تواتر کے درجہ کو نہین پہونچی ہین
اور قاریون مین سے کسی نے اُسکو غلط یا شاذ نہین کہا ہی جیسے وہ قرائتین جو قرا سبعہ سے باختلاف
طرق نقل منقول ہین اور بعض احاد ہین کہ صحیح سند رکھتی ہین مگر رسم خط یا عربیت کے مخالف ہین یا
مشہور نہین ہوئیت ایسا ہی صاحب اتقان نے ابن جزری سے نقل کرکے لکھا ہی اور یہین سے

معلوم ہوگیا کہ جزئی جزئی قراتین جو ائمہ سبعہ سے منقول ہین چاہے اُسکے نقل کرنے والے متفق ہون یا مختلف متواتر نہین ہوسکتین بلکہ جن قراتون کے نقل کرنے والون نے بالاتفاق قراء سبعہ سے نقل کیا ہی متواتر ہین اور مختلف الفاظ جو قراء سبعہ سے نقل ہوے ہین متواتر نہین ہین جیسا کہ ابوشامہ نے کہا ہی اور زرکشی نے برہان مین لکھا ہی کہ قراءت سبعہ کا تواتر قراء سبعہ سے صحیح ہی مگر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے تواتر غیر مسلّم ہی اور بعض تواتر کے قائل ہین **سوال** شاطبی اور تیسیر مین قرأت سبعہ متواترہ ملتی ہین یا نہین **جواب** شاطبی و تیسیر مین متواتر کا التزام نہین ہی بلکہ قرأت مشہورہ بھی ان کتابون مین بہت درج ہین اور قرأت مشہورہ کا انحصار اس کتاب مین نہین ہی اور ایمہ قرأت نے جو شخص اس کتاب مین انحصار قراءت مشہورہ کا دعویٰ کرتا ہی اسکا سختی کے ساتھ انکار کیا ہی جیسا کہ اتقان مین ہی **سوال** جو عالم یا حافظ قراء عشرہ مین سے کسی ایک کی قراءت پڑھے اُسکو خاطی کہنا درست ہی یا نہین **جواب** نہین کیونکہ جب قراءت عشرہ مشہورہ بسند ثابت ہین اور صحیح الروایت ہین تو اُسپر عمل کرنے والے کو خاطی کہنے سے صحابہ اور تابعین کا خاطی ہونا لازم آتا ہی **سوال** سورہ یوسف مین جو لا تامنا ہے وہ ہندوستان مین بادغام صریح مشہور ہی اور بعض قاری ساتھ فصل ایک نون کے نون آخر سے صحیح کہتے ہین اسمین صحیح کیا ہی **جواب** لا تامنا جو سورہ یوسف مین ہی اور صیغہ نفی کا متکلم مع الغیر کے ساتھ ہی باعتبار ادغام و اظہار کئی احتمال رکھتا ہی (۱) اظہار صریح یعنے بفک ادغام اور قراء سبعہ بلکہ عشرہ مین سے کوئی قاری اس قراءت کا قائل نہین ہی کیونکہ رسم خط کے خلاف ہی اور زیادہ ثقیل ہو جاتا ہی مگر قراء اربعہ عشر مین سے اعمش اور طلحہ نے بفک ادغام باظہار صریح پڑھا ہی جیسا کہ صاحب مفتاح رحمانی نے مجمع السرور سے نقل کیا ہی اور ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین الادغام فے کلمتین اتفق علیہ القراء فی لا تامنا انتہے لا تامنا مین دو کلمون مین ادغام پہ قراء متفق ہین اور اتقان مین ہی اجمع الایمۃ العشرۃ علے ادغام مالک لا تامنا علے یوسف انتہے دسون اماموں نے مالک لا تامنا علے یوسف مین ادغام پر اجماع کیا ہی (۲) دونون نون کا فصل ادغام کے اسطرح پڑھتے ہین کہ حرکت پیشِ نون کی اسطرح اخفا کے ساتھ پڑھی جائے کہ ساکن شبہہ ہو اور اسی اخفا کو سیوطی نے اتقان مین روم سے تعبیر کیا ہی اور صاحب تیسیر نے اسکو

اشمام کہا ہی اور اسی خفا کو اشمام کی حقیقت مان لیا ہی کلهم قرءوا لا تامنا بادغام النون الاولى
فى الثانية واشمامها الضم وحقيقة الاشمام فى ذلك ان يشار بالحركة الى النون لا بالعضو
اليها فيكون ذلك اخفاء لا ادغاما صحيحا لان الحركة لا تسكن راسا بل يضعف الصوت
فيفصل بين المدغم والمدغم فيه لذلك هذا اقول عامة ائمتنا وهو الصواب لتأكد
دلالته وصحته فى القياس كذا نقل المحقق الشروانى فى حاشية تفسير البيضاوى سب نے
لا تامنا با دغام نون اول در ثانی و اشمام ضمہ پڑھا ہی اور اسمین اشمام کی حقیقت یہ ہی کہ حرکت سے
نون کے جانب اشارہ کرین نہ کہ عضو سے پس یہ اخفا ہوگا نہ ادغام صحیح کیونکہ حرکت ساکن نہین
ہوتی ہی بلکہ آواز ضعیف ہو جاتی ہی اور مدغم و مدغم فیہ مین اسی سے فرق ظاہر ہو جاتا ہی یہ ہمارے عام ائمہ کا قول ہی اور یہی
صحیح ہی کیونکہ اسکی دلیل قوی ہی اور قیاس اسکو صحیح بھی سمجھتا ہی ایسا ہی نقل کیا ہی محقق شروانی نی حاشیہ تفسیر بیضاوی
مین اور شاطبی نے اپنے قصیدے مین کہا ہی وتامننا للکل یخفے مفصلا یعنی تمام قراء سبعہ تامننا کو باخفاء
حرکت نون اول بفک ادغام پڑھتے ہین اور شیخ ابو البقا علی بن عبد اللہ بن عثمان بن محمد
بن احمد بن الحسین القاصح نے قصیدہ سراج القاری المبتدی کی شرح اور تذکرۃ المقری
المنتہی مین لکھا ہی اخبر ان کل القراء یعنی السبعة قرءوا مالك لا تامنا باخفاء حركة النون
اى باظهار النون الاولى واختلاس حركتها ثم قال مفصلا يعنى ان الاخفاء يفصل
احدى النونين عن الاخرى بخلاف الادغام انتهے خبر دی گئی ہی کہ تمام قراء یعنے قراء
سبعہ نے مالك لا تامنا کو اخفاء حرکت نون سے پڑھا ہی یعنے پہلے نون کو ظاہر کرکے اسکی
حرکت کو اڑا کر پڑھا پھر کہا ہی مفصلا یعنے اخفا ایک نون کو دوسرے نون سے جدا کر دیتا
ہی برخلاف ادغام کے اور محقق شروانی نے حاشیہ تفسیر بیضاوی مین جعبری شارح قصیدہ
سے نقل کیا ہی کہ حاصل کلام قصیدہ کا یہ ہی کہ تمام ناقلین نے اخفا کو مع فصل کے قراء سبعہ سے
نقل کیا ہی اور واقع مین ایسا نہین ہی کیونکہ اہل عراق اسکے خلاف پر متفق ہین اور مفتاح مین
اس مصرع کے نقل کرنے کے بعد تعریضاً لکھا ہی اور اس وجہ کو اولی کہا ہی جیسا کہ اکثر کا مذہب ہی
قال الشروانى قال الجعبرى شارح القصيدة يريد بقوله اخفاء الحركة واختلاسها
ومعنى مفصلا فصل احدى النونين عن الاخرى وهى حقيقة الاخفاء [illegible]

ابی علی الفارسی ویجوزان یبین ولا بد غم ویخفی الحرکۃ وھو ان یختلسہا ومفہوم ھذا البیت
ان کلامن النقلۃ رووہ عن السبعۃ ولیس لذلک لاطباق العراقیین علی خلافہ انتہی
شروانی نے کہا ہی کہ جعبری شارح قصیدہ کہتے ہین کہ اخفا رحرکت سے مراد حرکت کا اڑادینا ہی اور
مفصلا کے معنے دونون نون مین سے ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرنے کے ہین اور یہی حقیقت اظہار
ہی اور یہی ابوعلی فارسی کے قول کے معنے ہین اور جائز ہی کہ نون ظاہر کیے جائین اور ادغام نہ کیے
جائین اور حرکت پوشیدہ رکھی جائے یعنے اڑادیجائے اور اس بیت کا مفہوم یہ ہی کہ ناقلین مین
سے ہرایک نے اس روایت کو قرار سبعہ سے روایت کیا ہی حالانکہ ایسا نہین ہی کیونکہ اہل عراق
اسکے خلاف پر متفق ہین (۳) یہ کہ پہلے نون کو دوسرے نون مین ادغام کرکے باشمام ضمہ درعین
ادغام کی حالت سے پڑھین اور اسکو قرار سبعہ مین سے ابن مجاہد نے روایت کیا ہی اور اسی کو
آسانی کی وجہ سے اکثر اہل ادا نے اختیار کیا ہی جیسا کہ مفتاح رحمانی مین ہی اور یہ وجہ تیسیر
مین نہین لکھی ہی اور اس اشمام کی حقیقت یہ ہی کہ دونون ہونٹھ آپس مین ملجائین اور فقط
عضو کے اشارے سے بغیر آواز نکلے ہوے نون کے ضمہ کو لب کے اشارہ سے ظاہر کرین اور
حرکت پیدا نہونے پائے جیسا کہ شروانی نے جعبری شارح قصیدہ سے نقل کیا ہی اور کنز المعانی مین
ہی وھذا الاشمام ان تضم شفتیک من غیر صوت انتہی اور اشمام یہ ہی کہ دونون ہونٹون کو بغیر
آواز نکالے ہوے ملالو اور شاطبی نے قصیدہ مین کہا ہی ع وادغم مع اشمامہ البعض عنہم
اور ادغام کی روایت کی ہی مع اشمام کے بعضون نے قرار سبعہ سے اور ابن قاصح نے اس
قصیدے کی شرح مین لکھا ہی ثم اخبران بعض الاداء کابن مجاھد ادغم النون الاولی
فی الثانیۃ مع اشمام الضم عنہم ای عن السبعۃ وھذا الوجہ لیس فی التیسیر وھذا
الاشمام کالاشمام السابق فی الوقف وھو ضم الشفتین من غیر احداث شئ فی النون انتہی پھر
خبر دی گئی ہی کہ بعض اہل ادا (مثلا ابن مجاہد) نے نون اولی کی نون ثانیہ مین ادغام کی روایت
مع اشمام ضمہ کے قرار سبعہ سے کی ہی اور یہ وجہ تیسیر مین نہین ہی اور یہ اشمام مثل پہلے اشمام کے
ہی وقف مین اور وہ ہونٹون کا ملالینا ہی بغیر کسی نون کی آواز کے (۴) یہ کہ پہلے نون کو دوسرے
نون مین ادغام کرکے فقط صریح ادغام کے ساتھ بغیر اشمام اور اشارہ ضمہ کے پڑھین قرار سبعہ مین سے

ابو جعفر نے اسی کو اختیار کیا ہی جیسا کہ اتقان مین ہی اور یہ صورت بھی تیسیر مین نہین ہی اور صاحب مفتاح رحمانی نے لکھا ہی قراء سبعہ نے لاتامنا مین ادغام محض اس لیے نہین کیا ہی کہ لائے نہی سے جو حرف جازم ہے التباس نہو جائے مگر صاحب سراج القاری لکھتے ہین کہ بغیر اشمام کے صریح ادغام بھی قراء سبعہ کی قراوت ہی عبارتہ ھکذا و فی کلام الناظم اشارۃ الی وجہ ثالث وھو الادغام الصریح بدون اشمام لانہ لما قال وادغم مع اشمامہ البعض عنھم دل علی ان البعض ادغم من غیر اشمام فھذہ ثلثۃ اوجہ قراءۃ کل واحد من السبعۃ وھذا الوجہ الثالث لیس فی التیسیر ایضا ونص ابن حبارۃ علی الاوجہ الثلثۃ انکی عبارت یہ ہی اور ناظم کے کلام مین اشارہ ہی تیسرے طریقہ کے جانب اور وہ ادغام صریح ہی بغیر اشمام کے کیونکہ جب اُس نے کہا وادغم مع اشمامہ البعض عنھم تو اُس نے دلالت کی اسپر کہ بعض نے ادغام کیا ہی بغیر اشمام کے پس یہ تین وجہین ہین اور ہر ایک کی قراوت قراء سبعہ سے ہی اور تیسری وجہ تیسیر مین بھی نہین ہی اور ابن حبارہ تینون وجہون پر دلیلین لائے ہین۔ الحاصل جو لوگ لاتامنا بادغام صریح بغیر اشمام اور روم کے پڑھین انھین ملامت نہ کرنا چاہیئے **سوال** قرآن شریف کے ختم کے وقت سورہ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا مستحسن ہی یا نہین۔ **جواب** مستحسن ہی شرح منیہ مین ہی قراءۃ قل ھو اللہ احد ثلث مرات عند ختم القرآن لم یستحسنھا بعض المشائخ وقال الفقیہ ابو اللیث ھذا شئی استحسنہ اھل القرآن وائمۃ الامصار فلا باس بہ الا ان یکون الختم فی المکتوبۃ فلا یزید ہ علی مرۃ انتھے قرآن کے ختم کرتے وقت قل ھو اللہ احد کا تین مرتبہ پڑھنا بعض مشائخ نے مستحسن نہین جانا ہی اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ اسے اہل قرآن اور ائمہ نے مستحسن جانا ہی پس اسین کوئی حرج نہین ہی مگر یہ کہ ختم اگر فرض نماز مین ہو تو ایک مرتبہ سے زائد نہ پڑھے **سوال** تفسیر جلالین مین ہی کان مزاجھا ما تمزج بہ کافورا اس شراب کا مزاج یعنے جس مین وہ ملائی جاتی ہی کافور ہی اور صاحب کمالین لکھتے ہین یرید انہ اسم کالامام لما یوتم بہ انتھے اس سے یہ مراد ہی کہ یہ اسم ہی جیسے امام ما یوتم بہ کے معنی مین ان عبارتون کی توجیہ کیا ہی کیونکہ یہ تفاسیر متداولہ کے خلاف ہین **جواب** مزاج معنی مین ما یمزج بہ الشئی کے لغت اور تفسیر کی کتابون مین آیا ہی تفسیر الکواشی

مزاجها ماتمزج بہ انتھے شراب کا مزاج وہ ہی جس سے وہ ملائی جائے۔ اور محمد بن ابی بکر رازی نے تفسیر غرائب القرآن مین لکھا ہی مزاج الشراب ماتمزج بہ انتھے شراب کا مزاج وہ ہی جس سے وہ ملائی جائے اور صاحب فیوضات آلہیہ لکھتے ہین المزاج ماءمزج بہ انتھے مزاج وہ ہی جس سے وہ ملائی جاوی اور تفسیر کشاف مین ہے مزاجها ماتمزج بہ انتھے شراب کا مزاج وہ ہی جس سے ملائی جاوی اسی طرح قوام مایقام کالشئے کے معنے مین مستعمل ہی جیسا کہ فیوضات آلہیہ مین ہی اور ختام مایختم بہ کی معنی مین آیا ہی جیسا کہ تفسیر کواشی مین ہی اور اسم آلت کی صراحت کہ مزاج اسم آلہ ہی کتب حاضرہ مین میری نظر سے نہین گذری مگر اس وزن پر آنے والے دوسرے الفاظ کا شمار اسم آلہ مین کیا گیا ہی رضی شرح شافیہ مین ہی وجاء الفعال ایضا للآلة کالخیاط و النظام اور فعال بھی آلہ کے لیے آیا ہی جیسے خیاط اور نظام اسم آلہ ہین۔ اور اسم آلہ کی تعریف بھی اس لفظ پر صادق آتی ہی اور عینی شرح شافیہ مین لکھتے ہین هو اسم مشتق من فعل لیستعان بہ فی ذلك الفعل انتھے وہ اسم ہی جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اُس سے اس کام مین مدد لیجائے اور جاربردی نے شافیہ کی شرح مین لکھا ہی الآلة كل اسم اشتق من فعل اسما لما يستعان به فی ذلك الفعل كالمفتاح فانہ اسم لما یفتح بہ وقد یطلق علی ما یفعل بہ اذا کان مما یستعان بہ فی المعنے کالمحلب انتھے آلہ ہر وہ اسم ہی جو فعل سے مشتق ہو نام ہو اس چیز کا جس سے اُس فعل مین مدد لیجائے جیسے مفتاح اس لیے کہ وہ نام ہی اُس چیز کا جس سے شئی کھولی جائے اور کبھی اُسپر بھی اطلاق ہوتا ہی جس مین کام کیا جائے جبکہ ان چیزون مین سے ہو جن سے مدد لی جائے مثلاً محلب۔ ان وجوہ سے مزاج کو اسم آلہ کہہ سکتے ہین۔ **سوال** اگر قرآن شریف کا تلاوت کرنے والا ایک ایک آیت یا ایک ایک رکوع پڑھتا جائے اور فارسی یا اردو مین ترجمہ کرتا جائے تو اس سے کلام باری مین کلام کی شرکت ہوتی ہی یا نہین اور اگر شرکت ہوتی ہی تو کیا حکم ہی **جواب** جبکہ اُسکا مقصد فقط قرآن پڑھنا ہی نہین ہی بلکہ اُسکے معانی کا سمجھنا ہی تو کوئی حرج نہین۔ **سوال** اگر کوئی شخص بلند آواز سے قرآن شریف پڑھے اور پڑھنے والے کے ادھر ادھر جو لوگ بیٹھے ہین وہ کسی وجہ سے کان لگا کر نہ سنین یا دنیاوی کامون مین پھنسے ہونے کی وجہ سے نہ سن سکین تو کیا ایسی صورت مین پڑھنے والے کو چپکے سے پڑھنا لازم ہوگا یا نہین بشرطیکہ اُسے چپکے سے پڑھنا لازم ہو مگر وہ چپکے سے نہ پڑھے تو کیا حکم ہی **جواب** سامعین پر

قرآن شریف کا سننا فرض ہی اگر لوگ کاموں مین پھنسے ہوں اور قرآن شریف کے سننے کی طرف متوجہ نہو سکین تو پڑھنے والے کو چاہیئے کہ چپکے سے پڑھے اور بلند آواز سے پڑھکے حاضرین کو گنہگار بنانے کا باعث نہو۔ علامہ منقاری زادہ نے الاتباع فی مسئلۃ الاستماع مین لکھا ہی فی المحیط یکرہ رفع الصوت بقراءۃ القرآن عند المشتغلین لان فیہ منع غیرہ عن شغلہ محیط مین ہے قرآن شریف کے پڑھنے مین آواز بلند کرنا مشتغلین کے پاس مکروہ ہی کیونکہ اس مین غیر کو اُسکے شغل سے روکنا ہی وفی شرح التحفۃ نقلا عن ظہیر الدین التمرتاشی لا یقرأ القرآن جہرا عند المشتغلین بالاعمال لما فیہ من قطعہم عن الاعمال او ترک الاستماع وفی المنہیۃ امرأۃ تغزل فی البیت لیس لاحد ان یقرأ القرآن عندہا جہرا انتہے ملخصا اور شرح تحفہ مین ظہیر الدین تمرتاشی سے نقل کیا ہی کہ جو لوگ کامون مین مشغول ہون اُنکے سامنے قرآن شریف زور سے نہ پڑھا جائے کیونکہ اس مین یا تو اُنھیں کامون سے روکنا ہی یا قرآن نہ سننا اور منہیہ مین ہی جو عورت گھر مین سوت کاتتی ہو اُسکے پاس زور سے قرآن شریف پڑھنا کسی کو جائز نہین ہی انتہی ملخصا واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد رحمت اللہ عفی عنہ۔

# باب الجنۃ

**سوال**۔ بی نکاحی عورت جو مرجاتی ہی جنت مین کسکو دیجائے گی **جواب** جسے وہ پسند کرے گی اُسکے ساتھ نکاح ہو جائے گا اور اگر انسانون مین سے کسی کو وہ پسند نہ کرے گی تو اللہ تعالی حورعین مین سے ایک مرد کو پیدا کرکے اُسکی ساتھ اس عورت کا نکاح کردے گا غرائب مین ہے ولو ماتت قبل ان یتزوج تخیر ایضا ان رضیت بآدمی زوجت منہ وان لم ترض فاللہ یخلق ذکرا من الحور العین فیزوجہا منہ انتہے اور اگر شادی ہونے سے پہلے کوئی عورت مرجائے تو اُسے بھی اختیار دیا جائے گا چاہے تو کسی آدمی سے راضی ہو جائے اور اُسکے ساتھ شادی کرے اور اگر نہ راضی ہو تو خدا اُسکے لیے حورعین سے ایک مرد پیدا کرکے اُسکے ساتھ اسکی شادی کرے گا **سوال** جس عورت نے دنیا مین ایک شوہر کے مرنے کے بعد دوسر

سے شادی کی ہو وہ جنت مین کسکو دیجائے گی **جواب** بعض کے نزدیک اس عورت کو اختیار دیا جائے گا دونون مین سے جسکو پسند کرے گی اُسکے پاس رہے گی اور بعض کہتے ہین کہ شوہر آخر کو دیجائے گی غرائب مین ہی اختلف الناس فی المراۃ التی یکون لہا زوجان فی الدنیا لایہما تکون فی الآخرۃ قیل تکون لآخرہما وقیل تخیر فتختار ایہما شاء انتہے اور لوگون کا اختلاف ہوا ہی اُس عورت کے متعلق جسکے دنیا مین دو شوہر ہون کہ وہ آخرت مین کسکو ملے گی بعضون کے نزدیک دوسرے شوہر کو ملیگی اور بعضون کے نزدیک اُسے اختیار دیا جائیگا جسکو چاہے اختیار کرے۔ **سوال** حضرت آدم علیہ السلام جس جنت سے نکالے گئے ہین حساب وکتاب کے بعد مومنین اُسی جنت مین داخل کیے جائینگے یا کسی اور جنت مین اور قبر مین جنت اور دوزخ کی جو کھڑکیان ہوتی ہین اسی جنت کی کھڑکیان ہین یا کسی اور کی ان امور کا اعتقاد رکھنے والا کیسا ہی اور اُسکے اعتقاد کو قرآن اور حدیث سے مطابقت ہے یا نہین

(۱) جنت دو قسم کی ہی (۱) صغری (۲) کبری صغری جبل یاقوت پر ہی اسکو جنت برزخ بھی کہتے ہین (۲) کبری مین قیامت کے بعد مستحقین داخل ہونگے اور وہ بالفعل اسد کے علیین ہی۔ (۲) حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جس جنت سے نکالے گئے ہین وہی جنت البرزخ ہی قیامت کے بعد لوگ اسکے علاوہ ایک اور جنت مین جسکا نام کبرے ہی داخل کیے جائینگے (۳) قبر مین جنت اور دوزخ کی جو کھڑکیان کھولی جاتی ہین یہ بھی جنت ونار صغری کی کھڑکیان ہین کبری قیامت سے پہلے کسی کو نہین مل سکتی ہو المصوب سیکڑون حدیثون سے یہ امر بلاشبہہ ثابت ہی کہ جس جنت مین حساب وکتاب کے بعد اہل اسلام داخل ہونگے وہی جنت ہی جس مین حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام رہے تھے اور بسبب گناہ صادر ہونے کے جہان سے زمین پر بھیجے گئے تھے اور اسی جنت کا دریچہ قبر مین کھولا جاتا ہی اور اُسکا مقام ساتوین آسمان پر ہی ولقد راٰہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتہی عندہا جنۃ الماوی اور بیشک اس فرشتے کو دیکھا تھا ایک بار اور بھی سدرۃ المنتہی کے پاس اسکے نزدیک جنت آرامگاہ ہی۔ اور جہنم بھی ایک ہی جسکا مقر فی الحال ساتوین زمین کے نیچے ہی اس مین کفار بطور خلود کے اور اہل اسلام فساق داخل ہونگے اور اسیکا دریچہ قبر مین کفار کے واسطے کھلتا ہی اور سوا اسکے

دوسری جنت کا قرآن واحادیث وآثار صحابہ وکتب علمائے شریعت سے نشان نہین معلوم
ہوتا ہی اور یہ اعتقاد کہ جنت ونار دو قسم کے ہین اور مسکن حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام
کا جنت البرزخ مین تھا اور روزنچہ قبر مین اُس جنت ونار سے جو مقر جن وانس بعد حساب کے
ہونگے نہین کھولا جاتا ہی بلکہ صغری سے جہالت ہی بلکہ بعد وضوح دلائل ضلالت ہی ہان
یہ قول بعض اہل کشف سے منقول ہی مگر چونکہ قرآن وحدیث کے بالکلیہ مخالف ہی بالضرورۃ
خطاء کشفی پر محمول ہوگا اور بمقابلہ آیات واحادیث وآثار کہ جن مین جبل یاقوت کا پتہ نہین
اور نہ نار وجنت صغری کا صراحۃ یا اشارۃ تذکرہ ہی ہرگز مسموع نہوگا اور شاید اگر ایسے اعتقاد
رکھنے والے کو اشتباہ عبدالوہاب شعرانی کے خاتمہ میزان کبرے سے واقع ہو کہ اُس مین یہ رقم
ہی ثم اعلم یا اخی ان الجنۃ التی کان فیہا ادم لیست بالجنۃ الکبری المدخرۃ فی علم
اللہ کما قد یتبادر الی الاذہان وانما ھے جنۃ البرزخ التی فوق جبل الیاقوت کما قالہ
اہل الکشف الخ پھر جان تو اے میرے بھائی کہ وہ جنت جس مین حضرت آدم علیہ السلام
تشریف رکھتے تھے جنت کبری (جسکا علم خدا ہی کو ہی) نہین ہی جیساکہ ذہنون مین آتا ہی
بلکہ وہ جنت برزخ ہی جو جبل یاقوت پر ہی جیساکہ اہل کشف نے کہا ہی۔ تو اسکا رفع یون سمجھنا
چاہیئے کہ خود شعرانی کے نزدیک یہ قول معتبر نہین ہی اور نہ یہ قول جملہ ارباب کشف کا ہی بلکہ بعض کا ہے
خود شعرانی اپنی تالیف کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مین لکھتے ہین المبحث
الاولی والسبعون فی بیان ان الجنۃ والنار حق وانہما مخلوقتان قبل خلق ادم علیہ السلام
کما تقدم بسطہ فی المبحث الثانی من الکتاب فی حدوث العالم وذکرنا ھناک ان خلق الجنۃ
والنار متاخر عن خلق الدنیا بتسعۃ الاف سنۃ ولذلک سمیت الجنۃ بالاخرۃ لتاخر خلقہا
عن خلق الدنیا وھما مخلوقتان مھیأتان لاصحابہم قبل خلقہم وزعم اکثر المعتزلۃ انہما
یخلقان یوم الجزاء ودلیلنا علیہم النصوص الصریحۃ الصحیحۃ الدالۃ علی انہما مخلوقتان
قبل یوم الجزاء نحو قولہ تعالی اعدت للمتقین واعدت للکافرین وقصۃ آدم وحواء واسکانہما
الجنۃ واخراجہما منہا ونحو ذلک کحدیث یفتح للمومن فی قبرہ کوۃ فینظر منہا الی
الجنۃ ویدخل علیہ من روحہا ونعیمہا ویفتح للکافر کوۃ الی النار فیدخل علیہ من حرہا وسمومہا

وکحدیث لما خلق اللہ جنۃ عدن بیدہ وولی فیہا ثمارہا وشق فیہا انہارہا قال لہا تکلمی فقالت قد افلح المومنون رواہما البخاری وغیرہ وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم رأیت الجنۃ والنار فی عدۃ احادیث وکان الشیخ محی الدین ابن عربی یقول الجنۃ والنار مخلوقتان لکنہما لا یکمل بناؤہما الا بانتہاء الدنیا والقضاء زمن التکلیف فہما بمثابۃ سور الدار الذی بناہ الملک ثم بعد ذلک یشق الجدران ویبنی حتے ینتہی البناء لانہما یبنیان من اعمال المکلفین من خیر او شر فمن نظر الی السور من خارج قال فرغ من بنائہما ومن دخل السور وجدہما ناقصتین بقدر ما بقی من اعمال المکلفین فی ہذہ الدار ویدل علے ذلک حدیث ان الجنۃ عذبۃ الماء طیبۃ التربۃ وانہا قیعان وغراسہا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر الحدیث فان القیعان ہی التی لا بناء فیہا ولا شجر وفی الحدیث ایضا من صلے کل یوم ثنتی عشر رکعۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ ومن قال سبحان اللہ غرس لہ شجرۃ فی الجنۃ انتہے ای کلام ابن عربی وقال الخریطی لیست الجنۃ التی اخرج منہا ادم ہے الجنۃ الکبری المدخر فی علم اللہ تعالی فان تلک لا یصح فیہا معصیۃ لادم لکونہا حضرۃ اللہ الخاصۃ التی لا حجاب فیہا وانما ہی جنۃ البرزخ التی ہی فوق جبل الیاقوت فالجنۃ الکبری لا یدخلہا الناس الا بعد انتہاء الحساب والمرور علے الصراط قال وجنۃ البرزخ ہے التی تری فی الدنیا وکذلک نار البرزخ فانہ صلے اللہ علیہ وسلم قال رأیت الجنۃ والنار فی مقامی ہذا وذکر انہ رأی عمرو بن یحیے الذی سیب السوائب فی النار ورای المرأۃ التی حبست الہرۃ حتی ماتت جوعا ومعلوم ان ہولاء لم یدخلوا النار الکبری الی الآن وانما ہو محبوسون فی البرزخ کذا قال فلیتامل ویحرر انتہے بحث اکثر وین اس بیان ہین کہ جنت ونار حق ہین اور وہ حضرت آدم علیہ السلام سے قبل پیدا کی گئی تھین جیساکہ اسکی وضاحت کتاب حدوث عالم کی بحث ثانی ہین گذری ہے اور وہان ہمنے بیان کیا ہے کہ جنت و دوزخ دنیا کی پیدایش کے نو ہزار برس بعد پیدا کی گئی ہین اور اسی وجہہ سے جنت کو آخرت کہتے ہین کیونکہ اسکی پیدایش دنیا کے بعد ہے اور وہ دونون اپنے اصحاب کے لیے اُنکے قبل سے مہیا اور پیدا کی گئی ہین اور اکثر متعلم

نے گمان کیا ہو کہ وہ دونون قیامت کے دن پیدا کی جائینگی اور ہماری دلیل نصوص صحیحہ صریحہ ہین جو اسپر دلالت کرتی ہین کہ جنت و دوزخ قیامت سے پہلے پیدا کی گئی ہین مثلاً خدا کا فرمان اعدت للمتقین اور اعدت للکافرین اور قصہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا اور انکا جنت مین رہنا اور اس سے نکالا جانا اور انکے مثل مثلاً یہ حدیث کہ مومن کے لیے اسکی قبر مین ایک کھڑکی کھولدی جاتی ہی جس سے وہ جنت کی طرف دیکھتا ہو اور اسپر جنت کی نعمتین اور خوشبوئین نازل ہوتی ہین اور مثلاً یہ حدیث کہ جب اللہ نے جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اسمین پھل اگائے اور نہرین جاری کین پس اس سے کہا کہ بول سو وہ بولی کہ فلاح پاگئے ہین ایمان لانے والے ان دونون کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہو اور جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث مین فرمایا ہے کہ مین نے جنت اور دوزخ کو دیکھا ہو اور شیخ محی الدین ابن عربی کہتے تھے کہ جنت اور دوزخ پیدا کی گئی ہین لیکن انکی بنا کامل نہوگی تاوقتیکہ دنیا کی انتہا نہوجائے اور تکلیف کا زمانہ نہ گذرجاے پس وہ دونون بمنزلہ اس گھر کی چہاردیواری کے ہین جسے بادشاہ نے بنایا ہو پھر اسکے بعد دیوارین شق کردی جائین اور بنائی جائین یہانتک کہ بنا ختم ہوجائے کیونکہ جنت اور دوزخ مکلفین کے اچھے برے اعمال سے بنائی گئی ہین پس باہر سے جو چہاردیواری کو دیکھے وہ خیال کریگا کہ اسکی بنا سے فراغت حاصل ہوگئی ہے اور جو چہاردیواری مین داخل ہوگا جس قدر کہ اس دنیا مین اعمال مکلفین باقی ہین اسقدر اسے ناقص پائے گا اور اسی پر یہ حدیث دلالت کرتی ہو کہ جنت کا پانی شیرین ہو وہان کی مٹی پاک ہو اور وہ میدان بزرگ ہے درخت لگانا اسمین سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ ہے الحدیث اس لیے کہ میدان وہ ہو جس مین عمارت اور درخت نہون اور حدیث مین یہ بھی ہو کہ جو شخص ہر دن بارہ رکعتین پڑھتا ہو خدا اسکے لیے جنت مین ایک گھر بناتا ہو اور جسنے سبحان اللہ کہا ہو اسکے لیے جنت مین ایک درخت اگاتا ہو انتہی کلام ابن العربی اور خریطی نے کہا ہو کہ وہ جنت جس مین سے حضرت آدم علیہ السلام نکالے گئے تھے جنت کبری ہو جسکا علم خدا ہی کو ہو نہین ہو کیونکہ اس مین حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ کا صادر ہونا صحیح نہین ہو وہ خاص خدا کا حضور ہوتا ہو اور

حجاب نہین ہوتا ہی بلکہ وہ جنت برزخ ہی جو جبل یاقوت پر ہی پس جنت کبری مین لوگ حساب
کے ختم ہونے اور صراط پر سے گذرنے کے بعد داخل ہونگے اور کہا ہی کہ جنت برزخ وہ ہی جو
دنیا مین دکھائی دیتی ہی اور ایسا ہی نار برزخ اسلیے کہ جناب رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے
فرمایا ہی کہ مین نے جنت اور دوزخ کو دیکھا ہی اپنی اس جگہہ مین اور ذکر کیا گیا ہی کہ آپنے عمرو بن
لحی کو اور اُس عورت کو جس نے بلی کو بند کر رکھا تھا یہان تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی دوزخ
مین ملاحظہ فرمایا اور یہ معلوم ہی کہ یہ لوگ اسوقت تک نار کبرے مین داخل نہوے تھے بلکہ برزخ
مین محبوس تھے ایسا ہی کہا ہی فلیتامل ویحرر انتہی۔ اس عبارت سے صاف واضح ہی کہ معتقد شعرانی
کا وہی ہی جو معتقد اہل حق ہی اور حضرت محی الدین بن عربی اور مخرلیطی کا کلام اسکے نزدیک مخدوش
ہی کیونکہ یواقیت کے دیباچہ مین شعرانی نے لکھا ہی اعلم یا اخی انی طالعت من کلام اھل الکشف
مالا یحصی من الرسائل ومارأیت فی عبارتھم اوسع من عبارۃ الشیخ محی الدین بن العربی
فلذالک شیدت ھذا الکتاب بکلامہ من الفتوحات وغیرھا لکنی رأیت الفتوحات
مواضع لم افھمھا فذکرتھا لینظر فیھا علماء الاسلام ویحققوا الحق ویبطل الباطل
ان وجدوہ فلا تظن یا اخی انی ذکرتھا لکونی اعتقد صحتہا وارضاھا فی عقیدتی کما یقع
فیہ المشہورون فی امراض الناس فیقولون لولا انہ ارتضی ذلک الکلام ماذکرہ فی مؤلفہ
معاذ اللہ ان اخالف الجمہور المتکلمین واعتقد صحۃ کلام من خالفھم من بعض اھل الکشف
الغیر المعصوم فان فی الحدیث ید اللہ مع الجماعۃ ولذلک اقول غالبا عقب کلام اھل
الکشف انتہی فلیتامل ویحرر ونحو ذلک اظھارا للتوقف فی فھمہ علی مصطلح اھل الکلام وکان
شیخنا شیخ الاسلام زکریا الانصاری یقول لا یخلو کلام ایمۃ الصوفیۃ عن ثلاثۃ احوال لانہ
اما ان یوافق صریح الکتاب والسنۃ فھذا یجب اعتقادہ جزما واما ان یخالف صریح الکتاب
والسنۃ فھذا یحرم اعتقادہ جزما واما ان لا تظھر لنا موافقۃ ولا مخالفۃ واحسن احوالہ
التوقف انتہی جانو تم اے میرے بھائی کہ مین نے اہل کشف کے بہت سے رسالے دیکھے ہین لیکن
شیخ محی الدین بن عربی کی عبارت سے زیادہ وسیع کسی کو نہ پایا اس لیے مین نے اپنی کتاب کو انکی
کلامات سے جو فتوحات مکیہ وغیرہ مین ہین مزین کیا لیکن مین نے فتوحات مکیہ مین بہت سی

عبارتین ایسی دیکھی ہین جنکو مین نہین سمجھا تو مین نے اُنکو ذکر کر دیا ہی کہ علماے اسلام اُسمین غور فرمائین اور صحیح کو صحیح رکھین اور اگر اُس مین باطل کو پائین تو باطل کر دین پس ای میرے بھائی تم یہ نہ گمان کرو کہ مین نے اُنکے کلام کو صحت کے اعتقاد رکھنے یا اپنے خیال مین اُسپر راضی ہونے کی وجہ سے لکھا ہی جیسا کہ انسان کی برائیون مین غور کرنے والون کی عادت ہی کہ وہ کہتے ہین اگر وہ اس کلام سے راضی نہوتا تو اپنی کتاب مین کیون ذکر کرتا پناہ بخدا اس امر سے کہ مین جمہور متکلمین کی مخالفت کرون اور اہل کشف (جو معصوم نہین ہین) کے قول کی اتباع کرون جو اُنکے خلاف ہی کیونکہ حدیث مین ہی اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہی اور اسی وجہ سے مین اکثر اہل کشف کے کلام کے بعد انتہی فلیتامل وبحرر اور اُسکے بعد مثل اسکے سمجھنے مین توقف ظاہر کرنے کے لیے جیسا کہ اہل کلام کی اصطلاح ہی لکھدیتا ہون ہمارے شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ کلام ائمہ تین حالتون سے خالی نہین ہی یا تو موافق صریح کتاب وسنت کے ہوگا تو اُسکا اعتقاد واجب ہی یقینا یا صریح کتاب وسنت کے مخالف ہوگا تو اسکا اعتقاد یقینا حرام ہی یا یہ کہ ہمپر اُس کی موافقت ومخالفت ظاہر نہوگی تو اس صورت مین توقف کرنا اچھا ہی پس جبکہ کلام محریطی اور ابن عربی کا اُنھون نے نقل کرکے فلیتامل وبحرر لکھدیا تو معلوم ہوا کہ یہ قول اُن کے نزدیک قابل اعتبار نہین ہی الحاصل تعدد جنت ونار کسی دلیل سے ثابت نہین بلکہ ادلہ شرعیہ صحیحہ توحد پر دلالت کرتے ہین پس اعتقاد تعدد کا لغو و باطل ہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

# کتاب العلم والعلماء

سوال۔ انگریزی علم سیکھنا کیسا ہی جواب لغت انگریزی کا پڑھنا یا انگریزی لکھنا سیکھنا اگر بلحاظ تشبہ ومحبت ہو تو ممنوع ہی اور اگر اس لیے ہو کہ ہم انگریزی مین لکھے ہوے خطوط پڑہ سکین اور اُنکے کتابون کے مضامین سے آگاہ ہوسکین تو کچھ مضائقہ نہین ہی مشکوۃ شریف مین ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہود کا خط سیکھنے کے لیے حکم فرمایا اور اُنھون نے تھوڑے دنون مین اُسے سیکھ لیا سوال۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی انما یخشی اللہ

من عبادہ العلماء اللہ کے بندون مین اللہ سے ڈرنے والے علما ہی ہوتے ہین اور آج کل
بہت سے عالم کچھ خوف نہین رکھتے اور بیباکانہ جو چاہتے ہین کرتے ہین پس آیت کے معنے
کیا ہین۔ **جواب** علمائے بے عمل شارع کے نزدیک قبولیت کا درجہ نہین پاتے اور در اصل
اُنکا شمار علما مین نہین ہی اگرچہ بظاہر عالم ہون فی تنبیہ الفقیہ ابو اللیث عن ابی الدرداء
قال ویل للذی لا یعلم مرۃ وویل للذی یعلم ولا یعمل سبع مرات فقیہ ابو اللیث بروایت
ابو درداء اپنی تنبیہ مین لکھتے ہین اُسپر ایک مرتبہ ہلاکت ہو جو نہین جانتا ہی اور اُسپر سات مرتبہ
جو جانتا ہو اور عمل نہ کرتا ہو وفی الظہیریۃ وقیل للذی یعلم الناس ولا یفعلہ بمنزلۃ الاعمے
یضئی السراج ولا یستضئی بہ اور ظہیریہ مین ہی جو شخص لوگون کو بتائے اور خود عمل نہ کرے
اُس اندھے کے مثل ہی جو چراغ جلائے اور خود اُس سے روشنی نہ حاصل کرسکے۔ مگر وہ عامل
جو شارع کے نزدیک عالمون کے زمرہ مین شمار کیے جاتے ہین اللہ سے ڈرتے ہین اور آیۂ مذکورہ
مین علما سے علمائے باعمل مراد ہین۔ مروی ہی کہ کسی نے شعبی رحمہ اللہ سے پوچھا عالم کون ہی
آپ نے جواب دیا جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ **سوال** جو عالم غیر مجتہد کہتا ہی کہ مین جو بات قرآن
مین پاؤنگا اسپر عمل کرونگا اور اگر قرآن مین نہ پاؤنگا تو جو بات حدیث مین پاؤنگا اُسپر عمل
کرونگا اور اگر حدیث مین بھی نہ پاؤنگا تو جو بات ایمہ مجتہدین کے اقوال مین پاؤنگا اوسپر عمل
کرونگا اور اگر ایمہ مجتہدین کے اقوال مین بھی نہ پاؤنگا تو جو بات حنفی یا شافعی رحمہما اللہ کی فقہ
مین پاؤنگا اسپر عمل کرونگا اور اسی وجہ سے اپنے کو حنفی یا شافعی کہتا ہی اور اپنی رای سے
کسی مسئلہ کا جواب نہین دیتا اور قرآن اور حدیث کے معانی سمجھنے مین بھی اپنی رائے پر عمل
نہین کرتا وہ صواب پر ہے یا خطا پر **جواب** ایسا عالم صواب پر ہی بشرطیکہ کامل مہارت رکھتا ہو
اور ناسخ ومنسوخ اور صحیح وموضوع وغیرہ مین تمیز کرسکتا ہو اور علمائے متقدمین کا یہی مذہب
تھا عارف ربانی عبد الوہاب شعرانی میزان مین لکھتے ہین سمعت سیدی علیا الخواص یقول
اعتقادنا فی جمیع الاکابر من العلماء انہم ما سلموا لبعضہم بعض الا لعلمہم بصحۃ اقوالہم و
مستندا انہم لا بحسن الظن فیہم من غیر ان یطلعوا علی صحتہا وقد تقدم ان بعض اتباع
المجتہدین وصل الی شہود عین الشریعۃ وقال کل مجتہد مصیب کابن عبد البر المالکی

والشیخ ابی محمد الجوینی وقد صنف ابو محمد کتابا المسمی بالمحیط ولم یتقید فیہ بمذهب وکذلک الشیخ عبد العزیز الف کتابا سماہ الدر والملتقطة فی المسائل المختلفة افتی فیهما علی المذاهب الاربعة انتہی
مین نے اپنے سید علی خواص سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا اعتقاد تمام اکابر علما کے بارے مین یہ ہے کہ اُن مین سے بعض نے بعض کو صرف اُن کے اقوال و سند و نکے صحیح ہونیکی وجہ سے مانا ہو بغیر صحت پر مطلع ہوئے محض حسن ظن سے اور یہ اوپر بیان ہو چکا ہو کہ بعض اتباع مجتہدین شہودیین تک پہونچ گئے ہین اور کہا ہو کہ ہر مجتہد درستی پر ہو مثلا ابن عبد البر مالکی اور ابو محمد جوینی اور اُنھون نے کتاب بھی تصنیف کی ہو جسکا نام محیط رکھا ہو اس مین کسی مذہب کی قید نہین کی ہو اور اسی طرح شیخ عبد العزیز نے ایک کتاب تصنیف کی ہو جسکا نام الدر ملتقطہ فی مسائل المختلفہ رکھا ہو اس مین چارون مذہبون پر فتوی دیا ہے۔ غرض۔ شریعت غرا اور اسکے اصول مانند چشمے کے ہین اور مذاہب اربعہ مثل نہرون کے پس جو عالم اصول ائمہ اربعہ سے واقف ہو اُسے اسکی ضرورت نہین رہتی کہ کسی ایک امام کا تبع ہو اور ائمہ کی فقہ کی کتابین دیکھے ہان جو اس مرتبہ پر نہ پہونچا ہو اُسے فی زماننا کسی ایک کا تبع ہونا ضروری ہو کیا تم نے اہل حدیث و تفسیر کا طریقہ نہین دیکھا ہو کہ چونکہ وہ لوگ ائمہ اربعہ کے مسائل کے اصول سے آگاہ ہوتے ہین اور صحیح کو سقیم سے پہچانتے ہین لہذا اُنھین اسکی حاجت نہین ہو کہ کتب خلافیات کو دیکھین اور اگر حنفی یا شافعی کی فقہ حدیث صحیح کے خلاف کوئی مسئلہ دیکھتے ہین تو اُسپر عمل نہین کرتے بخلاف علمای مابعد کے کہ اُنھین یہ مرتبہ حاصل نہین ہوا ہی لیے جو شخص شریعت سے پورا واقف ہوا سے کتب خلافیات کی حاجت نہین رہتی اور عنادا اس خیال سے تقلید کو ترک کرنے والا کہ ائمہ نے مسائل خلاف شرع استخراج کیے ہین گنہگار ہوگا۔ فانما لکل امری ما نوی واللہ یعلم ما ظهر و ما خفی ہر شخص کے لیے وہی ہو جس کی اس نے نیت کی اور اللہ ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔

**سوال**۔ جو شخص کنز الدقائق کو ضلالت کہے یا سفر السعادت کو گمراہی کا سبب جانے کیسا ہو **جواب** جو شخص ان دونون کتابون کو اس وجہ سے گمراہی کا سبب جانے کہ ان مین کتاب و سنت و اجماع و قیاس کے موافق مسائل ہین وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو لانہ اهان الدین ومن اهان الدین فقد کفر کیونکہ اس نے دین کی اہانت کی اور جس نے دین کی اہانت کی وہ کافر ہو۔ تمام فقہا اسکی تصریح کرتے ہین علامہ حافظ الدین بزازی اپنے فتاوی مین لکھتے ہین واذا القی الفتوی علی الارض او قال عند رویة الفتوی ردی او قال این چہ شرع است یکفر لانہ رد حکم الشرع انتہی جبکہ فتوے

زمین پر پھینکدیا یا فتوی کو دیکھکر کہا یہ ردی ہی یا کہا یہ کون شرع ہی تو کافر ہوگیا کیونکہ اُس نے شرع کا حکم رد کیا۔ اور بھی اگر موجب ضلالت اس لیے جانتا ہی کہ یہ دونون کتابین دو بڑے عالمون کی تصنیف کی ہوئی ہین تو بھی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا کیونکہ توہین علما کفر ہی۔ علامہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی نے اسکی تحقیق اپنے رسالۂ اعلام بقواطع الاسلام مین اچھی طرح کی ہی اور اگر ضلالت کا سبب ان کتابون کے مصنفون کی کم استعدادی سمجھتا ہی تو ان دونون کا حال سننا چاہیئے۔ کہ صاحب کنز رئیس الفقہا ابو البرکات عبد اللہ بن احمد الملقب بہ حافظ الدین نسفی منار اور وافی وغیرہ کے مصنف ہین اور سنہ مین انکی وفات ہی ان کے بعد والے علما انکے مداح رہے اور کنز الدقائق کو معتبر کتاب اسم با مسمی سمجھا کیے علامہ فخر الدین زیلعی اپنی شرح مین لکھتے ہین اما بعد فانی لما رأیت المختصر المسمے بکنز الدقائق احسن مختصر فی الفقہ حاویا لما یحتاج الیہ من الواقعات من لطافۃ حجمہ واختصار نظمہ احببت ان یکون لہ شرح متوسط الخ اور سفر السعادت کے مصنف شیخ مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب شیرازی ہین جنکی وفات سنہ ھ مین ہوئی یہ شافعی المذہب اور زبردست فقیہہ تھے حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے انکو آٹھوین صدی کا مجدد مانا ہے انکے تصانیف بڑے نفع دینے والے اور ہدایت کرنے والے ہین لیکن بعض مسائل مین تعصب بھی کیا ہی اور سفر السعادت مین اکثر اقوال مجتہدین کے مذہب کے خلاف بھی لکھے ہین اور اسکے خاتمہ مین ابن جوزی کی اقتدا کی ہی اور احادیث صحاح کو لکھا ہی کہ ثابت نہین ہوئین شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت مین جا بجا گرفتین کین ہین پس متدین عالم کو چاہیے کہ اچھے کو برے سے تمیز کرکے عامل ہو اور محض جاہل کو اس کتاب کی دیکھنے سے روکے مگر مسامحات کی وجہ سے کتاب پر ضلالت کا حکم کرنا نہ چاہیئے کیونکہ غلطی انسان سے ہوتی ہی دیکھنا چاہیے کہ ابن جوزی نے حدیث مین تعصباً صحاح کی حدیثون کو موضوع کہدیا ہی چنانچہ حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسکی صراحت کی ہی اور موضوع کو غیر موضوع سے تمیز دلائی ہے۔ اسیطرح اکثر حنفیہ نے شافعیہ کے مقابلے مین اور شافعیہ نے حنفیہ کے مقابلہ مین تعصب کیا ہی مگر پھر بھی کسی ایک نے دوسری کو گمراہ نہین کہا ہان ناقی مین علما کو چاہئے کہ عوام کو جو چوپایون کے مثل ہین بلکہ اُن خواص کو بھی جو عوام کے مثل ہین ایسی بے ادبی کے کلموں سے روکین اور اگر کوئی شخص کنز الدقائق کو اس لیے موجب ضلالت جانتا ہی کہ یہ کتاب حنفی فقہ مین ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہین تو وہ شخص گنہگار ہی

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر محض افترا ہی کہ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے تھے۔ عارف ربانی عبدالوہاب شعرانی میزان کبریٰ مین لکھتے ہین۔ اعلم ان ھذا الکلام صدر من الجاھل المتعصب وقد روی الامام ابوجعفر بسندہ المتصل الی ابی حنیفۃ انہ کان یقول کذب علی اللہ وافتری علینا من یقول اننا نقدم القیاس علی النص واعتقادنا واعتقاد کل منصف فی الامام ابی حنیفۃ انہ لو عاش حتی دونت الاحادیث وبعد رحیل الحفاظ فی جمعہ من البلاد وظفر بھا لترک کل قیاس لکن لما کانت ادلۃ الشرع متفرقۃ فی عصرہ کثر القیاس فی مذھبہ بالنسبۃ الی الائمۃ الاخری وقد صح عنہ وعن الائمۃ کلھم اذا صح الحدیث فھو مذھبنا انتھی جاننا چاہیئے کہ یہ کلام جاہل متعصب سے صادر ہوا ہی امام ابوجعفر نے بسند متصل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ پر جھوٹ باندھا اور ہمپر افترا کیا جس نے کہا کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہین ہمارا اور ہر منصف کا امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے یہان تک کہ حدیثین جمع ہو جاتین اور وہ اُنکو پاتے تو قیاس کو بالکل ترک کردیتے لیکن جبکہ شرع کی دلیلین اُنکے زمانے مین متفرق تھین تو اُن کے مذہب مین بہ نسبت دوسرے امامون کے قیاس زیادہ ہی امام صاحب اور دوسرے ایمہ سے یہ روایت صحیح ہی کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی ہمارا مذہب ہے انتہی

**سوال** محرم مین امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی شہادت کا بیان کرنا اور فضائل صبر او مجالس شہدا کا تذکرہ کرنا اور نوحہ او بین اور دیگر ممنوعات شرعیہ کی ممانعت کرنا اور سر الشہادتین کی روایت کے موافق فضائل استرجاع بیان کرنا اور فضائل عاشورا در روایات صحیحہ سے بیان کرنا جائز ہی یا نہین اور بعض لوگ ذکر شہادت کو حرام کہتے ہین او امام غزالی کا قول اور مولوی اسمٰعیل شہید کے اُس قول کو جو صراط مستقیم مین ہی دلیل لاتے ہین کیسا ہی امام غزالی کی عبارت یہ ہی یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ قتل الحسن والحسین وحکایاتہ وما جری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یھیج الی بغض الصحابۃ الطعن فیھم انتھی واعظ پر حسنین کی شہادت اور صحابہ کے درمیانی مناقشون اور لڑائیون کا بیان کرنا حرام ہی کیونکہ یہ صحابہ رض سے بغض رکھنے اور اُنپر طعنہ زنی کرنے کا باعث ہوتا ہے اور صراط مستقیم کی عبارت یہ ہی ذکر قصۂ شہادت بشرح دبسط وعقد مجلس کردن باین قصد کہ مردم بشنوند و تاسفہا نمایند وحسرتہا فراہم آرند وگریہ وزاری کنند ہرچند در نظر

نظاہری خللے دران ظاہر نیست امّا فی الحقیقت این ہم مذموم ومکروہ است تا اخر این قول تفصیل کے ساتھ شہادت کا واقعہ بیان کرنا اور مجلس مقرر کرنا اس لیئے کہ لوگ بین اور افسوس کریے وغیرہ کو بظاہر انھین ہو مگر فی الحقیقت یہ بھی بُرا اور مکروہ ہی جواب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے ذکر کی کئی صورتین ہین (۱) یہ کہ واعظ او حاضرین مجلس ماتم کرین اور اپنے جسم پھاڑین یا اُن افعال شنیعہ کے مرتکب ہون جو خواص روافض ہین۔ یہ وعظ اور عقد مجلس حرام ہے علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ مین لکھتے ہین وایاہ ثم ایاہ ان یشتغل فی یوم عاشوراء ببدع الرافضۃ من الندبۃ والنیاحۃ والحزن اذ لیس ذلک من اخلاق المومنین والا لکان یوم وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم اولی بذلک واحری انتھے ڈرو اور پھر ڈرو اس بات سے کہ عاشورہ کے دن چیخنے چلانے اور رنج کرنے مین جو رافضیونکی بدعتین ہین مشغول ہو کیونکہ یہ باتین مومنین کے اخلاق مین سے نہین ہین ورنہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن اسکی بہت لائق تھا اور ابو الرجاء مختار بن محمود زاہدی برہان الدین بخاری سے نقل کرتے ہین خرق القاص ثیابہ فی مقتل الحسین یوم عاشوراء تاسفا علی المصیبۃ وامرھم بالقیام والتشنیع فھل یجب علی الولاۃ ان یزجروہ فکتب برہان الدین یمنع ذلک انتھے اور قصہ بیان کرنے والے کا کپڑون کو پھاڑنا عاشورے کے دن قتل امام حسین کے بیان مین مصیبت پر رنج کرکے اور لوگون کو کھڑے ہونیکا حکم دینا کیا والیون پر واجب ہی کہ لوگون کو اس سے زجر کرین پس لکھا برہان الدین نے کہ یہ روک دیا جائے (۲) یہ کہ واعظ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر اخبار موضوعہ اور اکاذیب متداولہ سے بیان کرے اور اپنے وعظ کو اہل سلام کی اہانت سے اور سلف صالح پر اتہام لگانے سے بھرے یہ بھی حرام ہی اور امام غزالی نے جو ذکر شہادت کو حرام لکھا ہی وہ بھی اسی صورت پر محمول ہی جیسا کہ صواعق محرقہ مین ابن حجر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے قال الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن والحسین وحکایاتہ وما جری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یھیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیھم والطاعن فیھم مطعون طاعن فی نفسہ ودینہ انتھے کلام الغزالی ملخصا وما ذکرہ من حرمۃ روایۃ قتل الحسن والحسین وما بعدھما لا ینافی ما ذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ وبراءتھم من کل نقص بخلاف ما یفعلہ الوعاظ الجھلۃ

فانهم یاتون بالاخبار الکاذبۃ الموضوعۃ ونحوہا ولا یبینون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ فیوقعون العامۃ فی بغض الصحابۃ وتنقیصہم انتہی غزالی وغیرہ نے کہا ہے کہ واعظ پر روایت قتل حضرات حسنین اور صحابہ کے درمیانی مناقشوں اور لڑائیوں کا بیان کرنا حرام ہے کیونکہ صحابہ سے بغض رکھنے اور ان پر طعنہ زنی کا باعث ہوتا ہے اور صحابہ پر طعن کرنے والا مطعون ہو اپنی ذات پر اور اپنے دین پر طعنہ کرنے والا ہے انتہی اور جو کچھ کہ حرمت روایت قتل حسنین کے بابت بیان کیا گیا ہے اُسکے منافی نہیں ہے جو میں نے اس کتاب میں ذکر کیا کیونکہ صحابہ کی بزرگیوں کا بیان اور ہر نقص سے بری ہونے کا بیان حق ہے اُسکا اعتقاد واجب ہے بخلاف اُس وعظ کے جو جاہل واعظ بیان کرتے ہیں کہ جنکو وہ اخبار کاذبہ موضوعہ کو بیان کرتے ہیں اور انکے محمل صحیح اور حق واجب الاعتقاد کو بیان نہیں کرتے جس کے بدولت عوام کے دلوں میں بغض صحابہ اور اُن کو مراتب کی کمی کو پیدا کرا دیتے ہیں - اور ملا احمد رومی مجالس الابرار میں لکھتے ہیں القاص الذی یذکر للناس قصۃ القتل یوم عاشوراء بخرق ثیابہ ویکشف راسہ ویامرہم بالقیام والتشنیع تاسفا علی المصیبۃ یجب علی ولاۃ الدین ان یمنعوہم والمستمعون لا یعذرون فی الاستماع قال الامام الغزالی وغیرہم یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل حسینؓ وحکایات ماجری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یہیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیہم وہم وعلامۃ تلقی ائمۃ الدین عنہم وتلقینا عنہم فالطاعن فیہم طاعن فی نفسہ ودینہ وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم غرضا من بعدی من احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم ومن اذاہم فقد اذی اللہ تعالی فعلی ہذا یجب علی المومن تعظیمہم وذکرہم بالخیر وکف اللسان عن الطعن فیہم اذ بسبب قتل عثمانؓ وقتل حسینؓ جرت فتن کثیرۃ واکاذیب کثیرۃ وظہرت اہواء وبدع وصارت الاکاذیب والاہواء لا تزال تزداد انتہی ملخصا قصہ بیان کرنے والا جو لوگون سے قصہ قتل یوم عاشوراء کو اپنے کپڑے پھاڑ کر اور سر کھولکر بیان کرے اور اُنکو قیام کا حکم دے مصیبت پر رنج ظاہر کرکے تو والیون پر واجب ہے کہ اُنکو روکدین اور سننے والے سننے میں معذور نہیں ہیں امام غزالی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ واعظ پر روایت مقتل حسین اور حکایت باہمی جنگ ومناقشہ صحابہ کا بیان کرنا حرام ہے کیونکہ اُسکا نتیجہ صحابہ سے بغض اور انپر طعنہ زنی ہے اور انپر طعنہ کرنے والا اپنے نفس

اور دین پر فتنہ کرنے والا ہے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی میرے اصحاب کے بارے مین خدا سے ڈرو انکو میرے بعد نشانہ نہ بناو جو انکو دوست رکھتا ہی وہ میری محبت کی وجہ سے دوست رکھتا ہی اور جو اُن سے بغض رکھتا ہی وہ میرے بغض کیوجہ سے بغض رکھتا ہی اور جس نے انکو اذیت پہونچائی اُس نے خدا کو اذیت پہونچائی پس بنا برین مومن پر اُن کی تعظیم کرنا اور انکا اچھائی سے ذکر کرنا اور انکے بارے مین زبان کو طعنہ زنی سے روکنا واجب ہے کیونکہ حضرت امام حسین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کی وجہ سے بہت سے فتنے اور جھوٹ پھیل گئے ہین اور بدعتین اور ہوا وہوس بڑھگئی ہین اور جھوٹ وغیرہ کو برابر ترقی ہوتی جاتی ہے انتہی اس عبارت سے صاف ظاہر ہی کہ امام غزالی نے مطلق ذکر شہادت کو حرام نہین کہا ہی بلکہ اُس ذکر کو حرام کہا ہی جس مین روایت واہیہ اور مناقشات صحابہ کا بُرے طور سے تذکرہ ہو (۳) یہ کہ روافض کی طرح ذکر شہادت کے لیے مجلس کرنا یہ بسبب تشبہ کے مکروہ ہی اسی لیے صاحب جامع الرموز نے لکھا ہی اواراد ذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابۃ لئلا یشابہ الروافض کما فی العون انتہی اگر امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر بیان کرنے کا قصد کرے تو پہلے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شہادتون کے واقعات بیان کرے تاکہ روافض سے مشابہت نہو نے پائے جیسا کہ عون مین ہی اور مولوی اسمعیل رحمہ اللہ کی جو عبارت سوال مین منقول ہی اسی پر محمول ہی کیونکہ عقد مجلس کا لفظ اسی بات پر دلالت کرتا ہی (۴) یہ کہ واعظ اخبار صحیحہ سے بغیر افراط وتفریط کے واقعہ شہادت کو اس طرح بیان کرے کہ جس سے نہ صحابہ کی اہانت ہو نہ انکے جانب سے سامعین کو سوء ظن پیدا ہو اور روافض کی طرح نہ بدعات کرے نہ دن مقرر کرے واعظ کی غرض فقط مصائب کا ذکر کرنا ہو اور استرجاع اسپر مشروع ہے صاحب مجالس الابرار لکھتے ہین قد روی احمد وابن ماجۃ عن فاطمۃ بنت الحسین عن ابیہا الحسین ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ما من مسلم یصاب بمصیبۃ فیذکرہا وان قدم عہدہا فیحدث لہا الاسترجاع الا کتب اللہ لہ اجرہ مثلہا یوم اصیب وہذا الحدیث رواہ الحسین وعنہ بنتہ فاطمۃ التی شہدت مصرعہ وقد ثبت فی علم اللہ تعالی ان المصیبۃ بالحسین یذکر مع تقادم العہد فکان من محاسن الاسلام ان تجری ہذہ السنۃ کلما ذکرت تلک المصیبۃ بان یسترجع لہا فیکون

للانسان من الاجر الذی کان لمن استرجع یوم اصیب المسلمون بھا انتھے اور احمد ابن ماجہ نے حضرت فاطمہ بنت حسین رض سے اور انھون نے اپنے والد حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ حضرت سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کوئی مسلمان جسے مصیبت پہونچے اور اُسے یاد کرے گو اُسے بہت عرصہ ہوگیا ہو اور اُسپر استرجاع یعنے انا للہ وانا الیہ راجعون کہے نہین ہے مگر یہ کہ اللہ لکھتا ہے اُسکے لیے اجر مثل اُس مصیبت کے اجر کے جو اُس دن اُسکے لیے لکھا تھا اور اس حدیث کو روایت کیا ہے امام حسین علیہ السلام نے اور اُن سے اُنکی صاحبزادی حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو معرکہ کربلا مین حضرت امام علیہ السلام کے ہمراہ تھین اور یہ ثابت ہی کہ اللہ کو یہ معلوم تھا کہ امام حسین علیہ السلام کی مصیبت ذکر کیجائے گی باوجود عرصہ دراز گذرجانے کے پس اسلام کے محاسن سے ہی کہ یہ طریقہ جاری رہی کہ جب یہ مصیبت ذکر کی جاے تو اُسپر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا جاے پس انسان کو وہ اجر ملے جو اُس شخص کے لیے تھا جسنے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اُسدن جسدن کہ مصیبت پہونچائی گئی مسلمانون کو اس واقعہ سے انتھی سوال سنن ابی داؤد اور مسند حسن بن سفیان اور مسند بزار اور معجم اوسط طبرانی اور کامل ابن عدی اور مستدرک حاکم اور حلیہ ابونعیم اور مدخل بیہقی وغیرہ مین یہ حدیث مروی ہے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علے راس کل مأتہ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا اللہ اس امت کے لیے ہر صدی کے شروع مین ایک شخص بھیجتا ہی جو ان امور کو درست کردیتا ہی جنھین اس امت نے سُست کردیا ہی اس حدیث مین راس سے آخر صدی مراد ہی یا شروع صدی اور ہر صدی کے شروع مین جو مجدد آتا ہی اُسکی کیا پہچان ہے اور پہلی صدی سے اسوقت تک کون کون مجدد ہوے ہین اور مولوی اسمعیل شہید اور سید احمد بریلوی اُنکے پیر مجدد ہوسکتے ہین یا نہین۔ **جواب** راس مأتہ سے باتفاق محدثین آخر صدی مراد ہے اور مجدد دین کے علامات اور شروط یہ ہین علوم ظاہری و باطنی کا عالم ہو اُسکی تدریس تالیف تذکیر سے عام فائدہ ہو سنن کے قائم رکھنے مین اور بدعات کے مٹانے مین کوشان ہو اور ایک صدی کے آخر مین اور دوسری صدی کے شروع مین اُسکے علم کی عالم مین شہرت ہوئی ہو پس اگر آخر صدی کو نپایا ہو یا پایا ہو مگر اشاعت شریعت مین کوشش نہ کرسکا ہو تو وہ مجدد نہوگا شیخ الاسلام بدرالدین اہدال رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذہب الاشعریہ مین لکھتے ہین۔ اعلم ان المجدد انما ھو بغلبۃ الظن ممن عاصرہ بقرائن احوالہ

ولا انتفاع بعلمہ ولا یکون المجدد الا عالما بالعلوم الدینیۃ الظاہرۃ والباطنۃ ناصرا للسنۃ قامعا للبدعۃ ثم قد یکون واحدا فی العالم کعمر بن عبد العزیز فی المائۃ الاولی لانفرادہ بالخلافۃ وکالامام الشافعی علی راس المائتین لاجماع المحققین علی انہ اعلم اہل زمانہ وقد یکون اثنین وجماعۃ ان لم یحصل الاجماع علی واحد بعینہ ثم قد یکون فی اثناء المائۃ من ہو افضل من المجدد وانما کان لتجدد علی راس المائۃ لاتمام علماء الامۃ غالبا والی راس المائۃ وانتشار البدع فیحتاج حینئذ الی تجدید الدین فیاتی اللہ بالخلف عوض السلف انتہی جاننا چاہیے کہ مجدد وہ ہے جو اپنے معاصرین میں غالب الظن ہو احوال کے قرائن اور علوم کے منافع کے لحاظ سے اور مجدد وہی ہوتا ہے کہ دینی علوم ظاہری وباطنی کو جانتا ہو سنت کا مددگار اور بدعت کا مٹانے والا ہو پھر کبھی تمام عالم میں ایک ہی مجدد ہوتا ہے مثلاً حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ السلام پہلی صدی میں کیونکہ خلافت اسلامی انہیں میں پائی جاتی تھی اور جیسے امام شافعی رحمہ اللہ دوسری صدی کے شروع میں کیونکہ محققین کا اسپر اجماع ہے کہ وہ اپنے زمانے میں سب سے زائد جاننے والے تھے اور کبھی دو اور اس سے بھی زائد ہوتے اگر کسی ایک پر اجماع نہو اور کبھی صدی کے درمیان میں ایسا شخص بھی پایا جاتا ہے جو مجدد سے افضل ہوتا ہے اور مجدد صدی کے شروع میں اس لیے ہوتا ہے کہ عموماً اسوقت علماء امت تمام ہوجاتے ہیں اور سنتیں مٹ جاتی ہیں اور بدعتیں ظاہر ہوجاتی ہیں تو اسوقت دین کی تجدید کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ تعالے اسلف کے عوض میں خلف کو ظاہر کرتا ہے انتہی اور جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابوداؤد میں لکھتے ہیں قال ابن الاثیر اختلف العلماء فی تاویل ہذا الحدیث کل واحد فی زمانہ واشاروا الی القائم الذی یجدد للناس دینہم علی راس کل مائۃ سنۃ وکان کل قائم قد مال الی مذہبہ وذہب بعض العلماء الی ان الاولی ان یحمل الحدیث علی وجہ العموم فان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من یجدد لہا دینہا لا یلزم منہ ان یکون المبعوث علی راس المائۃ واحدا بل قد یکون واحدا او قد یکون اکثر فان انتفاع الامۃ بالفقہاء وان کان انتفاعا عاما فی امور الدین فان انتفاعہم لغیرہم ایضا اکثر مثل اولی الامر واہل الحدیث والقراء والوعاظ واصحاب الطبقات فی الزہد ینفعون بفن لا ینفع بہ الاخر اذ الاصل فی حفظ الدین حفظ قانون السیاسۃ واشاعۃ العدل الذی بہ ضبط الروایات والزہاد ینفعون بالمواعظ والحث علی لزوم التقوی والزہد فی الدنیا فالاحسن

والاجود ان یکون ذلک اشارۃ الی حدوث جماعۃ من الاکابر المشهورین علی راس کل مائۃ سنۃ یجددون للناس دینهم ویحفظونه علیهم فی اقطار الارض ولکن الذی ینبغی ان یکون المبعوث علی راس المائۃ رجلا مشهورا معروفا مشارا الیه فی فن من هذه الفنون وقد کان قبل کل مائۃ ایضا من یقوم بامر الدین وانما المراد بالذکر من انقضت المائۃ وهو حی عالم مشهور مشار الیه انتهی ابن اثیر نے کہا ہی کہ تمام علمانی اس حدیث کی تاویل مین اپنی اپنی زمانون مین اٹکل کیا ہی اور اس جانب اشارہ کیا ہی کہ مجدد ہر وہ شخص ہی جو لوگون کی لیے اُنکے دین کی تجدید کرے ہر صدی کی شروع مین اور تمام لوگ اُسکی مذہب کے جانب مائل ہو جائین اور بعض علما اس جانب گئی ہین کہ حدیث کا حمل بطریق عام اولی ہی اس لیے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا من یجدد لہا دینہا فرمانا اس بات کو لازم نہین کرتا کہ مبعوث صدی کی شروع مین ایک ہو بلکہ کبھی ایک ہوگا اور کبھی زائد ہونگے کیونکہ امت اُس ہی کی نفعون سے نفع حاصل کریگی گو کہ نفع امور دین مین عام ہو پس نفع کا حاصل کرنا غیر مجددین مثلاً احکام اہل حدیث قراء و حفاظ و زہاد سے بھی بہت ہوگا کیونکہ ہر ایک کا نفع دوسرے کے نفع سے علیحدہ ہی کیونکہ اصل مقصود حفظ دین ہی حفظ قانون سیاست ہی اور اشاعت عدل ہی کہ جس سے ضبط روایات حاصل ہوتا ہی اور زہاد وعظون سے اور زہد و تقوی پر برانگیختہ کرنے سے فائدہ پہونچائین گو پس اچھا یہ ہی کہ اکابر کی ایک جماعت کی جانب اشارہ ہو جو ہر صدی کی شروع مین تجدید دین اور اُسکی حفاظت کے لیے اقطار ارض مین پیدا کی جائے لیکن جو صدی کی شروع مین مبعوث ہو اُسے مشہور آدمی ہونا چاہیے جسکے جانب فنون مذکورہ مین سے کسی فن مین انگلیان اُٹھتی ہون اور صدی کی قبل بھی ایسے لوگ ہوتی ہین جو اقامت امر دین کرتے ہین لیکن یہان وہ لوگ مقصود ہین جو صدی ختم ہونیکے بعد بھی زندہ عالم مشہور مشار الیہ ہون ۔ ان عبارتون سے معلوم ہوا کہ سید احمد بریلوی جو ۱۲۰۱ھ مین پیدا ہوکر ہین اور اُنکے مرید مولانا اسمعیل دہلوی بھی اس حدیث کی مصداق ہین داخل نہین ہین کیونکہ مجدد کے لیے ضروری ہی کہ ایک صدی کے آخر مین اور دوسری صدی کی شروع مین ان اوصاف کا پایا جائے کہ اُس سے لوگون کو تمام فائدہ پہونچے اور وہ خود مشہور ہو اور ان حضرات کا شہرہ تیرھوین صدی کے وسط مین ہوا ہی جن علمانی مجددین کا تعین کیا ہی اس صفت کا لحاظ رکھا ہی حافظ ابن حجر عسقلانی نے فوائد الجمۃ مین اور جلال الدین سیوطی نے اپنی رسالہ تنبئۃ من یبعثہ اللہ علی راس المائۃ مین ان مباحث کی تفصیل کی ہی اور انھین رسائل کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ پہلی صدی کے مجدد بالاتفاق حضرت عمر بن عبد العزیز ہین اور دوسری صدی کے مجدد بالاتفاق حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ہین اور تیسری صدی کے مجدد قاضی ابو العباس ابن شریح شافعی اور ابو الحسن اشعری اور محمد بن جریر طبری رحمہم اللہ ہین اور چوتھی صدی کے مجدد ابو بکر بن باقلانی اور ابو الطیب صعلوکی وغیرہ ہین اور پانچوین صدی کے مجدد امام غزالی ہین اور چھٹی صدی کے مجدد امام فخر الدین

رازی ہیں اور ساتویں صدی کے مجدد تقی الدین بن دقیق العید ہیں اور آٹھویں صدی کے مجدد زین الدین عراقی اور شمس الدین جزری اور سراج الدین بلقینی رحمہم اللہ ہیں اور نویں صدی کے مجدد جلال الدین عبدالرحمن سیوطی اور شمس الدین سخاوی رحمہم اللہ ہیں اور خلاصۃ الاثر فی اعیان قرن الحادی عشر وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں صدی کے مجدد شہاب الدین رملی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ وغیرہ ہیں۔ اور بس واللہ اعلم **سوال** مصافحہ جو ملاقات کے وقت مسنون ہے زید کہتا ہے کہ ایک ہاتھ سے مسنون ہے اور جامع ترمذی والی اس حدیث کو سند میں لاتا ہے فیاخذ بیدہ و یصافحہ قال نعم پس کیا اسکا ہاتھ تھاما اور اُس سے مصافحہ کرے آپنے فرمایا ہاں پس کیا اسکا قول صحیح ہے اور مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں **جواب** جمہور فقہا کے نزدیک دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہیے مجالس الابرار میں ہے والمستحب ان تکون بکلتا یدیہ اور سنت یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہو ایسا ہی درمختار اور جامع الرموز وغیرہ میں ہے اور معجم طبرانی میں بروایت ابو امامہ جو یہ حدیث مذکور ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تصافح المسلمان لم تفرق اکفھما حتی یغفر لھما حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو اُنکی ہتھیلیاں جدا نہیں ہوتیں مگر اُس وقت کہ اُنکے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا چاہیے کیونکہ اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہوتا تو اکفھما کی جگہہ پر جو کف کی جمع ہے کفاھما تثنیہ کا لفظ لایا جاتا صحیح بخاری میں ہے وصافح حماد بن زید بن المبارک بیدیہ یعنے حماد بن زید بن مبارک نے اپنے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کے زمانے میں بھی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا جاری تھا اور صحیح بخاری میں جو یہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ التشہد کما یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات للہ والصلوات والطیبات الحدیث یعنی رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے تشہد سکھایا حالانکہ میرا ہاتھ اُنکے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں تھا جیسا کہ سکھاتے مجھے سورۂ قرآن التحیات للہ والصلوات والطیبات الحدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے وہ مصافحہ جو ملاقات کے وقت کیا جاتا ہے مراد نہیں ہے بلکہ یہ ہاتھ میں ہاتھ لے لینا ویسا ہے جیسا کہ بزرگ چھوٹوں کو کوئی چیز تعلیم کرنے کے وقت ہاتھ میں ہاتھ لیتے ہیں اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس سے وہی مصافحہ مسنونہ مراد ہے تو بھی اس حدیث سے یہ بات صاف طور سے ظاہر ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا اور حضرت ابن مسعود کے ایک ہاتھ کا ذکر اس بات کا قطعی ثبوت نہیں ہے کہ دوسرا ہاتھ شامل نہ تھا کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کف بمعنی جنس مستعمل ہوا ہے اور کف سے دونوں ہاتھ مراد لیے گئے ہیں استعمال عرب اور آیات قرآن و احادیث نبوی میں یہ بات بکثرت پائی گئی ہے اسی بنا پر جن حدیثوں میں اخذ بالید وارد ہوا ہے اُن سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا قطعی ثابت ہے بلکہ وہ حدیثیں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے پر محتمل ہیں پس جبتک کوئی ایسی حدیث نہ پائی جائے جس سے صراحۃً ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا

ثابت ہو فقہا کی اقوال کو ترک نہ کرنا چاہیئے **سوال** کہتے ہین کہ نفس اور روح ایک شی ہے جسکو متصوفین دل کہتے ہین اگر وہ ایک روح اور نفس ایک ہی تو اکثر کتب مین نفس کی مذمت اور روح کی توصیف سی کیا مراد ہی جیسے نفس کی مذمت مین مولانا روم فرماتی ہین ؎ دوزخ است این نفس و دوزخ اژدہاست ٭ کو بدریاہا نگردد کم و کاست ٭ اور روح کیلئے فرماتی ہین ؎ ای ہم روح کردہ نام ما ٭ کردہ پیاقی وحدت جام ما ٭ اور کہتی ہین کہ فلان آدمی کا نفس زندہ اور دل مردہ ہی یا کہتی ہین کہ فقرا نفس کشی مین بہت کوشش کرتی ہین لیس اگر نفس سے روح مراد ہی تو نفس کو مرنے کے بعد ہو کا لبد خاکی کے کیا باقی رہ سکتا ہی اور اگر نفس برا اور روح اچھی ہی تو دونون ایک کیونکر ہو سکتی ہین اور اجتماع ضدین ایک ذات مین کیونکر ہو سکتا ہی **جواب** نفس اور روح ایک چیز ہی اور اوصاف کا مختلف ہونا احوال کی اختلاف کیوجہ سی ہی اور صوفیہ جو نفس کی برائی کرتی ہین تو نفس سے انکی مراد دوسری شی ہی انکی تحقیق احیاء العلوم اور کیمیای سعادت وغیرہ کتب تصوف مین موجود ہی ضرورت کی موافق احیاء العلوم کی تھوڑی عبارت لکھی جاتی ہی جس سے نفس اور روح اور قلب اور عقل کے معانی معلوم ہو جائین گے اللفظ الاول لفظ القلب وهو يطلق لمعنيين احدهما اللحم الصنوبري الشكل المودع في الجانب الايسر من الصدر والمعنى الثاني هو لطيفة ربانية روحانية لها بهذا القلب الجسماني تعلق وتلك اللطيفة هي حقيقة الانسان وهو المدرك العالم العارف من الانسان وهو المخاطب والمعاقب والمعاتب والمطالب اللفظ الثاني الروح وهو ايضا يطلق لمعنيين احدهما جسم لطيف منبعه تجويف القلب الجسماني فينتشر بواسطة العروق الضوارب الى سائر اجزاء البدن والاطباء اذا اطلقوا لفظ الروح ارادوا به هذا المعنى الثاني هو اللطيفة العالمة المدركة من الانسان وهو الذي شرحناه في احد معاني القلب وهو الذي اراده الله بقوله قل الروح من امر ربي اللفظ الثالث النفس وهو ايضا مشترك بين معان ويتعلق بغرضنا منه معنيان احدهما انه يراد به المعنى الجامع لقوة الغضب والشهوة في الانسان وهذا الاستعمال هو الغالب على اهل التصوف لانهم يريدون بالنفس الاصل الجامع للصفات المذمومة من الانسان فيقولون لا بد من مجاهدة النفس وكسرها واليه الاشارة بقوله عليه الصلوة والسلام اعدى عدوك نفسك التي بين جنبيك المعنى الثاني هي اللطيفة التي ذكرناها التي هي الانسان بالحقيقة وهي نفس الانسان وذاته ولكنها توصف باوصاف مختلفة بحسب اختلاف احوالها فاذا سكنت تحت الامر وزايلها الاضطراب بسبب معارضة الشهوات سميت النفس المطمئنة والنفس بالمعنى الاول لا يتصور رجوعها الى الله فانها مبعدة عن الله وهي من حزب الشيطان واذا لم يتم سكونها ولكنها صارت مدافعة للنفس الشهوانية ومعترضة عليها سميت النفس اللوامة وان تركت الاعتراض واذعنت واطاعت لمقتضى الشهوات ودواعي الشيطان سميت النفس الامارة بالسوء انتهى ملخصا پہلا لفظ قلب ہی اور اسکا اطلاق دو معنو پر ہوتا ہی ایک صنوبری شکل کا گوشت جو سینے کی بائین جانب رکھا گیا ہی اور دوسری ربانی روحانی پاکیزگی جو اس جسمانی قلب مین ہی اور یہی لطیفہ انسان کی حقیقت ہی اور یہی مدرک عالم اور عارف ہی اور یہی مخاطب ہی اور اسی پر عقاب عتاب کیا جائیگا اور اسی سے مطالبہ کیا جائیگا

اور دوسرا لفظ روح ہی اور اُسکا بھی دو معنو نپر اطلاق ہوتا ہی ایک جسم لطیف جسکا منبع جوف قلب جسمانی ہی اور اسی کی بواسطہ رگون کے
تمام اجزاء بدن مین پھیلتا ہی اور اطبا جب لفظ روح کا اطلاق کرتے ہین تو اس سے یہی معنی ثانی مراد لیتی ہین دوسرا انسان کا جاننے اور
ادراک کرنیوالا لطیفہ جسکی شرح ہمنی قلب کی ایک معنی مین کی ہی اور اسی کو اللہ تعالی نے قول الروح من امر ربی سے مراد لیا ہی تیسرا لفظ نفس ہی اور
وہ بھی مشترک ہی کئی معنون مین اور ہماری غرض سے دو معنی متعلق ہین ایک یہ کہ اُس سے مراد وہ معنی ہون جو انسان مین قوت غضب
و شہوت کی جامع ہین اور یہی استعمال اہل تصوف پر غالب ہی کیونکہ وہ نفس سے وہ اصل مراد لیتی ہین جو انسان کے بُری صفات کو جامع
ہی پس وہ کہتی ہین کہ مجاہدہ نفس و کسر نفس کی ضرورت ہی اور اسی جانب اس حدیث مین اشارہ ہی جسکے معنی یہ ہین تمہارے
دشمنون مین سی ایک تمہارا نفس ہی جو تمہارے دونون پہلو نکے بیچ مین ہی دوسرے معنی وہ لطیفہ ہی جسے ہمنے ذکر کیا جو فی الحقیقۃ نفس
و ذات انسان ہی لیکن احوال کے اختلاف کی مطابق اوصاف مختلفہ سے متصف ہوتا ہی پس جبکہ امر کی ماتحت وہ سکون پذیر ہوجائے
اور شہوت کے مقابلہ کی بدولت اسکا اضطراب زائل ہوجاے تو اُسے نفس مطمئنہ کہتی ہین اور نفس بمعنی اول کا رجوع اللہ
کیجانب نہین ہوتا کیونکہ وہ اللہ سے دور اور شیطان کے گروہ سے ہی اور جب اسکا سکون تو تمام ہو لیکن نفس شہوانیہ کی دافع
اور اُسپر معترض ہو تو اُسے نفس لوامہ کہتی ہین اور اگر اعتراض کو چھوڑ کر شہوات اور دواعی شیطان کا مطیع و منقاد ہوجائے تو اُسکو
نفس امارہ کہتی ہین **سوال** زید کا قول اثبات توحید وجودی مین صحیح ہی یا نہین اور اسکی عقلی یا نقلی دلیل صحیح ہی یا غلط
اسکا قول یہ ہی اور توحید وجودی کی حقیقت بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہی تفصیل کیلئے تو دفتر چاہیے مختصر ایک دلیل عقلی اور
ایک نقلی لکھی دیتا ہون عقلی یہ ہی کہ کوئی شئی غیر اللہ موجود نہین ہوسکتی کیونکہ حکمت مین ثابت ہوچکا ہی کہ وجود عین ذات واجب
ہی اور غیر وجود نہین مگر عدم تو غیر واجب نہین مگر عدم اور عدم موجود نہین ہوسکتا پس غیر واجب یعنی غیر اللہ موجود نہین ہوسکتا اور دلیل
نقلی کلمہ توحید ہی کہ جسکا حاصل یہ ہی کہ ہر الہ عین اللہ یعنی ہر موجود عین اللہ ہی اسلئے کہ ہر موجود مصداق الہ ہی اسواسطے کہ الہ کہتی ہین
معبود کو اور معبود اُسے کہتی ہین جسکی کوئی عبادت کرے اور عبادت تابعداری کرنے کو کہتی ہین اسی لئے تابعدار کو عبد و بندہ کہتی ہین جیسے
عبد الدنیا عبد الدرہم پیٹ کا بندہ روپیہ کا بندہ اور جسکا کوئی تابعدار ہو اسے معبود اور الہ کہتی ہین جیسے اللہ تعالی کے قول الہہ ہواہ مین ہوا کو
الہ کہا بالجملہ اطلاق الہ کا ہر اُس شئی پر آتا ہی جسکا کوئی تابعدار ہو اور کوئی موجود موجودات مین ایسا نہین جسکا کوئی تابع نہین پس غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہی کہ ہر موجود مصداق کا الہ ہی اور لا الہ الا اللہ سے ظاہر ہی کہ جو مصداق الہ کا ہی وہ عین اللہ ہی پس ثابت ہوا کہ ہر موجود عین اللہ ہی
**جواب** زید کا یہ کلام من اولہ الی آخرہ مغالطہ و سفسطہ ہی اور اسکی ہر تقریر اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ اسکو علم معقول و منقول دونون مین
کافی استعداد نہین ہی ورنہ ایسی تقریر اس سے نہ صادر ہوتی چند وجہ سے کل تقریر غلط ہی تطویل کیلئے تو ایک دفتر چاہیے مختصر بیان
سمجھ لینا چاہیے وجہ اول یہ کہ زید نے جو دلیل عقلی قائم کی بعد صحت اسکے مقدمات کے وہ نتیجہ اس امر کو ہی کہ کوئی شئی غیر اللہ کے موجود نہین

ہو سکتی ہی اور کسی چیز کو سوائے ذات وحدہ لاشریک کے وجود کا حصہ نہین مل سکتا ہی بلکہ عدم محض ہر چیز کو سوائے
اللہ کے حاصل ہی اور دلیل نقلی بعد تسلیم اُسکے مقدمات کے نتیجہ اس امر کو ہی کہ ہر چیز عین اللہ کی ہی اور یہ ظاہر ہی کہ اللہ
موجود ہی اور یہ بھی ظاہر ہی کہ جو چیز عین موجود کی ہوگی وہ بالضرورۃ موجود ہوگی کیونکہ عینیت بین الشیئین مستلزم
تشارک وجودی ہی پس اس سے ثابت ہوا کہ ہر چیز موجود ہی پس ایک دلیل تو مثبت عدم محض تمام اشیا سوا اللہ
کے ہی اور دوسری دلیل مثبت وجود جمیع اشیا ہی وھل ھذا الا تہافتہ و تساقط وجہ دوم یہ کہ دلیل عقلی کا
یہ مقدمہ کہ وجود عین ذات واجب ہی اس سی کیا مراد ہی اگر یہ مراد ہی کہ وجود مصدری جسے بودن اور ہستی کہتے ہین
عین ذات پروردگار ہی تو محض غلط ہی شرح سلم قاضی مبارک اور حاشیہ قدیمہ وغیرہ کتب منطق و حکمت کے معائنہ سے
یہ امر واضح ہوتا ہی کہ عین ذات واجب فلاسفہ کے نزدیک وجود بمعنے ما بہ الموجودیۃ ہی نہ معنی مصدری اور جس نے
معنی مصدری کی عینیت کا حکم کیا ہی اُسکی مراد یہ ہی کہ منشاء انتزاع وجود مصدری واجب عین نفس ذات واجب ہی
کسی وصف اور حیثیت کو اُس مین مداخلت نہین ہی بخلاف ممکنات کے کہ مصداق وجود مصدری ان عین ذوات
ممکنات ہین بحیثیت استناد الی الجاعل وغیرہ اور یہ مذہب کسی عاقل کا نہین ہی کہ وجود مصدری عین ذات
واجب ہی بعینیت بحتہ اور کیونکر یہ مذہب کسی عاقل کا ہو سکتا ہی ہر عاقل جسکو ادنی بھی تمیز ہی سمجھ سکتا ہی کہ وجود
مصدری قبیل انتزاعیات سے ہی اور ذات واجب موجودات خارجیہ سے ہی پس اگر یہ دونون بالکلیہ متحد ہون
تو لازم آتا ہی کہ معنی مصدری موجود خارجی ہو جائے یا موجود خارجی عین مصدری ہو جائے و بطلانہ ظاہر علی
کل عاقل فضلا عن ماہر اور اگر یہ مراد ہی کہ وجود بمعنے ما بہ الموجودیت عین واجب ہی یا یہ کہ منشاء انتزاع وجود مصدری
کا نفس ذات واجب ہی تو صحیح ہی مگر مفید مطلب نہین کیونکہ اس سے اگر ثابت ہوگا تو یہ ہوگا کہ غیر واجب ما بہ الموجودیۃ
نہین ہی اور نفس ذات اُسکی منشاء انتزاع وجود مصدری نہین اور اس سے یہ نہین لازم آتا کہ غیر واجب معدوم
محض ہو جائے وجہ سوم یہ کہ دلیل عقلی کا یہ مقدمہ کہ غیر وجود نہین مگر عدم محض غلط ہی کیونکہ غیر وجود مصدری تمام
موجودات خارجیہ اور ذہنیہ ہین صرف غیریت وجود و عدم کے ساتھ خاص نہین ہی ہر طفل مکتب سمجھ سکتا ہی کہ زید
و عمرو و بکر و فرس و حمار و حجر و شجر و سما و ارض و شمس و قمر وغیرہ جتنی چیزین بخلع خلعت وجود مشاہدہ ہین سب
غیر وجود مصدری ہی اور اگر غیر نہون تو لازم آتا ہی کہ یہ سب عین وجود مصدری ہون یا عین ما بہ الموجودیۃ ہون
اور بطلان اسکا ظاہر ہی کہ وجود مصدری انتزاعی غیر موجود خارجی و غیر مشاہد ہی اور یہ اشیا محسوسہ موجودہ وجہ چہارم
یہ کہ نتیجہ مقدمتین مذکورتین کہ غیر واجب نہین مگر عدم محض باطل ہی ہرگاہ دونون مقدمہ کمسابق باطل ہوئے تو نتیجہ

کے ابطال مین کیا شبہہ رہا وجہ پنجم یہ کہ یہ مقدمہ دلیل عقلی کا کہ عدم موجود نہین ہوسکتا بھی باطل ہی اسوجہ سے کہ عدم موجودات ذہنیہ سے ہی اور حصہ وجود کا اسکو عارض ہی جیسا کہ حواشی میرزاہد مین جو شرح مواقف وغیرہ پر ہین تفصیل تمام مذکور ہی اور اگر عدم موجود نہو تو لامحالہ معدوم ہوگا اور عدم العدم مستلزم وجود ہی الحاصل اس دلیل عقلی کا ہر مقدمہ محض باطل و لغو ہی اگر کتب مطولہ حکمیہ سے قطع نظر کرین اور کتب مختصرہ متداولہ ہی کو دیکھین تو بطلان ان سب کا مخفی نرہیگا وجہ ششم یہ کہ دلیل نقلی کا یہ مقدمہ کہ ہر موجود مصداق اللہ کا ہی اسواسطے کہ اللہ کہتے ہین معبود کو اور معبود کہتے ہین اسکو جسکی کوئی عبادت کرے محض لغو ہی اس وجہ سے کہ اللہ نام مستحق عبادت کا ہی نہ ہر ایسی چیز کا کہ جسکی کوئی عبادت حماقت سے کرنے لگے جیسا کہ معائنہ کتب لغت سے یہ امر واضح ہی پس مصداق الٰہ کا موجودات مین وہی ہوگا جو مستحق عبادت ہی نہ ہر عبادت کردہ شدہ وجہ ہفتم یہ قول کہ عبادت کہتی ہین تابعداری کو دال ہی علوم شرعیہ اور علوم لغویہ کی ناواقفیت پر مطلق تابعداری معنی عبادت کے نہین ہین بلکہ معنے عبادت کے پرستش اور غایت خضوع کے ہین ہر کس و ناکس اس امر سے واقف ہے کہ تابعداری اور چیز ہی اور پرستش اور چیز ہی ہان غیر پرستش پر اطلاق عبودیت کا مبالغۃً کیا جاتا ہی خلاصہ یہ ہی کہ اس دلیل نقلی کا ہر مقدمہ خلاف لغت و عرف و شرع ہی ہر گاہ دونون دلیلین مزخرف ٹھہرین ثبوت دعوی ندارد ہوگیا **سوال** ہندوستان جہانتک عملداری انگریزونکی ہی دار الحرب ہی یا نہین اور اگر ہی تو صرف صاحبینؒ کے مذہب کے مطابق یا ابو حنیفہؒ کے مذہب کے موافق بھی **جواب** ہندوستان دار الحرب نہین ہی بلکہ دار الاسلام ہی چنانچہ اُن عبارات فقہیہ سے واضح ہوتا ہے خزانۃ المفتین مین ہی دار الاسلام لا تصیر دار الحرب الا باجراء احکام الشرک فیہا وان یکون متصلا بدار الحرب لا یکون بینہا وبین دار الحرب مصر اخر للمسلمین وان لا یبقی فیہ مسلم وذمی امنا بالامان الاول فما لم توجد ھذہ الشرائط لا تصیر دار الحرب ومعنی قولنا ان لا یبقی مسلم او ذمی امنا بالامان الاول ان لا یبقے فیہا مسلم او ذمی امنا علی نفسہ الا بامان المشرکین وقالا اذا اجروا فیہا احکام الشرک فانہا تصیر دار الحرب سواء کانت متصلۃ بدار الحرب او لم تکن بقی فیہا مسلم او ذمی امنا بالامان الاول او لم یبق ودار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیہا وان زال غلبۃ اھل الاسلام کذا فی شرح سیر الاصل وفی سیر الاصل لابی الیسر ان دار الاسلام لا تصیر دار الحرب مالم یبطل جمیع ما صارت بہ دار الاسلام لان الحکم اذا ثبت لعلۃ فما بقی من العلۃ شیء یبقی ببقائہ وفی المنشور دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فما بقی علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام انتہی دار الاسلام دار الحرب نہین

ہوتا ہی مگر احکام شرک کے جاری ہونی اور دار الحرب کے اسقدر متصل ہونے سے کہ اُسکے اور دار الحرب کے بیچ مین
کوئی دوسرا شہر مسلمانون کا باقی نہ رہے اور مسلمان اور کسی امان یافتہ ذمی کے باقی نہ رہنے سے پس جبتک
کہ یہ شرائط نہ پائی جائین وہ دار الحرب نہوگا اور ہمارے قول مسلمان اور کسی امان یافتہ ذمی کے نہ باقی رہنے کا
یہ مطلب ہی کہ اُس ملک مین کوئی مسلمان یا ذمی بلا امان مشرکین کے نہو اور صاحبین کہتے ہین کہ کافر جب احکام
شرک جاری کردین تو وہ دار الحرب ہو جائیگا خواہ دار الحرب کی متصل ہو یا نہو اُس مین کوئی مسلمان یا امان
یافتہ ذمی باقی ہو یا نہو اور دار الحرب اجرای احکام اسلام سی دار الاسلام ہوجاتا ہی گو اہل اسلام کا غلبہ جاتا رہی ایسا ہی
شرح سیر الاصل مین ہی اور ابو الیسر کی سیر الاصل مین ہی کہ دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا ہی جبتک وہ تمام باتین
نہ جاتی رہین جن سے وہ دار الاسلام ہوا تھا کیونکہ حکم جب کسی علت سی ثابت ہوتا ہی تو جبتک کچھ بھی علت باقی
رہتی ہی شئے اُسکے باقی رہنی سے باقی رہتی ہی اور منشور مین ہی کہ ملک دار الاسلام احکام اسلام کے جاری ہونیکی
بدولت ہی پس جب تک کہ اسلام سے کچھ بھی تعلق باقی رہی گا جانب اسلام ہی کو ترجیح دیجائیگی ۔ اور بزازیہ مین ہی
قال السید الامام والبلاد التی فی ایدی الکفرة الیوم لا شك انها بلاد الاسلام بعد ایضا لها بلاد الحرب
ولم یظهروا فیها احکام الکفر بل القضاة مسلمون واما البلاد التی علیها وال مسلم من جهتهم فیجوز
فیها اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاة وتزویج الایامی والارامل لاستیلاء المسلم علیه
واما البلاد التی علیها ولاة کفار فیجوز فیها ایضا اقامة الجمع والاعیاد والقاضی قاض بتراضی المسلمین
وقد تقرر ان ببقاء شیء من العلة یبقی الحکم وقد حکمنا بلا خلاف فان هذه الدیار قبل استیلاء الکفار
کان من دیار الاسلام وبعد استیلائهم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحکم بمقتضی الشرع والفتوی
والتدریس شائع بلا نکیر من ملوکهم فالحکم بانها من دار الحرب لا جهة له نظرا الی الدراسة والدرایة
واعلان بیع الخمور واخذ الضرائب والمکوس والحکم من النقص برسم التتار کاعلان بنی قریظة بالیهود
وطلب الحکم من الطاغوت فی مقابلة محمد صلی الله علیه وسلم فی عهده بالمدینة ومع ذلک کانت بلدة اسلام
بلا ریب وذکر الحلوائی انها تصیر دار الحرب باجراء احکام الکفر وان لا یحکم فیها بحکم من احکام الاسلام
وان یتصل بدار الحرب وان لا یبقی فیها مسلم ولا ذمی آمنا بالامان الاول فاذا وجدت الشرائط کلها
صارت دار الحرب وعند تعارض الدلائل والشرط یبقی ما کان او یترجح جانب الاسلام احتیاطا انتهی
سید امام نے کہا ہی کہ وہ شہر جو آجکل کافرون کے قبضے مین ہی بیشک دار الاسلام ہی اسکے دار الحرب سی ملجانیکے

بعضے بھی اگر وہ اُس مین احکام کفر جاری نہین کرتے مین بلکہ قاضی مسلمان ہین اور وہ شہر جن مین اُنکے جانب سے
مسلمان والی ہین اُن مین نماز جمعہ وعیدین پڑھنا اور خراج لینا اور قاضیون کی تقلید کرنا اور نکاح میونکا
درست ہی استیلا مسلم کی وجہ سے اور وہ شہر جنکے والی کافر ہین اُن مین بھی جمعہ اور عیدین کی نماز درست
ہی اور مسلمانون کے راضی ہونیسے قاضی بھی قاضی ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہی کہ علت کے باقی رہنے
سے حکم باقی رہتا ہی اور رہنے بلا خلاف اس بات کا حکم کیا ہی کہ یہ شہر استیلا رکفار سے پہلے دار الاسلام تھے
اور بعد استیلا رکفار بھی اعلان اذان اور جمعہ اور جماعتون کا اور شرع کے موافق حکم اور فتوے وتدریس
بلا انکار بادشاہ شائع ہی پس اس حکم کرنے کی کہ وہ دار الحرب ہی کوئی وجہہ نہین معلوم ہوتی اور شراب کا بالاعلان
بیچا جانا اور خراج لینا اور ٹکس وصول کرنا اور رسم تبار کے توڑنے کا حکم ویسا ہی ہی جیسا بنی قریظہ کا اعلان
یہودیت اور طلب حکم کا طاغوت سے بمقابلہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کے زمانہ مین مدینہ منورہ
مین اور باوجود اسکے بلا شک وہ شہر اسلام تھا اور حلوائی نے کہا ہی کہ دار الاسلام اجرار احکام کفر سے اور
اسلام کے کسی حکم کے نہ جاری ہونے سے اور دار الحرب سے متصل ہو جانے سے اور کسی مسلمان اور امان یافتہ
ذمی کے نہ باقی رہنے سے دار الحرب ہو جاتا ہے پس جب تمام شرائط پائے جائینگے تو دار الحرب ہو جائیگا
اور جب شرائط ودلائل معارض ہون تو اپنی اصل پر باقی رہے گا یا جانب اسلام کو احتیاطا ترجیح دیجائیگی
اور عتابی نے شرح زیادات مین لکھا ہی دار الاسلام انما تصیر دار الحرب بثلاث شرائط احدھا اجرا
احکام الکفار علے سبیل الاشتہار والثانی ان تکون متاخمۃ بدار الحرب ای متصلۃ لا یتخلل بینہما بلدۃ
من بلاد المسلمین والثالث ان لا یبقی فیہا مسلما وذمی امنا بالامان الاول فشرط ھذہ الشرائط
لیکون علما علی تمام القھر والاستیلاء اذ دار الاسلام یحتاط لاثباتہ لھا وعندھما یصیر دار الاسلام
دار الحرب باجراء احکام الکفر فیہا انتھے دار الاسلام تین شرطون سے دار الحرب ہو جاتا ہی اول اجراے احکام
کفار باشتہار دوم اتصال دار الحرب اسطرح پر کہ بیچ مین مسلمانون کا کوئی شہر نہ واقع ہو سوم کسی مسلمان یا
امان یافتہ ذمی کا باقی نہ رہنا پس ان شرائط کی شرط لگائی گئی تاکہ پورے ظلم اور استیلار کی علامتین پائی جائین
کیونکہ دار الاسلام کے لیے دار الحرب کا حکم ثابت کرنے مین احتیاط کی جاتی ہی اور صاحبین کے نزدیک دار الاسلام
اجرار احکام کفر سے دار الحرب ہو جاتا ہے اور طحطاوی حاشیہ درمختار مین ہی قولہ باجراء احکام الشرک ای علے
الاشتہار وان لا یحکم فیہا بحکم اھل الاسلام ھندیۃ وظاھرہ انہ لو اجریت احکام المسلمین واحکام

اهل الشرك لاتكون دار حرب انتهى قول مصنف كا باجراء احكام الشرك يعنى باشتهار احكام شرک کے اجرا اور اہل اسلام کے کسی حکم کے نہ جاری ہونے سے (دارالاسلام دار الحرب ہوجاتا ہے) اور یہ ظاہر ہے کہ اگر احکام مسلمین و احکام اہل شرک دونوں جاری ہوں تو وہ دار الحرب نہوگا انتہی ان عبارات سے اور اُنکے امثال سے واضح ہے کہ دارالاسلام کے دار الحرب ہونے میں یہ شرط ہے کہ احکام کفر علانیہ جاری ہوں اور احکام اسلام بالکلیہ موقوف کر دیے جائیں اور شعائر اسلام اور ضروریات دین میں کفار مداخلت کرنے لگیں اور یہ شرط اتفاقی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اسکے سوا اور بھی دو شرطیں زائد کی ہیں ایک یہ کہ اس بلدہ میں اور دار الحرب میں کوئی بلدہ مملکت اہل اسلام کا باقی نہ ہے دوسری یہ کہ امان اول اُٹھ جائے اور بامان کفار اقامت کی نوبت آئی ہو اور ظاہر ہے کہ بلاد ہندوستان میں یہ مفقود ہے اسلیے کہ شعائر اسلام میں ہنوز حکام کی طرف سے مداخلت اور مزاحمت نہیں ہے اگرچہ اکثر قضاۃ کفار ہیں اور خلاف اسلام احکام جاری کرتے ہیں مگر بہت سے امور میں مذہب اسلام اور شرع کے موافق بھی فیصلہ کرتے ہیں پس ہندوستان امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کسی کے نزدیک دار الحرب نہیں ہے **سوال** ایک شخص جو اچھی طرح صرف و نحو بھی نہیں جانتا اور فقط ترجموں کی وجہ سے اکثر مسائل جانتا ہے مگر کم علمی کی وجہ سے حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتا اور نہ صحیح مطالب سے واقف ہو سکتا ہے فقط اس غرض سے کہ جہال اُسے عالم سمجھیں اور دام میں پھنسکر اطاعت کریں مسجد میں وعظ کہتا ہے جس میں ہزاروں غلطیاں ہوتی ہیں اور قرآن و حدیث کے خلاف باتیں بیان کرتا ہے اور اسی موقع میں ڈالکر بغیر کسی کامل پیر کی اجازت کے لوگوں کو مرید بھی کرتا ہے اور اپنے ذاتی فائدے کے لیے ایک عالم کو وعظ کہنے اور امامت کرنے سے روکتا ہے اور خود امام بنتا ہے اسکے علاوہ روافض سے میل جول رکھنے کی وجہ سے ذکر میلاد نبوی میں باراده حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر نہیں کرتا اور سنی مذہب کے لوگوں کو روافض کے اتحاد کی وجہ سے بالکل ترک کیے ہوئے ہے تعزیت مردگان و دیگر مراسم مثل نکاح و شادی میں روافض کے کہنے سے شریک نہیں ہوتا آیا ایسا شخص عند اللہ گنہگار ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو ایک عالم کی موجودگی میں وعظ کہنا اور امامت کرنا درست ہے یا نہیں اور بغیر پیر کی اجازت کے اسکا مرید کرنا جائز ہے یا نہیں واضح رہے کہ شخص مذکور طہارت وغیرہ کا بھی پورا پابند نہیں ہے **جواب** ایسا شخص گنہگار ہوگا اور اسکو بصورت موجودگی عالم کے امامت اور وعظ کا استحقاق نہیں ہے اور جبکہ اُس شخص میں نامشروع افعال موجود ہیں تو لوگوں کو اسکے مرید ہونے سے پرہیز کرنا چاہیے **سوال** ریل کی مسافت کو بعض علما گنبوٹ پر عمل کرتے ہیں اور بعض سیر ابل

حل کرتی ہین اور دلیلین فریقین کی مختلف ہین پہلے گروہ کی دلیل یہ ہی کہ ریل کو اگنبوٹ کے ساتھ بہت زائد مناسبت ہی اس لیے کہ دونون مین آگ جلائی جاتی ہی اور دوسرے گروہ کی دلیل یہ ہی کہ ریل کی مسافت کو ابل سے زیادہ مناسبت ہی اس لیے کہ دونون خشکی کی سواریان ہین اگرچہ ریل تیز زائد ہوتی ہی۔ **جواب** بحر الرائق مین ہے فی السراج الوهاج اذا كانت المسافة ثلاثة ايام ولياليها بالسير المعتاد فسار اليها على البريد سيرا مسرعا او على الفرس جريا حثيثا فوصل في يومين قصر انتهى والمراد بسير البر والجبل ان يكون بالابل ومشي الاقدام والمراد بالابل القافلة دون البريد واما السير في البحر فيعتبر في البحر ما يليق به وهو ان يكون مسافة ثلثة ايام فيما اذا كانت الرياح معتدلة وان كانت تلك المسافة بحيث تقطع في البر بيوم كما في الجبل يعتبر كونها من الجبل بالسير الوسط ثلثة ايام وان كانت تقطع من طريق السهل بيوم والحاصل بانه يعتبر المدة من اي طريق اخذ فيه انتهى سراج وہاج مین ہی کہ جب مسافت تین دن رات کی ہو متوسط سیر سے تو قاصد اگر تیز سواری سے گیا یا گھوڑے پر متوسط چال سے چلا پس دونون مین پہونچ گیا تو وہ قصر کرے انتہی اور خشکی اور پہاڑ پر چلنے سے مراد اونٹ پر یا پیادہ چلنا ہی اور اونٹ سے مراد قافلہ کا اونٹ ہی نہ ڈاک کا اونٹ اور دریا کی سیر مین اسکی مطابق اعتبار کیا جائیگا یعنے تین دن کی رفتار جبکہ ہوا معتدل ہو اور اگر یہ مسافت ایسی ہو کہ خشکی مین یہ مسافت ایک دن مین قطع ہو جائے جیسا کہ جبل مین تو اعتبار کیا جائے گا اُسکا ہونا جبل سے باعتبار سیر وسط کے تین دن اگرچہ وہ نرم زمین مین ایک ہی دن مین قطع ہو جائے اور حاصل یہ ہی کہ مدت کا اعتبار اوس راستہ سے کیا جائے گا جس سے اوس نے سفر شروع کیا ہی اس عبارت سے اور ایسی ہی اور عبارات فقہیہ سے واضح ہی کہ سیر بری اور بحری ہر ایک مین سیر متوسط اُسی سیر کی لیجاویگی اور دوسری سیر کا اعتبار نہ کیا جائیگا اور اس باب مین سرعت سیر وبطو کا اعتبار نہین ہی بلکہ متوسط کا ہی پس ریل اگرچہ اگنبوٹ سے مشابہ ہی مگر چونکہ یہ بری اور وہ بحری سواری ہی اس لیے ریل کی سیر مین سیر اگنبوٹ کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔ **سوال**۔ نور الانوار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ توریت اور انجیل منسوخ نہین ہوئین اور شیخ سعدی کے قول سے معلوم ہوتا ہی کہ منسوخ ہوگئین دونون مین تعارض کیون ہی **جواب** توریت اور انجیل کے تمام احکام منسوخ نہین ہوئی ہین کیونکہ شریعت محمدی مین بعض احکام ملت بنی اسرائیل کے موافق بھی ہین البتہ بہت سے احکام اس شریعت مین منسوخ ہوگئی ہین قال اللہ تعالی فی صفة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یامرهم بالمعروف وینهاهم عن المنکر ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین اللہ تعالے فرماتا ہی وہ اچھے باتونکا

حکم دیتے ہین اور بُری باتون سے روکتے ہین اور اُنکے لیے عمدہ چیزین حلال اور بُری چیزین حرام کرتے ہین اور اُن کے بوجھون اور قیدون کو اُٹھاتے ہین سوال بخیال مصلحت وقت مثلاً روز جمعرات یا شب جمعہ کو ایک جلسہ مقرر کیا جائے کہ ہر ہفتہ کو لوگ جمع ہوا کرین اور وعظ بذریعہ قرأۃ ترجمۂ قرآن یا احادیث و مسائل نماز روزہ وغیرہ مسائل دینیات کا بیان ہوا کرے اور کسی دینی اور دنیاوی معاملہ کا جھگڑا اس مین نہو صرف قرآن اور حدیث کا ذکر ہوا کرے اس لیے ایکدن صرف اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ سب لوگ بغیر اسکے کہ اطلاع دیجائے روز معلومہ کو بوقت و مقام معلومہ خود بخود مجلس وعظ مین شریک ہوا کرین جیسا کہ دہلی مین وعظ مولوی حفیظ اللہ خان صاحب کا بروز دوشنبہ بوقت معین صبح یا وعظ مولوی عبد الرب صاحب کا بروز معینہ جمعہ بمقامات معینہ ہوتا ہے اور شوقین بلا اطلاع دینے کے وقت معلومہ پر شریک ہوجایا کرتے ہین ایسا کرنا گناہ ہی یا نہین پھر ایسے وعظ مین اگر ایام گرمی شربت یا برف کا پانی یا موسم سرما جائے وغیرہ حاضرین کو پلائی جائے اور رسوم جہال کی پابندی کا کچھ خیال نہ رکھا جائے تو جائز ہی یا نہین اسیطرح رمضان المبارک کی کسی شب مین بروز ختم کلام مجید حاضرین کو بلا نیت کسی رسم و رواج کے کھانا کھلانا یا شیرینی تقسیم کرنا یا اسوقت خواہ بوقت افطار شربت پلانا جائز ہی یا نہین جواب یہ سب جائز ہی اور اُسکی اصل یہ حدیث ہی جو صحیح بخاری کی کتاب الاعتصام مین ابو سعید خدری سے مروی ہی قال جاءت امرأۃ الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ذھب الرجال بحدیثك فاجعل لنا من نفسك یوما ناتیك فیہ تعلمنا مما علمك اللہ فقال اجتمعن فی یوم کذا وکذا فی مکان کذا وکذا فاجتمعن فاتاھن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فعلمھن مما علمہ اللہ الحدیث حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اُسنے کہا یا رسول اللہ مرد آپ سے حدیثین حاصل کرتے ہین پس آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمائین جس مین مخصوص ہمکو اُسکی تعلیم دین جو اللہ تعالے نے آپکو بتلایا ہی پس حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا کہ جمع ہو اس دن اور اس دن اس جگہہ اور اس جگہہ پس عورتین جمع ہوئین اور آپ نے تشریف لاکر اُنکو وہ سکھایا جو اللہ نے آپکو سکھایا تھا اور یہی صحیح بخاری کی کتاب الدعوات مین عکرمہ سے مروی ہی عن ابی وائل قال کان عبد اللہ بن مسعود یذکر الناس فی کل خمیس فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمن انك ذکرتنا کل یوم قال اما انہ یمنعنی من ذلك انی اکرہ ان املکم وانی اتخولکم بالموعظۃ کما کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یتخولنا بھا مخافۃ السامۃ علینا انتھے ابو وائل سے روایت ہی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر پنجشنبہ کو وعظ کہتے تھے پس اُنسے ایک شخص نے کہا کہ تم ہمسے روز وعظ

کہا کرو انھون نے کہا کیا مجھکو اس سے یہ بات نہین روکتی کہ مین تمکو مجبور کرون اسپر کہ تم رنجیدہ ہو یعنی ہین روز اسلیئے
وعظ نہین کہتا کہ کہین سننے والون کو دشوار نہو جائے اور مین ناغہ کرکے وعظ اس لیے کہتا ہون کہ حضور سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے اسی طرح ناغہ کرکے وعظ کہا کرتے تھے ملال کے خوف سے انتھی ان اخبار سے انعقاد
مجلس وعظ کے لیے تعیین مکان و زمان ثابت ہی اور حضار مجلس کو جب وہ ایک مکان پر جمع ہون رمضان
مین مجلس ختم مین یا غیر رمضان مین مجلس وعظ مین بلا لحاظ رسم و رواج والتزام ضروری و اہتمام غیر شرعی کوئی
چیز کھلانا پلانا یا تقسیم کر دینا بھی درست ہی اصل اسکی یہ حدیث ہی جو صحیح بخاری مین کتاب الجہاد مین باب الطعام
عند القدوم مین مروی ہی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینۃ نحر جزورا او بقرۃ انتھے
جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو اونٹ اور گائے کی قربانی کی اور یہی کتاب
الاطعمہ مین قصہ عتبان ابن مالک مین مروی ہی۔ قال عتبان فغدا علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
وابو بکر حین ارتفع النہار فلم یجلس حتی دخل البیت فقال این تحب ان اصلی من بیتک فاشرت الی ناحیۃ
فقام فکبر فصففنا وصلی رکعتین ثم سلم فحبسناہ علی خزیرۃ صنعناہا الحدیث عتبان نے کہا ہی کہ رسول
اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے یہان آئے جبکہ آفتاب بلند ہو چکا تھا پس نہ بیٹھے یہان تک کہ گھر
مین تشریف لے گئے اور پوچھا کہ تم کہان پسند کرتے ہو کہ مین تمھارے گھر مین نماز پڑھون مین نے ایک گوشہ کی طرف
اشارہ کیا آپنے وہان کھڑے ہو کر تکبیر کہی پس ہمنے صف باندھی دو رکعتین پڑھین پھر آپنے سلام پھیرا اور ہمنے
آپ کو ایک دسترخوان پر بٹھلایا جو آپکے لیے بنایا تھا واللہ اعلم **سوال**۔ اگر شارع نے کسی علت سے کوئی
حکم بیان کیا بعد مدت کے وہ علت جاتی رہی تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ حکم باقی نہ رہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
طواف مین رمل کے سنت ہونیکا انکار کیا ہی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجودیکہ زوال علت کا یقین تھا پھر فرمایا کہ جو ہم
حضرت سرور عالم صلے اللہ وسلم کے زمانے مین کرتے تھے اُسے نہ چھوڑین گے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ زوال علت
سے زوال حکم ہوتا ہی یا نہین اگر ہوتا ہی تو یہ قاعدہ کلیہ ہی یا اسکا کوئی خاص موقع ہی **جواب** احکام شرعیہ کے
مناشی و بواعث شریعت کے ارتفاع سے احکام کا ارتفاع نہین ہوتا اور اکثر مناشی علل کے ساتھ مشتبہ ہو جاتے
ہین اسوجہ سے بعض احکام شرعیہ کے بقا و عدم بقا مین اشتباہ ہوتا ہی نظائر اسکے بہت ہین منجملہ اُسکے حکم رمل ہی کہ
منشا اسکی شریعت کا مشرکین کا دفع خیال تھا مگر بعد اس منشا کے ارتفاع کے بھی یہ حکم باقی رہا اسی وجہ سے حجۃ الوداع
مین بھی رمل کیا گیا باوجودیکہ وہ منشا باقی نہ رہا اور منجملہ اُسکے حکم غسل روز جمعہ ہی کہ بعد ارتفاع اُسکے منشا شریعت کے جو کہ

سنن ابوداؤد وغیرہ مین مروی ہے باقی رہا اور علل احکام کا ارتفاع سے ارتفاع حکم بالضرور ہوگا اگر بدو شرط ایک یہ کہ شرعاً یا امر ثابت ہو کہ اس حکم کی یہ علت ہے دوسرے یہ کہ یہ بھی معلوم ہو کہ اس حکم کی اسکے سوا کوئی اور علت نہین ہے ورنہ ممکن ہے کہ ایک شے معلول لعلل شتی ہو پس ایک علت کے عدم سے عدم اسکا نہ لازم آویگا اور اگر علت کی علیت قطعی نہو بلکہ اجتہادی ظنی ہو تو اسکی ارتفاع سے ارتفاع حکم بھی ظنی ہوگا ہذا ہوالاصل **سوال** زبان انگریزی کی تعلیم آیا شرعاً جائز ہے یا ناجائز اور آیا اسکے عدم جواز پر من تشبہ بقوم فہو منہم یعنے جس نے جس قوم کی مشابہت کی وہ انھین مین سے ہے استدلال ہو سکتا ہے یا نہین اور بعض احادیث مین جو وارد ہے کہ حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات نے بعض صحابہ کرام کو توریت یا انجیل پڑھتے دیکھکر اُسکے پڑھنے سے منع فرمایا آیا اس روایت سے تعلیم زبان انگریزی کا شرعاً ممنوع ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہین **جواب** نفس تعلم زبان انگریزی کا شرعاً جائز ہے کیونکہ موافق علم اصول کے اصل حلت ہے پس تاوقتیکہ منع شرعی ثابت نہو ہر شئے شرعاً جائز سمجھی جاویگی من تشبہ بقوم الخ اور دوسرے روایت سے انگریزی سیکھنا ممنوع نہین ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس مین تشبہ بالنصاریٰ نہین ہے اور نہ انگریزی زبان مین توریت وانجیل ہے حررہ اشرف علی عفا اللہ عنہ **ہو المصوب** فی الواقع نفس تعلم زبان انگریزی شرعاً ممنوع نہین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہودیون کی زبان سیکھنے کا حکم کیا جیسا کہ جامع ترمذی وغیرہ مین مروی ہے اور ملا علی قاری مکی کی شرح مشکوٰۃ مین ہے کا یعرف فی الشرع تحریم علم لغۃ من اللغات سریانیۃ کانت اوعبرانیۃ ھندیۃ کانت او ترکیۃ فارسیۃ کانت اوغیرھا شرع نے زبانون مین سے کسی زبان کے سیکھنے کو حرام نہین کیا ہے سریانی ہو یا عبرانی ہندی ہو یا ترکی فارسی ہو یا کوئی اور زبان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرأت توریت سے منع کرنا اس لیے نتھا کہ وہ کفار کی زبان مین ہے بلکہ اس غرض سے تھا کہ کہین اس امت کے لوگ قرآن کو چھوڑ کے کتب سابقہ کی طرف متوجہ نہو جائین اور اپنے دین کی عارت نہ کردین اسکی تفصیل کتب حدیث مین موجود ہے اور حدیث من تشبہ کو تعلم زبان سے کچھ علاقہ نہین ہے اوضاع خاصہ واطوار خاصۂ کفار کو طعام وشراب ولباس ومشی وغیرہ مین اختیار کرنا داخل تشبہ ہے نہ کسی زبان کو سیکھنا واللہ اعلم حررہ ابوالحسنات محمد عبدالحی۔ (مہر: محمد عبدالحی ابوالحسنات) **سوال** جواز تعلیم زبان انگریزی مشمول دیگر السنہ مین علما کا کیا حکم ہے جن کی تعلیم کی غرض سے نواب صاحب بہادر والی سورت نے ایک مدرسہ خاص مسلمانون کی تعلیم کے لیے جاری فرمایا ہے ہر چند کہ خاص شہر جونا گڈھ مین مکتب گجراتی اردو وغیرہ کے ہین اور ہائی اسکول بھی

جس مین انگریزی تعلیم عموماً ہندو مسلمان کو ہوتی ہی موجود ہی مگر خاص بغرض تحفظ دین و عقائد اہل اسلام نواب صاحب
نے یہ مدرسہ قائم کیا ہی اور ایک متقی پرہیزگار عالم کو اسکا پرنسپل مقرر کیا ہی کہ تعلیم علوم دینی و دنیاوی باحسن وجوہ
ہو اور خیال دین مقدم ہو **جواب** اس طور سے تعلیم زبان انگریزی کی جس مین خیال دین مقدم ہو درست ہے
شرعاً کسی زبان کے سیکھنے کی اگرچہ وہ زبان کفار کی ہو ممانعت نہین وارد ہی بلکہ جب منجر کسی مفسدہ کی طرف ہو اور
اس سے انسان کے اطوار شرعیہ و عقائد دینیہ مین تخلل واقع ہو منع ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بعض
صحابہ کو یہودیون کی زبان سیکھنے کی اجازت دی ہے جامع ترمذی مین زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی
ہی امرنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اتعلم السریانیۃ وفی روایۃ امرنی ان اتعلم کتاب
یھود وقال انی ما امن یھود علی کتاب قال فما مربی نصف شہر حتی تعلمت فکان اذا کتب الی یھود کتبت
واذا کتبوا الیہ قرأت لہ کتابھم انتھی مجھے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سریانی سیکھون اور ایک
روایت مین ہی مجھے حکم دیا کہ مین یہود کی کتابت سیکھون اور فرمایا کہ مین یہود کی کسی تحریر سے بےخوف نہین ہون
(یعنی اُن پر اعتماد نہین کرتا) اُنھون نے کہا کہ نصف ماہ سے کم مین مین نے اُسے سیکھ لیا جب یہودیونکو خط لکھا
جاتا تو مین لکھتا اور جب اُنکا خط آتا تو مین پڑھتا تھا ملا علی قاری مکی مرقاۃ شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین قیل فیہ دلیل
علی تعلم ما ھو حرام فی شرعنا للتوقی عن الوقوع فی الشر کذا ذکرہ الطیبی بل فی ذیل کلام المظھر وھو غیر
ظاھر اذ لا یعرف فی الشرع تحریم تعلم لغۃ من اللغات سریانیۃ کانت او عبرانیۃ ھندیۃ کانت او ترکیۃ
فارسیۃ کانت او غیرھا نعم یعد من اللغو ومالا یعنی وھو مذموم عند ارباب الکمال الا اذا ترتبت علیہ
فائدۃ فیستحب کما یستفاد من الحدیث انتھی کہا گیا ہی کہ اس مین دلیل ہی اُس چیز کے سیکھنے پر جو ہمکو
شر مین پڑنے سے بچانیوالی شرع کے نزدیک حرام ہو ایسا ہی ذکر کیا ہی طیبی نے کلام مظہر کے ضمن مین اور یہ ظاہر نہین
ہی کیونکہ شرع سے کسی زبان کا سیکھنا حرام ثابت نہین ہوتا ہی سریانی ہو یا عبرانی ہندی ہو یا ترکی فارسی ہو یا کوئی
اور دوسری زبان۔ ہان جو بیکار شے ہے وہ لغو سمجھی جائیگی اور یہ ارباب کمال کے نزدیک مذموم ہو مگر جبکہ اُس سے
کچھ فائدہ حاصل ہو تو مستحب ہی جیسا کہ حدیث سے سمجھا جاتا ہی **سوال** عورتون کو لکھنا سکھانا جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہے
احادیث اور عبارات فقہا اور تعامل اکابر علما اسپر شاہد ہین حیوۃ الحیوان مین ہی اخرج ابو داؤد والحاکم وصححہ
ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال للشفا بنت عبد اللہ علمی حفصۃ رقیۃ النملۃ کما علمتھا الکتابۃ والنملۃ قروح
یخرج من الجنب من البدن ورقیتھا شئی کانت تستعملہ النساء انتھی ابو داؤد اور حاکم نے اسکو نکالا ہی اور اسکی

تصحیح اس بات سے ہوتی ہی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفا بنت عبد اللہ سے کہا کہ حفصہ کو نملہ کا منتر سکھا دو
جیسا کہ تمنے انھین کتابت سکھائی اور نملہ دانے ہین جو پہلو مین نکلا کرتے ہین اور رقیۃ النملہ ایک شے ہی جسکو عورتین
استعمال کرتی ہین اس صحیح روایت سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ شفا جو صحابیہ تھین کتابت مین ماہر تھین اور حضور روحی فداہ
نے انھین حضرت حفصہ کو کتابت سکھانے کے لیے مقرر کیا تھا اور خزانۃ المفتیین مین ہی الحائض والجنب اذا کانا
یکتبان الکتاب الذی فی بعض سطورہ آیۃ القرآن یکرہ لہما ذلک وان کانا لا یقرآن لانہما منہیان عن مس
القرآن وفی الکتابۃ مس لانہ یکتب بالقلم وہو فی یدہ وہو صورۃ المس انتہی حائض اور جنب جب اُس کتاب
کو لکھین جسکی بعض سطرون مین قرآن کی آیت ہی تو اُنکے لیے یہ مکروہ ہی اگرچہ وہ اُسے نہ پڑھین کیونکہ انھین قرآن چھونے
سے بھی منع کیا گیا ہی اور کتابت مین چھونا ہی کیونکہ وہ اپنی قلم سے لکھتا ہی اور قلم اُسکے ہاتھ مین ہی اور یہی چھونے کی صورت
ہی۔ اور ایسا ہی عینی شرح ہدایہ مین ہی اور کفوی طبقات حنفیہ مین علاء الدین محمد سمرقندی مولف تحفۃ الفقہاء کے حالات
مین لکھتے ہین کانت لہ ابنۃ فاطمۃ الفقیہۃ زوجۃ ابی بکر صاحب البدائع وکانت تفقہت علی ابیہا وحفظت تحفتہ
وکان زوجہا یخطی فتردہ الی الصواب وکانت الفتوی تاتی فتخرج وعلیہا خطہا وخط ابیہ فلما تزوجت بصاحب
البدائع کانت تخرج وعلیہا خطہا وخط ابیہا وزوجہا انتہی انکی ایک لڑکی تھی فاطمہ جو فقیہہ تھی اور ابوبکر صاحب
بدائع کی بی بی تھی اس لڑکی نے فقہ اپنے باپ سے حاصل کی تھی اور انکی تصنیف تحفۃ الفقہاء کو زبانی یاد کیا تھا صاحب انکے شوہر غلطی کرتے تو
انھین صحیح مذہب پر لوٹا لیتی تھین اور فتوی آتا تھا جب نکلتا تھا تو اُسپر انکی اور انکے باپ کی تحریر ہوتی تھی پھر جب صاحب بدائع سے
اُنکی شادی ہو گئی تو جب استفتا نکلتا تھا تو اُسپر انکی اور انکے باپ اور شوہر کی تحریر ہوتی تھی۔ اور یہ جو عام لوگ سمجھتے ہین کہ عورتونکا
لکھنا سیکھنا چونکہ مفاسد کیطرف منجر ہی اس لیے ضرور مکروہ ہوگا اُسکا جواب یہ ہی کہ جبتک غالب گمان منجر الی المفاسد کا نہو مباح شی حرام نہین ہوتی ہان
جب غالب گمان ہو تو اُس سے احتراز اولی ہوتا ہی حرمت اُسوقت بھی ثابت نہین ہو سکتی۔ اور مطلقا حرام ہونے
پر جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو دلیل مین لاتے ہین وہ بھی کئی وجہون سے قابل قبول نہین ہے
قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنزلوہن الغرف ولا تعلموہن الکتابۃ وعلموہن الغزل
وسورۃ النور اخرجہ ابن مردویہ والبیہقی فی شعب الایمان کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ فرمایا حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتون کو نہ اُتارو کھڑکیون مین اور اُنکو کتابت نہ سکھاؤ اور انھین سوت کاتنا سکھاؤ
اور سورۂ نور کی تعلیم دو اسکو ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان مین نقل کیا ہی۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ روایت ضعیف
ہی چنانچہ سیوطی وغیرہ نے اسکی تصریح کی ہی پس حدیث جواز کے ساتھ قابل معارضہ نہین ہی دوسری بالاتفاق اس حدیث

سے کراہت تنزیہیہ ثابت ہے پس حرمت یا کراہت تحریمی کا اس سے ثبوت نہیں ہو سکتا تیسرے اگر کراہت تحریمی کا ثبوت
اس سے مان بھی لیا جاوے تو لازم آویگا کہ سورۂ نور عورتون کو سکھائی جاوے اور سورۂ یوسف یا تمام قرآن سکھایا
جائے کیونکہ بعض کتب سے یون بھی روایت پائی گئی ہے علموھن سورۃ النور ولا تعلموھن سورۃ یوسف
وھذا خلاف الاجماع عورتون کو سورۂ نور کی تعلیم دو اور سورۂ یوسف کی تعلیم نہ دو اور یہ خلاف اجماع ہے غرض
عورتون کو لکھنا سکھانا نہ حرام ہے نہ مکروہ تحریمی بلکہ ضرورتون کے لحاظ سے استحباب سے خالی نہین مگر جبکہ فساد کا خوف ہو

**سوال** عورتون کو لکھنا سکھانا جائز ہے یا نہین۔ **جواب** عورتون کو لکھنا سکھانے کے جواز مین حدیث شفا کافی
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا علمی حفصۃ رقیۃ النملۃ کما علمتہا الکتابۃ حفصہ کو نملہ کا منتر سکھاؤ
جیسا کہ تمنے اُنھین لکھنا سکھایا۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت کا احتمال جیسا کہ محدث دہلوی نے شرح
مشکوۃ مین لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ دوسری حدیثون مین عورتون کو لکھنا سکھانے کی ممانعت آئی ہے اور ولا تعلمہ
الکتابۃ عورتون کو لکھنا نہ سکھاؤ ارشاد ہوا ہے اور اس حدیث سے لکھنا سکھانے کا جواز ثابت ہوتا ہے شاید یہ حدیث
ممانعت سے پہلے کی ہے اور بعض کہتے ہین کہ چونکہ ازواج مطہرات نبوی سے خوف فتنہ نہین ہے اس لیے ان کے لیے
جائز ہے اور عام عورتون کے لیے ناجائز ہے کیونکہ انسے فتنے کا خوف ہے انتہی ترجمۃ کلامہ الفارسی اور ملا علی قاری مشکوۃ
کی شرح مین لکھتے ہین قال الخطابی فیہ دلیل علی ان تعلیم النساء الکتابۃ غیر مکروہ قلت یحتمل ان یکون جائزا
للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی ھذا الزمان ثم رأیت قال بعضہم خصت بہ حفصۃ لان نساءہ صلی اللہ
علیہ وسلم خصصن باشیاء قال تعالی یا نساء النبی لستن کاحد من النساء وخبر لا تعلمن الکتابۃ یحمل علی عامۃ
النساء خوف الافتتان علیہن انتہی خطابی نے کہا ہے کہ اس مین اسپر دلیل ہے کہ عورتون کو لکھنا سکھانا مکروہ نہین ہے
مین کہتا ہون احتمال ہے کہ اگلون کے لیے جائز اور پچھلون کے لیے ناجائز ہو کیونکہ آجکل عورتین خراب ہو گئی ہین اور
بعضون نے کہا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اسکے ساتھ خاص ہین کیونکہ ازواج مطہرات بہت سے باتون کیساتھ
خاص ہین اللہ تعالے نے فرمایا ہے ای نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیو تم دوسری عورتون کی طرح نہین ہو اور کتابت
نہ سکھاؤ والی خبر عام عورتون پر محمول ہے فتنہ مین پڑ جانیکے خوف سے انتہی مخدوش ہے اسوجہ سے کہ فتح الباری اور
دوسرے شرح صحیح بخاری اور کتب حدیث مین متعدد جگہون پر لکھا ہے الخصائص لا یثبت بالاحتمال خصوصیتین احتمال
سے ثابت نہین ہوتین پس محض احتمال سے جبکہ کوئی نص قطعی نہین پائی جاتی یہ بات ثابت نہین ہو سکتی کہ صرف ازواج
مطہرات ہی کے لیے کتابت کی تعلیم جائز ہے اور ظاہر ہے کہ اگر ازواج مطہرات کے علاوہ مطلقاً عورتون کے لیے تعلیم کتابت مکروہ ہوتی تو حضور

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنت عبداسد کو بھی منع کرتے اور جب آپ نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ غیر ازواج مطہرات کے لیے بھی
تعلیم کتابت جائز ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ جو جواز کی حدیث ہے اُسکی تصحیح حاکم وغیرہ نے کی ہے اور جو عدم جواز کی حدیث
ہے وہ ضعیف ہے پس اس حدیث سے عام طور پر حرمت یا کراہت ثابت نہیں ہو سکتی اور بفرض محال اگر اس ضعیف
حدیث کو صحیح بھی مان لیں تو کراہت تنزیہی کا ثبوت ہو سکتا ہے جس کا حکم یہ ہے کہ ترک اولی ہے اور کتب تواریخ دیکھنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ سابق مین اکثر عورتین لکھنا جانتی اور سیکھتی تھیں اور علماے عصر مین سے کسی نے اُنھیں
نہیں روکا سیوطی اپنے رسالہ نزہۃ الجلسا فی اشعار النساء مین شہدہ بنت احمد دینوری کا حال لکھتے ہوے
لکھتے ہین کانت ذات دین وورع وعبادۃ سمعت الکثیر وعمرت وکتبت الخط المنسوب علی طریقۃ المکاتبۃ
وماکان فی زمانھا من یکتب مثلھا وکان لھا الاسناد العالی ماتت سنۃ اربع وسبعین وخمسمائۃ انتھی
وہ دین اور تقوی اور عبادت والی تھیں بہتون سے اُنھون نے (حدیث کو) سنا ہے اور بہت طویل العمر ہوئین اور وہ
لکھنے کے طریقہ پر لکھتی تھیں اور اُنکے زمانے مین کوئی اُنکا ایسا لکھنے والا نہ تھا اور اُنکے لیے بڑی سندین تھیں ۵۷۴ھ
مین اُنھون نے انتقال کیا۔ اور عائشہ بنت احمد قرطبی کے حال مین لکھتے ہین۔ قال ابن حیان فی المقتبس لم یکن
فی زماننا فی جزائر الاندلس من یعدلھا علما وفھما وادبا وشعرا وفصاحۃ تمدح ملوک الاندلس وتخاطبھم بما
یعرض لھا من حاجۃ وکانت حسنۃ الخط تکتب المصاحف ماتت عذراء لم تنکح سنۃ اربعمائۃ انتھی ہمارے
زمانے مین جزائر اندلس مین کوئی وہ تھا جو علم وفہم اور ادب وشعر اور فصاحت مین اُنکا مقابلہ کر سکے وہ بادشاہان
اندلس کی تعریف کرتی تھیں اور اُن سے بیان کرتی تھیں وہ جو اُسے اپنے ساتھی کی جانب سے پہونچتا تھا اور وہ خوشخط
تھیں اور قرآن کی کتابت کرتی تھیں اُنھون نے کنوارپن مین ۴۰۰ھ مین انتقال کیا۔ اسی طرح اُنھون نے ولادۃ
بنت مستکفی باللہ محمد المروانی اور مریم بنت ابی یعقوب الانصاری القیصوی وغیرہما کے حالات مین لکھا ہے کہ یہ لکھنا
جانتی تھیں اور علامہ عبدالقادر عیدروس نے نور سافر فی اخبار القرن العاشر نے ۹۰۴ھ کے حوادث مین لکھا ہے
وفی عشیۃ یوم الاربعاء فی ربیع الاول توفیت السیدۃ الصالحۃ اسماء بنت الفقیہ العلامۃ کمال الدین موسی
بن محمد بن زبید وکانت عابدۃ صالحۃ قاریۃ للقرآن تقرأ کتب التفسیر والحدیث وتسمع النساء وتعظھم
وکان لقولھا وقع فی القلوب وربما کتبت الشفاعات الی السلطان والقاضی الامیر فتقبل شفاعتھا انتھی
اور ربیع الاول مین شب چہارشنبہ کو نیک بی بی اسماء نے انتقال کیا جو فقیہ علامہ کمال الدین موسی کی صاحبزادی
تھیں شہر زبید مین اور وہ عابدہ صالحہ تھیں قرآن پڑھتی تھیں اور تفسیر وحدیث کی کتابین پڑھتی تھیں اور

عورتون سے حدیث سنتی تھین اور انکی تعظیم کرتی تھین اور انکی بات دلپذیر لگتی تھی اور بسا اوقات اُنھون نے بادشاہ اور قاضی میر کے پاس سفارشین لکھدین اور وہ قبول کر لی گئین انتہی۔ اور ۸۴۱ھ کے حوادث مین لکھا ہو فیہا توفیت فاطمة بنت القاضی محمود بالقاہرة ولدت تقریبا سنة خمس وخمسین وثمانمائة ونشات فتعلمت الکتابة وماتبسرانتھے اس سال فاطمہ بنت قاضی محمود نے قاہرہ مین انتقال کیا تقریبا ۸۵۵ھ مین پیدا ہوئین اور کتابت اور دوسری آسان چیزون کو حاصل کیا۔ اور ابن قیم نے زادالمعاد مین حدیث شفا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہو وفی الحدیث دلیل علی جواز تعلیم النساء الکتابة انتھے اور حدیث مین دلالت ہی تعلیم کتابت کے جائز ہونے پر انتھی اب حدیث نہی کا حال لکھا جاتا ہو کہ کوئی اسکو ضعیف کہتا ہو کوئی متروک کوئی موضوع علامہ ابن جوزی کتاب الموضوعات مین بسند خود تا ابن حبان روایت کرتے ہین قال ابن حبان محمد بن عمرو انبانا محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم حدثنا یحیی بن زکریا بن یزید الدقاق حدثنا محمد بن ابراہیم ابو عبد اللہ الشامی حدثنا شعیب بن اسحق الدمشقی عن ہشام بن عروة عن ابیہ عن عائشة قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تسکنوھن الغرف ولا تعلموھن الکتابة وعلموھن الغزل وسورة النور انتھے ابن حبان محمد بن عمرو نے بسلسلہ محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بروایت یحیی بن زکریا بن یزید دقاق بروایت محمد بن ابراہیم ابو عبد اللہ شامی بروایت شعیب بن اسحق دمشقی بروایت ہشام بن عروہ بروایت والد خود۔ روایت کی ہو کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوة نے کہا کہ عورتون کو کھڑکیون مین نہ ٹھہراؤ اور اُنکو کتابت نہ سکھاؤ اور انکو کاتنا سکھاؤ اور سورہ نور کی تعلیم دو انتھی اسکو نقل کرنیکے بعد پھر خود ابن جوزی لکھتے ہین لا یصح محمد بن ابراھیم الشامی کان یضع الحدیث وقد ذکر الحاکم ھذا الحدیث فی صحیحہ والعجب کیف خفی علیہ امرہ انتھی یہ حدیث صحیح نہین ہی محمد بن ابراہیم شامی حدیثون کو وضع کرتے تھے اور حاکم نے اس حدیث کو اپنی صحیح مین ذکر کیا ہو اور تعجب ہو کہ یہ بات انپر کیونکر پوشیدہ رہی وپھر بسند خود تا ابن حبان روایت کرتے ہین قال ابن حبان حدثنا جعفر بن سہل حدثنا جعفر بن نصر حدثنا حفص بن غیاث عن لیث عن مجاھد عن ابن عباس مرفوعا لا تعلموا نساءکم الکتابة ولا تسکنوھن الغرف وقال خیر لھو المومن السباحة وخیر لھو المرأة الغزل انتھے کہا ابن حبان نے حدیث بیان کی مجھسے جعفر بن سہل نے وہ کہتے ہین حدیث بیان کی مجھسے جعفر بن نصر نے وہ کہتے ہین حدیث بیان کی مجھ سے حفص بن غیاث نے اُنھون نے روایت کی لیث سے اُنھون نے مجاہد سے اُنھون نے

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ اپنی عورتون کو کتابت نہ سکھاؤ اور انکو کھڑکیون مین نہ ٹھراؤ اور کہا کہ مومن کا اچھا کھیل تیرنا اور مومنہ کا اچھا کھیل کاتنا ہی انتہی پھر خود کہتے ہین لا یصح جعفر بن نصر حدث عن الثقات بالبواطیل انتہی یہ حدیث صحیح نہین ہی جعفر بن نصر نے ثقات سے غلط باتین روایت کی ہین اور سیوطی نے لآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کی کتاب النکاح مین ابن جوزی کا کلام نقل کر کے زیر حدیث عائشہ رض لکھا ہی قلت الحاکم ما اخرجہ من طریق ہذا الوضاع حتی یتعجب منہ بل قال انبانا ابو علی الحافظ حدثنا محمد بن سلیمان حدثنا عبد الوہاب بن الضحاک حدثنا شعیب بن اسحق فذکرہ وقال صحیح الاسناد واخرجہ البیہقی فی شعب الایمان عن الحاکم من ہذا الطریق ثم قال انبانا ابو نصر بن قتادۃ انبانا ابو الحسن محمد بن حسن السراج حدثنا سفیان حدثنا محمد بن ابراہیم الشامی حدثنا شعیب بن اسحق فذکرہ باسنادہ نحوہ وہذا بہذا الاسناد منکر ہذا کلام البیہقی فافاد ان طریق محمد بن ابراہیم ہی المنکرۃ وانہ بغیر ہذا الاسناد لیس بمنکر نعم قال الحافظ ابن حجر فی الاطراف بعد ذکر قول الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد بل عبد الوہاب متروک وقد تابعہ محمد بن ابراہیم الشامی عن شعیب بن اسحق وابراہیم رواہ ابراہیم بالوضع انتہی مین کہتا ہون کہ حاکم نے ان وضع کرنے والون سے ان احادیث کا اخراج نہین کیا ہی یہان تک کہ اس سے تعجب ہو بلکہ انھون نے کہا ہی انبانا ابو علی الحافظ حدثنا محمد بن سلیمان حدثنا عبد الوہاب بن ضحاک حدثنا شعیب بن اسحق پس اسکو انھون نے ذکر کیا ہی اور کہا ہی کہ یہ صحیح الاسناد ہی اور بیہقی نے شعب الایمان مین حاکم سے اسی طرح روایت کی ہی پھر کہا ہی انبانا ابو نصر بن قتادۃ انبانا ابو الحسن محمد بن حسن سراج حدثنا سفیان حدثنا محمد بن ابراہیم الشامی حدثنا شعیب بن اسحق پس اسکو ذکر کیا ہی اسکے اسناد کے ساتھ اور یہ اس اسناد کے ساتھ منکر ہی یہ بیہقی کا کلام ہی پس اس سے حاصل یہ ہوا کہ محمد بن ابراہیم کا طریقہ منکر ہی اور بدون اس اسناد کی منکر نہین ہی ہان حافظ ابن حجر نے اطراف مین حاکم کے قول کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہی کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہی بلکہ عبد الوہاب متروک ہین اور محمد بن ابراہیم شامی عن شعیب بن اسحاق وابراہیم اسی کے تابع ہی اور ابراہیم نے اسی وضع کر کے روایت کیا ہی انتہی یہان یہ بات معلوم ہوگئی کہ شیخ محدث دہلوی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ نے جو یہ لکھا ہی کہ تعلیم کتابت کا جواز اس بات کو محتمل ہی کہ وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مخصوص ہو باوجودیکہ کوئی نص اس خصوصیت پر دلالت کرنے والی نہین ہی محض لغو ہی

**سوال** من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر جسنے نماز کو قصدا ترک کیا وہ کافر ہی صحیح حدیث ہی یا نہین **جواب** صحیح ہی لیکن تشدید پر محمول ہی

**سوال** اللقاء اشد من الزنا غنا اشد یدہ ہی

زنا سے جہان وارد ہو وہان لاہلہ حلال ولغیرہ حرام اہل کے لیے حلال اور غیر اہل کے لیے غنا حرام ہی یہ بھی صحیح ہی یا نہین **جواب** دونون حدیثین موضوع ہین کسی حدیث کی کتاب مین اسکا نشان نہین ہی **سوال** ان ملکو نمین رواج ہی کہ لڑکے ابتداے درس مین کئی پارے قرآن شریف کے استاد سے پڑھکے درسے علاوہ حاصل کرنے لگتے ہین جب حصول علم کر لیتے ہین تو بغیر استاد سے سنے ہوے اور بغیر اجازے اور سند کے پورے کلام اللہ کی تلاوت کرنے لگتے ہین ایسی تلاوت مشروع ہی یا نہین **جواب** مشروع ہی جلال الدین سیوطی اتقان فی علوم القرآن مین لکھتے ہین ادعی ابن خیر الاجماع علی انہ لیس لاحد ان ینقل حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالم یکن لہ بہ روایۃ ولو بالاجازۃ فہل یکون حکم القرآن کذلک فلیس لاحد ان ینقل آیۃ او یقرأھا مالم یقرأھا علی الشیخ لم ار فی ذلک نقلا ولذلک وجہ من حیث ان الاحتیاط فی اداء الفاظ القرآن اشد منہ فی الفاظ الحدیث ولعدم اشتراطہ وجہ من حیث ان اشتراط ذلک فی الحدیث انما ھو لخوف ان یدخل فی الحدیث مالیس منہ او یتقول علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالم یقلہ والقرآن محفوظ منہ وھذا ھو الظاھر انتھی ابن خیر نے اسپر اجماع کا دعوی کیا ہی کہ کسی کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل نہ کرنا چاہیئے تا وقتیکہ اُسکے ساتھ روایت نہو گو کہ صرف اجازت ہو پس کیا قرآن کا حکم بھی ایسا ہی ہی پس کسی کو یہ نہ چاہیئے کہ کوئی آیت نقل کرے یا اُسے پڑھے جبتک کہ شیخ سے نہ پڑھے ہین نے اسکے متعلق کوئی نقل نہین دیکھی اور ایسا ہونا ممکن ہی کیونکہ ادائے الفاظ قرآن مین زائد احتیاط کرنا چاہیے ادائے الفاظ حدیث سے اور ایسا نہونا بھی ممکن ہی کیونکہ حدیث مین تو شرط لگانے کی یہ وجہ ہو کہ اسمین خوف ہی کہ کوئی شخص حدیث مین وہ باتین بڑھا دے جو اُسمین نہون یا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جانب ایسی بات منسوب کر دے جو آپنے نفرمائی ہو اور قرآن شریف اس سے محفوظ ہی اور یہ ظاہر ہی انتہی اور اُسی کتاب مین ہی الاجازۃ من الشیخ غیر شرط فی جواز التصدی للاقراء والافادۃ فمن علم من نفسہ الاھلیۃ جاز لہ ذلک وان لم یجزہ احد وعلی ذلک السلف الاولون والصدر الصالحون وکذلک فی کل علم وفی الاقراء والافتاء انتھے قراء کی اتباع کرنے اور اُن سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے شیخ کی اجازت شرط نہین ہی پس جو اپنے کو اہل جانے اسکے لیے جائز ہی گو کسی نے اُسے اجازت ندی ہو اور اسی کے سلف صالح اور قدما قائل ہین اور یہی تمام علوم اور افتاء اور پڑھانیکی حالت ہے **سوال** علما متبحرین نے لکھا ہی کہ جس حدیث مین ثواب وعقاب کثیرہ کا وعدہ ہو وہ موضوع ہی حالانکہ امام غزالی نے احیاء العلوم مین اس حدیث کو نقل کیا ہی کل حسنۃ بعشر امثالھا الی سبعمائۃ ضعف الا الصوم ہر نیکی کا بدلہ

اُسکے دن اَمثلون سے لیکر سات سو مثلون تک ملتا ہی سوا روزہ کے اور بعض محدثین نے یہ دوسری حدیث نقل
کی ہے من صام یوم سبعة وعشرین من رجب کتب اللہ له صیام ستین شهرا جس نے ستائیسوین رجب
کو روزہ رکھا اللہ نے اُسکے لیے ساٹھ مہینہ کے روزونکا ثواب لکھدیا پس معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دونون حدیثین
کیسی ہین اور موضوع حدیث کے پہچاننے کا کیا قاعدہ ہی **جواب** پہلی حدیث کو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہی علامہ زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم عراقی کتاب المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار
تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار سے اس حدیث کی شان مین لکھتے ہین اخرجاہ من حدیث ابی هریرة رضی اللہ
عنه انتهی صحیحین مین اس حدیث کا اخراج حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیا ہی اور دوسری حدیث گو صحاح ستہ
مین نہین ہی مگر بعض محدثین نے اسکو روایت کیا ہی ماثبت من السنة مین ہی وفی جزء ابی معاذ الشاه المروزی
فی فضائل رجب لعبد العزیز من طریق ضمیرة عن مطر الوراق عن شهر بن حوشب عن ابی هریرة موقوفا من
صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ له صیام ستین شهرا وهو الیوم الذی هبط فیه جبرئیل علی محمد
صلی اللہ علیه وسلم بالرسالة وهذا امثل ما ورد فی هذا المعنی انتهی عبد العزیز نے جزء ابی معاذ شاہ المروزی مین
رجب کے فضائل مین بطریق ضمیرہ مطر وراق سے اُنھون نے شہر بن حوشب سے اُنھون نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ
عنہ سے موقوفا روایت کی ہی کہ جسنے روزہ رکھا ستائیسوین رجب کو اللہ تعالی اُسکے نام پانچ برس کے روزون کا ثواب
لکھتا ہی اور یہ وہ دن ہی جس مین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رسالت کا پیغام لیکر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تھے
اور یہ مثل ہی اُنسے جو اس معنی مین وارد ہوئی ہین اور قاعدہ مذکورہ کی تصریح اگرچہ شراح شرح نخبہ وغیرہم نے کی ہی مگر یہ تصریح کسی
حدیث سے مطابق نہین ہوتی **سوال** کل دخان حرام ومن اکل من البنج لقمة فکانما زنی بامه ہر دخان حرام ہی
اور بھنگ کا استعمال کرنا ایسا ہی جیسے اپنی مان کے ساتھ زنا کرنا۔ حدیث ہی یا نہین **جواب** معتبر کتابون مین
یہ حدیث نظر سے نہین گذری اور فقط کسی شخص کے حدیث لکھدینے کا اعتبار نہ کرنا چاہیے بلکہ محدث کے قول کا یقین
کرنا چاہیے کیونکہ وہ حدیث کو سند سے بیان کرتے ہین۔ **سوال** اذا تحیرتم فی الامور فاستفتوا اصحاب
القبور جب تم کسی کام مین پریشان ہو تو اہل قبور سے دریافت کرو۔ حدیث ہی یا نہین۔ **جواب** حدیث نہین ہی
بلکہ کسی کا قول ہی اور اسکے تفصیلی معنے یہ ہین کہ جب تمھین کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے مین شبہہ ہو تو اپنے
اجتہاد پر عمل نہ کرو بلکہ اُن قدما کی جو اسوقت قبرون مین سو رہے ہین تقلید کرو اور ہوسکتا ہی کہ یہ معنی ہون جب تم
دنیاوی امور مین پریشان ہو تو اصحاب قبور پر نظر کرو جنھون نے دنیا کو چھوڑ کے آخرت کا سفر اختیار کیا ہی اور تمھین بھی

یہ سفر کرنا اور دنیا کو چھوڑنا ہی پڑیگا۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ یہ معنی ہون جب تم اپنے مقصد بر آری مین عاجز ہو جاؤ تو صحاب قبور کے وسیلہ سے اللہ تعالی سے دعا مانگو تا کہ ان کی برکت سے تمہاری دعا قبول ہو جائے نہ یہ کہ انکو حلال مشکلات یا تدابیر عالم مین اللہ کا شریک جانو کیونکہ یہ کھلا ہوا شرک ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

# کتاب الطہارات

**سوال** کیا فرماتے ہین کہ قوم مشہر باڈوم یا چار یا دوسادھ ہے جو ہندوؤن فرد اہتوار ہوتے ہین اور چوہا بلا گوہ کیکڑا اور اسکے مثل دوسری حرام چیزین بھی کہاتے ہین پس انکو ساتھ کا پکا یا ہوا کھانا یا پانی پینا جائز ہے یا نہین۔ **جواب**۔ جب تک کوئی نجاست ظاہری یقینا اعضاے ظاہرۂ کافر پر نہو اُسکے ہاتھ سے کھانا پکوانا یا پانی بھروانا سب درست ہے اس لیے کہ کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ ظاہری جیسا کہ بحر الرائق مین ہے لما انزل النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعض المشرکین فی المسجد ومکنہم فی المبیت فیہ علی ما فی الصحیحین علم ان المراد بقولہ تعالی انما المشرکون نجس النجاسۃ فی اعتقادہم جبکہ حضرت رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے بعض مشرکین کو مسجد مین ٹھرایا اور انھین اُس مین رہنے کی جگہ دی جیسا کہ صحیحین مین ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے قول انما المشرکون نجس سے اُنکی اعتقادی نجاست مراد ہے اور بھی اسی مین ہے سؤر الآدمی طاہر بلا فرق بین الجنب والطاہر والحائض والنفساء والصغیر والکبیر والمسلم والکافر والذکر والانثی یعنی ان الکل طاہر وطہور من غیر کراہۃ انتہے۔ آدمی کا جھوٹا پاک ہے اس مین جنب طاہر حائض نفسا بڑے چھوٹے مسلمان کافر مرد عورت سب یکسان یعنے پاک اور بلا کراہت پاک کرنے والے ہین **سوال** نمدہ اور گدا وغیرہ ایسے بچھونون پر جن مین غبار محسوس نہو بلکہ فقط تیمم کے لیے ہاتھ مارتے وقت ہوا مین کوئی چیز معلوم ہو تیمم کرنا جائز ہے یا نہین اور ان اشیا مین اسقدر غبار ہونا جس سے تیمم جائز ہو کیونکر پہچانا جائیگا **جواب** جب ہاتھ مارتے وقت ہوا مین غبار محسوس ہوا تو تیمم جائز ہے چاہے غبار ہاتھ پر محسوس ہو یا نہو۔ اور نمدے وغیرہ پر بغیر ہاتھ مارے ہوے غبار معلوم ہو یا نہو عینی شرح کنز مین ہے یجوز التیمم ایضا بالنقع بان نفض ثوبا وحصیرا طاہرا ثم تیمم بغبارہ جاز غبار سے تیمم جائز ہے اس طرح پر کہ کسی پاک کپڑے کو جھاڑا پھر اُسکے غبار سے تیمم کیا تو جائز ہے۔ اور خزانۃ المفتین مین ہے لو نفض لبدۃ او ثوبہ او الاشیاء الطاہرۃ فتیمم بغبارہ جاز وصورتہ ان ینفض

ثوبہ او لبدہ غیر تفقع غبارہ فرفع یدیہ فی الہواء قریبا منہ فوقع الغبار علی یدہ وتیمم ولو ضرب یدہ علی اللبد والثوب وارتفع غبارہ فرفع یدہ وتیمم جاز اگر اپنے لبادے یا کپڑے یا اور پاک اشیا کو جھاڑا اور اُس کے غبار سے تیمم کیا تو جائز ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ اپنے کپڑے یا لبادے کو جھاڑے جب اسکا غبار بلند ہوا تو اپنے ہاتھ ہوا مین اسکے پاس اونچے کیے اسطرح کہ غبار ہاتھ پر پڑا اور اُنسے تیمم کیا اور اگر اپنے ہاتھ لبادے یا کپڑے پر ما رے اور غبار اونچا ہوا پھر اس نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور تیمم کیا تو یہ جائز ہی اور ردالمحتار مین ہی قال الرملی الظاہر التفصیل ان استبان اثر الغبار جاز والا فلا لوجود الشرط خصوصا فی ثیاب ذوی الاشغال رملی نے کہا ہی کہ ظاہر تفصیل ہی یعنے اگر غبار کا اثر ظاہر ہو تو جائز ہے ورنہ نہین شرط کے پائے جانے کے لیے خصوصا اُن کپڑون مین جو کام مین آتے رہتے ہین **سوال** منجن ملنے سے جو پیچ دانتون مین جمع ہو جاتی ہو اُسکے موجود رہنے سے غسل جائز ہو یا نہین هو الموفق اگر اُسکا دور کرنا ممکن ہے تو دور کرے کیونکہ کتب فقہ مین ہی کہ جب دانتون کے بیچ مین کچھ اجزا طعام کے باقی رہین تو اُنکا دور کرنا ضروری ہی لیکن بعض فقہا نے لکھا ہی کہ ضرورت اور حرج کی وجہ سے غسل جائز ہی واللہ اعلم لمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد۔ **هو المصوب** اگر پیچ کے نیچے غسل کا پانی پہونچ جائے تو غسل جائز ہی ورنہ نہین مراقی الفلاح مین ہی لابد من زوال ما یمنع وصول الماء للجسد کشمع وعجین ایسی چیز کا دور کرنا ضروری ہی جو پانی کو جسم تک پہونچنے سے روکے جیسے موم اور آٹا واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ **سوال** مرد اور عورت ایک بچھونے پر سوتے تھے جب جاگے تو بچھونے پر منی کا نشان پایا اور ہر ایک کہتا ہی کہ مجھے احتلام نہین ہوا پس غسل کس پر واجب ہو گا **جواب** اگر منی کا نشان زرد اور پتلا ہی تو عورت پر غسل واجب ہو گا اگر سفید اور گاڑھا ہی تو مرد پر اور اگر کچھ تمیز نہو تو دونو پر فتح القدیر مین ہے لو وجد الزوجان بینہما ماء دون تذکر ولا تمیز بان لم یظہر غلظہ ورقتہ ولا بیاضہ وصفرتہ یجب علیہما الغسل صحح فی الظہیریۃ ولم یذکروا القید فقالوا یجب علیہما وقیل اذا کان غلیظا ابیض فعلیہ او رقیقا اصفر فعلیہا فیفید ونہ بصورۃ نقل الخلاف والذی یظہر تقیید الوجوب علیہما بما ذکرنا فلا خلاف اذن انتہے اگر میان بی بی کے بیچ مین کچھ منی پائی جائے اور کسی کو کچھ یاد نہ ہو اور پتلے اور گاڑھے ہونے یا زرد و سفید ہونے کی کچھ تمیز نہو سکے تو دونون پر غسل واجب ہی اور بعض کے نزدیک اگر گاڑھی اور سفید ہو تو مرد پر اور اگر زرد اور پتلی ہو تو عورت پر غسل واجب ہی پس یہ لوگ قید لگاتے ہین نقل خلاف کی صورت کی اور جو تقیید سے ظاہر ہوتا ہی وہ دونون پر وجوب غسل کا فائدہ دیتا ہی اُس صورت مین جسے ہمنے ذکر کیا ہی پس اب کچھ

خلاف نہیں ہے **سوال** مسلمان دھوبی کے گھر کی پکی ہوئی چیز کھانا درست ہے یا نہیں اور جس پانی یا پانی کے برتن کو مسلمان دھوبی چھوئے تو اُس پانی یا برتن سے وضو کرنا یا پینا جائز ہے یا نہیں **جواب** مسلمان دھوبی کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھانے میں بشرطیکہ وہ طاہر ہاتھوں سے پکایا گیا ہو شرعا کوئی وجہ ناجوازی و ممانعت کی معلوم نہیں ہوتی مگر چونکہ دھوبیوں کی یہاں ہر قسم کے کپڑے دھونے کو آتے ہیں اور دھوبیوں کی عورتیں انکو اکثر اوقات چھوتی اور دھوتی رہتی ہیں اور انھیں ہاتھوں سے کھانا بھی پکاتے ہیں گو نجاست کا خیال فی الجملہ انکو بھی رہتا ہے اسلیے غالبا ہاتھ دھوکے کھانا پکاتی اور برتن چھوتی ہونگی لیکن چونکہ ہر وقت بشرائط تطہیر انکا ہاتھ دھونا محال عادی ہے اس لیے اس دیار کی مسلمان دھوبیوں کے گھر کے برتنوں کے طاہر ہونے کا کامل وثوق نہیں ہوسکتا بلکہ غالب اور ظاہر عدم طہارت ہے مگر چونکہ اصل اشیا میں طہارت ہے اور شک سے نجاست کا حکم نہیں ہوسکتا اور یقین شک کو زائل نہیں کرتا اسلیے دھوبیوں کے گھر کے پکے ہوئے کھانے کو قطعا ممنوع اور ناجائز بھی نہیں کہہ سکتے انتہا یہ کہ وقوع شک سے کراہت کا حکم دیا جائیگا اور عموما دھوبیوں کے گھر کا پکا ہوا کھانا مکروہ ٹھہریگا جیساکہ غلیظ کھانیوالی مرغیوں کے جھوٹے کو فقہا نے مکروہ لکھا ہے چونچ کے نجس ہونے کے شک کیوجہ سے پس حاصل کلام کا یہ ہے کہ اگر تحقیق طور پر معلوم ہو کہ یہ کھانا مسلمان دھوبی کے گھر سے با احتیاط پکایا گیا ہے تو بلا کراہت جائز ہوگا اور اگر برتنوں و پکانے والونکے طہارت کا یقین نہو تو وہ کھانا قطعا منع اور حرام ہے اور اگر فقط شک عدم احتیاط کا بقرائن حالیہ ہو تو مکروہ ہوگا اُس سے احتراز اولی ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اتقی الشبہات استبرا لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا اُسنے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچایا اور جو انمین پڑا حرام میں پڑگیا نصاب الاحتساب میں ہے یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب والظاہر من اوانیہم النجاسۃ وانہم یستحلون الخمر ویاکلون ویطعمون فی قدورہم وفی قصاعہم واوانیہم فکرہ الاکل فیہا قبل الغسل اعتبارا للظاہر کما کرہ التوضی بسور الدجاجۃ لانہا لا تتوقی من النجاسۃ غالبا الا ان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ وتشککنا فی النجاسۃ فلم یثبت نجاستہا بالشک ہذا اذا لم یعلم بنجاسۃ الاوانی فاذا علم فانہ لا یجوز ان یشرب فیہا قبل الغسل ولو اکل وشرب کان اکلا وشاربا حراما ہذا حاصل ماذکر فی الذخیرۃ مشرکین کے برتنوں میں بے دھوئے ہوئے کھانا پینا حرام ہے کیونکہ غالب اور ظاہر یہ ہے کہ اُن کے برتن نجس ہوتے ہیں اور وہ شراب کو مباح جانتے ہیں اور اپنی ہانڈیوں اور پیالوں اور برتنوں میں کھاتے ہیں تو بے دھوئے ہوئے اُنمیں کھانا حرام ہوا باعتبار ظاہر کے جیساکہ مرغی کے جھوٹے سے وضو مکروہ ہے کیونکہ وہ عموما نجاست سے

نہین پہنچتی مگر یہ کہ اصل اشیا مین طہارت ہی اور جسمین نجاست مین شک ہی تو نجاست شک سے نہ ثابت ہوگی یہ
اُس صورت مین ہی جبکہ برتنون کی نجاست کا علم نہو اور جب معلوم ہو تو اُنمین کھانا پینا بے دھوئے ناجائز ہی اور جسنے
کھایا یا پیا تو وہ حرام کا کھانے یا پینے والا ہوگا یہ اُس کا حاصل ہی جو ذخیرہ مین ذکر کیا گیا ہی اور مسلمان دھوبی
اگر پانی یا پانی کا برتن چھوے اور چھوتے وقت اُسکا ہاتھ نجاست حقیقی سے ملوث نتھا گو دوسرے اعضا ملوث
بہ نجاست ہون تو وہ پانی یا پانی کا برتن نجس نہوگا ۔ اور دلیل اس مسئلہ کی وہ ہی جو احادیث صحیحہ قولیہ و فعلیہ مخصوص
جواز اختلاط جنب و حائض و نفسا و طہارت اشیاء ملموسہ اُنھون کے صحاح مین موجود ہین کہ ہر چند زن حائض کا
موضع خروج دم نجس رہتا ہی اور جنب بھی بہ نجاست حکمی نجس ہوتا ہی مگر با این ہمہ حائض و جنب و نفسا کے چھوئی
ہوئی چیز نجس نہین ہوتی اور انکا جھوٹا حرام اور مکروہ نہین ہوجاتا قال الامام النووی فی شرح صحیح المسلم فی باب
الاضطجاع مع الحائض قال العلماء لا یکرہ مضاجعۃ الحائض ولا قبلتھا ولا الاستمتاع بما فیھا فوق السرۃ
ولا تحت الرکبۃ ولا یکرہ وضع یدھا فی شئ من المائعات ولا یکرہ غسلھا راس زوجھا او غیرہ من محارمھا
وترجیلہ ولا یکرہ طبخھا وعجنھا وغیر ذلک من الصنائع وسؤرھا وعرقھا طاھران وکل ھذا متفق علیہ
وقد نقل الامام ابو جعفر محمد بن جریر فی کتابہ فی مذاھب العلماء اجماع المسلمین علی ھذا کلہ ودلائلہ
من السنۃ ظاھرۃ مشھورۃ انتھی وقال ایضا فی باب الدلیل علی ان المسلم لا ینجس فاذا ثبت طھارۃ الآدمی
مسلما کان او کافرا فعرقہ ولعابہ ودمعہ طاھرات سواء کان محدثا او جنبا او حائضا او نفساء وھذا کلہ باجماع
المسلمین کما قدمتہ فی باب الحیض انتھی مختصرا شرح صحیح مسلم مین امام نووی نے باب الاضطجاع مع الحائض مین لکھا
ہی کہ علما نے کہا ہی کہ حائضہ عورت کے ساتھ سونا اور اُسکا بوسہ لینا اور اُسکے ناف کے اوپر اور گھٹنون کے نیچے کے حصے
سے نفع اُٹھانا مکروہ نہین ہی اور اُسکا ہاتھ بہنے والی چیزون مین رکھنا مکروہ نہین ہی اور اُسکا اپنے شوہر یا دوسرے محرم کا
سر دھونا اور کنگھی کرنا مکروہ نہین ہی اور اُسکا پکایا ہوا کھانا اور گوندھا ہوا آٹا اور اسکے علاوہ اُسکے بنائی ہوئی دوسری
چیزین مکروہ نہین ہین اور اُسکا جھوٹا اور اُسکا پسینہ پاک ہی اور یہ سب باتین متفق علیہ ہین اور امام ابو جعفر محمد
بن جریر نے اپنی کتاب مین مذاہب علما مین لکھا ہی کہ ان تمام باتون پر مسلمانونکا اجماع ہی اور اسکی دلائل سنت سے
ظاہر اور مشہور ہین انتہی اور صاحبین نے باب الدلیل علی ان المسلم لا ینجس مین کہا ہی کہ جب آدمی کی طہارت مسلم ہو
یا کافر ثابت ہوگئی تو اُسکا پسینہ اور تھوک اور آنسو پاک ہین خواہ وہ محدث ہو یا جنب یا حائض یا نفسا اور ان
سب پر مسلمانونکا اجماع ہی جیسا کہ مین باب الحیض مین بیان کیا ہی انتہی مختصرا واللہ اعلم حررہ العبد المفتقر الی رحمۃ خالق العباد

قادر بخش صانہ اللہ عن الطیش والبطش [قادر بخش] الجواب صحیح والرای نجیح واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

**سوال** - اکثر کتب فقہ میں دیکھا جاتا ہے کہ آدمی کا جھوٹا مسلم ہو یا کافر پاک ہے آیا اس قیاس پر اگر کوئی ہندو مسلمان کا حقہ یا برتن سہوا یا قصدا جھوٹا کرے اور پھر مسلمان بے دھوئے استعمال میں لائے تو کیا حکم ہے **جواب** فی الواقع کافر کا جھوٹا اور تھوک پاک ہے پس اسکا جھوٹا حقہ پینا یا اسکے جھوٹے برتن میں کھانا کھانا بے دھوئے درست ہے جبتک کسی نجاست کا اختلاط معلوم نہو ہاں اگر کافر نے شراب پی اور فی الفور کسی چیز کے ساتھ اسکا تھوک لگ گیا یا فورا اسکے منہ میں حقہ دیا گیا تو نجاست کا حکم دیا جائیگا کنز الدقائق اور اسکی شرح بحر الرائق میں ہے سؤر الآدمی والفرس وما یوکل لحمہ طاہر اما الآدمی فلان لعابہ متولد من لحم طاہر فلا یفرق بین الجنب والطاہر والحائض والنفساء والصغیر والکبیر والمسلم والکافر والذکر والانثی کذا ذکرہ الزیلعی یعنی ان الکل طاہر طہور من غیر کراہۃ وفی الخلاصۃ والتجنیس رجل شرب الخمر ان تردد فیہ من البزاق حیث لو کان الخمر علی ثوب طہرہا ذلک البزاق لا ینجس والکراہۃ انما ہو فی الشرب من ساعتہ فان سؤرہ نجس لا لنجاسۃ لحمہ بل لنجاسۃ فمہ ولو مکث قدر ما یغسل فمہ بلعابہ ثم شرب لا ینجس انتہی مختصرا آدمی اور گھوڑے اور ان چیزوں کا جھوٹا پاک ہے جنکا گوشت کھایا جاتا ہے لیکن آدمی پس اس لیے کہ اسکا تھوک پاک گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور جنب اور طاہر حائض اور نفسا چھوٹے اور بڑے مسلمان اور کافر مرد اور عورت میں کچھ فرق نہیں ہے ایسا ہی زیلعی نے ذکر کیا ہے یعنی یہ تمام اشیا پاک ہیں اور پاک کرنے والی ہیں بلا کراہت اور خلاصہ اور تجنیس میں ہے کہ جس آدمی نے شراب پی اگر اپنے منہ میں تھوک کو پھراتا رہا اس قدر کہ اگر یہ شراب کپڑے پر ہوتی تو تھوک سے پاک کر دیتا تو اسکا جھوٹا نجس نہیں ہے اور کراہت شراب پیتے ہی فورا اس چیز کو جھوٹا کرنے میں ہے پس اسکا جھوٹا نجس ہے لیکن اسکے گوشت کی نجس ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے منہ کے نجس ہونے کی وجہ سے اور اگر اتنی دیر ٹھہرا کہ اسکا منہ اسکے تھوک سے دھل گیا پھر اس نے پانی پیا تو اسکا جھوٹا نجس نہیں ہے۔

**سوال** کتب فقہ میں لکھا ہے اذا مات الحمار فی المملحۃ فصار ملحا او وقع الروث فی البئر فصار حماۃ زالت النجاسۃ وطہرت عند ابی حنیفۃ ومحمد خلافا لابی یوسف والفتوی علی قول محمد جب گدھا نمک کی کان میں مر گیا اور نمک ہو گیا یا گوبر کنوئیں میں گرا اور کیچڑ ہو گیا تو نجاست زائل ہو گئی اور طہارت آگئی امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اسکے خلاف ہیں اور فتوے امام محمدؒ کے قول پر ہے اس باب میں کوئی نقلی دلیل شارعؑ سے پائی جاتی ہے یا نہیں اور اس صورت میں اور شراب یا بول کے قطرے کے گرنے میں

جسکے وجہ سے کنوین کے نجس ہوجانیکا حکم دیا جاتا ہی کیا فرق ہی **جواب** نجس شی کی حقیقت بدل جانی کیوجہ سے
اُسکی طہارت کی باب مین کوئی صریح نص نظر نہین آئی اس حکم کا استخراج ان نظائر سے ہی جیسا کہ ابن ہمام نے فتح القدیر
مین لکھا ہی قول محمد ہو مختار لان الشرع رتب وصف النجاسة علی تلک الحقیقة وتنتفی الحقیقة بانتفاء بعض
اجزاء مفہومہا فکیف بالکل وان الملح غیر العظم واللحم فاذا صار ملحا ترتب علیہ حکم الملح ونظیرہ فی الشرع
النطفة نجسة وتصیر علقة وهی نجسة وتصیر مضغة فتطهر والعصیر طاهر فیصیر خمرا فینجس و
یصیر خلا فیطهر فعرفنا ان استحالة العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیہا انتہی امام محمد رحمہ اللہ کا قول
اختیار کیا گیا ہی کیونکہ شرع نے وصف نجاست کو اس حقیقت پر مرتب کیا ہی اور حقیقت اپنے مفہوم کے بعض اجزا
کے معدوم ہوجانے سے منتفی ہوجاتی ہی چہ جائیکہ کل کیونکہ ہڈی اور گوشت جب نمک ہوگئے تو اُسپر نمک ہی کا حکم
مرتب ہوگا اور شرع میں اُسکی مثال نطفہ کی ہی کہ نجس ہی پھر وہ جم جاتا ہی اور وہ بھی نجس ہی پھر وہ گوشت کا لوتھڑا ہوجاتا
ہی اور وہ پاک ہی اور نچوڑا (انگور وغیرہ کا) پاک ہی پھر وہ شراب ہوجاتا ہی اور وہ نجس ہی پھر وہ سرکہ ہوجاتا ہی اور وہ
پاک ہی پس ہمین معلوم ہوا کہ عین کا بدلنا تابع ہی اُس وصف کے زوال کے جو اُسپر مرتب ہوتا ہی - اور اس صورت مین
اور نجس چیز کے کنوین مین پڑ جانے مین یہ فرق ہی کہ اس صورت مین حقیقۃ تغیر ہوجاتا ہی جو وصف نجاست کو دور کر دیتا
ہی اور اُس صورت مین احتیاط کی وجہ سے گو تمیز باقی نہین رہتی مگر شے نجس پانی نہین ہوجاتی فافہم **سوال** - درمختار
نے جو اسبیجابی کے قول کو نقل کیا ہی وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمد یدہ علیہ اور
اسبیجابی نے اس مین اس بات کی قید لگائی ہی کہ مٹی کا اثر اُسپر ہاتھ کے کھینچنے سے ظاہر ہو - تو اس عبارت سے ثابت
ہوتا ہی کہ جو چیز زمین کی جنس سے نہین ہی مثل کپڑا اور نمدہ اور تکیہ اور توشک وغیرہ کے اُسپر تیمم جبھی جائز ہی جب
ہاتھ مارنے سے مٹی کا نشان ظاہر ہو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کپڑے اور بانات اور توشک وغیرہ پر تیمم جائز ہی نہین جیسا کہ
بحر مین اسبیجابی کی عبارت کے بعد لکھا ہی وبھذا یعلم حکم التیمم علی جوخة او بساط علیہ غبار فالظاہر عدم الجواز لقلة
وجود هذا الشرط فی نحو الجوخة فلیتنبه لہ اور اسی سے تیمم کا حکم بانات یا ایسے بچھونے پر ظاہر ہوگیا جس مین غبار ہو پس ظاہر
نہ جائز ہونا ہی کیونکہ یہ شرط بانات کے مثل مین بہت کم پائی جاتی ہی پس اسپر آگاہ ہو اور پھر امیر شاہی مین لکھا ہی
او ضرب یدیہ علی اللبد وارتفع غبارہ فرفع یدیہ وتیمم جاز انتہی یا اپنے دونون ہاتھون کو نمدہ پر مارا اور اُس
سے غبار بلند ہوا پس اپنے دونون ہاتھون کو بلند کیا اور تیمم کیا تو جائز ہی - اور تاتارخانیہ مین لکھا ہی وصورة التیمم
بالغبار ان یضرب بیدہ ثوبا او نحوہ من الاعیان الطاهرة التی علیہا غبار فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم -

اور غبار سے تیمم کرنے کی صورت یہ ہی کہ اپنے دونون ہاتھون کو کسی کپڑے پر یا اسکے مثل اور کسی غبار والی چیز پر مارے جب غبار دونون ہاتھون پر پڑ جائے تو تیمم کرے۔ اور ایسا ہی محیط اور فتاوی عالمگیری مین ہے ان کتابون کی عبارت سے ثابت ہوتا ہی کہ اگر کپڑے یا نمدے یا تکیہ وغیرہ پر ہاتھ مارے اور غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم جائز ہی نشان پڑنے کی شرط ان کتابون سے ثابت نہین ہوتی تو اسبیجابی کے قول کی تطبیق عبارت کتب مرقومہ بالا سے ہوسکتی ہی یا نہین اگر ہوسکتی ہی تو کس طرح اور اگر نہین ہوسکتی تو فتوی کس عبارت پر دیا جائے **جواب** عبارت اسبیجابی اور محیط وغیرہ مین تعارض نہین ہی کیونکہ اس مقام پر مدگا لفظ بجائے ضرب کے ہی جیسا کہ بعض کتب مین لفظ وضع کا قائم مقام ضرب کے آیا ہی پس اسبیجابی کے قول کی تطبیق عبارت کتب مرقومہ سوال سے یون ہوسکتی ہی کہ یان یستبین اثر التراب آہ کے یہ معنی ہین با این طور کہ ظاہر ہوا اثر تراب کا ساتھ مارنے ہاتھ کے اوپر اسکے تو جب نمدہ یا بانات اور تکیہ اور توشک اور لحاف وغیرہ پر ہاتھ مارنے سے غبار اڑا تو اثر تراب کا ظاہر ہوا کیونکہ مقصود اس عبارت سے بھی غبار کا ظاہر ہونا ہی اس شی مین جسپر ہاتھ مارا اور نشان پڑنا موضع ضرب پر مقصود نہین اور حقیقت مین اس عبارت کا وہ مطلب ہی جو وصورۃ التیمم بالغبار ان یضرب بیدہ ثوبا الخ کا مطلب ہی اور اسیواسطے طحطاوی مین اسبیجابی کے قول کے بعد اسی عبارت وصورۃ التیمم الخ کو نقل کر دیا ہی تو معلوم ہوا کہ صاحب طحطاوی کے نزدیک اگر اسبیجابی کی عبارت سے نشان اور خط پڑنا کل اشیاء غیر جنس الارض پر شرط مراد لیجائے تو محیط وغیرہ کی روایت سے تطبیق نہوگی اور عدم تطبیق کی صورت مین محیط اور تاتارخانیہ وغیرہا کتب معتبرہ کی عبارت کے موافق فتوے دیا جائیگا تین وجھون سے اول اسبیجابی نے گیہون وغیرہ سب چیزون پر نشان پڑنے کی شرط لگائی ہی اور محیط مین نشان پڑنے کی شرط نہین لگائی اور محیط کی روایت مفتی بہ ہی اسمین افتا اور تصحیح کی علامت موجود ہی قال صاحب المحیط و قالوا ایضا فی الحنطۃ والشعیر وسائر الحبوب اذا کان علیہا غبار جاز التیمم عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ وانہ صحیح کہا صاحب محیط نے کہ کہا فقہا نے گیہون اور جو اور تمام دانون پر جبکہ انپر غبار ہو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک تیمم جائز ہی اور یہی صحیح ہی اور اسکے بعد پھر محیط مین لکھا ہی ولو تیمم بغبار ثوبہ او غیر ذلک اجزأ فی قول ابی حنیفۃ رح والصحیح قول ابی حنیفۃ اور اگر اپنے کپڑے یا کسی اور چیز کے غبار سے تیمم کیا تو یہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک کافی ہی اور انھین کا قول صحیح ہی۔ محیط کی ان دونون عبارتون سے یہ سمجھا گیا کہ ان اشیا پر غبار کا ہونا شرط ہی جواز تیمم کے لیے نشان ہاتھ کا پڑنا ان چیزون پر نہین مفہوم ہوتا اور قاعدہ یہ ہی کہ جب دو روایتین مختلف ہون تو جس روایت کے ذیل مین تصحیح ہو اسکے مخالف فتوی نہ دی جیسا کہ آداب المفتی مین ہی اذا ذیلت "الصحیح والماخوذ وبہ یفتی او علیہ الفتوی لم یفت بمخالفہ

جسکے ذیل مین صحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتی یا علیہ الفتوی لکھا ہو اُسکے خلاف فتویٰ نہ دے اور طحطاوی مین لکھا ہی لان
مقابل ہولاء ضعیف وغیر ماخوذ بہ وغیر مفتی بہ کیونکہ انکا مقابل ضعیف اور غیر ماخوذ بہ اور غیر مفتی بہ ہی اور صاحب
درالمختار نے اسبیجابی کی روایت کے آخر مین کوئی علامت ترجیح کی نہین لکھی ہی باوجود یکہ انکی عادت ہی کہ روایت
مفتی بہ کے آخر مین لفظ بہ یفتی اور علیہ الفتوی کا لکھتے ہین (۲) جب فقہا کے اقوال مین اختلاف ہوتا ہی تو
جو قول حوال ناس کے موافق اور ارفق اور قوی الوجہ ہو اور جسپر عملدرآمد ہو اُسپر فتوی دیا جاتا ہی جیساکہ
درمختار مین ہی فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار
تغیر العرف واحوال الناس وما ہو الارفق وما ظہر علیہ التعامل وما قوی وجہہ ولا یخلو الوجود ممن یمیز ہذا
حقیقۃ لا ظنا پس اگر تم کہو کہ کبھی علما اختلاف کو بلا ترجیح بیان کرتے ہین اور کبھی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین تو ہم کہین گے
کہ عمل کیا جائیگا عرف اور احوال ناس کے بدلنے کے اعتبار سے اور اُسپر جو آسان ہوا اور جسپر عملدرآمد ہوا اور
جسکی وجہہ قوی ہو جیساکہ اُنھون نے عمل کیا تھا اور کوئی نہ کوئی ایسا ضرور موجود ہوگا جو اُسکی درحقیقت تمیز
کرلے نہ صرف ظن ہی سے پس اس قاعدے کے اعتبار سے محیط وغیرہ کی عبارت ارفق ہی اور اُسپر لوگونکا عملدرآمد
ہی اور اسبیجابی نے جو نشان پڑنے کی شرط لگائی ہی تو اس شرط کا پایا جانا ہر وقت مشکل اور بعید دشوار ہی اور
اُس مین تنگی اور حرج متصور ہی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی وما جعل علیکم فی الدین من حرج نہین کیا دین مین
تنگی نہین کی (۳) یہ کہ روایت محیط اور تاتارخانیہ وغیرہما کی متون کے موافق ہی شامی مین ہی والعمل
بما فی المتون لانہ اذا تعارض ما فی المتون والفتاوی فالمعتمد ما فی المتون کما فی انفع الوسائل وکذا یقدم
ما فی الشروح علی الفتاوی جو متون مین ہو اُسپر عمل کرنا چاہیی کیونکہ جب متون اور فتاوی متعارض ہون
تو متون ہی پر اعتماد کیا جاتا ہی جیساکہ انفع الوسائل مین ہی اور ایسا ہی جو شروح مین ہے وہ فتاوی پر مقدم ہی
اور اصحاب متون معتمدہ جیسے صاحب کنز ووقایہ ومختار وغیرہم نے نشان پڑنے کی شرط کو ذکر نہین کیا ہی اور یہ لوگ
چھٹے طبقے کے فقہا مین اقوی اور قوی کے درمیان مین تمیز کرتے ہین اور ان کتب کی روایتین بہت معتبر اور
قوی ہین۔ کیونکہ یہ لوگ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہین کرتے جیساکہ صاحب ردالمحتار نے کہا ہی
وشانہم ان لا ینقلوا الاقوال المردودۃ والروایات الضعیفۃ اور اُنکی شان یہ ہی کہ اقوال مردودہ اور روایات
ضعیفہ کو نقل نہ کرین۔ اور یہ بھی ہی کہ متون کالمتواتر ہین شامی مین ہی فالحکم بما فی المتون کما لا یخفی لانہا صارت
متواترۃ حکم اُسی پر ہی جو متون مین ہی جیساکہ پوشیدہ نہین کیونکہ وہ متواتر ہین۔ اور متون سے مطلقا غبار ستعمل

بغیر کسی شرط اور قید کے جائز ثابت ہے جیسا کہ کنز میں لکھا ہے و بہ بلا عجز یعنی غبار سے تیمم جائز ہے اگرچہ مٹی سے عاجز نہ بھی ہو اور وقایہ
میں لکھا ہے وعلیہ مع قدرتہ علی الصعید یعنی مٹی پر قدرت رکھنے کی حالت میں بھی غبار پر تیمم جائز ہے اور
تنویر الابصار میں ہے و بہ مطلقا غبار سے تیمم مطلقا جائز ہے مٹی سے عاجز ہو یا نہو اگر کوئی سوال کرے کتنی غبار سے تیمم جائز ہو تو ہم
کہیں گے جتنے پر غبار کا اطلاق ہو سکے کیونکہ شرع میں عرف کا اعتبار ہے جیسا کہ شامی میں ہے والاحکام تبتنی علی
العرف فیعتبر فی کل اقلیم وفی کل عصر عرف اهله احکام کی بنا عرف پر ہے پس ہر اقلیم اور ہر زمانے میں انکی اہالی
کے عرف معتبر ہونگے اور ہدایہ میں ہے وکذا یجوز بالغبار مع القدرۃ علی الصعید عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ
اور ایسا ہی غبار سے تیمم جائز ہے گو کہ مٹی پر قدرت ہو امام ابو حنیفہ او محمد رحمہما اللہ کے نزدیک۔ صاحب ہدایہ کی
عبارت سے بھی نشان پڑنا نہیں سمجھا جاتا اور صاحب ہدایہ پانچویں طبقے کے فقہا اور اصحاب ترجیح میں سے
ہیں اور عالمگیری میں ہے ویجوز بالغبار مع القدرۃ علی الصعید کذا فی السراج الوہاج وھو الصحیح غبار سے
تیمم جائز ہے اگرچہ مٹی پر قدرت حاصل ہو ایسا ہی سراج وہاج میں ہے اور یہی صحیح ہے اور قاضی خان میں ہے
ولو نفض ثوبہ او لبدہ او سرجہ فتیمم بغبارہ جاز اور اگر اپنے کپڑے یا لبادے یا زین کو جھاڑا اور اسکے غبار سے
تیمم کیا تو جائز ہے اور اس کے بعد لکھا ہے وان ضرب یدہ علیہ ولزق بہ تراب فتیمم بہ جاز وکذا لو ضرب یدہ
علی حنطۃ او شعیر فلزق التراب او الغبار بیدہ بذلک جاز اور اگر اپنے ہاتھ کو اسپر مارا اور اس میں مٹی
لگ گئی پس تیمم کیا تو جائز ہے اور ایسا ہی اگر اپنے ہاتھ کو گیہوں یا جو پر مارا اور مٹی یا غبار اسکے ہاتھ میں لگ
گیا تو اس سے تیمم جائز ہے۔ اس سے بھی نشان پڑنا ثابت نہیں ہوتا اور تیمم کرنے کی کیفیت جو امام سے منقول
ہے یہ ہے فی الشامی روی ان ابا یوسفؒ قال سألت ابا حنیفۃؒ عن التیمم فقال التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ و
ضربۃ للیدین الی المرفقین فقلت کیف ھو فضرب بیدیہ علی الصعید فاقبل بھما وادبر ثم نفضھما ثم مسح
بذلک ظاہر الذراعین وباطنہما الی المرفقین شامی میں ہے روایت کی گئی ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے
کہا میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا تیمم کیا ہے تو انھوں نے کہا دو ضربیں ہیں ایک منھ کے لیے اور ایک
دونوں ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک میں نے پوچھا کیونکر پس انھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارا
اور انھیں آگے لے گئے اور پیچھے لائے پھر انھیں جھاڑ دیا پھر ان سے ظاہر اور باطن ذراعین کا مسح کہنیوں تک
کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رح کے نزدیک تیمم کرنے کی یہی کیفیت ہے اور مٹی اور غبار انکے نزدیک ایک
ہی چیز ہے ہدایہ میں ہے لانہ تراب رقیق کیونکہ وہ باریک مٹی ہے پس اشیائے غیر جنس الارض پر ہاتھ رکھ کے

کھینچنے سے نشان پڑنا اور ہاتھوں پر غبار کا محسوس ہونا جواز تیمم کے لیے شرط نہیں کیونکہ رقیق ہونے کی وجہ سے غبار اکثر ہاتھوں پر محسوس بھی نہیں ہوتا فقط مرتفع اور ظاہر ہونا غبار کا بعد ضرب الید موضع ضرب سے کافی ہی واللہ اعلم حررہ الراجی الی رحمۃ ربہ الصمد فقیر احمد بن علی الجونپوری عفا اللہ عنہما هو المصوب عبارات کتب فقہیہ سے علی الخصوص عبارات متون میں اشتراط ظہور اثر تراب کا اس طرح پر کہ ہاتھوں پر محسوس ہو یا اس چیز پر جس پر غبار ہی نشان پڑ جائے پتہ نہیں چلتا بلکہ عبارت عینی سے شرح ہدایہ میں (ویجوز التیمم بالغبار بان نفض ثوبہ او لبدہ وارتفع فتیمم منہ یجوز عندہما) اور غبار سے تیمم جائز ہی اس طرح پر کہ اپنے کپڑے یا لبادے کو جھاڑا اور اس سے غبار بلند ہوا بس اُس سے تیمم کیا تو یہ صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور ایسی ہی اور فقہا کی عبارات سے صرف ارتفاع غبار کافی معلوم ہوتا ہی اور ظاہر امر اور اسبیجابی کر کلام بستبین اثر التراب بمدید علیہ مٹی کا اثر اُسپر ہاتھ کھینچنے سے ظاہر ہوا سے یہی مراد ہی کہ اُسپر ہاتھ مارنے یا ہاتھ کھینچنے سے غبار مرتفع ہوا اور اثر غبار متیقن ہو نہ یہ کہ خواہ مخواہ ہاتھ پر محسوس ہو یا اُس چیز پر نشان پڑ جائے اگر بالفرض عبارت اسبیجابی اور فقہا کے مخالف ہو تو باب افتا میں جمہور فقہا کا اعتبار کیا جائیگا اور چونکہ غبار سے تیمم کا جائز ہونا اسپر مبنی ہے کہ یہ تراب رقیق ہی جیسا کہ کتب فقہ میں مرقوم ہی اور ظاہر ہی کہ اللہ تعالے کے قول (فتیمموا صعیدا طیبا پس پاک مٹی سے تیمم کرو) میں صعید کسی قید کے ساتھ مقید نہیں ہی پس جب غبار بھی داخل صعید طیب ہو تو ضروری ہی کہ اُس سے بغیر شرط زائد کے تیمم جائز ہوگا ہاں وجود غبار کا تیقن ضروری ہی اور وہ صرف ارتفاع غبار میں موجود ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

**سوال** وضو میں کوئی چیز واجب ہی یا نہیں **جواب** نور الانوار وغیرہ میں مذکور ہی لا واجب فی الوضوء وضو میں کچھ واجب نہیں اور جمہور فقہا بھی وضو میں فرائض سنن مستحبات لکھتے ہیں اور واجب کا ذکر نہیں کرتے لیکن ابن ملک کی شرح منار اور صبح صادق شرح منار وغیرہ میں مقدمہ لا واجب فی الوضوء وضو میں کوئی چیز واجب نہیں چند وجوہ سے مخدوش کیا گیا ہی اور ابن ہمام نے وضو کے شروع میں بسم اللہ کہنے کو واجب لکھکر اس مقدمہ کو مرتفع کر دیا ہی اُنکی عبارت فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں بعد تفصیل حدیث تسمیہ عند الوضوء کے یہ ہی فادی النظر الی وجوب التسمیۃ فی الوضوء وعنوان صحتہ لا یتوقف علیہا لان الرکن انما یثبت بالقاطع وما قیل من انہ لا مدخل للوجوب فیہ لانہ شرط تابع فلو قلنا بالوجوب یساوی التبع الاصل غیر لازم اذ اشتراکہما بثبوت الواجب فیہما لا یقتضیہ لثبوت عدم المساواۃ بوجہ اخر وہو ان الوضوء لا یلزم بالنذر بخلاف الصلوۃ مع انہ لا

من الحکم بان واجبہ احط رتبۃ من واجب الصلوۃ کفرضہ بالنسبۃ الی فرضہا انتھے پس پہونچی نظر وجوب مین بسم اللہ کے واجب ہونے تک اور اسکا صحیح ہونا اسپر موقوف نہین ہی کیونکہ رکن دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہی اور یہ جو کہا گیا ہی کہ وجوب کو اس مین کچھ دخل نہین ہی اس لیے کہ یہ تابع شرط ہے تو اگر ہم اسکے وجوب کے قائل ہونگے تو تبع کا اصل کی مساوی ہو جانا لازم نہین ہی کیونکہ ثبوت واجب مین مشترک ہونا مساوات کو نہین چاہتا کیونکہ عدم مساوات دوسرے طریقہ پر پائی جاسکتی ہی یعنی یہ کہ وضو نذر سے لازم نہین ہوتا برخلاف نماز کے باوجود اس حکم سے کوئی مانع نہین ہے کہ واجب وضو کا مرتبہ واجب صلوۃ سی کم ہو جیسا کہ فرض وضو فرض صلوۃ سے اور اس بحث کی زیادہ تفصیل میرے رسالہ احکام القنطرہ فی احکام البسملہ مین موجود ہی جسکو شوق ہو اسکا مطالعہ کرے **سوال** جنب معذور جو غسل کرنیسے عاجز او غسل سے مرض کی زیادتی کا احتمال ہی اور وضو کرنے مین کچھ ضرر نہین پس وہ وضو کرکے نماز پڑھے یا تیمم کرکے **جواب** جبکہ وضو کرنے سے عاجز نہین ہی تو تیمم جنابت کرے اور وضو کرکے نماز ادا کرے واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] اصاب المجیب کتبہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ **سوال** استنجا پانی سے ہو یا پتھر سے سنت مؤکدہ ہی یا نہین جیسا کہ شامی نے (وھو سنۃ مؤکدۃ مطلقا اور وہ مطلقا سنت مؤکدہ ہی) کے تحت مین لکھا ہے سواء کان بالماء او بالحجر برابر ہی چاہے پانی سے ہو یا پتھر سے اور دونون کو جمع کرنا سنت غیر مؤکدہ یعنے مستحب اور افضل ہی یا نہین جیسا کہ عالمگیری مین تبیین سے نقل کیا ہی والافضل ان یجمع بینہما اور دونون کو جمع کرنا افضل ہی۔ اور صرف پانی سے استنجا جائز ہے یا نہین اور قسم اوسط استنجا کے ادائے سنت کا ثواب اور اسکی فضیلت اتنے سے حاصل ہی یا نہین جیسا کہ شامی نے امداد وغیرہ سے نقل کیا ہی ثم اعلم ان الجمع بین الحجر والماء افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت الفضل پھر تم جانو کہ پتھر اور پانی مین جمع افضل ہی اور اسی کے قریب فضیلت مین پانی پر اقتصار ہی اور اسکے قریب پتھر پر اقتصار ہی اور سنت سب سے حاصل ہوتی ہی گو کہ فضل مختلف ہی اور جو لوگ عالمگیری کی اس عبارت سی (قیل ھو+ ای الجمع بین الحجر والماء+ سنۃ فی زماننا وقیل علی الاطلاق وھو الصحیح وعلیہ الفتوی کہا گیا ہی کہ وہ یعنے پتھر اور پانی مین جمع ہمارے زمانے مین سنت ہی اور کہا گیا ہی کہ علی الاطلاق ہر زمانے مین سنت ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی) یہ سمجھے ہین کہ جمع بین الحجر والماء کے علاوہ صرف پانی یا صرف پتھر پر اقتصار کرنے سے سنت کا ثواب نہ ملے گا سچ سمجھے ہین یا جھوٹ **جواب** جب نجاست مخرج سے تجاوز نہوئی ہو تو اسکی تطہیر پانی یا پتھر سے جسے استنجا کہتے ہین سنت مؤکدہ ہی اور اگر نجاست مخرج سے تجاوز ہو گئی ہو

تو اسکو مثل دوسری حقیقیہ نجاستوں کے پانی ہی سے دھونا فرض ہے علامہ زین بن نجیم بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں واما ان الاستنجاء لایکون الا سنۃ وصرح فی النہایۃ بانہ سنۃ موکدۃ فلا یکون فرضا وعلی ہذا فما ذکر فی السراج الوہاج من ان الاستنجاء خمسۃ انواع اربعۃ فریضۃ وواحدۃ سنۃ فالاول من الحیض والنفاس والجنابۃ والنجاسۃ اذا تجاوزت مخرجہا وواحد سنۃ وہو ما اذا کانت النجاسۃ مقدار المخرج فتسامح فان الثلاثۃ الاول من باب ازالۃ الحدث وان لم یکن شئی علی المخرج وان کان شئی فہو من باب ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من البدن فلا یکون من باب الاستنجاء وان کان علی احد السبیلین فہو سنۃ لا فرض والرابع من باب ازالۃ النجاسۃ عن البدن وقد علمت انہ لیس من باب الاستنجاء فلم یبق الا القسم المسنون انتہے مگر استنجا سنت ہی ہے اور نہایہ میں اسکی تصریح کی ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے تو فرض نہوگا اور اس بنا پر جو سراج وہاج میں ہے کہ استنجا پانچ قسم کا ہے چار فرض ہیں اور ایک سنت ہے پس اول حیض اور نفاس اور جنابت اور نجاست سے جب اپنے مخرج سے متجاوز ہو جائے استنجا ہے اور ایک سنت ہے اور وہ جب نجاست بقدر مخرج ہو تو تسامح ہے کیونکہ پہلے تین باب ازالہ حدث سے ہیں اگر مخرج پر کچھ بھی نہو اور اگر مخرج پر کچھ ہو تو باب ازالہ نجاست حقیقیہ سے ہیں پس باب استنجا سے نہوں گے اور اگر احد السبیلین پر ہوں تو وہ سنت ہے فرض نہیں ہے اور چوتھا باب ازالہ نجاست عن البدن سے ہے اور تحقیق معلوم ہے کہ وہ باب استنجا سے نہیں ہے پس صرف قسم مسنون باقی رہگئی - اور فقہاے حنفیہ کی ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ استنجا فقط پانی یا فقط پتھر سے بھی درست ہے اور یہ کہ استنجا مطلقا بغیر پانی اور پتھر کی خصوصیت کے سنت مؤکدہ ہے اور پانی پر اکتفا کرنا جو مطہر حقیقی ہے پتھر پر اکتفا کرنے سے جو مجفف اور منقی ہے افضل ہے اور دونوں کو جمع کرنا دونوں سے افضل ہے شامی کی عبارت جو سوال میں مذکور ہے اسی پر دلالت کرتی ہے لیکن محققین محدثین حنفیہ کہتے ہیں کہ پانی اور پتھر دونوں کو جمع کرنا بھی سنت مؤکدہ ہے پس صرف پانی یا صرف پتھر پر اکتفا کرنیوالا سنت جمع کا تارک ہوگا - ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں عن انس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الخلاء فاحمل انا وغلام نحوی اداوۃ من ماء فیستنجی بہ متفق علیہ ظاہر فی المواظبۃ بالماء ومقتضاہ کراہۃ ترکہ وکذا ما روی بن ماجۃ عن عائشۃ قالت ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج من غائط قط الا مس ماء انتہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانی ضروریات سے فراغت کرنے تشریف لیجاتے تو میں اور میری طرح ایک اور غلام پانی کے ایک برتن کو لیکر اٹھا رہتا تھا پس آپ اُس سے استنجا فرماتے تھے اور یہ متفق علیہ ہے ظاہر ہے کہ پانی سے استنجا کرنیکی ہمیشگی ہے اور اسکا مقتضے کراہت ترک استنجا بالماء ہے اور

ایسی ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھون نے فرمایا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پائخانہ سے بے پانی لیے نکلتے نہین دیکھا۔ اور اسی کتاب مین ایک صفحے کے بعد لکھا ہو النظر فی ماتقدم من حدیث انس وعائشہ یفید ان الاستنجاء بالماء سنۃ موکدۃ فی کل زمان لافادتہ المواظبۃ انتھے جو حدیثین حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی گذری ہین اُن مین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی سے استنجا ہر زمانے مین سنت موکدہ ہے کیونکہ یہ حدیثین ہمیشگی پر دلالت کرتی ہین اور مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین لکھا ہے واختلف فی الغسل بالماء فقیل مستحب وقیل الجمع سنۃ فی زماننا لان اھل الزمان الاول کانوا یبعرون بعرا لانھم کانوا لا یاکلون الا قلیلا واھل زماننا یاکلون کثیرا فیتسلطون وقیل سنۃ علی الاطلاق وھو الصحیح وعلیہ الفتوی انتھے پانی سے دھونے مین اختلاف ہے پس بعضون نے مستحب کہا ہے اور بعضون نے جمع کو سنت کہا ہے ہمارے زمانے مین کیونکہ پہلے زمانے والے کم کھاتے تھے تو مینگنی سے پائخانہ پھرتے تھے اور اب لوگ چونکہ زائد کھاتے ہین اس لیے پائخانہ بھی زائد پھرتے ہین اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے علی الاطلاق اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے الحاصل مطلق استنجا بالاتفاق سنت ہے اور استنجا بالماء مین اختلاف ہے بعض اسے مستحب کہتے ہین اور بعض ازمنۂ متاخرہ مین سنت کہتے ہین اور بعض ہر زمانے مین سنت کہتے ہین اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جمع بین الماء والحجر پر ہمیشگی فرمائی ہے اور ہر تقدیر پر جو لوگ عالمگیری کی عبارت سے یہ سمجھے ہین کہ جمع بین الماء والحجر کے علاوہ تنہا پانی یا تنہا پتھر سے استنجا بطرز مسنون ادا نہوگا غلط سمجھے ہین کیونکہ بالاتفاق ہر تینون صورتون مین استنجا بطرز مسنون ادا ہوجائے گا البتہ بر مذہب سنیت جمع دوسری سنت کا ترک لازم آئیگا یہ بحث استنجاے غائط کی تھی لیکن استنجاے بول مین جمع بین الماء والحجر کسی حدیث مین نظر سے نہین گذرا واللہ اعلم **سوال** میت کو جو پہلے کلوخ یا پتھر سے پھر پانی سے استنجا کراتے ہین یہ مشروع ہے یا نہین **جواب** استنجا آب یا پتھر سے از قبیل احتیاطات ہے میت کے لیے بھی جائز ہے۔ در المختار مین ہے وعندھما یستنجی وعند ابی یوسف لا وصورتہ ان یلف الغاسل خرقۃ علی یدہ لا یغسل السوءۃ لان مسھا حرام کالنظر (جوہرہ) طرفین کے نزدیک استنجا کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہین اُسکی صورت یہ ہے کہ غسل کرانیوالا کھیسا اپنے ہاتھ پر لپیٹ لے کے شرمگاہ کو دھوئے کیونکہ اُسکا چھونا ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ اُسکا دیکھنا **سوال** جس نے استنجاے بول مین پانی پر اکتفا کی اور ڈھیلے وغیرہ نہ لیے اُسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہین **جواب** بول کے بعد ڈھیلے لینا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت رسائل الارکان

مین ہی ویسن ان یستنجی للبول والغائط بالحجر یستیاب اور پاخانے کے لیے پتھر سے استنجا مسنون ہو اور ڈھیلے
اور پانی کو جمع کرنا افضل اور عالی مرتبہ ہو پس اگر کسی نے پانی ہی پر اکتفا کی اور دفع نجاست کا یقین یا شک ہو گیا
تو طہارت حاصل ہو جائے گی فان الماء قالع للنجاسة کذا فی البحر الرائق کیونکہ پانی نجاست کو دور کرتا ہو ایسا ہی
بحر الرائق مین ہو لہذا اسکی اقتدا جائز ہو **سوال** اگر پیشاب کے بعد طہارت کے لیے کسی نے فقط پانی پر اکتفا کی اور ڈھیلے
نہ لیے تو اسکی نماز صحیح ہی یا نہیں **جواب** صحیح ہی کفایہ مین ہو ثم الاستنجاء بالاحجار سنة موکدة عندنا حتی
لو ترکه وصلی بغیر استنجاء اجزته صلوته وقال الشافعی بانها فریضة لو ترک بالاحجار او بما یقوم مقامها لم تجز صلوته
والمسألة فرع لمسألة اخری وهو ان النجاسة اذا کانت علی قدر الدرهم او اقل هل تفرض ازالتها لجواز الصلوة
ولا فعندنا لا تفرض وعنده تفرض کما لو کانت هذه النجاسة علی موضع اخر الا ان فی هذا الموضع
یطهر بالحجر والمدر وفی سائر المواضع لا یطهر الا بالماء پھر پتھر سے استنجا ہمارے نزدیک سنت موکدہ ہی حتی کہ اگر اُسنے
چھوڑ دیا اور بلا استنجا نماز پڑھی تو نماز جائز ہو جائیگی اور امام شافعی نے کہا ہی کہ وہ فرض ہی اگر پتھروں یا اس کے قائم مقام
چیزوں سے استنجا نہیں کیا تو نماز نہ جائز ہوگی اور یہ مسئلہ دوسرے مسئلہ کی فرع ہو اور وہ یہ کہ نجاست جب بقدر
درہم کے یا اس سے کم ہو تو جواز صلوۃ کے لیے اُسکا دفع کرنا ضروری ہی یا نہیں تو ہمارے نزدیک ضروری نہیں ہی اور
اُن کے نزدیک ضروری ہی جیسا کہ یہ نجاست اگر کسی دوسری جگہ ہو مگر یہ کہ اس جگہ پتھر اور ڈھیلے سے بھی طہارت
حاصل ہو اور دوسری جگہوں مین صرف پانی سے اور رد المحتار مین ہو ثم اعلم ان الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیه
فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیه الاقتصار علی الحجر وتحصل السنة بالکل وان تفاوت
الفضل کما افاده فی الامداد وغیرہ پھر جاننا چاہیے کہ پانی اور پتھر دونوں سے استنجا کرنا افضل ہو اور اس کے بعد
صرف پانی سے اُسکے بعد صرف پتھر سے اور سنت سب سے حاصل ہو جاتی ہی اگرچہ فضل مین تفاوت ہی ایسا ہی امداد
وغیرہ مین ہو **سوال** بول و براز مین ڈھیلے نہ لینا اور پانی پر اکتفا کرنا روافض کے خصائص مین سے ہی پس
اس مین اُنکی مشابہت ہوتی ہی **جواب** بری فعل مین مخالف دین کی مشابہت کرنا یا بقصد تشبہ کرنا ممنوع ہی
ان دو صورتوں کے علاوہ مین کوئی حرج نہیں ہی طحطاوی مین ہی قال فی البحر علم ان التشبه باهل الکتاب لا یکره
فی کل شیء فانا ناکل ونشرب کما یفعلون انما الحرام التشبه فیما کان مذموما وفیما یقصد به التشبه بحر مین ہی جان
کہ اہل کتاب کی مشابہت مکروہ نہیں ہی کیونکہ ہم کھاتے پیتے ہین جیسا کہ وہ کرتے ہین بلکہ تشبہ اُن چیزوں مین حرام ہے
جو بری ہون یا جن مین اُنکی تشبیہ مقصود ہو **سوال** پہلے ڈھیلے سے پھر پانی سے پیشاب کے بعد استنجا کرنا کیسا ہے

**جواب** سنت موکدہ ہی لقایہ مین ہی لا استنجاء من کل حدث غیر النوم والریح بنحو حجر حتی ینقیہ سنۃ
ریح اور رغواب کے علاوہ ہر حدث سے استنجا پتھر وغیرہ سے سنت ہی اور ڈھیلے وغیرہ لینے کے بعد پانی سے دھونا
بعض کے نزدیک سنت ہی اور مختار یہ ہی کہ ادب ہی کیونکہ اہل مسجد قبا کی عادت تھی کہ براز کے بعد پتھر سے استنجا کر کے
پانی سے طہارت کرتے تھے اسد تعالی نے اُنکی مدح مین یہ آیت نازل فرمائی فیہ رجال یحبون ان یتطہروا اس مین بہت
سے لوگ ہین جو پوری پاکی کو دوست رکھتے ہین اور یہ ثابت نہین ہوا کہ اہل مسجد قبا بول کے بعد بھی پتھر سے استنجا کر کے
پانی سے طہارت کرتے تھے جیسا کہ ذیل کی روایات سے واضح ہو گا تفسیر احمدی مین ہی لما انزل اللہ ھذہ الآیۃ وبالغ فی وصفھم
بالطھارۃ بصیغۃ المبالغۃ مشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ المھاجرون حتی وقفوا علی باب مسجد
قباء فاذا الانصار جلوس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امؤمنون انتم فسکت القوم ثم اعادھا ثانیا
فقال عمر رضی اللہ عنہ انھم لمؤمنون وانا معھم فقال علیہ السلام اترضون بالقضاء فقالوا نعم فقال علیہ
السلام اتصبرون علی البلاء قالوا نعم قال علیہ السلام اتشکرون علی الرضاء قالوا نعم قال علیہ السلام
انتم مؤمنون ورب الکعبۃ فجلس ثم قال یا معشر الانصار ان اللہ تعالی قد اثنی علیکم فما الذی تصنعون
عند الوضوء وعند الغائط فقالوا یا رسول اللہ نتبع الغائط الاحجار الثلث ثم نتبع الاحجار الماء فتلی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فیہ رجال یحبون ان یتطھروا ھکذا ذکرہ المفسرون اسد تعالی نے جب اس آیت کو نازل کیا اور
اُن لوگون کے وصف طہارت کو بصیغہ مبالغہ ذکر کیا تو حضرت سرور عالم صلی اسد علیہ وسلم ہمراہی مہاجرین روانہ
ہوئے جب مسجد قبا کے دروازے پر پہونچے تو آپنے بہت سے انصار کو بیٹھے پایا پس آپ نے پوچھا کیا تم لوگ مسلمان ہو
وہ سب چپ ہو گئے پھر آپنے یہی پوچھا پس حضرت عمر رضی اسد عنہ نے کہا کہ یہ لوگ مسلمان ہین اور مین بھی ان کے
ساتھ ہون آپنے پوچھا کیا تم قضائے الٰہی پر راضی ہو اُنھون نے کہا ہان آپنے پوچھا کیا تم مصیبت پر صبر کرو گے
اُنھون نے کہا ہان آپ نے پوچھا کیا تم رضائے الٰہی پر شاکر رہو گے اُنھون نے کہا ہان آپ نے فرمایا رب کعبہ کی تم لوگ مسلمان
ہو پھر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا اے گروہ انصار اسد نے تمھاری تعریف کی ہی تم وضو اور پاخانے کیوقت کیا کرتے ہو اُنھون نے
کہا یا رسول اسد ہم پاخانہ سے فارغ ہو کر تین پتھرون سے طہارت کرتے ہین اُسکے بعد پانی لیتے ہین بس آپنے یہ آیت
پڑھی فیہ رجال یحبون ان یتطھروا ایسا ہی مفسرین نے ذکر کیا ہی۔ اور تفسیر بیضاوی وغیرہ مین ہی وروی ابن ماجۃ
والدارمی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا لکم مثل الوالد لولدہ اعلمکم
اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا الغائط ولا تستدبروھا وامر بثلثۃ احجار انتھی وروی ابوداؤد والنسائی

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذھب احدکم الی الغائط فلیذھب معہ بثلثۃ احجار - ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مین تمھارے لیے ویسا ہی ہون جیسے باپ اپنے بیٹے کے لیے مین تمکو بتلاتا ہون کہ جب تم پاخانے جاؤ وہان نہ قبلہ رخ ہو کر بیٹھو اور نہ قبلے کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھو آپ نے تین ڈھیلے لینے کا حکم فرمایا انتہی اور ابوداؤد و نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہو کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہو کہ جب تم مین سے کوئی رفع حاجت کے لیے جائے تو اپنے ساتھ تین ڈھیلے لیتا جائے - اور ہدایہ مین ہے الاستنجاء سنۃ لان النبی علیہ الصلوۃ والسلام واظب علیہ ویجوز فیہ الحجر وما قام مقامہ وغسلہ بالماء افضل لقولہ تعالی فیہ رجال یحبون ان یتطھروا نزلت فی اقوام یتبعون الحجارۃ الماء ثم ھو ادب وقیل ھو سنۃ فی زماننا استنجا سنت ہو کیونکہ حضرت سرورکائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات نے ہمیشہ اُسکی پابندی کی ہو اور استنجا پتھر اور اُسکے قائم مقام دوسری چیزون سے کرنا جائز ہو اور پانی سے دھونا افضل ہو کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہو فیہ رجال یحبون ان یتطھروا اسمین وہ لوگ ہین جو پاکی کو دوست رکھتے ہین - اور یہ آیت اُن اقوام کے بارے مین نازل ہوئی ہو جو پتھر سے طہارت کے بعد پانی لیتے تھے - علاوہ برین یہ تہذیب ہو اور بعضون کے نزدیک تو ہمارے زمانے مین سنت ہو اور کفایہ مین ہو الاستنجاء بالماء ادب لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یستنجی بالماء مرۃ ویترکہ اخری وھذا ھو الادب پانی سے استنجا کرنا تہذیب ہو کیونکہ حضرت سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ پانی سے استنجا کرتے اور ایک مرتبہ ترک کرتے تھے اور یہی ادب ہو اور فتاوی قاضی خان مین ہو الاستنجاء بالماء بعد الاستنجاء بالحجر ادب عندنا ہمارے نزدیک ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے استنجا کرنا ادب ہو **سوال** بول کے بعد ڈھیلے لینا پھر پانی سے طہارت کرنا کیا حکم رکھتا ہو **جواب** صراحۃً ثابت نہین ہو کہ حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بول کے بعد ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کیا بلکہ ابوداؤد اور نسائی نے ایک حدیث حکم بن سفیان سے روایت کی ہو کان رسول اللہ علیہ وسلم اذا بال توضأ ونضح فرجہ یعنی حضور نے بول کے بعد وضو کیا اور شرمگاہ پر پانی چھڑکا بعض کہتے ہین کہ اس سے ازار کا وہ حصہ مراد ہو جو شرمگاہ کی لیے خاص ہو اور بعض کہتے ہین کہ اسکا مفہوم یہ ہو کہ آپ نے شرمگاہ کو پانی سے دھویا یعنی بول کے بعد پانی سے استنجا کیا پھر وضو کیا ایسا ہی کہا ہو شیخ دہلوی نے اگر تو کہے کہ احادیث مین استنجا بحجر جابجا مذکور ہے اور استنجا عام ہو بول کے بعد ہو یا براز کے بعد تو ہم کہین گے کہ استنجا سے طلب طہارت بعد براز مراد ہو نہ طلب طہارت بعد بول بمقام حشفہ کہ اُسکو استبراء کہتے ہین اور بعض فقہا اس بیان کے بعد

کہ ڈھیلے سے استنجا کرنا سنت ہے استنجا بعد براز کی تفصیل بلحاظ موسم کر دیا ومراقی الفلاح میں یوں کرتے ہیں المرأة تدبر بالحجر الاول و
تقبل بالثانی وتدبر بالثالث فی کل حال وھکذا یفعل الرجل ان کان الزمان صیفا ویعکس ان کان شتاء عورت
پہلا پتھر پیچھے کیطرف لیجاوے اور دوسرا آگے کی طرف لاوے اور تیسرا پیچھے کی طرف لیجاوے ہر حال میں اور مرد اگر جاڑے کا
زمانہ ہو تو ایسا ہی کرے اور اگر گرمی کی فصل ہو تو اسکا عکس کرے ۔ یہ عبارت بھی اس قول کی تائید کرتی ہے کہ استنجا سے
طلب طہارت بعد براز مراد ہے نہ بعد بول تفسیر احمدی میں ہے ماذکرہ اہل الاصول یدل علی انہ یعم التطہیر الذی
بعد البول والتطہیر الذی بعد الغائط والحق ان مراد الفقہاء ایضا اعم کما یدل علیہ قولھم والاستنجاء
من کل حدث ای خارج من السبیلین سنۃ غایتہ ما فی الباب ان الاستنجاء بعد الغائط لما احتاج الی زیادۃ
تفصیل عقبوہ بقولھم یدبر بالحجر الاول ویقبل بالثانی من غیر اظہار ان ھذا طریق الاستنجاء المخصوص
اور اہل اصول کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم پیشاب اور پاخانہ دونوں کے بعد والی طہارت کو شامل ہے اور درست
یہ ہے کہ فقہا کی مراد بھی عام ہی ہے جیسا کہ اسپر انکا یہ قول دلالت کرتا ہے اور استنجا ہر حدث یعنی خارج من السبیلین سے
سنت ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ چونکہ استنجاء براز زائد محتاج تفصیل ہے اس لیے اس کے بعد استنجے کے طریقہ کو ذکر کر دیا
بغیر یہ ظاہر کیے ہوے کہ یہی خاص استنجے کا طریقہ ہے لیکن بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بول کے بعد
ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرتے تھے مولانا عبد العلی رسائل الارکان میں تحریر فرماتے ہیں ویستحب ان یستنجی للبول والغائط بالحجر
اذا لم یخف تجاوز النجاسۃ عن قدر الدرہم لو لم یستنج واذا خاف ذلک یفترض الاستنجاء بعد الحجر بالماء وقد روی
البیہقی عن مولی امیر المومنین رضی اللہ عنہ قال کان عمر اذا بال قال ناولنی شیئا استنجی بہ فاناولہ العود
او الحجر او یاتی حائطا یمسح بہ او یمسہ الارض قال البیہقی ھذا اصح ما فی الباب کذا نقل الشیخ عبد الحق ویفہم
منہ جواز الاستنجاء بالعود ولعلہ یکون بعض الاعواد بحیث یکون جذابا اور سنت یہ ہے کہ پیشاب و پاخانہ دونوں
کے لیے پتھر سے استنجا کرے جبکہ اُسے ایک درہم سے زائد نجاست کے بڑھجانے کا ڈر نہو ورنہ پتھر کے بعد پانی سے بھی استنجا فرض
ہے بیہقی نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام سے روایت کی ہے کہ جب آپ پیشاب کرنے جاتے تو فرماتے مجھکو کچھ دو
جس سے میں استنجا کروں بس میں آپکو لکڑی یا پتھر دیتا یا آپ کسی دیوار کے پاس تشریف لیجاتے یا زمین پر رگڑ لیتے
بیہقی نے کہا ہے کہ اس باب میں یہ سب سے زیادہ صحیح روایت ہے ایسا ہی محدث دہلوی نے نقل کیا ہے اس سے ثابت ہوتا
لکڑی سے استنجا کرنا بھی جائز ہے اور ممکن ہے کہ یہ حکم اُن بعض لکڑیوں کا ہو جن میں قوت جاذبہ ہوتی ہے اور طبرانی نے اوسط
میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں بھی ایسی ہی روایت کی ہے جسکو محدث دہلوی نے فتح المنان فی تائید مذہب النعمان میں

لکھا ہی **سوال** بول و براز کے بعد کئی بار دھونا چاہیے **جواب** کوئی مسنون عدد مقرر نہین ہی بلکہ استنجا کرنے والے کی راے کے حوالے کر دیا گیا ہی تو اتنی بار دھوئے کہ اُسے پاکی کا یقین ہوجائے لیکن مراقی اور شکی آدمی کے لیے تین بار کا دھونا مقرر کیا گیا ہے علامہ حلبی شرح منیہ مین لکھتے ہین ولیس فیما ای فی الغسل عدد مسنون من الثلث او السبع او غیر ذلک ومنہم من شرط الثلث ومنہم من شرط السبع ومنہم من شرط العشر ومنہم من عین فی الاحلیل الثلث وفی المقعدۃ الخمس والصحیح انہ مفوض الی رایہ فیغسل حتی یقع فی قلبہ انہ قد طہر الا ان یکون موسوسا فیقدر فی حقہ بالثلث کما فی کل نجاسۃ غیر مرئیۃ وقیل بسبع اور دھونے مین تین یا سات وغیرہ کوئی عدد مسنون نہین ہی اور بعضون نے تین کی شرط کی ہی اور بعضون نے سات کی اور بعضون نے دس کی اور بعضون نے پیشاب کے مقام مین تین کی اور پاخانہ کے مقام مین پانچ کی تعیین کی ہی اور صحیح یہ ہی کہ استنجا کرنے والے کی راے پر ہی اُسے اتنا دھونا چاہیے کہ طہارت کا یقین ہو جائے البتہ اگر شکی مزاج ہو تو اسی بعض کے نزدیک تین مرتبہ دھونا چاہیے جیسا اور نجاسات غیر مرئیہ مین کیا جاتا ہی اور بعض کے نزدیک سات مرتبہ **سوال** بول یا براز کے بعد فقط ڈھیلے پر اکتفا کرنا اور پانی نہ لینا کافی ہی یا نہین **جواب** کافی ہی لیکن ایسا کرنے والا تارک ادب ہوگا ابو عیسی ترمذی اپنی جامع مین لکھتے ہین اکثر اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدہم رأوا ان الاستنجاء بالحجارۃ یجزی وان لم یستنج بالماء اذا انقی اثر الغائط والبول اکثر اہل علم اصحاب نبی کی راے مین صرف پتھرون سے استنجا کافی ہی جبکہ پیشاب اور پاخانے کا اثر جاتا رہے اگرچہ پانی سے استنجا نہ کرے اور بحر الرائق مین ہی وھو القیاس فی محل الاستنجاء الا انہ ترک فیہ لورود النص علی خلاف القیاس فلا یتعداہ اور عدم کفایت کلوخ قیاس کے موافق ہی مگر اسکا ترک یعنی صرف کلوخ کو ناکافی نہ ٹھہرانا اسوجہ سے اختیار ہی کہ آیت خلاف قیاس ہی پس اسکا حکم محل مخرج سے تجاوز نہ کریگا۔ اور دوسری جگہ لکھا ہی اذا اقتصر علی الحجر کان مقیما للسنۃ واذا اقتصر علی الماء کان مقیما لہا ایضا وھو افضل من الاول واذا جمع بینہما کان افضل من الکل جس نے صرف پتھر پر اکتفا کی وہ متبع سنت ہی اور جس نے صرف پانی پر اکتفا کی وہ بھی متبع سنت ہی مگر یہ اول سے افضل ہی اور سب سے افضل یہ ہی کہ پتھر اور پانی دونون سے استنجا کرے **سوال** استبراء کا کیا حکم ہی **جواب** اولی اور مندوب ہی اور بعض فقہا اسکو واجب کہتے ہین شرح منیہ مین ہی وینبغی ان یستنجی بعد ما خطا خطوات وھو الذی یسمی استبراء دو چار قدم چلنے کے بعد استنجا کرنا چاہیے اور اسی کو استبراء کہتے ہین اور شرح غرر مین ہی ویجب الاستبراء بالمشی او التنحنح او النوم او الاضطجاع علی شقہ الایسر حتی یستقر قلبہ علی انقطاع العود کذا فی الظہیریۃ وقیل یکتفی بمسح الذکر ولجذبہ ثلث مرات والصحیح ان طباع الناس وعاداتہم مختلفۃ

فمن في قلبه انه صار طاهرا جاز له ان يستنجي لان كل احد اعلم بحاله كذا في التاتارخانية اور راست بر اور جلکر یا کهکار کر یا
سو کر یا بائین کروٹ لیٹکر واجب ہی تاکہ اُسکا قلب قطرات یا بقیہ کے آنے سے مطمئن ہو جائے ایسا ہی ظہیریہ مین ہی
اور بعضون کے نزدیک مسح ذکر اور تین بار قطرات کا جذب کر لینا ہی کافی ہی اور صحیح یہ ہی کہ لوگون کی طبیعتین اور عادتین
مختلف ہین پس جب اسکا یقین ہو جائے کہ بیت طاہر ہو گیا استنجا کر دینا جائز ہی کیونکہ ہر ایک اپنے اپنے حال کو زیادہ جانتا
ہی ایسا ہی تاتارخانیہ مین ہی **سوال**۔ ایک شخص نے استنجا ہی نہین کیا مگر مقعد یا راس احلیل پر مانع نماز نجاست بھی
نہین ہی اگر وضو کرکے نماز پڑھے تو جائز ہوگی یا نہین **جواب** نماز ہو جائے گی مگر ترک سنت کی وجہ سے گنہگار
ہوگا بحر الرائق مین ہی ولو ترکه صحت صلوته قال في الخلاصة بناء على ان النجاسة القليلة عفو عندنا وعلماؤنا
فصلوا بين النجاسة التي على موضع الحدث والتي على غير موضع الحدث فاذا تركها يكره وفي موضعه اذا تركها
لا يكره اگر کوئی شخص استنجا ترک کر دے تو اُسکی نماز درست ہوگی خلاصہ مین ہی کیونکہ نجاست خفیفہ معاف ہی اور ہمارے
علماء نے نجاست کی تفصیل کی ہی اور کہا ہی ایک نجاست وہ ہی جو اپنے محل مین ہو اور دوسری وہ جو اپنے محل مین نہو
پس اگر اُس نجاست کو باقی رہنے دیا جو اپنے محل مین نہین ہی تو نماز مکروہ ہوگی اور اگر اُس نجاست کو رہنے دیا جو
اپنے محل مین ہی تو مکروہ نہوگی **سوال** اگر نجاست راس احلیل یا حلقہ دبر سے تجاوز کرکے اطراف مین پہونچ جائے
تو اسکا ازالہ کیونکر کرنا چاہیے **جواب** یہ تجاوز دو حال سے خالی نہین ہی اگر درہم سے زائد ہی تو بغیر پانی سے
دھوے ہوے ڈھیلے وغیرہ سے طہارت نہین ہو سکتی اور اتنی نجاست چونکہ مانع صلوۃ ہی جبتک دھوئی نہ جائے نماز
جائز نہوگی اور اگر درہم سے کم ہی تو پانی سے دھونا سنت ہی اور اگر ڈھیلے وغیرہ سے طہارت کرے تو نماز بکراہت تحریمی
ہوگی اگر وقت باقی ہی تو پانی سے طہارت کرنے کے بعد نماز دہرائے رسائل الارکان مین ہی والحاصل انه ان لم يجاوز
المخرج فالماء بعد الحجر مستحبة وان جاوز وكان اقل من قدر الدرهم فالماء بعد الحجر سنة واجبة لكن لو لم يتبع
الماء يجوز الصلوة معه ويعاد ان بقي الوقت كما هو الحكم في النجاسة القليلة من مقدار الدرهم وان جاوز
البول والغائط اكثر من قدر الدرهم فلا يجزي الاحجار بل لا بد من الغسل فلا يجوز الصلوة بدونه حاصل یہ ہی کہ
اگر نجاست مخرج سے متجاوز نہین ہی تو پتھر کے بعد پانی مستحب ہی اور اگر متجاوز ہی اور ایک درہم سے کم ہی تو پتھر کے بعد پانی
سنت واجبہ ہی اگر پانی نہ لیگا تو بھی نماز درست ہو جائے گی اور اگر وقت باقی ہی تو اعادہ کرنا چاہیے جیسا کہ ایک درہم سے
کم نجاست کا حکم ہی اور اگر پیشاب یا پاخانے کی مقدار ایک درہم سے زائد ہی تو پتھر کافی نہین ہین بلکہ پانی سے دھونیکی
بھی ضرورت ہی اور نماز اُسکے بغیر ناجائز ہوگی اور دوسری جگہہ لکھا ہی واذا جاوز البول والبراز المخرج ولم يجاوز الدرهم

يسن استعمال الماء بعد الحجر ثم المراد بسنة غسل البدن بالماء عندهم بالسنة الطريقة المسلوكة الواجبة لما قد عرفت ان النجاسة ان كانت دون قدر الدرهم تكره الصلوٰة معها و يجب الاعادة فى الوقت وهذا يؤذن بان الكراهة كراهة التحريم فان النجاسة القليلة يجب ازالتها جب بول یا مخرج سے تجاوز اور ایک درہم سے زائد ہوں تو پتھر کے بعد پانی سے دھونا سنت ہو ہمارے نزدیک بظاہر سنت سے مراد واجب طریقہ ہو کیونکہ تم کو معلوم ہو کہ نجاست اگر ایک درہم سے کم ہو تو نماز اُسکے ساتھ مکروہ ہوتی ہو اور اگر وقت باقی ہو تو اعادہ واجب ہوتا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہو کیونکہ نجاست قلیلہ کا ازالہ واجب ہو اور بحر الرائق میں ہو ويجب غسل المحل بالماء ان تعدت النجاسة المخرج لان للبدن حرارة جاذبة لاجزاء النجاسة فلا يزيلها المسح بالحجر وهو القياس فى محل الاستنجاء الا انه ترك فيه لورود النص على خلاف القياس فلا يتعداه واراد بالمجاوز ان يكون الاكثر من قدر الدرهم وح فالمراد بالوجوب الفرض اور نجاست کی جگہ کو پانی سے دھونا واجب ہو اگر مخرج سے تجاوز ہو کیونکہ بدن کی حرارت اجزائے نجاست کو جذب کر لیتی ہو پس پتھر اُسے زائل نہیں کر سکتا اور یہی قیاس ہو محل نجاست میں مگر اس میں یہ حکم نص کے وارد ہونے کی وجہ سے برخلاف قیاس ترک کر دیا گیا پس حکم نص اصل سے متجاوز نہوگا اور تجاوز سے مراد ایک درہم سے زیادتی ہو پس وجوب سے مراد فرض ہو **سوال** استنجا کرنے کے بعد اگر انگلیوں میں بو باقی رہے تو اُسکا بدن پاک ہو یا نہیں **جواب** عین نجاست اور جرم نجاست کے زائل ہونے سے بدن پاک ہو جاتا ہو لیکن نجاست کا اثر یعنے رنگ اور بو اگر باقی رہے تو پانی سے دھو لینا چاہیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ استنجا کے بعد اپنے ہاتھوں کو دھو ڈالو اور دیوار پر ملو تاکہ کچھ اثر باقی نہ رہے اور شارح ابو المکارم شرح نقایہ میں لکھتے ہیں يطهر الشیٔ بدنا كان او ثوبا او مكانا او غيرها عن نجس بالفتح مرئى وهو ماله جرم وغيره بزوال عينه ولا يضر بقاء اثر لايشق زواله ويزال بدن یا کپڑا یا مکان اور جو کچھ ہو نجس مرئی اور غیر مرئی سے پاک ہو جاتا ہو نجاست کے دفع ہو جانے سے گو اُسکا اثر باقی رہے اور اُس اثر کا دفع کرنا دشوار ہو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ اگر اثر کا دفعیہ دشوار نہو تو وہ بھی دفع کیا جائے اور دوسری جگہ لکھا ہو فسر الاثر باللون والريح والمشقة بالاحتياج الى شئ آخر كالصابون اثر کی تفسیر رنگ و بو کی گئی ہو اور مشقت سے کسی دوسری چیز کی طرف احتیاج مراد ہو جیسے صابون **مترجم** کہتا ہو نجس مرئی وہ نجاست ہو جس کے لیے جرم ہو اور نجس غیر مرئی وہ نجاست ہو جسکے لیے جرم نہو **سوال** پیشاب کی ننھی ننھی چھینٹیں اگر بدن پر پڑ جائیں تو کیا حکم ہو **جواب** معاف ہیں صحیح بخاری کی شرح میں ہو کہ حضرت ابو موسی اشعری پیشاب کرتے وقت اس لحاظ سے کہ چھینٹیں اُنکے بدن پر نہ پڑیں شیشے کے اندر پیشاب کرتے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اُنکو کہا ایسا نہ کیا کرو کیونکہ میں نے

رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کو ایستادہ پیشاب کرتے دیکھا ہے جس میں چھینٹیں پڑنیکا احتمال ہے **سوال** استنجا پتھر اور ڈھیلے
ہی پر موقوف ہے یا پانی سے بھی ادا ہو سکتا ہے اور عدد اور استبرا اور دیگر متعلقات کون ہیں **جواب** پتھر اور ڈھیلے
وغیرہ سے جو منجفف اور منقی ہو استنجا کرنا سنت مؤکدہ ہے کنز میں ہے وسن الاستنجاء بنحو حجر منق اور استنجا پاک کرنیوالے
پتھر سے سنت ہے اور نقایہ میں ہے الاستنجاء من کل حدث غیر النوم والریح بنحو حجر حتی ینقیہ سنۃ لازم اور ریح کے
سوا ہر حدث سے استنجا پتھر کے مثل سے یہان تک کہ طہارت حاصل ہو سنت ہے اور بحر الرائق میں ہے واراد المصنف بالسنۃ
السنۃ المؤکدۃ کما ھو مذکور فی الاصل اور سنت سے مصنف کی مراد سنت مؤکدہ ہے جیسا کہ اصل میں مذکور ہے اور
درمختار میں ہے وھو سنۃ مؤکدۃ مطلقا ای سواء کان بالماء او بالحجر کذا فی ردالمحتار اور استنجا سنت مؤکدہ ہے مطلقا
پانی سے ہو یا پتھر سے ایسا ہی ردالمحتار میں ہے بعضے متون فقہیہ میں استنجاے براز کی کیفیت بلحاظ موسم گرما و سرما مشرح
لکھی ہے اور استنجاے بول سے چشم پوشی کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پتھر یا ڈھیلے وغیرہ سے فقط استنجاے براز ہی مسنون ہے
لیکن روایات فقہ اور اصول فقہ اسکے خلاف ہین بلکہ ان سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ پتھر اور ڈھیلے وغیرہ سے
استنجا کرنا جو مسنون ہے یہ عام ہے بول و براز دونون کے لیے تفسیر احمدی میں ہے ماذکرہ اھل الاصول یدل علی انہ یعم
التطہیر الذی بعد البول والتطہیر الذی بعد الغائط والحق ان مراد الفقہاء ایضا عام کما یدل علیہ قولہم
والاستنجاء من کل حدث ای خارج من السبیلین سنۃ غایۃ ما فی الباب ان الاستنجاء بعد الغائط لما احتاج
الی زیادۃ تفصیل عقبوہ بقولہم یدبر بالحجر الاول ویقبل بالثانی من غیر اظہار ان ھذا الطریق لاستنجاء المخصوص
اہل اصول نے جو لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استنجا پیشاب اور پاخانہ دونون کے بعد کے طہارت کو شامل ہے اور حق یہ ہے
کہ فقہا کی مراد بھی عام ہے جیسا کہ اسپر انکا یہ قول دلالت کرتا ہے اور ہر حدث یعنی خارج عن السبیلین سے استنجا سنت ہے
زیادہ برین نیست کہ پاخانہ والا استنجا زائد تفصیل کا محتاج ہے اسکے بعد استنجے کے طریقہ کو ذکر کیا بغیر یہ ظاہر کیے ہوے
کہ یہ کسی خاص استنجے کا طریقہ ہے اور ملا علی قاری شرح نقایہ مین لکھتے ہین من کل حدث ای خارج من احد السبیلین
کالبول والغائط ہر حدث سے یعنی خارج من احد السبیلین سے مثل پیشاب اور پاخانہ کے اور رسائل الارکان مین ہے
ویسن ان یستنجی للبول والغائط بالحجر پتھر سے استنجا کرنا پیشاب اور پاخانہ کے بعد سنت ہے پاخانہ کے بعد پتھر سے استنجا
کرنا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوامی عادت تھی جیسا کہ صحاح مین مروی ہے اور پیشاب کے بعد حضور سرور انبیا
علیہ التحیۃ والثنا کا پتھر وغیرہ سے استنجا کرنا آپکے فعل سے اثبات کو نہین پہونچا مگر بیہقی نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین
حضرت عمر رضی اللہ عنہ پتھر وغیرہ سے استنجا کرتے تھے چونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمپر میرے

اور میرے خلفاء راشدین کی سنت ہے لہٰذا اُسکا سنت ہونا بھی متحقق ہو گیا شرح نقایہ میں ملا علی قاری لکھتے ہیں روی البیہقی وقال
انہ اصح ما فی الباب واعلاہ ای سنداً عن مولی عمر قال کان عمر اذا بال قال ناولنی شیئاً استنجی بہ فاناولہ العود
او الحجر او یاتی حائطاً یتمسح بہ او یمسہ الارض بیہقی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ اسباب میں باعتبار سند کے
سب سے زائد صحیح اور اعلیٰ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غلام سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب پیشاب کو جاتے تو مجھسے
فرماتے کوئی چیز لاؤ جس سے میں استنجا کروں پس میں آپ کو لکڑی یا پتھر دیدیتا یا آپ کسی دیوار کے پاس جاتے یا زمین
سے کام لیتے رسائل الارکان میں ہے وفی البول احتمال الخروج فلا بد من الاستنجاء بالحجر الی ان یغلب علی ظن المستنجی انقطاع
ذلک الاحتمال ففی البول کان الاستنجاء بالحجر لزم وقد روی البیہقی عن مولی امیر المومنین عمرؓ قال کان عمر اذا
بال قال ناولنی شیئاً استنجی بہ فاناولہ العود او الحجر او یاتی حائطاً یتمسح بہ او یمسہ الارض قال البیہقی ھذا
اصح ما فی الباب پیشاب کے بعد قطرہ آنیکا احتمال ہے تو پتھر سے استنجا ضروری ہے یہان تک کہ مستنجی کا ظن قطرہ نہ آنے پر
غالب ہو جائے پس پیشاب کے بعد پتھر سے استنجا ضروری ہے اور بیہقی نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کسی غلام
سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب پیشاب کرتے تو مجھسے فرماتے مجھے کچھ دو جس سے میں استنجا کروں
پس میں آپ کو لکڑی یا پتھر دیتا یا آپ کسی دیوار کے پاس جاتے یا زمین سے کام لیتے بیہقی نے کہا ہے کہ اس باب میں سب سے
زائد صحیح روایت یہی ہے اور درر شرح غرر میں ہے والغسل بعدہ ای الحجر اولی اور پتھر سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے
دھو ڈالنا اچھا ہے۔ اور قاضی خان میں ہے والاستنجاء بالماء بعد الاستنجاء بالحجر ادب عندنا ہمارے نزدیک پتھر سے
استنجا کرنے کے بعد ادب یہ ہے کہ پانی سے بھی دھو ڈالے۔ اور علامہ حلبی شرح منیہ میں لکھتے ہیں ولیس فیہ ای فی
الغسل عدد مسنون من الثلث او السبع او غیر ذلک ومنہم من شرط الثلث ومنہم من شرط السبع ومنہم
من شرط العشر ومنہم من عین فی الاحلیل للثلث وفی المقعد الخمس والصحیح انہ مفوض الی رایہ فیغسلہ
حتی یقع فی قلبہ انہ قد طہر الا ان یکون موسوساً فیقدر فی حقہ بالثلث کما فی کل نجاسۃ غیر مرئیۃ وقیل
بسبع دھونے میں تین یا سات وغیرہ کوئی عدد مسنون نہیں ہے بعض نے تین بعض نے سات بعض نے دس کی شرط
کی ہے اور بعض کے نزدیک پیشاب کے بعد تین بار دھونا اور پاخانے کے بعد پانچ بار دھونا چاہیے اور صحیح یہ ہے کہ استنجا
کرنیوالے کی راے پر ہے اُسے اتنا دھونا چاہیے کہ طہارت کا یقین ہو جائے البتہ اگر شکی مزاج ہو تو اُسے تین مرتبہ دھونا
چاہیے جیسا کہ اور نجاسات غیر مرئیہ میں حکم ہے اور بعض کے نزدیک سات مرتبہ دھونا چاہیے اور بحر الرائق میں ہے والمراد
بالاشتراط الاشتراط فی حصول السنۃ والا فترک الکل لا یضر عندہم اشتراط سے حصول سنت میں اشتراط مراد ہے ورنہ

کل کا حکم اُنکی نزدیک ضرر نہین پہونچاتا - اور جو شخص ڈھیلے وغیرہ پر اکتفا کرتا ہو اور اُسکو بعد پانی سے نہین دھوتا ہو
اُسے ڈھیلون پر اکتفا کرنا کافی ہو مگر یہ شخص تارک ادب ہوگا ابو عیسیٰ ترمذی اپنی جامع مین لکھتے ہین اکثر اهل العلم
من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ومن بعدهم رأوا ان الاستنجاء بالحجارة یجزی وان لم یستنج بالماء اذا
انقی اثر الغائط والبول اور اکثر اہل علم اصحاب نبی کی راے مین صرف پتھرون سے استنجا کرنا کافی ہو جبکہ پیشاب
اور پاخانے کا اثر جاتا رہے اگرچہ پانی سے استنجا نہ کرے اور بحر الرائق مین ہو وهو القیاس فی محل الاستنجاء الا انہ ترک
فیہ لورود النص علی خلاف القیاس فلا یتعدا اھ اور پتھر کا کافی ہونا محل استنجا مین بھی قیاس کے موافق ہو مگر چونکہ
نص خلاف قیاس موجود ہو اس وجہ سے قیاس متروک ہو اور اسی وجہ سے حکم نص محل سے متجاوز نہین ہوسکتا -
اور صرف پانی پر اکتفا کرنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہو شرح منیہ مین علامہ حلبی لکھتے ہین وان یغسل مخرج النجاسة
بعد الاحجار او دونها مبالغة فی التنظیف والغسل بالماء وان کان ادبا لکن قد ادیت بہ سنة الاستنجاء اور
یہ کہ دھوئے مخرج نجاست کو پتھرون کے بعد یا پتھرون کے بغیر طہارت کی زیادتی کے لیے اور پانی سے دھونا گو کہ ادب ہو
مگر اس سے سنت استنجا ادا ہوتی ہو اور بعض صرف پانی ہی سے دھونے کو افضل جانتے ہین کنز مین ہو وغسلہ
بالماء احب پانی سے دھونا پسندیدہ ہو اور بحر الرائق مین ہو ای غسل المحل بالماء افضل لانہ قالع للنجاسة والحجر
مجفف لها فکان الماء اولی کذا ذکرہ الشارح الزیلعی وظاهر ما فی الکتاب یدل علی ان الماء مندوب سواء کان
قبلہ الحجر ام لا فالحاصل انہ اذا اقتصر علی الحجر کان مقیما للسنة واذا اقتصر علی الماء کان مقیما لها ایضا وهو افضل
من الاول واذا جمع بینهما کان افضل من الکل یعنی محل نجاست کو پانی سے دھونا افضل ہو کیونکہ پانی دافع نجاست
ہو اور پتھر اُسے سکھا ڈالتا ہو ایسا ہی شارح زیلعی نے کہا ہو اور ظاہر کتاب اسپر دلالت کرتا ہو کہ پانی مستحسن ہو خواہ اُس کے
پہلے پتھر ہو یا نہو پس حاصل یہ ہو کہ جب صرف پتھر پر اکتفا کرے تو سنت ادا ہو جائے گی اور اگر صرف پانی پر اکتفا کرے
تو بھی سنت ادا ہوگی مگر یہ افضل ہو اور پانی اور پتھر دونون سے استنجا کرنا سب سے افضل ہو رد المحتار مین ہے
ثم اعلم ان الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنة
بالکل وان تفاوت الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ پھر جانو کہ پتھر اور پانی دونون سے استنجا افضل ہو اور
اُسکے بعد صرف پانی سے اور اُس کے بعد صرف پتھر سے اور سنت سب سے حاصل ہوتی ہو گو کہ فضل مختلف ہو ایسا ہی
امداد وغیرہ مین ہو **سوال** بول کے بعد ڈھیلے سے استنجا ترک کرنا رفضہ کفرہ کا خاصہ ہو اسکے ترک کرنے مین ان سے
پوری مشابہت لازم آتی ہو اور حدیث مین ہو من تشبہ بقوم فهو منهم جس نے جس قوم کی مشابہت کی وہ

اُنھیں میں سے ہو جواب مخالف دین کی مشابہت فعل مذموم میں اور جو کام بقصد مشابہت کرے اس میں بھی ممنوع ہو اور ان دو صورتوں کے علاوہ میں کچھ حرج نہیں ہو دُر شرح غرر میں ہو ویجب الاستبراء بالمشئ او التنحنح او النوم او الاضطجاع علی شقہ الایسر حتی یستقر قلبہ علی انقطاع العود کذا فی الظہیریۃ وقیل یکتفی بمسح الذکر واجتذابہ ثلث مرات والصحیح ان طباع الناس وعاداتہم مختلفۃ فمن فی قلبہ انہ صار طاہرا جاز لہ ان یستنجی لان کل حد اعلم بحالہ کذا فی التاتارخانیۃ اور استبراء چل کے یا کھکھار کے یا سوکے یا بائیں کروٹ لیٹ کر واجب ہو تاکہ قلب مطمئن ہو جائے اور بقیہ کے پھر آنیکا خیال نرہے ایسا ہی ظہیریہ میں ہو اور بعض کے نزدیک مسح ذکر اور تین مرتبہ قطرات کو جذب کر لینا ہی کافی ہو اور صحیح یہ ہو کہ لوگون کی طبیعتیں مختلف ہیں پس جب طہارت کا یقین ہو جائے استنجا کر لینا جائز ہو کیونکہ ہر ایک اپنے حال کو زائد جانتا ہو ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہو اور شرح منیہ میں ہو وینبغی ان یستنجی بعد ما خطا خطوات وھو الذی یسمی استبراء دو چار قدم چل لینے کے بعد استنجا کرنا چاہیئے اور اسی کو استبراء کہتے ہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہو وینبغی ان یمشی خطوات ثم یستنجی اور چند قدم چلنے کے بعد استنجا کرنا چاہیئے۔ اور بعض فقہا کے نزدیک نفس استبراء فرض ہو یہان تک کہ دل کو یقین ہو جائے کہ اب قطرہ نہ آئیگا اور کھکھارنا وغیرہ مختلف فیہ ہے درمختار میں ہو یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقہ الایسر ویختلف بطباع الناس استبراء چل کے اور کھکھار کے یا بائیں پہلو پر سوکے واجب ہو اختلاف طبائع کی وجہ سے۔ اور صاحب رد المحتار نے تحت قولہ ویختلف الخ لکھا ہی ھذا ھو الصحیح فمن وقع فی قلبہ انہ صار طاہرا جاز لہ ان یستنجی لان کل حد اعلم بحالہ اور یہی صحیح ہو پس جسکو یقین ہو جائے کہ وہ طاہر ہو اُسے استنجا کرنیکی اجازت ہو کیونکہ ہر شخص اپنے حال کو زیادہ جانتا ہو پس جبکہ نفس استنجا سنت مؤکدہ اور استنجا کے بعد پانی سے دھونا ادب اور دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے تو اس شخص کی نماز یا امامت جس نے ڈھیلے یا پانی پر اکتفا کیا جائز ہو بلکہ اگر کسی نے سرے سے استنجا ہی نہیں کیا نہ ڈھیلے سے نہ پانی سے مگر موضع حدث یا اُسکے ادہر اودہر مانع نماز نجاست نہیں ہو تو اگرچہ وہ تارک سنت موکدہ ہونیکی وجہ سے مستحق ملامت ہوگا مگر اُسکی نماز جائز ہو گی کیونکہ اسکی فقہا نے تفصیل کی ہو چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں فان ما علی المخرج ساقط وان کثر فلا یکرہ ترکہ کیونکہ جو مخرج پر ہو اُسکا اعتبار نہیں اگرچہ بہت ہو پس اُسکا ترک مکروہ نہیں اور اگر غیر موضع حدث پر ہو تو اُسکے ترک سے نماز میں کراہت پیدا ہو گی بحر الرائق میں ہو ولو ترکہ صحت صلوتہ قال فی الخلاصۃ بناء علی ان النجاستہ القلیلۃ عفو عندنا وعلماؤنا فصلوا بین النجاستہ التی علی موضع الحدث والتی علی غیر موضع الحدث اذا ترکہا یکرہ وفی موضع

ادا تو کہا لا یکرہ اور اگر اُسے چھوڑ دیا تو نماز درست ہی ایسا ہی خلاصہ مین ہی کیونکہ نجاست قلیلہ معاف ہی ہمارے نزدیک
اور ہمارے علما نے نجاست کی تفصیل کی ہی (۱) جو موضع حدث پر ہو (۲) جو موضع حدث پر نہو اور اُسکی ترک سے نماز
مکروہ ہوتی ہی اور جو موضع حدث پر ہو اُسکے ترک سے نماز مکروہ نہین ہوتی یہ حکم نفس استنجا کا ہی جبکہ نجاست مخرج
سے آگے نہ بڑھے اور اگر نجاست مخرج سے تجاوز کرکے ادہر اُدہر لگ جائے تو وہ یا درہم سے زائد ہوگی
یا کم اگر زائد ہو تو فقط ڈھیلے لینا کافی نہین بلکہ لازما اس نجاست کو پانی سے دھونا چاہیے جب تک
پانی سے نہ دھوئے گا نماز جائز نہوگی اور اگر نجاست متجاوز ایک درہم سے کم ہو تو ڈھیلے لینے کے بعد پانی
سے دھونا سنت ہی اور بغیر پانی سے دھوئے ہوئے بھی نماز بکراہت تحریمی ادا ہو سکتی لیکن اگر وقت باقی ہے تو دوہرانا
چاہیے رسائل الارکان مین ہی والحاصل انہ ان لم یجاوز المخرج فالماء بعد الحجر سنۃ مندوبۃ وان جاوز وکان
من قدر الدرہم فالماء بعد الحجر سنۃ واجبۃ لکن لو لم یتبع الماء یجوز الصلوۃ مع سو یعاد ان بقی الوقت کما ہو
الحکم فی النجاسۃ القلیلۃ من مقدار الدرہم وان جاوز البول والغائط اکثر من قدر الدرہم فلا یجزی
الاحجار بل لا بد من الغسل فلا یجوز الصلوۃ بدونہ اور حاصل یہ ہی کہ اگر نجاست مخرج سے متجاوز نہو تو پتھر کے
بعد پانی لینا سنت مندوبہ ہی اور اگر متجاوز ہو اور ایک درہم سے کم ہو تو سنت واجبہ ہی لیکن اگر پانی نہین لیا تو
نماز جائز ہوگی اور اگر وقت باقی ہو تو اعادہ کرنا چاہیے جیسا کہ ایک درہم سے کم نجاست کا حکم ہی اور اگر پیشاب
پاخانہ موضع حدث سے متجاوز ہو اور ایک درہم سے زائد ہو تو پتھر کافی نہین بلکہ پانی سے دھونا ضروری ہی بغیر دھوئے
ہوئے نماز جائز نہوئی اور دوسری جگہ لکھا ہی واذا جاوز البول والبراز المخرج ولم یجاوز الدرہم یسن استعمال
الماء بعد الحجر ثم الظاہر عند ہذا العبد ان مرادہم بالسنۃ الطریقۃ المسلوکۃ الواجبۃ لما قد عرفت ان النجاسۃ
ان کانت اقل من الدرہم یکرہ الصلوۃ معہا ویجب الاعادۃ فی الوقت وہذا یؤذن بان الکراہۃ کراہۃ
التحریم فان النجاسۃ القلیلۃ یجب ازالتہا اور جب پیشاب اور پاخانہ مخرج سے متجاوز ہون اور ایک درہم سے زائد نہون
تو پتھر کے بعد پانی لینا سنت ہی اور میرے خیال مین سنت سے مراد واجب طریقہ ہی کیونکہ تم جانتے ہو کہ اگر نجاست ایک درہم
سے کم ہو تو نماز مکروہ ہی اور اگر وقت باقی ہی تو اعادہ واجب ہی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہی کیونکہ نجاست قلیلہ
کا دفعیہ واجب ہی اور بحر الرائق مین ہی ویجب غسل المحل بالماء ان تعدت النجاسۃ المخرج لان للبدن حرارۃ جاذبۃ
لاجزاء النجاسۃ فلا یزیلہا المسح بالحجر وہو القیاس فی محل الاستنجاء الا انہ ترک فیہ لورود النص علی خلاف القیاس
فلا یتعداہ واراد بالمجاوز ان یکون اکثر من قدر الدرہم حینئذ فالمراد بالوجوب الفرض اور نجاست کی جگہ کو پانی سے

دھونا واجب ہی اگر نجاست مخرج سے متجاوز ہو کیونکہ بدن مین ایک ایسی حرارت ہی جو اجزاے نجاست کو جذب کر لیتی ہی
پس پتھر اُسے زائل نہین کر سکتا اور محل نجاست مین ہی یہی موافق قیاس ہی مگر وہان نص کے بدولت یہ حکم ترک
کر دیا گیا پس حکم نص محل کے سوا اور کہین نہ مانا جائے گا تجاوز سے مراد ایک درہم سے زیادتی ہی پس وجوب سے
مراد فرض ہی اور خلاصہ مین ہی ولو اصاب طرف الاحلیل من البول اکثر من قدر الدرہم لا یجوز صلوٰتہ ہو الصحیح
اور اگر احلیل کی کنارون مین پیشاب ایک درہم سے زائد رہگیا تو نماز درست نہوگی اور یہی صحیح ہی اور در مختار مین ہے
ویجب ای یفرض غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع ویعتبر القدر المانع لصلوٰۃ فیما وراء موضع الاستنجاء لان ما علی
المخرج ساقط شرعا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوٰۃ معہ اور واجب ہی یعنی فرض ہی دھونا اگر نجاست مانع صلوٰۃ
مخرج سے متجاوز ہوا ور مانع صلوٰۃ کا اعتبار موضع استنجا کی علاوہ دوسری جگہون مین ہوتا ہی کیونکہ جو مخرج پر ہی وہ شرعا ساقط
ہی گو کہ کثیر ہو اور اسی لیے اُس سے نماز مکروہ نہین ہوتی اور ذخیرہ مین ہی ثم الاستنجاء بالاحجار انما یجوز اذا اقتصر النجاسۃ
علی موضع الحدث واما اذا التعدی عن موضعہا بان جاوزت المخرج اجمعوا علی ان ما جاوز المخرج من النجاسۃ اذا کان
اکثر من قدر الدرہم انہ یفرض غسلہا بالماء فلا یکفیہ الازالۃ بالاحجار وکذا اذا اصاب طرف الاحلیل من البول
اکثر من قدر الدرہم یجب غسلہ وان کان ما جاوز موضع الشرج اقل من قدر الدرہم او قدر الدرہم الا انہ اذا
ضم ما فی موضع الشرج کان اکثر من قدرہا فازالہا بالحجر ولم یغسلہا فعلی قول ابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ یجوز ولا یکرہ
وعلی قول محمدؒ لا یجوز الا ان یغسلہ بالماء وہکذا روی عن ابی یوسفؒ ایضا واذا کانت النجاسۃ علی موضع
الاستنجاء اکثر من قدر الدرہم واستنجی بثلثۃ احجار وانقاہا ولم یغسلہا بالماء کان الفقیہ ابو بکر یقول لا یجوزہ
عن ابن شجاع انہ یجوز وہکذا احکی عن الطحاویؒ قال الفقیہ فی الفتاوی وبہ ناخذ پھر استنجا بالاحجار جائز ہی جب
نجاست موضع حدث ہی پر ہو لیکن جب موضع حدث سی متجاوز ہو یعنی مخرج سے متجاوز ہو تو اسپر اجماع ہی کہ متجاوز
عن المخرج جب ایک درہم سے زائد ہو تو اُسی پانی سے دھونا فرض ہی اور پتھر سے دفع کر دینا کافی نہین ہی اور ایسا ہی جب
احلیل کے اطراف مین ایک درہم سے زائد پیشاب رہجائے تو اُسکا دھونا واجب ہی اور اگر محل سوراخ سے جو متجاوز ہے
وہ ایک درہم سے کم یا ایک درہم کے برابر ہو مگر جب اُسکے ساتھ وہ نجاست جو سوراخ پر ہی ملا لیجائے تو اُسکی مقدار ایک درہم
سے بڑھجائے پس اُسکو پتھر سے دفع کرنا اور پانی سے نہ دھونا امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک نماز کو مکروہ
کرتا ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز کو ناجائز کرتا ہے اور دھوڈالنا ضروری ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی ایسی ہی
روایت کی گئی ہی اور جب نجاست موضع استنجا پر ایک درہم سے زائد ہو تو تین پتھرون سے استنجا کرنا اور پانی سے نہ دھونا

فقیہ ابو بکر کے نزدیک جائز نہیں اور ابو شجاع کے نزدیک جائز ہے اور ایسا ہی طحاوی سے منقول ہے فقیہ نے فتاوی میں
کہا ہے کہ ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں **سوال** پرانا جوتا پہنکر جس میں بارہا غلاظت بھری اور چھوٹ گئی مسجد میں جانا
اور پہنے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں **جواب** نجس جوتا پہنکر مسجد میں جانا حرام ہے اور اُسے پہنے ہوئے نماز بھی
درست نہیں ہے اور اگر پاک ہو تو درست ہے مگر بحسب عادات زمان خلاف ادب ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات) صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی
عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ **سوال** حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے اس قول کے موافق (تحت کل شعرۃ جنابۃ
ہر بال کے نیچے جنابت ہے) نہاتے وقت مرد کو تمام بدن کے بالوں کو دھونا اور انکی جڑوں میں پانی پہونچانا واجب ہے
اور اگر جسم کے بالوں میں تیل ملا ہوا ہو تو بیسن وغیرہ سے انکو اچھی طرح صاف کرنا ضروری ہے یا نہیں **جواب** یہ حضرت
علی کا قول نہیں ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے فرمایا رسول خدا
علیہ التحیۃ والثنا نے تحت کل شعرۃ جنابۃ فاغسلوا الشعر وانقوا البشرۃ اور حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے اسی حدیث کے
مضمون کو دریافت کرکے حلق راس کی عادت ڈالی اور فرمایا فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیت راسی فمن ثم
عادیت راسی اسی لیے میں نے اپنے سر سے دشمنی کی اسی لیے میں نے اپنے سر سے دشمنی کی اسی لیے میں نے اپنے سر سے دشمنی کی اور واقعی مرد کو بالوں کی
جڑوں میں پانی پہونچانا اور بالوں کو پانی سے بھگونا سر کے بال ہوں یا داڑھی کے ضروری ہے اسکے بغیر غسل جنابت ادا نہیں ہوتا رسائل
الارکان میں ہے ویفترض علی الرجل نقض الضفیرۃ ان کان لہ ضفیرۃ وایصال الماء الی البشرۃ تحت الشعر بل الشعر ایضا بحیث
لا یبقی شعر لم یصل علیہ الماء وھذا اعلم فی کل شعر شعر الراس کان او شعر اللحیۃ او غیرھا ولا یجزی غسلہ بدون ذلک
انتہی مرد پر فرض ہے کہ اگر اسکے جوڑا ہو تو کھولڈالے اور بالوں کے نیچے تک پانی پہونچائے بلکہ بالوں کو بھی تر کرے کوئی بال خشک
نہ رہے اور یہ حکم تمام بالوں کا ہے سر کے ہوں یا داڑھی کے یا اور کہیں کے مرد کا غسل بغیر اس کے پورا نہ ہوگا لیکن اگر بدن پر
تیل ملا ہوا ہو یا بالوں میں لگا ہو تو دفعا للحرج والمشقۃ اُسے بیسن وغیرہ سے چھڑانا لازمی نہیں ہے بلکہ اُسی پر پانی بہا دینا
کافی ہے فی الدر المختار ولا یمنع الطہارۃ دھن ودسومۃ انتہی ملخصا در مختار میں ہے تیل یا چربی مانع طہارت نہیں ہے
اور شرح وقایہ میں ہے المعتبر فی ھذا الحرج فاذا ادھن فامر الماء فلم یصل یجزی انتہی اعتبار حرج کا ہے پس اگر تیل لگایا
پھر پانی بہایا اور پانی جلد تک نہ پہونچا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور اشباہ میں ہے المشقۃ تجلب التیسیر انتہی مشقت
کھینچتی ہے آسانی کو۔ ابو المکارم نے کہا ہے وفسر المشقۃ بالاحتیاج الی شیء آخر کالصابون انتہی اور مشقت کی تفسیر کسی
دوسری چیز (مثلا صابون) سے کی گئی ہے **سوال** عورتوں کو مسی لگانا جائز ہے یا نہیں اور در صورت استعمال وضو

اور غسل کرتے وقت دانتون کو مسی سے صاف کرنا واجب ہی یا نہین **جواب**. کوئی شک نہین کہ زینت کے لیے
عورتون کو مسی لگانا جائز ہی اور وضو مین تخلیل ضروری نہین ہی کیونکہ مضمضہ اُس مین فرض نہین ہی باقی رہا غسل
پس اُسکا حال سننا چاہیے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین ہی ولو بقی العجین فی الظفر فاغتسل لا یکفی وفی الدرن والطین
یکفی لان الماء ینفذ فیہ وکذا الصبغ والحناء اور اگر ناخن مین آٹا بھرا اور غسل کر لیا تو یہ غسل ناکافی ہی اور اگر مٹی و میل ہو گیا
تو کافی ہی کیونکہ پانی اندر تک پہونچ سکتا ہی اور ایسا ہی رنگ اور مہندی اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز مانع وصول آب ہو غسل
مین اُسکا ازالہ ضروری ہی اور جو چیز مانع وصول آب نہو اُسکا ازالہ ضروری نہین ہی ایسا ہی خزانۃ الروایۃ مین ہی فی
الذخیرۃ قال الفقیہ ابو اللیث قد قیل فی القروی یکون فی ظفرہ شیء انہ یجوز وضوءہ وغسلہ وفی المدنی
لا یجوز لان القروی یکون فی اظفارہ الطین ولا یمنع وصول الماء واما المدنی یکون فی اظفارہ الدسومۃ وہی
مانعۃ وصول الماء ذخیرہ مین ہی کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا ہی اگر دیہاتی کے ناخن مین کوئی چیز رہ جاوے اور وہ نہائے تو اُسکا وضو
اور غسل ہو جائیگا اور شہری کا نہوگا کیونکہ دیہاتی کے ناخن مین مٹی ہوتی ہی جو پانی کے پہونچنے کو مانع نہین اور شہری کے
ناخن مین چکناہٹ ہوتی ہی اور وہ پانی کے پہونچنے کو مانع ہی اور تنویر الابصار مع در مختار و رد المحتار مین ہی ولا
یمنع الطہارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ لان الاحتراز عنہ غیر ممکن حلیۃ وحناء ولو
جرمہ بہ یفتی صرح بہ فی المنیۃ عن الذخیرۃ فی مسألۃ الحناء والطین والدرن معللا بالضرورۃ قال فی شرحہا
ولان الماء ینفذہ لتخللہ وعدم لزوجتہ وصلابتہ والمعتبر فی جمیع ذلک نفوذ الماء ووصولہ الی البدن ودرن ووسخ
عطف تفسیر وکذا دہن ودسومۃ وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا علی الاصح بخلاف نحو
عجین ای کعلک وشمع وقشر سمک وخبز ممضوغ متلبد جوہرۃ لکن فی النہر ولو فی اظفارہ طین او عجین فالفتوی
علی انہ مغتفر قرویا کان او مدنیا انتہی نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیۃ فی العجین واستظہر المنع لان فیہ لزوجۃ وصلابۃ
تمنع وصول الماء ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وہو
الاصح صرح بہ فی شرح المنیۃ وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورۃ والحرج مچھر اور مکھی کا غلیظ جسکی نیچے تک
پانی نہ پہونچ سکے مانع طہارت نہین ہی کیونکہ اُس سے بچنا ناممکن ہی اور مہندی بھی مانع طہارت نہین ہی گو اُسکی تہ جمگئی ہو اسی پر فتوی ہی اُسکی
تصریح منیہ مین مسائل حنا و طین و درن مین ذخیرہ سے نقل کرکے کی ہی اور اسکی علت ضرورت بیان کی ہی اور شرح مین ہی کیونکہ ان مین
مسامات موجود ہین اور چپچپاہٹ اور سختی نہین ہی اس لیے پانی اندر تک سرایت کر سکتا ہی اور ان سب مین پانی کے اندر تک پہونچنے کا
کا اعتبار ہی اور میل و چکناہٹ اور مٹی بھی مانع طہارت نہین ہی اگرچہ ناخن مین ہو خواہ کسی دیہاتی کے ہو یا شہری کے مذہب صحیح پر ہی بخلاف

آٹے کی ایسی چیزون کو مثلاً موم یا چپائی ہوئی روٹی جو چمکتی ہو اور نہ مین ہو اگر ناخن بن مٹی یا آٹا ہو تو فتویٰ اسی پر
ہی کہ وہ معاف ہو دیہاتی ہو یا شہری انتہی البتہ شرح منیہ مین آٹے کے متعلق خلاف تحریر کیا ہی اور وجہ منع یہ بیان کی ہی
کہ اُس مین چپاہٹ اور سختی ہی جو پانی کے پہونچنے کو مانع ہی اور انگریزی کے ناخن پر جو کچھ ہو مانع طہارت نہین ہی اور نہ وہ کھانا
جو دانتون کے بیچ مین ہو یا جوف دار بات مین رہجاوے اسی پر فتویٰ ہی اور بعضون کے نزدیک اگر آٹے یا اُس کھانے مین
سختی آجاوے تو وہ مانع طہارت ہی اور یہی اصح ہی اسکی تصریح شرح منیہ مین کی ہی اور کہا ہی کہ اسکا سبب پانی کا نافذ
نہونا اور ضرورت و حرج کا مفقود ہونا ہی اور مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مین ہی ولا بد من زوال ما یمنع وصول الماء
للجسد کشمع وعجین اُن چیزون کا زائل کر دینا ضروری ہی جو جسم تک پانی کے پہونچنے مین مانع ہون جیسے موم اور آٹا۔
پس اگر جرم مسی دانتون مین اُس کثرت سے ہو کہ دانتون کے جسم تک پانی پہونچنا اسکی وجہ سے بالکل ناممکن ہو
تو غسل ہوا نہوگا **سوال** - اگر کسی کو احتلام ہونیکا علم کئی دن کے بعد ہوا تو اتنی مدت کی نماز قضا کرنا ہوگی یا نہین
**جواب** اگر یہ علم ہو گیا کہ فلان دن مجھے احتلام ہوا تھا تو اُس دن سے جنابت کا حکم جاری ہوگا اور اگر دن کی تعیین کا علم نہوا
ہو فقط یہی علم ہوا ہو کہ مجھے احتلام ہوا تو احتلام کا حکم اُس آخری نوم سے دیا جاویگا جسکے بعد سے نہ سویا ہو **سوال**
کیا عورت کو چوٹی کھول کے نہانا چاہیے **جواب** اگر بالون کی جڑین بھیگ جاوین تو چوٹی کھولنے کی ضرورت
نہین ہی **سوال** ننگی نہانا تنہائی مین درست ہی یا نہین **جواب** درست ہی شرح منیہ مین ہی کشف العورۃ
لا یجوز عند احد فی الصحیح وفی الخلوۃ قیل یاثم وقیل لا باس بہ وقیل یجوز ان یتجرد للغسل وبحضرۃ زوجتہ للجماع
ستر کا کھولنا کسی کے نزدیک جائز نہین ہی اور تنہائی مین ایسا کرنے سے بعض کے نزدیک گناہگار ہوگا اور بعض کے نزدیک کچھ حرج
نہین ہی اور بعض نے کہا کہ غسل کے لیے ننگا ہونا اور اپنی بی بی کو جماع کے لیے ننگا کرنا جائز ہی **سوال** اگر نہانے کی ضرورت ہی اور شرعی
عذر کی وجہ سے اُس نے تیمم کیا تو یہ تیمم ایک مرتبہ کافی ہوگا - یا ہر نماز کے لیے کرنا ہوگا **جواب** جو تیمم غسل کے عوض
مین کیا ہو وہ اُنھین باتون سے ٹوٹتا ہی جن سے غسل واجب ہوتا ہی اور ہر نماز کے لیے تیمم کرنے کی ضرورت نہین **سوال**
مسجد کی دیوار یا چھت پر تیمم کرنا جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی لیکن خلاف ادب ہی کیونکہ مسجد معظم ہی اور معظم چیز سے
نجاست حکمیہ کا دور کرنا لازم آویگا اشباہ و نظائر مین ہی منہا منع اخذ شئ من اجزائہ قالوا فی تراب ان کان مجتمعا
جاز والا فلا ومنہ ومسح الرجل علیہ والا لا مسجد کے اجزا مین سے کچھ لیلینا ناجائز ہی اُسکی مٹی کے متعلق کہا گیا ہی کہ اگر بہت
سی جمع ہو گئی ہو تو اُس مین سے لیلینا اور اُس سے تیمم کرنا جائز ہی ورنہ نہین **سوال** مسافر یا مقیم کتنی دور سے پانی ہو تو کیچڑ
سے تیمم کرے **جواب** اگر ایک میل کے بقدر پانی دور ہونیکا گمان ہو تو تیمم جائز ہی ورنہ نہین بحر الرائق مین ہی قال فی

البدائع ولم یذکر حد البعد فی ظاہر الروایات فعن محمدؒ التقدیر بالمیل فان تحقق کونہ میلا جاز لہ التیمم وان تحقق کونہ اقل وظن انہ میل واقل لا یجوز قال فی الہدایۃ والمیل ہو المختار فی المقدار لانہ یلحقہ الحرج بدخول المصر والماء معدوم حقیقۃ بدائع میں ہے کہ حد بُعد ظاہر روایت میں مذکور نہیں ہے اور امام محمدؒ نے ایک میل مقرر فرمائی ہے پس اگر بعد ایک میل یقینی ہو تو تیمم جائز ہے اور اگر کم یقینی ہو یا ایک میل کا گمان ہو یا اُس سے کم کا گمان ہو تو ناجائز ہے ہدایہ میں ہے کہ مقدار بعد میں ایک ہی میل مختار ہے اسواسطے کہ شہر تک جانے میں حرج ہے اور پانی موجود نہیں ہے

**سوال** میل کسے کہتے ہیں **جواب** بحر الرائق میں ہے والمیل فی کلام العرب منتہی مد البصر وقیل للاعلام المبنیۃ فی طریق مکۃ امیال لانہا بنیت علی مقادیر منتہی البصر کذا فی الصحاح والمغرب والمراد بہا ثلث الفرسخ والفرسخ اثنا عشر الف خطوۃ ذراع ونصف بذراع العامۃ وہو اربع وعشرون اصبعا کذا فی الینابیع وعن الکرخی ان کان فی موضع یسمع صوت اہل الماء فہو قریب فان کان لا یسمع فہو بعید وبہ اخذ اکثر مشائخنا کذا فی الخانیۃ وعن ابی یوسف ان کان بحیث ولو ذہب الیہ وتوضأ تذہب القافلۃ وتغیب عن بصرہ فہو بعید ویجوز لہ التیمم واستحسن المشائخ ہذہ الروایۃ کذا فی التجنیس وغیرہ الا ان ظاہرہ انہ فی حق المسافر لا المقیم وہو جائز لہما ولو فی المصر لان الشرط ہو العدم فاینما تحقق جاز التیمم نص علیہ فی الاسرار میل کلام عرب میں منتہائے نظر کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ نشانات جو مکہ کے راستہ میں لگی ہوئی ہیں میلوں کہے جاتے ہیں کیونکہ وہ منتہائے نظر کی مقدار پر بنائے گئے ہیں ایسا ہی صحاح اور مغرب میں ہے اور یہاں مراد ثلث فرسخ ہے ایک فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوتا ہے ہر قدم عام گزوں سے ڈیڑھ گز کا ہوتا ہے اور عام گز چوبیس انگل کا ہے ایسا ہی ینابیع میں ہے اور کرخیؒ سے مروی ہے کہ آدمی اگر ایسی جگہ ہو جہاں سے پانی والوں کی آواز سن سکتا ہے تو وہ قریب ہے ورنہ بعید اور اسی سے ہمارے اکثر مشائخ نے اخذ کیا ہے ایسا ہی خانیہ میں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر آدمی ایسی جگہ ہو جہاں پانی کے پہونچنے اور وضو کرنے میں قافلہ جاتا رہے اور اسکی نظر سے غائب ہو جائے تو وہ بعید ہے اور اُسے تیمم کر لینا جائز ہے اور مشائخ نے اس رائے کو پسند کیا ہے ایسا ہی تجنیس وغیرہ میں ہے مگر یہ حکم بظاہر مسافر کے ساتھ خاص معلوم ہوتا ہے حالانکہ تیمم مقیم اور مسافر دونوں کے لیے جائز ہے گو کہ مقیم مصر میں ہو کیونکہ شرط تو پانی کا نہونا ہے پس جہاں پانی نہوگا وہاں تیمم جائز ہوگا اسپر اسرار میں دلیل لائی گئی ہے

**سوال** تیمم میں دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرنا کسی امام کے نزدیک جائز ہے یا نہیں **جواب** امام مالک کے نزدیک گٹون تک فرض اور اس سے زائد مختار ہے عینی شرح ہدایہ میں ہے قال الاوزاعی التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی الکوعین والفرض عند مالکؒ الی الکوعین والاختیار الے

المرفقین اوزاعی نے کہا ہو تیمم دو ضربین ہین ایک منھ کی لیے اور ایک دونون ہاتھون کے لیے گٹون تک اور امام مالکؒ کی نزدیک فرض گٹون تک مگر مختار کہنیون تک ہو **سوال** جنب اگر کنوین کے کناری پہ کنوین سی پانی کھینچ کر وضو کر رہا ہو اور اُسکے جسم سی پانی کے قطرے ٹپک کر کنوین مین گرے تو کنوان نجس ہوتا ہی یا نہین **جواب** کنوان نجس نہین ہوتا شرح منیہ مین ذخیرہ سی نقل کیا ہو جنب نزح من البیر دلو اً فصب علی راسہ ثم استقی دلو اً اخر فتقاطر عن جسدہ فی البیر لا تتنجس ای علی تقدیر نجاسۃ الماء المستعمل ایضا للضرورۃ لان التحرز عن مثلہ متعذر او متعسر ایک جنب نے کنوین سی ڈول کھینچا اور اُسی اپنے سر پہ بہا لیا پھر دوسرا ڈال ڈالا اور اُسکے جسم سے قطرے ٹپک کر کنوین مین گرے تو اگر ماء مستعمل نجس مان لیا جائی تو بھی ضرورت کیوجہ سی کنوین کا پانی نجس نہوگا کیونکہ ایسی باتون سی بچنا ناممکن یا دشوار ہی **سوال** کنوین کا سب پانی کھینچنے کا کیا مطلب ہی **جواب** اتنا پانی کھینچا جائی کہ ڈول آدھی سے زائد بھرا ہوا نہ نکلے اُسوقت اس کنوین کے پاک ہونیکا حکم دیا جائیگا اور کنوین کے سب پانی کھینچنے کا یہی مطلب ہی قنیہ مین ہی ونزح البیر ان ینزح حتی لا یمتلیٔ من دلو ھا الا نصفہ فتطہر کنوین کا سارا پانی کھینچنے کا مطلب یہ ہوا کرتا ہی کہ اتنا پانی کھینچا جائی کہ جب ڈول ڈالا جائے تو آدھے سے زائد نہ بھری پھر وہ کنوان پاک ہو جائیگا واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

## باب الحوض

**سوال** حوض مین کہ دہ در دہ کا اعتبار کیا جاتا ہی ذراع کرباس معتبر ہی یا فرق ہی **جواب** روایت مختار اور مفتی بہ کی لحاظ سی ذراع کرباس معتبر ہی اگرچہ بعضون نے ذراع مساحت کا بھی اعتبار کیا ہو فتاوی قاضی خان مین ہو وعامۃ المشائخ قالوا ان کان عشرا فی عشر فھو کبیر یعتبر فیہ ذراع المساحۃ لا ذراع الکرباس ھو الصحیح لان ذراع المساحۃ بالممسوحات اور عامہ مشائخ نی کہا ہو اگر دہ دہ در دہ ہو تو کبیر ہی اسمین ذراع مساحت کا اعتبار ہی نہ ذراع کرباس کا اور یہی صحیح ہی کیونکہ مساحت کی چیزون کو مناسب ذراع مساحت ہی اور عالمگیری مین ہی والمعتبر ذراع الکرباس کذا فی الظہیریۃ وعلیہ الفتوی کذا فی الھدایۃ اور معتبر ذراع کرباس ہی ایسا ہی ظہیریہ مین اور اسی پہ فتوی ہی ایسا ہی ہدایہ مین ہی وفی الھدایۃ یقدروا بالمساحۃ عشرا فی عشر بذراع الکرباس توسعۃ للامر علی الناس وعلیہ الفتوی اناپ دہ در دہ ذراع کرباس سی مقرر کی گئی ہی لوگون پہ آسانی اور وسعت کی غرض سی اور اسی پہ فتوی ہی اور درمختار مین ہی بذراع الکرباس اور مجمع البرکات مین خانیہ سی نقل کیا ہے ھو المختار **سوال** ذراع مساحت اور

ذراع کرباس مین کیا فرق ہے **جواب** ذراع مساحت سات مٹھی اور ایک انگوٹھے کے بقدر ہوتا ہی اور بعض کے نزدیک
سات مٹھی مع سات انگوٹھا اور مٹھی ہاتھ کی چار بند کی ہوئی انگلیون کو کہتے ہین پس پہلی قول کے موافق ذراع
مساحت اٹھائیس انگل اور ایک کھڑا انگوٹھے کے برابر اور دوسرے قول کے موافق اٹھائیس انگلی اور سات کھڑی انگوٹھے
کا ہوا اسکی تصریح برجندی اور عالمگیری وغیرہ مین ہے **سوال** - حوض اگر گول ہو تو اسکا دور کتنا ہونا چاہیے کہ دہ در دہ
کہا جاوے **جواب** بعض کے نزدیک اڑتالیس گز اور بعض کے نزدیک چوالیس گز ہے اور بعض نے چھتیس کا اعتبار کیا ہے
اور یہی صحیح اور مفتی بہ اور قواعد حساب کے موافق ہے رسائل الارکان مین ہے اما فی المدور فیعتبر ثمانیة واربعون مساحة
دہ دہ وقیل اربع واربعون وقیل ستة وثلثون قال الشیخ عبد الحق الاول احفظ والاخر اوثق بقواعد الحساب
لیکن گول حوض مین مساحت کے گز سے اڑتالیس گز کا دور ہونا چاہیے اور بعضون کے نزدیک چوالیس کا اور بعضون کے
نزدیک چھتیس کا شیخ عبد الحق نے کہا ہے کہ پہلے قول مین حفظ زیادہ ہے اور آخری قول قواعد حساب کے زائد موافق
ہے اور ابو المکارم نے نقایہ مین لکھا ہے وان کان مدورا ففی الملتقط انہ ینبغی ان یکون حولہ ستا وثلثین ذراعا وفی
الخزانة ہو الصحیح وعلیہ فتوی الدبیاری وفی الخلاصة ثمانی واربعین ذراعا وفی الکبری قدرہ بعض
باربع واربعین فعلی الاول یکون قطرہ احد عشر ذراعا ونصفہا تقریبا وعلی الثانی خمس عشر ذراعا
وربعہا تقریبا والاول اسد اذ حینئذ یحصل مساحة عشر فی عشر مع زیادة ما وعلی الثانی یتفاحش الزیادة
وذلک لما عرف من ان حول المدور ثلثة امثال قطرہ مع سبعہ وانہ اذا ضرب نصف القطر فی نصف
حولہ فالمبلغ الحاصل مقدار مساحة المدور وذلک تبین براور اگر حوض گول ہو تو ملتقط مین یہ ہے کہ اسکا دور چھتیس
گز کا ہونا چاہیے خزانہ مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور اسی پر دبیاری کا فتوی ہے اور خلاصہ مین اڑتالیس گز اور کبری مین
ہے کہ بعضون نے اسکی مقدار چوالیس گز بیان کی ہے پس اول پر اسکا قطر تقریبا ساڑھے گیارہ گز ہوگا اور دوسرے پر
سوا پندرہ گز اور اول زائد درست ہے کیونکہ اس مین دہ در دہ کی مقدار مع تھوڑی سی زیادتی کے پائی جاتی ہے
اور دوسری مین زیادتی بہت زائد ہو جاتی ہے اور یہ اسواسطے کہ گول چیز کا دور اسکے قطر کے سہ گنے مین اس کے ساتوین
حصہ کو جوڑنے سے حاصل ہوتا ہے اور جب نصف قطر کو نصف دور مین ضرب دو تو اس گول چیز کی پوری ناپ حاصل
ہوتی ہے **سوال** اگر حوض دہ در دہ تھا اور پانی کم ہو جانے پر اس مین نجاست پڑی پھر حوض مین پانی آگیا اور
وہ بھر گیا اور کوئی چیز اسمین سے باہر نہین نکلی تو وضو اس حوض کی پانی سے درست ہے یا نہین **جواب** بعض کے
نزدیک درست اور بعض کے نزدیک نہین درست ہے صغیری شرح منیہ مین ہے حوض کبیر فیہ نجاسات فامتلأ

قیل ہو نجس لتنجس الماء فیئا فشیئا رفیل لیس بنجس لکونہ کبیرا ادبہ ای بعدم التنجس اخذ مشائخ بخارا
ذکرہ فی الذخیرۃ ایک بڑے حوض میں نجاستیں پڑیں وہ سوکھ ہو گیا تو بعضون کے نزدیک وہ نجس ہے
کیونکہ پانی تھوڑا تھوڑا نجس ہوتا رہا ہے اور بعضون کے نزدیک نجس نہیں ہے کیونکہ حوض کبیر ہے اور یہی مشائخ
بخارا کی رائے ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے اور مجمع البرکات میں ہے حوض عشر فی عشر قل ماؤہ فوقعت فیہ نجاسۃ ثم دخل
الماء حتی امتلأ الحوض ولم یخرج منہ شئ لایجوز التوضی منہ لانہ کلما دخل الماء تنجس کذا فی کنز العباد
ایک وہ دردہ حوض کا پانی کم ہو گیا اور اسمین نجاست پڑگئی پھر پانی آگیا اور حوض بھر گیا مگر حوض سے کوئی چیز
باہر نہیں نکلی تو اُس سے وضو نا جائز ہے کیونکہ جب اُس مین پانی گیا نجس ہو گیا۔ ایسا ہی کنز العباد مین ہے **سوال**
وہ دردہ حوض اگر بدبودار ہو جائے مگر نجاست معلوم نہو تو وضو اُس سے درست ہے یا نہیں **جواب** درست ہے
عالمگیری مین ہے یجوز التوضی فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم یعلم نجاستہ کذا فی فتاوی قاضی خان حوض کبیر
بدبودار کے پانی سے جبکہ نجاست معلوم نہوئی ہو وضو کرنا جائز ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہے واللہ اعلم حررہ
الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

# باب الانجاس

**سوال**۔ آجکل انگریز مٹھائی کی تجارت کرتے ہین ہڈیان حیوانات مردہ ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کی جلا کر کوئلہ
قند اور شکر کے صاف کرنے مین استعمال کرتے ہین اس طرح پر کہ اُس کوئلہ کو کوٹ کر ظرف سوراخدار مین بھر کر اور پوڑی
جو راب اور گڑ پانی مین گھولکر اُس شربت کو اُس ظرف سے کہ جس مین کوئلہ بھرا ہوا ہے گذران کر دیگ مین بہو نچاتے
ہین پھر حسب دیگر اسکا قند اور شکر بناتے ہین اس طریقہ سے وہ قند یا شکر نہایت صاف ہو جاتا ہے اور رنگ اور بو مین
کسی طرح کا تغیر واقع نہیں ہوتا مگر جمع کرنے والے ہڈیان جمع کرنے اور جلانے کے لیے مقرر ہین وہ اتنی تمیز دار نہیں ہوتے ہین
کہ سور وغیرہ جانورونکی ہڈیان دیگر حیوانات ماکول اللحم کی ہڈیون مین سے نکال لین پس قطعی احتمال ہے کہ ان مین نجس العین
جانورون کی ہڈیان بھی مخلوط ہین پس مطلع فرمائیے کہ اس قند اور شکر کا استعمال کرنا کیسا ہے **جواب** صورت مسئولہ
مین بر تقدیر اول یعنی مخلوط ہونے ہڈیون خنزیر کے قند اور شکر مذکورہ در سوال پاک ہے اور اُسکا کھانا جائز ہے اس لیے
کہ سور کے سوا دوسرے حیوانات ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کی ہڈیان محرق ہون یا نہون پاک ہین جیسا کہ شرح وقایہ مین ہے
وشعر المیتۃ وعظمہا وحافرہا وقرنہا وشعر الانسان وعظمہ طاہر مردے کے بال ہڈی ناخن اور سینگ اور انسان

بال و ہڈی پاک ہے اور درمختار میں ہے وشعر المیتة غیر الخنزیر علی المذہب وعظمہا وعصبہا الی قولہ طاہر
مردے کے بال سور کے علاوہ ایک مذہب پر اور اسکی ہڈی و پٹھے سب طاہر ہیں۔ اور یہ ہے کہ اگر ہڈیاں مردہ جانور
کی سوای خنزیر کے پانی خواہ اور شئے طاہر میں واقع ہوں تو وہ پانی اور شئے پاک ہے اُس سے وضو اور غسل کرنا اور کھانا
پینا سب درست ہے اور بر تقدیر ثانی یعنی مخلوط ہوئے ہڈیوں خنزیر کے بھی وہ قند اور شکر پاک ہے کیونکہ خنزیر کی ہڈی
اگرچہ بعض فقہا کے نزدیک نجس ہے مگر جب وہ اور ہڈیوں کے ساتھ جلائی گئی اور کوئلہ ہونے کے بعد بصورت مذکورہ سوال
استعمال میں آئی تو وہ استعمال کے قبل پاک ہو گئی جیسا کہ کتب معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے درمختار کے مسائل شتی میں ہے
والحرق کالغسل من المطہرات۔ اور جلانا دھونے کی طرح پاک کر دیتا ہے اور اسی کتاب کے باب الانجاس میں ہے ولا
یکون نجسا رماد قذر والا لزم نجاسة الخبز فی سائر الامصار ولا ملح کان حمارا او خنزیرا ولا قذر وقع فی بئر فصار
طینا لانقلاب العین یعنی اور گوبر کی راکھ نجس نہیں ہے ورنہ تمام شہروں میں روٹیاں نجس ہو جائینگی و نمک
نمک جو گدھا یا سور تھا اور گوبر جو کنوئیں میں گر کر مٹی ہو گیا ماہیت کے بدل جانے کی وجہ سے اور اسی پر فتوی ہے۔ اور بھی
اُس قند و شکر کی طہارت کی وجہ دیگ میں اُسکا جوش ہے شربت کی ہڈیوں سے گذرنے کے بعد یعنی بالفرض اگر وہ شربت
ہڈی اور کوئلہ کے مل جانیکی وجہ سے نجس ہو گیا تو اُسکے بعد دیگ میں جوش دینا طاہر کر دیتا ہے کیونکہ جوش بھی مطہرات سے
ہے جیسا کہ درمختار کے باب الانجاس میں ہے ویطہر لبن وعسل ودبس یغلی ثلثا دودھ شہد اور تیل تین مرتبہ جوش دینے
سے پاک ہو جاتا ہے فتاوی شامی حاشیہ درمختار میں ہے وقال فی فتاوی الخیریة ظاہر کلام الخلاصة عدم اشتراط
التثلیث وھو مبنی علی ان الظن الغالب مجزیة عن التثلیث اور فتاوی خیریہ میں ہے کہ خلاصہ کا ظاہر کلام تین بار کی
قید نہ لگانا ہے اور یہ اسپر مبنی ہے کہ ظن غالب بعض تین بار کے کافی ہے اور بھی مٹھائی کی طہارت عموم بلوہ پر مبنی ہے مثل غلہ
گندم وغیرہ کے یعنی غلہ گندم وغیرہ جو بدون حیوانات کی پامالی کے کاہ سے جدا نہیں ہوتا اور اُس میں بول و براز حیوانات
کا پہونچنا لازمی ہے با وجود اسکے شرع نے اُسکو بسبب ضرورت اور حیلۂ خلق کے پاک اور کھانا اُسکا جائز کر دیا ہے علی ہذا القیاس
مٹھائی کے اقسام میں بھی اول سے آخر تک طرح طرح کی نجاستیں لاحق ہوتی ہیں با وجود اسکے وہ ایسی مرغوب و محبوب خلائق
ہے کہ کسی کو اُس سے چارہ اور نفرت نہیں ہے اسکی اکل و شرب کا جواز قطع نظر دیگر دلائل جواز کے عموم بلوہ پر بھی مبنی ہو سکتا ہے
پس صورت مسئولہ میں قند و شکر پاک اور طاہر اور اُسکا اکل و شرب جائز ہے واللہ اعلم بالصواب کتبہ عبد الرحمن
عفی عنہ | عبد الرحمن | فی الواقع خنزیر کے سوا ہر جانور کی ہڈی پاک ہے اور کوئلہ ہو جانے کے بعد خنزیر کی ہڈی
بھی انقلاب ذات کی وجہ سے پاک ہو جاتی ہے پس شکر اور قند مذکور جو اس کوئلہ سے صاف کی جاتی ہے طاہر اور اسکا کھانا

جائز ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

**سوال** ایک تالاب شہر کی کنارے واقع ہی جسکا عرض و طول قریب ڈیڑھ سو گز نمبری ہی اور چارون طرف سے سیکڑون مین غلیظ اُس تالاب مین پڑتا رہتا ہی اور سیکڑون سور ہر وقت چارون طرف اُس مین غوطے لگایا کرتے ہین اور گرمی کے زمانے مین خشک بھی ہو جاتا ہی پس ایسے تالاب مین نہانا جائز ہی یا نہین **جواب** جائز نہین ہی کیونکہ اس تالاب کی اصل نجس ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

# کتاب المساجد

**سوال** پہلے ایک خام مسجد مائل عن القبلہ تھی پھر اُس مین اور زمین شامل کر کے اور اُسکو منہدم کر کے اسطرح پختہ مسجد بنوائی گئی کہ اُس مسجد خام کا ایک جز و بعینہٖ اشیاے مسجد کی بیے خارج کر دیا گیا تو آیا اب اس جزو پر جو حجرے کی شکل قرار دیا گیا ہی احکام مسجد کی جاری ہونگی یا نہین **جواب** مسجد کے جمیع اجزا دائما مسجد کے حکم مین ہین کسی جزو کو مسجد سے خارج کرنا جائز نہین اور اُسپر مسجد کے احکام ہمیشہ نافذ ہونگے بحر الرائق مین ہی لا یجوز للمقیم ان یجعل شیئا من المسجد مستغلا ولا مسکنا مقیم کو مسجد کی کسی حصہ کو جائے شغل یا جاے سکونت بنانا جائز نہین ہی **سوال** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین منبر داہنے یا بائین جانب یا وسط مین تھا اور محراب اور منبر کے درمیان مین کتنا فرق تھا **جواب** مسجد نبوی مین حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا و حضرات خلفا رضی اللہ عنہم کے زمانے مین محراب نہ تھی جیسا کہ سمہودی نے وفاء الوفا باخبار دار المصطفے مین لکھا ہی المسجد الشریف لم یکن لہ محراب فی عہدہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا فی زمن الخلفاء رضی اللہ عنہم بعدہ وان اول من احدثہ عمر بن عبد العزیز فی عمارۃ الولید زمانۂ نبوی اور زمانۂ خلفا مین مسجد نبوی مین محراب نتھی سب سے پہلی محراب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے زمانۂ خلافت ولید مین بنائی ہی۔ اور منبر مقام قیام امام کے داہنے طرف تھا جیسا کہ وفاء الوفا مین ہی قال النووی فی مناسکہ و فی احیاء علوم الدین انہ ای المصلی یجعل عمود المنبر حذاء منکبہ الایمن ویستقبل الساریۃ التی الی جانبہا الصندوق فذلک موقف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مناسک نووی و احیاء علوم الدین مین ہی کہ نماز پڑھنے والون کو چاہیے کہ عمود منبر کو اپنے داہنے شانے کے مقابل کرین اور منہ اُس ستون کی طرف کرین جسکے کنارے پر صندوق ہی کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونیکی یہی جگہ تھی۔ اور منبر اور مقام مصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ مین چودہ گز ایک بالشت کا فرق تھا جیسا کہ وفاء الوفا مین ہے قال ابن زبالۃ ان ما بین المنبر و مقام النبی صلے اللہ علیہ وسلم الذی کان یصلے فیہ حتی توفی اربعۃ عشر

ذراعا وشبرا ابن زبالہ نے کہا ہی کہ منبر اور اُس مقام کا درمیانی فاصلہ جہان رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے اپنی
وفات تک نماز پڑھی چودہ گز ایک بالشت تھا۔ اور منبر وسط مسجد مین تھا اور فاصلہ درمیان اُس کے اور درمیان
چھت قبلہ کے بقدر ایک گز کے تھا جیسا کہ وفاء الوفا مین ہی قد روی یحیی فی ترجمۃ ما جاء فی زیادۃ الولید ان
عمر بن عبد العزیز حضر رجالا من قریش فاروہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی زاد فیہ عثمان فعلم عمر بن
عبد العزیز المسجد الاول الذی کان فی عہدہ صلے اللہ علیہ وسلم فکان جدار القبلۃ من وراء المنبر ذراعا او اکثر
من ذراع یحیی نے ولید کی زیادتون کے بیان مین کہا ہی کہ عمر بن عبد العزیز قریش کے لوگون کے پاس گئے پس اُنھون نے
آپ کو مسجد نبوی دکھلائی اور اس مین جو زیادتی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی دکھائی پس عمر بن عبد العزیز
کو اصلی مسجد جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین تھی معلوم ہو گئی اُس مین قبلہ رخ دیوار منبر سے ایک گز یا کچھ زاید پیچھے
کو ہٹی ہوئی تھی۔ اور بھی اسی کتاب مین ہی موضع المنبر لم یغیر وبعد کل البعد ان یجعل النبی صلے اللہ علیہ وسلم موضع
منبرہ فی طرف مسجدہ ولا یتوسط اصحابہ منبر کی جگہ بدلی نہین گئی اور یہ بات بہت بعید ہی کہ حضور سرور کائنات
علیہ التحیۃ والصلوات منبر کی جگہ اپنی مسجد کے کنارے مین مقرر فرمائین اور وسط صحابہ مین اُسے نہ رکھوائین **سوال**
ایک ویران محلے مین دو مسجدین تھین اُس مین سے ایک مسجد بارش مین منہدم ہو گئی اور ایک مسجد اُسکے قریب باقی ہی
اور وہان کے اہل محلہ اکثر شیعہ ہین اور وہ محلہ بھی بالکل گر گیا ہی اور محلہ کی آبادی کی کوئی صورت معلوم نہین ہوتی پس اس
صورت مین اسباب مسجد منہدمہ کا لیکر اگر دوسری جگہ کسی مسجد کی مرمت مین صرف کیا جائے یا دوسرے محلہ مین
اُسی اسباب سے کوئی مسجد بنائی جائے تو جائز ہی یا نہین **جواب** بعض فقہا جیسے قاضی خان اپنے فتاوے مین
اور ملا خسرو درر مین اور غزی تنویر الابصار مین لکھتے ہین کہ جب مسجد خراب ہو جائے اور اُسکی آبادی کی کوئی صورت
نہو تو دوسری مسجد کی مرمت کے لیے اُس منہدمہ مسجد کا اسباب منتقل کرنا جائز ہی لیکن مفتی بہ یہ ہی کہ جائز نہین کیونکہ
مسجد منہدمہ کا اسباب وقف ہی اور وقف مین کسی کو تصرف کرنا جائز نہین اہل اسلام کو لازم ہی کہ بقدر ہمت و وسعت اُسی
مسجد منہدمہ کی تعمیر کر دین اور اُسکا اسباب اُسی مین لگا دین کہ اُدھر سے گزرنے والے مسلمان اُس مین نماز ادا کرین
بلکہ نئی مسجد کے بنانے سے پرانی مسجد کو درست کرنے مین زائد ثواب ہی بحر الرائق مین ہی قال محمد اذا خرب المسجد
ولیس لہ ما یعمر بہ وقد استغنے الناس عنہ فانہ یعود الی ملک الواقف وقال ابو یوسف ہو مسجد ابدا الی قیام الساعۃ
لا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد اٰخر سواء کانوا یصلون فیہ او لا وعلیہ الفتوی کذا فی الحاوی القدسی
امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ جب مسجد خراب ہو جائے اور کوئی اُسے تعمیر کرنے والا نہو اور لوگ اُس سے مستغنی ہون

تو وہ ملک واقف مین عود کر آتی ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ تا قیام قیامت ہمیشہ مسجد رہیگی کبھی
میراث نہوگی اور اُسکے یا اُسکے مال کی نقل دوسری مسجد کے جانب خواہ لوگ نماز پڑھتے ہون یا نہین ناجائز ہے
اور اسی پر فتوی ہے ایسا ہی حاوی قدسی مین ہے اور شرنبلالی سعادة الساجد بعمارة المساجد مین لکھتے ہین فی
یتیمة الدهر سئل علی بن احمد عن مسجد خرب ومات اهله ومحلة اخری فیها مسجد هل لاهلها ان یصرفوا وجه
المسجد الخراب الی هذا المسجد قال لا انتهی واذا علمت هذا فما ذکره فی الدرر وفتاوی قاضیخان من جواز نقل المسجد
اذا خرب خلاف ما علیه الفتوی کما هو المذکور فی الحاوی وخلاف الصحیح المذکور فی خزانة المفتین وقد مشی
الشیخ الامام محمد بن سراج الدین الحانوتی علی نقول المفتی به من عدم نقل بناء المسجد یتیمة الدهر مین ہے
کہ علی بن احمد سے اُس مسجد کے متعلق پوچھا گیا جو خراب ہوگئی ہو اور اُسکے اہل مر گئے ہون اور دوسرے محلے مین مسجد موجود
ہو تو کیا اہل محلہ کو خراب مسجد کا مال اُس مسجد کی جانب نقل کر لینا جائز ہے تو اُنھون نے کہا کہ نہین انتہی اور جب تمھین یہ معلوم
ہوا تو جو کچھ درر اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ نقل مسجد جبکہ وہ خراب ہو جائے جائز ہے مذہب مفتی بہ کے خلاف ہے
جیسا کہ حاوی مین ہے اور خلاف مذہب صحیح ہے جو خزانة المفتین مین مذکور ہے اور شیخ امام محمد بن سراج الدین حانوتی
قول مفتی بہ کے جانب گئے ہین کہ بنائے مسجد کی نقل ناجائز ہے۔ اور علامہ مختار بن زاہد نے مجتبی مین تصریح کی ہے کہ اکثر
مشائخ حنفیہ فتوی عدم جواز نقل کا دیتے ہین **سوال** زید کسی علت کی وجہ سے اسلامیہ مدرسہ سے چھڑا دیا گیا
چونکہ کوئی آمدنی کا ذریعہ نہین تھا اس لیے مسجد مین قیام کر کے لڑکون کو پڑھانے لگا اور اسی کو اپنا اور بعض غیر مستطیع طلبہ
کے لیے وجہ معاش مقرر کر لیا کچھ دنون کے بعد دوسری آباد مسجد مین جسکی آمد و رفت بڑھی اُس نے خیال کیا کہ اگر اس
مسجد مین جمعہ کی نماز اور اُسکے بعد وعظ ہوا کرے تو میری آمدنی خوب ہو جائے گی یہ خیال کر کے اُس مسجد کے بعض نمازیون سے
دوستی بڑھا کر پُرانے امامون سے دو تین جمعہ کے لیے اجازت لیلی جب زید کو اجازت ملگئی تو اُسکی سب شاگرد ایک ایک
کر کے اس مسجد مین آکے رہنے لگے اور قدیم امامون او موذن کی موجودگی اور عدم موجودگی مین جو کچھ نقد وجنس مسجد مین
آتا اُسپر قبضہ کرتے اور محلے کے لوگون نے بھی زید کی خدمت کرنا شروع کی پُرانے امامون کو خیال ہوا کہ زید نے محلہ والون
سے اتحاد پیدا کر لیا ہے کیا عجب ہے کہ ہم کو یہان سے نکلوا دے اس خیال سے اُنھون نے زید کو امامت سے جو در اصل اُنھین کا
حق تھا روکا زید نے اسکو اپنی توہین سمجھکر پُرانے امامون سے پرخاش پیدا کی اور زید کی اغوا سے اہل محلہ بھی جو اُسکے ہمخیال
ہوگئے تھے پُرانے امامون سے خلاف ہوگئے اور کہا اگر تم زید کو امامت نہ کرنے دوگے تو ہم تمھین مسجد سے نکالدینگے چونکہ
کچھ لوگ پُرانے امامون کے بھی موافق تھے اُنھون نے زید کے موافقین سے کہا کہ اگر تم مثل سابق کے پُرانے امامون کے

پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہو تو پڑھو ورنہ جہان زید امامت کرے تم بھی وہین پڑھو ہم یہان کسیطرح زید کو امامت نہ کرنی دینگے جب زید کو آسانی سے امامت نہ مل سکی تو اُسکے طرفدارون نے تھانہ مین رپٹ لکھوائی کہ ہم لوگ فلان محلہ مین زید کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے اب پُرانے امام زید کو امامت نہین کرنے دیتے کل جمعہ ہی ہم زید کو امام بنائین گے اور اگر پُرانے امامون نے روکا تو کشت وخون ہوگا۔ ملازمین سرکاری نے کہا کہ پُرانے امامون کو اس نئے امام سے زائد حق ہی اگر تم اُنکی مخالفت کروگے تو خود ملزم ہوگے مگر ہواخواہان زید نے نہ مانا اور کہا کچھ ہو ہم کل زید کو امام ضرور بنائین گے پولیس کے افسرون نے بلوے کے خوف سے پولیس کو حکم دیا کہ مسجد کے سامنے حاضر رہے جس گروہ کی زیادتی دیکھے اُسے گرفتار کرے جب تھانہ دار نے یہ حکم پایا دونون فریق کو بلا کر سمجھایا زید حاکم کے حکم سے ڈر گیا اور اپنے ہواخواہون سے کہا کہ پُرانے امامون کے پیچھے نماز پڑھلو اُسکے بعد اسی مسجد کے پاس ایک دوسری مسجد بناؤنگا لوگون کو نئی مسجد مین نماز پڑھنے کی رغبت دلاؤنگا یہ پُرانی مسجد آپ ہی ویران ہوجائے گی غرض ایسا ہی کیا اگرچہ علما نے بھی منع کیا اور کہا نئی مسجد مسجد ضرار ہوگی مگر زید نے ایک بنائی اور اپنے دل سے چند عذر نامعقول گڑھ کے اپنے ہواخواہون سے کہا کہ یہ مسجد بنانا جائز ہی اور اسپر ضرار کا حکم ثابت نہین ہوسکتا (۱) آیت ضرار کا حکم خاص ہی عام نہین ہی (۲) ضرار کے بانی منافق تھے اور تم لوگ مسلمان ہو (۳) چونکہ پُرانے امامون نے اقامت جمعہ سے اور زید کے پیچھے نماز ادا کرنے سے روکا ہی اس لیے اس مسجد پر مسجد کا حکم باقی نہین رہا پس اُسکے پہلو مین جو مسجد بنائی جائے گی وہ ضرار نہین ہوسکتی (۴) ہدم اور احراق مسجد ضرار کا حکم اس وجہ سے دیا گیا تھا کہ اُس مسجد مین بت رکھے گئے تھے ضراریت کی وجہ سے یہ حکم نہین دیا گیا تھا پس زید ضد کی وجہ سے اس آیت سے نڈر ہوکر (ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا تم کو کسی قوم کی عداوت اس امر مین کہ اُنھون نے تمھین مسجد حرام سے باز رکھا ہی حد سے تجاوز کرنے پر آمادہ نہ کرے) پرانی مسجد کے خراب کرنے مین کوشش کرتا ہی پس ایسی حالت مین کیا حکم ہی **جواب**
اس مین کوئی شبہہ نہین کہ یہی مسجد جو نفسانیت اور عداوت اور قدیم مسجد کو ضرر پہونچانے کی غرض سے تیار ہوئی ہے مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہی ایسی مسجد بنانے مین سوا گناہ کے کوئی ثواب نہین ہی تفسیر کشاف اور مدارک مین زیر آیت ضرار لکھا ہی قیل کل مسجد بنی مباہاۃ او ریاء وسمعۃ او لغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ او بمال غیر طیب فھو لاحق بمسجد الضرار کہا گیا ہی کہ جو مسجد فخر یا مکاری یا بناوٹ یا رضاے الٰہی کے علاوہ کسی اور غرض سے بنائی گئی ہو یا حلال مال سے نہ بنائی گئی ہو اُسکا حکم مسجد ضرار کا ہی اور یہی کشاف مین ہی عن عطاء لما فتح اللہ الامصار علی ید عمرؓ امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذوا فی المدینۃ مسجدین یضار احدھما

صاحب عطائی بیان کیا ہی کہ جب خدا کے فضل سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سے ملک فتح کیے تو آپ نے لوگون کو
حکم دیا کہ مسجدین بناؤ مگر کسی شہر مین ایک سے زائد نہ بناؤ کیونکہ زائد مسجدون مین ایک دوسرے کو ضرر پہونچاتی ہی، اور تفسیر احمدی
مین ہی فالعجب من المشائخین المتعصبین فی زماننا یبنون فی کل ناحیۃ مسجداً طلباً للاسم والرسوم واستعلاء لشانهم واقتداء
بآبائهم ولم یتاملوا فی هذه الآیۃ والقصۃ من شناعۃ حالهم وسوء افعالهم پس تعجب ہی کہ ہمارے زمانے کے متعصب
مشائخ ہر محلہ مین محض اپنے نمود و نام اور برتری اور آبا و اجداد کی تقلید مین مسجدین بناتی ہین اور اس آیت کے
معانی پر غور نہین کرتے اور اس قصے مین جو انکی بدبختی اور بداعمالی بیان کی گئی ہی اسے نہین دیکھتے۔ اور بانی مسجد
جو عذر پیش کرتا ہی وہ ہرگز قابل التفات نہین ہین پہلا عذر اس وجہ سے کہ یہ دعوے بلا دلیل ہی کہ حکم ضرار خاص
ہی اور دوسرا عذر اس وجہ سے کہ گو بانیان مسجد ضرار منافق تھے مگر موافق العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب کے
یعنی لفظ کے عموم کا اعتبار ہی سبب کے خصوص کا اعتبار نہین ہی جو تمام کتب مین موجود ہی یہ حکم عام ہی اور تیسرا عذر
اس وجہ سے کہ اقامت جماعات سے منع کرنا ایسا فعل نہین ہی جسکی وجہ سے وہ مسجد جس مین اقامت جماعات
سے کسی کو روکا ہو مسجد کے حکم سے نکلجائے اور چوتھا عذر اس وجہ سے کہ مسجد ضرار کے قصہ کو بہت سے محدثین نے
روایت کیا ہی کسی مین بھی یہ نہین ہی کہ ہدم اور احراق مسجد ضرار کا اسوجہ سے تھا کہ اسمین بت رکھے گئے تھے بلکہ صاف طور سے
یہ بات ظاہر ہی کہ احراق دفع ضرار کے لیے کیا گیا تھا **سوال** کسی بزرگ نے محلہ مین مسجد بنوائی تھی اور مدت دراز
کے بعد وہ احاطہ مسجد منہدم ہو گیا اب بانی مسجد کی اولاد سے چند شخص ملکر یہ چاہتے ہین کہ اس قدیم مسجد کو بنوا کر آباد
کردین چنانچہ آدھی سے زائد تیار بھی ہو چکی ہی اب اہل محلہ مین سے ایک شخص جو بانی مسجد کی اولاد مین سے نہین
ہی مانع ہوتا ہی اور کہتا ہی ہمین اس بات کا حق حاصل ہی کہ اس مسجد کو توڑ ڈالین کیونکہ میرے دادا نے اسکو
بنایا تھا اور اصلی کیفیت یہ ہی کہ مسجد قدیم کے منہدم ہو جانے کے بعد جد مانع مسجد قدیم نے اس روپیہ سے (جو ایک
بیوہ عورت نے کہ بانی مسجد کی معتقدین مین سے تھی مسجد منہدمہ کی تعمیر شروع کی لیکن وہ ادھوری رہکر ایک عرصہ
مین مسمار ہو گئی پھر یہ مانع مسجد قدیم نے ایک مکان جدید بنام نہاد مسجد بعض اشخاص کی زمین مشترک مین جواب تعمیر
مسجد قدیم کی کرسی زمین بنایا اور اس مین دو صورت علم کی جس مین چند تیغین نصب ہین اور عشرہ محرم مین پھول اور
سہرہ اُن مین چڑھتا ہی اور دسوین محرم کو تعزیہ کی طرح وہ پھول اور سہرہ دفن ہوتا ہی اور بانی مسجد جدید
یعنی جد مانع وقامع مسجد قدیم کا عقیدہ یہ ہی کہ معاذ اللہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہی بلکہ اپنے بعض
تصانیف مین لکھا ہی دہر کہ لعنت بر او نکند لعنت بر آنکس باد اس لیے بعض اشخاص محلہ اور مالک زمین

مشترکہ مسجد جدید جواب تعمیر مسجد قدیم کرتے ہین اس جدید مسجد مین نماز نہین پڑھتے اور بانی مسجد قدیم بھی صورت علم کو منہدم نہین کرتا اور کہتا ہی کہ یہ صورت علم میرے باپ نے بنائی ہی اور وہ قضا کر گئے ہم اسے نہ توڑین گے اور جو توڑے گا اُس سے مزاحمت کرین گے اور اب تھوڑے زمانے سے بانی مسجد قدیم اُس محلہ سے دوسرے محلہ مین چلا گیا ہی **جواب** وہ مسجد جو مشترک زمین پر بلا رضامندی شرکا تیار ہوئی ہی حکم مسجد مین نہین ہی کیونکہ صحت وقف کے شرائط مین سے مملوک ہونا بھی ہی جیسا کہ بحر الرائق مین ہی ومن شرائطہ ملك الواقف وقت الوقف اور وقف کی شرطون مین سے واقف کا وقف کے وقت مالک ہونا بھی ہی اور قدیم مسجد کی تعمیر کا حق اہل محلہ اور بانی مسجد کو حاصل ہی اور کسی کو منع کرنے کا حق نہین ہی رد المحتار مین ہی اما اھلھا ای اھل المحلۃ فلھم ان یھدموہ ویجددوا بنائہ ویفرشوا الحصیر ویعلقوا القنادیل لکن من مالھم لا من مال المسجد ویضعوا حیضان الماء للشرب والوضوء ان لم یعرف للمسجد بان والا فالبانی اولی ولیس لورثتہ منعھم من نقضہ والزیادۃ فیہ اہل محلہ کو حق ہی کہ مسجد کو کھود کر پھر سے بنائین اور چٹائی بچھائین اور قندیلین لٹکائین مگر اپنے مال سے مسجد کے مال سے نہین اور پینے اور وضو کرنے کے لیے حوضین بنائین اگر مسجد کے بانی کا علم نہو اور اگر بانی معلوم ہو تو وہ زائد مستحق ہی اور اُس کے ورثہ کو توڑنے اور زیادتی کرنے سے روکنے کا حق نہین ہی۔ جبکہ تعمیر کرنے والے اہل محلہ اور بانی قدیم کی اولاد سے ہین تو انھین استحقاق تعمیر کا حاصل ہی اور مانع کو ممانعت حرام ہی اور تعمیر شدہ مسجد کو گرا دینا سخت گناہ ہی اللہ تعالی فرماتا ہی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابھا۔ اور کون زائد ظلم کرنیوالا ہی اُس شخص سے جس نے خدا کی مسجدون مین مسلمانون کو اُسکا نام لینے سے روکا اور اُن کی خرابی کی کوشش کی۔

**سوال** ایک قطعہ اراضی جس مین ہنود اور مسلمان دونون کا حصہ ہی اور ابتک وہ اراضی تقسیم نہین ہوئی اگر کوئی شخص بلا اجازت ہنود اس اراضی پر مسجد بنائے تو درست ہے یا نہین **جواب** بحر الرائق مین ہی من شرائطہ ملك الواقف عند الوقف وقف کی شرطون مین سے واقف کا وقف کے وقت مالک ہونا بھی ہی پس جو مسجد مشترک زمین پر بلا اجازت شرکا بنائی جائے گی وہ شرعاً مسجد نہوگی صدر شہید کتاب الواقعات مین لکھتے ہین بنی مسجد علی سور المسجد لا ینبغی ان یصلی فیہ لان السور حق العامۃ فلا یجعل خالصاً للہ وصار کما لو بنی مسجد علی ارض الغصب جو مسجد دوسری مسجد کی دیوار پر بنائی جائے اُس مین نماز نہ پڑھنا چاہیے کیونکہ دیوار عامۂ ناس کا حق ہی پس وہ خدا کا خالص حق نہین ہوسکتا اور اُسکی حالت وہی ہی جو غصب کی ہوئی زمین پر بنی ہوئی مسجد کی ہی

**سوال** حجرہ مسجد جو صحن یعنی مسجد کے چبوترے مین واقع ہی اور نماز جماعت کے وقت اُس حجرے کے محاذی نماز پڑھنے والے

ٹھرے ہوتے ہین اُس حجرے مین ایک شخص تجارت کا کاروبار کرتا ہی اور کفار او مشرک صحن مسجد سے ہوکر اُس حجرے
مین جاتے ہین اور اسباب مسجد کی حجرہ خالی نہ ہونے کی وجہ سے حفاظت بھی نہین ہوسکتی نہ کوئی مسافر اور طالبعلم
وہان رہ سکتا ہی پس یہ فعل جائز ہی یا نہین **جواب** اگر وہ حجرہ مسجد مین داخل ہی تو اُس مین خرید و فروخت
کرنا خصوصا اسباب تجارت رکھنے کے ساتھ مکروہ ہی درمختار مین ہی ویکرہ کل عقد الا لمعتکف بشرط او تمام عقود
مکروہ ہین مگر معتکف کے لیے ایک شرط سے اور شرط کی تفصیل صاحب ردالمحتار نے یہ کی ہی قولہ بشرط ان لا یکون
للتجارۃ بل یکون مایحتاجہ لنفسہ او عیالہ بدون احضار السلعۃ اور شرط یہ ہی کہ تجارت کے طریقے پر نہو بلکہ اس مقدار کی
بیع ہو جسکی اُسے یا اُس کے اہل عیال کو احتیاج ہو اور جو چیز فروخت کی جارہی ہو وہ وہان نہ لائی گئی ہو اور بھی
درمختار کے باب الاعتکاف مین ہی وکرہ ای تحریما احضار مبیع فیہ کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقا للنہی
مبیع کا مسجد مین لانا مکروہ تحریمی ہی جیساکہ غیر معتکف کا مطلقا بیع کرنا نہی کے سبب سے صاحب ردالمحتار اسی قول کی تحت
مین لکھتے ہین ای سواء احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ او کان للتجارۃ احضرہ او لا خواہ اُسے اپنے لیے ضرورت ہو یا اپنی
اولاد کے لیے یا تجارت ہو اور وہ چیز لائی گئی ہو یا نہ لائی گئی ہو اور جامع ترمذی مین ہی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نہی عن الشراء والبیع فی المسجد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین بیع و شرا سے ممانعت فرمائی ہی
اور کفار کا مسجد مین داخل ہونا اگرچہ حنفیہ کے نزدیک درست ہی لیکن کسی جزو مسجد کو راستہ بنانا اور اس مین کاروبار
دنیاوی کے لیے آمد و رفت کرنا جائز نہین وکرہ تحریما اتخاذہ طریقا لغیر عذر بغیر کسی عذر کے مسجد کو راستہ بنانا مکروہ
تحریمی ہی **سوال** مسجد کی تعمیر مین ہندو کا روپیہ لگانا جائز ہے یا نہین **جواب** نہین **سوال** مکان کی چھت کو
مسجد کا صحن بنانا جائز ہی یا نہین **جواب**۔ اگر مکان بھی مسجد ہی کے نفع کے لیے ہی تو جائز ورنہ ناجائز ہی **سوال**
ایک مسجد کے متولیون مین سے تین شخص موجود ہین اور تینون غنی صاحب نصاب ہین منجملہ اُنکے ایک شخص چاہتا ہی
کہ جائداد موقوفہ مسجد مین سے بعوض تولیت یا وعظ گوئی تنخواہ لے اور بلا اجازت دیگر متولیان مکان مسجد مین بلا کرایہ
خود سکونت اختیار کرے یہ جائز ہی یا نہین **جواب** متولی کو مکانات مسجد مین رہنا اور تنخواہ لینا درست نہین بحر المختار
مین ہی وفی الجواہر القیم اذا لم یراع الوقف یعزلہ القاضی وفی خزانۃ المفتیین اذا زرع القیم لنفسہ یخرجہ
القاضی من یدہ قال البیری یوخذ من الاول ان الناظر اذا امتنع من اعارۃ الکتب الموقوفۃ کان للقاضی
عزلہ ومن الثانی لو سکن الناظر دار الوقف ولو باجر المثل لہ عزلہ لانہ نص فی خزانۃ الاکمل انہ لا یجوز لہ
السکنی ولو باجر المثل جواہر القیم مین ہی کہ جب متولی وقف کی رعایت نہ کرے قاضی اُسے بدل دیگا اور خزانۃ المفتیین مین ہی

ہی کہ جب متولی اپنے لیے زراعت کرے تو قاضی وقف کو اُس کے ہاتھ سے نکال لیگا بیری نے کہا ہی کہ اول سے یہ امر
اخذ کیا جاتا ہی کہ ناظر جب لوگون کو وقفی کتابون کے عاریت دینے سے باز رہے تو قاضی کو چاہیے کہ اُسے معزول کر دے
اور دوسرے سے یہ بات اخذ کی جاتی ہی کہ ناظر اگر مکان وقف مین سکونت اختیار کرے گو کہ وہ دوسرے ہی کا اتنا
کرایہ دے تو قاضی کو لازم ہی کہ اُسے معزول کر دے کیونکہ خزانۃ الاکمل مین ہی کہ ناظر کے لیے مکان وقف مین سکونت
کرنا گو کہ وہ دوسرے ہی کا اتنا کرایہ دے ناجائز ہی البتہ متولی کو اتنی تنخواہ لینا جو واقف نے مقرر کی ہوا ور اگر
نہ مقرر کی ہو تو بقدر اجر مثل لینا درست ہی درمختار مین ہی لیس للمتولی اخذ زیادۃ علی ما قررہ الواقف اصلا و یجب
صرف جمیع ما یحصل من نماء و عوائد شرعیۃ و عرفیۃ للمصارف الوقف الشرعیۃ الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجئ
فی الوصایا و مرایضا ان للمتولی اجر مثل عملہ متولی کے لیے جتنا واقف نے مقرر کر دیا ہی اُس سے زائد لینا قطعاً ناجائز
ہی اور تمام زیادات و منافع شرعی و عرفی کو وقف کے مصارف شرعی مین خرچ کرنا چاہیے (یہ فتاوی مصنف سے
ماخوذ ہی) مین کہتا ہون کہ عنقریب وصایا کے بیان مین آئیگا اور اوپر بھی گذر چکا ہی کہ متولی جتنا کام کرے گا
اتنی ہی اُسے اُجرت ملے گی **سوال** نمازیون کی راحت اور زینت مسجد کے خیال سے مسجد مین فرشی پنکھا لگانا
اور اوقات مناسب پر اُسکا استعمال جائز ہی یا نہین **جواب** مسجد مین فی نفسہ فرشی پنکھا لگانا مباح ہی کوئی ممانعت
شرعی اس مین نہین ہی اور نہ کوئی روایت فقہیہ معتبرہ اس مین نظر سے گذری البتہ ابن الحاج مالکی نے مدخل مین
تحریر کیا ہی ینبغی لہ ان یتحفظ من ہذہ المراوح ان کان فی المسجد فانہا بدعۃ وقد انکر مالک الاشیاء التی تعہد
فی البیوت ان تعہد فی المساجد لانہا لم تکن من فعل السلف وان کانت مباحۃ فی غیرہ موذن کو پنکھون سے
تحفظ کرنا چاہیے اگر وہ مسجد مین ہو کیونکہ یہ بدعت ہی اور امام مالکؒ نے مسجد مین اُن اشیا کے لانے کو
ناپسند فرمایا ہی جو عموماً گھر کے کامون کے لیے ہوا کرتے ہین کیونکہ یہ زمانہ سلف مین نتھا گو مباح ہی لیکن ظاہر ہی
کہ اسکا بدعت شرعیہ ہونا جو موجب ضلالت ہی صحیح نہین ہی کیونکہ بدعت شرعیہ عبادات مین ہوتی ہی نہ مباحات
مین اسی وجہ سے طرق مباحہ ملبس و مسکن و مطعم وغیرہ مین بالاتفاق باعث ضلالت نہین گو مستحدثات سے
ہون البتہ بدعت لغویہ و بدعت مباحہ ہی پس بلحاظ کمال اتباع سلف صالح اُسکا ترک اولی ہوگا اور اُسکا ارتکاب
موجب ضلالت یا کراہت نہین ہو سکتا خصوصاً جبکہ اُس سے نمازیون اور حاضرین مجلس کو آرام پہونچانا مقصود ہو
**سوال** محلہ کے چند بوڑھے اور معذور لوگون نے اپنے مکان کے قریب ایک مختصر سی مسجد اس لیے بنائی ہی کہ
اُس مین پانچون وقت جماعت سے نماز پڑھین اور دور والی مسجد مین نہ جا سکنے کی وجہ سے نماز جماعت کی ثواب سے

محروم نہون اور اس مسجد بنانے سے کسی مسجد کا اضرار مقصود نہین ہی اور اس جدید مسجد کے ادہر ادہر رہنے والے وقتاً فوقتاً اُس پرانی مسجد مین نماز پڑھتے ہین گو اس نئی مسجد کے قریب رہنے والے اتنے ہین کہ اُس قدیم مسجد سے بہت زائد طویل جماعت یہان ہو سکتی ہی مگر پھر بھی غیر معذورین کے علاوہ لوگ اکثر اُسی پرانی مسجد مین نماز پڑھتے ہین اسپر بھی بعض لوگ اس نئی مسجد کو مسجد ضرار کہتے ہین اور والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفرا وتفریقا الآیۃ کو استدلال مین پیش کرتے ہین اور ان دونون مسجدون کے بیچ مین چار یا پانچ سو قدم کا فاصلہ ہی **جواب** اس صورت مین نئی مسجد بنانا جائز اور امتثال امر نبوی ہی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور وان ینظف ویطیب رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر محلہ اور ہر سرا اور ہر قبیلے مین مسجد بنانے کا حکم دیا ہی بشرطیکہ قصد ضرار نہو تاکہ ہر محلہ کے لوگ اپنے محلہ مین جماعت سے نماز ادا کرسکین اور آپنے فرمایا ہی کہ اپنی مسجدون کو پاکیزہ اور خوشبودار رکھو اُنکی ذاتی عظمت کے لحاظ سے اور ملائکہ کی حاضری اور نشاط مومنین کے خیال سے اور اس مسجد کا بانی اُس ثواب کا مستحق ہی جو حضور روحی فداہ نے ارشاد فرمایا ہی من بنی للہ مسجداً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ اُس کے لیے جنت مین گھر بناتا ہی اور مسجد جدید کی ضراریت پر آیۂ کریمہ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنی واللہ یشہد انہم لکاذبون اور جنھون نے بنائی ایک مسجد ضد اور کفر اور مسلمانون مین پھوٹ ڈالنے کے لیے اور تھانگ اس شخص کی جو لڑ رہا ہی اللہ سے اور رسول سے آگے کا اور اب قسمین کھائین گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی اور اللہ گواہ ہی کہ وہ جھوٹے ہین) سے استدلال لانا غلط ہی تفاسیر مین اس واقعہ کا بیان یون لکھا ہی کہ حضور کے مکہ سے مدینہ مین تشریف لانے سے پہلے ابو عامر ایک راہب قبیلہ خزرج کے شرفا مین سے تھا جو علوم توراۃ وانجیل سے واقف اور متدین تھا ہمیشہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مدح اہل مدینہ کے سامنے کیا کرتا لوگ آپکے اوصاف سننے کے لیے جوق جوق ہر طرف سے روز آکر اُسکے پاس جمع ہوتے جب حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا خود مدینۂ منورہ مین تشریف لے آئے تو مدینہ کے تمام لوگ آپکے گرویدہ ہو گئے اور اُس راہب کے یہان جانا ترک کر دیا چونکہ آپکی تشریف آوری سے اُسکی وجاہت مین فرق آگیا اس لیے عناداً اُس نے مدینے کے لوگون کو حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے اتباع اور محبت سے روکنا شروع کیا لوگون نے کہا تو پہلے انھین کی مدح کرتا تھا اب کیون مخالفت پر آمادہ ہی اُس نے جواب دیا کہ یہ میرے ممدوح نہین ہین بلکہ میرے

ممدوح کے مشابہ ہین جب حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو بلاکر اسلام کی دعوت کی تو وہ ایمان نہ لایا اور پوچھا جو
دین تم لائے ہو کون دین ہے آپنے فرمایا مین دین ابراہیمیہ حنفیہ لایا ہون ابوعامر نے کہا مین اُسی دین پر ہون آپنے
فرمایا تو اُسپر نہین ہے اُس نے کہا مین اُسی دین پر ہون مگر تم نے اُس دین کو اپنی اصلی حالت پر نہین رکھا ہے
آپنے فرمایا مین نے ایسا نہین کیا ہے بلکہ اُس دین کو غیر حق کی آمیزش سے پاک اور صاف لایا ہون ابوعامر راہب نے
کہا ہم دونون مین سے جھوٹے کو اللہ تعالیٰ تنہا بحالت سفر خانمان سے دور موت دے حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
آمین کہی اور اُسی وقت سے آپنے فاسق اُسکا نام رکھدیا۔ آخرکار جب جنگ حنین مین قبیلہ ہوازن ہزیمت کھاکر
بھاگے تو ابوعامر فاسق شام کی طرف بھاگا اور منافقین کو یہ کہکے بھیجا کہ لڑائی کا سامان قوت اور سلاح سے مہیا کردا ور
میرے لیے ایک مسجد بناؤ مین قیصر روم کے پاس جاتا ہون اور اُس سے لشکر لیکے آتا ہون اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
اُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مدینہ سے باہر کردونگا پس بارہ منافقون نے جن مین ودیعہ بن ثابت اور جذام
ابن خالد اور ثعلبہ بن حاطب اور حارثہ بن عامر اور اُسکے دو بیٹے مجمع اور زید اور معتب بن قشیر اور عباد بن حنیف اور ابو حبیبہ
ابن الازعر اور نبتل بن الحارث اور مخرج اور بجاد عثمان کے دو بیٹے تھے ایک مسجد مسجد قبا کے پہلو مین بنائی اور حضور سرورانبیا
علیہ التحیۃ والثنا کی خدمت مین ایسے وقت حاضر ہوے جب آپ غزوۂ تبوک کا سامان کر رہے تھے اور کہا یا رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) ہمنے ایک مسجد اس لیے بنائی ہے کہ سردی اور بارش کی رات مین اور دوسرے معذور لوگ بھی
وہان نماز پڑھ سکین ہم سب کی تمنا ہے کہ حضور وہان تشریف لیچلین اور اُس مسجد مین امامت کرین ہم سب مقتدی ہون
اور حضور ہمارے لیے بعد نماز برکت کی دعا فرمائین آپنے جنگ تبوک کے تہیہ کا عذر کیا اور تبوک سے پلٹنے کے بعد وہان
تشریف لانے کا وعدہ کرلیا اور ابوعامر راہب اکیلا سفر مین بے خانمان ہوکر مرگیا۔ امام رازی اپنی تفسیر مین لکھتے ہین

قال الواحدی قال ابن عباس ومجاهد وقتادة وعامة اهل التفسير رضی الله عنهم الذين اتخذوا مسجدا ضرارا كانوا
اثنی عشر رجلا من المنافقين بنوا مسجدا يضادون به مسجد قباء اقول انه تعالى وصفه بصفات اربعة الاولى ضرارا والضرار
محاولة الضر كما ان الشقاق محاولة ما يشق وقال الزجاج وانتصب قوله ضرارا لانه مفعول له والمعنى اتخذوه للضرار
وسائر الامور المذكورة بعده فلما حذفت اللام افضاه الفعل فنصب قال وجائز ان يكون مصدرا محمولا على
المعنى والتقدير اتخذوا مسجدا ضروا به ضرارا والصفة الثانية قوله وكفرا قال ابن عباس رضی الله عنهما يريد به ضرار
المومنين وكفرا بالنبی عليه السلام وبما جاء به وقال غيره اتخذوه ليكفروا فيه بالطعن على النبی عليه السلام والاسلام
والصفة الثالثة قوله وتفريقا بين المومنين ای يفرقون بواسطته جماعة المومنين وذلك لان المنافقين قالوا نبنی مسجدا

فنصلی بہ ولا نصلی خلف محمد فان اتانا فیہ صلینا معہ وفرقنا بینہ وبین الذین یصلون فی مسجدہ فیودی ذالک الی
اختلاف الکلمۃ وبطلان الالفۃ واحدی نے کہا ہے کہ ابن عباس اور مجاہد اور قتادہ اور عامہ اہل تفسیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہین
کہ بارہ منافقون نے مسجد ضرار بنائی تھی جسکی ذریعہ سے مسجد قبا کو ضرر پہونچانا اُنکا مقصد تھا مین کہتا ہون کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو
چار وصفون سے موصوف کیا ہے (۱) ضرارا زجاج نے کہا ہے کہ ضرارا مفعول لہ ہے اسی لیے منصوب ہے اور اس کے معنی ہوے
کہ اُن لوگون نے ضرر کے قصد اور خواہش سے مسجد بنائی (۲) وکفرا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اُن
لوگون نے اس لیے بنائی تاکہ اُس مین نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر طعن کرین (۳) تفریقا بین المومنین یعنے اُس مسجد کے
ذریعہ سے مسلمانون مین تفرقہ ڈالین کیونکہ منافق کہتے تھے ہمنے مسجد بنائی ہے اُس مین نماز پڑھین گے اور نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے پیچھے نہ پڑھین گے پس اگر آئین گے تو ہم نماز پڑھین گے اور حضور اور مسجد نبوی مین اور آپکے اور آپ کے
مقتدیون کے درمیان ہم تفرقہ ڈالین گے پس یہ امر بطلان الفت باہمی اور اختلاف کا باعث ہوا پس جاننا چاہیے
کہ منافقین نے مسجد ضرار ابو عامر راہب کی رائے سے بنائی تھی اور اُسکی بنا کی غایت اللہ تعالیٰ نے چار امر بیان فرمائے ہین اور
اُس مین نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا ہے جو لا تقم فیہ ابدا سے ظاہر ہے قال ابن عباس رضی اللہ عنہما لا تصل فیہ منع اللہ تعالیٰ نبیہ
صلے اللہ علیہ وسلم ان یصلی فی مسجد الضرار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین اُس مسجد مین نماز نہ پڑھو اللہ تعالیٰ
نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد ضرار مین نماز پڑھنے کی ممانعت کی ہے قال فیہ روی انہ لما کان انصرف رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم من تبوک ونزل بذی اوان موضع قریب من المدینۃ اتوہ فسألوہ اتیان مسجدہم فدعا بقمیصہ یلبسہ
ویاتیہم فنزل علیہ القرآن فاخبرہ اللہ تعالیٰ خبر مسجد الضرار وما ہموا بہ فدعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مالک
ابن الدخشم ومعن بن عدی وعامر بن السکن ووحشیا قاتل حمزۃ وقال لہم انطلقوا الی ہذا المسجد الظالم اہلہ فاہدموہ
واحرقوہ فخرجوا سریعا حتی اتوا بنی سالم بن عوف وہم رہط مالک بن الدخشم فقال مالک انظرونی حتی اخرج الیکم بنار
من اہلی فدخل اہلہ فاخذ سعفا من النخل واشعل فیہ نارا فخرجوا یشتدون حتی دخلوا المسجد وفیہ اہلہ فحرقوہ
وہدموہ وتفرق عنہ اہلہ وامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یتخذ ذلک کناسۃ تلقی فیہ الجیف والنتن والقمامۃ جب
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک سے مراجعت فرمائی اور ذی اوان مین قیام کیا جو مدینہ کے قریب ایک موضع ہے تو وہ
لوگ آپکی خدمت مین حاضر ہوے اور آپ سے اپنی مسجد مین تشریف لیجانے کی درخواست کی پس آپنے پہننے کے لیے
اپنا کرتا مانگا تاکہ وہان تشریف لیجائین مگر فوراً ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسجد ضرار کے واقعے اور منافقین کے قصد سے
آگاہ کیا پس آپنے مالک بن دخشم اور معن بن عدی اور عامر بن سکن اور وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہم کو طلب کیا

اور اُنکو حکم دیا کہ تم اُس مسجد مین جاؤ اور اُسے گرا کر جلا دو پس وہ لوگ جلدی سے روانہ ہوے اور سالم بن عوف کے یہان
پہونچے جو مالک بن دخشم کا قبیلہ ہے مالک نے کہا مجھے اتنی مہلت دو کہ مین اپنے گھر ہو آؤن جب وہ وہان سے واپس آئے تو تینکوں کا
ایک گٹھا لیتے آئے جس مین انھون نے آگ لگائی اور تیزی سے روانہ ہوے یہان تک کہ مسجد مین پہونچے اور وہان کے لوگ
اُس مین موجود تھے ان لوگون نے اسے گرا دیا اور لوگون کو منتشر کر دیا پھر حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے حکم دیا کہ یہ
مقام کوڑا گھر بنایا جائے اور یہان کوڑا اور غلاظت اور مردار چیزین پھینکی جاوین۔ پس ایسی حالت اس آیت سے دلیل
لا کر مسجد جدید پر ضرار کا حکم نہ کرنا چاہیے کیونکہ مسجد ضرار کی پہلی صفت مسلمانون کو ضرر رسانی ہے اور صفت ثانی و ثالث یعنی
کفر ہے اور آپ پر طعن اور جماعت مومنین کی تفریق کہ مقصد اُس سے شریعت کی سُبکی اور اختلاف کلمہ ہے کوئی صفت اسمین
پائی نہین جاتی۔ کیونکہ بظاہر اسکے بانی شرع کے پابند ہین اور مسجد قدیم مین عجز کے وجہ سے نہ حاضر ہو سکنا اس مسجد جدید
کی بنا کا باعث ہوا ہے اور بھی اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ مسلمانون مین رفق پیدا کرنے اور ضعیفون پر آسانی کرنے کے
لیے دوسری مسجد بنانا جائز ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ محمد فدا حسین الرضوی الحنفی عفا عنہ ربہ القوی

صح الجواب جو مسجد بقصد اضرار و تفریق مسلمین بنائی جائے وہ مسجد ضرار کے حکم مین ہے تفسیر مدارک مین ہے قیل
کل مسجد بنی مباھاۃ او ریاء و سمعۃ او لغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ او بمال غیر طیب فھو لاحق بمسجد الضرار جو مسجد
فخر یا ریا یا مکر کے غرض سے بنائے جائے یا اُس کی بنا سے رضائے الٰہی مقصود نہو یا وہ مال حلال سے نہ بنائی گئی ہو تو اُسکا
حکم مسجد ضرار کا ہے اور کشاف مین ہے و لما فتح اللہ الامصار علی ید عمر امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذ وا فی
المدینۃ مسجدین یضار احدھما صاحبہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھون سے شہر فتح کرائے تو حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے مسلمانون کو حکم دیا کہ مسجدین بناؤ مگر ایک شہر مین ایسی دو مسجدین نہ بناؤ جو ایک دوسرے کو ضرر پہونچانے
والی ہون اور جو مسجد بقصد اضرار و تفریق مسلمین نہ بنائی جائے وہ مسجد ضرار کے حکم مین داخل نہین ہے واللہ اعلم حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

سوال مسجد کے نیچے سطح
کہ مسجد چھت پر اور نیچے خلا رکھکے دوکانین بنوا کر مسجد پر وقف کر دینا جائز ہے یا نہین اور یہ جو فقہا نے کہا ہے کہ مسجد کے
لیے یہ ضروری ہے کہ اسکا تحت و فوق مسجد ہی ہو اس سے کیا مراد ہے جواب فقہا کے قول شرطکونہ مسجدا ان یکون
سفلہ و علوہ مسجدا لینقطع حق العبد عنہ کا یہ مطلب نہین ہے کہ تحت و فوق کا حقیقۃً بجمیع الوجوہ مسجد ہونا ضروری ہے
اس طور پر کہ جمیع احکام مسجد کے اُسپر مترتب ہون جیسے حرمت دخول جنب و حائض وغیرہ بلکہ غرض یہ ہے کہ تحت و فوق
دونون کا حقوق عباد و املاک سے منقطع ہونا ضروری ہے اگر تحت یا فوق کسی کی ملک مین رہیگا تو البتہ مسجد کی مسجدیت

مین تخلل ہوگا پس اگر تحت وفوق مسجد کی متعلقات پر وقف کردیے جائین تو حق العبد اُن سے منقطع ہو جائیگا اور مسجد
کی مسجدیت مین خلل نہ واقع ہوگا زیلعی شرح کنز مین ہے ومن جعل مسجدا تحتہ سرداب وفوقہ بیت وجعل بابہ الی الطریق
ومخرجہ او اتخذ وسط دارہ مسجدا واذن بالناس بالدخول فیہ یجوز لہ بیعہ ولیورث عنہ لانہ لم یخلص للہ تعالی
لبقاء حق العبد فیہ والمسجد لا یکون الا خالصا للہ لما تلونا ومع بقاء حق العبد فی اسفلہ او اعلاہ او فی جوانبہ محیطا
بہ لا یتحقق الخلوص کلہ اما اذا کان السفل مسجدا فلان لصاحب العلو حقا فی السفل حتی لا یکون لصاحب السفل ان
یحدث فیہ شیئا من غیر رضی صاحب العلو واما اذا جعل العلو مسجدا فلان ارض العلو ملک لصاحب السفل و
لیس لہ من التصرفات من غیر رضی صاحب السفل کالبناء وغیرہ بخلاف مسجد بیت المقدس فان السرداب
فیہ لیس بمملوک لاحد بل ہو لمصالح المسلمین حتی لو کان غیرہ مثلہ تقول بانہ مسجد واما اذا اتخذ وسط دارہ
مسجدا فلان یملکہ محیط بجوانبہ فکان لہ حق المنع من الدخول والمسجد من شرطہ ان لا یکون لاحد فیہ
حق المنع اور جس نے مسجد بنائی جسکے نیچے تہ خانہ اور اوپر گھر ہو اور اُسکا دروازہ راستہ کی طرف رکھا یا گھر کے بیچ مین مسجد
بنائی اور لوگون کو اُس مین داخل ہونے کی اجازت دی تو اُسے حق بیع حاصل ہے اور وہ اُسکی میراث ہوگی اس لیے کہ حق
عبد باقی ہونے کی وجہ سے وہ خدا کا خالص حق نہین ہے اور مسجد صرف حق اللہ ہی ہوا کرتی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین
اور جبکہ اوپر نیچے یا اطراف مین حق عبد اُسکا احاطہ کیے ہوے ہو تو خالص حق نہین ہے اگر سفل مسجد ہو تو اس لیے کہ ارض علو صاحب
سفل کی ملک ہے اور مالک علو کو بلا اجازت مالک سفل حق تصرف حاصل نہین بخلاف مسجد بیت المقدس کہ اسکا تہ خانہ
کسی کی ملک نہین ہے بلکہ وہ مصالح مسلمین کے لیے ہے حتی کہ اگر ایسی ہی حالت کسی اور مسجد کی ہو تو ہم اُسے مسجد کہین گے
اور اگر اپنے وسط مکان کو مسجد بنایا تو اس لیے کہ وہ اُس کے جوانب کے احاطہ کا مالک ہے اُسے حق ہے کہ وہ لوگون کو داخل
ہونے سے روکدے اور مسجد کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی کو حق منع حاصل نہو اور عینی کی شرح کنز مین ہے فان قلت مسجد
بیت المقدس تحتہ سرداب قلت السرداب فیہ لیس بمملوک لاحد بل ہو لمصالح المسجد حتی لو کان غیرہ مثلہ نقول
بانہ مسجد اگر تم کہو کہ مسجد بیت المقدس کے نیچے تہ خانہ ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ وہ تہ خانہ کسی کی ملک نہین بلکہ محض مصالح مسجد کے
لیے ہے حتی کہ اگر ایسا کسی اور مسجد مین ہو تو وہ مسجد کہلائے گی۔ در مختار مین ہے لو بنی بیتا فوقہ للامام لا یضر لانہ من المصالح
اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق اگر مسجد کے اوپر امام کے لیے گھر بنایا تو کوئی
حرج نہین ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد سے ہے اور اگر مسجد بن چکنے کے بعد اسکا قصد کیا تو وہ روکا جائے گا گو وہ یہ بھی کہے کہ مین
امام کے لیے بنانا چاہتا ہون اور رد المحتار مین ہے یوخذ من التعلیل ان محل عدم کونہ مسجدا فیما اذا لم یکن وقفا

علے مصالح المسجد وبہ صرح فی الاسعاف فقال واذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کان وقفا علیہ صار مسجدا اور تعلیل سے یہ بات اخذ کیجاتی ہی کہ وہ مسجد اُس وقت نہو گی جب مصالح مسجد پر وقف نہو اسعاف مین اسکی تصریح کی ہے کہ جب تہ خانہ یا اوپر کا حصہ مصالح مسجد کے لیے ہو یا اُسپر وقف ہو تو وہ مسجد ہو جائیگا ان عبارتون سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مسجد کے نیچے اگر خلا ہو یا دکانین ہون اور وہ مسجد کے مصالح کے لیے وقف ہون تو اُسکی مسجدیت مین خلل نہوگا اور رد المحتار کی عبارت اسکی موید ہی بقی لو جعل الواقف تحتہ بیتا للخلاء ھل یجوز کما فی مسجد محلۃ الشحم فی دمشق لم ارہ صریحا نعم سیاتی متنا فی کتاب الوقف انہ لو جعل تحتہ سردابا لمصالحہ جاز رہا یہ کہ اگر وقف کرنے والا مسجد کے نیچے بیت الخلا بنائے تو یہ جائز ہی یا نہین جیسا کہ دمشق کے محلہ شحم کی مسجد مین ہی تو مین نے اُسکے متعلق کہین تصریح نہین پائی ہان کتاب الوقف مین یہ مسئلہ آئیگا کہ اگر مسجد کے نیچے مصالح مسجد کے لیے تہ خانہ بنایا تو جائز ہی اور در مختار کی اس عبارت (ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شئی منہ مستغلا ولا سکنی اور مسجد سے اجرت حاصل کرنا یا اُسکے کسی حصہ کو کام مین لانا یا جائے سکونت بنانا جائز نہین ہی) سے دلیل لانا باطل ہی کیونکہ اس عبارت کی غرض یہ ہی کہ نفس مسجد کے کسی قطعے کو کرایہ پر دینا اور اُسے مسکن بنانا درست نہین ہی چنانچہ منہ کا کلمہ اسپر دلالت کرتا ہی اور یہ امر ما نحن فیہ سے علیحدہ ہے کیونکہ ما نحن فیہ مین نفس مسجد کے کسی جزو کو کرایہ پر دینا نہین ہی بلکہ دوکانین زیر مسجد مسجد سے خارج اُسی کے مصالح کیواسطے بنائی گئی ہین پس اُنکو کرایہ پر دینا بلاتردد درست ہوگا کیونکہ واقف اور بانی مسجد نے اُنکو مسجد سے خارج رکھا ہی مگر چونکہ مسجد پر وقف کر دیا ہے اس وجہ سے مسجد کی مسجدیت مین خلل نہوگا اور یہ خیال کہ زیر مسجد خلا اسباب مسجد کے رکھنے کی نیت سے درست ہی اور کرایہ پر دینا درست نہین ہی خیال خام ہی کیونکہ اسعاف وغیرہ مین ہی اذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کان وقفا علیہ صار مسجدا جب تہ خانہ یا اوپر کا حصہ مصالح مسجد کے لیے ہو یا مسجد پر وقف ہو تو وہ مسجد ہو جائیگا۔ اور اس مین او کان وقفا علیہ کو لمصالح المسجد کے صورت پر بحرف او معطوف کیا ہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہ خانہ اور بالا خانہ کا مصالح مسجد کیواسطے بنوایا جانا ادر صورت ہی اور اُن دونون کا مسجد پر وقف کیا جانا در صورت ہی اور دونون صورتون مین مسجد کی مسجدیت مین خلل نہوگا اسی بنا پر جب دوکانین مسجد کے نیچے وقف کی نیت سے بنوائی جائین تو اُنکو کرایہ پر دینا درست ہوگا اور بسبب اسکے کہ وہ دوکانین ملک بنی آدم سے خارج ہو گئین اُن سے علو کی مسجدیت مین خلل بھی نہوگا اگر یہ شبہہ ہو کہ مسجد کے نیچے دوکان بنانے سے اور اسمین کرایہ دار رکھنے سے مسجد کی حرمت مین خلل آتا ہے اور یہ ناجائز ہے عالمگیریہ مین ہی قیم المسجد لا یجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائہ لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمتہ وھذا لا یجوز والفناء تبع للمسجد

فیکون حلہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی متولی مسجد مسجد یا فناے مسجد مین دوکانین نہین بنا سکتا کیونکہ جب مسجد بازار اور مسکن بنا دی جاے تو اُسکی حرمت فنا ہوگئی اور مسجد کی حرمت کا فنا کرنا جائز نہین ہی اور فناے مسجد مسجد کا تابع ہی پس فناے مسجد کا حکم مسجد کا حکم ہوگا اور اسی طرح اور کتب معتبرہ مین بھی موجود ہے قیم المسجد اذا اراد ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائہ لا یجوز اما المسجد فلانہ اذا جعل المسجد مسکنا تسقط حرمۃ المسجد و اما الفناء فلانہ تبع المسجد متولی مسجد اگر حد مسجد یا فناے مسجد مین دوکانین بنانیکا ارادہ کرے تو جائز نہین نہ مسجد تو اسوجہ سے کہ جب وہ مسکن بنجاے گی اُسکی حرمت جاتی رہیگی اور فناء مسجد اسوجہ سے کہ وہ مسجد کے حکم مین ہی اور حماد یہ مین ہی لو قیم المسجد اراد ان یبنی حوانیت فی حریم المسجد وفنائہ قال الفقیہ ابو اللیث لا یجوز ان یجعل شیئا من المسجد مسکنا ومستغلا اگر مسجد کے متولی نے ارادہ کیا کہ حریم مسجد یا فناے مسجد مین دوکانین بناے تو فقیہ ابو اللیث نے کہا ہی کہ مسجد کے کسی حصہ کو مسکن یا جاے شغل بنانا جائز نہین ہی ایسا ہی فتاوی قاضیخان وغیرہ مین ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان عبارتون سے ممانعت دوکان بنانے کی نفس مسجد اور اُسکے حریم اور فنا مین ثابت ہوتی ہی نہ ممانعت بنای دوکان کی زیر مسجد یہ بات ظاہر ہی کہ زیر مسجد نہ تو حقیقۃً مسجد ہی خصوصاً جبکہ بانی مسجد نے اُسکے نیچے خلا رکھا ہو اور اُسکو وقف علی المسجد کیا ہو کیونکہ وقف علی المسجد اور شے ہی اور مسجد اور شے ہی اور نہ فناے مسجد ہی کہ جسکا حکم عزت اور حرمت مین مثل مسجد کی ہی کیونکہ فناے مسجد کی تعریف اُسپر صادق نہین آتی رد المحتار مین ہے قولہ کفناء مسجد ہو المکان المتصل بہ لیس بینہ وبینہ طریق فناے مسجد وہ مکان ہی جو مسجد سے متصل ہو اور مسجد اور اُسکے بیچ مین راستہ نہو اور اگر ایسا ہی اعتبار عزت و حرمت کا کیا جاے اور اُسپر عدم جواز کا فتوی دیا جاے تو لازم آتا ہے کہ اگر مسجد کے نیچے خلا نہ بلکہ متصل مسجد دوکانین بنوائی جائین تو وہ بھی ناجائز ہون اور اسکا کوئی قائل نہین ہے اور یہ گمان کہ اگر مسجد کے نیچے دوکانین بنانا اور کرایہ دار رکھنا جائز ہو تو لا محالہ وہان بول و براز اور جماع کرنا بھی درست ہوگا (حالانکہ یہ امور مسجد کے نیچے اور اوپر جائز نہین) در مختار مین ہی کرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء مسجد کے اوپر جماع یا پیشاب کرنا اور پاخانہ پھرنا کروہ تحریمی ہی اس لیے کہ مسجد آسمان تک ہی اور رد المحتار مین ہی وکذا الی تحت الثری کما فی البیری عن الاسبیجابی اور ایسا ہی تحت الثری تک جیساکہ بیری مین اسبیجابی سے نقل کیا ہی) باطل ہی اسوجہ سے کہ یہ حکم اُسوقت ہی جب زیر مسجد اور بالاے مسجد بانی مسجد نے کوئی مقام خارج از وقف علی المسجد نہ کیا ہو ایسی ہی صورت مین فقہا لکھتے ہین کہ مسجد کا فوق آسمان تک اور تحت ثری تک سب مسجد کے حکم مین ہی نہ ہر صورت مین عبارت سابقہ در مختار سے واضح ہی کہ مسجد کے اوپر اگر بانی مسجد نے کوئی مکان امام کے رہنے کے واسطے بنایا تو درست ہی ولکن

نفس مسجد کو مسکن بنانا بالاتفاق درست نہین ہی بس اگر یہ حکم کہ مسجد کا فوق اور تحت سب مسجد ہی ہر صورت مین
ہوتا تو امام کے رہنے کے لیے بالاخانہ مسجد کے اوپر بنانا اور اُس مین امام کا رہنا کسی طرح جائز نہوتا۔ **سوال** ایک
بے چھت کی منہدم اور مسمار مسجد ایک جنگل مین ہی اور اُسکی کرسی اتنی بلند ہے کہ بغیر زینہ کے کوئی وہان نہین جا سکتا
اور زینہ اُس مسجد مین نہین ہی اگر کوئی شخص اُسکی اینٹین ایسی مسجد مین لگائے جہان نماز بھی ہوتی ہو تو جائز ہے
یا نہین **جواب** اگر اُس کے اسباب کے ضائع ہو جانیکا احتمال ہو تو دوسری مسجد مین لیجانا جائز ورنہ ناجائز ہی
**سوال**۔ عوام کہتے ہین کہ ایک مسجد سے دوسری مسجد تک اتنا فاصلہ ہونا چاہیے کہ ایک مسجد کی اذان کی آواز دوسری
مسجد تک نہ پہونچے اور ایک محلہ مین دو مسجدین ہونی صحیح ہی یا نہین **جواب** کتب معتمدہ مین اسکا پتہ نہین ہان
دوسری مسجد کو ضرر پہونچانے کی غرض سے مسجد بنانا جائز نہین ہی **سوال** دوامی سودخوار کی بنائی ہوئی مسجد مین
نماز پڑھنا اور اُسکے بنوائے ہوے کنوین سے پانی پینا اور اُسکے لگائے ہوے باغ سے پھل کھانا جائز ہے یا نہین
**جواب** مکروہ ہی۔ **سوال** چوری اور فریب کے روپے سے ایک شخص آدھی مسجد بنوا کر چلتا ہوا اب اُسکی
تعمیر کامل کرنا چاہیے یا نہین **جواب** نہین۔ **سوال** مسجد یا مکان مقدس کا توڑنے والا کیسا ہی۔ **جواب** اللہ تعالیٰ فرماتا
ہی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعیٰ فی خرابہا اولٰئک ما کان لہم ان یدخلوہا الا خائفین
لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم اور کون شخص اُس سے زائد ظالم ہے جو خدا کی مسجدون مین اُسکا نام
لینے سے روکے اور مسجدون کے خراب کرنے کی کوشش کرے ایسون کو نہین پہونچتا کہ اُٹھین اُن مین مگر ڈرتے ہوے
انھین کے لیے دنیا مین خواری اور عقبیٰ مین عذاب عظیم ہے واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد
فی الواقع مسجد کو خراب کرنا گناہ کبیرہ ہی اسکا مرتکب ظالم اور فاسق ہی اور اُسپر توبہ کرنا لازم ہے واللہ اعلم حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات] **سوال** زید نے کہا مین ایک
مسجد بناتا ہون اور کچھ روپیہ لاکر اُس نے رکھدیا عمرو نے کہا مین بھی شریک ہوتا ہون اور عمرو نے بھی کچھ روپیہ لاکر رکھدیا
ابتداءً دونون نے باتفاق ودخلوص نیت جماعت مومنین کے سامنے اقرار کیا اور کہا کہ جتنے یہ روپیہ اللہ کے لیے دیدیا
ہوا اسکے بعد مسجد کی نیو بھی پڑی اب زید براہ بخل اپنے قول سے منحرف ہو کر کہتا ہی کہ میرا روپیہ مجھکو پھیر دو کیونکہ عمرو
نے اپنی دوکان کے سامنے مسجد کی بنا ڈالی ہی اور یہان مین شریک ہونا نہین چاہتا اگر اور مسجد بنائی جائے تو مین
شریک ہون عمرو کہتا ہی مجھے اتنا مقدور نہین ہی کہ اکیلا مسجد بناؤن اب اس صورت مین زید کا روپیہ واپس دیا جائے
یا نہین **جواب** جو روپیہ اللہ تعالیٰ کے نام پر نکالا ہی اُسکو واپس کرنا نہ چاہیے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی [مہر: ابو الحسنات محمد عبد الحی] اصاب المجیب حررہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ **سوال** زانیہ یا مغنیہ نے اپنی ناجائز آمدنی سے مسجد بنائی اُسپر مسجد کا حکم دیا جائیگا یا نہیں **جواب** نہین مسلم مین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہی ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا اللہ پاک ہی اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے **سوال** زانیہ نے اپنی حرام کمائی سے جو مسجد بنائی تھی اُس کے مرنے کے بعد ترکہ مین تقسیم ہو گئی اسی لیے کہ حرام مال سے وقف جائز نہین ہی اب اس تغیر کے بعد وہ مسجد جن ورثا کو ملی ہے اگر اپنی طرف سے وقف کر دین تو جائز ہے یا نہین یا وارث اُسکو کسی کے ہاتھ بیچ ڈالے اور خریدنے والا اپنی حلال مال سے خرید کر وقف کر دے تو اُسپر مسجد کا حکم دیا جائیگا یا نہین۔ **جواب** جو مال زانیہ نے عقد اجارہ سے حاصل کیا ہی امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال اور صاحبین کے نزدیک حرام ہی حسن چلپی ذخیرۃ العقبی مین لکھتے ہین ما اخذتہ الزانیۃ ان کان بعقد الاجارۃ فحلال عند الامام الاعظم لان اجر المثل طیب وان کان السبب حراما وحرام عندہما وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقا لانہا اخذتہ بغیر حق کذا فی المحیط جو مال زانیہ نے عقد اجارہ سے حاصل کیا ہی وہ امام اعظمؒ کے نزدیک حلال ہی اس لیے کہ اجر مثل پاک ہی اگرچہ سبب حرام ہی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک حرام ہی اور اگر بلا عقد ہو تو بالاتفاق حرام ہی کیونکہ اُس نے بلا حق لیا ہی ایسا ہی محیط مین ہی اور صاحبینؒ کے قول کی تائید وہ حدیثین کرتی ہین جو صحاح وغیرہ مین مروی ہین جن مین صراحۃً اس مال کے حرام ہونے کو بیان کیا ہی روی البخاری والترمذی عن ابی مسعود الانصاری قال نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عن ثمن الکلب ومہر البغی وروی مسلم والترمذی عن رافع ابن خدیج ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال مہر البغی خبیث بخاری اور ترمذی نے ابو مسعود انصاری سے روایت کی ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کتے کے دامون اور زنا کے مہر سے ممانعت فرمائی ہی اور مسلم اور ترمذی نے رافع بن خدیج سے روایت کی ہی کہ حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا کہ زنا کا مہر خبیث ہی۔ اور سید جمال الدین محدث نے خبیث کی تشریح مین ای حرام لکھا ہی اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین مہر البغی خبیث ای حرام اجماعا لانہا تاخذہ عوضا عن الزنی المحرم ووسیلۃ الحرام حرام وسماہ مہرا مجازا لانہ فی مقابلۃ البضع مہر زنا خبیث ہی یعنی حرام ہی اجماعاً کیونکہ زانیہ اُسے زنا کے عوض مین لیتی ہی جو حرام ہی اور وسیلۂ حرام حرام ہی اور اسے مہر مجازاً کہتے ہین کیونکہ بضع کے مقابلے مین ہے۔ اور شیخ عبد الحقؒ محدث دہلوی شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین اما حرام قطعا مہر زنا قطعی حرام ہی پس جو مسجد زانیہ نے زنا کی آمدنی سے بنائی ہی امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ مسجد ہی اُس مین وراثت اور بیع جائز نہین

لیکن صاحبین کے نزدیک جنکا مذہب قوی ہی مسجد کا حکم نہ رکھے گی کیونکہ مال حرام سی وقف جائز نہیں ہی در مختار مین
ہی ھو حبس العین علی ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ وعندھما ھو حبسھا علی حکم ملک اللہ تعالی وصرف منفعتھا
علی کل من احب وسببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الاخرۃ بالثواب وقف کسی چیز کا واقف
کی ملک مین رہنا اور اُسکی منفعت کا تصدق ہی اور صاحبین کے نزدیک وقف کسی چیز کا بحکم ملک خدا کا رہنا اور
اُسکی منفعت کا ہر اُس شخص پر صرف کرنا جو چاہے اور اسکا سبب دنیا مین احباب کے درمیان اور عقبی مین بذریعہ ثواب
خواہش نفس کو پانا ہی در دہی مسلم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان اللہ طیب لا یقبل
الا طیبا اور مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہی کہا ابو ہریرہؓ نے کہ فرمایا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک ہی پاک
ہی کو قبول کرتا ہی۔ اور شیخ عبدالحق شرح مشکوۃ مین فرماتے ہین اس حدیث کے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالی پاک ہی اور
حلال رزق کو پاک ہونے کی وجہ سے چونکہ اُسکی پاکی کے ساتھ ایک نسبت حاصل ہی لہذا یہ حلال رزق اللہ تعالی کا
قرب حاصل کر سکتا ہی اور حرام چونکہ پاکی کا ضد ہی لہذا پاک کے جانب منسوب کیے جانے کے قابل نہین اور دوسری
جگہ فرماتے ہین حرام حلال سے تصدق کرنے سے کچھ حاصل نہین ہوتا اور کوئی ثواب نہین ملتا۔ وروی مالکؒ فی الموطا
عن سعید بن یسار ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من تصدق بصدقۃ من کسب طیب ولا
یقبل اللہ الا طیبا کان انما یضعھا فی کف الرحمن امام مالکؒ نے موطا مین سعید بن یسار سے روایت کی ہی کہ حضرت
سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی جس شخص نے اپنی حلال کمائی سے کچھ صدقہ دیا اور خدا صرف پاک ہی چیز قبول
کرتا ہی تو گویا اُسنے خدا کے ہاتھ مین رکھدیا اور محلی شرح موطا مین ہی فیہ نص علی ان غیر الحلال غیر مقبول اس مین
اسکا ثبوت ہی کہ حرام مال مقبول نہین مولانا رفیع الدین دہلوی اپنی بعض تحریرون مین لکھتے ہین یہ معلوم ہی کہ حنفیہ
کے نزدیک زمین منصوبہ پر نماز ادا کرنے سے نماز ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے بس فاحشہ کی بنوائی ہوئی مسجد مین
نماز پڑھنے سے بھی ذمہ سے ساقط ہو جاے گی لیکن مصلے کے ثواب مین نقصان آئے گا اور زانیہ ثواب سے محروم
رہے گی حدیث مین ہی لا یصل الی اللہ الا الطیب خدا تک اچھی ہی چیزین پہونچتی ہین۔ پس جب یہ زانیہ کی بنوائی
ہوئی مسجد مسجد نہین ہوئی تو اُسکے مرنے پر دوسری متروکات کی طرح وہ مسجد بھی وراثت مین وارثون پر منتقل
ہوگی اور جو خبث اُس مین پہلے تھا انتقال میراث کی وجہ سے رفع ہو جائیگا الاشباہ والنظائر مین الحرمۃ تنتقل فی
الاموال مع العلم بھا الا فی حق الوارث فان مال مورثہ حلال لہ وان علم بحرمتہ منہ من الخانیۃ وقیدہ
فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال حرمت کا اثر بحالت علم اموال پر پڑتا ہے مگر وارث کے حق مین کہ اُسکے لیے

مورث کا مال حلال ہو گو اُسے حرمت کا علم ہو جیسا خانیہ مین ہو اور ظہیریہ مین یہ قید لگائی ہے کہ ارباب اموال کو علم نہو
پس اب اگر وارث اُس مسجد کو جدید وقف کرین تو جائز ہوگا اور وہ مسجد کے حکم مین آجائے گی لیکن بعض فقہا کی تحریر کے
موافق جو مورث کے حرام مال کو وارث کے پاس وراثۃً آجانے سے حلال نہین جانتے وہ اُس مسجد کو [illegible] لکن
فی المجتبی مات وکسبہ حرام فی المیراث حلال ثم رمز وقال لا ناخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقاً علی الورثۃ لیکن
مجتبی مین ہو کہ ایک شخص مر گیا اور اُس نے میراث مین حرام مال چھوڑا تو وہ وارثون کے لیے حلال ہو پھر اُس نے کہا ہے
ہم اس روایت سے اخذ نہین کرتے یہ مال مطلقاً وارثون پر حرام ہو) اگر خود وارث وقف کرے اور وہ مسجد کے حکم مین
نہوگی لہذا چاہیے کہ وارث بیچے اور مشتری اپنے حلال مال سے بعقد صحیح خرید کرکے وقف کرے تاکہ مسجد مقبول ہو جائے
قنیہ مین ہے غلب علی ظنہ ان اکثر بیاعات اہل السوق لا تخلو عن الفساد فان کان الغالب ہو الحرام یتنزہ
عن شرائہ ولکن مع ہذا لو اشتراہ یطیب لہ المشتری شراء فاسداً اذا کان عقد المشتری الآخر صحیحاً غالب ظن
یہ ہو کہ اکثر بازاری چیزون کی بیع اور شراء فساد سے خالی نہین پس اگر غالب ظن حرمت کا ہو تو اسکے خریدنے سے باز رہے
لیکن اگر باوجود اسکے بھی خرید لیا تو وہ چیز جو بشراء فاسد خریدی گئی ہو اُسکے لیے حلال ہو جبکہ مشتری اخیر کا عقد صحیح ہو
**سوال** اگر مغنیہ یا زانیہ نے قرض روپیہ لیکر مسجد بنائی پھر اپنے حرام مال سے قرض ادا کیا تو کیا حکم ہو **جواب** وہ بھی
مسجد ہوگی اور قرض بھی ادا ہو جائیگا سراجیہ مین ہے المغنیۃ اذا قضی دینہا من کسبہا اجبر الطالب علی الاخذ
گانیوالی عورت اگر اپنا قرض اپنے کسب کے مال سے ادا کرے تو قرضخواہ لینے پر مجبور کیا جائیگا **سوال** غیر معتکف
کو مسجد مین سونا یا مسجد مین دنیاوی باتین کرنا جائز ہو یا نہین **جواب** مکروہ ہے درمختار مین ہو وکرہ فی المسجد
اکل ونوم الا لمعتکف والکلام المباح قیدہ فی الظہیریۃ بان یجلس لاجلہ لکن فی النہر الاطلاق اوجہ مسجد مین
معتکف کے علاوہ اور سب کے لیے کھانا سونا مکروہ ہو اور کلام کرنا مباح ہو ظہیریہ مین جواز کلام کے لیے اس بات کی قید
لگائی ہو کہ وہان صرف باتین ہی کرنے کی غرض سے بیٹھا ہو یعنے اگر نماز کی غرض سے مسجد مین آیا ہے تو باتین کرنا جائز ہو
لیکن نہر مین ہے کہ اطلاق ہی زائد مناسب ہے **سوال** مسجد کو پھر سے بنانے کے لیے توڑنا جائز ہو یا نہین **جواب**
اگر مسجد کے منہدم ہو جانیکا خوف ہو تو اہل محلہ کو جائز ہے نہ غیر اہل محلہ کو سراج المنیر مین ہو ولا یحل ان یہدم المسجد
لیبنیہ احکم الا ان یخاف ان ینہدم فیجوز لاہل ہذہ المحلۃ لا لغیرہم اذا بنوا من مال انفسہم لا من مال الوقف
الا بامر القاضی کما فی ابراہیم شاہی کسی مسجد کو اس غرض سے گرانا کہ اس سے زائد مضبوط بنائی جائے درست نہین
مگر جبکہ اُسکے گر جانے کا خوف ہو تو اہل محلہ کو حق ہو کہ خود اپنے مال سے بنوائین اور مال وقف سے بلا اجازت قاضی

نہ بنائیں اور جیسا اہل محلہ کو حق نہین ایسا ہی ابراہیم شاہی مین ہی **سوال** اگر اہل محلہ پر مسجد تنگ ہو اور اہل محلہ مین
اُسکے بڑھانے کی بھی وسعت نہین ہو اور کوئی شخص جو اس محلہ کا ہمسایہ ہی چاہتا ہی کہ مسجد کو اپنے مکان مین داخل کرکے
اُسکے بدلے مین ایک عمدہ مکان دیدے تو اہل محلہ کو یہ معاوضہ لینا درست ہی یا نہین **جواب** نہین عالمگیریہ
مین ہی لو کان مسجد فی محلة ضاق علی اهله ولا یسعهم ان یزیدوا فیه فسالهم بعض الجیران ان یجعلوا ذلک
المسجد له لیدخل فی داره ویعطیهم مکانا عوضا ما هو خیر لهم فیسع فیه اهل المحلة قال محمد رح لا یسعهم ذلک
کذا فی الذخیرة اگر مسجد کسی محلہ مین ہو جسکے لوگ اُس مین نہ سما سکتے ہون اور اُنکو وسیع کرنے کی قدرت نہو اور اُن کے لیے
اُنکے پڑوسی نے کہا کہ یہ مسجد مجھے دیدو تاکہ مین اسے اپنے مکان مین داخل کر لون اور تمھین اسکے عوض مین اس سے
بڑا مکان دیدون اور وہ مکان مسجد سے اچھا ہو اور تمام اہل محلہ اُس مین سما سکتے ہون پس امام محمد نے کہا ہی کہ اہل
محلہ کو اسکا اختیار نہین ہے ایسا ہی ذخیرہ مین ہی **سوال** اگر راستہ چوڑا ہے اور اہل محلہ نے اُس راستہ کی تھوڑی
زمین کو لیکر مسجد بنا لیا جس سے مخلوق کو راستہ چلنے مین کچھ دشواری پیدا نہین ہوئی تو درست ہی یا نہین **جواب**
درست ہو حمادیہ مین ہی فی فتاوی ابی اللیث الطریق اذا کان واسعا فبنی اهل المحلة مسجدا ولا یضر ذلک بالطریق
فلا باس به فتاوی ابی اللیث مین ہی اگر راستہ وسیع ہو اور اہل محلہ ایک مسجد بنائین جس سے راستہ کو کچھ ضرر نہو تو
کچھ حرج نہین ہی اور طحطاوی مین ہی اطلق فی الطریق فعم النافذ وغیره وفی عبارة اتم ما یؤید ذلک راستہ مطلق
ہے نافذ ہو یا غیر نافذ اور فقہا کی عبارتین اسکی تائید کرتی ہین **سوال** مسجد کے آباد کرنے کی فکر کرنے والے کے لیے
کیا حکم ہی **جواب** وہ شخص مومن اور عامل ہی بکمال ایمان وایقان۔ ترمذی اور ابن ماجہ ابو سعید خدری سے روایت
کرتے ہین کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی اذا رایتم الرجل یتعاهد المسجد فاشهدوا له بالایمان
فان اللہ یقول انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر جب تم کسی کو مسجد کی خبرگیری کرتے ہوے پاؤ
تو اُسکے ایمان کی شہادت دو کیونکہ خدا نے کہا ہی اللہ کی مسجد کی درستی وہی لوگ کرتے ہین جو خدا اور قیامت پر
ایمان رکھتے ہین اور مسجد کی خبرگیری مین حضرت محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ مین ان چیزون کو بیان
کیا ہے (۱) حفاظت کرنا (۲) مرمت کرنا (۳) جھاڑو دینا (۴) نماز پڑھنا (۵) عبادت کرنا (۶) ذکر کرنا (۷)
علوم دینی کا درس دینا وغیرہ **سوال** بے مرمتی کی وجہ سے اگر کوئی مسجد خراب ہو کر نماز کے قابل نہ رہی ہو یا جس
محلہ مین مسجد تھی وہ ویران ہو گیا ہو اور مسجد سے استغنا حاصل ہو گیا ہو پس وہ مسجد مملوک ہو جائے گی یا نہین۔
**جواب** شیخین کے نزدیک قیامت تک مسجد کا حکم رکھے گی اور امام محمد رح کے نزدیک بانی یا اُسکے وارثون کی ملک

ہوجاے گی اور امام ابو یوسف سے ایک روایت مین منقول ہی کہ قاضی کی اجازت سے دوسری مسجد کی جانب اُسکو نقل کر دینا چاہیے - درمختار مین ہے - ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی وعاد الی الملك ای ملك البانی او ورثته عند محمد وعن الثانی ینقل الی مسجد اخر باذن القاضی اور اگر مسجد کے اطراف ویران ہوگئے اور اُسکی کچھ ضرورت نرہی تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہمیشہ تاقیام قیامت وہ مسجد ہی رہے گی اور اسی پر فتوی ہی حاوی قدسی، اور پھر ملک ہوجائے گی یعنی بانی یا اُسکے ورثہ کی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت مین باجازت قاضی مسجد کو دوسری مسجد مین منتقل کرنا جائز ہے **سوال** اللہ تعالے فرماتا ہے انما یعمر مساجد الله من امن بالله والیوم الاخر واقام الصلوة واتی الزکوة ولم یخش الا الله خدا کی مسجدون کو وہی آباد کرتا ہے جو خدا پر اور قیامت پر ایمان لایا ہو اور نماز پڑھتا اور زکوۃ دیتا ہو اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو اور اس دنیا مین ایسے شخص کا موجود ہونا محال ہے جو سباع اور سمیات سے عادۃً نہ ڈرتا ہو **جواب** لم یخش الا الله کی مراد یہ ہی کہ امر دین مین غیر خدا سے نہ ڈرتا ہو اور بعض کے نزدیک مراد یہ ہی کہ اوامر الٰہی کو غیر اللہ کے خوف سے ترک نہ کرتا ہو بہر حال سباع و سمیات سے عادۃً ڈرنا کچھ ضرر نہین رکھتا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبه الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

## کتاب الصلوۃ

**سوال** اللہ تعالی فرماتا ہے - ان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر نماز برائیون سے روکتی ہی باوجود اسکی ہزارون مسلمان جو پنجگانہ نماز پڑھتے ہین فحشا اور فسق و فجور مین مبتلا رہتے ہین پس اس آیت کے معنے کیا ہوے **جواب** اس آیت مین صلوۃ سے قرآن مراد ہی اور ابن عون نے فرمایا ہی کہ اس آیت کی مراد یہ ہی کہ نماز مصلی کو فحشاء یعنے اعمال قبیحہ اور منکر یعنے اعمال غیر معروفہ فی الشرع سے جب تک کہ وہ نماز مین ہے روکتی ہی اور بعض نے کہا ہے جو نماز ظاہر و باطن کی موافقت اور خشوع و خضوع اور اطمینان قلب کے ساتھ ادا کی جاتی ہے وہ فحشاء اور منکر سے روکنے والی ہوتی ہی نہ ہر نماز **سوال** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام اذان یا غیر اذان مین سنکر انگوٹھے چومنا کیسا ہی **جواب** بعض فقہا کے نزدیک مستحب ہی جامع الرموز مین ہی اعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة صلی الله علیك یا رسول الله وعند سماع الثانیة قرة عینی بك یا رسول الله ثم قال

اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الیدین علی العینین فانہ صلے اللہ علیہ وسلم یکون قائدا
لہ الی الجنۃ کذا فی کنز العباد جاننا چاہیے کہ اذان مین پہلی شہادت کو سنکر صلے اللہ علیک یا رسول اللہ اور
دوسری کو سنکر قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اور پھر اللھم متعنی بالسمع والبصر کہنا تب ہو اُس کے بعد دونون
ہاتھون کے دونون ناخنون کو آنکھون پر رکھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کو جنت مین لیجائینگے ایسا ہی
کنز العباد مین ہو **سوال** ظہر یا عشائین کی ابتدا کس وقت سے ہو اور کس وقت کراہت کی ابتدا ہی **جواب** نصف النہار سے
آفتاب کا زوال ظہر کی ابتدا ہو اور ہر شے کا سایہ دو مثل ہونے تک سوائے سایہ اصلی کے اُسکی انتہا ہو یہ امام اعظم کا مذہب ہو اور صاحبین
اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور زفر اور امام اعظم سے بھی ایک روایت مین ظہر کی انتہا ہر شے کے سایہ
کا سایہ اصلی کے سوا ایک مثل تک پہونچنا ہو صاحب بدائع نے امام ابو حنیفہ کے مذہب کو صحیح لکھا ہو اور صاحب غیاثیہ و مختار
کہا ہو اور برہان مین صاحبین کے مذہب کو اظہر لکھا ہو اور امام طحاوی نے اُسکو ماخوذ بہ کہا ہو در مختار مین ہو ووقت الظہر من زوالہ
ای میلہ ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیہ وعنہ مثلہ وھو قولھما وزفر والائمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وبہ
ناخذ وفی غرر الاذکار وھو المأخوذ بہ وفی البرھان وھو الاظہر لبیان جبرئیل وھو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل
الناس الیوم وبہ یفتی سوی فیٔ یکون للاشیاء قبیل الزوال ظہر کا وقت زوال یعنے آفتاب کے وسط آسمان سے
ہٹ جانے کے بعد سے سایہ کے دُگنے ہونے تک ہو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اسی کے مثل مروی ہو اور یہی صاحبین
اور زفر اور ایمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہو اور غرر الاذکار مین ہے اور یہی مفتی بہ ہے اور برہان مین ہے
کہ یہی اظہر ہو حضرت جبریل علیہ السلام کے بیان سے اور اس باب مین وہی دلیل ہو اور فیض مین ہے کہ لوگون کا
عملدرآمد آجکل اسی پر ہو اور اسی پر فتوی ہو یعنی ظہر کا وقت سایہ کے دوگنے ہونے تک ہو اُس سایہ کے علاوہ جو قبل
زوال ہوا کرتا ہے۔ اور عصر کے وقت کی ابتدا ظہر کے وقت کی انتہا سے قولین مذکورین کے اختلاف کے
موافق ہوتی ہے اور عصر کے وقت کی انتہا غروب آفتاب ہو اور جب آفتاب متغیر ہو جائے اور اُسپر نگاہ ٹھہرنے لگے
تو عصر کی نماز مکروہ ہو خلاصہ مین ہے اول وقت العصر حین یخرج وقت الظہر وآخر وقتھا حین تغرب الشمس ویکرہ
التاخیر الی تغیر الشمس واختلفوا فی التغیر قال بعضھم التغیر فی ضوء الشمس الذی یکون علی راس الحیطان
وقال بعضھم ھو التغیر فی قرصہا وانما یعرف التغیر بان ینظر الناظر الی قرصہا ان امکنہ ان ینظر الی القرص ولم
تحیر عیناہ علمنا ان الشمس قد تغیرت وان لم یمکنہ علمنا ان الشمس لم تتغیر انتہی وفی البحر الرائق والخلاف
فی آخر وقت الظہر جاء فی اول وقت العصر خلاصہ مین ہو کہ عصر کے وقت کی ابتدا ظہر کے وقت کی انتہا سے ہو اور

عصر کے وقت کی انتہا غروب آفتاب ہے اور اتنی تاخیر کرنا کہ آفتاب متغیر ہو جائے مکروہ ہے تغیر کے معنی مین اختلاف ہو گیا ہے بعضون کے نزدیک دھوپ مین تغیر مراد ہے اور بعضون کے نزدیک قرص آفتاب مین تغیر مراد ہے اور یہ اس طرح پر معلوم ہوگا کہ دیکھنے والا قرص آفتاب کو دیکھے اگر وہ اُسے دیکھ سکے اور اُسکی آنکھ نہ جھپکے تو جان لے کہ آفتاب متغیر ہو گیا ہے اور اگر یہ ناممکن ہو تو جان لے کہ ابھی متغیر نہین ہوا اور بحر الرائق مین ہے اول وقت عصر مین آخر وقت ظہر والا اختلاف پایا جائیگا۔ اور مضمرات شرح قدوری مین ہے وروی اسد عن ابی حنیفۃ انہ قال اذا صار ظل کل شئ مثلہ فقد خرج وقت الظہر ولا یدخل وقت العصر حتی یصیر الظل مثلیہ وبینہما وقت مھمل لیس بوقت الفرض کالوقت الذی بین طلوع الشمس وبین الزوال انتہی وفی البحر الرائق وذکر شیخ الاسلام ان الاحتیاط ان لا یوخر الظہر الی المثل وان لا یصلی العصر حتی یبلغ المثلین لیکون مودیا للصلوتین فی وقتیہما بالاجماع کذا فی السراج اسد نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ جب ہر شے کا سایہ اُسکے مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت جاتا رہا اور عصر کا وقت نہ آئیگا یہان تک کہ سایہ دونا ہو جائے اور ان کے درمیان کا وقت خالی ہے کسی فرض کا وقت نہین جیسا کہ وہ وقت جو طلوع و زوال آفتاب کے درمیان ہے اور بحر الرائق مین ہے اور شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ احتیاط یہ ہے کہ ظہر مین اتنی تاخیر نہ کی جائے کہ سایہ مثل شے کے ہو جائے اور نہ عصر کی نماز سایہ کے دونے ہونے تک پڑھے تاکہ دونون نمازین بالاجماع اپنے اوقات پر ادا ہون۔ کتب احادیث کے تتبع سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا اول مین ادا کرنا احادیث قولیہ سے پایا جاتا ہے ترمذی نے ام فروہ سے روایت کی ہے قالت سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل قال الصلوۃ لاول وقتہا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تمام اعمال مین کون عمل اچھا ہے آپنے فرمایا نماز کا اول وقت مین ادا کرنا اور اس حدیث کے راویون مین عبد اللہ بن عمر عمری ہین جو بڑے عابد تھے اگرچہ یحیی بن سعید نے اُنکے حفظ اور ضبط مین کلام کیا ہے اور ترمذی نے اُنکے باب مین لکھا ہے ولیس ہو بالقوی عند اہل الحدیث اور یہ اہل حدیث کے نزدیک قوی نہین ہین مگر راوی مذکور متروک الحدیث نہین ہین کیونکہ بخاری کے علاوہ اور کتب صحاح مین ان سے روایتین موجود ہین اور اس حدیث کو احمد اور ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے اور ابن مالک نے لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ مرقاۃ مین ہے دوسری حدیث ترمذی کی جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اُنھون نے کہا حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہے الوقت الاول من الاوقات المستحبۃ من الصلوۃ رضوان اللہ والوقت الآخر عفو اللہ نماز کا اول وقت اوقات مستحبہ مین سے اللہ تعالی کی خوشنودی اور آخر وقت اُسکی معافی ہے اس حدیث کے راویون مین سے یعقوب بن ولید مدنی ہین جنکی تکذیب امام احمد بن حنبل اور

دوسرے حفاظ نے کی ہو ایسا ہی تقریب التہذیب اور تقاریب مین ہے مگر یہ حدیث حسن لغیرہ کے درجہ کی ہے قال ابن حجر وھو ضعیف من سائر طرقہ فلیحمل تحسین من حسنہ علی انہ حسن لغیرہ کذا فی المرقاۃ ابن حجر نے کہا ہے یہ حدیث اپنے تمام طرق سے ضعیف ہو پس جس نے حسن کہا ہو اُسکے اس کہنے کو حسن لغیرہ پر محمول کرنا چاہیے جیسا کہ مرقاۃ مین ہو تیسری ترمذی کی حدیث ہے جو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہین ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لہ یا علی ثلث لا تؤخرھا الصلوۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لہا کفوا حضرت سرور کائنات علیہ السلام والتحیات نے فرمایا کہ اے علی تین چیزون مین دیر نہ کرنا (۱) جب نماز کا وقت آجائے نماز ادا کرنے مین دیر نہ کرنا (۲) جب جنازہ آئے تو اُسکی نماز پڑھنے مین دیر نہ کرنا (۳) جب عورت کا کفو ملجائے تو اُسکو نکاح مین دیر نہ کرنا۔ اور ملا علی قاری نے مرقاۃ مین لکھا ہے رواہ الترمذی بسند رجالہ ثقات قال میرک ترمذی نے اسکی روایت ایسی سند سے کی ہو جسکے سب رجال ثقہ ہین یہ میرک نے کہا ہو اور محدثین احناف نے ان احادیث کی تاویل کرکے انصاف کی داد دی ہو جسکی صراحت احادیث کے کتب مین موجود ہے اور حسن بن زیاد کے نزدیک آفتاب کے زرد ہونے سے عصر کا وقت جاتا رہتا ہے بحر الرائق مین ہے وفی آخرہ خلاف ایضا فان الحسن بن زیاد یقول اذا اصفرت الشمس فقد ادرک العصر اور عصر کے آخر وقت مین بھی اختلاف ہو کیونکہ حسن بن زیاد کہتے ہین کہ جب آفتاب زرد ہو جاتا ہے تو عصر کا وقت جاتا رہتا ہے اور ہماری دلیل صحیحین کی روایت ہو کہ جس نے آفتاب غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی اُس نے عصر کی پوری نماز پالی اور مضمرات شرح قدوری مین ہے وللشافعی فیہ قولان فی قول اذا صار ظل کل شئ مثلیہ خرج وقت العصر ولا یدخل وقت المغرب حتی تغرب الشمس فیکون بینہما وقت مھمل عندہ علی ھذا القول وفی قول اذا صار ظل کل شئ مثلیہ خرج الوقت المستحب ویبقی اصل الوقت الی غروب الشمس اور اس مین امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہین ایک یہ کہ جب ہر شے کا سایہ دو مثل ہو جائے تو عصر کا وقت جاتا رہتا ہو اور مغرب کا وقت غروب آفتاب تک نہین آتا تو بیچ مین خالی وقت نکلے گا اور دوسرے قول مین ہے جب ہر شے کا سایہ دو مثل ہو جائے تو مستحب وقت جاتا رہتا ہے اور اصل وقت غروب آفتاب تک باقی رہتا ہو **سوال** اگر کسی عضو پر دوا جس مین کوئی جزو شراب کا بھی ہو لگائے اور اُسکا دھونا اُس عضو کو سخت نقصان رسان ہو تو ایسی حالت مین بغیر اُسکے دھوئے ہوئے نماز پڑھے یا نہین **جواب** اگر دھونے سے عضو مذکور کے ضرر کا قطعی یقین ہو تو عذر کی وجہ سے بے دھوئے نماز ہو جائے گی اشباہ والنظائر مین ہے وقد تراعی المصلحۃ بغلبتہا علی المفسدۃ فمن ذلک الصلوۃ مع اختلال شرط من شرائطہا کالطہارۃ والستر

اد الاستقبال فان فی کل ذلک مفسدۃ لما فیہ من الاخلال بجلال اللہ تعالیٰ فی ان لا یناجی الا علی اکمل الاحوال
ومتی تعذر علیہ شئی من ذلک جازت الصلوۃ بدونہ تقدیما لمصلحۃ الصلوۃ علی ہذہ المفسدۃ اور کبھی مصلحت کا
لحاظ کیا جاتا ہی بسبب خرابی پر غالب ہونے کے اسی وجہ سے نماز کی کسی شرط مین (طہارت۔ ستر قبلہ رو ہونا وغیرہ
اگر خلل آ جاے (تو گو کہ اس مین جلال الٰہی مین خلل اندازی کی وجہ سے خرابی ہی کیونکہ درگاہ الٰہی مین مناجات اکمل
حالات پر ہونا چاہیے) اور عذر موجود ہو تو ان کے بغیر نماز جائز ہوگی کیونکہ مصلحت اس خرابی پر مقدم ہی **سوال**
نماز اور سجدۂ تلاوت اور سجدۂ سہو اور سجدۂ شکر بے طہارت ادا کرنا کیسا ہے **جواب** ناجائز ہی بلکہ بعض کے نزدیک
بے طہارت نماز پڑھنا کفر ہے عالمگیریہ مین ہی من صلی بغیر طہارۃ فقد کفر جس نے بے طہارت نماز پڑھی وہ کافر
ہو گیا۔ اور صاحب کشف سجدۂ تلاوت کے بیان مین لکھتے ہین وھو سجدۃ بین تکبیرتین بشروط الصلوۃ من الطہارۃ
وغیرہا سجدۂ تلاوت دو تکبیرون کے درمیان کا سجدہ ہی جس مین نماز کی تمام شرطون یعنے طہارت وغیرہ کو پایا جانا
چاہیے۔ ورتاتارخانیہ مین ہے قال الاکثرون انہا لیست بقربۃ عندہ بل ھو مکروہ لا یثاب علیہ وترکہ اولی وقال
ھو قربۃ یثاب علیہ وثمرۃ الخلاف تظہر فی انتقاض الطہارۃ اذا نام فی سجود الشکر اکثر لوگون نے کہا ہی کہ یہ
کچھ تقرب الٰہی نہین ہے بلکہ یہ مکروہ اور اس کا ترک کرنا اولی ہی اور بعض کے نزدیک اس مین تقرب الٰہی ہی اور اسپر ثواب
ملیگا اور ثمرۂ اختلاف سجدۂ شکر مین سو جانے کی صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ آیا طہارت جاتی رہی یا نہین **سوال**
نماز مین رکعتون کے عدد کی نیت کرنا شرط ہی یا نہین **جواب** نہین عالمگیریہ مین ہی ولا یشترط نیۃ عدد الرکعات
ھکذا فی شرح الوقایۃ عدد رکعات کی نیت شرط نہین ہی ایسا ہی شرح وقایہ مین ہے **سوال** فجر اور مغرب اور عشا
مین عورتون پر بھی جہر واجب ہی یا نہین **جواب** نہین رسائل الارکان مین ہے ثم الجہر فی الصلوۃ الجہریۃ
للرجال والاخفاء فی صلوۃ المخافتۃ واجب واما المرأۃ فیجب علیہا الاخفاء فی الصلوات کلہا لان صوتہا عورۃ
پھر صلوۃ جہریہ مین جہر مردون پر اور صلوۃ مخافتہ مین اخفا واجب ہی اور عورتون پر تمام نمازون مین اخفا واجب ہی
کیونکہ انکی آواز بھی ستر ہی **سوال** نماز مین مردون کو زیر ناف اور عورتون کو زیر سینہ ہاتھ باندھنا کس حدیث
سے ثابت ہے۔ **جواب** عورتون کے زیر سینہ ہاتھ باندھنے کی حدیث میری نظر سے نہین گذری فقہانے بلحاظ ستر
اسے تجویز کر لیا ہی شرح منیہ مین ہی واما المرأۃ فانہا تضعہا تحت ثدییہا بالاتفاق لان ذلک استر لہا عورت کو اپنے
دونون ہاتھ پستانون کے نیچے رکھنا چاہیئین بالاتفاق کیونکہ یہ صورت اُسکے لیے زیادہ ساتر ہی لیکن یہ جو فقہ مین
لکھا ہی کہ مرد زیر ناف ہاتھ باندھین وہ اس حدیث سے ثابت ہی جسکو ابوداؤد نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے

روایت کیا ہی السنۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ ہاتھون کا ہاتھون پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہی اور رزین نے اس
حدیث کو یون روایت کیا ہی السنۃ وضع الکف علی الکف ویضعھا تحت السرۃ ہاتھ کا ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھنا
سنت ہی لیکن امام نووی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہی شرح منیہ مین ہی قال النووی اتفقوا علی تضعیفہ لانہ من
روایۃ عبد الرحمن بن اسحق الواسطی وھو مجمع علی ضعفہ نووی نے کہا ہی اسکا ضعف متفق علیہ ہی کیونکہ اس مین
عبد الرحمن بن عوف واسطی کی روایت ہی اور انکے ضعف پر اجماع ہی اور رسائل الارکان مین مولانا بحر العلوم ابن ہمام
سے نقل کرتے ہین لم یثبت حدیث صحیح یوجب العمل فی کون الوضع تحت الصدر وفی کونہ تحت السرۃ فیحال
علی حال قصد التعظیم فی القیام والمعھود ھو کونہ تحت السرۃ کوئی حدیث صحیح واجب العمل اس معاملہ مین محقق
نہین ہی کہ ہاتھ سینے کے نیچے باندھنا چاہیے یا ناف کے نیچے پس یہ قصد تعظیم کی حالت پر محمول کیا جائے اور عمل درآمد
ناف ہی کے نیچے ہاتھ باندھنے پر ہی **سوال** تشہد مین رفع سبابہ سنت ہی یا کیا **جواب** بعض نے اسکو کروہ لکھا ہی جیسے
صاحب بغیۃ المفتی اور بعض نے حرام جسکی تصریح خلاصۂ کیدانی مین موجود ہی اور بعض نے مستحب مانا ہی جیسے
رمز الحقائق مین تحفہ سے منقول ہی اور بعض نے کہا ہی کہ عدم اشارہ مختار ہی جیسا کہ عالمگیریہ مین خلاصہ سے نقل
کیا ہی اور ان مین کوئی ایک بھی تحقیق کی راہ پر نہین گیا ہی صحیح یہ ہی کہ سنت ہی اور صحیح حدیثون سے ثابت ہے
امام محمد رحمہ اللہ نے موطا مین لکھا ہی کہ یہی قول میرا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور صحابہ اور علماے سلف اور ائمہ
اربعہ سے کوئی خلاف اس باب مین نہین پایا گیا ہی اور جو شخص سنت کو حرام یا مکروہ کہتا ہی گنہگار ہی اور ملا علی قاری
رحمہ اللہ نے اس باب مین ایک مستقل رسالہ لکھکر صاحب خلاصۂ کیدانی کا بہت پیچھا لیا ہی اللہ انکو اسکی اچھی جزا
دے ملا علی قاری کہتے ہین لم یعلم من الصحابۃ ولا من علماء السلف خلاف فی ھذہ المسألۃ ولا فی جواز ھذہ
الاشارۃ بل قال بہ امامنا الاعظم وصاحباہ وکذا الامام مالک والشافعی واحمد وسائر علماء الامصار
والاعصار اجمعین علی ما ورد بہ صحاح الاخبار والآثار وقد نص علیہ مشائخنا المتقدمون والمتاخرون
فلا اعتداد لما علیہ المخالفون ولا عبرۃ لما ترک ھذہ السنۃ الاکثرون من مکان ما وراء النھر واھل
خراسان والعراق والروم وبلاد الھند انتھی وفی البحر الرائق وذھب فی فتح القدیر القول بالاشارۃ وانہ
مروی عن ابی حنیفۃ کما قال محمد فالقول بعدمھا مخالف للروایۃ والدرایۃ ورواھا فی صحیح مسلم من فعلہ
صلی اللہ علیہ وسلم وفی المجتبی لما اتفقت الروایات وعلم من اصحابنا جمیعا کونھا سنۃ وکذا عن الکوفیین
والمدنیین وکثرت الاخبار والآثار کان العمل بھا اولی صحابہ اور علماے سلف مین اس مسئلہ اور اس اشارہ کے

جواز مین کوئی اختلاف نہین ہی اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ
اور تمام علماے زمانہ بھی اسی کے قائل ہین کیونکہ صحیح احادیث اور آثار اسکے موید ہین اور اسپر ہمارے متقدمین اور
متاخرین مشائخ دلیل لائے ہین تو اب مخالفین کی مخالفت کسی شمار مین نہین اور اکثر علماے ماوراء النہر اور خراسان
اور عراق اور روم اور ہند کی مخالفت قابل اعتبار نہین انتہی اور بحر الرائق مین ہی اور فتح القدیر مین اشارے کے
قول کو ترجیح دی گئی ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہی جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہی پس اسکی ممانعت
روایت اور درایت کی مخالفت ہے اور صحیح مسلم مین اسکو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل بیان کیا ہی اور
مجتبیٰ مین ہے جبکہ روایات اور ہمارے اصحاب کا عمل اسپر متفق ہی اور اسی طرح کوفیین اور مدنیین اور اخبار اور آثار
اسکے موافق بکثرت ہین تو اسپر عمل اولیٰ ہی **سوال** سبابہ سے کسوقت اشارہ کرنا چاہیئے **جواب** لا الہ کہتے وقت
اٹھاے اور الا اللہ کہتے وقت رکھدے ملا علی قاری فرماتے ہین قالوا یرفع المسبحۃ عند قولہ لا الہ ویضعہا عند قولہ
الا اللہ لمناسبۃ الرفع للنفی وملایمۃ الوضع للاثبات حتی یطابق القول الفعل فی التوحید والتفرید کلمہ کی انگلی
لا الہ کہنے کے وقت اٹھاے اور الا اللہ کہتے وقت رکھدے کیونکہ رفع کو نفی اور وضع کو اثبات سے مناسبت ہی
تا کہ توحید کی متعلق قول اور فعل مطابق رہین **سوال** رفع سبابہ مین سبابہ کو حرکت دینا چاہیے یا نہین **جواب** ابو داؤد مین حضرت
عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سبابہ کو حرکت نہین دیتے تھے اور جو بعض روایت
مین حرکت دینا وارد ہوا ہی تو اس حرکت سے انگلی کو اپنی جگہ سے اٹھانا مراد ہی **سوال** انگلی اٹھاتے وقت نظر انگلی پر رکھی یا اور کہین
**جواب** حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا انگلی اٹھاتے وقت نظر انگلی ہی پر رکھتے تھے اور کسی دوسری طرف نہین دیکھتے تھے ابو داؤد مین حضرت
عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یشیر باصبعہ اذا دعا ولا یحرکہا ولا
یجاوز بصرہ اشارتہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اشارہ کرتے جب پکارتے اور انگلی کو حرکت
نہ دیتے اور آپ کی آنکھ اشارہ سے متجاوز نہوتی **سوال** اشارۂ سبابہ کا طریقہ کیا ہی **جواب** کئی طریقے ہین (۱)
چھنگلیا اور اسکے پاس والی انگلی کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کی نوک کو اسطرح رکھے کہ حلقہ بنجاے
اور کلمہ کی انگلی کو پھیلاے اور اشارہ کرے کفایہ مین فقیہ ابو جعفر سے اسی طریقہ کو نقل کیا ہی اور رسائل الارکان
مین اسے مختار لکھا ہے اور شمنی نے شرح نقایہ مین لکھا ہی ذکر ابو یوسف فی الامالی انہ یعقد الخنصر والاصبع
التی تلیہا ویحلق الوسطی والابہام ویشیر بالسبابۃ انتہی وقال البرجندی فی شرح النقایۃ وقد جاء عن علمائنا
فی بعض الروایات انہ یفعل کما یفعل الشافعی وھو ان یعقد الخنصر والبنصر ویحلق بین الوسطی والابہام

برا سہما ویشیر بالسبابۃ عند التلفظ بالشہادتین امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے امالی مین ذکر کیا ہو کہ چھنگلیا اور اُسکے پاس والی اُنگلی کو بند کرے اور بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور کلمے کی اُنگلی سے اشارہ کرے انتہی اور برجندی نے شرح نقایہ مین کہا ہے ہمارے علما سے بعض روایات مین منقول ہے کہ ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا امام شافعی کرتے تھے یعنے چھنگلیا اور اُسکے پاس والی اُنگلی کو بند کرے اور بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھے کے سرون کو ملاکر حلقہ بنائے اور کلمہ کی اُنگلی سے شہادتین کے ادا کرتے وقت اشارہ کرے (۲) داہنے ہاتھ کی ہتیلی کو ران پر اسطرح رکھے کہ انگلیون کی نوکین قبلہ کی طرف رہین اور اشارہ کرتے وقت فقط کلمے کی انگلی اٹھا دے قبض وبسط وحلقہ کچھ نہ کرے صاحب برہان نے اسی طریقہ کو پسند کیا ہو اور درمختار مین درر البحار اور اُسکی شرح غرر الاذکار سے نقل کیا ہے المفتی بہ عندنا انہ یشیر باسطا اصابعہ کلہا ہمارے نزدیک مفتی بہ یہ ہے کہ سب انگلیان کھلی رکھے اور اشارہ کرے (۳) چھنگلیا اور اسکے پاس والی اور بیچ کی اُنگلی کو بند کرکے انگوٹھے کے طرف رکھے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرے یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور ایک روایت امام احمد حنبل سے بھی ایسی ہی منقول ہو جیسا کہ مشکوۃ مین ہے وفی الکفایۃ وفی قول المدنیین یجب ان یعقد الثلث والخمس ویشیر بالسبابۃ اور کفایہ مین ہے اور مدنیین کی قول پر تیسری اور پانچوین کو بند کرنا اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرنا ضروری ہو (۴) سب انگلیون کو بند کرے اور کلمے کی انگلی کو لگتا اشارہ کرے امام مالک رحمہ اللہ نے اسی طریقہ کو موطا مین لکھا ہے سوال بند اور کشادہ رکھنا انگلیون کا پہلے سے چاہیے یا وقت پر جواب ملا علی قاری فرماتے ہین والصحیح المختار عند جمہور اصحابنا انہ یضع کفیہ علی فخذیہ ثم عند وصولہ الی کلمۃ التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابہام ویشیر بالمسبحۃ رافعا لہا عند النفی وواضعا لہا عند الاثبات ثم یستمر علی ذلک لانہ ثبت العقد عند الاشارۃ بلا خلاف ولم یوجد امر یغیرہ فالاصل بقاء الشئ علی ماھو علیہ واستصحابہ الی آخرہ اور صحیح اور مختار ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک یہ ہو کہ اپنے دونون ہاتھون کو دونون رانون پر رکھے پھر جب کلمہ توحید پر پہونچے تو چھنگلیا اور اُسکے پاس والی اُنگلی کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرے اُسے اٹھاتے ہوے نفی یعنے لا الہ کے وقت اور رکھتے ہوے اثبات یعنے الا اللہ کے وقت اور یہ ہمیشہ کرے کیونکہ عقد عند الاشارہ ثابت ہو اور اس مین کوئی اختلاف نہین ہے اور اسکے خلاف کوئی قول نہین پایا گیا اور اصل یہی ہو کہ علی حالہ باقی رکھنا چاہیے سوال قعود مین دونون ہاتھ کہان رکھے۔ جواب رانون پر عالمگیریہ مین ہو ویضع یدیہ علی فخذیہ ویبسط اصابعہ کذا فی الہدایۃ ولا یاخذ الرکبۃ فی الاصح کذا فی الخلاصۃ اور ہاتھون کو دونون رانون پر رکھے

اور انگلیون کو کھولے جیسا کہ ہدایہ مین ہے اور یہ مذہب اصح گھٹنے نہ پکڑے ایسا ہی خلاصہ مین ہی **سوال** مقتدی آمین پکار کے کہے یا چپکے سے **جواب** آمین کہنا سنت ہی امام شافعی رحمہ اللہ جہر کے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اخفا کے قائل ہین **سوال** اگر مقتدی ناظرہ خوان تراویح مین قرآن شریف دیکھ کے سنے اور اسی حالت مین لقمہ دے تو نماز صحیح ہی یا نہین **جواب** امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز فاسد ہوگی اور اگر امام نے لقمہ لے لیا تو اسکی نماز بھی فاسد ہوگی علامہ زیلعی شرح کنز مین قراءتہ من مصحف کے تحت مین لکھتے ہین یعنے تفسد الصلوۃ عند ابی حنیفۃ وقالا لا تفسد بل یکرہ لما روی ان ذکوان مولی عائشۃ امہا فی رمضان وکان یقرأ من مصحف الا انہ یکرہ الصلوۃ لما فیہ من التشبہ باہل الکتاب ولابی حنیفۃ ان حمل المصحف ووضعہ عند الرکوع والسجود ورفعہ عند القیام وتقلیب اوراقہ والنظر الیہ وفہمہ عمل کثیر ویقطع من رآہ انہ لیس فی الصلوۃ ولانہ تلق من المصحف فاشبہ التلقن من غیرہ واثر ذکوان محمول علی انہ کان یقرأ قبل شروعہ فی الصلوۃ یعنی نماز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فاسد ہو جاتی ہی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک فاسد نہین ہوتی بلکہ مکروہ ہوتی ہی کیونکہ روایت ہی کہ ذکوان مولی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رمضان مین اُنکی امامت کی اور وہ قرآن شریف سے دیکھ کے پڑھ رہے تھے اور یہ نماز مکروہ اسوجہ سے ہوتی ہی کہ اس مین اہل کتاب سے مشابہت ہی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کا اُٹھانا اور رکوع وسجود کے وقت رکھنا اور پھر کھڑے ہوتے وقت اُٹھانا اور اوراق کو الٹنا اور اس مین دیکھنا اور اُسے سمجھنا عمل کثیر ہے اور جو شخص ایسی حالت مین دیکھیگا وہ یقین کریگا کہ یہ نماز نہین پڑھ رہا ہی اور اسوجہ سے کہ یہ قرآن دیکھکے پڑھ رہا ہی اور دوسرے شخص سے پڑھنے کے مشابہ ہے اور اثر ذکوان اسپر محمول ہے کہ قراءت قرآن کی نماز کے قبل تھی اور بحر الرائق مین ہے وصحح المصنف الثانی وقال انہا تفسد بکل حال تبعا للسرخسی اور مصنف نے باتباع سرخسی دوسرے مذہب کو صحیح ٹھہرایا ہی اور کہا ہی کہ نماز ہر حال مین فاسد ہو جائے گی **سوال** بے نمازی اگر نمازی کے پنکھا جھلے اور وہ نمازی اس سے راضی ہو تو اُسکی نماز فاسد ہوگی یا نہین **جواب** بعض فتاوی مین لکھا ہی کہ نماز فاسد ہوگی مجمع البرکات مین ہی ولو روح غیر المصلی مصلیا ورضی بترویحہ تفسد صلوتہ عند مشائخنا وہو الاحوط لانہ یصیر مروحا فی الصلوۃ کذا فی الخزانۃ الجلالیۃ اور اگر غیر مصلی مصلی کے پنکھا جھلے اور وہ اسپر راضی ہو تو ہمارے علما کے نزدیک نماز فاسد ہی اور اس مین زیادہ احتیاط ہی کیونکہ اس صورت مین راضی ہونے کی وجہ سے مصلی پنکھا جھلوانے والا ہو جاتا ہے ایسا ہی خزانہ جلالیہ مین ہی مگر یہ روایت درایت کے موافق نہین ہے اور نہ اسکی دلیل دعوے کے مطابق ہے ورنہ یہ لازم آئیگا کہ غیر مصلی کے جس فعل پر مصلی راضی ہو وہ مفسد نماز ہو حالانکہ ایسا نہین ہی **سوال** سجدہ

کرتے وقت اگر زمین پر پاؤن نہ رکھے بلکہ اونچے کرلیے تو نماز فاسد ہوگی یا نہین جواب اگر دونون پاؤن زمین سے
اٹھا لیے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ایک اُٹھایا تو نماز مکروہ ہوگی عالمگیری مین ہو لو سجد ولم یضع قدمیہ علی الارض
لا یجوز ولو وضع احدہما جاز مع الکراہۃ ان کان بغیر عذر کذا فی شرح منیۃ المصلی لامیر الحاج اور اگر سجدہ کیا
اور دونون پاؤن زمین پر نرکھے تو نماز جائز نہین ہو اور اگر ایک پاؤن رکھا تو جائز ہو مگر مکروہ اگر بلا عذر ہو ایسا ہی
امیر حاج کی شرح منیۃ المصلی مین ہو سوال اگر مقتدی نے غیر مقتدی سے لقمہ لیکر امام کو دیا اور امام لقمہ لیکر آگے
بڑھ گیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہین جواب امام اور مقتدی کی نماز فاسد ہوگی قنیہ مین ہو لو سمع المؤتم ممن لیس فی
الصلوۃ ففتحہ علی امامہ یجب ان تبطل صلوۃ الکل لان التلقین من الخارج اگر مقتدی نے ایک ایسے شخص سے
سنا جو جماعت سے خارج ہو اور وہی سنا ہوا امام کو بتادیا تو دونون کی نماز باطل ہوگی کیونکہ تعلیم خارج سے ہو سوال
شبینہ پڑھنے کے لیے مسجد مین فرش وغیرہ کا سامان عادت سے زیادہ کرنا اور شبینہ پڑھنا اور اسقدر جلد کہ سوائے ایک
آواز کے کچھ سمجھ مین نہ آئے جائز ہو یا نہین جواب شبینہ پڑھنا قرون ثلثہ اور فقہا کے زمانے مین نہ تھا فقہا نے اسیقدر
لکھا ہو الختم مرۃ سنۃ والاثنان فضیلۃ والثلثۃ افضل ایک ختم کرنا سنت اور دو ختم کرنا فضیلت اور تین ختم
کرنا افضل ہو۔ اور فی زماننا جو شبینہ رائج ہو سامعین پر گران ہوتا ہو کیونکہ بعض سامعین اخلاقاً اسوجہ سے
چلے آتے ہین کہ جو شبینہ کا منتظم ہو اُس نے طلب کیا ہو بعض اس لیے آتے ہین کہ اُنکے دوست احباب آتے ہین
اور یہ کراہت کا سبب ہو ایسا کوئی نہین جو خوشی دل سے شبینہ سننے اختیار مین ہو الافضل فی التراویح فی
زماننا قدر ما لا یثقل علیہم ہمارے زمانے مین تراویح مین افضل اتنی مقدار ہو جو اُنپر گران نہو۔ اور علامہ
زاہدی رسالہ فضائل رمضان مین لکھتے ہین۔ افتی ابو الفضل الکرمانی انہ اذا قرء الفاتحۃ وایۃ وآیتین لا یکرہ
ومن لم یکن عالما باہل زمانہ فھو جاہل ابو الفضل کرمانی نے کہا ہو کہ جب فاتحہ اور دو یا تین آیتین پڑھ لیجائین
تو کراہت نہین رہتی اور جو شخص اہل زمانہ کی حالت نہ جانے وہ جاہل ہے اور ابو داؤد مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
عنہما سے مروی ہے قال قال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اقرء القرآن فی شہر قال انی اجد قوۃ قال
اقرء فی عشرین قال انی اجد قوۃ قال اقرء فی خمس عشرۃ قال انی اجد قوۃ قال اقرء فی عشر قال انی اجد
قوۃ قال اقرء فی سبع ولا تزیدن علی ذلک رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر سے فرمایا کہ قرآن ایک
مہینہ مین پڑھو انھون نے کہا مین اس سے زائد قوت رکھتا ہون آپنے فرمایا بیس دن مین پڑھو انھون نے کہا مین اس سے زائد قوت رکھتا ہون
آپنے فرمایا پندرہ دن مین پڑھو انھون نے کہا مین اس سے زائد قوت رکھتا ہون آپنے فرمایا دس دن مین پڑھو انھون نے کہا مین اس سے زائد

قوت رکھتا ہون آپنے فرمایا سات دن مین پڑھو اور اس سے کم مین نہ پڑھو اور دوسری روایت مین حضرت عبداللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یفقہ القرآن من قرء فی اقل من
ثلاث رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص قرآن کو نہین سمجھتا جو اسے تین دن سے کم مین پڑھتا ہے
ان روایتون سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ منہی عنہ شرع مین جلدی پڑھنا ہے جو کراہت اور بے ادبی سے خالی نہین
پس شبینہ فی نفسہ مستحسن ہے فی زماننا مقتدی کی عدم توجہی اور امام کی جلدی وغیرہ سے مکروہ ہے پس اگر ایسا امام ہے
جو قرآن شریف کو ایک شب مین باحتیاط بطرز مشروع اور قرأت کا لحاظ کر کے پڑھ دے اور سننے والے بھی اول
سے آخر تک بطیب خاطر سنین اور دل پر بار نہ ہو تو ایسی حالت مین ختم شبینہ موجب ثواب ہے اگرچہ اسکا وجود
قرون ثلثہ مین نہین ہے مگر یہ بدعات حسنہ سے ہے جیسے مدارس وغیرہ کا بنانا امام غزالی نے بہت سے زاہدون سے
نقل کیا ہے کہ وہ شبینہ پڑھتے تھے **سوال** مقبرہ مین نماز پڑھنا جائز ہے یا نہین۔ **ھو المصوب** مقبرہ کے اندر نماز
پڑھنا شرک خفی اور کراہت سے خالی نہین ہے حجۃ اللہ البالغہ مین ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کلہا
مسجد الا المقبرۃ اقول الحکمۃ فی النہی عن المقبرۃ الاحتراز عن ان یتخذ قبور الاحبار والرہبان مساجدا
بان یسجد لہا کالاوثان وھو الشرک الجلی او یتقرب الی اللہ بالصلوۃ فی تلک المقابر وھو الشرک الخفی نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام زمین مسجد ہے مگر مقبرہ مین کہتا ہون کہ اسمین مصلحت احتراز کرنا ہے احبار اور رہبان
کی قبرون کو مساجد بنانے سے کہ انکے جانب سجدہ کیا جائے جیسے بت اور یہ ظاہر شرک ہے اور اس سے کہ ان مقابر مین
نماز پڑھنا قرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا جائے اور یہ شرک خفی ہے۔ حررہ محمد لمعان الحق عفی عنہ۔ **الجواب الصحیح** حررہ محمد
امان الحق عفی عنہ۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مین ہے۔ الکراھۃ لقول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سبع مواطن
لا تجوز الصلوۃ فیہا ظہر بیت اللہ والمقبرۃ الحدیث والمراد بعدم الجواز الکراھۃ فی غیر ظہر البیت بالاجماع
طلقا فیہ اور کراہت حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بدولت ہے کہ سات جگہون مین نماز جائز نہین
ہے بیت اللہ کی پشت کی طرف۔ مقبرہ مین الحدیث اور ظہر بیت اللہ کے علاوہ سب مین عدم جواز سے بالاجماع
کراہت مراد ہے واللہ اعلم کتبہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم **ھو الموفق** اشعۃ اللمعات اور مدارج النبوۃ مین
محقق دہلوی تحریر فرماتے ہین کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ
تم سے پہلے ایک گروہ تھا جنھون نے انبیا اور صلحا کی قبرون کو مساجد بنا لیا تھا اور دوسری روایت مین آیا ہے کہ آپنے
فرمایا یہود اور نصاریٰ پر لعنت ہو جنھون نے قبور انبیا کو مساجد بنا لیا اور دوسری روایت مین ہے کہ آپ نے دعا کی

اے اللہ میرے بعد میری قبر کو بت نہ بنانا اس قوم پر اللہ کا سخت غصہ ہو جس نے قبور انبیا کو مساجد بنا لیا) بیشک مین تم کو اس سے منع کرتا ہون اور مقابر کو مساجد بنا لینے سے مراد یہ ہو کہ قبور کی طرف سجدہ کرنا اور اُسکی دو صورتین ہین (۱) قبور کو سجدہ کرین اور اُنھین کی عبادت مقصود ہو جیسے بت پرست کرتے ہین (۲) عبادت خدا کی مقصود ہو مگر اعتقاد رکھتے ہین کہ نماز اور عبادت مین قبور کی طرف متوجہ ہونا قرب و رضائے الٰہی کا سبب ہو اور یہ دونون طریقے نامشروع ہین پہلا شرک جلی اور کفر صریح ہو اور دوسرا بھی شرک خفی کو شامل ہونے کی وجہ سے حرام اور ممنوع ہو اور نبی یا صالح کی قبر کی طرف بقصد تبرک و تعظیم نماز پڑھنا حرام ہو اسمین کسی کا علما مین سے اختلاف نہین ہے غنیۃ المستملی مین ہے لا باس بالصلوٰۃ فی المقبرۃ اذا کان فیہا موضع اعد للصلوٰۃ ولیس فیہ قبر وھذا لان الکراھۃ معللۃ بالتشبیہ باھل الکتاب وھو منتف فی ما کان علی الصفۃ المذکورۃ انتہی وقال العلامۃ الشیخ احمد الطحطاوی فی حاشیتہ علی مراقی الفلاح قولہ فی المقبرۃ بتثلیث الباء لانہ تشبہ بالیہود والنصاری قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعنۃ اللہ علی الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائہم مساجد سواء کانت فوقہا او خلفہ او تحت ماھو واقف ویستثنی مقابر الانبیاء فلا تکرہ الصلوٰۃ فیہا مطلقا منبوشۃ کانت اولا بعد ان لا یکون القبر فی جھۃ القبلۃ لانہم احیاء فی قبورھم الا تری ان مرقد اسمعیل فی الحجر تحت المیزاب وان بین الحجر الاسود و زمزم قبر سبعین نبیا ثم ان ذلک المسجد افضل ما یتحری للصلوٰۃ بخلاف مقابر غیرھم افادہ فی شرح المشکوٰۃ و فی زاد الفقیر و تکرہ الصلوٰۃ فی المقبرۃ الا ان یکون فیہا موضع اعد للصلوٰۃ لا نجاسۃ فیہ ولا قذر فیہ قال الحلبی لان الکراھۃ معللۃ بالتشبہ وھو منتف حینئذ و فی القھستانی عن جائز المضمرات لا تکرہ الصلوٰۃ الی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی صلوٰۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ انتھی و فی العالمگیریۃ ان کانت القبور ما وراء المصلے لا یکرہ فان کان بینہ وبین القبر مقدار لو کان فی الصلوٰۃ ویمر انسان لم لا یکرہ مقبرہ مین نماز پڑھنے مین کچھ حرج نہین ہو جبکہ اُس مین کوئی جگہ نماز کے لیے مقرر ہو اور اُس مین کوئی قبر نہو کیونکہ کراہت کی علت اہل کتاب کی تشبیہ ہے اور یہ حالت مذکورہ مین منتفی ہے انتہی علامہ شیخ احمد طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیے مین لکھا ہو قولہ فی المقبرۃ اس لیے کہ اس مین یہود اور نصاری کی تشبیہ ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو یہود اور نصاری پر خدا کی لعنت ہو جنھون نے اپنے نبیون کی قبرون کو مسجد بنا لیا خواہ قبر مصلے کے اوپر ہو یا نیچے یا پیچھے اور مقابر انبیا مستثنے ہین کیونکہ ہم اُن مین نماز مکروہ نہین سمجھتے مطلقا قبر ظاہر ہو یا نہو لیکن جہت قبلہ مین نہونا چاہیے اس لیے کہ وہ اپنی قبرون مین زندہ ہین کیا تم کو نہین معلوم کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار میزاب کے نیچے

پتھر مین ہی اور حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر نبیون کی قبرین ہین حالانکہ یہ مسجد نماز کے لیے دوسری مساجد سے افضل ہی بخلاف دوسرون کے مقابر کے جیسا کہ شرح مشکوۃ مین ہی اور زاد الفقیر مین ہے نماز مکروہ ہی مگر یہ کہ ہمین ایسی جگہ مقرر ہو جس مین نماز پڑھی جائے اور اُس مین نجاست اور گندگی نہو حلبی نے کہا ہی کیونکہ اُسکی علت تشبہ ہی اور وہ یہان منتفی ہی اور قہستانی نے جنائز المضمرات سے نقل کیا ہے کہ قبر کی جانب نماز مکروہ نہین مگر جب قبر اُسکے سامنے ہو کہ اگر خشوع وخضوع سے نماز پڑھے تو اُسکی نظر اُسپر پڑے اور عالمگیری مین ہے اگر قبرین نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہون تو نماز مکروہ نہین ہی کیونکہ اگر مصلی اور قبر کے درمیان مین اتنا فاصلہ ہو کہ حالت نماز مین جب کوئی شخص اُسکے سامنے سے گذرنا چاہے تو گذر جائے تو نماز مکروہ نہو گی واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر اللہ الاحد ھو المصوب مقابر مین نماز ادا کرنے کی کئی صورتین ہین (۱) قبور کو اپنا قبلہ بنائے اور اہل قبور کیطرف متوجہ ہو کر نماز پڑھے یہ شرک جلی ہے (۲) قبرون کو کھودکے وہان مسجد بنائے اور اُس مین نماز پڑھے یہ حرام ہی ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین انما حرم اتخاذ المسجد علیہا لان فیہا استنانا لسنۃ الیہود قال ابن مالک وقید علیہا بقید ان اتخاذ المسجد بجنبہا لا باس بہ قبرون پر مسجد بنانا حرام ہی کیونکہ یہ یہود کی سنت کی اتباع ہی یہ ابن مالک نے کہا ہے اور اس مین ایک قید یہ بھی بڑھائی ہی کہ قبرون کے پہلو مین مسجد بنانے مین کچھ حرج نہین ہی (۳) اگرچہ قبرون کو اپنا قبلہ نہ بنائے مگر قبرین اُسکے سامنے ہون اس صورت مین اگر بیچ مین کوئی فاصل نہو تو نماز مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین اور اسیطرح اگر قبور پہلو مین یا داہنے بائین ہون۔ زیلعی نے لکھا ہی ویکرہ الصلوۃ الی القبور وبین القبور انتہی قبرون کی طرف اور قبرون کے بیچ مین نماز مکروہ ہی اور خزانۃ الروایۃ مین ہے فی مفید المستفید من الحاوی سئل ابو نصر عن ذلک فقال ان کان القبر وراء المصلے لا یکرہ فانہ ان کان بینہ وبین القبور مقدار مالو مر انسان بین یدیہ لم لا یکرہ فکذا ہہنا والحد الفاصل موضع سجودہ مفید المستفید مین حاوی سے نقل کیا ہی کہ اسکے متعلق ابو نصر سے پوچھا گیا تو اُنھون نے کہا قبر اگر مصلی کے پیچھے ہو تو نماز مکروہ نہین ہی کیونکہ اگر مصلی اور قبور کا درمیانی فاصلہ اتنا ہو کہ حالت نماز مین گذرنے والا گذر سکے تو نماز مکروہ نہوگی اور یہی حالت یہان بھی ہی اور حد فاصل جائے سجدہ ہی (۴) اگر قبرین مصلی کے پیچھے ہون تو نماز مکروہ نہین ہی (۵) اگر مقبرہ مین مسجد بنائی ہو تو بھی کوئی خلل نہین ہی واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

**سوال** چلتی ہوئی ریل مین نماز فرض اور واجب اور سنت فجر بلا عذر جائز ہی یا نہین اور جان ومال یا سواری کا تلف ہونا اور ساتھیون سے الگ ہو جانا عذر شرعی ہی یا نہین

**جواب** سب نمازین چلتی ہوئی ریل مین بلا عذر جائز ہین نہر الفائق مین ہی والعجلۃ ان لم یکن طرفہا علی الدابۃ فکالسریر اور گاڑی اگر کسی جانور پر نہ رکھی ہوئی ہو تو اسکا حکم تخت کا ہی اور مختار الفتاوی مین ہے لو سجد علی العجلۃ ان کانت علی البقر لا یجوز وان کانت علی الارض یجوز اگر گاڑی پر سجدہ کیا اور وہ گاے پر رکھی ہوئی تھی تو نماز نہ جائز ہوگی اور اگر زمین پر رکھی تھی تو جائز ہوگی اور فتح القدیر مین ہے وعلی العجلۃ علی الارض کالسریر لا ان کانت علی البقر کالبساط المشدود بین الاشجار اور اس گاڑی پر جو زمین پر رکھی ہو ویسی ہی نماز جائز ہی جیسے تخت پر اور اگر گاے پر ہو تو نہین جیسا کہ وہ بچھونا جو درختون کے بیچ مین بندھا ہوا ہو اور عینی شرح کنز مین ہی والعجلۃ کالدابۃ ان کان طرفہا علی الدابۃ سواء کانت سائرۃ اولا وان لم یکن فکالسریر اور گاڑی کا حکم جانور کا ہے اگر وہ جانور پر رکھی ہو خواہ جانور چل رہا ہو یا نہ چل رہا ہو اور اگر جانور پر نہ رکھی ہو تو اُسکا حکم تخت کا ہی ان روایتون سے ظاہر ہوگیا کہ جو گاڑی جانور پر نہ رکھی ہو جب ہو وہ خود چلے یا کوئی آدمی کسیطرح چلائے یا رسی سے کھینچی جائے اسپر نماز جائز ہے کیونکہ شق ثانی مطلق اور بجای خود مصرح ہی المطلق یجری علی اطلاقہ یعنی مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہتا ہی اگر اسپر بھی تفصیل کی حاجت ہی تو رد المحتار کو دیکھو کہ وہ درمختار کے قول لو واقفۃ کے تحت مین کیا کہتے ہین کذا قیدہ فی شرح المنیۃ ولم ارہ لغیرہ یعنی اذا کانت العجلۃ علی الارض ولم یکن شئ منہا علی الدابۃ وانما لہا حبل مثلا تجرہا الدابۃ یصح الصلوۃ علیہا بلا عذر لانہا حینئذ کالسریر الموضوع علی الارض ومقتضی ہذا التعلیل انہا لو کانت سائرۃ فی ہذہ الحالۃ لا تصح الصلوۃ علیہا بلا عذر وفیہ تامل لان جرہا بالحبل مع علی الارض لا یخرجہا عن کونہا علی الارض وفیہ عبارۃ التاتارخانیۃ عن المحیط وہی لو صلی علی العجلۃ ان کان طرفہا علی الدابۃ وہی تسیر تجوز فی حالۃ العذر ولا یجوز فی غیرہا وان لم یکن طرفہا علی الدابۃ جازت وہی بمنزلۃ الصلوۃ علی السریر الخ فقولہ وان لم یکن الخ یفید ما قلنا لانہ راجع الی اصل المسألۃ وقد قیدہا بقولہ وہی تسیر ولو کان الجواز مقیدا بعدم السیر لقیدہ بہ فتامل ایسی ہی شرح منیہ مین قید لگائی ہی لیکن یہ مین نے کسی اور کتاب مین نہین دیکھا ہی یعنے جب گاڑی زمین پر رکھی ہوئی ہو اور اُسکا کوئی حصہ کسی جانور پر نہو اور اس مین کوئی رسی بندھی ہو جسے جانور کھینچ رہا ہو تو اُسپر بلا عذر نماز صحیح ہی اس لیے کہ ایسی حالت مین اسکا حکم اس تخت کا ہی جو زمین پر رکھا ہوا ور مقتضای تعلیل تو یہ ہی کہ اگر زمین پر رکھی ہوئی گاڑی چل رہی ہو تو اسپر بلا عذر نماز جائز ہو اور اس مین کلام ہی کیونکہ رسی سے کھینچنا جبکہ گاڑی زمین پر رکھی ہوئی ہو اُسے زمین پر ہونے سے خارج نہین کرسکتا اور یہی تاتارخانیہ کی محیط سے نقل کی ہوئی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر گاڑی پر نماز پڑھی اور وہ چلتے ہوے جانور پر رکھی ہوتی تھی تو حالت عذر مین نماز جائز ہوگی اور بلا عذر نہ جائز ہوگی اور اگر وہ کسی

جانور پر نہ تھی تو نماز جائز ہوگی اور بمنزلہ تخت پر نماز پڑھنے کے ہوگی الخ پس اُسکے قول ان لم یکن الخ سے نماز کا صحو
حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ اصل مسئلہ کی جانب راجع ہے اور اصل مسئلہ میں سواری کو چلتے ہوئے ہونے سے مقید کیا ہے
پس اگر یہاں چلتی ہوئی نہ ہونیکی قید ہوتی تو قید لگا دیتا او قسطلانی نے توشیح بخاری میں حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یسبح علی الراحلۃ قبل ای وجہ توجہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم راحلہ پر نماز نفل
پڑھتے جسطرف اُس کا رُخ ہوتا کے تحت میں لکھا ہو وہی سائرۃ فلو صلیت علی ھودج علیھا وھی واقفۃ صحت و
کذا لو کان فی سریر یحملہ رجال ولو مشوا بہ درحالیکہ چل رہا تھا اور اگر ہودج میں نماز پڑھی جو کسی رکے ہوئے
جانور پر تھا تو نماز صحیح ہوگی اور اسی طرح اُس تخت پر جسے لوگ لیے جا رہے ہیں۔ فقہا نے اعذار مذکورہ سوال کو اعذار
شرعیہ میں شمار کیا ہے ظہیریہ میں ہے لا یجوز المکتوبۃ الا بعذر ومن الاعذار ان یخاف من نزول الدابۃ بنفسہ علی
نفسہ او دابتہ من سبع او لص او کان فی طین لا یجد علی الارض مکانا یابسا او کانت الدابۃ جموحا لو نزل
لا یمکنہ الا بمعین او کان شیخا کبیرا فرض نماز سواری پر بغیر عذر کے درست نہیں ہے اور اعذار میں سے یہ ہے کہ سواری
پر سے اترنے میں اپنے جان یا سواری کے متعلق کسی درندہ یا چور کا خوف ہو یا ایسی جگہ پر ہو جہاں کوئی حصہ زمین خشک
نہ ملے یا سواری سرکش ہو کر بغیر دوسرے کی مدد کے اُسپر سے اتر نہ سکتا ہو یا بہت بوڑھا ہو۔ اور فتاوی قاضی خان
میں مذکور ہے۔ ومن الاعذار ان یخاف من نزول الدابۃ علی نفسہ او علی دابتہ من سبع او لص او کان فی
طین وردغۃ لا یجد علی الارض مکانا یابسا اور اعذار میں سے یہ ہے کہ اُسے سواری سے اترنے میں اپنی جان
یا سواری کا چور یا درندہ سے خوف ہو یا ایسی جگہ ہو جہاں خشک زمین نہ ملے اور صاحب درمختار نے بارش اور
ساتھیوں کے چلے جانے کو بھی عذر مانا ہے واللہ اعلم حررہ خادم علماء الراسخین المفتقر الی رحمۃ اللہ الصمد السید
امیر احمد عفی عنہ ھو الموفق۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز فرض ہو یا غیر فرض ریل گاڑی میں چلتی ہوئی ہو یا
رکی ہوئی جائز ہے اور اعذار مذکورہ سوال موکد جواز ہیں واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی
تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** عشا کی نماز آدھی رات کے بعد پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا نہیں اور اگر مکروہ تحریمی
ہے تو واجب الاعادہ ہے یا نہیں اور اگر واجب الاعادہ ہو تو کس وقت اعادہ کیا جائے۔ **جواب** عشا کی نماز آدھی
رات کے بعد پڑھنا مکروہ تحریمی ہے عینی شرح ہدایہ میں ہے تاخیرہ الی النصف الاخیر مکروہ لما فیہ من تقلیل الجماعۃ
وفی القنیۃ الکراھۃ للتحریم عشا کی نماز میں نصف آخر تک تاخیر مکروہ ہے کیونکہ اس سے جماعت میں کمی ہو جاتی ہے
اور قنیہ میں ہے کہ کراہت تحریمی ہے اور طحطاوی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں التاخیر الی ما بعد النصف مکروہ

والکراھۃ تحریمیۃ تاخیر نصف شب کے بعد تک مکروہ ہی اور کراہت تحریمی ہی اور قنیہ مین ہی تاخیر العشاء الی ما زاد علی نصف اللیل والعصر الی وقت اصفرار الشمس والمغرب الی اشتباک النجوم یکرہ تحریما عشا کی تاخیر آدھی رات سے زائد تک اور عصر کی آفتاب کے زرد ہونے تک اور مغرب کی ستارون کے روشن ہونے تک مکروہ تحریمی ہی - لیکن اعادہ میں اُسکے متعلق تمام فقہانے کلیہ قاعدہ لکھا ہی کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تعاد وجوبا جو نماز بکراہت تحریمی ادا کی جائے اُسکو دہرانا واجب ہی اور خیر الدین رملی حواشی بحر الرائق مین اور ابن عابدین رد المحتار مین اسکی تصریح کرتے ہین کہ اعادہ کا وجوب بقاے وقت کے ساتھ خاص نہین ہی بل ھی واجبۃ فی الوقت وبعدہ علی الاصح بلکہ اعادہ واجب ہے وقت مین اور بعد وقت کے بھی بروایت اصح اور یہ ظاہر ہی کہ عشا کی اس نماز کا رات مین اعادہ کرنا جو نصف شب کے بعد پڑھی گئی ہی بیکار ہی کیونکہ یہ بھی اُسی پہلی نماز کیطرح مکروہ تحریمی ہوجائے گی - لہذا مصلی کو چاہیے کہ طلوع صبح صادق کے بعد اسکو دہرائے اور اگر اُس عشا کی نماز کا اعادہ نہ کیا جو آدھی رات کے بعد پڑھی تو اُتنا گناہگار ہوگا جتنا واجب کے ترک سے ہوتا **سوال** جولاہے مین جو نکاح ثانی بھی کرتے ہین اگر عالم باعمل ہو تو اُسکی امامت جائز ہے یا نہین اور نکاح ثانی کرنے والون کو رذیل کہنے اور اُن سے مراعات اسلامی ترک کرنے والے کیسے ہین - **جواب** فقہاے حنفیہ اس بات پر متفق ہین کہ امامت کے لیے عالم باعمل جو فواحش ظاہرہ سے بچتا ہو افضل ہو پس جولاہہ کی امامت جو عالم باعمل ہے افضل اور احق ہی اور نکاح ثانی مسنون ہی اسکو بُرا جاننے والا اور نکاح ثانی کرنے والون سے مراعات اسلامی ترک کرنے والا گنہگار ہوگا بلکہ من حیث شرعی ہونے کے کسی امر شرعی کو جو شخص بُرا جانتے اُسکے کفر کا خوف ہی **سوال** بکر نے زید کو ہمیشہ اپنے ساتھ سفر مین رکھنے کے لیے نوکر رکھا پس زید ایسی سفر کی حالت مین قصر کرے یا نہین اور ایسے نوکر کا قیاس اہل اخبیہ پر ہوسکتا ہی یا نہین **جواب** صورت مذکورہ مین زید قصر کرے جبتک کہ بکر اقامت نہ کرے پھر اگر کسی جگہ بکر نے اقامت کی نیت کر لی تو زید بھی اُسکی تبعیت مین مقیم ہو جائیگا کیونکہ صورت مسئولہ مین زید اجیر ہے اور اجیر کو فقہانے توابع مین شمار کیا ہی اور زید کا قیاس مردان صحرائی پر نہین ہو سکتا کیونکہ اخبیہ سے جنپر قصر واجب نہین وہ لوگ مراد ہین جو صحرا کے سوا کوئی دوسرا وطن اصلی رکھتے ہی نہون بحر الرائق مین ہے ظاہر کلام البدائع ان اھل الاخبیۃ لا یحتاجون الی نیۃ الاقامۃ فالمفاز لھم کالامصار والاقامۃ اصل والسفر عارض وھم لا ینوون سفرا وانما ینتقلون من ماء الی ماء ومن مرعی الی مرعی ظاہر کلام بدایع یہ ہی کہ جنگلی آدمیون کو نیت اقامت کی ضرورت نہین ہی کیونکہ جنگل ہی اُنکا گھر ہی جیسے کہ شہر اور اقامت اصل ہی اور سفر عارضی

اور وہ نیت سفر نہین کرتے بلکہ ایک پانی سے دوسرے پانی اور ایک چراگاہ سے دوسرے چراگاہ تک جاتے رہتے
ہین بلکہ زید کا قیاس ملاح پر کرنا چاہیے جو وطن اصلی رکھنے کے ساتھ ہمیشہ سفر مین رہتا ہے زاہدی شرح قدوری
مین لکھتے ہین الملاح مسافر الا عند الحسن کہ سوا حسن کے نزدیک ملاح مسافر ہو پس جبکہ ملاح پر قصر واجب ہی تو زید
پر بھی قصر واجب ہوگا **سوال** شیعون کی مسجد مین سنیون کو نماز پڑھنا درست ہی یا نہین **جواب** درست ہے
**سوال** زید مغرب یا عشا کا امام ہوا اور عمر و اور خالد وغیرہ مقتدی ہوے زید نے پہلی رکعت مین سورۂ فاتحہ کے
بعد ارأیت الذی اور دوسری رکعت مین سورۂ فاتحہ کے بعد الم ترکیف پڑھی پس نماز ہوئی یا نہین اور یون پڑھنا
جائز ہی یا نہین اور فجر کی فرض پڑھنے کے بعد ایک شخص نے فجر کی سنتین پڑھین تو اُسکی نماز فرض ادا ہوئی یا نہین۔
**جواب** صورت اول مین اگر عمدًا اسطرح پڑھا ہی تو نماز مکروہ ہوگی اور اگر عمدًا نہین پڑھا تو مکروہ نہوگی خلاصہ مین
ہے الجمع بین سورتین بینہما سورۃ واحدۃ فی رکعتین یکرہ وان کانت السورۃ طویلۃ لا یکرہ کما اذا کانت بینہما
سورتان قصیرتان وان قرأ فی رکعۃ واحدۃ سورۃ وفی اخری سورۃ اخری فوق تلک السورۃ فہو مکروہ الا
اذا وقع من غیر قصد دو رکعتون مین دو ایسی سورتین پڑھنا جنکے بیچ مین کوئی ایک سورت ہو مکروہ ہی اور اگر
سورت بڑی ہی تو مکروہ نہین ہی جیسا کہ درمیان مین دو چھوٹی سورتین ہون اور اگر ایک رکعت مین ایک سورت پڑھی اور دوسری
رکعت مین اُسکی قبل کی کوئی سورت پڑھی تو نماز مکروہ ہوگی لیکن اگر قصدًا ایسا نہوا ہو تو مکروہ نہوگی اور فرض فجر کے بعد سنت کے ادا کرنیسے نماز فرض
مین کچھ فتور نہین آتا **سوال** فرض جمعہ کے بعد چار رکعت ظہر احتیاطی پڑھنا جائز ہے یا نہین اور اسکا ثبوت صحابہ اور
تابعی اور تبع تابعی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہے یا نہین **جواب** سلف سے جمعہ کے بعد ادائے ظہر منقول نہین ہی مگر
اکثر فقہاے متاخرین نے ادائے ظہر کو احوط لکھا ہی اس سبب سے کہ تعدد جمعہ مین علما کا اختلاف ہی اور مصر کی تعریف مین بھی
جو وجوب جمعہ کے شرائط مین سے ہی اختلاف واقع ہی پس ادائے ظہر مین احتیاط ہے اور یہ فرضیت جمعہ کو منافی نہین
ہی اگرچہ مفتی بہ یہی قول ہی کہ ایک شہر مین تعدد جمعہ جائز ہی لیکن اگر ادائے ظہر احتیاطی کے وقت ادائے جمعہ یا اس کی
فرضیت مین شک پیدا ہو تو شک دفع کرے اور ظہر احتیاطی نہ پڑھے **سوال** اگر کسی حافظ نے عشرۂ اولی رمضان
مین ایک کلام مجید کسی مسجد مین ختم کر کے ایسی دوسری مسجد مین جہان پہلے عشرے مین قرآن شریف نہین ہوا دوسرا
قرآن شریف شروع کیا تو سنت موکدہ ان مقتدیون کی اس امام کے پیچھے جو سنت موکدہ ادا کر کے اب نفل ادا کر رہا
ہی ادا ہوگی یا نہین۔ **ہو الموفق** ان مقتدیون کا ختم ادا ہو جائیگا واللہ اعلم بالصواب کتبہ ابو الاحیا محمد نعیم غفرلہ
العلی الرب الحکیم۔ **ہو المصوب** فقہا اس امر مین مختلف ہین کہ ایک ختم کے بعد آیا تراویح سنت رہتی ہی یا نہین

بعض کے نزدیک سنت نہین رہتی کیونکہ تراویح کی مشروعیت ختم کلام اللہ ہی کے لیے ہی لیکن مفتی بہ در مختار محققین کا یہ ہی کہ تراویح الگ سنت ہی اور ختم الگ کوئی ایک دوسری کا تابع نہین پس ختم کلام اللہ کے بعد بھی تراویح سنت باقی رہیگی پس سوال مذکورہ مین قول اول کے موافق مقتدیون کے ذمہ سے ختم ساقط نہوگا بلکہ اُنکو ایسے امام کی اقتدا جائز نہین خزانۃ الروایہ مین ہی فی السغناقی امام ختم فی التراویح مرۃ وختم ثانیا بغیر هذا القوم لا یخرج هذا القوم الثانی عن السنیۃ لان الامام خرج من السنیۃ فصار له نفلا فیه یکون ثواب صلوۃ النفل ولا یدرکون ثواب صلوۃ التراویح وفی رسالۃ مولانا صدر الدین احسام فی مسائل التراویح فان قلت ما تقول فی امام ختم فی التراویح ثم شرع فی الختم ثانیا هل یجوز الاقتداء لمن لم یسمع الختم ولو اقتدی به هل یکون هذا الختم محسوبا قلت کانت هذه المسألۃ دائرۃ فی مجلس اساتذۃ الدهلی زمانا طویلا فقال بعضهم لا یجوز لانه بناء القوی علی الضعیف اذ هذا التراویح للمقتدی سنۃ موکدۃ ولم یبق فی حق الامام سنۃ موکدۃ بل صار فی حقه تطوعا والسنۃ اقوی حالا منه وقاسوه علی اقتداء المفترض بالمتنفل وقال بعضهم یجوز وقد وری بعض اهل العلم من کنز الفتاوی رجل ام قوما فی التراویح وختم فیها ثم ام قوما اخرین له ثواب الفضیلۃ ولهم ثواب الختم وهذا الکتاب غیر مشهور بین العلماء فلا وثوق به مع انه لا یفهم منه سقوط سنۃ الختم سغناقی مین ہی کہ ایک امام نے ایک قرآن شریف تراویح مین ایک قوم کے ساتھ ختم کیا اور پھر دوسرا دوسری قوم کے ساتھ تو اس دوسری قوم کے ذمے سے سنت ساقط نہو گی کیونکہ امام کا دوبارہ ختم قرآن سنت نہین ہی تو اُسکے لیے یہ نفل ہوگا پس مقتدی نفل کا ثواب پائین گے تراویح کا نہ پائین گے اور رسالہ مولانا صدر الدین حسام مین مسائل تراویح مین ہی کہ اگر کوئی سوال کرے ایک امام کے متعلق جسنے ایک قرآن شریف تراویح مین ختم کیا اور پھر دوسرا شروع کیا تو اسکی اقتدا ان لوگونکو جائز ہی جنھون نے ختم نہین سنا ہی اور اگر وہ لوگ اقتدا کرین تو یہ ختم محسوب ہوگا یا نہین مین کہونگا کہ یہ مسئلہ اساتذہ دہلی کی مجلس مین ایک عرصہ تک زیر بحث تھا بعض نے کہا کہ اقتدا درست نہین کیونکہ اس مین قوی کی بنا ضعیف پر لازم آئے گی کیونکہ مقتدی کی تراویح سنت مؤکدہ ہے اور امام کی سنت موکدہ نہین بلکہ نفل ہے اور نفل سے سنت زائد قوی ہی اور انھون نے اس صورت کا قیاس کیا ہی اُس صورت پر جس مین فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے اور بعضون نے کہا جائز ہی اور بعضون نے کنز الفتاوی سے نقل کیا ہی کہ ایک شخص نے تراویح مین ایک قوم کی امامت کی اور اُس مین قرآن شریف ختم کیا پھر دوسری قوم کی امامت کی تو اُس امام کو فضیلت کا ثواب ملیگا اور ان مقتدیونکو ختم کا اور یہ کتاب علما مین مشہور نہین ہی اسی لیے قابل اعتماد نہین علاوہ برین اس سے سنت ختم کا ادا ہو جانا ثابت بھی نہین ہوتا ہی۔ اور دوسرے قول کے موافق اگرچہ تراویح مقتدیون کے ذمے سے ساقط ہو جائے گی

کیونکہ سنت تراویح میں امام و مقتدی دونوں برابر ہیں مگر سقوط ختم میں مشکل ہے کیونکہ ضعف نماز امام کو اگرچہ وہ ہی ایک رکن سے ہو فقہا مانع اقتدا لکھتے ہیں جیساکہ درمختار وغیرہ میں مذکور ہے اما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لا بعدہ فی ما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتدی فی الاولیین او القراءۃ لو اقتدی فی الاخریین مسافر کا مقیم کی اقتدا کرنا وقت کے اندر صحیح ہے اور وقت کے بعد نہیں کیونکہ قعدہ میں فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کا مقتدی ہو جائیگا اگر اول کی دونوں رکعتوں میں اقتدا کی ہے اور قرات میں اگر آخر کی دونوں رکعتوں میں اقتدا کی ہے۔ اس صورت میں باوجودیکہ امام اور مقتدی دونوں نے فرض کا تحریمہ باندھا ہے اجزای نماز امام کے ایک جزو کے ضعف کی وجہ سے فساد اقتدا کا حکم دیا گیا ہے اسی لیے صورت سوال میں بھی مقتدیوں کے عدم سقوط ختم کا حکم دیا جائیگا اور سغناقی کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے پس جب اسکے سقوط ختم اور عدم سقوط میں اختلاف واقع ہوا تو امام کو چاہیے کہ ختم ثانی کو مع تراویح اپنے اوپر نذر کرکے اختیار کرے اور کہے للہ علی ان اختم القران فی صلوۃ التراویح خدا کی راہ میں لیے اوپر واجب ہے کہ میں ایک قرآن نماز تراویح میں ختم کروں۔ تاکہ امام کا ختم واجب اور مقتدیوں کی اقتدا درست ہو جاے اور اسکی تفصیل خزانۃ الروایۃ میں مذکور ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** جس شخص نے فرض تنہا اور تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی ہو وہ وتر جماعت کے ساتھ ادا کرے یا تنہا **جواب** قنیہ میں عین الائمہ سے اور تاتارخانیہ میں علی بن احمد سے مرقوم ہے کہ جسنے عشا جماعت کے ساتھ نہیں ادا کی ہو وہ وتر بھی جماعت کے ساتھ نہ ادا کرے اور غنیہ وغیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے لیکن کوئی قوی وجہ عدم جواز کی معلوم نہیں ہوتی بلکہ جواز کی وجہ پائی جاتی ہے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں ہے واذا لم یصل الفرض مع الامام فعن عین الائمۃ الکرابیسی انہ لا یتبعہ فی الوتر ولا فی التراویح وکذا اذا لم یتابعہ فی التراویح لا یتابعہ فی الوتر وقال ابو یوسف اذا اصلے مع الامام شیئا من التراویح یصلے معہ الوتر وکذا اذا لم یدرک شیئا وکذا اذا صلے التراویح مع غیرہ لہ ان یصلے الوتر معہ وھو الصحیح ذکرہ ابو اللیث انتھی وفی مختصرہ واذا لم یصل الفرض مع الامام قیل لا یتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل معہ التراویح لا یتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ اور جب فرض امام کے ساتھ نہیں پڑھی تو عین الائمہ کرابیسی نقل کرتے ہیں کہ تراویح اور وتر کسی میں اسکی اقتدا نکرے اور ایسا ہی اگر تراویح اسکے ساتھ نہ پڑھے تو وتر میں اسکی اقتدا نکرے اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر اسکے ساتھ تراویح کی چند رکعتیں پڑھلی ہیں تو وتر بھی اسکے ساتھ پڑھ سکتا ہے اور یہی حکم ہے جب امام کے ساتھ اس نے

کچھ نہ پڑھا ہو اور یہی حکم ہی جب تراویح دوسرے کے ساتھ پڑھی ہو تو وہ وتر اس امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہو اور یہی صحیح ہو ایسا ہی ابو اللیث نے ذکر کیا ہے اور مختصر بنیۃ المصلی مین ہی کہ جب فرض امام کے ساتھ نہین پڑھے تو تراویح اور وتر مین اسکی اقتدا نہ کرے اور جب اُسکے ساتھ تراویح نہ پڑھی تو وتر مین اُسکی اتباع نہ کرے اور صحیح یہ ہے کہ ان سب صورتون مین اُسکی اتباع جائز ہی واللہ علیم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفرلہ اللہ العلی الرب الحکیم **سوال** (۱) اصول و فقہ کی محققین مین سے کون مواظبت صحابہ کی موکدیت کا قائل ہی اور کس کتاب مین ہی (۲) کس حدیث سے مواظبت خلفاے راشدین بیس رکعت تراویح پر ثابت ہی **جواب** (۱) جو مشہور ہی وہ السنۃ ما واظب علیہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی لیکن مدققین نے او الخلفا کا لفظ زائد کرکے اس کی صراحت کی ہی کہ جس طرح تارک سنت نبوی پر عتاب ہوگا اُسیطرح تارک سنت خلفاے راشدین پر عتاب ہوگا بدر الدین عینی بنایہ شرح ہدایہ مین لکھتے ہین سیرۃ العمرین لاشک فی ان فی فعلہا ثواب وفی ترکہا عقاب لانا امرنا بالاقتداء بہما لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر وعمر فاذا کان الاقتداء بہما مامورا بہ یکون واجبا وتارک الواجب یستحق العقاب والعتاب اس مین شک نہین کہ افعال حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا کرنا ثواب سے خالی نہین بلکہ اس کے ترک مین عذاب ہی کیونکہ ہمین ان دونون حضرات کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اقتدا کرو اُن دو آدمیونکی جو میرے بعد ہین یعنے ابو بکر رض اور عمر رض پس اُنکی اقتدا ماموربہ اور واجب ہی اور واجب کا ترک کرنے والا عقاب اور عتاب کا مستحق ہی اور محقق کمال الدین بن ہمام تحریر الاصول مین لکھتے ہین قسم الحنفیۃ العزیمۃ الی فرض ما قطع بلزومہ و واجب ما ظن وسنۃ الطریقۃ الدینیۃ منہ علیہ الصلوۃ والسلام او الخلفاء الراشدین او بعضہما اور حنفیہ نے عزیمت کی تقسیم اُس فرض کے جانب کی ہی جسکے لزوم کا یقین ہو اور اُس واجب کے جانب جس مین شک ہو اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین وغیرہ کی دینی سنت کے جانب اور مولانا عبد العلی بحر العلوم شرح تحریر مین لکھتے ہین ینبغی ان یراد اعم من ان یکون طریقۃ دینیۃ مستمرۃ فی الدین منہ صلے اللہ علیہ وعلی الہ وسلم بان باشرہ اولا بان استمر الناس علیہا باذنہ او باذن الخلفاء چاہیے کہ عام مراد لیجائے خواہ دینی طریقہ ہو جسپر حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کے دین مین عملدرآمد رہا ہو آپنے خود اُسپر عمل فرمایا ہو یا نہین بلکہ لوگ آپ کے یا خلفا کے حکم سے اُس کی پابند رہے ہون اور علامہ عبد العزیز بخاری کشف اصول بزدوی مین لکھتے ہین اما التراویح فی رمضان فانہا سنۃ الصحابۃ فانہ لم یواظب علیہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بل واظب علیہا الصحابۃ وہذا مما یندب الی تحصیلہ ویلام علی ترکہ ولکنہ دون

ما واظب علیه الرسول صلی الله علیه وسلم فان سنة النبی اقوی من سنة الصحابة هذا عندنا واصحاب
الشافعی یقولون السنة ما واظب علیه النبی علیه السلام فاما النفل الذی واظب علیه الصحابة فلیس بسنة
وهو علی اصلهم مستقیم فانهم لا یرون اقوال الصحابة حجة وعندنا اقوالهم حجة فیکون افعالهم سنة لانها
طریقة امرنا باحیائها لقوله تعالی لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة ولقوله علیه الصلوة والسلام علیکم
بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین اور تراویح رمضان تو صحابہ کی سنت ہے کیونکہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا
اسکی پابندی نہین فرمائی بلکہ صحابہ نے ایسا کیا اور یہ اُن چیزون مین سے ہے جسکے کرنے پر یہ تعریف اور نہ کرنے پر ملامت
کیجائے گی لیکن اسکا مرتبہ اس سے کم ہے جسپر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو کیونکہ سنت
نبوی سنت صحابہ سے زیادہ قوی ہے یہ ہمارا خیال ہے اگر شافعیہ کے نزدیک سنت وہ ہے جسکی نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے پابندی کی ہو لیکن نفل جسکی صحابہ پابندی کرین سنت نہین ہے اور یہ راے مذہب شافعیہ پر درست ہے
کیونکہ وہ اقوال صحابہ کو حجت نہین مانتے اور ہمارے نزدیک اُنکے اقوال حجت ہین تو اُن کے افعال بھی سنت ہونگے
کیونکہ ہمین اس طریقے کے احیا کا حکم ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے لیے رسول اللہ مین اچھی خصلتین ہین اور
حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تمکو میری اور خلفاے راشدین کی سنت کی اتباع ضروری ہے تبیین
شرح حسامی مین ہے اعلم ان السنة فی اللغة هی الطریقة حسنة کانت او سیئة یدل علیه قوله علیه السلام من
سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الی یوم القیامة ومن سن سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من
عمل بها الی یوم القیامة وفی عرف الشرع یراد بها طریقة الدین اما للرسول او للصحابة حتی یقال سنة الرسول
او سنة الخلفاء الراشدین فلا یختص مطلق السنة بسنة الرسول خلافا للشافعی وقال القاضی ابو زید یحتمل
انه لم یبلغه استعمال السلف اطلاق السنة علی طریقة العمرین والصحابة لانه کان بعد ابی حنیفة بقرن او
بقرنین وحکمها ان یطالب المرء باقامتها ویعاقب علی ترکها لانه لا یخلو اما ان تکون طریقة للرسول او طریقة
للصحابة وکل واحدة من الطریقتین امرنا باحیائها ونهینا عن اماتتها جاننا چاہیے کہ لغت مین سنت کے
معنے طریقے کے ہین چاہے اچھا ہو یا برا حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والتحیات نے فرمایا ہے جسنے کوئی عمدہ طریقہ نکالا
تو اُسے اُسکا اور قیامت تک جو لوگ اُسپر عمل کرین گے اُنکا ثواب ملیگا اور جس نے کوئی بُرا طریقہ نکالا اُسپر اسکا اور قیامت
تک جو لوگ اُسپر عمل کرین گے انکا گناہ ہوگا اور اصطلاح شرع مین سنت طریقۂ دین کو کہتے ہین خواہ صحابہ کا ہو یا نبی
صلے اللہ علیہ وسلم کا یہان تک کہا جاتا ہے کہ یہ رسول کی سنت ہے اور یہ صحابہ کی سنت ہے پس سنت رسول کیساتھ

خاص نہو گی اور اس مین امام شافعی کو اختلاف ہی اور قاضی ابو زید نے کہا ہی احتمال یہ ہے کہ امام شافعی کو سلف کے
اطلاق سنت کی طریقۂ عمرین وصحابہ پر خبر نہ پہونچی ہو کیونکہ وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ایک یا دو قرن بعد تھے
سنت کا حکم یہ ہو کہ اُسکے کرنیکا مطالبہ کیا جائے اور نہ کرنے پر عتاب ہو کیونکہ وہ یا تو طریقۂ رسول ہے یا طریقۂ صحابہ اور
ہمین دونون کی اجباع کا حکم دیا گیا ہے اور اہانت کی ممانعت کی گئی ہی اور علامہ فصیح الدین شرح وقایہ مین لکھتے ہین السنۃ
الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین بلا وجوب ولا افتراض وفسرھا بعضھم بما واظب مع الترک احیانا وذکر فی المحیط
السنۃ سنتان سنۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وسنۃ اصحابہ فسنۃ الرسول ھی الطریقۃ التی واظب علیہا کرکعتی
الفجر وسنۃ الصحابۃ الطریقۃ التی واظبوا علیہا سنت وہ طریقہ ہی جسپر بلا کسی وجوب وفرضیت کے حکم کے عملدرآمد ہو
اور بعضون نے اسکی تعریف یہ کی ہے جسپر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو اور کبھی احیاناً ترک بھی کر دیا ہو
محیط مین ہو کہ سنتین دو طرح کی ہین ایک نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت دوسری اُن کے اصحاب کی سنت آپکی سنت
وہ ہو جسپر آپ نے مواظبت فرمائی ہو جیسے فجر کی دو سنتین اور صحابہ کی سنت وہ ہے جسپر اُنھون نے مواظبت
فرمائی ہو طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح مین لکھتے ہین السنۃ عند الحنفیۃ ما فعلہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم او صحبہ
بعدہ قال فی السراج ما فعلہ النبی او واحد من الصحابۃ فان سنۃ اصحابہ امر علیہ السلام باتباعہا بقولہ
علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین وقولہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم حنفیہ کے نزدیک سنت
وہ ہے جسے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے یا آپ کے بعد آپ کے اصحاب نے کیا ہی سراج وہاج مین ہو کہ سنت
وہ ہی جسے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو یا آپ کے اصحاب مین سے کسی نے کیا ہو کیونکہ حضور روحی فداہ
نے ہمین سنت اصحاب کی اتباع کا حکم دیا ہی آپ فرماتے ہین تمپر میری اور خلفاے راشدین کی سنت کی پیروی
ضروری ہی اور حضور روحی فداہ نے فرمایا ہے میرے اصحاب ستارون کے مانند ہین جسکی اقتدا کروگے ہدایت پا جاؤگے
علامہ عبد العزیز بخاری صاحب کشف تحقیق منتخب حسامی مین لکھتے ہین ذکر ابو الیسر اما حکم السنۃ فھو ان کل فعل
واظب علیہ رسول اللہ علیہ السلام مثل التشہد فی الصلوات والسنن الرواتب یندب الی تحصیلہ ویلام
علی ترکہ مع لحوق اثم یسیر وکل فعل لم یواظب علیہ بل ترکہ فی بعض الاحوال کالطہارۃ لکل صلوۃ وتکرار الغسل
فی اعضاء الوضوء والترتیب فی الوضوء فانہ یندب الی تحصیلہ ولا یلام علی ترکہ واما التراویح فی رمضان فانہا
سنۃ الصحابۃ اذ لم یواظب علیہا رسول اللہ بل واظب علیہ الصحابۃ وھی مما یندب الی تحصیلہ ویلام علی ترکہ
[illegible] واظب علیہ الرسول فان سنۃ النبی اقوی من سنۃ الصحابۃ قال ابو الیسر وھذا عندنا [illegible]

الشافعی یقولون السنۃ نفل واظب علیہ الرسول فاما النفل الذی واظب علیہ الصحابۃ فلیس بسنۃ
وھی علی اصلھم فانھم لایرون اقوال الصحابۃ حجۃ فلا یرون افعالھم ایضا سنۃ وعندنا اقوالھم حجۃ فیکون
افعالھم سنۃ وذکر غیرہ انہ لاخلاف فی ان السنۃ ھی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین سواء کان للنبی صلے اللہ
علیہ وسلم اولغیرہ من اعلام الدین ولکن الخلاف فی ان اطلاق لفظ السنۃ ایقع علی سنۃ رسول اللہ او
یحتمل سنتہ وسنۃ غیرہ علی ماعرف انتھے ابوالیسر نے کہا ہے کہ سنت کا تو یہ حکم ہے کہ وہ ہر فعل جسپر نبی اکرم صلے اللہ علیہ
وسلم نے مواظبت فرمائی مثلاً نماز مین تشہد اُسکی تحصیل کی جانب توجہ دلائی جائے گی اور ترک پر ملامت کیجائے گی
اور تھوڑا گناہ بھی ہوگا اور جس فعل پر آپنے مواظبت نہین فرمائی بلکہ بعض اوقات ترک کردیا ہی جیسے ہر نماز کے لیے
طہارت اور اعضاے وضو کو مکرر دھونا اور وضو مین ترتیب پس لوگون کو اُسکے کرنے کی ترغیب دیجائے گی اور نہ
کرنے پر ملامت نہوگی لیکن رمضان کی تراویح تو صحابہ کی سنت ہے کیونکہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے اسکی
پابندی نہین فرمائی بلکہ صحابہ نے پابندی فرمائی ہے اور یہ اُن چیزون مین سے ہی جنکے کرنے کی ترغیب دیجائے گی
اور ترک پر ملامت کی جائیگی لیکن اسکا مرتبہ اُس سے کم ہی جسپر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی
ہی کیونکہ سنت نبی سنت صحابہ سے زائد قوی ہے ابوالیسر نے کہا ہی کہ یہ ہمارے نزدیک ہی لیکن امام شافعی کہتے ہین
کہ سنت ایک نفل ہے جسکی سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ نے پابندی فرمائی لیکن نفل جسکی صحابہ نے پابندی
فرمائی وہ اُن کے قاعدے کے موافق سنت نہین ہی کیونکہ وہ اقوال صحابہ کو حجت نہین مانتے پس اُن کے فعل
بھی حجت نہین اور ہم اُنکے اقوال کو حجت مانتے ہین تو اُنکے افعال بھی سنت ہونگے اور دوسرے لوگون نے
لکھا ہے کہ اس مین کچھ اختلاف نہین کہ سنت وہ طریقہ ہی جسپر دین مین پابندی کی جائے خواہ وہ نبی اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہو یا بزرگان دین مین سے کسی اور کا لیکن اختلاف لفظ سنت کے اطلاق مین ہی کہ آیا
صرف سنت رسول اللہ ہی اس سے مراد ہوتی ہی یا سنت غیر کا بھی احتمال ہوتا ہے جیسا کہ معلوم ہوا اور علامہ ابن کمال
پاشا نے ایضاح شرح اصلاح مین لکھتے ہین السنۃ ما واظب علیہ النبی علیہ الصلوۃ والسلام علی وجہ العبادۃ مع الترک
فی الجملۃ ھذا ھو المشہور فی حدہ المسطور فی الکتب غیر قصور لان ما واظب علیہ الخلفاء الراشدون ایضا
السنۃ الا یری الی ما قال صاحب الھدایۃ فی التراویح والاصح انھا سنۃ لانہ واظب علیہ الخلفاء الراشدون
والدلیل علی انھا سنۃ قولہ علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی انتھی سنت وہ کہ
جسکی پابندی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطریق عبادت کی ہو اور کبھی کبھی ترک بھی کردیا ہو یہی اسکی مشہور تعریف ہی

جو کتابون مین تحریر ہے اور یہ ناقص ہی کیونکہ جسکی خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم نے پابندی فرمائی ہو وہ بھی سنت ہی کیا تم نے صاحب ہدایہ کا یہ قول نہین دیکھا کہ صحیح یہ ہے کہ تراویح سنت ہی کیونکہ خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم نے اسکی پابندی فرمائی ہی اور اسپر دلیل حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا قول ہی کہ آپ نے فرمایا تمپر میری اور میرے بعد خلفاے راشدین کی سنت کی پیروی ضروری ہی۔ ایسا ہی نہر الفائق وغیرہ مین ہی ان عبارتون سے معلوم ہوا کہ محققین کے نزدیک سنت خلفا کا تارک بھی عتاب کا مستحق ہوتا ہی اور سنت موکدہ جسطرح مواظبت رسول کیوجہ سے ہوتی ہی اسیطرح مواظبت خلفا کی وجہ سے بھی ہوتی ہے (پس مواظبت نبوی جو سنت او رموکدیت کا سبب ہی دو قسم پر ہی ایک یہ کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کسی فعل کے ارتکاب پر مداومت فرمائین جیسے جماعت اور سنن رواتب وغیرہ دوسری یہ کہ حضور روحی فداہ نے کسی کام کے لیے ہمیشہ حکم فرمایا ہو اور ترغیب دی ہو۔ کیا تم نہین دیکھتے کہ اذان کو ہر جگہ کے علما سنت موکدہ لکھتے ہین باوجودیکہ حضور نے خود ایکبار بھی اذان نہین کہی اسیطرح مواظبت خلفا بھی دو قسم پر ہی ایک مواظبت فعلی دوسری مواظبت امری تشریعی اور ان چار قسمون مین سے ہر ایک کا تارک ملامت عتاب کا مستوجب ہوتا ہی چنانچہ شرح تحریر مین بحر العلوم کی تحریر سے واضح ہی اور جمہور اصولیین نے اگرچہ اسکی صراحت نہین کی ہی مگر اکثر مقام پر ان حضرات کے کلام سے یہ تفصیل سمجھی جاتی ہے اس تمہید کے بعد جاننا چاہیے کہ خلفا سے بیس رکعت تراویح کے مواظبت پر کوئی صریح حدیث نہین پائی گئی لیکن فقہا اور اصولیین کے ایک بڑے گروہ نے اسکی تصحیح کی ہی یہان تک کہ ابن الہمام نے بھی صاحب ہدایہ کے اس قول کی شرح مین والاصح انہا سنۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین اور اصح یہ ہی کہ یہ مواظبت خلفاے راشدین کی وجہ سے سنت ہے) لکھا ہی فیہ تغلیب اذلم یرو عنہ کلہم بل عمر وعثمان وعلی انتہی اسمین غلبہ کی جانب اشارہ ہی کیونکہ سب نے پابندی نہین فرمائی بلکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے پابندی فرمائی ہی اور دوسری جگہ لکھے ہین عن ابی یوسف ان امکنہ اداؤھا فی بیتہ مع مراعات سنۃ القراءۃ یصلیہا فی بیتہ لقولہ علیہ السلام بالصلوۃ فی بیوتکم وجوابہ ان قیام رمضان مستثنی من ذلک لما تقدم من فعلہ علیہ السلام والعذر فی ترکہ وفعل الخلفاء الراشدین امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اگر وہ سنت قرأت کو باقی رکھکر گھر مین پڑھ سکے تو پڑھے کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے گھرون مین نماز پڑھنے کو فرمایا ہی اور جواب یہ ہی کہ قیام رمضان اس سے مستثنے ہی جیسا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل اور بعذر ترک اور خلفاے راشدین کے فعل سے معلوم ہو چکا لیکن بیس رکعت پر خلفا کی مواظبت تشریعی روایات عدیدہ سے ثابت ہے اور اسی قدر اسکے سنت موکدہ ہونے

کے لیے اور اسکے تارک کے مستحق ملامت ہونے کے لیے کافی ہے فروی البیہقی فی کتاب المعرفۃ عن السائب بن زید قال کنا نقوم فی زمان عمر بعشرین رکعۃ والوتر وروی مالک عن یزید بن رومان قال کان الناس تقومون فی رمضان فی زمان عمر بثلث وعشرین رکعۃ وروی البیہقی بسند صحیح انہم کانوا یقیمون علی عہد عمر بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان وعلی مثلہ وروی اصحاب السنن عن عبد الرحمن قال خرجت مع عمر فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوتہ الرھط فقال عمر واللہ انی لاارانی لو جمعت ھولاء علی قاری واحد لکان امثل فجمعہم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوۃ قارئہم فقال عمر نعمت البدعۃ ہذہ بیہقی نے کتاب المعرفہ میں سائب بن زید سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے اور مالک نے یزید بن رومان سے روایت کی ہے کہ رمضان میں لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تیئیس رکعتیں پڑھتے تھے اور بیہقی نے سند صحیح سے روایت کی ہے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور ایسا ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور صحاح سنن نے عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ میں رمضان کے مہینے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں گیا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ متفرق ہو رہے ہیں کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہے اور کسی کے پیچھے ایک آدمی پڑھ رہا ہے اور کسی کے پیچھے ایک قبیلے کا قبیلہ پڑھ رہا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم اگر میں ان سب کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ بہتر ہوگا پس آپ نے سب کو ابی بن کعب کا مقتدی بنا دیا پھر میں دوسری رات کو آیا تو میں نے دیکھا کہ سب لوگ ایک ہی قاری کی قرأت پر نماز پڑھ رہے ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بدعت بہترین بدعت ہے۔ علامہ زرقانی شرح موطا میں لکھتے ہیں قال ابن عبد البر فیہ ان عمر کان لا یصلی معہم اما لشغلہ بامور الناس واما لانفرادہ بنفسہ فی الصلوۃ ابن عبد البر نے کہا ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے یا تو اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کے کاموں میں مصروف ہوتے تھے یا اس وجہ سے کہ وہ اکیلے پڑھ لیتے تھے۔ اور عینی شرح ہدایہ میں ہے فی المغنی عن علی انہ امر رجلا ان یصلی بہم فی رمضان بعشرین رکعۃ والوتر مغنی میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ رمضان میں انکے ساتھ بیس رکعتیں اور وتر پڑھے ان روایتوں سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ خلفائے ثلثہ میں ان حضرات کے اذن اور ترغیب اور رضا سے بیس رکعت تراویح پر مداومت تھی پس بیان سے دو مقدمے پیدا ہوئے عشرون رکعۃ مما واظب علیہا الخلفاء ولو تثریبا (؟) ورضاء وکل ما واظب علیہ الخلفاء فہو سنۃ موکدۃ

بیس رکعتین ایسی ہین جن پر خلفا نے مواظبت کی انکو مشروع کرکے یا انپر رضامندی ظاہر کرکے اور جس چیز پر خلفا
مواظبت کرین وہ سنت موکدہ ہی۔ اور ان دونون کی ترتیب سے یہ نتیجہ نکلا عشرون رکعۃ فی التراویح سنۃ
موکدۃ ویضم تارك السنۃ الموکدۃ معاتب وملام تراویح مین بیس رکعتین سنت موکدہ اور اسکے ساتھ یہ بھی
ملاؤ کہ سنت مؤکدہ کا تارک معاتب ہے اور اُسے ملامت کی جائے گی نتیجہ یہ نکلے گا تارك عشرین رکعۃ معاتب
بیس رکعتون کا ترک کرنے والا معاتب ہی۔ **سوال** زید اور بکر جو دونون علم اور سن مین مساوی ہین ایک
مسجد مین آئے ہر ایک دوسرے سے امامت کرنے کو کہتا ہی اور وہ اپنا عذر پیش کرکے امامت کرنے سے انکار کرتا
تھا بالآخر زید نے بکر سے کہا کہ اچھا ہم دونون الگ الگ نماز پڑھین بکر نے اس پر راضی ہو کر نماز کی نیت باندہ لی
زید نے فوراً اسکی اقتدا کر لی پس دونون کی نماز صحیح ہوئی یا نہین اور ایسی اقتدا شرعاً جائز ہی یا نہین **جواب**
باوجود قابلیت کے امامت کو دوسرے پر ڈھالنا مکروہ اور قیامت کی علامتون مین سے ہی قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان من اشراط الساعۃ ان یتدافع اہل المسجد لا یجدون اماما یصلی بہم رواہ
ابو داؤد وغیرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ علامات قیامت مین سے یہ ہی کہ امامون مین تدافع ہو
اور اہل مسجد کو کوئی امام نہ ملے جسکے ساتھ وہ نماز پڑھین اسکو ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہی۔ زید اور بکر کو
امامت کا ایک دوسرے پر ڈہالنا جائز نہین مگر زید کی اقتدا بکر کے ساتھ صحیح ہے اور دونون کی نماز ہو گئی
**سوال** زید برملا بیان کرتا ہے کہ نماز وتر کی تیسری رکعت مین دعاے قنوت پڑھنے سے پہلے رفع یدین کرنا و
تکبیر کہنا جو مروج ہی بدعت سیئہ ہے کیونکہ حدیث سے ثابت نہین پس زید کا یہ کہنا صحیح ہو یا نہین اور در صورۃ
عدم صحت کے صورت مذکورہ مین رفع یدین کرنا اور تکبیر کہنا سنت موکدہ ہی یا واجب یا مستحب **جواب**
قنوت کے وقت تکبیر کہنا اور رفع یدین کرنا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین اور صاحب ہدایہ
نے دلیل رفع یدین مین لکھا ہی لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن تکبیرۃ الافتتاح
وتکبیرۃ القنوت وتکبیرۃ العیدین وکالاربع فی الحج کیونکہ حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات نے
فرمایا ہے کہ ہاتھ نہین اُٹھائے جاتے مگر سات مواقع پر تکبیر افتتاح مین تکبیر قنوت مین تکبیر عیدین مین اور چار مرتبہ
حج مین علامہ بدر الدین عینی شرح ہدایہ مین بعد ذکر تخریج اس حدیث کے لکھتے ہین فانظر الی روایاتہم ہل تجد
فیہا ذکر رفع الیدین عند القنوت وانما یوجد ہذا عند اصحابنا فی کتبہم منہم المصنف انتہے کلامہ
فی باب صفۃ الصلوۃ تم انکی روایتون پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ کیا کوئی حدیث قنوت کے وقت رفع یدین کے بارہ مین

آئی ہی البتہ یہ ہمارے اصحاب کے پاس انکی کتابون مین ملیگی اور انھین مین سے مصنف بھی ہین اور باب الوتر
مین لکھتے ہین قد ذکرنا فی باب الصلوۃ انہ لیس فی الحدیث ذکر القنوت فی ما رواہ البخاری والبزار
والطبرانی واما ذکر تکبیر الافتتاح وقع فی باب صفۃ الصلوۃ من المصنف وھو الغریب یعنی باب الصلوۃ
مین ذکر کیا ہے کہ حدیث مین بخاری اور بزار اور طبرانی کی روایات سے تو قنوت کا ذکر نہین اور مصنف نے
جو تکبیر افتتاح کا تذکرہ باب صفۃ الصلوۃ مین کیا ہے وہ عجیب ہے۔ اور ملا معین لکھتے ہین قولھم بوجوب
التکبیر قبل قنوت الوتر انی لم اجد لہ حدیثا مرفوعا فضلا عن ان اجد ما یدل علی استمرارہ عن النبی
صلے اللہ علیہ وسلم ومواظبتہ علیہ حتی یتم القول بوجوبہ منہم ومع ھذا اعمل بہ واواظب علیہ من
غیر ترک لحسن الظن بالامام ابی حنیفۃ ولکن لا اعتقد وجوبہ وقول ابی حنیفۃ بوجوب رفع الیدین عند
تکبیر القنوت لم یثبت فی ذلک عندی اثر صحیح عن تابعی جلیل فضلا عن صحابی وفضلا عن فضل من حدیث
صحیح وحالی فیہ کحالی فی التکبیر اعمل بہ ولا اعتقد وجوبہ کل ذلک لامر حسن ظنی مع ابی حنیفۃ بل ومع
علماء مذھبہ قبل قنوت کے وجوب تکبیر کے قائل ہوجانے پر مجھے کوئی مرفوع حدیث تک نہین ملتی چہ جائیکہ ایسی
حدیث جو استمرار اور مواظبت نبوی پر دلالت کرے تاکہ ائمہ کا قول وجوب صحیح ہو باوجود اسکے پھر بھی مین اسپر
عمل اور مواظبت کرتا ہون امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حسن ظن کی وجہ سے لیکن اسکے وجوب کا اعتقاد نہین
رکھتا اور امام ابوحنیفہ رح کے قول وجوب رفع یدین قبل قنوت مین کسی تابعی جلیل القدر سے بھی کوئی اثر نہین ثابت
ہو صحابہ کا تذکرہ تو بعد کو ہی اور حدیث صحیح تو اسکے بھی ابعد ہے اور اسمین بھی میرا حال تکبیر قنوت کا ایسا ہی کہ عمل
تو کرتا ہون لیکن وجوب کا اعتقاد نہین رکھتا اور اس سب کی وجہ امام ابوحنیفہ اور انکے مذہب کے علما کے
ساتھ حسن ظن ہی۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ رفع یدین اور تکبیر صحابہ اور تابعین سے بھی ثابت نہین حالانکہ امام
محمد کتاب الآثار مین فرماتے ہین عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم النخعی ان القنوت فی الوتر واجب فی
شہر رمضان وغیرہ قبل الرکوع واذا اردت ان تقنت فکبر امام ابوحنیفہ نے حماد سے اور انھون نے ابراہیم نخعی
سے روایت کی ہی کہ ماہ رمضان اور دوسرے مہینون کی وترون مین قنوت رکوع کے قبل واجب ہی اور جب
تم دعاے قنوت پڑھنے کا ارادہ کرو تو تکبیر کہو۔ اور غایۃ البیان مین ہی روی الطحاوی فی شرح الآثار مسندا الی
النخعی قال ترفع الایدی فی سبعۃ مواطن فی افتتاح الصلوۃ وفی التکبیر للقنوت فی الوتر وفی العیدین و
عند استلام الحجر وعلی الصفا والمروۃ وعرفات وعند المقامین عند الجمرتین ذکرہ فی باب رفع الیدین

عندا روية البیت طحاوی نے شرح آثار مین نخعی سے مسنداً روایت کی ہو کہ سات جگہ ہاتھ اُٹھائے جاتے ہین۔
افتتاح صلوٰۃ مین تکبیر قنوت وتر مین عیدین مین حجر اسود کے چومنے وقت صفا اور مروہ اور عرفات پر دونون
مقامون مین کنکریان مارتے وقت اسکو باب رفع الیدین عند رویۃ البیت مین ذکر کیا ہو اور عینی شرح ہدایہ
مین لکھتے ہین نقل عن المزنی انہ قال زاد ابو حنیفۃ تکبیرۃ فی القنوت لم تثبت فی السنۃ ولا دل علیہ قیاس
وقال ابو نصر الا قطع ھذا اخطاء منہ فان ذالک روی عن علی وابن عمر والبراء بن عازب والقیاس یدل
علیہا ایضا وقال ابن قدامۃ فی المغنی روی عن عمرؓ انہ کان اذا فرغ من القرأۃ فی الوتر کبر مزنی نے کہا ہے
کہ تکبیر قنوت کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے زائد کیا ہے نہ سنت اسپر دلالت کرتی ہو نہ قیاس سے یہ ثابت ہو اور ابو نصر
اقطع نے کہا ہو کہ یہ مزنی کی غلطی ہو کیونکہ روایات حضرت علی و ابن عمر و براء بن عازب کے موجود ہین اور قیاس
بھی اسپر دلالت کرتا ہے اور ابن قدامہ نے مغنی مین کہا ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب وہ قرأت
سے فارغ ہوتے تو تکبیر فرماتے۔ اور ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مین لکھتے ہین رفع تکبیر القنوت مروی
عن عمر وعلی وابن مسعود وابن عباس وابن عمر والبراء بن عازب ذکرہ الاثرم والبیہقی فی سننہ
الکبری رفع تکبیر قنوت کی روایت حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس اور حضرت
ابن عمر اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہو اسے اثرم اور بیہقی نے اپنی کتاب سنت کبری مین
لکھا ہو۔ الحاصل رفع یدین اور تکبیر وقت قنوت اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین مگر جبکہ بعض
صحابہ اور بعض تابعین سے اسکا ثبوت ابن قدامہ اور عینی اور حلبی وغیرہ کی تحریرون کے موافق ہوا تو یہ امور
بدعت سیئہ کیونکر ہون گے البتہ وجوب تکبیر و رفع یدین کا ثبوت جیسا کہ علمائے حنفیہ لکھتے ہین البتہ مشکل ہے
کیونکہ وجوب کی کوئی دلیل نہین ہو غایۃ ما فی الباب یہ ہو کہ اگر بہ نیت اقتدائے صحابہ و تابعین کے تکبیر کہے اور
رفع یدین کرے تو ثواب پائیگا اور اگر نہ کرے تو معاتب نہوگا سوال کیا عیدین کے بعد چار رکعت نماز مکا تیر
آگے اسطرح پڑھنا چاہیے کہ پہلی رکعت مین سورۂ فاتحہ کے بعد سبح اسم اور دوسری مین والشمس در تیسری مین
والضحی اور چوتھی مین قل ہو اللہ پڑھے اسکو ابن جوزی نے سلمان فارسی سے مرفوعا کتاب النور مین ذکر کیا
ہو اور طحاوی مسعودیہ سے نقل کرتے ہین کہ جو شخص چار رکعت عیدین مین عیدگاہ سے واپس آکر سورۂ
اعلی و شمس اور لیل اور ضحے کے ساتھ اور ایک روایت کے موافق چوتھی رکعت مین تین بار سورۂ اخلاص
کے ساتھ پڑھے اسکو تمام روئیدگی نماز کے برابر ثواب دیا جائیگا یہ مفتاح الصلوٰۃ مین ہے جواب جو حدیث

مفتاح الصلوۃ سے نقل ہوئی ہو وہ موضوع ہو اور قاضی شوکانی فوائد مجموعہ مین لکھتے ہین حدیث من صلے یوم الفطر بعد ما یصلے عیدہ اربع رکعات یرکع فی کل رکعۃ بفاتحۃ الکتاب وسبح اسم وفی الثانیۃ والشمس وفی الثالثۃ والضحیٰ وفی الرابعۃ قل ھو اللہ احد فکانما قرأ کل کتاب انزلہ اللہ علی انبیائہ الخ وھو موضوع جس شخص نے یوم فطر کو عید کی نماز کے بعد چار رکعتین پڑھین اور ہر رکعت مین سورۂ فاتحہ پڑھی اور پہلی رکعت مین سبح اسم اور دوسری مین والشمس اور تیسری مین والضحیٰ اور چوتھی مین قل ہو اللہ پڑھی تو گویا اُس نے وہ سب کتابین پڑھ لین جنکو خدا نے اپنے انبیا پر نازل کیا ہو الخ اور یہ حدیث موضوع ہو۔ اور صاحب رسالۂ فضل لیلۃ شعبان نے لکھا ہو حدیث من صلے یوم الفطر بعد ما یصلے اربع رکعات وذکر بھا ثوابا عظیما فی مسندہ جماعۃ لا یعرفون بل لا یحل ذکرہ فی الکتب کما قالہ ابن حبان بل ترجی السیوطی فیہا انہ الذی وضعہ من صلی یوم الفطر بعد ما یصلی اربع رکعات والی حدیث اور اُس مصلی کے لیے ثواب عظیم کا تذکرہ ایک غیر معروف جماعت نے اپنی مسند مین کیا ہو اسکا ذکر کتابون مین نادرست ہو جیسا کہ ابن حبان نے کہا ہو بلکہ سیوطی کا خیال ہے ہو کہ اس حدیث کا واضع وہی ہے۔ جبکہ اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت ہو گیا تو اسکا غیر مسنون ہونا بھی ضروری ہوا اور جو کتب صحاح ستہ مین ہے یہ ہو عن ابن عباس ان رسول اللہ خرج فی یوم عید فصلے بھم العید لم یصل قبلھا ولا بعدھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم عید کے دن تشریف لائے اور لوگون نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپنے اُسکے قبل یا اُسکے بعد کوئی نماز نہین پڑھی اور ابن ماجہ کی روایت سے عید کی نماز کے بعد بلا قید سورہ دو رکعتین ثابت ہوتی ہین عن ابی سعید قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یصلے قبل العید شیئا فاذا رجع الی منزلہ صلے رکعتین اور ابی سعید سے روایت ہو کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نماز عید کے پہلے کچھ نہین پڑھتے تھے اور جب گھر واپس تشریف لاتے تو دو رکعتین ادا فرماتے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] الجواب صحیح نمقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفر لہ اللہ الرحیم ابن مولانا علی محمد المرحوم۔ نماز ہذا دونون عیدون مین مستحب ہو مطابق عبارت مذکورۂ مفتاح اور اس عبارت کنز العباد فی شرح الاوراد کے قال المجتہد ادرکت الصلحاء والعباد یصلون فی المصلے بعد صلوۃ العید اربع رکعات وتلک بالاسناد عندی عن سلمان الفارسی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلے اربع رکعات یوم الفطر والاضحیٰ بعد ما صلے الامام صلوۃ العید یقرأ فی اول

الرکعة سبح اسم ربک الاعلی یعنی بعد الفاتحة فکانما قرأ کل کتاب نزله الله علی نبیائه و فی الرکعة الثانیة والشمس وضحٰها فله من الثواب مثل ما طلعت الشمس من مطلعها الی مغربها و فی الرکعة الثالثة والضحٰی فله من الثواب کانما اشبع جمیع الیتامی وارد لهم وادهنهم والبسهم ثیابا نظیفا و فی الرکعة الرابعة قل هو الله احد غفر الله له ذنوبه خمسین سنة مقبلة وخمسین سنة مدبرة حجت نے کہا ہے کہ میں نے صلحا و عباد کو مصلے پر صلوٰۃ عید کے بعد چار رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے اور یہ حدیث میرے نزدیک باسناد صحیح سلمان فارسی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے چار رکعتیں عید فطر و عید اضحی کے دن نماز عید کے بعد پڑھیں اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سبح اسم ربک الاعلی پڑھی تو گویا اس نے وہ سب کتابیں پڑھ لیں جو خدا نے اپنے انبیا کو نازل کی ہیں اور دوسری رکعت میں والشمس وضحٰها پڑھی تو اسے اتنا ثواب ملیگا جتنا کہ آفتاب اپنے مطلع سے مغرب تک طلوع ہوتا ہے اور تیسری رکعت میں والضحی پڑھی تو گویا اس نے یتامی کے پیٹ بھر دیے اور انکے تیل لگایا اور انھیں عمدہ کپڑے پہنائے اور چوتھی رکعت میں قل ہو اللہ پڑھی تو خدا اسکے پچاس برس کے اگلے اور پچاس برس کے پچھلے گناہ بخشدیتا ہے۔ لیکن صاحب فوائد مجموعہ اسی حدیث کو موضوع لکھتے ہیں البتہ ابن ماجہ کی روایت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نماز کے بعد مکان واپس آکر دو رکعتیں بلا قید سورہ پڑھی ہیں اور فتاوی عالمگیری میں ہے المستحب ان یصلی اربعا بعد الرجوع الی منزله کذا فی الزاد انتہے مستحب یہ ہے کہ گھر پر لوٹ آنے کے بعد چار رکعتیں پڑھے ایسا ہی زاد میں ہے اور جامع الرموز میں ہے الا ان مشائخنا قالوا المستحب ان یصلی اربعا فی بیته کیلا یظن ظان انه سنة کما فی المضمرات انتہی ہمارے مشائخ کہتے ہیں کہ گھر میں چار رکعتیں پڑھے تاکہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ وہ سنت ہیں جیسا کہ مضمرات میں ہے واللہ علیم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفر له الله العلی الرب الحکیم مترجم کہتا ہے میں نے اپنے پیران سلسلہ کو دیکھا ہے کہ وہ یہ چار رکعتیں مسجد سے واپس آکر مکان میں پڑھتے اور اسکے مستحب ہونے کے قائل تھے مگر اس کثیر ثواب کا ذکر نہیں کرتے تھے اور حضرت سلمان فارسی کے قول سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز مصلی میں پڑھنے کا حکم دیا ہے یا مکان پر پس اس نماز کا مکان ہی میں پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ عیدگاہ میں پڑھی جائے کیونکہ عیدگاہ میں پڑھنے سے لوگ یہ ضرور سمجھیں گے کہ یہ نماز مسنون ہے واللہ اعلم انتہے سوال حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین بعد نماز عیدین کے دعا مانگتے تھے یا بعد خطبہ کے اور کھڑے ہو کر مانگتے تھے یا بیٹھ کر اور ہاتھ اٹھا کر مانگتے تھے یا

بے ہاتھ اٹھائے ہوے **جواب** روایات حدیث سے اسیقدر معلوم ہوتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز عید
سے فراغت کرکے خطبہ پڑھتے تھے اور اُسکے بعد معاودت فرماتے تھے اور بعد نماز یا بعد خطبے کے دعا مانگنا آپ سے
ثابت نہین اور اسی طرح صحابۂ کرام اور تابعین عظام سے اسکا ثبوت نظر سے نہین گذرا۔ **سوال** عورت کی آواز
نماز مین ستر ہے یا نہین اور نماز مین عورت کو سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ہو یا سینہ اور ناف کے نیچے بھی اور عورت کو
قعدۂ اولی اور جلسۂ اخیرہ مثل مرد کے سنت ہو یا تورک اور عورت کو سجدہ مین اعضا کا کشادہ رکھنا مثل مرد کے
سنت ہو یا بالعکس اور اگر عورت نے قعدہ مین دونون جلسے مثل مرد کے کیے اور تورک نہ کیا اور سجدہ مین مرد کیطرح
اعضا کو پھیلائے رکھا پس ترک سنت کیا یا اُسکے نماز فاسد ہوئی اور اگر عورتین جمع ہوکر عورت ہی کو امام کرکے
نماز پڑھنا چاہین تو امام کہان پر کھڑا ہونا چاہیے اور یہ جماعت جائز ہو یا مکروہ صحابیہ مین سے کسی نے عورتون کو جمع کرکے
خود امامت کی ہے یا نہین حدیث مراسیل ابو داؤد کی مروی ہے یا نہین **جواب** عورت کی آواز کے ستر ہونے
مین فقہا کا اختلاف ہے صاحب محیط اور صاحب کافی اور قاضی خان نے اسکی تصریح کی ہے کہ صوت المرأۃ
عورۃ عورت کی آواز ستر ہو اور عورت کی اذان کے عدم جواز کو سند مین پیش کیا ہے اور صاحب بحر اور اشباہ
اور صاحب نہر اور در مختار نے کہا ہو کہ عورت کی آواز ستر نہین ہے اور نوازل ابو اللیث مین ہو نغمۃ المرأۃ
عورۃ عورت کا نغمہ ستر ہو اور صاحب فتح القدیر لکھتے ہین وعلی ھذا لو قیل بانہا اذا جہرت بالقراءۃ فی
الصلوۃ فسدت صلوتہا کان متجہا اور اس بنا پر اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ جب نماز مین وہ قرأت جہریہ کرے
تو اسکی نماز فاسد ہوگی۔ اور حق اس باب مین یہ ہے کہ مطلق عورت کی آواز ستر نہین ہے البتہ رفع صوت
مع بلندی آواز وغیرہ ستر ہے شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مین لکھتے ہین تقدم فی الاذان انہ صوتہا
عورۃ ولیس المراد جہر کلامہا بل مایحصل من تلیینہ وتمطیطہ ولا یحل لہ سماعہا باب اذان سے معلوم ہوچکا
ہو کہ عورت کی آواز ستر ہو اس سے محض آواز مطلب نہین ہو بلکہ آواز کے باریک کرنے اور گھٹانے بڑھانے
سے جو حالت حاصل ہو اور مرد کو اسکا سننا جائز نہین ہے۔ اور ابو العباس قرطبی کتاب السماع مین لکھتے ہین
کما یظن من لا فطنۃ عندہ انا اذا قلنا صوت المرأۃ عورۃ انا نرید بذلک کلامہا لان ذلک لیس بصحیح فانا نجیز
الکلام مع الاجانب ومحاورتہن عند الحاجۃ الی ذلک ولا نجیز لہن رفع صوتہن ولا تمطیطہا ولا تقطیعہا
لما فی ذلک من استمالۃ الرجال الیہن وتحریک الشہوات ومن ھذا لم یجز ان تؤذن المرأۃ تاکہ لوگون
کو یہ شبہہ نہو کہ جیسے جو کہا ہے کہ عورت کی آواز ستر ہے تو اس سے مراد گفتگو ہے کیونکہ یہ صحیح نہین ہو ہمارے نزدیک

ضرورت کے وقت اغیار کے پاس جانا اور اُن سے باتین کرنا جائز ہی البتہ آواز کے بڑھانے گھٹانے اور اُسے بیے اور سُر پر لانا ممنوع ہی کیونکہ اس صورت مین مردون کی طبیعتین اُنکی طرف مائل ہونگی اور قوت شہوانیہ کو ہیجان ہوگا اسی لیے عورت کا اذان دینا جائز نہین ہی۔ اور اکثر حنفیہ کے نزدیک عورتون کی جماعت مکروہ ہی۔ مگر کوئی معتد بہ دلیل کراہت پر پائی نہین جاتی اور جو دلیلین فقہانے کراہت پر قائم کی ہین وہ مخدوش ہین چنانچہ فتح القدیر اور بنایہ شرح ہدایہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اور اخبار و آثار سے اُس جماعت کی مشروعیت ثابت ہی جس مین عورتین ہی عورتین ہون سنن ابو داؤد کی طویل حدیث مین ہے وکانت ای ام ورقۃ قد قرأت القراٰن فاستاذنت النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان تتخذ فی دارھا موذنا فاذن لھا وامرھا ان تؤم اھل دارھا اور ام ورقہ نے قرآن شریف پڑھا تھا اسی لیے اُنھون نے حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر مین ایک موذن مقرر کرنے کی اجازت چاہی بس آپ نے اجازت دی اور حکم فرمایا کہ تم اپنے گھر والون کی امامت کیا کرو۔ اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار مین لکھا ہی اخبرنا ابوحنیفۃ نا حماد عن ابراھیم عن عائشۃ انھا کانت تؤم النساء فی شھر رمضان فتقوم وسطھن خبر دی ہمکو امام ابوحنیفہ نے اُنکو حماد نے بروایت ابراہیم کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ وہ ماہ رمضان مین عورتون کی امامت کرتی تھین اور بیچ مین کھڑی ہوتی تھین اور ابن حجر عسقلانی تخریج احادیث شرح رافعی مین لکھتے ہین اخرجا ابن ابی شیبۃ ثم الحاکم من طریق ابن ابی لیلی عن عطاء عن عائشۃ انھا کانت تؤم النساء فتقوم معھن فی الصف واخرجا الشافعی وابن ابی شیبۃ وعبدالرزاق عن ام سلمۃ انھا امت النساء فقامت وسطھن ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بسند حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہی کہ وہ عورتون کی امامت کرتین اور اُنکے ساتھ صف مین کھڑی ہوتین اور شافعی اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے ام سلمہ سے روایت کی ہی کہ انھون نے عورتون کی امامت کی اور وسط مین کھڑی ہوئین۔ اور مستدرک حاکم مین مروی ہے ان عائشۃ کانت توذن وتقیم وتؤم النساء فتقوم وسطھن حضرت عائشہؓ اذان دیتین اور اقامت کہتین اور عورتون کی امامت کرتین اور وسط مین کھڑی ہوتین۔ ان روایتون سے معلوم ہوا کہ جو عورت عورتون کی امام ہو تو بیچ مین کھڑی ہو مردون کے امام کی طرح آگے نہ کھڑی ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب عورت امام ہوسکتی ہی تو اسکو قرارت اور تکبیر بالجہر بھی کرنا مشروع ہی کیونکہ بغیر اسکے اقتدا نہین ہوسکتی اور عورتونکی آواز اگرچہ بعضون کے نزدیک ستر ہی لیکن وہ مردون کے حق مین ہے نہ عورتون کے حق مین اور نماز مین عورتون کو سینے پر ہاتھ باندھنا

مسنون ہی ملا محمد قائم سندی فوز الکرام مین لکھتے ہین لما تبین ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثبت عنہ الامر فی وضع الیدین علی نصف رو تحت السرۃ وکذا عن الصحابۃ والتابعین واجمعوا علی وسعہا والاصل فی اعمال النبی صلے اللہ علیہ وسلم التعبد والتعلیم والموافقۃ بین الرجال والنساء الا فیما استثنیت وروی ابو داؤد فی مراسیلہ عن یزید بن ابی حبیب ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل قال البیہقی ھو احسن من موصولین فی ھذا الباب واستنبط المجتہدون منہ ان امرہ بضم اللحم لکونہ استر لھن مع اختیارہ علمائنا فی حق الرجال الوضع تحت السرۃ وحق المرأۃ الوضع علی الصدر لانہ استر لھا جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے ہاتھ کا سینے پر اور زیر ناف رکھنا دونون ثابت ہین اور ایسا ہی صحابہ اور تابعین سے مروی ہو اور ان سب کا اسکی عمومیت پر اجماع تھا اور افعال نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اصل غرض عبادت اور تعلیم ہو اور مردون اور عورتون کے احکام چند مستثنے چیزون کے سوا اور سب مین ایک ہی ہین اور مراسیل ابی داؤد مین یزید بن حبیب سے مروی ہو کہ حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کا گذر دو عورتون پر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھین پس آپ نے اُن سے کہا کہ تم جب سجدہ کرو تو اپنے گوشت کے بعض حصے کو زمین سے ملاؤ بیہقی نے کہا ہے کہ یہ مرسل حدیث اس باب کی دو موصول حدیثون سے زائد بہتر ہے اور مجتہدین نے اُس سے یہ اخذ کیا ہو کہ آپ کا یہ حکم اسی لیے تھا کہ ایسی صورت عورتون کے لیے زائد ساتر ہے اور ہمارے علما کی نزدیک مرد کو ہاتھ ناف کے نیچے اور عورت کو سینے پر باندھنا چاہیے کیونکہ یہ صورت عورت کے لیے زائد ساتر ہو اور حافظ ابن حجر تخریج احادیث رافعی مین لکھتے ہین روی ابو داؤد فی المراسیل عن یزید بن حبیب ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ فی ذلک لیست کالرجل ورواہ البیہقی من طریقین موصولین لکن فی کل منہما متروک مراسیل ابو داؤد مین یزید بن حبیب سے مروی ہو کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر دو عورتون پر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھین تو آپ نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت کے کچھ حصے کو زمین سے ملا دو کیونکہ اس معاملہ مین عورت اور مرد کا حکم ایک نہین ہے بیہقی نے اسکو دو موصول طریقون سے روایت کیا ہو مگر ان دونون مین متروک لوگ ہین اور شمس الدین سخاوی نے فتح المغیث مین لکھا ہو المرسل بالمسند یعتضد ویصیر دلیلا اعرف [illegible] عند معارضۃ خبر لیس لہ الا طریق مسند الذی یکون المسند حسنا فیرتقی المرسل بہ لکن ھذا انما یتاتی اذا کان المسند بمفردہ صالحا

للحجیۃ امااذا کان ممایفتقر الی اعتضاد فلا اذ کل منهما اعتضد بالآخر وصار به حجۃ قال شیخنا رحمہ فیکون اعتضاده بهذا المسند کاعتضاده بمرسل آخر لاشتراکهما فی عدم الصلاحیۃ للحجیۃ ولکن قد اجیب بان القوۃ انما حصلت من هیأۃ الاجتماع اذ بانضمام احدهما الی الآخر قوی الظن بان له اصلا مرسل کو مسند سے قوت حاصل ہوتی ہے اور وہ ایک مستقل دلیل ہوتی ہو اور صرف مسند حدیث کے مقابلہ مین اُسے ترجیح ہو اور بعض وقت حدیث مسند حسن ہوتی ہی تو اُسکی وجہ سے حدیث مرسل کا مرتبہ بڑھجاتا ہی مگر یہ اسوقت جبکہ حدیث مسند تنہا حجت ہوسکتی ہو ورنہ اگر وہ خود دوسری کی احتیاج ہو تو نہین کیونکہ اس صورت مین دونون مین سے ہر ایک دوسری کی مدد پر حجت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہی ہمارے شیخ نے کہا ہی کہ ایسی حالت مین حدیث مرسل کو اس حدیث سے ویسی تقویت ہوگی جیسی کسی دوسری مرسل حدیث سے ہوتی ہی کیونکہ دونون حدیثین حجت نہ ہوسکنے مین مشترک ہین لیکن بعض نے اس کا یہ جواب دیا ہی کہ تقویت دونون کے اجتماع سے حاصل ہوجاے گی کیونکہ جب ایک سے دو حدیثین ہوئین تو یہ خیال ہوگا کہ اسکی کچھ نہ کچھ اصل ہی اور عورت کو قعدہ مین تورک مسنون اور اگر مرد کے مثل قعدہ کیا تو بھی نماز صحیح ہوجائیگی خصفکی لکھتے ہین ابو حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر انه سئل کیف کان النساء یصلین علی عهد رسول اللہ قال کن یتربعن ثم امرهن ان یحتفزن امام ابو حنیفہ نافع سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہین کہ اُن سے پوچھا گیا کہ زمانۂ نبوی مین عورتین نماز مین کسطرح بیٹھتی تھین تو آپ نے کہا پہلے چہزانو بیٹھتی تھین پھر آپنے احتفاز (اعضا کو ملانا) کا حکم دیا۔ اور صحیح بخاری مین ہی کانت ام الدرداء تجلس فی صلوتها جلسۃ الرجل وکانت فقیهۃ ام درداء نماز مین مردون کیطرح بیٹھتی تھین حالانکہ وہ فقیہہ تھین اور عینی شرح ہدایہ مین لکھتے ہین ان کانت امرأۃ جلست علی الیتها الیسری لان مراعاۃ الستر بها اولی وکانت ام الدرداء تجلس جلسۃ الرجل وهو قول النخعی ومالک وکانت صفیۃ ونساء ابن عمر تجلس متربعات لان ذلک استرلهن اگر کوئی عورت بغرض ستر اپنی بائین پنڈلی پر بیٹھے تو یہ اسکی لیے زائد اچھا ہی اور ام درداء مردون کی طرح بیٹھتی تھین اور یہ نخعی کا قول ہی اور صفیہ اور ابن عمر کی بیبیان چہزانو بیٹھتی تھین کیونکہ یہ صورت زائد ساتر تھی **سوال** ان مسائل مین علماے دین کیا فرماتے ہین (۱) محراب مین امام کا قیام کرنا جسطرح کتب فقہ مین لکھا ہی سنت ہی یا مستحب یا مباح (۲) ایک مسجد مین کئی محراب بنانا جائز ہی یا نہین اور محرابون کے بنانے کی ابتدا زمانۂ نبوی مین ہوئی یا زمانۂ خلفا مین تاتارخانیہ اور جامع الرموز اور صلوٰۃ مسعودی اور درمختار اور عالمگیری وغیرہ مین ہے محرابون کا بنانا صحابہ اور تابعین سے صادر ہوا ہے اور جذب القلوب اور سفر السعادت مین ہی کہ زمانۂ نبوی مین محراب نہ تھی اور فتح القدیر اور کبیری مین ہی فانه بنی فی المساجد المحاریب من لدن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ولو لم تبنین کان السنتان بیتقدم فی محاذات ذلک المکان حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین مساجد
مین محرابین بنائی جاتی تھین اگرچہ اسکی تصریح نہین ہی لیکن سنت یہ ہو کہ اُس جگہ کے محاذات مین کھڑا ہو اور رد المختار
مین فوق بیت کے تحت مین لکھا ہے ای وضع اعد للسنن والنوافل بان یتخذ لہ محراب وینظف ویطیب کما امر بہ
صلے اللہ علیہ وسلم فھذا امند وب جو طریقہ سنن ونوافل کے لیے مقرر کیا گیا باین طور کہ محراب بنائی جائے اور صفائی
اور پاکی کا خیال رکھا جائے جیسا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے سو یہ مستحسن ہو اور غرائب مین ہو وبہ
امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم اصحابہ لیتخذ وا فی منازلھم محاریب لصلوتھم اور اسیکا حضور سرور کائنات علیہ افضل
الصلوٰۃ واکمل التحیات نے اپنے اصحاب کو حکم دیا ہو کہ وہ نماز کے لیے اپنے مکانات مین محرابین بنالین۔ پس تحقیق ان
اقوال مین کیا ہو **جواب** محرابون مین فقہا کی عبارتین مختلف ہین بعض اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ انکا وجود زمانۂ
نبوی مین تھا اور بعض اسپر دلالت کرتی ہین کہ محرابون کی بنا محدث ہو اور جو کچھ کتب احادیث سے ظاہر ہوتا ہو یہ ہو
کہ جسطرح اب محرابین بنتی ہین یون زمانۂ نبوی مین نہ تھین بلکہ انکی اصل نصاریٰ سے ہو اور حضور سرورِ عالم صلے اللہ
علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہو اور اس قطع کی محرابین تابعین کے زمانے مین حادث ہوئین اور ایک جماعت صحابہ
نے اسکی مخالفت کی۔ علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور مین زیر آیۂ کریمہ فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلے فی
المحراب تحریر فرماتے ہین اخرج الطبرانی والبیہقی فی سننہ عن ابن عمران النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اتقوا ھذہ
المذابح یعنے المحاریب واخرج ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن موسی الجھنی قال قال رسول اللہ لا تزال امتی بخیر
مالم یتخذ وا فی مساجدھم مذابح کمذابح النصاری واخرج ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن ابی مسعود قال اتقوا
ھذہ المحاریب واخرج ابن ابی شیبۃ عن عبید بن ابی الجعد قال کان اصحاب محمد یقولون ان من اشراط
الساعۃ ان تتخذ المذابح فی المسجد یعنی الطاقات واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابی ذر قال ان من اشراط الساعۃ
ان تتخذ المذابح فی المساجد واخرج عن کعب انہ کرہ المذبح فی المسجد طبرانی اور بیہقی نے اپنے سنن مین ابن عمر رضی
سے نقل کیا ہو کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ان مذبحون یعنے محرابون سے بچو اور مصنف ابن ابی شیبہ
مین موسی جہنی سے مروی ہو کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ہو میری امت جبتک اپنی مسجدون
مین نصاریٰ کے مذبحون کی طرح مذبح نہ بنائے گی اچھی رہے گی اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ابی مسعود سے مروی ہے کہ
حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہو ان محرابون سے بچو اور ابن ابی شیبہ نے عبید بن ابو الجعد سے روایت
کی ہے کہ صحابہ فرماتے تھے آثار قیامت سے یہ ہو کہ مسجد مین مذبح یعنے طاق بنائے جائین اور ابن ابی شیبہ نے ابی ذر سے

روایت کی ہی کہ آثار قیامت سے یہ ہی کہ مسجدون مین مذبح بنائے جائین اور کعب سے مروی ہے کہ مسجد مین مذبح کا بنانا مکروہ ہی اور سیوطی کتاب الوسائل مین لکھتے ہین۔ اول من احدث المحراب المجوف عمر بن عبد العزیز حین بنی المسجد النبوی ذکرہ الواقدی عن محمد بن ھلال پہلے وہ شخص جنھون نے جوف دار محراب بنائی عمر بن عبد العزیز ہین جبکہ اُنھون نے مسجد نبوی کی تعمیر کرائی اسکو واقدی نے محمد بن ہلال سے نقل کیا ہو اور بھی سیوطی نے اعلام الاریب مین لکھا ہی ان قوما خفی علیھم کون المحراب فی المساجد بدعۃ وظنوا انہ کان فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زمنہ ولم یکن قط فی زمانہ ولا فی زمان الخلفاء فمن بعدھم الی المأتہ الاولی وانما حدث فی اول المأتہ الثانیۃ مع ورود الحدیث بالنھی عن اتخاذہ وانہ من شان الکنائس وان اتخاذہ فی المسجد من اشراط الساعۃ کچھ لوگون کو مسجد مین محراب کے بدعت ہونے کا علم نہین ہی اور اُنکا خیال ہی کہ زمانۂ نبوی مین مسجد نبوی مین محراب تھی حالانکہ حضور کے زمانے مین ہرگز محراب نہ تھی اور نہ خلفا کے زمانے مین تھی اور نہ اُنکے بعد پہلی صدی مین یہ دوسری صدی کے شروع مین ایجاد ہوئی ہی حالانکہ اس سے ممانعت کی حدیث موجود ہی اور یہ گرجون کا طریقہ ہی اور اُس کا مسجد مین ہونا علامات قیامت سے ہی۔ پس سیوطی نے اس رسالہ مین اخبار اور آثار کا ذکر مع سند کیا ہی منجملہ اُنکے وہ اخبار مین جو در منثور سے منقول ہین اور منجملہ اُنکے یہ قول ابن مسعود کا ہی انما کانت المحاریب للکنائس فلا تشبھوا باھل الکتاب یعنی انہ کرہ الصلوۃ فی الطاق اخرجہ البزار فی مسندہ برجال ثقات محرابین وہ ہین جو گرجون مین ہوا کرتی ہین۔ تم اہل کتاب کی مشابہت نہ کرو یعنے طاق مین نماز مکروہ ہی اسکو بزار نے اپنی مسند مین ثقہ لوگون سے نقل کیا ہی پس متعدد محرابین بنانا بدرجہ اولی ناجائز ہوا اور جب حرمین شریفین مین متعدد محرابین بنائی گئین تو اُس زمانے کے علمانے منع کیا مگر بادشاہون نے اُنکی نہ سُنی ملا باقر آگاہ ایقاظ النیام مین لکھتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی سلف صالح مین جماعت کی تکرار اور محرابین بنانا نتھا اور یہ تکرار جماعت حوادث زمانہ سے ہی اور ۳۷ ہجری مین محرابین مکہ معظمہ مین حادث ہوئی ہین اور جماعت ثانیہ کا احداث مکہ معظمہ مین ۸۰۱ ہجری مین ہوا اور محراب ثانی کا حدوث ۹۴۸ مین ہوا انتہی جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ تعدد محاریب بلکہ نفس احداث محراب عصر نبوی وعصر صحابہ مین نتھا پس ضروری ہوا کہ اس مین قیام سنت نہوگا اسی لیے اکثر فقہا اسکو لفظ لاباس بہ سے یاد کرتے ہین یعنے اسکا ترک کرنا اولی ہی البتہ صف پر امام کا تقدم اور اسکا ممتاز ہونا سنت ہی جو احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت ہی سوال علمائے دین ان مسائل مین کیا فرماتے ہین ۱ سورہ صاد کا سجدہ شافعیہ کے نزدیک واجب ہی یا نہین اور اُنکے نزدیک سجدہ حالت نماز مین درست ہی یا نہین ۲ صورت مین اگر امام شافعی ہو اور مقتدی حنفی تو اسپر صاد کا سجدہ واجب

ہوگا یا نہین اور اگر مقتدی پر واجب ہوگا تو وہ اُسے حالت نماز مین یا خارج نماز مین ادا کرسکتا ہی یا نہین اور اگر
ادا نہین کرسکتا تو اُس کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے یا باقی رہتا ہے اور حالت اقتدا مین اگر ضمن رکوع وسجود صلوۃ مین
نیت کرے تو ادا ہوسکتا ہے یا نہین ۲؎ تراویح مین اگر امام شافعی ہو تو اس لیے کہ صاد کا سجدہ اچھی طرح ادا کرلیا جائے
اگر ایک ترویحہ کا امام حنفی شخص ہوجائے اور سجدہ صاد کا رکوع پڑھکے سجدہ کرے اور شافعی اُسکی اقتدا کرے تو جائز
ہی یا نہین اور تعدد امام سے تراویح مین کچھ خلل ہوتا ہے یا نہین اور ایک ترویحہ مین حنفی کے امام ہونے سے شافعیہ
کی تحقیر لازم آتی ہے یا نہین **جواب** ۱؎ سورہ صاد کا سجدہ شافعیہ کے نزدیک واجب نہین بلکہ خارج نماز مین مستحب
ہی اور حالت نماز مین حرام بلکہ مفسد صلوۃ ہی بشرطیکہ سجدہ کرنے والا حکم حرمت سے واقف ہو اور پھر عمداً سجدہ کرے
علامہ عسقلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین یستحب السجود بص فی غیر الصلوۃ ویحرم فیہا
فان سجد فیہا عامدا عالما بتحریمہا بطلت صلوتہ بخلاف ما اذا سجدہا سہوا او جہلا لعذرہ سورۂ صاد کا سجدہ غیر نماز
مین مستحب اور نماز مین حرام ہی پس اگر کسی نے اُسکی حرمت سے واقف ہونے پر بھی نماز مین سجدہ کیا تو اُسکی نماز باطل
ہوجائیگی اور اگر کسی ناواقف نے سہواً سجدہ کرلیا تو اُسکی نماز عذر کے وجہ سے باطل نہوگی ۲؎ وجوب سجدۂ تلاوت کے تین
سبب ہین جیسا کہ غنیۃ المستملی مین ہے یجب علی التالی وعلی السامع وعلی المؤتم تلاوۃ امامہ وان لم یسمعہا لوجوب
المتابعۃ علیہ تلاوت کرنے والے اور سننے والے اور مقتدی پر اگرچہ اُس نے آیت سجدہ نہ سنی ہو سجدہ متابعت امام کیوجہ
سے واجب ہوتا ہے اور وجوب سجدہ مین بوجہ سماع کے مذہب سامع کا معتبر ہی نہ مذہب تالی کا جیسا کہ بحر الرائق مین
ہی فی التجنیس التالی او السامع ینظر کل واحد منہما الی اعتقاد نفسہ کالسجدۃ الثانیۃ فی سورۃ الحج لیس بموضع
السجدۃ عندنا وعند الشافعی ہو موضع السجدۃ لان السامع لیس بتابع للتالی تخفیفا حتے یلزمہ العمل برأیہ لانہ
لاشرکۃ بینہما تجنیس مین ہی کہ پڑھنے والا اور سننے والا دونون اپنے اعتقاد پر نظر کرکے عمل کرین جیسا کہ سورہ حج کے
دوسرے سجدے مین جو ہمارے نزدیک محل سجدہ نہین ہی اور امام شافعی کے نزدیک ہے کیونکہ سننے والا پڑھنے والے کا
تابع نہین ہی یہان تک کہ اُسے پڑھنے والے کی رائے کی اتباع ضروری ہو کیونکہ ان دونون مین شرکت نہین ہے بنا بر
علیہ جب مقتدی حنفی نے آیت سجدہ صاد کی امام شافعی سے سنی سجدہ اُسپر واجب ہوگیا نہ امام پر جیسا کہ حج کے
سجدۂ ثانیہ مین امر بالعکس ہی لیکن اس واجب کے مقتدی کے ادا کرنے کے کوئی صورت نہین ہی نہ نماز مین اور نہ خارج
نماز مین لیکن نماز مین بسبب اس وجہ سے کہ مخالفت لازم آتی ہی اور مقتدی کو امام کی متابعت ضروری ہی اسی وجہ سے جب
امام حنفی ہو اور وہ باوجود وجوب سجدہ کے اُسپر اور اُسکے مقتدی پر کسی وجہ سے سجدہ نہ کرے تو مقتدی کو بھی لازم

کہ سجدہ نکرے پس جب شافعی امام جسپر سجدہ واجب ہی نہیں سجدہ نکرے تو مقتدی بدرجۂ اولی سجدہ نہیں کرسکتا غنیۃ المستملی مین ہے ولو لم یسجد الامام لا یسجدون سہوہا لانہ مامور بالمتابعۃ وعدم المخالفۃ اگر امام نے سجدہ نہیں کیا تو مقتدی بھی سجدہ نہ کرین کیونکہ اونھین اتباع اور عدم مخالفت کا حکم ہے اور بھی اُسی مین ہو فی نظم الزندویسی خمسۃ اشیاء اذا لم یفعلہا الامام لا یفعلہا القوم القنوت وتکبیرات العیدین والقعدۃ الاولی وسجدۃ التلاوۃ وسجدۃ السہو نظم زندویسی مین ہو کہ پانچ چیزین ہین جنھین جب امام نہ کرے تو مقتدی بھی نہ کرے قنوت تکبیرات عیدین قاعدۂ اولی سجدۂ تلاوت سجدۂ سہو اور بھی اسی مین ہے الاصل فیہ وجوب متابعۃ الامام فی الواجبات فعلا وکذا ترکا ان کانت فعلیۃ او قولیۃ یلزم من فعلہا المخالفۃ فی الفعل اسکی اصل واجبات مین اتباع امام کی فعلا و ترکا واجب ہوتی ہے واجب فعلی ہو یا ایسا قولی ہو جسکے کرنے سے فعلا امام کی مخالفت لازم آئے اور سجدۂ صلوتیہ خارج نماز مین ادا نہین ہوسکتا بحر الرائق مین ہو ولم یقضہا لصلوتیۃ خارجہا لان السجدۃ المتلوۃ فی الصلوۃ افضل من غیرہا فلم یجز اداؤہا خارج الصلوۃ لان الکامل لا یتادی بالناقص اور سجدۂ تلاوت صلوتی نماز کے بعد ادا نہوگا کیونکہ وہ سجدہ جو نماز مین پڑھا گیا دوسرے سے افضل ہو پس خارج نماز مین اُسکا ادا کرنا جائز نہوگا کیونکہ کامل ناقص سے ادا نہین ہوسکتا اور در مختار مین ہے ومتابعۃ الامام یعنی فی المجتہد فیہ لا فی المقطوع بنسخہ او بعدم سنیتہ کقنوت فجر اور امام کی متابعت ضروری ہو یعنے امور اجتہادی مین نہ اُن مین جنکے نسخ کا تیقن ہو یا سنت نہونے کا تیقن ہو جیسے قنوت فجر اور ظاہر ہو کہ سجدہ سورۂ صاد کا مجتہد فیہ ہو جیسا کہ اس عبارت رد المحتار سے واضح ہو المراد بالمجتہد فیہ ما کان مبنیا علی دلیل معتبر شرعا بحیث یسوغ للمجتہد بسببہ مخالفۃ غیرہ مجتہد فیہ سے وہ امور مراد ہین جو کسی شرعی معتبر دلیل سے ثابت ہون جنکے بدولت مجتہد دوسرون کی مخالفت کرسکے۔ پس اس مین بھی متابعت امام شافعی کی ضروری ہے جیسا کہ سجدۂ ثانیہ حج مین متابعت امام شافعی کی ضروری ہو حواشی طحطاوی علی الدر المختار مین ہے قولہ للمتابعۃ ظاہرہ انہ یجب علیہ متابعۃ الشافعی فی سجود الثانیۃ من سورۃ الحج لوجود الشرکۃ بخلاف خارج الصلوۃ بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی حنفی پر سورۂ حج کے دوسرے سجدے مین شافعی کی اقتدا واجب ہو شرکت کی وجہ سے برخلاف خارج نماز کے جب یہ معلوم ہوا کہ مقتدی حنفی سجدہ کو نہ خارج نماز ادا کرسکتا ہو نہ نماز مین متابعت امام کی وجہ سے پس بالضرورۃ یہ سجدہ مقتدی سے ساقط ہو جائیگا باقی رہا رکوع یا سجود نماز کے ضمن مین اسکا ادا ہونا پس حنفیہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت رکوع مین نیت کے ساتھ اور سجدہ مین بغیر نیت کے اور بعض کے نزدیک بشرط نیت کے ادا ہوجاتا ہے بشرطیکہ رکوع اور سجود بعد قرأت آیت سجدہ کے فی الفور ہو اور تین یا چار آیت کا فصل نہو بحر الرائق

میں ہی لو لم یرکع حتی طالت القراءۃ ثم رکع ان نواہ عن السجدۃ وکذا السجدۃ الصلوتیۃ لا ینوب عنہا اذا طالت القراءۃ و اذا لم تطل القراءۃ لا یحتاج الرکوع والسجود فی اقامتہا عن سجود التلاوۃ الی النیۃ ومن المشایخ من قال یحتاج الی النیۃ واکثر المشایخ لم یقدروا طول القراءۃ لشیٔ وبعضہم قالوا ان قراءۃ اٰیۃ او اثنتین لم تطل وان قرأ ثلاثا طالت والظاہر ان الثلث لا یعدم الفور اگر رکوع نہیں کیا یہان تک کہ قرأت طویل ہوگئی تو سجدہ نہ جائز ہوگا اگرچہ نیت کرے (یعنے رکوع مین سجدہ تلاوت کے ادا کرنے کی) اور ایسا ہی نماز کا سجدہ قائم مقام نہو سکے گا اگر قرأت طویل ہو اور اگر قرأت طویل نہو تو رکوع یا سجود کے قائم مقام سجدہ تلاوت کرنے کے لیے نیت کی ضرورت نہیں ہی اور بعضے مشائخ نے کہا ہی کہ نیت کی احتیاج ہی اور اکثر مشائخ نے طول قرأت کی کوئی مقدار نہیں بیان کی ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ ایک یا دو آیتون کے پڑھنے سے طول نہیں ہوتا اور اگر تین پڑھیں تو طول ہوگیا اور ظاہر یہ ہی کہ تین کے پڑھنے سے بھی فور یعنی عدم طول معدوم نہیں ہوتا ہی اور بحر اس مین شرح قول کنز ولم یقض الصلوتیۃ خارجہا مین ہی محل سقوطہا ما اذا لم یرکع لصلوتہ ولم یسجد صلوتیۃ اما اذا رکع او سجد صلوتیۃ فانہ ینوب عنہا اذا کان علی الفور محل سجدہ جبھی ساقط ہوتا ہی جب نماز کا رکوع نہیں کیا یا سجدہ صلوتی ادا نہیں کیا اور اگر رکوع یا سجدہ صلوتی فورًا ادا کر لیا ہی تو وہ قائم مقام ہو جائیگا۔ اور رد مختار میں ہے لو نواہا الامام فی رکوعہ ولم ینوہا المؤتم لم یجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیۃ وینبغی حملہ علی الجہریۃ نعم لو رکع وسجد لہا فورًا ناب بلا نیۃ اگر امام نے سجدے کی نیت رکوع مین کر لی ہی اور مقتدی نے نہیں کی تو مقتدی کے لیے امام کی نیت کافی نہیں ہی اور وہ سجدہ کرے جب امام سلام پھیرے اور قعدہ کا اعادہ کرے اور اگر اسے ترک کر دیا تو نماز فاسد ہوگی ایسا ہی قنیہ مین ہی ہان اگر رکوع کیا اور پھر فورًا ہی سجدہ کیا تو وہ بلا نیت کافی ہوگا۔ اور حاشی طحطاوی مین ہی قولہ نعم استدراک علی قولہ لم یجزہ یعنی ان عدم الاجزاء للمؤتم فیما اذا نواہا الامام فی الرکوع اما اذا لم ینوہا فیہ بان نواہا فی السجود ولم ینوہا اصلا فلا شیٔ علی المؤتم نواہا او لم ینوہا یعنی اسکا قول نعم لم یجزہ سے مطلب یہ ہی کہ مقتدی کی طرف سے نیت امام کا ناکافی ہونا اسیوقت ہی جب امام رکوع مین نیت کرے اور اگر رکوع مین نیت نہیں کی یعنے سجدہ مین نیت کی یا نیت ہی نہیں کی تو مقتدی کے لیے کچھ حرج نہیں چاہے اُس نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور رد المحتار مین ہے قولہ نعم لو رکع وسجد لہا ای للصلوۃ فورًا وان لم ینو والظاہر ان المقصود بہذا الاستدراک التنبیہ علی انہ ینبغی للامام ان لا ینویہا فی الرکوع لانہ اذا لم ینوہا فی الرکوع ونواہا فی السجود او لم ینوہا اصلا لا شیٔ علی المؤتم لان السجود ہو الاصل فیہا یعنی اگر فورًا ہی نماز کا سجدہ و رکوع کر لیا تو کافی ہی گو نیت نہ کی ہو اور بظاہر اس استدراک

کا مقصد اس امر پر تنبیہ کرنا ہی کہ امام کو رکوع مین نیت نہ کرنا چاہیے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کریگا تو یا سجدے مین نیت کریگا یا نیت ہی نہ کریگا بہر حال مقتدی پر کچھ نہ واجب ہوگا کیونکہ اصل سجدہ ہی ہی - ان عبارتون سے یہ معلوم ہوا کہ اگر امام فی الفور بغیر فصل طویل رکوع و سجدۂ صلوتیہ کرے اور نیت ادائے رکوع و سجود کی کرے نہ سجدۂ تلاوت کی تو اس صورت مین بھی مقتدی کا سجدۂ تلاوت سجدۂ صلوتیہ کے ضمن مین ادا ہو جائیگا نیت کرین یا نہ کرین اسی لیے شافعی امام کو بہتر ہے کہ بعد قرأت آیت سجدۂ صاد کے دو تین آیت پڑھکے رکوع اور سجدہ نماز بدون نیت سجدۂ تلاوت کرے تاکہ مقتدیون سے سجدۂ تلاوت خود بخود ادا ہو جائے کیونکہ اگر سجدۂ تلاوت کی نیت کرے گا تو اس کے مذہب کے موافق فساد ہوگا اور اگر فصل طویل کے بعد رکوع اور سجدہ کریگا تو مقتدی حنفی سے سجدۂ تلاوت فوت ہو جائیگا اور اس صورت مین کہ دو تین آیت کے بعد رکوع اور سجدہ نہ کرے نہ بقصد سجدۂ تلاوت بلکہ بقصد اتمام رکعت کسی مذہب والے کا نقصان نہوگا دستہ تراویح دو امام سے بھی پڑھنا درست ہی لیکن اولی یہ ہی کہ ایک ایک ترویحہ سے کم نہ ادا کرے فتاوی قاسم بن قطلوبغا حنفی مین ہی اذا اصلی الترویحۃ الواحدۃ امامان کل واحد منہما بتسلیمۃ اختلف المشائخ فیہ قال بعضہم لا باس بہ والصحیح انہ لا یستحب ذلک ولکن کل ترویحۃ یودیہا امام واحد وعلیہ عمل اہل الحرمین وغیرہم ویکون تبدیل الامام بمنزلۃ الانتظار جبکہ ایک ترویحہ دو امامون نے ایک ہی تسلیمہ سے پڑھایا تو مشائخ کا اس مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک کچھ حرج نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ مستحب نہین ہے بلکہ ایک ترویحہ کو ایک ہی امام پڑھائے اور اسپر اہل حرمین کا عمل ہی اور تبدیل امام بمنزلہ انتظار کے ہے پس اگر بقدر ترویحہ سجدۂ صاد کے امام حنفی کیا جاوے تو بہتر ہی کہ تراویح کے ادا مین خلل نہوگا اور حنفیون سے سجدہ بھی ادا ہو جائیگا اور شافعی کی نماز اور اقتدا مین بھی کچھ فتور نہوگا اور یہ خیال کرنا کہ اس مین شافعیہ کی تحقیر ہی از قبیل وساوس ہی **سوال** ایک حافظ نے دس دن مین پہلا قرآن شریف ایک مسجد مین ایک قوم کے ساتھ پھر دوسرا قرآن شریف دوسری مسجد مین دوسری قوم کے ساتھ پڑھا تو آیا تراویح سنت بختم مذکورہ ان دونون کے لیے ادا ہو گی یا نہین اور ثواب پائین گے یا نہین - **جواب** ادا ہو گی خزانۃ الروایات مین ہی قد روی بعض اہل العلم عن کنز الفتاوی رجل ام قوما فی التراویح دختم فیہا ثم ام قوما اخرین لہ ثواب الفضیلۃ ولہم ثواب الختم بعض اہل علم نے کنز الفتاوی سے نقل کیا ہی کہ ایک شخص جسنے تراویح مین ایک جماعت کی امامت کی اور قرآن ختم کیا پھر دوسرے کی امامت کی تو اس شخص کو فضیلت کا ثواب ملیگا اور ان لوگون کو ختم کا **سوال** نفل نماز بعد دو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے اکثر عوام پڑھتے ہین آیا اسکی اصل سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہی یا نہین اور اسکا پڑھنا ثواب ہی یا عذاب

**جواب** حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کے پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم مین مروی ہے سألت عائشۃ عن صلوٰۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالت کان یصلے ثلث عشرۃ رکعات ثم یصلے ثمان رکعات ثم یوتر ثم یصلے رکعتین وھو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع ثم یصلے رکعتین بین النداء والاقامۃ من صلوٰۃ الصبح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو اُنھون نے فرمایا کہ تیرہ رکعتین پڑھتے پھر آٹھ پڑھتے پھر وتر پڑھتے پھر دو رکعتین بیٹھکر پڑھتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے اور رکوع فرماتے پھر دو رکعتین ندا و اقامت نماز صبح کے درمیان پڑھتے نووی شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین الصواب ان ھاتین الرکعتین فعلھما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعد الوتر جالسا لبیان جواز الصلوٰۃ بعد الوتر و بیان جواز النفل جالسا ولم یواظب علی ذلک بل فعلہ مرۃ او مرتین او مرات قلیلۃ صحیح یہ ہے کہ ان دونون رکعتون کو حضرت سرورِ انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے وتر کے بعد بیٹھکر اس غرض سے پڑھا ہے کہ یہ معلوم ہو جاے کہ وتر کے بعد نماز جائز ہے اور نفل بیٹھکر پڑھنا جائز ہے اور اسپر آپ نے مواظبت نہین فرمائی بلکہ ایک یا دو مرتبہ اسپر عمل کیا اور چند مرتبہ ترک کیا۔ اور بعد دو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے آپ کا دو رکعت نفل پڑھنا ابتک نظر سے نہین گذرا لیکن جو شخص بقصد ثواب بدون اعتقاد سنیت پڑھے گا وہ ثواب پائیگا کیونکہ حدیث مین ہے الصلوٰۃ خیر موضوع فمن شاء فلیقلل ومن شاء فلیکثر نماز اچھا کام ہے جو چاہے اس مین کمی کرے اور جو چاہے زیادتی کرے البتہ ان اوقات مین دو رکعت نفل کھڑے ہو کے پڑھنا چاہیے نہ بیٹھکے کیونکہ صحیح مسلم اور موطاء مالک وغیرہ کتب معتبرہ مین مروی ہے صلوٰۃ الرجل قاعدا نصف صلوٰۃ قائما بیٹھکر نماز پڑھنا کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کا آدھا مرتبہ رکھتا ہے **سوال** علما اس مسئلہ مین کیا فرماتے ہین کہ تمام احناف کی کتابون مین مذکور ہے کہ سنت فجر کی قضا اسیوقت پڑھی جائے گی جب فجر فرض بھی قضا ہو جائے اور اگر اکیلی سنتین نہ پڑھ سکے تو بالاجماع طلوع آفتاب کے قبل اُسکی قضا نہین کی جاسکتی کیونکہ صبح کے بعد طلوع شمس کے قبل نفل مکروہ ہے اسکی دلیل مین یہ حدیث پیش کی جاسکتی ہے لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا صلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس رواہ ابو داؤد قبل طلوع آفتاب کے نماز صبح کے بعد کوئی نماز درست نہین ہے اور نہ عصر کے بعد غروب آفتاب سے پہلے کوئی نماز درست ہے اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے مگر قیس عمر کی یہ حدیث اس کے معارض ہے رای رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رجلا یصلے بعد صلوٰۃ الصبح رکعتین فقال صلوٰۃ الصبح رکعتین فقال الرجل انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلھما فصلیتھما الآن فسکت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رواہ ابو داؤد

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز صبح کے بعد
دو رکعتیں پڑھ رہا ہی تو آپ نے فرمایا کہ نماز صبح کی دو رکعتیں ہین اُس شخص نے کہا کہ مین نے نماز صبح کے پہلے کی دو رکعتین
نہین پڑھی تھین اُنھین اب پڑھ رہا تھا آپ نے اسپر سکوت فرمایا اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہی ان دو حدیثون مین
موافقت کیونکر ہو سکتی ہی **جواب** اس مین شک نہین کہ وہ تمام حدیثین جو طلوع شمس کے قبل نماز صبح کے بعد اور
غروب شمس کے قبل نماز عصر کے بعد نفلون کی ممانعت کے بارہ مین آئی ہین بالکل صحیح ہین جیسا کہ صحیحین وغیرہ
مین ہی اور اسی طرح وہ حدیث بھی جس سے نماز فجر کے بعد قبل طلوع شمس سنت فجر کا ادا کرنا ثابت ہوتا ہے قابل احتجاج ہے
اگرچہ چونکہ احناف نے یہ اصول مقرر کر لیا ہے کہ جب کسی چیز کے متعلق حلت اور حرمت کی دو نصین موجود ہون تو نص
حرمت کو ترجیح دیجائے گی قول فعل و تقریر دونون پر مقدم ہی لہذا ہمارے ائمہ نے نہی کی قولی احادیث پر جو نص
حرمت ہین عمل کرکے ممانعت کا حکم دیدیا عینی نے بنایہ شرح ہدایہ مین دو متعارض حدیثون کو ذکر کرکے کہا ہی ان المبیح
والحاظر اذا تعارضا جعل الحاظر متاخرا مباح کرنے اور منع کرنیوالی دو حدیثین جب جمع ہو جائین تو منع کرنے والی حدیث
متاخر ہوگی علاوہ برین احادیث نہی بکثرت ہین **سوال** مصر کی صحیح تعریف کیا ہی اگر یہ ہے کہ اُس جگہ کے رہنے والون
سے اکبر مساجد بھر جائے تو رہنے والون مین بعض لوگ ایسے ہین جنپر جمعہ واجب نہین جیسے لڑکے عورتین اندھے
کفار وغیرہ تو ان لوگون کا اعتبار ہوگا یا نہین **جواب** مصر کی تعریف مین فقہا کا اختلاف ہی اور مختار اکثر فقہا کا اور
جمہور متاخرین کے نزدیک مصر کی مفتی بہ تعریف یہی ہے کہ اُس جگہ کے رہنے والون کو اکبر مساجد اُس جگہ کی کافی نہو اور
مراد اُن لوگون سے وہ لوگ ہین جنپر جمعہ فرض ہی اور لڑکے وغیرہ جو جمعہ کے مکلف نہین ہین خارج از بحث ہین برجندی
شرح مختصر وقایہ مین لکھتے ہین وما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ مصر وھذا التفسیر مروی عن ابی یوسف والمراد
باھلھم الذین یجب علیہم الجمعۃ وعنہ ایضا کل موضع فیہ یسکن عشرۃ الاف رجل وعنہ ایضا ان کل موضع لہ امیر
وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وھو اختیار الکرخی کذا فی الھدایۃ ثم الظاھر ان المراد باکبر المساجد ھو المسجد
الجامع لکن فی الخزانۃ ان احسن ما قیل فی الباب انھم اذا کانوا بحال لو اجتمعوا فی اکبر مساجدھم لا یسعھم حتی
احتاجوا الی بناء المسجد الجامع فھذا صریح فی ان المراد باکبر المساجد غیر المسجد الجامع وقد صرح فی فتاوی
الزاھدی من ان المراد باکبر المساجد اکبر المساجد للصلوات الخمس وقال بعضھم ھو ان یعیش کل محترف
بحرفتہ من سنۃ الی سنۃ من غیر ان یحتاج الی حرفۃ اخری وقال بعضھم ھو ان یکون بحال لو قصدھم عدو یمکنھم دفعہ وقال
بعضھم ھو ان یولد فیہ کل یوم ویموت فیہ انسان وقال بعضھم ھو ان لا یعرف اعداد اھلہ الا بکلفۃ ومشقۃ جہان

کی سب سے بڑی مسجد میں تمام لوگ نہ آسکیں وہ مصر ہی اور یہ تفسیر امام ابو یوسف سے مروی ہی اور اہل سے وہ لوگ مراد
ہیں جنپر نماز جمعہ فرض ہی اور انھیں سے یہ بھی مروی ہی کہ مصر وہ ہی جہاں دس ہزار آدمی ہوں اور انہیں سے یہ بھی مروی ہی کہ ہر
وہ جگہ جہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ کریں اور حدود قائم کریں مصر ہی اور امام کرخی نے اسی کو اختیار کیا ہی ایسا ہی ایضاح میں
ظاہر یہ ہی کہ اکبر مساجد سے مراد جامع مسجد ہے لیکن خزانہ میں ہے کہ اس بات میں سب سے بہتر یہ رائی ہی کہ جس جگہ اتنے لوگ ہوں کہ اگر وہ سب
مجتمع ہوں تو وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں نہ سما سکیں اور انھیں ایک مسجد جامع بنانے کی ضرورت پڑے تو وہ مصر ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر مساجد سے مراد مسجد غیر جامع ہے اور فتاوی زاہدی میں اسکی تصحیح ہی کہ اکبر مساجد سے مراد
پنجوقتہ نماز کی مسجد ہی اور بعضوں کے نزدیک مصر وہ ہی جہاں ہر پیشہ والا سالہا سال بسر کرتا ہے بغیر اسکے کہ وہ کسی
دوسرے پیشہ کو اختیار کرے اور بعضوں کے نزدیک مصر وہ جگہ ہے جہاں کے رہنے والوں کی اتنی تعداد ہو کہ اگر
اُنپر کوئی دشمن حملہ کرے تو وہ اُسکو دفع کر سکیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ مصر وہ ہے جہاں روزانہ کوئی نہ کوئی پیدا
ہو اور کوئی نہ کوئی مرے اور بعضوں کے نزدیک مصر وہ ہی جہاں کے رہنے والوں کی تعداد بآسانی نہ معلوم ہو سکے
اور تنویر الابصار اور در مختار میں ہی هو مالا يسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها وعليه فتوى اكثر الفقهاء
مصر وہ ہی جہاں کی سب سے بڑی مسجد میں مکلفین جمعہ نہ سما سکیں اور اسی پر اکثر فقہا کا فتوی ہی اور رد المحتار میں ہی
قوله المكلفين بها احترز به عن اصحاب الاعذار مثل النساء والصبيان والمسافرين عن القهستاني قوله وعليه
فتوى اكثر الفقهاء وقال ابو شجاع هذا احسن ما قيل فيه وفي الولوالجية وهو صحيح - بحر - وعليه مشى في الوقاية و في
متن المختار وشرحه وقدمه في متن الدرر على القول الآخر وظاهره ترجيحه وايده صدر الشريعة بقوله لظهور التو
في احكام الشرع سيما في اقامة الحدود في الامصار قوله المكلفين بها سے معذور خارج ہو گئے مثلاً عورت بچے اور مسافر
(منقول از قہستانی) قوله وعليه فتوى اكثر الفقهاء - ابو شجاع نے کہا ہی کہ یہی سب سے زائد درست ہے اور ولوالجیہ میں
ہی کہ یہی صحیح ہی - بحر - اور اسی پر صاحب وقایہ و ماتن و شارح مختار چلے ہیں اور درر میں اسے دوسرے قول پر مقدم
کیا ہی اور اس سے مقصد بظاہر صرف ترجیح معلوم ہوتا ہے اور اسکی تائید صدر الشریعہ نے اپنے اس قول سے کی ہے
کہ شہروں میں احکام شرع کا پورا ہونا خاصکر اقامت حدود ظاہر ہے اور بحر الرائق میں ہی في المجتبى عن ابي يوسف انه
اذا اجتمعوا في اكبر مساجدهم للصلوات الخمس لم يسعهم وعليها الفتوى لاكثر الفقهاء وقال ابو شجاع هذا
احسن ما قيل مجتبی میں امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ جب لوگ سب سے بڑی مسجد میں پنجوقتہ نمازوں کے لیے
جمع ہوں تو مسجد اتنی وسعت نہ رکھے اور اسپر اکثر فقہا کا فتوی ہی اور ابو شجاع نے کہا ہے کہ یہ سب سے زائد اچھا ہی

**سوال** زید اپنی زوجہ کو نماز پنجگانہ ادا کرنے کا حکم کرتا ہے مگر وہ نہین مانتی اسوجہ سے زید زوجہ سے ناراض ہے معلوم ہونا چاہیے کہ شرعاً اُس سے صحبت ترک کرے یا مارے یا طلاق دے **جواب** تنبیہ اور زجر کی نیت سے ہمخوابی ترک کرنا اور تنبیہاً اُسکو مارنا بھی درست ہی مگر نہ اتنا مارنا کہ اُسکو زائد تکلیف ہو اور طلاق دیدینا بھی درست ہی ضروری نہین اور اگر وہ عورت کسی طرح نہ مانے تو اُسکو اپنی زوجیت مین باقی رکھنا ممنوع نہین ہی کیونکہ ذمہ شوہر کا نصیحت کی وجہ سے پاک ہو گیا عدم قبول نصیحت کا وبال عورت پر ہوگا اشباہ مین ہی للزوج ان یضرب زوجتہ علی ترك الزینۃ بعد طلبھا وعلی عدم اجابتھا الی فراشہ وھی طاھرۃ من الحیض والنفاس وعلی خروجھا من منزلہ بغیر حق وعلی ترك الصلوۃ فی روایۃ شوہر کو اسکا حق ہی کہ اپنی بی بی کو حکم دینے کے بعد بھی زینت کے ترک کرنے پر یا حالت طہارت مین انکار فراش پر یا بلا حق گھر سے باہر جانے پر یا دبروایتے ترک صلوۃ پر مارے حموی حواشی اشباہ مین علی ترك الصلوۃ فی روایۃ کے تحت مین لکھتے ہین مشی علیہ فی الکنز تبعا للکثیرین وفی النہایۃ تبعا لما فی الحاکم انہ لا یجوز لہ لان المنفعۃ لا تعود الیہ بل الیھا اسی پر کنز مین حکم دیا گیا ہی اکثر لوگون کی اتباع مین اور نہایہ مین حاکم کی اتباع مین لکھا ہی کہ یہ ناجائز ہی کیونکہ نفع زوجہ ہی کو حاصل ہوگا نہ شوہر کو۔ اور خزانۃ الروایۃ مین ہی فی الخانیۃ لہ ان یضربھا علی اربعۃ منھا ترك الزینۃ اذا اراد الزوج الزینۃ والثانیۃ ترك الغسل من الحیض والنفاس والجنابۃ والثالثۃ ترك الصلوۃ والرابعۃ الخروج من منزلہ بغیر اذنہ بعد ایفاء المھر وفی القنیۃ رجل لہ امرأۃ فاسقۃ لا تنزجر بالزجر لا یجب علیہ تطلیقھا وفی الخانیۃ رجل لہ امرأۃ لا تصلی کان لہ ان یطلق خانیہ مین ہی کہ شوہر کو ان چار باتون پر زوجہ کے مارنے کا حق ہے (۱) زوج زینت کا حکم دے اور وہ زینت نہ کرے (۲) حیض اور نفاس اور جنابت کے بعد نہ نہلائے (۳) نماز ترک کرے (۴) بعد ادائے مہر بلا اجازت شوہر گھر سے نکلے قنیہ مین ہی کہ اگر کسی شخص کی بی بی فاسقہ ہی اور وہ باوجود زجر کے بھی رفسق سے) باز نہین آتی تو اسپر طلاق دینا واجب نہین ہی اور خانیہ مین ہی کہ اگر کسی کی عورت نماز نہ پڑھتی ہو تو اُسے طلاق دیدینا چاہیے **سوال** ایک قصبہ مین چند آدمی آمین بالجہر کہتے ہین اور نہ کہنے والے کو برا بھلا کہتے ہین بلکہ آمین بالجہر کہنے والے بعض بعض جاہل آمین بالجہر نہ کہنے والے کو کافر بھی کہتے ہین اور کلمات ناشائستہ کے وجہ سے ایک جاہل نے آمین بالجہر کہنے والے اور رفع یدین کرنے والے کو مارا اور قبل مارنے کے بہت فساد تھا مارنے کے کل فساد دفع ہو گیا تو اس صورت مین وہ مارنے والا گنہگار ہوگا یا نہین **جواب** آمین بالجہر نہ کہنے والے کو برا کہنے والا اور آمین بالجہر کہنے والے کو مارنے والا دونون گنہگار ہوے دونون پر توبہ لازم ہے فان اختلاف الائمۃ رحمۃ ولیس علی تابع احدھم کا ئنا من کان تعنت اختلاف ایمہ رحمت ہی اور انمین سے کسی کے تابع پر کوئی الزام نہین

**سوال** وتر کی نماز کے بعد یہ دو سجدے جو اکثر لوگ کرتے ہین اور اس مین سبوح قدوس ربنا و رب الملائکۃ والروح پڑھتے ہین یہ مکروہ ہین یا مباح اور اسکی فضیلت مین بعض کتب فقہ مین جو ایک حدیث بروایت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے صحیح ہی یا موضوع **جواب** یہ دو سجدے وتر کے بعد بے اصل ہین اور حدیث فاطمہؓ جو مشہور ہی موضوع ہی۔ درمختار مین ہی سجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ مکروہ سجدۂ شکر مستحب ہی اور اسی پر فتوی ہی لیکن نماز کے بعد مکروہ ہی کیونکہ جاہل یہ خیال کرتے ہین کہ سنت ہی یا واجب اور ہر مباح جو سنت یا واجب سمجھا جانے لگے مکروہ ہی اور رد المحتار مین ہی قال فی شرح المنیۃ واما ما ذکر فی المضمرات ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لفاطمۃ ما من مومن ولا مومنۃ یسجد سجدتین الی آخرہ فحدیث موضوع باطل لا اصل لہ شرح منیہ مین ہی کہ جو مضمرات مین ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا نہین ہی کوئی مومن یا مومنہ جو دو سجدے کرے آہ یہ حدیث موضوع ہی باطل ہی اسکی کچھ اصل نہین ہی اور بھی اُسی مین ہے قال فی شرح المنیۃ عن شرح القدوری الزاہدی ما یفعل عقیب الصلوۃ فمکروہ لان الجہال یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ شرح منیہ مین شرح قدوری زاہدی سے منقول ہی جو نماز کے بعد کیا جائے وہ مکروہ ہی کیونکہ جاہل اسے سنت یا واجب سمجھتے ہین اور ہر مباح جو اس مرتبہ تک پہونچ جاے مکروہ ہوجاتا ہی **سوال** ایک شہر مین لوگون نے ۲۹ ذیقعدہ کو چاند بقرعید کا دیکھنا شروع کیا اور مطلع بھی صاف تھا اس شہر والون کو چاند نہ دکھائی دیا اور اس شہر مین دوسرے شہر سے دو شخص آئے جو نہایت ثقہ اور پرہیزگار تھے اُن دونون نے شہادۃً ایک مفتی کے پاس یہ بیان کیا کہ ہمنے اپنی آنکھون سے چاند دیکھا ہی بتاریخ ۲۹ ذیقعدہ کو فلان شہر مین لیکن ادائے شہادت کو ایک کا یہ بیان ہی کہ ہمنے فلان شہر مین ایک دو منزلہ مکان پر نماز پڑھی اور وہان قریب سو دو سو آدمیون کے نمازی جمع تھے سبھون نے چاند دیکھا اور دوسرے کا بیان ہی کہ ہم اپنے چند ساتھیون کے ساتھ ریل سے اتر کر ایک میدان مین جارہے تھے عین مغرب کے وقت ہم سب نے چاند دیکھا اس کے بعد ایک دوسرے قصبہ سے ڈاک پر خط آیا اُس مین بھی لکھا تھا کہ یہان ۲۹ ذیقعدہ کو بہت لوگون نے چاند دیکھا اور بھی چند جگہون سے خبر آئی اسلیے مفتی مذکور نے گواہون کی گواہی قبول کرکے نماز بقرعید کی پڑھی اب بعض لوگ کہتے ہین کہ نماز کسی کی نہین ہوئی اور مفتی حنفی کے مذہب سے خارج ہوگیا **جواب** نماز صورت مذکورہ مین درست ہوئی اور مفتی مذہب حنفی سے خارج نہین ہوا **سوال** علمان مسائل مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص امام ہوتا ہے اور سلام کے بعد یہ دعا جو خاص اپنے نفس کیواسطے ہے پڑھتا ہے رب انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ والحقنی بالصالحین اور رب اشرح لی صدری ویسر لی امری الٓی آخری

آمین کہتے ہین پس امام کا یہ فعل بُرا ہی یا نہین اور وہ خائن ہی یا امانت دار اور لا یؤم عبد قوما الحدیث کے تحت مین
داخل ہوسکتا ہی یا نہین ۔ دوسرا شخص امام ہوتا ہے اور وہ بعد سلام کے اسی دعا کو بلفظ جمع تلفظ کرتا ہے پس دوسرا
امام قابل ملامت ہی یا قابل مدح اور خائن ہی یا امانت دار اور ایسے امام کو قرآن کا اصلاح دینے والا کہین گے یا کیا
سـ حدیث لا یؤم عبد قوما جو ترمذی مین بروایت ثوبان منقول ہی وہ موضوع ہی یا حسن اور اس حدیث کا محل
یہ دعا جو بعد تسلیم کے مانگتے ہین ہوسکتا ہی یا نہین اور یہ حدیث اُن حدیثون کی جن مین حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم سے بوقت امامت نماز مین بلفظ مفرد دعا منقول ہی متعارض اور مخالف ہوتی ہی یا نہین اگر ہوتی ہی تو اسکی تطبیق
ایک شخص یون نقل کرتا ہے کہ حدیث ثوبان مین جو تخصیص کی ممانعت ہی وہ خارج صلوۃ بعد تسلیم مراد ہی کیونکہ سب
مقتدی امام کو اپنی طرف سے طلب خیر کے لیے نائب کرتے ہین اور خود فقط آمین کہتے ہین اور وہ اس صورت خاص
مین خیانت کر کے محض اپنی بھلائی چاہتا ہی تو خائن ہوا اور نماز کے اندر تو امام و مقتدی دونون دعا مانگتے ہین تو امام
اُنکا نائب نہ ٹھیرا لہذا خائن بھی نہوگا یہ صحیح ہے یا نہین جواب چونکہ اکثر ادعیۂ صلوۃ جو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے
منقول ہین بلفظ مفرد وارد ہین اور حدیث ثوبان عدم جواز یا کراہت پر دال ہی بحالت امام اس لیے علما کی رائین اس
باب مین مختلف ہوگئین بعض نے حدیث ثوبان کو موضوع کہا ہی اور مطلقا افراد کو جائز رکھا ہی لیکن یہ قول محض غلط ہی
حدیث مذکور جامع ترمذی وغیرہ مین موجود ہی اور اسکے موضوع ہونے پر کوئی قوی دلیل نہین ہی اور مجرد تعارض سے
باوجود امکان جمع کے کسی حدیث کو موضوع کہنا درست نہین ہی اور بعض نے مطلقاً ادعیۂ صلوۃ مین افراد کو موضوع
لکھا ہی اور بعض محدثین نے یہ تحریر کیا ہی کہ حدیث ثوبان سے وہ دعا مراد ہے جو بلفظ جمع وارد ہی اور جو دعا بلفظ مفرد
وارد ہی وہ اس سے خارج ہی اور اکثر محدثین کی یہ رائے ہے کہ تخصیص اس دعا مین ممنوع ہے جسکے ساتھ امام متفرد ہو اور
مقتدی آمین کہتا ہو جیسے دعاے قنوت صبح اور سوا اسکے اور ادعیہ مین کہ امام اور مقتدی دونون کو جائز ہین تخصیص منع
نہین ہی فاضل مینی بہجۃ المحافل مین لکھتے ہین جمع الادعیۃ المرویۃ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رویت بلفظ
التوحید قال الشیخ مشائخنا المجد الشیرازی فان قیل ورد مرفوعا لا یؤم عبد قوما فیخصہ بدعوۃ دونہم فان فعل
ذلک فقد خانہم ثم نقل عن ابن خزیمۃ ان ھذہ الحدیث موضوع وقال بعض العلماء ان ثبت ھذہ الحدیث
فیکون المراد دعاء ورد بلفظ جمع قلت وظہر لی واللہ اعلم ان کل دعاء یدعوا بہ الامام والماموم یکون بلفظ
الافراد وکل دعاء یومن فیہ الماموم لدعاء امامہ یکون بلفظ الجمع فان افرد وقع فی النہی وھذا اولی مما ذکرہ القاضی
لان الحدیث الذی نقل عن ابن خزیمۃ وضعہ اخرجہ ابو داؤد والترمذی تمام دعائین جو حضور سرور عالم صلے اللہ

علیہ وسلم سے مروی ہین اُن مین واحد کے الفاظ ہین شیخ المشائخ مجد شیرازی نے کہا ہی کہ یہ حدیث جو مرفوعًا مروی ہے کہ وہ شخص کسی قوم کی امامت نہ کرے جو ہر دعا صرف اپنے ہی لیے کرے اور اگر کسی نے ایسا کیا تو اُس نے اُن لوگون سے خیانت کی، ابن خزیمہ سے منقول ہی کہ موضوع ہے اور بعض علما نے کہا ہی کہ اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو تو اس سے مراد وہ دعا ہوگی جو بلفظ جمع وارد ہوئی ہی مین کہتا ہون کہ میرے سمجھ مین یہ آتا ہے کہ ہر دعا جو امام یا مقتدی کرے لفظ واحد سے ہونا چاہیے اور پھر وہ دعا جو امام کرے اور مقتدی اُس مین آمین کے لفظ جمع سے ہونا چاہیے اور اگر امام اُسے بلفظ واحد کریگا تو اُس نہی کی تحت مین آ جائیگا اور یہ قاضی کے قول سے زائد بہتر ہی کیونکہ جس حدیث کا موضوع ہونا ابن خزیمہ سے منقول ہو اُسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہی اور سراج الدین بن ملقن شرح سنن ابن ماجہ مین لکھتے ہین اما التخصیص بالدعاء فمقتضی کلام النووی فی الاذکار اطرادہ فی سائر ادعیۃ الصلوۃ وبہ صرح غزالی فی الاحیاء ونقلہ ابن المنذر فی الاشراق عن الشافعی والصواب ان ما امر الامام والماموم بقولہ یقولہ الامام بصیغۃ الافراد وما امر الامام بقولہ کالقنوت یاتی بہ بلفظ الجمع مگر مسئلہ تخصیص امام بدعا تو اسکے متعلق اذکار مین نووی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم نماز کی تمام دعاؤن کو شامل ہے اور غزالی نے احیاء العلوم مین اسکی تصریح کی ہی اور ابن منذر نے اشراق مین امام شافعی سے یہی نقل کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ جس دعا کے پڑھنے کا حکم امام اور مقتدی دونون کو ہی اُسمین صیغہ واحد لائے اور جسکے پڑھنے کا حکم صرف امام کو ہی جیسے قنوت اُس مین صیغہ جمع لائے اور ابن القیم زاد المعاد مین لکھتے ہین المحفوظ فی ادعیتہ صلے اللہ علیہ وسلم کلھا بلفظ الافراد کقولہ رب اغفر لی وارحمنی ومنھا قولہ فی دعاء الاستفتاح اللھم اغسلنی من خطایا اللھم باعد بینی وبین خطایای وروی الامام احمد واھل السنن من حدیث الثوبان مرفوعا لا یؤم عبد قوما فیخص نفسہ بدعوۃ قال ابن خزیمۃ فی صحیحہ وقد ذکر حدیث اللھم باعد بینی فی ھذہ دلیل علی رد الحدیث الموضوع لا یؤم عبد قوما الحدیث وسمعت شیخ الاسلام ابن تیمیۃ یقول ھذہ الحدیث عندی فی الدعاء الذی یدعو بہ الامام لنفسہ وللماموین کدعاء القنوت وغیرہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام دعاؤن مین لفظ مفرد منقول ہی جیسے رب اغفر لی وارحمنی اور جیسے دعاے استفتاح مین اللھم اغسلنی من خطایا اللھم باعد بینی وبین خطایا اور امام احمد اور اہل سنت نے مرفوعًا بروایت ثوبان بیان کیا ہی کہ کسی قوم کی امامت ایسا شخص نہ کرے جو صرف اپنے ہی لیے دعا کرے صحیح ابن خزیمہ مین ہے کہ اللھم باعد بینی وبین خطایا سے حدیث موضوع لا یؤم عبد قوما الحدیث کی رد ہو جاتی ہی اور مین نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سنا ہی کہ میرے نزدیک یہ حدیث صرف اُس دعا کے بارے مین ہی جس مین امام کو اپنے ساتھ مقتدی کے لیے بھی دعا کرنا چاہیے جیسے دعاے قنوت وغیرہ

اور شمس الدین جزری مؤلف حصن حصین مفتاح حصن حصین میں لکھتے ہیں هو من المنهيات لحديث ثوبان والمعنى ان
امامهم في الدعاء كالقنوت وغيره لا يخص فانه اذا دعا هم يؤمنون ويخص نفسه بالدعاء وهم لا يعلمون فتكون
خيانة لهم واما اذا دعا في السجود لنفسه مثلا او بين السجدتين او التشهد وهو امام فليس بخيانة لان
كل واحد من المامومين ينبغي ان يدعو لنفسه یہ حدیث ثوبان سے منہی عنہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ امام قنوت وغیرہ
کی ایسی دعاؤں میں تخصیص نہ کرے کیونکہ جب وہ دعا کرے گا مقتدی آمین کہینگے پس اگر اسنے صرف اپنے ہی لیے
دعا کی ہے اور مقتدی اس سے لاعلم ہیں تو خیانت لازم آتی البتہ اگر سجدہ میں یا دونوں سجدوں کے بیچ میں یا تشہد میں
اپنے لیے دعا کی تو بحالت امامت بھی خیانت نہیں ہے کیونکہ ان مواقع پر مقتدیوں میں سے ہر ایک کو اپنے لیے دعا
کرنا چاہیے پس اکثر فقہا نے ان دونوں حدیثوں میں جو توافق کیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ بعد نماز کے جب امام دعا مانگے تو
مقتدی آمین کہیں تو اسکو تخصیص نہ چاہیے بلکہ تعمیم چاہیے اور جو امام ربنا آتنا فی الدنیا و فی الآخرۃ پڑھتا ہے وہ
قرآن کا بدلنے والا نہ ٹھہرے گا کیونکہ ادعیہ قرآنیہ جب بطور دعا کے تلاوت کیے جائیں تو وہ قرآنیت سے خارج ہو جاتے
ہیں اشباہ والنظائر میں ہے القرآن يخرج عن القرآنية بقصد الثناء قرآن کی کسی آیت سے اگر دعا مقصود ہو تو وہ
قرآن نہیں رہتی پس انکی تبدیل قرآن کی تبدیل نہو گی اور حدیث ثوبان کو خاص دعا بعد الصلوۃ پر محمول کرنا نہیں
صحیح ہے اسوجہ سے کہ یہ طریقہ جو فی زماننا مروج ہے کہ امام سلام کے بعد رفع یدین کے ساتھ دعا مانگتا ہے اور مقتدی آمین
کہتے ہیں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نتھا جیسا کہ ابن القیم نے زاد المعاد میں اسکی تصریح کی
ہے بلکہ اولی یہی ہے کہ حدیث ثوبان عام سمجھی جائے اس دعا میں جس میں امام منفرد ہو اور مقتدی آمین گو ہوں اور
یہ صورت بھی افراد عام میں داخل کیجائے **سوال** ایک گاؤں میں ایک پرانی زمانے کی مسجد ہے جس میں پنجگانہ
اور جمعہ ہوتا تھا اب دوسرے شخص نے پچاس ہاتھ کے فاصلے پر بلا ضرورت دوسری مسجد بنائی ہے اس صورت میں
حق کس مسجد کا ادا کیا جائے **جواب** نماز دونوں مسجدوں میں جائز ہے لیکن افضل قدیم مسجد ہے درمختار میں
ہے افضل المساجد مكة ثم المدينة ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب افضل مساجد مکہ پھر مدینہ پھر
بیت المقدس پھر قبا ہے پھر جو زائد قدیم ہو پھر جو زائد بڑی ہو پھر جو زائد قریب ہو اور شرح منیہ میں ہے ذكر في الخانية
ومنية المفتي وغيرهما ان الاقدم افضل فان استويا في القدم فالاقرب خانیہ اور منیۃ المفتی میں ہے کہ قدیم مسجد
زائد افضل ہے اور اگر دو مسجدیں قدیم ہونے میں مساوی ہوں تو جو قریب ہو وہ زائد افضل ہے **سوال** مقتدی حنفی
ہوں اور امام پیچھے نماز پڑھتا ہو درست ہے یا نہیں **جواب** درست ہے حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر میں لکھتے ہیں

الشافعي عن ابراهيم بن محمد حدثني صالح مولى التوامة انه رأى ابا هريرة يصلي فوق ظهر المسجد بصلوة الامام في المسجد رواه البيهقي شافعی نے ابراہیم بن محمد سے بروایت صالح مولی توامہ روایت کیا ہی کہ انھون نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسجد کی چھت پر نماز پڑھتے دیکھا بحالیکہ وہ جس امام کی اقتدا کر رہے تھے وہ مسجد کے اندر تھا۔ اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے **سوال** تسلیم صلوۃ مین وبرکاتہ کی زیادتی مین اختلاف ہی بعض اسے بدعت کہتے ہین اور بعض استحسان کے قائل ہین جیساکہ درمختار مین لکھا ہی وجعله النووي بدعة ورده الحلبي وفي الحاوي انه حسن نووی نے اسے بدعت ٹھہرایا ہی اور حلبی نے اسکی تردید کی ہی اور حاوی نے اسے حسن لکھا ہی۔ اس باب مین قول مختار کیا ہی **جواب** قول مختار اس باب مین اسکی زیادتی ہی اور بدعت والا قول غیر معتبر ہی صاحب ردالمحتار نے قوله رده الحلبي کی تحت مین لکھا ہی۔ يعني المحقق ابن امير حاج في الحلية شرح المنية حيث قال بعد نقله قول النووي انه بدعة مانصه لكنه يتعقب في هذا بانها جاءت في سنن ابي داؤد من حديث وائل بن حجر باسناد صحيح وفي صحيح ابن حبان من حديث عبد الله ابن مسعود ثم قال اللهم الا ان يجاب بشذوذها وان صح مخرجها كما مشى عليه النووي في الاذكار وفيه تامل یعنے محقق ابن امیر حاج نے حلیہ شرح منیہ مین اسکی تردید کی ہو کیونکہ نووی کے قول انه بدعة کے نقل کرنے کے بعد جو انھون نے کہا ہی اسکی تصریح یہ ہی کہ اس قول کی تردید یون کی جاتی ہی کہ یہ حدیث سنن ابو داؤد مین بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح اور صحیح ابن حبان مین بروایت عبد اللہ بن مسعود مروی ہے ہان جواباً یہ کہا جاسکتا ہی کہ یہ شاذ ہے گو کہ اسکا مخرج صحیح ہی جیساکہ نووی نے اذکار مین اسکی تصریح کی ہی لیکن یہ امر قابل غور ہی۔ اور حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر مین لکھتے ہین وقع في صحيح ابن حبان من حديث ابن مسعود زيادة وبركاته وهي عند ابن ماجة وابي داؤد ايضا من حديث وائل فيتعجب من قول ابن الصلاح حيث يقول ان هذه الزيادة ليست في شئ من كتب الحديث الا في رواية وائل صحیح ابن حبان مین حدیث عبد اللہ بن مسعود سے وبرکاتہ کی زیادتی ثابت ہی اور یہ ابن ماجہ اور ابی داؤد کے نزدیک بھی حدیث وائل سے ثابت ہی تو اب ابن صلاح کا یہ قول تعجب انگیز ہی کہ یہ زیادتی بجز روایت وائل کے کسی دوسری حدیث سے ثابت نہین۔ **سوال** ایک شخص نے ایک مسجد مین نماز عشا و تراویح و وتر کی امامت کی پھر دوسرے مسجد مین جاکر ایک یا دو ترویحون مین انکے لوگون کی امامت کی اس خیال پر کہ تراویح اور دوسری سنتون اور نفلون کا حکم ایک ہی ہی جیساکہ محمد ہاشم ٹھٹھوی کی بیاض مین بہ روایت متانة الروايات سے منقول ہی وصح اقتداؤهم لان السنة والتطوع في حكم واحد اور انکی اقتدا صحیح ہی کیونکہ سنت اور نفل ایک ہی حکم مین ہی اور اسکی دلیل مین وہ یہ امر پیش کرتا ہے کہ تراویح اور دوسری سنتون مین جمہور اور علماء مشائخ

کے نزدیک نفلون کی طرح مطلق نیت کافی ہی اسکے علاوہ وہ اسی بیاض کی ایک دوسری روایت جو شرح شرعۃ الاسلام سے منقول ہی پیش کرتا ہی اُسکا ترجمہ یہ ہی جب حلال و حرام جمع ہوتے ہین تو حرام غالب ہوتا ہی اور یہ ضابطہ معاملات مین ہی مگر عبادات جیسے نماز روزہ وغیرہ مین علما نے کہا ہی اگر عدم جواز کی روایت نہو اور جواز کی ایک روایت ہو تو مفتی کو چاہیے کہ جواز پر فتوی دے۔ اور کہتا ہی کہ کمال الدین بن ہمام نے کہا ہی ان نفس النیۃ یحصل بنفس الفعل علی الوجہ الذی فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام وھو علیہ السلام لم یکن ینوی السنۃ بل الصلوۃ للہ تعالی علم ان وصف النیۃ نیت بعد فعلہ علی ذلک الوجہ تسمیۃ منا لفعلہ لانہ وصف یتوقف حصولہ علی النیۃ نیت صرف اُس طریقہ پر عمل کرنے سے حاصل ہوجاتی ہی جس طریقہ پر حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس فعل کو کیا ہی اور یہ معلوم ہے کہ آپ سنت کی نیت نہین کرتے تھے بلکہ صرف خدا کے لیے نماز کی نیت کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ اسطرح پر نیت اُسوقت سے ثابت ہوئی ہی جب سے کہ ہمنے آپکے فعل کا نام سنت رکھ لیا ہی نہ یہ کہ سنت ایک ایسا وصف ہی جو بغیر نیت کے ثابت ہی نہو تو اب ایسی صورت مین اس قوم کی اقتدا اور اُس شخص کی امامت مکروہ ہی یا نہین اور بنا قوی علی الضعیف لازم آتی ہی یا نہین نیت سنت موکدہ مین تعیین بہتر ہی یا اطلاق اور اس امامت اور اقتدا کے نہ صحیح ہونے کی وجہ صرف مخالفت سلف ہی جیساکہ فتاوی ہندیہ کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہی ولو صلی التراویح مقتدیا بمن یصلی مکتوبۃ او وترا او نافلۃ الاصح انہ لا یصح الاقتداء بہ لانہ مکروہ ومخالف لعمل السلف اگر تراویح مین اُس شخص کی اقتدا کی جو فرض یا وتر یا نفل پڑھ رہا ہی تو صحیح یہ ہی کہ یہ اقتدا نادرست ہی کیونکہ مکروہ اور مخالف عمل سلف ہی یا اسکے سوا اور بھی کوئی وجہ ہی جواب فقہاے حنفیہ اس باب کے دو امرون مین اختلاف رکھتے ہین اول نیت تراویح مین۔ اس مین ایک مذہب تو وہ ہی جو ظاہر الروایۃ مین ہے کہ تراویح اور تمام سنتون مین محض نماز کی نیت کافی ہی جیساکہ تجنیس اور ذخیرہ مین ہی اور صاحب ہدایہ نے مختارات النوازل اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہی اور فتح القدیر مین امام ابن ہمام نے اسکو اختیار کیا ہی اور اسکی خوب تحقیق کی ہے برہان شرح مواہب الرحمن مین طرابلسی نے اسکی اتباع کی ہی اور جامع مضمرات مین اسکی تصحیح کی ہی اور درمختار مین اسکو قابل اعتماد لکھا ہی اور خزانۃ الفتاوی اور منیۃ المصلی مین اسے مذہب مختار بتایا ہی اور دوسرا یہ کہ تراویح اور سنتون مین متابعت رسول اور ادائے سنت کی نیت ضروری ہی اور بعض مفتیون نے اسکی تصحیح کی ہی جیساکہ فتاوی قاضی خان مین ہی وقال بعضھم یجوز اداء السنن بنیۃ الصلوۃ او التطوع قال بعضھم لا یجوز وھو الصحیح بعضون کے نزدیک مطلق نماز یا نفل کی نیت سے سنتون کا ادا کرنا جائز ہی اور بعضون کے نزدیک نہین اور یہی مذہب صحیح ہی اور بزازیہ مین ہے

ان نوی فی التراویح مطلق الصلوۃ والنفل فالصحیح انہ لا یجوز لانہا سنۃ مخصوصۃ فیراعی صفۃ الخاصۃ للخروج عن العہدۃ واکثر المتاخرین علی ان التراویح والسنن تتادی بمطلق النیۃ اگر تراویح مین مطلق نماز یا نفل کی نیت کی تو صحیح عدم جواز ہی کیونکہ تراویح ایک خاص سنت ہی تو اُسکی اس خاص صفت کا لحاظ کیا جاے گا تاکہ وہ ذمہ سے ادا ہو اور اکثر متاخرین کا خیال یہ ہی کہ تراویح اور سنن مطلق نیت سے ادا ہو سکتی ہین اور ظہیریہ وغیرہ مین بھی ایسا ہی ہے تو اب اس مسئلہ مین مذہب مرجح و صحیح مین اختلاف ہو گیا اس لیے صاحب منیہ اور صاحب ظہیریہ اور ابن ہمام اور اُنکے شاگرد قاسم بن قطلوبغا وغیرہ نے کہا ہی کہ احتیاط یہ ہی کہ محض نیت پر اکتفا نہ کرے دوم تراویح پڑھنے والے کی نفل پڑھنے والے اور دوبارہ تراویح پڑھنے والے کی اقتدا کے بارے مین تو بعض اسے جائز کہتے ہین اور بعضے ناجائز قاضی خان نے کہا ہی صحیح یہ ہی کہ ناجائز ہی اور صدر شہید نے اپنی کتاب واقعات مین لکھا ہی امام یصلی التراویح فی مسجدین علی الکمال لا یجوز ایک امام جو دو مسجدون مین پوری پوری تراویح پڑھتا ہو اُسکی امامت نادرست ہی اور قاسم بن قطلوبغا نے اپنے فتاوی مین لکھا ہی اذا صلی التراویح مقتدیا بمن یصلی المکتوبۃ او الوتر او نافلۃ غیر التراویح اختلف المشائخ فیہ منہم من بنی ہذا علی الاختلاف فی النیۃ فمن قال من المشائخ ان التراویح لا یتادی بمطلق النیۃ حتی ینویہا قال ہہنا لا تصح لانہا لا تتادی الا بنیتہا فلا تتادی الا بنیۃ الامام وہی بخلاف نیتہ ومن قال من المشائخ انہا تتادی بمطلق النیۃ ینبغی ان یقول ہہنا یصح والاصح انہ لا یصح وہو مکروہ اگر کسی نے تراویح پڑھی اور اُس شخص کی اقتدا کی جو فرض یا وتر یا کوئی اور نفل تراویح کے سوا پڑھ رہا ہی تو مشائخ کا اس بارے مین اختلاف ہے بعضون نے اس کو اختلاف نیت پر مبنی کیا ہی پس ان مین سے جو کہتے ہین کہ تراویح مطلق نیت سے ادا نہین ہوتی وہ کہتے ہین کہ یہ صورت ناجائز ہی کیونکہ ادا ے تراویح کے لیے نیت تراویح کی ضرورت ہی اور مقتدی کی نیت مین امام کی نیت ہی اور امام کی نیت تراویح کی نیت کے خلاف ہی اور جو کہتے ہین کہ تراویح مطلق نیت سے ادا ہو جاتی ہی اُنکے خیال مین اس صورت کو درست ہونا چاہیے اور اصح یہ ہی کہ یہ صورت درست نہین بلکہ مکروہ ہی اور جامع مضمرات شرح مختصر قدوری مین ہی فی الکبری قوم صلوا التراویح ثم ارادوا ان یصلوہا بعد ذلک یصلون فرادی لانہ تطوع وصلوۃ التطوع بجماعۃ لیست بمستحبۃ کبری مین ہی کہ ایک گروہ نے تراویح پڑھی اور پھر دوبارہ تراویح پڑھنے کا قصد کیا تو اُنکو علحدہ علحدہ پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ نفل ہی اور نفل مین جماعت مستحب نہین ہی اور خزانۃ الروایات مین رسالہ صدر الدین حسام نہالی سے نقل کیا ہے ہذہ التراویح للمقتدی سنۃ موکدۃ ولم یبق للامام سنۃ موکدۃ بل صار تطوعا فی حقہ والسنۃ اقوی حالا من التطوع وقاسوہ علی اقتداء المفترض

بالمتنفل فیؤیدہ روایۃ المضمرات قوم صلوا التراویح ثم ارادوا ان یصلوا ثانیا یصلون فرادی والخ وروایۃ نصاب الفقہ او صلے الامام التراویح فی مسجدین علی الکمال لایجوز لما ان یفعل لان التراویح سنۃ والسنن لا یتکرر فی الوقت الواحد فاذا فعل ذلک لا یکون سنۃ والفتوی علے ذلک وقال بعضھم یجوز لانہ اقتداء المتنفل بالمتنفل وکل سنۃ فھی نفل بالحقیقۃ یہ تراویح مقتدی کے لیے سنت موکدہ ہی اور امام کے لیے سنت موکدہ نہین رہی بلکہ نفل ہوگئی اور سنت نفل سے زائد توی ہی اور اس کا قیاس اُس صورت پر کیا گیا ہی جس مین فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے اور مضمرات کی روایت سے اسکی تائید ہوتی ہی جو پہلے ذکر ہوئی اور نصاب الفقہ کی اس روایت سے کہ اگر امام نے دو مسجدون مین پوری پوری نماز پڑھی تو یہ ناجائز ہی کیونکہ تراویح سنت ہی اور ایک ہی وقت مین سنت کی تکرار نادرست ہی پس اگر اُس نے تکرار کی تو دوسری تراویح سنت نہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور بعضون کے نزدیک یہ جائز ہی کیونکہ اس مین نفل پڑھنے والے نے نفل پڑھنے والے کی اقتدا کی اور ہر سنت حقیقۃ نفل ہی۔ اور اختلاف اول پر ایک غائر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ تراویح اور دوسری سنتین اور نفلین مطلق نیت اور نیت نفل سے پوری ہو جاتی ہین جیسا کہ ابن ہمام نے اسکی تحقیق کی ہی اور اختلاف ثانی پر غائر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اگر تراویح پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے تو تراویح ادا ہو جائیگی لیکن خالی از کراہت نہین کیونکہ اس مین سلف کی مخالفت ہی پس ایسی صورت مین بہتر ہی کہ امام جتنا حصہ تراویح کہ دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہتا ہی اُسکی نذر مان لے اور اسطرح اسے اپنے اوپر واجب کرے تاکہ بناء القوی علی الضعیف کے شبہہ سے محفوظ ہو جائے سوال اگر کوئی شخص فرض کی ہر رکعت مین سورۂ فاتحہ کے بعد اور ضم سورہ کو پہلے یا فاتحہ اور ضم سورہ کے بعد قل ہو اللہ پڑھتا ہی تو اُسکی نماز بلاکراہت درست ہے یا بکراہت جواب اُسکی نماز بلاکراہت درست ہی ترمذی اور بزار اور بخاری نے اپنی صحیح مین حضرت انس سے روایت کی ہی کان رجل من الانصار یؤمھم فی مسجد قباء وکان یقرأ لھم فی الصلوۃ مما یقرء بہ وکلما افتتح سورۃ افتتح بقل ھو اللہ احد حتی یفرغ منھا ثم یقرأ سورۃ اخری معھا وکان یصنع ذلک فی کل رکعۃ وکلمہ اصحابہ فقالوا انک تفتتح بھذہ السورۃ ثم لا تری انھا تجزئک حتی تقرأ باخری فاما ان تقرأبھا واما ان تدعھا وتقرأ باخری فقال ما انا بتارکھا ان احببتم ان اؤمکم بذلک فعلت وان کرھتم ترکتکم وکانوا یرون انہ من افضلھم وکرھوا ان یؤمھم غیرہ فلما اتاھم النبی صلے اللہ علیہ وسلم اخبروہ الخبر فقال یا فلان ما یمنعک ان تفعل ما یامرک بہ اصحابک وما یحملک علی لزوم ھذہ السورۃ فی کل سورۃ فقال انی احبھا فقال حبک ایاھا ادخلک الجنۃ انصار مین سے ایک صاحب جو مسجد قبا کے امام تھے جب امامت کرتے تو نماز مین جو کچھ پڑھا جاتا ہے

پڑھتے مگر جب سورت شروع کرتے تو اُسکے قبل قل ہو اللہ پڑھتے اور اسکے ختم کرنے کے بعد دوسری سورت پڑھتے
اور وہ ایسا ہر رکعت مین کیا کرتے تو اُن کے اصحاب نے کہا کہ تم ہمیشہ اس سورت سے شروع کرتے ہو اور کبھی تنہا
اس سورت کو کافی نہین سمجھتے بلکہ اُسکے ساتھ دوسری سورت بھی ملایا کرتے ہو پس یا تو اس سورت کا پڑھنا
چھوڑ دو یا اسکے ساتھ دوسری سورت نہ ملاؤ تو اُنھون نے کہا مین اسے نہ چھوڑونگا اگر تم ایسی ہی صورت مین
میری امامت کو پسند کرو تو مین تمھاری امامت کرونگا ورنہ نہین وہ لوگ چونکہ اُنھین کو سب سے افضل سمجھتے تھے
اور اُنکے ہوتے ہوے دوسرے کو امام بنانا پسند نہین کرتے تھے اس لیے جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین حاضر ہوے تو حضور سے یہ واقعہ عرض کیا آپنے فرمایا ای فلان تم اپنے اصحاب کے کہنے پر کیون عمل نہین
کرتے اور ہر سورت کے قبل اس سورت کو کیون پڑھا کرتے ہو اُنھون نے جواب دیا کہ مجھے یہ سورت اچھی معلوم
ہوتی ہے آپ نے فرمایا یہ اچھا معلوم ہونا ہی تمکو جنت مین داخل کرادیگا پس اس حدیث سے اس فعل پر حضور کا سکوت
ثابت ہوا اور رفع کراہت مین اتنا ہی کافی ہے کیونکہ اگر مکروہ ہوتا تو حضور اُن صحابی کی توجیہ پر التفات نہ کرکے ضرور
ممانعت فرماتے مگر چونکہ یہ طریقہ حضور اور جمہور صحابہ کے غالب طریقہ کے خلاف ہے اس لیے اسکا ترک اولی ہے فتح القدیر
مین ہے لو جمع بین سورتین فی رکعۃ لا ینبغی ان یفعل و لو فعل لا باس یہ ایک رکعت مین دو سورتون کو جمع نہ کرنا
چاہیے اور اگر ایسا کر لیا تو کچھ حرج بھی نہین ہے **سوال** جماعت مین شریک ہونے کی وجہ سے اگر فجر کی سنتین ترک
کردین پس طلوع آفتاب سے پہلے اُنکا ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے یا نہین۔ **جواب** قیس کی اس حدیث سے عدم
کراہت ثابت ہے۔ خرج النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاقیمت الصلوۃ فصلیت معہ الصبح ثم انصرف النبی صلے اللہ
علیہ وسلم فوجدنی اصلی فقال مھلا یا قیس اصلاتان قلت انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذن حضور
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور نماز قائم کی گئی تو مین نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر حضور لوٹے
اور مجھے نماز پڑھتے ہوے پایا۔ تو فرمایا رکو اے قیس کیا تم دو نمازین پڑھوگے مین نے عرض کیا کہ نہین مین نے فجر کی دو
رکعتین نہین پڑھی تھین آپ نے فرمایا پس اس صورت مین کوئی ممانعت نہین ہے لیکن حنفیہ اصولی تقریر کی وجہ سے
کراہت کا حکم دیتے ہین عینی عمدۃ القاری مین لکھتے ہین قلت استقرت القاعدۃ ان المبیح والحاضر اذا تعارضا جعل
الحاظر متاخرا وقد ورد النھی فی احادیث کثیرۃ مین کہتا ہون کہ یہ قاعدہ مقرر ہوگیا ہے کہ جب اباحت و خطر مین
تعارض ہو تو دلیل خطر کو متاخر مانتے ہین اور نہی بہت سے احادیث مین وارد ہے **سوال** نفل نماز جو دو رکعت سے
زائد ایک سلام سے ہو اُسکی درمیانی قعدہ مین صرف التحیات پڑھے یا درود بھی۔ **جواب** اسمین فقہا کا اختلاف ہے

بعضون کے نزدیک صرف التحیات اور بعض کے نزدیک درود بھی پڑھے مگر جمعہ اور ظہر کی سنتون مین متاخرین کے
نزدیک قول ثانی مختار ہو درمختار مین ہے ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع
قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی ویستفتح فیتعوذ فی القیام ولو نذرلان کل
شفع صلوۃ علیحدۃ وقیل لا یناتی فی الکل وصححہ فی القنیۃ اور قعدۂ اول مین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر
چار رکعت والی نماز مین ظہر اور جمعہ کی قبل وبعد صلوۃ نہ بھیجے اور باقی چار رکعتون والی نمازون مین صلوۃ بھیجے اور قیام
مین اعوذ باللہ پڑھے گوکہ نماز نذر ہو کیونکہ ہر شفعہ علیحدہ نماز ہی بعضون کے نزدیک یہ حکم ہر جگہ درست نہین اور قنیہ مین
اسکی تصحیح کی ہی **سوال** اگر مقتدی کو سہو ہوا تو اُسپر اعادہ صلوۃ لازم ہے یا متابعت امام کی وجہ سے سہو اُس سے
مرفوع ہی **جواب** نہر الفائق مین قواعد مقررہ کے مطابق اعادہ کا حکم دیا ہے لیکن جو حدیث اس باب مین مستند ہے
وہ عفو اور رفع سہو اور کفایت صلوۃ امام پر دلالت کرتی ہی **سوال** ہندوستان مین جہان نصاری کی حکومت
ہی جمعہ کی نماز واجب ہی یا نہین اور اگر جمعہ پڑھے تو بعد اُسکے چار رکعت ظہر احتیاطی پڑھے یا نہین اور اگر پڑھے تو
تنہا پڑھے یا بجماعت جو سنت مؤکدہ ہی **جواب** بلاد ہند جو نصاری کے قبضے مین ہین دار الاسلام ہین اور
دار الاسلام کے دار الحرب ہوجانے کے شروط اُنمین موجود نہین ہین کیونکہ گو اُنمین کفار کا قانون جاری ہی مگر اصول
وارکان اسلام بھی جاری ہین اور حکام بعض امور مین علما کی رائے پر فیصلہ کرتے ہین نہاریہ مین ہی قال السید الامام
والبلاد التی فی ایدی الکفرۃ الیوم لاشک انہا بلاد الاسلام بعد ایصالہا ببلاد الحرب وان لم یظہروا فیہا احکام
الکفرۃ بل القضاۃ مسلمون واما البلاد التی علیہا وال مسلم من جہتہم فیجوز بہا اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ
الخراج وتقلید القضاۃ وتزویج الایامی والارامل واما البلاد التی علیہا ولاۃ کفار فیجوز فیہا اقامۃ الجمع والاعیاد
والقاضی قاضیا من المسلمین وقد تقرران ببقاء شیٔ من العلۃ یبقی الحکم وقد حکمنا بلا خلاف بان ہذہ البلاد
قبل استیلاء التتار کان من دیار الاسلام وبعد استیلائہم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحکم بمقتضی الشرع
والفتوی والتدریس شایع بلا نکیر من ملوکہم فالحکم بانہا من دار الحرب لاجہۃ لہ الی الدراسۃ واللہ دانیۃ واعلان
بیع الخمور واخذ الضرائب والمکسوس والحکم من النقض برسم التتار کاعلان بنی قریظۃ لطلب الطاغوت ومع ذلک
کانت بلدۃ اسلام بلاریب وذکر الحلوانی انما تصیر دار الحرب باجراء احکام الکفر وان لا یحکم فیہا بحکم من احکام
الاسلام وان یتصل بدار الحرب وان لا یبقی فیہا مسلم ولا ذمی امنا بالامان الاول فاذا وجدت الشرائط کلہا
صارت دار حرب وعند تعارض الادلۃ والشرائط یبقی ما کان ویترجح جانب الاسلام احتیاطا سید امام نے کہا ہی

کہ وہ شہر جو آجکل کافرون کے قبضے مین ہین گو وہ بلاد حرب سے ملحق ہین اور انمین احکام کفرہ ظاہر نہین ہین بلکہ قاضی
مسلمان ہین بلاشک بلاد اسلام ہین اور وہ شہر جن پر کافرون کی طرف سے مسلمان والی ہین اونمین جمعہ اور عید کی
نماز پڑھنا اور خراج لینا اور قاضیون کی تقلید کرنا اور رانڈ بیواؤن کی شادی کرنا جائز ہی اور وہ شہر جن پر کافر والی
ہین اُن مین بھی جمعہ اور عید کی نماز جائز ہی اور وہان بھی مسلمانون کی طرف سے جو قاضی بنایا جائے وہ قاضی ہی
اور یہ معلوم ہی کہ اگر علت باقی رہے تو حکم باقی رہتا ہی اور بلا اختلاف حکم ہمنے دیا ہے کہ یہ بلاد قبل استیلائے تاتار دیار
اسلام تھے اور بعد استیلا اعلان اذان وجمعہ وجماعات اور شرع کے موافق احکام اور فتوی اور تدریس شایع رہے
اور اُنکے بادشاہون مین سے کسی کو اس سے کچھ تعرض نہین ہوا تو اسکے دار الحرب ہونے کا حکم درایۃ اور روایۃ
کچھ حقیقت نہین رکھتا اور علی الاعلان شراب کے بکنے اور ٹکس لینا اور رسوم تاتار کے بدولت دار الاسلام نہ رہنے کا
حکم کرنا صحیح نہین کیونکہ ویسا ہی ہی جیسے بنی قریظہ علی الاعلان باطل پرستی کرتے تھے اور پھر بھی مدینہ دار الاسلام رہا
حلوانی نے کہا ہی کہ ہر جگہ اجرائے احکام کفر اور عدم اجرائے احکام اسلام واتصال دار الحرب اور کسی مسلمان اور
ذمی آمن بامان اول کے باقی نہ رہنے سے دار الحرب ہو جاتی ہی تو جب یہ تمام شرائط پائے جائینگے وہ مقام
دار الحرب ہو جائیگا اور ادلہ وشرائط کے تعارض کی صورت مین علی حالہ باقی رہے گا البتہ احتیاطا جانب اسلام کو ترجیح
دیجائے گی۔ اور قاضی محمد اعلی تھانوی رسالہ احکام الاراضی مین لکھتے ہین الحق ان ما فی ایدی الکفار من بلاد
المسلمین فھو دار الاسلام بلاشک لانھا غیر متاصلۃ ببلادھم ولانھم لم یظھروا فیھا احکامھم صحیح یہ ہے کہ
مسلمانون کے جو بلاد کافرون کے قبضے مین ہین وہ بلاشک دار الاسلام ہین کیونکہ وہ اُنکے بلاد اصلی نہین ہین
اور اُس مین اُنھون نے اپنے احکام ظاہر نہین کیے ہین اور خزانۃ المفتیین مین ہی دار الاسلام لاتصیر دار حرب
الا باجراء احکام الشرك فیھا وان یکون متصلا بدار الحرب لایکون بینھا وبین دار الحرب مصر آخر للمسلمین وان
لایبقی فیھا مسلم ولا ذمی بالامان الاول فما لم توجد ھذہ الشرائط الثلثۃ لاتصیر دار حرب ومعنی قولنا ان
لایبقی فیھا مسلما وذمی امنا بالامان الاول ان لایبقی فیھا مسلم او ذمی آمنا علی نفسہ الا بامان المشرکین و
قالا اذا اجروا فیھا احکام الشرك فانھا تصیر دار الحرب سواء کانت متصلۃ بدار الحرب او لم تکن بقی مسلم او ذمی
بالامان الاول او لم یبق ودار الاسلام لاتصیر دار الحرب اذا بقی شئ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اھل الاسلام
ودار الحرب یصیر دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیھا وان بقی فیھا کافر اصلی ولم یکن متصلۃ بدار الاسلام کذا فی
شرح سیر الاصل وفی سیر الاصل لابی الیسر ان دار الاسلام لایصیر دار حرب ما لم تبطل جمیع ما صارت بہ

دار الاسلام لان الحکم اذا ثبت لعلۃ فما بقی شیء من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ و فی المنثور دار الاسلام اما صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فما بقی علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا مگر احکام شرک کے اجراء اور دار الحرب کے متصل ہونے اور اُسکے اور دار الحرب کے درمیان مسلمانون کے کسی شہر کے باقی نرہنے اور کسی مسلمان یا ذمی آمن بامان اول کے باقی نرہنے سے پس جب تک یہ شرائط نہ پائے جائین گو دار السلام دار الحرب نہوگا اور ہمارے قول ان لا یبقی فیہا مسلما او ذمی آمنا بالامان الاول کا مطلب یہ ہو کہ اُس مین کوئی مسلم اور ذمی بلا امان مشرکین باقی نرہا ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ جہان کافر احکام شرک جاری کرین تو وہ مقام دار الحرب ہوجاتا ہی دار الحرب سے متصل ہو یا نہو وہان کوئی مسلم یا ذمی آمن بامان اول موجود ہو یا نہو اور دار السلام دار الحرب نہین ہوتا تاوقتیکہ وہان کچھ حصہ بھی احکام اسلام کا باقی رہے اگرچہ اہل اسلام کا غلبہ جاتا رہے اور دار الحرب صرف احکام اسلام کے جاری ہونے سے دار الاسلام ہوجاتا ہے اگرچہ اُس مین کافر اصلی باقی ہون اور وہ دار الاسلام کے متصل نہو ایسا ہی شرح سیر الاصل مین ہی اور ابو الیسر کی سیر الاصل مین ہی کہ دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا تاوقتیکہ تمام امور جن سے وہ دار الاسلام بنا تھا زائل نہوجائین کیونکہ جب کوئی حکم کسی علت سے ثابت ہوتا ہی تو جب تک کچھ حصہ بھی علت کا باقی رہتا ہی حکم باقی رہتا ہی اور منثور مین ہی کہ دار الاسلام اجراء احکام اسلام کے بدولت دار الاسلام رہتا ہی تو جب تک کچھ بھی علاقہ اسلام سے باقی رہے گا جانب اسلام کو ترجیح دیجائے گی۔ عتابی شرح زیادات مین لکھتے ہین دار الاسلام انما تصیر دار الحرب بثلاث شرائط احدھا اجراء احکام الکفر علی سبیل الاشتہار والثانی ان تکون متاخمۃ لدار الحرب ای متصلۃ لا یتخلل بینہما بلدۃ من بلاد المسلمین والثالث ان لا یبقی فیہا مسلما او ذمی آمنا بالامان الاول فشرط ہذہ الشرائط لیکون علا علی تمام القہر والاستیلاء و دار الاسلام یحتاط لاثباتہ والاحتیاط فی اثباتہ بہا ان یکتفی باحدی ہذہ الشرائط لصیرورۃ دار الحرب دار الاسلام والاحتیاط فی ابقائہ لہا ان تشترط ہذہ الشرائط الثلثۃ لصیرورۃ دار الاسلام دار حرب وعندہما یصیر دار الاسلام دار حرب باجراء احکام الکفر فیہا دار الاسلام تین شرطون سے دار الحرب ہوتا ہی اول اجراء احکام کفر بالاعلان دوم دار الحرب سے سطرح اتصال کہ بیچ مین مسلمانون کا کوئی شہر باقی نرہے سوم کوئی مسلم یا ذمی آمن بامان اول باقی نرہے یہ تینون شرطین اس لیے لگائی گئی ہین کہ کفار کا پورا غلبہ اور قہر و استیلا ثابت ہوجائے اور دار السلام کے اثبات مین احتیاط کی جاتی ہی اس لیے دار الحرب سے دار الاسلام ہوجانے کے لیے ان شرطون مین سے کسی ایک کا ہونا کافی ہی اور اسیطرح دار الاسلام کے علی حالہ باقی رکھنے مین بھی احتیاط کی جاتی ہی پس دار الاسلام کے دار الحرب ہونے کیلیے یہ تینون شرطین لگائی گئین اور صاحبین کے نزدیک اجراء احکام کفر ہی سے دار الاسلام دار الحرب ہوجاتا ہی

طحطاوی حواشی درمختار مین قوله باجراء احکام الشرک کے تحت مین لکھتے ہین ای علی سبیل الاشتهار وان لا یحکم فیہا
بحکم اهل الاسلام هندیة وظاهره انه لو اجریت احکام المسلمین واحکام الشرک لا تکون دار حرب یعنی علی الاعلان
اور یہ بھی ضروری ہی کہ وہان احکام اسلام مین سے کوئی حکم بھی جاری نرہا ہو ۔ ہندیہ اور ظاہر یہ ہی کہ جہان احکام
اسلام اور احکام اہل شرک دونون جاری ہون تو وہ مقام دار الحرب نہین ہی ان عبارتون سے واضح ہی کہ ہندستان
جہان ابھی احکام اسلام جاری ہین اور جمعہ جماعت اذان وغیرہ شعائر اسلام کی کفار کی طرف سے ممانعت نہین
دار الحرب نہین ہی جبکہ یہ ثابت ہوچکا پس جاننا چاہیے کہ جمعہ کی فرضیت مثل نماز پنجگانہ کی فرضیت کے نصوص سے
ثابت ہے کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہین ہی ۔ اور یہ جو عوام سمجھتے ہین کہ کتب حنفیہ مین اداے جمعہ کے شرائط مین
سلطان مذکور ہی اور وہ یہان مفقود ہی ان اقوال سے دفع ہوتا ہے جامع الرموز مین ہی والسلطان ای الخلیفة ای
الوالی الذی فوقه وال عادلا کان او جائرا والاطلاق مشعر بان الاسلام لیس بشرط وهذا اذا امکن استیذانه
والا فالسلطان لیس بشرط حتی لو اجتمعوا علی رجل وصلوا جاز کما فی الجلابی اور سلطان سے مراد خلیفہ ہی یعنے وہ والی
جسپر کوئی اور والی بھی ہو عادل ہو یا ظالم اور اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام شرط نہین ہی اور یہ اُس صورت مین
ہے کہ جب اُس سے اجازت لینا ممکن ہو ورنہ سلطان شرط نہین ہی حتی کہ اگر سب کسی شخص کے بارے مین متفق ہوجا
اور اُسکے پیچھے نماز پڑھ لین تو نماز جائز ہوگی جیسا کہ جلالی مین ہی ۔ اور رد المحتار مین ہی کہ صاحب معراج الدرایہ نے
مبسوط سے نقل کیا ہی البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانهم لم یظهروا فیها حکم الکفر بل
القضاة والولاة مسلمون یطیعونهم عن ضرورة او بدونها وکل مصر فیه وال من جهتهم یجوز له اقامة الجمع
والجماعات والحد وتقلید القضاة فلو کان الولاة کفارا یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی
المسلمین وہ شہر جو کفار کے قبضے مین ہین بلاد اسلام ہین بلاد حرب نہین ہین کیونکہ انہین احکام کفر شائع نہین کیے
گئے ہین بلکہ قاضی اور والی مسلم ہین تو بضرورت یا بلاضرورت اُنکی اطاعت کرتے ہین اور ہر وہ شہر جس مین کافرون
کی جانب سے والی ہو اُس مین جمعہ جماعات اور حدود قاضی کی تقلید جائز ہے پس اگر والی کافر ہون تو بھی مسلمانون کو نماز
جمعہ جائز ہے اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی قاضی ہوجائے گا ۔ اور حجة اللہ البالغہ مین ہی وان الامر له احق
باقامة الصلوة ای صلوة الجمعة اور اقامت صلوة جمعہ کے لیے امرا احق ہین اور شاہ محمد افضل الہ آبادی اپنے
رسالة الاحوطیہ مین بزبان فارسی لکھتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی کہ اکثر آیا ہی کہ اگر شہر کا والی مرجاے اور خلیفہ یا کوتوال
یا قاضی لوگون کی امامت کرے تو نماز جائز ہے اور اگر انہین سے بھی کوئی نہو اور لوگ کسی ایک شخص پر متفق ہوکر اُسکی

اقتدا کرین تو بھی جائز ہی اور اوپر گذر چکا ہی کہ سلطان کی ضرورت اقامت جمعہ کے لیے اسوجہ سے ہی کہ رائین مختلف
ہین اور وہین سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر رایون کا اتفاق ہو تو جائز ہی جیسے کہ ہر نماز مین پس ان احکام سے معلوم ہوا
کہ سلطان کی ضرورت اختلاف دور کرنے کے لیے ہوتی ہی اور جب اختلاف نہو تو جمعہ جائز ہی لیکن چار رکعت کا نماز
جمعہ کے بعد بہ نیت آخر ظہر ادا کرنا احتیاط پر مبنی ہی نہ اشتباہ پر گو بعض علما نے اسکے نہ ادا کرنے کا حکم بھی دیا ہی مگر
صحیح یہ ہی کہ احتیاطاً بے جماعت اسکا ادا کرنا مستحسن ہی کیونکہ ظہر کو جمعہ کے دن جماعت سے ادا کرنا ممنوع ہے اور
درمختار مین تعدد جمعہ کے اختلاف اور جواز تعدد کی ترجیح کے بعد لکھا ہے وعلی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ وتفسد
بالمعیۃ والاشتباہ فیصلی بعدہا آخر ظہر وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور بہ مذہب
مرجوح جمعہ اُسی کا ہوگا جسکا تحریمہ سابق ہی اور معیت و اشتباہ کی صورت مین اُسکے بعد دوسرے نماز ظہر کی پڑھنا
چاہیے اور یہ سب مذہب کے خلاف ہی پس اسپر اعتماد نہ کرنا چاہیے جیسا کہ بحر مین تحریر ہی اور ردالمحتار مین ہی تفریعہ
علی المرجوح یفید انہ علی الراجح من جواز التعدد لا یصلیہا بناء علی ما قدمہ عن البحر انہ افتی بہذا مرارا خوف اعتقاد
عدم فرضیۃ الجمعۃ اقول وفیہ نظر بل ہو الاحتیاط بمعنی الخروج عن العہدۃ بیقین لان جواز التعدد وان کان
ارجح واقوی دلیلا لکن فیہ شبہۃ قویۃ مرجوح پر اسکی تفریع بتاتی ہی کہ مذہب راجح یعنے جواز تعدد پر نماز ظہر نہ پڑھی جائے
جیسا کہ بحر سے نقل کیا گیا ہے کہ صاحب بحر نے اسپر کئی مرتبہ عدم فرضیت جمعہ کے اعتقاد کے خوف سے فتویٰ دیا ہی مین
کہتا ہون کہ اس مین نظر ہی بلکہ یقینی طور پر ذمہ سے ساقط ہونے کے معنے مین احتیاط کی صورت یہی ہی کیونکہ جواز تعدد گو
دلیل کے اعتبار سے ارجح و اقوی ہی لیکن اُسمین قوی شبہہ بھی ہی **سوال** چند آدمی دوسرے محلہ کی مسجد مین قرآن
سننے اس لیے جاتے ہین کہ محلے کی مسجد مین موذن اور امام مقرر نہین ہے اور یہ لوگ قرآن شریف خود نہین سنا سکتے
تو جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی **سوال** نماز مین ارسال یدین کی حدیث وارد ہوئی ہی یا نہین **جواب** بعض
روایات مین ارسال وارد ہوا ہی طبرانی نے معاذ سے روایت کی ہی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا کان
فی الصلوۃ رفع یدیہ قبال اذنیہ فاذا کبر ارسلہما نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز مین ہوتے تو اپنے دونون ہاتھون
کو کانون تک اُٹھاتے اور جب تکبیر فرماتے دونون کو چھوڑ دیتے ۔ اور ابن ابی شیبہ نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے
قال کان ابن الزبیر اذا صلے ارسل یدیہ جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے اپنے دونون ہاتھون کو چھوڑ دیتے
لیکن جمہور کے نزدیک اس ارسال سے وہ ارسال مراد ہی جو قبل وضع اور تکبیر تحریمہ کے بعد کسی قدر ارسال مستحب ہی اور
تمام قیام مین صرف ارسال ثابت نہین ہی ۔ شیخ دہلوی فتح المنان مین لکھتے ہین مذہب مالک ارسال الیدین وھو

عزیمتہ عندہ و الوضع رخصتہ والعجب انہ لایوجد حدیث یتمسک بہ لا فی جامع الاصول الذی جمع احادیث الکتب ومنہا الموطا ولا فی الجامع الکبیر وجمع الجوامع للسیوطی وقد ادعی احاطتہ الاحادیث وجمعہا من نحو خمسین کتابا لا من روایتہ مالک ولا من روایتہ غیرہ امام مالک کا مذہب ارسال یدین ہو اور یہ انکے نزدیک عزیمت ہو اور وضع یدین رخصت اور تعجب ہو کہ کوئی حدیث ایسی موجود نہین جس سے وہ تمسک کرین نہ جامع الاصول مین جس مین تمام کتابون کی حدیثون کو جنمین سے موطا بھی ہے جمع کیا ہو اور نہ جامع کبیر اور سیوطی کی جمع الجوامع مین جسکے متعلق اُنھون نے دعویٰ کیا ہو کہ تمام احادیث اس مین ہین اور جسے اُنھون نے پچاس کتابون سے جمع کیا ہو نہ تو امام مالک ہی کی روایت سے نہ کسی دوسرے کی روایت سے **سوال** جسکے ہاتھ پاؤن اعضاے وضو سے کٹے ہون اُسکی نماز کیونکر درست ہو **جواب** اعضاے وضو مین سے جو عضو کٹا ہوا ہو اُسے دھونا اُسکے ذمے سے ساقط ہو باقی اعضا کو دھو کے نماز پڑھے بحر الرائق مین ہے لو قطعت یدہ او رجلہ فلم یبق من المرفق والکعب شئی سقط الغسل ولو بقی وجب اگر کسی شخص کے ہاتھ یا پاؤن کٹ گئے اور کہنی اور ٹخنے باقی رہے تو اُسکے ذمے سے اُن کا دھونا ساقط ہو گیا اور اگر کچھ باقی ہو تو اُسکا دھونا واجب ہی۔ اور در مختار مین ہو مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحتہ یصلی بغیر طہارتہ جس کے دونون ہاتھ اور دونون پاؤن کٹے ہوے ہون اور اسکا چہرہ زخمی ہو تو وہ بلا طہارت نماز پڑھ لے اور حاشیہ در مختار مین قولہ مقطوع الیدین کے تحت مین ہو ای من فوق المرفقین والکعبین ولا مسح علی القطع قولہ اذا کان بوجہہ جراحتہ والا مسح علی التراب ان لم یکن غسلہ یعنی پاؤن ٹخنون کے اور ہاتھ کہنیون کے اوپر تک کٹے ہون ورنہ محل قطع کا مسح کرے اسیطرح اگر چہرہ زخمی نہو تو اُسے مٹی سے چھولے اگر دھونا ممکن نہو **سوال** ہندوستان کی بعض عورتین جب قومہ سے سجدے مین جاتی ہین تو پہلے دونون پاؤن کو داہنے جانب نکالکر بیٹھتی ہین پھر سجدہ کرتی ہین اور سب سجدے اسیطرح کرتی ہین بعض علما اسکا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ عرب کی عورتین ایسا نہین کرتین بلکہ سجدے مین مردون کی طرح پاؤن کو کھڑا اور انگلیون کو قبلے کی طرف رکھتی ہین اور ہندوستان کی عورتونکا یہ فعل بلا دلیل ہے ہمین جو حق ہو بیان فرمائیے **جواب** اصل یہ ہو کہ حدیثون سے عورتون کے لیے اُس صورت کا اختیار کرنا ثابت ہو جو اُنکے لیے ستر ہو حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر مین لکھتے ہین اخرجہ ابوداؤد فی المراسیل عن یزید ابن ابی حبیب انہ صلے اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ فی ذالک لیست کالرجل ورواہ البیہقی بطریقین موصولین لکن فی کل منہما متروک ابوداؤد نے مراسیل مین یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہو کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر دو عورتون پر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھین تو آپنے فرمایا جب

تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت کا کچھ حصہ زمین سے ملا دو کیونکہ اس معاملہ مین عورت کا حکم مرد کا ایسا نہین ہی اسکو بیہقی نے دو موصول طریقون سے روایت کیا ہی لیکن دونون مین راوی متروک ہین۔ اور سند الامام شرح مسند الامام مین جو ملا علی قاری کی تصنیف ہی مذکور ہی۔ ابو حنیفہ عن نافع عن ابن عمر انہ سئل کیف کان النساء یصلین علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن ھو بالحاء المہملۃ والفاء والزاء المعجمۃ ای یضممن اعضاءھن بان یتورکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے نافع سے انھون نے ابن عمر سے روایت کی ہی کہ اُن سے پوچھا گیا کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین عورتین کسطرح نماز پڑھتی تھین تو انھون نے جواب دیا وہ پہلی چوزانو بیٹھتی تھین پھر اُنھین احتفاز یعنے تورک کا حکم دیا گیا اور تورک اعضا کے ملانے کو کہتے ہین۔ اسوجہ سے فقہا نے اپنے کتابون مین عورتون کے لیے فروع کثیرہ ذکر کیے ہین جن مین مرد شریک نہین ہین بحر الرائق مین ہے لا تنصب اصابع القدمین کما ذکرہ فی المجتبےٰ عورتین پاؤن کھڑا نہ کرین جیسا کہ مجتبیٰ مین ہی اور جامع الرموز مین ہی والمرأۃ تخفض ای توقع الخفض المعہود فلا تنصب اصابع القدمین فلا تبلی الفیسین عورت پاؤن کو گرادے اور پاؤن کی انگلیون کو کھڑا نہ رکھے پس ہندوستان کی عورتونکا پاؤن کو کھڑا نہ کرنا اقوال فقہا کے موافق ہی پس جلوس تورکی دونون قعدہ تشہد مین عورتون کے لیے مسنون ہی جیسا کہ حموی حاشیہ اشباہ مین قولہ وتتورک کے تحت مین لکھتے ہین ای فی حال جلوسہا للتشہد یعنے جب تشہد کے لیے بیٹھے نہ قومہ اور سجدہ مین **سوال** قدوری مین ہی لا تصح الجمعۃ الا فی مصر جامع او فی مصلے المصر ولا تجوز فی القریٰ یعنے جمعہ کی نماز مصر جامع مین یا مصلے مصر کے علاوہ مین اور گاؤن مین صحیح نہین ہوتی۔ کیا یہ صحیح اور حنفیہ کے اصول مقررہ کے موافق ہی اور ہم مقلدین مذہب حنفیہ کو اسپر عمل کرنا لازم ہی یا نہین **جواب** بیشک یہ قول مذہب حنفیہ کے اصول کے مطابق ہی اور فقہاے حنفیہ کا اسپر اتفاق ہی علاء الدین حسکفی درمختار کی شرح مین لکھتے ہین ویشترط لصحتہا سبعۃ اشیاء الاول المصر نماز جمعہ کے لیے سات شرطین ہین جن مین سے پہلے مصر ہی۔ اور کبیری شرح منیۃ المصلی مین ہی اما شروط الاداء فستۃ ایضًا الشرط الاول المصر او فناؤہ فلا تجوز فی القریٰ عندنا وھو مذہب علی بن ابی طالب وحذیفۃ وعطاء والحسن بن ابی الحسن والنخعی ومجاھد وابن سیرین والثوری وسحنون خلافا للائمۃ الثلثۃ لما روی ابن ابی شیبۃ عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ وصححہ ابن حزم فی المحلی وروی مرفوعا وھو ضعیف ولکن الموقوف ومثل ھذا کالمرفوع لانہ من شرائط العبادۃ وھی من احکام الوضع ولا مدخل للرای فیہا اولے جمعہ کی چھ شرطین ہین پہلے شہر یا فناے شہر پس گاؤن مین ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اور یہ مذہب علی بن ابی طالب اور حذیفہ اور عطا اور حسن بن ابی الحسن اور نخعی اور

مجاہد اور ابن سیرین اور ثوری اور سحنون کا ہی ائمۂ ثلثہ کے خلاف کیونکہ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہی کہ انھون نے فرمایا ہی جمعہ اور تشریق اور صلوۃ عید الفطر اور صلوۃ عید الاضحیٰ نہیں مگر مصر جامع میں یا بڑے شہر مین
اور اسکو ابن حزم نے محلی مین صحیح کیا ہی اور مرفوعاً روایت ہی حالانکہ یہ ضعیف ہے مگر اس مین موقوف مرفوع کے
مثل ہی کیونکہ یہ شروط عبادت مین سے ہی اور یہ وضع احکام سے ہی اور اس مین رائے کو دخل نہیں ہی اور یہی
علامہ شیخ احمد طحطاوی نے مراقی الفلاح شرح نور الایضاح کے حاشیہ مین یون بیان کیا ہی وظاہر ما ذکر کان الحدیث
مرفوع وھو الذی ذکرہ ابو یوسف فی الاملاء ومحمد فی الاصل ورواہ ابن ابی شیبۃ موقوفا عن علی والموقوف
فی مثلہ کالمرفوع قال الکمال وکفی بقول علی قدوۃ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہی یعنی حدیث جسکو امام ابو یوسف
نے املا مین اور امام محمد نے اصل مین اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علی سے موقوفاً روایت کیا ہی اور اس قسم کے مسائل
مین موقوف اور مرفوع کا مرتبہ ایک ہی ہی کمال نے کہا ہی کہ اس مذہب کا مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد سے
معلوم ہوتا ہے اور عینی شرح بخاری مین ہی ثم استدل ابو حنیفۃ بما رواہ عبد الرزاق عن علیؓ قال لا جمعۃ ولا تشریق
الا فی مصر جامع وکذا رواہ ابن ابی شیبۃ عن حجاج النخعی وروی ایضا بسند صحیح نا جریر عن منصور الخ وما قال النووی
حدیث علیؓ متفق علی ضعفہ فکانہ لم یطلع الاثر الذی فیہ الحجاج ولم یطلع علی طریق جریر عن منصور فانہ سند
صحیح ولو اطلع لم یقل بما قال پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اُس حدیث سے دلیل لائے ہین جسکو عبد الرزاق نے حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہی کہ آپنے فرمایا ہی مصر جامع کے سوا اور کہین نہ جمعہ ہی نہ تشریق ایسی ہی ابن ابی شیبہ
نے حجاج ابن نخعی سے روایت کی ہی اور یہی بسند صحیح جریر نے منصور سے روایت کی ہی اتم اور جو نووی نے کہا ہی کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے تو اسکی وجہ یہ ہی کہ انھین حجاج والی حدیث کا علم نہین ہے
اور جریر نے جو بطریق منصور روایت کی ہی اُسکی اطلاع نہین ہی کیونکہ وہ سند صحیح ہی کہ اگر انکو اسکا علم ہوتا تو یہ نہ کہتے بلکہ
صحت جمعہ کے لیے مخصوص مکان کا ہونا بالاجماع مراد ہی کیونکہ جمعہ جنگل اور میدان مین بالاتفاق جائز نہین ہی اسی لیے
امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ادائے جمعہ صحیح نہین سوائے ایسے گانون کے جہان چالیس مرد آزاد مکلف
بستے ہون اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے اور عبد الوہاب شعرانی میزان مین لکھتے ہین
ومن ذلک قول الشافعی لا تصح الجمعۃ الا فی ابنیۃ یستوطنہا من تنعقد بہم الجمعۃ من بلدۃ
او قریۃ مع قول بعضہم لا تصح الجمعۃ الا فی قریۃ اتصلت بیوتہا ولہا مسجد
وسوق ومع قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی ان الجمعۃ لا تصح الا فی مصر جامع لہم سلطان

امام شافعیؒ کہتے ہین کہ جمعہ صرف اُسی جگہ درست ہی جہان اتنے آدمی رہتے ہون کہ اُن سے جمعہ منعقد ہو سکے چاہی
شہر ہو یا قصبہ اور بعضون کے نزدیک جمعہ اُس قریہ مین جائز ہی جسکی آبادی گنجان ہو اور اُس مین مسجد اور بازار
ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جمعہ اُسی مصر جامع مین درست ہی جہان سلطان ہو - اور وجوب جمعہ کی آیت بھی
مطلق نہین یعنی ہر جگہ جائز ہونے کو شامل نہین ہی جیسا کہ کبیری مین ہی ان قوله تعالیٰ فاسعوا الی ذکر الله لیس علی
اطلاقہ اتفاقا اذ لا یجوز فی البراری اجماعا فهم قدروا القرية ونحن قدرنا المصر وهو اولی لحديث علی رض
سيما ولا معارض له اذ لم ينقل عن الصحابة انهم حين فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فی الامصار
وفی مراقی الفلاح ولم ينقل عن الصحابة رضی الله عنهم اجمعين انهم حين فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر
والجمع الا فی الامصار دون القری ولو كان لنقل ولو آحادا فلا بد من الاقامة بمصر وفی حاشيته وكذا لم
ينقل انه صلی الله عليه وسلم امر باقامة الجمعة فی قری المدينة علی كثرتها فكان قوله فاسعوا الی ذکر الله بالاتفاق
مطلق نہین ہی کیونکہ جنگلون مین بالاتفاق جمعہ ناجائز ہی تو دوسرے لوگون نے قریہ کو مقرر کیا ہی اور ہمنے مصر کو اور یہی
اولی ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث سی خصوصا ایسی صورت مین کہ کوئی دوسری حدیث اُسکی معارض موجود نہین
کیونکہ صحابہؓ سے منقول نہین ہی کہ جب شہر فتح کیے گئے تو شہرون کے علاوہ اور کہین ممبر بنایا گیا اور جمعہ مقرر کیا گیا
امراقی الفلاح مین ہی اور صحابہ سی یہ منقول نہین ہی کہ جب شہر فتح کیے گئے تو شہرون کے سوا قریون مین منبر بنائے گئے یا جمعہ مقرر کیا گیا
حتی کہ نقل آحاد تک نہین ہی تو اقامت جمعہ شہر یا اطراف شہر ہی مین ہونا چاہیے اسیطرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سی یہ بھی
منقول نہین کہ قصبات مدینہ مین باوجود کثرت کے آپنے جمعہ کا حکم فرمایا ہو صاحب طحاوی اور صاحب رد المحتار نے لکھا ہی قال فی النهر
ونها شرائط وجوب واداء منها ما هو فی المصلی ومنها ما هو فی غيره والفرق ان الاداء لا يصح بانتفاء شروطه ويصح بانتفاء شروط
الوجوب نہر مین ہی کہ جمعہ کی وجوب اور ادا کے لیے بہت سی شرطین ہین بعضی شرطین نماز پڑھنے والے کے لیے اور بعضی دوسرون کے لیے
ہین اور فرق یہ ہی کہ ادا انتفاے شرط ادا سی صحیح نہین ہوتی اور انتفاء شروط وجوب سی صحیح ہوتی ہی ذکر صاحب البناية
تصريحا وتاييد القول الماتن هو قوله لا تجوز فی القری وانما ذكر مع انه مستفاد من قوله السابق نفيا المذهب الشافعی فانه لا
يشترط المصر بل يجوز فی كل موضع اقامه سكنه اربعون رجلا احرارا وبه قال احمد وقال مالك تقام باقل من اربعين وصاحب بنایہ نے ماتن کے
قول ولا تجوز فی القری کی تائید کرتے ہوئے کہا ہی کہ اس شرط کو ذکر کیا باوجودیکہ یہ کلام سابق سے سمجھی جاتی تھی امام شافعی
رحمہ اللہ کے مذہب کی نفی کرنے کے لیے کہ وہ مصر کی شرط نہین کرتے بلکہ ہر اُس جگہ جمعہ کو درست ٹھہراتے ہین جہان
چالیس آزاد مرد رہتے ہون اور اسی کے قائل امام احمدؒ ہین اور امام مالکؒ کے نزدیک چالیس سے کم مین بھی

نماز درست ہی پس اس عبارت سے قہستانی کی عبارت منافی نہین جو مذکور ہی تحت قول ماتن کے وتقع الجمعۃ فرضا ان صلاھا فاقدھا والکلام یشیر الی انھا تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابو القاسم ھذا بلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ھذا مجتھد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ واذا لم یاذن بذلک لا تصح اقامتھا فیھا وعلیہ یحمل ما فی البحر لا تصح فی قریۃ ولا مفازۃ لقول علی رضی اللہ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ ثم قال فلا تجب علی غیر اھل المصر کذا فی الطحطاوی وفیہ ایضا ذکر المصنف وعبارۃ القہستانی تفید انہ لا بد من الاذن بالبناء وباداء الجمعۃ ونصبھا اور اگر جمعہ وہ شخص پڑھے جس مین یہ شرائط نہین پائے جاتے ہین تو اُسکی جانب سے فرض ادا ہوگا اور کلام مین اس جانب اشارہ ہی کہ جمعہ گاؤن اور بڑے قصبون مین جہان بازار ہین بن وہان بھی فرض ہوجاتا ہی ابو القاسم نے کہا ہی کہ اس مین کچھ اختلاف نہین ہی جب والی یا قاضی جامع مسجد بنانے اور جمعہ ادا کرنے کی اجازت دے کیونکہ مسئلہ اجتہادی ہی تو جب اسکی ساتھ والی کا حکم بھی شامل ہوجائے گا تو متفق علیہ ہوجائیگا اور اگر اجازت نہ دے تو درست نہین ہی اور اسی پر محمول ہی وہ جو بحر مین ہی کہ قریہ اور جنگل مین نماز جمعہ صحیح نہین ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کے موافق جمعہ اور تشریق اور صلوۃ عید الفطر اور صلوۃ عید الاضحیٰ مصر جامع یا بڑے شہر کے سوا اور کہین درست نہین ہی پس غیر اہل مصر پر واجب نہین ایسا طحطاوی مین ہی اور بھی مصنف نے اسی مین ذکر کیا ہی کہ قہستانی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنا اور ادا جمعہ اور نصب منبر کی اجازت ضروری ہی پس جب ادلہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صاحب قدوری کا قول حنفی مذہب کے مطابق ہی اور جمہور فقہائے محققین نے اسکی پیروی کی اور اوپر کے طبقے والے مرجحین نے اسکو ترجیح دی بلکہ حنفی مذہب کے کسی فقیہ نے ادائے جمعہ کے لیے اشتراط مصر کا انکار نہین کیا تو مقلدین کو اس قول پر عمل کرنا لازم ہی رد المحتار مین ہی فعلینا اتباعھم ویؤیدہ ما قدمہ الشارح فی رسم المفتی واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتونا فی حیاتھم الحق احق بالاتباع پس ہمپر اُنکی اتباع ضروری ہی اور اُسکی تائید رسم المفتی مین شارح کے اس قول سے ہوتی ہی لیکن ہمپر اُسکی اتباع واجب ہی جسکو اُنھون نے ترجیح دیدی یا جسکو صحیح لکھدیا جیساکہ وہ ہمارے لیے اپنی حیات مین فتویٰ دیتے حق اتباع کا زائد مستحق ہی۔ اور جو مقلد اسکے خلاف کرے وہ جائز نہین۔ درمختار مین ہی۔ واما المقلد فلا ینفذ قضاؤہ بخلاف مذھبہ اصلا کما فی القنیۃ قلت ولا سیما فی زماننا مقلد کا حکم اُسکے مذہب کے خلاف نافذ نہوگا جیساکہ قنیہ مین ہی مین کہتا ہون کہ خصوصاً ہمارے زمانے مین۔ واللہ اعلم کتبہ الفقیر الحقیر الراجی لطف ربہ الخفی محمد عبدالرحمٰن

الخفی - فی الدلق آیت فرضیت جمعہ بالاجماع مخصص ہے پس تقلید اُسکی بحدیث اولی ہے اور حنفیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث کو کہ مروی ہے مرفوعا وموقوفا والموقوف اصح اور اس باب مین مرفوع کا حکم رکھتی ہے مخصص ٹھہرائی اور مجرد رائے تخصیص نہین کی اور اس مذہب مین کسی طرح مخالفت اصول کی نہین ہے اسکی تفصیل فتح القدیر حاشیہ ہدایہ اور بنایہ شرح ہدایہ وغیرہ مین موجود ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** جس شخص نے عید کی نماز مین ایک جماعت کی امامت کی وہ دوسری جماعت کی امامت کر سکتا ہے یا نہین وہ دوسری جماعت اُسی دن ہو یا کسی عذر کی وجہ سے دوسرے دن ہو اُسی مسجد مین ہو یا دوسری جگہ اور دوسرے دن عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہین خصوصًا اُس حالت مین کہ پہلے اور دوسرے دن کی جماعتون کا امام ایک ہی ہو **جواب** فقہاے حنفیہ کی تقریرون سے ثابت ہوتا ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اور انھین کی تقریرون سے یہ بھی ثابت ہے کہ فرض اور واجب ایکبار ادا کرنے کے بعد اگر دوبارہ ادا کیجائے تو نفل ہو جائیگی اور یہ قاعدہ مقرر ہے کہ فرض یا واجب ادا کرنے والے کو متنفل کی اقتدا کرنا ناجائز ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ادائے نفل بجماعت علی سبیل التداعی مکروہ ہے ان تمام باتون کی تفصیل کتب فقہ مین (جیسے درمختار اور اُسکے حواشی وبحر الرائق اور شرح منیہ وغیرہ) موجود ہے - اسلیے جماعت اول کے امام نے جب ایک مرتبہ عید کی نماز ادا کر لی تو اُسکے ذمہ سے وجوب ساقط ہوگیا پس اُسکو دوسری جماعت کی امامت کرنا ناجائز ہے کیونکہ جماعت ثانی کے مقتدی اگر عید کی واجب نماز ادا کرتے ہین تو نفل پڑھنے والے کے پیچھے اُنکی واجب نماز ادا ہو گی اور اگر نفل ادا کر رہے ہین تو ادائے نفل بجماعت علی سبیل التداعی لازم آئیگا اور اگر پہلے دن امام نے نفل کی نیت کی تو بھی یہی دو فساد لازم آئینگے اور عید کی نماز دوسرے دن بعذر جائز ہے اگر عید کے دن ادا نہوئی ہو لیکن دو دن عید کی نماز کا جائز ہونا غیر ثابت ہے **سوال** زید نے محلہ کی مسجد مین عید کی نماز جماعت سے مفتی شرع کے فتوے کی مخالفت کر کے ایک قوم کیساتھ ادا کی پھر دوسرے دن ایک امیر کے مکان مین زید نے لوگون کے اصرار سے دوبارہ عید کی نماز کی امامت کی امام اور مقتدی دونون نے روز اول کی نیت کی ہو یا روز دوم کی یہ امامت جائز ہے یا نہین اور دونون دن کی نماز صحیح ہوئی یا نہین **جواب** درمختار مین ہے ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلین مع العلة للضرورة اور اگر کسی ایسے شہر مین ہون جہان حاکم نہو تو ثقہ کے قول پر روزہ رکھ لین اور دو عادل گواہون کی خبر پر افطار کر لین ضرورت کی وجہ سے اور ردالمحتار مین قولہ صاموا کے تحت مین ہے ای افترضا یعنی فرض روزہ رکھین اور قولہ وافطروا کے تحت

مین لکھتے ہین عبارۃ غیرہ کا باس والظاھران المراد بہ الوجوب ایضا دوسرے لوگون کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ افطار مین کچھ حرج نہین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے بھی وجوب مراد ہے پس سوال مذکور مین جبکہ مفتی نے افطار کا فتوی دیا تو تمام لوگون پر افطار لازم ہوا اور عید کی نماز کا اُسدن ادا کرنا واجب ہوا پس زید نے اگر پہلے دن مفتی کے فتوی کو نہین مانا اور اپنے اوپر عید کی نماز کو واجب نہ جانکر امامت کی تو مقتدیون کی نماز جو عید کی نماز ادا کرنے والے تھے اُسکی اقتدا کی وجہ سے فاسد ہوئی اور اُسکا وبال امام کی گردن پر ہوا اور اگر پہلے دن عید کی نماز کو اپنے اوپر واجب سمجھکے امامت کی تو دوسرے دن کی امامت فاسد ہوئی **سوال**۔ جو نوافل عشا کی نماز کے بعد پڑھے جاتے ہین اُنکے سوا اور اوقات مین بیٹھکر نوافل پڑھنا احادیث سے ثابت ہے یا نہین **جواب** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز تہجد کبھی کبھی بیٹھکے پڑھنا ثابت ہے اور وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کے پڑھنا ثابت ہے باقی اور نوافل ظہر اور مغرب یا اور اوقات مین بیٹھکے پڑھنا ثابت نہین ہے بلکہ احادیث مین وارد ہے کہ بیٹھکے پڑھنے سے ثواب کم ملتا ہے **سوال**۔ قاعدۂ اخیرہ یا اولی مین وقت شہادت کے سبابہ مرفوعہ الا اللہ کے بعد حلقہ توڑکر رکھدے یا مع حلقہ مرفوعہ تا سلام رہنے دے **جواب** اُسی طرح آخر تک حلقہ رہنے دے ملا علی قاری مکی نے رسالہ تزئین العبارۃ مین لکھا ہے الصحیح المختار عند جمہور اصحابنا ان یضع کفیہ علی فخذیہ ثم عند وصولہ الی کلمۃ التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابہام ویشیر بالمسبحۃ رافعا لہا عند النفی وواضعا لہا عند الاثبات ثم یستمر علی ذلک لانہ ثبت العقد عند ذلک بلا خلاف ولم یوجد الامر بتغییرہ فالاصل بقاء الشئے علی ماھو علیہ واستصحابہ الی اٰخر امرہ وما لنا الیہ ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک صحیح اور مختار یہ ہے کہ اپنے دونون ہاتھون کو دونون رانون پر رکھے پھر جب کلمۂ توحید پر پہونچے تو چھنگلیا اور اُسکے پاس والی انگلی کو بند کرکے بیچ والی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرے اس طرح کہ نفی پر اُسے اُٹھائے اور اثبات پر رکھدے اور آخر تک اسی حالت پر رہنے دے کیونکہ تشہد کے وقت اس حالت مین ہونا ثابت ہے اور اُسکے بعد تغیر کا کوئی حکم موجود نہین ہے اور اصل شے کا اپنی حالت پر باقی رہنا اور آخر امر تک اُسی حال پر رہنا ہے **سوال** شہر لکھنؤ کے اطراف جیسے ردولی سندیلہ سترکھ امیٹھی وغیرہ مین جو جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے تو اکثر لوگ بعد نماز فرض جمعہ کے چار رکعت نماز بہ نیت فرض ظہر یا بہ نیت ظہر کے بھی پڑھتے ہین اور جمعہ کا خطبہ زبانی ہاتھ کھول کر پڑھتے ہین اور خطبۂ جمعہ کے درمیانی جلسہ مین جو دعا یعنے اللھم طھر قلبی من الشرک والریاء وزین لسانی بالحمد والثناء پڑھی جاتی تھی اب نہین پڑھتے اور ہر نماز کے التحیات مین تشہد پڑھتے وقت داہنے ہاتھ کے کلمے کی انگلی اُٹھاتے ہین پہ

یہ سب امور جائز ہین یا نہین **جواب** قصبات مین بعد ادائے فرض جمعہ چار رکعت بہ نیت ظہر احتیاطاً پڑھ لینا اولی ہی ضروری نہین ہی مگر چارون رکعت مین سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ پڑھنا چاہیے اور اُسکی نیت یون کرے نویت ان اصلی اٰخر ظہر ادرکت وقتہ ولم اصلہ چار رکعت آخر ظہر کی نیت کرتا ہون مین جسکا وقت مین نے پایا اور اسے نہین پڑھا۔ اور بہتر ہی کہ بعد چار رکعت سنت جمعہ کے یہ چار رکعت پڑھے پھر دو رکعت سنت جمعہ ادا کرے صغیری شرح منیہ مین ہی الاولی ان یصلی بعد الجمعۃ سنتہا ثم الاربع بھذہ النیۃ ثم رکعتین سنۃ الوقت و ینبغی ان یقرأ سورۃ مع الفاتحۃ فی ھذہ الاربع اولی یہ ہی کہ جمعہ کے بعد جمعہ کی سنتین پڑھے پھر اس نیت سے چار رکعتین پڑھے پھر دو رکعتین سنت جمعہ کی پڑھے اور ان چارون مین بھی فاتحہ کے بعد سورت پڑھے اور رد المحتار مین ہی نقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصرا ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعا بنیۃ الظہر احتیاطا حتی انہ لو لم تقع الجمعۃ موقعہا یخرجون عن عہدۃ فرض الوقت باداء الظہر مقدسی نے محیط سے نقل کیا ہی کہ جس جگہ کے مصر ہونے مین شبہہ ہو وہان جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر کی نیت کر کے چار رکعتین پڑھ لے تاکہ اگر جمعہ درست نہو تو فرض وقتی سے عہدہ برآ ہوسکے اور قنیہ مین ہے لما ابتلی اھل مرو باقامۃ الجمعتین فیہا مع اختلاف العلماء فی جوازہما امر ائمتہم بالاربع بعدھا احتیاطا جب مرو مین دو جگہ جمعہ پڑھا جانے لگا اور علما کو ایک شہر مین دو جگہ جمعہ کے درست ہونے مین کلام تھا تو وہان کے ائمہ نے حکم دیا کہ دونون جمعون کے بعد احتیاطاً چار رکعتین پڑھی جائین ہاتھ باندھکر خطبہ پڑھنے کا کتب معتبرۂ فقہ مین پتہ نہین ہی اور کتب احادیث سے یہ امر ثابت ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہاتھ باندھکر خطبہ نہین پڑھتے تھے سنن ابن ماجہ مین مروی ہی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا خطب فی الحرب خطب علی قوس واذا خطب فی الجمعۃ خطب علی عصا حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات جب جنگ مین خطبہ پڑھتے تو کمان پر زور دیکر پڑھتے اور جب جمعہ مین خطبہ پڑھتے تو عصا پر زور دیکر پڑھتے اور زاد المعاد مین ہی انہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتمد علی قوس قبل ان یتخذ المنبر وکان فی الحرب یعتمد علی قوس وفی الجمعۃ یعتمد علی عصا منبر بنائے جانے کے پہلے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کمان پر زور دیکر کھڑے ہوتے تھے اور یہ آپ حرب مین کرتے تھے اور جمعہ مین عصا پر زور دیکر کھڑے ہوتے تھے ۳ جلسہ بین الخطبتین مین اگرچہ آہستہ دعا پڑھنا کوئی دعا ہو یا کوئی ذکر کرنا درست ہی مگر چونکہ اسوقت مین دعا منقول نہین ہی لہذا اس کا ترک اولی ہی۔ شیخ دہلوی سفر السعادت کی فارسی شرح مین لکھتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا دو خطبون کے بیچ مین تھوڑی دیر خاموش بیٹھتے اور اسوقت مین حضور سے کوئی دعا صحت کو نہین پہونچی انتہی پس اگر دعا مانگے بھی تو آہستہ مانگے

اور ہاتھ نہ اُٹھاوے ۔ التحیات مین اشہدان لا الٰہ الا اللہ کے وقت داہنے ہاتھ کے کلمے کی انگلی اُٹھانا چاہیے
اس طرح پر کہ لا الٰہ پر اُٹھائے اور الا اللہ پر رکھدے احادیث اور فقہ سے بھی یہ امر ثابت ہو **سوال** ۔ باب تحریم بیع
وشرا اور فرضیت سعی الی ذکر اللہ مین جو آیت اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا
البیع سے ثابت ہو حنفیہ کے نزدیک اذان اول معتبر ہو اور شافعیہ کے نزدیک اذان ثانی معتبر ہو حالانکہ اذان اول
مستحدثات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہو اور عہد نبوی اور عہد شیخین مین صرف ایک اذان خطبہ شروع ہونے
کے وقت ہوتی تھی پس اذان اول اس آیت سے کیونکر مراد ہو سکتی ہو کیونکہ نزول آیت کے زمانے مین اس اذان
کا نام ونشان نہ تھا اور اگر دوسری اذان مراد لیجاے پس ترتب سعی وترک بیع وغیرہ کا اس اذان پر کیونکر ہو سکتا
ہو اس لیے کہ اذان کے بعد بلا مہلت خطبہ شروع ہو جاتا ہو پس اگر اس اذان سے وجوب سعی اور حرمت بیع وغیرہ
ہو اور اُسکے قبل نہو تو اکثر لوگون سے فوات خطبہ لازم آئیگا ۔ اذان اول جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
احداث کی ہو اسکا کیا حال ہو آیا خاص مدینے مین تھی یا اہل اسلام کے سب شہرون مین ۔ اذان دوم جو خطیب
کے سامنے مسجد مین کہی جاتی ہو اُس کی کیا سند ہو ابو داؤد کی روایت سے ثابت ہو کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ
وسلم کے زمانے مین یہ اذان مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی ۔ **جواب** ۔ آیت اذا نودی الخ مین نہ اذان اول کا
ذکر ہو نہ اذان ثانی کا بلکہ آیت سے اسی قدر ثابت ہو کہ جب نماز جمعہ کے لیے اذان ہو تو سعی واجب اور بیع وشرا حرام
ہو اور اگرچہ مصداق اس اذان کا زمانہ نزول آیت مین اذان ثانی تھی لیکن اس سے یہ نہین لازم ہو کہ لفظ نودی
للصلوۃ سے خاص وہی اذان بوقت خاص مراد ہو جاے چونکہ زمانہ نبوی مین صرف یہی اذان تھی یہ احکام اُسی پر
مرتب تھے اور خلافت عثمانی مین جب اذان اول کا احداث ہوا اُسپر بھی اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ کا صدق
ہو گیا اور ان احکام کا ترتب بالضرورۃ اُسپر ہو گیا اور یہی حنفیہ کا مذہب مختار ہو اور شافعیہ کے نزدیک باین خیال کہ عہد
نبوی مین صرف اذان ثانی تھی ترتب احکام قرآنیہ کا اُسی پر ہو لیکن اصل وجوب سعی نفس دخول وقت سے ہو اور اذان
ثانی سے وجوب الاداہی پس وہ لوگ کہ اُنکا مکان مسجد سے دور ہو اور بعد اذان ثانی اُنکے پہونچنے مین خطبہ کے کل یا
بعض کا فوت ہو جانا مظنون ہو اُن پر اُسکے قبل سعی وغیرہ واجب ہو گی اور اگر یہ حکم شافعیہ کے نزدیک نہو تو بلا شبہہ
اُنکے قول پر ایراد وارد ہو گا ۔ سب شہرون مین اسپر عمل ہوا جیسا کہ ارشاد الساری مین ہو فثبت الامر علی ذلک
فی جمیع الامصار یعنی تمام شہرون مین اسپر عمل ثابت ہو گیا اور ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین اخذ الناس
بفعلہ فی جمیع البلاد اذ ذاک لکونہ خلیفۃ مطاعا وقیل اول من احدثہ بمکۃ الحجاج وبالبصرۃ زیاد تمام شہرون

لوگون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فعل پر عمل کیا کیونکہ اُسوقت وہی خلیفہ تھے اور اُنکی اطاعت ضروری
تھی بعضون نے کہا ہو کہ مکے مین سب سے پہلے اسکو حجاج نے اور بصرے مین زیاد نے ایجاد کیا ہے بلاشبہہ ابو داؤد
کی روایت سے یہ امر ثابت ہو کہ اذان ثانی خارج مسجد روبروے خطیب ہوتی تھی کان یوذن بین یدی رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم
جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتے تو آپکے روبرو مسجد کے دروازے پر اذان دیجاتی - اور بعض علما لکھتے ہین کہ یہ اذان منارہ
پر ہوتی تھی ہر حالت مین خطیب کے پاس نہ تھی مگر ہشام بن عبد الملک کے زمانے سے یہ اذان مسجد مین ہونے
لگی ابن حاج مدخل مین لکھتے ہین السنۃ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذلک
کان علی عہد النبی صلے اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و صدر من خلافۃ عثمان وکان المؤذن ثلثۃ یؤذنون واحدا
بعد واحد ثم زاد عثمان اذانا اٰخر بالزوراء وھو موضع بالسوق وابقی الاذان الذی کان علی عہد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم علی منار و الخطیب علی المنبر اذ ذاک ثم انہ لما تولی ہشام بن عبد الملک اخذ الاذان
الذی فعلہ عثمان بالزوراء وجعلہ علی المنار وکان المؤذن واحدا یؤذن عند الزوال ثم نقل الاذان الذی کان
علی المنار عند صعود الامام علی المنبر بین یدیہ وکانوا یؤذنون ثلثۃ فجعلہم یؤذنون جماعۃ
ویستریحون فقد بان ان فعل ذلک فی المسجد بین یدی الخطیب بدعۃ وان اذانہم جماعۃ بدعۃ اخری
فتمسک بعض الناس بہاتین وہما ما احدثہ ہشام بن عبد الملک اذان جمعہ مین سنت یہ ہو کہ جب امام منبر پر
چڑھے تو موذن منارہ پر ہو ایسا ہی زمانہ نبوی اور زمانہ شیخین اور شروع خلافت عثمان رضی اللہ عنہ مین تھا اور موذن تین تھے
جو یکے بعد دیگرے اذان دیتے تھے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زوراء مین ایک اور اذان زائد کی اور حضور
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین جو اذان اُسوقت ہوا کرتی تھی جب خطیب منبر پر چڑھتا تھا اُسی علی حالہ
باقی رہنے دیا پھر جب ہشام بن عبد الملک والی ہوا اُس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو زوراء والی اذان کو منارہ
پر دینے کا حکم دیا اور موذن ایک کر دیا جو زوال کے وقت اذان دیتا تھا پھر منارہ والی اذان منتقل ہو کر امام کے
سامنے دی جانے لگی اور اذان تین آدمی دیا کرتے تھے اب ایک جماعت کی جماعت اذان دینے لگی پس ظاہر ہو گیا
کہ اذان کا خطیب کے سامنے ہونا بدعت ہو اور ایک گروہ کا اذان دینا بھی بدعت ہو اور بعض لوگون نے ان دونون
سے تمسک کیا ہو حالانکہ یہ دونون ہشام بن عبد الملک کی ایجاد کی ہوئی باتین ہین اور دوسرے موضع مین لکھتے
ہین من السنۃ الماضیۃ ان یوذن المؤذن علی المنار فان تعذر فعلی سطح المسجد فان تعذر ذلک فعلی بابہ -

سنت ماضیہ یہ ہی کہ موذن منارہ پر اذان دے اور اگر اُس مین دشواری ہو تو مسجد کی چھت پر اور اگر اُس مین بھی دشواری ہو تو مسجد کے دروازے پر **سوال** ضاد مشابہ ظا ء کے ہی یا نہین اگر ہے تو ضاد کی جگہ ظا ء پڑہنے سی نماز فاسد ہوتی ہی یا نہین اور اس زمانہ مین اکثر لوگ مشابہ ذا ور ز کے پڑھتے ہین - اسکی کوئی دلیل کتب دینیہ مین ہی یا نہین بر تقدیر نہونے کے ضاد کو ذ یا ز کے مشابہ پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہی یا نہین **جواب** ماہرین شریعت غرا پر پوشیدہ نہ ہے کہ ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ظاء معجمہ کے ساتھ جملہ کتب تفسیر و فقہ و صرف و تجوید سے ثابت ہوتا ہی شاہ عبد العزیز صاحب فتح العزیز مین وما ھو علی الغیب بضنین کے تحت مین ضاد کا ظاء کے ساتھ مشتبہ الصوت ہونا لکھتے ہین اور تفسیر کبیر مین ہی فنقول ان المشابھۃ بین الظاء والضاد شدیدۃ وان التمیز عسیرۃ اذا ثبت ھذا فنقول لو کان ھذا الفرق معتبرا لوقع السوال عنہ فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فی ازمنۃ الصحابۃ لاسیما عند دخول العجم فی الاسلام فلما لم ینقل وقوع السوال عن ھذہ المسألۃ البتۃ علمنا ان التمیز بین ھذین الحرفین لیس فی محل التکلیف پس ثابت ہو گیا کہ ضاد اور ظاء مین بہت مشابہت ہی اور باہم تمیز دشوار ہی اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہین کہ اگر یہ فرق معتبر ہوتا تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین خصوصاً جب عجمی لوگ اسلام لانے لگے تھے یہ سوال اُٹھایا جاتا اور جب اس مسئلہ مین سوال منقول نہین ہی تو معلوم ہوا کہ ان دونون حرفون مین تمیز کرنا محل تکلیف نہین ہی اور بیضاوی شریف کے حاشیہ پر ہی والباعث علی ھذہ الاشارۃ ان اکثر الناس خصوصا العجم کانوا فی الزمان الاول لا یعلمون الفرق بینھما اور اس اشارہ کا سبب یہ ہی کہ اکثر لوگ خصوصاً عجمی اگلے زمانے مین ان دونون کا فرق نہین جانتے تھے اور رضی شرح شافیہ مین ہی وبعض الحروف اذا وقفت علیھا خرج معھا مثل النفخۃ ولم ینضغط ضغط الاول وھی الظاء والذال والضاد والزاء اور بعض حروف ایسے ہین کہ جب تم اُنپر وقف کرو تو پھونک کی ایسی آواز نکلتی ہی اور ویسا جھٹکا نہین پڑتا جیسا کہ ابتدا مین پڑتا ہے اور وہ ظاء - ضاد - ذال - زا ء ہین جامع المفصل مین مرقوم ہے الضاد والظاء والذال المعجمات الکل متشارکۃ فی الجہر والرخاوۃ ومتشابھۃ فی السمع والیضا فیہ ویشبہ صوتھا (ای صوت الضاد المعجمۃ) صوت الظاء المعجمۃ بالضرورۃ ضاد ظاء ذال معجمات سب مجہورہ رخوہ ہین اور سماعت مین متشابہ ہین اور ضاد معجمہ کی آواز بالبداہۃ ظاء معجمہ کی آواز کے مشابہ ہی اور شرح شاطبی مین مذکور ہی ان ھذہ الثلث (ای الضاد والظاء والذال) متشابھۃ فی السمع والضاد لا تفترق من الظاء الا باختلاف المخرج وزیادۃ الاستطالۃ فی الضاد ولولاھما لکانت احداھما عین الاخری یہ تینون یعنی ضاد اور ظا اور ذال سماعت مین متشابہ ہین اور ضاد کو ظاء سے کوئی فرق بجز اختلاف مخرج اور طوالت

کے نہین ہے اور اگر یہ دونون امور نہوتے تو ان مین کچھ فرق باقی نرہتا - اور محمد بن محمد الجزری تمہید فی علم التجوید مین لکھتے ہین واعلم ان ھذہ الحروف لیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ والناس یتفاوتون فی النطق بہ فمنھم من یجعلہ ظاء لانہ یشارک الظاء فی صفاتھا کلھا ویزید علیھا بالاستطالۃ فلولا الاستطالۃ واختلاف المخرجین لکانت ظاء وھم اکثر الشامیین وبعض اھل المشرق جاننا چاہیے کہ یہ حروف ایسے نہین کہ زبان سے انکا ادا ہونا دشوار ہو البتہ مختلف لوگ مختلف طریقون پر انھین ادا کرتے ہین بعضے ظاء کی آواز نکالتے ہین کیونکہ وہ تمام صفات مین اس کے مساوی ہی البتہ یہ کھینچکر پڑھا جاتا ہی اور ظاء کھینچکر نہین پڑھا جاتا اور اگر یہ نہوتا اور مخرج مختلف نہوتے تو اس مین اور ظاء مین کچھ فرق نہوتا اور یہ لوگ اکثر شامی اور بعض اہل مشرق ہین اور رعایہ تصنیف ابو محمد مکی مصنفہ سنہ ۴۲۳ ہجری مین مذکور ہی کہ ضاد سننے مین ظاء کے مانند ہی اور شیخ جمال حنفی مکی کے فتوی مین ہی کہ ضاد کو ظاء پڑھنا عادت اکثر اہل عرب کا ہی اور حاشیہ جہد المقل مین سطور ہی فمنھم من یجعلھا ظاء ھذا الیس بعجب لثبوت التشابہ وعسر التمیز بینھما وفی التمہید لانہ یشارک الظاء فی صفاتھا کلھا ویزید علیھا بالاستطالۃ بعضے لوگ ضاد کو ظاء پڑھتے ہین اور یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہی کیونکہ تشابہ موجود ہی اور تمیز دشوار ہی اور تمہید مین ہی کہ یہ اسوجہ سے کہ ضاد تمام صفات مین ظاء کے مشابہ ہی البتہ اس مین درازی زائد ہی - اور کیمیای سعادت مین ہی اگر ضاد اور زاء کے درمیان مین فرق نہوسکے تو جائز ہی - حاصل یہ ہی کہ تمام کتب فقہ وتفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ ضاد ظاء کے مشابہ ہے اور کسیقدر ذال اور زاء کے بھی لیکن ظاء کے ساتھ بہت مشابہ ہے کیونکہ ضاد اور ظاء مین صرف ایک صفت کا فرق ہی یعنے ضاد مستطیل ہی اور ظاء قصیر اگر استطالت ضاد مین نہوتی تو عین ظاء ہوجاتا جیسا کہ تمہید وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہوا بخلاف دال کے کہ ضاد اور دال مین سات صفتون کا فرق ہی ض رخوہ ہے اور دال شدیدہ ض ساکنہ ہی اور دال قلقلہ ض مطبقہ ہی اور دال منفتحہ ض مستعلیہ ہی اور دال مستفلہ ض مفخمہ ہی اور دال مرققہ ض مستطیلہ ہی اور دال قصیرہ ض منفوخہ ہی اور دال غیر منفوخہ اور ضاد کا ظاء کے ساتھ مشتبہ الصوت ہونا انتی کتابون سے ثابت ہی غایۃ جہد المقل منیہ جہد جزریہ شرح جزریہ دوسری شرح علی قاری کی نشر منہاج طیبۃ النشر تمہید رسالہ مولانا عبد الرحیم شرح فیض شاطبی تفسیر کبیر اتقان کشاف بیضاوی حاشیہ بیضاوی عزیزی حسینی فتاوی قاضیخان عالمگیری کبیری برہان تجنیس خلاصۃ الفتاوی درمختار طحطاوی شامی خزانۃ المفتیین خزانۃ الاکمل حلیہ فتاوی نقشبندیہ بزازیہ عتابیہ تاتارخانیہ خزانۃ الروایات رسائل الارکان تہذیب ذخیرہ فتح القدیر خیریہ جامع الروایات مفتاح الصلوۃ محاسن العمل البیان الجزیل معیار العلوم کیمیاے سعادت زاد الآخرۃ شافیہ رضی جاربردی فصول اکبری فتاوی برہنہ

رسالۂ نجم الدین مختار الفتاوی سمرقندی منیہ مجموعۂ سلطانی بغیۃ المرتاد میزان حروف المعجم ذخیرۂ کردری ورجب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ضاد مشابہ ظاء کے ہی تو جملہ کتب فقہیہ کا کلیہ قاعدہ یہ ہی کہ جن دو حرفون مین بآسانی فرق ممکن ہی اُس کے بدل جانے سے نماز فاسد ہوتی ہی اور اگر اُن دونون حرفون مین فرق مشکل ہی تو اکثر کا یہ مذہب ہی کہ نماز فاسد نہین ہوتی اور متاخرین کا یہی مذہب ہی اور یہی معتدل و پسندیدہ ہی اور متقدمین کا یہ مذہب ہی کہ ضاد کو ظاء پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہوجاتی ہی پس بلفظ ولا الضالین کی جگہ ولا الدالین پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہی اور ظاء پڑھنے سے اکثر کے نزدیک نہین فاسد ہوتی اور اسی پر فتوی ہی پہلے اس قاعدۂ کلیہ کے ثبوت کے لیے فقہ کی چند عبارتین لکھی جاتی ہین اسکے بعد اس ثبوت کی عبارتین لکھی جائینگی کہ دالین پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہی رد المحتار مین ہی وان کان الخطاء بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینہما بلا کلفۃ کالصاد مع الطاء بان قرأ الطالحات مکان الصالحات فاتفقوا علی انہ مفسد وان لم یکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین فاکثرہم علی عدم الفساد لعموم البلوی ھکذا فی فتاوی قاضیخان وفتح القدیر ونہر الفائق جب کسی سے ایسی غلطی ہو جس مین ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جائے تو اگر وہ دونون حرف ایسے ہین کہ اُن مین فصل بآسانی ممکن ہو جیسے صاد اور طاء کہ صالحات کے جگہ طالحات پڑھ دیا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر بلا مشقت ممکن نہو جیسے ضاد اور ظاء اور صاد اور سین پس اکثر لوگون کے نزدیک عموم بلوی کی وجہ سے نماز نہ فاسد ہوگی ایسا ہی فتاوی قاضیخان اور فتح القدیر اور نہر الفائق مین ہی اور عالمگیری مین ہی وان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلوتہ عند الکل وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشایخ قال اکثرہم لا تفسد صلوتہ اور اگر معنون مین تغیر ہوجائے اور دونون حرف ایسے ہون جن مین بلا مشقت فصل ممکن ہو جیسے صاد اور طاء پس صالحات کی جگہ طالحات پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوجاے گی اور اگر بلا مشقت ممکن نہ ہو جیسے ضاد اور ظاء اور صاد اور سین اور طاء اور تا تو اس مین مشایخ کا اختلاف ہی اکثرون نے کہا ہی کہ نماز فاسد نہوگی اور خانیہ مین مرقوم ہی الاصل فیما اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینہما بلا مشقۃ تفسد وان لم یکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المہملتین والطاء مع التاء قال اکثرہم لا تفسد جب ایک حرف دوسرے حرف کی جگہ پڑھا اور معنی بدل گئے تو اصل یہ ہے کہ اگر ان دونون مین فصل بلا مشقت ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بلا مشقت ممکن نہو جیسے ضاد اور ظاء اور صاد اور سین اور طاء اور تا تو اکثر کے نزدیک

نماز فاسد نہوگی۔ اب دالین کے پڑھنے سے نماز فاسد ہونے کی دلیل مین عبارتین لکھی جاتی ہین قاضیخان مین
ہی ولو قرأ الضالین بالظاء او بالذال لاتفسد صلوتہ ولو قرء الدالین تفسد اگر ضالین کو ظا ریا ذال سے
پڑھا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر دالین پڑھا تو فاسد ہوگی اور خلاصۃ الفتاوی مین ہی ولو قرأ الضالین بالظاء
او الذال او بالزای لاتفسد اور اگر ضالین کو ظا راور ذال یا زا رسے پڑھا تو نماز فاسد نہوگی۔ مذکورۂ بالا
تقریر کا حاصل یہ ہی کہ ضاد کا ظار کے ساتھ مشتبہ الصوت ہونا بلا نزاع ثابت ہی اور جس شخص کو مخرج ضاد کا نہ آئی
وہ ظار پڑھی اور اس سی نماز اکثر کے نزدیک فاسد نہین ہوتی اور ضاد کو مشابہ دال کر پڑھنی پر کوئی دلیل صرف ور تجوید اور فقہ اور حدیث
سی ثابت نہین ہوتی بلکہ یہ سب علوم اُسکی غلطی پر دال ہین اور ایک حرف دوسری حرف سی بدلنا اسی سی ہوتا ہی کہ وہ اُسکی مشابہ ہو اور
ظاہر ہی کہ ضاد اور دال مین کچھ مناسبت بھی نہین نہ مخرج مین نہ صفات مین پس مسلمانون کو چاہیے کہ بہت جلد اسکی عامل ہوجائین
اور آپس مین جنگ جدال جو بالاتفاق حرام ہی نہ کرین واللہ اعلم بالصواب۔ فی الواقع بمذہب مختار جمہور ضاد کی جگہ پر اگر ظار یا
ذال پڑھی تو نماز فاسد نہوگی جیساکہ فتاوی بزازیہ مین ہی قال غیر المغضوب بالظاء والضالین بالذال والظاء قیل لاتفسد
لعموم البلوی فان العوام لایعرفون مخارج الحروف وکثیر من المشائخ افتوا بہ اگر غیر المغضوب کو ظار سے اور ضالین
کو دال یا ضار سے پڑھا تو بعضون کے نزدیک عموم بلوی کی وجہ سے نماز فاسد نہوگی کیونکہ عوام مخارج حروف سے ناواقف
ہوتے ہین اور بہت سے مشائخ نے اسی پر فتوی دیا ہی اور خزانۃ المفتین مین خلاصۃ الفتاوی سی منقول ہی ان
ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل کالطاء مکان الصاد تفسد صلوتہ وان کان لایمکن الفصل بین الحرفین
الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والطاء مع الطاء والصاد مع السین لا اکثر علی انہ لایفسد اگر کوئی حرف دوسری حرف کی جگہ پر
رکھدیا جسکے بدولت معنی بدل گئی تو اگر انمین فصل ممکن ہی مثلاً طار کو صاد کی جگہ پڑھدیا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر بلا مشقت دونون
حرفون مین فصل نہ ممکن ہو جیسے ظار اور ضاد طار اور تا رصاد اور سین تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہوگی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** جمعہ اور عیدین کی نماز دیہات مین پڑھنا درست ہی یا نہین
**جواب** نماز پنجگانہ کی طرح نماز جمعہ بھی فرض ہی جو شرطین اُنمین ہین اس مین بھی ہین فقط دو خطبون کی زیادتی
ہی شہر ہو یا دیہات ہر جگہ بلا شرط شہر و بادشاہ یا اُسکے نائب کے بغیر کراہت صحیح ہی امام بخاری نے باب الجمعۃ فی القری
والمدن مین روایت کی ہی عن ابن عباس قال ان اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین ابن عباس سے مروی ہی کہ پہلا جمعہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کی مسجد کے جمعہ کے بعد پڑھا گیا وہ عبد القیس کی مسجد والا جمعہ تھا جو بحرین کے ایک قریہ جواثی مین واقع

ہی اور امام بخاری نے روایت کی ہی عن ابن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول کلکم راع و زاد اللیث قال یونس و کتب زریق بن حکیم الی ابن شہاب و انا معہ یومئذ بوادی القری ھل تری ان اجمع و زریق عامل علے ارض یعملها و فیہا جماعۃ من السودان و غیرھم و زریق علی ایلۃ فکتب ابن شہاب و انا اسمع یامرہ ان یجمع الخ ابن عمرؓ سے مروی ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین ہر ایک نگہبان ہی اور لیث نے یہ زائد کیا ہی کہ یونس نے کہا ہی کہ زریق بن حکیم نے ابن شہاب کو لکھا اور مین وادی قری مین انکے ساتھ تھا کہ آیا انکے نزدیک وہان جمعہ درست ہے یا نہین اور زریق ہی وہان کے عامل بھی تھے اور وہان سوڈانیون اور دوسرے لوگون کا ایک گروہ اور خود زریق کے اہل وعیال بھی موجود تھے تو ابن شہاب نے جوابا تحریر کیا کہ جمعہ پڑھا جائے۔ حاصل ان حدیثون کا یہ ہوا کہ جواثی مین کہ صحابہ نے زمانۂ نبوی مین نماز جمعہ پڑھی اور تابعیون نے بھی اور انکے زمانے مین برابر جاری رہی اور بعض نے جو قریہ کو شہر کے معنے مین لیکر جواثی کو شہر لکھا ہی تو وہ قول مردود ہی کیونکہ جب امام بخاری اور ابو داؤد نے جو افضل و مقدم ہین جواثی کو دیہات لکھا ہی اور اکابر محدثین نے بھی انکے بعد انکی اتباع کی ہی پھر ان کے مقابلے مین متاخرین کے اقوال کب مسموع ہو سکتے ہین اور اگر متاخرین کے اقوال صحیح مان لیے جائین تو بھی کچھ خرابی نہین متقدمین اور متاخرین کے اقوال مین مطابقت یون ہو گی کہ جواثی زمانۂ قدیم صحابہ مین چھوٹی بستی ہو پھر شہر ہو گیا ہو اسی ہندوستان مین دیکھو کہ پہلے جو چھوٹی بستیان تھین اب شہر ہین اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ایک روایت آئی ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحرین کیطرف لکھ بھیجا کہ جمعہ ادا کیا کرو جہان ہو اور ابن خزیمہ نے اسکی تصحیح کی ہی اور جس جگہ کا لفظ شہر اور دیہات دونون کو شامل ہی اور بیہقی نے لیث بن سعد سے روایت کی ہی کہ اہل مصر و سواحل جنمین صحابہ کی جماعت تھی حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے مین ان حضرات کے حکم سے جمعہ ادا کیا کرتے تھے اور اس مضمون کی بہت سی حدیثین آئی ہین اور شاہ ولی اللہ مصفا شرح موطاے مالک مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی جمعہ کی نماز بڑی جماعت کے ساتھ قریہ اور شہر مین بوقت ظہر دو رکعت ہی انتہی اور جو صاحب ہدایہ نے لکھا ہی کہ جمعہ مصر جامع یا اُسکے مصلے کے علاوہ مین صحیح نہین ہی اور دیہات مین جائز نہین اس حدیث کی وجہ سے کہ جمعہ اور تشریق و عیدین غیر مصر جامع مین جائز نہین ہی اور مصر جامع وہ جگہ ہے جہان حاکم ہو اور قاضی جو احکام جاری کرتا ہو اور حدود قائم رکھتا ہو نیز روایت امام ابو یوسفؒ سے مروی ہی اور انھین سے دوسری روایت مروی ہی کہ مصر جامع وہ مقام ہی جہان کے رہنے والے اگر جمع ہون تو وہان کی بڑی سے بڑی مسجد مین نہ سما سکین پہلی

روایت کو کرخی نے اور دوسری کو ثلجی نے اختیار کیا ہو اور جو شیخ ابن الہمام فتح القدیر مین لکھتے ہین کہ جمعہ ایسی جگہ ہو جہان گلیان اور بازار ہو اور اُس مین والی ہو جو مظلومونکا انصاف کرتا ہو اور عالم ہو جسکی طرف شرعی دشواریون مین لوگ رجوع کرتے ہون تسلیم کے قابل نہین ہی کئی وجھون سے ایک تو یہ کہ حدیث لا جمعۃ ولا تشریق الخ موقوف اور منقطع ہی اور کسی کتاب کی منقطع حدیث حدیث بخاری کی معارض نہین ہو سکتی کیونکہ باتفاق جمہور محدثین معارضہ مین مساوات شرط ہی دوسرے یہ کہ مصر کی تفسیر درست نہین ہی نہ کرخی کے موافق نہ ثلجی کے موافق کیونکہ اسعد بن زرارہ نے صحابیون کے ساتھ حضور کے حکم سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے مدینۂ منورہ مین جمعہ کی نماز پڑھی ہی حالانکہ اُسوقت آپکی حکومت مدینہ مین نہ تھی اور حدود و قصاص بالفعل جاری نہ تھے نہ اسکی قوت رکھتے تھے مسلمان مغلوب تھے نہ وہان کئی مسجدین تھین جو ثلجی کی تفسیر صادق آئے جیسا کہ تفسیر نیشاپوری وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے اور جب حضور وہان تشریف لائے اور جمعہ کی نماز پہلے مسجد نبی سالم کی بطن وادی مین پڑھی اُسوقت بھی وہان تسلط تام نہ تھا جو حدود و قصاص کے احکام جاری کرسکین اور نہ کئی مسجدین تھین جیسا کہ بحر الرائق اور شمنی و شرح نقایہ اور محلی شرح موطا سے مستفاد ہوتا ہی اور نہ تفسیر صاحب فتح القدیر کی صحیح ہی کیونکہ یزید شقی کے زمانے مین صحابہ جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے حالانکہ اُسوقت انصاف کا نام نہ تھا صحابہ کا خون بے دریغ ہوتا تھا اقامت حدود کا تو ذکر ہی کیا اور جس زمانے مین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے اپنی رہائی کی قوت نہین رکھتے تھے حکومت کیسی باوجود اسکے اصحاب نے جمعہ کی نماز پڑھی اسیطرح کی تقریر مولانا بحر العلوم لکھنوی نے بتفصیل تام ارکان اربع مین کی ہی اور مصر کی تفسیر مین خوب جرح کی ہی تیسرے یہ کہ مین اس حدیث کو ندب پر محمول کرتا ہون یعنے بادشاہ اور مصر ہونے کی حالت مین نماز جمعہ عمدہ اور مستحب ہو گی نہ یہ کہ بغیر ان شرطون کے نماز ادا ہی نہو گی جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی ان شرطون کو اولویت کے شروط سے فتح المنان مین لکھا ہی چوتھے یہ کہ اس حدیث پر عمل کیونکر ہو سکتا ہی کیونکہ مصر کی تعریف مین اختلاف ہی اور وحی آسمانی آتی نہین شارع سے اسکی تفصیل اور تعیین پائی نہین جاتی پھر کس تعریف کو ترجیح دیجائے جو معمول بہا ہو سکے۔ پانچوین یہ کہ اگر بادشاہ اور مصر کا ہونا وجوب ادا کے لیے تسلیم بھی کرلین تو بھی غیر مصر مین یا جہان بادشاہ یا اُسکا نائب نہو جمعہ کا فرض نہونا لازم نہین آتا بلکہ فرض ہی باقی رہتا ہی کیونکہ کسی شرط وجوب ادا کے فوت ہوجانے سے بسبب عذر کے عین شے کا ساقط ہوجانا کلیۃً لازم نہین آتا بلکہ عذر کے اندازے سے دیکھو کہ فرائض پنجگانہ کے لیے طہارت اور ستر عورت وغیرہ شرطین

اگر عذر کے وقت یہ شرطین بلکہ اکثر نماز کے ارکان بھی جیسے قیام وغیرہ معذور سے ساقط ہو جاتے ہین حالانکہ نماز اُس سے ساقط نہین
ہوتی یہی حال جمعہ کی نماز کا ہی کہ اگر مصر اور بادشاہ نہو تو وہان کے مسلمان اُن شرطون سے معذور ہین بان جن شرطون مین معذور
نہین ہین اُنکے نہ کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی یا جو شخص مصر مین ہو پھر خاصکر اُس مصر کے متصل کسی گانون مین نماز پڑھے تو اسکی
نماز صحیح نہو گی غرض ہماری اس تقریر سے یہ ہی کہ جہان ان شرطون کا وجود ہو وہان انکی رعایت واجب ہی اور اگر رعایت نہ کریگا تو نماز
فاسد ہوگی اور جہان ان شرطونکا وجود نہو وہان بلا رعایت نماز صحیح ہوگی کیونکہ وہان کے مسلمان معذور ہین اور میری اس تقریر
کی تائید محققین حنفیہ کی تحریر بھی کرتی ہی گو انکا عنوان بیان بظاہر بخوف عوام کالانعام کے اور ہو عالمگیری مین ہی لو تعذر
الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بھم الجمعۃ جاز کذا فی التہذیب جب امام وقت سے اجازت لینے مین مسلمان
معذور ہون پس جمع ہو کر اور کسی کو اپنا امام بنائین اور وہ امام سب کو جمعہ کی نماز پڑھاوے تو جائز ہی جیسا کہ تہذیب مین ہی اور
بھی عالمگیری مین لکھا ہی بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی قاضیا لتراضی المسلمین
ویجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما کذا فی معراج الدرایۃ ایسے شہرون مین جہان حاکم کافر ہون مسلمانون کو جائز
ہے کہ وہان جمعہ کی نماز پڑھین اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی قاضی ہو جائیگا اور اُنکو کافر حاکم سے درخواست
کرنا چاہیے کہ اس شہر کے لیے مسلمان والی مقرر کرے ایسا ہی معراج الدرایہ مین ہی اور رد المحتار مین لکھا ہو ولذا
لو مات الوالی او لم یحضر لفتنۃ ولم یوجد احد ممن لہ حق اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لہم خطیبا للضرورۃ
کما سیاتی مع انہ لا امیر ولا قاضی ثم اور اسی لیے اگر کسی فساد کی وجہ سے حاکم مرگیا ہو یا حاضر نہوا ہو اور جس شخص
کے لیے اقامت جمعہ کا حق ہی وہ نہ پایا گیا ہو تو مسلمانون کو چاہیے کہ آپس مین مشورہ کر کے کسی کو خطیب مقرر کرین
ضرورت کی وجہ سے حالانکہ اس جگہ امیر اور قاضی نہین ہی۔ ان تمام عبارتون سے معلوم ہوا کہ عذر کے وقت والی
کے اذن سے یا امام معین کے ہونے سے نماز بلا ان شرطون کے صحیح ہی اور شرطین ساقط ہین اور ولایت کفار مین بھی
جمعہ جائز ہی باوجودیکہ نہ وہان امام ہی نہ سلطان پس مسلمانون کو چاہیے کہ بہکانے مین نہ آوین اور نماز جمعہ کو ترک نہ کرین
دیہات اور شہر جہان چاہین جمعہ اور عیدین بلا دغدغہ پڑھا کرین اگرچہ کافرون کے ولایت مین ہون مجمع الفتاوی
مین ہی غلب علی المسلمین ولاۃ الکفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی ویجب
علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما جب کفار مسلمانون پر غالب ہو جائین تو مسلمانون کو جمعہ و عیدین کا قائم رکھنا
جائز ہی اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی قاضی ہو جاتا ہی اور مسلمانون پر واجب ہی کہ والی مسلم کی درخواست
کرین واللہ اعلم حررہ عبدالعزیز | عبدالعزیز | جواب ہذا صحیح نہیں ہدایہ مین ہی لایجوز اقامتہا الا للسلطان

او لمن امرہ السلطان لانہ تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعۃ فی التقدم والتقدیم وقد تقع فی غیرہا فلا بد منہ تتمیما
لامرہا اقامت جمعہ صرف سلطان یا وہ شخص جسے سلطان نے حکم دیا ہو کر سکتا ہی کیونکہ جمعہ مین بکثرت مجمع ہوتا ہے
امامت اور دوسرے امور پر جھگڑا ہوجایا کرتا ہے جسکے دفعیہ کے لیے سلطان کی ضرورت پڑتی ہی محدث دہلوی
فتح المنان مین لکھتے ہین ہذا تقریر الہدایۃ وظاہرہ یفید الاولویۃ والاحتیاط عقلا لا الاشتراط وعدم جواز
الصلوۃ بدونہ شرعا یہ ہدایہ کی تقریر ہی اور بظاہر اس سے اولویت اور احتیاط مفہوم ہوتی ہی نہ کہ اشتراط و بغیر
سلطان کے شرعا نماز کا عدم جواز۔ اور مولانا بحر العلوم ارکان اربع مین لکھتے ہین ولم اطلع علی دلیل یفید اشتراط
امر السلطان وما فی الہدایۃ لانہا تقام بجماعۃ فعسی ان تقع منازعۃ فی التقدیم والتقدم آہ ہذا رای لا یثبت الاشتراط
لاطلاق نصوص وجوب الجمعۃ ثم ہذہ المنازعۃ تندفع باجماع المسلمین علی تقدیم واحد وکما فی جماعۃ الصلوۃ
عسے ان تقع المنازعۃ فی تقدیم رجل لکن تندفع باجماع المصلین فکذا فی الجمعۃ ثم الصحابۃ اقاموا الجمعۃ فی زمان
فتنۃ بلوی امیر المومنین عثمان وکان ہو اماما حقا محصورا ولم یعلم انہم طلبوا الاذن فی اقامۃ الجمعۃ بل الظاہر
عدم الاذن لان ہؤلاء الاشقیاء من اصحاب الشر لم یرضوا ذلک فعلم ان اقامۃ الجمعۃ غیر مشروط عندہم بالاذن
لعل لہذہ الواقعۃ یرجع المشائخ عن ہذا الشرط فیما تعذر الاستیذان وافتوا بانہ ان تعذر الاستیذان من
الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن التہذیب مجھے کوئی ایسی دلیل
نہین ملی جس سے جمعہ مین سلطان کی شرط لگائی جائے اور وہ جو ہدایہ مین ہی کہ جمعہ مین مجمع بہت ہوتا ہی اس لیے
جھگڑے کا اندیشہ ہوتا ہے الخ یہ ایک خیال ہی جس سے اشتراط نہین ثابت ہوتا کیونکہ نصوص وجوب جمعہ مطلق
ہین علاوہ برین یہ جھگڑا تو خود مسلمانون کے اجماع سے رفع ہوسکتا ہی جسطرح کہ اور نمازون مین بھی بعض اوقات
جھگڑے کا خوف ہوتا ہی لیکن نماز پڑھنے والون کے اجماع سے اُسکا دفعیہ ہوجاتا ہی (یعنی عام لوگ جسے امام بنادین
وہی امام ہوجاتا ہی) صحابہ نے فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے مین نماز جمعہ پڑھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
امام برحق تھے اور یہ کہین سے ثابت نہین کہ صحابہ نے آپ سے اجازت بھی لی بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجازت نہ لی
ہوگی کیونکہ جو اشقیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گھر کا محاصرہ کیے ہوے تھے اُنھون نے اسکی اجازت نہ دی ہوگی
پس معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک اقامت جمعہ مین سلطان کی اجازت شرط نہین ہی اور شاید اسی وجہ سے مشائخ نے
اجازت لینے کے دشوار ہونے کی صورت مین اس شرط سے رجوع کیا ہی اور فتوی دیا ہے کہ اگر امام سے اجازت
لینا دشوار ہو تو لوگ جس شخص پر اتفاق کرلین اُسکی اقتدا کرکے نماز جمعہ پڑھ لین ایسا ہی عالمگیری مین تہذیب سے

نقل کیا ہی جاننا چاہیے کہ حدیث لا جمعۃ ولا تشریق الخ دو وجہون سے قابل احتجاج نہین ہی ایک یہ کہ مرفوع نہین ہے بلکہ موقوف ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر دوسرے یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرنے والا حارث اعور ہے اور وہ کذاب اور واہی ہے جیسا کہ مقدمۂ صحیح مسلم اور میزان الاعتدال وغیرہ مین ہی قال الامام النووی حدیث لا جمعۃ الخ متفق علی ضعفہ امام نووی نے کہا ہی کہ حدیث لا جمعۃ الخ کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہی اور اور عبد الرزاق نے اپنے مصنف مین روایت کی ہی اخبرنا معمر عن ابی اسحق عن الحارث عن علی قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع خبر دی ہمکو معمر نے ابی اسحق سے کہ انھون نے حارث سے انھون نے حضرت علی سے روایت کی ہی کہ جمعہ و تشریق نہین ہی مگر مصر جامع مین اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہی عن ابی اسحق عن الحارث عن علی قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینۃ عظیمۃ ابو اسحق نے حارث سے انھون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہی کہ جمعہ و تشریق اور عیدین کی نمازین جائز نہین ہین مگر مصر جامع یا بڑے شہر مین اور زیلعی تخریج احادیث ہدایہ مین لکھتے ہین وھذا انما یروی عن علی موقوفا فاما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ لا یروی عنہ فی ذلک شئ انتھی عن الشعبی قال حدثنی الحارث الاعور وکان کذابا یہ حدیث موقوفا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی لیکن خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ مین کچھ منقول نہین ہی شعبی نے کہا ہی کہ مجھسے یہ حدیث حارث اعور نے بیان کی ہی جو بڑا جھوٹا تھا صاحب صحیح مسلم نے اپنے مقدمہ مین حارث کو کئی جگہ پر کذاب درکاذب و واہی لکھا ہی جو عالم پر مخفی نہین ہی قال ابو داؤد فی المقدمۃ واما ابو اسحق عن الحارث عن علی فلم یسمع ابو اسحق من الحارث الا اربعۃ احادیث لیس فیھا مسند واحد ابو داؤد نے مقدمہ مین لکھا ہی لیکن سند ابو اسحق عن الحارث عن علی تو ابو اسحق نے حارث سے صرف چار حدیثین سنی ہین اور انمین بھی سند ایک نہین ہی واللہ اعلم کتبہ محمد نذیر حسین عفی عنہ صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

**سوال** ایک شہر کی کئی مسجدون مین نماز جمعہ جائز ہی یا نہین

**جواب** مفتی بہ قول کے موافق درست ہی در مختار مین ہی وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذھب وعلیہ الفتوی شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعا للحرج نماز جمعہ ایک شہر مین متعدد مقام پر ادا ہو جائے گی بغیر کسی قید کے مذہب کے موافق اور اسی پر فتوے ہے شرح مجمع عینی اور باب امامۃ فتح القدیر مین واسطے دفع حرج کے اور شامی لفظ مطلقا کی شرح مین لکھتے ہین سواء کان المصر کبیرا اولا وسواء فصل بین جانبیہ نھر کبیر کبغداد اولا وسواء قطع الجسر او بقی متصلا وسواء کان التعدد فی مسجدین او اکثر یعنی برابر ہے کہ شہر بڑا ہو یا چھوٹا اس کے بیچ مین ندی ہو جیسے بغداد یا نہو اس کے بیچ مین کوئی پل ہو یا نہو اور برابر ہی کہ تعدد دو مسجدون مین ہو یا زائد مین اور پھر لکھتے ہین فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذھب ابی حنیفۃ جواز اقامتھا فی مصر واحد فی مسجدین واکثر

یعنے امام سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب مین صحیح یہی ہے کہ ایک شہر کی دو مسجدون یا دو سے زائد مین اقامت نماز جمعہ کی جاے اور صاحب طحطاوی لکھتے ہین وذلک لان فی التزام اتحاد الموضع حرجا بینا لاستدعائہ تطویل المسافۃ علے اکثر الحاضرین ولم یوجد دلیل عدم جواز التعدد بل قضیۃ الضرورۃ عدم اشتراطہ لاسیما اذا کان مصر اکبیرا کمصرنا کما قالہ الکمال وقد قال اللہ تعالیٰ لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا وما جعل علیکم فی الدین من حرج اور وہ اس لیے کہ ایک جگہ پر جمعہ کو لازم گرداننے مین حرج ظاہر ہی کیونکہ اس مین اکثر حاضرین کو مسافت بعیدہ طے کرنا پڑیگی اور کوئی دلیل عدم جواز تعدد کی نہین پائی گئی ہی بلکہ ضرورت اسی کو مقتضے ہی کہ ایک مسجد مین نماز پڑھنا مشروط نہو خصوصًا جبکہ شہر بڑا ہو ہمارے شہر کی طرح جیسا کہ کمال نے کہا ہی اور اللہ تعالے نے فرمایا ہی کہ اللہ طاقت سے زائد کسی کو تکلیف نہین دیتا اور اللہ نے تمپر دین مین کسی طرح کی تنگی اور دشواری نہین کی ہی اور فتاوی عالمگیری مین ہی تودی الجمعۃ فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ ہو قول ابی حنیفۃ ومحمد وہو الاصح جمعہ کی نماز ایک شہر مین بہت مقام پر ادا کی جاسکتی ہی اور وہ قول امام ابوحنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کا ہی اور وہ زیادہ تر صحیح ہی اور درمختار مین لکھا ہے کہ بر بناے قول مرجوح جب ایک شہر مین متعدد مقام پر جمعہ ہو تو اُس مسجد کا جمعہ جائز ہوگا جہان تحریمہ آگے ہوا ہی اور اگر متعدد جگہون مین ایک ہی وقت تحریمہ ہوا ہو جسکے تعین مین اشتباہ ہو تو سبکی نماز فاسد ہوگی اور اُسوقت نماز جمعہ کے بعد چار رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھنا چاہیے اس قول مین صاحب درمختار فرماتے ہین وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ یہ سب باتین بالکل خلاف مذہب ہین لہذا ان پر اعتماد نہ کیا جاے اور محشی شامی فیصلے بعدہا آخر ظہر کے تحت مین فرماتے ہین تفریعہ علی المرجوح یفید انہ علے الراجح من جواز التعدد لایصلیہا بناء علی ما قدمہ عن البحر من انہ افتی بذلک مرارا خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وقال فی البحر انہ لا احتیاط فی فعلہا لانہ العمل باقوی الدلیلین قول مرجوح پر شارح کی تفریع اس بات کو مفید ہی کہ قول راجح پر جسکے بموجب متعدد جگہ نماز پڑھنا جائز ہی، چار رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھنا نہ چاہیے جیسا کہ شارح نے بحر الرائق مین اسکے قبل نقل کیا ہی کہ چار رکعت بہ نیت آخر ظہر نہ پڑھنے کا بارہا فتوی دیا گیا ہی اس خوف کی وجہ سے کہ کہین اسکے وجہ سے عدم فرضیت جمعہ کا اعتقاد نہو جاے اور صاحب بحر الرائق نے کہا ہی کہ اس چار رکعت کے پڑھنے مین کچھ احتیاط نہین ہی کیونکہ متعدد جگہ مین نماز پڑھنا مذہب راجح اور مفتی بہ قول کے موافق ہی پس جواز تعدد مین شبہہ نہین اس قول کے بعد محشی شامی نے ایک بڑی عبارت اس مدعا کے اثبات مین لکھی ہی کہ جہان مصر ہونے مین شک ہو یا جہان متعدد مقامات پہ نماز پڑھی جاتی ہو وہان چار رکعت نماز بہ نیت آخر ظہر پڑھنا احتیاط ہی مگر اسی قول کے آخر مین مقدسی سے نقل کیا ہی ثم قال وفائدتہ الخروج عن الخلاف

المتوهم او المحقق وان کان الصحیح صحة التعدد فهی نفع بلا ضرر یعنے نماز بنیت آخر ظہر کا فائدہ یہ ہی کہ خلاف وہمی یا واقعی مین نہ پڑے اور اگر صحیح جواز تعدد ہی پس یہ چار رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھنا نفع بلا ضرر ہو اور معلوم ہوا کہ شامی کی غرض اُس طولانی عبارت سے یہ ثابت کرنا ہی کہ چار رکعت آخر ظہر کا پڑھنا احتیاط ہو اور جیسا کہ درمختار کے قول سے ضمنا بتبعیت قول بحر رائق کے اسکا نہ پڑھنا سمجھا جاتا ہی ویسا نہین ہی مگر شامی نے پھر اس قول کے آخر مین یہ لکھدیا ہی کہ اگر چار رکعت بہ نیت آخر ظہر کا پڑھنا منجر بفساد ہو یعنے اسکے پڑھنے سے عدم فرضیت جمعہ کے اعتقاد کا خوف ہو ان رکعتون کو علانیہ نہ پڑھے قال وانما اطلنا فی ذلک لدفع ما یوهمه کلام الشارح تبعا للبحر من عدم فعلها مطلقا نعم ان ادی الی مفسدة لا تفعل جهارا والکلام عند عدمها ولذا قال المقدسی نحن لا نامر بذلک امثال هذه العوام بل ندل علیه الخواص ولو بالنسبة الیهم یعنے اس باب مین کلام کو اس وجہ سے طویل کر دیا کہ شارح کے کلام سے جو بحر کی تبعیت مین چار رکعت آخر ظہر کا مطلقا نہ پڑھنا سمجھا جاتا ہے وہ مندفع ہو جائے البتہ اگر یہ چار رکعت منجر الی الفساد ہون تو علانیہ نہ پڑھے اور کلام عدم فساد مین ہی اسی لیے مقدسی نے کہا ہی کہ ہم ان چار رکعت کے پڑھنے کا خواص کو حکم کرتے ہین نہ کہ عوام کو واللہ اعلم حررہ محمد عبد اللہ مدرس مدرسۂ ڈھاکہ [محمد عبد اللہ] هو المصوب

جواز تعدد جمعہ و عدم جواز تعدد جمعہ مین مجتہدین اور فقہاے معتبرین مین بہت اختلاف ہی اور متاخرین حنفیہ کا فتویٰ مطلقا جواز تعدد پر ہی مگر پھر بھی اولی اور احوط اُنکے نزدیک یہی ہی کہ جمعہ کی نماز ایک جگہ ادا کی جاے کیونکہ یہ اظہار شوکت اسلام کا باعث ہی حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین محصل الخلاف یرجع الی المنع مطلقا والجواز مطلقا وبعض من اجاز اطلق والبعض قید وکل ذلک منقول عن علماء العراق اما الشافعیة فقد نص الامام الشافعی علی ان الجمعة لا تقام فی البلدة ولو عظم وکثرت مساجده واهله ثم اخرج بعض اتباعه الی جواز التعدد للحاجة وقال بعض هولاء متی زالت الضرورة بالثانیة لم تجز ثالثة واما الحنفیة فالمشهور عن الامام ابی حنیفة منع التعدد وروی عنه جوازه ثانیا للحاجة وعنه جواز اکثر وقال ابو یوسف لا یجوز الثانی وهو الظاهر المشهور عنهم عدم جواز التعدد وفی روایة یجوز بقید الحاجة واما الحنابلة فالمشهور عنهم جواز التعدد بقید الحاجة وفی روایة عن احمد منع التعدد وذکر عنه انه قال لا اعلم التعدد فی بلاد المسلمین اقیمت بها جمعتان لقلة المراعات وفی شرح الهدایة واذا تقرر هذا من القرن الثالث ظهر ان خیر القرون لم یقع فی زمانهم التعدد اختلاف کا حاصل یہ ہی کہ بعضے مطلقا ناجائز سمجھتے ہین اور بعضے مطلقا جائز اور بعضے جائز کہنے والے حکم مطلق رکھتے ہین اور بعضے قیدین لگاتے ہین یہ سب علماے عراق سے منقول ہی لیکن شافعیہ پس امام شافعی اس بات پر دلیل لائے ہین کہ

جمعہ متعدد جگہ شہر میں نہ پڑھا جائیگا گو شہر بڑا ہو اور آبادی زائد ہو اور مساجد بہت ہوں پھر اُنکے بعض تبعین نے بضرورت جواز تعدد کے جانب رجوع کیا ہو اُنھین سے بعضوں نے کہا ہو کہ اگر دوسرے جمعہ سے ضرورت دفع ہو جائے تو تیسرے کی ضرورت نہین لیکن حنفیہ کے نزدیک تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منع تعدد منقول ہو اور بضرورت دو جمعوں کا جائز ہونا بھی منقول ہو اور اُنھین سے بہت مقام پر جمعہ کا جائز ہونا بھی منقول ہو اور امام ابو یوسف نے کہا ہو کہ دوسرا جمعہ جائز نہین ہو اور حنفیہ کا ظاہر اور مشہور خیال عدم جواز تعدد ہو اور ایک روایت مین بضرورت تعدد جائز ہے اور حنابلہ کے متعلق مشہور یہ ہو کہ وہ بضرورت تعدد کو جائز سمجھتے ہین اور احمد سے ایک روایت مین تعدد ممنوع ہے اور اُنھین سے منقول ہو کہ مجھے مسلمانون کے کسی ایسے شہر کا علم نہین جس مین متعدد جمعے ہوتے ہوں اور شرح ہدایہ مین ہو کہ جب یہ بات قرن ثالث مین معلوم ہوگئی تو ظاہر ہو گیا کہ خیر القرون مین تعدد نہ تھا اور قہستانی جامع الرموز مین لکھتے ہین شرط لا دائہا ای لوجوب اداء الجمعۃ فی موضع واحد او اکثر علے الخلاف وفی التمرتاشی لا یجب فی موضعین المصر شرطا داے جمعہ ہو یعنے شرط وجوب اداے جمعہ ہو ایک جگہ ہین یا مختلف جگہون مین بر بناے اختلاف اور تمرتاشی مین ہو کہ ایک شہر مین دو جگہ نماز جمعہ مستحب نہین ہو۔ اور منیہ مین ہو اما من حیث جواز التعدد وعدمہ فالاولی ہو الاحتیاط لان الخلاف فیہ قوی اذ الجمعۃ جامعۃ للجماعات ولم تکن فی زمن السلف الا فی موضع واحد من المصر وکون الصحیح جواز التعدد للضرورۃ للفتوی لا یمنع شرعیۃ الاحتیاط للتقوی جواز اور عدم جواز کا لحاظ کرتے ہوے اولی احتیاط ہو کیونکہ اختلاف قوی ہو اس لیے کہ جمعہ جامع جماعات ہو اور زمان سلف مین ایک مصر مین ایک ہی جگہ ہوا کرتا تھا اور بضرورت جواز تعدد کا صحیح ہونا مشروعیت احتیاط کا منافی نہین ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ واقعی نماز جمعہ ایک شہر کی دو مسجدون یا اس سے زائد مین درست ہو شرح وقایہ مین کافی اور شرح مجمع البحرین سے نقل کرکے لکھا ہو وتؤدی فی مصر واحد فی موضع قال الامام السرخسی رحمہ اللہ فی المبسوط والصحیح من قول ابی حنیفۃ ومحمد رح انہ یجوز فی مصر واحد فی موضعین واکثر وبہ ناخذ ایک شہر مین جمعہ متعدد جگہ ادا کیا جا سکتا ہو امام سرخسی رحمہ اللہ نے مبسوط مین لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا صحیح قول یہ ہو کہ جمعہ ایک شہر مین دو جگہون اور دو سے زائد جگہون مین جائز ہو ہم اسی سے اخذ کرتے ہین اور جدا بی مولانا بحر العلوم رسائل الارکان مین تحریر فرماتے ہین ولاجل ان الجمعۃ جامعۃ للجماعات قال الامام ابو یوسف لا یجوز تعدد الجمع فی مصر واحد وہو روایۃ عن الامام ابی حنیفۃ وبہ قال الشافعی فانہ لو جاز التعدد لما کان واحد منہا جامعا للجماعات وقال الامام محمد ورواہ عن الامام ابی حنیفۃ ہذہ الروایۃ

هی المختارۃ وعلیہ الفتوی انہ یجوز تعدد الجمعۃ مطلقا اثنین او اکثر وقولہما الجمعۃ جامعۃ الجماعات ان ارادوا
للجماعات التی تغیر الجمعۃ فمسلم ولا یلزم منہ نفی التعدد وان ارادوا انہا جامعۃ للجماعات کلہا باسرھا بان
لا یصح لہا الا جماعۃ واحدۃ فھو ممنوع لابد لاثباتہ من دلیل ولنا ما صح عن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ
انہ امر بتعدد الجمعۃ وھذا الاثر صحیح صححہ ابن تیمیۃ فی منہاج السنۃ ثم فیما ذھب الیہ الشافعی حرج عظیم لانہ قد
یکون طول المصر وعرضہ فراسخ لا یستطیع ان یجیٔ من طرف الی المسجد الجامع ثم یبیت باھلہ الا بحرج عظیم
وھو مدفوع فی الشرع ولعل لھذا الحرج جوز الامام ابو یوسف تعددھا اذا کان فی المصر نھر عظیم فحینئذ یجوز
التعدد جمعۃ فی مسجد وجمعۃ فی اخری بینہما نھر فنقول کذا یلزم الحرج اذا کان المصر طویلا وان لم یکن فیہ نھر
ثم صلوۃ الجمعۃ فرض مثل سائر الصلوات فلا یتقید بالتوحید ولم یفد الیہ دلیل سمعی ولا عقلی اور چونکہ جمعہ جامع
جماعات ہے اس لیے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ایک شہر میں متعدد جمعے ناجائز ہیں اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
کی روایت ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کیونکہ اگر تعدد جمعہ جائز ہو تو کوئی جمعہ جامع جماعات نہوگا اور امام
محمد رحمہ اللہ نے کہا ہے اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ یہی روایت مختار ہے اور اسی پر فتوے
ہے کہ مطلقاً تعدد جمعہ جائز ہے دو ہوں یا اس سے زائد اور جمعہ کے جامع جماعات ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ جمعہ کی علاوہ
دوسری جماعتوں کا جامع ہے تو یہ مسلم اور اس سے نفی تعدد جمعہ غیر لازم اور اگر یہ مراد ہے کہ جمعہ جمیع جماعات کا جامع ہے
کہ اسکی ایک ہی جماعت ہوسکتی ہے تو یہ ممنوع ہے اسکا ثبوت محتاج دلیل ہے ہماری دلیل امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کا حکم تعدد جمعہ ہے اور یہ اثر صحیح ہے منہاج السنہ میں ابن تیمیہ نے اسکی تصحیح کی ہے اسکے علاوہ امام شافعی رحمہ اللہ کے
مذہب میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر شہر بڑا اور اسکا طول وعرض کئی فرسخ ہو تو ایک کنارے سے جامع مسجد تک
پہونچنا اور پھر شام تک اپنے اہل وعیال میں پہونچ جانا بہت دشوار امر ہوگا حالانکہ شارع دشواریوں کا دفعیہ
کرتا ہے اور غالباً اسی وجہ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے تعدد کو اُس صورت میں جائز رکھا ہے جب شہر میں کوئی
بڑی نہر ہو اس صورت میں جمعہ دو ایسی مسجدوں میں ہوسکتا ہے جو نہر کے ادہر اودھر ہوں ہم کہتے ہیں کہ اسیطرح
اگر شہر بڑا ہو اور اُس میں نہر نہو تب بھی دشواری ہے اور نماز جمعہ پنجوقتہ نماز کی طرح فرض ہے تو اُسی طرح اس میں بھی عدم
تعدد کی قید نہ لگائی جائے گی خصوصاً جبکہ عقلی اور نقلی کوئی دلیل اسپر موجود نہیں ہے واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم
غفر لہ اللہ العلی الرب الحکیم سوال ایک شہر میں جمعہ کی نماز متعدد مساجد میں ادا کرنا بہتر ہے یا ایک بڑی مسجد میں
کہ سب نمازی اُس میں بالاتفاق تمام اور بلا تکلف جمع ہوسکتے ہیں جواب بہتر یہی ہے کہ پورے شہر کے نمازی ایک

گنجائش والی مسجد مین باتفاق جمع ہوکر نماز جمعہ ادا کرین اگرچہ ایک شہر کی کئی مسجدون مین ادا ے جمعہ جائز ہی لیکن ایک روایت امام ابوحنیفہ اور امام محمد اور امام ابویوسف رحمہم اللہ سے ایک شہر کی متعدد مسجدون مین نماز جمعہ کی ناجائز ہونے کی بھی آئی ہی اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہی اور امام مالک اور امام احمد رحمہا اللہ سے بھی ایک شہر کی متعدد مساجد مین نماز جمعہ کے عدم جواز کی روایت ہی ایسی حالت مین اختلاف علما سے بچنا اور اتفاقی صورت کو اختیار کرنا بہت بہتر ہی اس مسئلہ خاص مین اتفاق کی صورت یون ممکن ہی کہ تمام مسلمانان شہر باتفاق ایک مسجد مین جمعہ کی نماز ادا کرین اور متعدد مساجد مین نماز پڑھنا شبہہ سے خالی نہین اور ہر مسلمان کو شبہہ سے بچنا ضروری ہی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو شخص شبہات سے بچا اُس نے اپنے دین کو پاک کیا اختلاف مجتہدین کی سند کے لیے کتب معتبرہ کی عبارت نقل کی جاتی ہی فتاوی شامی مین ہی لان جواز التعدد وان کان ارجح واقوی دلیلا لکن فیہ شبہۃ قویۃ لان خلافہ مروی عن ابی حنیفۃ ایضا رحمہ اللہ واختارہ الطحاوی والتمرتاشی وصاحب المختار وجعلہ العتابی رح الاظہر وھو مذہب الشافعیؒ والمشہور عن مالکؒ واحدی الروایتین عن احمد کما ذکرہ المقدسی فی رسالتہ نور الشمعۃ فی ظہر الجمعۃ بل قال السبکی من الشافعیۃ انہ قول اکثر العلماء ولا یحفظ عن صحابی ولا تابعی تجویز تعددھا وقد علمت قول البدائع انہ ظاہر الروایۃ وفی شرح المنیۃ عن جوامع الفقہ انہ اظہر الروایتین عن الامامؒ قال فی النہر وفی الحاوی القدسی وعلیہ الفتوی وفی التکملۃ للرازی وبہ ناخذ فھو حینئذ قول معتمد فی المذہب لا قول ضعیف ولذا قال فی شرح المنیۃ الاولی ھو الاحتیاط لان الخلاف فی جواز التعدد وعدمہ قوی وکون الصحیح الجواز للضرورۃ للفتوی لا یمنع شرعیۃ الاحتیاط للتقوی قلت علی انہ لو سلم ضعفہ فالخروج عن خلافہ اولی فکیف مع خلاف ھولاء الائمۃ وفی الحدیث المتفق علیہ فمن اتقی الشبہات استبراء لدینہ وعرضہ وفی القنیۃ لما ابتلی اھل المرو باقامۃ الجمعتین فیہا مع اختلاف العلماء فی جوازھا امر ائمتھم بالاربع بعدھا حتما احتیاطا وفی العینی شرح الہدایۃ وفی جوامع الفقہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ روایتان والاظہر عنہ عدم الجواز فی الموضعین فان فعلوا فالجمعۃ للاولین وان وقعتا معا وجہلت فسدتا وفی فتاوی قاضی خان ویجوز الجمعۃ فی الموضعین فی مصر واحد فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ولا یجوز فی ثلث مواضع وھکذا روی عن محمدؒ کیونکہ نماز جمعہ کا متفرق جگہون مین جائز ہونا اگرچہ قوی دلیل کی رو سے ہی لیکن اس جواز مین قوی شبہہ ہی اس لیے کہ امام صاحب سے ایک شہر کی متفرق مسجدون مین جمعہ کی نماز کا ناجائز ہونا مروی ہی اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اس عدم جواز کی روایت کو جو امام صاحب سے مروی ہی پسند کیا ہی اور صاحب عتابی نے اسے بہت ظاہر ٹھہرایا ہی اور عدم جواز

تعدد جمعہ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی مذہب ہی اور امام مالک رحمہ اللہ سے بھی یہی مشہور ہی اور امام احمد حنبل رحمہ اللہ سے
بھی اسی طرح کی ایک روایت مروی ہی جیسا کہ مقدسی نے نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ مین ذکر کیا ہی بلکہ سبکی نے جو شافعی
المذہب ہین کہا ہی عدم جواز تعدد جمعہ اکثر علما کا قول ہی اور کسی صحابی اور تابعی سے ایک شہر مین تعدد جمعہ ثابت
نہین ہوتا بیشک صاحب بدائع کا قول یعنے عدم جواز نماز جمعہ امکنۂ متعددہ مین ظاہر الروایۃ ہی اور شرح منیہ مین جامع
الفقہ سے منقول ہی عدم جواز کی روایت امام صاحب سے بہت ظاہر ہی یعنے امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک
جواز کی ایک عدم جواز کی ظاہر تر روایت عدم جواز کی ہی اور یہی حاوی قدسی نے کہا ہی کہ فتویٰ عدم جواز پر ہی اور
تکملہ رازی مین کہا ہی کہ اس عدم جواز کو ہم لوگ اختیار کرتے ہین پس یہ عدم جواز قول معتمد مذہب مین ہی نہ قول
ضعیف اسی واسطے شرح منیہ مین کہا ہے کہ احتیاط بہتر ہے کیونکہ اختلاف جواز تعدد اور عدم جواز
مین قوی ہے اور جواز تعدد کا ضرورت فتویٰ کے لیے صحیح ہونا احتیاط تقویٰ کی مشروعیت کو منع نہین کرتا
اگر عدم جواز کا ضعف مان بھی لیا جائے تو اختلاف سے نکلنا بہتر ہے چہ جائیکہ مذہب مجتہدین کے خلاف ہو اور
متفق علیہ حدیث مین وارد ہی کہ جو شخص شبہات سے بچا اُس نے اپنے دین کو بچا لیا اور فتاویٰ قنیہ مین ہی کہ
جب اہل مرو مبتلا ہوگئے ساتھ اقامت نماز جمعہ کے دو جگہ مین تو اماموں نے حکم کیا کہ چار رکعت ظہر جمعہ کے بعد احتیاطاً
پڑھیں اور عینی شرح ہدایہ مین جوامع الفقہ سے منقول ہی کہ امام صاحب سے دو روایتین آئی ہین ظاہر تر روایت
عدم جواز کی ہی دو جگہ مین اور اگر مصلیوں نے جمعہ کی نماز دو جگہ پڑھی تو اگر دونوں جگہوں کے مصلیوں نے
ایک ہی وقت نماز پڑھی یا یہ معلوم نہین ہوا کہ کس نے پہلے پڑھی تو سب کا جمعہ فاسد ہو جائیگا اور فتاوےٰ
قاضی خان مین ہی کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے ایک قول مین نماز جمعہ ایک شہر کے دو جگہوں
مین جائز ہی اور تین جگہوں مین جائز نہین ہی اور اسیطرح پر امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہی۔ پس معلوم ہوا کہ اس
مسئلہ مین ایمۂ اربعہ اور علما کا اختلاف ہی اور جواز تعدد جمعہ مین شبہہ باقی ہی پس اگر ایک جگہ جامع مسجد مین باتفاق
تمام اہل شہر نماز جمعہ پڑھین تو اُس مین بہت سی خوبیان ہین اور یہ کہنا کہ جب فلان شخص جامع مسجد مین جائیگا
تو مین بھی جاؤنگا نہ چاہیے۔ واللہ اعلم حررہ الفقیر الی الرحمۃ والغفران محمد نعمان عفی عنہ اللہ المنان اس فتویٰ
کا حکم اس شہر ڈھاکہ کے لیے مخصوص نہین ہی بلکہ ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس فتویٰ پر عمل کرین اور اپنے
شہر کی بڑی مسجد مین جمع ہو کر جمعہ کی نماز ادا کرین واللہ اعلم بالحق تقدین محمد عفی عنہ۔ فی الواقع اگرچہ بحسب اختیار
اکثر متاخرین تعدد جمعہ جائز ہی مگر اولیٰ یہی ہی کہ ایک مقام پر اجتماع اہل اسلام ہو کر جمعہ ہوا کرے اور اسوجہ سے کہ

تعدد جمعہ کے جواز اور عدم جواز مین قدما سے خلاف مذکور ہی جیسا کہ عبارات سابقہ سے واضح ہوا اور ایسے مواقع مین خلاف اور احتیاط کی رعایت مستحب ہی کتب فقہیہ مثل غنیہ شرح منیہ وغیرہ مین ہی تستحب رعایۃ مواضع الخلاف مواضع خلاف کی رعایت مستحب ہی ثانیا اسوجہ سے کہ عدم تعدد مین قرون ثلثہ کے طریقے کی موافقت ہوتی ہی ابن حجر عسقلانی رسالہ تعدد جمعہ مین لکھتے ہین ذکر الاثرم عن احمد انہ قال لا اعلم بلدا من بلاد المسلمین اقیمت فیہ الجمعتان الا انقرس ھذا واحمد من القرن الثالث ظھر ان خیر القرون لم یقع فی زمانھم التعدد اثرم نے احمد سے نقل کیا ہی کہ انھون نے کہا مین نے مسلمانون کا کوئی ایسا شہر نہین دیکھا جس مین دو جمعے ہوتے ہون اور جب یہ بات ثابت ہو گئی اور احمد قرن ثالث مین تھے تو معلوم ہوا کہ خیر القرون مین تعدد نتھا پس جو شخص رفع تعدد اور تقرر توحد کا باعث ہوگا وہ ثواب عظیم پائیگا اور جو شخص توحد سے انکار کرے گا وہ محروم رہیگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبدالحی ابو الحسنات]

**سوال** عامۂ کتب فقہ مین لا یرفع بوجھہ او الی وجھہ شئی یسجد علیہ باب صلوۃ مریض مین مرقوم ہی اور رفع کے معنے مین اختلاف ہوا ہی بعض کہتے ہین کہ اٹھایا نہ جائے اور بعض کہتے ہین کہ کوئی چیز اونچی نہ کی جائے پس اسکا اصلی منشا کیا ہی **جواب** فقہا کی مراد اس سے ہی کہ مصلے کے منھ کی طرف کوئی چیز جسپر وہ سجدہ کرے اٹھائی نہ جائے چاہے اٹھانے والا مصلی ہو یا کوئی دوسرا شخص یہ مطلب نہین ہی کہ کوئی چیز بلند نہ کی جائے کہ بظاہر اسکا حاصل سوا اسکے کچھ نہین ہی کہ کوئی چیز مرتفع زمین پر نہ رکھی جائے گو یہ مراد نوعی ظاہر ہی محتاج بیان نہین مگر چونکہ سوال کیا گیا ہی اُسکے وجوہ لکھنا ضروری ہین پس ہم کہتے ہین کہ یہ امر چند وجوہ سے ثابت ہی اول یہ کہ سید احمد طحطاوی حاشیۂ در مختار مین لکھتے ہین۔ قولہ لا یرفع الی وجھہ شیئا کعود و وسادۃ وفیہ اشارۃ الی انہ لو سجد علی موضوع علی الارض من غیر رفع لا یکرہ کما فی القہستانی قولہ الا ان یجد حجم قوۃ الارض الاولی حذف حجم کما حذفہ فی شرح الملتقی ثم ان ھذا الاستثناء لم یصادف محلا لانہ اذا رفع الیہ شئی او رفع ھو لا یاتی ان یجد قوۃ الارض مثلا لکرسی اور تکیہ اور اس مین اس جانب اشارہ ہی کہ اگر سجدہ کیا کسی ایسی چیز پر جو زمین پر رکھی ہوئی ہی بغیر اٹھائے ہوے تو نماز مکروہ نہین جیسا کہ قہستانی مین ہی قولہ ان یجد حجم قوۃ الارض اولی یہ تھا کہ لفظ حجم کو حذف کر دیتا جیسا کہ شرح ملتقی الابحر مین ہی پھر یہ کہ استثنا اپنے محل پر نہین ہی یعنے درست نہین ہی کیونکہ جب اُسکے جانب کوئی چیز اٹھائی جائے یا وہ خود اٹھائے تو یہ صورت مذکورہ حاصل نہین ہوتی۔ اور سید محمد امین حاشیۂ در مختار مین لکھتے ہین اقول ھذا المحمول علی ما اذا کان یحمل الی وجھہ شیئا یسجد علیہ بخلاف ما اذا کان موضوعا علی الارض یدل علیہ ما فی الذخیرۃ حیث نقل عن الاصل الکراھۃ فی الاول ثم

قال فان كانت الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليها جازت صلوتہ فقد صح ان ام سلمة كانت تسجد على مرفقة موضوعة بين يديها لعلة كانت بها ولم يمنعها رسول الله صلے الله عليه وسلم من ذلك اھ (قوله الا ان يجد قوة الارض) هذا الاستثناء مبنى على ان قوله ولا يرفع الخ شامل لما اذا كان موضوعا على الارض وهو خلاف المتبادر بل المتبادر كون المرفوع محمولا بيده او يد غيره وعليه فالاستثناء منقطع لاختصاص ذلك بالموضوع على الارض مین کہتا ہون کہ یہ محمول ہی اس صورت پر جس مین اُسکے چہرے کے جانب کوئی چیز اُٹھائی جائے جسپر وہ سجدہ کرے برخلاف اُس صورت کے جس مین کوئی چیز زمین پر رکھی ہو جیسا کہ عبارت ذخیرہ اسپر دلالت کرتی ہی کیونکہ اُس نے صورت اولی مین کراہت نقل کرنے کے بعد کہا ہی کہ اگر تکیہ زمین پر رکھا ہوا ور وہ اُسپر سجدہ کرے تو نماز جائز ہوگی اور یہ بات صحیح ہی کہ ام سلمہ بیماری کی وجہ سے سجدہ کرتی تھین اپنے تکیہ پر جو اُنکے سامنے رکھا تھا اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس سے منع نہین فرمایا الخ قولہ الا ان یجد قوۃ الارض یہ استثنا اسپر مبنی ہی کہ قول مصنف ولا یرفع الخ اُس صورت کو بھی شامل ہی جس مین وہ چیز زمین پر رکھی ہو اور یہ خلاف متبادر ہی بلکہ متبادر مرفوع کا ہاتھ پر رکھکر خود یا دوسرے کا اُٹھائے ہوئے ہونا ہی پس استثنائے منقطع ہی کیونکہ یہ خاص ہے موضوع علی الارض کے ساتھ دوسرے یہ کہ اثر عبد اللہ بن مسعود و اثر ابن عمر جو اس مطلوب پر دلالت کرتی ہین اسی پر دال ہین طحطاوی لکھتے ہین روی ان عبد الله بن مسعود رضی الله عنهما دخل علی اخیه یعوده فوجده یصلی ویرفع الیه عود یسجد علیه فنزع ذلك من ید من كان فی یده وقال هذا الشیٔ عرض لكم به الشیطان اٰدم لسجودك وروی ان ابن عمر رضی الله عنهما رای ذلك من مریض فقال اتتخذ ون مع الله الهة مروی ہی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اپنے بھائی کی عیادت کو گئے اُنھون نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہین اور اُنکی جانب ایک لکڑی اُٹھائی گئی ہی جسپر وہ سجدہ کرتے ہین پس آپنے جس شخص کے ہاتھ مین وہ تھی اُس سے چھین لی اور کہا کہ یہ ایک ایسی چیز ہی جسے شیطان نے تمھارے سجدہ کرنے کے لیے پیش کیا ہی مروی ہی کہ حضرت ابن عمر نے ایک مریض کو اس حالت مین دیکھا پس آپنے کہا کہ کیا تم عبادت مین خدا کے ساتھ دوسرون کو شریک کرتے ہو۔ تیسرے یہ کہ بر تقدیر ارادۂ معنی دوم فقط ذکر وجہ لغو ہوتا ہی جو سمجھدارون پر پوشیدہ نہین ہی چوتھے یہ کہ بر تقدیر ارادۂ معنی دوم احق عبارت یہ تھی لا یوضع شئی مرتفع یسجد علیه کما هو الظاهر کوئی اونچی چیز نہ رکھی جائے جسپر وہ سجدہ کرے جیسا کہ ظاہر ہی پانچوین یہ کہ بعض کتب فقہ مین یہ مسئلہ اس عبارت کے ساتھ مرقوم ہی ولا یرفع الی وجهه شیئا یسجد علیه ماینصب شیئا اور بر تقدیر معنے دوم اسکا استبعاد خود ہی ظاہر ہے چھٹے یہ کہ مرتفع چیز پر جو زمین پر رکھی ہو سجدہ بشروط معتبرہ فقہا بلا کراہت جائز ہے اور بر تقدیر ارادۂ معنی دوم کراہت

لازم آتی ہی ساتوین یہ کہ رفع شے بسوی وجہ ایک مسئلہ ہی اور زمین پر رکھی ہوئی اونچی چیز پر سجدہ کرنا دوسرا مسئلہ ہی طحطاوی کہتے ہین انما ھو استثناء من مسئلۃ اخری وھو انہ اذا سجد المریض علی شئ موضوع علی الارض صح علی انہ سجود ان وجد قوۃ الارض وکان ارتفاعہ اقل من نصف ذراع والا فھو ایماء قالہ الحلبی یہ ایک دوسرے مسئلے سے استثنا ہی اور وہ یہ ہی کہ جب مریض ایسی چیز پر سجدہ کرے جو زمین پر رکھی ہوئی ہو تو صحیح ہی اس بنا پر کہ وہ سجدہ ہی ایسی چیز پر جو زمین کی قوت مین ہی اور اسکا ارتفاع نصف ذراع سے کم ہونا چاہیے ورنہ وہ اشارے سے سجدہ ہو جائیگا ایسا ہی حلبی نے کہا ہی۔ اور بر تقدیر ارادہ معنی دوم اتحاد مسئالتین متغایرتین کا لازم آتا ہے آٹھوین یہ کہ رفع بمعنے وضع شئے مرتفع دیکھا نہین گیا اور جو اسے جائز سمجھتا ہو اُسے ایسی دلیلین پیش کرنا چاہیین جن سے یہ امر ثابت ہو واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفی عنہ **محمد بشیر العمری** جواب صحیح ہے اور اسکی تائید منیہ اور غنیہ کی عبارت بھی کرتی ہی لا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ ولو کانت الوسادۃ علی الارض فسجد علیہا جازت لکن ان کان یجد قوۃ الارض یکون صلوۃ بالرکوع والسجود والا فبالایماء مریض کے جانب کوئی ایسی چیز بلند نہ کی جاے جسپر وہ سجدہ کرے اور اگر تکیہ زمین پر رکھا ہو اُسپر وہ سجدہ کرے تو یہ جائز ہے لیکن اگر وہ چیز ایسی ہوگی جو زمین کی قوت مین ہی تو یہ نماز برکوع وسجود ہوگی ورنہ نماز باشارہ ہوگی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** مملکت نصاری مین اگر کسی جگہ جسکی ابنیہ مناسب دو چند سہ چند ہون باوجود عدم تعدد مساجد کے مسلمین متفق ہوکر ایک شخص کو امام جمعہ مقرر کرکے نماز جمعہ ادا کرلیوین تو موافق مذہب حضرت امام اعظم کے صحیح ہوگا یا غیر صحیح اور درصورت صحت کے ظہر احتیاطی کا پڑھنا کیسا ہی دوسرے وہ لوگ بسبب اس جمعہ پڑھنے کے مستحق ثواب ہین یا مبتدع اور آثم ہین مثل مرتکب کبائر زنا وغیرہ کے تیسرے ہجو کے اشعار جن مین جمعہ اور جمعہ پڑھنے والون کے حق مین سب اور دشنام ہون دف پر گانے والون کا کیا حکم ہی اور اُس مجلس مین بیٹھنے والے اور سننے والے کیسے ہین **جواب** ایسے مقام مین جسکے ابنیہ مناسب زیادہ ہون اور وہان کی بڑی مسجد وہان کے لوگون کو وسعت نہ کرتی جمعہ کا ادا کرنا فرض ہی گو سلطان یا نائب سلطان نہو اور ایسے مقام مین جمعہ سے منع کرنے والے گنہگار ہین اور اشعار ہجو کا پڑھنا اور سننا حرام ہی فتاوی عالمگیری مین ہی لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز کذا فی التہذیب اگر امام سے اجازت دشوار ہو تو لوگ ایک شخص پر اتفاق کرکے اُسکے پیچھے نماز جمعہ پڑھ لین درست ہوگی جیسا کہ تہذیب مین ہی اور یہی کسی مین ہی بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ فیہا ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین کذا فی معراج

الدرایۃ وہ شہر جنپر کافر والی ہین مسلمانون کو انمین جمعہ پڑھنا جائز ہو اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی قاضی ہوجائیگا جیساکہ معراج الدرایہ مین ہو۔ اور ردالمختار مین ہو لومات الوالی ولم یحضر لفتنۃ اولم یوجد احد ممن لہ حق التقدم فی اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لھم خطیبا للضرورۃ مع انہ لا امیر ثمہ ولا قاضی اگر والی مرگیا یا فتنے کی وجہ سے نہ آسکا یا کوئی ایسا شخص نہ پایا گیا جسے جمعہ کی نماز پڑھانے مین تقدم کا حق حاصل ہو تو عوام ضرورت کی وجہ سے ایک خطیب مقرر کرلین حالانکہ وہان امیر اور قاضی موجود نہین ہین۔ اور مجمع الفتاوی مین ہو غلب علی المسلمین ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ والاعیاد اگر مسلمانون پر کافر حکام غالب آجائین تو مسلمانون کو جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنا جائز ہو۔ اور رسائل الارکان مین ہو لم اطلع علی دلیل یفید اشتراط السلطان وما فی الھدایۃ لانھا تقام بجمع عظیم فعسی ان تقع المنازعۃ فی التقدیم والتقدم الخ ھذا لا یثبت الاشتراط لاطلاق نصوص وجوب الجمعۃ ثم ھذہ المنازعۃ تندفع باجماع المسلمین علی تقدیم واحد کما فی جماعۃ الصلوۃ عسی ان تقع المنازعۃ فی تقدیم رجل لکن تندفع باجماع المسلمین فکذا فی الجمعۃ ثم الصحابۃ اقاموا الجمعۃ فی زمان فتنۃ بلوۃ عثمان رضی اللہ عنہ وکان ھو اماما حقا محصورا ولم یعلم انھم طلبوا الاذن فی اقامۃ الجمعۃ بل الظاھر عدم الاذن لان ھولاء الاشقیاء من اھل الشر لم یرخصوا فی ذلک فعلم ان اقامۃ الجمعۃ غیر مشروطۃ عندھم بالاذن ولعل لھذہ الواقعۃ رجع المشائخ عن ھذا الشرط فیما تعذر وافتوا بانہ ان تعذر الاستیذان فاجمع الناس علی رجل یصلی بھم الجمعۃ جاز مجھے سلطان کے شرط لگانے کی کوئی دلیل نہین ملی اور یہ جو ہدایہ مین ہو کہ جمعہ مین مجمع بہت ہوتا ہو اسوجہ سے جھگڑے کا خدشہ ہوتا ہو الخ تو اس سے اشتراط نہین ثابت ہوسکتا کیونکہ نصوص وجوب جمعہ مطلق ہین علاوہ برین یہ جھگڑا مسلمانون کے کسی ایک شخص پر اتفاق کرلینے سے مرتفع ہوسکتا ہو جیساکہ پنجوقتہ نماز کی جماعت مین امامت کے متعلق جھگڑے کا اندیشہ ہوتا ہو لیکن نمازیون کے اتفاق سے اسکا دفعیہ ہوجاتا ہے اسی طرح جمعہ مین بھی صحابہ نے فتنہ حضرت عثمانؓ کے زمانے مین نماز جمعہ پڑھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امام برحق محصور تھے اور یہ کہین سے ثابت نہین کہ صحابہ نے آپ سے اجازت بھی لی بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجازت نہ لی ہوگی کیونکہ جو اشقیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوے تھے اُنھون نے اسکی اجازت نہ دی ہوگی پس معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک اقامت جمعہ مین سلطان کی اجازت شرط نہین ہو اور شاید اسی وجہ سے مشائخ نے اجازت لینے کے دشوار ہونے کے صورت مین اس شرط سے رجوع کیا ہو اور فتوی دیا ہو کہ اگر امام سے اجازت لینا دشوار ہو تو لوگ جس شخص پر اتفاق کرلین اُسکی اقتدا کرکے جمعہ کی نماز پڑھ لین **سوال** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ حضور سرور عالم

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح ومن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر جس نے طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالی اُس نے فجر کی نماز پالی اور جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی اُس نے عصر کی نماز پالی + موطا امام مالک ادراک کے معنی کسی چیز تک پہونچ جانے کے ہین تو بظاہر اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک ہی رکعت پر اکتفا کرے حالانکہ یہ بالاجماع مراد نہین ہی جمہور نے اس کا یہ مطلب لیا ہی کہ اُس نے وقت کو پالیا اور جب اُسنے ایک رکعت پڑھی تو اُسکی نماز کامل ہوگئی اور بیہقی نے کہا ہی من ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان تطلع الشمس فلیصل الیہا اخری جسنے طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پالی اُسے چاہیے کہ دوسری رکعت بھی پڑھ لے اور یہ حدیث طحاوی کی رد ہے کیونکہ انھون نے اس مسئلہ کی تخصیص احتلام صبی طہارت حائضہ اور اسلام کافر وغیرہ کے ساتھ کی ہی اس سے اُنکا مقصد اپنے مذہب کی تائید ہی کہ جو شخص نماز فجر پڑھ رہا ہو اور آفتاب طلوع ہوگیا تو اُسکی نماز فاسد ہوگئی کیونکہ طلوع شمس کے وقت نماز نہ پڑھنے کے متعلق حدیثین موجود ہین اور یہ دعوی کہ حدیث سابق اس حدیث کی ناسخ ہی محتاج دلیل ہی کیونکہ محض احتمال سے نسخ ثابت نہین ہوتا اور دونون حدیثون مین جمع ممکن ہی اس طرح پر کہ احادیث نہی کو نوافل کے ساتھ خاص کردین اور تخصیص بلاشک دعوی نسخ سے اولی ہی ابن عبد البر نے کہا ہی لا وجہ لدعوی نسخ حدیث الباب لانہ لم یثبت فیہ تعارض بحیث لا یمکن الجمع ولا تقدیم حدیث النہی عن الصلوۃ عند طلوع الشمس وعند غروبہا علیہ لانہ یحمل علی التطوع کوئی وجہ نہین ہی کہ اس باب مین نسخ حدیث کا دعوی کیا جاے کیونکہ تعارض ثابت نہین ہی اس لیے کہ حدیث نہی کو نفل پر محمول کرکے جمع ممکن ہی اور پھر یہ بھی ثابت نہین کہ حدیث نہی مقدم ہی سیوطی نے کہا ہی وجواب الشیخ اکمل الدین فی شرح المشارق عن الحنفیۃ بحمل الحدیث علی ان المراد فقد ادرک ثواب کل الصلوۃ باعتبار نیتہ لا باعتبار عملہ وان معنی قولہ فلیتم صلوتہ فلیات بہا علی وجہ التمام فی وقت اخر بعید یردہ بقیۃ طرق الحدیث حنفیہ کے جانب سے شرح مشارق مین شیخ اکمل الدین نے جو یہ جواب دیا ہی کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہی کہ اُس شخص نے پوری نماز کا ثواب پالیا نیت کی وجہ سے نہ عمل کی وجہ سے اور فلیتم صلوتہ کے معنی یہ ہین کہ اس نماز کو دوسرے وقت پوری طرح پڑھ لے تو وہ بعید ہی حدیث کا باقی حصہ خود ہی اُسکی تردید کرتا ہی اور شیخ محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی اصول فقہ مین مقرر ہی کہ جب دو آیتین ایک دوسرے کے معارض ہون تو حدیث کی جانب رجوع کرین اور جب دو حدیثون مین تعارض ہو تو قیاس کے جانب رجوع کرین قیاس ترجیح دیتا ہی اس حدیث کو نماز عصر مین اور احادیث نہی کو نماز فجر مین کیونکہ فجر کی نماز کا پورا وقت کامل

ہی اور اُس مین نقصان نہین ہی پس واجب ہوگی بصفت کمال اور چونکہ طلوع آفتاب کی وجہ سے نقصان طاری
ہوا اُس طرح نماز ادا نہین ہوئی جسطرح واجب ہوئی تھی پس غروب کی وجہ سے جو نقصان طاری ہوا ہی اُس سے
نماز فاسد نہوگی اور جس طرح واجب ہوئی تھی اُسیطرح ادا ہوگی اب سوال یہ ہی کہ آپ زرقانی اور شیخ عبدالحق کے
قولون مین سے کسپر فتوی دیتے ہین **جواب** قابل اعتماد اور درست زرقانی کا قول ہی **سوال** ملک نصاری مین
نماز جمعہ کے بعد چار رکعتین آخری ظہر کی پڑھنا چاہیین یا نہین **جواب** ہان احتیاطا پڑھ لینا چاہیے واجب نہین ہے
اس سے یہ سمجھنا غلط ہی کہ سلطان کے نہونے کی وجہ سے ان ممالک مین نماز جمعہ کے صحیح ہونے مین شک ہی عالمگیری
مین تہذیب سے نقل کیا ہی لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بھم الجمعۃ جاز اگر امام سے
اجازت لینا دشوار ہو تو لوگون کو ایک شخص پر اجماع کرکے اُسکے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیے جمعہ درست ہو جائیگا۔ اور
اسی مین معراج الدرایہ سے نقل کیا ہی بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ فیہا وہ شہر جن مین کافر والی
ہین مسلمانون کو اُس مین جمعہ پڑھنا جائز ہی اور رد المحتار مین ہی ولذا لومات الوالی او لم یحضر لفتنۃ و لم یوجد
احد ممن لہ حق اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لھم خطیبا للضرورۃ کما سیاتی مع انہ لا امیر و لا قاضی ثمہ اسی لیے
اگر والی مرجاے یا فتنہ کی وجہ سے نہ آسکے اور کوئی ایسا شخص موجود نہو جو اقامت جمعہ کا مستحق ہو تو عوام کو بضرورت
ایک خطیب منتخب کر لینا چاہیے جیسا کہ آئیگا باوجودیکہ امیر اور قاضی نہین ہی۔ اور شیخ دہلوی فتح المنان مین لکھتے ہین قال
فی الھدایۃ لا یجوز اقامتہا الا للسلطان او لمن امرہ لانہا تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعۃ فی التقدم والتقدیم
فلا بد منہ تتمیما لامرہ وظاہرہ یفید الاولویۃ والاحتیاط عقلا لا الاشتراط وعدم جواز الصلوۃ بدونہ شرعا
ہدایہ مین کہا ہی کہ اقامت جمعہ کا حق صرف سلطان کو ہی یا اُس شخص کو ہی جسے سلطان نے حکم دیا ہو کیونکہ جمعہ مین
مجمع بہت ہوتا ہے اس لیے امامت اور دوسرے امور مین جھگڑے کا اندیشہ ہوتا ہی تو اب سلطان کی ضرورت
ہی تاکہ جھگڑے کو ختم کردے اس سے بظاہر صرف احتیاط اور اولویت حاصل ہوتی ہی نہ کہ اشتراط اور بدون سلطان نماز کا
نا جائز ہونا۔ رسائل الارکان مین ہی و لم اطلع علی دلیل یفید اشتراط امر السلطان وما فی الھدایۃ لانہا تقام بجماعۃ
فعسی ان یقع منازعۃ فی التقدم والتقدیم لان کل انسان یطلب لنفسہ رتبۃ فلا بد من امر السلطان لیندفع ھذہ
المنازعۃ فھذا رای لا یثبت الاشتراط المبطل لاطلاق نصوص وجوب الجمعۃ علی من عدا المستثنین ثم ھذہ المنازعۃ
تندفع باجماع المصلین علی تقدیم واحد ثم الصحابۃ اقاموا الجمعۃ فی زمان فتنۃ بلوی امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ
وکان اماما محصورا ولم یعلم انہم طلبوا الاذن فی اقامۃ الجمعۃ بل الظاہر عدم الاذن لان ھولاء الاشقیا

لم یرخصوا ذلک فعلم ان اقامۃ الجمعۃ غیر مشروطۃ عندہم بالاذن ولعل لہذہ الواقعۃ رجع المشائخ عن ہذا الشرط فیما اذا تعذر الاستیذان وافتوا بانہ ان تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز مجھکو کوئی ایسی دلیل نہین ملی جسکے بنا پر حکم سلطان کی شرط لگائی جائے اور جو ہدایہ مین ہو کہ جمعہ مین مجمع کثیر ہوتا ہو اس لیے امامت وغیرہ مین جھگڑے کا اندیشہ ہی ہوتا ہے کیونکہ ہر شخص رتبہ حاصل کرنیکا خواہان ہوتا ہو تو حکم سلطان ضروری ہو تاکہ جھگڑا دفع ہو جائے یہ ایک راے ہو جس سے امر سلطان کا شرط ہونا کہ بدون اُسکے نماز جمعہ باطل ہو ثابت نہین ہوتا کیونکہ وجوب جمعہ کے نصوص مطلق ہین پھر یہ جھگڑا نماز پڑھنے والون کے اجماع سے دفع ہو سکتا ہو فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین صحابہ نے نماز جمعہ پڑھی تھی حضرت عثمان امام برحق تھے اور اُسوقت محصور تھے اور یہ امر معلوم نہین کہ اُنھون نے اقامت جمعہ کی اجازت لی تھی بلکہ ظاہر یہ ہو کہ اجازت نہین لی تھی کیونکہ اُن اشقیا نے اسکی اجازت نہ دی ہوگی تو معلوم ہوا کہ اُنکے نزدیک اقامت جمعہ مین اجازت شرط نہین ہو اور شاید اسی واقعے کے بدولت مشائخ نے اجازت کے دشوار ہونے کی صورت مین اس شرط سے رجوع کیا ہو اور اسپر فتوی دیا ہو کہ اگر امام سے اجازت لینا دشوار ہو تو لوگ ایک شخص پر اجماع کر کے اُسکے ساتھ نماز جمعہ پڑھ لین درست ہوگی یہ عبارتین اسپر شاہد ہین کہ سلطان کی شرط امر استحسانی ہو وجوبی نہین اور اگر سلطان نہو تو بھی اقامت جمعہ جائز ہو بلکہ ظہر احتیاطی کے پڑھنے کی وجہ یہ ہو کہ تعریف مصر اور تعدد جمعہ مین اختلاف ہو گیا ہو محیط مین ہو کل موضع وقع الشک فی کونہ مصرا ینبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعا بنیۃ الظہر احتیاطا جس مقام کے شہر ہونے مین شک ہو وہان جمعہ کے بعد نیت ظہر احتیاطا لوگون کو چاہیے کہ چار رکعتین پڑھ لین۔ اور قنیہ مین ہو لما ابتلی اہل مرو باقامۃ الجمعتین فیہا مع اختلاف العلماء فی جوازہما امر ایمتہم بالاربع احتیاطا جب مرو مین دو جمعے ہونے لگے اور علما کو اسکے جواز مین اختلاف تھا تو ایمۂ مرو نے احتیاطا چار رکعتین پڑھنے کا حکم دیا **سوال** اذان کا قولاً وفعلاً جواب دینا دونون واجب ہین یا پہلا واجب اور دوسرا مستحب یا بالعکس۔ **جواب** اول واجب ہو بر قول اصح اور بعضے زبان سے جواب دینے کو مستحب کہتے ہین جیسا کہ مین نے سعایہ مین اسکو بسط سے لکھا ہو اور غنیۃ المستملی مین ہو اما الاجابۃ فظاہر الخلاصۃ وفتاوی قاضی خان والتحفۃ وجوبہا وقال الحلوائی الاجابۃ بالقدم فلو اجاب بلسانہ ولم یمش الی المسجد لا یکون مجیبا ولو کان فی المسجد لیس علیہ ان یجیب باللسان وحاصلہ نفی وجوب الاجابۃ باللسان وبہ صرح جماعۃ انہا مستحبۃ خلاصہ اور فتاوی قاضی خان اور تحفہ کی ظاہر عبارت سے اذان اول کی اجابت واجب ثابت ہوتی ہو اور حلوائی نے کہا ہو کہ اپنے پاؤن سے جواب دینا چاہیے پس اگر زبان سے جواب دیا اور مسجد کی طرف روانہ نہوا تو گویا اُس نے

اذان کا جواب نہین دیا اور جو مسجد مین موجود ہو اُسے زبان سے جواب دینے کی ضرورت نہین ہے حاصل یہ ہے
کہ زبان سے جواب دینا واجب نہین ہو اور ایک جماعت نے اسکی تصریح کی ہو کہ یہ مستحب ہو اور رد المحتار مین ہے
ماقاله الحلوانی مبنی علی ماکان فی زمان السلف من الصلوۃ بجماعۃ مرۃ واحدۃ وعدم تکرارها کما هو فی زمن النبی
صلی الله علیه وسلم والخلفاء وقد علمت ان تکرارها مکروہ فی ظاهر الروایۃ الا فی روایۃ عن الامام وروایۃ عن
ابی یوسف وسیاتی ان الراجح عند اهل المذهب وجوب الجماعۃ وانه یاثم بتفویتها اتفاقا وحینئذ یجب السعی بالقدم
لا لان حقها الاداء فی اول الوقت فی المسجد بل لاقامۃ الجماعۃ والا لزم فوتها او تکرارها فی المسجد وکلاهما مکروہ
فلذلک قال بوجوب اجابۃ القدم لا یقال یمکن ان یجمع اهله فی بیته لا نا نقول مذهب الحلوانی مبنی علی انه لا ینال
بذلک ثواب الجماعۃ وانه یکون بدعۃ ومکروها نعم الصحیح انه لا تکرہ تکرار الجماعۃ اذا لم تکن علی الهیئۃ الاولی
والاصح انه لو جمع باهله لا یکرہ وینال بذلک فضیلۃ الجماعۃ لکن جماعۃ المسجد افضل اگلے زمانے مین یہ رائج تھا
کہ نماز بجماعت ایک ہی بار ہوتی تھی جیسا کہ زمانۂ نبوی اور زمانۂ خلفا مین تھا اور یہ معلوم ہو کہ تکرار جماعت
مکروہ ہو ظاہر الروایت مین البتہ امام صاحب و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی ایک روایت مین جائز ہو اور عنقریب یہ معلوم ہوگا کہ
جماعت واجب ہو اور فوت جماعت سے بالاتفاق آدمی گنہگار رہتا ہو اس صورت مین سعی بالقدم واجب ہو نہ اسوجہ سے کہ نماز
مسجد مین اول وقت مین ادا کرنا چاہیے بلکہ جماعت قائم کرنے کے لیے کیونکہ اگر سعی بالقدم نہ کریگا تو جماعت جاتی رہیگی یا تکرار جماعت
لازم آئے گی اور دونون مکروہ ہین اسی لیے حلوائی نے اجابت بالقدم کو واجب کہا ہو اور جو یہ اعتراض کیا گیا ہو کہ ممکن ہو کہ گھر کے
لوگون کو جمع کرکے وہ گھر ہی مین نماز پڑھ لیتا تو اُسکا جواب یہ ہو کہ مبنی مذہب حلوائی کا ثواب جماعت سے محروم رہنا ہو اور یہ صورت
بدعت ہو یا مکروہ ہو ہان صحیح یہ ہو کہ تکرار جماعت مکروہ نہین جبکہ پہلی جماعت کی ہیئت پر نہو اور اصح یہ ہو کہ اگر اپنے گھر کے لوگونکو جمع کرکے
نماز پڑھ لی تو یہ بھی مکروہ نہین ہو اور فضیلت جماعت اس سے بھی حاصل ہوجائیگی لیکن جماعت مسجد افضل ہو اس سے ظاہر ہوگیا کہ اجابت
بالقدم اور سعی الی المسجد کی وجوب کے بدلے صحیح کوئی وجہ نہین ہو مگر ترک سعی سے جماعت فوت ہوتی ہو اور اجابت
لسانی اس حدیث سے ثابت ہو کہ واجب ہو اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن جب اذان کی
آواز سنو تو وہی کہو جو موذن کہہ رہا ہو **سوال** ایک حافظ کا داہنا ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹا ہے تو اُسکے پیچھے
نماز مکروہ ہوگی یا نہین اگر مقتدی علم مین یعنے مسئلہ وغیرہ جاننے مین اُس سے کم یا زیادہ یا برابر ہے تو ان حالتون
مین کب نماز مکروہ نہوگی اگر ایک شخص حافظ نہین ہو مگر مسئلہ مین آگاہی رکھتا ہو بلکہ اُس حافظ کی برابر جانتا ہو تو ایسی حالت مین اگر وہ
اُس حافظ کے پیچھے نماز پڑھے تو مکروہ ہے یا نہین **جواب** مکروہ نہین ہو **سوال** بعض لوگ کہتے ہین کہ اگر مخاطبین بھی ہون

کہ سب عربی نہ سمجھ سکتے ہوں یا بعض نہ سمجھ سکتے ہوں تو خطیب کو عربی خطبہ کا ترجمہ کر دینا چاہیے کیونکہ خطبہ کا مقصد تذکیر و ابلاغ ہی نہ صرف سنا دینا پس اگر مطلب نہ سمجھا گیا تو یہ فائدے کیونکر حاصل ہونگے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین چونکہ عرب تھے وہ سب عربی سمجھتے تھے اس لیے اُن کو عجمیوں کیطرح ترجمہ کی احتیاج نہ تھی اور اب اگر ترجمہ نہو تو خطبہ بیکار ہوا جاتا ہی اور اسکا عدم او وجود برابر ہوا جاتا ہی لہذا ترجمہ فرض ہی خطبہ بغیر اسکے درست نہیں ہی اب علمائے دین کی خدمت میں سوال یہ ہی کہ قائل کا یہ قول درست ہی یا نہیں **جواب** اللہ تعالے فرماتا ہے ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ پس جو شخص قرب الٰہی کے لیے خدا کی نہ مشروع کی ہوئی بات ایجاد کرے اُس نے ایسے امر کو مشروع کیا جسکی اجازت خدا نے نہیں دی اور اس سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے مجمعوں اور جمعوں کے خطبوں میں ڈرایا ہی صحیح مسلم میں جابر سے مروی ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا خطب احمرت عیناہ وعلا صوتہ واشتد غضبہ حتی کانہ منذر جیش یقول صبحکم ومساکم ویقول بعثت انا والساعۃ کھاتین ویقرن بین اصبعیہ السبابۃ والوسطے ویقول اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ وفی روایۃ النسائی وکل ضلالۃ فی النار حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا جب خطبہ پڑھتے آپکی آنکھیں سرخ ہوجاتیں آواز تیز ہوجاتی اور غصہ زائد ہوجاتا ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کسی لشکر کو ڈرا رہے ہیں پھر فرماتے تم پر غنیم صبح و شام کروا رکھتے کرمیں اور قیامت دونوں ان دونوں انگلیوں کی طرح قریب بھیجے گئے ہیں اور کلمہ کی اور بیچ والی انگلیوں کو ملا لیتے اور فرماتے کہ بہترین گفتگو خدا کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمدؐ کی ہدایت ہے اور بدترین امور نئی باتیں ہیں اور نئی بات گمراہی ہے اور نسائی کی روایت میں ہی اور ہر گمراہی آگ میں ہے اور یہی صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ہے من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد وفی لفظ الصحیحین من احدث فی امرنا ما لیس منہ فھو رد وفی الحدیث الصحیح الذی رواہ اھل السنن عن عرباض بن ساریۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ جسنے کوئی ایسا کام کیا جسکا ہمنے حکم نہیں دیا تو وہ مردود ہے اور صحیحین میں ہی جس نے ہمارے حکم میں کچھ زیادتی کی وہ مردود ہوا اہل سنن نے ایک حدیث عرباض ابن ساریہ سے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی تم میں سے جو کوئی میرے بعد

زندہ رہے گا وہ عنقریب سخت اختلافات دیکھے گا اُسوقت تمھین میری اور خلفاے راشدین کی سنت پر عمل کرنا چاہیے
اُس سے تمسک کرنا چاہیے اور اُسے آ گے کے دانتون سے مضبوط پکڑنا چاہیے اور نئی باتون سے پرہیز کرنا چاہیے
کیونکہ ہر نئی بات گمراہی ہے یہ ایک کلیہ قاعدہ ہے جسے سنت اور اجماع اور خود قرآن نے ثابت کیا ہے یہ بھی واضح رہے
کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کا ارشاد وکل بدعۃ ضلالۃ کلیہ ہے جو عام ہے اور اس سے مفہوم ہوتا ہے
کہ حضور کا مقصد بھی تعمیم ہے جس سے عدول کرکے اس حدیث مین کسی قسم کی تخصیص ناروا ہے اس حدیث سے بدعات سیئہ و حسنہ سب کا
ضلالت ہونا ثابت ہوتا ہے پھر اس مین تخصیص بلکہ بدعات حسنہ بدعت ہی سے خارج کردی گئین اور اس طرح حدیث کی عمومیت محفوظ
رکھی گئی باقی رہی وہ بدعت جسکے حسن ہونے مین شک ہو پس اگر حسن ثابت ہو جاے تو وہ بدعت نہین ہے ورنہ اس کلیہ مین
داخل ہے اور ضلالت ہے عنقریب اسکی تفصیل کلام حضرت عمر نعمت البدعۃ ھذہ کے معنے کے بیان مین آ ئیگی اصل یہ ہے
کہ خلق کے اعمال دو طرح کے ہین ایک عبادات جو دینی ہین دوسرے عادات جو دنیاوی زندگی کے لیے ضروری ہین پس
عبادات مین تو جو کچھ خدا نے مشروع کیا ہے اُس سے زائد غیر مشروع ہے اور عادات مین جس سے خدا نے منع فرمایا
ہے اُسکے علاوہ کسی اور چیز کو ممنوع نہ کرنا چاہیے اور یہی امام مالک اور دوسرے ائمہ کے مذاہب کا مبنیٰ ہے اور بدعت
کا حمل منہی عنہ پر کرنا اس حدیث کو بیکار کر دیتا ہے اور لفظ بدعت مع اپنے معنے کے بے اثر ہوا جاتا ہے اور نصوص
کو بیکار کر دینا تحریف و الحاد ہے تاویل نہین ہے اور اسکا قائل تاویل کرنا نہین چاہتا بلکہ دھوکا دینا چاہتا ہے
کیونکہ بدعت اور نہی خاص مین عموم و خصوص من وجہ ہے کیونکہ ہر بدعت منہی عنہ بنہی خاص نہین ہے اور ہر منہی عنہ
بنہی خاص بدعت نہین ہے تو اب ایک بول کر دوسرا مراد لینا دھوکا نہین تو اور کیا ہے یہ ویسا ہی ہے جیسے اسود
کہین اور فرس مراد لین یا بالعکس تو معلوم ہوا کہ یہ تاویل قطعاً فاسد ہے اسپر حدیث کو محمول کرنا ناجائز ہے اور حدیث
مین ہے کل امر لیس علیہ امرنا فھو رد اگر اسکو شکل کا کبری بنا کر یون کہو ھذا امر لیس علیہ امر النبی صلعم
وکل امر لیس علیہ امرہ فھو رد تو نتیجہ یہی نکلے گا ھذا امر رد پس معلوم ہوا کہ کوئی فعل و قول و اعتقاد جو مشروع
نہین ہے مردود ہے جامع ترمذی مین ہے قال اسحق فی التثویب غیر ھذا قال ھو شئی احدثہ الناس بعد النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اذا اذن المؤذن فاستبطأ القوم قال بین الاذان والاقامۃ قد قامت الصلوۃ حی
علی الصلوۃ حی علی الفلاح وھذا الذی قال اسحق ھو التثویب الذی کرھہ اھل العلم والذی احدثوہ
بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروی عن مجاھد قال دخلت مع عبد اللہ بن عمر مسجداً وقد اذن فیہ ونحن
نرید ان نصلی فیہ فثوب المؤذن فخرج عبد اللہ بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من عند ھذا المتبدع

ولم یصل فیہ وانما کرہ عبد اللہ بن عمر التثویب الذی احدثہ الناس بعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم وفیہ سمعت عبد الرحمن بن مہدی یقول لو افتتح الرجل الصلوۃ بتعیین اسم من اسماء اللہ تعالیٰ ولم یکبر لم یجزہ الی ان قال انما الامر علی وجھہ انتہی قال مالک لا یصلح اٰخر ھذہ الامۃ الا ما اصلح اولھا وفی السنن الدارمی اخبرنا الحکم بن المبارک اخبرنا عمرو بن یحیی قال سمعت ابی یحدث عن ابیہ قال کنا نجلس علی باب عبد اللہ بن مسعود قبل صلوۃ الغداۃ فاذا خرج مشینا معہ الی المسجد فجاءنا ابو موسی الاشعری فقال اخرج الیکما ابو عبد الرحمن بعد قلنا لا فجلس معنا حتی خرج فلما خرج قمنا الیہ جمیعا فقال لہ ابو موسی یا ابا عبد الرحمن انی رأیت فی المسجد آنفا امرا انکرتہ ولم ار والحمد للہ الا خیرا قال فما ھو ان عشت ستراہ قال رأیت فی المسجد قوما حلقا جلوسا ینتظرون الصلوۃ فی کل حلقۃ رجل وفی ایدیھم حصے فیقول کبروا مائۃ فیکبرون مائۃ فیقول ھللوا مائۃ فیھللون مائۃ ویقول سبحوا مائۃ فیسبحون مائۃ قال فما ذا قلت لھم قال ما قلت لھم شیئا انتظار رایک قال فلا امرتھم ان یعدوا سیآتھم وضمنت لھم ان لا یضیع من حسناتھم شیٔ ثم مضے ومضینا معہ حتی اتی حلقۃ من تلک الحلق فوقف علیھم فقال ما ھذا الذی اراکم تصنعون قال یا ابا عبد الرحمن حصاء نعد بہ التکبیر والتھلیل والتسبیح قال فعدوا سیآتکم فانا ضامن ان لا یضیع من حسناتکم شیٔ ویحکم یا امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ما اسرع ھلکتم ھولاء اصحاب نبیکم متوافرون وھذہ ثیابہ لم تبل وآنیتہ لم تکسر والذی نفسی بیدہ انکم لعلی ملۃ ھے اہدی ملۃ محمد ومفتتحو باب ضلالۃ قالوا واللہ یا ابا عبد الرحمن ما اردنا الا الخیر قال وکم من یرید الخیر لم یصبہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حدثنا ان قوما یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم وایم اللہ ما ادری لعل اکثرھم منکم ثم تولی منھم فقال عمرو بن سلمۃ رأینا عامۃ اولئک الحلق یطاعنونا یوم النہروان مع الخوارج اسحق نے کہا کہ تثویب ایک شئی ہے جسے لوگون نے حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کیا ہی اور وہ یہی کہ جب مؤذن اذان دیچکے تو لوگ چپکے چپکے چلین اور اذان واقامت کے درمیان قد قامت الصلوۃ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کہین اور یہ جسے اسحق نے تثویب کہا ہی اور جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کی گئی ہے اہل علم کے نزدیک مکروہ ہے مجاہد سے روایت ہی کہ مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ ایک مسجد مین گیا وہان اذان ہو چکی تھی ہمنے نماز شروع کرنے کا قصد کیا تو دیکھا کہ مؤذن تثویب کر رہا ہے پس عبد اللہ بن عمر مسجد سے نکل آئے اور مجھ سے کہا کہ اس مبتدع کے پاس سے چلے آؤ اور اُس مسجد مین نماز نہین پڑھی عبد اللہ بن عمر تثویب کو جو حضور روحی فداہ کے بعد ایجاد کی گئی ہی مکروہ جانتے تھے مین فی عبد الرحمٰن

ابن مہدی سے اسکے بارے مین سنا ہو کہ وہ کہتے تھے اگر کسی شخص نے خدا کا کوئی اور نام لیکر نماز شروع کر دی اور تکبیر
نہ کہی تو یہ ناکافی ہی یہان تک کہ اُنھون نے یہ کہا کہ حکم اسی طریقہ پر ہے انتہی مالک رحمہ اللہ نے کہا ہی اس امت
کی آخری اصلاح اُس سے ہوگی جس سے ابتدائی اصلاح ہوئی سنن دارمی مین ہی خبر دی ہمکو حکم بن مبارک نے
اُنکو عمرو بن یحیی نے کہا عمرو بن یحیی نے مین نے اپنے باپ سے سنا وہ اپنے باپ سے روایت کرکے کہتے تھے کہ ہم ابن مسعود
کے دروازے پر بیٹھے تھے وہ گھر سے نکلے اور ہم اُنکے ساتھ مسجد کو چلے تب ابو موسیٰ اشعری ہمارے پاس آئے
اور ہم سے پوچھا کیا ابو عبد الرحمن تمھارے پاس آئے تھے ہمنے کہا نہین وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے کہ اتنے
مین ابو عبد الرحمن آگئے اور ہم سب اُنکے پاس چلے گئے اور ابو موسیٰ نے اُن سے کہا اے ابو عبد الرحمن مین نے
مسجد مین ابھی ایک بُری بات دیکھی حالانکہ بحمد اللہ ابھی تک مین نے کوئی بُری بات نہین دیکھی تھی ابو عبد الرحمن
نے پوچھا وہ بات کیا ہی اگر تم زندہ رہوگے تو عنقریب اور بُری باتون کو دیکھوگے اُنھون نے کہا مین نے مسجد مین
ایک گروہ کو دیکھا جو حلقہ باندھے بیٹھا نماز کا انتظار کر رہا تھا سب کے ہاتھون مین سنگریزے تھے اور ہر حلقہ کے
بیچ مین ایک آدمی تھا جو کہتا تھا سو مرتبہ تکبیر کہو سب سو مرتبہ تکبیر کہتے پھر وہ کہتا سو مرتبہ تہلیل کہو وہ سب سو مرتبہ
تہلیل کہتے پھر وہ کہتا سو مرتبہ تسبیح کہو اور وہ لوگ ایسا ہی کرتے ابو عبد الرحمن نے کہا کہ پھر تم نے اُن سے کیا کہا
ابو موسیٰ اشعری نے جواب دیا کہ مین نے اُن سے کچھ نہین کہا مین تو تمھارے انتظار مین تھا ابو عبد الرحمن نے کہا
کہ تمھین اُن سے کہنا چاہیے تھا کہ بجاے اسکے وہ اپنی بدیان شمار کرین اور مین اسکا ضامن ہون کہ اُنکی نیکیان
کم نہونگی پھر وہ چلے اور ہم سب اُنکے ہمراہ ہوے یہان تک کہ وہ ایک حلقے کے پاس پہونچے وہان کھڑے ہوے
اور کہا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو جواب ملا کہ اے ابو عبد الرحمن یہ کنکریان ہین جن سے ہم تکبیر و تہلیل و تسبیح کو گنتے ہین
اُنھون نے کہا بجاے اسکے تم اپنے گناہون کو گنو مین ذمہ داری کرتا ہون کہ تمھاری نیکیان کم نہونگی اے امت محمد
(روحی فداہ) یہ بڑے افسوس کی بات ہو کہ تم اسقدر جلد ہلاک ہوگئے حالانکہ ابھی بہت سے صحابی موجود ہین اور
حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی تک بوسیدہ نہین ہوے اور آپ کے برتن بھی ابھی تک نہین
ٹوٹے ہین بخدا تم ملت احمدی پر ہو جو دافع ضلالت ہی اُنھون نے کہا اے ابو عبد الرحمن ہمارا مقصد نیک
ہی اُنھون نے کہا کہ بسا اوقات آدمی نیکی کا قصد کرتا ہی اور اُس تک نہین پہونچ سکتا حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ایک قوم ایسی ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اُنکے حلقون کے نیچے نہ اُترے گا
میرے خیال مین تم مین کے اکثر اُنھین مین سے ہین پھر وہان سے واپس چلے آئے تو عمر بن سلمہ نے کہا کہ نیچے

ان حلقون کے اکثر لوگون کو یوم نہروان مین خوارج کے ساتھ ہم لوگون سے نیزہ بازی کرتے دیکھا ہی انتھی اور کلیہ
قاعدہ یہ ہی کہ بعد کو جو امور نکالے گئے ہین اُنکی مصلحت اور سبب کیا ہو اگر کوئی ایسا امر ہی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانے مین موجود تھا اُسپر کچھ زیادتی نہین کی گئی ہے یا کوئی ایسا امر ہے جسے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا
نے کیا پھر کسی علت سے چھوڑ دیا جو حضور کی وفات کے بعد زائل ہو گئی تو ایسے عمل کی ایجاد جائز سمجھی جائے گی اور
اگر اُس امر کے ایجاد کی کوئی مصلحت اور سبب نہین ہے یا ایسا سبب جو حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ
کے زمانے مین موجود نہ تھا یا موجود تھا لیکن پھر بھی آپ نے اُس امر کو نہین نکالا تو ایسے کام مین کوئی حسن نہین ہے
بلکہ وہ بدعت اور ضلالت ہو اُس کے لیے کسی نہی کی ضرورت نہین ہے اور اگر ایسے امر مین مصلحت ظاہر ہو لیکن
خرابی غیر معلوم ہو تو کہا جائے گا کہ اس مین لوگون کا نفع بھی ہے اور نقصان بھی لیکن نقصان زائد ہی ورنہ حضور
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اُسکو ضرور کرتے اور جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو ترک کیا تو اُسکا ترک
ہی سنت ہی اُسکے مقابلے مین کوئی قیاس قابل سماعت نہین ہو اب تراویح اُس قسم مین داخل ہی جسے آپنے
ایک مانع کے بدولت ترک فرمایا تھا جو آپکی وفات سے زائل ہو گیا کیونکہ لوگ مسجد مین اُسوقت الگ الگ
نماز پڑھا کرتے تھے اور چوتھی یا تیسری رات کو آپنے فرمایا کہ مین اس خیال سے نہین آیا کہ مبادا یہ تمپر فرض ہوجائے
تو اب تم لوگ گھر ہی مین پڑھ لیا کرو کیونکہ فرض کے علاوہ اور نماز ین گھر ہی مین افضل ہین تو نبی اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم نے اس طرح جمع ہو کر تراویح نہ پڑھنے کی علت خوف فرضیت کو بتایا ہی جو آپ کی وفات کے بعد معدوم ہو گیا
تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کو ہیئت موجودہ پر کر دیا تو اب یہ بدعت محض لغت کے اعتبار سے ہوئی
کیونکہ لغت مین ہر نئی بات بدعت ہو اور شرعا بدعت نہین ہوئی کیونکہ سنت سے اُسکا عمل صالح ہونا ظاہر اور
معارض بعد وفات زائل ہے اور کلام رسول اور کلام فاروق مین کوئی معارضہ نہین اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے
بھی اسے باعتبار لغت ہی کے بدعت فرمایا ہی کیونکہ شرعا بدعت وہی ہے جسپر کوئی شرعی دلیل موجود نہو تو جس
فعل کے استحباب پر یا بعد وفات ایجاب پر یا مطلقا ایجاب پر دلیل موجود ہو مگر عمل بعد وفات ہی ہو مثلا کتاب
صدقہ جسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا تو جب بعد وفات اسپر عمل کیا گیا تو باعتبار لغت اسے بدعت کہہ سکتے ہین لیکن
یہ شرعا بدعت نہین کیونکہ کتاب یا سنت اسپر دال ہی تو باعتبار لغت بدعت شرعی بدعت سے عام ہی اور یہ ظاہر ہے
کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے قول کل بدعۃ ضلالۃ مین بدعت سے مطلقا امر جدید مراد نہین ہی ورنہ اسلام
بلکہ ہر دین جدید ہی اسیطرح جمع قرآن کہ اُسکے لیے بھی حاجات نبوی مانع موجود تھا کیونکہ وحی برابر نازل ہوتی رہتی

تھی تغیر و تبدل ممکن تھا پس اگر قرآن جمع کر لیا جاتا تو پھر تغیر و تبدل دشوار ہو جاتا اور قرآن غلط رہ جاتا لیکن حضور کی وفات کے بعد جب زیادتی و کمی سے اطمینان ہو گیا تب قرآن جمع کر لیا گیا تو حقیقۃً یہ سنت پر عمل ہے گو لغتہً اسے بدعت کہہ سکتے ہین باقی رہی عیدین کی اذان تو اسکا سبب و مقتضی گو حضور کے زمانے مین موجود تھا کیونکہ اس مین ذکر خداوندی ہے امر خیر کے جانب بلانا اسکی مصلحت ہے تو یہ آیات واذکروا اللہ کثیرا اور من احسن قولا ممن دعا الی اللہ کے تحت مین داخل ہے اور اسکا قیاس جمعہ کی اذان پر بھی کیا جا سکتا ہے تاہم باوجود اسکے چونکہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے جمعہ مین اذان دلوائی لیکن عیدین مین ایسا نہین کیا اسی لیے عیدین مین اسکا ترک کرنا ہی سنت ہے اور اس مین زیادتی کرنا ویسا ہی ہے جیسے نماز و روزہ مین کچھ زیادتی کرنا اور جو کچھ مصلحتین اور دلیلین پیش کیجائین گی وہ زمانہ نبوی مین بھی موجود تھین مگر باوجود اسکے آپ نے اس فعل کو اختیار نہین کیا اس لیے جب بعض امرا نے عیدین مین اذان دلوائی تو لوگون نے اسے برا سمجھا اور بدعت کہا اور عیدین کے قبل خطبہ پڑھنا بھی ایک بدعت ہے جسکا سبب و مقتضی بھی زمانہ نبوی مین موجود نہ تھا بعض امرا نے اسے ایجاد کیا اور جب یہ بدعت بتایا گیا تو یہ عذر پیش کیا کہ لوگ خطبہ سننے کے قبل ہی جانا شروع کر دیتے ہین اور زمانہ نبوی مین ایسا نہین ہوتا تھا اسکا جواب اس امیر کو یہ دیا گیا کہ اسکا باعث تمھاری ہی زیادتی ہے کیونکہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے خطبے کا منشا تبلیغ و ہدایت و نفع مومنین ہوا کرتا تھا اور تمھارا منشا اپنی ریاست کا اظہار ہوتا ہے اگر تم بھی صلاح دین کا قصد کر لو تو ایسا نہ ہو پس اب تم اپنے ایک گناہ کے بدولت دوسرے گناہ کو کسطرح درست سمجھ لیتے ہو اسکا دفعیہ تو یون ہو سکتا ہے کہ تم توبہ کر دو اور سنت رسول کی اتباع کرو اور اگر پھر بھی حالت درست نہو تو تم اپنے افعال کے ذمہ دار ہو دوسرون سے تم سے کیا علاقہ قرآن مین ہے علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم الآیۃ یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسہا الآیۃ اسی طرح عیدین اور جمعہ کے خطبون کے متعلق اس تجویز کا حال ہے کہ دوسرے زبانون مین ہو یا ترجمہ دوسری زبانون مین ہو اور اسکے متعلق یہ عذر کیا جاتا ہے کہ مخاطبین زبان عربی سے ناواقف ہوتے ہین عجمی زائد ہو گئے ہین لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اسکا باعث کیا ہے ہم تعلیم عربی یعنے اُس زبان سے غافل ہو گئے ہین جس مین خدا کا قرآن نازل ہوا تو اب ہم اپنی ہی غلطی کی وجہ سے بدعت مین مبتلا ہو رہے ہین صحابہ کو باوجودیکہ تذکیر و تبلیغ کے ضروریات بہت تھے اور فتح بلاد فارس کے بعد انکے یہان بھی عجمیون کی تعداد بڑھ گئی تھی لیکن غیر زبان عربی مین کبھی خطبہ یا اسکا ترجمہ ثابت نہین ہوا۔ اور اگر یہ مصلحت مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ صحابہؓ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا تو تبلیغ کے طریقون سے ناواقف تھے یا اسلام کو کچھ لوگون سے چھپانا چاہتے تھے یا تبلیغ و تذکیر مین

ایاما وشھورا یسمونھا باسماء لا نعرف فکرہ ذلک اشد الکراھیۃ وروی عن مجاھد حدیثا انہ کرہ ان یقال
احد ماروی ما قلت فان کان اسم رجل اسمیہ بہ فکرھہ وجہ ذلک کراھتہ ان یتعود الرجل النطق بغیر العربیۃ
فان لسان العربیۃ شعائر الاسلام واھلہ ولغات من شعائر الامم التی بھا یتمیزون میں نے امام احمد سے کہا کہ
پارسیوں کے مہینوں کے نام مجھے معلوم نہیں ہیں اُنکو میری یہ بات سخت ناگوار ہوئی اور اُنھوں نے مجاہد سے ایک حدیث روایت
کی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم عربی کے سوا دوسری زبان کے الفاظ کو بُرا جانتے حتیٰ کہ اگر کسی کا نام ہوتا
تو بھی آپ پسند نہ فرماتے کیونکہ زبان عربی شعائر اسلام سے ہو اس لیے کہ قوم کی زبان اُسکے شعائر میں سے ہوا
کرتی ہو اس لیے بہت سے فقہا نماز کی دعاؤں اور اذکار کو بھی دوسری زبانوں میں نا درست سمجھتے ہیں اذکار صلوٰۃ
کی دو قسمیں ہیں (۱) قرآن یہ تو غیر عربی میں پڑھا ہی نہیں جا سکتا بلکہ بعضوں کے نزدیک تو کسی سورہ کا ترجمہ
کرنا بھی نا درست ہو اور امام ابو حنیفہ اور اُنکے اصحاب رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ میں اختلاف ہو اگر پڑھنے والا
عربی پر قادر نہو اصحاب احمد کے نزدیک وہ بھی ترجمہ نہیں کرسکتا اور یہی مالک اور اسحٰق کا مذہب ہو اور امام ابو یوسف
اور امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک ترجمہ کرسکتا ہو (۲) اذکار امام مالک اور اسحٰق اور بعض اصحاب شافعی
رحمہم اللہ کے نزدیک ترجمہ نہیں کرسکتا اور خود امام شافعی رحمہ اللہ کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر عربی میں اذکار
مکروہ ہیں ناجائز نہیں اور بعض اصحاب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حکم جب ہے کہ عربی نہ جانتا ہو مجھے گمان
ہو کہ احمد سے فارسی میں نماز کی دعا کے متعلق پوچھا گیا تو اُنھوں نے اُسے بُرا جانا اور کہا کہ بُری زبان ہو سلفی نے باسناد صحیح محمد بن
عبد اللہ بن حکم سے روایت کی ہو کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا یسمی اللہ الطالبین من فضلہ فی الشراء والبیع تجارا الی قولہ والسماء سرب
اسم من اسماء العجم فلا نحب ان یسمی رجل یعرف العربیۃ تاجرا الا تاجرا ولا ینطق بالعربیۃ فیسمی شیئا بالعجمیۃ وذلک ان اللسان الذی
اختارہ اللہ عزوجل لسان العرب اللہ نے اُن لوگوں کا نام جو بیع و شرا میں اُسکے فضل کے طالب ہوتے ہیں
تاجر رکھا یہانتک کہ آگے چلکر کہتے ہیں اور سرب آسمان کا عجمی زبان میں نام ہو پس ہم اسے پسند نہیں کرتے کہ کوئی
عربی جاننے والا آدمی تاجر کو کسی دوسرے نام سے پکارے اور عربی لفظ کا استعمال نہ کرے بلکہ کوئی عجمی لفظ بولے
اور یہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے عربی ہی زبان کو اختیار کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی عربی جاننے والے
شخص کے لیے دوسری زبان میں نام رکھنا بُرا سمجھتے تھے اور اسی طرح عربی زبان میں دوسری زبانیں ملا کر بولنا اور یہ
جو ائمہ نے کہا ہو صحابہ اور تابعین سے ثابت ہو اور ابو بریدہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضرت عمرؓ نے
ما یعلم الرجل بالفارسیۃ الا خب ولا خب الا نقصت مروتہ آدمی فارسی سے صرف مکر سیکھتا ہو اور مکر سے مروت کم ہوجاتی

ہو اور اُنھون نے کہا ہو حدثنا وکیع عن ثور عن عطاء قال لا تعلموا رطانة الاعاجم حدیث بیان کی ہم سو وکیع نے اُن سے ثور نے اُن سے عطا نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عجمیون کی گفتگو نہ سیکھو۔ اور اُنھون نے کہا ہو حدثنا اسمعیل بن علیة عن داؤد بن ابی هند ان محمد بن سعید بن ابی وقاص سمع قوما یتکلمون بالفارسیة فقال ما بال المجوسیة حدیث بیان کی ہم سے اسمعیل بن علیہ نے بروایت داؤد بن ابی ہند کہ محمد بن سعید بن ابی وقاص نے ایک قوم کو فارسی مین باتین کرتے دیکھکر فرمایا کہ مجوسیون کا بعد کو کیا حال ہوگا (یعنے بُرا حال ہوگا) وقد روی السلفی من حدیث سعید بن علاء البزدعی حدثنا اسحق بن ابراهیم البلخی حدثنا عمر بن هارون البلخی حدثنا اسامة بن زید عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم من یحسن ان یتکلم بالعربیة فلا یتکلم بالعجمیة فانه یورث النفاق ورواه ایضا باسناد آخر معروف الی ابی سهل محمود بن عمر العیکری حدثنا محمد بن الحسن بن محمد المقری حدثنا محمد بن الخلیل البلخی حدثنا اسحق بن ابراهیم المروزی حدثنا عمر بن هارون عن اسامة بن زید عن نافع عن ابن عمر عن عمر قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم من کان یحسن ان یتکلم بالعربیة فلا یتکلم بالفارسیة فانه یورث النفاق سلفی نے سعید بن علاء البزدعی کی حدیث سے روایت کی ہو حدیث بیان کی ہم سے اسحق بن ابراہیم بلخی نے اُن سے عمر ہارون بلخی نے اُن سے اسامہ بن زید نے اُن سے نافع نے اُن سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت ابن عمرؓ نے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو جو شخص بخوبی عربی بول سکتا ہو اُسے عجمی زبان مین بات نہ کرنا چاہیے کیونکہ اُس سے نفاق پیدا ہوتا ہو اسی حدیث کو اُنھون نے دوسرے اسناد سے یون روایت کیا ہے حدثنا آلخ اور یہ کلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام کے مشابہ ہو لیکن اُسکا مرفوع ہونا البتہ کھٹکتا ہو اور صحابہ کے ایک گروہ سے منقول ہو کہ ہم دو چار فارسی الفاظ بول لیتے تھے لیکن عربی کے سوا دوسری زبان مین گفتگو کے عادی نہ تھے کہ عجمی زبان کسی کی گھر ملیو یا بازاری زبان نہ تھی اور نہ امرا اور اہل دیوان کی زبان تھی اور نہ احباب کی گفتگو ون مین عجمی زبان سے کام لیا جاتا تھا کیونکہ یہ سب امور بلاشبہ مکروہ ہین اس لیے کہ اس مین عجمیون سے تشبہ ہو جو مکروہ ہو اس لیے اگلے مسلمانون نے جب شام و مصر مین (یہان کے لوگون کی زبان رومی تھی) اور عراق وخراسان مین (یہان کے لوگون کی زبان فارسی تھی) اور ارض مغرب مین (یہان کے لوگون کی زبان بربری تھی) سکونت اختیار کی تو اُن لوگون کو عربی کا عادی بنایا حتی کہ مسلمان اور کافر سب کی زبان عربی ہی ہو گئی

پہلے زمانے مین خراسان کا بھی یہی حال تھا لیکن بعد کو تساہل کیا گیا جسکا نتیجہ یہ ہو کہ آج خراسان کی زبان فارسی ہو اور یہ مکروہ ہو بہتر یہ ہو کہ عربی ہی مین سب گفتگو کے عادی کیے جائین اُسکا طریقہ یہ ہو کہ لڑکون کو مکتبون اور گھرون مین عربی سکھائی جائے کیونکہ اس سے شعار اسلام ظاہر ہوتا ہے اور اس کے بدولت مسلمانون کو کتاب و سنت کے معانی سمجھنے مین آسانی ہوتی ہو اور جب کوئی شخص ایک زبان کا عادی ہو جاتا ہو تو پھر دوسری زبان بولنا دشوار ہو جاتا ہے جاننا چاہیے کہ زبان عقل و عادت اور دین پر بھی قوی اثر کرتی ہو عربی زبان کے بولنے مین مسلمانون کے ابتدائی زمانے کی مشابہت ہو یعنے صحابہ اور تابعین کے زمانے کے اور اُنکی مشابہت سے عقل اور دین مین زیادتی ہوتی ہو علاوہ برین خود لغت عربی دین مین سے ہو اور اُسکا سیکھنا واجب ہو کیونکہ کتاب و سنت کا حکم بغیر عربی لغت کے جانے ہوئے سمجھ مین نہین آسکتا اور یہ واجب ہو اور جس کے بغیر واجب نہ تمام ہو وہ بھی واجب ہو تو زبان عربی کا سیکھنا بھی واجب ہو اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے روایت کی ہو حدثنا عیسے بن یونس عن ثور عن عمر عن عمر بن یزید قال کتب عمر الی ابو موسیٰ اما بعد فتفقھوا فی السنة وتفقھوا فی العربیة واعربوا القران فانه عربی وفی حدیث اٰخر عن عمرؓ قال تعلموا العربیة فانھا من دینکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسی کو لکھا کہ سنت اور عربی زبان اور اعراب قرآن (کیونکہ یہ بھی عربی ہی) مین غور کرو اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے عربی سیکھو کیونکہ وہ تمھارے امور دینیہ سے ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دین مین یا اقوال ہین یا اعمال اقوال کا فقہ عربی سے سمجھے جاتے ہین اور اعمال کا فقہ سنت سے راوی ابو داؤد من حدیث محمد بن اسحٰق عن داؤد بن حصین عن عبد الرحمن بن ابی عقبة وکان مولی من اھل فارس قال شھدت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احد افضربت رجلا من المشرکین فقلت خذ ھذا و انا الغلام الفارسی فالتفت الی فقال ھلا قلت خذ ھا منی وانا الغلام الانصاری ابو داؤد نے روایت کی ہو کہ ابن ابی عقبہ جو ایک فارسی غلام تھے کہتے ہین کہ مین جنگ احد مین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا جب مین ایک کافر مشرک کے پاس پہونچا تو مین نے اُس سے کہا یہ لے اور مین فارسی غلام ہون تو حضورؐ میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ تمنے یہ کیون نہین کہا کہ مین ایک انصاری غلام ہون۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیة والثنا نے انصار کے جانب انتساب کو پسند کیا حالانکہ یہ انتساب ولا تھا بمقابلہ فارس کے جانب انتساب کے جو انتساب حقیقی تھا اس سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ کو کس قدر عربیت مین غلو تھا الخ ھذا ما اخوذ نلتقط من کتاب اقتضاء صراط المستقیم للشیخ ابن تیمیة مختصرا بس جب صحابہ عادةً عجمی زبانون مین گفتگو

اسقدر ناپسند فرماتے ہین توشعائر دین مثلاً اذان وغیرہ مین کس طرح پسند فرما سکتے ہین اب خطبہ قبلیہ جسکا منشا تذکیر وتبلیغ اور ترغیب وترہیب ہو اگر عجمی آج نہین سمجھتے تو اُس زمانہ مین بھی نہین سمجھتے تھے اور ترجمہ کبھی نہین کیا جاتا تھا اور نہ عجمی لوگ یونہین اُن امور مین آزاد چھوڑ دیے جاتے تھے بلکہ اُنکو عربی سیکھنے کی عادت ڈالی جاتی تھی لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون کی اتباع بہر حال بہتر ہے والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اور عربی وعجمی کو ملا دینے مین ایک اور یہ بھی خرابی ہے کہ خطبہ طویل ہو جائیگا جس سے حضور نے منع فرمایا ہو اور اسکے بدولت لوگ گھبرا جائینگے اور دوسری باتون مین مشغول ہو جائین گے جسپر حضور نے اس قدر ناراضگی ظاہر کی ہو کہ اتنی اور کسی دوسرے امر پر نہین ظاہر کی مسلم نے عمار سے روایت کی ہے سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان طول صلوۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا الصلوۃ واقصروا الخطبہ مین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہو کہ نماز مین طوالت اور خطبہ مین اختصار آدمی کی سمجھداری کی دلیل ہو پس نماز مین طوالت اور خطبہ مین اختصار کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا حکم ہے جسکی مخالفت باوجود علم کے مومن کی شان نہین ہو۔ مالک نے یحیی بن سعید سے روایت کی ہے ان عبد اللہ بن مسعود قال لانسان انک فی زمان کثیر فقہاؤہ قلیل قراؤہ تحفظ فیہ حدود القرآن ویضیع حروفہ قلیل من یسأل کثیر من یعطی یطیلون فیہ الصلوۃ ویقصرون الخطبۃ یبتدؤن اعمالہم قبل اھوائہم وسیاتی علے الناس زمان قلیل فقہاؤہ کثیر قراؤہ یحفظ فیہ حروف القرآن وتضیع حدودہ کثیر من یسأل قلیل من یعطے یطیلون فیہ الخطبہ ویقصرون الصلوۃ یبتدؤن فیہ اھوائہم قبل اعمالہم قولہ یقصرون الخطبۃ قال ابو عمر کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یامر بذلک (ای بقصر الخطبۃ) ویفعلہ وکان یخطب بکلمات قلیلۃ طیبۃ وکرہ التشدق والموعظ انما المعتبر ما حفظ وذلک لایکون الامع القلۃ وقال ابن مسعود یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السامۃ والبیان فی اھل الزمان علے صحۃ معنی ھذا الحدیث کالبرھان عبد اللہ بن مسعود نے ایک شخص سے کہا تم ایسے زمانے مین ہو جس مین فقہا بہت قرا کم ہین اور حدود قرآن کی حفاظت کی جاتی ہے حروف قرآن کا لحاظ نہین کیا جاتا سوال کرنے والے کم ہین دینے والے بہت ہین نماز طویل ہوتی ہو اور خطبہ مختصر پہلے کام کیا جاتا ہو پھر اپنی خواہشین پوری کی جاتی ہین عنقریب ایک زمانہ ایسا آئیگا جس مین فقہا کم اور قرا بہت ہون گے حروف قرآن کی تو حفاظت کی جائے گی مگر حدود قرآن ضایع کیے جائین گے مانگنے والے بہت دینے والے کم ہونگے خطبے بڑے بڑے ہونگے اور نماز مختصر اپنی خواہشین پہلے پوری کی جائین گی اور اعمال بعد کو

یقصرون الخطبۃ کے تحت مین حضرت ابو عمرؓ نے کہا ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم قصر خطبہ کا حکم دیتے اور خود بھی ایسا ہی کرتے کہ بہت کم اور صاف الفاظ مین خطبہ پڑھتے اور کھینچے جانے کو برا سمجھتے کیونکہ نصیحت وہی ہی جو یاد رہے پس جب تک مختصر نہوگی یاد کیسے رہے گی ابن مسعودؓ نے کہا ہی کہ آپ ہمکو نصیحت بہت مختصر الفاظ مین کرتے کہ مبادا دشوار ہوجائے زمانے کی حالت خود ہی اسکی تصدیق کرتی ہی۔ یہان پر ہم ضروری سمجھتے ہین کہ ابن حاج مالکی کے قول کو بھی نقل کردین وہ کہتے ہین وینبغی بل یتعین ان لا ینسخ الختمۃ بلسان العجم لان اللہ عزوجل انزلہ بلسان عربی ولم ینزلہ بلسان العجم ولقد سری ھذا البعض الناس فی ھذا الزمان حتے انھم لیعدون قرأۃ القرآن بالعجمیۃ ونسخ الختمۃ بھا من الفضیلۃ وبعضھم یجمع فی الختمۃ الواحدۃ بین کتبہا باللسان العربی واللسان العجمی فیکتب الآیتین والثلث باللسان العربی ثم یکتبہا بعدھا باللسان العجمی وھذا مخالف لما اجمع علیہ الصدر الاول والسلف الصالح والعلماء واذا کان ذلک کذلک فتعین علیہ ان لا یعرج علی قول من اجاز ذلک فلیحذر ذلک۔ یہ ضروری ہی کہ قرآن عجمی زبان مین نہ لکھا جائے کیونکہ خدا نے عربی ہی مین نازل کیا ہی اور اس زمانے مین بعض لوگون نے اسکی مخالفت کی ہے حتی کہ اُن کے خیال مین قرآن عجمی زبان مین پڑھنا اور لکھنا ہی افضل ہی اور بعضے لوگ کتابت اور رکن یعنی قرأت کو ایک ساتھ جمع کردیتے ہین پس دو یا تین آیتین عربی مین لکھکے باقی عجمی زبان مین لکھتے ہین اور یہ اجماع قرن اول اور سلف صالح اور علما کے خلاف ہی پس جو لوگ اسے جائز سمجھتے ہین اُنکے قول پر اعتماد نہ چاہیے واللہ اعلم۔ ما احسن ہذا الجواب القرین بالصواب واقعی خطبہ کا دوسری زبان مین پڑھنا کل ہو یا بعض مکروہ اور خلاف سنت ہی کیونکہ قرن اول مین ایسا ثابت نہین ہی باوجودیکہ ضرورت اُسوقت بھی تھی خصوصا جب ممالک فتح ہوے اور اسلام دوسری جگہون مین پھیل گیا اور حاضرین کے نہ سمجھنے سے خطبہ مین تغیر نہین ثابت ہوتی بلکہ تعلم زبان عربی کا ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے اور جو لوگ نہ سیکھ سکین اُنکے لیے خاموش بیٹھنا اور سننا ہی کافی ہی اس کی زائد تفصیل میرے رسالہ آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس مین مذکور ہے جسے ضرورت ہو اُسکا مطالعہ کرے واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی

**سوال** خطبہ عربی زبان مین پڑھنا چاہیے یا فارسی اُردو وغیرہ مین تاکہ سامعین جو عربی سے واقف نہین اُسکا مطلب سمجھ لیں اور اگر کچھ عربی اور کچھ غیر عربی یا عربی پڑھکے اُس کا ترجمہ فارسی یا اُردو مین کرے تو درست ہو یا نہین **جواب** خطبہ عربی مین پڑھنا سنت موکدہ ہی اسکو غیر عربی مین پڑھنا یا فارسی اُردو وغیرہ اسکے ساتھ خلط کرنا نظم ہو یا نثر مکروہ ہی اور عوام کی تفہیم کے واسطے وعظ مقرر ہی خطبہ کہ طریقہ ماثورہ

سے بدلنے کی کوئی ضرورت نہین تفصیل اس مسئلہ کی میرے رسالہ آکام النفائس مین موجود ہی جسکو شوق ہو اُسکا
مطالعہ کرے **اعتراض اول** مولوی صاحب آپ فرماتے ہین کہ اُردو خطبہ پڑھنا مکروہ ہی معلوم نہین کہ یہ کہان اور
کس مقام مین لکھا ہی شرح وقایہ عربی اور کنز فارسی مین تو صاف لکھا ہی کہ درست ہی کیونکہ اسمین اختلاف ہوا سکے
علاوہ مفتی میان جان احمد صاحب اپنے فتوے مین فرماتے ہین کہ بیشک اُردو خطبہ پڑھنا درست ہی بالاتفاق اب
اس صورت مین مولویصاحب آپ فرمائیے کہ کس کو یقین جانین کیونکہ ایک تو پڑھنے کا اور ایک نہ پڑھنے کا حکم
دیتا ہی **اعتراض دوم** جب لوگ عربی زبان سے واقف نہون تو ہندی زبان مین جیسے مسلمانی زبان کہتے ہین
خطبہ پڑھنا کیون درست نہین اگر خطبہ زبان اُردو مین خواہ نظم خواہ نثر خواہ فارسی مین پڑھنا درست نہوتا تو اس
آیت کا نزول کیون ہوتا وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ اسکو کسی دلیل قوی اور کتب معتبرہ مع نشان صفحہ
سے ثابت فرمائیے **اعتراض سوم** خطبہ سے مقصد اصلی کیا ہی اور خطبہ کس واسطے مقرر کیا گیا ہی اگر خطبہ پڑھنے سے
یہ مقصد ہی کہ اُس سے احکام دینی معلوم ہون تو بیشک اُردو مین پڑھنا درست ہی کیونکہ زبان عربی مین پڑھنے
سے یہ مقصد حاصل نہین ہوتا **ھو المصوب جواب اعتراض اول** تمام کتب فقہ مین خطبہ پڑھنا بزبان
غیر عربی فارسی ہو یا اُردو جائز لکھا ہی بعضون نے اُسکو متفق علیہ امام ابو حنیفہ و صاحبین رحمہم اللہ کا لکھا ہی اور بعضون نے
عاجز عن العربیہ کے حق مین جواز اتفاقا اور قادر علی العربیۃ کے حق مین جواز صرف امام اعظم کے نزدیک لکھا ہے
لیکن اس حکم مین اور کراہت مین کچھ منافات نہین ہے صدہا جگہ فقہا یجوز و یصح لکھتے ہین اور غرض اُن کی
نفس اجزاء و کفایت و جواز بالمعنے الاعم ہوتی ہی نہ اباحت مطلقہ خالیہ عن الکراہۃ چند عبارات بطور نمونہ پیش
کیے جاتے ہین جن سے معلوم ہو جائیگا کہ فقہا کا صرف کسی فعل کو درست یا صحیح لکھدینا اُسکی کراہت کی نفی نہین
کرتا عبد النبی بن ملا عبد القدوس گنگوہی رسالہ در صلوٰۃ تقال بحث تکبیر بالفارسیہ مین لکھتے ہین لیس ثبت دلیل
قاطع علی اشتراط العربیۃ فی التکبیر اذا المقصود الاصلی من التکبیر ھو التعظیم وھو یحصل بای لغۃ کان ومع ھذا
ذکر السغناقی انہ یجوز ویکرہ عند ابی حنیفۃ کوئی دلیل قطعی تکبیر کے عربی مین مشروط ہونے پر دلالت نہین کرتی
کیونکہ تکبیر سے مقصود اصلی تعظیم ہے اور وہ ہر زبان مین حاصل ہو سکتی ہے باوجود اس کے سغناقی نے
لکھا ہے کہ یہ جائز ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور محمد امین شامی رد المحتار
بحث دعاء بغیر العربیہ مین لکھتے ہین لا یبعد ان یکون الدعاء بالفارسیۃ مکروھا تحریما
فی الصلوٰۃ وتنزیھا خارجھا فلیتامل ولیراجع فان الظاھر ان الصحۃ عند الامام لا تنفی الکراھۃ عند کا یکچھ

بعید نہین کہ دعا بزبان فارسی نماز مین مکروہ تحریمی ہو اور خارج نماز مین مکروہ تنزیہی ہو کیونکہ ظاہر یہ ہی کہ صحت منافی کراہت نہین ہی اور درمختار کتاب البیوع مین ہی وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول اذان اول کے وقت بیع مکروہ تحریمی ہی باوجودیکہ صحیح ہی اور حموی حاشیہ اشباہ والنظائر کتاب الشرکۃ مین شرکت مع الکفار کی تفصیل کے تحت مین لکھتے ہین قال فی البدائع یکرہ للمسلمان یشارک الذمی ولو شارکہ شرکۃ عنان جاز کما لو وکلہ انتھے وقولہ جاز ای صح مع الکراھۃ بدائع مین ہی کہ مسلمان کے لیے یہ مکروہ ہی کہ وہ ذمی کے ساتھ شرکت کرے البتہ اگر شرکت عنان کرے تو جائز ہی جیسا کہ اُسے وکیل بنانا جائز ہی یعنے بکراہت درست ہی اور رسالہ آداب المفتیین مین مرقوم ہی قد یقال الجائز ویراد بہ جواز نفس الفعل لا صحۃ الفعل کبھی جائز بول کر اُس سے مراد جواز نفس فعل لیتے ہین نہ کہ صحت فعل اور بھی دوسرے مقام مین ہی فی النہایۃ الکراھۃ یطلق علی الجائز وغیرہ وفی النہایۃ فی کتاب الطلاق الاباحۃ والجواز شیئان مختلفان الا تری ان ضد الاباحۃ الکراھۃ وضد الجواز الحرمۃ فبضد تتبین الاشیاء وینفک احدھما عن الاخر الا تری ان البیع وقت النداء جائز ولیس بمباح وذلک لان الاباحۃ لما کانت عبارۃ عن عدم الکراھۃ احتمل ان یکون الشئ جائزا مع الکراھۃ التی ھی ضد الاباحۃ وھذا کثیر النظیر فان جمیع صور النہی من الافعال الشرعیۃ کذلک کالصوم یوم النحر وغیرہ وفی خزانۃ المفتیین طرح القملۃ مباح ولکن یکرہ من طریق الادب نہایہ مین ہی کہ کراہت کا اطلاق جائز وغیر جائز سب پر ہوتا ہی اور اسی کے کتاب الطلاق مین ہی کہ اباحت وجواز دو مختلف چیزین ہین ضد اباحت کراہت ہی اور ضد جواز حرمت اور اشیا اپنے اضداد سے جانے جاتے ہین اور انھین کے بدولت وہ دوسری اشیا سے متمایز ہوتے ہین بیع وقت ندا جائز تو ہی مگر مباح نہین ہی کیونکہ اباحت عدم کراہت کو کہتے ہین اس لیے احتمال ہی کہ کوئی چیز جائز تو ہو مگر بکراہت جو اباحت کی ضد ہی اور اسکی مثالین بہت ہین کیونکہ افعال شرعیہ سے جہان کہین نہی ہی ایسی ہی ہے مثلا یوم نحر کا روزہ اور خزانۃ المفتیین مین ہی کہ جوئین کا پھینکنا مباح ہی لیکن مکروہ ہی بطریق ادب۔ اور بھی دوسرے مقام مین ہی قد یطلق الجائز علی النافذ لا ضد الحرمۃ جائز کا اطلاق بعض اوقات نافذ پر ہوتا ہی نہ کہ ضد حرمت پر۔ ان عبارات سے اور ایسے ہی اور عبارات فقہیہ سے صاحب علم وسیع وفہم صحیح پر مخفی نرہے گا کہ کتب فقہ مین کسی فعل پر یجوز یا یصح موجود ہونے سے اُسکی کراہت تحریمیہ کی نفی نہین ثابت ہوتی ہی پس اس بیان سے خوب واضح ہو گیا کہ خطبۂ غیر عربیہ کی کراہت کا حکم مخالف اقوال فقہا کے کسی طرح سے نہین کیونکہ اُنکی مراد حکم جواز وصحت سے اس بحث مین صرف اسیقدر ہی کہ خطبہ جو نماز جمعہ کے واسطے شرط ہی وہ زبان عربی کے ساتھ مقید نہین غیر عربی مین اگر پڑھے گا تو نفس ادائے شرط کے واسطے کافی ہو جائیگا اور اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ

غیر عربی مین پڑھنا بالکلیہ مباح ہی کراہت سے منزہ ہی اور کراہت کی وجہ ظاہر ہی کہ مواظبت نبویہ و صحابہ کے خلاف
ہی پس اُسکے خلاف سنت و بدعت ہونے مین کسکو شک ہے اور خلاف سنت موکدہ اور بدعت ضالہ کا مکروہ
تحریمی ہونا اصول فقہ مین مقرر ہی اگر یہ شبہ ہو کہ زمان نبوی و زمانہ صحابہ مین تبدیل خطبہ کی ضرورت نہ تھی اس لیے
کہ اہل اسلام عرب تھے تو اُسکا دفعیہ یہ ہی کہ بلاد عجم صحابہ کے زمانہ مین فتح ہوے یہان تک کہ شہر کابل حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کے عہد مین مفتوح ہوگیا تھا جیساکہ سنن ابو داؤد وغیرہ مین اسکی روایت موجود ہی اور پھر ظاہر ہی
کہ ان بلاد مین صدہا بلکہ ہزار ہا عجمی وہ تھے جو زبان عربی نہین سمجھتے تھے پس باوجود اسکے صحابہ کا خطبہ عربی زبان
سے نہ بدلنا اس امر پر مستحکم دلیل ہی کہ عربی مین خطبہ پڑھنا سنت موکدہ ہی اور غیر عربی مین بدعت اور خلاف
سنت ہی **جواب اعتراض دوم**) وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ کو ما نحن فیہ سے کچھ تعلق نہین
ہے کیونکہ اس آیت کا مفاد اسیقدر ہی کہ ہر رسول پر جو کتاب نازل ہوئی وہ اُسی کی قوم کی زبان مین نازل
ہوئی گو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام ہی اور تمام انس وجن آپ کی امت مین داخل ہین مگر
آپ کی قوم عرب ہی اسی لیے کلام اللہ بھی عربی مین نازل ہوا تفسیر بیضاوی مین ہی وما ارسلنا من رسول الا
بلسان قومہ الا بلغۃ قومہ الذی ہو منہم وبعث فیہم لیبین لہم ما امروا بہ فیفقہوہ عنہ بیسیر وسرعۃ ثم ینقلوہ
ویترجموہ الی غیرہم فانہم اولی الناس لیہ بان ید عوہم واحق بان ینذرہم ولذلک امر النبی صلے اللہ علیہ
وسلم بانذار عشیرتہ اولا ولو نزل علی من بعث الی امم مختلفۃ کتب علی السنتہم استنقل ذلک بنوع من الاعجاز
ولکن ادی ذلک الی اختلاف الکلمۃ واضاعۃ فضل الاجتہاد فی تعلم الالفاظ ومعانیہا والعلوم المنشعبۃ منہا
خدا نے جو رسول نازل کیا وہ اُس قوم کی زبان جاننے والا ہوتا تھا جسکا وہ فرد تھا اور جسکے جانب وہ بھیجا گیا کہ اُنسے
احکام خداوندی بتائے تاکہ وہ اُن لوگون کو بآسانی سمجھا سکے اور پھر وہ لوگ نقل و ترجمہ کرکے دوسرون تک پہونچا سکین
کیونکہ ہر رسول کی قوم اسکی زائد مستحق ہی کہ وہ رسول اُنھین ڈرائے اور اُنھین خدا کی طرف بلائے اسی واسطے نبی
اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے اپنے خاندان کو ڈرانے کا حکم دیا گیا اور جو نبی امم مختلفہ کی جانب مبعوث ہو اگر اُسپر کتب
مختلفہ نازل ہون جو بطریق اعجاز بھیل جائین تو اس مین اختلاف کلمہ لازم آتا ہی اور الفاظ و معانی کے سیکھنے مین
کوشش کی فضیلت ہاتھ سے جاتی ہے اور تفسیر ابن کثیر مین ہی قد قیل فی ہذہ الآیۃ اشکال لان النبی صلے اللہ
علیہ وسلم ارسل الی الناس جمیعا بل الی الجن والانس ولغاتہم متباینۃ والسنتہم مختلفۃ واجیب بانہ وان کان
مرسلا الی الثقلین لکامر لکن لما کان قومہ العرب وکان اخص بہ واقرب الیہ کان ارسالہ بلسانہم اولی من

ارسالہ بلسان غیرھم وھم یبینونہ لمن کان علی غیر لسانھم ویوضحونہ کہا گیا ہی کہ اس آیت مین اشکال ہی کیونکہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا تمام لوگون کے جانب بھیجے گئے ہین بلکہ جن وانس سبکے جانب اور انکے لغات والسنہ مختلفہ ہین اسکا جواب یہ ہی کہ آپ اگرچہ سب کے جانب مرسل ہین لیکن چونکہ آپ کی قوم عرب تھی اُسکو آپکے ساتھ خاص خصوصیت اور قربت حاصل تھی لہذا آپ کا ارسال اُنھین کی زبان مین اولی تھا بنسبت دوسری زبانون مین ارسال کے پھر عرب لوگ دوسری زبان والون سے اُسکو بیان کردین گے اور اُسکی وضاحت کردینگی اور اسی طرح تفاسیر معتبرہ مین موجود ہی اور اگر قوم سے اس آیت مین مطلق امت مراد لی جاے جیسا کہ بعض مفسرین کی راے ہی پس باوجود اسکے کہ وہ قول ضعیف ہو اگر اس سے ثابت ہوگا تو اسیقدر ثابت ہوگا کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کو ہر زبان پر قدرت تھی اور ہر گروہ کو آپ اُسکی زبان مین سمجھا سکتے تھے اور اس سے یہ ثابت نہین ہوتا ہی کہ جواذکار وشعائر اسلام کہ منجملہ اُسکے خطبہ بھی ہے زبان عربی مین منقول ہوئی اُسکی تغییر اور لوگونکو جائز ہو اور اگر ایسے ہی تغییر کا جواز ہو تو پہلے قرآن کی تغییر لازم ہوگی اس لیے کہ مقصود اُسکے انزال سے ہدایت عامہ ہی پس لازم آتا ہے کہ اُسکا ترجمہ پڑھنا نماز مین درست ہوجائے (جواب اعتراض سوم) مقصود اصلی خطبہ جمعہ وغیرہ سے نفس ذکر الٰہی ہی نہ تعلیم احکام دینیہ اسوجہ سے کہ قرآن پاک مین ارشاد ہوتا ہے اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ جب جمعہ کی نماز کی اذان دیجاے تو ذکر الٰہی کی طرف کوشش کرو اور ہدایہ اور درمختار بلکہ فقہ کی تمام کتابون مین ہی وکفت تحمیدۃ او تھلیلۃ او تسبیحۃ اور ایک تحمید یا تہلیل یا تسبیح کافی ہی جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک اگر خطبہ مین صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ وغیرہ پر کفایت کرے گا کافی ہوگا مگر کراہت لازم ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ذکر طویل ضروری ہی جسکو اسکی تفصیل دیکھنے کا شوق ہو وہ درمختار اور ہدایہ اور اُسکے حواشی کا مطالعہ کرے پس اگر مقصود اصلی خطبہ مین تعلیم احکام دینیہ وتبیین احکام شرعیہ ہوتا تو صرف ادنی ذکر یا مجرد ذکر طویل سے کیونکر خطبہ ادا ہوجاتا اور اللہ تعالی صرف الی ذکر اللہ کے لفظ پر کیون کفایت فرماتا اچھی طرح ظاہر ہی کہ اگر کوئی واعظ اور ناصح بغرض وعظ وامر بالمعروف ونہی عن المنکر منبر پر چڑھے اور صرف ذکر کرکے اتر آئے کوئی اُسکو واعظ نہ کہے گا اور اُسکے ذکر وفکر کو اگرچہ طویل ہو کوئی شخص وعظ نہ سمجھے گا اور اسی وجہ سے فقہا خطبہ مین تعلیم احکام دینیہ کو مندوب لکھتے ہین جیسے ذکر خلفاے راشدین ودعاے منقبت صحابہ وغیرہ کو نہ شرط خطبہ خلاصہ یہ ہے کہ مقصود اصلی جہان تعلیم احکام ہو وہان معلم کو زبان متعلمین مین تعلیم کرنا درست ہوگا اور خطبہ کا اصل مقصود ذکر ہی اور وہ زبان آنحضرت وصحابہ وتابعین وغیرہم من تبع لہن

عربی ثابت ہوا اور باوجود ضرورت واحتیاج کے کسی سے اسکی تغییر منقول نہین ہے پس خطبہ پڑھنا غیر عربی مین
بالضرورت بدعت وخلاف سنت مؤکدہ ومکروہ ہوگا اور جو شخص اسکے عدم کراہت کا مدعی ہو اُسپر لازم ہے کہ کوئی دلیل
معتد بہ اسکی بیان کرے اور استناد اُسکا فقہا کے قول بجوز یا یصح وغیرہ سے محض لغو ہے **سوال** خطبہ جمعہ اردو یا
فارسی نظم خواہ نثر مین پڑھنا درست ہے یا نہین **جواب** خطبہ جمعہ اُردو زبان مین نثر ہو خواہ نظم اور اسی طرح
فارسی زبان مین بھی نثر ہو یا نظم اور اسی قیاس پر جو خطبہ کہ کچھ عبارت اُسکی لغت عربی مین ہو اور کچھ زبان فارسی
یا اُردو وغیرہا مین نظم ہو یا نثر مکروہ بکراہت تحریمی ہے کیونکہ سنت ہدی کو مخالف ہے اس لیے کہ نبی کرم صلے اللہ علیہ
وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے علی الدوام خطبہ عربی زبان مین پڑھا ہے اور اُسوقت مین کسی سے غیر عربی زبان
مین خطبہ پڑھنا منقول نہین ہے جیساکہ آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس مین مذکور ہے اور اُسکی یہ عبارت
ہے الکراھۃ انما ھی لمخالفۃ السنۃ لان النبی صلے اللہ علیہ وسلم واصحابہ قد خطبوا دائما بالعربیۃ ولم ینقل عن احد
منہم انہم خطبوا خطبۃ ولو خطبۃ غیر الجمعۃ بغیر العربیۃ کراہت صرف مخالفت سنت کی وجہ سے ہے کیونکہ حضور
سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ عربی ہی زبان مین خطبہ پڑھا ہے اور
کبھی کسی سے کوئی خطبہ بھی وہ غیر جمعہ ہی کا کیون نہو غیر عربی مین ثابت نہین ہے۔ اور پوشیدہ نرہے کہ باعث احداث
خطبۂ غیر عربیہ کا نہین ہے مگر عجمیون کا عبارات عربیہ کو نہ سمجھنا حالانکہ یہ امر قرون ثلثہ مین بھی موجود تھا اسواسطے کہ جب
اطراف مختلفہ مین بلاد وامصار مفتوح ہوے اور فارس اور حبش اور روم کے اکثر لوگ مشرف باسلام ہوے وہ لوگ
مجالس شعائر اسلام مین مثل جمعہ وعید وغیرہا کے حاضر ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ اُن لوگون کو بوجہ عدم وقوف لغت
عرب کے شعور فہم عبارات عربیہ کا نتھا بااین ہمہ کسی نے برعایت فہم اشخاص عجمیہ کی غیر زبان عربی مین خطبہ نہین
پڑھا باوجودیکہ تعلیم وتفہیم کہ خطبا وعلما کی شان سے ہے اسکی مقتضی تھی جبکہ ایسا نہین ہوا تو خطبۂ غیر عربیہ کے مکروہ
ہونے مین جو ضلالت ادنی کا مرتبہ ہے کچھ شک نہین رہا جیساکہ اسی کتاب مین مذکور ہے الخطبہ بالفارسیۃ التی
احدثوھا واعتقدوا حسنہا لیس الباعث الیہا الا عدم فہم العجم اللغۃ العربیۃ وھذا الباعث قد کان
موجودا فی عصر خیر البریۃ وان کان فیہ اشتباہ فلا اشتباہ فی عصر الصحابۃ والتابعین ومن تبعہم من الائمۃ
المجتہدین حیث فتحت الامصار الشاسعۃ والبلاد الواسعۃ واسلم اکثر الحبش والروم والعجم وغیرہم من
الاعجام وحضروا مجالس الجمع والاعیاد وغیرہا من شعائر الاسلام وقد کان اکثرہم لا یعرفون اللغۃ العربیۃ
ومع ذلک ما خطب احد منہم بغیر العربیۃ ولما ثبت وجود الباعث فی تلک الازمنۃ وفقدان المانع والتکاسل

وھو معلوم بالقواعد المبرھنة لم یبق الا الکراھة التی ھی ادنی درجات الضلالة اور فارسی مین جو خطبہ ایجاد کیا گیا ہی اور مستحسن سمجھا جاتا ہی اُسکا سبب صرف یہی ہی کہ عجمی لوگ عربی نہین سمجھتے اور یہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین بھی تھا ورنہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے زمانے مین تو ضرور ہی تھا جب دور دور کے ممالک فتح ہوے اور روم وعجم کے اکثر لشکر ایمان لائے اور جمعون اور عیدون کے خطبون مین حاضر ہونے لگے اکثر لغت عربی سے ناواقف تھے پھر بھی خطبہ غیر عربی مین نہوا اور جب سبب زمانہ صحابہ مین ثابت اور موانع مفقود پھر بھی عمل مین ثابت تو یہ فعل ادنیٰ درجات ضلالت پر مانا جاے گا اور مکروہ کہلاے گا۔ علاوہ برین بعض روایات مین یہ تو البتہ وارد ہوا ہی کہ بعض اعیاد مین جبکہ جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوے اور آپکو یہ گمان ہوا کہ دور بیٹھنے کے سبب سے عورتون کے کان تک خطبہ کی آواز نہین پہونچی تو آپنے اُن کے پاس آکر خطبہ پڑھا اور اُنھین وعظ اور نصیحت فرمائی لیکن یہ کسی روایت مین بروایت افراد بھی وارد نہین ہوا کہ غیر عرب جو مجالس خطب نبویہ مین حاضر ہوتے تھے اُنکی تفہیم کے لیے آپنے علٰحدہ مجلس منعقد فرماکر غیر زبان عربی مین خطبہ پڑھا ہو اور اُن لوگون کو اُنکی زبان مین وعظ ونصیحت فرمائی ہو اگر یہ کہا جاے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سواے لغت عربی کے اور لغات سے ماہر نہ تھے ورنہ آپ بغرض تفہیم عجم غیر زبان عربی مین بھی خطبہ پڑھتے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ بعض صحابہ مثلاً زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بلاشبہ عجمی رومی حبشی وغیرہ زبانون سے آگاہ تھے اُنھین حضور حکم دیتے کہ وہ غیر زبان عربی مین خطبہ پڑھتے اور اُن کو وعظ ونصیحت کرتے الحاصل قرون مشہود لہا بالخیر مین تفہیم غیر عرب کے لیے اُنکی زبان مین خطبہ پڑھنے کی ضرورت تھی پھر بھی کسی نے نہین پڑھا یہ اُردو اور فارسی وغیرہ زبانون مین خطبہ کے مکروہ اور بدعت ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے چنانچہ اُسی کتاب مین مرقوم ہے وقد ورد ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لما فرغ من الخطبة فی بعض الاعیاد وظن انھا لم تصل الی آذان النساء ابعد من حضرھن ووعظھن وخطبھن ولم یرد ولو من روایة الافراد انعقد لمن لم یکن یفھم العربی مجلسا علی حدة ووعظھم وخطبھم بلغة غیر عربیة ولا یتوھم انہ لم یکن النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعلم اللغة العجمیة وغیرھا من اللغات الغیر العربیة ولو کان علمھا الخطب بھا لانا نقول بعد تسلیم ذلک ان بعض الصحابة کزید بن ثابت قد کان یعلم اللسان العجمی والرومی والحبشی وغیرھا من الالسنة کما صرح بہ فی الاعلام بسیرة النبی علیہ الصلوة والسلام وغیرہ من کتب الاعلام فلم لم یامرہ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بان یخطبھم ویعظھم بالسنتھم وبالجملة فالاحتیاج الی الخطبة بغیر العربیة لتفھیم اصحاب العجمیة کان موجودا فی القرون الثلثة ومع ذلک

فلم یر واحد ذلک من احد فی تلک الازمنۃ وھذا اول دلیل علی الکراھۃ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ
جب عید کے خطبہ سے فارغ ہوے تو آپ کو خیال ہوا کہ عورتین چونکہ دور تھین اس وجہ سے وہ نہین سن سکین لہذا آپنے
اُنکو بلایا اور خطبہ پڑھا اور کسی حدیث آحاد تک سے یہ ثابت نہین ہی کہ آپ نے اُن لوگون کے لیے کوئی علیحدہ مجلس
منعقد کی ہو جو عربی نہین سمجھتے تھے اور غیر عربی زبان مین خطبہ پڑھا ہو اور یہ خیال کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا
خود ہی عجمی زبانین نہین جانتے تھے تو پھر دوسرا خطبہ کیونکر پڑھتے اور اگر جانتے ہوتے تو آپ ایسا ہی کرتے محض لغو
ہے کیونکہ بعض صحابہ مثلاً زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فارسی رومی حبشی وغیرہ زبانین جانتے تھے جیسا کہ الاعلام بسیرۃ
النبی علیہ السلام وغیرہ مین ہے حالانکہ آپ نے اُنکو بھی حکم نہین دیا کہ عجمیون کے زبان مین اُنکے سامنے خطبہ پڑھین
الحاصل غیر عربی مین خطبہ کی احتیاج قرون ثلثہ مین بھی تھی مگر کسی زمانہ مین ایسا ثابت نہین ہوا اور یہی کراہت
کی پہلی دلیل ہی۔ اور تقریر بطریق حل یہ ہی کہ جس طرح خطبہ تعلیم سامعین کے لیے موضوع ہی اور خطبا و علما مامور
بالتفہیم مین اسیطرح جہلا بھی منجانب شرع مامور بطلب علم ہین اور تحصیل علم اُنپر فرض ہی جیسا کہ حدیث شریف مین
جسکو ابن عدی اور بیہقی نے حضرت انس او خطیب نے حضرت امام حسین اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہی وارد ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم
اور جبکہ ہماری شریعت کا بیان عربی زبان مین ہی بنا برین اہل اسلام پر بقدر حاجت اس زبان کا سیکھنا لازم
اور واجب ہی کیونکہ جس چیز پر شی واجب کا امتثال موقوف ہی وہ چیز موقوف علیہ بھی واجب ہی اب اگر مسلین
حاضرین بوجہ عدم تعلم زبان عربی وفقدان تحصیل علم باوجود واجب اور فرض ہونے کے خطبۂ عربیہ کو نہ سمجھین تو اسکے
نہ سمجھنے کا الزام اُنھین پر ہی نہ خطبہ پڑھنے والون پر یہ بات لازم نہین کہ زبان عربی کو بدل کر اُس زبان مین
خطبہ پڑھین جسکو جہلا سمجھتے ہون چنانچہ اُسی کتاب مین ہی والحل فی ھذا المقام وبہ یتم الالزام انہ کما وضعت الخطبۃ
للتعلیم وامر الخطباء والعلماء بالتفہیم کذلک امر الجاھلون بطلب العلم حیث قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم
طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم اخرجہ ابن عدی والبیہقی من حدیث انس والخطیب من حدیث الحسین بن علی
والطبرانی من حدیث ابن عباس ولما کانت اکثر شریعتنا بالعربیۃ یلزم علی الناس ان یتعلموا اللسان
العربی بقدر ما یرتفع بہ الحاجۃ فان ما لم یتم الواجب الا بہ واجب فاذا لم یفھم الحاضرون الخطبۃ العربیۃ
فالزام عدم الفھم عائد الیھم لا الی الخطباء ولا یلزم ان یغیروا اللسان العربی ویخطبوا بلسان یفھمہ الجھلاء
اصل یہ ہی کہ جسطرح خطبہ کی وضع تعلیم کے لیے کی گئی ہی اور خطیبون اور علما کو سمجھانے کا حکم دیا گیا ہی اُسی طرح جاہلون کو

بھی طلب علم کا حکم دیا گیا ہو کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے
اور جبکہ ہمارے اکثر شریعت عربی مین ہو تو لوگون پر فرض ہو کہ بقدر ضرورت عربی سیکھین کیونکہ جس چیز کے
بغیر واجب نہ تمام ہو وہ واجب ہو تو اب خطبہ عربی کے نہ سمجھنے کا الزام خطیبون پر عائد نہین ہوسکتا بلکہ اس
کے ملزم وہ لوگ خود ہی ہین پس خطیبون کو زبان عربی کے تغیر کی ضرورت نہین ہو اور نہ خطبہ کو ایسی زبان
مین بیان کرنے کی جسے جہلا سمجھ سکین۔ اگر کوئی کہے کہ جب خطبہ غیر عربی مین پڑھنا مکروہ ہوا تو قول فقہا یجوز الخطبۃ
بالفارسیۃ کے کیا معنے ہین تو اسکے جواب مین کہنا چاہیے کہ قول مذکور مین مطلق جواز ذکر کیا گیا ہو اور وہ عام ہے
جواز بلا کراہت و جواز مع الکراہت کو اسی لیے قول مسطور مستلزم جواز بلا کراہت کو نہین ہوسکتا پس خطبۂ
غیر عربی کا مکروہ ہونا قول فقہا کے منافی نہین ہے ہان اگر کلام مذکور مقید بقید عدم کراہت ہوتا یعنی یون کہا جاتا
کہ یجوز الخطبۃ بالفارسیۃ بلا کراہۃ بلا کراہت خطبہ کا فارسی مین پڑھنا جائز ہے۔ تو البتہ منافی ہوتا
اور اگر زیادہ تحقیق سننا ہو تو بگوش ہوش سننا چاہیے کہ خطبۂ جمعہ مین دو اعتبار ہین اور ہر ایک کے لیے جداگانہ وصف
ہے ایک یہ کہ خطبہ نماز جمعہ کی شرط ہو یعنے نماز جمعہ بدون اسکے صحیح نہین دوسرے یہ کہ وہ فی نفسہا عبادت ہو دو وجہ
سے (۱) خطبہ خدا کا ذکر ہو اس لیے کہ آیۂ کریمہ یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی
ذکر اللہ وذروا البیع مین ذکر اللہ سے خطبہ مراد ہو جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا ہو (۲) خطبہ نماز کے قائم مقام ہو اسیوجہ
سے سلام اور کلام وغیرہ سب خطبہ کے وقت ممنوع ہو اس تمہید کے بعد معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خطبہ غیر عربیہ جو کلام
فقہا سے مستفاد ہو اُس سے مراد یہ ہو کہ خطبۂ مذکورہ بلحاظ اعتبار اول کے شرط کے ادا ہونے مین کفایت کرتا ہے
یعنے خطبہ جو نماز جمعہ کی شرط ہے جب غیر عربی مین پڑھا گیا شرط پائی گئی اور نماز جمعہ صحیح ہوئی کیونکہ نماز جمعہ کی
شرط مطلق ذکر ہو کسی زبان اور محاورہ کی اُس مین قید نہین ہو یہ ہر خطبۂ مذکورہ سے حاصل ہو لیکن بلحاظ اعتبار دوم
کے بدعت اور مکروہ ہو کیونکہ جو عبادت جس ہیئت کے ساتھ سنت سے ثابت ہو اُسکو اُسی ہیئت کے ساتھ ادا کرنا
چاہیے اُس ہیئت کے خلاف اُسکا ادا کرنا بدعت اور مکروہ ہو اور مخفی نہ ہو کہ تضمین اشعار فارسیہ یا ہندیہ کا خطبۂ عربیہ مین مکروہ
ہونا اور اُس خطبہ کا جسکی کچھ عبارت عربی اور کچھ فارسی یا اُردو یا اور کوئی زبان ہو مکروہ ہونا بیان ماسبق سے ظاہر
ہے اسی کتاب مین ہو وہذا انفصہ وتحقیقہ ان فی الخطبۃ جہتین الاولی کونہا شرطا لصلوۃ الجمعۃ والثانیۃ
کونہا فی نفسہا عبادۃ ولکل منہما وصف علی حدۃ فمعنی قولہم یجوز الخطبۃ بالفارسیۃ انہا تکفی لتادیۃ الشرط
وصحۃ صلوۃ الجمعۃ وہو لا یستلزم ان یخلو من البدعۃ والکراہۃ من حیث الجہۃ الثانیۃ وسنثبت ایضا اعادۃ

اکثر خطباء زماننا من قراءۃ الخطبۃ بالعربیۃ وتضمینہا بعض الاشعار الفارسیۃ او الہندیۃ ہل یجوز ذلک فاجبت بان قرأۃ الاشعار فیہا ان کان بالغناء الممنوع عنہ فی الشریعۃ فلا ریب فی کراہتہا وان کان بالعربیۃ وان لم یکن بالغناء فالکراہۃ لکونہا مخالفا للسنۃ داخلا فی اصناف البدعۃ وکذا قراءۃ بعض الخطبۃ بالعربیۃ وبعضہا بالفارسیۃ لا تخلو عن الکراہۃ للتقریرات السابقۃ فلیحفظ ہذا کلہ فان الناس عنہ غافلون یرتکبون امرا فظیعا ویحسبون انہم یحسنون اور تحقیق یہ ہے کہ خطبہ میں دو جہتیں ہیں ایک یہ کہ وہ نماز جمعہ کی شرط ہے دوسرے یہ کہ وہ خود عبادت ہے اور ہر ایک کی علحدہ اوصاف ہیں پس یہ جو کہا گیا ہے کہ خطبہ فارسی میں جائز ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کی درستی اور شرط کے ادا کرنے کے لیے یہ کافی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدعت بھی نہ ہے اور کراہت دوسری جہت کے اعتبار سے ہے اور یہی مجھ سے پوچھا گیا اُس کے متعلق جو اس زمانے کے اکثر خطیبوں کی عادت ہے کہ خطبہ تو عربی میں پڑھتے ہیں مگر بیچ بیچ میں فارسی یا اُردو اشعار بھی پڑھ دیتے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ اشعار اگر گا کر پڑھے جاتے ہیں تو بیشک اس میں کراہت ہے چاہے عربی ہی میں کیوں نہوں ورنہ یہ چونکہ مخالف سنت اور اصناف بدعت میں داخل ہے لہذا مکروہ ہے اسی طرح بعض خطبہ عربی میں پڑھنا اور بعض فارسی میں بھی کراہت سے خالی نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ قاضی شیخ احمد غفرلہ اللہ الصمد [قاضی شیخ احمد] ہو العزیز العلیم

قد اصاب من اجاب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ محمد عامل [محمد عامل] ہو العلیم خطبہ جمعہ کا غیر زبان عربی میں فارسی ہو یا اُردو وغیرہما معذور کو بالاتفاق جائز ہے اور غیر معذور کو بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں اور در صورت جواز غیر معذور کے لیے مکروہ تنزیہی خلاف سنت متواترہ زائدہ اور خلاف طریقہ سلف صالحین ہے فی السراجیۃ ولو خطب بالفارسیۃ یجوز وفی الہدایۃ والتشہد والخطبۃ علی ہذا الاختلاف وفی النہایۃ فعندہ یجوز بالفارسیۃ وعندہما لا یجوز الا بالعربیۃ وفی الدر المختار کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان (الی ان قال) شرط عجزہ وعلی ہذا الاختلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوۃ وفی الطحطاوی قولہ وشرط عجزہ الخ المعتمد قولہ انتہی وفی آکام النفائس فی ذکر اللہ علی نعم لا شبہۃ فی حرمۃ الاعجمیۃ المجہول مدلولہا والاعجمیۃ التی ینافی تعظیم الرب مدلولہا واما غیرہا فیکرہ تحریما فی الصلوۃ وتنزیہا خارج الصلوۃ لکن یشترط ان یکون قادرا علی العربیۃ قدرۃ کاملۃ والا فلا وایضا فیہ وفی جامع المضمرات والمجتبی وغیرہما ان الخطبۃ علی الاختلاف یعنی انہ یجوز عند ابی حنیفۃ بغیر العربیۃ للقادر والعاجز کلیہما وعندہما لا الا حدہما ودلیل قولہ ہو اطلاق قولہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی

ذکر اللہ فان المراد بذکر اللہ ھو الخطبۃ علی ما ذکرہ اھل التفسیر وھو مطلق غیر مقید بالعربی فیکون کالتکبیر فی انہ لا یشترط فیہ خصوصیۃ لسان دون لسان ویجاب من قبلھما ان الخطبۃ تشابہ الصلوۃ بل کانھا قائمۃ مقام الصلوۃ فکما ان اذکار الصلوۃ لا یجوز لغیر العاجز بغیر العربیۃ کذلک لا تجوز الخطبۃ الا بالعربیۃ انتھے اقول ھذا الجواب سخیف جدا فانہ لا یستلزم من مشابھۃ الخطبۃ الصلوۃ ان یکون الخطبۃ کالصلوۃ فی جمیع الاحکام کیف ولا یشترط فیھا الطھارۃ ولا الاستقبال وغیرھا بخلاف الصلوۃ ولیست المشابھۃ بینھما الا فی ایجاب الانصات والاستماع وترک ما یشتغل عنھا عند قرأتھا فقط علے ان اذکار الصلوۃ ایضا تجوز عند الامام بغیر العربیۃ کما نقلناہ عن الدر المختار سراجیہ مین ہی اور اگر فارسی مین خطبہ پڑھا تو جائز ہی اور ہدایہ مین ہی اور تشہد اور خطبہ مین اختلاف ہی اور نہایہ مین ہی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فارسی مین خطبہ جائز ہی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک صرف عربی مین جائز ہے در مختار مین ہی جیسا کہ اگر عربی کے سوا کسی دوسری زبان مین مشروع ہوتا اور آگے چلکر کہتے ہین کہ صاحبین نے جواز مین عجز کی شرط لگائی ہی اور ایسا ہی خطبہ اور تمام اذکار مین اختلاف ہی اور طحطاوی مین تحت قول وشرطا عجزہ یہ ہی کہ قابل اعتماد امام صاحب کا قول ہی اور آکام النفائس ذکر الدعا مین ہی بیشک وہ عجمی الفاظ حرام ہین جنکا مطلب معلوم نہین یا جنکا مطلب تعظیم الٰہی کے منافی ہی باقی رہے دوسری الفاظ تو وہ نماز مین مکروہ تحریمی ہین اور غیر نماز مین مکروہ تنزیہی ہین بشرطیکہ متکلم عربی پر قدرت کاملہ رکھتا ہو ورنہ نہین اور اُسی مین ہی جامع المضمرات اور مجتبیٰ وغیرہ مین ہی کہ خطبہ مین اختلاف ہی یعنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک غیر عربی مین قادر اور عاجز سب کے لیے جائز ہی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک صرف عاجز کیلیے امام صاحب کی دلیل یا ایھا الذین امنوا الآیۃ کا اطلاق ہی کیونکہ اس مین ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہی اور یہان مطلق چھوڑا گیا ہی عربی کی قید نہین لگائی گئی ہی پس اسکی وہی حالت ہوگی جو ذکر کی ہی کہ کسی زبان کے ساتھ مخصوص نہین ہی صاحبین اسکا یہ جواب دیتے ہین کہ خطبہ نماز کے مشابہ ہی بلکہ قائم مقام نماز ہے پس جیسا کہ غیر عاجز کے لیے اذکار غیر عربی مین درست نہین ہین اُسیطرح خطبہ بھی انتہی مین کہتا ہون کہ یہ جواب کمزور ہے کیونکہ خطبہ کے مشابہ نماز ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ تمام امور مین نماز ہی کا ایسا ہو نماز مین طہارت و استقبال قبلہ شرط ہی اور خطبہ مین نہین بلکہ مشابہت صرف سننے اور خاموش بیٹھے رہنے اور اُن امور کے ترک کر دینے مین ہے جو نماز پڑھتے وقت نہین کیے جاتے ہین علاوہ برین اذکار صلوۃ بھی امام صاحب کے نزدیک غیر عربی مین جائز ہین جیسا کہ ہم نے در مختار سے نقل کیا ہی۔ اور غیر لسان عربیہ مین احیانا خطبہ پڑھنا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی

رضی اللہ عنہم سے ثابت نہین لیکن قرأت خطبۂ عربیہ پر یہ مواظبت بطور عادت اور بضرورت لسان اور حاجت تفہیم وتذکیر سامعین خطبہ بھی دوسرے احکام دین کے تعلیم وتذکیر کی طرح کہ سوا عربی کے دوسری زبان مین ثابت نہین اور اسی طرح اشعار عربی یا فارسی وغیرہما کا خطبہ مین پڑھنا مکروہ تنزیہی خلاف سنت زائدہ ہے پس اولی یہی ہے کہ غیر زبان عربی مین خطبہ نہ پڑھے تاکہ مخالفت سنت اور خلاف ائمہ سے محفوظ رہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم حررہ محمد عبد الغفار لکھنوی [محمد عبد الغفار] ھو المصوب قاضی شیخ احمد صاحب کا جواب نہایت صحیح اور درست ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

**سوال** نماز پنجوقتہ کے بعد جو دعائین احادیث مین آئی ہین اُنکے سوا اور دعائین جو کسی کو یاد ہون خواہ اپنی زبان مین خواہ دوسری زبان مین ہون یا جو درود شریف چاہے پڑھے یا نہین اور جو عورت خلاف وضع مردون کے سجدہ کرتی ہین اور دونون پاؤن باہر نکالتی ہین کس دلیل سے ثابت ہے **جواب** نماز فرائض وغیرہ کے بعد اختیار ہے جو دعا چاہے جس زبان مین ہو پڑھے افضل یہ ہے کہ عربی مین ہو۔ یزید بن ابی حبیب کی حدیث سے عورتون کے سجدے کی وضع ثابت ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ فی ذلک لیست کالرجل نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر دو عورتون پر ہوا جو نماز پڑہ رہی تھین آپنے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت کا کچھ حصہ زمین سے ملا دو کیونکہ اس معاملہ مین عورت کا حکم مرد کا ایسا نہین ہے **سوال** رفع یدین عیدین مین ہر تکبیر کے ساتھ اور نماز جنازہ مین احادیث سے ثابت ہے یا نہین **جواب** بخاری نے کتاب رفع الیدین مین نافع سے روایت کی ہے کان ابن عمر اذا صلے علی الجنازۃ وکبر رفع یدیہ یعنی حضرت ابن عمر جب نماز جنازہ پڑھتے اور تکبیر کہتے تو اپنے دونون ہاتھ اٹھا دیتے۔ اور بھی اُنھین سے روایت ہے انہ قال یرفع یدیہ فی کل تکبیرۃ علی الجنازۃ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہے کہ اپنے دونون ہاتھ جنازے کی ہر تکبیر مین اُٹھاؤ اور موسیٰ سے روایت ہے رأیت ابان بن عثمان یصلے علی الجنازۃ یرفع یدیہ فی اول التکبیرۃ مین نے ابان بن عثمان کو دیکھا ہے کہ وہ نماز جنازہ کی پہلی تکبیر مین اپنے دونون ہاتھ اُٹھاتے تھے اور اسی طرح قیس بن ابی حازم اور عمر بن عبد العزیز اور مکحول اور وہب بن منبہ اور زہری اور ابراہیم نخعی اور حسن رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور بیہقی نے عمر رض سے نماز عیدین مین روایت کی ہے انہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دونون ہاتھ تکبیرون مین اٹھاتے تھے **سوال** جمعہ کی جماعت ہوجانے کے بعد دس پندرہ آدمی آگئے یہ لوگ اُسی مسجد مین جمعہ مع خطبہ جماعت سے پڑھین یا بجماعت ظہر ادا کرین **جواب** چونکہ تعدد جماعت جمعہ بمذہب صحیح جائز ہے اور ہر ہر شخص پر جمعہ

جمعہ فرض ہی اُسکو ظہر پڑھنا درست نہین ہو اسی لیے ان لوگون کو چاہیے کہ جمعہ بجماعت مع خطبہ ادا کرین اگر اُسی
مسجد مین ہو تو کوئی حرج نہین ہو اور اولی یہ ہے کہ دوسری مسجد مین ہو **سوال** مشرکین قبر پرست و تعزیہ پرست
کی جماعت ہو رہی ہو کوئی اوشخص اُن کی جماعت ہونے کے حالت مین علٰحدہ نماز پڑھے یا اُن کی جماعت
کے بعد جمعہ مع خطبہ اُسی مسجد مین بجماعت ادا کرے تو جائز ہے یا نہین **جواب** چونکہ حدیث صلوا خلف کل بر وفاجر
اسپر دلالت کرتی ہو کہ امام اگر فاجر بھی ہو تو اُس کے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیے اور مؤید اسکا صحابہ کا نماز و جمعہ
دینچوقتہ ادا کرنا ہے ان اشقیا کے پیچھے جنھون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو محصور کیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری
وغیرہ مین مروی ہے اس لیے جو مبتدع درجۂ کفر تک نہ پہونچے اُس کی جماعت جب ہو رہی ہو تو
اُس مین شریک ہو جاے تنہا نہ پڑھے اور نہ دوسری جماعت قائم کرے **سوال** کس مقدار مسافت کے
سفر مین بحکم حدیث نماز قصر کرنا چاہیے **جواب** اس باب مین کوئی حدیث مرفوع صحیح وارد نہین ہوئی اور
صحابہ اس مین مختلف رہے ہین ابن عمر اور ابن عباس وغیرہ سے دو روز کی مسافت مین قصر درست ہے
جیسا کہ موطا مالک اور سنن بیہقی وغیرہ مین مروی ہو مگر حنفیہ نے تین روز کی مسافت کہی ہو سنن وغیرہ مین
باسانید صحیحہ مروی ہی یمسح المقیم ای علی الخفین تمام یوم ولیلۃ والمسافر ثلثۃ ایام ولیالیہا مقیم اپنے دونون
موزون پر ایک دن رات اور مسافر تین دن رات مسح کرے - کیونکہ اس حدیث سے مسح خفین کی اجازت
ہر مسافر کو تین دن تک دی گئی اور یہ بدون اسکے ممکن نہین کہ سفر شرعی اسقدر ہے **سوال** مشغولین
معاملات دنیاوی کے لیے کسقدر آسانی اور رعایت وقت کے لحاظ سے ہو سکتی ہو بعض ہندوستانی مسلمان
دودھ بیچتے ہین اور دودھ گوبر وغیرہ کی چھینٹ پڑ جانے کی وجہ سے تارک الصلوۃ ہو جاتے ہین اور انگریزون
کے خانساماں عدیم الفرصتی کے علاوہ یہ عذر بھی رکھتے ہین کہ صاحب لوگون کو خراب دیتے وقت چھینٹیں
گرتی ہین - یا سور کا گوشت چھونا پڑتا ہے یا کچہری کے بعض ملازم یہ عذر رکھتے ہین کہ اُسوقت حکام کے سامنے
حاضر ہونا پڑتا ہے کسی دن ظہر کے وقت اور کسی دن عصر کے وقت بدقت اتنی فرصت ملتی ہو کہ چار رکعت
نماز ادا کرین پس عذر کے وقت جمع بین الصلوتین جائز ہو یا نہین اور ایسے پیشہ ورون کے لیے شرع نے
کہان تک آسانی کی ہے **جواب** اصحاب شغل و معاملات کو جو بسبب اشتغال کے چار رکعت سے زائد ادا
نہین کر سکتے اتنی آسانی ہو کہ جب فرصت نہ ملے تو فرائض و واجبات پر اکتفا کرین اور سنت فجر کے سوا
دوسری سنن ترک کر دین کیونکہ فجر کی سنتون کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر و حضر مین کبھی نہین

چھوڑتے تھے اور جمع بین الصلوتین کی اجازت مرض اور سفر کے عذر کے علاوہ میں نہیں ہو گو صحیح مسلم میں جمع بغیر سفر ولا مطر ولا عذر مروی ہو مگر اکثر کے نزدیک وہ جمع صوری پر محمول ہو اور بعض محدثین اگرچہ بدون کسی عذر کے جمع حقیقی جائز رکھتے ہیں مگر وہ یہ شرط کرتے ہیں کہ عادت نہو نے پائے احیانا اگر ہو تو مضایقہ نہیں اور عوام کو اجازت دینے میں عادت کا قوی احتمال ہو **سوال** عیدین کی نماز کے لیے خروج الی الجبانہ سنت موکدہ ہو یا نہیں **جواب** سنت موکدہ ہو قال فی شرح الوقایۃ حبب یوم الفطران یاکل قبل صلوتہ ویستاک ویغتسل ویتطیب ویلبس احسن ثیابہ ویودی فطرتہ ویخرج الی المصلے غیر مکبر جھرا فی طریقہ انتھے صاحب شرح وقایہ نے کہا ہو عید الفطر کے دن مستحب یہ ہو کہ نماز کے پہلے کچھ کھاوے اور مسواک اور غسل کرے اور خوشبو لگائے اور اچھے کپڑے پہنے اور صدقۂ فطر دیوے اور مصلی کی طرف جاوے اور راہ میں بالجہر تکبیر نہ کہے اور مولانا عبد الحی لکھنوی اُسکے حاشیہ میں جسکا نام عمدۃ الرعایہ ہے تحریر فرماتے ہیں قولہ حبب بصیغۃ المجھول من التحبیب والمراد بہ اعم من السنۃ الموکدۃ والمستحب بان بعض الامور المذکورۃ عداہ من السنن الموکدۃ کالغسل وغیرہ قولہ یخرج الی المصلے بصیغۃ المفعول ھو موضع فی الصحراء یصلے فیہ صلوۃ العیدین ویقال لہ الجبانۃ ومطلق الخروج من بیتہ الی الصلوۃ وان کان واجبا بناء علی ان ما یتم بہ الواجب واجب لکن الخروج الی الجبانۃ سنۃ موکدۃ وان وسعھم المسجد الجامع فان صلوا فی مساجد المصر من غیر عذر یجازت صلوتھم وترکوا السنۃ ھذا ھو الصحیح کما فی الظھیریۃ وفی الخلاصۃ والغایۃ السنۃ ان یخرج الامام الی الجبانۃ ویستخلف غیرہ لیصلے فی المصر بالضعفاء بناء علی ان صلوۃ العیدین فی موضعین جائزۃ بالاتفاق انتھے والاصل فیہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یخرج الی المصلے ولم یصل صلوۃ العیدین فی مسجدہ مع شرف الامرۃ لعذر المطر کما بسطہ ابن القیم فی زاد المعاد والقسطلانی فی المواہب اللدنیۃ وغیرھما والاحادیث فی ھذا الباب مخرجۃ فی کتب السنن وغیرھا وقد وقع النزاع بین العلماء فی عصرنا فی ان الخروج الی المصلے سنۃ موکدۃ ام مستحب فافتی اکثرھم بانہ سنۃ موکدۃ وھذا ھو القول المنصور الموافق لکتب الاصول والفروع المطابق لما علیہ الجمھور وقیل انہ مستحب وھو قول باطل لا وجہ لہ وافرط بعضھم فقال انہ واجب وھو قول مردود لا غبرۃ بہ والتفصیل مقام اخر انتھے وقال فی الدر المختار وندب یوم الفطر اکلہ الی قولہ واداء فطرتہ صح عطفہ علی اکلہ لان الکلام کلہ قبل الخروج ومن ثم اتی بکلمۃ (ثم خروجہ) لیفید تراخیہ عن جمیع ما مر ماشیا الی الجبانۃ وھے المصلے العام والواجب مطلق التوجہ والخروج الیھا ای الی الجبانۃ لصلوۃ العید سنۃ وان وسعھم

المسجد الجامع وهو الصحيح قوله جب مراد عام ہی خواہ سنت مؤکدہ ہو یا مستحب کیونکہ بعض امور مذکورہ سنت موکدہ ہین مثلاً غسل وغیرہ قوله یخرج الی المصلی مصلی بصیغۂ اسم مفعول صحرا ہین وہ جگہ ہی جہان عیدین کی نماز پڑھی جائے اور اُسے جبانہ بھی کہتے ہین اور محض اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلنا بھی واجب ہی کیونکہ جس سے واجب تمام ہو وہ بھی واجب ہی لیکن خروج الی الجبانہ سنت موکدہ ہی اگر مسجد جامع مین اتنی وسعت ہو کہ سب لوگ اُس مین سما سکین پس اگر بلا عذر شہر کی مسجدون مین نماز پڑھ لی تو نماز درست ہو گی لیکن ترک سنت لازم آئیگا اور یہی صحیح ہی جیسا کہ ظہیریہ اور خلاصہ اور خانیہ مین ہی کہ سنت یہ ہی کہ امام جبانہ جائے اور کسی دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ بنا جائے تاکہ شہر مین ضعیفون کے ساتھ نماز پڑھ لے کیونکہ عیدین کی نماز بالاتفاق دو جگھون مین جائز ہی انتہی اور اصل یہ ہی کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا مصلے کی جانب تشریف لیجاتے تھے اور مسجد مین عیدین کی نماز نہین پڑھتے تھے باوجودیکہ مسجد نبوی کو شرف حاصل تھا البتہ ایک مرتبہ بعذر بارش آپ تشریف نہین لیگئے تھے جیسا کہ ابن القیم نے زاد المعاد اور قسطلانی نے مواہب لدنیہ مین اسکی تفصیل کی ہی اور اس بارہ مین کتب سنن وغیرہ مین بکثرت احادیث موجود ہین ہمارے زمانے کے علما کا اس مسئلہ مین اختلاف ہے کہ خروج الی المصلی سنت موکدہ ہی یا مستحب تو اکثر نے اس بات کا فتوی دیا ہی کہ یہ سنت موکدہ ہی اور یہی قول اصول وفروع کے موافق اور مذہب جمہور کے مطابق ہی اور بعضون کے نزدیک مستحب ہی اور یہ قول باطل ہی اور بعضون نے بہت زیادتی کر کے واجب کہا ہی اور یہ قول مردود ہی قابل اعتبار نہین اور اسکی تفصیل کے لیے دوسرا مقام ہی اور در مختار مین ہے قوله وادا فطرة اسکا عطف اکلہ پر صحیح ہی کیونکہ یہ تمام امور قبل خروج کے ہین اور اسی لیے ثم خروجه کہا تاکہ تراخی پر دلالت کرے جبانہ مصلے عام کو کہتے ہین اور واجب محض توجہ ہی اور خروج الی الجبانہ سنت ہی اگرچہ جامع مسجد مین سب سما سکین اور یہی صحیح ہی حررہ محمد عباس غفرلہ ۔ الجواب صحیح حررہ الفقیر محمد محسن جونپوری ۔ الجواب صحیح والرائے نجیح بلا شبہہ بمقتضائے ادلہ شرعیہ یہ ہی کہ خروج الی المصلی سنت مؤکدہ ہی اور قول استحباب قابل اعتماد نہین حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)

**سوال** امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے اس قول سے رجوع کیا ہی یا نہین کہ ظہر کا وقت سایہ کے دو مثل ہونے تک ہی **جواب** ہان فقہا کے ایک گروہ نے تصریح کی ہی اور چونکہ دلائل مثل قوی ہین اس لیے حنفیہ کی ایک جماعت نے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے مذہب پر فتوی دیا ہی اور وقت ظہر کی انتہا سایہ کے ایک مثل ہونے کو بتایا ہے خزانۃ الروایات مین ملتقی البحار سے نقل کیا ہی ان اباحنیفۃ

فقد رجع فی خروج وقت الظہر و دخول وقت العصر الی قولہما امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خروج وقت ظہر اور دخول
وقت عصر مین صاحبین کے قول کے جانب رجوع کیا ہے۔ اور شیخ عابد سندی نے مواہب اللطیفہ شرح مسند
ابی حنیفہ مین لکھا ہے قد الف ابن نجیم صاحب البحر رسالۃ لتائید مذہب ابی حنیفۃ فی ہذہ المسألۃ واستدل
علی مطلوبہ بادلۃ متعددۃ واجاب عنہا ابو الحسن السندی فی حاشیۃ فتح القدیر لابن الہمام لکن لما رأیت رجوع
ابی حنیفۃ الی قول الجمہور ما وسعنی ذکر شئی من الادلۃ والجواب عنہا روما للاختصار مع انہ روی فی المسألۃ روایات
متعددۃ عن الامام فمنہا روایۃ صیرورۃ الظل مثلین ومنہا روایۃ المثل شیخ ابن نجیم صاحب بحر نے ایک رسالہ
اس مسئلہ مین مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تائید مین لکھا ہے اور اُس مین اپنے مطلوب پر متعدد دلیلین پیش
کی ہین اور اُنکا جواب ابو الحسن سندی نے حاشیہ فتح القدیر مین دیا ہے لیکن جب مین نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
کے قول جمہور کی طرف رجوع کرنیکا حال جانا تو کوئی ضرورت اون ادلہ اور جوابات کے نقل کی نرہے امام
صاحب سے اس مسئلہ مین مختلف روایتین ہین بعض سے دو مثل ثابت ہوتا ہے اور بعض سے ایک مثل مکۂ
معظمہ کے مفتی شافعیہ سید احمد دحلان اپنے رسالہ النصر فی ذکر وقت صلوۃ العصر مین لکھتے ہین ممن نقل ایضا رجوع
الامام الی قول صاحبیہ صاحب الفتاوی الشامی وصاحب کتاب الانیس وصاحب الجوہر المنیر شرح تنویر الابصار
وذکرہ ایضا فی زیادات الہندوانی علی مستدرک الشیبانی فی باب ما یحل اکلہ وما لا یحل قال وقد صح رجوع
ابی حنیفۃ عن قولہ لا یحل اکل لحوم الخیل وخروج وقت الظہر وممن نقل الرجوع ایضا صاحب صراط القویم
جن لوگون نے امام صاحب کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف لکھا ہے اُن مین سے صاحب فتاوی شامی اور
صاحب کتاب الانیس اور صاحب جوہر منیر شرح تنویر الابصار ہین اور یہی اسکا ذکر زیادات الہندوانی علی مستدرک
الشیبانی کے باب ما یحل اکلہ وما لا یحل مین ہے وہ لکھتے ہین کہ گھوڑون کا گوشت حلال نہین ہے اور ظہر کا وقت
اُسوقت ختم ہوتا ہے جب سایہ دو مثل ہو جائے ان دو قولون سے امام صاحب نے رجوع کیا اور جن لوگون نے
رجوع کو نقل کیا ہے اُن مین سے صاحب صراط قویم بھی ہین سوال کرۂ قطبین شمالی و جنوبی مین جہان چھ مہینہ تک
آفتاب نہین ڈوبتا پھر چھ مہینے تک نہین نکلتا فرائض صوم وصلوۃ کیونکر ادا کیے جائین اور قرب وجوار قطب شمالی کے
ممالک مین جہان آبادی ہے اور بیس ساعت کا دن ہوتا ہے وہان روزہ جو ہلاکت کا باعث ہے کیونکر رکھا
جائے جواب صوم وصلوۃ وغیرہ کے احکام کے نصوص جمیع مکلفین کے لیے ہر شہر اور ہر زمانے مین عام ہین لہذا
اختلاف اقالیم اور طول نہار کی وجہ سے کوئی خلل نہ پڑے گا اور یہ خیال کرنا کہ جہان دن بہت بڑا ہوتا ہے وہان

روزہ رکھنا ہلاکت کا باعث ہی غلط ہی کیونکہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کو عام رکھا ہے اسی طرح جہان روزہ رکھنا طاقت بشریہ سے خارج معلوم ہوتا ہے وہان بنی آدم کا مسکن نہین بنایا فن جغرافیہ کے محققین نے تصریح کی ہو کہ آخر عمارت جزیرہ تولی ہے کہ اُسکا عرض خط استواے تریسٹھ درجہ ہی اور بعضے ساڑھے چوسٹھ درجہ عرض مین وجود عمارت کے قائل ہین اور ازمنہ متاخرہ مین چھیاسٹھ درجہ عرض مین عمارت کا نشان پایا گیا ہی جیسا کہ ناظورۃ الحق وغیرہ مین مصرح ہی اسکے علاوہ اقالیم وبلاد کی آب وہوا کے اختلاف سے قویٰ اور امزجۂ انسانیہ بھی مختلف ہوتے ہین کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ بلغار جو اقلیم سابع مین واقع ہے اور اُس اقلیم کے وسط مین دن کا طول اٹھارہ ساعت کا ہوتا ہی اور بلغار مین زمانہ صیف مین رات اتنی چھوٹی ہوتی ہی کہ بعض اوقات غروب شفق کے ساتھ ہی صبح صادق کا طلوع ہوتا ہی وہان مسلمان لوگ روزہ رکھتے ہین رمضان جاڑے مین پڑے یا گرمی مین اور آفاقی بھی جو وہان ہوتے ہین روزہ رکھتے ہین اور کوئی روزہ رکھنے کی وجہ سے نہین مرتا مورخ مغربی ابن بطوطہ جو رجال مائۂ ثامنہ مین ہین تحفۃ النظار فی غرائب الامصار مین لکھتے ہین وکنت سمعت بمدینۃ بلغار فاردت التوجہ الیہا لاروی ما ذکروہ من انتہاء قصر اللیلۃ بہا وصلتہا فی رمضان فلما صلینا المغرب افطرنا واذن بالعشاء فی اثناء افطارنا فصلینا وصلینا التراویح والشفع والوتر وطلع الفجر اثر ذلک مین مدینہ بلغار کے متعلق سنا کرتا تھا کہ وہان رات بہت چھوٹی ہوتی ہی مین نے وہان جانیکا قصد کیا اور جب مین وہان پہونچا تو رمضان کا مہینہ تھا جب ہم نے مغرب کی نماز پڑھی تب افطار کیا اور اثناے افطار ہی مین عشا کا وقت آگیا تب ہمنے عشا کی نماز پڑھی اور تراویح و وتر سے فراغت پائی ہی تھی کہ فجر طالع ہوگئی **سوال** بعض رسائل مین لکھا ہی کہ وتر کی پہلی رکعت فرض اور دوسری سنت اور تیسری واجب ہی یہ صحیح ہی یا نہین **جواب** صحیح نہین ہی کیونکہ وتر تین رکعت ایک نماز ہی اسکی بعض رکعات کا فرض اور بعض کا واجب اور بعض کا سنت ہونا ممکن نہین کتب معتبرہ مین اسیقدر لکھا ہی کہ وتر کی تین رکعت نماز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک سنت ہی **سوال** جس شخص نے عمر بھر نماز نہ پڑھی ہو مرنے کے بعد اُس کے جنازے کی نماز پڑھنے کی نسبت کیا حکم ہی **جواب** اُسکا غسل اور اُسکی نماز وغیرہ سب مسلمانون کی طرح ہونا چاہیے کیونکہ حدیث مین ہی صلوا علی کل بر وفاجر نیک اور بد پر نماز پڑھو **سوال** اگر عید الفطر کے دن کثرت بارش کی وجہ سے مسلمانونکا اجتماع نہو سکے تو دوسرے دن بھی عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہین اور اگر جائز ہے تو ادا کی صورت کیا ہے یعنے سو پچاس نمازیون کے ساتھ جو اُسوقت مسجد مین جمع ہو جائین نماز پڑھ لین یا دوسرے دن جمیع مسلمانان شہر و حوالی شہر کے ساتھ نماز پڑھین دوسرے دن جو نماز ہوگی وہ اپنے

وقت پر ہوگی یا وقت کے بعد ادا ہوگی یا قضا۔ **جواب** بعذر بارش وغیرہ اگر اول روز عید کی نماز نہو تو دوسرے دن پڑھنا چاہیے۔ ادا اور قضا ہونے مین فقہا کے دو قول ہین جامع الرموز مین ہے ولعلہ مبنی علی اختلاف الروایتین ویویدہ ما فی زکوۃ النظم ان لصلوتہ یوما واحدا فی الاصول ویومین فی مختصر الکرخی اور شاید یہ اختلاف دو روایتین پر مبنی ہے اور اسکی تائید زکوۃ النظم کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ نماز عید کے لیے ایک دن ہے یہ اصول مین ہے اور دو دن ہین یہ مختصر کرخی مین ہے۔ اور درمختار کتاب الاضحیۃ مین زیلعی وغیرہ سے قضا ہونے کا قول نقل کیا ہے اور باب العیدین مین لکھا ہے وتکون قضاء لا اداء کما سیجیئ فی الاضحیۃ وحکی القہستانی قولین یہ نماز قضا ہوگی ادا نہوگی جیساکہ اضحیہ کے بیان مین آئیگا اور قہستانی نے اس مین دو قول نقل کیے ہین۔ پس اس اختلاف کی وجہ سے اولی یہی ہوگا کہ اول ہی روز نماز عید ادا کی جاے۔ اور نقل سے بھی اسکا موید ہے کہ ایک دن حضور سرور عالم بارش کی وجہ سے عیدگاہ تشریف نہ لیجا سکے تو اول ہی روز آپنے مسجد مین عید کی نماز ادا فرمائی

**سوال** تکرار جماعت ایک مسجد مین درست ہے یا نہین **جواب** جماعت اولی کی فراغت کے بعد جماعت ثانیہ کے جواز کی اصل یہ حدیث ہے جو سنن ابوداؤد وغیرہ مین ابو سعید خدری سے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابصر رجلا یصلی وحدہ فقال الا رجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ فقام رجل فصلی معہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اکیلے نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کیا کوئی ایسا شخص نہین ہے جو اسکا شریک ہوجائے اور اس کے ساتھ نماز پڑھ لے تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اُسکے ساتھ نماز پڑھی۔ اور اسکی موید اثر حضرت انس رض ہے جو سنن بیہقی اور مسند ابویعلی وغیرہ مین مروی ہے اور صحیح بخاری مین بھی بطور تعلیق کے مذکور ہے انہ دخل مسجدا قد صلی فیہ فاذن واقام وصلی جماعۃ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا مسجد بنی رفاعہ مین تشریف لے گئے وہان نماز ہوچکی تھی آپ نے نماز پڑھی پس وہان اذان دی گئی اور اقامت کہی گئی اور نماز با جماعت پڑھی گئی۔ اور ظاہر الروایہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ تکرار جماعت کی کراہت ہے مگر مفتی بہ یہ ہے کہ جماعت اولی کی ہیئت وکیفیت پر اگر جماعت ثانیہ نہو تو بلا کراہت درست ہے اور کراہت کی روایت بھی چند شروط کے ساتھ مقید اور مشروط ہے۔ درمختار شرح تنویر الابصار مین ہے یکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام ولا موذن محلہ کی مسجد مین تکرار جماعت مع اذان واقامت مکروہ ہے نہ کہ راستہ کی مسجد مین یا ایسی مسجد مین جسکا امام اور موذن مقرر نہو۔ اور خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار مین ہے یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ الا اذا صلی بہا فیہ اولا غیر اہلہ او اہلہ لکن بمخافتۃ الاذان ولو کرر اہلہ بدونہما

او کان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس لہ امام ولا موذن ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا اور محلہ کی مسجد مین تکرار جماعت مع اذان واقامت کے مکروہ ہو مگر جبکہ باذان واقامت جو نماز پہلے پڑھی گئی ہو وہ غیر اہل محلہ نے پڑھی ہو یا اہل محلہ نے پڑھی ہو مگر اذان آہستہ دی گئی ہو اور اگر بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھی یا مسجد راستہ پر واقع تھی تو بالاجماع جائز ہو جیسا کہ اُس مسجد مین جہان امام وموذن مقرر نہو اور لوگ مختلف ٹکڑیون مین نماز پڑھتے ہون آور منبع شرح مجمع مین ہو التقیید بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز عن الشارع وبالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعا مسجد مین محلہ کی قید لگانے سے شارع عام سے احتراز ہو گیا اور اذان ثانی کی قید سے اس صورت سے احتراز ہوا کہ مسجد محلہ مین پہلی جماعت بلا اذان ہوئی ہو کیونکہ یہ بالاجماع مباح ہو۔ اور رد المحتار باب الاذان مین ہے فلو دخل جماعۃ المسجد بعد ما صلی اھلہ فیہ فانھم یصلون وحدانا وھو ظاہر الروایۃ + ظہیریۃ + وفی اٰخر شرح المنیۃ وعن ابی حنیفۃ لو کانت الجماعۃ اکثر من ثلاثۃ یکرہ التکرار والا فلا وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الھیئۃ الاولی لا تکرہ والا تکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیئۃ کذا فی البزازیۃ وفی التاتارخانیۃ عن الولوالجیۃ وبہ ناخذ یعنی اگر ایک جماعت مسجد مین آئی جبکہ اہل محلہ نماز پڑھ چکے تھے تو انھین الگ الگ نماز پڑھنا چاہیے۔ اور یہی ظاہر الروایۃ ہو۔ ظہیریہ + اور آخر شرح منیہ مین ہو کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہو اگر جماعت تین سے زائد ہو تو تکرار مکروہ ہو ورنہ نہین اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ اگر ہیئت اولی پر نہو تو مکروہ نہین ہو ورنہ ہو اور یہی صحیح ہو اور محراب کو چھوڑ دینے سے ہیئت بدل جاتی ہو ایسا ہی بزازیہ اور تاتارخانیہ مین ولوالجیہ سے منقول ہو اور ہم اسی سے اخذ کرتے ہین۔ ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ مطلقا جماعت ثانیہ کو مکروہ کہتے ہین انکا قول غلط اور قول مفتی بہ کے مخالف ہو اور یہ خیال کہ تکرار جماعت تقلیل جماعت اولی کیطرف منجر ہو خیال باطل ہو اس لیے کہ یہ امر جب لازم آئیگا کہ کسی مسجد مین تقرر تکرار جماعت کا کر دیا جائے کہ ہر وقت دو یا تین جماعتین ہوا کرین اس حالت مین البتہ جماعت اولی کے اہتمام مین فرق ہوگا اور اگر تقرر ایک ہی جماعت کا ہو اور اتفاقا کچھ لوگ اُس مین نہوے تو اُنکی جماعت کرنے سے کوئی مانع شرعی نہین ہو خصوصا جبکہ جماعت ثانیہ کا امام مقام قیام امام اولی مین نہ کھڑا ہوا اور یہ گمان کہ اگر شرع جماعت ثانیہ مشروع ہوتی تو حالت غزوات مین صلوۃ خوف بہ تغیر انتظام مشروع نہوتی کیونکہ ممکن تھا کہ طائفہ بعد طائفہ جماعت سے نماز پڑھ لیا کرے محض لغو ہے اسوجہ سے کہ مقصود مشروعیت صلوۃ خوف سے یہ ہو کہ سب مجاہدین ایک ہی وقت نماز سے فارغ ہو کے اور امور مین مصروف ہون اور یہ امر تعدد جماعت سے نہین ہو سکتا ہو اسی سے

انتظام جدید صلوۃ خوف کے واسطے مقرر کیا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت ثانیہ اتفاقیہ کی کراہت کی کوئی معتد بہ وجہ
نہین ہے خاص کر جبکہ جماعت اولی کی ہیئت پر نہو۔ ومن ادعی فعلیہ البیان بواضح البرہان۔ فائدہ لکھنؤ مین
۱۲۸۷ھ مین یہ فتوی لکھا گیا کہ مجالس الابرار مین ہے کہ جب نماز عید کا وقت آجاے تو امام لوگون کے ساتھ دو
رکعتین بلا اذان واقامت پڑھے پہلے افتتاحی تکبیر کہکے ہاتھ ناف کے نیچے باندھے اور سبحانک اللہم پڑھے پھر تین
تکبیرین کہے اور ہر دو تکبیر کے درمیان مین بقدر تین تسبیحون کے فصل کرے کیونکہ عیدین مین مجمع بہت
ہوتا ہے اور متواتر تکبیرین کہنے کی صورت مین جو لوگ دور ہین انکو اشتباہ واقع ہوگا اور ہر تکبیر کے وقت
ہاتھ اٹھاے اور تکبیرون کے وسط مین چھوڑ دے پھر تیسری تکبیر کے بعد ناف کے نیچے دونون ہاتھونکو باندھے
اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ کہکر سورۂ فاتحہ پڑھے اسکے بعد جو سورت جی چاہے پڑھے پھر تکبیر کہکے رکوع کرے اور
جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو قرأت سے شروع کرے پھر قرأت کے بعد تین تکبیرین کہے اور درمیان
مین فصل اتنا ہی کرے اور دونون ہاتھونکو اٹھائے پھر چھوڑ دے ہر تکبیر کے وقت یہان وضع یدین نہین ہے
پھر تکبیر کہے اور رکوع کرے بندۂ عاصی ابو الحسنات محمد عبد الحی کہتا ہے مین اس معاملہ مین عرصہ سے مضطرب
تھا کہ نماز عید کی دوسری رکعت مین تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھنا چاہیے یا چھوڑنا مین نے اس کے متعلق اپنے
زمانے کے علما سے بھی دریافت کیا لیکن کوئی شافی جواب نہین ملا حتی کہ مجالس الابرار کی یہ حدیث ملی تو مینے
اسپر خدا کا شکر ادا کیا کیونکہ اس مین تصریح موجود ہے کہ یہان وضع یدین نہین ہے اور میرے خیال مین اس کی
تائید ایک اور قوی دلیل سے بھی ہو گئی اور وہ یہ کہ قیام جو دوسری رکعت مین تیسری تکبیر کے بعد ہے اُس مین
کوئی ذکر مسنون نہین ہے اور ہر قیام جس مین ذکر مسنون نہو اُس مین ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا چاہیے پھر اس قیام
مین بھی ہاتھ چھوڑ دینا چاہیے صغری کی دلیل تو یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم
سے اس مین کوئی ذکر منقول نہین ہے فتح القدیر مین ہے لیس بین تکبیرات العیدین ذکر مسنون عندنا لانہ
لم ینقل ہمارے نزدیک عیدین کی تکبیرون کے درمیان مین کوئی ذکر مسنون نہین کیونکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
سے منقول نہین ہے۔ اور نہایہ شرح ہدایہ مین ہے یرسل بین تکبیرات العیدین والمراد بھا التکبیرات الزوائد
التی لا ذکر فی ما بینھا ولا قرأۃ فلا یضع یدیہ عنھا باتفاق علمائنا الثلثۃ ولا ذکر بین التکبیرات ذکر مسنون ولا
مستحب لانہ لم ینقل دبہ قال محمد وقال الکرخی التسبیح اولی ذکرہ فی القنیۃ وقال الشافعی یحمد ویھلل بین
تکبیرتین عید کی تکبیرون کی بیچ مین ہاتھ کھول دیے جائینگے اس سے مراد تکبیرات زوائد ہین جنکے درمیان مین

ذکر نہین ہی اور نہ قرارت تو تکبیرات مین ہاتھ نہ باندھے اس مین علماے ثلثہ متفق ہین لو تکبیرات کے درمیان مین کوئی ذکر مسنون اور مستحب نہین ہے کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول نہین ہے اور یہی امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہین اور کرخی نے کہا ہی کہ تسبیح اولی ہی ایسا ہی قنیہ مین ذکر کیا ہی اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ دونون تکبیرون کے بیچ مین کہے۔ مین کہتا ہون کہ بہرحال تکبیرون کے درمیان مین جو ذکر ہے وہ سنت نہین ہی لیکن عدم استحباب جیساکہ عینی نے کہا ہی غالبا صحیح نہین واللہ اعلم باقی رہا کبری تو اُسکی تصریح بہت جگہ ہے اور اُسپر بہت سے تفریعین کی گئی ہین اور اُس سے قومہ مستثنے کیا گیا ہی کیونکہ اس مین باوجود ذکر کے مسنون ہونے کے ارسال ہے کی تصریح ہی جامع مضمرات مین ہی المصلی اذا احرم الصلوۃ ورفع یدیہ لا یرسلھما بل یضع مصلی جب تحریمہ کرے اور اپنے دونون ہاتھ اُٹھاے تو اُنھین چھوڑ نہ دے بلکہ باندھے اور نقایہ اور اسکی شرح جامع الرموز مین ہی ویرسل عند الجمہور خلافا لاصحاب الفضلی فی قومۃ الرکوع وتکبیرات العیدین وفیہ دلالۃ علی انہ لیس فیہما ذکر مسنون اور جمہور کے نزدیک ہاتھ چھوڑ دیے جائینگے اصحاب فضلی قومہ رکوع اور تکبیرات عیدین مین اسکے خلاف ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مین کوئی ذکر مسنون نہین ہی اور برجندی نے اسکی شرح مین کہا ہی ویرسل فی قومۃ الرکوع کانہ استثناء مما تقدم فان فیہا ذکرا مسنونا ومع ذلک سن فیہا الارسال وقیل ان الذکر الذی فیہا سنۃ الانتقال لا سنۃ القومۃ وبین تکبیرات العیدین ای فیما بینہا وانما ذکرھا فی حیز الاستثناء مع انہ لیس فیہا ذکر مسنون علی ما ھو المختار اشارۃ الی ما ذکرہ صاحب الغنیۃ عن عین الائمۃ انہ قال التسبیح بین تکبیرات العیدین اولی اور قومہ رکوع مین ہاتھ چھوڑ دیے جائین گویا کہ یہ ماسبق سے استثنا ہی کیونکہ قومہ رکوع مین ذکر مسنون ہی پھر ارسال سنت ہی بعضون نے یہ کہا ہی کہ اس مین جو ذکر سنت ہی وہ سنت انتقال ہی نہ کہ سنت قومہ اور تکبیرات عیدین مین اسے بھی استثنا مین ذکر کیا باوجودیکہ بر مذہب مختار اس مین کوئی ذکر مسنون نہین ہی اس جانب اشارہ کرنے کے لیے جو صاحب غنیہ نے عین الائمہ سے نقل کیا ہی کہ تکبیرات عیدین کے درمیان مین تسبیح اولی ہی۔ جب صغری اور کبری ثابت ہوچکا تو بلاشبہ نتیجہ جو شکل اول بدیہی الانتاج سے نکلا ہی ثابت ہی اور اگر ہم وضع یدین کو سنت کہین تو کلیہ مذکورہ کی مخالفت لازم آئے گی فلیعول علی الارسال والتوکل علی العزیز المتعال ہذا ما خطر بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال **سوال** نماز کے بعد دعا مین رفع یدین کرنا جیساکہ اہل دیار کا معمول ہی حدیث سے ثابت ہی یا نہین اگرچہ فقہا اسے مستحسن کہتے ہین اور مطلق رفع یدین اور دعا مین احادیث وارد ہین مگر اس مین کوئی خاص حدیث وارد ہی یا نہین **جواب** خاص اس

بھی حدیث وارد ہی چنانچہ حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحق بن السنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ مین لکھتے ہین حدثنی احمد بن حسن حدثنا ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی واٰلہ ابراھیم واسحق ویعقوب واٰلہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتك فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو شخص ہر نماز کے بعد اپنے ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا پڑھتا ہی خدا اُسکے ہاتھون کو کبھی ناکام نہین کرتا (دعا اللھم سے متمسکن تک ہی) اگر کہا جائے کہ اس روایت کی سند مین عبد العزیز بن عبد الرحمن ہی اور وہ متکلم فیہ ہی جیساکہ میزان الاعتدال وغیرہ مین مصرح ہی تو کہا جائیگا کہ حدیث ضعیف استحباب کے لیے کافی ہی چنانچہ فتح القدیر کتاب الجنائز مین ہی ولاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے بھی ثابت ہوتا ہے **سوال** ایک شخص کو سردی کے زمانے مین ٹھنڈے پانی سے نہانا ضرر کرتا ہی اور پانی گرم کرنا وقت نماز کو فوت کرتا ہے اس لیے کہ وہ شخص اتنی رات سے نہین بیدار ہوتا کہ پانی گرم کر کے نہاے اور پھر نماز کا وقت باقی رہے یا اس وجہ سے کہ اُسوقت دوکانین بند ہونے کی وجہ سے لکڑیان نہین مل سکتین یا اُس کے پاس قیمت نہین ہی پس اگر نہانے عوض مین تیمم کرے اور وضو کر کے فجر کی نماز ادا کرے اور دن چڑھے دھوپ مین نہاے تو نماز فجر ادا ہو جائے گی یا نہین اور نہانے کے بعد نماز کو دہراے یا نہین **جواب** تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اعادہ ضروری نہین دن چڑھے نہانا ضروری ہی **سوال** ایک مسجد کا طول اور عرض پچاس پچاس ہاتھ کا ہے اُس مین نماز ہوتی ہی اور دو یا تین قبرین مسجد کے بیچ مین چار یا پانچ صف کے بعد صحن مین ہین تو جس صف کے روبرو وہ قبرین پڑینگی اُس صف کی نماز درست ہوگی یا نہین **جواب** جن مقتدیون کے آگے یا داہنے بائین وہ قبرین پڑینگی اُنکی نماز مکروہ ہوگی **سوال** ایک حافظ ہاتھ پاؤن سے اسقدر معذور ہی کہ بول و براز بھی بقاعدہ شرعیہ نہین کر سکتا فقط براز مین کلوخ کر سکتا ہی اور آبدست ایک انگلی کے گوشہ سے کر سکتا ہی وضو اور تیمم خود نہین کر سکتا اور دونون پاؤن ایکطرف پھیلا کے بیٹھکر نماز پڑھتا ہی ایسے حافظ کی امامت تراویح یا نماز پنجگانہ یا عیدین مین درست ہی یا نہین **جواب** مکروہ ہی ردالمحتار مین ہی وکذا اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی + تاتارخانیہ + وکذا اجذم برجندی ومجبوب وحاقن ومن لہ ید واحدۃ + فتاوی الصوفیۃ عن التحفۃ والظاھر ان العلۃ النفرۃ ولذا قید الابرص

بالشیوع لیکون ظاهرا ولعدم امکان اکمال الطهارۃ ایضا فی المفلوج والاقطع والمجبوب ولکراهۃ صلوٰۃ الحاقن ای ببول ونحوہ اسی طرح لنگڑا جو اپنے پاؤن کے بعض حصے پر کھڑا ہوتا ہو پس اُس کی غیر کی اقتدا اولی ہو. تاتارخانیہ + اور ایسا ہی برجندی کا خیال ہو اور جسکا پاؤن کٹا ہوا ور جس کے پاؤن چلنے مین مڑ جاتے ہون اور جسکا ایک ہی ہاتھ ہو اُس کے سوا دوسرے کی اقتدا اولی ہے فتاوی صوفیہ مین تحفہ نے نقل کیا ہو اور بظاہر اسکی علت نفرت ہے اسی لیے ابرص مین شیوع کی قید لگائی ہو ریعنے برص ایسی جگہہ ہو جو عام طرح پر دکھائی دے یا سب کو اس کے مبروص ہونے کا علم ہو) یا اسواسطے کہ مفلوج اور ہاتھ یا پاؤن کٹی ہوی آدمی کی طہارت کامل نہین ہوتی اور جس کے پاؤن چلنے مین مڑ جاتے ہون اُسکی نماز بول وغیرہ کی وجہ سے مکروہ ہو واللہ اعلم حررہ محمد جنید عبد الباسط انصاری غفرلہ اللہ الباری [مہر: محمد جنید عبد الباسط انصاری] الجواب صحیح حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات] الجواب صحیح فقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفرلہ اللہ الرحیم ابن مولانا علی محمد مرحوم [مہر: محمد ابراہیم]

**سوال** خطبۂ جمعہ کے بعد اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ جو پڑھتے ہین یہ مستحب ہے یا بدعت گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی **جواب** خطبۂ جمعہ کے بعد کوئی **دعا** وارد نہین ہے **سوال** کسی قصبہ کے مسجد مین ایک حافظ قوم عصار نماز جمعہ یا پنجگانہ مین امامت کرتا ہو اور کوئی دوسرا شخص پنی القوم حافظ نہین ہو البتہ بعض شرفاے غیر حافظ امامت کرسکتے ہین اور اُس حافظ کی امامت سے اکثر لوگ متنفر ہین اس صورت مین کسکو امام بنانا چاہیے **جواب** جو مسائل شرعیہ متعلقۂ نماز زیادہ جانتا ہو اُسکی امامت اولی ہو گو حافظ قرآن نہو **سوال** نماز مین بعذر یا بلا عذر کھانسنا اور بغیر عمامہ کے امامت کرنا جائز ہو یا نہین **جواب** نماز مین بعذر کھانسنا جائز اور بلا عذر مفسد ہو اور عمامہ کے ساتھ امامت مستحب اور بغیر عمامہ بھی جائز ہے **سوال** زید مغرب یا عشا کی نماز کا امام ہوا اور عمرو اور خالد وغیرہ مقتدی ہوے زید نے پہلے رکعت مین ارأیت الذی اور دوسری مین الم ترکیف پڑھی یا اول مین قل ہو اللہ اور دوسری مین انا اعطیناک پڑھے تو غیر سلسلہ پڑھنے کی وجہ سے نماز ہوئی یا نہین **جواب** صورت اول مین اگر عمدا کیا ہو تو نماز مکروہ ہوگی اور صورت ثانی مین کراہت نہین ہو خلاصہ مین ہو الجمع بین سورتین بینہما سورۃ واحدۃ فی رکعتین یکرہ وان کانت السورۃ طویلۃ لا یکرہ کما اذا کانت بینہما سورتان قصیرتان وان قرء فی رکعۃ واحدۃ سورۃ وفی اخری سورۃ اخری فوق تلک السورۃ فہو مکروہ الا اذا وقع ذلک من غیر قصد

دو رکعتون مین دو ایسی سورتین پڑھنا جنکے بیچ مین ایک سورت ہو مکروہ ہی البتہ اگر سورت طویل ہو تو مکروہ نہین جیسا کہ جب دونون کے بیچ مین دو چھوٹی سورتین ہون اور اگر پہلی رکعت مین ایک سورت پڑھی اور دوسری رکعت مین اُسکے اوپر کی سورت پڑھ دی تو یہ مکروہ ہی مگر جبکہ بلا قصد ہو۔ **سوال** جماعت ثانیہ مین دوبارہ اقامت کہنا چاہیے یا نہین **جواب** کہنا چاہیے **سوال** اگر کوئی شخص کسی دن سہواً نماز فجر وغیرہ نہ پڑھے اور نماز عشا و تراویح وغیرہ پڑھے تو عشا و تراویح جائز ہوتی ہی یا نہین **جواب** اگر صاحب ترتیب ہو یعنے اُسکی پانچ نمازین کبھی قضا نہین ہوئین اور اگر ہوئین تو وہ اُنکو وقتیہ کے پہلے ادا کرتا رہا ہو ایسے شخص کے ذمہ پر جبتک ایک نماز کی قضا باقی رہی کہ عمداً اسے چھوڑ دیا ہو ادا اُسکی نہ درست ہوگی جب تک کہ اُس قضا کو نہ پڑھ لے اور اگر صاحب ترتیب نہین ہی تو اسکی نماز ادا باوجود باقی رہنے قضا کے درست ہی **سوال** اگر کوئی امام جمعہ مین پہلا خطبہ شرع کے موافق تمام کرکے دوسرا خطبہ شروع کرے اور بعد ختم اسامی صحابہ کرام زینہ اول پر اتر آئے اور کچھ کلمات خطبہ داہنے جانب منھ پھیر کے اور کچھ بائین جانب منھ پھیر کے پڑھے پھر زینہ دوم پر کھڑا ہو کر جہان خطبۂ اول پڑھا خطبہ تمام کرے تو کیسا ہی **جواب** بدعت ہی اسکا چھوڑنا ضروری ہی رد المحتار حاشیہ درمختار مین اسکی تصریح موجود ہی **سوال** عیدگاہ مین نماز ختم کرکے جب امام خطبہ پڑھتا ہی تو لوگ ایک ایک دو دو ہو کر امام کے پاس جاتے ہین کوئی امام کو روپیہ دیتا ہی کوئی دوپٹہ کوئی عمامہ کوئی عبا دیتا ہی یہ درست ہے یا نہین۔ **جواب** خطبہ کے بیچ مین ان امور سے پرہیز کرنا چاہیے۔ **سوال** قدیم زمانے سے ہندوستان مین ضاد کی جگہ دال پڑھتے ہین اور زمانہ حال مین اکثر لوگ ضاد کو ظا پڑھتے ہین دونون مین کون صورت درست ہی **جواب** ضاد مناسب او مشابہ ہی ظا سے اور دال سے بعید ہی اور مخرج ضاد کا ظا اور زا اور ذال کے مغایر ہے حتی الوسع چاہیے کہ اصلی مخرج سے نکالا جائے اور اگر دشوار ہو تو ظا یا زا سے پڑھنا بہتر ہے نہ دال سے **سوال** زید دوسری رکعت کے قعدہ مین سہواً التحیات پڑھکر درود شریف پڑھنے لگا تھوڑا سا پڑھنے کے بعد یاد آگیا اور کھڑا ہو گیا ایسی حالت مین سہو کا سجدہ زید پر واجب ہوا یا نہین اگر ہوا اور زید نے ناواقفیت کی وجہ سے سجدہ نہین کیا تو اسکی نماز ہوئی یا نہین **جواب** حنفیہ کے نزدیک دوسری رکعت مین درود پڑھنے سے جو تاخیر قیام کا باعث ہوتا ہی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے جب بقدر اللہم صل علی محمد کے پڑھے اور بعضون کے نزدیک جب اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کے بقدر پڑھے زیلعی نے اولی کو اور رملی نے ثانی کو ترجیح دی ہے اور جس نے سہواً سجدہ ترک کیا اسپر اُس نماز کا اعادہ واجب ہی **سوال** ایک شخص کبھی نماز پڑھتا ہی اور

کبھی غفلت سے نہین پڑھتا اور دوسرا ہمیشہ نماز پڑھتا ہی مسئلہ دانی قرأت عمر وغیرہ مین دونون برابر ہین پس امامت کسکو کرنا چاہیے **جواب** جو ہمیشہ نماز پڑھتا ہی وہی قابل امامت ہی تنویر الابصار اور درمختار مین ہی الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوۃ ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراءۃ ثم الاورع ای الاکثر اتقاء للشبہات والتقوی اتقاء المحرمات امامت کے لیے حق وہ شخص ہی جو احکام نماز سب سے زائد جانتا ہو پھر وہ جو تلاوت وقرأت اچھی کرتا ہو پھر وہ جو شبہات سے زائد بچتا ہو شبہات سے بچنے کو ورع کہتے ہین اور محرمات سے بچنے کا نام تقوی ہی **سوال** ایک شخص بار ہا اپنے لڑکے کو نماز کی تاکید کرتا ہو لیکن وہ نہین ملتا پس ایسے شخص کو گھر مین رکھنا چاہیے یا نکالدینا چاہیے اور اگر محبت پدری کی وجہ سے رکھے تو وہ شخص اپنے بے نمازی لڑکے کے لیے ماخوذ ہوگا یا نہین **جواب** اگر ایسے لڑکے کو محبت پدری کی وجہ سے رکھے گا تو بقدر طاقت نصیحت کرنے کی وجہ سے ماخوذ نہوگا **سوال** جو شخص حدیث رفع سبابہ کے رواۃ مین جو صحیح مسلم مین مروی ہے یہ شبہہ کرے کہ یہ راوی مسلم وعاقل تھے یا نہین حالانکہ علما جانتے ہین کہ انمین سے اصحاب قرون ثلثہ اور اکابر ایمۂ ہدی ہین جن مین سے اکثر کے اوصاف بالخصوص یا بالعموم احادیث سے ثابت ہین اور اُس شخص کو انکی بزرگی کتب رجال وغیرہا سے دکھائی بھی گئی پس اس شبہہ کے وجہ سے اُسپر کیا حکم ہی **جواب** ایسا شخص جو رواۃ صحیح مسلم مین شبہہ کرنے کہ مسلم وعاقل تھے یا نہین وہ شخص یا تو محض جاہل ہی فنون حدیث واسماء رجال سے مطلقا واقفیت نہین رکھتا ہی یا معاند وگمراہ ہی ایمۂ حدیث نے اس امر پر اتفاق کیا ہی کہ اصح الکتب کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری پھر صحیح مسلم ہی اور اس امر پر کہ رواۃ صحیحین کے سب قابل قبول اور مستجمع شرائط قبول ہین بجز چند رواۃ بخاری ومسلم کے کہ اُنپر دارقطنی وغیرہ نے جرح کی ہی لیکن اکثر اُن جرحون کا دفع شراح حدیث نے خصوصا حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری مین کردیا ہی ملا علی قاری شرح نخبۃ الفکر مین لکھتے ہین۔ رواتہما قد حصل الاتفاق علی القول بکونہم عدولا وضابطا وغیرہما من اوصاف الصحۃ غالبا بطریق اللزوم فہما ای البخاری ومسلم وصاحب شرطہما او جالہما مقدمون علی غیرہم فی روایاتہم رواۃ صحیح بخاری وصحیح مسلم بالاتفاق عادل وضابط ہین اور اُن مین اکثر اوصاف صحت بطریق لزوم پائی جاتے ہین اس لیے بخاری ومسلم اور وہ لوگ جنھون نے بخاری ومسلم کی شرطون کی اتباع کی ہو اپنی روایتون مین دوسرون پر مقدم ہین۔ اور ایسا ہی شرح الفیۃ الحدیث للعراقی وللسخاوی وللانصاری اور مقدمۂ ابن صلاح اور خلاصۂ طیبی اور مختصر ابن جماعت اسلے غیر ذلک من کتب الاصول مین مذکور ہو **سوال** زید کہتا ہی کہ

تشہد مین رفع سبابہ جو حدیث مین آیا ہی بس جب کرون گا کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا فرض یا سنت یا مستحب یا مباح یس اسکا یہ کہنا درست ہی یا جہالت و گمراہی پر مبنی ہی اور کہتا ہی کہ حدیث جبکہ متواتر یا مشہور ہو تو اسپر عمل کرونگا اور اگر خبر واحد ہی تو اسپر عمل کرنا واجب نہین حالانکہ اصول فقہ مین خبر واحد کی متعلق مرقوم ہی وانہ یوجب العمل دون العلم والیقین پس اصول حنفیہ کے موافق اسکا یہ کہنا صحیح اور حدیث کو بوجہ خبر واحد ہونے کے غیر معمول بٹھہرانا جائز ہی یا نہین اور اگر نہین ہی تو زید پر بوجہ اس قول وعقیدہ کے کیا حکم دیا جائیگا **جواب** زید کے یہ دونون قول اصول حنفیہ کے مخالف ہین تمام کتب اصول مختصرات سے مطولات تک اس امر کی تحقیق سے مالامال ہین بلکہ خلاف ائمہ ثلثہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے بھی ہی کیونکہ امام ابو یوسف نے امالی مین سنت اشارہ کی تصریح کی ہی اور امام محمد نے موطا مین بھی اسکو ذکر کیا ہی اور امام ابوحنیفہ کی طرف اسکو منسوب کیا ہی **سوال** رفع سبابہ کی جو حدیث باسانید متعددہ صحیح مسلم مین مروی ہی اسکے سب راوی تقریب مین مذکور ہین یا نہین **جواب** رفع سبابہ کی جو احادیث صحیح مسلم مین ہین انکے سب رواۃ کا حال تقریب مین مذکور ہی اور احادیث رفع سبابہ کو سوا صحیح مسلم کے اور کتب حدیث مثل سنن ابوداؤد وسنن نسائی وسنن دارمی وجامع ترمذی وسنن بیہقی ومسند احمد وموطا مالک وموطا محمد ومصنف عبدالرزاق ومسند ابویعلی ومصنف ابن ابی شیبہ ومعجم طبرانی وسنن سعید بن منصور وغیرہ مین بھی بطرق متعددہ مروی ہین چنانچہ ملا علی قاری حنفی نے اپنے رسالہ تزئین العبارۃ لتحسین الاشارۃ مین ان سب روایات کے ذکر کے بعد تحریر کیا ہی وبالجملۃ فہو مذکور فی الصحاح الستۃ وغیرہا لما کاد ان یکون متواترا بل یصح ان یقال انہ متواتر معنی فکیف یجوز لمومن باللہ ورسولہ ان یعدل عن العمل بہ بالجملہ یہ صحاح ستہ وغیرہ مین مذکور ہی اور قریب بتواتر ہی بلکہ اسے متواتر کہنا درست ہوگا تو جو شخص خدا اور اسکے رسول پر ایمان رکھتا ہی وہ کس طرح اسپر عمل کرنے سے اعراض کر سکتا ہی اور اسکے بعد بتفصیل تمام سنیت اشارت کو ثابت کیا ہی اور قول عدم رفع کو مردود کر دیا ہے **سوال** اگر کچھ سورت ایک رکعت مین اور باقی دوسری رکعت مین پڑھے تو مکروہ ہی یا نہین **جواب** بعض کے نزدیک مکروہ ہی اور صحیح یہ ہی کہ مکروہ نہین ہی لیکن اولی یہ ہی کہ ایسا نکرے عالمگیری مین ہی لو قرأ بعض السورۃ فی رکعۃ والبعض فی رکعۃ قیل یکرہ وقیل لا یکرہ وہو الصحیح کذا فی الظہیریۃ ولکن لا ینبغی ان یفعل ولو فعل لا باس بہ کذا فی الخلاصۃ اگر ایک سورت کا کچھ حصہ پہلی رکعت مین اور باقی دوسری رکعت مین پڑھا تو بعض کے نزدیک نماز مکروہ ہو جائے گی اور بعض کے نزدیک نہین اور یہی صحیح ہی ایسا ہی ظہیریہ مین ہی مگر ایسا نہ کرنا چاہیے اور اگر کر لیا تو کچھ حرج نہین یہ خلاصہ

مین ہی **سوال** زمین مغصوب پر نماز ادا کرنا کیا حکم رکھتا ہی **جواب** مکروہ ہی لیکن پڑھ لینے کے بعد نماز ذمہ سے ساقط ہو جاوے گی کذا فی شرح المسلم لمولانا نظام الدینؒ **سوال** جہری نماز مین امام یا منفرد کو ہر رکعت مین سورۂ فاتحہ کے پہلے بسم اللہ بجہر کہنا کیسا ہی **جواب** امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہی اور حنفیہ کے نزدیک خلاف سنت اور مکروہ ہی آہستہ کہنا چاہیے شرح منیہ مین ہی ویکرہ للمصلی ان یجہر بالتسمیۃ والتامین وکذا بالثناء والتعوذ لمخالفۃ السنۃ مصلی کے لیے بسم اللہ اور آمین اور ایسی ہی اعوذ باللہ کہنا زور سے مکروہ ہی کیونکہ خلاف سنت ہی **سوال** مصلی کو نماز مین پنکھے یا آستین سے ہوا لینا جائز ہی یا نہین **جواب** جب تک عمل کثیر نہو مکروہ ہی اور جب عمل کثیر ہو جاوی تو نماز فاسد ہو جاوے گی جیسا کہ عالمگیری مین ہی **سوال** اگر امام پگڑی باندھے ہوا ور مقتدی فقط ٹوپی دیے ہون تو نماز مکروہ ہی یا نہین **جواب** مکروہ نہین ہی کیونکہ عمامہ سے نماز پڑھنا مستحب ہی تاتارخانیہ مین ہی والمستحب للرجل ان یصلی فی ثلثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ آدمی کو قمیص ازار عمامہ مین نماز پڑھنا مستحب ہی پس امام نے مستحب کو ترک نہین کیا اور مقتدیون نے مستحب کو ترک کیا اور عمامہ مین امام اور مقتدی کا تخالف موجب کراہت نہین ہی **سوال** شرک وبت پرستی کے مقام مین جہان بت اور تصویرین ہون نماز درست ہی یا نہین **جواب** تمام روے زمین پر جو طاہر ہو نماز جائز ہے اور جاندار کی تصویر اگر مصلی کے سامنے یا داہنے بائین ہو تو نماز مکروہ ہی جیسا کہ درمختار مین ہی اور آگ اگر مصلی کے سامنے روشن ہو تو مشابہت آتش پرستان کی وجہ سے نماز مکروہ ہے جیسا کہ سراج منیر مین ہی اور محض اُس مقام کا مقام شرک ہونا مانع نماز نہین ہی **سوال** اگر مصلی کے سر پر یا اُسکے پیچھے تصویر ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہی یا نہین **جواب** ہوتی ہی رسائل الارکان مین ہی قال فی الہدایۃ اشدہا کراہۃ ان یکون امام المصلی ثم من فوق راسہ ثم یمینہ ثم شمالہ ثم خلفہ سب سے زائد مکروہ یہ ہی کہ تصویر مصلی کے سامنے ہو بعد اُسکے سر پر پھر اُسکے داہنی طرف پھر اُسکے بائین طرف پھر اُسکے پیچھے **سوال** اگر مصلے کے سامنے سر بریدہ یا اتنی چھوٹی تصویر ہو کہ کھڑی ہونے مین دکھائی نہ دیتی ہو تو نماز مکروہ ہی یا نہین **جواب** نہین رسائل الارکان مین ہی وان کانت الصورۃ صغیرۃ بحیث لاتبدو او ممحوۃ الراس او علی وسادۃ او بساط مفروش لایکرہ اگر تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ ظاہر نہو یا اُسکا سر مٹا ہوا ہو یا تکیے یا بچھے ہوے بچھونے پر ہو تو مکروہ نہین ہی **سوال** قبلہ کی طرف پاؤن پھیلانا کیسا ہی **جواب** مکروہ ہی سراجیہ مین ہی یکرہ مد الرجل الی القبلۃ فی حالۃ النوم وغیرہ لان فیہ اساءۃ فی الادب سوتے یا جاگتے مین قبلہ کی طرف پاؤن پھیلانا بدتمیزی کی وجہ سے مکروہ ہی **سوال** واقفی سے

ختم قرآن تک ہر سورت کے ختم کے بعد تکبیر کہنا یا ذکر جنت کی آیت پر جنت چاہنا یا ذکر دوزخ کی آیت پر دوزخ سے پناہ مانگنا یا سبح اسم
ربک الاعلیٰ پڑھتے وقت سبحان ربی الاعلیٰ کہنا فرض یا نفل نماز مین یا خارج نماز مین تلاوت کے وقت موافق مذہب
حنفیہ وشافعیہ کیا حکم رکھتا ہی **جواب** احمد اور ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی کہ جب حضور
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربک الاعلیٰ کی تلاوت کرتے تو سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے اور علامہ جلال الدین
محلی اپنی تفسیر مین لکھتے ہین کہ جب والضحیٰ نازل ہوئی تو آپنے تکبیر کہے اور اس سورت اور اسکے بعد والی سب
سورتون کے آخر مین تکبیر کہنے کا حکم دیا اور علامہ سیوطی نے اتقان مین اسکی حدیثین لکھی ہین اور مسلم نے اپنی صحیح مین
حذیفہ سے نقل کیا ہے کہ ایکرات کو مین نے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے ساتھ ایک نماز پڑھی تو اپنے پہلے
رکعت مین سورۂ بقرہ اور دوسرے مین سورۂ آل عمران اور سورۂ نسا پڑھا اور جب ایسی آیت پر پہونچتے جس مین
تسبیح ہوتی تو تسبیح کرتے اور جب ایسی آیت پر پہونچتے جس مین سوال ہوتا تو سوال کرتے اور جب ایسی آیت پر پہونچتے
جس مین پناہ مانگنے کا ذکر ہوتا تو پناہ مانگتے اور ایسے امور تفاسیر اور کتب احادیث مین بہت ہین اب انکا حال سننا
چاہیے کہ بعض شافعیہ نے انکو مستحب اور بعض نے مسنون لکھا ہی اور ان کے نزدیک نماز اور خارج نماز اسمین
مساوی ہی علامہ سیوطی اتقان مین لکھتے ہین یستحب التکبیر من الضحیٰ الی اخر القرآن وھی قراءۃ المکیین سواء
فی التکبیر الصلوٰۃ وخارجہا صرح بہ السخاوی وابوشامۃ والضحیٰ سے آخر قرآن تک تکبیر مستحب ہی اور یہ مکیین کی
قراءت ہی برابر ہی کہ تکبیر نماز مین ہو یا خارج نماز مین اسکی تصریح سخاوی اور ابوشامہ نے کی ہی۔ اور علامہ سلیمان جمل
حاشیہ تفسیر جلالین مین لکھتے ہین فالتکبیر یسن بعد ھذہ السور سواء قرأ القاری فی الصلوٰۃ او فی خارجہا
پس تکبیر ان سورتون کے بعد سنت ہی برابر ہی کہ قاری نماز مین پڑھے یا خارج نماز مین۔ اور امام نووی شرح صحیح مسلم
مین لکھتے ہین ومذھبنا استحباب ھذہ الامور لکل قاری فی الصلوٰۃ او غیرھا للامام والماموم والمنفرد اور
ہمارا مذہب ان سب امور کا استحباب ہی ہر قاری کے لیے خواہ نماز مین ہو یا خارج نماز مین امام اور مقتدی
اور منفرد سب کے لیے یہی حکم ہے۔ مگر حنفیہ کے نزدیک فرائض اور واجبات اور تراویح مین بھی امام اور
مقتدیون کو ان کلمات کا کہنا مکروہ اور خلاف سنت ہی نہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہ صحابہ
رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکن دوسرے نوافل مین تراویح کے سوا جیسے رات کے وہ نوافل جن مین ایک
یا دو مقتدی ہون اگر یہ کلمے مقتدی پر گران ہون تو امام کو نہ کہنا چاہیے اور اگر مقتدی پر گران نہون تو نہ کہنا
کہنے سے اولیٰ نہین ہی یہ تو جماعت کا حال ہی لیکن منفرد فرض مین نہ کہے اور تراویح اسی کے حکم مین ہی کیونکہ ان

دونون مین ثابت نہین ہی اور دوسری نوافل مین اختیار ہی درمختار مین ہی وکذا الامام لایشغل بغیر القرآن ومنہ ورد حمل علی النفل منفردا اور ایسا ہی امام غیر قرآن مین مشغول نہو اور جو وارد ہوا ہی وہ صرف نفل منفرد پر محمول ہی اور ردالمحتار مین حمل علی النفل منفردا کے تحت مین لکھا ہی افاد ان کلا من الامام والمقتدی فی الفرض او النفل سواء قال فی الحلیۃ اما الامام فی الفرائض فلما ذکرنا من انہ صلے اللہ علیہ وسلم لم یفعلہ فیہا وکذا الائمۃ من بعدہ الی یومنا ھذا فکان من المحدثات ولانہ تثقیل علی القوم فیکرہ واما فی التطوع فان کان فی التراویح فکذلک وان کان فی غیرہا من نوافل اللیل التی اقتدی بہ فیہا واحد او اثنان فلا یتم ترجیح الترک علی الفعل لما عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ انہ قال صلیت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ الی ان قال ومامر بآیۃ رحمۃ الا وقف عندھا فسأل ولا بآیۃ عذاب الا وقف عندھا وتعوذ اللھم الا اذا کان فی ذلک تثقیل علی المقتدی واما المؤتم فلان وظیفتہ الاستماع والانصات فلا یشتغل بما یخلہ لکن قد یقال انما یتم ذلک فی المقتدی فی الفرائض والتراویح اما المقتدی فی النافلۃ المذکورۃ اذا کان امامہ یفعلہ فلا لعدم الاخلال بما ذکر فلیحمل علی ما عدا ھذہ الحالۃ

اس سے معلوم ہوا کہ امام و مقتدی کا حکم فرض اور نفل مین ایک ہی ہی لیکن امام فرائض مین پس اسوجہ سے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے فرائض مین نہین کیا اور آپکے بعد امہ نے بھی آجتک نہین کیا تو یہ نئی باتون مین سے ہے اور اس واسطے کہ یہ قوم پر بار ڈالنا ہی پس مکروہ ہی لیکن نفل پس اگر تراویح مین ہو تو اسکا حکم یہی ہی اور اگر اسکے علاوہ کسی اور نفل مین ہو اور دو یا تین مقتدی ہون تو ترک کو فعل پر کیونکر ترجیح دیجا سکتی ہی کیونکہ حذیفہؓ نے کہا ہی کہ مین نے ایک رات نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ کسی آیۂ رحمت پر پہونچتے تو تھوڑی دیر توقف فرماتے اور رحمت طلب کرتے اور جب کسی عذاب کی آیت پر پہونچتے تو تھوڑی دیر توقف فرماتے اور پناہ مانگتے البتہ یہ کہا جا سکتا ہی کہ جب مقتدی پر بار ہو تو ترک فعل پر مقدم ہی لیکن مقتدی پس اس لیے کہ اسکا منصب سننا اور خاموش رہنا ہی تو اسے ان باتون مین مشغول نہ ہونا چاہیے جو سننے مین خلل انداز ہون مگر یہ صرف مقتدی فرض و تراویح کے لیے صحیح ہی اور مقتدی نوافل کی حالت اگر اسکا امام ایسا کرے تو یہ نہین ہی کیونکہ اس مین خلل واقع نہین ہوتا پس اس کا حمل اسکے علاوہ دوسری صورتون پر کرنا چاہیے اور طحطاوی حاشیہ درمختار مین تحت قول وکذا الامام کے لکھتے ہین اما المنفرد ففی الفرض کذلک وفی النفل یسأل الجنۃ ویتعوذ من النار عند ذکرھا مگر منفرد پس فرض مین اسکی بھی یہی حالت ہی اور نفل مین اسے طالب جنت ہونا اور دوزخ سے پناہ مانگنا چاہیے - اور فتح القدیر مین علامہ ابن ہمام لکھتے ہین وکذا الامام لایشتغل بغیر القراءۃ سواء ام

فی الفرض والنفل اما المنفرد ففی الفرض کذلک وفی النفل یسأل الجنۃ ویتعوذ من النار عند ذکرھما ویتفکر فی آیۃ
مثل وقد ذکروا فیہ حدیث حذیفۃ صلیت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلوۃ اللیل فما مر آیۃ فیہا ذکر الجنۃ
الا وقف وسأل اللہ تعالی الجنۃ وما مر بآیۃ فیہا ذکر النار الا وقف وتعوذ من النار وھذا یقتضی ان الامام یفعلہ
فی النافلۃ وھم صرحوا بالمنع لانہم عللوہ بالتطویل علی المقتدی فعلی ھذا لو امر من یعلم منہ طلب ذلک یفعلہ
اور ایسے ہی امام قرأت کے سوا دوسرے کام مین نہ مشغول ہو چاہے امام فرض کا ہو یا نفل کا اور منفرد کی بھی فرض
مین یہی حالت ہو اور نفل مین اُسکو جنت طلب کرنا چاہیے اور آگ سے پناہ مانگنا چاہیے جب جنت اور دوزخ کا تذکرہ
آوے اور اس بارہ مین حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی جاتی ہے کہ مین نے رات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ ایک نماز پڑھی ہے جب کوئی ایسی آیت آتی جس مین جنت کا ذکر ہوتا تو آپ کچھ دیر توقف فرماتے پھر
خدا سے جنت طلب کرتے اور جب کوئی ایسی آیت آتی جس مین دوزخ کا ذکر ہوتا ہے تو آپ کچھ دیر توقف فرماتے
پھر اُس سے پناہ مانگتے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام اسے نفل مین کرے اور علما نے اس سے روکا ہے اور علت مقتدی
پر گران گذرنے کو قرار دیا ہے اب اس صورت مین اگر کوئی شخص ایسے کی امامت کرے جس کے متعلق اُسے علم ہے
کہ وہ اسکا خواہشمند ہے تو اُسے یہ کرنا چاہیے۔ اور جو محدث دہلوی ماثبت من السنہ مین تحریر فرماتے ہین۔
والمسنون المعمول علیہ فی الحرمین وسائر دیار العرب التکبیر عند الختم من والضحی الی آخر القرآن والمختار فیہ
لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولو اکتفی باللہ اکبر صح اور مسنون طریقہ جسپر عرب کے تمام شہرون مین عملدرآمد ہے
یہ ہے کہ ختم قرآن کے وقت والضحی سے آخر تک تکبیر کہی جاوے اور تکبیر مختار لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہے اور اگر صرف
اللہ اکبر کہا تو بھی صحیح ہے یہ ختم خارج صلوۃ پر محمول ہے تصریحات فقہائے حنفیہ کے قرینہ سے جنکا اوپر ذکر ہوا اور
مین رمضان ۱۳۰۲ہجری مین مکہ معظمہ (اللہ اسکی بزرگی کو زیادہ کرے اور خادم حرمین شریفین سلطان محمد خامس
خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کو تمام مخالفین اسلام پر فتح عطا کرے آمین) مین تھا اور مصلائے حنفی کی تراویح مین مین نے
اس طریقہ کو نہین پایا ہان مجالس میلاد شریف مین کہ سورۃ والضحی سے آخر تک پڑھتے ہین ہر سورہ کے ختم کے
بعد تکبیر کہی جاتی ہے اُن مجالس مین شریک ہوکر اسکو مین نے خود دیکھا ہے مکہ معظمہ مین اور مدینہ منورہ اور جدہ مین
بھی **سوال** مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا کیسا ہے **جواب** شافعیہ کے نزدیک فرض ہے اور حنفیہ کہتے ہین من کان
لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ مقتدی کو امام کی قرأت کافی ہے۔ اور اسی طرح قرأت سورہ بھی کیونکہ حدیث لاصلوۃ
الا بفاتحۃ الکتاب نماز نہین ہے مگر سورۂ فاتحہ کے ساتھ۔ معمول بہ بقرأۃ امام ہے اور آیت اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ

وانصتوا جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو۔ منع قرارت مقتدی پر دلالت کرتی ہے صلوۃ جہریہ مین اور اسی طرح سریہ مین بھی۔ **سوال** نماز مین سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے یا واجب **جواب** شافعیہ فرضیت کے قائل ہین لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب کی وجہ سے اور حنفیہ وجوب کے قائل ہین اور حدیث مذکور مین صلوۃ کامل کی نفی کے جانب اشارہ ہے اور عموم آیہ فاقرأوا ماتیسر من القرآن اس حدیث کے معارض ہے اور تعارض کے وقت اس حدیث کی دلالت ظنی ہوگی نہ کہ قطعی اور فرضیت بغیر دلالت قطعی کے ثابت نہین ہوتی اسی لیے حنفیہ وجوب کے قائل ہین۔ **سوال** گھر یا مسجد یا صحرا مین امام اور مقتدی کے بیچ مین کتنا فاصلہ جائز ہے **جواب** اگر امام محراب مین اور مقتدی بہ اقصائے مسجد مین ہون تو نماز جائز ہے کیونکہ مسجد باوجود تباعد اطراف کے بقعہ واحد کا حکم رکھتی ہے اور گھر بھی مانند مسجد کے ہے اور صحرا مین دو صفونکا فاصلہ ہونا چاہیے۔ سراج منیر مین ہے قدر ما ینبغی ان یکون بین الامام والمقوم فی الصحراء مایسع فیہ الصفان وتلیہ الفتوی کما فی الغیاثیۃ والبیت کالمسجد مع تباعد اطرافہ کبقعۃ واحدۃ فی حق الاقتداء وھو الاصح لما فی القنیۃ وخزانۃ المفتیین صحرا مین امام اور مقتدی کے درمیان مین زائد سو زائد دو صفون کی گنجائش ہونا چاہیے اور اسی پر فتوی ہے جو غیاثیہ مین ہے اور گھر مسجد کے مثل ہے کہ اقتدا کے بارے مین ایک ہی قطعہ زمین کے حکم مین ہے گو اسکی اطراف ایک دوسرے سے بعید ہین اور یہی صحیح ہے جیساکہ قنیہ اور خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اور قنیہ مین ہے قیل المسافۃ التی تمنع الاقتداء فی الصحراء تمنعہ فی البیت والاصح انہ یجوز فی البیت کالمسجد بعضون کے نزدیک جو مسافت جنگل مین مانع اقتدا ہے وہی گھر مین بھی مانع اقتدا ہے اور صحیح یہ ہے کہ گھر مین مسجد کی طرح اقتدا جائز ہے۔ اور سراجیہ مین ہے لواقتدی من اقصی المسجد بالامام وھو عند المحراب جاز اگر امام محراب مین ہے اور مقتدی نے مسجد کے کنارے کھڑے ہوکر اسکی اقتدا کی تو یہ جائز ہے **سوال** صفون کے بیچ مین کتنا فاصلہ ہونا چاہیے۔ **جواب** احادیث مین اتصال صفوف اور باہم قرب کی بہت تاکید آئی ہے انھین مین سے وہ حدیث ہے جسے حضرت انس نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رصوا صفوفکم یعنے پیوستہ اور استوار رکھو اپنی صفون کو وقاربوا بینہا اور نزدیکی کرو ان مین اور شراح نے اسکی تشریح یہ کی ہے کہ دو صفون کے بیچ مین ایک صف قائم ہونے کی جگہ نہو جیسے شرح مشکوۃ مین لکھا ہے قاربوا بین الصفوف بحیث لایسع بینہا صف آخر حتی لایقدر الشیطان ان یمر بین یدیہ صفون کو باہم اسقدر قریب رکھو کہ ان کے بیچ مین دوسری صف کی جگہ نہ رہے تاکہ شیطان سامنے سے گذر نہ سکے **سوال** زوجہ اگر زوج کی اقتدا کرے تو جائز ہے یا نہین **جواب** اگر برابر کھڑی ہوکر زوجہ نماز پڑھے گی تو دونون کی نماز فاسد ہوگی اور اگر زوجہ اپنے پاؤن

زوج سے کچھ پیچھے رکھے گی تو جائز ہوگی۔ بحرالرائق میں ہی والمرأۃ اذا صلت مع زوجها فی البیت ان کان
قدمها بحذاء قدم الزوج لا یجوز صلوتهما اگر زوجہ اپنی زوج کے ساتھ گھر میں نماز پڑھے اور اسکے پاؤں شوہر کے پاؤں کے مقابل
ہوں تو دونوں کی نماز فاسد ہوگی۔ اور دوسری جگہ لکھا ہی وفی الخانیة والظهیریة المرأة اذا صلت فی بیتها مع
زوجها ان کانت قدماها خلف قدم الزوج الا انها طویلة یقع راسها فی السجود قبل راس الامام جازت صلوتهما
لان العبرة للقدم خانیہ اور ظہیریہ میں ہی جب عورت اپنے گھر میں شوہر کے ساتھ نماز پڑھے تو اگر اسکے پاؤں شوہر
کے پاؤں کے پیچھے ہوں لیکن درازی قد کے وجہ سے اسکا سر سجدے میں شوہر کے سر سے آگے نکلجاتا ہو تو دونوں کی
نماز جائز ہی کیونکہ اعتبار پاؤں کا ہی **سوال** ایک شخص قل ہو اللہ کو کل ہو اللہ پڑھتا ہی اور کہتا ہی جسکو اہل ہند
قاف پڑھتے ہیں وہ ترکی حرف ہی عربی نہیں ہی اور عربی میں یہ گاف کی شکل ہی اور تمام عرب گاف پڑھتے ہیں
پس اُسکا کہنا صحیح ہی یا نہیں اور نماز اُسکے پیچھے جائز ہی یا نہیں **جواب** اُسکا قول صحیح نہیں ہی اور نماز اُسکے
پیچھے جائز نہیں ہی کیونکہ قراء اور نحاۃ اور اہل ادب کے نزدیک قاف عربی حرف ہی ابو محمد مکی فقیہ مقری کتاب الرعایة
لتجوید القراءة میں لکھتے ہیں القاف تخرج من المخرج الاول من مخارج الفم مما یلی الحلق من اقصی اللسان و
من فوقه من الحنك والقاف حرف متمکن قوی لانه من الحروف المجهورة الشدیدة المستعلیة ومن حروف
القلقلة قریبة من مخرج الكاف فیجب علی القاری ان یفخم القاف تفخیما بالغا اذا اتت بعدها الف کما یفعل بها
اذا حکاها فی الحروف فقال قاف وذلك نحو قوله تعالیٰ وقاموا وکذلک یبینها بیانا خالصا ویفخمها اذا انفرد
مفتوحة او مضمومة نحو قلیلا وقدمنا وقد وردوا قوله ویشبهه فاذا وقعت الكاف بعدها او قبلها وجب بیانها
لئلا یشبه بها شیء من لفظ الكاف لقربها منها او یشوب الكاف شیء من لفظ القاف نحو
خالق کل شیء وخلقکم ورزقکم قاف مخارج فم میں مخرج اول ہی نکلتا ہے یعنے حلق کے اُس حصہ سے جو نیچے زبان
اور اوپر تالو سے متصل ہی اور قاف حرف متمکن ہی قوی ہی کیونکہ حروف مجہورہ شدیدہ مستعلیہ اور حروف قلقلہ میں
سے ہی اور اسکا مخرج کاف کے مخرج کے قریب ہی پس قاری کو چاہیے کہ قاف کو زور سے پڑھے جب اس کے بعد الف
واقع ہو جیسا کہ جب اسے حروف میں گنتا ہی پڑھتا ہی پس کہتا ہی قاف الخ جیسے خدا کا کلام قاموا اور ایسے
ہی اُسے وضاحت سے اور زور سے پڑھے جب وہ بلا الف کے ہو اور جب مفتوح یا مضموم ہو جیسے قلیلا۔ قدمنا
پس جب قاف کاف کے قبل یا بعد واقع ہو تو اسکی وضاحت ضروری ہی تاکہ کہیں وہ کاف سے بوجہ قرب مخرج
کے بدل جاے یا کاف اُس سے ملجائے جیسے خالق کل شیء۔ خلقکم ورزقکم پس ظاہر ہے کہ صفات مذکورہ گاف

فارسی مین پائے نہین جاتے لیکن آجکل جو عرب کے بلاد مشہورہ مین قاف کے جگہ گاف مستعمل ہو اسکی وجہ عجمیون کا اختلاط ہو اور ایک حرف کو دوسرے حرف سے قرآن مین بدل دینا کہ معنی مین تغیر ہوجائے جن مین بدون مشقت امتیاز ممکن ہو مفسد نماز ہو عالمگیری مین ہو ان غیر المعنے فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالصاد مع الطاء نقرء الصالحات مکان الطالحات تفسد صلوتہ عند الکل اگر معنی بدل جاتے ہون اور بلا مشقت دونون حرفون مین امتیاز ممکن ہو جیسے صاد اور طا پس طالحات کی جگہ صالحات پڑھ دیا تو سب کے نزدیک نماز فاسد ہوجائیگی **سوال** اگر اقتدا کسی وجہ سے صحیح نہوئی اور مقتدی نے اُسی نیت سے نماز تمام کی تو ادا ہوگی یا نہین **جواب** امام محمد کے نزدیک ادا نہوگی اور شیخین کے نزدیک ادا ہوگی برجندی شرح نقایہ مین لکھتے ہیں اعلم ان فی کل موضع لا یصح الاقتداء الا یصیر المقتدی شارعا فی صلوۃ نفسہ فی روایۃ باب الحدث حتی لو قہقہ لا ینتقض طہارتہ وفی روایات باب الاذان یصیر شارعا قیل ما ذکر فی الحدث قول محمد وما ذکر فی باب الاذان قولہما کذا فی الظہیریۃ جاننا چاہیے کہ جہان کہین اقتدا صحیح نہین ہے وہان اُسی نیت سے علیحدہ اپنی نماز پڑھتے رہنا بھی نا درست ہو روایت باب حدث مین ہو حتی کہ اگر قہقہہ مارا اسکی طہارت نہ زائل ہوگی روایت باب الاذان مین ہو ایسی صورت مین اُسکی مستقل نماز شروع ہوجائے گی کہا گیا ہو کہ باب الحدث مین جو مذکور ہو وہ امام محمد کا قول ہو اور جو باب الاذان مین مذکور ہے وہ صاحبین کا قول ہو ایسا ظہیریہ مین ہو **سوال** اگر مسبوق قعدۂ اخیرہ مین امام سے پہلے التحیات پڑھ چکے تو کیا کرے **جواب** اولی یہ ہو کہ ٹہر ٹہر کے پڑھے تاکہ امام کے سلام کے قریب ختم ہو اور اگر قبل سلام پڑھ چکے تو بعض کے نزدیک چپ رہے اور بعض کے نزدیک دوبارہ پڑھے اور بعض کے نزدیک درود اور دعا پڑھے حلبی شرح منیہ مین ہے اذا فرغ المسبوق من التشہد قبل سلام الامام یکررہ من اولہ وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ وقیل یسکت وقیل یاتی بالصلوۃ والدعاء والصحیح انہ یترسل لیفرغ عند سلام الامام اور جب مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے پہلے التحیات ختم کر چکے تو اُسے مکرر پڑھے اور بعض کے نزدیک صرف کلمۂ شہادت کو مکرر پڑھے اور بعض کے نزدیک چپ رہے اور بعض کے نزدیک درود اور دعا پڑھے اور صحیح یہ ہو کہ ٹھہر ٹھہر کے پڑھے تاکہ امام کے سلام کے ساتھ فارغ ہو **سوال** اگر مسبوق نے غلطی سے امام کے ساتھ سلام پھیرا اور تھوڑی دیر کے بعد کسی نے اُس سے کہا کہ اپنی باقی رکعت ادا کرے اور اُس نے ادا کی تو نماز ہوئی یا نہین **جواب** اُسکی نماز فاسد ہوئی کیونکہ دوسرے نے اُسکو تعلیم کی ایسا ہی درمختار مین ہے **سوال** اگر مسبوق نے سہوا یا عمدا امام کے ساتھ سلام پھیرا تو اُسکی نماز فاسد ہوگی یا نہین **جواب** سہو کی حالت مین نماز فاسد نہوگی

اور عمد کی حالت مین فاسد ہوگی مجمع البرکات مین ہے لو سلم المسبوق لا تفسد صلوتہ لانہ سلام الساهی فلا
یخرجہ عن حرمۃ الصلوۃ کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ ناقلا عن شرح الطحاوی وان سلم مع الامام علی ظن ان
علیہا السلام مع الامام فہو سلام عمد افتفسد کذا فی الظہیریۃ اگر مسبوق نے سلام پھیر دیا تو اُسکی نماز فاسد
نہوگی کیونکہ یہ سلام سہوا ہی پس وہ حرمت صلوۃ سے خارج نہ کریگا ایسا ہی فتاوی عالمگیری مین شرح طحاوی سے نقل کیا
ہی اور اگر امام کے ساتھ یہ خیال کرکے سلام پھیر دیا کہ اُسے سلام پھیرنا چاہیے تو نماز فاسد ہو جاے گی کیونکہ یہ سلام عمداً
ہے ایسا ہی ظہیریہ مین ہے **سوال** زید قعدۂ اخیرہ کی تشہد کے بعد سہوا کھڑا ہو گیا اور تکمیل رکعت کے پہلے
اُسے یاد آیا تو استادہ سلام پھیرا اُسکی نماز کا کیا حکم ہی **جواب** کھڑے ہوکر سلام نہ پھیرنا چاہیے کیونکہ شرعا کھڑے
ہوکر سلام پھیرنا بدعت ہی بلکہ بیٹھے اور سلام پھیرے جیسا کہ بحر الرائق مین ہی اور اگر کھڑے ہوکر سلام پھیر لیا تو
نماز صحیح ہو جائیگی دہرانے کی ضرورت نہین ہے درمختار مین ہی ان قعد فی الرابعۃ مثلا قدر التشہد ثم قام
عاد وسلم ولو سلم قائما صح اگر چوتھی رکعت مین بقدر تشہد مثلا بیٹھا پھر کھڑا ہو گیا تو پھر بیٹھے اور سلام پھیرے اور کھڑے ہی
ہونے کی حالت مین سلام پھیر دیا تو بھی نماز صحیح ہوگی اور برجندی شارح مختصر لکھتے ہین ولو سلم قائما لما ہو جائز
لکن لا ینبغی ان یسلم قائما اگر کھڑے ہوکر سلام پھیر دیا تو نماز جائز ہی لیکن کھڑے ہوکر سلام نہ پھیرنا چاہیے **سوال**
قعدۂ اولی مین اگر تشہد کے بعد درود پڑھا تو سجدہ سہو لازم آے گا یا نہین **جواب** لازم آئیگا حاشیۂ
طحطاوی مین ہی ذکر فی البدائع انہ یجب علیہ السہو عندہ وعندہما لا یجب لانہ لو وجب لوجب لجبر النقصان
ولا یعقل نقصان فی الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووجہ قول الامام انہ لا یجب السہو بالصلوۃ
علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم بل بتاخیر الفرض وہو القیام الا ان التاخیر حصل بالصلوۃ وفی القہستانی
علی الروضۃ وبقول الصاحبین افتی اہل زماننا وفی المحیط یستحب محمد السہو لاجل الصلوۃ علی النبی صلے
اللہ علیہ وسلم ونعم ما قال رحمہ اللہ رحمہ لکن فی المضمرات ان الفتوی علی قول الامام بدائع مین
ہی کہ اُسپر امام صاحب کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہی اور صاحبین کے نزدیک واجب نہین ہی کیونکہ اگر سجدۂ
سہو واجب ہوتا تو نقصان کے پورا کرنے کے لیے واجب ہوتا اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود
بھیجنے سے نماز مین کوئی نقصان متصور نہین ہی اور امام صاحب کے قول کی وجہ یہ ہے کہ سجدۂ سہو درود
بھیجنے کی وجہ سے لازم نہین آتا بلکہ تاخیر کی بدولت لازم آتا ہے یہ ضرور ہی کہ تاخیر درود کی وجہ سے ہوئی اور قہستانی
مین روضہ سے نقل کیا ہی کہ ہمارے زمانے کے لوگون نے صاحبین کے قول پر فتوے دیا ہی اور محیط مین ہے

امام محمدؒ نے درود کی وجہ سے سجدۂ سہو کے وجوب کو برا جانا ہی خدا اُنکی روح کو خوش رکھے اُنھوں نے کیا ہی عمدہ بات کہی ہی لیکن مضمرات میں یہ ہی کہ فتوے امام صاحب کے قول پر ہی **سوال** عیدین کی نماز میں سہواً تکبیرات عیدین کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے یا نہیں **جواب** لازم آتا ہی مختصر القدوری میں ہے وسجود السھو تلزم اذا زاد فی صلوتہ فعلا من جنسھا لیس منھا او ترک قراءۃ فاتحۃ الکتاب والقنوت او التشھد او تکبیرات العیدین اور سجدۂ سہو اُسوقت لازم آتا ہی جب نماز میں کوئی چیز جنس نماز سے زائد کیجے جو وہان پر نہیں ہی یا قرأت فاتحہ یا قنوت یا تشہد یا تکبیرات عیدین چھوٹ جائین۔ اور عالمگیری میں ہی ومنھا تکبیرات العیدین قال فی البدائع اذا ترکھا او نقص منھا او زاد علیھا او اتی بھا فی غیر موضعھا فانہ یجب علیہ سجود السھو کذا فی البحر الرائق ویستوی فی الزیادۃ والنقصان القلیل والکثیر فقد روی عن الحسنؒ عن ابی حنیفۃؓ اذا سھی الامام عن تکبیرۃ واحدۃ فی صلوۃ العید یسجد للسھو کذا فی الذخیرۃ اور اُن میں سے تکبیرات عیدین ہین بدایع میں ہی جب کوئی تکبیرات عیدین کو ترک کردے یا کچھ کم تکبیرین کہے یا زیادہ کرے یا غیر محل میں تکبیرین کہے تو سجدۂ سہو واجب ہی جیساکہ بحر الرائق میں ہی اور زیادتی و کمی میں تھوڑا اور بہت مساوی ہی حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہی کہ جب امام عید کی نماز میں ایک تکبیر بھول جاے تو سجدۂ سہو کرے جیساکہ ذخیرہ میں ہی۔ اور فتاوی قاضی خان میں ہی ولو سھی عن تکبیرات العید یلزمہ السھو اور جو عید کی تکبیرین بھول جاے اُسپر سجدۂ سہو لازم ہی اور تنویر الابصار میں ہے والسھو فی صلوۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء سہو عید اور جمعہ اور فرض اور نفل سب نمازون مین مساوی حکم رکھتا ہی **سوال** سہواً تکبیر قنوت چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہی یا نہیں **جواب** نہیں بحر الرائق میں ہی ذکر فی الظھیریۃ انہ لو ترک تکبیرۃ القنوت فانہ لا روایۃ لھذا وقیل یجب سجود السھو اعتبارا بتکبیرات العید وقیل لا تجب انتھی وینبغی ترجیح عدم الوجوب لانہ لا اصل ولا دلیل علیہ بخلاف تکبیرات العید فان دلیل الوجوب المواظبۃ مع قولہ تعالیٰ اذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات ظہیریہ میں ہی اگر قنوت کی تکبیر چھوٹ گئی تو اسکو متعلق کوئی روایت نہیں ہی بعضونکے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہی جیساکہ تکبیرات عیدین اور بعضون کے نزدیک واجب نہیں ہے انتھی اور عدم وجوب کو ترجیح دینا چاہئے کیونکہ وجوب پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے برخلاف تکبیرات عید کے کہ وہان دلیل وجوب مواظبت اور اذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات (مقررہ ایام مین خدا کا ذکر کرو) ہیں **سوال** سجدۂ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہونا چاہیے یا سلام کی سجدۂ سہو کے لیے ضرورت نہیں ہی **جواب** سجدۂ سہو کے لیے پہلے سلام مسنون ہی

اور اگر بغیر پہلے سلام پھیرے ہوے بھی سجدۂ سہو کرلیا تو جائز ہی مختصر القدوری مین ہی سجود السہو سنۃ فی
رواية الحسنؒ واجب عند غيره وهو يلزم في الزيادة والنقصان بعد السلام عندنا ولو سجد قبل السلام
يجوز عندنا ولا اعادة عليه سجدۂ سہو حسنؒ کی روایت مین سنت ہے اور ان کے علاوہ دوسرون کے خیال
مین واجب ہے اور وہ کمی یا زیادتی کی وجہ سے سلام کے بعد لازم آتا ہے اور اگر قبل سلام سجدہ
کیا تو بھی جائز ہی **سوال** اگر مسافر نے عمدا چار رکعتین دو قعدون سے پڑہین تو اسکی نماز کا کیا حکم ہے اور وہ
گنہگار ہوگا یا نہین **جواب** پہلی دو رکعتین فرض ہوجائینگی اور باقی دو نفل اور وہ گنہگار ہوگا شرح نقایہ
مین ہی لو اتم مسافر اربعا وقعد القعدة الاولى قدر التشهد تم فرضه وهو الركعتان اساء لتاخير السلام
قصدا وما زاد على فرضه نفل اگر مسافر نے چارون رکعتین پڑہین اور قعدۂ اولی مین بقدر تشہد بیٹھا تو فرض
یعنے دو رکعتین صحیح ہین اور وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اُس نے قصدا سلام مین تاخیر کی اور باقی دو رکعتین نفل ہین
**سوال** مسافر کا سفر کب تمام ہوتا ہی **جواب** جبکہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ کے اقامت کی نیت کرلے
ہدایہ مین ہی ولا يزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة في بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر مسافر سفر کے
حکم مین رہیگا جب تک کہ کسی شہر یا قریہ مین پندرہ دن یا اس سے زائد کی اقامت کی نیت نکرے **سوال**
مسافر نے اگر کہین نیت اقامت کی پھر وہان سے کوچ کیا تو کتنی مسافت سفر معتبر ہی **جواب** تین دن کی
رسائل ارکان مین ہی الحد الشرعي للسفر عندنا ثلثة ايام فاذا اراد ان يسير من موضع اقامته الى موضع آخر
بينه وبين موضع الاقامة مسيرة ثلثة ايام يصير مسافرا حنفیہ کے نزدیک سفر کی شرعی حد تین دن ہین
تو جب موضع اقامت سے دوسری جگہ جانیکا قصد کرے اور اُس جگہ اور موضع اقامت کے درمیان مین تین
دن کی راہ ہو تو وہ مسافر ہو جائیگا **سوال** مسافر اگر مقیم کی اقتدا کرے تو چار رکعت کی نیت کرے یا دو رکعت
کی **جواب** بہتر ہے کہ بے تعیین رکعات کے محض فرض کی نیت کرے جیسا کہ برجندی مین ہی اور اگر نیت کرے
تو دو رکعت کی نیت کرے جامع الرموز مین ہے لو اراد نية العدد نوى ركعتين اور اگر عدد رکعات کی نیت
کرنا چاہے تو دو رکعت کی نیت کرے **سوال** مغرب اور وتر کے بعد جو نفلین پڑھی جاتی ہین وہ بیٹھکے پڑھی
جائین یا کھڑے ہوکر **جواب** نفل نماز کا کھڑے ہوکر پڑھنا زائد ثواب رکھتا ہی اور بیٹھکے پڑھنا بھی بے کراہت
جائز ہی اور وتر کے بعد والی دو رکعتین بیٹھکے پڑھنا چاہیے **سوال** اگر ایک شخص نے ایک قرآن شریف تراویح
مین ختم کیا تو باقی رمضان مین تراویح پڑھے یا نہین **جواب** نفس تراویح کے سنت ہونے مین اختلاف ہی

بعض نفس تراویح کو سنت نہین سمجھتے ہین بلکہ بتبعیت ختم قرآن سنت جانتے ہین اور بعض نفس تراویح کو الگ
سنت کہتے ہین اور قرارت یا سماعت قرآن کو الگ الگ سنت کہتے ہین پس فرقہ اولی کی رائے کے موافق ایک
ختم قرآن کے بعد سنیت تراویح باقی نہین رہتی اور فرقہ ثانیہ کی رائے کے موافق ختم قرآن کے بعد ایک سنت
ادا ہوئی اور تراویح کا آخر رمضان تک سنت ہونا باقی رہا عالمگیری وغیرہ نے فرقہ ثانیہ کی رائے کو اصح لکھا ہی **سوال** تراویح
مین ختم قرآن کے وقت تین بار قل ہو اللہ پڑھنا مستحسن ہی یا نہین **جواب** مستحسن ہی شرح منیہ مین ہی قراءۃ قل ھو اللہ احد
ثلث مرات عند ختم القرآن لم یستحسنہا بعض المشائخ وقال الفقیہ ابو اللیث ھذا شیئ استحسنہ اھل القرآن وایمۃ الامصار
فلا باس الا ان یکون الختم فی المکتوبۃ فلا یزیدہ علی مرۃ قل ہو اللہ احد ختم قرآن کے وقت تین مرتبہ پڑھنے کو بعض مشائخ نے
مستحسن نہین سمجھا ہی اور فقیہ ابو اللیث نے کہا ہی کہ اسے اہل قرآن اور ایمۂ امصار نے مستحسن جانا ہی تو اس مین کچھ حرج نہین
البتہ فرض نماز مین ایک مرتبہ سے زائد نہ پڑھنا چاہیے اور اسی کتاب مین دوسری جگہ ہی یکرہ تکرار قرأۃ السورۃ
فی الفرض ولا یکرہ تکرار السورۃ فی التطوع لان باب النفل وسیع کسی سورہ کو نماز فرض مین مکرر پڑھنا مکروہ
ہی اور نفل مین تکرار سورہ مکروہ نہین ہی کیونکہ باب نفل وسیع ہی **سوال** بسم اللہ جو سورۂ نمل مین ہے جزو قرآن
ہے اگر کسی حافظ نے اُسکے سوا تراویح مین بسم اللہ نہ پڑھی تو ختم قرآن کامل ہوا یا نہین - **جواب** ختم قرآن
کامل نہین ہوا کیونکہ بسم اللہ ایک آیت ہی جو ہر سورہ کے شروع مین جدا کرنے کے لیے مکرر رکھی گئی ہی پس ختم قرآن
کے وقت تراویح مین ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھنا ضروری ہی اگر اسے ترک کیا تو ختم قرآن مین قصور ہی تنویر المناظرین
بزبان فارسی لکھا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی حنفیہ کا مذہب یہ ہی کہ بسم اللہ ایک آیت ہی جو فصل سور کے لیے مکرر کی گئی
ہے چونکہ قرآن مین ایک سو چودہ سورتین اور ایک آیت ہے پس ختم قرآن مین ایک بار بسم اللہ کہنا ضروری
ہی جس سورہ کے شروع مین چاہے کہے اور بسم اللہ ہر سورہ کا جزو نہین ہی جیسا کہ شافعیہ کہتے ہین کہ بسم اللہ
سوائے سورۂ برأت کے ہر سورہ کے شروع کی ایک آیت ہی پس گویا قرآن مین بسم اللہ ایکسو تیرہ آیتین ہین
اگر کسی ایک جگہ بسم اللہ نہ کہی تو اُس نے ختم قرآن کو ترک کیا **سوال** تراویح مین ہر چار رکعت کے بعد جسے
ترویحہ کہتے ہین کتنا آرام لینا چاہیے **جواب** ایک ترویحہ کے بقدر آرام لینا مستحب ہی اس مین چاہے تسبیح پڑھے
یا قرآن یا درود یا نفل پڑھے چاہے چپ بیٹھا رہے اور کوئی خاص دعا منقول نہین ہی شیخ محدث دہلوی
ما ثبت من السنۃ مین تحریر فرماتے ہین - المستحب ان یجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحۃ وکذا بین الخامسۃ والوتر وھو المروی
عن ابی حنیفۃ وھو المروی عن السلف واھل الحرمین وکانوا مجمعین علی ذلک اما اھل مکۃ فانھم یطوفون

اسبوعا واھل المدینۃ یصلون اربعا وکذا اھل کل بلد من بلاد المسلمین ثم ھو المخیار ان شاء سبح او ھلل او صلے او قرأ القرآن او سکت ولو ترک الاستراحۃ بین کل ترویحتین فقیل لا باس بہ وقیل لا یستحب لانہ یخالف اھل الحرمین الشریفین زادھا اللہ شرفا ولو استراح مقدار اربع رکعات بقراءۃ معتدلۃ دون قدرما صلے الترویحۃ تکفی ان شاء اللہ تعالیٰ ونرجو من اللہ القبول مستحب یہ ہی کہ ہر دو ترویحون کے بیچ مین ایک ترویحہ کے بقدر بیٹھے اور اسی طرح پانچوین ترویحے اور وتر کے بیچ مین بھی بیٹھے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے اور ایسا ہی سلف اور اہل حرمین سے ثابت ہے سب کا اس پر اجماع ہے اہل مکہ اس مین سات بار طواف کرتے ہین اور اہل مدینہ چار رکعتین پڑھتے ہین اور ایسے ہی ہر شہر کے مسلمان پھر مصلی کو اختیار ہے چاہے تسبیح اور تہلیل کرے چاہے نماز یا قرآن پڑھے چاہے چپ رہے اور اگر استراحت کو ترک کیا تو بعضون کے نزدیک کچھ حرج نہین ہے اور بعضون کے نزدیک خلاف استحباب ہے کیونکہ اس مین اہل حرمین کی مخالفت ہے اور اگر بقدر چار رکعتون کے بقرأت معتدلہ نہ بقدر قرأت تراویح استراحت کی تو کافی ہی انشاء اللہ تعالیٰ اور ہم اللہ سے قبول کرنے کی امید رکھتے ہین **سوال** حنفیہ تراویح کی بیس رکعتین وتر کے علاوہ پڑھتے ہین اور حدیث صحیح مین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان مین کبھی گیارہ رکعت سے زیادہ نہین پڑھتے تھے پس بیس رکعت کی کون سند ہی **جواب** حضرت صدیقہ رضی کی روایت نماز تہجد پر محمول ہی کہ رمضان اور غیر رمضان مین یکسان تھی اور غالبا گیارہ رکعتین مع وتر ہین اور اس حمل پر دلیل یہ ہی کہ اس حدیث کے راوی ابوسلمہ رح ہین جو اس حدیث کے تتمہ مین کہتے ہین قالت عائشۃ رض فقلت یا رسول اللہ تنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کذا رواہ البخاری ومسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مین نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر پڑھنے کو قبل آرام فرماتی ہین آپنے فرمایا ای عائشہ رض میری آنکھین سوتی ہین اور قلب نہین سوتا اسکو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہی۔ اور اس زمانے کے عرف مین تراویح کو قیام رمضان کہتے تھے اور صحاح ستہ مین بروایت صحیحہ مرفوعا الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم تعین عدد قیام رمضان کی تصریح نہین ہی فقط اتنا ہی ہی قالت عائشۃ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یجتہد فی رمضان ما لا یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان مین اتنی زحمت برداشت کرتے تہ کہ کسی اور مہینہ مین نہین برداشت کرتے تھے اسکو مسلم نے روایت کیا ہے لیکن مصنف

ابن ابی شیبہ او رسنن بیہقی میں بروایت ابن عباس وارد ہی کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان
فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر وروی البیہقی فی سننہ باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون
علی عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ حضور سرورکائنات علیہ السلام والصلوۃ
رمضان میں بلا جماعت بیس رکعتیں پڑھتے اور وتر پڑھتے بیہقی نے سنن میں باسناد صحیح سائب بن یزید سے
نقل کیا ہی کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے **سوال** شارح حموی قول
اشباہ وقنت الامام فی الفجر اور امام فجر میں قنوت پڑھتا تھا کے ذیل میں لکھتے ہیں اقول ینبغی ان یکون ذلک
قبل الرکوع فی الرکعۃ الثانیۃ ویکبر میں کہتا ہوں کہ یہ رکعت ثانیہ میں رکوع کی پہلے ہونا چاہیے اوسکی لیے تکبیر کہنا چاہیے پس قابل دریافت
یہ امر ہے کہ تکبیر ہاتھ اُٹھا کے کہی جائے یا بے ہاتھ اُٹھائے ہوئے **جواب** تکبیر قنوت میں رفع یدین کو فقہا سنت
لکھتے ہیں تنویر الابصار میں ہے ولا یسن رفع یدیہ الا فی تکبیرۃ افتتاح وقنوت وعید رفع یدین صرف تکبیر
افتتاح اور قنوت اور عیدین میں سنت ہی۔ مگر وقوع نازلہ کے وقت کہ بعض فقہا نے قنوت پڑھنے کو فجر میں جائز رکھا
ہی جیساکہ اشباہ وغیرہ میں ہی یہ ثابت نہیں ہوا کہ اس قنوت کے تکبیر کے وقت ہاتھ اُٹھا تا تھا بلکہ اکثر حدیثوں سے
اتنا ہی ثابت ہوتا ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم رکوع کر کے تسمیع وتحمید کے بعد قنوت پڑھتے تھے اور تکبیر کا
ذکر بھی نہیں آیا ہے بخاری میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان
یدعو علی احد اویدعو لاحد قنت بعد الرکوع فربما قال اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اللھم انج
الولید بن الولید حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کو دعا یا بددعا دینا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے
بس بسا اوقات جب سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہتے تو فرماتے اللھم انج الولید بن الولید اے اللہ ولید بن
ولید کو نجات دے۔ اور ابو داؤد نے ابن عباس سے روایت کی ہے قال قنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم شہرا متتابعا فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء وصلوۃ الصبح اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فی الرکعۃ
الاخیرۃ یدعو علی احیاء من بنی سلیم حضور سرورکائنات علیہ السلام والصلوۃ نے ایک ماہ کامل ظہر عصر مغرب عشا فجر
کی آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد بعض قبائل بنی سلیم کو بددعا دیتے ہوئے قنوت پڑھا **سوال**
اگر کسی کو جنون ہو تو نماز ساقط ہو جائے گی یا نہیں **جواب** اگر جنون ممتد ہو اور ایک شبانہ روز سے زائد رہتا
ہی تو اوس کے ذمے سے نماز ساقط ہو جائے گی منار میں ہی وحد الامتداد فی الصلوۃ ان یزید علی یوم ولیلۃ وفی
الصوم باستغراق الشہر وفی الزکوۃ باستغراق الحول نماز میں حد امتداد یہ ہی کہ ایک دن اور رات سے زائد ہو

اور روزہ مین یہ ہے کہ پورا مہینہ رہے اور زکوٰۃ مین پورا سال **سوال** اگر کوئی شخص رکوع اور سجدہ پر قادر نہین ہے
اور کوئی چیز اٹھا کر اُسکی پیشانی کے پاس لیجائین اور وہ اُسپر سجدہ کرے تو سجدہ ادا ہوگا یا نہین **جواب** اگر اُسنے
اپنے سر کو جنبش دی اور ادنیٰ جھکاؤ متحقق ہو گیا تو سجدہ ادا ہوگا ورنہ نہین محمود بن الیاس نے شرح نقایہ مین
لکھا ہے ولا یرفع الیہ شئ للسجود علیہ فان فعل ذلک وھو یخفض راسہ للرکوع والسجود جاز بالایماء لا بوضع
الراس علی ذلک الشئ وان لم یخفض راسہ لکن یوضع شئ علی جبھتہ لم یجز اُسکے جانب کوئی چیز سجدہ کرنے کو نہ اٹھائی
جاے اگر ایسا کیا گیا اور وہ اپنے سر کو رکوع و سجود کے لیے جھکاتا ہے تو جائز ہے ایما کی وجہ سے نہ اُس چیز پر سر رکھنے
کی وجہ سے اور اگر ایسا نہین بلکہ وہ چیز اُسکی پیشانی سے لگا دی جاتی ہے تو نہین جائز ہے **سوال** اگر عذر کیوجہ
سے مقام سجدہ پر تکیہ رکھکے اُسپر سجدہ کرے تو جائز ہے یا نہین **جواب** جائز ہے کفایہ مین ہے ولو وضع بین یدیہ
وسائد فالصق جبہتہ علیہا ووجد ادنی الانحناء جاز ذلک من الایماء والا فلا اگر اُسکے سامنے تکیے رکھدیے گئے
اور اُس نے اپنی پیشانی اُن سے ملا دی اور معمولی جھکاؤ پایا گیا تو یہ جھکاؤ کی وجہ سے جائز ہے ورنہ نہین۔ اور
شرح نقایہ مین ہے فان کانت الوسادۃ موضوعۃ علی الارض وھو یسجد علیہا جاز اگر تکیہ زمین پر رکھا ہے اور وہ تکیہ
پر سجدہ کر رہا ہے تو جائز ہے **سوال** اگر کوئی شخص مر گیا اور اُسپر نماز اور روزے ہین تو اُنکا کفارہ کیا ہے **جواب**
ہر نماز کے عوض نصف صاع گیہون دے اور فرض و واجب اس مین یکسان ہین اور ایک روزہ کا حکم ایک
نماز کا ہے پس اگر میت نے کفارہ ادا کرنے کی وصیت کی ہے تو ثلث مال سے ادا کرنا واجب ہے اور اگر وصیت
نہین کی اور بعض ورثہ نے تبرعًا و احسانًا کفارہ ادا کیا تو بھی جائز ہے حمادیہ مین ہے واذا مات وعلیہ صلوات
فائتۃ واوصی بان یعطی کفارۃ صلوتہ یعطی بکل صلوۃ نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم یوم نصف صاع وانما
یعطی من ثلث مالہ اگر کوئی شخص مرا اور اُسکے ذمہ نمازین تھین اور اُس نے کفارہ دینے کی وصیت کی تھی تو اُسکی
طرف سے ہر نماز کے عوض مین نصف صاع گیہون اور ہر وتر کے عوض مین نصف صاع گیہون اور ہر روزے
کے عوض مین نصف صاع گیہون دیے جائین گے لیکن ثلث مال سے۔ اور فتاوی عالمگیری مین ہے وان
لم یوص لو ثلثہ و تبرع بعض الورثۃ یجوز اور اگر اُس نے وصیت نہین کی اور بعض ورثہ نے کفارہ تبرعًا
ادا کیا تو جائز ہے **سوال** کفارۂ صوم و صلوٰۃ کو مسجد اور سڑک اور پل وغیرہ کے بنانے مین کہ ان مین تملیک
متصدق علیہ نہین ہے صرف کرنا جائز ہے یا نہین **جواب** ابو المکارم کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے
و صاحب برہان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ نا جائز ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام صدقات

اور کفارات مین متصدق علیہ کی تملیک شرط ہی ابو المکارم نے لکھا ہی اجاز لہ اباحۃ فی الکفارات کلہا والضابطۃ ان کل ما ورد بلفظ الایتاء والاداء شرط فیہ التملیک وما ورد بلفظ الاطعام یشترط فیہ الاباحۃ وعند الشافعی یشترط التملیک فی الکل تمام کفارات مین صرف اباحت کافی ہی اور کلیہ قاعدہ یہ ہی کہ جہان کہین ایتاء اور اداء کا لفظ آیا ہی وہان تملیک کافی ہی اور جہان اطعام کا لفظ آیا ہی وہان اباحت شرط ہی اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تملیک سب مین شرط ہی اور صاحب برہان انما الصدقات کی شرح مین لکھتے ہین انما للحصر فیقتضی قصر جنس الصدقات علی الاصناف المعدودۃ واختصاصہا بہم کانہ قیل انما ھی لہم لا لغیرھم انما حصر کے لیے ہے اور اسکا مقتضی یہ ہی کہ جنس صدقات مختلف صنف مین منحصر ہون اور وہ سب ان لوگون کے ساتھ خاص ہون گویا کہ یون کہا گیا ہے کہ یہ سب قسمین انھین لوگون کے لیے ہین دوسرون کے لیے نہین ہین - اور تفسیر احمدی مین ہے ھذہ الآیۃ فی بیان مصارف الزکوۃ لان المراد من الصدقات المفروضۃ منہا وھی الزکوۃ وقد جعلہا اللہ تعالی فی الآیۃ ثمانیۃ مذکورۃ مع الترتیب وحصرہا بکلمۃ انما یہ آیت مصارف زکوۃ کے بیان مین ہی کیونکہ صدقات سے مراد صدقات مفروضہ ہین اور وہ زکوۃ ہی مصرف اللہ تعالی نے آیت مین آٹھ بتائے ہین جو بالترتیب مذکور ہین اور کلمہ انما حصر کو ظاہر کر رہا ہے - **سوال** ولایت اسلام نہونیکی وجہ سے اس دیار مین جس عالم متورع پر لوگ اعتماد کرین وہ اقامت جمعہ اور خطبہ مین قاضی کا حکم رکھتا ہی یا نہین **جواب** رکھتا ہی صاحب بحر الرائق نے خلاصہ سے نقل کیا ہی الی صمیمات ولم یبلغ الخلیفۃ موتہ حتی مضت بہم جمع فان صلی بہم خلیفۃ المیت او صاحب الشرط او القاضی اجزاہم ولو اجتمعت العامۃ علی تقدیم رجل لم یامرہ القاضی ولا خلیفۃ المیت لم یجز ولم یکن جمعۃ ولو لم یکن ثمہ قاض ولا خلیفۃ المیت فاجتمع العامۃ علی تقدیم رجل جاز للضرورۃ اگر کسی شہر کا والی مرگیا اور خلیفہ کو اسکی موت کی خبر نہین پہونچی یہانتک کہ جمعہ آگیا تو اگر ان لوگون کے ساتھ خلیفۂ میت یا کوتوال شہر یا قاضی نے نماز پڑھی ہے تو درست ہی ورنہ اگر عوام نے مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بنا لیا اور قاضی اور خلیفۂ میت مین سے کسی نے اسے حکم نہین دیا تو نماز درست نہوگی اور جمعہ ادا نہوگا اور اگر خلیفۂ میت اور قاضی بھی نہو تو عوام جس شخص پر اتفاق کرلین اسکے پیچھے نماز جمعہ ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگی - اور در مختار مین ہی ونصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمہم فیجوز للضرورۃ عوام کا کسی کو خطیب بنا لینا اگر مذکورین مین سے کوئی موجود ہو تو غیر معتبر ہی ورنہ ضرورت کی وجہ سے جائز ہی اور عالمگیری مین ہے لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز کذا فی التہذیب اگر امام سے اجازت لینا دشوار ہی اور لوگون نے کسی شخص پر اتفاق کرلیا اور اس کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ لی تو جائز ہی

ایسا ہی تہذیب مین ہی **سوال** مفتاح الصلوۃ مین لکھا ہی کہ جمعہ مین اسقاط فرض ظہر کی نماز جمعہ کی وجہ سے نیت کرے ورنہ فرض نماز ادا نہوگی یہ درست ہی یا نہین **جواب** کتب معتبرہ کے خلاف ہی صاحب درمختار نے صحت جمعہ کے لیے سات اور وجوب کے لیے نو شرطین لکھی ہین اور نیت اسقاط ظہر کا تذکرہ نہین کیا ہو اور نہ متون مین اس شرط کا پتہ ہی **سوال** جمعہ ایک شہر مین کئی جگہ جائز ہی یا نہین **جواب** امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ سے اس مین مختلف روایتین منقول ہین (۱) ایک ہی جگہ درست ہی شمنی نے شرح نقایہ مین لکھا ہو عن ابی حنیفۃ لایجوز فی اکثر من موضع واحد لان الجمعۃ من اعلام الدین لایجوز تقلیل جماعتہا و فی جوازھا فی مکانین تقلیلھا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جمعہ ایک جگہ سے زائد ناجائز ہے کیونکہ یہ اعلام دین مین سے ہے اس لیے اس مین تقلیل جماعت ناجائز ہے اور اگر دو جگہ جائز کردیا گیا تو ظاہر ہے کہ تقلیل جماعت لازم آتی ہے (۲) دو جگہ بھی جائز ہے شمنی نے شرح نقایہ مین لکھا ہے عن ابی حنیفۃ وصاحبیہ یجوز فی موضعین لاغیر امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ سے مروی ہی کہ دو جگہون مین جائز ہو اس سے زائد مین نہین (۳) دو جگہ درست ہی بشرطیکہ اس شہر مین کوئی نہر فاصل ہو عن ابی یوسف انہ یجوز فی موضعین اذا کان المصر کبیرا او حال بین الخطبتین نہر کبغداد امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ جمعہ دو جگہ جائز ہی اگر شہر بڑا ہو یا بیچ مین نہر ہو جیسے نہر بغداد (۴) تین جگہون تک درست ہی اور یہ امام محمد رحمہ اللہ کی روایت ہی جسکو شارح نقایہ نے نقل کیا ہی (۵) مواضع کثیرہ مین درست ہی اسکو امام سرخسی اور دوسرے اماموں نے امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ سے نقل کیا ہی اسی پر فتوی ہی اور فقہا نے اسکو اصح اور صحیح لکھا ہی درر الحکام شرح غرر الاحکام مین ہی جازت الجمعۃ فی مواضع من المصر وھو قول ابی حنیفۃ رض ومحمد رح وھو الاصح لان فی الاجتماع فی موضع واحد فی مدینۃ کبیرۃ حرجا بینا جمعہ ایک شہر مین متعدد جگہ جائز ہی اور یہ امام ابو حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کا قول ہی اور یہی اصح ہی کیونکہ بڑے شہر مین سب کا ایک جگہ جمع ہونا بہت دشوار ہے اور ذخیرۃ العقبیٰ مین ہی والصحیح من قول الاعظم الروایۃ ان یودی فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ امام اعظم کا صحیح قول یہ ہی کہ نماز جمعہ ایک شہر مین متعدد مواضع مین ادا کی جاسکتی ہی ۔ در برہان شرح مواہب الرحمن مین ہی وتعددھا ای الجمعۃ فی مواضع کثیرۃ فی مصر واحد جائز عند ابی حنیفۃ قال السرخسی فی الصحیح من مذھبہ وبہ قال محمد اور تعدد جمعہ ایک شہر مین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہو سرخسی نے کہا ہی کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے صحیح مذہب پر ہی اور امام محمد رحمہ اللہ بھی اسکے قائل ہین اور صاحب بحر الرائق نے امام سرخسی سے نقل کیا ہو ان الصحیح من مذھب ابی حنیفۃ جواز

اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین واکثر وبه ناخذ لاطلاق لا جمعة الا فی مصر شرط المصر فقط امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا صحیح مذہب یہ ہی کہ ایک شہر کی دو مسجدون یا زائد مین اقامت جمعہ درست ہی اور ہم اسی سے اخذ کرتے ہین کیونکہ لا جمعة الا فی مصر مطلق ہی صرف مصر کی شرط ہی۔ اور در مختار مین ہی وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب وعلیه الفتوی اور ایک شہر مین نماز جمعہ بہت سی جگہ درست ہی مطلقا بر مذہب امام ابو حنیفہ اور اسی پر فتوی ہی۔ اور طحطاوی نے حاشیہ مین مطلقا کے تحت مین لکھا ہی سواء کان هناك ضرورة اولا فصل بین جانبی البلد نهر ام لا چاہی ضرورت ہو یا نہ ہو اور چاہے شہر کو نہر دو حصون پر منقسم کرتی ہو نہ کرتی ہو **سوال** غیر عربی زبان مین خطبہ پڑھنا اور خطبہ مین اشعار پڑھنا جائز ہی یا نہین اور ایسے خطبہ سے جمعہ کی نماز مین نقصان لازم آتا ہی یا نہین **جواب** غیر عربی زبان مین خطبہ پڑھنا فارسی ہو یا کوئی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بلا عذر جائز ہے لیکن خلاف افضل ہی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک درست نہین ہی در مختار مین ہی وشرطا عجزه صاحبین رحمہما اللہ نے عجز کی شرط لگائی ہی محدث دہلوی شرح سفر السعادت مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی افضل یہ ہی کہ خطبہ عربی زبان مین ہو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک غیر عربی مین بھی جائز ہی اور بعضون کے نزدیک فارسی کے سوا کسی غیر عربی زبان مین خطبہ جائز نہین ہی عینی شرح ہدایہ مین ہی والخطبة یوم الجمعة والتشهد ای قراءة التحیات فی القعدات علی هذا الاختلاف یعنی یجوز عند ابی حنیفة خلافا لهما خطبہ جمعہ اور تشہد یعنی قرأت التحیات مین یہی اختلاف ہی یعنے امام صاحب کے نزدیک دوسری زبانون مین جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین لیکن خطبہ ایسی نظم مین جو کذب اور مبالغہ اور سرود اور غنا سے خالی ہو لا باس بہ ہی کیونکہ جن اشعار مین مواعظ اور کتاب وحدیث کے مضامین ہون اور کذب ومبالغہ اور سرود وغنا سے خالی ہون وہ مستثنے ہین لیکن سنت متوارثہ کے مخالفت کی وجہ سے کراہت تنزیہی سے خالی نہین ہی دار قطنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے هو کلام فحسنه حسن وقبیحه قبیح شعر بھی ایک کلام ہے اگر اچھا ہو تو اچھا اور اگر برا ہو تو برا ہے۔ صاحب نصاب الاحتساب نے اس کو حرام لکھا ہی هل للمذکر ان یقرأ علی المنبر دوبیتی کما اعتاده مذکر زماننا ام لا الجواب فی الحدیث من اشراط الساعة ان توضع الاخیار وترفع الاشرار وان تقرأ المثناة هی التی بالفارسیة دوبیتی من المعاصر کیا خطیب منبر پر دوبیتی (رباعی) پڑھ سکتا ہی جیسا کہ فی زماننا خطیبون کی عادت ہے اسکا جواب یہ ہی حدیث مین ہی علامات قیامت مین سے یہ ہی کہ نیک لوگ رکھے رہین اور بد لوگ بلند ہو جائین اور مثناة پڑھی جائے صحاح مین ہے

کہ ثمناۃ کو فارسی مین دو بیتی کہتے ہین - بہرحال اگر خطبۂ منظوم مین اوصاف مذکورہ پائے جائین توجمعہ کی نماز مین
نقصان لازم نہین آتا سوال اگر پہلے خطبہ مین خلفاے راشدین کا ذکر ہو تو کیا حکم ہو جواب بہتر یہ ہے کہ
پہلے خطبہ مین تسبیح وتہلیل تحمید وقراءۃ قرآن اور درود اور دوسرے خطبہ مین مومنین صالحین اور خلفاے راشدین
اور صحابہ کرام اور حضرت حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جاوے کہ یہی علماے مشرق ومغرب کا معمول
بہ ہو اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن جسکو مسلمان اچھا
سمجھین وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہو - اور اگر پہلے خطبہ مین خلفاے اربعہ کا ذکر کردیا تو اس سے نماز مین کوئی نقصان
نہین آتا رسائل الارکان مین ہو وینبغی ان یدعو للمسلمین ویبدأ بذکر الخلفاء الراشدین ومدحھم والدعاء لھم
لان الرحمۃ تنزل بذکر الصالحین ویرجی قبول الدعاء للمسلمین ببرکۃ ذکرھم وھو المتوارث من وقت التابعین
الی الآن ولم ینکر ذلک احد فھو امر مندوب قریب الی السنۃ للاجماع الفعلی علی ذلک وھو من شعار الدین
فلا یترک خطبہ مین مسلمانون کیلیے دعا کرنا چاہیے اور خلفاے راشدین کا ذکر اور انکی مدح اور اون کے لیے دعا کرنا چاہیے کیونکہ
صالحین کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہو اور انکے ذکر کی برکت سے مسلمانون کے حق مین بھی دعا کے قبول ہونے کی امید ہو
اور یہ تابعین کے وقت سے اب تک جاری ہو کسی نے اسکا انکار نہین کیا تو یہ امر مندوب قریب بسنت ہو اجماع فعلی کی
وجہ سے جو شعار دین مین سے ہو بس ترک نہ کیا جائیگا اور عالمگیری مین ہو وذکر الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم مستحسن بذلک
جری التوارث کذا فی التجنیس خلفاے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر مستحسن ہو اسی پر عملدرآمد ہو ایسا ہی تجنیس مین ہے
سوال مؤذن کے اذان ختم کرتے تک جو خطیب ممبر پر بیٹھتا ہو اگر اسے ترک کرے تو گنہگار ہوگا یا نہین جواب
جلسہ مذکورہ مسنون ہو ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہو کان النبی صلے اللہ علیہ
وسلم یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبر حتی یفرغ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا دو خطبے پڑھتے
تھے اور جب منبر پر چڑھتے تو بیٹھے رہتے یہانتک کہ موذن فراغت پاتا - اور سنت موکدہ کا ترک مکروہ تحریمی ہے -
سوال دونون خطبون کے بیچ مین بیٹھکے دعا کرنا رفع یدین کے ساتھ ہو یا بلا رفع یدین دل سے ہو یا زبان
سے جائز ہو یا نہین جواب اگر دو خطبون کے بیچ مین بیٹھتے وقت دل سے دعا ہو اور زبان کو حرکت نہو
تو مباح ہو ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین کیف یدعو وھو مامور بالانصات اجیب لیس من شرط
الدعاء التلفظ بہ بل استحضارہ بقلبہ کاف خطیب دعا کیونکر کرسکتا ہے کیونکہ اُسے تو حالت جلوس مین
خاموش رہنے کا حکم ہو اسکا جواب یہ ہو کہ دعا کے لیے تلفظ ضروری نہین ہو بلکہ دعا کو صرف قلب مین لانا کافی

ہے اور اگر دعا تلفظ کے ساتھ زبان سے ہو عام اس سے کہ برفع یدین ہو یا بلا رفع یدین خطبون کے بیچ مین ممنوع ہے حدیث سے اتنا ہی ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم خطبون کے درمیان ایک لحظہ سے زائد نہ بیٹھتے اور اس جلسہ مین آپ سے کوئی دعا ثابت نہین ہوئی مشکوۃ شریف مین ہے عن ابن عمر قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یخطب ثم یجلس ولا یتکلم ثم یقوم فیخطب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ خطبہ پڑھتے تھے پھر بیٹھتے تھے اور کوئی بات نہین کرتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے اور خطبہ پڑھتے تھے ورہی امام ابوحنیفہ ومحمد رحمہما اللہ کا مذہب ہے کہ مطلق ذکر جو کچھ ہو جلسہ بین الخطبتین مین مکروہ ہے حافظ الدین ابوالبرکات نسفی نے کافی شرح وافی مین لکھا ہے ذکر ان الکلام غیر مقصود حال الخطبۃ عند ابی حنیفۃ حتی یکرہ الکلام عندہ فی حال الجلسۃ بین الخطبتین لاطلاق الحدیث کراہت کلام حالت خطبہ مین مقصود نہین ہے یہان تک کہ حالت جلوس مین کلام انکے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ حدیث مطلق ہے اور برجندی شرح مختصر مین ہے والمراد بالکلام مطلق الکلام سواء کان امرا بالمعروف او غیرہ وسواء کان ذکرا او قرآنا او غیرہما انتہی وقال الزیلعی فی شرح الکنز وعند محمد لایباح لہ اصلا انتہی وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام کذا فی الحلبی علی شرح الوقایۃ وھذا الکلام من غیر فصل اور کلام سے مطلق کلام مراد ہے خواہ وہ امر بالمعروف ہو یا اور کچھ اور خواہ ذکر ہو یا قرآن یا اور کچھ اور زیلعی نے شرح کنز مین کہا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کلام بالکل مباح نہین ہے انتہی اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب امام خطبہ کے لیے روانہ ہو اسوقت سے نہ نماز درست ہے نہ کلام اور ابن ہمام کہتے ہین کہ ابوبکر بن شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ یہ حضرات خروج امام کے بعد صلوۃ اور کلام کو مکروہ جانتے تھے اور صحابی کا قول حجت ہے اور اُسکی تقلید ہمپر واجب ہے۔ اور جو حدیث صحیح مسلم مین بروایت ابوموسی اشعری مروی ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت سے نماز ختم کرنے کے وقت تک کے بیچ مین ایک ساعت دعا کے قبول ہونے کی ہے۔ اُس مین بحث ہے محققین علما کے نزدیک ابوموسی اشعری کی حدیث سے زائد قوی وہ حدیث ہے جو عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ ساعات جمعہ مین سے آخر ساعت ساعت اجابت ہے اور اس ساعت کے تعیین مین پچاس حدیثون تک مروی ہین **سوال** خطبہ مین اللہم اعز الاسلام کہتے وقت منبر سے نیچے آنا اور اللہم انصر کہتے وقت اوپر چڑھنا جائز ہے یا نہین **جواب** بعض العلما خطبہ کے کہتے وقت نیچے آنا یا اوپر چڑھنا کتب فقہیہ مین نظر مین نہین آیا اور

بظاہر اسکے جواز کی کوئی وجہ بھی نہین ہی **سوال** سلطان وقت کے لیے عدل و احسان کی دعا کرنا جائز ہی یا نہین
**جواب** جائز ہی جیسا کہ قہستانی مین ہی **سوال** عیدگاہ مین جو غالباً صحرا مین ہوتی ہی عیدین کی نماز کا کیا
حکم ہی **جواب** حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کی عادت سے یہ بات تھی کہ عیدین کی نماز کے لیے آپ
مصلے کی طرف تشریف لیجاتے جو مدینہ منورہ کے غربی جانب ایک مقام ہی اسکے اور مسجد نبوی کے درمیان مین
ہزار گز کا فاصلہ ہی جیسا کہ ابن حجر نے لکھا ہی اور کبھی آپنے مسجد شریف مین عید کی نماز نہین پڑھی مگر ایک بار
بارش کی وجہ سے آپ نے مسجد شریف مین نماز پڑھی تھی جیسا کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ سے مروی ہی باوجو مسجد شریف
کی بزرگی کے آپ کا یہان نماز نہ پڑھنا اور وہان تشریف لیجانا بتاتا ہے کہ مصلے مین عیدین کی نماز پڑھنا افضل ہے
بعض کہتے ہین کہ حضور کے زمانے مین مسجد چھوٹی اور آبادی بہت تھی اس لیے آپ نے عیدین کی نماز مسجد مین
نہین پڑھی اور اب چونکہ مسجد نبوی وسیع اور آبادی کو کافی ہی لہذا اہل مدینہ اُسی مین نماز پڑھتے ہین اور اہل مکہ
پہلے ہی سے عادی ہین کہ مسجد مین نماز پڑھین اور صحرا مین نہ جائین اور اب تک اسپر ثابت قدم ہین جیسا کہ مولانا
عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے بعض تصانیف مین لکھا ہے اور شارح ابن ہمام کہتے ہین کہ مصلے مین عیدین کی
نماز پڑھنا سنت ہی اور شارح صراط مستقیم نے کہا ہی کہ ایک شہر مین کئی جگہ عید کی نماز پڑھنا جائز ہی **سوال** امراکو
اپنے گھر مین عیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہین۔ **جواب** درصورت تحقق شروط ادا عیدین کی نماز گھر مین پڑھی
جاسکتی ہی شہر اور جماعت کا ہونا ضروری ہی اور جماعت مین امام کے علاوہ کم سے کم تین آدمی کا ہونا ضروری
ہے اور اذن عام لینے جہان عیدین کی نماز پڑھی جاے وہان آنے سے نمازی روکے نہ جائین جیسا کہ برجندی
شرح مختصر مین اور شروط ادا ے نماز عید مین مسجد نہین ہے مگر جو فضیلت مسجد کی جماعت کو ہے وہ گھر کی
جماعت کو حاصل نہین جیسا کہ کفایہ شرح ہدایہ مین ہے اور برجندی شرح مختصر مین لکھتے ہین
فلو اغلق السلطان او نائبہ ابواب منزلہ او لم یاذن بالدخول فیہ وصلے فیہ باھلہ و
عسکرہ لا یجوز یعنی پس اگر بادشاہ نے اپنے مکان کے دروازے بند کر لیے یا اندر آنے کی ممانعت
کردی اور مکان مین اہل وعیال اور لشکر سمیت نماز پڑھ لی تو جائز نہو گی اور رسائل الارکان مین
ہے لو اغلق الامام باب حصنہ وصلے مع رفقائہ لم یجز اگر امام نے قلعہ کا دروازہ
بند کر کے اپنے رفقا سمیت نماز پڑھ لی تو جائز نہو گی **سوال** (۱) بعضے علما فرماتے ہین کہ حضور
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے کا ہے سینہ پر اور گا ہے زیر ناف نماز مین ہاتھ باندھے ہین اور

آپ کا رفع یدین کرنا اور آمین بالجہر کہنا بھی ثابت ہے پھر بعضے علما ان افعال سے کیون منع کرتے
ہین اور کیون کہتے ہین کہ یہ طریقہ وہابی اور شافعیہ اور دوسرے فرقون کا ہے اور کیا وجہ ہے کہ
حنفیہ کے نزدیک ان اعمال کا ذکر کرنا جائز نہین ہوا اور دوسرے ایمہ کے یہان مسنون ٹھہرا
آیا یہ اعمال زمانہ نبوی مین پائے گئے ہین یا نہین اور اگر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان
افعال کو کیا اور زمانہ نبوی مین اسکا ہونا ثابت ہے تو پھر ایمہ اور علما باہم کیون مختلف ہوے کہ کوئی سنیت
وجواز کا قائل ہوا اور کوئی ترک وممنوعیت کا فتوی دینے لگا وجہ اختلاف علما سے آگاہی بخشی جاے اور
ہم لوگ عوام حنفیہ جو فہم اصول شرعیہ کی قدرت نہین رکھتے ایسے حال مین کیا کرین اور جو لوگ رفع یدین
اور آمین بالجہر کہتے ہین اور سینے پر ہاتھ باندھتے ہین اُنکو گمراہ اور مرتد اور کافر کہنا اور اُن پر لعن کرنا روا
ہے یا نہین (۲) جو لوگ شافعی یا مالکی یا حنبلی ہون اور نماز مین رفع یدین اور آمین بالجہر اور دیگر امور
مذہب حنفیہ کے خلاف کرتے ہون تو حنفی المذہب کو انکی اقتدا درست ہے یا نہین اور ایسے لوگون کے پیچھے
ہم حنفیون کو مستمرا یا احیانا نماز پڑھنا درست ہے یا نہین۔ **جواب** (۱) زمانہ نبوی مین مسائل جزئیہ
مدون اور مدلل اور متفرع دلائل وبراہین پر نہ تھے بلکہ صحابۂ کرام کا عمل محض حضور سرور عالم صلے اللہ
علیہ وسلم کے قول وفعل پر تھا مثلاً ایک صحابی نے آپ کو ایک وقت وضو مین جمیع اعضاے وضو کو ایک ایک
بار دھوتے دیکھا اُسپر اُنھون نے عمل کیا اور دوسرے صحابی نے دوسرے وقت دو دو بار ہر عضو کو دھوتے
دیکھا اُنھون نے اُس کو اختیار کر لیا اور تیسرے صحابی سے کسی وقت آپکو تین تین بار اعضاے وضو کو
دھوتے دیکھا اُسپر عامل ہوے علی ہذا کیفیت اداے نماز مین بھی صحابہ کا عمل مختلف رہا ہے اور روایتین
بھی مختلف ہوئین مثلاً ایک صحابی نے آپ کو رفع یدین کرتے دیکھا اُسکو مسنون خیال کیا اور دوسرے
نے اُسکا ترک دیکھا وہ عدم رفع کی سنیت کے قائل ہوے یہی کیفیت اختلاف صحابہ کی احادیث قولیہ مین
ہوئی مثلاً ایک صحابی نے ایک وقت مین کسی مسئلہ کا حکم آپ سے پوچھا آپ نے جس وقت کی مصلحت
کے لحاظ سے اُن کو جواب دیا اُنھون نے اُسپر عمل کیا اور اپنی سماع کی روایت کی دوسرے صحابی نے دوسرے وقت
اُسی مسئلہ کا حکم دریافت کیا اور آپ نے چونکہ وہ حکم منسوخ ہو چکا تھا دوسرے طور پر جواب دیا اُنھون نے
اُس قول پر عمل کیا اور اسی کی روایت کی پھر وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب صحابۂ کرام رضوان اللہ
علیہم اطراف وبلاد مین متفرق ہوگئے۔ اور افتا اور قضا کے مباشر ہوے تو جس شہر مین جو صحابی پہونچے وہان

اُنھون نے اپنی سماع و رویت کے موافق حکم کیا اور فتوی دیا اور جب کبھی صحابہ نے بین الاحادیث تعارض پایا یا حدیث مسموع اور اپنے استنباط مین تعارض پایا تو جس جانب ثبوت کا ظن غالب ہوا اُس پر عمل کیا۔ اس وجہ سے بعض احادیث کو متروک العمل کر دیا اور بعض پر عمل لازم سمجھا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب ازواج مطہرات سے یہ سن لیا کہ جنب کو بحالت جنابت صبح کرنا مفسد صوم نہین ہے تو اپنے مذہب سابق سے رجوع کیا۔ اور حدیث مسموعہ سابق کو متروک العمل کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث مروی فاطمہ بنت قیس کو بخصوص عدم وجوب نفقہ و سکنی مطلقہ ثلثہ کے بوجہ مخالفت نص قرآنی کے مردود کر دیا اور بعضی حدیثین جو کسی صحابی کو نہ پہونچی تھین اور واقعہ جدیدہ کے درپیش ہونے کی وجہ سے حاجت پڑی اور تلاش کے بعد دوسری صحابی سے سنا تو اُسپر عمل کر لیا اور باوجود خود کمال جلالت رکھتے تھے اور کثرت سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت مین بیٹھے تھے احادیث کو اپنے علم پر مقصور نہ کیا جیسا کہ بخصوص نصیب جدہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کا قول محمد بن مسلمہ کی تصدیق کی وجہ سے قبول فرمایا اور حسب روایت اُنکی جدہ کو سدس مال دیا اور جن صحابہ کو حدیثین نہین پہونچین وہ اُسپر عمل کرنے سے معذور رہے اور اپنے استنباط پر فتوے دیتے رہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عورتون کو نہانے مین سب بالون کے کھولنے کا اور اُن کے نیچے پانی پہونچانیکا حکم دیا کرتے تھے اس وجہ سے کہ جس روایت سے یہ ثابت ہے کہ عورتین نہانے مین چوٹیان نہ کھولین وہ اُن تک نہین پہونچی چنانچہ اسکو سنکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انکار فرمایا تھا جیسا کہ صحیح مسلم مین مروی ہے اس قسم کے اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بہت تھے اور یہی اختلاف صحابہ منجر باختلاف تابعین ہوا اور اختلاف تابعین منجر باختلاف تبع تابعین ہوا اور بوجہ وقوع کثرت اختلاف اور وقائع کے تدوین کتب اور ترتیب ابواب فقہیہ اور تفریع مسائل علے الادلہ کی نوبت پہونچی اور ہر مجتہد نے بقدر وسعت اپنے اصول و قواعد تطبیق بین الاحادیث المختلفۃ والآثار المتعارضۃ کے لیے قائم کیے اور جسکو جتنی حدیثین پہونچین اُنپر عمل کیا اور اُسی سے امور غیر منصوصہ کا استنباط کرتے اور فتوے دیتے رہے اسی اختلاف کی وجہ سے زمانہ سلف مین کسی امام اور مجتہد خاص کی تقلید معمول نہ تھی عامی کو اختیار تھا کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کو زمانے مین جس عالم سے چاہے مسائل شرعیہ دریافت کر کے عمل کرے کوئی اُسپر انکار نہین کرتا تھا اور اسکی وجہ

یہی تھی کہ ایمہ مجتہدین کا یہ اختلاف صحابہ کے اختلاف پر مبنی تھا اور حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میرے اصحاب ستارون کے مانند ہین تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پاجاوٗگے۔ پس کسی صحابی کی اقتدا اہتدا سے خالی نہین ہوسکتے لہذا زمانہ سلف مین تقلید کے لیے کسی خاص امام کی تخصیص نہ تھی اور نہ ایمہ کا اختلاف باعث الزام ہوسکتا تھا کیونکہ ہر شخص آثار صحابہ کا مقتدی تھا مگر مجتہدین کا زمانہ گذر جانے کے بعد علما اور صلحا کا اس بات پر اتفاق ہوگیا کہ اہل سنت کے مذہب کا انحصار ایمہ اربعہ پر ہے اور فی زماننا یہی چار مذہب شایع ہین اور جو مسائل ان مین اختلافی ہین وہ بے دلیل نہین ہین بلکہ اُن مین سے ہر ایک کے دلائل موجود ہین اور ان ایمہ اربعہ مین سے ہر ایک آثار صحابہ اور احادیث نبویہ کا متبع ہے پس چارون مقتدی اور مہتدی ہوے کسی پر طعن اور تشنیع جائز نہین ہے چونکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک رفع یدین اور آمین بالجہر کی ترجیح ثابت نہین ہوئی بلکہ بعض صحابہ کی وساطت سے عدم رفع یدین اور اخفاے آمین کا ثبوت پہونچا لہذا امام صاحب نے ترک رفع یدین اور آمین بالجہر کا حکم دیا دوسرے ایمہ کو آثار صحابہ و احادیث نبویہ مثبتہ رفع یدین و آمین بالجہر بہ صحیحین اور قوی معلوم ہوئین وہ لوگ اُسکی سنت ہونے کے قائل ہوے اب اس امر مین علما کی رائین مختلف ہین کہ ایک امام خاص کی تقلید شخصی واجب ہے یا نہین اس مین دو قول ہین وجوب اور ضلالت اور ہر ایک ان دو فریق سے اپنے اپنے اثبات مدعا کیلیے اولہ شتی قائم کرتا ہے اور اس امر مین بکثرت رسائل تصنیف کیے گئے ہین سائلین سوال ہذا کو جو عامی اور اصول شرعیہ سے ناواقف ہین لازم ہے کہ اس منازعت سے الگ رہین اور جسطرح پہلے سے کتب متداولہ حنفیہ کے مسائل پر عامل ہین اب بھی عامل رہین رفع یدین اور آمین بالجہر کے جھگڑے مین نہ پڑین رہا یہ کہ ہاتھ کہان پر باندھے جائین اس مین خود حنفیہ مختلف ہین اور اکثر محققین کی تحقیق کے موافق اس بارے مین وسعت ہے چاہے زیر ناف ہاتھ باندھے چاہے بالائے صدر یا زیر صدر باقی جو لوگ آمین بالجہر اور رفع یدین کرین اُن پر لعن وطعن کرنا اور [illegible] مرتد کہنا ہرگز جائز نہین ہے اس امر مین سائلین سوال کو بہت احتیاط کرنا چاہیے کیونکہ خود زمانہ صحابہ مین یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا اکثر صحابہ رفع یدین کرتے تھے اور بعضے صحابہ نہین کرتے تھے اسی طرح آمین بالجہر مین بھی طرق صحابہ مختلف مروی ہین مگر ایک دوسرے پر طعن ولعن نہین کرتے تھے نہ بُرا جانتے تھے یہ منازعت اس زمانہ مین کم علمی اور غلبۂ جہل کی وجہ سے واقع ہوئی ہے

کہ لوگ زمانۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور زمانۂ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات سے واقف نہین ہین اللھم احفظنا من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا اے اللہ ہمکو نفسون کے شرون اور اعمالون کی برائیون سے بچا۔ (۲۲) اس مسئلہ مین علماے مذاہب اربعہ مختلف ہین اور بعض علمانے لکھا ہے کہ اس مسئلہ مین مذاہب اربعہ کے اختلافات کا حاصل چند اقوال کی طرف راجع ہے ؎۱ مطلقا جواز اقتدا چاہے امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے یا نکرے ؎۲ جواز اقتدا بشرطیکہ مقتدی یہ نہ جانے کہ امام طہارت ونماز مین کسی ایسے فعل کا مباشر ہوا ہے جو مقتدی کے مذہب مین مفسد نماز ہے ؎۳ جواز اقتدا۔ بشرطیکہ امام اُن امور کی رعایت کرے جو مقتدی کے مذہب مین رعایت کے قابل ہین ؎۴ عدم جواز اقتدا اگر امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہو ؎۵ جواز اقتدا مع کراہت تنزیہی منجملہ اُن اقوال کے قول اول محقق ومختار محققین ہے جیسا کہ ایقاظ النیام مین بعبارت فارسی تحریر ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔ قول اول جواز اقتدا بمخالف علی الاطلاق مطلقا چاہے امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے یا نہ کرے اور اس قول مین امام کے مذہب کی رعایت کا اعتبار ہے نہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کا اور ہر مذہب کے محققین کی جماعت اسی کی قائل ہے اور یہی مذہب منصور اور یہی میرے نزدیک بھی مختار ہے۔ اور بھی اسی کتاب مین ہے جو لوگ حنفیہ مین سے مطلقا جواز کے قائل ہین وہ بھی بہت ہین شیخ محی الدین بن یوسف حنفی رومی اپنے رسالہ مین جو اُنھون نے مخالف کی اقتدا مین لکھا ہے لکھتے ہین کہ شیخ ابو بکر رازی اسی قول کی طرف گئے ہین اور ابن ہمام نے اپنے شیخ سراج الدین سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی قول ابو بکر رازی کے معتقد تھے یہان تک کہ اُنھون نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ مخالف کی اقتدا سے نماز فاسد ہوتی ہے اور بعض فضلانے شیخ ابو بکر رازی کے قول کو ترجیح دی ہے انتہی مختصرا اور شاہ ولی اللہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف مین لکھتے ہین قد کان فی الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من یقرأ البسملۃ ومنھم من لا یقرأھا ومنھم من یجھر بھا ومنھم من لا یجھر بھا ومنھم من کان یقنت فی الفجر ومنھم من لا یقنت فی الفجر ومنھم من یتوضأ فی الحجامۃ والرعاف والقیٔ ومنھم من لا یتوضأ من ذلک ومنھم من یتوضأ من مس الذکر ومن لمس النساء بشھوۃ ومنھم من لا یتوضأ من ذلک ومنھم من یتوضأ مما مسہ النار ومنھم من لا یتوضأ من ذلک ومع ھذا فکان

بعضہم یصلی خلف بعض مثل ما کان ابو حنیفۃ واصحابہ والشافعی وغیرہم رضی اللہ عنہم یصلون خلف ائمۃ المدینۃ من المالکیۃ وغیرہم وان کانوا لا یقرأون البسملۃ لا سرا ولا جہرا وصلی الرشید اماما وقد احتجم فصلی الامام ابو یوسف خلفہ ولم یعد وکان افتاہ الامام مالک بانہ لا وضوء علیہ وکان الامام احمد بن حنبل یری الوضوء من الرعاف والحجامۃ فقیل لہ فان کان الامام قد خرج منہ الدم ولم یتوضأ ہل تصلی خلفہ فقال کیف لا اصلی خلف الامام مالک وسعید بن المسیب صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اُن کے بعد کے لوگوں میں سے بعض تو بسم اللہ پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے اور بعض زور سے پڑھتے تھے اور بعض آہستہ سے بعض نماز فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے بعض پچھنے لگوانے اور قے آنے اور ناک سے خون آنے کی وجہ سے وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے اور بعض ذکر اور حالت شہوت میں عورت کو چھونے کی وجہ سے وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے اور بعض آگ پر پکائی ہوئی چیزون کے کھانے کو نواقض وضو میں شمار کرتے تھے اور بعض نہیں شمار کرتے تھے پھر بھی نماز میں ایک دوسرے کی اقتدا کرتے تھے مثلاً امام ابو حنیفہ اور اُن کے اصحاب اور امام شافعی رضی اللہ عنہم وغیرہ کہ یہ لوگ مالکی ایمہ کے پیچھے نماز پڑھنے میں کچھ باک نہیں کرتے تھے باوجودیکہ اُن کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا ہی نہ چاہیے نہ زور سے نہ چپکے سے ہارون رشید نے امام مالک رحمہ اللہ کے فتوے کے بنا پر پچھنے لگانے کے بعد بے جدید وضو کیے ہوے امامت کی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اُن کی اقتدا کی اور نماز کا اعادہ نہیں کیا امام احمد حنبل رحمہ اللہ ناک سے خون آنے اور پچھنے کی وجہ سے وضو کو ضروری سمجھتے تھے تو اُن سے پوچھا گیا اگر امام کے خون نکلے اور وضو نہ کرے تو کیا اُسکے پیچھے نماز پڑھ لین گے انھون نے جواب دیا کیا مین امام مالک اور سعید بن المسیب رحمہما اللہ (جو پچھنون سے وضو کو لازمی نہیں سمجھتے ہین) کے پیچھے نماز نہ پڑھون گا۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حنفیہ کو شافعیہ مالکیہ حنبلیہ کی اقتدا کرنا مطلقاً جائز ہے اور امام کا رفع یدین کرنا یا آمین بالجہر کہنا مقتدی کی نماز کو فاسد نہ کرے گا نہ یہ مانع جواز اقتدا ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو خالق العرش علی الفرش المدعو بمحمد بخش السہسرامی غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ۔ دونون جواب صحیح ہین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

سوال ایک روز عید کے دن ایک مسجد مین سنی اور روافض دونون جمع ہوے پہلے روافض نے عید

کی نماز پڑھی پھر اہل تسنن نے اپنی جماعت سے عید کی نماز پڑھی تو اہل تسنن کی نماز ہوئی یا نہین
اور ایک مسجد مین دو مرتبہ عید کی نماز جائز ہے یا نہین **جواب** ظاہر عبارات فقہیہ سے معلوم ہوتا
ہے کہ تعدد نماز عید مطلقا جائز ہے ایک موضع مین ہو یا دو موضع مین جیسا کہ طحطاوی حواشی
مراقی الفلاح مین لکھتے ہین لوقدر بعد ما لفوات مع الامام علے ادراکھا مع غیرہ فعل
للاتفاق علے جواز تعددھا اگر امام عیدین کے پیچھے کسی کو نماز نہ ملے اور دوسرے کے ساتھ نماز
پڑھ لینے کا موقع ملگیا تو پڑھ لے کیونکہ تعدد نماز عید بالاتفاق جائز ہے - بس صورت مسئولہ مین
اہل تسنن کی نماز ہو گئی - **سوال** جو شخص جمعہ کے دن فرض کے بعد چار رکعت آخری ظہر
اس نیت سے پڑھے کہ یہ چار رکعتین بھی فرض ہین اور جو کوئی اس کے پڑھنے کو یا فرض جاننے
کو منع کرے تو اُسے گدھا اور گمراہ اور لامذہب کہے تو وہ گنہگار ہوگا یا نہین **جواب** اس
باب مین فقہا مختلف ہین فقہا کی ایک جماعت اداے فرض جمعہ کے بعد چار رکعت کو بہ نیت
آخر ظہر ادرکت ولم اصل بعد احتیاطا مستحسن لکھتے ہین اس لیے کہ مصر کی تعریف مین حنفیہ
کے نزدیک شرائط وجوب جمعہ سے ہے بہت اختلاف ہوا ہے اور بعض شہر بعض تعریف
کے موافق شہر نہین ٹھہرتے اور نیز اس وجہ سے کہ ایک شہر مین تعدد جمعہ مین اختلاف ہے
اگرچہ صحیح جواز تعدد ہے خزانۃ الروایات مین ہے - فی الکافی ثم فی کل موضع وقع الشك
فی جواز الجمعۃ لوقوع الشك فی المصر اوغیرہ واقام اھلہ الجمعۃ ینبغی ان یصلوا بعد الجمعۃ
اربع رکعات وینووا بھا الظھر حتے لولم یقع الجمعۃ موقعھا خرج من عھدۃ فرض الوقت بیقین
کافی مین ہے کہ جہان کہین مصر ہونے یا شرائط جمعہ مین سے کسی اور کے پائے جانے مین شبہ ہونے
کی بدولت جواز جمعہ مین شک ہو وہان جمعہ کے بعد لوگون کو اگر وہ نماز جمعہ پڑھین چار رکعت بنیت
ظہر پڑھنا چاہیین تاکہ اگر جمعہ نہ ہوا ہو تو فرض وقتی اُنکے ذمے سے ساقط ہو جاے - اور ردالمحتار مین
ہے ھو الاحتیاط بمعنے الخروج عن العھدۃ بیقین لان جواز التعدد وان کان ارجح واقوی دلیلا لکن
فیہ شبھۃ قویۃ یہی احتیاط ہے بمعنے خروج عن الذمہ کے کیونکہ جواز تعدد اگرچہ دلیل کے اعتبار سے
ارجح واقوی ہے لیکن اس مین شبہات بھی قوی ہین - اور ایک جماعت ظہر ادا کرنے کو اس لیے منع
کرتی ہے کہ اس کے ادا کرنے سے عوام کو عدم فرضیت جمعہ وفرضیت ظہر کا وہم ہوگا بحر الرائق مین ہے

لیس الاحتیاط فی فعلہا مع ما لزم من فعلہا فی زماننا من المفسدۃ العظیمۃ وھو اعتقاد الجہلۃ لان الجمعۃ لیست بفرض مما
یشاھدون من صلوۃ الظہر فیظنون انہا الفرض وان الجمعۃ لیست بفرض فکان الاحتیاط فی ترکہا وعلی تقدیر
فعلہا ممن لا یخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولی ان تکون فی بیتہ خفیۃ خوفا من مفسدۃ فعلہا ظہر کے پڑھنے مین
احتیاط نہین ہے علاوہ برین ہمارے زمانے مین یہ ایک خرابی واقع ہوگئی ہے کہ جہلا جب لوگونکو
نماز جمعہ کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے دیکھتے ہین تو خیال کرتے ہین کہ جمعہ فرض نہین ہے بلکہ ظہر فرض ہے پس
آجکل ظہر کے پڑھنے مین احتیاط نہین ہے بلکہ ترک کرنے مین احتیاط ہے البتہ وہ لوگ جنکے فعل سے
اس خرابی کا اندیشہ نہوا اپنے گھر مین پوشیدہ طور پر نماز ظہر پڑھ لین کیونکہ علی الاطلاق کرنے مین
اب بھی فساد کا خوف ہے۔ ان عبارتون سے معلوم ہوا کہ جنھون نے اجازت دی ہے صرف احتیاطا
اجازت دی ہے نہ اس لحاظ سے کہ جمعہ فرض نہین اور یہ چار رکعت فرض ہین بلاد ہندوستان اور
ایسے ہی بلاد بنگالہ وغیرہ مین جمعہ کے فرض ہونے اور اُسکے ادا ہوجانے مین بمذہب صحیح کوئی شبہہ
نہین ہے مگر بوجہ وقوع خلاف کے تعریفات مصر اور تعدد جمعہ مین اگر احتیاطا یہ چار رکعت ادا کی جائین
تو کچھ حرج نہین مگر بشرطیکہ خیال اُن کی فرضیت کا اور عدم فرضیت یا عدم جواز جمعہ کا نہ آنے پائے اور
اگر خیال آسکے تو انکو نہ پڑھنا چاہیے **سوال** زید بغیر عشا کی نماز پڑھے ہوے سوگیا۔ اور مجرکو
ایسے سویرے اُٹھا کہ پہلے اُس نے عشا اور وتر کی قضا پڑھی پھر فجر کی نماز ادا کی پھر نو بجے دن کے
قریب اُس نے اپنے پائجامہ پر منی کا دھبہ دیکھا حالانکہ اُسکو احتلام یاد نہین اور یہ نہین کہہ سکتا کہ
وہ دھبہ آج ہی شب کے احتلام کا ہے یا پہلے کا ایسی صورت مین اُن نمازون کا اعادہ کیا جائیگا یا
نہین **جواب**۔ اس صورت مین یہ احتلام اُسی شب کا مانا جائیگا نہ پہلے کا اور غسل کے بعد فجر اور عشا
اور وتر کا اعادہ بہ نیت قضا واجب ہوگا اشباہ والنظائر مین ہے لو رأی فی ثوبہ نجاسۃ وقد صلی
فیہ ولا یدری متی اصابہ یعیدھا من آخر حدث احدثہ المنی باخر رقدۃ ویلزمہ الغسل فی النائمۃ
عند ابی حنیفۃ ومحمد وان لم یتذکر احتلاما ایک شخص نے اُن کپڑون مین نجاست پائے جنھین
پہنکر وہ نماز پڑھتا ہے اور اسکا علم نہین ہوا کہ یہ نجاست کب لگ گئی پس آخر حدث جو اوسے
لاحق ہوا تھا اُس کے بعد جتنی نمازین پڑھی ہین سب کا اعادہ کرے اور اگر منی ہو تو آخری مرتبہ
جب سوکر اُٹھا ہے اُس کے بعد سے نمازون کا اعادہ کرے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے

نزدیک نہائے بھی اگرچہ اُسے احتلام یاد نہو۔ **سوال** تہجد اور وتر ایک نماز ہے یا الگ الگ دو نمازین
ہین۔ **جواب** احادیث مختلفہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کا اطلاق کبھی نماز تہجد پر اور ہر
قیام لیل پر جو بعد وطاق ہو ہوتا ہے اور یہ وتر عین تہجد ہے حدیث ابی امامہ مین ہے قال کان
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوتر بتسع رکعات اخرجہ احمد والطبرانی وغیرھما ابو امامہ
نے کہا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم وتر کی نو رکعتین پڑھا کرتے تھے اس کو احمد اور طبرانی
وغیرہما نے روایت کیا ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے قال رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اوتروا بخمس او بسبع او تسع او احدی عشرۃ اخرجہ الدارقطنی وابن حبان
والحاکم بزیادۃ ولا توتروا بثلاث ولا تشبھوا بصلوۃ المغرب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے
ہین کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے وتر کی پانچ یا سات یا نو یا گیارہ رکعتین
پڑھو اسکو دارقطنی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور حاکم نے یہ اور زائد کیا ہے کہ وتر کی تین
نہ پڑھا کرو اور اُسے نماز مغرب سے مشابہ نہ بناو۔ ابن حجر عسقلانی تلخیص الحبیر تخریج احادیث شرح
الرافعی الکبیر مین لکھتے ہین رجالہ کلھم ثقات ولا یضر وقف من وقفہ انتھی وحدیث عائشۃ کان
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوتر باربع وثلاث وثنتین وثلث وثمان وثلث وعشر وثلاث اخرجہ
ابو داؤد وحدیث ام سلمۃ کان رسول اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث عشرۃ فلما کبر وضعف اوتر بسبع
اخرجہ احمد والترمذی والنسائی والحاکم وصححہ وحدیث ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اوتروا بخمس او بسبع او تسع او باحدی عشرۃ او باکثر من ذلک اخرجہ ابن حبان و
المنذری والحاکم اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہین اور جو بعضوں نے اس مین توقف کیا ہی اس سے اس
حدیث پر کچھ اثر نہین پڑسکتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ
والثنا وتر کی چار اور تین اور دو اور تین اور آٹھ اور تین اور دس اور تین رکعتین پڑھا کرتے تھے
اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات
علیہ السلام والصلوۃ وتر کی تیرہ رکعتین پڑھا کرتے تھے پس جب آپ ضعیف ہو گئے تو سات رکعتین پڑھنے
لگے اسکو احمد اور ترمذی اور نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اسکی تصحیح کی ہے اور حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وتر کی پانچ

یا سات یا نو یا گیارہ یا اس سے زیادہ رکعتین پڑھو اسکو ابن حبان اور ابن منذر اور حاکم نے روایت
کیا ہے اور ان احادیث کے نظائر کتب صحاح مین بہت ہین جن مین وتر کا اطلاق مجموع صلوۃ
تہجد پر جو معدود بعدد وتر ہو واقع ہوا ہے ابن ہمام فتح القدیر باب الوتر مین اس حدیث کے
ذکر کرنے کے بعد (انہ صلے اللہ علیہ وسلم قام بہم فی رمضان فصلے ثمان رکعات واوتر ثم
انتظروہ من القابلۃ فلم یخرج الیہم فسألوہ فقال خشیت ان یکتب علیکم الوتر اخرجہ ابن
حبان نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان مین نماز پڑھانے کھڑے ہوے تو آٹھ رکعتین پڑھین اور
وتر پڑھی پس دوسری رات کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کا انتظار کیا اور آپ تشریف نہ لائے
جب لوگون نے اسکی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا مجھے خوف تھا کہ کہین یہ نماز تمپر فرض نہ کردی
جائے اسے ابن حبان نے روایت کیا ہے) لکھتے ہین المراد مجموع صلوۃ اللیل المختتمۃ بوتر و
ذلک انہم کانوا یطلقون علے صلوۃ اللیل کذلک لان المجموع فرد وبذلک وترلا شفع مراد
مجموعہ صلوۃ لیل ہے جسکا اختتام وتر پر ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ وہ صلوۃ لیل ہے اسی طرح
وتر کا اطلاق کرتے تھے کیونکہ مجموعہ فرد ہے اور وہ وتر ہے نہ کہ شفع۔ اور کبھی وتر کا اطلاق مستقل نماز
غیر تہجد پر ہوتا ہے اور ایسی وجہ وجوب اور سنیت وتر اور استنان قنوت وتر مین ہر زمانے مین یا اکثر
عدم مین اور وتر کی رکعات کی تعین مین کہ تین رکعتین ایک سلام یا دو سلام سے ہین یا ایک
رکعت ہے اختلاف کرتے ہین انکا مورد اختلاف یہی وتر ہے جو تہجد کے علاوہ مستقل نماز ہے
اور اسکا وقت عشا کے بعد سے طلوع صبح تک ہے جیسا کہ مروی ہے ان اللہ امدکم بصلوۃ ہے
خیر لکم من حمر النعم وھی الوتر جعل اللہ لکم فیما بین صلوۃ العشاء الی ان یطلع الفجر اخرجہ احمد وابوداؤد
والترمذی وابن ماجۃ والدارقطنی والحاکم من حدیث خارجۃ مرفوعا وحدیث ابن عباس خرج
علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مستبشرا فقال ان اللہ قد زادکم صلوۃ وھی الوتر اخرجہ
الطبرانی والدارقطنی وحدیث ابی سعید مرفوعا ان اللہ زادکم صلوۃ وھی الوتر واسنادہ حسن
قال الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الہدایۃ خدا نے ایک نماز فرض کرکے تمپر احسان کیا ہے جو تمھارے
حق مین سرخ اونٹون سے زائد بہتر ہے وہ وتر کی نماز ہے جسے خدا نے تمپر نماز عشا اور طلوع فجر کے درمیان مین
فرض کیا اسکو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارقطنی اور حاکم نے خارجہ کی حدیث سے

مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے بشارت دی کہ خدا نے تمپر ایک اور نماز فرض کی ہے اور وہ وتر کی نماز ہے اسکو طبرانی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور ابو سعید نے مرفوعاً روایت کی ہے اللہ نے تمپر ایک اور نماز یعنے وتر فرض کی ہے اور اسکے اسناد حسن ہین ایساہی حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ مین کہا ہے۔ اور انھین روایتون کے مثل اور بھی روایتین ہین جن کے اسانید مین کلام ہے کما بسطہ الحافظ فی تخریج احادیث الرافعی وحدیث الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا اخرجہ ابوداؤد والحاکم وصححہ من حدیث بریدۃ مرفوعاً جیساکہ تخریج احادیث رافعی مین حافظ نے بسط سے بیان کیا ہے حدیث وتر حق ہے جس نے وتر کی نماز نہین پڑھی وہ ہم مین سے نہین ہے اسکو ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور بریدہؓ کی حدیث مرفوع سے اسکی تصحیح کی ہے۔ اور ان روایتون کے مثل صحاح ستہ کی بہت سی روایتین ہین جو اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ وتر اور تہجد مین مغایرت ہے اور وتر ایک مستقل نماز ہے واجب ہو یا سنت انھین مین سے یہ حدیث ہے کان ابوبکر یوتر ثم ینام ثم یقوم فیتہجد وعمر کان ینام قبل ان یوتر ثم یقوم ویصلے ویوتر فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لابی بکر اخذت بالحزم وقال لعمر اخذت بالقوۃ اخرجہ ابوداؤد وابن خزیمۃ والطبرانی فی الکبیر والحاکم من حدیث ابی قتادۃ وقال ابن القطان رجالہ ثقات والبزار وابن ماجۃ وابن حبان من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وتر پڑھتے پھر سوتے پھر اُٹھتے اور تہجد پڑھتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وتر پڑھنے کے قبل سوتے پھر اُٹھتے اور نماز پڑھتے اور وتر پڑھتے تو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے احتیاط کا کام کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمنے قوت اور بہادری کا کام کیا اس کو ابوداؤد اور ابن خزیمہ اور طبرانی نے کبیر مین اور حاکم نے حدیث ابوقتادہ سے روایت کیا ہے اور ابن قطان نے کہا ہے اس کے رجال ثقات ہین اور بزار اور ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر کی حدیث سے اسے روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کے شواہد اور طرق تلخیص الحبیر وغیرہ مین بسط سے مذکور ہین اور انھین مین سے یہ حدیث ہے من خاف منکم ان لا یستیقظ من اٰخر اللیل فلیوتر من اول اللیل ومن طمع منکم ان یستیقظ فلیوتر فی اٰخر اللیل فان صلوۃ اٰخر اللیل مشہودۃ وذٰلک

افضل اخرجہ مسلم واحمد من حدیث جابر مرفوعاً تم مین سے جسکو رات کے آخری حصہ مین بیدار رہنے کا خوف ہو وہ وتر پڑھکر سوئے اور جسے آخر شب مین جاگنے کی امید ہو وہ آخر شب مین وتر پڑھے کیونکہ آخر شب کی نماز مشہود ہے اور یہ افضل ہے اسکو مسلم اور احمد رحمہ اللہ نے حدیث جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور انھین مین سے یہ حدیث ہے من کل اللیل قد اوتر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اول اللیل واوسطہ واٰخرہ وانتھی وترہ الی السحر اخرجہ البخاری ومسلم وغیرھما حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ مین نماز پڑھی ہے اول حصہ مین بھی اور اوسط حصہ مین بھی اور آخر حصہ مین بھی اور آپکی وتر سحر کے وقت ختم ہوتی تھی اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اور اسیطرح احادیث قنوت وتر جو کہ سنن وغیرہ مین مروی ہین مغایرت پر دلالت کرتی ہین **سوال** تراویح اور تہجد ایک نماز ہے یا الگ الگ اور جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تراویح مع وتر اول شب مین پڑھ لی ہے تو اس کے بعد قولاً یا فعلاً تہجد کے لیے آپکا اٹھنا ثابت ہے یا نہین **جواب** آپنے تراویح دو طرح ادا کی ہے (۱) بیس رکعتین بے جماعت قال ابن عباس کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلے فی رمضان فی غیر جماعۃ عشرین رکعۃ والوتر اخرجہ ابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید والبغوی فی معجمہ والطبرانی والبیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ بے جماعت تراویح کی بیس رکعتین پڑھتے اور وتر اسکو ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور بغوی نے اپنی معجم مین اور طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے اسکی تفصیل مین نے اپنے رسالہ تحفۃ الاخیار فی احیار سنۃ سید الابرار مین اچھی طرح کی ہے۔ زیلعی نے تخریج احادیث ہدایہ مین لکھا ہے ھو معلول بابی شیبۃ ابراھیم بن عثمان جد الامام ابی بکر ابن ابی شیبۃ وھو متفق علی ضعفہ اس حدیث کی تعلیل ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کی بدولت کی گئی ہے جو امام ابوبکر بن شیبہ کے دادا ہین اور جنکے ضعف پر اتفاق ہے (۲) آٹھ رکعتین اور تین رکعت وتر با جماعت اور یہ طریقہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے تین راتون کے علاوہ کسی رات مین منقول نہین ہے اور امت پر فرض ہو جانے کے خوف سے بلحاظ شفقت آپ نے اسکا اہتمام نہین کیا عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خرج من جوف اللیل فصلے فی المسجد فصلے بصلوتہ ناس فاصبح الناس یتحدثون بذلک فاجتمع

اکثر منھم فخرج فی اللیلۃ الثانیۃ فصلوا بصلوتہ فاصبحوا الناس یذکرون فکثر اھل المسجد فی الثالثۃ فخرج فصلوا بصلوتہ فلما کانت اللیلۃ الرابعۃ عجز المسجد عن اھلہ فلم یخرج الیھم حتے خرج لصلوۃ الفجر فلما قضے الفجر اقبل علی الناس ثم تشھد فقال اما بعد فانہ لم یخف علے شانکما اللیلۃ لکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوۃ اللیل فتعجزوا عنھا اخرجہ مسلم وعن ابی ذر صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم بنا شیئا من الشھر حتی بقی سبع فقام بنا حتے ذھب ثلث اللیل فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ قام بنا حتے ذھب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلۃ فقال ان الرجل اذا صلے مع الامام حتی ینصرف حسب لہ قیام اللیلۃ فلما کانت الرابعۃ لم یقم فلما کانت الثالثۃ جمع اھلہ ونساءہ فقام بنا حتے خشینا ان یفوتنا الفلاح ای السحور اخرجہ ابوداؤد واللفظ لہ والنسائی والترمذی وغیرھم وکذلک اخرجہ النسائی من حدیث النعمان بن بشیر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم شب کو تشریف لے گئے اور مسجد مین نماز پڑھی آپ کے ساتھ اور لوگون نے بھی نماز پڑھی اور اُنھون نے اس کا ذکر دوسرون سے کیا تو دوسری رات مین آدمی زائد آئے اور آپ تشریف لے گئے پس آپ کے ساتھ سب نے نماز پڑھی پھر اسکا چرچا اور زیادہ ہوگیا یہان تک کہ چوتھی رات کو اتنا مجمع ہوا کہ سب آدمی مسجد مین نہ سما سکے اور اس شب کو آپ تشریف نہ لے گئے یہان تک کہ فجر کا وقت آگیا اور آپ فجر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد تشریف لیگئے جب فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو لوگون کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ مجھے شب کا حال معلوم ہے مگر مین اس خیال سے نہین آیا کہ کہین یہ نماز تمپر فرض نہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز رہجاؤ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہین ہم نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزہ رکھا پس آپ نے ہمارے ساتھ مہینہ بھر قیام نہ کیا حتی کہ سات دن باقی رہ گئے پس آپ نے ہمکو بلایا اور اتنا طویل قیام کیا کہ آدھی رات اُس قیام مین گذر گئی تو مینے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ اس قیام کو ہمپر نفل کر دیجیے آپ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اُس کے لیے ایک شب کا قیام لکھ جاتا ہے پھر جب چار دن رہ گئے تو آپ نے نہ قیام کیا اور جب تین دن رہ گئے تو آپ نے اہل بیت اور عورتون کو جمع کیا اور اتنا طویل قیام کیا جس سے ہم کو خوف ہوا کہ سحر جاتی رہے گی اس کو ابوداؤد اور نسائی اور ترمذی وغیرہم نے روایت

کیا ہے اور ایسی ہی روایت نعمان بن بشیر کی حدیث سے نسائی نے کی ہے۔ اور ابن حجر مکی ہیتمی شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین۔ قول بعض ائمتنا انہ صلے اللہ علیہ وسلم صلے بالناس عشرین رکعۃ لعلہ اخذہ مما فی مصنف ابن ابی شیبۃ انہ کان یصلے فی رمضان عشرین رکعۃ ومما رواہ البیہقی انہ صلے بہم عشرین رکعۃ بعشر تسلیمات لکن الروایتین ضعیفتان وفی صحیحی ابن خزیمۃ وابن حبان انہ صلے بہم ثمان رکعۃ والوتر لکن اجمع الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ ہمارے بعض ائمہ کا جو یہ قول ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیس رکعتین پڑھین شاید یہ مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان شریف مین بیس رکعتین پڑھا کرتے تھے اور بیہقی کی اس روایت سے کہ آپ نے صحابہ کے ساتھ رمضان مین بیس رکعتین دس سلامون سے پڑھین ماخوذ ہے لیکن یہ دونون روایتین ضعیف ہین اور ابن خزیمہ اور ابن حبان کی صحیحون مین ہے کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آٹھ رکعتین اور وتر پڑھی البتہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اسپر اجماع ہے کہ تراویح کی بیس ہی رکعتین ہین۔ اور ابن حجر عسقلانی تلخیص الحبیر مین یہ روایت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہین واما العدد فروی ابن حبان فی صحیحہ من حدیث جابر رضی اللہ عنہ انہ صلے بہم ثمان رکعات ثم اوتر عدد تراویح کے متعلق ابن حبان نے اپنی صحیح مین حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آٹھ رکعتین اور وتر پڑھی ہے۔ لیکن طریق اول کی روایتون مین اسکی صراحت نہین ہے کہ یہ بیس رکعتین پہلی رات مین تھین یا آخر رات مین مگر طریق دوم کی روایتین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ وہ قیام اول مرتبہ مین عشا کے بعد سے ثلث رات تک اور دوسری مرتبہ مین نصف رات تک اور تیسری مرتبہ مین سحر تک تھا اور یہ امر کہ یہ نماز تہجد کی نماز تھی یا کوئی اور نماز پس اُسکی مقدار اسکی خبر دیتی ہے کہ یہ نماز تہجد کی مغایر نہ تھی کیونکہ آٹھ رکعتین اور تین رکعت وتر آپ کے تہجد کی مقدار تھی جیساکہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے معلوم ہوتا ہے ماکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علے احدی عشر رکعۃ یصلے اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلے ثلثا اخرجہ مالک والبخاری ومسلم وغیرہم حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی گیارہ رکعتون سے زائد نہین پڑھین نہ رمضان مین اور نہ کسی اور مہینے مین پہلے چار رکعتین جنکے

جنکے حسن وطول کے متعلق کچھ نہ پوچھو پھر تین پڑھتے اسکو مالک اور بخاری ومسلم وغیرہم نے روایت
کیا ہی۔ اور علما کا اس بات مین اختلاف ہے کہ سنیت تہجد اور قیام لیل مطلق رات کی نماز سے
اگرچہ سونے سے پہلے ہو ادا ہوتی ہے یا نہین بعض کہتے ہین ادا ہوجاتی ہے جیسا کہ بحر الرائق مین
ہے روی لطبرانی مرفوعا لابد من صلوۃ بلیل ولو حلب شاۃ وما کان بعد صلوۃ العشاء فهو
من اللیل وهو یفید ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوۃ العشاء قبل النوم طرانی نے
مرفوعا روایت کی ہے کہ رات کی نماز پڑھنا ضروری ہے اگرچہ تھوڑی ہی ہو اور رات کی نماز وہ
ہے جو عشا کے بعد پڑھی جاے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت عشا کے بعد سونے کے قبل نفلین
پڑھنے سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ پس اُن کی راے کے موافق اس کے عین تہجد ہونے مین
کوئی حرج نہوگا اور بعضون نے تہجد کو سونے کے بعد مقید کیا ہے تلخیص الحبیر مین ہے قوله الرافعی
الرافعي التهجد يقع على الصلوة بعد النوم واما الصلوة قبل النوم فلا يسمى تهجدا رواه ابن
خيثمة من طريق الاعرج عن كثير عن الحجاج بن عمرو قال يحسب احدكم ان قام من الليل
يصلي حتى يصبح انه قد تهجد انما التهجد المرأ ان يصلي الصلوة بعد رقدة ثم الصلوة بعد رقدة وتلك كانت
صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم اسناده حسن وفيه ابو صالح كاتب الليث وفيه لين ورواه
الطبراني وفي اسناده ابن لهيعة تہجد کا اطلاق اُس نماز پر ہوتا ہی جو سونے کے بعد پڑھی جاے اور جو نماز سونے کے پہلے پڑھی
جائے وہ تہجد نہین کہلاتی اسکو ابن خیثمہ نے روایت کیا ہی اعرج سے اُنھون نے کثیر سے اُنھون نے حجاج بن
عمر سے اور کہا ہے کیا تم مین سے کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کوئی رات کو نماز شروع کرے اور فجر
تک پڑھتا رہے تو اُس نے تہجد پڑھی (یعنے ایسا نہین ہے) بلکہ تہجد یہ ہے کہ ایک نماز سونے کے
بعد اُٹھکر پڑھے پھر دوسرے نماز (یعنے فجر کی نماز) سونے کے بعد اُٹھکر پڑھے یہی نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی نماز تھی اس کے اسناد حسن ہین اور اسکی اسناد مین ابو صالح ہین جو لیث کے کاتب ہین اور انہین شبہہ
ہے اور اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اُن کے اسناد مین ابن لهیعہ ہین۔ پس اس تقدیر پر نماز
مذکور کو جو سونے سے پہلے پڑھی جاے تہجد مین شمار کرنا محل تامل ہوگا اور ہر حالت مین جن راتون
مین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تراویح بجماعت ادا کی تھی اُن راتون مین اس نماز کے
علاوہ آپ سے تہجد ادا کرنا مروی نہین ہے ممکن ہے کہ پہلی اور دوسری رات مین تھوڑی دیر سونے کی

بعد آپ نے نماز تہجد پڑھی ہو مگر تیسری رات مین تو تراویح ہی کو آپنے اس قدر طول دیا تھا کہ سحر کا وقت پہونچ گیا تھا۔ **سوال** اگر کسی شخص نے اس ملک کی عادت کی موافق تراویح اور وتر اول شب مین اور تہجد کی نماز آخر شب مین پڑھی تو سنت کے خلاف ہوگا یا نہین **جواب** اگرچہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے تطویل تراویح ثلث اور نصف رات بلکہ سحر تک بھی ثابت ہے اور اُن راتون مین ثبوت تہجد کا مروی نہین ہے مگر باوجود اسکے اُسکا عدم ثبوت بھی خصوصا شب اول اور دوم مین مروی نہین ہوا ہے ایسی حالت مین جو شخص تراویح اور وتر اول شب مین پڑھکے تہجد آخر شب مین پڑھے وہ مخالف سنت کہا جائیگا بلکہ اگر اول شب مین تراویح کی بیس رکعتین ادا کرکے آخر شب مین آٹھ رکعتین تہجد کی پڑھیگا تو اقتدای نبوی اور اقتدای صحابہ رض کی فضیلت کا جامع ہوگا اور اول شب مین وتر ادا کرنیکے بعد آخر شب مین تہجد ادا کرنا حضور سے او صحابہ رض سے ثابت نہین ہے **سوال** نماز وتر خصوصا تین رکعتین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکر ثابت ہین بعینہ مثل نماز مغرب کے ثابت ہین یا دو رکعتین جدا اور ایک رکعت جدا یا تینون رکعتین متصل آخر کے ایک تشہد سے اور درمیان مین تشہد حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے ثابت ہے یا نہین **جواب** وتر کی تین رکعتین اسانید معتبرہ کے ساتھ حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے تین طرح منقول ہین (۱) دو رکعتون اور تیسری رکعت کے درمیان مین فصل سلام کے ساتھ قال ابن عمر کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یفصل بین الشفع والوتر اخرجہ احمد وقواہ وابن حبان وابن السکن فی صحیحیہما والطبرانی کذا فی تلخیص الحبیر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ دو رکعتون اور ایک رکعت کے درمیان مین فصل کرتے تھے اس کو احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد اور ابن حبان اور ابن سکن نے اپنے صحیحون مین قوی کیا ہے جیسا کہ تلخیص الحبیر مین ہے (۲) تینون رکعتین ایک تشہد سے پڑھتے تھے یعنے تیسری ہی رکعت مین تشہد پڑھتے تھے قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یجلس الا فی آخرھن اخرجہ احمد والنسائی والبیہقی والحاکم ولفظ احمد کان یوتر بثلاث لا یفصل بینھن ولفظ الحاکم لا یقعد الا فی آخرھن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ وتر کی تین رکعتین پڑھتے تھے اور اُن کے آخر ہی مین نشست فرماتے تھے اس کو احمد اور نسائی

اور بیہقی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور احمد کی روایت مین ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم تین رکعتین پڑھتے اور اُن کے بیچ مین فصل نہین کرتے تھے۔ اور حاکم کی روایت
مین ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم تینون رکعتون کے ختم ہونے کے بعد قعود کرتے
تھے (۳) آپ تین رکعتین دو قعدہ اور ایک سلام کے ساتھ نماز مغرب کی طرح
پڑھتے تھے یہ روایت خود حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے بسند غیر معتبر اور صحابہ رضی اللہ
عنہم سے معتبر سندون کے ساتھ مروی ہوئی ہے تلخیص الحبیر و تخریج احادیث ہدایہ مین لکھا ہے
وتر الليل ثلث كوتر النهار صلوة المغرب اخرجه الدارقطني من طريق يحيى بن زكريا ابن
ابي الحواجب عن الاعمش عن مالك بن الحارث عن عبد الرحمن بن يزيد عن ابن مسعود
قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلم وتر الليل الخ قال الدارقطني تفرد به يحيى وهو ضعيف
وقال البيهقي الصحيح وقفه على ابن مسعود ورواه الدارقطني ايضا من حديث عائشة
رضي الله عنها وفيه اسمعيل بن مسلم المكي ضعيف رات کی وتر تین رکعتین ہین جس طرح دن کی وتر مغرب
کی نماز ہے اس کو دارقطنی نے بطریق یحیی بن زکریا ابن ابو الحواجب روایت کیا ہے اُنھون نے
اعمش سے اُنھون نے مالک بن حارث سے اُنھون نے عبد الرحمن ابن یزید سے اُنھون نے حضرت ابن مسعود
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی وتر تین رکعتین ہین جیسے دن کی وتر مغرب کی نماز ہے
دارقطنی نے کہا ہے یہ حدیث فقط یحیی نے روایت کی ہے جو ضعیف ہین بیہقی نے کہا ہے
صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث علی بن مسعود پر موقوف ہے اسے دارقطنی نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اس مین اسمعیل بن مسلم مکی ضعیف ہین۔ اور فتح القدیر
مین ہے صح عن ابن مسعود وتر الليل ثلث كوتر النهار صلوة المغرب وانما ضعفوا رفعه رات
کی وتر تین رکعتین ہین جیسے دن کی وتر نماز مغرب۔ ہے یہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے صحیح ہے البتہ اس کا مرفوع ہونا ضعیف ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

# کتاب الجنائز

**سوال**-میت کے لیے عمامہ سنت ہی یا مکروہ **جواب** اصح یہی ہی کہ مکروہ ہی چنانچہ زاہدی نے شرح قدوری مین اسکی تصریح کی ہی اور ایسا ہی درمختار مین ہی **سوال** زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم وزمانہ صحابہ وزمانۂ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین مین داہنی کروٹ میت کو لٹانا مروج تھا یا پشت پر قبلہ رو منھ کرکے اور کسپر فقہا کا اجماع ہی-**جواب** حنفیہ او شافعیہ رحمہما اللہ کے نزدیک مسنون یہی ہی کہ داہنے پہلو پر میت لٹائی جائے اور اُسکے منھ کا رخ قبلہ کی طرف کردیا جائے زمانہ نبوی سے اتبک یہی ہوتا آتا ہے ہدایہ مین ہی اذا احتضر الرجل وجہ الی القبلۃ علی شقہ الایمن اعتبارا بحال الوضع فی القبر جب آدمی قریب بمرگ ہو تو قبلہ رخ داہنی کروٹ لٹایا جائے جسطرح قبر مین رکھا جاتا ہی-اور نہایہ مین ہی الاضطجاع علی ستۃ انواع فی حالۃ المرض علی شقۃ الایمن معرضا للقبلۃ وفی حالۃ الصلوۃ وھو الاستلقاء وفی حالۃ النزع فانہ یوضع کما یوضع فی حالۃ المرض وفی حالۃ الغسل بعد ما مضی بجنبہ فلا روایۃ فیہ عن اصحابنا کیف یوضع علی التخت الا ان العرف فیہ ان یوضع مستلقیا علی قفاہ طویلا او عرضا لقبلۃ وفی حالۃ الصلوۃ علیہ معترضا علی قفاہ وفی حالۃ اللحد فانہ یوضع علی شقہ الایمن لیٹنے کے چھ طریقے ہین (۱) داہنی کروٹ سے لیٹنا حالت مرض مین (۲) استلقا یعنے حالت صلوۃ مین لیٹنا (۳) حالت نزع مین لیٹنا جس طرح حالت مرض مین لیٹتے ہین (۴) حالت غسل مین لیٹنا اس کے متعلق ہمارے اصحاب سے کوئی روایت نہین ہی مگر عام طریقہ پر پیٹھ کے بھل قبلہ کی جانب سر کرکے لٹایا جاتا ہی (۵) اُس حالت مین پیٹھ کے بھل لیٹنا جبکہ اُسپر نماز پڑھی جا رہی ہو (۶) لحد مین داہنی کروٹ لیٹنا اور ایسا ہی صاحب محیط نے لکھا ہی اور ھکذا توارث السنۃ سے موکد کیا ہی اور شیخ الاسلام بدر الدین عینی نے منحۃ السلوک شرح تحفۃ الملوک مین لکھا ہے ویضجع علی شقۃ الایمن موجہا الیہا ھکذا اجرت السنۃ قبلہ رخ داہنی کروٹ سے سوئے اور یہی سنت ہی-اور علامہ حلبی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مین لکھتے ہین یوجہ المیت الی القبلۃ فی القبر علی جنبہ الایمن ولا یلقی علی ظہرہ وقال السروجی فی شرح الہدایۃ ذکر فی کتب اصحاب الشافعی واحمد یوضع تحت راسہ لبنۃ او حجر ولم اقف علیہ من اصحابنا قبر مین میت قبلہ رخ داہنی کروٹ پر رکھی جاسے پیٹھ کے بھل نہ رکھی جاسے سروجی نے شرح ہدایہ مین کہا ہی کتب اصحاب شافعی رحمہ اللہ و احمد رحمہ اللہ مین ہی کہ اُسکے سر کے نیچے اینٹ یا پتھر رکھدیا جاسے مجھے اپنے اصحاب سے اسکے متعلق کوئی روایت نہین ملی

اور ابن ماجہ نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہو قال حضر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صبی قبل القبلۃ و استقبل استقبالا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم قبلہ کیطرف جانب لیے گئے اور قبلہ رخ کر دیے گئے۔ اور علامہ برہان الدین طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمن میں لکھتے ہین یوجہ الی القبلۃ علی جنبہ الایمن لما روی ابو داؤد ان رجلا قال یا رسول اللہ ما الکبائر قال تسع فذکر منہا استحلال البیت الحرام قبلتکم احیاء وامواتا ورواہ الحاکم فی المستدرک ایضا داہنی کروٹ پر قبلہ رخ کر دیا جائے کیونکہ ابو داؤد نے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے پوچھا کبائر کیا ہین آپ نے فرمایا نو ہین انمین سے فرمایا کہ بیت الحرام کو جو تمھارے مردون اور زندون کا قبلہ ہو حلال جان لینا اسے حاکم نے مستدرک مین بھی روایت کیا ہو۔ اور بزار اپنی مسند مین معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہین کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر مین شفاعت قرآن کے قصے مین فرمایا ہو ثم یضجعہ الملائکۃ فی القبر علی شقہ الایمن مستقبل القبلۃ پھر اسے ملائکہ قبر مین قبلہ رخ داہنے کروٹ پر سلا دیتے ہین۔ اب کلام اس مین باقی رہا کہ داہنے کروٹ پر لٹانا اور قبلہ کیطرف منھ کر دینا دونون واجب ہین یا مسنون صاحب تحفہ نے قبلہ کیطرف منھ کر دینے کو سنت لکھا ہو اور فقہا کی ظاہر عبارت اسکی وجوب پر دلالت کرتی ہو اور صاحب درمختار نے بھی اسی کی صراحت کی ہے اور یہی اصح ہے چنانچہ لفظ حدیث قبلتکم احیاء وامواتا بھی اسی پر دال ہے اور داہنی کروٹ پر لٹانا پس علماے شافعیہ نے اسکے سنت ہونے کی تصریح کی ہو اور علماے حنفیہ جیسے صاحب درمختار و صاحب نہر اور صاحب بحر الرائق بھی لفظ ینبغی لائے ہین اور محیط اور نہایہ سے بھی یہی مضمون مستفاد ہوتا ہے بلکہ اسکا استنباط ہدایہ کی عبارت سے بھی ممکن ہو اور مین نے اس مبحث کی تحقیق اپنے رسالہ رفع الستر عن کیفیۃ ادخال المیت وتوجیہہ الی القبلۃ فی القبر مین اچھی طرح کی ہو

**سوال** ایک مسلمان اور ایک کافر ایک ہی جگہ آگ مین اس طرح جل گئے کہ دونون مین کچھ تمیز باقی نہین رہی اب مسلمان کی تجہیز و تکفین کیونکر کیجاے۔ **جواب** اس صورت مین دونون کو غسل دیا جاے۔ البتہ دفن اور صلوۃ جنازہ مین اختلاف ہے غنیہ شرح منیہ مین ہو اذا اختلط موتی المسلمین وموتی الکفار فان وجدت علامۃ عمل بہا وان لم یوجد علامۃ وکان المسلمون اکثر غسل الکل وصلے علیہم وینوی المسلمین وان کان الکفار اکثر غسلوا ولم یصل علیہم وان کانوا سواء قیل یصلے علیہم وقیل لا واما الدفن فقیل یدفنون فی مقابر المسلمین وقیل فی مقابر المشرکین وقیل تتخذ لہم مقابر علحدۃ وتسوی قبورہم ولاتسنم جب مسلمانون اور کافرون کی لاشین مخلوط ہوجاوین پس اگر کوئی علامت معلوم ہوگی تو اسپر عمل کیا جائیگا ورنہ اگر مسلمان بہت ہونگے تو سب کو

غسل دینے کے سب پر نماز پڑھی جائیگی اور نیت مسلمانون کے لیے کی جائیگی اور اگر کافر بکثرت ہین تو غسل دیا جائیگا اور نماز نہ پڑھی جائیگی اور اگر مساوی ہین تو بعضون کے نزدیک نماز پڑھی جاے گی اور بعضون کے نزدیک نہ پڑھی جائیگی اسی طرح دفن مین بعضون کے نزدیک مسلمانون کے مقبرے مین دفن ہونگے اور بعضونکے نزدیک مشرکونکے مقبرے مین اور بعضونکے نزدیک انکی قبرین علیحدہ بناکر زمین کو برابر کردیجائینگی اور اونچی نہ کی جائین گی اور حلیہ شرح منیہ مین ہو ینبغی الصلوٰۃ علیہم فی احوال الثلثۃ ویقالت الائمۃ الثلثۃ وھو الوجہ تینون حالتون مین نماز پڑھنا چاہیے ائمہ ثلثہ نے ایسا ہی کہا ہو اور یہی درست ہو **سوال** ایک شخص پرانا مکان خریدکے عرصے دس گیارہ برس سے اُس مدت بود و باش رکھتا تھا مکان مذکور چونکہ نہایت بوسیدہ تھا لہذا اُسے کھود کر پھر سے بنانا چاہا چنانچہ اُسکی نیو کھدوانی اور اکثر جانب سے مکان قریب تیاری کے بھی ہوگیا اب ایک جانب کی جدید نیو جو مکان قدیم کے صحن مین پڑی ہو کہین پر مردون کی کچھ ہڈی اور کہین پہ کھوپڑی نکلی اب اب وہان پر عمارت بنوانا اور اُس مین بود و باش رکھنا جائز ہے یا نہین اور یہ تمسک حدیث جابر قال دفن مع ابی رجل فلم تطب نفسی حتی اخرجتہ فجعلتہ فی قبر علیحدۃ رواہ البخاری والنسائی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہو کہ میرے باپ اور ایک شخص یکجا دفن کیے گئے تو مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا پس مین نے اُسکی لاش کھود کر نکالی اور دوسری جگہ دفن کردی اسے بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے) اس ضرورت کی حالت مین اُن ہڈیون کو وہان سے اُٹھا کر دوسری جگہ دفن کردینا اور وہان پہ مکان بنانا جائز ہے یا نہین اور جو فتاوی عالمگیری وغیرہ مین مرقوم ہو لو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ اگر لاش پرانی اور مٹی ہوگئی تو اُس زمین مین دوسرے کو دفن کرنا اور اُسپر کھیتی کرنا اور عمارت بنانا جائز ہو۔ اسکی شرعی اصل کیا ہے اور اس صورت مین حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر رواہ الجماعۃ الا البخاری والترمذی جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہو کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو آگ پر بیٹھنا اور کپڑے کے جلنے کے بعد کھال کا جل جانا قبر پہ بیٹھنے سے بہتر ہے اسے بخاری اور ترمذی کے علاوہ سب نے روایت کیا ہے اور حدیث عمرو بن حزم (قال رآنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم متکئا علی قبر فقال لا تؤذ صاحب ھذا القبر او لا تؤذہ رواہ احمد عمرو بن حزم نے کہا ہو کہ مجھے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے ہوے دیکھکر فرمایا کہ صاحب قبر کو اذیت نہ دو یا اُسے اذیت نہ دو) اور حدیث بشیر بن الخصاصیہ (ان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا یمشی فی نعلین بین القبور فقال یا صاحب السبتیتین القهما رواہ الخمسۃ
الا الترمذی حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے ایک شخص کو جوتا پہنے قبروں کے بیچ میں سے جاتے
دیکھا تو فرمایا کہ جوتے اُتار دو اسے ترمذی کے سوا اور پانچوں نے روایت کیا ہی اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ
(قال نهى النبي صلى الله عليه وسلم ان يجصص القبر وان يقعد عليه وان يبنى عليه رواه احمد ومسلم والنسائي
وابو داؤد والترمذی وصححہ ولفظہ نهى ان يجصص القبور وان يكتب عليها وان يبنى عليها وان توطأ وفي
لفظ النسائی نهی ان یبنی علی القبر او یزاد علیہ او یجصص او یکتب علیہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے
قبر کے کھودنے اور قبر پہ بیٹھنے اور اُسپر عمارت بنانے سے منع کیا ہو اسے مسلم نسائی ابوداؤد اور ترمذی نے
روایت کیا ہے اور اسکی تصحیح کی ہے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے کھودنے
اور اُنپر لکھنے اور اُنپر عمارات بنانے اور اُنکو روندنے سے منع کیا ہے نسائی کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے حضور سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر پہ عمارت بنانے اور اُسکے کھودنے اور اُسپر لکھنے کی ممانعت فرمائی ہی) اکا کیا جواب ہے
جواب ایسی صورت میں اُن ہڈیوں کو دوسری جگہ دفن کردینا اور وہاں عمارت بنانا جائز ہے اس لیے
کہ نقل میت و اجزاے میت حقوق انسانیہ کی وجہ سے بالاتفاق درست ہی درمختار میں ہے ولا یخرج منہ
بعد اهالة التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ وغیر المالك بين اخراجه
ومساواته بالارض كما جاز زرعه والبناء عليه اذا بلى وصار ترابا اور مٹی ہٹانے کے بعد لاش نہ نکالی جاوے
مگر بوجہ حقوق انسانیہ کے مثلا زمین مغصوب ہو یا حق شفعہ میں لی گئی ہو اور مالک کو لاش نکال ڈالنے
اور قبر کو زمین کے برابر کردینے کا اختیار حاصل ہی جیسا کہ زراعت اور عمارت بنانا جائز ہے جب لاش پرانی
اور مٹی ہو گئی ہو اور ایسے ہی بحر رائق اور خزانۃ الروایات و تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے اور حکم جواز تعمیر و
زراعت وغیرہ کا مقام قبر پہ درصورتیکہ اجزاے مردہ منقلب بخاک ہو جائیں جو کتب فقہ میں مرقوم ہے اصل اُسکے
ضوابط انقلاب ماہیت ہیں کیونکہ بوجہ انقلاب ماہیت کے احکام شرعا مبدل ہو جاتے ہیں پس جبکہ اجزاے
انسانیہ باقی نرہے بلکہ مبدل بخاک ہو گئے بالضرور احکام مبدل ہو جائینگے اور وہ احادیث جن سے ممانعت
قبر پہ بیٹھنے اور ٹیک لگانے وغیرہ کی ثابت ہو وہ اُس حالت پر محمول ہیں کہ اجزاے انسانیہ موجود ہوں پس جب
اُنکا انقلاب ہو جاوے اور بالضرورت نقل کردی جائیں تو وہ مقام مثل اور مقامات کے خالی قبور سے ہو جائیگا
اور اسپر تصرفات درست ہو جائینگے سوال مرد کو تین کفن ازار و لفافہ و پیراہن اور عورت کو سواے

تین کفن کے و وزائد اوڑھنی اور سینہ بند جملہ پانچ کفن ہر کتاب سے ثابت ہین پس اسکے علاوہ جو فی زمانناعمامہ بند وغیرہ دیا کرتے ہین کیسا ہو اور مخنث کو مرد کا کفن دیا جائیگا یا عورت کا **جواب** خنثی کو عورت کا کفن دیا جائیگا اور عورتون کے واسطے جو پانچ کپڑے مسنون ہین اور مرد کے واسطے تین کپڑے اُنپر زیادتی درست نہین ہے **سوال** اس ملک کا رواج ہو کہ اہل سنت اور روافض بین غمی اور خوشی کے وقت ہر طرح کی شرکت امور دنیاوی مین رہتی ہو اور غمی مین یہہوتا ہو کہ سنی لوگ روافض کے یہان جاکر کلمات تسکین وقت ماتم پرسی کے کہتے ہین اور قبرستان تک ساتھ جاتے ہین اور صرف مٹی دینے مین شرکت رہتی ہے اور نماز غسل و تکفین وغیرہ سے کچھ واسطہ نہین علی ہذا القیاس روافض کا بھی یہی قاعدہ ہو پس یہ جائز ہے یا نہین **جواب** جو روافض غیر مرتدین و کافرین ہین اُنکے لیے جائز ہے ورنہ نہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ولا تصل علی احد منہم مات ابدا و لا تقم علی قبرہ انہم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وہم فاسقون اُن مین سے کسی پر نماز نہ پڑھو اور نہ اُنکی قبر پر کھڑے ہو اُنھون نے خدا اور اُنکے رسول کا انکار کیا اور حالت فسق مین مرے قاضی بیضاوی انوار التنزیل فی اسرار التاویل مین لکھتے ہین۔ ولا تقم علی قبرہ ولا تقف عند قبرہ للدفن او للزیارۃ اُنکی قبرون کے پاس دفن اور زیارت کے لیے نہ کھڑے ہو۔ واللہ اعلم کتبہ العبد النفیس محمد المدعو بادریس النجرامی عفا اللہ عنہ [محمد ادریس] صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] الجواب صحیح نمقہ محمد امان الحق عفی عنہ **سوال** محرم اگر حالت احرام مین مرجاے تو اسکی تکفین عامۂ اموات کی طرح کیجاے یا کسی خاص طریقہ سے اگر عامۂ اموات کی طرح کی جائے تو اس حدیث کا کیا جواب ہے کہ ایک شخص احرام کی حالت مین اونٹ پر سے گرا گرنے سے گردن ٹوٹ گئی اور مرگیا اُسپر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اغسلوہ بماء وسدر وکفنوہ فی ثوبیہ ولا تخمروا راسہ فانہ یبعث یوم القیمۃ ملبیا اُسکو سادے پانی اور بیری کے پانی سے نہلاؤ اور اُسی کے کپڑون کا کفن دو اور سر پر کچھ نہ باندھو کیونکہ یہ قیامت مین اسی طرح اُٹھے گا **جواب** ظاہر اس حدیث کا اس امر پر دال ہے کہ محرم کی تکفین عامۂ اموات کے مثل نہین ہو اور حنفیہ اسکو خصوصیت پہ محمول کرتے ہین اور حدیث اذا مات ابن آدم انقطع عملہ الا من ثلاث (جو آدمی مرتا ہو تو اسکا عمل منقطع ہوجاتا ہو مگر تین امور مین ہو استثناء کرتی ہین **سوال** والدین کی قبر چومنا جائز ہے یا نہین **جواب** حرام ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے اسکی تصریح کی ہے **سوال** پختہ قبر بنانا کیسا ہو **جواب** اولی یہہ ہے کہ خام قبر بنائی جاے اور پکی اینٹ یا لکڑی کا داخل قبر مین رکھنا مکروہ ہے اور ظاہر قبر پر نشان کے لیے رکھنی مین

کوئی حرج نہین ہے دقایہ مین ہو ویکرہ الآجر والخشب اینٹ اور لکڑی کا رکھنا مکروہ ہو۔ اور ذخیرۃ العقبے مین ہے یعنی فی داخل اللحد بدلیل ما ذکرہ فخر الاسلام فی الجامع الصغیر ولا یکرہ الآجر علی الظاہر لان النبی صلے اللہ علیہ وسلم وضع علی قبر ابی دجانۃ حجرا فقال لاعرف بہ قبر اخی یعنے لحد کے اندر کیونکہ فخر الاسلام نے جامع صغیر مین کہا ہو کہ قبر کے اوپر اینٹ کا رکھنا مکروہ نہین ہو اس لیے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی دجانہ کی قبر پر پتھر رکھکے فرمایا یہ مین نے اس لیے کیا ہو کہ اپنے بھائی کی قبر پہچان سکون **سوال** اگر قبر کھودی جاے اور اُس مین ہڈیان نکلین تو کیا کیجائین **جواب** وہین دفن کیجائین غرائب مین ہو۔ اذا حفر فوجد فیہ عظام الموتی لا یحرک العظام اگر قبر کھودی گئی اور اس مین مُردے کی ہڈیان نکلین تو انھین حرکت نہ دی جاے **سوال** نشان کیلیے قبر پر لکھنا کیسا ہو **جواب** کوئی حرج نہین ہو ذخیرۃ العقبے مین ہو قال فخر الاسلام فان احتیج الی الکتابۃ حتی لا یذھب الاثر فلا باس بہ ایضا کذا فی البنایۃ فخر الاسلام نے کہا ہو اگر نشان باقی رکھنے کے لیے قبر پر کتابت کی ضرورت ہو تو اس مین کچھ حرج نہین ہے **سوال** تبی یا پھول وغیرہ قبر پر ڈالنا کیسا ہو **جواب** بعض فقہا اسی مستحب لکھتے ہین اور یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ ایکبار حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ دو قبرون کے پاس تشریف لیگئے اُن دونون صاحبان قبر پر عذاب ہو رہا تھا پس آپ نے درخت کی ایک ٹہنی منگائی اور اسے بیچ سے پھاڑکے آدھی آدھی ٹہنی دونون پر ڈالدی اور فرمایا جب تک یہ ٹہنیان تر رہین گی انکی تسبیح کی برکت کی وجہ سے صاحبان قبر پر عذاب مین کمی رہے گی **سوال** قبر پر اگی ہوئی گھانس کو یا درخت کو اکھاڑنا جائز ہے یا نہین **جواب** جب تک تر رہین تسبیح کرنے کی وجہ سے اُکھاڑنا مکروہ ہو اور خشک ہو جانے کے بعد اکھاڑنا درست ہو **سوال** چالیسوان ششماہی برسی وغیرہ کے فاتحون کا کھانا جو برادری مین بٹتا ہو کیسا ہے **جواب** شیخ محدث دہلوی جامع البرکات مین بزبان فارسی لکھتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہو کہ چہلم یا ششماہی یا برسی کا کھانا جو اس دیار مین پکا کر برادری مین بانٹا جاتا ہو اور اُسے بھاجی کہتے ہین لا اصل ہو اُسکا نہ کھانا بہتر ہے **سوال** کھانا سامنے رکھکے ہاتھ اٹھا کے فاتحہ دینا کیسا ہو **جواب** فاتحہ اس خاص طریقہ سے نہ زمانہ نبوی مین تھا نہ زمانہ خلفا اور قرون ثلثہ مین اور اب بھی حرمین شریفین زادا اللہ شرفہما مین خواص کی عادت نہین ہو لیکن اگر کسی شخص نے اس طریقہ سے فاتحہ دیا تو اسکے وجہ سے وہ کھانا حرام نہوگا اور اُسکے کھانے مین کوئی حرج نہیں ہو البتہ اس طریقہ سے فاتحہ دینے کو ضروری جاننا برا ہو بہتر طریقہ یہ ہو کہ جو جا ہے پڑھکے اُسکا ثواب میت کو بخشے اور بہ نیت تصدق فقرا کو کھانا کھلائے اور اُسکا ثواب بھی میت کو بخشے **سوال** سوم یا پنجم مین بلائے یا بے بلائے جو لوگ جمع ہوتے ہین اور سب مل کے

کوئی بلند آواز سے اور کوئی چپکے سے قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ایک سیپارہ ختم ہونے پر آواز دیتا ہے اور تمام حاضرین
اس میں پھول ڈالتے ہیں اور بھی مختلف رسوم ادا ہوتے ہیں اُن کا کیا حکم ہے **جواب** فتح العزیز میں بزبان
فارسی ہی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ سوم کا مقرر کرنا اور اسے ضروری سمجھنا شرعاً ثابت نہیں صاحب نصاب الاحتساب
نے ان کو مکروہ لکھا ہے اگر بلا تقرر یوم اور بغیر رسوم دنیاوی کے میت کو ثواب پہونچائیں تو باعث خیر ہے اور میت
اپنے موت کے قریب ثواب کی زیادہ محتاج ہوتی ہے جہانتک ہوسکے ثواب پہونچانا چاہیے اور شیخ عبدالحق محدث
دہلوی شرح سفر السعادت میں بزبان فارسی تحریر فرماتے ہیں جسکا ترجمہ یہ ہے اور عادت نہ تھی کہ میت کیلیے
غیر وقت نماز میں جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور ختم کریں نہ قبر پر نہ اور کہیں اور یہ سب بدعت اور مکروہ ہے البتہ اہل
میت سے تعزیت کرنا اور انھیں تسلی دینا اور صبر کی تعلیم کرنا سنت اور مستحب ہے لیکن تیجے کے دن اس مخصوص صورت
سے جمع ہونا اور تکلفات مروجہ کرنا اور یتامیٰ کے مال سے بے وصیت مال صرف کرنا بدعت اور حرام ہے **سوال**
سال بھر کے بعد عرس کرنا درست ہے یا نہیں **جواب** صاحب تفسیر مظہری نے ناجائز لکھا ہے اور شیخ عبدالحق محدث
دہلوی نے ماثبت من السنہ میں اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا یہ عرس زمان سلف میں نہ تھا متاخرین
کے مستحسنات سے ہے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے مکاتیب میں لکھتے ہیں اور تعین عرس اس لیے ہے کہ اسی
دن صاحب عرس نے انتقال کیا ہے ورنہ جس دن عرس کیا جائے فلاح و نجات کا باعث ہے اخرج ابن جریر عن
محمد بن ابراہیم قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما
صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر و عمرؓ و عثمانؓ معہ ابن جریر نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں قبور شہدا پر جاتے اور سلام آپ (تمپر سلامتی ہو اس لیے کہ تم نے صبر کیا
دار آخرت بھی کیا ہی خوب ہے) فرماتے اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم آپکے ہمراہ ہوتے **سوال** عرسوں
میں جو کھانا پکاکر ضیافتیں کی جاتی ہیں انکا کھانا جائز ہے یا نہیں **جواب** جو کھانا ضیافت کے لیے پکایا جائے اسکا
کھانا امیر اور غریب سبکو جائز ہے اور جو تصدق کے لیے پکایا جائے تاکہ اسکا ثواب میت کو پہونچے اسکا کھانا فقرا کے
سوا دوسروں کو ناجائز ہے کیونکہ تصدق فقرا کے لیے اور ہدیہ اغنیا کے لیے ہے **سوال** چارپائی پر نماز جنازہ
درست ہے یا نہیں **جواب** درست ہے اور ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم
کی نماز نعش کو سریر پر رکھ کے پڑھی گئی تھی اور اہل عرب تخت اور چارپائی دونوں کو سریر کہتے ہیں قاموس میں ہے السریر
خوص مفتول ینسوط بہ السریر و نحوہ والخوص بالضم ورق النخل شریط بٹے ہوئے کھجور کے پتوں (یعنی چٹائی) کو

کہتے ہیں جو تخت وغیرہ پر بچھائی جاتی ہے اور دوص کھجور کے پتوں کو کہتے ہیں سوال نجس چارپائی پر پلاش کو رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں جواب قنیہ میں ہے والطهارة من النجاسة فی الثوب والبدن والمکان وستر العورة شرط فی حق الامام والمیت جیسا مکان اور کپڑوں اور بدن کی نجاست سے طہارت اور ستر عورت امام اور میت دونوں کے لیے شرط ہے سوال بازار میں پکارنا کہ فلاں شخص کی جنازے کی نماز پڑھنے آؤ جائز ہے یا نہیں جواب اگر عالم یا زاہد یا کسی ایسے شخص کا جنازہ ہو جسکی نماز پڑھنے کے لوگ خواہشمند ہوں تو ندا کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ کفایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے وقد استحسن بعض المتاخرین النداء فی الاسواق للجنازة التی یرغب الناس فی الصلوة علیها وکرہ ذلك بعضهم والاصح هو الاول كذا فی الجامع الصغیر لقاضی خان وقال الامام الهندوانی لا ینادی فی السوق لانه عادة الجاهلیة الا ان یکون المیت عالما او زاهدا وقال الامام الحلوانی وانما وردهذه المسالة لان البعض کرهوا ذلك لانه اعلام بالمعصیة کذا ذکرہ التمرتاشی رحمه الله بعض متاخرین نے نماز جنازہ کے لیے گلی کوچوں میں پکروا دینا مستحسن جانا ہے تاکہ لوگوں کو نماز کی رغبت ہو لیکن بعضوں نے اسے مکروہ جانا ہے اور پہلا ہی قول صحیح ہے ایسا ہی قاضی خان کی جامع صغیر میں ہے اور امام ہندوانی نے کہا ہے کہ بازار میں نہ پکروانا چاہیے کیونکہ یہ جاہلیت کی عادت ہے لیکن اگر عالم یا زاہد کی میت ہو تو بازار میں پکروانا چاہیے اور امام حلوانی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ کو اس لیے ذکر کیا کہ بعضوں نے اسے برا جانا ہے کیونکہ یہ اعلام بالمعصیۃ ہے ایسا ہی تمرتاشی نے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)

## باب التجہیز والتکفین

سوال ایک حاملہ عورت دردزہ میں مرگئی اور بچہ بھی مرگیا پس تدفین کیونکر کی جاے جواب دوسری عورتوں کی طرح اسے دفن کرنا چاہیے اور بچہ نکالنے کے لیے تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اگر عورت مرگئی اور معلوم ہوا کہ بچہ زندہ ہے تو بائیں جانب سے پیٹ پھاڑ کے بچہ کو نکال لینا چاہیے اور اگر عورت زندہ ہو اور بچہ مرگیا تو ہوشیار دائی کو چاہیے کہ آسانی سے اعضاے طفل کو جدا جدا کر کے نکال لے سوال مرنے کے بعد عورت کو کون دفن کرے جواب اگر ذی رحم محرم ہوں تو انھیں دفن کرنیکا حق ہے ورنہ اجانب کو صاحب نصاب الاحتساب شرح طحاوی سے نقل کرتے ہیں وذو الرحم المحرم اولی بادخال المرأة

فی القبر من غیرهم وکل ذی رحم محرم اقرب منہا فهو اولی من الاجانب ولو لم یکن لها ذو رحم محرم فلا باس للاجانب فی وضعها فی قبرها ولا یحتاج الی اتیان النساء للوضع عورت کو قبر میں آتارنے کے لیئے زوج محرم اولی ہی اور محرم میں بھی اقرب بعید سے اولی ہی اور اگر ذو رحم محرم نہو تو اجانب قبر میں آتارین اجنبی عورتون اور عورتون کے بلانے کی ضرورت نہیں ہے **سوال** ایک شخص کی دو بیٹیان تھیں اور وہ شخص مرگیا اور اُن لڑکیون کی والدہ نے پہلے قضا کی لیکن جائداد کا اثاثہ وغیرہ جو کہ اُسکے پاس تھی اسپر وہ دونون بیٹیان قابض رہین چنانچہ اب بڑی بہن مرگئی اور چھوٹی بہن نے اپنی جائداد سے اُسکا گور وکفن کیا اب اپنی بہنوئی سے گور وکفن کا روپیہ مانگتی ہی شرعًا یہ روپیہ اسکو ملنا چاہیے یا نہین **جواب** اگر بہنوئی کے بے کہے اس نے خرچ کیا تو اُسکا دعوی باطل ہی رد المحتار میں ہی لو کفنه الحاضر من ماله لیرجع علی الغائب منهم بحصته فلا رجوع له ان انفق بلا اذن القاضی کذا فی حاوی الزاهدی واستنبط منه الخیر الرملی علی انه لو کفن الزوجة غیر زوجها بلا اذنه واذن القاضی فهو متبرع اگر موجود نے کفن دیدیا تو غائب سے وہ عوض نہین کرسکتا جبکہ بغیر قاضی کی اجازت کے اُس نے کفن دیا ہی جیسا کہ حاوی زاہدی میں ہی اور اُس سے خیر رملی نے استنباط کیا ہے کہ اگر عورت کو شوہر کے علاوہ کسی اور نے شوہر یا قاضی کی بے اجازت کفن دیدیا تو وہ متبرع ہی **سوال** مسلمان مرد اور کافرہ عورت سے یا کافر مرد اور مسلمان عورت سے بذریعہ زنا لڑکا یا لڑکی پیدا ہو کر قبل بلوغ یا بعد بلوغ مرجاے تو اُن کی تجہیز وتکفین کا کیا حکم ہی **جواب** بلوغ کے بعد اگر وہ ایمان لائین تو مسلمانون کی طرح اُنکی تجہیز وتکفین ہوگی ورنہ کفار کی طرح اور بلوغ کے پہلے وہ مان کے تابع ہین کیونکہ ولد الزنا کا نسب زانیہ سے ثابت ہوتا ہی نہ زانی سے اور بحر وغیرہ میں ہی هو تابع لاحد ابویه الی البلوغ ما لم یحدث اسلاما وهو ممیز وہ اپنے ماں باپ میں سے سن بلوغ تک ایک کا تابع رہے یہان تک کہ وہ سن تمیز کو پہونچکر اسلام ظاہر کرے پس جبتک وہ ایام تمیز میں اسلام نہ لائیگا ماں کا تابع رہیگا۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبه الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

## باب رویۃ الہلال

**سوال** انتیسوین شعبان کو رویت ہلال رمضان اور انتیسوین رمضان کو رویت ہلال شوال کا ثبوت فقط مسلمان کی تحریر یا تار کی وجہ سے جائز ہے یا نہیں اور دوسرے مہینون کی رویت کا ثبوت بھی اسی طرح جائز ہی یا نہیں اور دو یا زائد شہرون کی رویت سے حکم جواز جو دیا جاتا ہو اُن کے درمیان مین کچھ فاصلہ بھی مقرر ہے

یا نہین **ھوالموفق** بغیر قاضی کے سامنے شہادت دیے ہوے صرف تحریر سے رویت ہلال ثابت نہین ہوتی اگرچہ تحریرات متواترہ ومتکاثرہ اور عام شہرت کو فقہا نے معتبر جانا ہے جیسا کہ درمختار مین ہے نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب ہان اگر دوسرے شہر تک خبر پہونچی تو مذہب صحیح کی موافق اُن لوگونکو چاند کا مان لینا ضروری ہی۔ اور طحطاوی مین نعم لو استفاض کی تحت مین لکھا ہی کثر الخبر واشتہر ولم یبینوا الحد والظاہر انہ یعتبر فیہ تحدث غالب اہل البلدۃ او نصفہا یعنی خبر عام اور مشتہر ہوئی اور فقہا نے اُس کی کوئی حد متعین نہین کی ہی ظاہر یہ ہے کہ اس مین اکثر اہل بلد یا نصف اہل بلد تک خبر کا پہونچنا معتبر ہے اور جامع الرموز مین ہی والصحیح من مذہب اصحابنا انہ یلزم اذا استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہی کہ چاند کا ماننا ضروری ہی اگر دوسرے شہر مین خبر پھیل گئی۔ ہو تار کا اعتبار نہین کیا جاتا کیونکہ کفار سے خبر ملتی ہی اور شرائط اشتہاد مین اسلام بھی ہے اور وہ نہین پایا جاتا جامع الرموز مین ہے دالی انہ یشترط الاسلام والعقل والبلوغ اسلام اور عقل و بلوغ شرط ہے اور رویت ہلال مین بعد امصار کا اعتبار نہین درمختار مین ہے فیلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب اہل مشرق پر چاند کا ماننا لازم ہی اہل مغرب کے چاند دیکھنے سے اگر بطریق موجب انکے نزدیک رویت ثابت ہو۔ واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفرلہ اللہ الاحد [علی محمد] واقعی رویت ہلال مین خبرون کی شہرت معتبر ہی اگر کسی شہر سے خبر آئی کہ گذشتہ رات مین وہان رویت ہوئی یا تار کے ذریعہ سے یہ بات معلوم ہوئی تو جب تک اسکی شہرت نہو اور تحریرات کثیرہ اور اخبارات عدیدہ سے معلوم نہو اعتبار نہ کیا جاے گا اور اخبارات متکاثرہ سے دوسرے شہر مین چاند ہوجانے کی ثبوت کی حالت مین فقہا کا اس باب مین اختلاف ہی کہ آیا یہ رویت دوسرے شہرون کے لیے بھی معتبر ہی یا نہین بعض کے نزدیک معتبر نہوگی اور جہان رویت ہوئی ہو وہین اُسکا اعتبار کیا جائیگا اور اکثر فقہا نے اختلاف مطالع کا اعتبار نہین کیا ہی اور ایک شہر کی رویت کی وجہ سے دوسرے شہر مین ثبوت رویت کا فتوے دیا ہے اور محققین کے نزدیک یہ ہی کہ جو بلاد قواعد ہیأت کے اعتبار سے اختلاف مطالع رکھتے ہین اُنمین اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائیگا اور ایک شہر کی رویت سے دوسرے شہر مین رویت کا حکم نہ دیا جائیگا اور جو شہر اختلاف مطالع نہین رکھتے ہین اُن مین رویت کا حکم دیا جائیگا فتاوی تاتارخانیہ مین ہی الخبر اذا استفاض وتحقق فی ما بین اہل البلدۃ تین یلزمہم حکم اہل ہذہ البلدۃ تا جب خبر شایع ہوجاے اور دونون شہرون کے درمیان متحقق ہوجاے تو انکا حکم اُن شہر والون کا ایسا ہوگا جہان چاند دیکھا گیا ہو سا ورنہ فائق رہی ہو یلزم اہل المشرق

برؤیۃ اہل المغرب فی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی کذا فی الخلاصۃ وقیل یعتبر فلا یلزمہم قال الشارح وہو
الاشبہ لکن قال فی الفتح الاخذ بظاہر الروایۃ احوط وعلی الاول فانما یلزمہم اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک
بطریق موجب ظاہر مذہب میں اہل مشرق کو چاند دیکھنے سے اہل مغرب کو مان لینا ضروری ہوجاتا ہے اسی پر فتوے
ہے ایسا ہی خلاصہ میں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ نہیں مان لینا لازم نہیں ہے شارح نے کہا ہے کہ یہ قریب بحق ہے لیکن
فتح القدیر میں ہے کہ ظاہر روایت سے اخذ کرنے میں احتیاط ہے بر مذہب اول یہ حکم اسوقت ہے جب اہل مشرق
کو اہل مغرب کا چاند دیکھنا ٹھیک طریقہ سے معلوم ہوا اور مراقی الفلاح میں ہے اذا ثبت الہلال فی بلدۃ لزم
سائر الناس فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی وہو قول اکثر المشائخ فیلزم قضاء یوم علی اہل بلدۃ صاموا تسعۃ
وعشرین یوما لعموم الخطاب وہو صوموا لرؤیتہ وقیل یختلف باختلاف المطالع واختارہ صاحب التجرید
کما اذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غیرہم فالظہر علی الاولین لا المغرب لعدم انعقاد السبب
فی حقہم جب کسی شہر میں چاند ثابت ہوجائے تو ظاہر روایت میں یہ ہے کہ تمام لوگوں پر مان لینا ضروری ہوجاتا
ہے اسی پر فتوی ہے اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے تو جس شہر کے لوگوں نے انتیس دن روزہ رکھا ان پر ایک
روزہ کی قضا لازم ہے اور بعضوں کے نزدیک اختلاف مطالع سے حکم بدل جاتا ہے اسی کو صاحب تجرید نے
اختیار کیا ہے جیسا کہ جب آفتاب ایک جگہ زوال پر ہوتا ہے تو دوسری جگہ میں غروب ہوتا ہے پس پہلی جگہ کے
لوگوں پر ظہر ہے نہ کہ مغرب کیونکہ اُنکے لیے سبب مغرب نہیں پایا گیا۔ اور مفتی ابو السعود شرح مراقی الفلاح
میں لکھتے ہیں۔ قولہ کما ذہب الیہ صاحب التجرید وہو الاشبہ لان انفصال الہلال من شعاع الشمس
یختلف باختلاف الاقطار کما فی دخول الوقت وخروجہ وہذا اثبت فی علم الافلاک والہیأۃ عینی
وقل ما تختلف بہ المطالع مسیرۃ شہر کما فی الجواہر جیسا صاحب تجرید نے کہا ہے یہی مذہب اشبہ ہے چاند کا شعاع
شمس سے روشن ہونا مقامات کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے جیسا کہ دخول وقت اور خروج وقت یہ علم الافلاک
اور ہیئت میں ثابت ہے عینی۔ اور مطالع کا اختلاف کم از کم ایک ماہ کی راہ سے ہوتا ہے جیسا کہ جواہر میں ہے اور تاتارخانیہ
میں ہے اہل بلدۃ اذا رأوا الہلال ہل یلزم فی حق کل بلدۃ اختلف المشائخ فیہ فبعضہم قالوا لا یلزمہ
فانما المعتبر فی حق اہل بلدۃ رؤیتہم وفی الخانیۃ لا عبرۃ باختلاف المطالع فی ظاہر الروایۃ وفی الظہیریۃ
عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ کان یعتبر فی حق کل بلدۃ رؤیۃ اہلہا وفی القدوری ان کان بین البلدتین
تفاوت لا تختلف بہ المطالع یلزمہ وذکر الشیخ شمس الائمۃ الحلوانی انہ الصحیح من مذہب اصحابنا

اگر ایک شہر کے لوگون نے چاند دیکھا تو کیا اس سے تمام لوگون پر مان لینا ضروری ہوجاتا ہی اس مین مشائخ کا اختلاف
ہی بعضون کے نزدیک لازم نہین ہے کیونکہ ہر شہر کے لوگون کے حق مین اُنھین کی رویت معتبر ہی اور خانیہ
مین ہی کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہین ہے ظاہر روایت مین اور ظہیریہ مین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول
ہے کہ ہر شہر مین وہان کے لوگون کی رویت معتبر ہی اور قدوری مین ہی کہ اگر دونون شہر مین اتنا فاصلہ ہو کہ مطالع
نہ بدلتے ہون تو مان لینا ضروری ہی اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا ہی کہ یہی ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب ہی۔ اور زیلعی
شرح کنز مین لکھتے ہین اکثر المشائخ علی انہ لا یعتبر اختلاف المطالع والاشبہ ان یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما
عندھم وانفصال الھلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار والدلیل علی اعتبارہ ماروی عن کریب
ان ام الفضل بعثتہ الی معاویۃ رضی اللہ عنہ قال فقدمت الشام فقضیت حاجتہا واستہل شہر رمضان وانا
بالشام فرأیت الھلال لیلۃ الجمعۃ ثم قدمت المدینۃ فی آخر الشہر فسألنی ابن عباس رضی اللہ عنہ وذکر الھلال
فقال متی رأیتم الھلال فقلت رأیناہ لیلۃ الجمعۃ فقال انت رأیت فقلت نعم ورآہ الناس وصاموا وصام
معاویۃ فقال لکنا رأیناہ فی لیلۃ السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلثین یوما او نراہ فقلت اولا نکتفی برویۃ
معاویۃ وصیامہ فقال لا ھکذا امرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فی المنتقی رواہ الجماعۃ الا البخاری و
وابن ماجۃ اکثر مشائخ کا یہ خیال ہی کہ اختلاف مطالع معتبر نہین ہی اور راشبہ یہ ہی کہ معتبر ہی کیونکہ ہر قوم اُسی چیز کی
مخاطب ہی جو اُسکے نزدیک ہی اور شعاع شمس سے چاند کے روشنی مقامات کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہی اور اسکے
اعتبار کی دلیل کریب کی یہ روایت ہی کہ ام فضل نے مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو مین شام
مین آیا اور اُنکی ضرورت پوری کی رمضان کا چاند جب دیکھا گیا مین شام ہی مین تھا مین نے جمعہ کی رات
کو چاند دیکھا پھر ختم ماہ پر مدینہ مین آیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رویت ہلال کا ذکر کیا تو انھون نے پوچھا
کہ وہان چاند کب دیکھا گیا مین نے کہا جمعہ کی رات کو اُنھون نے پوچھا کیا تم نے دیکھا تھا مین نے کہا ہان مین نے
دیکھا اور سب لوگون نے دیکھا اور روزہ رکھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا تب اُنھون نے
کہا کہ ہمنے تو ہفتے کی رات کو دیکھا اور ہم اسی طرح روزہ رکھتے رہین گے یہان تک کہ تیس دن پورے ہوجائین
یا ہم چاند دیکھ لین مین نے پوچھا کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویت ناکافی ہے اُنھون نے کہا نہین ہمین
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے منتقی مین ہی کہ اسے بخاری اور ابن ماجہ کے سوا اور سب نے
روایت کیا ہے۔ اور جواہر نفیسہ شرح در منیفہ مین ہی لا عبرۃ باختلاف المطالع وعلیہ کثیر من المتون المعتبرۃ

کصاحب الکنز قال الزیلعی والاشبہ ان یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عندہم اختلاف مطالع کا اعتبار نہین ہی یہی کثر
متون معتبرہ مثلاً کنز وغیرہ مین ہی زیلعی نے لکہا ہی اشبہ یہ ہی کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے کیونکہ ہر قوم اُسی بات
کی مخاطب ہی جو اُسکی پیش نظر ہی اور مختارات النوازل مین ہی اہل بلدۃ صاموا تسعۃ وعشرین یوما بالرؤیۃ و
اہل بلدۃ اخری صاموا ثلثین یوما بالرؤیۃ فعلی الاولین قضاء یوم اذا لم تختلف المطالع بینہما واما اذا اختلفت
لایجب القضاء ایک شہر کے لوگون نے اپنی رویت کے حساب سے انتیس دن روزہ رکھا اور دوسرے شہر کے لوگون
نے اپنی رویت کے حساب سے تیس دن تو جن لوگون نے انتیس دن روزہ رکھا ہی اُنھین ایک دن کی قضا کرنا چاہیے
اگر مطالع مختلف نہون ورنہ قضا واجب نہین ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی
تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی] **سوال** ایک ملک کی رویت ہلال دوسرے ملک مین معتبر ہی یا نہین
اور اگر معتبر ہی تو وہ دونون ملک کتنے بعد پر واقع ہون اور اختلاف مطالع کا کتنے مسافت مین معتبر ہی **جواب**
حنفیہ کا اس باب مین اختلاف ہی بعض کی راے یہ ہی کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہین ہی حتے کہ اہل مشرق
پر رویت ہلال مغرب سے جب وہان کی خبر شرعی طریقے سے پہونچ جاے روزہ واجب ہی اور بعض کی یہ راے
ہی کہ جسقدر مسافت مین بحسب قواعد ہندسیہ علم ہیئت اختلاف مطالع ہوتا ہی اُس قدر مین اختلاف مطالع معتبر ہے
اور اُس سے کم مین نہین اور اختلاف مطالع کی ادنی مسافت ایک مہینہ کی راہ ہی پس جب ایک شہر مین مثلاً لکھنؤ یا اُسکے اطراف
مین رمضان کا چاند دیکھا گیا پس جو شہر اُس سے ایک مہینہ کی یا زائد مسافت رکھتا ہے وہان کے لوگون پر یہ حکم لازم
نہوگا اور جو شہر اس سے کم مسافت رکھتا ہی وہان کے لوگون پر یہ حکم لازم ہوگا اور یہی مذہب محدثین حنفیہ کا ہی اور ابن عباس
کی اُس حدیث کے موافق ہی جو مسلم اور ترمذی مین مروی ہی تاتارخانیہ مین ہی اہل بلدۃ اذا راٰی الہلال ہل یلزمہ فی حق
کل بلدۃ اختلف المشائخ فیہ فبعض قالوا لایلزمہ وفی الخانیۃ لاعبرۃ باختلاف المطالع فی ظاہر الروایۃ وفی
القدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لایختلف بہ المطالع یلزمہ وذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ الصحیح
من مذہب اصحابنا ایک شہر کے لوگون نے جب چاند دیکھا تو کیا اس سے تمام شہرون کے لوگون پر مان لینا ضروری
ہو جاتا ہے اس مین مشائخ کا اختلاف ہی بعضون کے نزدیک لازم نہین ہے کیونکہ ہر شہر کے لوگون کے حق مین
اُنھین کی رویت معتبر ہے اور خانیہ مین ہے کہ ظاہر روایت مین اختلاف مطالع کا اعتبار نہین ہی اور قدوری
مین ہے کہ اگر دونون شہرون مین اتنا تفاوت ہو کہ مطالع مختلف نہو جائین تو مان لینا لازم ہی اور شمس الائمہ
حلوانی نے کہا ہی کہ ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہی ہی۔ اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح مین لکھتے ہین مختلف

باختلاف المطالع واختارہ صاحب التجرید وھو الاشبہ لان انفصال الہلال من شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار وھذا اثبت فی علم الافلاک والہیأۃ واقل ما یختلف بہ المطالع مسیرۃ شہر کما فی بحر الجواہر اختلاف مطالع سے حکم مختلف ہوجاتا ہو اسے صاحب تجرید نے اختیار کیا ہے اور یہی اشبہ ہو کیونکہ چاند کا سورج کی شعاع سے روشن ہونا مقامات کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے اور یہ علم افلاک وہیئت مین ثابت ہو اور مطلع کم از کم ایک ماہ کی مسافت پر بدلتا ہے جیسا کہ بحر الجواہر مین ہو۔ اور زیلعی شرح کنز مین لکھتے ہین اکثر المشائخ علی انہ لا یعتبر اختلاف المطالع والاشبہ انہ یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عندھم وانفصال الہلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار واللہ یدل علی اعتبارہ ما روی عن کریب ان ام الفضل بعثہ الی معاویۃ قال فقدمت الشام وقضیت حاجتہا واستہل شہر رمضان وانا بالشام فرأینا الہلال لیلۃ الجمعۃ ثم قدمت المدینۃ فی آخر الشہر فسألنی ابن عباس وذکر الہلال فقال متی رأیتم الہلال فقلت لیلۃ الجمعۃ فقال انت رأیتہ قلت نعم ورآہ الناس وصاموا وصام معاویۃ فقال لکنا رأیناہ لیلۃ السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلثین او نراہ فقلت اولا تکتفی برویۃ معاویۃ وصیامہ قال لا ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المنتقی رواہ الجماعۃ الا البخاری وابن ماجۃ اکثر مشائخ کا خیال یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہین ہو اور اشبہ یہ ہو کہ معتبر ہے کیونکہ ہر قوم انھین امور کی مخاطب ہو جو اسکے پیش نظر ہین اور شعاع آفتاب سے ماہتاب کی روشنی مقامات کے اختلاف سے مختلف ہوتی رہتی ہو اور اسکی دلیل کریب کی یہ روایت ہو کہ ام فضل نے مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو مین شام مین آیا اور اُنکی ضرورت پوری کی رمضان کا چاند جب دیکھا گیا تو مین وہین تھا مین نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا پھر ختم ماہ پہ مدینہ آیا اور ابن عباس سے رویت ہلال کا ذکر کیا اُنھون نے پوچھا وہان چاند کب دیکھا گیا مین نے کہا جمعہ کی رات کو اُنھون نے پوچھا کیا تم نے دیکھا تھا مین نے کہا ہان مین نے دیکھا اور سب لوگون نے دیکھا اور سبنے روزہ رکھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی رکھا تب اُنھون نے کہا کہ ہم نے تو ہفتہ کی رات کو دیکھا ہو ہم تو نہین روزے رکھتے رہین گے یہان تک کہ تیس دن پورے ہوجائین یا ہم عید کا چاند دیکھ لین مین نے کہا کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویت کافی نہین اُنھون نے کہا نہین ہمین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہو منتقی مین ہو کہ اسے بخاری اور ابن ماجہ کے سوا سب نے روایت کیا ہے۔ اور مختارات النوازل مین ہو اھل بلدۃ صاموا تسعۃ وعشرین یوما بالرویۃ واھل بلدۃ اخری صاموا ثلثین بالرویۃ فعلی الاولین قضاء یوم اذا لم تختلف المطالع بینہما واما اذا اختلف لا یجب القضاء ایک شہر کے لوگون نے اپنی رویت کے حساب سے انتیس روزے رکھے اور دوسرے شہر کے لوگون نے اپنی رویت کے حساب سے تیس روزے رکھے تو پہلے شہر والونکو ایک روزہ کی قضا کرنا

چاہیے اگر مطالع مختلف نہون ورنہ قضا واجب نہین ہی۔ اور یہ جو عوام مین مشہور ہی لکل اھل بلد رؤیتھم ہر شہر والون کے لیے اُنکی رویت ہی اس سے یہ مراد نہین ہے کہ مطلقا ایک جگہ کی رویت دوسرے جگہ معتبر نہین ورنہ لازم آئیگا کہ اگر ایک شہر مین رویت ہو اور دوسرے شہر مین جو اُس سے دو ایک منزل یا دو چار کوس دور ہو رویت نہو تو وہ رویت اُن لوگون کے حق مین معتبر نہو اور یہ کوئی عاقل (جسکو کتب حدیث کے ساتھ ممارست اور فن ہیأت کے ساتھ مناسبت ہی) تجویز نہ کرے گا بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ جن دو بلاد مین اختلاف مطالع ہوتا ہی اور یہ ممکن ہی کہ ایک جگہ ہلال دیکھا جائے اور دوسری جگہ نہ دیکھا جائے تو ایسے ملکون مین ایک کا حکم دوسری جگہ لازم نہوگا ورنہ ضرور ایک جگہ کا حکم دوسری جگہ لازم ہوگا اور ایک روزہ قضا کرنا پڑے گا۔ **سوال** دیوبند مین پانچ آدمیون نے جمعہ کے دن (جسکا انتیس شعبان ہونا ایک شخص کی گواہی اور اطراف و جوانب کے مختلف متعدد خطوط سے ثابت ہو چکا تھا) باوجود ابر کے چاند دیکھا پھر اُنھون نے حاجی محمد انور صاحب کے پاس گواہی دی اور اُنھون نے اُنکی شہادت مان لی اور اُنکے اور حاجی عابد حسین صاحب کے نزدیک ہر دو گواہون کی عدالت بھی تحقیق تام کے ساتھ ثابت ہوئی اور باقی مستور الحال ہر گواہی قبول ہونے کے بعد حاجی عابد حسین صاحب نے شہر مین منادی کرا دی اور اہل شہر نے ہفتہ کے دن روزہ رکھا پھر تیس روزے پورے ہونے کے بعد باوجودیکہ مطلع صاف تھا چاند نہین دکھائی دیا ہمکو تو یون بھی لازم تھا کہ ہم عید کرتے چنانچہ در مختار وغیرہ کی عبارت اسپر شاہد ہی یعنی صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر دو عادل آدمیون کی گواہی کے بعد تیس روزے رکھکے فطر حلال ہی لیکن مغرب کی نماز کے بعد چوبیس آدمیون نے جو خارج مصر سے چاند دیکھکے آئے تھے مولانا محمد یعقوب صاحب کے سامنے رویت کی گواہی دی اور مولانا موصوف نے قبول کر لی اور شہر کے مختلف محلون سے خبر آئی کہ فلان فلان مرد اور فلان فلان عورت نے چاند دیکھا اور فلان بلند مکان پر دو آدمیون نے دیکھا اگر جمع عظیم کا خیال ہو تو یہ عبارت در مختار کی ملاحظہ فرمائیے قیل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم بخبرھم وھو مفوض الی رای الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذھب وعن الامام انہ یکتفی بشاھدین واختارہ فی البحر وصحح فی القنیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج المصر او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظھیر الدین کہا گیا ہی کہ بلا علت جماعت عظیم کی خبر سے علم حاصل ہوتا ہے اور یہ امام کی رائے پر ہی کوئی عدد مقرر نہین ہی یہ مذہب صحیح۔ اور امام صاحب سے یہ مروی ہی کہ دو شاہد کافی ہین اسی کو بحر مین اختیار کیا ہے اور قنیہ مین اسکی تصحیح کی ہی کہ ایک ہی شخص پر اکتفا جائز ہی۔ اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا بلند جگہ پر ہو اسے ظہیر الدین نے اختیار کیا ہی۔ تو مولانا موصوف

نے مجمع مین پکار کر کہا کہ ہمکو اس گواہی سے رویت کا تیقن ہوگیا اور کل عید کی نماز ضرور ہوگی جنکو کچھ شبہہ ہو وہ
کتب فقہ موجود ہین دیکھ لین اُسوقت سب نے مان لیا اور چون وچرا نہ کی صبح کو قصبات سے چاند دیکھنے کی
کثرت سے خبرین آئین اور عید کی نماز پڑھی گئی مگر چند آدمیون نے انکار کیا اور نماز مین شریک نہین ہوسے
دوسرے دن مخالفین نے مولوی عبدالحق صاحب کو جنھون نے ہمارے ساتھ عید کی نماز پڑھی تھی نماز پڑھانے
کے لیے بلایا اور وہ گئے وہان ایک اور شخص آگئے امامت اُنھون نے کی اور خطبہ مولوی عبدالحق صاحب نے
پڑھا اب معلوم ہونا چاہیئے کہ غلطی ہماری ہی یا انکار کرنے والی کی۔ اور اگر ہم عند اللہ منکرین سے بغض رکھین
اور اعراض کرین تو جائز ہی یا نہین **جواب** اس صورت مین خطا منکرین سے ہوئی اور وہی لوگ قابل
ملامت ہین بلکہ مفتی ثقہ کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے گناہ اُنپر لازم ہی مناسب ہی کہ وہ مناسب طریقہ سے سمجھائے جائین
اگر پھر بھی نہ مانین تو آیۂ علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم تم اپنے نفس کے کامون کے ذمہ دار ہو اگر تم
ہدایت پاگئے تو دوسرون کی گمراہی تمھین ضرر نہ پہونچائے گی کے مصداق اُسکا یہی زمانہ پر جہالت وفتن ہی اور حدیث
دع عنك امر العوام اپنے کو عوام کے امور سے علیحدہ کرلو۔ پر عمل کیا جاے **سوال** ایک شہر مین ۲۰ شعبان کو
کہ بعض جگہ کے ایک خط سے اُس روز وہان ۲۹ کا بھی خیال تھا چند شخصون نے اگر رویت کی گواہی دی مفتی نے
شہادت قبول کرکے روزہ کا حکم دیا جب تیس روزے پورے ہوچکے اور اُس روز مطلع صاف تھا مگر چاند کسی کو وہان
نظر نہین آیا مگر جس محلہ کے لوگون نے ہلال رمضان کی شہادت دی تھی اُسی محلہ کے چند بیس آدمیون نے رویت ہلال شوال کی گواہی دی مفتی نے
افطار کا حکم دیا اور عید کی نماز پڑھی گئی مگر دو تین سو آدمیون نے اُس شہادت کو قابل سند نہ جانکر اُس دن روزہ رکھا اور دوسرے دن
عید کی ان لوگون کے واسطے کیا حکم ہی آیا وہ کافر و منکر کہلا سکتے ہین یا نہین اور ایک شخص نے بنظر احتیاط دوسرے
دن بھی عید کی نماز پڑھ لی۔ کیا اس فعل سے وہ کافر یا منافق ہوسکتا ہے اور جو لوگ پہلے دن افطار کرچکے تھے اُنپر جو کہ
سب جگہ اُسدن روزہ تھا اُس روزے کی قضا لازم آئے گی یا نہین **جواب** جب مفتی نے رویت مان لی
تو سب پر اُس کے حکم کی تعمیل واجب ہی در مختار مین ہی لو کانوا ببلدة لا حاکم فیھا صاموا بقول ثقة وافطروا
باخبار عدلین مع العلة للضرورة اگر لوگ کسی ایسے شہر مین ہون جہان حاکم نہو تو کسی ثقہ آدمی کے قول پر روزہ
رکھ لین اور دو عادل آدمیون کے قول پر افطار کرلین اگر ابر وغیرہ ہو ضرورت کی وجہ سے اور رد المحتار مین
قولہ صاموا کے تحت مین ہی ای افترا ضا قولہ وافطروا اجارة غیرہ لا باس وانظاہر ان المراد بہا الوجوب
یعنے روزہ اُنپر فرض ہی قولہ افطروا دوسری کتابون مین بجاے اس کے لا باس ہی ظاہر یہ ہی کہ اس سے وجوب

مراد ہی۔ بنا؍علیہ جن لوگون نے گواہی گذرنے اور مفتی کے حکم دینے پر بھی افطار نہین کیا اور دوسرے دن عید کی وہ گنہگار ہوے اُن پر توبہ لازم ہی مگر اس سے کافر نہین ہوے اور دوسرے دن جس نے نماز پڑھی باوجودیکہ پہلے دن پڑھ چکا تھا اُس نے جہالت اور حماقت کا فعل کیا یہ عذر کہ اُسدن اور کہین عید نہین ہوئی تھی شہادت گذرنے اور مفتی کے حکم کے بعد لغو ہی اور جن لوگون نے مفتی کے حکم کے موافق افطار کیا اُنپر قضا لازم نہین **سوال** ان چند سوالون کا جواب مرحمت ہو (۱) جسدن آسمان پر ابر اور غبار ہو تو رویت ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی گواہی مقبول ہی پس اگر ایک سے زیادہ ہو تو بھی عدالت شرط ہی یا نہین۔ اگر نہین تو ابر وغبار کے دن کتنے شخص ہونا چاہیین (۲) ابر وغبار کے دن رویت ہلال شوال مین دو عادل مردون کی گواہی معتبر ہے اگر دو سے زیادہ ہون تو بھی عدالت شرط ہے یا نہین۔ اگر نہین تو کتنے اشخاص کا ہونا لازم ہی اور مطلع صاف ہونے پر تو جمع کثیر کی شہادت چاہیے کہ اقل درجہ پچاس آدمی ہون لیکن ابر وغبار مین اگر تین آدمی سے لیکر دس آدمی تک کو رویت ہو تو بھی عدالت ضروری ہی یا محض اسلام کافی ہی (۳) ایک شہر مین شنبہ کو رویت ہلال رمضان ہوئی اور دوسرے مین یکشنبہ کو اور کسی نے اُس شہر مین اپنے کسی دوست یا عزیز کو خط لکھا کہ یہان شنبہ کو رویت ہوئی مگر خود مین نے چاند نہین دیکھا یا لکھا کہ مین نے بھی دیکھا اس صورت مین خط کا اعتبار ہوگا یا نہین۔ اگر ہوگا تو عامی کا خط جو عامی کے نام ہے یا اخبار مطبوعہ کی خبر کا اعتبار ہوگا یا کتاب القاضی الی القاضی ضروری ہی (۴) تار کی خبر سے رویت رمضان یا عید کی ثابت ہوگی یا نہین۔ (۵) مثلاً شہر مین سہ شنبہ کو عید کی نماز ہوئی اور عادت کے موافق توپین سر ہوئین دیہات مین توپونکی آواز سنکر افطار کا حکم ہی یا نہین۔ (۶) ایک یا دو آدمیون نے دیہات مین خبر دی کہ کل عید کا چاند شہر مین ہوا اور آج وہان عید ہی تو دیہاتیون کو انکی کہنے سے افطار کرنا چاہیے یا نہین یا کسی نے کہا کہ شہر کے قاضی نے مجھے خبر کرنے کو بھیجا ہی کہ آج عید ہے پس دیہاتیون کو اُس کے قول پر عمل کرنا چاہیے یا نہین (۷) حدیث لکل اھل بلد رویتہم پر عمل کرنا چاہیے یا نہین **جواب**

(۱) ظاہر کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت رمضان مین عدالت غیر مشروط ہی صرف مستور کافی ہی ایک ہو یا زیادہ اور ابر وغیرہ کی حالت مین زیادہ کی کوئی حد مقرر نہین ہی (۲) عید کے چاند مین بحالت ابر وغبار صرف دو عادل گواہ ضروری ہین باقی اگر اور زائد غیر عادل بھی ہون تو کچھ حرج نہین کیونکہ نصاب شہادت سے ہلال عید کا ثبوت ہو جائے گا اور باقی کا قول انکے قول کی تائید سمجھا جائیگا (۳ و ۴) صرف تار یا تحریری خط کافی نہین جبتک کتاب القاضی الی القاضی نہو در مختار مین ہی فیلزم اھل المشرق برویۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رویۃ اولئک بطریق موجب

اہل مغرب کی رویت سے اہل مشرق پر مان لینا ضروری ہوتا ہی جبکہ انھین اہل مغرب کی رویت کا بطریق موجب ہو۔ اور رد المحتار مین ہی کان یتحمل اثنان الشہادۃ او یشہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر مثلاً دو آدمی شہادت لیکر جاوین یا حکم قاضی پر دو آدمی شہادت دین یا خبر خود ہی پھیل جاے (۵) افطار کرنا درست ہوگا کیونکہ توپ لگا چلنا عادت شائعہ کے موافق عید کا موجب ظن ہے اور غلبۂ ظن عمل کے لیے کافی ہی رد المحتار مین ہی قلت والظاہر انہ یلزم اہل القری الصوم بسماع المدافع او رویۃ القنادیل من مصر لانہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ مین کہتا ہون ظاہر یہ ہی کہ اہل قری کو توپون کی آواز اور شہرون کی قندیلون کو دیکھکر روزہ رکھ لینا چاہیے کیونکہ یہ ظاہر علامت ہی جو غلبۂ ظن کو مفید ہی اور غلبۂ ظن حجت اور موجب عمل ہی جیسا کہ فقہا نے اس کی تصریح کی ہی (۶) اگر دو شخصون نے آکر یہ گواہی دی کہ شہر مین قاضی نے شہادت مان کی تو اہل قری کو بھی مان لینا چاہیے یا یہ کہ خبر مشہور ہوگئی اس طرح پر کہ بہت سے لوگ آئے اور انھون نے خبر دی کہ فلان مقام پر چاند ہوگیا اور اگر صرف دو ایک شخصون نے خبر دی کہ فلان مقام پر چاند ہوگیا اور اپنی رویت نہین ذکر کی تو اسکا اعتبار نہوگا در مختار مین ہی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برویۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ لا لو شہدوا برویۃ غیرہم لانہ حکایۃ نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب کچھ لوگون نے شہادت دی کہ قاضی شہر کے پاس دو شاہدون نے فلان شب کو چاند دیکھنے کی شہادت دی اور قاضی نے اُسپر حکم دیدیا تو یہ جائز ہی کہ قاضی ان دونون کی شہادت پر حکم دیدے کیونکہ قضاء قاضی حجت ہی اور ان لوگون نے اُسکی شہادت دی اور اگر دوسرے لوگون کے چاند دیکھنے کی شہادت دین تو اُسپر حکم نہین دے سکتا کیونکہ یہ صرف حکایت ہی البتہ اگر خبر پھیلتی ہوئی دوسرے شہر تک پہونچ جاے تو اُن لوگون کو بھی بر مذہب صحیح مان لینا لازم ہی (۷) یہ حدیث نہین ہی بلکہ کسی کا قول ہے علماے حنفیہ اس امر مین مختلف ہین بعض کے نزدیک اختلاف مطالع مطلقاً غیر معتبر ہی اور بعض کے نزدیک معتبر ہے اور تیسرا مذہب معتمد یہ ہے کہ جن دو مقامون مین ایک مہینہ کی مسافت ہو ایسے مقامون مین ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ لازم نہوگی اور اس سے کم مین حکم ایک مقام کا دوسرے مقام پر لازم ہوگا تاتارخانیہ مین ہی اہل بلدۃ اذا رأوا الہلال ہل یلزم فی حق کل بلدۃ اختلفوا فیہ فبعضہم قالوا لا یلزمہ فانما المعتبر فی حق اہل بلدۃ رویتہم وفی الخانیۃ لا عبرۃ باختلاف المطالع وقال الفقیہ ودی ان کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف بہ المطالع یلزمہ وذکر الحلوانی انہ صحیح من مذہب اصحابنا اگر ایک شہر کے لوگ چاند دیکھین تو کیا تمام شہرون کے لوگون پر لازم ہوتا ہی

اس مین اختلاف ہی بعض علما کہتے ہین کہ نہین کیونکہ شہر کے لوگون کے حق مین انھین کی رویت معتبر ہی اور
خانیہ مین ہی کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہین ہے اور قدوری مین ہی کہ اگر دونون شہرون مین اتنا تفاوت ہو کہ مطالع
مختلف ہوجائین تو ضروری ہی حلوائی کہتے ہین کہ ہمارے اصحاب کی مذہب کے موافق یہی صحیح ہی - اور جامع الرموز مین ہے
اقل مایختلف بہ المطالع شہر مطلع کم از کم ایک ماہ کی مسافت سے مختلف ہوتا ہی - **سوال** رویت ہلال رمضان خواہ
شوال مین تار کا اعتبار ہی یا نہین - **جواب** بحسب ضوابط فقہیہ فقط تار کا اعتبار نہ کیا جائیگا **سوال** سنا گیا ہی
کہ بھوپال مین ۲۹ شعبان یوم چہارشنبہ کو رویت ہلال رمضان ہوئی چنانچہ اسکی تحقیق کے لیے مخصوص خط ایک
معتبر شخص کے نام بھیجا گیا اُنھون نے جواب لکھا ہی کہ ۲۹ شعبان یوم چہارشنبہ کی رویت کی تصدیق پنجشنبہ کے دن دس
بجے ہوئی اور اطلاع کے لیے توپ سر کی گئی اور پنجشنبہ کو سب نے روزہ رکھا اور ملک اودہ مین ابر کی وجہ سے "
۲۹ شعبان کو رویت نہین ہوئی بحساب اس ملک کے ۲۹ رمضان یوم جمعہ کو رویت ہلال ہوئی اور بحساب بھوپال کے
۲۹ شعبان کو ہوئی تھی ۳۰ رمضان تھی اب دریافت طلب یہ امر ہی کہ اگر جمعہ کو بسبب ابر کے رویت نہوتی تو ہفتہ کو
بھوپال کے حساب سے عید ہوسکتی تھی یا نہین - **جواب** جہان بھوپال کی رویت شرعی طریقے سے ثابت ہو گئی
تھی وہان عید ہوسکتی تھی - درمختار مین ہی فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک
بطریق موجب اہل مغرب کی رویت سے اہل مشرق پر (روزہ خواہ عید) لازم ہے جبکہ اُنکو اہل مغرب کی رویت
کا علم بطریق موجب ہو اور ردالمحتار مین ہے کان یتحمل اثنان الشہادۃ او یشہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر
مثلاً دو آدمی گواہی لیکر آئین یا حکم قاضی پر گواہی دین یا خبر خود پھیل جائے - اور یہی اُسی مین ہی قال الرحمتی معنی
الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم یخبر عن اہل تلک البلدۃ انہم صاموا عن
رویۃ لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ رحمتی نے کہا ہی کہ استفاضہ کے معنے یہ ہین کہ اُس شہر سے متعدد گروہ
آئین اور ہر ایک اس شہر کے لوگون سے خبر بیان کرے کہ اُس نے اپنی رویت پر روزہ رکھا ہی نہ یہ کہ محض خبر شایع
ہو جائے اور شایع کرنے والے کا علم نہو - **سوال** ان لکل اہل بلد رؤیتہم ہر شہر والون کے لیے اُنھین کی رویت
معتبر ہی یا لاعبرۃ لاختلاف المطالع اختلاف مطالع کا اعتبار نہین - **جواب** اختلاف مطالع مین فقہاے حنفیہ کے
کئی قول ہین بعض کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر ہی اور ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لیے کافی نہین
ہی بلکہ ہر شہر والون کے لیے اُنھین کی رویت معتبر ہی اور اکثر مشایخ حنفیہ کے نزدیک ظاہر روایت کے موافق
اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہین ہے پس ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لیے کافی ہوگی جبکہ باعتبار

شرح ایک شہر کی رویت کا ثبوت دوسرے شہر والون کو ہو جائے اور محققین حنفیہ کے نزدیک یہ ہی کہ جن شہرون
مین ایک مہینہ کی مسافت ہو اُن مین اختلاف مطالع معتبر ہی اور جن مین اس سے کم فاصلہ ہو اُن مین اختلاف
مطالع معتبر نہین ہے **مترجم کہتا ہی** جیسا کہ مراقی الفلاح اور تاتارخانیہ اور مختارات النوازل اور ہدایہ اور تبیین الحقائق
شرح کنز الدقائق اور حواشی مراقی الفلاح وغیرہ مین اسکی صراحت موجود ہی جنکی عربی عبارتین مع اردو ترجمہ کے
اوپر کے جوابون مین لکھی جا چکی ہین یہان طوالت کی وجہ سے نہین لکھین **انتہی** خلاصہ یہ ہی کہ مذہب اعتبار
اختلاف مطالع مطلقاً اور عدم لزوم حکم رویت یک بلدہ ببلدۂ دیگر اگرچہ متقارب ہون غیر معتبر ہی اور مذہب
عدم اعتبار اختلاف مطالع مطلقاً اور لزوم حکم رویت یک بلدہ ببلدۂ دیگر اگرچہ متباعد بغایت بعد ہون حدیث
ابن عباس کے مخالف ہی اور عقلاً و نقلاً اصح المذاہب یہ ہی کہ جن شہرون مین ایک مہینہ کی مسافت ہو اُنمین
اختلاف مطالع معتبر ہی اور جن مین اس سے کم فاصلہ ہو اُنمین اختلاف مطالع معتبر نہین ہی **سوال** اگر زید اور
عمرو جو بظاہر روزہ نماز کے پابند ہین کہین سے تار پر خبر دین کہ ہمنے چاند دیکھا تو اُس خبر پر عید کرنا درست
ہی یا نہین اور اگر نادانستگی مین کوئی شخص اس خبر پر روزہ کھول ڈالے تو اُسپر قضا لازم آئی یا کفارہ اور جو شخص
جان بوجھکر اس خبر پر روزہ کھولے اُسکا کیا حکم ہی **جواب** صرف ایک خبر پر روزہ نہ کھولنا چاہیے اور اگر افطار
کریگا تو قضا لازم آئے گی نہ کفارہ ہان اگر چند خبرین پہونچین جس سے ایک درجہ صورت شہادت کی ہو تو جائز ہی
**سوال** رویت ہلال ماہ رمضان و شوال کے باب مین شرعاً خطوط اور تار کا اعتبار نہین اور اسی پر جمہور
کا اتفاق ہی لیکن فی زماننا ہر مسلمان مطلق العنان اور آزاد ہی ہر شخص خود قاضی اور خود مفتی اور خود مجتہد ہی
حکام زمان مسلمان نہین اور جو ہین بھی تو امور اسلامیہ مین سست اس لیے اکثر ثبوت رمضان و عیدین مین
فساد واقع ہوتے ہین اور آدھی بستی مین شعبان آدھی مین رمضان یا آدھی مین رمضان آدھی مین شوال
ہوا کرتا ہی۔ اور مسلمانون مین لڑائی جھگڑے اسکے وجہ سے ہوا کرتے ہین پس دفع فساد کے لیے خطوط یا تار
یا اہل توقیت کے اقوال کا جو اکثر سچ ہوتی ہین اعتبار کر لینا درست ہی یا نہین کیونکہ غلبة الظن حجة موجبة للعمل
غلبہ ظن حجت واجب العمل ہی اور لاحکام تختلف باختلاف الزمان اختلاف زمانہ سے احکام مختلف ہو جاتے ہین۔ یہی مشہور
ہی۔ اور بعض فقہانے اہل توقیت کے قول کو مانا بھی ہے **جواب** درباب اعتبار قول منجمین و ارباب توقیت اگرچہ
بعض فقہانے فتوی دیا ہی چنانچہ قنیہ مین قاضی عبد الجبار معتزلی سے نقل کیا ہے لا باس بالاعتماد علی قولہم
اُن کے قول پر اعتماد کرنے مین کچھ حرج نہین ہی۔ اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہی انہ کان یسألہم ویعتمد علی قولہم

وہ نجومیون سے پوچھتے اور اُن کے قول پر اعتماد کرتے تھے اور سبکی شافعی نے اپنے فتاوے مین لکھا ہو و شہدت بینۃ برویۃ الہلال لیلۃ الثلثین من الشہر وقال الحساب بعدم امکان الرویۃ تلک اللیلۃ عمل بقول اہل الحساب فان الحساب قطعی والشہادۃ ظنیۃ اگر کسی شخص نے تیسوین تاریخ رویت ہلال کی شہادت دی اور محاسب نے کہا کہ قواعد کے حساب سے آجکی رات چاند کا دکھائی دینا نا ممکن ہو تو اُس کے قول پر عمل کیا جائیگا کیونکہ حساب قطعی ہو اور رویت ظنی - مگر چونکہ احادیث صحیحہ بکثرت اس باب مین وارد ہین کہ صوم اور افطار کا مدار رویت پر ہو اس لیے بدون رویت کے صرف ارباب توقیت کے قول پر اعتماد کرنا ناجائز ہوگا اور انھین فقہا کا قول صحیح اور معتبر ٹھہریگا جو ارباب توقیت کے قول پر اعتماد نہین کرتے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان اغمی علیکم فاکملوا العدد اخرجہ المسلم وقال صلے اللہ علیہ وسلم الشہر تسع وعشرین لیلۃ فلا تصوموا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین اخرجہ البخاری وقال صلے اللہ علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان حالت دونہ غیایۃ فاکملوا ثلثین یوما اخرجہ الترمذی وقال صلے اللہ علیہ وسلم انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشہر ہکذا وہکذا وہکذا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو کہ رویت پر روزہ رکھو اور رویت پر افطار کرو لیکن اگر ابر ہو تو پورے تیس دن گن لو اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مہینہ انتیس راتون کا ہوتا ہو پس روزہ نہ رکھو تاوقتیکہ چاند نہ دیکھ لو اور اگر ابر ہو تو پورے تیس دن گن لو اسکو بخاری نے روایت کیا ہو اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو چاند دیکھکر روزہ رکھو اور چاند دیکھکر افطار کرو اور اگر ابر حائل ہو جاوے تو پورے تیس دن گن لو اسکو ترمذی نے روایت کیا ہو اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ہم امی گروہ ہین نہ لکھتے ہین نہ حساب کرتے ہین مہینہ کا کہ اتنا ہو اور اتنا ہو اور اتنا ہو - الغرض ان احادیث سے ثابت ہو کہ شرعاً مدار صوم و فطار رویت پر ہو ورنہ تیس دن پورے کرنا پس منجمین کے اقوال ماننے مین احادیث کی مخالفت لازم آتی ہو ہان اگر رمضان کے روزے مین احتیاطاً کسی نے اُنکے قول پر عمل کر لیا مثلاً انتیس شعبان کو رویت نہین ہوئی اور حساب صحیح مقتضی رویت ہو پس احتیاطاً دوسرے دن روزہ رکھ لیا تو کچھ حرج نہوگا فان الاحتیاط امر مرغوب فی الدین کیونکہ دین مین احتیاط اچھی چیز ہو لیکن یہ حساب حجت ملزمہ باعث حکم عام نہوگا اور افطار کے بارے مین ترک افطار مین احتیاط ہو باقی شہادت خطوط یا تار پس ہرچند فقہا ایسے مقامات مین الخط یشبہ الخط خط خط کے مشابہ ہوتا ہو لکھتے ہین مگر ایسی صورت مین کہ ظن حاصل ہو جاوے اور قوی شبہ باقی نہ رہے

اور تار یا خط کے ذریعہ سے بکثرت خبرین پہونچ جائین تو اُسپر عمل ہو سکتا ہے اور بحسب تقتضاے انتظام زمانہ حال اُسپر عام حکم بھی دیا جا سکتا ہے **سوال** صوم رمضان اور افطار شوال کا مدار کس چیز پر ہے **جواب** رویت ہلال پر مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے اذا رأیتم الهلال فصوموا واذا رأیتموہ فافطروا تم چاند دیکھکر روزہ رکھو اور چاند دیکھکر افطار کرو **سوال** ہر شخص کو اپنی رویت ضروری ہے یا نہین **جواب** نہین ورنہ بہتیرون پر روزہ فرض نہوگا رسائل الارکان مین ہے رویۃ الکل غیر مشروط سب کا دیکھنا شرط نہین ہے **سوال** اگر ابر ہو تو ہلال رمضان کے ثبوت مین ایک شخص کی گواہی کافی ہے یا نہین **جواب** کافی ہے رسائل الارکان مین ہے ثم یکفی فی الصوم رویۃ واحد اذا کان فی السماء علۃ فشہادتہ تلزم الصیام علی المکلفین لما عن ابن عمر قال تراءی الناس الہلال فاخبرت رسول اللہ انی رأیتہ فصام وامر الناس بصیامہ رواہ ابو داؤد یعنی روزہ کے لیے صرف ایک شخص کا چاند دیکھ لینا کافی ہے جب آسمان پر ابر یا غبار وغیرہ ہو اور اُسی شخص کی شہادت سے مکلفین پر روزہ لازمی ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ لوگون نے چاند دیکھنے کی کوشش کی پس مین نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ مین نے چاند دیکھا ہے آپنے خود روزہ رکھا اور لوگونکو روزہ رکھنے کا حکم دیا اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے **سوال** شاہد ہلال رمضان کا عادل ہونا ضروری ہے یا نہین **جواب** ظاہر الروایۃ مین عدالت شرط ہے اور امام حسنؒ نے امام ابو حنیفہؓ سے جو روایت کی ہے اُس کے اعتبار سے عدالت شرط نہین ہے بلکہ مستور الحال کی شہادت بھی قابل قبول ہے اور یہی طحاوی اور شمس الائمہ حلوانی کا مذہب ہے اور متاخرین نے بھی اسیکو صحیح لکھا ہے فی الدر المختار وقیل بلا دعوی ولفظ اشہد للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ لا فاسق اتفاقا انتہی ملخصا وفی الحمادیۃ واما اذا کان مستور الحال فالظاہر ان لا تقبل شہادتہ وروی الحسنؒ عن ابی حنیفۃؓ یقبل شہادتہ وہو الصحیح انتہی وقال ابو المکارم فی شرح النقایۃ ولم یشترط الطحاوی العدالۃ قیل مرادہ ان العدالۃ الحقیقیۃ لیست بشرط بل یکتفی بالظاہریۃ فی النوادر ان شہادۃ المستور مقبولۃ فی ذلک وبہ اخذ الحلوانی انتہی وقال بحر العلوم فی رسائل الارکان ونحن نقول ان شرط العدالۃ فی امثال ہذا فی زماننا یخل بالکثر الاعمال لا سیما فی الصیام فالاحری ان یفتی بما عن الامام ابی یوسف رحمہ اللہ ان کان الشاہد ذا مروۃ بحیث یغلب علی الظن صدقہ یقبل قولہ لئلا یختل امر الصلوۃ ورمختار مین ہے عادل یا مستور الحال کی خبر بلا دعوی اور بلا الفاظ شہادت کے رمضان کے بارہ مین مقبول ہے جبکہ ابر یا غبار وغیرہ ہو جسکی تصحیح بزازی نے کی ہے ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہے

اور فاسق کی خبر بالاتفاق نہ مانی جائے گی انتہی ملخصا اور حمادیہ مین ہو اگر مخبر مستور الحال ہو پس ظاہر تو یہ ہو کہ اُسکی خبر قبول نہ کی جائے لیکن حسنؒ نے امام ابو حنیفہؓ سے روایت کی ہو کہ اُسکی شہادت مقبول ہو اور یہی صحیح ہو انتہی اور ابو المکارم شرح نقایہ مین کہتے ہین طحاوی نے عدالت کی شرط نہین لگائی ہو بعضون نے اسکا یہ مطلب لیا ہو کہ عدالت حقیقیہ شرط نہین ہو بلکہ عدالت ظاہریہ کافی ہو نوادر مین ہو کہ شہادت مستور اس معاملہ مین مقبول ہو اور اسی سے حلوانی نے اخذ کیا ہو انتہی اور بحر العلوم رسائل الارکان مین لکھتے ہین ہم کہتے ہین کہ شرط عدالت اس قسم کے معاملات مین ہمارے زمانے مین بکثرت خلل انداز ہوتی ہو خصوصاً رمضان کے معاملے مین پس بہتر یہ ہو کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جاے کہ اگر شاہد صاحب مروت ہو کہ بظن غالب سچا ہوگا تو اُس کا قول مان لیا جائے کہ روزے کا معاملہ بگڑنے نہ پائے **سوال** اگر کسی نے گاؤن مین رمضان کا چاند دیکھا اور شہر مین نہ آیا اور اُس گاؤن مین قاضی یا حاکم نہین ہو تو اُس شخص کے قول پر گاؤن کے لوگون کو روزہ رکھنا چاہیے یا نہین **جواب** رکھنا چاہیے سراجیہ مین ہو رجل رای ھلال رمضان بر ستاق لیس ھناک قاض ولا وال ولم یات المصر لیشھد فعلیھم ان یصوموا بقول ھذا الرجل ان کان ثقۃ ایک شخص نے کسی ایسے قصبہ مین جہان قاضی اور حاکم نہین ہے رمضان کا چاند دیکھا اور وہ شہر مین بغرض شہادت نہین آیا تو وہان اُن لوگون کو اس شخص کے قول پر روزہ رکھنا چاہیے بشرطیکہ وہ ثقہ ہو **سوال** اگر ابر کی حالت مین ایک شخص کی گواہی پر روزہ رکھا گیا اور تیس روز دن کے بعد بھی چاند دکھائی نہین دیا تو عید کرنا چاہیے یا نہین **جواب** اگر ابر و غبار کی وجہ سے چاند نہین دکھائی دیا تو عید کرنا چاہیے اور اگر مطلع صاف ہونے کی حالت مین شوال کا چاند نہین دکھائی دیا تو امام محمد کے نزدیک افطار کیا جائے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اکتیسوان روزہ بھی رکھا جاے حموی شارح اشباہ لکھتے ہین فی الذخیرۃ الواحد اذا شھد علی ھلال رمضان عند القاضی قبل شھادتہ وامر الناس بالصوم فلما اتموا ثلثین یوما غم ھلال شوال قال ابو حنیفۃ وابو یوسف رحمہ اللہ یصومون من الغد وان کان یوم الحادی والثلثین یعنی لکونہ خروجا عن العبادۃ فیحتاط فیہ وقال محمد یفطرون قال شمس الائمۃ الحلوانی ھذا الاختلاف فیما اذا لم یروا ھلال شوال والسماء مصحیۃ فاما اذا کانت متغیمۃ فانھم یفطرون بلا خلاف ذخیرہ مین ہو اگر ایک شخص نے رمضان کے چاند کی گواہی قاضی کے سامنے دی اور قاضی اُسکی شہادت کو مان کے لوگون کو روزہ رکھنے کا حکم دیدے پھر تیسوین رمضان کو عید کا چاند نہ دکھائی دے تو لوگون کو دوسرے دن روزہ رکھنا چاہیے گو اکتیسوین تاریخ ہو کیونکہ اپنے ذمہ سے ایک عبادت کو ادا کرنا ہے اس لیے احتیاط کرنا چاہیے یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک

افطار کر لینا چاہیے شمس الائمہ حلوانی کہتے ہین کہ یہ اختلاف اُس صورت مین ہو جب آسمان صاف ہو اور پھر بھی شوال کا چاند نہ دکھائی دے لیکن اگر ابر ہو تو بالاتفاق افطار کر لینا چاہیے **سوال** اگر ہلال رمضان کی دو شخصون نے بحالتِ ابر و غبار گواہی دی اور لوگون نے تیس روزے رکھے اور پھر بھی عید کا چاند نہ دکھائی دیا تو افطار کیا جائے یا نہین **جواب** افطار کیا جائے چاہے ابر ہو یا نہو۔ حموی شارح اشباہ لکھتے ہین واما اذا شھد علی ھلال رمضان شاھدان والسماء متغیمۃ قبل القاضی شہادتہما وصاموا ثلثین یوما فلم یروا الھلال ان کانت السماء متغیمۃ یفطرون من الغد بالاتفاق وان کانت مصحیۃ فکذلک یفطرون الیہ اشار فی القدوری والمنتقی وقیل فی فوائد القاضی الامام رکن الدین علی السغدی انہم لا یفطرون والاول اصح جب رمضان کے چاند پر دو آدمیون نے گواہی دی اور آسمان پر ابر تھا اور قاضی نے دونون کی شہادت قبول کر کے روزہ رکھنے کا حکم دیدیا اور تیس روزے رکھنے پر بھی عید کا چاند دکھائی نہ دیا تو اگر آسمان پر ابر ہو تو بالاتفاق افطار کر لیا جائے اور اگر آسمان صاف ہو تو بھی افطار کیا جائے اسی کی جانب قدوری اور منتقی مین اشارہ ہو اور کہا گیا ہو کہ فوائد قاضی امام رکن الدین علی سغدی مین ہو کہ افطار نہ کرنا چاہیے اور اول اصح ہو **سوال** ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لیے مفید ہوتی ہو یا اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جاتا ہو **جواب**۔ اختلاف مطالع کا اعتبار نہین کیا جاتا درمختار مین ہے اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر الروایۃ وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی ظاہر روایت کے اعتبار سے اختلاف مطالع غیر معتبر ہو اور اسی جانب اکثر مشائخ گئے اور اسی پر فتوی ہو اور مجمع البرکات مین ہو لو صام اھل بلدۃ ثلثین یوما بالرویۃ واھل بلدۃ اخری تسعا وعشرین یوما بالرویۃ فعلی من صام تسعا وعشرین یوما فعلیہم قضاء یوم اگر ایک شہر والون نے تیس روزے رکھے اور دوسرے شہر والون نے انتیس تو جنھون نے انتیس روزے رکھے ہین انپر ایک یوم کی قضا واجب ہو اور درمختار مین ہو لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذھب اگر دوسرے شہر کی خبر آگئی تو بر مذہب صحیح انپر بھی اُسکے موافق عمل کرنا لازم ہو۔ در جامع الرموز مین ہو وحکم اھل البلد تثبت بالرؤیۃ لا یلزم الاخری وعن محمد انہ یلزم والصحیح من مذھب اصحابنا انہ یلزم اذا استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری ایک شہر کی رویت سے دوسرے شہر پر حکم نہین دیا جا سکتا اور امام محمد سے منقول ہو کہ حکم لازمی ہو اور صحیح یہ ہو کہ لازمی ہو جب دوسرے شہر سے خبر آجائے **سوال** اگر گواہون نے انتیس رمضان کو گواہی دی کہ ہمنے رمضان کا چاند ایک دن پہلے دیکھا ہو جس کے حساب سے آج اکتیسوین تاریخ ہو تو انکی گواہی مانی جائے گی یا نہین **جواب** اگر یہ گواہ اسی شہر مین تھے اور پہلے رمضان سے چپکے رہے انتیس

تاریخ کو گواہی دی تو انکی گواہی قبول نہ کی جائے گی اور اگر دور کے سفر سے اگر گواہی دی ہی تو قبول کی جائے گی مجمع البرکات مین ہی اذا شہد الشہود علی ہلال رمضان فی الیوم التاسع والعشرین انہم رأوا الہلال قبل صومکم بیوم ان کانوا فی ہذا المصر ینبغی ان لا یقبل شہادتہم لانہم ترکوا الحسبۃ وان جاؤا من مکان بعید جازت شہادتہم لانتفاء التہمۃ کذا فی الخلاصۃ جب بہت سے گواہون نے انتیسوین رمضان کو چاند دیکھنے کی شہادت دی کہ اُنھون نے (تیسوین کے حساب سے پہلی تاریخ کو آکر) کہا کہ ہمنے تمھارے اس روزہ کے ایک دن پہلے چاند دیکھا تھا تو انکی شہادت نہ قبول کرنا چاہیے کیونکہ اُنکے ذمہ جو بات ضروری تھی اُسے اُنھون نے ترک کیا بشرطیکہ وہ لوگ اُسی شہر کے رہنے والے ہون اور اگر باہر کے رہنے والے ہون تو وہ معذور ہین اور اُنکی شہادت جائز ہے کیونکہ الزام منتفی ہی جیساکہ خلاصہ مین ہی **سوال** اگر تیسوین رمضان کو غروب آفتاب سے پہلے عید کا چاند دکھائی دیا تو فوراً روزہ کھول ڈالنا ضروری ہی یا نہین **جواب** یہ چاند آنے والی رات کا مانا جائیگا لہذا غروب کے پہلے افطار نہ کرے اور دوسرے دن عید سمجھی جائے گی رسائل الارکان مین ہی وان رأی الہلال فی نہار ثلثین قبل الزوال او بعدہ فالہلال للیلۃ الآتیۃ وتیموا صوم یوم رأی فیہ الہلال سواء رأی قبل الزوال وبعدہ اگر تیسوین تاریخ آفتاب ڈوبنے سے پہلے چاند دیکھا اور اسکی پہلی (شب گذشتہ کو) نہین دیکھا تھا تو یہ چاند آنیوالی رات کا مانا جائیگا اور روزہ پورا کرنا چاہیئے چاند قبل زوال دیکھا ہو یا بعد زوال۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

## کتاب الصوم

**سوال** ایک رمضان کی قضا جس شخص نے دوسرے رمضان کے آجانے تک ادا نہین کی تو کیا دوسرے رمضان کے آجانے کی وجہ سے اُس پر قضا اور کفارہ دونون لازم ہون گے **جواب** فقط قضا واجب ہی ہدایہ مین ہی وان اخرہ حتی دخل رمضان اخر صام الثانی لانہ فی وقتہ وقضی الاول بعدہ ولا فدیۃ علیہ لان وجوب القضاء علی التراخی حتی کان لہ ان یتطوع اگر ادائے قضا مین اتنی تاخیر کی کہ دوسرا رمضان آگیا تو دوسرے رمضان کے روزے رکھے اور پہلے کی بعد کو قضا کرے اور اُسپر فدیہ نہین ہی کیونکہ وجوب قضا بتاخیر ہی حتی کہ اُسے نفل روزے رکھنے کا بھی حق حاصل ہی **سوال** اگر روزہ مین زوجہ سے مساس کیا اور انزال ہوا تو روزہ رہا یا جاتا رہا **جواب** جاتا رہا فقط قضا واجب ہوگی خزانۃ المفتین مین ہی اذا قبل امرأۃ بشہوۃ او مس

بشھوۃ فامنی علیہ القضاء دون الکفارۃ اگر کسی نے شہوت سے بوسہ لیا یا مساس کیا اور انزال ہوا تو اُسپر قضا لازم ہو نہ کفارہ **سوال** اگر کسی نے جلق لگایا تو روزہ رہا یا جاتا رہا **جواب** جاتا رہا فقط قضا واجب ہوگی فتح القدیر مین ہو عامۃ المشایخ علی ان الاستمناء مفطر وقال فی التجنیس ھو المختار عامۂ مشایخ کے نزدیک جلق سے روزہ جاتا رہتا ہو اور صاحب تجنیس نے کہا ہی مختار ہو **سوال** زید نے مرض سخت کی حالت مین نذر مانی کہ اگر مین اچھا ہوگیا تو ڈیڑھ برس کے روزے رکھونگا اب اُسکو صحت ہوگئی تو ایام بیض وغیرہ کے روزے رکھنے یا صدقہ دینے سے ڈیڑھ برس کے روزے اُس کے ذمے سے ساقط ہو سکتے ہین یا نہین **جواب** صدقہ دینے سے نذر مذکور ساقط نہین ہوسکتی اُتنے روزے رکھنا چاہیے خواہ ایام بیض مین رکھے خواہ اور ایام مین سوائے عیدین اور تشریق کے لیکن اُس نے چونکہ نذر مین یہ نہین کہا کہ علی الاتصال روزے رکھونگا اس لیے وہ متفرق روزے رکھ سکتا ہو **سوال** قضا کے روزے مین ایک شخص نے عمدا کھا پی لیا اس صورت مین کفارہ لازم آئیگا یا نہین **جواب** نہین کیونکہ کفارہ فقط رمضان کے روزے مین ہو نہ قضا وغیرہ مین رد المحتار مین ہو فلا تجب بافساد قضاء رمضان او افساد صوم غیرہ لان الافطار فی رمضان ابلغ فی الجنایۃ فلا یلحق بہ غیرہ لورودھا فیہ علی خلاف القیاس قضاے رمضان کے توڑ ڈالنے سے کفارہ لازم نہین ہوتا اسی طرح رمضان کے روزے کے سوا کسی اور روزہ کے توڑ ڈالنے سے بھی کفارہ لازم نہین ہوتا کیونکہ رمضان مین افطار انتہا درجہ کی خیانت ہو پس دوسری چیزون کا حکم ایسا نہین ہوسکتا کیونکہ اُس مین کفارہ خود ہی خلاف قیاس ہو **سوال** اگر زید رمضان مین قصدا افطار سے پہلے حقہ پیتا ہو تو اُسکا روزہ فاسد ہوگا یا نہین۔ اگر ہوگا تو آیت یا حدیث یا ایمہ کے قول یا فقہ سے ثابت فرمایا جائے **جواب** اُسکا روزہ فاسد ہوگا درمختار مین ہو او ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان لو ذاکرا حلق مین دھوان اُتار لینے سے روزہ جاتا رہتا ہے چاہے جو دھوان ہو اگر قصدا ایسا کیا ہو۔ اور رسائل الارکان مین ہے لو ادخل الدخان کما یعتادہ الیوم فی اکثر الناس فینبغی ان یفسد بہ الصوم خصوصا دخان التنباک لانہ یورث الفرح ویحصل التسکین للمعتادین اگر دھوان حلق کے نیچے اُتار لیا جیسا کہ آجکل اکثر لوگ کرتے ہین تو اُس سے روزہ فاسد ہو جانا چاہیے خصوصا تماکو کے دھوین سے کیونکہ اُس سے فرحت ادر جو لوگ پینے کے عادی ہین انکو تسکین حاصل ہوتی ہو اور رد المحتار مین ہو ویلزمہ التکفیر لو ظن نافعا وکذا اذا شھوات البطن اور کفارہ لازم ہوگا اگر اُس نے نفعمند اور دافع شہوات بطن کے خیال سے پیا ہو۔ واللہ اعلم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم۔ واقعی اس صورت مین روزہ فاسد ہوگا کیونکہ حدیث مین بروایت ابو یعلی مروی ہے

الفطر مما دخل لروزہ ہر اُس چیز سے جاتا رہتا ہے جو پیٹ کے اندر جائے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز پیٹ مین جائے چاہیے وہ دھوان ہی کیون نہ ہو اگر قصداً داخل کیا ہے مفسد صوم ہے واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبدالحی **سوال** خود بخود دقی آنے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہین **جواب** نہین **سوال** جونک لگنے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہین **جواب** نہین کیونکہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم حالت صوم مین پچھنے لگاتے تھے جیسا کہ صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے اور جونک بھی ویسی ہی ہے **سوال** ایک یابس المزاج شخص روزہ رکھ سکتا ہے مگر گرمی کے زمانے مین اطباے حاذق اُسے روزہ رکھنے سے منع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تم روزہ رکھنے سے سخت امراض مین مبتلا ہو جاؤگے تو کیا کرے **جواب** روزہ نہ رکھے **سوال** ایک شخص روزہ رکھنے کے بعد افطار سے پہلے سخت مرض مین مبتلا ہوا اور روزہ ختم کرنے سے زیادتی مرض کا غالب گمان ہے تو افطار کرے یا نہین۔ **جواب** افطار کرڈالے۔ رسائل الارکان مین ہے اذا احدث المرض فی نہار رمضان ویظن بالصوم الزیادۃ علے المرض یباح لہ الافطار روزہ دار کو دن مین ایسا مرض لاحق ہوا کہ فوراً افطار نہ کرنے سے زیادتی کا غالب گمان ہے تو اُسے افطار کرنا مباح ہے۔ **سوال** جس نے زیادتی مرض کے خوف سے افطار کیا ہو اُسپر قضا لازم ہوگی یا کفارہ **جواب** قضا لازم ہوگی نہ کفارہ عالمگیری مین ہے ومنہا المرض المریض اذا خاف علی نفسہ التلف او ذہاب عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادۃ العلۃ وامتدادہ فکذلک عندنا وعلیہ القضاء اذا افطر کذا فی المحیط مریض کو جب اپنی جان کا یا کسی عضو کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو بالاجماع افطار کرے اور اور اگر زیادتی مرض یا امتداد مرض کا خوف ہو تب بھی ہمارے نزدیک افطار کرے اور جب افطار کرلیا تو اُسپر قضا واجب ہے جیسا کہ محیط مین ہے۔ **سوال** اگر خاک یا سنگریزہ یا خستۂ خرما یا کلوخ یا پنبہ یا کاغذ وغیرہ کہ نہ غذا ہین نہ دوا عادۃً نگل جائے تو قضا لازم آئے گی یا کفارہ **جواب** قضا لازم آئے گی نہ کفارہ فی العالمگیریۃ اذا ابتلع مالا یتغذی بہ ولا یتداوی بہ عادۃ کالحجر والتراب لا یجب الکفارۃ کذا فی التبیین انتہی وفی الخلاصۃ لو ابتلع حصاۃ او نواۃ او حجرا او مدرا او قطنا او حشیشا او کاغذۃ فعلیہ القضاء ولا کفارۃ عالمگیری مین ہے اگر اُن چیزون کو نگل گیا جن سے عادۃً غذا اور دوا کا کام نہین لیا جاتا ہے جیسے پتھر اور مٹی تو کفارہ واجب نہین ہے جیسا کہ تبیین مین ہے انتہی اور خلاصہ مین ہے اگر کنکری یا گٹھلی نگل گیا یا پتھر یا ڈھیلا یا روئی یا کاغذ تو اُسپر قضا ہے کفارہ نہین ہے **سوال** روزہ رمضان کے کفارہ مین اگر غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو ساٹھ مسکینون کو کھانا کیونکر کھلائے **جواب** اگر کبر سنی یا حدوث مرض کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکتا ہو

تو اُسے اختیار ہے چاہے ساٹھ مسکینون کو دو وقت پیٹ بھر کے کھانا کھلاوے یا کچا غلہ دیدے اس طرح پر کہ ہر مسکین کو نصف صاع گیہون یا اُسکا آٹا یا ایک صاع جو یا انگور یا خرما دے اور نقد قیمت دینا بھی جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک وقت کھانا کھلائے اور ایک وقت کی قیمت دیدے اور اگر ایک مسکین کو ساٹھ دن دو وقتہ کھانا کھلائے تو بھی جائز ہے لیکن اگر ایک مسکین کو ساٹھ مسکینون کا کھانا پکا کر دیگا تو کفارہ مین ایک دن محسوب ہوگا جیسا کہ درمختار مین ہے اور اگر کچا غلہ ساٹھ مسکینون کا حساب کر کے ایک مسکین کو ایک دن مین بدفعات دے تو مختلف فیہ ہے بعض کے نزدیک ایک مسکین سے کافی ہوگا اور بعض کے نزدیک پورا کفارہ ادا ہو جائے گا جیسا کہ برجندی نے کہا ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)

## باب صدقۃ الفطر والاعتکاف

**سوال** صدقۂ فطر مین گیہون دینا مستحب ہے یا اُسکی قیمت **جواب** امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک قیمت دینا مستحب ہے کیونکہ روپیہ سے بہت کام نکل سکتے ہین **سوال** زکوۃ کی طرح صدقۂ فطر مین تملیک متصدق علیہ شرط ہے یا نہین **جواب** شرط ہے ابو المکارم کہتے ہین وشرطا لتملیک فی الفطرۃ والعشر ایضاً فطرہ اور عشر مین بھی تملیک شرط ہے **سوال** زید عشرۂ اخیرۂ رمضان مین معتکف تھا اور رات کا گمان کر کے اُس نے سحر کھائی اور اصل مین سحر طالع ہو چکی تھی پس قضا لازم ہوگی اور امساک یوم کرے پس یہ امساک اُن لوگون کے نزدیک جو صوم کو اعتکاف کی شرط جانتے ہین کافی ہوگا یا نہین اور عدم کفایت کی صورت مین اُس اعتکاف کا کیا حکم ہے **جواب** جبکہ یہ امساک صوم نہین ہے اور قضا واجب ہے پس اعتکاف کے لیے کافی نہوگا اور اگر اعتکاف عشرۂ متصل کی نذر مانی ہے تو قضا لازم ہوگی اور اگر اعتکاف نفل ہے تو قضا لازم نہوگی درمختار مین ہے فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف وان لم یعتکف رمضان المعین قضے شہرا غیرہ بصوم مقصود واقلہ قضاء ساعۃ ولو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاؤہ لعلی ظاہر اگر کسی نے شہر رمضان کے اعتکاف کی نذر مانی تو وہ اسپر لازم ہے اور صوم رمضان کی بدولت صوم اعتکاف کی ضرورت نہین ہے اور اگر رمضان معین مین اعتکاف ادا نہین کیا تو کسی دوسرے مہینے مین اُسکی قضا کرے اور اُس مین روزہ رکھے اور اقل قضائے اعتکاف ایک ساعت ہے اور اگر نفل کو شروع کر کے قطع کر دیا تو بر مذہب

ظاہر قضا لازم نہین ہے اور جامع الرموز مین ہے اور یہ اُسوقت ہے جب روزہ شرط نہو اور اگر روزہ شرط ہو تو کم از کم ایک روزہ ہے اور قضا صورت افساد و قطع مین لازم ہے انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (ابو الحسنات محمد عبد الحی)

# کتاب الزکوۃ

**سوال** ادائے زکوۃ کے وقت اس بات کا اعلان اور اظہار کہ یہ زکوۃ کا مال ہے ضروری ہے یا نہین۔
**جواب** ادائے زکوۃ مین ادا کرتے وقت یا اُس مال کو اپنے مال سے جدا کرتے وقت زکوۃ ادا کرنے کی نیت ہونا ضروری ہے اور قصد قلبی کو نیت کہتے ہین اور ادائے زکوۃ کے وقت اگر کوئی پوچھے تم کیا دیتے ہو تو فوراً کہدے مین زکوۃ دیتا ہون لیکن اعلان اور اظہار ضروری نہین ہے مگر افضل ہے کنز مین ہے وشرط ادائہا نیۃ مقارنۃ للاداء او لعزل ما وجب اداے زکوۃ کی شرط یہ ہے کہ ادائے زکوۃ کے وقت یا اپنے مال سے جدا کرتے وقت زکوۃ کی نیت ہو۔ اور عالمگیری مین ہے اذا کان فی وقت التصدق بحال لو سئل عما ذا نودی یمکنہ ان یجیب من غیر فکرۃ فذلک یکون نیۃ منہ اگر تصدق کے وقت اُس سے پوچھا جاے کہ تم یہ روپیہ کیسا دے رہے ہو اور وہ بے غور کیے ہوے جواب دیدے تو نیت متحقق ہے اور بحر الرائق مین ہے وفی فتح القدیر والافضل فی الزکوۃ الاعلان اور فتح القدیر مین ہے کہ زکوۃ مین اعلان کرنا افضل ہے اور عالمگیری مین ہے اذا اراد الرجل الزکوۃ الواجبۃ قالوا الافضل الاعلان والاظہار وفی التطوعات الافضل ہو الاخفاء والاسرار کذا فی فتاوی قاضی خان جو شخص زکوۃ واجبہ کو ادا کرنا چاہے تو فقہا کے نزدیک افضل اعلان و اظہار ہے اور نفل مین افضل اخفا اور اسرار ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہے **سوال** عورتون کے کپڑون مین جو گوٹہ ٹھپہ بنت وغیرہ ٹکی ہوتی ہے اُنپر زکوۃ واجب ہے یا نہین **جواب** نہین کیونکہ یہ چیزین من قبیل عروض ہین اور عروض مین جب تک تجارت کی نیت نہو زکوۃ واجب نہین ہے جیسا کہ بحر الرائق مین ہے **سوال** اجنبی پہ سسرالی قرابت دار مقدم ہین یا نہین
**جواب** مقدم ہین بحر الرائق مین ہے قال فی الفتاوی الظہیریۃ ویبدأ فی الصدقات بالاقارب ثم الموالی ثم الجیران وذکر فی موضع اٰخر معزیا الی ابی حفص الکبیر لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتی یبدأ بہم فیسد حاجتہم فتاوی ظہیریہ مین ہے کہ صدقات مین سب سے مقدم اقارب ہین پھر موالی پھر پڑوسی اور دوسرے جگہ ابو حفص کبیر کی جانب منسوب کرکے کہا ہے کہ جسکے اقربا محتاج ہین اسکا صدقہ قبول نہین ہوتا تا وقتیکہ وہ اُنکی حاجت

پوری نہ کرے - اور عالمگیری مین ہے والافضل فی الزکوة والفطر والنذر الصرف اولا الی الاخوة والاخوات
ثم الی اولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادهم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادهم ثم
الی ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی اهل حرفته ثم الی اهل مصره او قریته کذا فی السراج الوهاج زکوة
اور فطره اور نذر صرف کرنے مین افضل یہ ہے کہ بھائیون اور بہنون کو دے پھر اُنکی اولاد کو پھر چچاؤن اور پھپھیون
کو پھر اُنکی اولاد کو پھر ماموؤن اور خالاؤن کو پھر اُنکی اولاد کو پھر ذوی الارحام کو پھر پڑوسیون کو پھر اپنے ہم پیشہ
لوگون کو پھر اپنے شہر والون کو یا اپنے گاؤن والون کو ایسا ہی سراج وہاج مین ہے - **سوال** اگر کسی شخص
کے پاس مکانات یا دوکانین یا اشیاے منقولہ ہین اور وہ اُنھین کرایہ پر چلاتا ہے یا اُسکے قبضے مین ہین
تجارت کی نیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو تو زکوة کا کیا حکم ہے **جواب** اگر مکانات اور دوکانین یا اشیاء منقولہ
جیسے دیگ وغیرہ رکھتا ہو اور اُنھین کرایہ پر چلاتا ہے اور تجارت کی نیت نہین رکھتا ہو یا اُن اشیا کے خریدتے
وقت تجارت کی نیت تھی پھر کرایہ پر یہ اشیا چلائے تو ان دونون صورتون مین ان اشیا پر زکوة نہین ہے
مجمع البرکات مین ہے رجل اشتری اعیانا منقولة یواجرها میاومة ومشاهرة ومسانهة ویحصل له من المنقولات مال عظیم لا یجب
الزکوة فیها لانها لیست بمال التجارة فانه یمسکها وینتفع بها نوع انتفاع فصار کالاستعمال فلم یجب فی ذلك
شیٔ کذا فی خزانة الروایات اگر کسی نے کچھ اشیائے منقولہ خریدے اور اُنھین کرایہ پر ایک دن یا ایک مہینہ یا ایک
سال کے لیے چلاتا ہو اور اُن سے مال عظیم از قسم منقولات حاصل کرتا ہو تو اُسپر زکوة نہین ہے کیونکہ یہ تجارت کا
مال نہین ہے اسوجہ سے کہ شئے اُسکے قبضے مین ہے وہ اُس سے نفع حاصل کرتا ہے تو اُسکا حکم ویسا ہی ہو جیسا
خود اُسکے استعمال کرنے کا ہو تو اُسکے ذمے کچھ واجب نہوگا جیسا کہ خزانة الروایات مین ہو - اور اسی کتاب مین
دوسری جگہ لکھا ہو لو اشتری لرجل دارا او عبدا للتجارة ثم اجره یخرج من ان یکون للتجارة ولو اشتری قدورا من
الصفر یمسکها ویواجرها لا یجب فیها الزکوة کما لا یجب فی بیوت الغلة کذا فی فتاوی قاضی خان اگر کسی شخص نے
کوئی گھر یا غلام تجارت کے لیے خریدا پھر اُسے کرایہ پر چلایا تو وہ مال تجارت نہین رہا اور اگر دیگین خریدین اور انکو اپنے
ملک مین رکھا لیکن کرایہ پر چلاتا رہا تو زکوة واجب نہین ہے جیسا کہ غلہ کے گھرون مین واجب نہین ہے ویسا ہی
فتاوی قاضی خان مین ہو - اور اگر مکانات اور دوکانین اور اشیاے منقولہ اپنی ملک اور قبضہ مین بلا نیت تجارت
رکھے تو بھی زکوة واجب نہین ہے مجمع البرکات مین ہو ولو کان له عبید لا للتجارة او دار لا للسکنی ولم ینوا التجارة لا یجب
فیها الزکوة وان حال علیها الحول کذا فی شرح الوقایة اگر کسی کے پاس بلا نیت تجارت غلام ہین یا گھر ہین جن مین

نہ تجارت کی نیت ہے نہ رہنے کے لیے ہین تو زکوۃ واجب نہین ہے اگرچہ سال گذر جائے ایسا ہی شرح وقایہ مین ہے
**سوال** اگر کسی شخص کے پاس اراضی ہو اور وہ اُس مین کھیتی کرتا ہے تو اُس اراضی اور اُسکی پیداوار پر زکوۃ
واجب ہو یا نہین **جواب** جب تک اراضی مین تجارت کی نیت نہو زکوۃ واجب نہین ہے کنز مین ہے وفی
عروض تجارۃ بلغت نصاب ورق او ذہب عروض مین زکوۃ جب ہی واجب ہوتی ہے جب تجارت کے لیے ہون
اور اُن کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کی اتنی ہو۔ اور ارکان اربعہ مین ہے واما العروض فانما یجب فیہ
الزکوۃ اذا کانت للتجارۃ اذا بلغ قیمتہا نصابا من الفضۃ والذہب ویجب فیہا ربع العشر من قیمتہا ویشترط فیہ
التجارۃ لما عن سمرۃ بن جندب قال اما بعد فان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یامرنا ان نخرج من الصدقۃ
من الذی نعدہ للبیع رواہ ابوداؤد عروض مین زکوۃ جب ہی واجب ہوتی ہے جب تجارت کے لیے ہون اور اُنکی
قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کی اتنی ہو اور اُس مین ربع عشر قیمت واجب ہوتا ہے بشرطیکہ تجارت کی نیت
ہو کیونکہ سمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہمین حکم فرماتے کہ ہم اُن چیزون کی زکوۃ
نکالین جو ہمنے بیع کے لیے رکھی ہین اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور زمین کی پیداوار پر جب تک کہ اُسکی
قیمت نقد نہو جائے زکوۃ واجب نہین اگرچہ حولان حول ہو جائے مجمع البرکات مین ہے واذا حصل من ارضہ
حنطۃ مثلا یبلغ قیمتہا نصابا ونوی ان یمسکہا ویبیعہا وحال علیہا الحول فانہ لا یجب فیہا الزکوۃ کذا فی البرجندی
وفی الحجۃ حتے ینقد ثمنہا ویحول الحول کذا فی فتاوی قاضی خان اگر کسی کی زمین مین مثلا گیہون پیدا ہوے اور اُنکی
قیمت مقدار نصاب کی اتنی تھی اور اُس نے اُنکے فروخت کرنے کا قصد کیا اور اُنپر پورا سال گذر گیا تو اُسپر زکوۃ
واجب نہین ہے یہ برجندی مین ہے اور حجت مین ہے تاوقتیکہ اُن سب کا ثمن نقد نہو جاے اور اُسپر سال نہ گذر جائے
زکوۃ واجب نہین جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہے **سوال** اگر زر زکوۃ سے غلہ یا کپڑا خرید کے مساکین کو دے
تو زکوۃ ادا ہوگی یا نہین **جواب** ادا ہوگی کیونکہ ادائے مال زکوۃ مین رکن تملیک ہو **سوال** پہننے کے کپڑون
مین پشمینہ ہو یا سوتی زکوۃ واجب ہے یا نہین۔ **جواب** نہین ہدایہ مین ہے ولیس فی دور السکنی وثیاب البدن
واثاث المنزل ودواب الرکوب وعبیدۃ الخدمۃ وسلاح الاستعمال زکوۃ رہنے کے گھر اور پہننے کے کپڑے اور
گھر کے سامان اور سواری کے جانورون اور خدمت کے غلامون اور استعمال کے ہتھیارون پر زکوۃ نہین ہے۔
**سوال** زوجہ کو اپنے زیور کی جو اُسکی ملک ہے زکوۃ دینا چاہیے یا زوج کو۔ **جواب** مال کی زکوۃ مالک پر ہے
لیکن اگر زوج زوجہ کی طرف سے زکوۃ دیدے تو ادا ہو جائے گی یہ کشف الحقائق مین ہے **سوال** اگر کوئی شخص

ایک نصاب کا مالک ہوا اور سال بھی اُس پر گذر گیا اُس نے زکوٰۃ نہین دی پھر دوسرا سال بھی گذرا اب سے
ایک سال کی زکوٰۃ دینا چاہیے یا دو سال کی **جواب** پہلے سال کی زکوٰۃ واجب ہے نہ دوسرے سال کی
رسائل الارکان مین ہے اذا ملك مائتي درهم وحال عليه الحول ولم يؤد زكوتہ حتی حال علیہ حول اٰخر
لا يجب الا زكوة الحول الاول دون الثاني لانه كان عليه اداء جزء المال فانا کان جزء منہ مشغولا بالزکوۃ لم
يبق الباقی نصابا اگر کسی شخص کے پاس دو سو درہم تھے اُسپر سال گذر گیا اور اُس نے زکوٰۃ نہ دی یہان تک کہ
دوسرا سال بھی گذر گیا اُسپر صرف پہلے سال کی زکوٰۃ واجب ہو دوسرے سال کی نہین کیونکہ اُس پر جزء مال
کی ادائی ضروری تھی تو جب جزء مال زکوٰۃ مین رکا ہوا تھا تو باقی بمقدار نصاب نہ رہا اور شارح وقایہ نے دین زکوٰۃ
کو غیر مانع قرار دیا ہے اور یہ انکی غلطیون مین سے ہے جیساکہ شرح ابو المکارم مین ہے **سوال** قرضدار پر زکوٰۃ
واجب ہو یا نہین **جواب** اگر وہ بالکل قرضہ مین گھرا ہوا ہو تو جب تک قرضدار ہے زکوٰۃ اُسپر واجب نہین ہے
اور اگر اُس قرضدار کا مال قرضہ سے زائد اور حوائج اصلیہ سے فاضل اور حد نصاب تک پہونچ گیا ہو تو اُتنے مال مین
زکوٰۃ واجب ہے ہدایہ مین ہے من كان عليه دين محيط بماله فلا زكوة عليه وان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل
اذا بلغ نصابا اگر کسی پر اتنا قرض ہو کہ اُس کے سب مال کو شامل ہے تو اُس پر زکوٰۃ نہین ہے اور اگر اُسکا مال قرض
سے زائد ہے تو زیادتی پر زکوٰۃ ہے **سوال** مال حرام جیسے کسب غنا اور زنا پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہین **جواب**
نہین قنیہ مین ہے لو كان الخبيث نصابا لا يلزمه الزكوة لان الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد ايجاب
التصدق ببعضه مال حرام اگر بقدر نصاب ہو تو اُسپر زکوٰۃ نہین ہو کیونکہ اُس کل مال کا تصدق کر دینا واجب ہے
تو اب بعض کے تصدق کے واجب کرنے سے کیا فائدہ **سوال** درمختار کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے
الشام والمصر خراجية وفي الفتح المأخوذ الآن من اراضي مصر اجرة لا خراج الا ترى انها ليست مملوكة للزراع
شام اور مصر خراجی ہین اور فتح مین ہے کہ آجکل جو کچھ مصر کی اراضی سے وصول کیا جاتا ہے وہ اجرت ہو خراج
نہین کیونکہ زمین کاشتکارون کی ملکیت نہین ہے۔ **جواب** اس کی توضیح یہ ہے کہ جو ملک لڑکے فتح کیا گیا ہو
اور لشکر اہل اسلام مین تقسیم نہ کیا گیا ہو خواہ وہین کے کافر اُس مین مقیم ہون یا دوسری جگہون کے کفار نقل مکان
کرکے اُس مین آگئے ہون اور جو ملک صلح سے فتح کیا گیا ہو وہ دونون خراجی ہین علما اس امر پر متفق ہین کہ
مصر خراجی ہو البتہ اس امر مین اختلاف ہے کہ وہ لڑکر فتح کیا گیا ہے یا صلح سے فتح کیا گیا ہو اور اس اختلاف سے
خراجی ہونے پر کچھ اثر نہین پڑتا کیونکہ جب تک اُس ملک کے لوگ اسلام نہ لائے ہون خواہ بجنگ فتح کرنے کے بعد

دہان کے لوگون پر احسان رکھکر خراج مقرر کیا جاے یا بالصلح فتح ہو اور جزیہ مقرر کیا جائے اور جب آراضی مصر
کے مالکان بلا وارث مرے تو یہ آراضی داخل بیت المال ہوئی اور سلطان نے اُسے کاشتکارون کو دینا
شروع کیا اور اُن سے دراہم لیے تو اب یہ دراہم ظاہر ہے کہ اجرت ہین عشر و خراج نہین ہین اور کاشتکار کرایہ دار
ہین اور یہ ایک علیحدہ قسم ہے یعنے نہ عشری ہے اور نہ خراجی اس قسم کی زمینون کو ارض مملکت یا اراضی حوز کہتے
ہین یہ رد المحتار مین ہے **سوال** چاندی سونے کے زیور یا برتنون پر زکوۃ واجب ہے یا نہین **جواب**
واجب ہے ہدایہ مین ہے فی تبر الذھب والفضۃ وحلیہما وانیتہما الزکوۃ چاندی سونے کے ورقون
زیورون اور برتنون پر زکوۃ ہے **سوال** بنی ہاشم کے لیے زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین خمس الخمس
مال غنیمت سے مقرر تھا اب وہ نہین رہا پس بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز ہے یا نہین **جواب** ظاہر الروایۃ اور
ظاہر المذہب اور قول مفتی بہ کے موافق بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز نہین۔ البتہ غیر ظاہر الروایۃ مین بروایت نوادر
ابو عصمۃ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اسکا جواز نقل کرتے ہین اور دوسری روایت مین امام ابو یوسف اور امام
ابو حنیفہ رحمہما اللہ سے ہاشمی کا ہاشمی کو زکوۃ دینا وارد ہے لیکن یہ دونون روایتین ظاہر الروایۃ اور ظاہر المذہب
کے خلاف ہین اور مفتی بہ قول کے موافق عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ تمام متون فقہیہ مین عدم جواز مذکور ہے اور
فتوی متون کے قول پر ہوتا ہے اور بھی معتبر کتب فقہ مین عدم جواز کو ظاہر الروایۃ اور جواز کو خلاف ظاہر الروایۃ
بلکہ خلاف صواب لکھا ہے عیون المذہب مین ہے لا الی بنی ھاشم بالاجماع مال زکوۃ بالاجماع بنی ہاشم کو نہ
دیا جائیگا۔ اور برہان شرح مواہب الرحمن مین ہے ولا تدفع الزکوۃ وسائر الواجبات الی بنی ھاشم وھم
بنو العباس والحارث ابنی عبد المطلب وبنو عقیل وجعفر واولاد ابی طالب فی ظاھر الروایۃ لقولہ صلی اللہ
علیہ وسلم نحن اھل البیت لا تحل لنا الصدقۃ رواہ البخاری ولقولہ ان الصدقۃ لا ینبغی لآل محمد انما ھی
اوساخ الناس رواہ مسلم وروی ابو عصمۃ عن ابی حنیفۃ رض انہ یجوز فی ھذا الزمان وانما کان ممتنعا فی ذلک
الزمان وعنہ وعن ابی یوسف یجوز ان یدفع بعض بنی ھاشم الی بعض زکوتھم ظاہر روایت مین زکوۃ اور
تمام واجبات بنی ہاشم کو نہ دیے جائین گے اور وہ عباس بن عبد المطلب اور حارث بن عبد المطلب اور
عقیل و جعفر اور ابو طالب کی اولاد ہین کیونکہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے ہم اہل بیت
ہین ہمارے لیے صدقہ حلال نہین ہے اسکو بخاری نے روایت کیا ہے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو صدقہ نہ لینا چاہیے کیونکہ یہ لوگون کا میل ہے اسکو مسلم نے

باقی پرچہ

روایت کیا ہے اور ابو عصمۃ نے ابو حنیفہ رحمہا اللہ سے روایت کی ہے کہ اس زمانے مین جائز ہے اور اُس زمانے
مین ممنوع تھا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ بنی ہاشم باہم ایک دوسرے کو زکوۃ دے سکتے ہین اور
فتح القدیر مین ہے ھذا ظاھر الروایۃ وروی ابو عصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ھذا الزمان وانما کان ممتنعا
فی ذلک الزمان یہ ظاہر الروایۃ ہے اور ابو عصمۃ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ اس زمانے
مین جائز ہے اور اُس زمانے مین ممنوع تھا۔ اور صاحب درمختار شرح ملتقی الابحر مین لکھتے ہین عن الامام
جواز دفع الھاشمی زکوتہ لمثلہ وعنہ الجواز فی زماننا مطلقا قال الطحاوی وبہ ناخذ واقرہ القھستانی وغیرہ
الا ان ظاھر الروایۃ اطلاق النھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو زکوۃ دے سکتا ہی
اور انھین سے منقول ہے کہ ہاشمی کو مطلقا زکوۃ دینا جائز ہی طحاوی نے کہا ہے کہ ہم اسی سے اخذ کرتے ہین
اور قہستانی وغیرہ نے اسکا اقرار کیا ہے مگر ظاہر الروایۃ سی مطلقا عدم جواز ثابت ہی۔ اور بحر الرائق مین ہے
اطلق الحکم فی بنی ھاشم ولم یقیدہ بزمان ولا بشخص للاشارۃ الی رد روایۃ ابی عصمۃ عن الامام انہ یجوز
الی بنی ھاشم فی زمانہ وللاشارۃ الی رد الروایۃ بان الھاشمی یجوز لہ ان یدفع زکوتہ الی مثلہ لان ظاھر
الروایۃ المنع مطلقا مصنف نی بنی ہاشم کی متعلق عام حکم لکھا ہی کسی شخص اور کسی زمانے کی ساتھ مخصوص نہین کیا ہے
روایت ابو عصمۃ کی تردید کی جانب اشارہ کرنے کی لیے کہ اس زمانہ مین ہاشمی کو زکوۃ دیجا سکتی ہی اور اس روایت کی تردید
کیلیے کہ ہاشمی اپنے مال کی زکوۃ دوسری ہاشمی کو دیسکتا ہی کیونکہ ظاہر الروایۃ مطلقا منع ہی اور نہر فائق مین ہی روی ابو عصمۃ
جواز اعطائھم الواجبۃ فی زماننا لمنعھم خمس الخمس قال الطحاوی وبہ ناخذ الا ان ظاھر الروایۃ اطلاق المنع ابو عصمۃ سی مروی ہی
کہ اس زمانے مین ہاشمیون کو زکوۃ دینا جائز ہے اور اسکے بدولت وہ خمس الخمس سے محروم کردیے جائین گے طحاوی
نے کہا ہی کہ ہم اسی سے اخذ کرتے ہین مگر یہ کہ ظاہر الروایۃ مطلقا منع ہی۔ اور درمختار مین ہے ثم ظاھر المذھب
اطلاق المنع فقول العینی والھاشمی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لا یجوز یعنی ظاہر مذہب مطلق منع ہے پس
عینی کا یہ قول کہ ہاشمی کا ہاشمی کو زکوۃ دینا جائز ہے اس مین صحیح یون ہے کہ جائز نہین ہے۔ اور شامی قولہ اطلاق
المنع کی شرح مین لکھتے ہین ای فی الازمان کلھا یعنی فی زمان النبی صلے اللہ علیہ وسلم وبعدہ یہ حکم تمام زمانون
مین ہے یعنے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین بھی اور اُسکے بعد بھی۔ اور معدن شرح کنز مین ہی لا تدفع
الزکوۃ الی بنی ھاشم سواء کانوا مجاھدین او غیرھم وسواء کان الدافع ھاشمیا او غیرہ عندنا وقال
احمد یجوز اخذ الزکوۃ للھاشمی مجاھدا کذا فی فتاواہ ہمارے نزدیک زکوۃ بنی ہاشم کو نہ دی جائے گی چاہے

وہ مجاہد ہوں یا نہوں اور چاہے زکوۃ دینے والا ہاشمی ہو یا غیر ہاشمی اور احمد نے کہا ہی کہ ہاشمی مجاہد کے لیے زکوۃ لینا جائز ہی ایسا ہی اُنکے فتاوے مین ہے - اور سبب اشارت رد روایت نوادر جیسا کہ صاحب بحر نے کہا ہے یہ ہے کہ بنی ہاشم کو زکوۃ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ زکوۃ صدقہ اور لوگون کا میل ہی جیسا کہ ہم نے اسکو احادیث صحیحہ معتبرہ سے اوپر ثابت کردیا ہے پس جب تک زکوۃ صدقہ اور لوگون کا میل رہیگی اُسوقت تک بنی ہاشم کو نہ دی جاے گی ہان اگر زکوۃ صدقہ اور لوگون کا میل کسی آنے والے زمانے مین نہ رہے تو بنی ہاشم کو زکوۃ دینا بھی ناجائز نہ رہے گا اور یہ محال ہے اس تقریر سے وہ شبہ دفع ہوگیا جو بعض اذہان مین تھا کہ تقرر خمس الخمس کی وجہ سے بنی ہاشم کو زکوۃ نہین دیجاتی تھی اور اب بیت المال کے مفقود ہونے سے علت مرتفع ہوگئی - کیونکہ زکوۃ نہ دینے کی وجہ زکوۃ کا صدقہ اور وسخ ہونا ہے کہ صدقہ اور وسخ کو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اپنے اقارب اور اہل بیت پر حرام کیا ہے نہ تقرر خمس الخمس کو اور اگر یہ کہا جاے کہ اس زمانے مین اگر سادات کو زکوۃ نہ دی جاے گی تو وہ دنیاوی سخت تکالیف مین مبتلا ہونگے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ فی زماننا مودیان زکوۃ خال خال شادمان ہین پس مستحقین زکوۃ کا انکار دنیاوی مین مبتلا نہ رہنا کیونکر ممکن ہے اسی لیے مودیان زکوۃ اور ہر اُس شخص کو جو تطوع پر قدرت رکھتا ہے چاہیے کہ تطوعات صدقات نافلہ اور محافل اوقاف اور ہدایا وغیرہ سے حضرات سادات کی خدمت کرکے ثواب کثیر حاصل کرے درمختار مین ہے جازت التطوعات وغلة الاوقاف لهم اى لبنى هاشم سواء سماهم الواقف اولا على ما هو الحق كما حققته فى النهر تطوعات اور غلۂ اوقاف بر مذہب حق بنی ہاشم کے لیے جائز ہین خواہ واقف نے وقف کے وقت اُنکا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو اور قاضی ثناء اللہ مالابدمنہ مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین - بنی ہاشم او را نکے موالی کو کچھ نہ دیا جائے سوا صدقۂ نفل کے اور صدقۂ نفل پہلے بنی ہاشم ہی کو دینا چاہیئے کیونکہ زکوۃ اُنکے لیے حرام ہے واللہ اعلم بالصواب نمقہ محمد لطف اللہ عفا اللہ عنہ ماجناہ هو المصوب اکثر وہ حدیثین جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدقہ بنی ہاشم کے لیے حرام ہے اس بات پر صاف صاف دلالت کرتی ہین کہ یہ حرمت کسی زمانے کے ساتھ مقید نہین ہے طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا يحل لكم يا اهل البيت من الصدقات شئ انما هى غسالة الايدى وان لكم فى خمس الخمس ما يغنيكم اى اہلبیت تمھارے لیے صدقات حلال نہین ہین کیونکہ وہ ہاتھون کا دھودن ہے تمھارے لیے خمس الخمس ہی مین وہ ہی جو تمھین غنی کردیتا ہے - پس اس عبارت اور ان کی مثل عبارتون سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت کی علت

وسخ اور غسالہ ہوا اور یہ وصف صدقے کے ساتھ ہمیشہ رہے گا پس حرمت بھی ہر زمانے مین ہو گی اسی لیے
ارباب متون و شروح معتبرہ نے حرمت کو کسی زمانے کے ساتھ مقید نہین کیا ہے اور طحاوی شرح معانی الآثار
مین حرمت کو روایتون سے مدلل کرنے کے بعد لکھتے ہین فھذہ کلھا قد جاءت بتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم
ولا یعلم سبب نسخہا ولا عارضہا من الآثار وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد ان سب سے معلوم ہوتا ہے
کہ صدقہ بنی ہاشم پر حرام تھا اور اُسکے نسخ کا کوئی سبب معلوم نہین ہوا اور نہ کوئی اثر اسکے معارض ہے اور یہی
قول امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حرمت کی علت تقرر خمس الخمس نہین ہے
اور اگر مان بھی لیا جاے کہ تقرر خمس الخمس حرمت کی علت ہے جیسا کہ مجاہد اور وکیع کے قول سے معلوم ہوتا ہے
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم واھل بیتہ لا یاکلون الصدقۃ فجعل لھم خمس الخمس اخرجہ ابن
ابی شیبۃ والطبری حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اہلبیت صدقہ نہین لیتے تھے پس اُن کے لیے
خمس الخمس مقرر کیا گیا اسکو ابن ابی شیبہ اور طبری نے روایت کیا ہے۔ تو بھی انحصار حرمت اس تقرر مین ثابت
نہوگا بلکہ کہا جائیگا کہ صدقہ کا بنی ہاشم پر حرام ہونا دو وجہون سے ہے ایک وسخ دوسرے تقرر خمس الخمس اور اس
زمانے مین اگرچہ خمس الخمس نہین ہے مگر وسخ موجود ہے پس ضروری ہے کہ حرمت کا حکم باقی رہیگا اور ان دونون کے
مجموعہ کو علت سمجھنا سمجھداری کی بات نہین ہے بلکہ ہر ایک ان مین مستقل ایک علت ہے اس سے معلوم ہوا کہ طحاوی
نے جو یہ لکھا ہے روی عن ابی حنیفۃ انہ قال لا باس بالصدقات کلھا علی بنی ھاشم حدثنی سلیمان عن ابیہ
عن محمد عن ابی یوسف عنہ وذھب فی ذلک عندنا الی ان الصدقات انما کانت حرمت علیہم من اجل ما جعل
لھم فی الخمس فلما انقطع ذلک عنھم حل لھم ما کان حرم علیہم فبھذا نأخذ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے
کہ بنی ہاشم کیلیے صدقات لینے مین حرج نہین ہے یہ بیان کیا مجھسے سلیمان نے اُنھون روایت کیا نقل کرکے اپنے باپ سے اُنھون
نے نقل کیا محمد سے اُنھون نے نقل کیا ابو یوسف سے اُنھون نے بیان کیا میرے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ صدقات کی حرمت کی وجہ خمس الخمس تقرر تھا
اور اب وہ نہین ملتا تو صدقہ حلال ہو جائیگا ہم اسی سے اخذ کرتے ہین۔ اعتبار کے قابل نہین ہے اسی لیے معتبرین فقہا
مین سے کسی نے اس روایت کی لحاظ سے جواز صدقہ کا فتوی نہین دیا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی] واقعی اس زمانے مین بھی بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز نہین ہے
رسائل الارکان مین ہے واما انہ لا یعطی الھاشمی فلما عن عبد المطلب بن ربیعۃ بن الحارث قال ان ربیعۃ بن الحارث قال
لعبد المطلب بن ربیعۃ والفضل بن عباس ایتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فقولا استعملنا علی الصدقات

فاتی علی ونحن علی تلک الحال فقال ان رسول لا یستعمل احدا منکم علی الصدقۃ فقال عبد المطلب فانطلقت انا والفضل حتی اتینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال لنا ان ھذہ الصدقات انما ھی اوساخ الناس وقال لا یحل لمحمد ولا لآل محمد رواہ النسائی ورواہ المسلم فی روایۃ اطول انتھی وایضا ولا یجوز صرف زکوۃ الی بنی ہاشم لما مر وعن ابی ھریرۃ قال اخذ الحسن بن علی تمرۃ من تمرۃ الصدقۃ فجعلھا فی فیہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کخ کخ ارم بھا اما علمت انا لا تحل لنا الصدقۃ رواہ الشیخان باقی رہی یہ بات کہ صدقات ہاشمی کو نہ دیے جائین تو اسکی وجہ یہ ہی کہ عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث نے بیان کیا ہی کہ ربیعہ بن حارث نے عبد المطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس سی کہا کہ تم مجھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین لیجلو اور تم دونون اُن سے کہو کہ ہمین صدقات پر عامل کر دین پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور ہم اسی حال مین تھی اُنھون نی فرمایا کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تم مین سی کسی کو صدقات پر عامل نہ کرینگے عبد المطلب کہتے ہین کہ ہمین روانہ ہوا اور فضل میرے ساتھ تھے یہان تک کہ ہم حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے سامنے حاضر ہوے تو آپنے فرمایا کہ صدقات لوگون کے میل ہین اور فرمایا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد (رضی اللہ عنہم) کے لیے حلال نہین ہین اور بھی اسی مین ہے کہ بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز نہین ہے اُسوجہ سے جو اوپر ذکر ہوئی اور ابو ہریرہ کی اس روایت کی وجہ سے کہ حسن علیہ السلام بن علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ صدقہ کے کھجورون مین سے ایک کھجور اُٹھا کر اپنے منھ مین رکھ لیا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھو تھو اسے پھینکدو کیا تمھین یہ نہین معلوم کہ ہمارے لیے صدقہ حلال نہین ہے اسے بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اسکو نسائی اور مسلم نے بروایت طویل روایت کیا ہے اور اس بارہ مین احادیث بکثرت ہین حتے کہ تواتر معنی کا دعوی کیا جا سکتا ہے فتح القدیر مین ہے روی ابو عصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ھذا الزمان صرف الزکوۃ الی بنی ھاشم وان کان ممتنعا فی ذلک الزمان لظھور شدۃ الحاجۃ فیھم ولا یعطیھم احد صلۃ وقد افتی بعض المتاخرین بھذہ الروایۃ وھذا کلہ خطأ وغلط لانہ مخالف للنصوص القاطعۃ ابو عصمۃ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اس زمانے مین بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز ہے اگرچہ اُس زمانے مین ممنوع تھا کیونکہ سادات بکثرت محتاج ہین اور کوئی اُن کے ساتھ نیکی نہین کرتا اور بعض متاخرین نے اس روایت پر فتوے دیا ہے لیکن یہ سب غلط وخطا ہے کیونکہ نصوص قطعیہ کے مخالف ہے۔ واللہ علیم حررہ ابو الاحیار محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم **سوال** سادات غربا اور علمائے اغنیا کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہے یا نہین

**جواب** علماے اغنیا کو زکوۃ کا مال لینا بالاتفاق حرام ہے اور سادات کو ایک روایت کے اعتبار سے
درست ہے لیکن دلیل کا مقتضے یہی ہے کہ ہر زمانے مین سادات کو زکوۃ لینا حرام ہے بحر الرائق مین ہے
اطلق الحکم فی بنی ہاشم ولم یقیدہ بزمان ولا بشخص للاشارۃ الی الرد علی روایۃ ابی عصمۃ عن الامام
انہ یجوز الی بنی ہاشم فی زمانہ وللاشارۃ الی الرد علی روایۃ انہ یجوز للہاشمی ان یدفع زکوتہ الی مثلہ
لان ظاہر الروایۃ المنع مطلقا مصنف نے بنی ہاشم کے متعلق عام حکم لکھا ہو کسی شخص اور کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص
نہین کیا ہو روایت ابو عصمۃ کی تردید کی جانب اشارہ کرنے کے لیے کہ اس زمانہ مین ہاشمی کو زکوۃ دیجا سکتی ہے
اور اس روایت کی تردید کے لیے کہ ہاشمی اپنے مال کی زکوۃ دوسرے ہاشمی کو دے سکتا ہے کیونکہ ظاہر روایت مطلقا منع
ہی۔ رسائل الارکان مین ابو عصمۃ کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہو وہذا کلہ خطاء وغلط لانہ مخالف للنصوص القطعیۃ
یہ سب غلط اور خطا ہی کیونکہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہو **سوال** ایک شخص کے پاس زر موجب زکوۃ تھا اور سال اُسپر
تمام ہوا ہنوز اُس نے زکوۃ نہین دی تھی کہ وہ زر صرف ہو گیا اس صورت مین سال گذشتہ کی زکوۃ اُسکو
ذمے ہے یا نہین **جواب** ذمہ پر ہے خزانۃ الروایات مین عنایہ سے منقول ہے اذا ہلک النصاب
بعد الحول تسقط عنہ الزکوۃ وان استہلکہ ضمن الزکوۃ فی ذمتہ لان استہلاک اخراج النصاب من
ملکہ اگر نصاب حولان حول کے بعد ہلاک ہو گیا تو زکوۃ ساقط ہو گئی۔ اور اگر خود ہلاک کیا تو زکوۃ کا ذمہ دار
ہے کیونکہ ہلاک کر دینے سے نصاب کو اپنی ملک سے نکالنا ہے **سوال** گانے کی اجرت مین جو مال حاصل ہو
اُس سے خمس وزکوۃ دینا درست ہے یا نہین **جواب** ایسا مال حرام ہے اور اللہ حرام مال کو قبول نہین کرتا
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)

# کتاب الحج

**سوال** الحج اشہر معلومات کے معنے معتبرین سلف کے نزدیک کیا ہین اور اس آیت مین حج سے
فقط عمرہ مراد ہے یا حج مع عمرہ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ جاہلیت مین
یوم الحج اور ایام تشریق وہی تھے جو اب ہین یا اور ایام تھے واقعۂ اصحاب فیل جس کا مجملا تذکرہ قران شریف
مین ہے کس مہینے اور کس تاریخ مین واقع ہوا تھا **جواب** آیۂ مذکورہ مین صرف حج مراد ہے اور عمرہ اس
زمانے مین برخلاف اعتقاد ارباب جاہلیت جائز ہے مگر اس آیت سے ثابت نہین اُسکا ثبوت دوسری جگہ

سے ہے عن ابن مسعود انہ سئل عن العمرۃ فی اشھر الحج فقال الحج اشھر معلومات لیس فیھن عمرۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے حج کے مہینوں مین عمرے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حج کے مقررہ شہر ہین اُن مین عمرہ نہین ہے۔ اور زمانۂ جاہلیت مین یوم حج اور ایام تشریق بہی تھے جواب ہین لیکن بھولجانے کی وجہ سے اُن کا حج غیر ذیحجہ مین واقع ہوتا تھا حاکم اور ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن مین مسور کی روایت سے نقل کیا ہے خطبنا النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعرفۃ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد فان ھذا الیوم یوم الحج الاکبر الا وان اھل الشرک والاوثان کانوا یدفعون من ھھنا قبل ان تغیب الشمس وانا ندفع بعد ان تغیب وکانوا یدفعون من المشعر الحرام بعد ان تطلع الشمس وانا ندفع قبل ان تطلع الشمس مخالفا ھدینا لھدی اھل الشرک واخرج وکیع وعبد ابن حمید عن عطاء قال کان اھل الجاھلیۃ اذا انزلوا منی تفاخروا آبائھم ومجالسھم فذلک قولہ تعالی فاذکروا اللہ کذکرکم آبائکم او اشد ذکرا واخرج عبد الرزاق وابن المنذر وابو الشیخ عن مجاھد فی قولہ تعالی انما النسئ زیادۃ فی الکفر قال فرض اللہ الحج فی ذیحجۃ وکان المشرکون یسمون الاشھر ذوالحجۃ والمحرم وصفر وربیع وربیع وجمادی وجمادی ورجب وشعبان ورمضان وشوال وذوالقعدہ وذوالحجۃ ثم یحجون فیہ ثم یسکتون عن المحرم فلا یذکرونہ ثم یعودون فیسمون صفر صفر ثم یسمون رجب جمادی الآخر الی ان یسمون المحرم ذی الحجۃ ثم یحجون فیہ فکانوا یحجون فی کل عام شہرا حتی وافق حجۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ من العام فی ذی القعدۃ ثم حج النبی صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ التی حج فیہا فوافق ذا الحجۃ فذلک حین یقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی خطبتہ ان الزمان قد استدار کھیأتہ یوم خلق اللہ السموات والارض حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے عرفے کے دن خطبہ پڑھا اُس مین خدا کی حمد وثنا کی اُس کے بعد فرمایا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے اہل شرک وبت پرست یہان سے قبل غروب آفتاب رخصت کرتے تھے اور ہم بعد غروب آفتاب اور مشعر حرام سے وہ بعد طلوع شمس فراغت کرتے تھے اور ہم قبل طلوع شمس کیونکہ ہماری ہدے اہل شرک کی ہدی کے مخالف ہے عطا نے کہا ہے کہ اہل جاہلیت جب منی مین آتے تو اپنے آبا اور مجالس پر فخر کرتے تھے یہی معنے ہین خدا کے قول واستکبروا الآیۃ کے (ویسا ہی خدا کا ذکر کرو جیسا کہ تم اپنے آبا کا ذکر کرتے تھے اُس سے زائد) اور آیہ انما النسئ آہ کے تحت مین مجاہد کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے ذیحجہ مین حج فرض کیا اور مشرکین مہینون کے یون نام رکھتے تھے ذوالحجہ محرم صفر ربیع ربیع جمادی جمادی رجب شعبان رمضان

شوال ذو القعدہ ذو الحجہ پھر ذی الحجہ مین حج کرتے اور محرم کو چھوڑ جاتے اُسکا ذکر نہ کرتے پھر لوٹتے اور صفر
نام رکھتے پھر رجب جمادی الآخر کو کہتے حتی کہ محرم کا نام ذی الحجہ رکھتے اور اُس مین حج کرتے اسی طرح
وہ ہر سال ایک نئے مہینے مین حج کرتے یہان تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حج کفار کے سال کے
اعتبار سے ذیقعدہ مین کفار کے مطابق ہوا پھر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا وہ ذیحجہ مین
کفار کے مطابق ہوا یہ وہ حج تھا جس مین حضور نے خطبہ مین فرمایا تھا کہ زمانہ گھومکر اُس ہیئت پر آگیا ہے
جس پر وہ پیدائش کے دن تھا۔ اسی طرح یہ بات بہت روایتون سے ثابت ہے جیسا کہ سیوطی نے
در منثور مین اسکو بسط سے لکھا ہے۔ اور اصحاب فیل کا واقعہ سال ولادت باسعادت کے ماہ محرم مین واقع
ہوا تھا محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین لما کان المحرم والنبی صلے اللہ
علیہ وسلم فی بطن امہ علی الصحیح حضر ابرھۃ بن الصلاح الاثرم یرید ھدم الکعبۃ بر مذہب صحیح محرم کا مہینہ
تھا اور حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا حمل مادری مین تشریف فرما تھے کہ ابرہہ بن صلاح اثرم کعبہ کو منہدم
کرنے آیا تھا۔ اور یہی لکھا ہے ھی عام ولادتہ علی اصح الاقوال وھو قول الاکثر وقال مقاتل قبل مولدہ باربعین
سنۃ وقال الکلبی بثلاث وعشرین وقیل بثلاثین وقیل بخمسین وقیل بسبعین وقیل غیر ذلک باعتبار قول اصح
اصحاب فیل کا واقعہ سنہ ولادت نبوی مین ہوا تھا اور یہی اکثر لوگون کا قول ہے اور مقاتل کہتے ہین کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی ولادت سے چالیس برس پہلے اصحاب فیل کا واقعہ ہوا تھا اور کلبی کہتے ہین تئیس سال پہلے ہوا تھا اور
بعضون نے پچاس سال پہلے کہا ہے اور بعضون نے ستر اور بعضون نے اور کچھ کہا ہے **سوال** زید نے انتقال کیا اور اولاد
بعض بالغ بعض نابالغ ہے اور زید نے اتنا ترکہ چھوڑا ہے کہ تقسیم ہونے کے بعد ہر شخص اپنی جائداد کا حصہ فروخت کرکے
حج کو جاکر واپس بھی آسکتا ہے مگر ترکہ تقسیم نہین ہوا اس صورت مین جو ورثا بالغ ہین اُنپر حج واجب ہوگا
یا نہین۔ درصورت عدم وجوب کے یہ جائز ہوسکتا ہے کہ جو ان مین سے بالغ ہین بقدر مصارف آمد ورفت
وغیرہ کے جائداد مشترک فروخت کرکے حج کر آئین اور یہ ارادہ کرلین کہ مقاسمہ کے وقت اُس قدر اپنے
حصہ مین سے وضع دین **جواب** اس صورت مین جو لوگ بالغ ہین اُن پر حج فرض ہے اور جب وہ
مقاسمہ کے وقت مجرا دینے کا ارادہ کرلین تو بقدر اپنے حصہ کے اُنکو بیع کا اختیار ہے **سوال** کسب حرام جیسے گانا
وغیرہ سے جو روپیہ بہم پہونچا ہو اُس سے حج وغیرہ اعمال کرنا درست ہے یا نہین **جواب** نہین **سوال**
اگر ذیحجہ کی نوین تاریخ جمعہ کے دن ہو تو حاجیون کو زائد ثواب ملتا ہے یا نہین **جواب** فقہا اس باب مین

یہ حدیث پیش کرتے ہین کہ اس حج کا ثواب ستر حج سے زائد ہے بحر الرائق مین ہے وقد قیل اذا وافق یوم عرفۃ یوم جمعۃ غفر لاھل کل الموقف وانہ افضل من سبعین حجۃ فی غیر یوم الجمعۃ کما ورد فی الحدیث الشریف اور کہا گیا ہے کہ جب عرفہ جمعہ کو پڑے تو ہر موقف کے لوگون کے گناہ بخشدیے جائینگے اور یہ حج اُن ستر حجون سے افضل ہوتا ہے جو جمعہ کے سوا کسی اور دن مین ادا کیے جائین جیسا کہ حدیث شریف مین ہے **سوال** فرضیت حج کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین اور جس نے کفر کیا پس اللہ تمام عالم سے بے پروا ہے۔ پس ترک حج کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ عقائد اہلسنت کے خلاف ہے پس اس آیت کے معنے کیا ہین۔ **جواب** بغوی معالم التنزیل مین لکھتے ہین کہ حضرت بن عباس اور حسن بصری اور عطا رضی اللہ عنہم نے اسکی تفسیر یون کی ہے کہ کافر ہوگا یعنے فرضیت حج کا منکر ہوگا اور مجاہد نے کہا ہے کہ مراد کفر سے اللہ اور قیامت کے ساتھ کفر ہے اور سعید بن مسیب نے کہا ہے کہ یہ آیت یہود کی شان مین نازل ہوئی ہے اور وہ وجوب حج کے منکر تھے پس ان تفسیرون مین سے کوئی تفسیر بھی عقائد اہل سنت کے منافی نہین ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات)

## خاتمۃ الطبع

حامدا ومصلیا ومسلما اما بعد اضعف عباد اللہ محمد برکت اللہ بن جامع المعقول والمنقول مولانا حافظ محمد احمد اللہ بن بحر العلوم والجاہ مولانا مفتی محمد نعمت اللہ رحمہما اللہ اہل علم کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ مین نے حاجی عبد القیوم صاحب تاجر کتب کلکتہ کے اصرار سے اخی اکرم مولانا محمد عبد الحی رحمہ اللہ کے فتاوے کا اُردو مین یون ترجمہ کیا ہے کہ عربی اور فارسی تمام فتوون کو بالکل اُردو کردیا ہے اور اُردو فتوون کی عبارت بھی بامحاورہ لکھی ہے اور سند کی تمام عربی عبارتین لکھکر اُنکا ترجمہ بھی لکھدیا ہے اور ابواب فقہ کی ترتیب پر اسے تین جلدون مین ختم کیا ہے اور اختصار کے لحاظ سے ہر فتوے کے ختم پر برادر موصوف کا نام نہین لکھا ہے بلکہ جس فتوے کا جواب کئی مفتیون نے لکھا ہے وہان سب کا نام لکھا ہے اور جسکا جواب صرف برادر موصوف نے لکھا ہے وہان جواب کے بعد نام حذف کردیا ہے البتہ ہر باب یا کتاب کے آخر مین نام لکھدیا ہے اسی طرح فتوے کی شروع مین کیا فرماتے ہین علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کو بھی حذف کرکے فقط لفظ سوال لکھا ہے

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ویتم نعمتہ علیک وعلیٰ آل یعقوب

حسب فرمایش برادر مکرم جناب حاجی محمد عبدالقیوم صاحب تاجر کتب کلکتہ ولیسلی اسکوائر نمبر ۲۱

ترجمہ اردو

# مجموعۃ الفتاوی

مولانا محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام کمترین محمد قمر الدین بن جناب حاجی شیخ محمد یعقوب صاحب مرحوم مالک مطبع احمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب النکاح

**سوال** گونگے کا نکاح کیونکر ہوگا جبکہ وہ تلفظ پر قادر نہین ہی **جواب** اگر اپنا مقصد اشارے سے کہتا ہی اور اشارے سے دوسرے کا مطلب سمجھتا ہی اور اُسکے اشارے مقرر اور معلوم ہین تو اُسکا نکاح اشارہ سے منعقد ہوگا عالمگیری مین ہی کما ینعقد بالعبارۃ ینعقد بالاشارۃ من الاخرس ان کانت اشارۃ معلومۃ نکاح جسطرح عبارت سے منعقد ہوگا اسیطرح گونگے کے اشارے سے منعقد ہوگا جبکہ اُسکا اشارہ معلوم ہو **سوال** غلام یا لونڈی اگر خود اپنا نکاح کرلے یا مالک کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نکاح کردے تو اُسکا کیا حکم ہی **جواب** مالک کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر اُسنے اجازت دیدی تو نافذ ہوگا ورنہ باطل۔ عالمگیری مین ہی نکاح القن والمدبر وام الولد والمکاتب بلا اذن السیّد موقوف ان اجازہ المولی نفذ وان ابطل بطل کذا فی الوقایۃ قن اور مدبر اور ام ولد اور مکاتب کا نکاح اگر مالک کی بے اجازت ہوجائے تو مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا اگر اُسنے اجازت دیدی تو نافذ ورنہ باطل ہوگا یہ وقایہ مین ہی اور ردالمحتار مین ہی واطلق النکاح لیشمل ما لو زوج بنفسہ و زوجہ غیرہ نکاح کو مطلق رکھا ہی تاکہ اگر خود اپنا نکاح کرے یا کوئی دوسرا اُسکا نکاح کردے تو ان دونون صورتون کو شامل ہوجائے **سوال** اگر کوئی شخص بازاری عورت سے ناجائز تعلق رکھتا ہی اور دونون تائب ہوکر نکاح کرنا چاہین تو کیا مرید ہونا بھی ضروری ہی **جواب** مرید

ہونا جواز نکاح مین ضروری نہین ہی **سوال** اگر زید کی زوجہ نے زنا کیا تو نکاح باطل ہوگا یا نہین **جواب** نہین **سوال** اگر نکاح کے وقت گواہ حاضر نہین ہین اور زوج نے کہا کہ مین نے خدا و رسول کو گواہ کر کے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا یا نہین **جواب** نہین تاتارخانیہ مین ہی رجل تزوج امرأۃ ولم یحضرہ شہود فقال خدا و رسول را یا فرشتگان را گواہ کردم بطل النکاح وکفر الناکح لاعتقاد ان الرسول والملائکۃ تعلم الغیب وتسمع النداء بلا ریب اگر کسی مرد نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا اور گواہ حاضر نہ تھے پس کہا مین نے خدا اور رسول یا خدا کے فرشتون کو گواہ کیا تو نکاح باطل ہوا اور نکاح کرنے والا کافر ہوگیا کیونکہ اُس نے اس امر کا اعتقاد کیا کہ رسول و ملائکہ غیب دان ہین اور بیشک آواز سنتے ہین **سوال** متعہ کسے کہتے ہین اور یہ جائز ہی یا نہین **جواب** متعہ اسے کہتے ہین کہ مرد کسی عورت سے کہے مین تجھسے اتنی مدت تک اتنی اجرت پر فائدہ اُٹھاؤنگا اور یہ اوائل اسلام مین مباح تھا پھر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے ساتوین برس ایام جنگ خیبر مین اسکی ممانعت فرمادی بخاری اور مسلم اور ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ روایت نقل کی ہی پھر آپنے فتح مکہ کے بعد سال اوطاس (ایک وادی کا نام ہی جہان حضور نے غنیمت حنین کو تقسیم فرمایا تھا) مین تین دن تک متعہ کی اجازت دی پھر ممانعت فرمادی اسکو مسلم اور احمد وغیرہما نے روایت کیا ہی اللہ تعالی فرماتا ہی والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم اوماملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ہم العادون اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہون کی حفاظت کرتے ہین اپنی بیبیون اور لونڈیون کے سوا دوسرون سے کیونکہ ان دونون کے متعلق اُنکو ملامت نہ کیجائیگی اور جس نے اسکے علاوہ کچھ خواہش کی وہ حد سے گذرنے والا ہی ترمذی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہر شرمگاہ سوا منکوحہ اور جاریہ کی شرمگاہون کے حرام ہوگئی عن ابی ملیکۃ قال سئلت عائشۃ عن متعۃ النساء فقالت بینی وبینکم کتاب اللہ فقرأت والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ماملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ما زوجہ اللہ او ماملکہ فقد عدی ابی ملیکہ سے مروی ہی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مینے متعہ کے متعلق پوچھا تو آپنے فرمایا کہ میری اور تمہارے درمیان قرآن حکم ہی پس والذین ہم الآیۃ کو پڑھکر کہا کہ اب جو اپنی بی بی اور لونڈی کے سوا کسی اور کی خواہش کرے اُسنے حد سے تجاوز کیا **سوال** ہدایہ مین مذکور ہی کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک متعہ جائز ہی صحیح ہی یا نہین **جواب** صحیح نہین ہی ملا علی قاری مرقاۃ مین لکھتے ہین کہ حرمت متعہ مین کسی مجتہد نے اختلاف نہین کیا ہی اور علامہ علی شیخی اخلاق الحق مین لکھتے ہین کہ علماء اسکے حکم متعہ مین اختلاف رکھتے ہین اور خود امام مالک نے مؤطا مین بروایت علی آنحضرت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ لکھا ہے ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر
الانسیۃ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے اور شہری گدھون کا گوشت کھانے سے خیبر کے دن منع فرمایا ہے
اور صاحب ہدایہ نے جو لکھا ہے وہ شمس الائمہ کے قول سے اخذ کیا ہے اور اکثر محققین نے اس باب مین اُنکی خطا ثابت کی ہے یہ
معراج الدرایہ مین ہے والمذکور فی الہدایۃ والمبسوط سہو والمذکور فی کتب المالک حرمۃ نکاح المتعۃ وھو الصحیح
ہدایہ اور مبسوط مین جو مذکور ہے وہ سہو ہے اور کتب امام مالک مین حرمت متعہ مذکور ہے اور وہ صحیح ہے عینی شرح ہدایہ مین ہے قال
الاکمل ھذا سہو فان المذکور فی کتب مالک حرمۃ نکاح المتعۃ وقال فی المدونۃ ولا یجوز النکاح الی اجل قریب
او بعید وان سمی صداقا وھذہ المتعۃ اکمل نے کہا ہے یہ غلطی ہے کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ کی کتابون مین حرمت متعہ مذکور ہے
اور مدونہ مین ہے کوئی مدت قریبہ یا بعیدہ مقرر کرکے نکاح کرنا ناجائز ہے اگرچہ اُسکا نام صداق رکھا جائے لیکن یہ متعہ ہے **سوال**
کتب شیعہ امامیہ مین حرمت متعہ کی روایت پائی جاتی ہے یا نہین **جواب** استبصار مین جو امامیہ کی معتبر کتاب ہے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے شہری گدھے کا گوشت اور متعہ کو حرام کیا ہے اور تہذیب مین بھی حرمت متعہ کی روایت موجود ہے **سوال** حضرت ابن عباس رض سے
جو جلیل القدر صحابی ہین حلت متعہ منقول ہے اسکی کیا وجہ ہے **جواب** حضرت ابن عباس ہجرت سے ایک یا دو برس پہلے پیدا
ہوے اور آٹھ بلکہ نو برس تک مکہ معظمہ مین رہے اور مکہ معظمہ مین احکام شرعیہ کی کسیکو اطلاع نہ تھی جب حضور سرورعالم صلی اللہ
علیہ وسلم ہجری کے آٹھوین سال مین غزوۃ الفتح کیلیے مکہ پہونچے تو حضرت ابن عباس رض کو مع ذریات اور مستورات کے آپنے
مدینہ منورہ بھیجدیا پس غزوۂ خیبر حضرت ابن عباس رض کے مدینہ مین آنے سے چند برس پہلے ہو چکا تھا اور غزوۂ اوطاس فتح
مکہ کے بعد اسکے متصل انکی غیبت مین واقع ہوا انھون نے ان دونون کے حالات بچشم خود نہین دیکھے لوگون سے جو کچھ
سن لیا سن لیا اور جن دو برس حضرت ابن عباس نے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی خدمت کی ہے اور آپسے استفادہ
حاصل کیا ہے اُس مدت مین کوئی ایسی بات پیش نہین آئی جس مین حضور حکم حرمت متعہ کو پھر بیان فرماتے اسیوجہ سے حضرت
ابن عباس رض نے خود حضور سے اس مقدمہ مین کوئی اطلاع نہین پائی اور زمانہ فاروقی مین جبکہ یہ مسئلہ بحوث عنہا ہوا انھون
نے آیہ حرمت پائی اور اباحت غزوۂ اوطاس کو ضرورت اور حاجت پر محمول کیا اور دوسرے حکم تحریم کو جو بعد تین دن کے
واقع ہوا تھا ارتفاع ضرورت کیوجہ سے انقطاع رخصت پر حمل کیا نہ تحریم موبد پر **سوال** اگر ہندہ اور زید مین ایجاب و قبول
ہوا اور ہندہ نے قبلت یا قبول کردم کہا اور گواہون نے دونون کا کلام ایک ساتھ سنا مگر ہندہ اس لفظ کے معنے نہین
جانتی اور یہ بھی نہین جانتی کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے پس یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہین **جواب** منعقد ہوگا

نقایہ اور اُسکی شرح قہستانی مین ہی ینعقد بایجاب و قبول لفظہما ماض کزوجت وتزوجت او امر و ماض کزوجنی فقال زوجت و ان لم یعلما معناہ ای معنی لفظہما سواء کان عربیًا او عجمیًا وسواء علما انہ مما ینعقد بہ النکاح اولا وھذا فی الحکم واما فیما بینہ وبینہ تعالی فلا ینعقد ان لم یعلما انہ مما ینعقد بہ کما فی قاضیخان لکنہ مما اختلف فیہ المشائخ کما فی الخزانۃ وذکر فی العمادی انہ لا یصح عقد من العقود اذا لم یعلما معناہ وقیل یصح الجمیع وقیل ان کان مما یستوی جدہ وھزلہ یصح کالنکاح والا فلا کالبیع نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہی الفاظ ایجاب و قبول بصیغہ ماضی ہون جیسے زوجت اور تزوجت یا ایک امر اور دوسرا ماضی ہو جیسے زوجنی اور زوجت اگرچہ طرفین کو ان الفاظ کے معنے نہ معلوم ہون خواہ الفاظ عربی ہون یا عجمی اور خواہ اُنکو اسکا علم ہو کہ اس سے نکاح منعقد ہوجاتا ہی یا نہو یہ احکام شرعیہ مین ہی لیکن عند اللہ اگر وہ نہ جانتے ہون کہ ان الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہی تو نکاح منعقد نہوگا جیسا کہ قاضی خان مین ہے لیکن اس معاملہ مین مشائخ کا اختلاف ہی جیسا کہ خزانہ مین ہی اور عمادی مین ہی کہ کوئی عقد صحیح نہین ہوتا وقتیکہ طرفین الفاظ کے معانی نہ جانتے ہون اور بعضون کے نزدیک تمام عقد درست ہوجاتے ہین اور بعضون کے نزدیک اگر عقد ایسا ہو کہ واقعہ اور مذاق دونون سے نافذ ہوجاتا ہو تو صحیح ہوگا جیسے نکاح ورنہ نہین جیسے بیع **سوال** زید مر گیا اور اُسکی زوجہ اُسی مکان مین عدت بیٹھی ہی جہان زید کے مرتے وقت تھی پس بضرورت یا بلا ضرورت وہ اُس مکان کے بیرونی حصہ مین یا اپنے شوہر کے اور عزیزون کے یہان جاسکتی ہی یا نہین اور اُسکو اپنے مکان مسکونہ سے حرکت کرنا جائز ہی یا نہین اگر جائز ہی تو پیادہ جائے یا سواری پر اور اپنے عزیزون کے مکان مین رات بھر رہنا جائز ہی یا نہین اور کی گھنٹے اپنے مکان سے علحدہ رہ سکتی ہی اور جو کچھ ممنوعات شرعی ہون جیسے حرکت سکون ظاہری زیبائش سرمہ حنا وغیرہ مفصل تحریر فرمائیے **جواب** معتدہ طلاق یا موت دونون کو اُس مکان سے باہر جانا جائز نہین ہی جہان اُسپر عدت واقع ہوئی ہی مگر انہدام یا خوف انہدام مکان یا تلف مال کی ضرورت کیوجہ سے یا جس مکان مین وہ ہی اُسکا کرایہ دینے کی قدرت نہو اور ان ضرورتون سے جب باہر جائے تو اقرب مکان مین جاسکے اور مکان کے اُس صحن مین جہان اغیار رہتے ہون نہ نکلے اور زینت کو ترک کرے یعنی زیور اور معصفر اور مزعفر نہ پہنے اور عطر اور تیل اور سرمہ اور حنا کا استعمال نکرے اور مہین کپڑے نہ پہنے لیکن اگر بضرورت ان اشیا کا استعمال کرے تو کچھ حرج نہین ہی ایسا ہی درمختار اور عالمگیری اور بحر الرائق وغیرہ مین ہی واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد **ہو المصوب** معتدہ کو لازم ہی کہ مکان سکونت سے باہر نجاے لیکن جب مکان کے گرنے یا مال کے تلف ہونیکا خوف ہو یا مکان مسکونہ کا کرایہ ندے سکے مگر بغیر ضرورت باہر نکلنا جائز نہین ہی واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی **سوال** زید نے اختلاط کے وقت قصدًا اپنی زوجہ کی پستان منہ مین رکھ لیے اور دودھ اُسکی

حلق سے اُتر گیا تو کیا زوجہ اُسپر حرام ہوگئی **جواب** حرام نہین ہوئی خزانۃ الروایۃ مین ہو فی الخانیۃ اذا مص الرجل ثدی امرأتہ وشرب لبنہا لم تحرم علیہ لما قلنا انہ لا رضاع بعد الفصال خانیہ مین ہو اگر کسی شخص نے اپنی بی بی کی پستان کو چوسا اور دودھ پی گیا تو وہ اُسپر حرام نہین ہوئی کیونکہ ہمنے کہا ہو کہ دودھ چھڑانے کے بعد پھر رضاعت نہین ہے **سوال** ایک شخص نے فریب سے اپنے کو سنی ظاہر کر کے سنی عورت کے ساتھ شادی کی بعد کو جب عورت اُسکے رفض پر واقف ہوئی تو اسکی صحبت سے اُسنے نفرت کی اب عورت اپنے کام کی مالک ہو یا نہین **جواب** مالک ہو حصکفی نے کہا ہو فی الدر قلت افاد البہنسی انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المہر او النفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط، او ابن زنا کان لہا الخیار فلیحفظ درمختار مین ہو مین کہتا ہون اور بہنسی نے بھی یہی کہا ہو کہ اگر کسی عورت نے کسی مرد سے اس شرط پر شادی کی کہ وہ آزاد یا سنی یا مہر اور نفقہ پر قادر ہو پھر اسکے خلاف نکلا یا اس شرط پر کہ وہ فلان بیٹا فلان کا ہو اور وہ لقیط یا حرامی نکلا تو عورت کو اختیار ہو واللہ اعلم حررہ محمد محفوظ اللہ من احفاد القاضی محمد ثناء اللہ رحمہ اللہ پانی پتی جواب صحیح ہو کیونکہ فافات الشرط فات المشروط شرط کے فوت ہوجانے سے مشروط فوت ہوجاتا ہو اسکی دلیل ہے جب وہ رافضی ثابت ہوگیا تو عورت کے لیے خیار ثابت ہوگیا حررہ سید محمد نذیر حسین **ہو الموفق** ایسے شخص کے ساتھ عورت کا نکاح دو وجہونسے صحیح نہین ہوسکتا (۱) شخص مذکور کے کفر کیوجہ سے جیسا کہ اکثر فقہا اور متکلمین روافض کے کفر کے قائل ہین جیسے صاحب فتاوی ظہیریہ وخلاصہ وقنیہ وعالمگیری وجامع الرموز ودر مختار ورد المحتار وفتح القدیر وغیرہ اور اگر کسی کے ذہن مین یہ خطرہ گذرے کہ کتب عقائد مین موجود ہو لا نکفر احدا من اہل القبلۃ اہل قبلہ مین سے کوئی ایک بھی کافر نہین ہو اور روافض اہل قبلہ ہین اُنکو کافر کیونکر کہہ سکتے ہین تو علامہ خیالی نے اپنے حاشیہ مین اور مولانا عبد العزیز دہلوی نے اپنے فتاوے مین اور استاذ الاستاذ مرزا حسن علی محدث لکھنوی نے اپنے جوابون مین اور علامہ ابو شکور سلمی نے تمہید مین اسکا جواب دیا ہو اور لکھتے ہین کہ ایمان شرعا عبارت ہو جمیع احکام دین وضروریات شرع سے اسطرح پر کہ جزم حاصل ہو اور اسلام عبارت ہو انقیاد سے نہ مجرد کلمہ کے تلفظ سے کیونکہ جمیع احکام شرع کی تصدیق کا نام ایمان ہو پس ایک جزو کا ترک کرنا بھی عدم ایمان ہے اور چونکہ ایمان اور کفر کے درمیان مین کوئی واسطہ نہین ہو پس عدم ایمان کفر ہوگا اور یہ باتین روافض کے مذہب مین پائی جاتی ہین اور اگر بفرض محال کسی کو روافض کے کفر مین شک ہو تو مبتدع اور فاسق ہونے مین کوئی کلام نہوگا (۲) مبتدع ہونے کیوجہ سے کیونکہ مبتدع اور فاسق سنیہ کا کفو نہین ہو درمختار مین ہو فلیس فاسق کفوء لصالحۃ وفی الطحطاوی المبتدع فانہ لیس کفوا الفاسق فاسق صالحہ کا کفو نہین ہو طحطاوی مین ہو مبتدع فاسق کا کفو نہین ہو اور جامع الرموز مین لو کان مبتدعا والمرأۃ سنیۃ لم یکن کفوء لہا کما فی المنیۃ اگر مرد مبتدع ہو اور عورت سنی تو وہ اُسکا کفو نہین ہو جیسا کہ

نتف میں ہی جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مبتدع سنیہ کا کفو نہیں ہی تو عقد مذکور بھی صحیح نہیں ہوا اور یہی فقہا کا مختار رہی
اور اسی پر فتوی ہی جیسا کہ کفایہ میں ہی امرأة لو زوجت نفسها من غیر کفوء یصح ولکن للاولیاء حق الاعتراض وروی
الحسن عن ابی حنیفة ان النکاح لا ینعقد وبه اخذ کثیر من مشایخنا وقال شمس الائمة السرخسی هذا اقرب الی الاحتیاط
فلیس کل ولی یحسن المرافعة الی القاضی ولا کل قاض یعدل ۔ اگر کسی عورت نے غیر کفو کے ساتھ اپنی شادی کرلی تو صحیح
ہی لیکن اولیا کو حق اعتراض ہی اور حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہی کہ نکاح منعقد نہوگا اور اسی سے ہمارے
بہت سے مشائخ نے اخذ کیا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہی کہ یہ اقرب الی الاحتیاط ہی کیونکہ ہر ولی قاضی تک معاملے کے
لیجانے کو پسند نہ کریگا اور نہ ہر قاضی عادل ہوا کرتا ہی اور فتاوی کافوری میں ہی امرأة زوجت نفسها بغیر اذن ولیها
فان کان الزوج کفوا صح النکاح والا لا یصح هو المختار ایک عورت نے ولی کی بے اجازت اپنی شادی کرلی پس اگر زوج
کفو ہی تو عقد صحیح ہی ورنہ نہیں اور یہی مذہب مختار ہی اور تعلیق الانوار حاشیہ درمختار میں قوله هو حق الولی کے تحت میں
ای فله الاعتراض فی غیر الکفوء دفعا للعار عنه ولو غیر محرم کابن العم لکن التفریق یتوقف علی القضاء فی ظاهر الروایة
وتقدم ان روایة عدم النفاذ هی المفتی بها یعنی ولی غیر کفو سے شادی کرنے پر اعتراض کر سکتا ہی اپنے سے عار کے
دفع کرنے کے لیے اگرچہ وہ غیر محرم ہو مثلا چچا زاد بھائی لیکن تفریق قضای قاضی پر موقوف ہی ظاہر روایت میں لیکن یہ اوپر
معلوم ہو چکا کہ عدم نفاذ ہی کی روایت پر فتوی ہی اور درمختار میں ہی تعتبر الکفاءة للزوم النکاح کفو ہونا لزوم نکاح
میں معتبر ہی اور طحطاوی قوله للزوم النکاح کے تحت میں لکھتے ہیں هذا علی ظاهر المذهب وقد افتی به یہ ظاہر مذہب
کے لحاظ سے ہی اور اسی پر فتوی ہی اور رد المحتار میں للزوم النکاح کے تحت میں ہی ای علی ظاهر الروایة ولصحته
علی روایة الحسن المختارة للفتوی یعنی بر ظاہر روایت اور صحت نکاح میں معتبر ہی بروایت حسن جس پر فتوی دیا گیا ہی اور دوسری
جگہ لکھا ہی قوله الکفاءة معتبرة قالوا معناه معتبرة فی اللزوم حتی ان عدمها یجوز للولی الفسخ + فتح + وهذا بناء
علی ظاهر الروایة من ان العقد یصح وللولی الاعتراض اما علی روایة الحسن المختارة للفتوی من انه لا یصح فهی للصحة فقہا
نے کہا ہی کہ کفاءت لزوم میں معتبر ہی یہانتک کہ اگر کفاءت نہو تو ولی کو فسخ نکاح کا حق ہی یہ فتح میں ہی اور یہ ظاہر روایت
پر مبنی ہی کہ عقد صحیح ہی اور ولی کو اعتراض کا حق ہی لیکن حسن کی روایت پر جو مفتی بہ ہی نکاح صحیح نہوگا تو کفاءت شرط صحت
ہی جب معلوم ہو گیا کہ عقد مذکور صحیح اور منعقد نہیں ہوا تو اب عورت کو اختیار ہی کہ جسکے ساتھ چاہے نکاح کرلے واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر له
الاحد **هو المصوب** پہلا جواب سوال کے مطابق نہیں ہی کیونکہ سائل یہ سوال نہیں کرتا ہی کہ سنیہ کا نکاح رافضی کیساتھ
جائز ہی یا نہیں بلکہ پوچھتا ہی وہ عورت اپنے نکاح کی مالک ہی یا نہیں اور مجیب نے اگرچہ مالک ہونے کا جواب دیا ہی مگر

درمختار کی عبارت جواب کے مطابق نہین ہی کیونکہ کان لها الخیار کا یہ مطلب ہی کہ عورت کو تفریق کا اختیار ہی کہ حاکم کے سامنے مرافعہ کرکے مفارقت کرلے اور ایسی عبارتین انھین معنون مین مستعمل ہوتی مین نہ اس معنی مین کہ نکاح نافذ نہین ہی۔ اور دوسرا جواب غلط ہی کیونکہ اذا فات الشرط فات المشروط کا قاعدہ معاملات مین ہی نہ نکاح مین اور تیسرا جواب بھی مناسب مقام نہین ہی کیونکہ گو صاحب ظہیریہ وغیرہ نے سب شیخین کیوجہ سے روافض کے کفر کا حکم دیا ہی مگر اصح اسکے خلاف ہی چنانچہ ابو شکور سلمی اور ملا علی قاری وغیرہ نے اسکی تصریح کی ہی من انکر ضروریات الدین کفر ومن لم ینکرہا لا جسنے ضروریات دین کا انکار کیا وہ کافر ہی اور جسنے ضروریات دین کا انکار نہ کیا وہ کافر نہین ہی پس بغیر اس تحقیق کے کہ وہ ضروریات دین کا منکر ہی یا نہین کفر کا حکم لگا دینا مناسب نہین ہی ہان دوسری وجہ صحیح ہی کہ روافض مبتدع اور فاسق ہین اور فاسق صالحہ کا کفو نہین ہی اور غیر کفو سے نکاح نافذ نہین ہوتا روافض کا فسق ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر مین اور صاحب فتح القدیر وغیرہ نے ثابت کیا ہی اور فاسق صالحہ کا کفو نہین ہی اسکی تصریح نقایہ اور مجمع البحرین اور ملتقی الابحر وغیرہ مین ہی بلکہ جمہور فقہا اسکے قائل ہین کہ فاسق صالحہ کا کفو نہین ہی اور غیر کفو کے ساتھ عدم نفاذ نکاح بحر الرائق اور مجمع الانہر وغیرہ مین بصراحت موجود ہی واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی **سوال** باوجود علم کے عنین کے ساتھ نکاح جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی بحر الرائق مین ہی استفید من وضع المسألۃ ان نکاح العنین صحیح فان علمت وقت النکاح فلا خیار لها کما لو علم المشتری بعیب المبیع وان لم تعلم به وعلمت بعدہ کان لها الخصومۃ وان طال الزمان کما فی الخانیۃ اس مسئلہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ عنین کا نکاح صحیح ہی اگر اسکا علم نکاح کے وقت ہو تو عورت کو خیار نہین ہی جیسا کہ اگر مشتری کو مبیع کا عیب معلوم ہو اور اگر اسوقت علم نہو بلکہ بعد کو علم ہوا تو اسے خصومت کا حق ہی اگرچہ زمانہ زائد گذر گیا ہو **سوال** ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس مرد کے ایک لڑکا پہلی زوجہ سے ہی اس لڑکے کا نکاح اس عورت کی بہن کے ساتھ درست ہی یا نہین **جواب** درست ہی **سوال** ایک شخص اور اسکی ہمشیرہ اور زوجہ اور والدۂ زوجہ ایک تنگ و تاریک مکان مین سوتے تھے اتفاقا وہ شخص جاگا اور اپنے کو پر شہوت پاکے اپنی ہمشیرہ کو اس لیے اٹھانے لگا کہ وہ اسکی زوجہ کو جگا دے ناگاہ اسکا ہاتھ زوجہ کی ماں کی ران پر پڑ گیا اور بدن کی حرارت بھی محسوس ہوئی فورًا اسنے ہاتھ کھینچ لیا اس صورت مین مساس ثابت ہوا یا نہین اور شرعًا مساس کی حد کیا ہی اور اسکی زوجہ اسپر حرام ہوئی یا نہین **جواب** زوجہ حرام ہو گئی اسکا ترک کرنا لازم ہی درمختار مین ہی قبل ام امرأتہ حرمت علیہ امرأتہ ما لم یظہر عدم الشہوۃ وفی المس لا تحرم ما لم تعلم الشہوۃ جسنے اپنی زوجہ کی ماں کا بوسہ لیا اوسپر اسکی زوجہ حرام ہو گئی جبتک کہ عدم شہوت ظاہر نہو اور مس سے حرام نہین ہوتی جبتک شہوت معلوم نہو اور یہی ادسی مین ہی

ولافرق بین اللمس والنظر لشھوۃ بین عمد ونسیان وخطاء واکراہ چھونے اور نظر شہوت دیکھنے مین عمد ونسیان خطا و اکراہ کی صورت مین کچھ فرق نہین ہی **سوال** (۱) سنی کو اپنے لڑکے یا لڑکی کا نکاح شیعہ کے ساتھ کرنا جائز ہی یا نہین اور نہ جائز ہونیکی صورت مین اگر عقد ہوچکا ہی تو کیا حکم ہی (۲) مذاہب اہل تشیع وسنت وجماعت مین ارکان نماز وکلمہ وطریقہ مین اتفاق نہین ہی تو ایسی حالت مین خوردونوش لشمول اہل تشیع جائز ہی یا نہین **جواب** شیعون کے بعض فرقے کافر ہین اُنسے مناکحت ومواکلت ومجالست جائز نہین مثل اُن فرقون کے جو کہتے ہین علی رضی اللہ عنہ خدا تھے یا جبریل نے خطا کی یا علی رسول اللہ سے افضل تھے اور ایسے ہی جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو زنا کی تہمت لگاتے ہین اور بعض فرقے فاسق ہین جیسے شیخین کو گالی دینے والے انسے مناکحت وغیرہ درست نہین الرافضی ان کان یعتقد الالوھیۃ فی علی وان جبرئیل اخطأ وغلط فی الوحی او کان ینکر صحبۃ الصدیق فھو کافر لمخالفتہ القواطع المعلومۃ فی الدین بخلاف ما اذا کان یفضل علیا او یسب الصحابۃ فانہ مبتدع لاکافر رافضی اگر الوہیت حضرت علی اور خطای جبرئیل کا قائل ہو یا صحبت حضرت صدیق رضی کا منکر ہو تو کافر ہی کیونکہ اُسنے قطعیات کی مخالفت کی برخلاف اسکے اگر حضرت علی رضی کو افضل جانتا ہو اور صحابہ کو گالیان دیتا ہو تو مبتدع ہی کافر نہین ہی **سوال** ہندہ سنیہ نے اپنا عقد زید شیعہ کے ساتھ کیا اور صیغہ عقد بطریق اہل تشیع جاری ہوا پھر مواصلت ومباشرت کے بعد ہندہ زید سے اجازت لیکر اپنی ماں کے یہان گئی اور بیٹھ رہی اور مہر معجل کی خواہان ہی زید کو اُسکے خراب ہوجانے کا خوف ہی اس صورت مین زید اپنے مذہب کے موافق اُسکو مہر معجل ادا کرنے سے پہلے لا سکتا ہی جیسا کہ صاحب شرائع الاسلام لکھتے ہین ولھا ان تمنع من تسلیم نفسھا حتی تقبض مھرھا سواء کان الزوج موسرا او معسرا وھل لھا ذلک بعد الدخول قیل نعم وقیل لا وھو الاشبہ لان الاستمتاع حق لزم بالعقد عورت کو حق حاصل ہی کہ اپنے کو شوہر کے سپرد نکرے تاوقتیکہ اُسکا مہر نہ ادا کیا جائے برابر ہی کہ شوہر مالدار ہو یا غریب اس مین اختلاف ہی کہ یہ اختیار اُسکو دخول کے بعد بھی ہی یا نہین تو بعضون کے نزدیک ہی اور بعضون کے نزدیک نہین ہی اور یہی اشبہ ہی کیونکہ حق استمتاع عقد ہی سے ثابت ہوجاتا ہی اور ہدایہ سے جو سنیون کی معتبر کتاب ہی اختلاف ثابت ہوتا ہی جیسا کہ لکھا ہی وللمرأۃ ان تمنع نفسھا حتی تاخذ المھر وتمنعہ ان یخرجھا ولو کان المھر کلہ مؤجلا لیس لھا ان تمنع نفسھا لاسقاطھا حقھا بالتاجیل کما فی البیع وفیہ خلاف ابی یوسف وان دخل بھا فکذلک عند ابی حنیفۃ وقالا لیس لھا ان تمنع نفسھا عورت کو اسکا حق ہی کہ اپنے کو شوہر کے سپرد نکرے اور شوہر کو باہر لیجانے سے روکے تاوقتیکہ اُسے مہر نہ ملجائے اور اگر مہر مؤجل ہو تو اسی یہ حق نہین ہی کیونکہ تاجیل سے اُس نے اپنا حق کھودیا جیسا کہ بیع مین اس مین امام ابو یوسف کا اختلاف ہی اور اگر مرد اُسکے ساتھ صحبت کرچکا ہی تو بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اُسے حق ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین ہی **جواب**

اس صورت مین شوہر ہندہ ہندہ کو مہر معجل ادا کرنے سے پہلے لا سکتا ہی بحر الرائق مین ہی اذا وطیہا او خلا بہا برضاہا فیہ
خلاف قال ابو حنیفۃ لہا ان تمنع نفسہا وخالفاہ وفی شرح الجامع الصغیر للبزدوی کان ابو القاسم الصفار یفتی فی المنع بقول ابی یوسف
ومحمد وفی السفر بقول ابی حنیفۃ ثم قال وھذا احسن فی الفتیا یعنی الدخول لا یمنع نفسہا ولو امتنعت لا نفقۃ لہا ولا یسافر
بہا ولہا الامتناع منہ لطلب المہر ولہا النفقۃ کذا فی غایۃ البیان جب زوجہ کے ساتھ اُسکی رضامندی سے وطی کی یا
خلوت کی تو اسمین اختلاف ہی امام ابو حنیفہ نے کہا ہی کہ اُسے حق ہی کہ اپنے آپ کو شوہر کے سپرد نکرے اور صاحبین اسکے
خلاف ہین بزدوی کی شرح جامع صغیر مین ہی کہ ابو القاسم صفار رح مین صاحبین کے قول پر اور سفر مین امام ابو حنیفہ رح کے
قول پر فتوی دیتے تھے اور یہی فتوے کیلیے مناسب ہی یعنے زوجہ زوج کو صحبت سے نہین روک سکتی اور اگر ایسا کرے تو
اُسے نفقہ نہ ملیگا البتہ اگر چاہے تو اُسکے ساتھ سفر نہ کرے اور اُسے سفر سے بغرض طلب مہر روکدے اس صورت مین اُسے
نفقہ ملیگا یہ غایۃ البیان مین ہی **سوال** ایک شخص نے فیما بین لوگون کے سامنے دادم اور پذیرفتم سے ایجاب و قبول کیا
جائز ہوا یا نہین **جواب** فقہا کا اس مین اختلاف ہی بعض کے نزدیک ان الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہی اور بعضون کے
نزدیک جبتک اور الفاظ بھی (مثلا بزنی دادم) ملحق نہون نکاح منعقد نہین ہوتا پس مقتضاے احتیاط یہ ہی کہ الفاظ صریحہ سے
نکاح کیا جائے خزانۃ الروایات مین ہی فی الغیاثیۃ سئل نجم الدین النسفی عمن قال لرجل دختر خویش فلانہ بمن دادی گفت
دادم وی گفت پذیرفتم او قال لامرأۃ خویشتن بمن دادی او قال دہ فقال دادم فقال ھو پذیرفتم ہل ینعقد النکاح فیہ اختلاف
المشایخ عند بعض لا ینعقد حتی یقول بزنی دادم وعند بعض یکون نکاحا بدون ذکر ذلک وھو الاصح لان لفظ الاعطاء ینبئ عن
التملیک والنکاح بلفظ التملیک جائز عندنا وفی جامع المضمرات شرح مختصر القدوری فی النسفیۃ سئل عمن قال لامرأتہ بحضرۃ الشہود
دختر خویش بمن دادی فقالت دادم ہل ینعقد النکاح فقال نعم لان الناس تعارفوا التزویج بہما اللفظ وان لم یتلفظوا بلفظ النکاح
لان النکاح ینعقد عندنا بلفظ الہبۃ خلافا للشافعی وفی مجمع النوازل عن نجم الدین النسفی ان قولہ دختر خویش مرا دادی او بمن دہ لا بد
ان یقول بزنی ویرد ہ یقول الآخر بزنی دادم فاما بدون ذلک فلا ینعقد النکاح عند بعضہم وعند بعضہم ینعقد فلا بد من ھذہ الزیادۃ لتصیر المسئلۃ
متفقا علیہا غیاثیہ مین ہی کہ نجم الدین نسفی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا دختر خویش فلانہ بمن دادی
اُسنے کہا دادم پھر اسنے کہا پذیرفتم یا کسی عورت سے کہا خویشتن بمن دادی یا خویشتن بمن دہ اُسنے کہا دادم پھر اسنے کہا پذیرفتم
تو نکاح منعقد ہوگا یا نہین اُنھون نے جواب دیا کہ اسمین مشایخ کا اختلاف ہی بعضون کے نزدیک تاوقتیکہ بزنی دادم نہ کہے
نکاح منعقد نہوگا اور بعضون کے نزدیک بغیر یہ کہے ہوے ہو جائیگا اور یہی اصح ہی کیونکہ لفظ عطا سے تملیک ثابت ہوتی
اور ہمارے نزدیک تملیک سے نکاح جائز ہی اور جامع المضمرات شرح مختصر قدوری مین نسفیہ سے نقل کیا ہی جس شخص نے

دوسرے سے گواہون کی موجودگی مین کہا دختر خویش بمن دادی اور اُسنے کہا دادم تو نکاح منعقد ہوجائیگا کیونکہ لوگون
مین اس لفظ سے تزویج رائج ہو اگرچہ نکاح کا استعمال نکیا جائے کیونکہ ہمارے نزدیک نکاح لفظ ہبہ سے منعقد ہوجاتا ہی
امام شافعی کو اس مین اختلاف ہی اور مجمع النوازل مین نجم الدین نسفی سے نقل کیا ہی کہ دختر خویش مرا دادی یا بمن دہ کے
ساتھ بزنی دہ کہنا ضروری ہی اور اسیطرح دوسرے کو بزنی دادم کہنا چاہیے اسکے بغیر بعضون کے نزدیک نکاح منعقد نہین
ہوتا اور بعضون کے نزدیک ہوجاتا ہی اسلیے یہ لفظ بڑھا لینا چاہیے تاکہ مسئلہ متفق علیہ ہوجائے **سوال** بیوہ عورت کا
نکاح کسی حالت مین ایام عدت مین ہوسکتا ہی یا نہین اور اگر کسی نے ایسا کر لیا تو ناکح اور منکوحہ کیسے گنہگار ہونگے و اس سے
توبہ کیونکر کیجائے اور ایسی محفل مین شریک ہونا اور نکاح پڑھنا گناہ ہی یا نہین **جواب** حالت عدت مین کسی طرح سے
نکاح درست نہین ہی اور بنص قرآنی اسکی حرمت ثابت ہی قال اللہ تعالی ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ اللہ
تعالی فرماتا ہی اُسوقت تک نکاح کا قصد نکرو جب تک کتاب کی مقرر کی ہوئی عدت پوری نہو جائے۔ اس فعل کا مرتکب گنا
کبیرہ کا مرتکب ہی اُسپر اُسیطرح توبہ لازم ہی جسطرح کبائر سے توبہ ہوتی ہی اور ایسی محفل مین شریک ہونا اور باوجود اس امر کے
علم کے نکاح پڑھنا حرام ہی **سوال** ایمہ اربعہ رحمہم اللہ کے سوا کسی مجتہد یا عالم کو جنھون نے کوئی مسئلہ خلاف ایمہ اربعہ کے
کہا ہو گمراہ کہنا یا اُنکی تضلیل کرنا درست ہی یا نہین اور گمراہ کہنے والے کیلیے شرعا کیا حکم ہی اور یہ کہنا کیسا ہی کہ داؤد ظاہری
چونکہ ظاہر پہ چلتا تھا اسلیے گمراہ ہی اور داؤد ظاہری کو مطلق گمراہ کہنا یا اس مسئلہ مین خاص کرکے جو داؤد ظاہری نے
وربائبکم اللاتی فی حجورکم مین کہا ہی کہ اگر ربیبہ گود مین ہو تو حرام ہی ورنہ نہین اس کہنے کی وجہ سے اُسے گمراہ کہنا جائز ہی یا
نہین اور جسنے اسکا ایسا عقیدہ رکھا وہ بھی اسکے ساتھ گمراہ ہوا یا نہین اور اس عبارت سے تفسیر آیات الاحکام کا
کیا مطلب اور مراد ہی پھر جانب کی حرمت مین دو قیدین ذکر کی ہین ایک اللاتی فی حجورکم دوسری من نسائکم اللاتی دخلتم
بھن پہلی قید اتفاقی ہی اور حضرت علی رض سے مروی ہی اور داؤد نے کہا ہی کہ جو ربیبہ اُسکی گود مین نہو وہ حرام نہین اور دوسری
قید حکم سے متعلق ہی الخ **جواب** اللاتی فی حجورکم کی قید بمذہب صحیح ومختار جمہور اتفاقی ہی اور داؤد کے نزدیک موافق روایت
علی رض کے اتفاقی نہین ہی جیساکہ فتح القدیر مین ہی سواء کانت فی حجرہ او حجر غیرہ وھو مذھب الجمھور وشرط علی وراجع ابن مسعود
الی قول الجمھور خواہ اُسکی گود مین ہو یا دوسرے کی گود مین ہو اور یہی مذہب جمہور کا ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
اُسکی گود مین ہونے کی شرط لگائی ہی اور ابن مسعود نے جمہور کے قول کی جانب رجوع کیا ہی۔ اور اگرچہ صحیح اس باب مین
جمہور کا قول ہی مگر داؤد ظاہری کو اسکے خلاف سے گمراہ کہنا جائز نہین ہی کیونکہ مسائل شرعیہ کا اختلاف تفسیق و تضلیل
کا باعث نہین ہی تذکرۃ الحفاظ مین ہی قال یحیی بن سعید الانصاری اھل العلم اھل توسعۃ وما برح المفتون یختلفون فیحلل

ھذا ویحرم ھذا فلا یعیب ھذا علی ھذا ولا ھذا علی ھذا یحیےٰ بن سعید انصاری کہتے ہین کہ اہل علم اہل وسعت ہین مفتی ہمیشہ خلاف
کرتے رہتے ہین کوئی حلال کہتا ہی کوئی حرام لیکن اس اختلاف کی بدولت کسیکو دوسرے کی برائی نہ کرنا چاہیے اور شرح
مقاصد مین ہی المحققون من الماتریدیۃ والاشاعرۃ لاینسب احدھما الاخر الی البدعۃ والضلالۃ خلافا للمبطلین المتعصبین
حتے ربما جعلوا الاختلاف فی الفروع ایضا بدعۃ وضلالۃ محققین ماتریدیہ واشاعرہ مین سے کوئی دوسرے کی جانب بدعت و
ضلالت کی نسبت نہین کرتے برخلاف متعصبین کے کہ وہ بسا اوقات فرعی اختلافات کو بھی بدعت وضلالت کہنے لگتے
ہین - اور کسی مجتہد کو اور ایسا ہی داؤد ظاہری کو کسی مسئلہ مین کہ انھون نے جمہور یا ایمۂ اربعہ کے خلاف کیا ہو اگر انکا
وہ مسئلہ غیر مقبول و باطل ہو گمراہ کہنا درست نہین ہی **سوال** (۱) زید سے بوجہ حرام ہندہ حاملہ ہوئی مگر چونکہ زید کو حمل
کا علم نہ تھا لوگون کے پند ونصیحت سے دونون نے توبہ کرکے نکاح کرلیا اور نکاح کے بعد جماع بھی کرتا رہا اس صورت مین
کیا حکم ہی (۲) ایک سنیہ سبائی شیعہ سے منسوب ہوئی مگر ایجاب وقبول کے وقت نہ زبان سے قبول کیا نہ دل سے مگر
بوقت رخصت خاموش رہی ایک مہینہ کے بعد نا اتفاقی ہوئی اور تا زندگی قائم رہی اور مرد کے مرنے کے بعد عورت نے
عدت گذرنے سے پہلے اس خیال پر نکاح کرلیا کہ مین نے تو نکاح قبول ہی نہین کیا تھا عدت کیا بیٹھون یہ نکاح صحیح ہوا یا نہین
اگر نہین صحیح ہوا تو اب کیونکر نکاح کرے شوہر کو مرے تین سال ہو چکے ہین (۳) اگر کسی شخص کی منکوحہ نے شرک خواہ
کفر کیا تو نکاح ٹوٹ جاتا ہی یا نہین اگر ٹوٹ جاتا ہی تو توبہ کے بعد لوٹ آتا ہی یا تجدید نکاح کی ضرورت ہوتی ہی **جواب**
(۱) نکاح صحیح ہوگیا اور زید نکاح کے بعد وطی کرنے سے گنہگار نہین ہوا ردالمحتار مین ہی وصح نکاح حبلی من زنا عندھما
وقال ابو یوسف لا یصح والفتوی علی قولھما کما فی القھستانی جو عورت زنا سے حاملہ ہوئی اُسکا نکاح طرفین کے نزدیک درست
اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نا درست ہی اور فتوی طرفین کے قول پر ہی جیسا کہ قہستانی مین ہی - اور در مختار مین ہی لو نکحہا
الزانی حل لہ وطیھا اتفاقا اگر زانیہ سے زانی نے نکاح کیا تو اُسکو بالاتفاق وطی حلال ہی (۲) [illegible] عورت نے اگرچہ
نکاح کے وقت قبول نہین کیا لیکن جب شوہر کی مجامعت اور خلوت پر بلا اکراہ راضی رہی تو نکاح جائز ہوگیا بحرالرائق
مین ہی لو خلا بھا برضاھا ھل یکون اجازۃ عندی ان ھذا اجازۃ اگر اُسکے ساتھ اُسکی رضامندی سے وطی کی تو میرے نزدیک نکاح
جائز ہوگیا اور ردالمحتار مین ہی التمکین من الوطی کالاقرار وطی کی اجازت مثل اقرار کے ہی - اور جب نکاح جائز ہوا تو شوہر کے
مرنے کے بعد اُسپر عدت واجب تھی عدت گذرنے کے پہلے جو نکاح کیا وہ فاسد ہوگیا اس نکاح کا فسخ کرنا دونون پر اور شوہر
ثانی کا ایسا لفظ کہنا جس سے ترک کا مضمون سمجھا جائے جیسے ترکتک یا خلیت سبیلک واجب ہی اور فسخ نکاح
کے بعد مثل طلاق کے عدت بیٹھنا عورت پر لازم ہی در مختار مین ہی ولکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر عن صاحبہ دخل بھا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ

بل یجب علی القاضی التفریق بینھما وتجب العدۃ بعد الوطی لا الخلوۃ للطلاق لا للموت من وقت التفریق او متارکۃ الزوج دونون کو نکاح فسخ کرلینا چاہیے خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو معصیت سے بچنے کے لیے بلکہ قاضی پر واجب ہی کہ دونون مین تفریق کرادے اور طلاق کی عدت (نہ کہ موت کی) وطی کے بعد (نہ کہ خلوت کے بعد) واجب ہی وقت تفریق یا زوج کے ترک کرنے سے اور رد المحتار مین ہی تقدم فی باب المھر ان الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدۃ ومثل لہ فی البحر بالتزوج بلا شھود ونکاح المعتدۃ یہ بات باب مہر مین بیان ہوچکی ہی کہ نکاح فاسد موجب عدت ہی بحر مین اسکی مثال مین بلا گواہ نکاح اور معتدہ کا نکاح پیش کیا گیا ہی۔ اور عدت تمام ہونے کے بعد پھر شوہر ثانی کو تجدید نکاح کا اختیار ہی اور عورت کو اب شوہر اول کی موت کی عدت بیٹھنے کی تمادی ایام کی وجہ سے ضرورت نہین ہی (۳) شرک یا کفر منکوحہ سے نکاح ٹوٹ جاتا ہی توبہ او ر ایان کے بعد تجدید نکاح لازم ہی **سوال** زوجہ کو زوج کی کتنی اطاعت کرنا چاہیے اگر زوج اپنی زوجہ سے کہے کہ تم اپنے پھوپھیرے یا ممیرے بھائی کے سامنے نہ آؤ اور اُسکے والدین کہین کہ سامنے آؤ تو زوجہ کو کسکی اطاعت کرنا چاہیے اور اگر زوجہ میکے گئی ہو اور زوج کے گھر آنے کا قصد نہ کرے تو زوج اُسکو لا سکتا ہی یا نہین **جواب** زوجہ کو جمیع امور شرعیہ مین زوج کی اطاعت کرنا چاہیے شرح شرعۃ الاسلام مین ہی وعلیھا ان تطیع زوجھا فی الامور الشرعیۃ ولو امرھا ان تنقل الحجر من جبل الی جبل ان لا تخرج من بیتہ الا باذنہ زوجہ کو امور شرعیہ مین زوج کی اطاعت کرنا چاہیے اگرچہ وہ اس بات کا حکم دے کہ پہاڑ سے پتھر ڈھولاؤ یا بلا اجازت گھر سے نہ نکلو۔ اور جب عورت اپنے میکے سے نہ آتی ہو تو شوہر اُسکو جبرًا لا سکتا ہی اور شوہر کی اطاعت درباب پردہ کے غیر محارم سے مقدم ہی رد المحتار مین ہی الذی ینبغی تحریرہ ان یکون لہ منعھا عن کل عمل یؤدی الی تنقیص حقہ او ضررہ او الی خروجھا من بیتہ قابل تحریر امر یہ ہی کہ شوہر زوجہ کو ہر ایسے کام سے روک سکتا ہی جسکی بدولت اُسکا حق کم ہوتا ہو یا ضرر ہوتا ہو یا جسکے بدولت زوجہ کے گھر سے نکلجانیکا خوف ہو **سوال** ہندہ اپنے شوہر زید کی وفات کے بعد تین مہینے کئی روز عدت مین رہی پھر کسی وجہ سے اُسی عدت کے اندر اُسنے عمرو سے نکاح کرلیا عمرو بارہ تیرہ دن اُسکے ساتھ خلوت مین رہا اور وطی بھی کی جب عمرو کو عالمون سے معلوم ہوا کہ عدت کے اندر نکاح ناجائز ہی تو تنہائی مین ہندہ سے یہ کہکر جدا ہوگیا کہ یہ نکاح صحیح نہین ہوا اب ایام عدت گذرنے کے بعد تجدید نکاح کرلین گے اور ایام عدت گذرنے کے بعد ہندہ سے نکاح کرلیا مگر ہندہ تفریق عمرو کی عدت نہین بیٹھی یہ نکاح صحیح ہوا یا نہین اور اس نکاح سے کئی لڑکے بھی ہوچکے ہین اب یہ لڑکے حلالی کہلائین گے یا ولد الزنا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول سے اذا انقضت عدتھا من الاول تزوجھا الآخران شاء جب اُسکی عدت زوج اول سے پوری ہوجائے تو دوسرا شخص اگر چاہے تو اُس سے شادی کرسکتا ہی معلوم ہوتا ہی کہ نکاح صحیح ہوگیا اور اُسکی اولاد حرامی نہ قرار پائیگی کیونکہ اس قول مین زوج ثانی کی تفریق کی عدت بیٹھنے کا

حکم نہین ہی اور یہ قول خاص اسی مادہ مین ہی اسکو صاحب محلی شارح موطا نے ثم لایجتمعان آلخ کی شرح کے ضمن مین نقل کیا ہی اور یہ عبارت متن موطا کی ہی اور قول حضرت عمر کا چنانچہ الفاظ عبارت متن و شرح کے بعینہ نقل کرکے ارسال خدمت کرتا ہون فی الموطا قال عمر بن الخطاب ایما امرأۃ نکحت فی عدتھا فان کان زوجھا الذی تزوجھا لم یدخل بھا فرق بینھما ثم اعتدت بقیۃ عدتھا من زوجھا الاول ثم کان الآخر خاطبا من الخطاب وان کان دخل بھا فرق بینھما ثم اعتدت بقیۃ عدتھا من الاول ثم اعتدت من الآخر ثم لا یجتمعان ابدا وقال سعید بن المسیب لھا مھرھا بما استحل منھا موطا مین ہی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہی جس عورت نے عدت کے اندر نکاح کرلیا اگر اُسکے دوسرے شوہر نے اُسکے ساتھ صحبت نہین کی ہی تو دونون مین تفریق کرادیجائے پھر وہ اپنی عدت کا باقی زمانہ پورا کرے اُسکے بعد دوسرا شل پیغام بھیجنے والے کے ہوگا اور اگر صحبت کی ہی تو تفریق کرادیجائیگی اور بقیہ عدت گذر جانے کے بعد پھر وہ دونون کبھی جمع نہین ہوسکتے اور سعید بن مسیب نے کہا ہی کہ عورت کو صحبت کیوجہ سے مہر کا حق ہوگا اور صاحب محلی شرح موطا مین قولہ ثم لا یجتمعان ابدًا کے تحت مین لکھتے ہین زجرا لہ وسیاستہ فی حقھما جزاء سرعۃ مبادرتھما الیہ قبل انقضاء عدتھا وھذا مما تفرد بہ عمر وعامۃ اھل العلم علی انہ تحل لہ بعد الخروج عن العدۃ قال محمد وبلغنا ان عمر رجع عن ھذا القول الی قول علی اخبرنا الحسن بن عمارۃ عن الحکم بن عیینۃ عن مجاھد قال رجع عمر الی قول علی فی التی تزوج فی عدتھا وذلک ان عمر قال اذا دخل بھا فرق بینھما ولم یجتمعا ابدًا واخذ صداقھا فجعلھا فی بیت المال فقال علی رض لھا صداقھا بما استحل من فرجھا فاذا انقضت عدتھا من الاول تزوجھا الآخر ان شاء فرجع عمر الی قول علی رض یہ اسوجہ سے کہ اُنھون نے جلدی کی اور انقضاے عدت کا انتظار نہین کیا اسکا مقصد اُنھین زجر و تنبیہ کرنا ہی یہ اکیلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہی اور عامۂ اہل علم کے نزدیک وہ عدت گذرنے کے بعد حلال ہی امام محمد لکھتے ہین کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کے جانب رجوع کیا ہی حسن بن عمارہ نے حکم بن عیینہ سے نقل کیا ہی کہ مجاہد کہتے ہین عدت کے اندر جس عورت نے نکاح کرلیا اُسکے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ کے قول کی جانب رجوع کیا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ اگر صحبت کرلی ہی تو دونون مین تفریق کرادیجائیگی اور پھر وہ کبھی جمع نہین ہوسکتے اور اُسکا مہر وصول کرکے بیت المال مین رکھا جائیگا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک چونکہ مرد نے اُس سے نفع اُٹھایا ہی لہذا عورت کو مہر کا حق ہی اور جب پہلے شوہر کی عدت تمام ہوجائے تو دوسرا شوہر اُسکے ساتھ اگر چاہے نکاح کرسکتا ہی پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کے جانب رجوع کیا ہی اس مسئلہ مین جو شرع کا حکم ہو اُس سے مطلع فرمائیے **جواب** عمرو کا متارکہ صحیح ہوگیا اور شوہر اول کی ایام عدت گذرنے کے بعد اُسنے ایام عدت تفریق کے گذرنے سے پہلے جو نکاح کرلیا وہ نکاح صحیح ہوگیا کیونکہ تفریق کی عدت

بہ نسبت دوسرے شخص کے واجب ہی نہ بہ نسبت اُسی شخص کے یعنی اگر تفریق عمر کے بعد کوئی اور شخص اُس سے نکاح کرنا
چاہتا ہو تو یہ شخص بغیر ایام عدت تفریق کے گذرے ہوے نکاح اُس عورت سے نہین کرسکتا تھا اور عمرو نے جو صاحب
تفریق ہی جب اُن ایام کے گذرنے سے پہلے نکاح کیا تو جائز ہوگیا اور اس نکاح سے جو اولاد ہوئی حلالی ہی ملا علی
قاری شرح موطا امام محمد رحمہ اللہ مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول کے تحت مین فاذا انقضت عدتها من الاول
تزوجها الاخر ان شاء لکھتے ہین اذ لا عدة ثانية بالنسبة اليه فان اراد ثالث ان يتزوجها فلا يجوز حتى تخرج
من عدة الثاني ايضا کیونکہ اس دوسرے شخص کیلیے دوسرے عدت کی ضرورت نہین ہی اور اگر اُسکے سوا کوئی اور شادی کرنا
چاہے تو اُسوقت تک جائز نہین ہی جبتک دوسرے شوہر کی عدت بھی پوری نہو جائے **سوال** کلو بوکالت محمد بخش
اپنے نکاح کا منتا سے دعویدار ہوا اور منتا نے انکار کیا کلو نے محمد بخش وکیل نکاح اور ملا ابراہیم نکاح خوان اور امیر اللہ گواہ
وکالت و ننھے و محمد سعید خان و محمد نبی خان گواہان جلسۂ عقد مفروضی کو حاکم فوجداری کے سامنے پیش کیا حاکم نے
اسکے اظہار قلمبند کیے محمد بخش وکیل نکاح نے کہا کہ کلو کا نکاح منتا کے ساتھ میری وکالت سے ہوا ہی منتا نے ننھے اور
امیر اللہ کے سامنے مجھے اپنے نکاح کا وکیل کیا تھا اور کہا تھا کہ تم میرا نکاح کلو کے ساتھ کردو اور مسماۃ میرے اور ان لوگون کو
کے سامنے آتی ہی اور ملا ابراہیم نے میری اجازت سے نکاح پڑھا اور پانسو روپیہ اور پانچ اشرفی مہر مقرر ہوا اسکے بعد
الٰہی بخش قلمی کرنے کہا کہ تمنے بغیر ہمسے دریافت کیے ہوے کیون نکاح کردیا ہم اور طرف ثانی یعنی الٰہی بخش وغیرہ مین سخت
گفتگو ہوئی ہم جوڑا پھیر لائے حاکم نے سوال کیا ایجاب وقبول طرفین سے ہوگیا تھا اور تین مرتبہ ایجاب ہوا تھا کلو نے
کہا تھا کہ منتا دختر غوث محمد کو بعوض پانسو روپیہ اور پانچ اشرفی کے قبول کیا اور عورت باپ کے گھر عورتون مین تھی
اور نکاح منعقد ہوا تھا امیر اللہ شاہد وکالت نے بیان کیا کہ مسماۃ منتا نے نکاح کا وکیل خدا بخش کو کیا تھا اور اُسنے
مسماۃ کا نکاح اپنی وکالت سے کلو کے ساتھ کردیا اور ننھے و محمد سعید خان و محمد نبی خان اور ملا ابراہیم نے عقد مسماۃ
مذکورہ کا بوکالت محمد بخش کے بیان کیا اور امیر اللہ نے پہلے تو خدا بخش کو وکیل بیان کیا پھر بروقت تصدیق اظہار
کے وکیل نے تغلیطا سوال کیا کہ بجاے خدا بخش کے محمد بخش بیان کیا اور ان سب نے فقط قبول منجانب کلو بیان
کیا اور ایجاب من جانب وکیل نہین بیان کیا اور مسماۃ کی ایسی تعریف نہین کی جس سے جہالت رفع ہوتی اور ننھے
نے جسکو محمد بخش وکیل نے اپنی وکالت کا شاہد بیان کیا ہی نہ اُسنے اور کسی شاہدان جلسہ نے سواے امیر اللہ کے
اثبات وکالت کیا اور مسماۃ مذکورہ ان تینون آدمیون سے چھپتی ہی اور جمال خان رسالدار اور اہل محلہ مین سے
تیرہ ثقہ آدمیون نے اقرار کلو و محمد بخش اور بعدم وقوع نکاح بعد تاریخ ارجاع دعوی کلو اور محمد بخش وغیرہ کے بیان

کیا اور اہل محلہ مین سے اٹھائیس ثقہ آدمیون نے بحلف متفق اللفظ بیان کیا کہ کلو کا نکاح منتا کے ساتھ نہین ہوا ہے
حاکم مرافعہ نے حکم حاکم فوجداری کا کہ اُسکا مدار اُن چھ آدمیون کی شہادت پر تھا کہ دو انمین سے یعنی محمد بخش وکیل
نکاح اور ملا ابراہیم نکاح خوان کہ مباشر فعل ہین اور ایجاب منجانب وکیل بیان نہین کرتے اور تعریف مسماۃ کی
نہین کرتے اور باقی چار بھی ایجاب منجانب وکیل بیان نہین کرتے اور محمد بخش کی وکالت کہ موقوف علیہ نکاح ہی
بجز امیر اللہ ایک گواہ کے ثابت نہین ہوتی کہ بحق کلو ہوا تھا تحقیق موقع کے بعد تیرہ آدمیون ثقہ اہل محلہ مذکورین
سے اوپر اقرار کلو و محمد بخش کے نکاح نہونے پر اور اٹھائیس آدمیون مذکورین سے کلو کا نکاح منتا کے ساتھ نہونے
پر کہ مجموعہ کل آدمیونکا اکتالیس کو پہونچتا ہی مسترد فرمایا اب بعض جانب بعض روایات ضعیفہ کہ مانحن فیہ سے کچھ تعلق نہین رکھتی ہین کیونکہ مدار
دعویٰ وکالت محمد بخش ہی اور ان روایات سے ثبوت وکالت محمد بخش بشہادت یک کس مسمیٰ امیر اللہ ثابت نہین ہوتا خلاف
فیصلہ حاکم مرافعہ کے تحریر کیے ہین صورت مسئولہ مین حاکم مرافعہ کا حکم صحیح ہی یا حاکم فوجداری کا **جواب** کلو کا
نکاح منتا کے ساتھ ثابت نہین کیونکہ موقوف علیہ نکاح منتا سے وکالت محمد بخش ہی اور منتا کو وکالت اور نکاح
دونون سے انکار ہی صرف امیر اللہ کی گواہی سے محمد بخش کو منتا کا وکیل کرنا ثابت نہین ہوتا پس اس صورت مین
باقی گواہون کی شہادت کے ساتھ کلو کے دعوے کو موافقت نہین ہوئی لہذا روایت مدخلہ مجیب اول بحوالہ
درمختار اوپر اثبات دعوے کلو کے مثبت عدم اثبات کی ہوئی عالمگیری مین ہی الشہادۃ ان وافقت الدعویٰ قبلت
والا فلا شہادت اگر دعوے کے موافق ہوگی تو قبول کی جائیگی ورنہ نہین اور اسی کتاب مین دوسری جگہہ ہی وان
تکون موافقۃ للدعویٰ اور یہ کہ دعوے کے موافق ہو اور درمختار مین ہی وموافقۃ الشہادۃ الدعویٰ اور شہادت
کا دعوے کے موافق ہونا اور بفرض محال اگر شہادت بقدر نصاب فرض بھی کیجائے تاہم متواتر اور مشہور کے خلاف
ہی جو عند القاضی مقبول نہین کیونکہ اکتالیس آدمی اس بات پر گواہی دیتے ہین کہ منتا کے ساتھ کلو کا نکاح نہین
ہوا البینۃ اذا قامت علی خلاف المشہور المتواتر لا تقبل وہو ان یشتہر ویسمع من قوم کثیر لا یتصور اجتماعہم
علی الکذب تنقیح الحامدیہ یعنی بینہ جب خلاف مشہور متواتر پر قائم ہو تو مقبول نہوگا اور مشہور متواتر وہ ہی جو اتنا مشہور
ہو جائے اور اتنی بڑی جماعت سے سنا جائے جن کا کذب پر جمع ہونا ممکن نہو۔ اور مجیب اول نے جو صحت شہادت
وکیل نکاح اور نکاح خوان کی لکھی ہی وہ قواعد کلیہ اور جزئیہ شرع کے خلاف ہی کیونکہ یہ شہادت علی نفسہ ہی جو بموجب
ان روایات معتبرہ کے مقبول نہین انما تقبل شہادۃ المامور اذا لم یذکر انہ عقدہ لئلا یشہد علی فعل نفسہ درمختار وکذا
الدلال والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شہد انہا امرأتہ تقبل والحیلۃ انہ یشہد بالنکاح لا بانکاحہ او وکالتہ درمختار نقلا عن البزازیۃ

والتسہیل الوکیلان بالبیع والدلالان اذا شہدا وقالا نحن بعنا ہذا الشئی من فلان لا تقبل شہادتہما کذا فی الذخیرۃ + عالمگیری شہد ان فلانا امرہما بتزویج فلانۃ منہ او بخلعہا او اشتریا العبد ففعلنا فاما ان ینکر الموکل الامر والعقد او یقر بالامر لا العقد او یقر بہما وکل علی وجہین اما ان یدعی الخصم العقد مع الوکیل او ینکر فان کان الموکل ینکر لا یقبل فی الفصول کلہا وان کان الامر یقر بہما والخصم یقر بالعقد قضی بالاقرار لا بشہادتہما الخلع والنکاح والبیع فیہا سواء + عالمگیری مامور کی شہادت اسیوقت معتبر ہوتی ہی جب یہ ذکر نکرے کہ اُسنے عقد کیا ہی تاکہ اپنے فعل پر شہادت نہو + درمختار اسیطرح دلال اور وکیل اگر اثبات نکاح کے گواہ ہون لیکن اگر اس بات کی شہادت دے کہ وہ اسکی بی بی ہی تو شہادت مقبول ہوگی اور حیلہ یہ ہی کہ نکاح کی شہادت دے اور وکالت کا تذکرہ نکرے اسکو درمختار نے بزازیہ اور تسہیل سے نقل کیا ہی بیع کے دونون وکیل اور دلال اگر شہادت دین اور یہ کہین کہ ہمنے اس چیز کو بیچا تو اُنکی یہ شہادت مقبول نہوگی جیسا کہ ذخیرہ مین ہی + عالمگیری + دو آدمیون نے اس بات کی شہادت دی کہ فلان مرد نے ہمین فلان عورت کے ساتھ اپنا نکاح کرنے کا حکم دیا یا اپنے لیے غلام خریدنے کا حکم دیا اور ہمنے ایسا کیا تو موکل یا تو حکم اور عقد دونون کا انکار کریگا یا حکم کا اقرار کریگا عقد کا انکار کریگا یا دونون کا اقرار کریگا ان مین سے ہر ایک کی دو صورتین ہین یا تو خصم وکیل کے ساتھ عقد کا دعوی کریگا یا انکار کریگا پس اگر موکل انکار کرے تو شہادت تمام صورتون مین غیر مقبول ہی اور اگر آمر دونون کا اقرار کرے اور خصم عقد کا اقرار کرے تو قاضی حکم دیگا لیکن شہادت کیوجہ سے نہین بلکہ اقرار کیوجہ سے خلع نکاح اور بیع کا اس معاملہ مین ایک ہی حکم ہی + عالمگیری + اور جو مجیب نے ترجیح ساتھ نفاذ حکم قاضی اول کی اُس روایت مثبت صحت شہادت مباشر فعل کی بیان کی وہی مثبت نفاذ حکم قاضی اول کی ہی کیونکہ قاضی اول کا حکم کتاب اللہ کے خلاف ہی اللہ تعالی فرماتا ہی واستشہدوا شہیدین من رجالکم اور محمد بخش کی وکالت کا فقط ایک ہی گواہ ہی لہذا حاکم مرافعہ مسترد فرمایا اور جب قاضی اول کا حکم شرع کے خلاف ہو تو قاضی ثانی کو جاری نکرنا چاہیے درمختار مین ہی الا ما عری عن دلیل مجمع او خالف کتابا او سنۃ مشہورۃ او اجماعا دلیل سے خالی ہو یا کتاب یا سنت مشہورہ یا اجماع کے خلاف ہو۔ اور مباشر فعل کی عدم صحت شہادت کی تائید قرآن شریف سے بھی نکلی ہی اللہ تعالی فرماتا ہی واشہدوا اذا تبایعتم اور جب تم سودا کرو تو شاہد کر لو۔ یعنے اپنے معاملات پر گواہ کر لیا کرو نہ یہ کہ اپنے قول وفعل پر ہوجایا کرو پس اس سے معلوم ہوا کہ اصل شہادت گواہی دینا ہی دوسرے کے قول اور فعل پر اور اسکے سوا محمد بخش جو مدعی کے ساتھ مدعاعلیہم کے مقابلہ پر مخاصمانہ گفتگو کرتا ہی چنانچہ اُسنے اپنے اظہار مین لکھوایا ہی کہ اگر تم رخصت نہ کروگے تو ہم نالش کرینگے درہم مین اور طرف ثانی مین خوب دو قدح ہوئی ایسے شاہد کی شہادت ہرگز مقبول نہین چنانچہ درمختار مین ہی الا اذا اشتد التخصم وخاصم معہ مگر جبکہ خصومت سخت ہوجائے اور وہ بھی اُسکے ساتھ مخاصمت کرے اور جو مجیب صاحب فرماتے ہین اجازت دینا محمد بخش کا بھی ایجاب جانب محمد بخش سے ہی

یہ سراسر فقہ کے خلاف ہی کیونکہ بلفظ اجازت الفاظ نکاح سے نہین ہی بلکہ الفاظ نکاح نکاح اور تزویج وغیرہ ہین درمختار مین ہی انما یصح
بلفظ تزویج ونکاح نکاح الفاظ نکاح و تزویج ہی سے صحیح ہوتا ہی اور وکیل یون بیان کرے زوجت موکلتی منک مین نے اپنی موکلہ
کا نکاح تمھارے ساتھ کر دیا۔ اور اگر بلفظ اجازت بھول کر کہے تو نکاح منعقد نہین ہوتا درمختار مین ہی ولا یصح بلفظ اجازۃ
واعارۃ ووصیۃ وبالفاظ مصحفۃ کتجوزت الفاظ اجازت واعارہ ووصیت اور الفاظ مصحفہ مثلاً تجوزت سے نکاح منعقد
نہین ہوتا اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے تو بھی نکاح جسکے لیے محمد بخش کی وکالت موقوف علیہ ہی وکالت ثابت نہونے
کیوجہ سے پایۂ ثبوت کو نہین پہونچتا اور مجیب نے جو لکھا ہی کہ یہ کہنا کہ ملا ابراہیم نے نکاح باندھا ایجاب و قبول پر دلالت کرتا
ہی اس طرز مجیب سے معلوم ہوا کہ عاقد کلو اور محمد بخش وکیل نہین ہین بلکہ ایجاب و قبول کا کام ملا ابراہیم نے کیا حالانکہ جن
گواہون کو کلو نے پیش کیا اُنکے اور نیز کلو کے اظہار سے معلوم ہوتا ہی کہ قبول فقط کلو نے کیا اور مجیب جو لکھتے ہین کہ یہ کیسی
وکالت ہی جو پانچ آدمیون سے ثابت نہین ہوتی اگر محمد بخش وکالت کا مدعی لاکھ گواہ اثبات وکالت پر پیش کرے اور ان مین
سے دو گواہ بھی یہ نہ بیان کرین کہ ہمارے سامنے منتا نے محمد بخش کو اپنے نکاح کا وکیل کیا جب بھی وکالت ثابت نہوگی
نہ کہ پانچ گواہ ایسے اور وکالت ان الفاظ سے منعقد ہوتی ہی مین نے تجکو اس بیع یا اس مقدمہ مین وکیل کیا عالمگیری مین
ہی واما رکنھا فالالفاظ التی تثبت بھا الوکالۃ من قولہ وکلتک ببیع ھذا البعیر او بشرائہ کذا فی السراج الوھاج ارکان وکالت
وہ الفاظ ہین جنسے وکالت ثابت ہو مثلاً یہ کہے کہ مین نے تجکو اس اونٹ کے بیچنے یا خریدنے کیلیے وکیل کیا جیسا کہ سراج وہاج
مین ہی یہ جو مجیب کہتے ہین کہ حد تک بیان کرنا کچھ ضروری نہین ہی بلکہ تعریف ہونا چاہیے بیشک ایسا ہی ہی مگر گواہون نے
منتا کی ایسی صفت بیان نہین کی جس سے رفع جہالت ہو حاصل جواب کا یہ ہی کہ محمد بخش کی وکالت گواہون سے ثابت نہین علاوہ
برین مشہود علیہا یعنی منتا کی تعریف نہ کی ایجاب کسی نے منجانب وکیل بیان نہین کیا اس صورت مین کلو کا نکاح منتا کے ساتھ
کسی صورت مین ثابت نہین ہوتا ہی۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللہ القوی المنان محمد تفضل حسین
خان عفا اللہ عن سیآتہ وادخلہ فی یوم البعث والنشور فی الجنان **محمد تفضل حسین خان** **ہو المصوب** اس صورت
مین شہادت ملا ابراہیم نکاح خوان کی معتبر نہین کیونکہ وہ مباشر فعل ہی اور مباشر فعل کی شہادت جب وہ عین شہادت مین
مباشرت فعل کا ذکر کرے غیر معتبر ہی باقتضاے عبارت فتاوی قاضیخان کے رجل تولی تزویج امرأۃ من رجل ثم مات الزوج
فانکرت ورثتہ نکاحھا یجوز للذی تولی العقد ان یشھد بالنکاح یشھد ان فلانا تزوج فلانۃ بمہر کذا ولا یذکر انہ باشر العقد
ایک شخص ایک عورت کا ایک مرد کے ساتھ نکاح مین وکیل بنا پھر زوج مرگیا اور اُسکے ورثہ نے نکاح سے انکار کیا تو وہ
شخص شہادت عقد دیسکتا ہی بشرطیکہ یہ نہ ذکر کرے کہ اسکا بھی عقد مین دخل تھا۔ اور محمد بخش وکیل کی بھی شہادت غیر معتبر ہے

عالمگیری مین ہے شہدا ان فلانا امرہما بتزویج فلانۃ او بخلعہا او ان اشتری لہ عبدا ففعلنا فاما ان ینکر الموکل الامر والعقد او یقر بالامر لا العقد او یقر بہما وکل علی وجہین اما ان یدعی علی الخصم العقد مع الوکیل او ینکر فان کان الموکل ینکر لا یقبل فی الفصول کلہا دو آدمیون نے اس بات کی شہادت کی کہ فلان مرد نے ہمین فلان عورت کے ساتھ اپنا نکاح یا خلع کرنے کا حکم دیا یا اپنے لیے غلام خریدنے کا حکم دیا اور ہمنے ایسا کیا تو موکل یا تو حکم اور عقد دونون کا انکار کریگا یا حکم کا اقرار اور عقد کا انکار کریگا یا دونون کا اقرار کریگا انمین سے ہر ایک کی دو صورتین ہین یا تو خصم وکیل کے ساتھ عقد کا دعوی کریگا یا انکار کریگا پس اگر موکل انکار کرے تو شہادت تمام صورتون مین غیر مقبول ہے - اور باقی جن گواہون نے مسماۃ کی ایسی تعریف نہین کی جس سے رفع جہالت ہو اُنکی گواہی بھی مثبت نہوگی اشباہ مین ہے المشہود علیہ لشیئ ان کان حاضرا کفت الاشارۃ الیہ وان کان غائبا فلا بد من تعریفہ باسمہ واسم ابیہ وجدہ ولا یکفی الاقتصار علی اسمہ الا ان یکون مشہورا وتکفی النسبۃ الی الزوج لان المقصود الاعلام مشہود علیہ اگر حاضر ہو تو اُسکی طرف اشارہ کافی ہے ورنہ اُسکا اور اُسکے باپ دادا کا نام لینا ضروری ہے صرف اُسکا نام لینا کافی نہین ہے البتہ اگر مشہور ہو یا زوج کی جانب نسبت کافی ہو تو جائز ہے کیونکہ مقصود اعلام ہے اور فصول عمادیہ مین ہے الحاصل ان المعتبر انما ہو حصول المعرفۃ وارتفاع الاشتراک حاصل یہ ہے کہ حصول معرفت اور ارتفاع اشتراک معتبر ہے اور جبکہ مسماۃ وکالت اور عقد دونون سے منکر ہے پس اثبات وکالت کے لیئے دو گواہ ضروری ہین بحر الرائق مین ہے ولغیرہا رجلان او رجل وامرأتان اطلقہ فیشمل المال وغیرہ کالنکاح والطلاق والوکالۃ والوصیۃ والعتاق والنسب اسکے علاوہ کیلیے دو مرد یا ایک مرد دو عورتین اسے مطلق رکھا ہے تاکہ مال اور غیر مال مثلاً نکاح طلاق وکالت وصیت عتاق اور نسب کو بھی شامل ہو جائے اور اس صورت مین سوا امیر اللہ کے کسی نے اثبات وکالت نہین کیا صرف عقد کا ہونا اور وکالت محمد بخش بیان کیا اسقدر بیان سے وکالت ثابت نہین ہوئی جبتک یہ بیان نہ کرین کہ ہمارے سامنے مسماۃ نے محمد بخش کو نکاح کا وکیل کیا تھا انھین وجوہ سے صورت مذکورہ مین نکاح ثابت نہین ہوتا ہے اور ایک جم غفیر کی شہادت عدم نکاح کی اور اقرار مدعی و وکیل کا نکاح نہونے پر مرجح عدم نکاح ہے اور بعد معائنہ تحریرات بعض علما جنھون نے حاکم فوجداری کے حکم کی تائید کی ہے اور اعذار حاکم مرافعہ سے یہ امر محقق ہوتا ہے کہ اس صورت مین حکم حاکم مرافعہ کا درست ہے اور حاکم فوجداری کا حکم چونکہ خلاف شرع واقع ہوا ہے قابل امضا نہین ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** ایک شخص چاہتا ہے کہ مین اپنا نکاح اپنے سالے کی پوتی یعنے زوجہ کے بھائی کی پوتی سے کردن اور یہ بات کنز سے پائی جاتی ہے کہ بحالت زندگی پھوپی کے اُسکی بھتیجی کو نکاح مین رکھنا نچاہیے پس اگر اُسکی زوجہ زندہ ہے تو یہ اُسکے بھائی کی پوتی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہین **جواب** نہین کر سکتا ہے تنویر الابصار

مین ہی وحرم الجمع نکاحا وعدۃ ووطیا بملک یمین بین امرأتین ایتہما فرضت ذکرا لم تحل للاخری نکاح اور عدت اور وطی بملک یمین مین دو ایسی عورتون کو جمع کرنا حرام ہی جنمین سے اگر ایک مرد فرض کی جائے تو وہ دوسرے پر حرام ہو **سوال** نکاح کے بعد خرمے محفل مین اُچھالدینا کیسا ہی اور نکاح کے پہلے یا نکاح کے بعد معمول ہی کہ زوج کے یہان کے کپڑے زوجہ کو پہنائے جاتے ہین اور نکاح کے بعد حاضران مجلس کو کھانا کھلاتے ہین انکی شرع مین کیا اصل ہی اور جو شخص کہے کہ یہ امور مشروع نہین ہین لیکن بطور تحفہ وہدیہ واتحاد ان کا رواج ہی وہ گنہگار ہوگا یا نہین **جواب** زوج کے یہان کے کپڑے زوجہ کو پہنانا یا زوجہ کے یہان کے کپڑے زوج کو پہنانا نہ شرعا ممنوع ہی نہ بدعات سیئہ مین داخل ہی اور اسیطرح کھانا کھلانا اور خرمے اُچھالنا بدعات سیئہ مین داخل نہین جس کے ارتکاب سے گناہ لازم آئے بلکہ یہ امور مباح ہین اور اکل وشرب ولباس کے باب مین جو باتین مباح ہین بنظر اتحاد وداد وحسن اخلاق انکے کرنے مین کوئی حرج نہین ہی البتہ اگر انکو سنت جانے اور غیر مسنون کو مسنون تصور کرے تو گنہگار ہوگا یہ اُسوقت ہی جب ان امور کا کسی طرح زمانہ نبوی اور زمانہ صحابہ مین ثبوت نہ ملسکے اور ان امور کا جو عبادات نہین ہین محض اُن زمانون مین نہونا بدعت کا باعث نہوگا اور بعض روایات سے خرمون کی تقسیم اور دوطعن والون کا شرکاے محفل عقد کو کھانا کھلانا ثابت ہی جلال الدین سیوطی بہجۃ زہار لعروس باخبار المخدوش مین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ذکر کرتے ہوے جو بولایت نجاشی حبشہ مین ہوا تھا طبقات ابن سعد سے نقل کر کے تحریر فرماتے ہین ثم بعد الفراغ من النکاح ارادوا ان یقوموا فقال النجاشی اجلسوا فان سنۃ الانبیاء اذا تزوجوا ان یوکل الطعام علی التزویج فدعی بطعام فاکلوا ثم تفرقوا نکاح سے فراغت کے بعد سب نے اُٹھ جانے کا قصد کیا تو نجاشی نے کہا بیٹھ جاؤ کیونکہ انبیا کی سنت یہ ہی کہ جب شادی ہو جائے تو کھانا کھلایا جائے پھر کھانا منگایا اور سب نے کھایا پھر متفرق ہوگئے۔ اور بیہقی اور معجم اوسط طبرانی مین مرقوم ہی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضر فی املاک ای عقد نکاح فاتی باطباق علیہا جلوز ولوز وتمر فنثرت فقبضنا ایدینا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالکم لا تاخذون فقالوا انک نہیت عن النہب فقال انما نہیتک عن نہب العساکر خذوا علی اسم اللہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عقد نکاح مین تشریف لائے پس طباق لائے گئے جن مین جلوزہ شگوفہ اور کھجور تھے جو پھینکے گئے ہمنے اپنے ہاتھ سمیٹ لیے تو حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا کہ تم لوگ کیون نہین لیتے ہملوگون نے کہا کہ آپ نے لوٹ سے منع فرمایا ہی تو آپنے فرمایا کہ مین نے لشکرون کی لوٹ سے منع کیا ہی انکو خدا کے نام پر لو لیکن ان روایتون کی سند ضعیف ہے اور بسند صحیح کوئی معتبر روایت اس باب مین خدشات سے خالی نہین بہرحال یہ ہی کہ اگرچہ یہ امور زمانہ نبوی اور زمانہ صحابہ مین بروایت صحیح نہ بھی ثابت ہون تو بھی بدعت سیئہ مین انکا شمار نہین ہوسکتا بلکہ یہ امور بدعت مباحہ ہین **سوال**

مدعی نے اپنے دعوے کے اثبات مین تین وجہین عدالت مین پیش کین (۱) جلسۂ نکاح کے شاہد (۲) اس بات کے شاہد
کہ نکاح ہونے کے بعد زوجہ نے مدعی کے ساتھ نکاح پر اپنی رضامندی ظاہر کی (۳) اس بات کے شاہد کہ زید اور اُسکی زوجہ مین
خلوت صحیحہ ہوئی جلسۂ نکاح کے شاہدون نے شہادت ادا کی لیکن وکیل کے عدم ثبوت توکیل کی وجہ سے نکاح ثابت نہو سکا
توکیا قاضی باقی دو شہادتون پر نکاح کا حکم دے سکتا ہی **جواب** نکاح کی خبر پہونچنے کے بعد زوجہ کی رضامندی
اور خلوت صحیحہ کے ثبوت سے نکاح کی تکمیل ہوجاتی ہی عالمگیری مین ہی ولو اقام الزوج البینۃ انہا اجازت العقد حین اخبرت
واقامت البینۃ انہا ردت حین اخبرت کانت البینۃ بینۃ الزوج کذا فی السراج الوہاج اگر شوہر نے اس بات پر
گواہ قائم کیا کہ جب زوجہ کو نکاح کی خبر دیگئی تو اُس نے نکاح کی اجازت دیدی اور زوجہ نے اسپر گواہ قائم کیا کہ جب اُسکو
خبر پہونچی تو اُسنے نکاح کو رد کردیا پس زوج کا گواہ معتبر ہی ایسا ہی سراج وہاج مین ہی اور اسی کتاب مین ہی کما یتحقق
رضاہا بالقول کقولہا رضیت وقبلت واحسنت واصبت وبارک اللہ لک ولنا ونحوہ یتحقق بالدلالۃ کطلب مہرہا ونفقتہا
وتمکینہا من الوطی کذا فی التبیین جسطرح عورت کی رضامندی ان الفاظ سے ثابت ہوتی ہی شلا ان لفاظ کے کہنے سے رضیت قبلت
احسنت اصبت بارک اللہ لک ولنا اسیطرح دلالت سے بھی ثابت ہوتی ہی شلا مہر و نفقہ طلب کرنا وطی کی اجازت دینا
ایسا ہی تبیین مین ہی اور اسی کتاب مین ہی لو خلا بہا برضاہا لا روایۃ لہذہ المسألۃ قال وعندی ان ہذا اجازۃ کذا فی
الظہیریۃ اگر زوجہ کے ساتھ اُسکی رضامندی سے خلوت کی اسکے متعلق کوئی روایت نہین ہی میرے نزدیک یہ اجازت
ہی ایسا ہی ظہیریہ مین ہی بناءً علیہ جب جلسۂ نکاح کے شہود نے وقوع نکاح کی شہادت دیدی تو قاضی کو رضاے زوجہ اور خلوت صحیحہ
کی شہادت ماننا چاہیے **سوال** ولی غیر جابر نے ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح کردیا بعد بلوغ اُسنے اپنے نکاح کو فسخ کرکے
بلاتفرقۂ قاضی دوسرے کے ساتھ نکاح کرلیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہین اور جہان کفار کی سلطنت ہو وہان قاضی کہان سے
لایا جائے **جواب** فسخ نکاح مین قضاء قاضی شرط ہی رد المحتار مین ہی حاصلہ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرۃ
غیر الاب والجد فلہما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء حاصل یہ ہی کہ جب صغیر یا
صغیرہ کی شادی کردینے والا باپ یا دادا کے علاوہ کوئی اور ہو تو بعد بلوغ یا بعد علم نکاح اُنکو اختیار ہی اگر فسخ نکاح چاہین تو
اُسکے لیے قضاے قاضی ضروری ہی۔ اسلیے صورت مسئولہ مین نکاح دوم صحیح نہین ہوا جامع الفصولین مین ہی لو اختار
احدہما الفرقۃ ورد النکاح بخیار البلوغ لم یکن ردا ولا یبطل العقد ولم یحکم بہ القاضی فیتوارثان قبل الحکم اگر دونون مین سے
کسی ایک نے فرقت کو پسند کیا اور خیار بلوغ کی رو سے نکاح کو رد کرنا چاہا تو نکاح رد نہوگا اور عقد باطل نہوگا تاوقتیکہ قاضی اس
کا حکم نہ دیدے تو قاضی کے حکم کے قبل ایک دوسرے کا وارث ہی اور جہان کفار کی حکومت ہو اور قضاے قاضی مفقود ہی

اگر ایسا واقعہ پیش آئے تو صاحب معاملہ کو بلاد اسلامیہ (جیسے بلاد حجاز بلاد روم وغیرہ اور ہندوستان میں رامپور بھوپال وغیرہ) میں جہان قاضی موجود ہی جاکر فیصلہ کرالے یا بذریعہ تحریر قضاۃ بلاد اسلام سے فسخ نکاح کا حکم منگالے **سوال** اُن دراہم و دنانیر کا کیا حکم ہی جو لڑکے والے لڑکی والون سے قبل نکاح کے نسبت کے وقت لیتے ہین جیسا کہ اکثر بلاد ہند مین رائج ہی **جواب** درمختار مین ہی اخذ اهل المرأة شیئا عند التسلیم فللزوج ان یسترده لانه رشوة لڑکی والون سے اگر کچھ لیا ہی تو زوج کو واپس لیلینا چاہیے کیونکہ وہ رشوت ہی اور ردالمحتار مین تحت قول عند التسلیم کے لکھا ہی ای بان ابی ان یسلمها اخوها او نحوه حتی یاخذ شیئا وکذا لو ابی ان یزوجها فللزوج الاسترداد قائما او هالکا لانه رشوة یعنی اگر رخصتی کے وقت بھائی یا کسی اور نے بے کچھ لیے ہوے رخصت کرنے سے انکار کیا یا اسی طرح اگر شادی سے انکار کیا تو زوج کو وہ مال (اگر دیا ہو) واپس لینا چاہیے کیونکہ وہ رشوت ہی اور یہی کتاب کے باب الحظر مین ہی ومن السحت ما یاخذه الصهر من الختن بطیب نفسه جو سسر داماد سے اُسکی رضامندی سے وصول کرتا ہی وہ کسب حرام ہی پس جو زوج لڑکی والون سے قبل شادی کے لے اُسے تو بدرجہ اولی واپس لیلینا چاہیے کیونکہ یہ رشوت ہی جیسا کہ ردالمحتار باب الہبہ مین ہی حبطت المال علی نفسها عوض عن النکاح وفی النکاح العوض لا یکون علی المرأة جو مال عورت اپنے نکاح کے عوض مین دے وہ مال ضائع ہی کیونکہ نکاح مین عوض عورت کے ذمے نہین ہوتا۔ ہمارے ملک کے لوگ اپنی زبان مین اس روپیہ کو تلک کہتے ہین جسکا عربی ترجمہ رشوت ہی تو اُسکا واپس لینا ضروری ہی خواہ موجود ہو یا ہلاک ہوگیا ہو کیونکہ رشوت پر قبضہ سے ملک ثابت نہین ہوتی جیسا کہ درمختار مین ہی قال الرشوة یحرم اعطاؤها واخذها رشوت کا دینا اور لینا دونون حرام ہین واللہ اعلم کتبہ افقر العباد الی اللہ شیخ یوسف بن قادر احمد عفی عنہ صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** شخص ہندی فاروقی صدیقی کا یا ہندوستانی سید کا یا ہندی شیخ کا ہندی پٹھان کا کفو ہی یا نہین اور اسیطرح پٹھان کا نکاح اُس ہندی عورت کے ساتھ جو سیدہ ہو درست ہی یا نہین **جواب** عرب مین کفاءت بحسب نسب کے معتبر ہی اور عجم مین باعتبار حریت اور اسلام اور دیانت اور حرفہ کے اور عجمی سے مراد وہ شخص ہے جسکو کسی قبیلۂ عرب سے انتساب نہو اور جسکا نسب قبیلۂ عرب سے متصل ہو وہ حکم عرب مین ہی درمختار مین ہی تعتبر الکفاءة نسبا فقریش بعضهم اکفاء لبعض وبقیة العرب بعضهم اکفاء بعض هذا فی العرب اما فی العجم فیعتبر حریة واسلاما ودیانة وحرفة کفاءت باعتبار نسب کے ہی تو قریش بعض بعض کے کفو ہین اور بقیہ عرب بعض بعض کے کفو ہین یہ عرب مین ہی اور عجم مین حریت اسلام دیانت اور حرفت کا اعتبار ہی۔ اور ردالمحتار مین ہی المراد بالعجم من لم ینتسب الی احد من قبائل العرب ویسمون الموالی والعتقاء وعامة اهل القری والامصار فی زماننا منهم سواء تکلموا بالعربیة او غیرها الا

من کان لہ نسب معروف کالمنتسبین الی احد الخلفاء الاربعۃ او الی الانصار ونحوہم عجم سے مراد وہ لوگ ہین جو قبائل عرب مین سے کسی کی جانب منسوب نہون ایسے لوگ موالی اور عتقاء کہلاتے ہین اور عوام دیہاتی اور شہری آجکل ایسے ہی لوگ ہین چاہے وہ عربی بولتے ہون یا نہ بولتے ہون البتہ وہ لوگ جنکا نسب معروف ہی مثلاً خلفای اربعہ یا انصار رضی اللہ عنہم مین سے کسی کے جانب منسوب ہون تو وہ عرب ہین اور بھی درمختار مین ہی العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ عجمی عربی کا کفو نہین ہی اور فتح القدیر اور بزازیہ وغیرہ مین ہی العالم العجمی یکون کفوا للعربی الجاھل والعلویۃ لان شرف العلم فوق شرف النسب عالم عجمی جاہل عربی اور سیدہ کا کفو ہوسکتا ہی کیونکہ علم کا شرف نسب کے شرف سے بڑھکر ہی ان عبارتون سے یہ امر ثابت ہوا کہ اہل ہند جنکا نسب کسی قبیلۂ عرب سے ملتی ہی جیسے صدیقی فاروقی شیخ انصاری سید وغیرہ ان سبکے آپس مین کفاءت ثابت ہی اور جس قوم کا نسب کسی قبیلۂ عرب سے نہ ملتا ہو وہ ان لوگون کا کفو نہین ہی مگر یہ کہ عالم ہو **سوال** اعلان نکاح کے لیے طبل کا بجانا مباح ہی یا نہین **جواب** اعلان نکاح کیواسطے دف کا بجانا مباح ہی حدیث مین ہی اعلنوا النکاح ولو بالدف اخرجہ الترمذی وغیرہ بالفاظ متقاربۃ اعلان نکاح کرو اگرچہ دف ہی سے کیون نہو اسے ترمذی اور دوسرون نے روایت کیا ہی الفاظ سب کے قریب قریب ہین اور سکے سوا اور مزامیر طبلہ یا طنبور وغیرہ بہ نصوص صریحہ صحیحہ ممنوع ہین اسی لیے حنفیہ بھی نکاح مین صرف دف کی اجازت دیتے ہین اور اسکو بھی اس امر کے ساتھ مشروط کرتے ہین کہ اُس مین جھانجھ نہو خزانۃ الروایات مین ہی فی الغیاثیۃ ضرب الدف فی النکاح اعلانا وتشہیرا سنۃ وفی الخلاصۃ لا باس بالدف لیلۃ العرس غیاثیہ مین ہی کہ شادی مین بغرض اعلان وشہرت دف بجانا سنت ہی اور خلاصہ مین ہی کہ شادی کی رات کو دف بجانے مین کچھ حرج نہین ہی۔ اور بھی اُسی مین ہی یجب ان یکون بلا سنجات وجلاجل واجب ہی کہ شادی مین سنجات اور جلاجل (باجون کی قسمین ہین) نہ بجائے جائین۔ خلاصہ یہ ہی کہ دف کے سوا اور کسی باجے کے بجانے کی اجازت اعلان نکاح کیلیے نہ تو احادیث سے ثابت ہی نہ کسی معتبر حنفی نے اسکی تصریح کی ہی **سوال** اعلان نکاح کے لیے دف کا بجانا مباح ہی یا مستحب بوقت نکاح یا بعد نکاح دف بجانا مستحب ہی یا سنت مزامیر وملاہی مثل نقارہ یا ہندوستانی باجا یا انگریزی نوبت کا مع زیروبم وشہنائی شادی مین بجانا جائز ہی یا نہین اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نوبت وشہنائی بجائے دف کے جائز ہی یا حرام بجائے دف کے باجا نوبت وشہنائی وغیرہ پر قیاس کرنا درست ہی یا نہین **جواب** احادیث صحیحہ سے جملہ مزامیر کی حرمت ثابت ہی اور دف کی حلت بوقت نکاح یا دوسرے مجالس سرور مین بھی ثابت ہی اور یہی مختار محققین حنفیہ وشافعیہ کا ہی کہ مجلس نکاح مین بغرض اعلان دف بجانا درست ہی نہ کہ اور کوئی باجہ انگریزی ہو یا ہندوستانی جامع ترمذی وغیرہ مین مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکون فی امتی خسف ومسخ اذا ظہرت القینات والمعازف حضور سرور کائنات علیہ السلام والتحیات نے فرمایا ہی

کہ میری امت مین خسف اور صورت کا بگڑنا اُسوقت سے شروع ہوگا جبسے گانے والی عورتین اور باجے شروع ہوجائینگے اور مسند احمد مین ہی ان اللہ حرم الخمر والمیسر والکوبۃ اسد نے شراب اور جوا اور کوبہ (باجہ کا نام ہی) کو حرام کیا ہی اور بہی اُسی مین ہی ان اللہ امرنی ان امحق المزامیر خدا نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہی کہ باجون کو مٹاؤن - اور سنن ابوداؤد وغیرہ مین مروی ہی عن نافع قال سمع ابن عمر مزمارا فوضع اصبعیہ فی اذنیہ ونای عن الطریق وقال یا نافع ھل تسمع شیئا فقلت لا فرفع اصبعیہ وقال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمع مثل ھذا فصنع مثل ھذا نافع سے مروی ہی کہ حضرت عمر رضی نے ایک باجے کی آواز سنکر اپنی دونون اُنگلیان کانون مین رکھ لین اور اُس راستہ سے دور ہوگئے اور پوچھا ای نافع تمکو کچھ سنائی دیتا ہی مین نے کہا نہین آپنے اپنی اُنگلیان کانون سے نکال لین اور فرمایا کہ مین حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے ساتھ تھا تو اُنھون نے ایسی ہی آواز سنی اور ایسا ہی کیا - اور جامع ترمذی وغیرہ مین مروی ہی اعلنوا النکاح واضربوا علیہ بالغربال نکاح کا اعلان کرو اور غربال بجاؤ اور ابن حجر مکی شافعی کتاب الزواجر مین لکھتے ہین یحرم ضرب واستماع کل مطرب کطنبور وعود ورباب وچنگ کنجۃ ودریج وصنج ومزمار عراقی ویراع وھو الشبابۃ وکوبۃ وغیر ذلک من الاوتار والمعازف وصح من طرق فقد علقہ البخاری ووصلہ الاسماعیلی واحمد وابن ماجۃ وابونعیم وابوداؤد باسانید صحیحۃ لا مطعن فیھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیکونن فی امتی قوم یستحلون الحر وھو الفرج والحریر والخمر والمعازف وھذا صریح ظاہر فی تحریم جمیع الات اللھو المطربۃ ترجمہ ہر بیخود کر دینے والی چیز کا سننا اور بجانا حرام ہی مثلاً طنبور، عود، رباب، چنگ، کنجہ، دریج، صنج مزمار عراقی یراع یعنے شبابہ اور کوبہ اور دوسرے باجے اور ستار وغیرہ اسکی تصحیح متعدد طرق سے ہی بخاری نے اسکی تعلیق کی ہی اور اسمعیلی و احمد و ابن ماجہ و ابونعیم و ابوداؤد نے باسانید صحیحہ روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اسد علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ میری قوم مین ایسے لوگ ہونگے جو کھیل کود کو ریشم کو شراب کو اور باجون کو حلال سمجھینگے اس سے یہ امر ظاہر ہی کہ تمام آلات لہو و طرب حرام ہین الحاصل مجالس نکاح مین دف کے علاوہ کسی باجے کا بجانا درست نہین ہی **سوال** مالابدکی اس عبارت کا کیا مطلب ہی اور یہ بھی ارشاد ہو کہ اس عبارت سے طبل و دف کی اباحت اعلان نکاح مین ثابت ہوتی ہی یا نہین مالابدکی عبارت یہ ہی ملاہی و مزامیر و طنبور و نقارہ و دف وغیرہ بالاتفاق حرام است مگر طبل غازی یعنے نقارہ ہنگام جنگ یا دف برای اعلان نکاح - ایک صاحب نے یہ جواب لکھا ہی واضح ہو کہ مالابدکی عبارت کی تشریح یہ ہی کہ آمین اول ملاہی و مزامیر و طنبور و دہل و نقارہ و دف پر حکم حرمت کا ثابت کیا ہی پھر چونکہ یہ امور علی الاطلاق حرام نتھے بلکہ بعضی صورتون مین جائز بھی تھے اسلیے حرف مگر لاکر اُس سے دو چیزون کا استثنا کیا ایک طبل یعنے نقارہ اور دوسرے دف اور ان دونون چیزون پر بھی مطلقاً اباحت کا حکم نہین کیا ہی بلکہ جنگ و اعلان نکاح کے ساتھ مقید کیا ہی اس سے ثابت ہوا کہ طبل اور

دف بھی بقصد لہو حرام اور بقصد جنگ و اعلان نکاح جائز ہین اور طبل کو جنگ سے کچھ خصوصیت نہین ایسے ہی دف کو
اعلان نکاح سے بھی خصوصیت نہین ہو بلکہ جنگ مین طبل اور دف دونون جائز ہین اور اعلان نکاح مین بھی طبل اور
دف دونون جائز ہین لیکن مالابد کی کتاب مختصر رہنے سے اُسمین پوری تفصیل نہین ہو اسی لیے دھوکا ہوتا ہو
دوسری بڑی کتابون مین (جیسے طحطاوی شامی وغیرہ) اسکی تفصیل موجود ہو واللہ اعلم اور دوسرے صاحب یون تحریر
فرماتے ہین مالابد کی عبارت کچھ ایسی دقیق نہین ہو جس مین اسقدر خلاف واقع ہوا اسکے معنی یہ ہین کہ اشیاے لہو و لعب
مزامیر اور طنبور اور نقارہ اور دف بالاتفاق حرام ہین اور طبل غازی یعنی نقارہ جنگ کے وقت اور دف اعلان کیلیے حلال
ہو یہی فتاوی کبری اور حمادیہ اور ہدایہ وغیرہ کتب حنفیہ مین بھی ہو واللہ اعلم چونکہ ان دونون جوابون مین اختلاف پیدا
ہو گیا ہو لہذا آپ اُسکو طے فرمائین **جواب** فتاوی اور شروح معتبرہ حنفیہ مین مصرح ہو کہ دف کے سوا جملہ مزامیر حرام ہین
البتہ بعض حنفیہ نے نقارۂ جنگ کی اباحت کی تصریح کی ہو اور دف بغرض اعلان نکاح کو مباح لکھتے ہین مالابدمنہ کی عبارت
کا صحیح مطلب یہی ہو کہ یہ سب چیزین حرام ہین صرف دف بغرض اعلان نکاح اور نقارہ جنگ کے وقت حلال ہو نہ یہ کہ نکاح
کے وقت نقارہ بھی حلال ہو اور اگر بفرض محال مالابدمنہ کی عبارت اسپر دال بھی ہو تو یہ کلام بخلاف لغت و حنفیہ کے مقبول نہوگا
کتب معتبرہ مین نکاح کے وقت کہین نقارہ کی اجازت نہین ہو بلکہ صراحۃً ممانعت ہو **سوال** فرض کیا جائے کہ زید پسر
نابالغ کا نکاح بولایت پدر ہندہ نابالغہ کے ساتھ بے رضامندی و اطلاع پدر ہندہ مادر ہندہ نے کر دیا چندماہ کے بعد جب
پدر ہندہ آیا اور نکاح سے مطلع ہو کر ساکت رہا اور پدر ہندہ نے اور خود ہندہ نے بعد بلوغ کوئی دعوی انفساخ کا نہین کیا
تو وہ نکاح جائز سمجھا جائیگا یا نہین **جواب** اس صورت مین یہ نکاح جائز سمجھا جائیگا اگرچہ بعد بلوغ ہندہ کو فسخ کا اختیار
تھا مگر وہ اختیار فوری ہوتا ہو جیساکہ ردالمحتار مین ہو اذا بلغت وھی عالمۃ بالنکاح او علمت بہ بعد بلوغھا فلابد
من الفسخ فی حال البلوغ او العلم فلو سکتت ولو قلیلا بطل خیارھا ولو قبل تبدیل المجلس جبکہ عورت بالغ ہوئی اور اُسے
نکاح کا علم تھا یا بلوغ کے بعد اُسے نکاح کا علم ہوا تو بلوغ یا علم کے وقت فسخ نکاح ضروری ہو اور اگر کچھ دیر بھی سکوت کیا تو
اُسکا خیار باطل ہو گیا اگرچہ یہ سکوت تبدیل مجلس کے قبل ہی ہوا ہیں جبکہ بعد بلوغ ہندہ نے کچھ تعرض نہین کیا تو اب اُسکو
خیار فسخ باقی نہین رہا اور اگرچہ لڑکون کے نکاح کی ولایت عصبات کو حاصل ہو جیسے باپ دادا چچا وغیرہ اور انکی موجودگی
مین بغیر انکی رضامندی کے ماں کا نکاح کر دینا نافذ نہین ہوتا مگر جب ولی اقرب باپ وغیرہ اپنی رضا ظاہر کر دے اور مطلع ہونے
کے بعد تعرض نکرے تو وہ نکاح نافذ سمجھا جائیگا درمختار مین ہو ولا یبطل تزویجہ السابق ای تزویج الولی الابعد حال غیبۃ
الاقرب بعود الاقرب ولی کی تزویج سابق صرف ایک صورت مین باطل ہوتی ہو اور وہ یہ کہ کوئی ولی اقرب موجود نہو

اور وہ لوٹ آئے۔ پس جبکہ آنے کے بعد بھی باپ نے اپنی رضامندی ظاہر کی اور کچھ اعتراض نہین کیا تو وہ نکاح جائز رہا

**سوال** دختر ہمشیرزادی کے ساتھ نکاح جائز ہی یا نہین **جواب** جائز نہین ہی عالمگیری مین ہی وکذ ابنات الاخ والاخت وان سفلن اسیطرح بھائی اور بہن کی لڑکیان اگرچہ نیچی ہون

**سوال** جو شخص نہ نماز پڑھتا ہو نہ روزی رکھتا ہو تمام سال مین شاید اُسکو ایک روزہ اور دس یا پنچ نماز کا اتفاق ہو جاتا ہو اور یہ ترک صوم وصلوۃ بلا اخفا اور بلا عذر شرعی کے محض بیباکی کیوجہ سے ہو مسائل شرعی اور امور دین کے ساتھ استہزاء اور استخفاف کرتا ہو جھوٹ اور فریب اور غیبت اور سب و شتم مسلمانان اور فحش کلام اور مسخراپن سے ہرگز اجتناب نہ کرتا ہو بلکہ اکثر اوقات اس مین مبتلا رہتا ہو جمعہ و جماعات بلا عذر ترک کرتا ہو اپنے رنڈی بازی اور بدکاری اور ارتکاب دیگر کبائر کو قصۃً خواہ اپنے جلسون مین فخریہ بیان کرتا ہو مسلمانون کا مال مار لیتا ہو جھوٹی قسم کھانے مین تامل نہ کرتا ہو نقض عہد اور خلف وعدہ کرتا ہو بدخلقی اور ارتکاب امور خلاف مروت و تہذیب کی وجہ سے عموماً شہر والے اُس سے ناراض ہون اور اُسکو برا سمجھتے ہون اور انھین بداعمالیون کی وجہ سے اُسکے خاندان والون نے اپنے یہان اُسکا نکاح کرنا گوارہ نکیا ہو ایسا شخص دیانۃً کسی عورت صالحہ بنت صالح یا فاسقہ بنت صالح کا جسکے آباو اجداد تقوی اور صلاح مروت اور تہذیب وغیرہ صفات حمیدہ مین مشہور ہون اور اُسکا ولی اس مرد کے ساتھ نکاح کرنے کو سخت عار سمجھتا ہو شرعاً کفو ہوسکتا ہی یا نہین اور اگر کفو نہین ہی تو وہ عورت کبیرہ ثیبہ مطلقہ ثلاثہ بعد انقضاے عدت اگر بلا اجازت اور سراسر بلا رضامندی اپنے ولی کے بعد علم اس بات کے کہ ولی اس فعل سے سخت ناراض ہی خود نکاح کرلے اور اپنے اور تمام خاندان کے رسوائی کا لحاظ نکرے اور ولی کی ممانعت کو نہ مانے تو یہ نکاح شرعاً درست اور قابل اعتبار ہی یا نہین اور نکاح اگر تحلیل زوج اول کیلیے کیا ہو تو اس نکاح سے بعد وطی وہ عورت پہلے شوہر کیواسطے نکاح ثانی کے ذریعہ سے حلال ہوسکتی ہی یا نہین اور شرعاً یہ نکاح فاسد ہی بعد اعتراض ولی حکم حاکم وقت سے تفریق ہونی چاہیے یا نکاح باطل ہی ابتداءً اس نکاح کا انعقاد ہی نہین ہوا اور بغیر تفریق قاضی بوجہ عدم انعقاد نکاح کے عورت خود اس مرد سے جدا ہوسکتی ہی یا نہین **جواب** مطلق فسق کے ثابت ہونے سے مرد کی کفاءت بنت صالح کے ساتھ شرعاً باطل ہوجاتی ہی خواہ بنت صالحہ ہو یا فاسقہ چہ جائیکہ فسق بالاعلان تو اس سے بطریق اولی باطل ہوجائیگی اور ایک امر جس سے مطلق فسق ثابت ہو سقوط کفاءت کے واسطے کافی ہی اور سوال مین بہت سے امور ذکر ہین جنسے شرعاً فسق بالاعلان ثابت ہوتا ہی کیونکہ مطلق فسق کی تعریف فتاوی شامی مین یہ لکھی ہی والفاسق من فعل کبیرۃ او اصر علی صغیرۃ فاسق وہ ہی جو گناہ کبیرہ کرے یا گناہ صغیرہ بار بار کرے۔ اور قاضی خان مین ہی وتکلموا فی الفسق الذی یمنع الشہادۃ اتفقوا علی الاعلان بکبیرۃ یمنع الشہادۃ وفی الصغائر ان کان معلنا نوع فسق مستشنع یسمیہ الناس بذلک فاسقا مطلقا لاتقبل شہادتہ

اُس فسق کے متعلق جو مانع شہادت ہی اختلاف ہی اس امر مین سب متفق ہین کہ گناہ کبیرہ علی الاعلان کرنا مانع شہادت ہی اور صغائر اگر علی الاعلان کرتا ہو تو یہ ایک قسم کا قبیح فسق ہی جسکے بدولت لوگ اُسے فاسق کہین گے اور اُسکی شہادت مقبول نہوگی اور ہدایہ مین ہی لاتقبل شہادۃ من یاتی بابا من الکبائر التی یتعلق بہا الحد للفسق اُس شخص کی شہادت مقبول نہین جس سے ایسے گناہ کبیرہ صادر ہون جو مستوجب حد ہون کیونکہ ایسا شخص فاسق ہی ہدایہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صرف ایک گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے فسق ثابت ہوجاتا ہی اور یہان تو بعض امور مثل استخفاف و استہزا حد کفر تک پہونچاتے ہین پس لامحالہ یہان کفارت دیانۃً باطل ہوگئی درمختار مین ہی و دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوءً الصالحۃ اوفاسقۃ بنت صالح معلنا کان اولا دیانۃً فاسق صالحہ یا اُس فاسقہ کا کفو نہین ہی جو صالح کی لڑکی ہو خواہ فاسق معلن ہو یا غیر معلن اور شامی نے لفظ معلنا اولا کے نیچے لکھا ہی اما اذا کان معلنا فظاہر واما غیر المعلن فہو بان یشہد علیہ بانہ فعل کذا من الفسقات وہو لایکرہ فیفرق بینہما الطلب الاولیاء معلن مین تو ظاہر ہی اور غیر معلن کی صورت یہ ہی کہ اُسکے متعلق اس امر کی شہادت دیجائے کہ اُس نے یہ فسق کی باتین کی ہین اور اس بات کو ناگوار نہ مانے تو ان دونون صورتون مین اولیا کے مطالبہ پر تفریق کرادیجائے گی۔ اور عالمگیری مین ہی ومنہا الدیانۃ تعتبر الکفاءۃ بالدیانۃ فی الکفایۃ ہذا قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمہما اللہ وہو الصحیح کذا فی الہدایۃ فلایکون الفاسق کفوءً لصالحۃ اوفاسقۃ بنت صالح کذا فی المجمع سواء کان معلن الفسق اولم یکن کذا فی المحیط کفارت مین دیانت بھی معتبر ہی یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کا قول ہی اور یہی صحیح ہی جیسا کہ ہدایہ مین ہی تو فاسق صالحہ یا اُس فاسقہ کا کفو نہوگا جسکا باپ صالح ہی جیسا کہ مجمع مین ہی خواہ وہ فسق علی الاعلان کرتا ہو یا علی الاعلان نکرتا ہو جیسا کہ محیط مین ہی۔ اور اسی مقام پر ہدایہ مین لکھا ہے و دیانۃ ای عندہما وہو الصحیح اور دیانۃً یعنے شیخین (امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ) کے نزدیک اور یہی صحیح ہی۔ ان روایتون سے جب کفارت باطل ہوگئی تو غیر کفو ہونا اُس مرد کا ثابت ہوا اور غیر کفو مین کبیرہ ثیبہ کا نکاح بغیر اذن ولی کے جائز نہین ہوتا اور شرعاً کفارت دفع عار کیواسطے معتبر ہوتی ہی اور وہ اولیا کا حق ہی پس عورت اگر فاسقہ ہو اور اس وجہ سے کفارت کی پروا نکرے تو حق اولیا کا جو ثابت ہی ساقط نہین ہوتا درمختار مین ہی وہی حق الولی لاحقہا کفارت ولی کا حق ہی خود عورت کا حق نہین ہی۔ پس اگر بغیر اذن صریحی ولی کے عورت نے نکاح کیا ہی تو وہ نکاح فاسد نہین ہے بلکہ باطل ہی اور تفریق قاضی کی ضرورت نہوگی بلکہ وہ نکاح کالعدم اور غیر منعقد سمجھا جائیگا چنانچہ درمختار مین کبیرہ ثیبہ کے حق مین حکم صغیرہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہی ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا وہو المختار للفتوی لفساد الزمان غیر کفو کے ساتھ مطلقاً نکاح کے ناجائز ہونے کا فتوے دیا گیا ہی اور فساد زمانہ کی وجہ سے یہی مختار ہی

فتاوی شامی باب الولی مین اس قول کی شرح مین لکھا ہی قوله بعدم جوازه اصلا هذه رواية الحسن عن ابی حنيفة وهذا اذا كان لها ولی لم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضی بعده + بحر + وقول البحر لم يرض به يشمل ما اذا لم يعلم اصلا فلا يلزم التصريح بعدم الرضی بل السكوت منه لا يكون رضی كما ذكرنا فلا بد حينئذ لصحة العقد من رضاه صريحا وعلنة فلو سكت قبله ثم رضی بعده لا يفيد يه حسن نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہی اور یہ اُس صورت مین ہی کہ عورت کا ولی موجود ہو اور وہ قبل عقد اس نکاح سے ناراض ہو تو بعد نکاح رضامندی بے سود ہی + بحر + اور بحر کا قول لم يرض به اُس صورت کو بھی شامل ہی کہ ولی کو علم ہی نہو تو نارضامندی کی صراحت کرنا ضروری نہین ہی بلکہ سکوت بھی نارضامندی پر دلالت کرتا ہی جیسا کہ ہمنے اوپر ذکر کیا تو یہان پر صحت عقد کیلیے صراحۃً ولی کی رضامندی ضروری ہے پس اگر قبل نکاح سکوت کیا اور بعد نکاح کے رضامندی ظاہر کی تو یہ بے سود ہی۔ درمختار کے قول وهو المختار للفتوی کے نیچے شامی نے لکھا ہی وقال شمس الائمة وهذا اقرب الی الاحتياط شمس الائمہ نے کہا ہی کہ یہ اقرب الی الاحتیاط ہی اور عالمگیری مین ہی ثم المرأة اذا زوجت نفسها من غير كفوء صح النكاح فی ظاهر الرواية عن ابی حنيفة وهو قول ابی يوسف اخرا وقول محمد اخرا ايضا حتی ان قبل التفريق يثبت فيه حكم الطلاق والظهار والايلاء والتوارث وغير ذلك ولكن للاولياء حق الاعتراض وروی الحسن عن ابی حنيفة ان النكاح لا ينعقد وبه اخذ كثير من مشائخنا كذا فی المحيط والمختار فی زماننا للفتوی رواية الحسن وقال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسی رواية الحسن اقرب الی الاحتياط كذا فی فتاوی قاضی خان عورت اگر غیر کفو سے شادی کرے تو ظاہر روایت مین امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک درست ہی اور یہی امام ابویوسف رحمہ اللہ کا آخر قول ہی اور امام محمد رحمہ اللہ کا بھی آخر قول ہی حتی کہ قبل تفریق حکم طلاق و ظہار و ایلا و توارث ثابت ہوگا لیکن اولیا کو اعتراض کا حق ہی اور حسن نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہی کہ نکاح منعقد نہوگا اسی سے ہمارے بہت سے مشائخ نے اخذ کیا ہی جیسا کہ محیط مین ہی اور آجکل فتوی حسن کی روایت پر دیا جاتا ہی شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہی کہ حسن کی روایت اقرب الی الاحتیاط ہی جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اِن روایتون سے معلوم ہوا کہ اُس عورت نے اگر بلا اذن صریحی ولی کے اُس شخص کے ساتھ نکاح کیا تو وہ نکاح باطل ہی اور قول مفتی بہ کے موافق سرے سے نکاح کا انعقاد ہی نہین ہوا پس بغیر تفریق قاضی یا حاکم وقت کے عورت اُس مرد سے جدا ہو سکتی ہی اور حکم قاضی سے بطریق اولی جدا ہو سکے گی اور یہ نکاح اگر تحلیل زوج اول کیواسطے کیا جائے تو اسکے ذریعہ سے وہ عورت شوہر اول کے لیے بذریعہ نکاح ثانی حلال نہین ہو سکتی چنانچہ درمختار مین قول ويفتی فی غير الكفوء بعدم جوازه اصلا پر تفریع کرکے اسکے آگے لکھا ہی فلا تحل مطلقة ثلاثا نكحت غير كفوء بلا رضی ولی بعد معرفته اياه جس عورت نے ولی کی بے رضامندی غیر کفو سے نکاح کیا اُسے اگر

تین مرتبہ طلاق دیجائے توبھی وہ شوہر اول کے لیے حلال نہین ہوسکتی اور شامی نے اس قول کی شرح مین لکھا ہی قولہ نکحت نعت لمطلقۃ وقولہ بلا رضی متعلق بنکحت قولہ بعد ظرف للرضی والضمیر فی معرفتہ للولی وفی ایاہ لغیر الکفوء وقولہ بلا رضی نفی منصب علی المقید الذی ہو رضی الولی والقید الذی ہو بعد معرفتہ ایاہ فیصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمہا وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ہذہ الصور الثلاثۃ لا تحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وہی رضی الولی بغیر الکفوء مع علمہ بانہ کذلک نکحت مطلقہ کی صفت ہی اور بلا رضی نکحت کے متعلق ہی اور بعد رضا کا ظرف ہی اور معرفتہ مین ضمیر ولی کیجانب اور ایاہ کی ضمیر غیر کفو کیجانب راجع ہی اور بلا رضی کی نفی مقید یعنی رضائے ولی اور قید معرفتہ ایاہ کے ساتھ قائم ہی تو یہ صادق آئیگا جبکہ معرفت کے بعد رضامندی نہو یا معرفت معدوم ہو یا رضامندی موجود ہو اور معرفت معدوم ہو تو ان تینون صورتون مین وہ شوہر اول کے لیے حلال نہین ہوسکتی البتہ چوتھی صورت یعنی ولی غیر کفو کے ساتھ نکاح کی اجازت دے اور اُسے علم ہو۔ ان روایتون سے ثابت ہوگیا کہ اس نکاح کے ذریعہ سے وہ عورت شوہر اول کیلیے حلال نہین ہوسکتی کیونکہ شرعاً یہ نکاح جائز ہی نہین ہوا واللہ اعلم **مترجم کہتا ہی** اس جواب کے بعد اصل کتاب مین بھی مفتی کا نام نتھا لہذا نہین لکھا گیا انتہی صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبدالحی ابوالحسنات]

**سوال** اگر زید کسی بالغہ عورت سے اسطرح نکاح کرے کہ ایسے زبان مین جسے عورت نہین جانتی کہے کہ مین نے بعوض اتنے مہر کے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا اور اُسی زبان مین عورت سے ایسے الفاظ کہلائے جو قبول کردم کے معنی رکھتے ہون۔ اور ایسے دو شخصون کو گواہ کرے کہ وہ بھی اس زبان سے واقف نہون یا واقف ہون پس دونون صورتون مین کسی صورت مین زید کا نکاح اُس عورت کے ساتھ صحیح ہوگا یا نہین **جواب** ایسی صورت مین فقہا کا اختلاف ہی خلاصۃ الفتاوے مین ہی لقنت المرأۃ زوجت نفسی بالعربیۃ وہی لا تعرف بشیء من ہذا وقبل فلان وذلک بحضرۃ الشہود والشہود یعلمون اولا یعلمون صح النکاح کالطلاق وقیل لا یصح کالبیع عورت کو عربی زبان کے الفاظ زوجت نفسی سکھا دیے گئے اُسے اسکے معنی وغیرہ معلوم نتھے جب اُسنے یہ الفاظ کہے تو کسی نے کہا قبلت یہ واقعہ بہت سے لوگون کے سامنے ہوا جو اسکے معنی جانتے تھے یا نہین جانتے تھے تو طلاق کیطرح نکاح صحیح ہوگا الا بعضون کے نزدیک بیع کیطرح صحیح نہوگا پس ایسی صورت سے کہ جس مین ایک جماعتِ فقہا کے قول کے موافق حرام کا ارتکاب ہوتا ہی احتراز واجب ہی **سوال** ایک شخص نے اپنی منکوحہ کے ساتھ اغلام کیا نکاح باقی رہا یا نہین اور شرعاً اُسکے لیے کیا حکم ہی **جواب** نکاح رہا لیکن سخت گناہ ہوا وہ شخص مستحق تعزیر ہے اور اُسپر توبہ واجب ہی **سوال** مسماۃ ہندہ کے حرام کا حمل نامعلوم شخص سے تھا اُسکی نانی نے حمل کو چھپا کر زید نابالغ کے ساتھ اُسکی ماں کی ولایت سے نکاح پڑھوا دیا اور نکاح کے بعد خلوت صحیحہ سے پہلے نانی ہندہ کو بھگا لیگئی اور باہر ہندہ کا

لڑکی پیدا ہوئی اب کئی سال کے بعد اُسکی نانی اُسے لیکر آئی ہی اور چاہتی ہی کہ زوج و زوجہ آپس مین ملجائین اور زید جواب بالغ ہو چکا ہی کہتا ہی کہ یہ عورت خراب ہی مین اسکو رکھنا نہین چاہتا اور حالت نابالغی مین میرا نکاح جل کی موجودگی مین ہوا تھا وہ جائز نہین ہوا اسلیے مجھپر مہر بھی واجب نہین بلکہ اُس خرچہ کے پانے کا مستحق ہون جو میری شادی مین فریب دہی کیوجہ سے ہوا تھا لہذا نکاح درست ہوا یا نہین اور زید پر مہر واجب ہی یا نہین **جواب** نکاح درست ہوا اور زید پر نصف مہر واجب الادا ہی اور زید کو اختیار ہی کہ اب خواہ وہ نکاح باقی رکھے یا فسخ کردے **سوال** زید کو ہندہ نا کتخدا کے ساتھ موافقت تھی اب ہندہ بخوشی زید کے یہان اُسکے ایما سے آکر رہی تو زید نے باسترضای ہندہ گھر سے باہر نکل کے چار آدمیون سے بیان کیا کہ مین اپنی طرف سے اصالتًا اور ہندہ کی طرف سے وکالتًا بیان کرتا ہون کہ مین نے اُسکے ساتھ دس دینار مہر پر نکاح کیا اور اُسنے مجھسے نکاح کیا اور راضی ہی تم اسکے گواہ رہنا اور ہندہ نے عورتون کے مجمع مین علانیہ بیان کیا کہ زید کے ساتھ میرا نکاح ہو گیا اور وہ چارون گواہ زید اور ہندہ سے بخوبی واقف ہین نکاح درست ہوا یا نہین اور تھوڑے دنون کے بعد ہندہ کے بطن سے مسمی بکر پیدا ہوا پس بکر حلالی ہی یا حرامی - اور بکر زید کا وارث ہو سکتا ہی یا نہین **جواب** اس صورت مین نکاح نہین ہوا اور بکر زید کا وارث نہین ہو سکتا ہان اگر ایک ہی مجلس مین گواہون نے دونون کا اقرار سنا ہو تو البتہ نکاح ہو جائیگا **سوال** ایک عورت نے زید کو اپنا نکاح پڑھانے کیلیے ولی مطلق کیا اور عمرو اور بکر زید کی وکالت کے گواہ ہوے اور زید نے بکر کے ساتھ عورت اور ولی کی بے اطلاع نکاح پڑھوا دیا تو یہ نکاح درست ہی یا نہین **جواب** اگر نکاح پڑھانے کے وقت زید بھی موجود تھا تو درست ہوا **سوال** لڑکی جسکا نانا اور بہن موجود ہے اور عصبات مین سے کوئی عصبہ زندہ نہین ہی تو اسکی نکاح کی ولایت بہن کو ہی یا نانا کو **جواب** جاننا چاہیے کہ فقہا کی عبارتون مین عصبہ سے عصبہ بنفسہ مراد ہے نہ مطلق عصبہ اور ذوالرحم سے مطلق صاحب قرابت مراد ہی نہ وہ جو اہل فرائض مین مشہور ہی شرح وقایہ مین ہی والولی العصبۃ والمراد بالعصبۃ بنفسہ ای ذکر یتصل بالمیت بلا توسط انثی لما العصبۃ بالغیر کالبنت اذا صارت عصبۃ بالابن فلا ولایۃ لہا علی امہا المجنونۃ وکذا العصبۃ مع الغیر کالاخت مع البنت لا ولایۃ لہا علی اختہا المجنونۃ ولی عصبہ ہی عصبہ سے عصبہ بنفسہ مراد ہی یعنی وہ مرد جسے میت سے بلا توسط کسی عورت کے قرابت ہو عصبہ بالغیر مثلا لڑکی جب لڑکے کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جائے تو اُسے اپنی مجنونہ مان پر ولایت حاصل نہین ایسا ہی عصبہ مع الغیر مثلا بہن جو لڑکی کے ساتھ عصبہ ہو جائے اُسے اپنی مجنون بہن پر ولایت نہین ہی اور اس عبارت کی محققانہ تحقیق مین نے عمدۃ الرعایہ مین کی ہی - برجندی شرح مختصر وقایہ مین لکھتے ہین المراد ہہنا العصبۃ بنفسہ یہان مراد عصبہ بنفسہ ہی اور مصنف کے قول ثم ذوالرحم کی شرح مین لکھتے ہین لم یرد بہا ہو المتعارف عند اصحاب الفرائض

اس سے وہ مراد نہین جو اہل فرائض مین مشہور ہی جب یہ بات معلوم ہو گئی تو جاننا چاہیے کہ اس مین فقہا کا اختلاف ہی بعض کہتے ہین کہ نانا بہن پر مقدم ہوگا اور بعض کے نزدیک بہن نانا پر مقدم ہو گی لیکن دلائل پر نظر کر کے معلوم ہوتا ہی کہ نانا کی ولایت مرجح ہی بحر الرائق مین ہی ظاہر کلام المصنّف ان الجد الفاسد مؤخر عن الاخت لانہ من ذوی الارحام وذکر المصنّف فی المستصفے انہ اولی منہا عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف الولایۃ لہما کما فی المیراث وفی فتح القدیر قیاس ما صحح فی الجد والاخ من تقدم الجد تقدم الجد الفاسد علی الاخت فثبت بھذا ان المذہب ان الجد الفاسد بعد الام قبل الاخت مصنف کا ظاہر کلام یہ ہی کہ نانا بہن سے موخر ہی کیونکہ وہ ذوی الارحام سے ہی مصنف نے مستصفی مین کہا ہی کہ نانا بہن سے اولی ہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دونون کو ولایت کا حق ہی جیسا کہ میراث مین اور فتح القدیر مین ہی کہ جب دادا اور بھائی مین دادا مقدم ہی تو قیاس کا مقتضے یہی ہی کہ نانا اور بہن مین نانا مقدم ہو اس سے معلوم ہوا کہ مذہب یہ ہی کہ نانا کا مرتبہ ماں کے بعد اور بہن کے قبل ہی۔ اور رد المحتار مین ہی قلت وجہ القیاس انہم ذکروا ان الاصح ان الجد ابا الاب مقدم علی الاخ عند الکل وان اشترک مع الاخ فی الارث عندھما لان الولایۃ تبتنی علی الشفقۃ وشفقۃ الجد فوق شفقۃ الاخ وحینئذ یقاس علیہ الجد الفاسد مع الاخت فان الشفقۃ اقوی منہا مین کہتا ہون وجہ قیاس یہ ہی کہ فقہا نے کہا ہی صحیح یہ ہی کہ دادا بھائی پر مقدم ہی سبکے نزدیک اگرچہ اسپر نانا اور بہن کا قیاس کیا جا سکتا ہی کیونکہ نانا کی شفقت بہن کی شفقت سے زیادہ ہی اور فتح القدیر کی بحث ولایت عصبات مین ہی ذکر الکرخی ان الاخ والجد یشترکان فی الولایۃ عندھما وعندہ یقدم الجد کما ھو الخلاف فی المیراث والاصح ان الجد اولی بالتزویج اتفاقا کرخی نے لکھا ہی کہ صاحبین کے نزدیک بھائی اور دادا ولایت مین مشترک ہین اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دادا مقدم ہی جیسا کہ میراث مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ نکاح کے معاملے مین بالاتفاق دادا ہی کو ولایت اولی ہی اور بحث ولایت غیر عصبات مین ہی قیاس ما صحح فی الجد والاخ من تقدم الجد الفاسد علی الاخت دادا اور بھائی مین جو کہا گیا ہی اُسپر قیاس کر کے نانا بہن پر مقدم ہی **سوال** ماں کو جو پرورش کا حق حاصل ہی وہ کس عذر سے ساقط ہوتا ہی **جواب** اگر وہ مرتد یا فاجرہ ہو زنا یا غنا یا سرقہ یا نوحہ وغیرہ کیوجہ سے یا پرورش نکرے بلکہ اکثر بچے کو اکیلے گھر مین چھوڑ کر گھر سے باہر چلی جاتی ہو یا دختر کی غیر محرم سے نکاح کرے تو پرورش کا حق باقی نہین رہتا در مختار مین ہی الحضانۃ تثبت للام ولو بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ او فاجرۃ فجورا یضیع الولد بہ کزنا وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر او غیر مامونۃ ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر حق حضانت ماں کے لیے ثابت ہی فرقت کے بعد بھی مگر جبکہ مرتد ہو جائے یا اُس قسم کے فسق و فجور صادر ہون جنسے لڑکا ضائع ہو جائے مثلاً زنا غنا سرقہ نوحہ کرنا جیسا کہ بحر مین ہی یا جنسے لڑکا غیر محفوظ

ہو جائے مجتبی مین اسکی تفصیل یون کی ہی کہ مثلا وہ ہر وقت پھرا کرتی ہو اور لڑکا اکیلا پڑا رہتا ہو یا اُسنے صغیرہ کے نامحرم
سے شادی کرلی ہو **سوال** عصبات کو حضانت کا حق ہی یا نہین **جواب** جب مان اور خالہ اور نانی وغیرہ نہون یا ہون
مگر کسی عذر کیوجہ سے اُنکا حق ساقط ہوگیا ہو تو عصبات کو پرورش کیلیے بچہ دیا جائیگا عالمگیری مین ہی واذا وجب الانتزاع
من النساء اولم یکن للصبی امرأة من اهله فع الی العصبة جب عورتون سے بچہ چھین لینا واجب ہو یا بچے کے
اہل مین کوئی عورت نہو تو بچہ عصبہ کو دیا جائیگا **سوال** صغیرہ کو بیاہ دینے سے مان کا حق حضانت ساقط ہوتا ہی یا نہین
**جواب** نہین قنیہ مین ہی الصغیرة اذا لم تکن مشتهاة ولها زوج لا یسقط حق الام فی حضانتها مادامت لا تصلح
للرجال الا فی روایة عن ابی یوسف رح اذا کانت تصلح للاستیناس بها صغیرہ اگر غیر مشتہاۃ ہو اور اُسکا زوج موجود ہو تو
مان کا حق پرورش ساقط نہین ہوتا جبتک کہ وہ مرد کے لائق نہو جائے مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت اسکے
خلاف ہی جس صورت مین کہ مان اُس سے انس حاصل کرنے کی صلاحیت رکھے **سوال** صغیرہ کی حق پرورش کی کتنی مدت
ہی **جواب** جبتک وہ نو برس کی نہو جائے برجندی نے شرح نقایہ مین لکھا ہی وعن محمد ان الام والجدة احق بها حتی تشتهی
ای تبلغ حد الشهوة وهو المعتمد لفساد الزمان امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ مان اور دادی کو حق پرورش ہی یہانتک کہ وہ حد
شہوت کو پہونچ جائے اور فساد زمانہ کیوجہ سے یہی قول معتمد ہی۔ اور در مختار مین ہی وقد یتسع اور کبھی اسمین وسعت دیدی
جاتی ہی **سوال** صغیر کے پرورش کی کتنی مدت ہی **جواب** جبتک وہ سات برس کا نہوجائے **سوال** لڑکی جب نو برس
کی اور لڑکا سات برس کا ہو جائے تو کیا اُسے اختیار ہی کہ مان باپ مین سے جسکے ساتھ رہنا پسند کرے رہے **جواب**
بلوغ تک اختیار نہین ہی بلکہ باپ یا دادا اپنے پاس رکھیگا اور بلوغ کے بعد اُسے اختیار ہی جہان چاہے رہے واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی

## باب المهر

**سوال** ہندہ پانی بھرنے کنوین پر گئی اتفاقاً اُسکا پاؤن پھسلا کنوین مین گری اور مرگئی اب اُسکا شوہر مہر کسکو دے **جواب**
ہندہ کا مہر سہام شرعیہ کے موافق اُسکے ورثا کو ادا کرے واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر له العلی الرب الحکیم الجواب صحیح واللہ اعلم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبه الجلی والخفی **سوال** زید نے وفات پائی اپنی زوجہ اور لڑکیونکو
وارث چھوڑا اب کل جائداد پر زوجۂ زید قابض ہی لڑکیان اپنا حق مانگتی ہین زوجہ کہتی ہی کہ مین اپنے مہر کے عوض مین تمام
جائداد پر قابض ہون کیا وہ قبضہ کرسکتی ہی **جواب** زوجہ متروکۂ شوہر پر بقدر اپنے دین مہر کے قبضہ کرسکتی ہی خزانة
الروایة مین ہی فی الخلاصة من کتاب الوصایا المرأة یأخذ مهرها من الترکة من غیر رضاء الورثة ان کانت الترکة دراهم او
دنانیر وان کانت شیئا مما یحتاج الی البیع تبیع ما کانت اصلح وتستوفی صداقها سواء کانت وصیة من جهته

زوجہا ولم تکن قد تاخذ من غیر رضاء الورثۃ عورت بے رضاے ورثہ ترکہ سے اپنا مہر لیلیوے اگر وہ ترکہ دراہم یا دنانیر ہون اور اگر ایسی چیز ہو جو محتاج بیع ہی عورت اُسکو بیچے گی جو اصلح ہوگی اور اپنا مہر پورا کریگی خواہ شوہر کی طرف سے وصیت ہو یا نہو اور بغیر وارثون کی رضامندی کے لیگی **سوال** (۱) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کم مہر کی تلقین فرمائی ہی یا زیادہ کی اور کم مہر والی عورت کی تعریف کی ہی یا زیادہ مہر والی کی (۲) اب مسلمانون کو بھی اپنی لڑکیون کا مہر کم مقرر کرنا چاہیے یا زیادہ کس مین فضیلت ہی (۳) جو شخص کم مہر باندھنے کو سنت جانتا ہی لیکن آبائی طریقہ چھوٹنے کیوجہ سے اُسپر عمل نہین کرتا اُسپر کیا حکم کیا جائیگا اور بعض لوگ ایسے ہین کہ اگر اُنسے کہا جاتا ہی کہ کم مہر باندھنا سنت ہی تو جواب دیتے ہین کچھ ہو ہم کم نکرینگے ہمارے باپ دادا کے وقت سے زیادہ ہی چلا آتا ہی اور بعض فقط یہی کہتے ہین کچھ ہو ہم کم نکرینگے ان کا کیا حکم ہی **جواب** اگرچہ مہر کی زیادتی کی شرعاً کوئی حد مقرر نہین مگر اتنا مہر باندھنا جسکو کسیطرح شوہر ادا نہ کرسکے جیساکہ اکثر بلاد مین دستور ہی اس امر کی طرف مُنجر ہوتا ہی کہ ادا کرنے کی نیت نہین ہوتی اور حدیث مین ہی جو شخص مہر ادا نکرنے کی نیت رکھے گا وہ حکم زانی کا رکھتا ہی ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر مین لکھتے ہین السابعۃ والستون بعد المائتین ان یتزوج امرأۃ وفی عزمہ ان لا یوفیہا صداقہا لو طلبتہ اخرج الطبرانی بسند رجالہ ثقات انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل تزوج امرأۃ علی ما قل من المہر او کثر ولیس فی نفسہ ان یؤدی الیہا حقہا ثم مات ولم یؤد الیہا حقہا لقی اللہ یوم القیمۃ وھو زان دوسو سٹھوان مسئلہ اُس شخص کے متعلق جو کسی عورت سے نکاح کرے اور اُسکا قصد یہ ہو کہ مہر نہ ادا کرے اگر عورت طالب ہو طبرانی نے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے (مہر کم مقرر کرے یا زیادہ) اور اُسکا قصد یہ ہو کہ عورت کا حق نہ ادا کریگا تو اگر وہ بغیر مہر ادا کیے ہوے مرگیا تو اللہ کے سامنے وہ زانی ہوکر حاضر ہوگا اس حدیث کی سند کے رجال ثقات ہین اور شرعاً کم مہر باندھنا سنت کے موافق اور زیادہ خلاف سنت ہی تفسیر درمنثور مین ہی اخرج سعید بن منصور وابو یعلی بسند جید عن مسروق قال رکب عمر بن الخطاب علی المنبر وقال ایا ایہا الناس ما اکثارکم فی صداق النساء وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ انما الصدقات فیما بینہم اربع مائۃ درہم فما دون ذلک ولو کان الاکثار فی ذلک تقوی عند اللہ ومکرمۃ لم تسبقوہم الیہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور فرمایا ای لوگو تم مہرون مین کیون زیادتی کرتے ہو حالانکہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام اور اُنکے اصحاب نے مہر چارسو درم اور اس سے کم رکھا ہی پس اگر مہر مین زیادتی تقوی ومکرمت ہوتی تو تم اس معاملہ مین اُن پر سبقت نہ پاسکتے۔ اور جو لوگ اس سنت سے انکار کرتے ہین اور آبا واجداد کی رسم نہین چھوڑتے اور مروجہ طریقہ کو اچھا اور شرعی طریقہ کو برا جانتے ہین وہ گنہگار ہونگے **سوال** نکاح کے وقت اگر مہر معجل یا مؤجل بیان نہ کیا جائے صرف تعداد بیان کردیجائے تو نکاح صحیح ہوگا یا نہین۔

**جواب** صحیح ہوگا اور تعجیل و تاجیل مین عرف کا اعتبار کیا جائیگا - خزانۃ الروایات مین ہی فی الوقایۃ المعجل والموجل ان بینا فذلک والا فالمتعارف فی الاستغناق ای ینظر الی المرأۃ والی المھر المذکور فی العقد انہ کم یکون المعجل لمثل ھذہ المرأۃ من مثل ھذا المھر فیجعل ذلک القدر معجلا وانما ینظر الی المتعارف لان الثابت عرفا کالثابت شرعا وقایہ مین ہی مہر معجل و موجل کے متعلق اگر بیان کردیا جائے تو خیر ورنہ عرف عام پر عمل کیا جائیگا اور سنغناقی مین ہی یعنے عورت اور مہر کی حالت کا اندازہ کیا جائیگا کہ اس قسم کی عورت کیلیے اتنے مہر مین سے کتنا معجل ہوگا اور اُسیکے موافق معجل کیا جائیگا اور عرف عام کا خیال اسوجہ سے کیا جاتا ہی کہ جو چیز عرف سے ثابت ہو وہ ویسی ہی ہی جیسے جو چیز شرع سے ثابت ہو **سوال** زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ پندرہ ہزار روپیہ مہر پر منعقد ہوا اور مہر زید کے ذمہ باقی رہگیا آخر کو زید نے اپنے مرض موت مین بدرستی ہوش و حواس یہ اقرار کیا کہ ہندہ کا مہر پندرہ ہزار روپیہ مجھپر باقی ہی لہذا مین فلان فلان مواضع زمینداری مالیتی تیرہ ہزار اُسکے مہر مین دیتا ہون باقی وہ دو ہزار میری دوسری جائداد سے وصول کرلے یہ اقرار صحیح ہی یا نہین اور دین مہر ارث پر مقدم ہی یا نہین **جواب** زید کا یہ اقرار صحیح ہی اور دین مہر ارث پر مقدم ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ اضعف عباد اللہ محمد فضل احمد

**سوال** زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے رخصت کرالینے کیلیے عدالت مین نالش کی ہندہ جو عاقلہ بالغہ ہی دو عذر پیش کرتی ہی اول یہ کہ زید عنین ہی دوسرے یہ کہ مہر معجل تھا اور اُسنے ابھی تک ادا نہین کیا پس وہ شرعا مجبور کیجا سکتی ہی یا نہین **جواب** اس صورت مین دوسرے عذر کا اعتبار کیا جائیگا اور تا ادائے مہر معجل عورت شوہر کے گھر جانے پر مجبور نہ کی جائیگی درمختار مین ہی ولھا منعہ من الوطی ودواعیہ والسفر بھا ولو بعد وطی وخلوۃ رضیتھما لاخذ ما بین تعجیلہ من المھر کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلھا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط اس صورت مین زوجہ شوہر کو وطی اور دواعی وطی اور سفر سے روک سکتی ہی مہر کی جتنی مقدار معجل تہی وہ کل یا بعض یا مہر معجل بمثل والی کی پالینے کیلیے اگرچہ وطی خلوت ہولی ہو رضا سے ہوچکی ہو اور یہی مفتی بہ ہے کیونکہ عرف مثل مشروط کے ہی اور طحطاوی نے حاشیۂ درمختار مین قولہ والسفر کی تحت مین لکھا ہی الاولی التعبیر بالاخراج کما عبر بہ فی الکنز لیعم الاخراج من بیتھا کما قالہ الشارح اولی یہ ہی کہ سفر کی جگہ لفظ اخراج استعمال کیا جائے جیسا کہ کنز مین ہی تاکہ گھر سے باہر لیجانیکو بھی شامل ہوجائے جیسا کہ شارحین کنز نے کہا ہی اور بحر الرائق مین ہی اطلق المصنف الاخراج فیشمل الاخراج من بیتھا ومن بلدھا فلیس ذلک مصنف نے اخراج کو مطلق رکھا تاکہ گھر یا شہر سے اخراج کو بھی شامل ہوجائے کیونکہ شوہر کو اسکا بھی حق نہین ہی اور عذر اول رخصتی کو مانع نہین ہی بلکہ مسئلہ عنین کا حکم دیا جائیگا واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ابو الحسنات محمد عبد الحی

# کتاب الرضاع

**سوال** زید کی دختر صالحہ کو ہندہ زوجہ برادر ماموں زاد زید نے دودھ پلایا پس خالدہ دختر ہندہ سے برادر حقیقی زید کو عقد کرنا جائز ہے یا نہیں اور خالدہ ہمشیرہ رضاعی صالحہ ہے یا نہیں اور زید پر حرام ہے یا نہیں **جواب** خالدہ ہمشیرہ رضاعی صالحہ ہوئی لیکن نہ وہ زید پر حرام ہے نہ اُسکے برادر پر جیساکہ درمختار مین ہے وقس علیہ یعنی فی الحل اخت ابنہ وبنتہ یعنی اُسکے لڑکے اور لڑکی کی بہن کا قیاس کرنا چاہیے یعنی حلت مین **سوال** ہندہ کی لڑکی نے سلیمہ کا دودھ پیا اُس حالت مین کہ جب اُس لڑکی کی عمر دو برس سے زائد تھی خواہ دو تین مہینے خواہ دو تین روز لیکن چھ مہینہ کی زیادتی نہ تھی تو اس صورت مین ہندہ کی لڑکی کا نکاح سلیمہ کے لڑکے کیساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں اور شرعا رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں **جواب** جو رضاعت دو برس کے بعد ہو اُس سے حرمت ثابت نہین ہوتی اور شرعا رضاعت کا بھی حکم نہین ہوتا موطا امام محمد رحمہ اللہ مین ہے لا یجوز الرضاع الا ماکان فی الحولین فماکان فیہما من الرضاع وان کان مصۃ واحدۃ فہی تحرم کما قال عبد اللہ بن عباس وسعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر وماکان بعد الحولین لم یحرم شیئا لان اللہ عزوجل قال والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ فتمام الرضاعۃ الحولان فلا رضاع بعد تمامھا تحرم شیئا رضاعت درست نہین مگر وہ جو دو برس کے اندر ہو تو اُس مین جتنی رضاعت ہوگی اگرچہ وہ ایک ہی مرتبہ چوسنا کیون نہو اُتنی ہی سے حرمت ثابت ہوجائیگی جیساکہ عبد اللہ بن عباس اور سعید بن مسیب وعروہ ابن زبیر نے کہا ہے کہ جو دو برس کے بعد ہو اُس سے تحریم نہین ثابت ہوتی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے مائین اپنے بچونکو کامل دو برس دودھ پلائین جو رضاعت کو تمام کرنا چاہے تو تمام رضاعت دو برس ہین اسکے بعد کی رضاعت سے کچھ حرام نہین ہوتا **سوال** ہندہ نے فہمیدہ کو دودھ پلایا بعد انقضائے مدت رضاعت زید نے ہندہ سے زنا کیا پس اب زید فہمیدہ کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے یا نہین اور اگر زید و فہمیدہ کا نکاح ہوچکا تو اب کیا کرین **جواب** زید فہمیدہ کے ساتھ نکاح نہین کرسکتا بحر الرائق مین ہے اراد بحرمۃ المصاھرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسبا ورضاعا وحرمۃ اصولھا وفروعھا علی الزانی نسبا ورضاعا کمافی الوطی الحلال حرمت مصاہرت سے چار محرمات مراد ہین عورت کا زانی کے اصول وفروع نسبی ورضاعی پر حرام ہونا اور اصول وفروع نسبی ورضاعی عورت کا مرد پر حرام ہونا جیساکہ وطی حلال مین ہے۔ اور ردالمحتار مین ہے فی البزازیۃ المفارقۃ فی الفاسد بعد الدخول لایکون الا بالقول کخلیت سبیلك اوترکتك بزازیہ مین ہے کہ نکاح فاسد مین مفارقت دخول کے بعد بغیر قول کے نہین ہوسکتی مثلا خلیت سبیلک یا ترکتک کہے **سوال** ہندہ نے قسم کھاکر کہا کہ مین نے زید کو دودھ پلایا ہے اور اپنے دعوے پر ذکور وانات سے کوئی گواہ نہین رکھتی ہے تو اُسکا دعوی ثابت ہوگا یا نہین **جواب** نہین کیونکہ رضاعت ایک

عورت کے قول سے ثابت نہین ہوتی کنز مین ہی تثبت الرضاع بما یثبت بہ المال رضاعت اُسی سے ثابت ہوتی ہی جس سے مال
ثابت ہوتا ہی اور اسکے تحت مین صاحب بحر الرائق نے لکھا ہی وھو شھادۃ رجلین عدلین او رجل وامرأتین فلا یثبت بشھادۃ امرأۃ
واحدۃ اور وہ دو عادل مردون یا ایک مرد اور دو عورتون کی شہادت ہی پس رضاعت ایک عورت کی شہادت سے نہ ثابت
ہوگی **سوال** ہندہ نامی ایک عورت کے دو دختر اور دو پسر موجود تھے بعدہ پسر کلان کے ایک پسر پیدا ہوا اور خود ہندہ کے
ایک تیسری دختر پیدا ہوئی ہندہ نے پسر پسر مذکور کو دودھ پلایا کہ جس سے رضاعت ثابت ہی بعدہ ہندہ کی دختر کلان کی
ایک دختر پیدا ہوئی اب مابین پسر پسر کلان مذکور جسکو ہندہ نے دودھ پلایا ہی اور دختر دختر کلان مذکورہ کے عقد مناکحت از روے
مذہب حنفیہ صحیح ہی یا بوجہ اسکے کہ از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند دونون مین حرمت رضاعت ثابت ہوگی **جواب** نکاح
پسر پسر مذکورہ کا ساتھ دختر دختر مذکورہ کے بوجہ حرمت رضاعت کے نہین درست ہی عالمگیری مین ہے المرضعۃ لو ولدت
من ھذا الرجل او غیرہ قبل ھذا الارضاع او بعدہ فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ مرضعہ کی
جو اولاد اس شخص سے یا کسی دوسرے سے قبل یا بعد دودھ پلانے کے ہو وہ سب دودھ پینے والے کے بھائی اور بہن ہین
اور اُنکی اولاد بھائی اور بہن کی اولاد ہی **سوال** ستر برس کے سن مین جبکہ دودھ بالکل سوکھ چکا تھا زید کی ماں نے ہندہ کے منھ
مین بہلانے کے لیے اپنا دودھ دیدیا اور زید کی ماں قسم کھا کر کہتی ہی کہ دودھ نہین نکلا تو رضاعت زید اور ہندہ مین ثابت ہوگی
یا نہین **جواب** رضاعت ثابت نہوگی اشباہ النظائر مین ہی لو ادخلت المرأۃ حلمۃ ثدیھا فی فم رضیعۃ ووقع الشک فی
وصول اللبن الی جوفھا لم تحرم لان فی المانع شکا کما فی الولواجیۃ وفی القنیۃ امرأۃ کانت تعطی ثدیھا صبیۃ واشتھر ذلک فیما بینھم
ثم تقول لم یکن فی ثدیی لبن حین القمتھا ثدیی ولا یعلم ذلک الا من جھتھا جاز لابنھا ان یتزوج بھذہ الصبیۃ اگر عورت نے کسی لڑکی کے
منھ مین اپنا دودھ دیا اور اس مین شک ہوا کہ اُسکے پیٹ مین دودھ گیا یا نہین تو وہ عورت حرام نہوگی کیونکہ مانع کا مشکوک ہونا
گویا کہ شک ہی ولواجیہ مین ہی اور قنیہ مین ہی کہ ایک عورت نے اپنا دودھ ایک لڑکی کے منھ مین دیا پھر اُسنے کہا کہ میرے دودھ نتھا
اور اسکا علم سوا اُسکے کہنے کے دوسرے طریقے سے نہین ہو سکتا ہی تو اُسکے لڑکے کو اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا درست ہی
**سوال** زید کے گھر مین غیر منکوحہ عورت سے لڑکا پیدا ہوا اور اُس عورت نے کسی دوسرے شخص کی لڑکی کو دودھ پلایا
ہی تو زید کے بھائی کا نکاح اُس لڑکی کے ساتھ جائز ہی یا نہین **جواب** حرامی دودھ کے موجب تحریم ہونے مین فقہا کا
اختلاف ہی ایک گروہ عدم تحریم کا قائل ہی جیسے صاحب بحر اور شارح منیہ وغیرہ اور ایک گروہ تحریم کا قائل ہی جیسے صاحب فتح القدیر
وغیرہ لیکن اُنھون نے صراحت کی ہی کہ رضیعہ حرامی دودھ سے زانی پر اور اُسکے اصول و فروع پر حرام ہوتی ہی فتح القدیر مین ہے
لبن الزنا کالحلال فاذا ارضعت بہ بنتا حرمت علی الزانی و ابائہ و ابنائہ وان سفلوا وفی التجنیس عن الحرجانی نعم الزانی

التزوج بھا کالمولودۃ من الزنا لانہ لم یثبت نسبھا من الزنا والتحریم علی اٰباء الزانی واولادہ للجزئیۃ ولا جزئیۃ بینھا وبین العم
واذا ثبت ھذا فی المتولدۃ من الزنا فکذا فی المرضعۃ بلبن الزنا حرامی دودھ حلالی دودھ کا ایسا ہی ہی جس لڑکی کو پلایا گیا تو
وہ زانی پر اور اُسکے آبا روابنا پر حرام ہو گئی جہانتک نیچے ہون اور تجنیس مین جرجانی سے منقول ہی کہ زانی کا چچا اُسکے
ساتھ شادی کر سکتا ہی جیسا کہ وہ زانی کی پیدا کی ہوئی لڑکی سے کر سکتا ہی کیونکہ زنا سے اُسکا نسب ثابت نہین ہوتا اور
آبا رو ابنا پر جزئیت کی وجہ سے حرمت ہی اور اُس لڑکی اور زانی کے چچا مین جزئیت موجود نہین ہی اور جب یہ زنا کی پیدا کی ہوئی
لڑکی مین ثابت ہی تو اسی طرح زنا کا دودھ پلائی ہوئی لڑکی مین بھی ثابت ہی۔ پس صورت مسئولہ مین اس روایت کے لحاظ سے
زید کا اور اُسکے اصول و فروع کا نکاح اُس رضیعہ کے ساتھ درست نہین ہی مگر زید کے بھائی کا نکاح درست ہی واللہ اعلم
حررہ محمد عبد الحی **مترجم کہتا ہی** یہ مفتی مولانا عبد الحی فرنگی محلی نہین ہین اُنکا جواب آگے آتا ہی **انتھی۔ الجواب**
اس باب مین فقہائے حنفیہ سے مشتبہ اقوال منقول ہین بعض کے کلام سے مفہوم ہوتا ہی کہ یہ لڑکی زید کے لیے بھی حلال ہے
پس اُسکے اصول و فروع کے لیے بدرجۂ اولی حلال ہو گی اور بعض کہتے ہین محل خلاف زید کے فروع و اصول ہین اور زید پر
بالاتفاق حرام ہی اور بعض کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ دودھ حلال دودھ کی طرح موجب حرمت ہی اور یہی اصول اور
دلیل حضرات حنفیہ رضی اللہ تعالی عنھم کے موافق ہی اور اسی پر علما کو فتوی دینا چاہیے کیونکہ اصول کے فن مین یہ بات اچھی طرح
ثابت کر دی گئی ہی کہ جہان حرمت اور حلت متعارض ہون وہان حرمت کو ترجیح دیجائیگی اسی بنا پر زید کے بھائی کا نکاح
اُس لڑکی کے ساتھ جائز نہین ہی اور اسکا ثبوت کئی طریقون سے ہی پہلے یہ کہ فی الدر المختار حرم علی المتزوج ذکرا کان او
انثی نکاح اصلہ و فرعہ علا او نزل و بنت اخیہ و اختہ و بنتھا ولو من زنا انتھی و فیہ ایضا و حرم الکل مما مر تحریمہ نسبا
ومصاھرۃ رضاعا انتھی و فی البحر الرائق نقلا عن الفتح و دخل فی البنت بنتہ من الزنا فتحرم علیہ بصریح النص لانھا
بنتہ لغۃ والخطاب انما ھو باللغۃ العربیۃ ما لم یثبت نقل کالصلوۃ ونحوہ فیصیر منقولا شرعیا وکذا اختہ من الزنا
وبنت اخیہ و بنت اختہ او ابنہ منہ انتھی و فی قاضی خان اما المحرمات بالنسب فنص اللہ تعالی فی قولہ تعالی حرمت علیکم
امھاتکم الاٰیۃ والمزنیۃ حرام وکذلک الجدۃ القربی والبعدی من قبل الاب والام وکذا البنت واولاد البنت وان
سفلت و بنات الابن کذلک المخلوقۃ من ماء الزنا حرام عندنا وکذلک الاخوات من ای
جھۃ کن و بنات الاخوات وان سفلن وکذلک بنات الاخ وان سفلن وکذا العمات و
الخالات من الوجوہ الثلثۃ وعمات الاصول وخالاتھم وام العمۃ حرام وعمۃ العمۃ لاب و
ام او لاب کذلک فاما عمۃ العمۃ لام لا تحرم واما المحرمات بالرضاعات فما یحرم بالنسب یحرم بالرضاع

درمختار مین ہی متزوج پر مرد ہو یا عورت یہ حرام ہی کہ اپنے اصول یا فروع سے اور اپنی بھتیجی یا بھانجی یا بہن سے شادی کرے
خواہ یہ رشتے زنا ہی سے کیون نہون اور اُسی مین ہی اور جو نسبا و مصاہرۃ حرام ہین وہ رضاعا بھی حرام ہین اور
صاحب بحرالرائق نے فتح القدیر سے نقل کیا ہی بنت مین بنت زنا بھی داخل ہی پس بصراحت نص وہ بھی حرام ہے
کیونکہ لغۃ وہ بھی اُسکی بنت ہی اور خطاب لغت عربی مین ہی تاوقتیکہ نقل ثابت ہو جیسا کہ صلوۃ کہ یہ منقول شرعی ہے
اسیطرح اخت زنا اور بنت اخت و ابن من الزنا اور قاضی خان مین ہی محرمات بالنسب وہ ہین جنکو اللہ تعالی نے
اپنے قول حرمت علیکم امھاتکم الآیۃ مین بیان فرمایا اور مزنیہ حرام ہی اور اسیطرح جدۂ قریبہ وبعیدہ خواہ مان کی جانب
سے ہون (جیسے نانی پرنانی وغیرہ) یا باپ کی جانب سے (جیسے دادی پردادی وغیرہ) اسیطرح بنت اور اولاد بنت
پوتیان اسیطرح جسکی پیدائش زنا سے ہو ہمارے نزدیک زانی پر حرام ہی اور ایسی ہی بہنین جس جہت سے ہون اور
بہنون کی لڑکیان اسیطرح بھائی کی لڑکیان اسیطرح پھوپیین خالائین تینون طریقون (یعنے نسبا و رضاعت
اور زنا) سے اور عمات اصول و خالات اصول اور ام عمہ حرام ہی اور پھوپھی کی پھوپھی لاب و ام یا لاب حرام ہی لیکن عمۃ العمۃ
لام حرام نہین ہی اور محرمات بالنسب رضاعت سے بھی حرام ہو جاتی ہین۔ ان عبارتون سے ظاہر ہی کہ بھائی کی لڑکی اگرچہ
زنا سے ہو محرمات نسبیہ مین داخل ہی اور یہ بھی ظاہر ہی کہ جو نسب سے حرام ہوتی ہین رضاع سے بھی حرام ہوتی ہین پس
دونون کلامون کے ازدواج سے نتیجہ نکلتا ہی کہ بھائی کی رضاعی لڑکی جو زنا سے ہو محرمات مین داخل ہی دوسرے یہ کہ
فتاوی سراج المنیر مین ہی ولو زنی بامرأۃ فولدت عنہ فارضعت بھذا اللبن صبیۃ لا یجوز لھذا الزانی ان تزوج بھذہ
الصبیۃ ولا لبنتہ ولا لآبائہ ولا لابنائہ ولا لاولادہ اگر کسی عورت کے ساتھ زنا کیا پس اُس زنا سے اولاد ہوئی اور وہ دودھ
زانیہ نے کسی لڑکی کو پلایا تو اُس لڑکی سے زانی کو نکاح کرنا درست نہین ہی اور اُسکے لڑکے کے لیے (اگر لڑکا ہو) اور اُسکے
آباء و ابناء اور اولاد کے لیے بھی ناجائز ہی۔ اور فتح القدیر مین ہی ولبن الزنا کالحلال فاذا ارضعت بہ بنتا حرمت علی الزانی
وآبائہ وابنائہ وان سفلوا انتھی رجل زنی بامرأۃ فولدت منہ وارضعت بھذا اللبن صغیرۃ لا یجوز لھذا الزانی و
لا لاحد من آبائہ واولادہ نکاح ھذہ الصبیۃ زنا کے دودھ کا حکم حلال کے دودھ کا ایسا ہی تو اگر کسی لڑکی کو زنا کا دودھ
پلایا تو وہ زانی اور اُسکے آباء اور ابناء پر حرام ہی ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا اُس زنا سے اولاد پیدا ہوئی اور
اُس عورت نے ایک لڑکی کو وہ دودھ پلایا تو اس لڑکی کا نکاح زانی اور اُسکے آباء و اولاد مین سے کسی کے ساتھ درست
نہوگا اور کفایہ مین مذکور ہی ولو زنی بامرأۃ فولدت منہ فارضعت بھذا اللبن صبیۃ لا یجوز لھذا الزانی ان یتزوج
بھذہ الصبیۃ ولا لآبائہ ولا لابنائہ واولادہ لوجود البعضیۃ بین ھؤلاء وبین ھذا الزانی اگر کسی عورت کے

ساتھ زنا کیا پس اُس زنا سے اولاد ہوئی اور وہ دودھ ہندانیہ نے کسی لڑکی کو پلایا تو اُس لڑکی سے زانی کو نکاح کرنا درست
نہین ہی اور اُسکے لڑکے کیلیے (اگر لڑکا ہو) اور اُسکے آبار اور ابنار اور اولاد کیلیے بھی ناجائز ہی کیونکہ انمین اور زانی مین بعضیت موجود
ہی۔ اِن عبارتون سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ رضیعہ اُس زانی کیلیے حلال نہین ہی اور نہ اُسکے فروع واصول کیلیے حلال ہی اور کوئی علت اُسکے حرام
ہونیکی سوا اسکے نہین ہی کہ وہ شبیہاً زانی کی جزو ہی جیسا کہ حلال مین و راصول کیلیے عدم حلت کی علت یہ ہی کہ وہ رضیعہ اصول کے جزو کے جزو
کی شبیہ ہی اور فروع کے لیے عدم حلت کی علت یہ ہی کہ وہ رضیعہ انکے باپ کے جزو کی شبیہ ہی پس معلوم ہوا کہ شبیہ جزو الجزو
ہونا گو زنا کے دودھ سے ہو حرمت رضاعت مین کافی ہی پس صورت مسئولہ مین وہ صبیہ زید کے بھائی کے باپ کے جزو
کا جزو ہی پس زید کے بھائی کے لیے بھی حرام ہوئی اسکے علاوہ اگر صورت مرقومہ سراج المنیر و فتح القدیر و قاضی خان و کفایہ
مین صبیہ کی جگہہ پر صبی فرض کرین تو ظاہر ہی کہ صبی کے لیے فروع واصول زانی جو جنس اناث سے ہین حرام ہونگے پس زانی
کا لڑکا اور زانی کی لڑکی بھی اُسپر حرام ہوگی تیسرے یہ کہ حنفیہ کے نزدیک علت حرمت قرابت حقیقۃ بعضیۃ ہی اور علت
حرمت رضا شبہ بعضیۃ ہی جیسا کہ کفایہ مین ہی وحرمۃ الفرج مما یحتاط فیہا حتی ان شبہ البعضیۃ لسبب الرضاع قامت
مقام حقیقۃ البعضیۃ فی اثبات الحرمۃ شرمگاہ کی حرمت اُن اشیا مین سے ہی جن مین احتیاط کی جاتی ہی یہانتک اگر رضاعت کے
سبب سے بعضیت کا اشتباہ ہو تو وہ حقیقی بعضیت کا قائم مقام سمجھا جاتا ہی اثبات حرمت مین۔ اور ہدایہ مین ہی واذا نزل للبکر
لبنا فارضعت صبیا تعلق بہ التحریم لاطلاق النص ولانہ سبب النشو فتثبت بہ شبہ البعضیۃ اگر کسی باکرہ کے دودھ اُتر آیا اور
اُسنے ایک لڑکے کو پلایا تو حرمت کا حکم دیدیا جائیگا کیونکہ آیت مطلق ہی اور اسوجہ سے کہ دودھ سبب نشو ہی تو اُس سے
شبہ بعضیت متحقق ہوگا۔ اور اُسی مین ہی ولنا ان السبب ہو شبہ الجزئیۃ وذلک فی اللبن بمعنی الانشاء والانبات وہو قائم
باللبن اور ہماری دلیل یہ ہی کہ سبب شبہ جزئیت ہی اور یہ لبن مین بمعنے نشو ونما اور اُگانے کے ہی اور یہ دودھ سے متعلق ہی
آور مدار بعضیت اور شبہ بعضیت کا اس جگہہ یہ ہی کہ ایک دوسرے کا جزو ہو ورنہ لازم آتا ہی کہ اصول وفروع کے علاوہ کوئی دوسرا
محرمات مین سے قرابۃ و رضاعا نہو بلکہ مراد عام ہی خواہ وہ عورت اُس مرد کی جزو ہو یا وہ مرد اُس عورت کا جزو ہو یا وہ مرد
کے قریب کی جزو اصل ہو جیسے اخوات یا بنات الاخوۃ یا اصل بعید کی جزو صلبی ہو جیسے عمات وخالات آور اس مین کوئی
شک نہین کہ جسطرح لبن حلال موجب شبہ بعضیت ہی اور اصل اور فروع کے ساتھ مخصوص نہین ہی اسیطرح لبن حرام بھی موجب شبہ
بعضیت ہی اور زانی کے اصول وفروع کے ساتھ مخصوص نہین ہی اور وہ صورت مسئولہ مین موجود ہی پس جب علت ثابت ہی تو
حرمت کا ثابت ہونا بھی ضروری ہی چوتھے یہ کہ حدیث مین ہی یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب رضاعت سے وہی حرام ہی جو
نسب سے حرام ہی اور یہ حکم عام ہی زانی یا غیر زانی کے اصول وفروع سے خصوصیت نہین رکھتا پس یہ تخصیص بلا دلیل ہی کیونکہ تجنیس مین

جو محرم ہو وللعم الزانی التزوج بہا کما لو کانت ولدت لہ من الزنا والخال مثلہ لانہ لم یثبت نسبہا عن الزانی حتی یظہر فیہا
حکم الجزئیۃ والتحریم علی الزانی وفی اولادہ واولادہم لاعتبار الجزئیۃ ولاجزئیۃ بینہا وبین العم زانی کا چچا اُسکے ساتھ شادی
کرسکتا ہے جیسا کہ وہ زنا سے پیدا کی ہوئی لڑکی کے ساتھ کرسکتا ہے کیونکہ اُسکا نسب زنا سے ثابت نہین ہوتا اور آبا اور اولاد
پر حرمت جزئیت کیوجہ سے ہے اور اُس لڑکی اور زانی کے چچا مین جزئیت کا سلسلہ موجود نہین ہے پس اولا درمختار اور قاضیخان
اور بحر الرائق کی عبارتون کے معارض ہے اور ثانیا اس وجہ سے محل نظر ہے کہ اگر یہ مراد ہے کہ صبیہ اور عم زانی مین ایسی جزئیت نہین ہے
کہ ایک دوسرے کا جزو ہو پس مسلم ہے لیکن اس لڑکی مین اور زانی کی اولاد مین بھی ایسی جزئیت نہین ہے پس چاہیے کہ وہ
لڑکی زید کے بھائی پر بھی حرام ہو اور یہ صاحب تجنیس کی تصریح کے خلاف ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ جو ادنی جزئیت حرمت کے لیے
کافی ہوتی ہے وہ پائی نہین جاتی تو غیر مسلم ہے کیونکہ وہ لڑکی زانی کے چچا کے باپ کا جزو ہے اور یہ حرمت کے لیے کافی ہے جیسے ابن جلال
فتح القدیر مین ہے ذکر الوبری ان الحرمۃ تثبت من جہۃ الام خاصۃ مالم یثبت النسب فح تثبت من الاب کذا ذکرہ الاسبیجابی
وصاحب الینابیع وھو اوجہ لان الحرمۃ عن الزنا للبعضیۃ وذلک فی الولد نفسہ لانہ مخلوق من مائہ دون اللبن فانہ لیس اللبن
کائنا من منیہ لانہ فرع التغذی وھو لایقع الا بما یدخل من اعلی المعدۃ لا من اسفل البدن کالحقنۃ فلا انبات فلا تحریم بخلاف
ثابت النسب لان النص اثبت الحرمۃ منہ اذا ترجح عدم حرمۃ الرضاع بلبن الزنا علی الزانی فعلی غیرہما علی من لیس اللبن منہ اولی وبری نے کہا ہے کہ حرمت
صرف مان کی جانب سے ہے جبتک کہ نسب ثابت ہو اور جب ثابت ہوگا تو حرمت نسب کی جانب سے بھی ہوگی اسبیجابی اور صاحب
ینابیع نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور یہی اوجہ ہے کیونکہ حرمت عن الزنی بعضیت کی وجہ سے ہے اور یہ خود لڑکے مین ہے نہ کہ دودھ مین کیونکہ
لڑکا اُسکی منی سے بنا ہے لیکن دودھ اُس سے نہین بنا کیونکہ وہ فرع تغذی ہے اور تغذی اُنھین اشیا سے ہوتی ہے جو معدے کے
اوپر سے آئین نہ کہ بدن کے حصہ زیرین سے تو حرمت ثابت نہوگی برخلاف ثابت النسب کے کہ نص نے دودھ سے اُسکی حرمت
کو ثابت کیا ہے اور جب عدم حرمت برضاعت خود زانی کے لیے مرجح ہے تو دوسرون کے لیے بدرجۂ اولی ایسا ہی ہوگا یہ اولا تو عبارات
منقولہ کے معارض ہے اور ثانیا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت رضاعت اس لبن سے غیر محلل ہے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک
تشبہ بعضیت جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور وہ غیر ثابت النسب مین بھی موجود ہے پس تعدیہ حکم غیر ثابت النسب کی طرف بھی ضروری ہے
اور یہ جو کہا ہے کہ لبن مین جزئیت نہین ہے تو یہان سے حقیقۃً جزئیت کا نہونا غیر مسلم ہے مگر اُسکی علت حرمت رضاعت کے لیے
غیر مسلم ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ **مترجم کہتا ہے** اس جواب کے بعد اصل مین بھی مفتی کا نام نہ تھا لہذا نہین لکھا گیا **انتہے**۔
**ہو المصوب** فقہائے حنفیہ کا اس مسئلہ مین اختلاف ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ رضیعہ زنا کے دودھ سے زانی پر اور اُسکے
اصول و فروع پر حرام ہے فی خزانۃ الفتاوی لو زنی بامرأۃ فولدت منہا فارضعت بہذا اللبن صبیۃ لایجوز لہذا الزانی

ان یتزوج بہذہ الصبیۃ ولا لابنہ ولا لابیہ واجدادہ وفی الخلاصۃ لو زنی بامرأۃ فولدت منہا فارضعت بہذا اللبن صبیۃ لا یجوز لہذا الزانی ولا لاحد من ابائہ واجدادہ ان یتزوج بہذہ الصبیۃ وفی الظہیریۃ رجل زنی بامرأۃ فولدت منہ فارضعت بہذا اللبن صغیرۃ لا یجوز لہذا الزانی ولا لاحد من ابائہ واولادہ نکاح ہذہ الصبیۃ علی ما عرف من اصول اصحابنا وفی العنایۃ لیس حلۃ الوطی شرطا للحرمۃ حتی لو زنی بامرأۃ فولدت منہ فارضعت بہذا اللبن صبیۃ لا یحل للزانی ان یتزوج بہذہ الصبیۃ ولا لآبائہ ولا لابنائہ ولا لابناء اولادہ لوجود البعضیۃ بین ہؤلاء وبین الزانی وفی مجمع الانہر لبن الزنا کالحلال حتی لو زنی بامرأۃ فارضعت بہ بنتا حرمت علی الزانی وآبائہ وابنائہ وابناء ابنائہ وان سفلوا وفی البزازیۃ لو زنی بامرأۃ فولدت فارضعت بہذا اللبن صبیۃ تحرم علی الزانی وکذا لو حبلت من آخر وارضعت ولد الابلبن الزانی حرم علی الزانی نکاحہا وفی خزانۃ المفتیین رجل اتی بامرأۃ فولدت منہ فارضعت بہذا اللبن صغیرۃ لا یجوز لہذا الزانی ولا لاحد من ابائہ واولادہ ہذہ الصغیرۃ وفی البرجندی تقیید الابوۃ بناء علی الغالب والمراد حرمۃ الرضیعۃ علی رجل یکون لبن الرضیعۃ منہ سواء کان بالنکاح او السفاح حتی لو زنی بامرأۃ فولدت فارضعت صبیۃ لا یجوز لہذا الزانی ولا لاحد من ابائہ واولادہ ان یتزوج بہذہ الصبیۃ

خزانۃ الفتاوی میں ہی اگر کسی عورت کے ساتھ زنا کیا اُس زنا سے اُسکی اولاد ہوئی اور وہ دودھ اُس نے ایک لڑکی کو پلایا تو اُس لڑکی سے نکاح کرنا اُس زانی کے لیے درست نہیں ہی اور اُسکے بیٹے اور باپ ودادا کے لیے بھی جائز نہیں ہی اور خلاصہ میں ہی اگر کسی عورت کے ساتھ زنا کیا اور اُس زنا سے اُسکے اولاد ہوئی اور وہ دودھ اُس نے ایک لڑکی کو پلایا تو اُس لڑکی سے نکاح کرنا زانی کیلیے درست نہیں ہی اور نہ اُسکے آبا واجداد کو اُس لڑکی سے نکاح کرنا درست ہی اور ظہیریہ میں ہی اگر مرد نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا اور اُس زنا سے اولاد ہوئی اور اُس نے وہ دودھ کسی لڑکی کو پلایا تو زانی کو اور اُسکے آبا رو ابناء کو اُس لڑکی سے نکاح کرنا درست نہیں ہی جیسا کہ ہمارے اصحاب کے اصول سے معلوم ہوتا ہی اور عنایہ میں ہی حرمت کیلیے حلت وطی شرط نہیں ہی یہانتک کہ اگر کسی عورت سے زنا کیا اور اُس سے اولاد ہوئی اور اُس عورت نے وہ دودھ ایک لڑکی کو پلادیا تو زانی اور اُسکے باپ دادا اور اُسکے لڑکون اور لڑکون کی اولاد کو اُس سے نکاح کرنا درست نہیں ہی کیونکہ انمین اور زانی مین بعضیت پائی جاتی ہے اور مجمع الانہر مین ہی زنا کا دودھ حلال کا ایسا ہی حتی کہ اگر کسی عورت سے زنا کیا اور اُس سے اولاد ہوئی اور اُس عورت نے وہی دودھ ایک لڑکی کو پلادیا تو وہ لڑکی زانی اور اُسکے باپ دادا اور اولاد پر اگرچہ کتنی ہی نیچے درجے کی اولاد ہو حرام ہی اور بزازیہ مین ہی ایک عورت کے ساتھ زنا کیا اور اُس زنا سے اولاد ہوئی اور وہی دودھ عورت نے کسی لڑکی کو پلادیا تو وہ زانی پر حرام ہوگئی اور ایسے ہی اگر دوسرے سے حاملہ ہوئی اور لڑکی کو دودھ پلایا نہ لبن زانی سے تب بھی زانی پر وہ لڑکی حرام ہی اور برجندی مین ہی ابوت کی قید غلبہ پر مبنی ہی ورنہ مطلب یہ ہی کہ دودھ پینے والی لڑکی اُس شخص پر حرام ہوجاتی

ہی جو دودھ کا سبب ہی خواہ نکاح ہو یا بلا نکاح پس اگر کسی نے زنا کیا اور اُس سے اولاد ہوئی اور عورت نے وہی دودھ
ایک لڑکی کو پلایا تو زانی اور اُسکے باپ دادا اور اُسکی اولاد کو اُس لڑکی سے نکاح کرنا درست نہین ہی اور ایک گروہ
کہتا ہی کہ رضیعہ مذکورہ نہ زانی پر حرام ہی نہ اُسکے اصول و فروع پر اور یہی محققین کے نزدیک مفتی بہ ہی فی شرح النقایۃ وفی ذکر الزوج
اشارۃ الی انہ لو زنی بامرأۃ فولدت فارضعت بہذا اللبن صبیۃ فاراد الزانی ان یتزوج بہذہ الصبیۃ یجوز وقال
القہستانی فی جامع الرموز فیہ اشعار بانہ لو زنی بامرأۃ فولدت فارضعت صبیۃ جاز لہ ان یتزوجہا کما فی
شرح الطحاوی لکن فی الخلاصۃ انہا تحرم فلعل فیہ روایتین وفی البحر الرائق المعتمد فی المذہب ان لبن الفحل الزانی
لا یتعلق بہ التحریم وفی رد المحتار والحاصل کما قال فی البحر ان المعتمد فی المذہب ان لبن الزانی لا یتعلق بہ التحریم
وظاہر المعراج والخانیۃ ان المعتمد ثبوتہ قلت وذکر فی شرح المنیۃ انہ لا یعدل عن الدرایۃ اذا وافقہا روایۃ وقد
علمت ان الوجہ مع روایۃ عدم التحریم وفی فتح القدیر ذکر الوبری ان الحرمۃ تثبت من جہۃ الام خاصۃ ما لم یثبت
النسب فحینئذ یثبت من الاب وکذا ذکرہ الاسبیجابی وصاحب الینابیع وہو اوجہ لان الحرمۃ من الزانی للبعضیۃ و
ذلک فی الولد نفسہ لانہ مخلوق من مائہ دون اللبن اذ لیس اللبن کائنا من منیہ لانہ فرع التغذی بخلاف الولد
والتغذی لا یقع الا بما یدخل من اعالی المعدۃ لا من اسفل البدن کالحقنۃ فلا انبات فلا حرمۃ بخلاف ثابت النسب
لان النص ورد فیہ وہو حدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب ثبت الحرمۃ وفی الدر المختار الوطی بشبہۃ کالحلال قیل
وکذا الزنا والاوجہ لا وقال السید میاطی فی تعالیق الانوار علی الدر المختار قولہ والاوجہ لا ای درایۃ لا روایۃ کذا فی
الشرنبلالیۃ وفی النہر الفائق قید بالزوج لانہ لو زنی بامرأۃ فولدت منہ وارضعت صبیۃ جاز لاصول الزانی وفروعہ التزوج
بہا کذا اختارہ الوبری وعلیہ جری الاسبیجابی وصاحب الینابیع وجعلہ فی المحیط کالحلال وجزم بہ قاضیخان فی الاول وجہ
شرح نقایہ مین ہی زوج کے ذکر کرنے سے اسطرف اشارہ ہوتا ہی کہ اگر کسی عورت سے زنا کیا اور اُس نے وہی دودھ کسی لڑکی
کو پلا دیا پھر زانی نے ارادہ کیا کہ اُس لڑکی سے نکاح کرے تو جائز ہی اور قہستانی نے جامع الرموز مین کہا ہی اسمین اس جانب اشارہ
ہی کہ اگر کسی عورت سے زنا کیا اور اُس سے اولاد ہوئی اور اُسنے وہی دودھ ایک لڑکی کو پلا دیا تو اب اگر یہ چاہے تو اُس
لڑکی سے نکاح کر سکتا ہی جیسا کہ شرح طحاوی مین ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ یہ حرام ہی شاید اس مین دو روایتین ہین اور
بحر الرائق مین ہی مذہب معتمد یہ ہی کہ زنا کے دودھ سے حرمت ثابت نہین ہوتی ہی اور رد المحتار مین ہی حاصل جیسا کہ بحر مین ہی یہ
ہی کہ باعتبار مذہب معتمد زنا کے دودھ سے حرمت ثابت نہین ہوتی اور معراج اور خانیہ سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ مذہب معتمد
ثبوت حرمت ہی مین کہتا ہون کہ شرح منیہ مین ہی کہ جب درایت روایت کے موافق ہو تو اُس سے انحراف نہ کیا جائیگا اور یہان

درایت روایت کے ساتھ ہی عدم تحریم مین ہاور فتح القدیر مین ہی وبری نے کہا ہی کہ حرمت صرف ماں کی جانب سے ہے جبتک کہ نسب نہ ثابت ہو اور جب ثابت ہوگا تو نسب کے جانب سے بھی حرمت ہوگی اسبیجابی اور صاحب ینابیع نے بھی ایسا ہی کہا ہی اور یہی اوجہ ہی کیونکہ حرمت عن الزنا بعضیت کیوجہ سے ہی اور یہ خود لڑکے مین ہی کیونکہ وہ اُسکی منی سے پیدا ہوا ہی نہ کہ دودھ مین کیونکہ دودھ اُس کی منی سے نہین بنا ہی اسلیے کہ وہ فرع تغذی ہی اور تغذی اُنھین اشیا سے ہوتی ہی جو معدہ کے اوپر سے آئین نہ کہ بدن کے حصہ زیرین سے جیسے حقنہ تو حرمت نہین ثابت ہوگی بر خلاف ثابت النسب کے کہ نص نے دودھ سے اُسکی حرمت کو ثابت کیا ہی اور وہ نص یہ ہی کہ رضاعت سے وہی حرام ہی جو نسب سے حرام ہی اور درمختار مین ہی وطی حلال کے مشابہ ہی کہا گیا ہی اور ایسے ہی زنا اور اوجہ یہ ہی کہ نہین اور دمیاطی تعالیق الانوار حاشیہ درمختار مین لکھتے ہین قولہ ولا وجہ لا یعنے درایۃً نہ کہ روایۃً جیساکہ شرنبلالیہ مین ہی اور نہر الفائق مین ہی تزوج کی قید اس لیے لگائی ہی کہ اگر کسی عورت سے زنا کیا اور اُس زنا سے اولاد ہوئی اور زانیہ نے وہی دودھ کسی لڑکی کو پلادیا تو زانی کے اصول و فروع اُسکے ساتھ نکاح کرسکتے ہین اسے وبری نے اختیار کیا ہی اور اسبیجابی اور صاحب ینابیع کا یہی خیال ہی محیط مین اسے مثل حلال کے لکھا ہی اور قاضی خان نے اسکا یقین کیا ہی اور اول اوجہ ہی جب یہ امر محقق ہو گیا تو مین کہتا ہون کہ زید کے بھائی کو اس رضیعہ سے نکاح کرنا باتفاق فقہا جائز ہی لیکن دوسرے گروہ کے نزدیک پس جواز ظاہر ہی اسلیے کہ جب رضیعۂ مذکورہ زانی پر اور اُسکے اصول و فروع پر حلال ہوئی تو اُسکے بھائی پر بدرجۂ اولی حلال ہوگی لیکن گروہ اولی کے نزدیک پس ابن ہمام فتح القدیر مین لکھتے ہین - فی التجنیس من علامۃ الناطفی عن الشیخ ابن عبد اللہ الجرجانی انہ کان یقول رحمہ اللہ لا یجوز للزانی ان یتزوج بالصبیۃ المرضعۃ ولا لآبائہ واجدادہ ولا لاحد من اولادہ ولعم الزانی التزوج بھا کما یجوز بالصبیۃ التی ولدت من الزانی لانہ لم یثبت نسبھا من الزانی حتی یظہر فیھا حکم القرابۃ والتحریم علی آبائہ واجدادہ لاعتبار الجزئیۃ والبعضیۃ لیس بینھا وبین العم تجنیس مین علامۂ ناطفی سے نقل کیا ہی کہ شیخ ابن عبد اللہ جرجانی درس مین کہتے تھے کہ زانی کو اُس لڑکی سے شادی نہ کرنا چاہیے جسے وہ دودھ پلایا گیا ہی جو اُسکے زنا کا نتیجہ ہی اور نہ زانی کے آبا و اجداد و اولاد کو البتہ زانی کا چچا اُس سے شادی کرسکتا ہی جیساکہ اُس لڑکی سے کرسکتا ہی جو خود زانی کی پیدا کی ہوئی ہی کیونکہ اُسکا نسب ثابت نہین ہی حتی کہ حکم قرابت ظاہر ہو اور آبا و اجداد پر تحریم جزئیت کی وجہ سے ہی اور اُس لڑکی اور عم زانی مین جزئیت نہین ہی - اور ظاہر ہی کہ بھائی اور چچا مین کوئی فرق نہین ہے جب طائفۂ اولی کے نزدیک رضیعۂ مذکورہ عم زانی پر حلال ہوئی تو برادر زانی پر حلال ہونے مین کون شک باقی رہا اور صاحب تحریر نے زانی کے چچا اور مامون کے لیے حلت مین باتفاق نقل کیا ہے اُنکی عبارت یہ ہی ظاہر کلامھم

ان هذه الصبیة لاتحرم علی عم الزانی و خاله اتفاقا لانه لم یثبت نسبها من الزانی حتی یظهر فیها حکم القرابة والتحریم علی اولاده عند القائلین به لاعتبار الجزئیة والبعضیة ولا جزئیة بینها و بین عم الزانی والخال لو اثبت هذا فی حق المتولد من الزنا فکذلک فی حق الرضیعة بلبن الزنا کذا فی النهر الفائق ظاہر ہو کہ یہ لڑکی زانی کی چچا اور ماموں پر بالاتفاق حلال ہے کیونکہ اُسکا نسب زانی سے ثابت نہیں ہو حتی کہ حکم قرابت ظاہر ہو اور اولاد پر تحریم جزئیت اور بعضیت کے سبب سے ہو جو اُس لڑکی اور عم زانی اور خال زانی کے مابین متصور نہیں ہو۔ اور اگر حکم قرابت زنا سے جو لڑکی پیدا ہوئی ہو اُسکے لیے ثابت ہو تو اُس لڑکی کے لیے بھی ثابت ہوگا جس نے زنا کا دودھ پیا ہو ایسا ہی نہر الفائق میں ہو۔ اور اگر اسپر بھی کفایت نہ سمجھی جائے تو صاحب جزئیت ردالمحتار کے اس قول سے جو حرم الکل مما مر تحریمه نسبا و مصاهرة و رضاعا (یعنی جتنی چیزیں اوپر گذریں وہ سب نسبا و مصاہرة و رضاعا حرام ہیں) کے تحت میں واقع ہو ملاحظہ ہو اور وہ یہ ہو مقتضی قوله والکل رضاعا مع قوله سابقا ولو من ناحیة فروع المزنیة واصلها رضاعا وفی القهستانی عن شرح الطحاوی عدم الحرمة ثم قال لکن فی النظم وغیره انه یحرم کل من الزانی والمزنیة علی اصل الاخر وفرعه رضاعا ومقتضی تقییده بالفرع والاصل انه لاخلاف فی عدم الحرمة علی غیرهما من الحواشی کالاخ واللهم اُسکا قول والکل رضاعا اگلے قول ولو من زنا اگر ملایا جائے تو نتیجہ نکلتا ہو کہ رضاعۃً فروع و اصول مزنیہ بھی حرام ہیں قہستانی میں شرح طحاوی سے عدم حرمت نقل کی ہو اور کہا ہو نظم میں ہو کہ زانی اور مزنیہ میں سے ہر ایک دوسرے کے رضاعی اصل و فرع پر حرام ہو فرع و اصل کی قید سے معلوم ہوتا ہو کہ دوسرے متعلقین پر مثلا چچا اور بھائی پر حرام نہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہو مجیب نے لکھا ہو **قوله** وبعض محل خلاف الخ **اقول** اس تقریر کو صاحب بحر نے ذکر کیا ہو لیکن صاحب ردالمحتار نے اُسکو فتح القدیر کے **محل** کلام سے یوں رد کیا ہو ان فی حرمة الرضیعة بلبن الزنا علی الزانی وکذا علی اصله وفروعه روایتین کما صرح به القهستانی ایضا وان الاوجه روایة عدم الحرمة وان ما فی الخلاصة من انها لو ارضعت لابلبن الزانی تحرم علی الزانی مردود لان المسطور فی الکتب المشهورة ان الرضیعة بلبن غیر الزوج لاتحرم علی الزوج وما فی الفتاوی اذا خالف ما فی المشاهیر من الشروح لایقبل هذا تقریر کلام الفتح وقد وقع فی فهمه خبط کثیر منها ادعاه فی البحر من ان محل الخلاف اصول الزانی وفروعها لاتحل للزانی اتفاقا زانی اور اصول و فروع زانی پر زنا کا دودھ پینے والی لڑکی کی حرمت میں دو روایتیں ہیں جیسا کہ اسکی تصریح قہستانی نے بھی کی ہے اور اوجہ روایت عدم حرمت ہو اور یہ جو خلاصہ میں ہو کہ اگر زانی کے سوا دوسرے کا دودھ پلایا تو بھی زانی پر لڑکی حرام ہوگی غیر مقبول ہو کیونکہ کتب مشہورہ میں یہ لکھا ہو کہ غیر زوج کا دودھ اگر عورت کسی لڑکی کو پلادے تو وہ لڑکی زوج پر حرام نہیں ہوتی ہو اور فتاوی اگر مشاہیر شروح کے خلاف ہوتے ہیں تو مقبول نہیں ہوتے یہ کلام فتح کی تقریر ہو لیکن اسکے سمجھنے میں

بہت گڑبڑ ہوگیا ہی چنانچہ بحر مین اس سے یہ مطلب لیا گیا ہی کہ محل خلاف اصول وفروع زانی ہین خود زانی کیلیے بالاتفاق حلال نہین ہی لیکن معلوم ہوا کہ اس قول مین فقہا کے وہی دو قول ہین جو اوپر ذکر ہوے اور تیسرا قول انکے کلام سے ثابت نہین ہی **قولہ** اور بعض کے قول سے معلوم ہوتا ہی کہ لبن زنا آلخ **اقول** یہ اُسی گروہ کا قول ہی جو صنیعہ لبن زنا کو زانی اور اُسکے اصول وفروع پر حرام کہتے ہین اور باوجود اسکے تصریح کرتے ہین کہ اُسکے بھائی اور چچا اور ماموں پر حلال ہی جیسا کہ اوپر تفصیل سے گذر چکا ہی **قولہ** واوفق بالدلیل **اقول** سابقا تعالیق الانوار سے منقول ہی کہ اوفق بالدرایت علم حرمت ہی اور فتح وغیرہ کی عبارتین اوپر گذرین کہ عدم حرمت اوجہ ہی **قولہ** اور اسی پر فتوی دینا چاہیے **اقول** جبکہ صاحب فتح اور صاحب بحر اور صاحب نہر وغیرہ محققین حنفیہ کا قول عدم حرمت پر موجود ہی تو اب کچھ رائے دینے کا موقع باقی نہین رہا ردالمحتار مین بحر سے نقل کیا ہی انہ اذا اختلف التصحیح والفتوی فالعمل بما وافق المتون اولی وکذا لو کان احدہما فی الشروح والاٰخر فی الفتاوی لما صرحوا بہ من ان ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح وما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاوی لکن ہذا عند التصریح بتصحیح کل من القولین او عدم التصریح اصلا اما لو ذکرت مسئلۃ فی المتون ولم یصرحوا بتصحیحہا بل صرحوا بتصحیح خلافہا فقد افاد العلامۃ قاسم بترجیح الثانی لانہ تصحیح صریح جب تصحیح اور فتوی مین اختلاف ہو تو جو متون کے موافق ہو اُس پر عمل کرنا چاہیے اسیطرح اگر ایک شروح مین اور دوسرا فتاوے مین ہو یعنے اسوقت شروح پر عمل کرنا چاہیے) کیونکہ یہ امر مصرح ہی کہ متون شروح پر اور شروح فتاوے پر مقدم ہین لیکن یہ اُسوقت ہی جب دونون کے صحیح ہونے کی تصریح ہو یا مطلقا تصریح نہو لیکن اگر متون کی تصحیح کی تصریح نہو بلکہ اُسکے خلاف کی تصحیح کی تصریح ہو تو علامہ قاسم نے کہا ہی کہ دوسرے کو ترجیح دینا چاہیے کیونکہ اُسکے صحیح ہونے کی تصریح ہی اور ظاہر ہی کہ لبن زنا کا حلال کے مثل ہونا اگرچہ متون اور بعض فتاوی مین مذکور ہی لیکن شراح محققین نے عدم حرمت کے قول کو مفتی بہ کہا ہی اور ارباب متون نے حرمت پر فتوی نہین لکھا ہی بلکہ صرف لبن الزنا کالحلال لکھنے پر کفایت کی ہی پس ضروری ہوا کہ شراح کا فتوی معتبر ہو اور اُنھین کے موافق فتوی دیا جائے نہ لبن الزنا کالحلال پر جو فتوے سے معری ہی **قولہ** کیونکہ اصول مین ثابت ہی آلخ **اقول** تعارض مین متعارضین کی مساوات شرط ہی اور نحن فیہ مین حلت کی دلیل قوت رکھتی ہی جیسا کہ عبارات سابقہ سے واضح ہی اور دلیل حرمت ضعیف ہی جیسا کہ ہم ثابت کرینگے پس تعارض نہین ہوا اور تحریم کی ترجیح بھی نہین پائی گئی **قولہ** اسی لیے زید کے بھائی کا نکاح اس لڑکی سے جائز نہین ہی **اقول** یہ عدم جواز کا حکم بنا بر مذہب حنفیہ جو دلائل سے مستفضی ہی بالکل غلط ہی کیونکہ جملہ فقہا اس قول پر متفق ہین کہ زانی کے بھائی اور چچا اور ماموں پر یہ لڑکی حلال ہی اور جو تحریم کا حکم دیتے ہین وہ اس حکم کو زانی اور اُسکے فروع واصول کے ساتھ مخصوص کرتے ہین جیسا کہ بحر اور ردالمحتار وغیرہ مین ہی اور اگر عدم جواز کا حکم تصریحات فقہاے حنفیہ سے قطع نظر کرکے دیا گیا ہے

پس اُس مین گفتگو نہین ہی کیونکہ سائل مذہب حنفیہ کے موافق حلت اور حرمت کے حکم کا استفسار کرتا ہی نہ مجرد عقل **قولہ** اول یہ
کہ درمختار مین ہی الخ **اقول** صاحب درمختار نے لوعن زنا کی زیادتی مین منح الغفار کی اتباع کی ہی اور صاحب منح الغفار
نے اُسی بحر کی عبارت سے جو مجیب نے نقل کی ہی اخذ کیا ہی اور صاحب بحر نے فتح القدیر سے نقل کیا ہی اور یہ سب عبارتین
فصل المحرمات مین واقع ہوئی ہین اور خود صاحب فتح اور صاحب بحر نے کتاب الرضاع مین ولیدۂ زنا کو عم اور خال زانی پر حلال بتایا
ہی اور اسی قول کو اوجہ لکھا ہی پس معلوم ہوا کہ فصل المحرمات کی عبارتین مشہور کے موافق ہین اور معتمد وہی اقوال ہین جو بحث
رضاع مین واقع ہین فان المسألۃ اذا کانت مصرحۃ فی موضع بغیر علامۃ فتوی وکان خلافہا مصرحا فی موضع اٰخر بعلامۃ
الفتوی کان الاعتماد علی ھذا الاذاک کما لایخفی علی من طالع رسم الفتوی کیونکہ جب مسئلہ کی بلا علامت فتوی کسی جگہ
تصریح ہو اور اُسکے خلاف مع علامت فتوی تصریح ہو تو اسی پر تصریح پر اعتماد کیا جائیگا نہ پہلی پر جیسا کہ جس شخص نے علامات فتوے
دیکھے ہین اُسپر پوشیدہ نہین ہی اور جو فتاوی قاضی خان مین منقول ہی اس مین علامت فتوی نہین ہی والاعتبار
لما فی الشروح لالما فی الفتاوی لاسیما اذا کان ما فی الشروح معلما بالفتوی مصرحا بہ فی مواضع جو شروح مین ہی معتبر ہی نہ وہ
جو فتاوے مین ہی خصوصًا جب شروح مین علامات فتوی بھی موجود ہون اسکی تصریح متعدد جگہون مین ہی **قولہ** اس عبارت سے
ظاہر ہی الخ **اقول** بیشک لیکن شراح محققین کا فتوی اسکے خلاف ہی اور اس مسئلہ کا بھید یہ ہی کہ باب حرمت مین قرابت کی
وجہ سے بعضیت معتبر ہی حقیقۃً اور چونکہ ولیدۂ زنا حقیقۃ جزو زانی ہی پس اُسپر ضرور حرام ہوگی لیکن چونکہ شرعا بعضیت غیر معتبر
ہی لہذا ولیدۂ زنا کا نفقہ زانی پر واجب نہوگا اور نہ یہ کہ زانی سے میراث پائےگی حاصل کلام یہ ہی کہ شرعا بعضیت کے احکام
اُسپر جاری نہین ہین پس یہ بعضیت زانی کے بھائی اور چچا اور ماموں مین منجر بشبہ بعضیت ہوئی اور وہ باب قرابت مین موجب
حرمت نہین ہی **قولہ** اور یہ بھی ظاہر ہی کہ جو نسب سے حرام ہی رضاع سے بھی حرام ہی الخ **اقول** اگر کلیۃً مراد ہی تو غلط ہی کیونکہ فقہا
نے ایک صورت کے نسب کو اس حدیث سے مستثنی کیا ہی جیسا کہ شرح وقایہ اور درمختار وغیرہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہی اور اگر
جزئیۃ مراد ہی پس شکل اول مین منتج نہین ہی **قولہ** دوسرے یہ کہ الخ **اقول** اسکا کسی کو انکار نہین ہی کہ کوئی فقیہ لبن زنا سے
زانی اور اصول و فروع زانی پر حرمت رضیعہ کی طرف نہین گیا ہی کہ حرمت پر دلالت کرنے والی عبارتون کا نقل کرنا نفع دے
بلکہ مقصود یہ ہی کہ اگرچہ فقہا کا ایک گروہ حرمت کی طرف گیا ہی لیکن ارباب تدقیق کے نزدیک مفتی بہ حلت ہی اور بھی رضیعہ کی حلت
برادر اور عم اور خال پر متفق علیہ ہی جیسا کہ اوپر مفصلا گذرا **قولہ** پس معلوم ہوا کہ شبہ جزء الجزء الخ **اقول** رد المحتار اور بحر وغیرہ
سے رضیعۂ مذکورہ کی حلت برادر عم زانی پر منقول ہی اور فتوی نقل پر دینا چاہیے نہ عقل پر سائل نے کہ حلت اور حرمت
دریافت کی ہی تو اس سے اُسکا منشا یہ ہی کہ حنفیہ کے نزدیک حلت ہی یا حرمت نہ یہ کہ یہان مفتی کا جو کچھ جی چاہے لکھدے البتہ

اگر مسئلہ مسئولہ کا جزئیہ نہ ملے تو عقل سے استنباط ہو سکتا ہے رد المحتار میں ہے البحث فی المنقول غیر مقبول منقول میں بحث کرنا
قابل قبول نہیں ہے اسکے علاوہ فی نفسہ اس تقریر میں بھی نظر ہے کیونکہ لبن زنا اور نطفہ زنا کا شرعاً اعتبار نہیں پس عم و خال
اور حواشی وغیرہ میں شبہۃ البعضیۃ منجر بہ شبہۃ الشبہہ ہوتی ہے ہدایہ وغیرہ میں ہے لا اعتبار للشبہۃ لا للنازل منہا شبہہ کا اعتبار
ہے نہ اسکا جو منجر بہ شبہہ ہو پس یہ شبہۃ الشبہہ حواشی کیلیے موجب حرمت نہو گا **قولہ** اسکے علاوہ **اقول** یہ علاوہ بالکل غلط ہے
کیونکہ جب صورت مذکورہ میں صبیہ کی جگہ صبی فرض کیا گیا تو اُسپر بنت ابن الزانی کی حرمت اگر ابن الزانی سے وہی ابن
مراد ہے جو مزنیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اسوجہ سے ہے کہ ابن مزنیہ اُس رضیع کے لیے برادر رضاعی ہے اور اُسکا نسب
ام کی جانب سے ثابت ہے پس بنت ابن الزانی دختر برادر رضیعہ رضاعی ہے اور برادر رضاعی کی اولاد برادر رضاعی پر گرچہ
دونوں کا رضاع زنا سے ہو حرام ہے کیونکہ دونوں ماں کے جزو ہیں نہ یہ کہ وہ لڑکی اُس صبی کی برادر زادی رضاعی ہے
**قولہ** تیسرے حنفیہ کے نزدیک آہ **اقول** فی الواقع نسب کے باب میں حقیقت بعضیت اور رضاع میں شبہۃ البعضیت معتبر ہے
مگر چونکہ لبن حرام میں شبہۃ البعضیت منجر بہ شبہۃ الشبہہ ہے اسلیے اُسکا اعتبار نہو گا **قولہ** پس ولا معارض ہے **اقول** جب
فقہا کی عبارت میں تعارض واقع ہو تو مفتی کو لازم ہے کہ محققین کے فتوے پر عمل کرے اور چونکہ تجنیس کی تحریر پر اعلام
فقہا نے فتوی دیا ہے تو صاحب درمختار وغیرہ کی عبارتوں کا تعارض جو صاحب تجنیس سے مماثلت نہیں رکھتے کیا ضرر
پہونچائیگا **قولہ** ولا عبارات منقولہ کے معارض ہے **اقول** مفتی بہ اور غیر مفتی بہ کا تعارض عجائبات عالم سے ہے **قولہ** اس سے
معلوم ہوتا ہے الخ **اقول** نہیں نہیں بلکہ صاحب فتح نے بھی حرمت رضاعت کو معلل بہ شبہۃ البعضیت جانا ہے لیکن شبہۃ الشبہہ
کا اعتبار نہیں کیا ہے ہذا ما خطر بخاطری من الایرادات علی المجیب وعلی اللہ التوکل فی کل ما اتکلم والیہ انیب انا الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن موجبات الغی

ابو الحسنات محمد عبد الحی

**سوال**

مساۃ محفوظن کی گود میں ایک لڑکا مسمی زید شیر خوار ہے اور مساۃ شریفن نے ایک لڑکی ہندہ کو جنا مساۃ محفوظن نے زید کا دودھ
ایک یا دو یا تین بار مساۃ ہندہ کو پلایا تو اس صورت میں زید اور ہندہ دودھ شریک بھائی بہن ہو سکتے ہیں یا نہیں بشرطیکہ ہونے
کے پھر اگر ہندہ کی ماں نے دوسری لڑکی زینب کو جنا جسنے زید کا دودھ نہیں پیا ہے تو زید اور زینب کا نکاح ہو سکتا ہے یا
نہیں اور اگر زید و زینب کا نکاح اور اولاد بھی ہو چکی ہو تو کیا کیا جائے اور دودھ پلانے کی گواہی صرف مادر رضاعی اور مادر رضیعہ کی
تمام ہو سکتی ہے یا نہیں **جواب** دودھ پینے والے پر مرضعہ کی سب اولاد اور شوہر مرضعہ کی اور اولاد جو دوسری زوجہ سے ہو
حرام ہو جاتی ہے اور دودھ پینے والے کے بھائی بہن کیطرف سے حرمت نہیں آتی لہذا زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ناجائز اور
زینب کے ساتھ جائز ہے خزانۃ الروایات میں ہے اذا ارضعت تلدیۃ تحرم ہذہ الصبیۃ علی زوجہا وعلی آبائہ واولادہ وعلی

ادبالمرضعة وعلی اولادہ والاصل ان اقرباء المرضعة واقرباء زوجها اقرباء للرضیع واقرباء الرضیع لیسوا اقرباء للمرضعة جب
اُسنے اپنا دودھ پلا دیا تو یہ لڑکی مرضعہ کے شوہر اور اُسکے آبا ر و اولاد اور مرضعہ کے باپ اور اُسکی اولاد پر حرام کر دیگی اصل یہ ہے
کہ اقربائے مرضعہ اور اقربائے زوج مرضعہ رضیع کے اقربا ہیں اور رضیع کے اقربا مرضعہ کے اقربا نہیں ہیں۔ اور رضاعت کے
باب مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کی شہادت ثبوت رضاعت کے لیئے ضروری ہی فقط مرضعہ یا مادر رضیع کا قول ثابت
نہین ہو سکتا مگر اس صورت مین اجتناب و تنزہ احوط و لازم ہی۔ فتاوی خانیہ مین ہی رجل تزوج امرأة فشهدت امرأة انها
ارضعتهما لاتثبت الحرمة بقولها وان كانت عدلة وان تنزه كان افضل كما لا يفرق بينهما بعد النكاح لاتثبت الحرمة
بشهادتهن فكذلك قبل النكاح ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی اور ایک عورت نے شہادت دی کہ مین نے ان دونون
کو دودھ پلایا ہی تو اُسکے کہنے سے حرمت نہ ثابت ہو گی اگرچہ وہ عورت عادل ہو البتہ علیحدگی افضل ہی تو جیسا کہ اُن دونون
مین نکاح کے بعد تفریق نہین ہو سکتی اُسیطرح نکاح کے پہلے عورتون کی شہادت سے حرمت نہین ثابت ہو گی **سوال** ایک
بوڑھی عورت ہی جسکا دودھ بالکل سوکھ چکا ہی اور ستر برس سے اُسکے اولاد نہین ہوئی ہی مگر جب پستان کو زور سے ملتی ہی تو
کوئی غلیظ چیز دودھ کی ایسی پستان کے سر پر آجاتی ہی پس اگر یہ عورت کسی لڑکے کے منھ مین پستان دے مگر اُسکو کامل یقین
نہو کہ دودھ نکلا اور لڑکے کے حلق مین گیا کیونکہ اُسکے دودھ ہی نہین ہی اور جو لزج چیز پستان سے نکلتی ہی وہ بھی بہت
زور سے ملنے سے نکلتی ہی اور عورت کو اسکا بھی یقین نہو کہ وہ لزج شی نکل کر لڑکے کے حلق مین اتری پس حرمت ثابت
ہو گی یا نہین **جواب** اگرچہ ایسے اور عجوزہ کے دودھ سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہی مگر صورت سوال مین عدم یقین
کیوجہ سے حرمت ثابت نہ ہو گی۔ اشباہ مین ہی ولو كان في الحرمة شك لم يعتبر ولهذا قالوا لو ادخلت المرأة حلمة ثديها في فم
رضيعة ووقع الشك في وصول اللبن الى جوفها لم تحرم لان المانع شك كما في الولوالجية وفي القنية امرأة كانت تعطى ثديها صبية
واشتهر ذلك فيما بينهم ثم تقول لم يكن في ثديي لبن حين القمتها ولا يعلم ذلك الا من جهتها جاز لابنها ان يتزوج بهذه الصبية
اگر حرمت مین شک ہو تو معتبر نہین ہی اسیوجہ سے فقہا کہتے ہین کہ اگر کسی عورت نے اپنا دودھ کسی شیر خوار بچے کے منہ مین ڈالا اور
پیٹ تک دودھ پہونچنے مین شک ہوا تو اس سے حرمت ثابت نہو گی کیونکہ مانع کا شک مثل شک ولوجیت کے ہی اور قنیہ
مین ہی کہ ایک عورت نے ایک بچے کو اپنا دودھ چسایا اور یہ بات عام طریقے سے مشہور ہو گئی پھر اُسنے کہا کہ جب مین نے دودھ
چسایا تھا تو میرے دودھ نتھا اور اسکا علم اُسکے سوا اور کسیکو نہین ہو سکتا تو اُسکے لڑکے کیلیے جائز ہی کہ اُس لڑکی کیساتھ شادی
کرے **سوال** ہندہ نے اپنے ایام رضاعت مین زینب کا دودھ جو اُسکے شوہر سے تھا پیا عرصہ کے بعد زید نے زینب سے زنا
کیا پس زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہو سکتا ہی یا نہین **جواب** اسمین فقہا کا اختلاف ہی بحر الرائق اور جامع الرموز کی عبارتون سے

حرمت ثابت ہوتی ہے بحر الرائق میں ہے اراد بحرمۃ المصاہرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسبا ورضاعا وحرمۃ
اصولہا وفروعہا علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطی الحلال حرمت مصاہرت سے چار حرمتیں مراد ہیں عورت کا نسبی و رضاعی اصول و
فروع زانی پر حرام ہونا اور عورت کے اصول فروع کا زانی پر حرام ہونا جیسا کہ وطی حلال میں ہے۔ اور بھی اسی کتاب میں ہے
قدمنا ان فروع المزنی بہا من الرضاع حرام علی الزانی کذا قال فی الخلاصۃ وکذا لو لم تحبل من الزنا وارضعت لا بلبن الزنا
فانہا تحرم علی الزانی کما تحرم بنتہا من النسب علیہ ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مزنی بہا رضاعی فروع زانی پر حرام ہیں جیسا کہ خلاصہ میں ہے
اسی طرح اگر زنا سے حاملہ نہیں ہوئی اور زنا کا دودھ نہیں پلایا تو بھی وہ زانی پر حرام ہو جائیگی جس طرح کہ حقیقی لڑکی حرام ہو جاتی ہے۔ اور جامع الرموز میں
ہے لکن فی النظم وغیرہ انہ یحرم کل من الزانی والمزنیۃ علی اصل الآخر وفرعہ رضاعا لیکن نظم وغیرہ میں ہے کہ زانی و مزنیہ میں سے
ایک دوسرے کی رضاعی اصول و فروع پر حرام ہو جاتا ہے اور حسب درمختار نے لکھا ہے الوطی بشبہۃ کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجہ لا فتح
شبہہ میں جو وطی ہو جائے وہ مثل حلال کے ہے بعضوں کے نزدیک یہی حال زنا کا ہے اور انسب یہ ہے کہ زنا کا یہ حال نہیں ہے جیسا کہ فتح میں ہے اور
اسی قول کی شرح میں صاحب رد المحتار لکھتے ہیں وذلک حیث قال ای صاحب الفتح لبن الزنا کالحلال فاذا ارضعت بہ بنتا حرمت
علی الزانی وآبائہ وابنائہ وان سفلوا وفی التجنیس عن الجرجانی ولعم الزانی التزوج بہا کالمولودۃ من الزنا لانہ لم یثبت
نسبہا من الزانی والتحریم علی آباء الزانی واولادہ للجزئیۃ ولا جزئیۃ بینہا وبین العم واذا ثبت ہذا فی المتولدۃ من الزانی فکذا
فی المرضعۃ بلبن الزنا قال فی الخلاصۃ وکذا لو لم تحبل من الزنا وارضعت لا بلبن الزنا یحرم علی الزانی کما تحرم بنتہا
علیہ وذکر الوبری ان الحرمۃ تثبت من جہۃ الام خاصۃ ما لم یثبت النسب فح تثبت من الاب کذا ذکرہ الاسبیجابی و
صاحب الینابیع وہو اوجہ لان الحرمۃ من الزنا للبعضیۃ وذلک فی الولد نفسہ لانہ مخلوق من مائہ دون اللبن اذ لیس اللبن
کائنا من منیہ لانہ فرع التغذی وہو لا یقع الا بما یدخل من اعلی المعدۃ لا اسفل البدن کالحقنۃ فلا اثبات فلا حرمۃ
بخلاف ثابت النسب لان النص اثبت الحرمۃ عنہ واذا ترجح عدم حرمۃ الرضیعۃ بلبن الزانی فعدمہا علی من لیس اللبن
منہ اولی خلاف ما فی الخلاصۃ لانہ یخالف المسطور فی الکتب المشہورۃ اذ یقتضی تحریم بنت المرضعۃ بلبن غیر الزوج
علی الزوج بالطریق الاولی انتہی کلام الفتح ملخصا وحاصلہ ان فی حرمۃ الرضیعۃ بلبن الزنا علی الزانی وکذا علی اصولہ وفروعہ روایتین کما صرح
بہ القہستانی ایضا وان الاوجہ عدم الحرمۃ وان ما فی الخلاصۃ مردود لان المسطور فی الکتب المشہورۃ ان الرضیعۃ بلبن غیر الزوج لا تحرم علی
الزوج وکلام الخلاصۃ یقتضی تحریمہا بالاولی ووفاق الفتاوی فی اخالف ما فی المشاہیر من الشروح لا یقبل ہذا تقریر کلام الفتح وقد وقع فی فہمہ
خبط کثیر منہا ادعاہ فی البحر من ان محل الخلاف اصول الزانی وفروعہ اما ہی فلا تحل للزانی اتفاقا والحاصل کما قال فی البحر ان المعتمد
فی المذہب ان لبن الزانی لا یتعلق بہ التحریم وظاہر المعراج والخانیۃ ان المعتمد ثبوتہ قلت وذکر

ف شرح المنیۃ ان لا یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتھا روایۃ وقد علمت ان الوجہ مع روایۃ عدم التحریم
یہ اسوجہ سے ہی کہ صاحب فتح نے کہا ہی لبن زنا مثل حلال کے ہی پس اگر لبن زنا کسی لڑکی کو پلایا تو اُسکی وجہ سے وہ لڑکی زانی اور
اُسکے آبا روابنا پر حرام ہی اگرچہ وہ نیچے درجے کے ہون اور تجنیس مین جرجانی سے نقل کیا ہی کہ زانی کے چچا کو اُسکے ساتھ شادی
کرنا حرام نہین ہی جسطرح کہ زنا سے جو اولاد پیدا ہو کیونکہ زانی سے اُسکا نسب بھی ثابت نہین ہی اور آبار اور ابنار زانی پر تحریم اُسکی
جزئیت کیوجہ سے ہی اور اُس لڑکی اور عم زانی مین جزئیت متحقق نہین ہی اور جب یہ اُس لڑکی کے متعلق متحقق ہی جو زنا سے
پیدا ہوئی ہی تو اُس لڑکی مین بھی متحقق ہوگا جسکو زنا کا دودھ پلایا گیا ہی خلاصہ مین ہی اسیطرح اگر وہ زنا سے حاملہ نہین ہوئی
اور لڑکی کو دودھ پلایا جو زنا کا نتھا تو وہ زانی پر ویسی ہی حرام ہوگی جیسے زانیہ کی لڑکی اور وبری نے کہا ہی کہ حرمت ماں ہی
کی جانب سے ثابت ہوتی ہی جبکہ نسب نہ ثابت ہو اور جب نسب ثابت ہوجاتا ہی تو باپ کی طرف سے حرمت ثابت ہوتی
ہی ایسا ہی اسبیجابی اور صاحب ینابیع نے کہا ہی یہ انسب ہی کیونکہ زنا کی وجہ سے جو حرمت ہوتی ہی اُسکی علت بعضیت ہی اور
یہ خود اولاد مین ہی کیونکہ وہ خود اُسکی منی سے پیدا ہوتی ہی نہ کہ دودھ سے کیونکہ دودھ اُسکی منی سے نہین بنا ہی بلکہ وہ غذا
کی فرع ہی اور تغذی اُنھین چیزونسے ہوتی ہی جو اعلاے معدہ سے آئین نہ اُنسے جو اسفل بدن سے داخل ہون جیسے
حقنہ تو اب جزئیت نہ ثابت ہوگی پس حرمت بھی نہ ثابت ہوگی برخلاف ثابت النسب کے اسلیے کہ نص نے حرمت کو
ثابت کردیا ہی تو جب ترجیح اسکو ہی کہ زانی کے زنا کا دودھ جس لڑکی نے پیا ہی اُسپر وہ حرام نہو تو جب اُسکے زنا کا دودھ
نہو تو بدرجہ اولی ہی یہ خلاصہ کے خلاف ہی اور جو خلاصہ مین ہی وہ کتب مشہورہ کے خلاف ہی کیونکہ اسکا مقتضے یہ ہی کہ مرضعہ نے
جس لڑکی کو غیر زوج کا دودھ پلایا ہو وہ زوج پر بدرجہ اولی حرام ہو انتہی کلام صاحب الفتح ملخصاً اسکا ماحصل یہ ہی کہ جیسے
لبن زنا پلایا گیا ہو اُسکے زانی پر حرام ہونے اور اسیطرح اُسکے اصول و فروع پر حرام ہونے مین دو روایتین ہین جیسا کہ قہستانی
نے بھی اسکی تصریح کی ہی اور اوجہ روایت عدم حرمت ہی اور جو خلاصہ مین ہی وہ غیر مقبول ہی کیونکہ کتب مشہورہ مین یہ تحریر ہی کہ
جسے غیر زوج کا دودھ پلایا گیا وہ زوج پر حرام نہین ہی اور خلاصہ کا کلام اسکی حرمت کو چاہتا ہی اور فتاوے اگر مشاہیر شروح
کے خلاف ہون تو قبول نہ کیجائینگے انتہی کلام الفتح اسکے سمجھنے مین بہتون نے گڑبڑ کردیا ہی منجملہ اُسکے وہ ہی جو بحر مین
ہی کہ محل اختلاف اصول و فروع زانی ہین اور خود زانی کے لیے وہ بالاتفاق حلال نہین ہی بحر کے قول کا حاصل یہ ہی کہ باعتبار مذہب
معتمد لبن زانی سے تحریم کا تعلق نہین ہی اور صریح خانیہ کا ظاہر یہ ہی کہ مذہب معتمد ثبوت تحریم ہی مین کہتا ہون شرح منیہ مین ہی
کہ جب روایت درایت کے موافق ہو تو اُس سے عدول نکرنا چاہیے اور تم جانتے ہو کہ درایت عدم تحریم کی روایت کے موافق ہی
ان عبارتونسے معلوم ہوا کہ رضیعہ لبن زنا زانی پر بر قول صحیح حرام نہین ہی اور یہی ایک شوہر کے لبن کی رضیعہ دوسرے شوہر کی

حرام نہین پس رضیعہ بلبن غیر زانی بدرجۂ اولی زانی پر حرام نہوگی اور چونکہ صاحب فتح القدیر ارباب ترجیح مین سے ہین اسلیے اُنکا قول وھو الاوجہ روایات فتاوی پر مقدم ہوگا جاننا چاہیے کہ حرمت مصاہرت کا منشا ثبوت جزئیت یا شبہہ جزئیت ہی اور وہ اس صورت مین مفقود ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

## باب الجهاز

**سوال** زید نے اپنی لڑکی کو مع اسباب جہیز اُسکے شوہر کے گھر بھیجدیا اُسکے بعد لڑکی مرگئی اب زید کہتا ہی کہ اسباب جہیز مین نے عاریت دیا تھا اور عمرو کہتا ہی ہبہ کیا تھا پس کسکا قول معتبر ہی **جواب** اگر زید اشراف اور بزرگ لوگون مین سے ہی تو اُسکا قول معتبر نہین ہی اور اگر اوساط الناس سے ہی تو اُسکا قول معتبر ہی مگر یہ کہ شوہر ہبہ کو ثابت کرے۔ عالمگیری مین ہی رجل جہز ابنتہ بمالہ ووجہ الابنۃ مع الجہاز الی زوجہا فماتت الابنۃ فادعی الاب انہ کان عاریۃ وزوجہا یدعی الملک اختلفوا فیہ قال بعضہم القول قول الزوج والبینۃ علی الاب وبہ قال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل وقال بعضہم القول قول الاب لانہ ھو الدافع والمملک قال رضی اللہ عنہ وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان الاب من الکرام والاشراف لا یقبل قول الاب لانہ ھو الدافع ولیس بمکذب فیما قال من حیث الظاہر کذا فی فتاوی قاضیخان ایک شخص نے اپنی لڑکی کو اپنے مال مین سے جہیز دیکر اُسکے شوہر کے یہان بھیجا اب جبکہ لڑکی مرگئی تو باپ کہتا ہی کہ یہ جہیز مین نے عاریۃً دیا تھا اور شوہر کہتا ہی نہین بلکہ تملیکاً دیا تھا تو اس مین مشایخ کا اختلاف ہی بعض کہتے ہین زوج کا قول معتبر ہی اور باپ کو بینہ قائم کرنا چاہیے اور یہی امام ابو بکر محمد بن فضل کا قول ہی اور بعض کہتے ہین باپ کا قول معتبر ہی کیونکہ وہی دینے والا ہی امام صاحب کہتے ہین کہ جواب تفصیل ہونا چاہیے اگر باپ اشراف مین سے ہی تو اُسکا قول معتبر نہین ہی کیونکہ اُسکے ایسے لوگ عاریۃ دینے کو اچھا نہین سمجھتے ہین اور اگر متوسط الحال لوگون مین ہی تو باپ کا قول معتبر ہی کیونکہ وہی دینے والا ہی اور بظاہر جو کچھ وہ کہہ رہا ہی جھوٹ نہ کہتا ہوگا جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔

واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | ابو الحسنات محمد عبد الحی |

## کتاب الطلاق

**سوال** اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ سے بدین وجہ ناراض ہو کر بلا موجودگی زوجہ کے اہل برادری کے سامنے قسم کھاکر کہے کہ مین نے زوجہ کو طلاق دی کہ اُسنے میرے ساتھ جانے مین انکار کیا اسکے بعد شوہر چھبیس ۲۶ برس زندہ رہا لیکن زوجہ سے کچھ واسطہ نہین رکھا اب اُسکے مرنے کے بعد زوجہ کہتی ہی کہ اُسنے میرے مواجہہ مین طلاق نہین دی تھی شرعاً طلاق مانی جائیگی یا نہین **جواب** طلاق مانی جائیگی طلاق مین زن وشوہر کا مواجہہ شرط نہین ہی بلکہ اُسوقت عورت کا علم بھی ضروری نہین۔ عنایہ مین ہی الزوج ینفرد بالطلاق فربما لم تکن عالمۃ بہ طلاق تنہا زوج کا حق ہی لیبا اوقات عورت کو اُسکا علم بھی نہین ہوتا سوال اگر زید شوہر

اپنی زوجہ ہندہ سے لڑے اور ہندہ نے شوہر کے گھر آنے سے انکار کیا اور زید نے قسم کھائی کہ ہمسے اور ہندہ سے واسطہ نہین اور پھر زید اپنی قسم پر تیس برس تک تا وقت مرگ قائم رہا تو طلاق ہوئی یا نہین **جواب** طلاق ہوگئی واللہ اعلم کتبہ ابو الجیش محمد مہدی عفا اللہ عنہ **ہو المصوب** اس لفظ سے طلاق نیت سے ثابت ہی خزانۃ المفتیین مین ہی لو قال لم یبق بینی و بینک عمل او انا بری من نکاحک او ابعدی عنی و نوی الطلاق یقع اگر یہ کہا کہ مجھسے تجھسے کوئی کام نہین ہی یا مین تیرے نکاح سے بری ہون یا اپنے کو مجھسے دور رکھ اور طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہو جائیگی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی] **سوال** زید نے غصہ مین اپنی زوجہ کو طلاق دی اسطرح پر کہ تین بار لفظ طلاق زبان سے کہا اس صورت مین طلاق واقع ہوئی یا نہین اگر واقع ہوئی تو اب کیونکر اُسکے ساتھ نکاح کرسکتا ہی **جواب** ہندہ پر تین طلاقین واقع ہوئین اب بدون حلالہ کے اُسکا نکاح زید کے ساتھ درست نہین ہی **سوال** زید نے اپنی زوجہ کی خالہ سے بحالت غصہ جو بوجہ تکرار سابق مابین زن و شو کے بھڑکا ہوا تھا کہا کہ اُس سے یعنی زوجہ سے کہدو کہ ہمنے اُسکو آج کی تاریخ سے طلاق دی طلاق دی اُسکی زوجہ کی خالہ نے کہا ایسی بات منھ سے نہ نکالو یہ فتوی و حدیث کی بات ہی تو زید نے کہا فتوی اور حدیث کو طاق پر رکھو ہمنے اُسکو طلاق دی طلاق دی پھر زن و شو کے پاس کچھ گفتگو کھانے پینے کی رہا کی اب زید طلاق دینے سے انکار کرتا ہی اور اُس طلاق کو اُسکی زوجہ اور اُسکی خالہ اور چند اشخاص زوجہ کی برادری والون نے خود سنا تھا پس اولاً از روے مذہب حنفیہ زید کا یہ کہنا کہ طلاق نہین دی معتبر ہوگا یا یہ قول عورت کا کہ طلاق دی ہی مانا جائیگا اور اگر طلاق واقع ہوگی تو کون طلاق واقع ہوگی اور پھر اُن دونون مین معاشرت کی کون صورت ہی یا زید کا یہ کہنا کہ فتوی اور حدیث کو طاق پر رکھو ارتداد کا کلمہ سمجھا جائیگا اور وہ مرتد مانا جائیگا اگر ایسا بھی ہو تو زید پھر اسلام لاکر اُس عورت سے نکاح کرسکتا ہی یا نہین **جواب** یہ قول کہ فتوی اور حدیث کو طاق پر رکھو موجب ارتداد ہی کشف الوقایہ مین ہی اگر گوید من نماز را بطاق نہادم یکفر کذا فی خزانۃ المفتیین اگر کہے کہ مین نے نماز کو طاق پر رکھا تو کافر ہو جائیگا جیسا کہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور بھی اُسی مین ہی لو قال شریعت را چہ کنم یکفر اگر کہا مین شریعت کو کیا کرون کافر ہو جائیگا۔ اور عالمگیری مین ہی لو قال با من شریعت و این حیلہا سود ندارد او قال در پیش نرود او قال شریعت چہ کنم فہذا کلہ کفر اگر کہا میرے ساتھ شریعت اور یہ حیلے فائدہ نہین رکھتے یا کہا چل نہین سکتے یا کہا شریعت کو مین کیا کرون تو یہ سب کفر کے کلمے ہین۔ پس زید پر ان کلمون کے کہتے ہی ارتداد کا حکم دیا جائیگا اور اس ارتداد سے فی الفور نکاح فسخ ہو جائیگا جیسا کہ کنز وغیرہ مین ہی وارتداد احدھما فسخ فی الحال دو مین سے کسی ایک کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہی اور چونکہ مرتد ہو جانے سے پہلے وہ دو بار طلاق دے چکا تھا اور یہ فسخ حکم طلاق مین نہین ہی

اور بعد ارتداد کے جو دو مرتبہ اُسنے طلاق دی اُسکا نکاح باقی نہ رہنے کیوجہ سے اعتبار نہوا اسلیے از سر نو اسلام لاکے شخص
تجدید نکاح کرسکتا ہی **سوال** (۱) طلاق عربی لغت ہی اسکے معنی چھوڑ دینے کے ہین پس اس صورت مین اگر زوج اپنی
زوجہ کو بلغت ہندی کہے کہ ہمنے تجھکو چھوڑ دیا اور پھر زوج سال دو سال تک نان و نفقہ یا اور کسی طور سے زوجہ کا
پرسان حال نہوا تو زوجہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہین (۲) جبکہ زوج نے اپنی زوجہ کو اپنے گھر سے نکالدیا اور آپ دور دراز
سفر کو چلا گیا اور زوجہ اپنے میکے چلی آئی اور دو سال یا اس سے زیادہ زمانہ گذر گیا کہ زوج کبھی پرسان حال نان و نفقہ
یا خط کتابت سے زوجہ کا نہوا لیس آیا ایسی حالت مین زوجہ کے والدین کو اختیار ہوگا کہ نکاح جو زید کے ساتھ ہوا ہی اُسکو
فسخ کرکے دوسرے کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کردین یا نہین (۳) زن منکوحہ اپنے خاوند کے گھر سے نکل جائے اور علی الاعلان
ہر ایک کے ساتھ زنا کرے اور اُسکو اپنا شعار بنالے اور اس حالت سے ہر خورد و کلان بلکہ زوج بھی واقف ہو اور اسی پانچ
سات برس کا زمانہ بھی گذر جائے اور زوج نے زانیہ زوجہ سے کچھ سروکار بھی نرکھا ہو اگرچہ طلاق دینے سے انکار کرتا ہو تو
زوجہ مطلقہ ہوگی یا نہین اور مہر لینے کا اُسکو حق حاصل ہوگا یا نہین (۴) جبکہ زن منکوحہ بلا اجازت شوہر کے گھر سے
نکلکر اپنے میکے یا ایک قریہ سے دوسرے قریہ مین چلی جائے۔ تو آیا ایسی حالت مین دین مہر زوجۂ مذکورہ کا جو زوج
کے ذمے ہی باطل ہوگا یا نہین **جواب** (۱) اس لفظ سے کہ ہمنے تجھکو چھوڑ دیا طلاق واقع ہو جائیگی کیونکہ یہ لفظ
طلاق کے صریحی معنی ہین (۲) اس صورت مین جبتک شوہر طلاق نہ دے دوسرا نکاح نہین ہوسکتا (۳) اس صورت مین
جبتک شوہر طلاق نہ دے عورت مطلقہ نہین ہوسکتی اور مہر شوہر پر واجب الادا ہوگا (۴) ایسی حالت مین زوجہ کا نان
و نفقہ زوج کے ذمے سے ساقط ہوجائیگا **سوال** زید نے اپنی مدخولہ عورت سے کہا لفظ واحد مین طلاق ہی طلاق ہی طلاق ہی
تب اُسنے پوچھا کہ تمنے کتنی طلاقین دی ہین اُسنے کہا صرف ایک طلاق کی تائید مین باقی لفظونکو مین نے ادا کیا ہی پس
معلوم ہونا چاہیے کہ عورت پر کے طلاقین واقع ہوئین **جواب** اس صورت مین اُسکی تصدیق فیما بینہ و بین اللہ کیجائیگی
لیکن قاضی اسکو تسلیم نکریگا۔ درمختار مین ہی کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین اگر لفظ طلاق کو مکرر کہا
تو سب واقع ہونگی (جتنی مرتبہ کہا ہو) اگر اُسنے تاکید کی نیت کی ہی تو دیانۃً اُسکی تصدیق کیجائے گی **سوال** ایک شخص کی
چار بیبیان ہین اور چارون ایک ہی مکان مین موجود ہین دروازہ بند تھا شوہر نے باہر سے پکارا کسی بی بی نے اندر سے
جواب دیا اور جواب دیکر چپ ہوگئی صبح کو مرد نے کہا کہ جس بی بی نے جواب دیا تھا اُسپر تین طلاقین ہین عورتون سے پوچھا
کہ کسنے جواب دیا تھا ہر ایک کہتی ہی کہ مینے جواب نہین دیا تھا اب طلاق کسپر واقع ہوگی **جواب** اس صورت مین اشتباہ کیوجہ سے
سب سے وطی کرنا حرام ہی جبتک مطلقہ کی تعیین نہو جائے اشباہ مین ہی فصل فی الایضاح التحریم فاذا التقا فی المرأۃ حل و حرمۃ

علیہ الحرمۃ ولهذا لا یجوز التحری فی الفروج واذا طلق احدی نسائه بعینها ثلاثا ثم نسیها وکذلک ان عین کلهن الا واحدۃ
لم یسعه ان یقربها حتی یعلم غیر المطلقة اشتباہ مین اصل تحریم ہی اسی لیے تحری جائز نہین اور جب اپنی عورتون مین سے
کسی ایک معین کو تین طلاقین دین پھر بھول گیا یا ایک کے سوا سبکو پہچان لیا تو اُسے اُس ایک سے غیر مطلقہ سمجھکر قربت نکرنا
چاہیے۔ اور بھی اسی کتاب مین دوسرے مقام پر ہی لو اختلطت زوجته بغیرها فلیس له الوطی ولا بالتحری اگر اُسکی
زوجہ دوسری عورت سے ملجائے یعنی وہ یہ نہ پہچان سکے کہ اُسکی زوجہ کون ہی تو اُسے وطی نہ کرنا چاہیے اور نہ تحری پر عمل

**سوال** زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور نکاح کے بعد چھ مہینے تک ہندہ زید کے مکان مین رہی پھر بطیب خاطر میکے مین آئی
پھر جتنی مرتبہ زید نے ہندہ کو بلانے کیلیے آدمی بھیجا ہر بار والد ہندہ نے کسی نہ کسی حیلہ سے ٹالدیا یہانتک کہ اسی لطائف
الحیل مین ایک سال گذر گیا مجبور ہو کر زید نے عدالت مین دعوی کیا اور ہندہ کے والد نے شرارۃً اُسی عدالت مین
خلع اور تفریق کی درخواست دی حالانکہ زید مین کوئی وہ عیب جو موجب خلع و تفریق ہو نہین پایا جاتا اور نہ زید خلع و
تفریق پر راضی ہی پس ایسی صورت مین حاکم وقت جبراً خلع و تفریق کرادینے کا مجاز ہی یا نہین **جواب** چونکہ خلع طلاق بائن
ہی اور طلاق بغیر رضاے شوہر کے اور اُسکے تکلم کے ساتھ الفاظ طلاق کے واقع نہین ہو سکتی پس ایسے ہی خلع بھی بغیر رضا
و قبول شوہر نہین ہو سکتا۔ عالمگیری مین ہی شرطه شرط الطلاق وحکمه وقوع الطلاق البائن کذا فی التبیین شروط
خلع شروط طلاق ہین اور خلع کا حکم یہ ہی کہ اُس سے طلاق بائن ہوتی ہی جیسا کہ تبیین مین ہی

**سوال** زید نے اپنی عورت سے غصہ
کی حالت مین کہا مینے طلاق دی مینے طلاق دی مینے طلاق دی پس اس تین بار کہنے سے تین طلاقین واقع ہونگی یا نہین۔ اور اگر حنفی مذہب
مین واقع ہون اور شافعی مذہب مین مثلاً واقع نہون تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس خاص صورت مین عمل کرنے کی اجازت
دیجائیگی یا نہین **جواب** اس صورت مین حنفیہ کے نزدیک تین طلاقین واقع ہونگی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست
ہوگا مگر بوقت ضرورت کہ اُس عورت کا علحدہ ہونا اُس سے دشوار ہو اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو اگر تقلید کسی اور امام
کی کریگا تو کچھ مضائقہ نہوگا اسکی نظیر مسئلہ نکاح زوجۂ مفقود و عدت ممتدۃ الطہر موجود ہی کہ حنفیہ عند الضرورت امام مالک
رحمۃ اللہ کے قول پر عمل کرنے کو درست سمجھتے ہین چنانچہ ردالمحتار مین مفصلا مذکور ہی لیکن اولی یہ ہی کہ وہ شخص کسی شافعی عالم
سے پوچھکے اُسکے فتوے پر عمل کرے

**سوال** مریم مدعیہ باظہار وقوع طلاق مغلظہ بدعوی تفریق ذات خود از زوجیت مدعا علیہ بنام جمعہ
عدالت مین دعویدار ہوئی مدعا علیہ نے طلاق دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر مین طلاق دیتا تو کوئی نہ کوئی اہل برادری مین سے ضرور
واقف ہوتا اور مین فارغخطی کی دستاویز مدعیہ کو لکھدیتا فقط جانب مدعیہ سے چھ گواہ تین مندرجہ عرضی دعوی اور تین غیر مندرجہ عرضی
دعوی عدالت مین پیش ہوے جو تین گواہ مسمیان پیر بخش [illegible] مندرجہ عرضی دعوی عدالت مین مسموع ہوے [illegible]

بدین تصریح باضافت الی الزوجہ کہ ای مریم مین نے تجھے طلاق دی ای مریم مین نے تجھے طلاق دی ای مریم مین نے تجھے طلاق دی بحوالۂ بیان مدعی علیہ طلاق دہندہ بلفظ استشہد ادای شہادت کی اور تین گواہ مسمیان الٰہی بخش و مٹھو و لکھن جو غیر مندرجۂ عرضی دعوی تھے منجملہ انکے مسمی الٰہی بخش وہ شخص ہی جسکا نام باظہار مریم مدعیہ لکھا گیا ہی اور مٹھو وہ شخص ہی جسکی نسبت خود مدعی علیہ نے روبروے حاکم عدالت یہ کہا کہ اُس سے اس مقدمہ مین نسبت وقوع و عدم وقوع استفسار کیا جائے غرض ہر سہ گواہ مرقوم الصدر نے روبروے حاکم عدالت بلفظ اشہد بدین عبارت بحوالۂ کلام مدعی علیہ طلاق دہندہ کہ ای مریم مین نے تجھے طلاق دی ای مریم مین نے تجھے طلاق دی بخطاب الی المریم زوجۂ خود مریم زوجہ اپنی کو طلاق دی فقط حاکم عدالت نے بعد سماعت شہود مذکور الصدر جنکا بیان حسب تصریح بالا مندرجۂ اظہار ہی بنظر ثبوت وقوع طلاق از جانب مدعی علیہ بمدعیہ حسب شہادت شہود تفریق ذات مدعیہ از زوجیت مدعی علیہ حکم دیا ہنگام رجوع مرافعہ منجانب مدعا علیہ حاکم مرافعہ نے راے عدالت مسترد کر کے اپنے فیصلہ مین وجہ استرداد یہ ظاہر کی کہ منجملہ سہ کس گواہ مدعیہ مندرجۂ عرضی دعوی مسموعۂ عدالت پیر بخش گواہ نے عدالت مین الفاظ طلاق زبانی مدعی علیہ اسطرح ظاہر کیے کہ اے مریم مین نے تجکو طلاق دی و بر سر موقع زبانی طلاق دہندہ بجاے لفظ تجھکو تجھے کہا اور چند گواہ نے عدالت مین یہ الفاظ طلاق کہ جا مریم مین نے طلاق دی و بر سر موقع بجاے لفظ جا ز بیان کیا بصورت ہذا امکانیہ تزلزل بیانی موجب بطلان شہادت ہی باقی رہا بادا ایک گواہ شرعاً نصاب شہادت نہین و منجملہ سہ کس گواہ غیر مندرجۂ عرضی دعوی مٹھو گواہ نے عدالت مین الفاظ طلاق زبانی مدعی علیہ یون بیان کیے کہ اے مریم مین نے تجھکو طلاق دی و بر سر موقع لفظ اے نکہا و بجاے لفظ تجکو تجھے کہا اور الٰہی بخش گواہ نے بھی مطابق بیان مٹھو مخالفت کی اب بعد اظہار صورت نزاعی و تشریح بیان شہود و تبیین تجویز حکام ماتحت علماے دین کی خدمت مین یہ التماس ہی کہ اس مقدمہ مین تجویز حاکم عدالت باثبات طلاق حسب بیان شہود شرعاً صحیح ہی یا نہین اور جو حاکم مرافعہ نے بوجوہ مصرحۃ الصدر راے عدالت مسترد کی نسبت انکے شرعاً کیا حکم ہی آیا وہ مستلزم نقصان شہادت شہود حسب قاعدۂ شرع درباب ثبوت وقوع طلاق ہین یا نہین **جواب** صورت مسئول عنہا مین تجویز حاکم عدالت باثبات طلاق حسب شہادت شہود مدعیہ شرعاً صحیح ہی اور اعتراض حاکم مرافعہ درباب نقصان شہادت و تجویز انکی متضمن استرداد فیصلۂ عدالت ہر آئینہ غیر صحیح اسلیے کہ لفظ طلاق دی مینے تجھکو یا تجھے ترجمۂ طلقتک منجملہ الفاظ طلاق صریح کے ہی۔ ہدایہ مین ہی الطلاق علی ضربین صریح وکنایۃ فالصریح قولہ انت طالق و مطلقۃ و طلقتک طلاق کی دو قسمین ہین صریح اور کنایہ صریح جیسے انت طالق و مطلقۃ و طلقتک۔ اور جبکہ اضافت لفظ طلاق کی زوجہ کیطرف شوہر عاقل بالغ حر کی جانب سے پائی گئی تو طلاق واقع ہوگئی باین روایت ہدایہ وغیرہ واذا اضاف الطلاق الی جملتہا او الی ما یعبر بہ عن الجملۃ وقع الطلاق لانہ اضیف الی محلہ مثل ان یقول انت طالق لان التاء ضمیر المرأۃ

جب طلاق کی اضافت کل عورت یا ایسی چیزون کے جانب کی جنسے کل کی تعبیر کیجاتی ہی تو طلاق واقع ہوجائیگی کیونکہ ان صورتون مین طلاق کی اضافت محل طلاق کے جانب کی گئی ہی مثلاً کہا انت طالق کیونکہ ت مونث کی ضمیر ہی۔ اور فتاوی حمادیہ کی روایت سے بھی یہ مدعا ثابت ہی اُس مین لکھا ہی من الجواہر رجل قال لامرأتہ تو ایک طلاق یک طلاق یک طلاق بغیر حرف العطف وھی مدخول بہا طلقت ماشاء کقولہ انت طالق طالق طالق ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا تجھکو یک طلاق یک طلاق یک طلاق بغیر حرف عطف کے اور وہ عورت مدخول بہا ہی تو جتنی طلاقین وہ شخص چاہے اس کہنے سے واقع ہوسکتی ہین جیسے اگر کہے انت طالق طالق طالق اور ای مریم مین نے تجھکو طلاق دی یا تجھے طلاق دی اور لفظ جا مریم مین نے تجھکو یا تجھے طلاق دی یا مثل اسکے جس مین طلاق کی اضافت پائی جائے سبکا ایک ہی مطلب ہی جس سے طلاق واقع ہوگئی لفظ ای ور لفظ جا کو بحالت پائے جانے اضافت صریح لفظ طلاق کے ایقاع طلاق مین کچھ داخلت نہین صرف اضافت طلاق ہی بے لحاظ ای و جا شوہر کی طلاق ہی یہانتک کہ نیت کی بھی ضرورت نہین ظاہر ہی کہ اگر کہا جاے ہندہ یا جا ہندہ بے اضافت لفظ طلاق کے اسکی طرف تو مجرد اس لفظ کے کہنے سے طلاق واقع نہوگی پس مدار وقوع صرف اثبات طلاق ہی پر ہی لفظ ای اور جا کا کہنا اور نہ کہنا دونون برابر ہی اس مدعا کی تصدیق حموی شرح اشباہ کی اس عبارت سے بخوبی ہوتی ہی مجرد ندائھا باسمھا لا یکفی فی وقوع طلاقھا عند نیتہ توضیحہ انہ لو قال ان قدم زید یا زینب فانت طالق یا فاطمۃ مثلا کان قولہ فانت طالق جزاء قولہ ان قدم زید فیتعلق طلاق زینب بقدوم زید فبای لفظ یقع الطلاق علی فاطمۃ عند النیۃ لان قولہ یا فاطمۃ لا یصلح للایقاع کذا قیل اقول وقع بقولہ انت طالق حیث نواھا بہ کما نوی زینب محض نام لیکر پکارنا وقوع طلاق کیلیے کافی نہین ہی اسکی توضیح یہ ہی کہ مثلاً کسی نے کہا ان قدم زید یا زینب فانت طالق یا فاطمۃ تو اب انت طالق ان قدم زید کی جزا ہی پس اگر زینب پر زید کے آنیسے طلاق واقع ہوگئی تو فاطمہ پر کاہے سے طلاق واقع ہوگی کیونکہ صرف لفظ یا فاطمہ سے طلاق نہین واقع ہوسکتی ہی مین کہتا ہون کہ طلاق انت طالق کہنے سے واقع ہوئی کیونکہ اُس شخص نے اس قول سے جسطرح زینب کو مراد لیا ہی اُسیطرح فاطمہ کو بھی مراد لیا ہی۔ پس اثبات طلاق کیلیے بیان اتفاقی گواہون کا نقل مقولۂ شوہر طلاق دہندہ مین بلفظ مریم مین نے طلاق دی تجھکو یا تجھے کہ دونون کا حاصل ایک ہی شرعاً کافی اور وافی ہی ای اور جا کے بیان کی ضرورت نہین اس صورت مین بعض گواہ نے جو تعبیر مقولہ شوہر طلاق دہندہ کی اس عبارت سے کی کہ ای مریم مینے تجھکو طلاق دی یا تجھے طلاق دی اور دوبارہ برسر موقع اس عبارت سے تعبیر کیا کہ جا مریم مین نے تجھکو یا تجھے طلاق دی اور بعض گواہ نے اس عبارت سے تعبیر کی کہ ای مریم مین نے تجھکو طلاق دی اور برسر موقع لفظ ای نکہا اور تجھکو کی جگہ تجھے ظاہر کیا یعنی مریم مین نے تجھے طلاق دی یہ سب گواہ اصل شہادت اثبات طلاق یا اضافہ مین کہ وہی مثبت طلاق ہی متفق اللفظ والمعنی ہین اختلاف

صرف نقل لفظ ای و لفظ جا و نیز لفظ تجھکو و تجھے مین ہی کہ دونون کا حاصل خطاب ہی اور دونون ایک ہی معنی مین بولے
جاتے ہین اور بیان لفظ ای اور لفظ جا کا ایک امر زائد و غیر ضروری ہی سلب عدم و اصل شہادت مین داخل نہین اور نیز لفظ
مریم مین نے تجھکو طلاق دی موافق و ہم معنی ای مریم مین نے تجھے طلاق دی بحذف حرف ندا کے ہی اور حذف ندا کی صورت
مین بھی معنی ندا کے مقدر کیے جاتے ہین۔ اللہ تعالی فرماتا ہی یوسف اعرض عن ھذا ای یا یوسف اعرض عن ھذا کذا فی التفاسیر
یوسف اس سے اعراض کر یعنی ای یوسف اس سے اعراض کر جیسا کہ تفاسیر مین ہی اور شرعا اختلاف شہادت کا غیر سلب شہادت و
غیر اصل شہادت یعنی امر زائد غیر ضروری ممکن التوفیق مین مانع قبول شہادت نہین ہی بلکہ اصل مدعا کا مثبت ہی۔ کفایہ شرح
ہدایہ مین ہی لا اختلاف فیما لیس من سلب الشہادة اذا کان علی وجہ یمکن التوفیق لا یمنع قبول الشہادة غیر سلب
شہادت مین اختلاف جبکہ ممکن التوفیق ہو مانع قبول شہادت نہین ہی۔ اور فصول عمادی مین لکھا ہی القاضی اذا سال عن
الشہود قبل الدعوی عن لون الدابة المدعاة فقالوا کذا ثم عند الدعوی شہدوا علی خلاف ذلک اللون تقبل
لان القاضی سال الشاهد عما لا یکلف الشاهد بیانه فکان ذکرہ و عدمه بمنزلة قاضی نے شاہدون سے قبل دعوے کے
پوچھا کہ اُس جانور کا رنگ کیسا تھا تو اُنھون نے ایک رنگ بتا دیا پھر جب دعوے کے وقت شہادت دی تو دوسرا
رنگ بتایا تو یہ شہادت قبول کر لی جائیگی کیونکہ قاضی نے شاہد سے وہ بات پوچھی جسکا بیان ضروری نہین ہے تو
اُسکے ذکر اور عدم ذکر کا حکم ایک ہی ہوگا۔ اور اکثر کتب معتبرہ فقہیہ سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہی بالجملہ تمامی روایات معتبرہ
منقولہ سے واضح ہی کہ صورت مسئول عنہا مین تجویز حاکم عدالت کی متضمن اثبات طلاق و تفریق مدعیہ شرعا صحیح ہی اور حاکم
مرافعہ کا اعتراض ہرگز مستلزم نقصان شہادت شہود مدعیہ نہین پس اُنکی تجویز بابت استرداد فیصلہ عدالت ضرور
غیر صحیح ہی واللہ اعلم و علمہ اتم **مترجم کہتا ہی** یہان پر اصل کتاب مین بھی مفتی کا نام تھا لہذا نہین لکھا گیا انتہی **ہو المصوب**
فی الواقع اس صورت مین حکم وقوع طلاق صحیح ہی اور اختلاف شہود امور زائدہ مین مضر نہین۔ تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہی
فی الانقروی الشہادة لو خالفت الدعوی بزیادة لا یحتاج الی اثباتها او نقصان کذلک فان ذلک لا یمنع قبولها انتہی الانقروی
یعنی ہی اگر شہادت خلاف دعوی ہو اور اُس مخالفت کا باعث کوئی ایسی کمی یا زیادتی ہو جسکے اثبات کی احتیاج نہو تو یہ امر
مانع قبول شہادت نہین ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال**
ترمذی کے باب ما جاء فی الخلع مین ہی عن الربیع بنت معوذ بن عفراء انها اختلعت علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم
فامرها النبی صلی الله علیه وسلم او امرت ان تعتد بحیضة وعن ابن عباس ان امراة ثابت بن قیس اختلعت من زوجها
علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم فامرها النبی صلی الله علیه وسلم ان تعتد بحیضة ربیع بنت معوذ بن عفراء سے مروی ہی کہ اُنھون نے

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین خلع کیا تو آپنے اُنکو حکم دیا یا اُنکو حکم دیا گیا کہ وہ ایک حیض عدت بیٹھین اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ ثابت بن قیس کی بی بی نے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے زمانے مین خلع کیا تو آپنے اُنکو ایک حیض عدت بیٹھنے کا حکم دیا۔ اسکے بعد یہ عبارت لکھی ہی واختلف اهل العلم فی عدۃ المختلعۃ فقال اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرهم ان عدۃ المختلعۃ عدۃ المطلقۃ وهو قول الثوری واهل الکوفۃ وبه یقول احمد واسحق وقال بعض اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرهم عدۃ المختلعۃ حیضۃ قال اسحق وان ذهب ذاهب الی هذا فهو مذهب قوی اہل علم نے خلع لینے والی عورت کی عدت مین اختلاف کیا ہی اصحاب نبی مین سے اکثر اہل علم کا خیال ہی کہ اُسکی عدت وہی ہی جو مطلقہ کی عدت ہی یہ ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہی اور احمد اور اسحق بھی اسکے قائل ہین اور اصحاب نبی مین سے بعض اہل علم نے کہا ہی کہ اُسکی عدت ایک حیض ہی اسحق نے کہا ہی کہ اگر کوئی مذہب کو اختیار کرے تو یہ مذہب قوی ہی۔ اور کتب فقہ مین مختلعہ کی عدت مطلقہ کی عدت کے مثل ہی اس صورت مین حدیث کے موافق ایک حیض عدت ہوگی یا فقہ کے موافق تین حیض **جواب** موطا امام مالک مین جمہان اسلمی سے مروی ہی ان ام بکرۃ الاسلمیۃ اختلعت من زوجها عبد اللہ بن اسید ثم اتیا عثمان فقال هی تطلیقۃ الا ان تکون سمت فهو علی ما سمت ام بکر اسلمیہ نے اپنے زوج عبد اللہ بن اسید سے خلع لیا پھر وہ دونون حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپنے فرمایا یہ ایک طلاق ہی البتہ اگر کچھ معین کر لیا ہی تو اُسکا حکم وہی معین ہی۔ اور مصنف عبد الرزاق مین سعید بن المسیب سے مروی ہی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل الخلع تطلیقۃ بائنۃ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خلع کو طلاق بائن قرار دیا ہی۔ اور فتح القدیر مین ہی مراسیل سعید لها حکم الوصل الصحیح لانہ من کبار التابعین وکبار التابعین قل ان یرسلوا الا عن صحابی وان اتفق غیرہ نادرا فعن ثقۃ سعید کی مرسل حدیثون کا حکم صحیح موصول حدیثون کا ہی کیونکہ وہ کبار تابعین مین سے ہین اور کبار تابعین غیر صحابی سے بہت کم ارسال کرتے ہین اور اگر کبھی ایسا ہو بھی تو وہ ارسال ثقہ ہی سے کرتے ہین۔ اور سنن دار قطنی اور بیہقی اور کامل ابن عدی مین بسند ضعیف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل الخلع تطلیقۃ بائنۃ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے خلع کو طلاق بائن مین شمار کیا ہی۔ اور صحیح بخاری مین خلع ثابت بن قیس اور اُنکی زوجہ کے قصہ مین ہی انہ صلے اللہ علیہ وسلم اقبل الحدیقۃ وطلقها تطلیقۃ آپنے باغ کو قبول کیا اور اُنھین طلاق دیدی۔ اِن اخبار و آثار سے بھی ثابت ہی کہ خلع حکم طلاق مین ہی پس اُسکی عدت بھی طلاق کی عدت ہوگی اور ظاہر قرآن بھی اس امر پر دلالت کرتا ہی۔ اور حدیث تعتد بحیضۃ نص صریح اُسکے مخالف نہین ہی بسبب اسکے کہ احتمال ہی کہ حیضۃ کی تنوین تنوین وحدت نہو **سوال** زید نے اپنی بی بی کو ایک مجلس مین تین مرتبہ کہدیا کہ تجھپر طلاق ہی طلاق ہی طلاق ہی لیکن اُسنے غصہ مین بلا نیت ایقاع ثلثہ اور بے معنی اور

حکم سمجھے ہوے کہا ہو پس تین طلاق واقع ہونگی یا نہین یہان بعض کہتے ہین کہ حکم ظاہر احادیث کے مطابق واقع نہونگی اور بعض
کہتے ہین فقہاے محدثین کی تحقیق کے موافق واقع ہونگی پس آپ فرمائین کہ اس بارہ مین چارون مذہب کا اختلاف ہو یا
اتفاق اور کون حدیث سند ہو اور نہ واقع ہونے پر کون حدیث دلالت کرتی ہو اور پھر اس حدیث مین کیا علت تھی اور کون
حدیث اسکے معارض ہوئی جو اہل مذہب نے چھوڑ دیا **جواب** جو شخص تین طلاق دے اور اُسکا مقصد دونون مرتبہ
اخیر سے تاکید نہو تو اس صورت مین جمہور صحابہ و تابعین و ایمۂ اربعہ و اکثر مجتہدین و بخاری و جمہور محدثین کے مذہب کے موافق
تین طلاق واقع ہونگی البتہ بوجہ ارتکاب خلاف طریقہ شرعیہ کے گناہ لازم ہوگا۔ موطا امام مالک مین ہو ان رجلا قال
لابن عباس انی طلقت امرأتی مائة تطلیقة فماذا تری علی فقال له ابن عباس طلقت منک بثلث وسبع وتسعون اتخذت بها
ایات الله هزوا ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا مین نے اپنی بی بی کو سو طلاقین دین آپکے نزدیک
میرے اوپر کیا واجب ہوا آپ نے فرمایا تین طلاقین واقع ہوگئین اور ستانوے طلاقون سے تمنے خدا کے کلام کو مذاق مین اُڑایا۔ اور
بھی موطا مین ہو ان رجلا جاء الی ابن مسعود فقال انی طلقت امرأتی بمائتی تطلیقات فقال ابن مسعود فما ذا قیل
لک قال قیل لی انها قد بانت منی فقال ابن مسعود صدقوا ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُسنے
کہا مین نے اپنی بی بی کو دو سو طلاقین دین تو ابن مسعود نے کہا کہ تب تم سے کیا کہا گیا اُسنے کہا کہ مجھسے یہ کہا گیا کہ اُسپر
طلاق بائن واقع ہوئی ابن مسعود نے کہا کہ اُنھون نے سچ کہا۔ اور سنن ابو داوٗد مین ہو طلق رجل امرأته ثلاثا قبل
ان یدخل بها ثم بدا له ان ینکحها فجاء یستفتی عبد الله بن عباس و ابا هریرة فی ذلک فقالا لا نری ان تنکحها الا ان
تنکح زوجا غیرہ قال فانما طلاقی ایاها واحدة فقال ابن عباس انک ارسلت ما کان لک من فضل ایک شخص نے قبل
وطی اپنی عورت کو تین طلاقین دین پھر اُسنے اُس سے نکاح کرنے کا قصد کیا تو اُسنے اُس معاملہ مین عبد اللہ بن عباس اور ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہم سے پوچھا اُن دونون نے کہا کہ ہمارے نزدیک وہ تمسے اُسوقت تک نکاح نہین کرسکتی جبتک کہ وہ کسی سے
نکاح نکرلے اُسنے کہا مین نے تو اُسے ایک ہی طلاق دی ہو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تمکو جو حق حاصل تھا تم اُسی
استعمال کر چکے۔ اور مصنف عبد الرزاق مین عبادہ بن صامت سے مروی ہو ان اباه طلق امرأة الف تطلیقة فانطلق
عبادة فسأل عنه فقال رسول الله صلعم بانت بثلث فی معصیة الله وبقی تسع مائة وسبعة وتسعون عدوانا وظلما ان شاء عذبه
وان شاء غفر له ابو عبادہ نے ایک عورت کو ایک ہزار طلاقین دین تو حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا تین طلاقین
واقع ہوگئین اور باقی نو سو ستانوے ظلم کی ہین جن پر چاہے خدا عذاب کرے اور چاہے بخشدے۔ اور ایسے ہی حکم کی حضرت عثمان
اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے وکیع نے روایت کی ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس امر پر اہتمام کرنا اور تینون طلاق کے وقوع

کا حکم دینا اگرچہ ایک جلسہ مین ہون صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہے اور یہی قول ظاہر قرآن کے موافق ہے باقی وہ حدیث جو صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہے کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلعم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلث واحدۃ فقال عمر ان الناس قد استعجلوا فی امر کان لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم فامضے علیھم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے مین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین دو برس تک تین طلاقون سے ایک طلاق واقع ہوا کرتی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ اُس بات مین جلدی کرتے ہین جس مین اُنکو تاخیر کرنا چاہیے پس اگر ہم اُنکو اسی راہ پر چلنے دین گے تو وہ یون ہی کیا کرینگے۔ تو جمہور فقہا و محدثین کے نزدیک اُسکی تاویل یہ ہے کہ اوائل مین تین مرتبہ طلاق کے الفاظ اگر کہتے تھے تو اُس سے تاکید منظور ہوتی تھی اسوجہ سے وہ ایک ہی طلاق مانی جاتی تھی نہ یہ کہ تین الفاظ سے تین طلاق بھی مقصود ہون اور پھر وہ ایک ہی مانی جائے اسکو نووی اور ابن ہمام وغیرہما نے ذکر کیا ہے **سوال** اگر غصے مین عورت نے مرد کو باپ یا بیٹا اس نیت سے کہا کہ اس سے طلاق ہوتی ہے یا مرد نے عورت کو اس نیت سے کہ اس سے طلاق ہوتی ہے ماں یا بیٹی بنایا تو طلاق ہوئی یا نہین **جواب** عورت کا کہنا لغو ہے اور اگر مرد نے بارادۂ طلاق یہ الفاظ کہے ہین تو طلاق کا حکم دیا جائیگا **سوال** غصہ اور لڑائی مین زوج نے زوجہ سے کہا تو میری ماں اور بہن ہے اور تو چلی جا مین تجھکو اپنے گھر مین نہ رکھونگا اور یہ بھی کہا کہ اگر تجھکو رکھون تو اپنی ماں بہن کو رکھون اس صورت مین کیا حکم ہے **جواب** اگر طلاق کی نیت تھی تو طلاق کا حکم دیا جائیگا۔ عالمگیری مین ہے ولو قال لہا بعدی عنی و نوی الطلاق یقع کذا فی فتاوی قاضیخان ومن الکنایات تنحی عنی و نحوہ منی کذا فی فتح القدیر یہ اگر کہا دور ہو اور طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوجائیگی جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہے اسیطرح تنحی عنی اور نحوہ عنی بھی کنایات سے ہے جیسا کہ فتح القدیر مین ہے **سوال** اگر کوئی شخص عاقل بالغ اپنی بیماری کی حالت مین اپنی زوجہ کو جو دوسرے شہر مین ہے چند آدمیون کے سامنے طلاق دے تو طلاق واقع ہوگی یا نہین اگر ہوگی تو اُسکی زوجہ وارث کی مستحق ہوگی یا نہین اگر ہوگی تو یہ امر کسی نص صریح سے ثابت ہے یا نہین اگر ہے تو اُس نص کی صراحت کیا ہے اگر نص سے ثابت نہین ہے تو اقوال صحابہ سے ثابت ہوگا پس کل صحابہ اس مین متفق رہے یا بعض نے اسکے خلاف فتوی دیا ہے اور ائمہ اربعہ کی اس مسئلہ مین کیا راے ہے **جواب** اس مسئلہ مین صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے عینی نے شرح ہدایہ مین چند قول تحریر کیے ہین الاول انہ لا یقع طلاق ای المریض مرض الموت حکاہ ابن حزم عن عثمان الثانی یقع و ترثہ بشرط قیام العدۃ وھو قول عمر وابنہ وابن مسعود وابی بن کعب وعائشۃ وبہ قال المغیرۃ والنخعی وابن سیرین وعروۃ وشریح والثوری وحماد بن ابی سلیمان واصحابنا الحنفیۃ الثالث ترثہ ما لم تتزوج زوجا غیرہ وان انقضت عدتہا وھو قول ابن ابی لیلی و احمد واسحق الرابع ترثہ وان تزوجت عشرۃ ازواج وبہ قال مالک واللیث فی روایۃ

الخامس ترثه ویرثها وبه قال الحسن البصری السادس ان صح منه ثم مات من مرض آخر لا ترث عندنا وقال الثوری والزهری والاوزاعی واحمد واسحق ترثه ان مات قبل انقضاء عدتها منه السابع ترثه ویرثها اذا کان لها حمل وقصد المضارة وهو قول عروة الثامن ترثه وتنتقل عدتها الی عدة الوفاة ما لم تنکح وبه قال الشعبی التاسع تعتد بابعد الاجلین من ثلث حیض واربعة اشهر وعشر العاشر ترثه قبل الدخول وعلیها العدة وهو قول الحسن واسحق الحادی عشر لا ترثه اصلا لا قبل الدخول ولا بعده وهو قول الظاهریة والجدید للشافعی وفی القدیم عنده الزوج فار وفی المیراث ثلثة اقوال الاول قولنا الثانی مثل قول احمد الثالث مثل قول مالک

اول یہ کہ مریض کی طلاق مرض موت مین واقع نہین ہوتی اسکو ابن حزم نے حضرت عثمان رض سے روایت کیا ہے دوسرے یہ کہ طلاق واقع ہوجائیگی اور زوجہ اُسکی وارث ہوگی بشرط قیام عدت یہ حضرت عمر اور ابن عمر اور ابن مسعود اور ابی بن کعب اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور مغیرہ اور نخعی اور ابن سیرین اور عروہ اور شریح اور ثوری اور حماد بن سلیمان اور اصحاب حنفیہ رضی اللہ عنہم اسی کے قائل ہین تیسرے یہ کہ وہ وارث ہوگی جبتک کہ دوسری شادی نکرے اگرچہ عدت ختم ہوجائے یہ ابن ابی لیلی اور احمد اور اسحق رضی اللہ عنہم کا قول ہے چوتھے یہ کہ وہ وارث ہوگی اگرچہ دس شادیان بھی کرلے اسے لیث [illegible] نے ایک روایت مین کہا ہے پانچوین شوہر اُسکا وارث ہوگا اور وہ شوہر کی وارث ہوگی اسکے قائل حسن بصری رحمہ اللہ ہین چھٹے اگر وہ اس مرض سے اچھا ہوگیا پھر دوسرے مرض مین مرا تو وارث نہوگی ہمارے نزدیک اور ثوری اور زہری اور اوزاعی اور احمد اور اسحق رضی اللہ عنہم کے نزدیک وارث ہوگی اگر انقضاے عدت کے پہلے مرگیا ساتوین اگر حاملہ ہو یا شوہر کا مقصد طلاق سے ضرر رسانی ہو تو وہ اُسکی وارثہ اور وہ اُسکا وارث ہوگا آٹھوین وہ وارث ہوگی اور اگر نکاح نہین کیا ہے تو بجاے عدت طلاق کے عدت وفات بیٹھے یہ شعبی نے کہا ہے نوین تین حیضون اور چار مہینے دس دن مین سے جو مدت زائد ہو وہ بیٹھے دسوین اگر غیر مدخولہ ہے تو وارث ہوگی اور اُسے عدت بیٹھنا ہوگی یہ حسن اور اسحق رضی اللہ عنہما کا قول ہے گیارھوین وارث نہوگی خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ یہ ظاہریہ کا اور امام شافعی رح کا جدید قول ہے اور اُنکے قدیم قول مین زوج فار عن الارث قرار دیا گیا ہے اور میراث مین تین قول ہین اول ہمارے موافق دوسرا امام احمد رح کے موافق اور تیسرا امام مالک رحمہ اللہ کے موافق۔ اور موطا امام محمد رح مین ہے اخبرنا مالک اخبرنا الزہری عن طلحة بن عبد اللہ بن عوف ان عبد الرحمن بن عوف طلق امرأته وهو مریض فورثها عثمان منه بعد ما انقضت عدتها اخبرنا مالک اخبرنا عبد اللہ بن الفضل عن الاعرج عن عثمان انه ورث نساء ابن مکمل منه وکان طلق نساءه وهو مریض قال محمد یرثنه ما دمن فی العدة فاذا انقضت العدة قبل ان یموت فلا میراث لهن وکذلک ذکر هشیم بن بشیر عن المغیرة الضبی عن ابراهیم النخعی عن شریح انه کتب الیه عمر بن الخطاب فی رجل طلق امرأته ثلثا وهو مریض ان ورثها ما دامت فی عدتها فاذا انقضت عدتها فلا میراث لها وهو قول ابی حنیفة والعامة من فقهائنا

خبر دی ہمکو مالک نے اُنکو زہری نے طلحہ بن عبد اللہ بن عوف سے کہ عبد الرحمن بن عوف نے حالت مرض مین اپنی بی بی کو طلاق
دی تو اُنکو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ورثہ دلایا حالانکہ عدت ختم ہو چکی تھی خبر دی ہمکو مالک نے اُنکو عبد اللہ بن فضل
نے اعرج سے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن مکمل کی بیبیون کو ورثہ دلایا جنھیں اُنھون نے حالت مرض مین طلاق
دی تھی محمد نے کہا ہی کہ جو عدت مین ہونگی وارث ہونگی اور اگر عدت موت کے قبل ختم ہو جائیگی تو وارث نہونگی ہشیم بن بشیر
نے روایت کی ہی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو اُس شخص کے متعلق جس نے حالت مرض مین اپنی
بی بی کو طلاقین دین یہ تحریر فرمایا کہ حالت عدت مین وہ عورت وارث ہی اور اسکے بعد وارث نہین ہی یہ امام ابوحنیفہ
اور ہمارے عام فقہا رضی اللہ عنہم کا قول ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ
الجلی والخفی [ابوالحسنات محمد عبد الحی] واقعی طلاق واقع ہوگی اور زوجہ عدت کے اندر ارث کی مستحق ہوگی اور ایمہ
اربعہ رضی اللہ عنہم کی رائے اس مسئلہ مین مختلف ہی اور حضرت حنفیہ کرام نے امر مذکور پر فتوی دیا ہی اور حضرت عمر اور ابن عمر
اور ابن مسعود اور ابی بن کعب اور عائشہ اور مغیرہ اور نخعی اور ابن سیرین اور عروہ اور شریح اور ثوری اور حماد بن ابی سلیمان
علیہم رضوان الرحمن کا یہی قول ہی واللہ علیم حررہ ابوالاحیا محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم۔ صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ
نظام الدین احمد عفا عنہ اللہ الاحد [نظام الدین احمد] **سوال** زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ مجھکو تجھسے کام نہین ہی
بعد چند مدت کے بکر سے کہا کہ ہماری شادی کرادو بکر نے کہا تمھاری ایک بی بی تو موجود ہی اب دوسری شادی کرکے کیا
کروگے زید نے کہا کہ مین نے اپنی بی بی کو طلاق دے دی ہی تب بکر نے مجمع عام مین اپنی برادری سے کہا کہ زید نے
اپنی بی بی کو طلاق دی ہی لوگون نے زید کو بلا کر پوچھا کیا تو نے واقعی اپنی بی بی کو طلاق دیدی ہی زید نے کہا ہان اس
صورت مین زید کے پہلے کلام سے بطریق انشا طلاق رجعی ثابت ہوئی پھر اکیبار بطریق اخبار پھر لفظ ہان۔ یہ سب ملکر طلاق
مغلظہ ہوگی یا نہین اور تفسیر احمدی مین ہی کہ تین طلاق خواہ رجعی ہون یا بائن صریح ہون یا کنایہ مغلظہ ہو جاتی ہین جیسا
کہ یہ عموم مفید تغلیظ کو ہی ویسا ہی بطریق اخبار اور بطور انشا مفید تغلیظ ہوگا یا نہوگا **جواب** زید کے اس لفظ سے کہ
مجھکو تجھسے کچھ کام نہین ایک طلاق بائن واقع ہوئی۔ عالمگیری مین ہی لو قال لم یبق بینی و بینک عمل ونوی یقع کذا فی
العتابیۃ اگر کسی نے اپنی بی بی سے کہا کہ مجھسے تجھسے کچھ سروکار نہین ہی تو طلاق واقع ہو جائے گی اگر اُسنے نیت کی
ہی یہ عتابیہ مین ہی۔ اور خبر طلاق سے اور جواب استفہام سے دوسری طلاق واقع ہوگی۔ عالمگیری مین ہی لو قال لامرأتہ
انت طالق فقال لہ رجل ما قلت فقال طلقتہا او قال قلت ہی طالق فہی واحدۃ فی القضاء کذا فی البدائع اگر ایک
شخص نے اپنی بی بی سے کہا کہ تجھے طلاق ہی پھر اُس سے کسی نے پوچھا کہ کیا کہا اُسنے کہا کہ مین نے اسے طلاق دی یا

کہا اس پر طلاق ہی تو تقاضا گر ایک ہی طلاق واقع ہوگی جیسا کہ بدائع مین ہی - اور ردالمحتار مین ہی لا حاجۃ الی جعلہ
ان شاء متی امکن جعلہ خبرا عن الاول جہانتک خبر بن سکے انشا نہ بنائی جائیگی - پس اس صورت مین تجدید نکاح لازم ہی
اور تحلیل کی حاجت نہین **سوال** زید نے اپنی زوجہ کو غیر وطن مین طلاق دی اور اُس نے چند روز کے بعد بکر کے
ساتھ نکاح کر لیا بکر اُسکو نان ونفقہ نہین دیتا تھا بلکہ وہ خود محنت مشقت کر کے کھاتی تھی تھوڑے دن کے بعد بکر
نے چند آدمیون کی موجودگی مین اُس سے کہا کہ مین تیرا منھ نہ دیکھونگا اور اگر اپنے ماں باپ کا ہون تو تجھ تک
نہ آؤنگا یہ کہکر کسی طرف چلا گیا آیا طلاق واقع ہوئی یا نہین **جواب** صرف ان الفاظ سے طلاق واقع نہین ہوئی
**سوال** اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو لڑائی یا غصہ مین تین بار طلاق دے اور یہ کہے کہ اب تم بجائے میری ماں اور بہن
کے ہو اور مجھسے کچھ واسطہ نہین ہی اسکے بعد دونون الگ الگ رہے پھر کچھ عرصہ کے بعد چند اعزہ نے آکر ملاپ کرا دیا اور جسطرح
پہلے باہم رہا کرتے تھے پھر رہنے لگے تو زوجہ عقد مین شرعا رہی یا نہین **جواب** اس صورت مین زوجہ شوہر پر حرام
ہوگئی اور اب وہ اسکے ساتھ نکاح بھی نہین کر سکتا جبتک وہ عورت دوسرا شوہر نکرے اور وہ بعد صحبت کے طلاق ندے
اور جن اعزہ نے ملاپ کرایا وہ گنہگار ہوے **سوال** زید نے مرنے سے نو برس پہلے بیان کیا تھا کہ مجھے اپنی زوجہ سے
جو اپنے میکے مین رہتی ہی کچھ کام نہین ہی اور وہ میری زوجیت مین نہین ہی بیس برس سے وہ ماں کے پاس ہی اس
بیان کے بعد ایک وصیت نامہ لکھا اُس مین اُسنے ایک حصہ اُسکا بھی لکھا اور کہا کہ وہ میری زوجہ ہی اور اسکے سوا کوئی اور
برتاؤ زن وشو کا باہم واقع نہین ہوا پس وہ عورت مستحق میراث ہوگی یا نہین اور مطلقہ مانی جائے گی یا نہین **جواب**
یہ الفاظ زید کے کنایات طلاق سے ہین بدون نیت ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی - عالمگیری مین ہی لو قال لم یبق
بینی وبینک عمل ونوی یقع کذا فی العتابیۃ اگر زوج نے زوجہ سے کہا مجھسے اور تجھسے کچھ سروکار نہین تو اگر نیت کی ہی
طلاق واقع ہوگی جیسا کہ عتابیہ مین ہی - اور بھی اسی مین ہی لو قال لامرأتہ لست لی بامرأۃ او قال ما انا بزوجک ان
قال نویت الطلاق یقع الطلاق فی قول ابو حنیفۃ اگر کسی نے اپنی بی بی سے کہا کہ تو میری بی بی نہین ہی یا مین تیرا شوہر
نہین ہون پس اگر اُسنے نیت طلاق کا اقرار کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک طلاق پڑ جائے گی - اور صورت مسئولہ
مین چونکہ زید نے ان الفاظ کے بعد وصیت نامہ مین اُسکو اپنی زوجہ قرار دیا اس سے معلوم ہوا کہ اُن الفاظ سے
طلاق مقصود نتھی لہذا وہ عورت میراث پائے گی **سوال** ایک شخص نے کسی کے سامنے کہا کہ میری بی بی میری ماں کی
جگہ ہی اور میرے کام کی نہین ہی اب مجھسے کچھ واسطہ نہین پھر دوسرے روز کہا وہ اپنے فعل کی مختار ہی مجھسے کچھ سروکار
نہین پھر تیسرے روز کہا کہ وہ غیر مرد کے کام آئی اب میرے کام کی نہین ہی ان صورتون مین طلاق ہوئی یا نہین

**جواب** اگر طلاق کی نیت کی ہو تو واقع ہوگی ورنہ نہین **سوال** اٹھارہ برس کا زمانہ ہوا کہ نواب بیگم کا نکاح محمد ہادی خان کے ساتھ ہوا تھا اور محمد ہادی خان نے غیر کفو کی عورت کے ساتھ تعلق کیوجہ سے کبھی زوجہ منکوحہ کی جانب سے التفات کیا نہ اُسکی خبر لی۔ اور نہ زوجۂ منکوحہ کو اپنے یہان بلایا عرصہ آٹھ برس کا ہوا کہ محمد ہادی خان نے رحیم بخش اور دو سیانی عورتون کے سامنے اپنی زوجہ سے غصہ مین کہا کہ ہمسے تمسے کچھ واسطہ نہین ہے تم جس کے ساتھ چاہو اپنا نکاح کر لو اس صورت مین طلاق واقع ہوئی یا نہین **جواب** اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق واقع ہوئی **سوال** بکر زید کا مقروض ہے اور بکر کی دختر ہندہ زید کے نکاح مین ہے زید نے اکثر بکر سے اپنے روپیہ کا تقاضہ کیا مگر بکر نے صاف جواب ندیا اُسوقت زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ اب تم میرے روپیہ کا تقاضہ اپنے باپ سے کرو شاید تمھارے کہنے سے وہ دیدین ہندہ نے اپنے باپ سے تقاضہ کیا مگر اُس سے بھی کچھ فائدہ نہوا پھر زید نے ہندہ سے تقاضہ کرنے کو کہا اُسنے غصہ مین کہا اب مین تقاضہ نکرونگی زید نے بھی جھلا کے کہا اب اگر مین کہون بھی تو تو تقاضہ نکرنا اور اگر اب تقاضہ کریگی تو تجھپر طلاق ہے عرصہ کے بعد زید کو خیال ہوا کہ اب اگر پھر ہندہ اپنے باپ سے تقاضہ کرے تو یقین ہے کہ روپیہ ملجائے۔ مگر اس خیال سے نہین کہتا ہے کہ مین نے طلاق کا لفظ اپنی زبان سے نکالا تھا اور ہندہ نے بھی اُس غیظ آلود گفتگو کے بعد کبھی اپنے باپ سے تقاضہ نہین کیا اب اگر زید اپنی بی بی سے تقاضہ کرنے کو کہے اور وہ تقاضہ کرے تو طلاق واقع ہوگی یا نہین **جواب** اس صورت مین اگر ہندہ اپنے باپ سے تقاضہ کریگی تو طلاق رجعی واقع ہوگی **سوال** زید کی شادی بکر کی لڑکی کے ساتھ ہوئی اور زید نکاح کے وقت سے ابتک اپنی زوجہ کا کفیل ہے اور کفالت کے علاوہ زید کوئی شرعی نقص بھی نہین رکھتا مگر زید اور بکر ایک ہی مکان مین رہتے ہین اور بکر کی عورت اکثر کہا کرتی ہے کہ بکر نے لڑکیون کی تقدیر پھوڑ دی اور اگر کوئی امر زید کے خلاف مرضی ہوا اور وہ زوجہ پر خفا ہوا تو بکر اور اُسکی عورت زید سے لڑنے کو موجود ہوجاتے ہین آخر کار ایکدن لڑائی کے وقت زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ مین نے ابتک تمکو کھانے یا کپڑے کی کوئی تکلیف نہین دی مگر تمھاری مان ایسا کہا کرتی ہین بس جو تمھاری والدہ کہین تم وہ کرو ہمسے اور تمسے کچھ واسطہ نہین ہے اور اُسیوقت پھر زید سے اور بکر اور بکر کی عورت سے تکرار ہوئی زید نے بکر اور اُسکی عورت سے کہا کہ مین اس سے زیادہ خدمت نہین کرسکتا اب تم وہ کرو جس مین تمھاری لڑکی کی تقدیر نہ پھوٹے ہمسے کچھ واسطہ نہین ہے اور یہ گفتگو زید نے کئی مرتبہ کی پس زید کی عورت اُسکے نکاح مین رہی یا نہین اور زید کی بی بی کا مہر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ہے کتنا روپیہ دینا چاہیے **جواب** اس لفظ سے اگر زید کا منشا طلاق دینے کا تھا تو تین طلاق واقع ہوئی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ایکسو آٹھ روپیہ سے کچھ زائد چاندی ہے زید کو چاہیے کہ ایکسو نو روپیہ ادا کرے **سوال** ایک شخص نے ایک آدمی سے کہا تم اپنی لڑکی کے ساتھ ہمارا نکاح کردو لڑکی کے باپ نے

کہا تمھاری زوجہ منکوحہ موجود ہی ہم اپنی لڑکی کے ساتھ تمھارا نکاح نکرینگے اُس نے جواب یا کہ میری زوجہ منکوحہ قریب بمرگ اور یقین ہی کہ امروز فردا مین مرجائیگی لڑکی کے باپ نے کہا تب ہم اپنی لڑکی کے ساتھ تمھارا نکاح بھی کردین گے اسکے بعد اُس مرد کے باپ نے جو نکاح کا طلبگار تھا کہا کہ ہم اپنے بیٹے سے چار آدمیون کے سامنے اُسکی زوجہ منکوحہ کو طلاق دلوادینگے چنانچہ مرد طلبگار نکاح نے اپنے باپ کی مرضی کے موافق زوجہ منکوحہ کو طلاق دی اس لفظ کے ساتھ مین وزیر کی بیٹی کو طلاق دیتا ہون جو میری منکوحہ زوجہ ہی پس مرد طلاق نے اشارہ اپنی زوجہ منکوحہ کیطرف کیا اور زوجہ کے باپ کا نام تو طلاق کے وقت صحیح بیان کیا مگر اپنی زوجہ کا اصلی نام طلاق کے وقت نہین لیا بلکہ طلاق کے وقت دوسری عورت کا نام لیا طالق کی زوجہ کا نام راجی تھا اور اُسنے پوٹنی کے نام سے طلاق دی حالانکہ پوٹنی رشتہ مین اُسکی سالی ہوتی ہے اور طلاق کے وقت چار آدمی گواہ موجود تھے اور گواہ بھی اسکا اقرار کرتے ہین کہ طلاق کے وقت اُس نے کہا مین اپنی زوجہ منکوحہ کو طلاق دیتا ہون جو وزیر کی بیٹی میری نکاح مین ہی مگر نام مین صرف فرق کردیا پس یہ طلاق صحیح ہوئی یا نہین **جواب** اگر مجلس طلاق مین راجی موجود تھی اور طالق نے اُسکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ میری یہ زوجہ طالق ہی تو طلاق پڑجائیگی گو اُسنے نام غلط لیا ہو اور اگر راجی موجود نتھی اور نہ اُسکی طرف اشارہ کیا فقط اتنا ہی کہا کہ مین وزیر کی بیٹی اپنی زوجہ مسماۃ پوٹنی کو طلاق دیتا ہون تو طلاق نہ پڑیگی۔ رد المحتار مین ہی قالوا لا تعتبر الصفۃ والتسمیۃ مع الاشارۃ کما لو کان لہا امرأۃ بصیرۃ فقال امرأتہ ہذہ العمیاء طالق واشار الی البصیرۃ صفت بیان کرنا اور نام لینا مع اشارہ کے معتبر نہین ہی جیسا کہ اگر اُسکی ایک بینا عورت تھی اور اُسنے کہا کہ یہ اندھی عورت مطلقہ ہی اور بینا عورت کی طرف اشارہ کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی۔ اور اسی کتاب مین ہی لو حلف ان خرج من المصر فامرأتہ عائشۃ کذا واسمہا فاطمۃ لا تطلق اذا خرج اگر کسی نے قسم کھائی جب مین شہر کے باہر جاؤن تو میری زوجہ عائشہ طالق ہی اور اُسکی بی بی کا نام فاطمہ تھا پس جب وہ شہر کے باہر جائیگا تو اُسپر طلاق نہ پڑیگی۔ اور درمختار مین ہی فی النہر قال فلانۃ طالق واسمہا کذلک ثم قال عنیت غیرہا دین ولو غیرہ صدق قضاء وعلی ہذا لو حلف لہ انہ یطلق امرأتہ فلانۃ فی اسمہا غیرہ لا تطلق نہر مین ہی اگر اُسنے کہا فلان عورت طالق ہی اور اُسکا یہ نام ہی اور یہ کہا کہ مین نے دوسری عورت مراد لی ہی تو دیانۃً اُسکا قول معتبر ہوگا اور اگر نام بھی بدلدیا ہی تو قضاءً اُسکا قول معتبر ہوگا اسیطرح اگر قرضدار سے اپنی فلان عورت کی طلاق کی قسم کھلائی اور اُس عورت کا نام دوسرا تھا تو طلاق نہ پڑے گی واللہ اعلم حررہ

الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | ابو الحسنات محمد عبد الحی

## باب الظہار

**سوال** ظہار کیا ہی **جواب** ظہار اصطلاح شرع مین اُسے کہتے ہین کہ ذات زوجہ کو یا اُن اعضا کو جنسے ذات مراد

ملی جاتی ہی اور اُنکی طرف طلاق کی نسبت ہوتی ہی جیسے سر اور منہہ وغیرہ کو محارم کے اُن اعضا سے تشبیہ دے جنپر نظر کرنا حرام ہی جیسا کہ وقایہ اور نقایہ مین ہی اور عالمگیری مین ہی رکن الظهار هو قوله لامرأته انت علی کظهر امی او ما یقوم مقامه فی افادة معناه کذا فی النهایة اذا قال لها راسک علی کظهر امی او وجهک او رقبتک او فرجک یصیر مظاهرا واذا قال لها بدنک علی کظهر امی او ربعک او نصفک و نحو ذلک من الاجزاء الشائعة کذا فی البدائع اذا ذکر جزءا لا یعبر به عن جمیع البدن کالید والرجل لم یثبت الظهار کذا فی محیط السرخسی رکن ظہار شوہر کا اپنی بی بی سے یہ کہنا ہی انت علی کظهر امی یا اس کے قائم مقام دوسرے الفاظ جو اسکے ہم معنی ہون جیسا کہ نہایہ مین ہی اگر یہ کہا راسک علی کظهر امی یا وجهک یا رقبتک تب بھی ظہار ہو جائیگا اور اسیطرح اگر بدنک علی کظهر امی او ربعک او نصفک یا اسیطرح اور مشہور اجزا کہکے کہا تو ظہار ہوگا جیسا کہ بدائع مین ہی اور اگر کوئی ایسا جزو ذکر کیا جس سے جمیع بدن کی تعبیر نہین کیجاتی مثلا ید و رجل تو ظہار نہ ثابت ہوگا جیسا کہ محیط سرخسی مین ہی **سوال** اگر کسی نے اپنی زوجہ سے کہا تو میری ماں ہی تو ظہار ہوگا یا نہین **جواب** ظہار نہوگا مگر بہ نیت ظہار۔ ابو المکارم شرح نقایہ مین لکھتے ہین وقال انت مثل امی بدون علی فان لم ینو شیئا لا یلزم شیء فی قولهم وان نوی ظهارا فظهار اگر مثل امی کہا اور علی نہ کہا پس اگر کچھ نیت نہین کی ہی تو کچھ لازم نہ آئیگا اور اگر ظہار کی نیت کی ہی تو ظہار ہو جائیگا **سوال** اگر شوہر نے زوجہ سے کہا تو میری ماں یا میری بہن یا میری لڑکی ہی تو ظہار ہوگا یا نہین **جواب** ظہار نہوگا اگرچہ ظہار کی نیت بھی کی ہو۔ ابو المکارم شرح نقایہ مین لکھتے ہین ولو قال انت امی بدون اداة التشبیه فالظاهر انه مثل کامی علی ما عرفت فی زید اسد لکن فی فتاوی صدر الاسلام انه لو نوی به الظهار فهو باطل لانه کذب وهکذا یروی عن محمد انتهی وفی العالمگیریة انت امی لا یکون مظاهرا وینبغی ان یکون مکروها ومثله ان یقول یا ابنتی ویا اختی ونحوه اگر انت امی بغیر حرف تشبیہ کے کہا تو ظاہر یہ ہی کہ یہ بھی انت کامی کیطرح ہی جیسا کہ زید اسد مین ہی لیکن صدر الاسلام کے فتاوے مین ہی کہ اگر اس سے ظہار کی نیت کی ہی تو یہ باطل ہی کیونکہ کذب ہی اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہی انتہی اور عالمگیریہ مین ہی کہ انت امی سے ظہار نہین ہوتا البتہ یہ کہنا مکروہ ہی اسیطرح اگر یا ابنتی اور یا اختی وغیرہ کہے۔ اور جو شاہ عبد القادر دہلوی نے اپنے ترجمہ مین لکھا ہی اس ماں بہن کہنے کو ظہار کہتے ہین انتہی روایات سابقہ کے مخالف ہی اور جو سورۂ مجادلہ کی آیت الذین یظاهرون الخ کی شان نزول مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے زمانہ نبوی مین اپنی بی بی کو ماں کہا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ بھی تفاسیر متداولہ کی تحریر کے مخالف ہی کیونکہ اس آیت کی شان نزول مین مفسرین نے لکھا ہی کہ زمانہ نبوی مین ایک شخص نے ظہار کیا تھا یعنے اپنی بی بی سے انت علی کظهر امی کہا تھا اُسکے حکم مین یہ آیت نازل ہوئی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

## باب ثبوت النسب

**سوال** اگر زید نے کہا کہ یہ میرے زنا کے نطفے سے پیدا ہوا ہے تو نسب ثابت ہوگا یا نہیں **جواب** نہیں۔ عالمگیری مین ہے قال انہ منی من الزنا لا یثبت نسبہ و لا یرث منہ کذا فی الینابیع اگر کہا کہ یہ میرے زنا کے نطفے سے ہے تو نسب ثابت نہوگا اور وارث نہوگا جیسا کہ ینابیع مین ہے۔ اور خزانة الروایات مین ہے من الذخیرة اذا اقر انہ زنی بھذہ الحرة وان ھذا الولد ولدہ منہا من الزنا وصدقتہ المرأة فی ذلک لا یثبت الولد من الرجل جب اس بات کا اقرار کیا کہ اُس نے حرہ عورت سے زنا کیا اور اُسکا یہ لڑکا اُسی زنا سے ہے اور عورت نے اسکی تصدیق کی تو وہ لڑکا اُس آدمی کا لڑکا نہ مانا جائیگا

**سوال** زید نے کہا اگر مین صالحہ کے ساتھ نکاح کرون تو وہ طالق ہے پھر صالحہ کے ساتھ نکاح کیا اور صالحہ نے چھ مہینے بعد لڑکا جنا تو اس لڑکے کا نسب زید سے ثابت ہوگا یا نہین **جواب** ثابت ہوگا۔ مواہب الرحمن مین ہے لو قال رجل ان نکحت امرأة فھی طالق فنکح فولدت ولدا لستة اشھر منذ نکحھا الزمناہ نسبہ خلافا لزفر رح جب کسی نے کہا اگر مین کسی عورت سے نکاح کرون تو اُسپر طلاق ہے پھر نکاح کیا اور نکاح کے چھ مہینے بعد اولاد ہوئی تو اُسکا نسب اُس مرد سے ثابت ہوگیا امام زفر رحمہ اللہ اس کے خلاف ہین

**سوال** کسی شخص نے اپنے محارم سے نکاح کیا اور اولاد پیدا ہوئی تو اولاد کا نسب ثابت ہوگا یا نہین **جواب** امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک نسب ثابت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نہ ثابت ہوگا۔ عالمگیری مین ہے رجل مسلم تزوج بمحارمہ فجئن باولاد یثبت نسب الاولاد منہ عند ابی حنیفة رح خلافا لھما بناء علی ان النکاح فاسد عند ابی حنیفة رح باطل عندھما کذا فی الظھیریة کسی مسلمان مرد نے اپنے محارم سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اولاد کا نسب ثابت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نہ ثابت ہوگا کیونکہ امام صاحب کے نزدیک یہ نکاح نکاح فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ نکاح نکاح باطل ہے جیسا کہ ظہیریہ مین ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ابوالحسنات محمد عبدالحی

## باب العقیقة والختنة

**سوال** بچہ کا نام کس دن رکھنا چاہیے **جواب** شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہے سنت یہ ہے کہ بچہ کا نام ساتوین دن رکھا جائے جیسا کہ عقیقہ مین بھی یہی سنت ہے ترمذی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہین کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ساتوین دن بچے کے نام رکھنے کا حکم دیا تھا اور سیر کی کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا نام پیدائش کے دن رکھا ہے اور ساتوین دن کا انتظار نہین فرمایا۔ روضة الشہدا مین ہے روی احمد فی مسندہ عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ قال لما

ولد الحسن جاء رسول الله صلی الله علیہ وسلم فقال اروني ابني ما سميتموه قلت سميته حربا قال بل هو حسن فلما ولد الحسين قال اروني ابني ما سميتموه قلت حربا قال بل هو حسين فلما ولد الثالث قال اروني ابني ما سميتموه قلت حربا قال بل هو محسن ذكره هذا الحديث الطبراني و الدارقطني و الحاكم والبيهقي و ابن عساكر کذا في سر الشهادتين احمد نے اپنی مسند میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے میرا لڑکا دکھا دو اور بتاؤ کہ تم نے اسکا کیا نام رکھا ہے میں نے کہا کہ حرب آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ حسن ہے پھر جب حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے میرا لڑکا دکھا دو اور بتاؤ کہ اسکا تم نے کیا نام رکھا ہے میں نے کہا کہ حرب آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ حسین ہے پھر جب میرے یہاں تیسرا لڑکا پیدا ہوا تو آپ تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا لڑکا دکھا دو اور بتاؤ کہ اسکا تم نے کیا نام رکھا ہے میں نے کہا کہ حرب آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ محسن ہے اس حدیث کو طبرانی اور دارقطنی اور حاکم اور بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے جیسا کہ سر الشہادتین میں ہے **سوال** عبد النبی یا اسکے مانند نام رکھنا درست ہے یا نہیں **جواب** اگر اس اعتقاد سے یہ نام رکھا جائے کہ یہ لڑکا نبی کا بندہ ہے تو شرک ہے اور اگر عبد سے غلام مملوک کے معنی مراد لیے جائیں تو بھی خلاف واقعہ ہے اور اگر مجازاً عبد بمعنی مطیع و منقاد لیا جائے تو کچھ حرج نہیں مگر خلاف اولیٰ ہے روی مسلم عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال لا يقولن احدكم عبدي وامتي كلكم عباد الله وكل نساء اماء الله ولكن ليقل غلامي وجاريتي وفتاي وفتاتي مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی عبدی اور امتی نہ کہے کیونکہ سب مرد خدا کے بندے اور سب عورتیں خدا کی بندیاں ہیں بلکہ تمکو غلامی جاریتی فتائی فتاتی کہنا چاہیے **سوال** بالغ جسکا ختنہ نہوا ہو یا کافر جو مسلمان ہوا ہو اسکا ختنہ ضروری ہے یا نہیں **جواب** ختنہ فرض نہیں ہے بلکہ سنت موکدہ ہے لہذا جوان کے ختنہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر بالغ خود ختنہ کرائے یا جاریہ ختانہ مول لے یا زن ختانہ کے ساتھ نکاح کرے اور اپنا ختنہ کرائے تو مباح ہے اور جو کافر مسلمان ہوا ہو اسکا ختنہ کرنا چاہیے خزانة الروایات میں ہے وفي الذخيرة ان المسلم يختتن فلم يبلغ فاذا بلغ لم يختتن لان ستر عورة البالغ فرض والختان سنة فلا يترك الفرض للسنة والكافر اذا اسلم يختتن بلا اتفاق لانه قبيح في الاسلام وہو بالغ مسلمان کو بحالت نابالغی ختنہ کرا لینا چاہیے اور جب بالغ ہو جائے تو ختنہ نکرائے کیونکہ بالغ کو شرمگاہ کا چھپانا فرض ہے اور ختنہ سنت ہے پس سنت کیلیے فرض کو ترک نکرنا چاہیے اور کافر جب اسلام لائیگا اُسکا ختنہ کیا جائیگا کیونکہ وہ حالت بلوغ میں اسلام کا مخالف تھا۔ اور مجمع البرکات میں ہے وقیل في ختان الكبير اذا امكن ان يختتن نفسه فعل والا لم يفعل الا ان يمكن ان يتزوج او يشتري ختانة بڑے شخص کے لیے ختنہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ اگر وہ خود اپنا ختنہ کر سکتا ہو تو کرے ورنہ اُسکا ختنہ نہوگا مگر یہ کہ وہ کسی ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کرے

یا کسی ختنہ کرنیوالی لونڈی کو خریدے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

## باب حق الرجل علی المرأۃ

**سوال** اگر زوج نے امر مشروع کا زوجہ کو حکم دیا اور زوجہ نے نہ مانا گر زوج کو ناراض کیا تو زوجہ کے لیے کیا حکم ہی **جواب** بروایت ترمذی و ابن ماجہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ جب عورت اپنے شوہر کو رنجیدہ کرتی ہی تو وہ حور جو شوہر کو جنت مین ملنے والی ہی اس عورت کو بد دعا دیکر خطاب کرتی ہی کہ ای عورت اللہ تجھکو قتل کرے یہ مرد تھوڑے دنون تک تیرے لیے ہی پھر تجھسے جدا ہو کر میرے پاس آئیگا تو اسے کیون رنجیدہ کرتی ہی۔ اور طیبی نے شرح مشکوۃ مین لکھا ہی سخط الزوج یوجب سخط الرب و رضاہ یوجب رضاہ فی قضاء الشہوۃ فکیف اذا کان فی امر الدین شوہر کی ناراضی سے خدا ناراض ہوتا ہی اور شوہر کی رضامندی مین خدا کی رضامندی ہی حتی کہ شہوت کے پورا کرنے مین بھی تو پھر امر دین کا کیا کہنا ہی **مترجم کہتا ہی** یعنی جب شہوت کے پورا کرنے مین جو بظاہر دنیاوی کام ہی شوہر کی رضامندی سے خدا راضی ہوتا ہی اور شوہر کی ناراضی سے خدا ناراض ہوتا ہی تو امر دین مین عورت سے اگر شوہر ناراض ہوگا تو ضرور خدا بھی ناراض ہوگا اسیطرح اگر امر دین مین عورت سے شوہر راضی ہوگا تو خدا بھی ضرور راضی ہوگا انتہی **سوال** جماع کیلیے زوج نے زوجہ کو بلایا اور زوجہ نے انکار کیا تو اُسکے لیے کیا حکم ہی **جواب** جبتک اُسکا شوہر اُس سے ناراض رہیگا اُسپر اللہ اور ملائکہ کی لعنت ہوگی۔ بخاری اور مسلم نے روایت کی ہی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ ما من رجل یدعو امرأتہ الی فراشہ فتابی علیہ الا کان الذی فی السماء ساخطا علیہا حتی یرضی عنہا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ خدا کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہی جب شوہر اپنی بی بی کو جماع کرنے کیلیے بلاتا ہی اور وہ انکار کرتی ہی تو خدا اُس سے ناراض ہوتا ہی یہانتک کہ شوہر اُس سے راضی ہو جائے۔ اور نصاب الاحتساب مین ہی لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من النساء السلتاء والمرہاء فالسلتاء التی لا تختضب والمرہاء التی لا تکتحل ولعن المسوفۃ والمغسلۃ فالمسوفۃ التی اذا دعاہا زوجہا الی المباشرۃ فقالت سوف افعل والمغسلۃ التی اذا دعاہا زوجہا الی المباشرۃ فقالت انی حائض ولیست کذلک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون مین سلتاء، مرہاء، مسوفہ، مغسلہ پر لعنت کی ہی سلتاء وہ عورت ہی جو مہندی نہ لگائے اور مرہاء وہ عورت ہی جو سرمہ نہ لگائے اور مسوفہ وہ عورت ہی جسے جب شوہر بغرض مباشرت بلائے تو کہے عنقریب آتی ہون اور مغسلہ وہ عورت ہی کہ جب اُسے شوہر مباشرت کے لیے بلائے تو کہے کہ حیض سے ہون حالانکہ اُسے حیض نہو **سوال** زوجہ اگر فاحشہ عورتون کو بے شوہر کی اجازت کے اُسکے گھر مین بلائے تو شوہر منع کر سکتا ہی یا نہین اور اگر زوجہ پر تنبیہ کرے تو کر سکتا ہی یا نہین **جواب** شوہر منع کر سکتا ہی۔ برجندی نے لکھا ہے المنزل ملکہ فلہ حق المنع گھر شوہر کی ملک ہی پس وہ ممانعت کر سکتا ہی۔ اور جو عورت امر منکر کی مرتکب ہو تو شوہر کو چاہیے کہ پہلے

اُسے سمجھائے اگر نہ مانے تو سختی سے کہے اگر پھر بھی نہ مانے تو اُسے مارے لیکن نہ اسقدر پہ مارے نہ اسطرح کہ کوئی عضو ٹوٹ جائے

**سوال** اگر عورت بے شوہر کی اجازت کے اجنبی لوگون سے ملے یا اُنکی عیادت کرنے یا دعوت ولیمہ مین شریک ہونے کو جائے تو اُسکے لیے کیا حکم ہے **جواب** گنہگار رہوگی۔ اور اگر شوہر اجازت دے تو وہ بھی گنہگار رہوگا۔ درمختار مین ہے ویمنعها من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة وان اذن کانا عاصیین شوہر عورت کو اجنبیون کی زیارت اور اُنکی عیادت سے اور اُنکے یہان دعوت ولیمہ مین جانے سے روکے اور اگر شوہر اجازت دے گا تو دونون گنہگار ہونگے

**سوال** زوجہ کو زوج کی کتنی اطاعت کرنا چاہیے اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تم اپنے بھوپھیرے یا میرے بھائی کے سامنے نہ آؤ اور اُسکے والدین کہین کہ سامنے آؤ۔ تو زوجہ کو کسکی اطاعت کرنا چاہیے اور اگر زوجہ میکے گئی ہو اور زوج کے گھر آنے کا قصد نکرے تو زوج اُسکو لاسکتا ہے یا نہین **جواب** زوجہ کو جمیع امور شرعیہ مین زوج کی اطاعت کرنا چاہیے۔ شرح شرعة الاسلام مین ہے وعليها ان تطيع زوجها في الامور الشرعية ولو امرها ان تنقل الحجر من جبل وان لا تخرج من بيته الا باذنه زوجہ کو امور شرعیہ مین زوج کی اطاعت کرنا چاہیے اگرچہ وہ اس بات کا حکم دے کہ پہاڑ سے پتھر ڈھولاؤ یا بلا اجازت گھر سے نہ نکلو۔ اور جب عورت میکے سے نہ آتی ہو تو شوہر جبراً اُسکو لاسکتا ہے اور شوہر کی اطاعت دربارہ پردہ کے غیر محارم سے مقدم ہے۔ ردالمحتار مین ہے والذی ینبغی تحریره ان یکون له منعها عن کل عمل یؤدی الی تنقیص حقه او ضرره او الی خروجها من بیته قابل تحریر امر یہ ہے کہ زوج زوجہ کو ہر ایسے کام سے روک سکتا ہے جسکی بدولت اُسکا حق کم ہوتا ہو یا ضرر ہوتا ہو یا جسکے بدولت بی بی کے گھر سے نکلجانے کا اندیشہ ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

محمد عبدالحی
ابوالحسنات

## باب التفریق بالاعذار

**سوال** اگر حاکم نے کسیکو قید کرکے حبس دوام یا چودہ برس کے لیے ضلع سے خارج کردیا تو کیا اُس مین اور اُسکی زوجہ مین تفریق کرادینا چاہیے **جواب** نہین۔ درمختار مین ہے ولا یفرق بینهما بعجزه عنها ولا بعدم ایفائه لو غائبا حقها ولو موسرا وجوزه الشافعی باعسار الزوج وتضررها بغيبته ولو قضى به حنفي لم ينفذ نعم لو امر شافعيا فقضى به نفذ اذا لم يرتش الآمر والمأمور شوہر اگر بی بی سے ملنے سے عاجز ہو یا غائب ہونے کیوجہ سے ایفاء حق نہ کرسکتا ہو لیس اگر خوشحال ہو تو تفریق نکرائی جائیگی اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے جائز لکھا ہے زوجہ کی تنگدستی اور زوجہ کو غیبت زوج کی بدولت ضرر پہونچنے کیوجہ سے اگر حنفی اسکا حکم دے تو اُسکا حکم نافذ نہوگا اور شافعی اگر حکم دے تو اُسکا حکم نافذ ہوگا اگر آمر و مامور نے رشوت نلی ہو

**سوال** اگر زوج کو جنون ہوا تو زوجہ کی درخواست پر تفریق کرادیجائیگی یا نہین **جواب** اگر جنون حادث ہو جیسے عنین تو ایک برس کی مہلت دیجائیگی پھر بھی اگر اچھا نہوا تو زوجہ کو اختیار ہے اور اگر جنون مطبق ہے تو فوراً تفریق کرنا چاہیے مہلت دینے کی

ضرورت نہین ہی مجمع البرکات مین ہی ان کان بالزوج جنون او جذام او برص فلا خیار لها وقال محمد لها الخیار دفعا للضرر عنها کما فی الجب والعنة کذا فی الکافی قال محمد ان کان الجنون حادثا یوجله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرء وان کان مطبقا فهو کالجب وبه ناخذ کذا فی فتاوی العالمگیریہ ناقلا عن الحاوی اگر شوہر کو جنون یا جذام یا برص ہی تو بی بی کو خیار نہین ہی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بغرض دفع ضرر خیار ہی جیسا کہ اگر زوج مجبوب یا عنین ہو ایسا ہی کافی مین ہی امام محمد رح کہتے ہین اگر جنون حادث ہو تو ایک سال کی مہلت دیجائیگی جیسا کہ عنین کے معاملہ مین ہی پھر ایک سال بعد عورت کو خیار ہی اگر شوہر اچھا نہو جائے اور اگر جنون مطبق ہی تو اُسکا حکم مجبوب کا ایسا ہی ہم اسی سے اخذ کرتے ہین ایسا ہی عالمگیری مین حاوی سے نقل کیا ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | ابو الحسنات محمد عبد الحی |

## کتاب المفقود

**سوال** ایک شخص چار پانچ برس یا اس سے زائد ہوتے ہین کہ مفقود ہی اُسکی عورت جوان اور مرد کی خواہش رکھتی ہی اور نان ونفقہ کی محتاج ہی اندیشہ ہی کہ زنا مین مبتلا ہو جائے تو ایسی صورت مین امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب پر اُسکو عمل کر لینا چاہیے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی یا جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی بلکہ یہ بھی مرقوم ہی کہ حضرت عمر رض نے حضرت علی رض کے قول کیطرف رجوع کیا ہی اور اکثر صحابہ کا یہی مذہب ہی **جواب** اس مسئلہ مین صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین مختلف ہین حضرت عمر رض اور ایک گروہ صحابہ کا اس طرف گیا ہی کہ مفقود کی زوجہ چار برس انتظار کر کے نکاح کر لے اور بعضون نے اسپر اجماع صحابہ نقل کیا ہی۔ امام مالک رح موطا مین روایت کرتے ہین ان عمر بن الخطاب قال ایما امرأة فقدت زوجها فلم تدر این هو فانها تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل للازواج حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ جس عورت کا شوہر مفقود ہو جائے اور اُسے نہ معلوم ہو کہ کہان ہی وہ چار برس انتظار کرے پھر چار مہینے دس دن عدت بیٹھکر دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کر سکتی ہی۔ اور محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح موطا مین لکھتے ہین روی نحوه عن عثمان وعلی وقیل اجمع الصحابة علیه لم یعلم لهم مخالف فی عصرهم وعلیه جماعة من التابعین ایسا ہی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہی اور کہا گیا ہی کہ صحابہ نے اسپر اجماع کیا ہی کیونکہ اُنکے زمانے مین کوئی مخالف نہین پایا گیا اور اسپر تابعین کی ایک جماعت ہی۔ اور بعض صحابہ مثل ابن مسعود وعلی رضی اللہ عنہم بنا بر ایک روایت کے اسطرف گئے ہین۔ کہ زوجہ مفقود تا دم ظہور موت شوہر انتظار کرے اور شعبی اور نخعی کا یہی مذہب ہی جیسا کہ فتح القدیر مین ہی الحاصل ان المسألة مختلفة فیما بین الصحابة فذهب عمر الی ما تقدم وذهب علی الی انها

امرأته حتى يأتيها البيان وروى عبد الرزاق عن ابن جريج قال بلغنا ان ابن مسعود وافق عليا على ان امرأة
المفقود تنتظر ابدا واخرج ابن ابى شيبة عن ابى قلابة وجابر بن سعيد والشعبى والنخعى كلهم كانوا يقولون ليس لها ان تتزوج حتى يستبين موته
الحاصل یہ مسئلہ صحابہ کے درمیان مختلف فیہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب اوپر بیان ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیال
مین وہ عورت اُس مفقود کی بی بی ہے جبتک موت کی خبر نہ پہونچے عبد الرزاق نے ابن ابی جریج سے روایت کی ہے کہ حضرت
ابن مسعود حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اس امر مین موافق ہین کہ اُسکی بی بی ہمیشہ انتظار کرے اور ابن ابی شیبہ نے کہا ہے کہ ابو قلابہ
اور جابر اور ابن سعید اور شعبی اور نخعی سب کے نزدیک جبتک موت ظاہر نہو عورت کو نکاح کرنے کا حق نہین ہے۔ اور اس باب مین
ایک مرفوع حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی راے کے موافق وارد ہے لیکن اس حدیث کی سند مین ضعف ہے چنانچہ زیلعی تخریج
احادیث ہدایہ مین لکھتے ہین اخرج الدارقطنی فی سننه عن سوار بن مصعب حدثنا محمد بن شرحبیل عن المغیرة بن شعبة قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة المفقود امرأته حتى يأتيها البيان وجدت فى نسخة اخرى حتى يأتيها الخبر وهو حديث ضعيف قال
ابن ابى حاتم فى كتاب العلل سألت ابى عن حديث رواه سوار بن مصعب عن محمد عن المغيرة فى امرأة المفقود فقال ابى هذا حديث منكر ومحمد متروك الحديث
ويروى عن المغيرة مناكير اباطيل وذكره عبد الحق فى احكامه من جهة الدارقطنى واعله بمحمد بن شرحبيل قال انه متروك وقال ابن القطان فى كتابه سوار بن مصعب
اشهر المتروكين انتهى دارقطنی نے اپنی سنن مین لکھا ہے کہ سوار بن مصعب نے بسند محمد بن شرحبیل مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ حضور سید الانبیاء علیہ التحیۃ
والثنا نے فرمایا ہے مفقود کی بی بی اُسکی بی بی ہے یہانتک کہ اُسکا علم ہوجائے اور دوسرے نسخہ مین ہے یہانتک کہ اُسکی خبر پہونچ
جائے یہ حدیث ضعیف ہے ابن ابی حاتم نے کتاب العلل مین کہا ہے کہ مین نے اپنے والد سے اُس حدیث کے متعلق پوچھا جسکو سوار
ابن مصعب نے محمد بن مغیرہ کے واسطے سے مفقود کی بی بی کے متعلق روایت کیا ہے تو میرے والد نے کہا کہ یہ حدیث قابل اعتبار
نہین محمد متروک الحدیث ہین اور مغیرہ سے جھوٹی بے اصل باتین روایت کیا کرتے ہین اسے عبد الحق نے احکام مفقود مین
دارقطنی سے نقل کیا ہے اور محمد بن شرحبیل کیوجہ سے اسکی تعلیل کی ہے اور کہا ہے کہ وہ متروک ہین اور ابن قطان نے اپنی کتاب
مین لکھا ہے کہ سوار بن مصعب متروکین مین مشہور ہین۔ اور اسیطرح بدر الدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ مین تحریر کیا ہے جب امر
ممہد ہوگیا تو جاننا چاہیے کہ چونکہ حدیث مرفوع اس مسئلہ مین بطریق ضعیف وارد ہے اور صحابہ خود مختلف ہین لہذا ائمہ مجتہدین
بھی اس مسئلہ مین مختلف ہوگئے ائمہ حنفیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی راے کو بضم حدیث مرفوع مرجح کیا اور ائمہ مالکیہ نے حضرت
عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما وغیرہ کی راے کو مختار کیا لیکن ائمہ حنفیہ تصریح کرتے ہین کہ ضرورت کے وقت امام مالک رح
کے قول پر فتوی دینا درست ہے جو ایک جماعت صحابہ کی راے کے موافق ہے اور جب وقوع حرام کا خوف ہو تو امام مالک رح
کے مسلک پر عمل کرنا جائز ہے جامع الرموز مین ہے قال مالک والاوزاعی الى اربع سنين فينكح عرسه بعدها كما فى النظم فلو افتى به

فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لاباس بہ علی ما اظن مالک اور اوزاعی نے کہا ہی کہ چار برس انتظار کرکے اُسکی بی بی شادی کرے جیسا کہ نظم مین ہی اگر ضرورت کے وقت اسپر فتوی دیا جائے تو میرے خیال مین کچھ حرج نہین ہی - اور رد المختار مین ہی ذکر ابن وھبان فی منظومتہ انہ لوافتی بقول مالک فی موضع الضرورۃ یجوز فاعترضہ شارحھا ابن الشحنۃ بان لاضرورۃ للحنفی الی ذلک وقال الشارح فی الدر المنتقی ھذا لیس باولی القول قال القھستانی لوافتی بہ فی موضع الضرورۃ لا باس بہ علی ما اظن ابن وھبان نے اپنی منظوم مین کہا ہی کہ اگر ضرورت کیوقت امام مالک رح کے قول پر فتوی دیا جائے تو کچھ حرج نہین ہی اور ابن شحنہ نے اسکی شرح مین اعتراض کیا ہی کہ حنفی کو اسکی کچھ ضرورت نہین ہی اور شارح نے در منتقی مین کہا ہی کہ یہ اولی نہین ہی اور قہستانی نے کہا ہی میرے نزدیک اگر ضرورت کیوقت اسپر فتوی دیا جائے تو کچھ حرج نہین ہی **سوال** زید ساٹھ برس کی عمر مین ایک زوجہ تین بیٹے دو بیٹیان چھوڑ کر مفقود الخبر ہو گیا اب تقسیم ترکہ مین کبتک انتظار رہنا چاہیے اور میعاد کے اندر اُسکے ورثہ کے درمیان مین ترکہ کا نفع کیونکر متصور ہوگا اور اُسکے انتظام کی کیا صورت ہوگی **جواب** تقسیم ترکہ مین تیس برس اور انتظار کرنا چاہیے تاکہ اُسکی عمر کے نوے برس پورے ہو جائین - اسکے بعد ورثاے موجودہ پر ترکہ تقسیم ہوگا اور اتنی مدت تک مال اُسکے وکیل اور امین کے قبضے مین رہیگا اگر کر گیا ہو ورنہ حاکم محافظ مقرر کریگا اور ورثہ اُسکے مال سے نفع نہین اُٹھا سکتے درمختار مین ہی فی معروضات المفتی ابی السعود انہ لیس لامین بیت المال نزعہ من ید من بیدہ ممن امنہ علیہ قبل ذھابہ معروضات مفتی ابی السعود مین ہی امین بیت المال کو یہ حق نہین ہی کہ وہ امین سے جسکو مفقود خود مقرر کر گیا ہی اُسکی جائداد کو علحدہ کرے - اور تنویر الابصار مین ہی لا یقسم مالہ ونصب القاضی من یاخذ حقہ ویحفظ مالہ ویقوم علیہ عند الحاجۃ الی موت اقرانہ فی بلدہ علی المذھب اُسکا مال تقسیم نہین کیا جائیگا بلکہ قاضی کو چاہیے کہ کوئی ایسا شخص مقرر کردے جو اُسکا حق لیتا رہے اور اُسکے مال کی حفاظت کرتا رہے اور جب اُسکے ہمعصر جو اُسکے شہر مین ہون مرجائین تو بر مذہب صحیح اُسکا مال اُسکے ورثہ پر تقسیم کیا جائیگا - اور رد المحتار شرح درالمختار مین ہی قیل یقدر بتسعین سنۃ من حین ولادتہ واختارہ فی الکنز وھو الارفق ھدایہ وعلیہ الفتوی ذخیرہ بعض کے نزدیک اُسکی مقدار ولادت سے نوے برس ہی اسے کنز مین اختیار کیا ہی یہی نرم طریقہ ہی جیسا کہ ہدایہ مین ہی اور اسی پر فتوی ہی جیسا کہ ذخیرہ مین ہی **سوال** اہل تحقیق زوجۂ مفقود کیلیے کیا فرماتے ہین کیا اُسکے لیے یہ جائز ہی کہ چار برس انتظار کرکے چار مہینے دس دن عدت بیٹھے پھر دوسرے کے ساتھ نکاح کرے جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور علماے مدینہ رحمہم اللہ کا فتوی ہی **جواب** صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے مین یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا صحابہ اور تابعین کا ایک گروہ اسکا قائل تھا کہ زوجۂ مفقود کو خبر موت یا خبر طلاق کا انتظار کرنا چاہیے جیسا کہ فتح القدیر مین ہی ذھب علی رض الی انھا امرأتہ حتی یاتیھا البیان وروی عبد الرزاق عن ابن جریج قال بلغنا

ان ابن مسعودؓ وافق علیاً علی ان امرأة المفقود تنتظر ابدا واخرج ابن ابی شیبة عن ابی قلابة وجابر بن سعید والشعبی والنخعی کلہم
قالوا لیس لہا ان تتزوج حتی یستبین موتہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک اُسے انتظار کرنا چاہیے یہانتک کہ اُسے
خبر معلوم ہوجائے اور عبد الرزاق نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ اس مسئلہ مین حضرت علیؓ کے موافق ہین کہ
مفقود الخبر کی زوجہ کو تمام عمر منتظر رہنا چاہیے ابن ابی شیبہ نے ابو قلابہ سے روایت کی ہے کہ جابر بن سعید اور شعبی اور نخعی سب اسکے
قائل ہین کہ اُسے شادی نہ کرنا چاہیے یہانتک کہ موت مفقود ظاہر ہوجائے۔ حنفیہ کا یہی مذہب ہے اسکی موت کے متعلق سخت
اختلاف ہوگیا ہے جیسا کہ کتب حنفیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اور اپنے مذہب کی تائید مین ایک مرفوع حدیث پیش کرتے
ہین جیسا کہ ہدایہ وغیرہ مین ہے امرأة المفقود امرأته حتی یاتیها البیان مفقود الخبر کی بی بی اُسیکی بی بی سمجھی جائیگی یہانتک کہ
کہ اُسے خبر پہونچ جائے لیکن اس حدیث کی سند قابل احتجاج نہین ہے زیلعی اور ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ مین اور عینی نے
شرح ہدایہ مین لکھا ہے انہ خبر اخرجہ الدارقطنی فی سننہ عن سوار بن مصعب ثنا محمد بن شرحبیل عن المغیرة بن شعبة
قال ابن ابی حاتم فی العلل سألت ابی عن حدیث رواہ سوار عن محمد عن المغیرة فقال ابی ہذا حدیث منکر ومحمد متروک الحدیث
یروی عن المغیرة مناکیر واباطیل وذکرہ عبد الحق فی احکامہ من طریق الدارقطنی وعلہ بمحمد بن شرحبیل وقال انہ متروک وقال
ابن القطان فی کتابہ سوار اشہر فی المتروکین سنن دارقطنی مین یہ حدیث بسند سوار بن مصعب عن محمد بن شرحبیل عن مغیرہ بن شعبہ مروی ہے
ابن ابی حاتم علل مین لکھتے ہین کہ مین نے اپنے باپ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا اُنھون نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور
محمد متروک الحدیث ہین مغیرہ سے جھوٹی باتین روایت کیا کرتے ہین عبد الحق نے احکام مفقود مین اس حدیث کو بطریق دارقطنی روایت
کیا ہے اور محمد بن شرحبیل کیوجہ سے اسکی تعلیل کی ہے اور کہا ہے کہ وہ متروک ہین ابن قطان نے اپنی کتاب مین کہا ہے کہ سوار متروکین
مین بہت مشہور ہین۔ اور ایک جماعت اس جانب گئی ہے کہ چار برس کے بعد چار مہینے دس دن عدت بیٹھکر اُسے نکاح کرلینے
کا حق ہے اسے ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق اور دارقطنی اور مالک نے بطرق متعددہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور
عبد الرزاق نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ایسی ہی روایت کی ہے اسکی تفصیل ابن حجر اور زیلعی وغیرہ نے کی ہے اور یہی
مالکیہ وغیرہ کا مذہب ہے اور یہ دلیل کے اعتبار سے قوی ہے اور اصول حنفیہ کا مقتضے یہ ہے کہ اسی پر فتوی دیا جائے کیونکہ جن امور مین
عقل معلوم نہوسکے اُنمین صحابی کا قول مرفوع کے حکم مین ہوا کرتا ہے تو حنفیہ لامحالہ عند الضرورة اسپر فتوی دینے کو جائز رکھین گے جیسا کہ
جامع الرموز مین امام مالکؒ کا مذہب ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے فلو افتی بہ فی موضع الضرورة ینبغی ان لا باس بہ علی ما اظن
اگر ضرورت کے وقت اسپر فتوی دیا جائے تو میرے خیال مین کچھ حرج نہونا چاہیے۔ اور ابن وہبان نے اپنے منظوم مین لکھا ہے
انہ لو افتی بہ فی موضع الضرورة یجوز ضرورت کے وقت اگر اسپر فتوی دیا جائے تو جائز ہے۔ اور ایسا ہی رد المحتار وغیرہ

مین بھی ہی **سوال** (۱) جس عورت کا مرد پانچ یا چھ برس سے بے نشان ہو اُسکو دوسرا نکاح کرلینے کا اختیار ہی یا نہین اورامام مالک وامام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہین جب چار برس گذر جائین تو قاضی اُن دونون کے درمیان مین تفریق کرادی پھر عورت دوسرا نکاح کرلے۔ دریافت طلب یہ امر ہو کہ اگر تفریق کرادینا جائز ہو تو اس پرآشوب زمانے مین کہ نہ قاضی ہی نہ اُسکے احکام پر عمل ہوتا ہو کیا کیا جائے (۲) فسخ کے بعد عدت طلاق یا وفات عورت کو بیٹھنا چاہیے یا نہین (۳) اگر ضرورتاً کسی مسئلے مین کوئی شخص امام شافعی یا امام مالک رحمہما اللہ کی تقلید کرے تو کیا ہر مسئلے مین اُنکی تقلید لازم ہوجائیگی **جواب** عند الضرورت بعض مسائل مین امام شافعی ومالک رحمہما اللہ کی تقلید کرنا درست ہی بشرطیکہ اُس مسئلہ کے جملہ شروط واحکام پر عمل کرے۔ درمختار مین ہی ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ لکن بشرط ان یلتزم جمیع مایوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع عند الضرورۃ تقلید مین کچھ حرج نہین ہی لیکن اس شرط سے کہ اُن تمام امور پر عمل کرے جسکو اُس امام نے واجب ٹھہرایا ہو کیونکہ ہم بیان کرچکے ہین کہ حکم ملفق بالاجماع باطل ہی۔ اور جسنے ایک خاص مسئلہ مین کسی امام کی تقلید کی اُسپر کل مسائل مین اُس امام کی تقلید لازم نہین ہی حسن شرنبلالی العقد الفرید لبیان الراجح من جواز التقلید مین لکھتے ہین واعلم ایضا انہ یجوز العمل بجملۃ مسائل کل منہا علی مذہب مستقل لما علمتہ ویقول المحقق ابن الھمام وھل یقلد غیرہ ای غیر من قلدہ اولا فی شئ فی غیرہ ای غیر ذلک الشئ کان یعمل اولا فی مسئلۃ بقول ابی حنیفۃ وثانیا فی اخری بقول مجتہد اخر المختار کما ذکرہ الآمدی وابن الحاجب یہ جائز ہی کہ ہر مسئلہ مین ایک مستقل مذہب پر عمل کرے اور محقق ابن ہمام کہتے ہین کہ ایک مسئلہ مین جسنے ایک شخص کی تقلید کی تھی وہ دوسرے مسئلہ مین دوسرے کی تقلید کرسکتا ہی مثلا پہلے ایک مسئلہ مین امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر عمل کیا تھا اور دوبارہ دوسرے مسئلہ مین دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کیا مختار وہی ہی جسے آمدی اور ابن حاجب نے لکھا ہی۔ اور مسئلہ مفقود مین حنفیہ کے نزدیک عند الضرورت بتقلید مالکیہ وشافعیہ چار برس کے بعد نکاح کردینا درست ہی۔ جامع الرموز مین ہی قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسہ بعدہا کما فی النظم فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ علی ما اظن مالک واوزاعی رحمہما اللہ کہتے ہین کہ چار برس تک انتظار کیے پھر زوجہ دوسرے سے نکاح کرے جیسا کہ نظم مین ہی پس اگر ضرورت کے وقت اسپر عمل کیا جائے تو میرے خیال مین اسمین کچھ حرج نہین ہی۔ اور رد المحتار مین ہی ذکر ابن وہبان فی منظومتہ انہ لو افتی بقول مالک فی موضع الضرورۃ یجوز ابن وہبان نے اپنی منظوم مین لکھا ہی کہ ضرورت کے وقت اگر امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیا جائے تو جائز ہی۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک چار برس گذرنے کے بعد عدت وفات لازم ہو اُسکے بعد نکاح جائز ہی نکاح کے بعد اگر زوج اول آجائے تو اُسکو کچھ حق نہوگا اگر زوج ثانی نے صحبت کی ہو موطا امام مالک اور شرح زرقانی مین ہی مالک عن یحیی بن سعید

عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب قال ایما امرأۃ فقدت زوجها فلم تدر این ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشہر وعشرا ثم تحل للازواج وروی نحوہ عن علی وعثمان قال مالک وان تزوجت بعد انقضاء عدتہا فدخل بہا زوجہا او لم یدخل بہا فلا سبیل لزوجہا الاول الیہا اذا جاء او ثبت انہ حی لان الحاکم اباح للمرأۃ الزوج مع امکان حیاتہ قال مالک وذلک الامر عندنا فالعقد بمجردہ یفیتہا ثم رجع مالک عن ہذا قبل موتہ بعام وقال لا یفیتہا علی الاول الا دخول الثانی غیر عالم بحیاتہ واخذ بہ ابن القاسم واشہب قال فی الکافی ہو الاصح من طریق الاثر لانہا مسئلۃ قلد فیہا عمر

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس عورت کا شوہر مفقود ہو جائے اور معلوم نہو کہ وہ کہاں ہے اُسے چار برس انتظار کرنا چاہیے پھر چار مہینے دس دن عدت بیٹھکر وہ دوسرے کے لیے حلال ہو سکتی ہے ایسا ہی حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے امام مالک نے کہا ہے اگر عدت پوری ہونے کے بعد عورت نے شادی کر لی تو اس شوہر ثانی نے اُسکے ساتھ صحبت کی ہو یا نکی ہو بہرحال پہلے شوہر کو اگر وہ آجائے یا اُسکے زندہ ہونے کا علم ہو جائے اب کچھ حق نہین ہے کیونکہ حاکم نے اُسکے لیے موجودہ شوہر کو حلال کر دیا ہے باوجودیکہ زوج اول کی حیات ممکن بھی امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک ہے کہ عقد محقق اُسکی حیات کو گویا فوت کر دیتا ہے یعنے زوج اول اگر زندہ بھی ہو تو وہ اپنی زوجہ کے حق مین زندہ نہین ہے پھر امام مالک رح نے اپنی موت سے ایک سال پہلے اپنے اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ زوج اول کا حق فوت نہین ہو سکتا تاوقتیکہ زوج ثانی نے اُس کے ساتھ زوج اول کی حیات کو نہ جانکر صحبت کی ہو اسی سے ابن قاسم و اشہب نے اخذ کیا ہے کافی مین ہے کہ یہی اصح ہے بطریق اثر کیونکہ اس مسئلہ مین ہمنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی تقلید کی ہے تبین حنفیہ بھی اسیکے موافق فتوی دے سکتے ہین کوئی ضرورت تفریق قاضی و حاکم کی نہین ہے اور ایک روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عبد الرزاق اور بیہقی وغیرہ نے یہ بھی کی ہے کہ اُنھون نے زوج اول کے آنیکے بعد اُسکو اختیار دیا کہ اپنی زوجہ لیلے یا مہر واپس کرا لے اور اُسکو نلے

واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ابو الحسنات محمد عبد الحی

## کتاب التولیۃ

**سوال** صغیرہ کے نکاح کی ولایت ماں کو ہے یا نہین **جواب** عدم عصبات کی صورت مین ہے۔ تنویر الابصار مین ہے والولی فی النکاح الصغیر والصغیرۃ ولو ثیبا صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا حق ولی کو حاصل ہے اگرچہ ثیبہ ہو اور دوسری جگہ لکھا ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام نکاح مین ولی عصبہ بنفسہ ہے اور عصبہ نہونے کی حالت مین ماں کو ولایت حاصل ہے **سوال** اگر چھوٹی لڑکی کی ماں اور دادا موجود ہین تو نکاح کی ولایت کسکو ہے **جواب** دادا کو نہ ماں کو۔ شرح وقایہ مین ہے والولی العصبۃ علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریتہ وتکلیفہ واسلام فی حق مسلم ... ونکا فرتعا لا مر ولی عصبات مین

ترتیب حجب وارث بشروط حریت و تکلیف و اسلام مسلمان اولاد ہین نہ کافر ہین پھر ماں ہے **سوال** اگر دادا کی موجودگی مین
ماں نے نکاح کر دیا تو دادا کو فسخ کا حق حاصل ہے یا نہین **جواب** حاصل ہے سراج منیر مین ہے واذا زوجت الام
بنتها الصغیرۃ والعصبۃ حی فنکاحها یرد النکاح چھوٹے لڑکے یا چھوٹی لڑکی کا نکاح ولی بعید نے کر دیا ہین اگر ولی قریب رد کرے
تو نکاح رد ہو جائیگا **سوال** ہے ولی اقرب کی موجودگی مین ولی ابعد نے نکاح کر دیا مگر ولی اقرب صغیر یا مجنون ہے تو نکاح جائز ہے
یا نہین **جواب** جائز ہے۔ عالمگیری مین ہے وان زوج الصغیرۃ او الصغیر ابعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضرا وهو من اهل
الولایۃ توقف نکاح الابعد علی اجازته وان لم یکن من اهل الولایۃ بان کان صغیرا او کان کبیرا مجنونا چھوٹے لڑکے
یا چھوٹی لڑکی کا نکاح ولی بعید نے کر دیا ہے اگر ولی قریب موجود ہو اور ولی ہونے کی قابلیت رکھتا ہو تو نکاح اسکی اجازت
پر موقوف ہے اور اگر ولی ہونے کی قابلیت نہ رکھتا ہو مثلا چھوٹا یا بڑا مگر مجنون ہو تو نکاح جائز ہے **سوال** ایک نابالغ یتیم
لڑکی ہے اسکا دادا ابھی مر چکا ہے البتہ چچا اور ماں زندہ ہین جو اسکی شادی کرنا چاہتے ہین اور یہ ہمارے امام شافعی رحمہ کے مذہب
پر دشوار ہے پس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر اسکا ولی کون ہوگا اور کیونکر عقد درست ہوگا اور کن ارکان اور کن شروط
کا اعتبار کرنا ہوگا **جواب** ہمارے ائمہ حنفیہ کے نزدیک نکاح مین وہ عصبہ ولی ہے جس مین عورت کا واسطہ نہو بترتیب
حجب و ارث ہیجھے اور اگر کوئی ایسا عصبہ موجود نہو تو ماں پھر دادی پھر لڑکی پھر پوتی پھر نواسی پھر پوتے کی لڑکی پھر نواسے کی
لڑکی و ہکذا پھر نانا پھر اخت حقیقی پھر اخت لاب پھر اخت لام پھر ذوی الارحام ولی ہین یہ بحر الرائق اور در مختار مین ہے پس
صورت مسئولہ مین جبکہ چچا موجود ہے تو وہی اسکا ولی ہوگا **سوال** اگر کسی دختر نابالغہ کا باپ جو اسکا ولی ہے فضول خرچ اور
سفیہ ہو اور وہ نابالغہ کی جائداد برباد کرتا ہو تو نابالغہ کا شوہر یا کوئی اور قرابت دار ولی جائداد و املاک نابالغہ کا مہتمم شرعا
ہوسکتا ہے یا نہین **جواب** ایسی صورت مین حاکم وقت کو چاہیے کہ اسکے قبضے سے جائداد نکال کے کوئی وصی مقرر کردے
جو جائداد کی حفاظت کرے تنقیح فتاوے حامدیہ مین ہے فی الولوالجیۃ والخلاصۃ لو کان الاب مبذرا متلفا مال ابنه الصغیر
فالقاضی ینصب وصیا وینزع مال ابنه عن یدہ ویحفظه ولوالجیہ اور خلاصہ مین ہے اگر باپ مبذر اور متلف ہو جو صغیر کا
مال تلف کرتا ہو تو قاضی کو چاہیے کہ وصی مقرر کرے جو جائداد کی حفاظت کرے اور باپ کے ہاتھ سے مال نکال لے **سوال**
مسماۃ اشرف النسا نابالغہ نا کتخدا ہے اور اسکے ماں باپ بھائی بہن دادا دادی نانا نانی خالو خالہ پھوپھا پھوپی کوئی نہین ہے مگر
محمد حسین اور احمد حسین دو حقیقی ماموں اور مسماۃ صغری ایسی پھوپھی جسکا دادا اور اشرف النسا کے باپ کا دادا دونون حقیقی بھائی
تھے اور صغری کا لڑکا عزیز الدین جو اشرف النسا کی علاتی ہمشیر متوفی کا شوہر ہے اور اسی علاتی ہمشیر متوفی کا نابالغ پسر محمد اسحاق
اور چند عصبہ اشرف النسا کے یعنی جد الجد کے جد کی پوتی کی پوتی کا لڑکا موجود ہے اس صورت مین اشرف النسا کے نکاح کا ولی کون ہے

پھر وہ ولی اگر اُسکا نکاح کسی بالغ یا نابالغ کے ساتھ پڑھ دے تو اشرف النسا کی پرورش اور اُسکے مال کی حفاظت و انتظام
کس مدت تک کون کریگا وہی پھوپھی یا ماموں یا عصبہ مذکورین یا اشرف النسا کا بالغ شوہر یا عزیز الدین یا کوئی اور۔ اور جب
پرورش و حفاظت و انتظام مال کی وہ مدت ختم ہوجائے تو اُسکے بالغ ہونے تک کون کریگا **جواب** اشرف النسا کے نکاح
کا ولی اُسکا عصبہ ہوگا۔ درمختار میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ وھو من یتصل بالمیت بنفسہ بلا توسط انثی علی ترتیب
الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت
وھکذا ثم للجد الفاسد ثم للاخت لاب وام ثم لاخت لاب ثم لاولاد الام ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنات
الاعمام وبھذا الترتیب اولادھم۔ نکاح میں ولی عصبہ بنفسہ ہے یعنی جسے میت سے بلا واسطہ کسی عورت کے قرب ہو ترتیب
ارث وحجب اور اگر عصبہ نہو تو ماں کو ولایت ہے پھر لڑکی کو پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پوتے کی لڑکی کو پھر نواسی کی لڑکی کو وہکذا پھر
نانا کو پھر حقیقی بہن کو پھر اخت لاب کو پھر ماں کی اولاد کو پھر ذوی الارحام میں سے پھوپھیوں کو پھر ماموں کو پھر خالاؤں
کو پھر چچا کی لڑکیوں کو پھر اسی ترتیب سے اُن سبکی اولاد کو۔ اور مال کے انتظام کے متعلق ردالمحتار میں ہے الولی فیہ
الاب ووصیہ والجد ووصیہ والقاضی ونائبہ فقط اس باب میں ولی باپ ہے اور اُسکا وصی اور دادا اور اُسکا وصی اور قاضی
اور اُسکا نائب۔ اور عالمگیری میں ہے نفقۃ الصبی بعد الفطام اذا کان لہ مال فی مالہ ھکذا فی المحیط لڑکے کا نفقہ دودھ
چھوٹنے کے بعد اگر اُسکا مال ہو تو خود اُسکے مال سے دیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور بھی اسی میں ہے وان کان المیت ترک
اموالا وترک اولادا صغارا کانت نفقۃ الاولاد من انصبائھم وکذا کل من یکون وارثا فنفقتہ فی نصیبہ بعد ھذا ینظر
ان کان المیت قد اوصی الی رجل فالوصی ینفق علی الصغار من انصبائھم وان کان لم یوص الی احد فالقاضی یفرض
لکل واحد من الصغار فی نصیبہ بقدر ما یحتاج الیہ من النفقۃ علی قدر سعۃ اموالھم وضیقھا
اگر میت نے مال و صغیر اولاد چھوڑی ہو تو اُسکی اولاد کا نفقہ اُنکے حصوں میں سے دیا جائیگا اسیطرح ہر وارث کا نفقہ اُسکے حصہ میں سے دیا
جائیگا اسکے بعد دیکھا جائیگا اگر میت نے کسیکے لیے وصیت کی ہے تو وصی ورثا کے حصوں سے اُنکا اوپر خرچ کرے ورنہ قاضی ہر ایک کیلیے
اُسکے حصہ میں سے بقدر ضرورت نفقہ کیلیے مقرر کردے اور اسکا اندازہ کرے کہ وہ خوشحال ہیں یا تنگ حال پس صورت مسئولہ میں
اشرف النسا کے نکاح کا متولی عصبہ ہوگا اور تا بلوغ اُسکی پرورش و صرف کا خرچ اُسیکے حصہ سے دیا جائیگا اور مال کی حفاظت و اُسکا
انتظام باپ یا دادا کی وصی کے متعلق رہیگا اور اگر باپ یا دادا نے کسیکو وصی نہیں کیا ہے تو قاضی یا نائب قاضی کے متعلق رہیگا اور بلوغ کے بعد وہ مال اُسکی
سپرد کردیا جائیگا **سوال** ہندہ مادر زید نے زید کی نابالغی کے زمانے میں بحیثیت ولایت زید کے لیے موضع احمد آباد کو ساٹھ
ہزار روپیہ پر بکر سے اکتوبر ۱۸۷۱ع میں خرید اور منجملہ زر ثمن کے بیس ہزار روپیہ ذات خاص نابالغ سے اور چالیس ہزار

روپیہ مسمی ولید مہاجن سے قرض لیکر زرثمن ادا کیا اور چالیس ہزار روپیے کے عوض مین موضع احمد آباد کو مہاجن مذکور کے
پاس رہن بالوفا کر دیا اور رہن نامہ مین ایک قسم کا تاوان سالانہ تعدادی پانسو روپیہ ولید کیلیے لکھدیا پھر ہندہ والدۂ
نابالغ نے لغایت ۱۴ فروری ۱۸۷۸ء وقتاً فوقتاً بابت قرضہ مزید و تاوان مندرجہ دستاویز مورخہ ۲ جنوری ۱۸۷۸ء
جوڑکر کے ایک دستاویز زر مزید بابت آٹھ ہزار روپیہ کے علاوہ دستاویز چالیس ہزار روپیہ کے ولید کے نام
لکھدی اور اُسکا بار موضع احمد آباد پر بشرائط رہن بیع بالوفا عائد کیا زید نابالغ ستمبر ۱۸۷۸ء کو بالغ ہوا اور اپنی مان کی خریداری
کو زید نے منظور کیا لیکن زید دعویدار ہوکر یہ بات ثابت کرتا ہی کہ پہلے جو چالیس ہزار روپیہ ہندہ نے قرض لیکر زرثمن ادا
کیا اُسکے لینے کی اسوجہ سے ضرورت نتھی کہ زید کی دوسری جائداد موجود تھی ادائے زرثمن مین دوسری جائداد کو صرف
کرنا چاہیے تھا دوسرے اگر قرض لینے کی ضرورت بھی تو بوجہ اسکے کہ فعل ہندہ کا ایسا نہین ہی جو ایک ہوشیار شخص اپنی
ذات اور جائداد کیلیے کرتا تیسرے آٹھ ہزار روپیہ چالیس ہزار روپیہ کے علاوہ جو ہندہ نے احمد آباد پر بروے دستاویز
ثانی عائد کیا ہی اُسکے لینے کی کوئی ضرورت نتھی اور نہ نابالغ اور اُسکی جائداد کو اس سے فائدہ ہوا بلکہ صریحی اُسکی جائداد
کو نقصان پہونچا پس زید کا دعوی بہ نسبت بطلان دستاویز زر قرضہ چالیس ہزار روپیہ کے شرعاً جائز ہی یا نہین اور
آٹھ ہزار روپیہ والی دوسری دستاویز کی پابندی زید پر لازم ہی یا نہین یا فعل خریداری ہندہ کو تسلیم کر لینے کے بعد دوسری
دستاویز سے بھی زید انکار نہین کر سکتا۔ اور مان کا ایسا فعل زید کو پابند کر سکتا ہی یا نہین **جواب** تصرفات مالیہ مین
جیسے رہن اجارہ استدانہ بیع شراء وغیرہ مین مان کو ولایت حاصل نہین ہی اور طفل کو انکا مان لینا ضروری نہین مگر یہ کہ بعد
بلوغ اُسکے تصرفات کی اجازت دے۔ جامع الفصولین مین ہی الولایۃ فی مال الصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ولو بعد
فلومات ابوہ ولم یوص فالولایۃ الی اب الاب ثم وصیہ ثم الی وصی وصیہ فان لم یکن فالقاضی و من نصبہ القاضی
مال صغیر مین ولایت باپ کو ہی اور اُسکے وصی کو پھر اُسکے وصی کے وصی کو وہکذا لیس اگر باپ بغیر وصی کیے مرگیا تو اُسکے دادا اور دادا
کے وصی کو اور دادا کے وصی کے وصی کو ولایت ہی اور اگر یہ بھی نہون تو قاضی کو ولایت ہی اور اُسنے جسے وصی کیا ہو۔ اور
عالمگیری مین ہی الام اذا رہنت مال طفلہا فانہ لا یجوز الا ان تکون وصیۃ او تکون ماذونۃ من جہۃ من یلی الطفل
مان اپنے لڑکے کے مال کو رہن نہین کر سکتی لیکن جبکہ وہ وصی ہو یا لڑکے کے ولی نے اُسکو اجازت دیدی ہو۔ پس صورت مسئولہ
مین زید پر بوجہ خریداری کے تسلیم دستاویز قرضہ و رہن لازم نہین اور مان کے فعل کا اُسپر الزام نہین ہو سکتا **سوال** زید کے
نام سلطان یا اُسکے نائب نے کچھ سالانہ وظیفہ بزرگان دین کی نذر و نیاز کے لیے مقرر کیا زید کی وفات کے بعد اُسکے بڑے بیٹے
بکر کے نام وہ خدمت مقرر ہوئی اسیطرح وہ وظیفہ اکبر اولاد مین بکر کے پوتے خالد تک جاری رہی خالد کے مرنے کے بعد باوجودیکہ

اُسکا بیٹا محمود موجود ہے عمرو اُسکے چچا کے بھائی نے جبرًا سپر قبضہ کیا پس اسکا حقدار محمود ہی یا عمرو **جواب** خدمت مذکورہ کا حقدار شرعًا اور عرفًا محمود ہی نہ عمرو۔ تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہی اذا مات من له وظیفة فی بیت المال لمصالح الشرع واعزاز الاسلام وللمیت ابناء یراعون و یقیمون حق الشرع کما یراعی و یقیم الاب فللامام ان یعطی وظیفة الاب لابناء المیت لا لغیرهم لحصول مقصود الشرع وانجبار کسر قلوبهم جسے بیت المال سے حق شرع یا اعزاز اسلامی کیوجہ سے وظیفہ ملتا ہو اگر وہ مرجائے اور اُسکے لڑکے ہون جو باپ کیطرح رعایت اور اقامت حقوق شرعی کی کرتے ہون تو امام کو باپ کا وظیفہ ابناء میت کو دینا چاہیے نہ کسی اور کو تاکہ مقصود شرع حاصل ہو اور باپ کے مرنے سے جو اُنکے قلوب شکستہ ہوگئے ہین اُنکو تسکین ہو۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

## باب الحلف

**سوال** قرآن شریف کی قسم کھانا شرعی قسم ہی یا نہین **جواب** قرآن شریف کی قسم کھانا اگرچہ بعضون کے نزدیک قسم ہوتی ہی جیسا کہ درمختار مین ہی لیکن ارباب متون نے اسکو قسم نہین مانا ہی وقایہ مین ہی لا بغیر اللہ کالنبی والقرآن والکعبة نہ خدا کے سوا کسی اور کی قسم جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ اور عالمگیری مین ہی وقال محمد فی الاصل لو قال والقرآن لا یکون یمینا ذکرہ مطلقا امام محمد رحمہ اللہ نے اصل مین کہا ہی کہ اگر والقرآن کہا تو قسم نہوگی اسکو انھون نے مطلق ذکر کیا ہی **سوال** جب کوئی شخص کہے اگر مین ایسا کام کرون تو مجھپر اللہ تعالی جنت حرام کردے یا دوزخ مین ڈالدے پس یہ قول یمین ہی یا نہین **جواب** نہین جیسا کہ مبسوط مین ہے

**سوال** اگر کسی نے خدا کی قسم کھا کے کہا کہ فلان آدمی کو مین سبق نہ پڑھاؤن گا اور تعلیم خیر نہ دونگا تو کیا کرے **جواب** قسم کے خلاف کرے اور تعلیم خیر اور کفارہ دے۔ بخاری اور مسلم مین ہی اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرها خیرا منها فکفر عن یمینک وائت بالذی هو خیر جب تم کسی بات کی قسم کھاؤ اور اُسکے خلاف کو اچھا جانو تو اپنی قسم کا کفارہ دو اور جو بہتر ہو وہی کرو **سوال** اگر قسم کھائی کہ مین زید کے گھر مین قدم نرکھونگا اور سوکے زید کے گھر مین پاؤن پھیلائے تو حانث ہوگا یا نہین **جواب** زید کے گھر مین داخل ہونے سے حانث ہوگا نہ قدم رکھنے سے۔ درمختار مین ہی لا یضع قدمه فی دار فلان حنث بدخولها مطلقا ولو حافیا او راکبا لما تقرر ان الحقیقة متی کانت متعذرة او مهجورة صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیه لم یحنث اگر قسم کھائی کہ مین فلان کے گھر مین اپنے قدم نہ رکھونگا تو مطلق دخول سے حانث ہوگا چاہے ننگے پاؤن جائے چاہے سوار ہو کر کیونکہ یہ بات معلوم ہی کہ جب حقیقت دشوار یا متروک ہوتی ہی تو معنی مجازی مراد ہوتے ہین حتے کہ اگر سویا اور اپنے دونون پاؤن اُس کے گھر کے اندر پھیلائے تو حانث نہوگا۔

**سوال** غیر خدا کی قسم کھانا درست ہی یا نہین **جواب** نہین - ہدایہ مین ہی فالیمین باللہ دون غیرہ یعنی یمین خدا کے ساتھ خاص ہی دوسرے کے ساتھ نہین **سوال** اللہ کے اوصاف کے ساتھ جیسے معذب الکاذبین اور عالم الغیب والشہادۃ یمین کی تاکید کرنا جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی - ہدایہ مین ہی یؤکد بذکر اوصافہ وھو التغلیظ قسم کی تاکید اوصاف کے ذکر سے ہوتی ہی اسکو تغلیظ کہتے ہین **سوال** تغلیظ کے وقت اُس خاص انجیل کیطرف جو نصاری کے ہاتھ یا اُس توریت کی طرف جو یہود کے ہاتھ مین دیگئی ہی اشارہ کرنا چاہیے یا نہین **جواب** نہین عالمگیری مین ہی ولا یحلف بالاشارۃ الی مصحف معین بان یقول باللہ الذی انزل ھذا الانجیل او ھذہ التوراۃ لانہ ثبت تحریف بعضھا فلا یؤمن ان یقع الاشارۃ الی المحرف فیکون التحلیف بہ تغلیظا بما لیس بکلام اللہ عز وجل ھکذا فی البدائع مصحف معین کی جانب اشارہ کر کے قسم کھائی مثلاً اُس خدا کی قسم جسنے یہ انجیل نازل کی یا یہ توراۃ نازل کی کیونکہ بعض آیات کی تحریف ثابت ہی اسلیے محرف کی جانب اشارہ ہو جانا ممکن ہی تو قسم کی تغلیظ اُس سے ہوگی جو خدا کا کلام نہین ہی جیسا کہ بدائع مین ہی **سوال** مدعی نے گواہ پیش کیے جنسے اُسکا دعوی ثابت نہو سکا پھر اور گواہ لانے سے عاجز ہو کر مدعی علیہ سے حلف چاہتا ہو تو اسکو حلف لینے کا حق ہی یا نہین **جواب** ہی - ہدایہ مین ہی وان عجز عن ذلک وطلب یمین خصمہ استحلفہ علیہا اگر بینہ قائم کرنے سے عاجز ہو اور خصم سے یمین کا طالب ہی تو وہ اُس سے حلف لے سکتا ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ابو الحسنات محمد عبد الحی

# کتاب الوقف

**سوال** کسی والی ملک نے ایک گانون حضرت شیخ مخدوم عطاء اللہ حسینی قدس سرہ کے مزار کے اخراجات کے لیے موصوف کی اولاد اکبر کے نام جاری کیا اور وقف نامہ مین لکھا ہی کہ ہمیشہ یہ گانون اولاد اکبر کے قبضہ مین رہیگا ابتک ایسا ہی ہوتا چلا آیا کہ اُس کی آمدنی مین سے نہ اولاد اصغر کو کچھ ملا نہ لڑکیون کو اب عمرو کا چھوٹا بھائی بکر اور اُسکے دیکھا دیکھی چار بہنین بھی یہ چاہتی ہین کہ اس مین ہمکو شرعی حصہ دیا جائے **جواب** یہ گانون وقف ہی عمرو کی ملک نہین ہی بلکہ عمرو والی ملک کی طرف سے فقط اُسکا متولی ہی اور کتب فقہ مین اسکی صراحت موجود ہی کہ واقف کو اختیار ہی جسے چاہے متولی کردے پس بکر اور اُسکی بہنون کا دعوی غلط ہے اُنکو کچھ نملیگا **سوال** ایک پرانی بڑی مسجد کسی امیر کی بنوائی ہوئی ہی اور اُسکے نیچے دو دکانین ہین جنپر چند آدمی قابض ہین اور کوئی اُس کا بالمعائنہ گواہ موجود نہین ہی کہ یہ دو دکانین صرف مسجد کے لیے وقف ہین پس کیا شہادت بالتسامع اس باب مین کافی ہوگی **جواب** شہادت بالشہرت بالتسامع بغیر کسی کے دعوے کے وقف مین کافی ہی فی الھندیۃ الشہادۃ علی

الوقف بالشہرۃ تجوز وکذا الشہادۃ بالتسامع فلو انہما شہدا بالتسامع وقالا نشہد بالتسامع تقبل شہادتہما وان صرحا بہ لان الشاہد
ربما یکون سنہ عشرین سنۃ وتاریخ الوقف مائۃ سنۃ فیتیقن القاضی ان الشاہد یشہد بالتسامع فاذا لا فرق بین السکوت وبین الافصاح انتہی
وفی وقف الدر المختار الشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان صرحوا بہ ای بالتسامع فی المختار حفظا للاوقاف القدیمۃ عن الاستہلاک
بخلاف غیرہ انتہی وفی شہاداتہ لا یشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع الا فی النسب والموت والنکاح والدخول بزوجتہ وولایۃ القاضی واصل الوقف
انتہی وفی الہدایۃ اما الوقف فالصحیح انہ تقبل الشہادۃ بالتسامع فی اصلہ دون شرائطہ لان اصلہ ہو الذی یشتہر انتہی وہذا استحسان
والقیاس ان لا تجوز لان الشہادۃ مشتقۃ من المشاہدۃ وذلک بالعلم ولم یحصل فصار کالبیع ووجہ الاستحسان ان ہذہ امور تختص
بمعاینۃ اسبابہا خواص من الناس ویتعلق بہا احکام تبقی علی انقضاء القرون فلو لم تقبل فیہا الشہادۃ بالتسامع ادی الی تعطیل
الاحکام وفی الاشباہ وحاشیتہ للحموی تقبل الشہادۃ حسبۃ بلا دعوی یعنی ویقضی بہا فی طلاق المرأۃ وعتق الامۃ والوقف

ہندیہ مین ہی وقف پر شہادت بالشہرۃ اور شہادت بالتسامع جائز ہی پس اگر دو آدمیون نے شہادت بالتسامع دی تو وہ مقبول
ہوگی اگر اس امر کی تصریح کردین کہ ہم شہادت بالتسامع دیتے ہین کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ شاہد کی عمر بیس برس کی ہوتی ہی اور وقف کی
تاریخ سو سال پہلے ہوتی ہی تو قاضی کو خود ہی معلوم ہو جاتا ہی کہ یہ شہادت بالتسامع ہی لہذا سکوت اور اظہار مین کچھ فرق نہین ہے
اور در مختار باب الوقف مین ہی شہادت بالشہرۃ سے اصل وقف بر مذہب مختار ثابت ہو جاتا ہی اگرچہ شاہد تسامع کی تصریح کردے
اُس کا منشا یہ ہی کہ اوقاف قدیمہ ہلاک نہونے پائین برخلاف دوسری چیزون کے انتہی اور در مختار کے باب الشہادات مین
ہی شہادت غیر معائنہ بالاجماع مانی نہ جائیگی مگر نسب اور موت اور نکاح مین اور زوجہ کے ساتھ وطی مین اور ولایت قاضی مین
اور اصل وقف مین آور ہدایہ مین ہی صحیح یہ ہی کہ وقف مین شہادت بالتسامع مقبول ہی اصل وقف کے معاملہ مین نہ کہ شرائط
وقف مین کیونکہ اصل وقف عام طور پر مشہور ہوتا ہی انتہی یہ استحسان ہی اور قیاس کا مقتضے یہ ہی کہ ایسی شہادت نہ مانی جائے
کیونکہ شہادت مشاہدہ سے مشتق ہی اور وہ علم سے حاصل ہوتا ہی جو یہان حاصل نہین ہوا پس مثل بیع کے ہوگا اور استحسان
کی وجہ یہ ہی کہ ان امور کے اسباب کا معائنہ خواص کرتے ہین اور انسے جو احکام ثابت ہوتے ہین وہ صدیون تک باقی رہتے
ہین پس اگر انمین شہادت بالتسامع مقبول نہو تو احکام مین تغیر کرنا پڑیگا اشباہ مین اور حموی نے اُسکے حاشیہ مین لکھا کہ
شہادت بلا دعوے کے مقبول ہی یعنی طلاق اور لونڈی کی آزادی اور وقف مین اُسی پر حکم دیا جائیگا۔ اور اگر شہادت
بالتسامع نہو تو عرف کے لحاظ سے دوکانون کے وقف کا فتوی دیا جائیگا کیونکہ واقف کے نصوص نصوص شارع کے موافق
ہوتے ہین اور جب عدم نص شارع کی صورت مین عرف کا اعتبار کیا جاتا ہی تو عدم نص واقف کی صورت مین بھی عرف کا اعتبار
کیا جائیگا ورنہ بہت سے اوقاف قدیمہ باطل ہو جائین گے اور متعارف یہ ہی کہ جب واقف مسجد بناتا ہی تو دوکانین وغیرہ

بھی مصالح مسجد کے لیے بناتا ہی خصوصاً جبکہ بڑی مسجد اور کوئی امیر بنواتا ہی۔ اشباہ مین ہی نصوص الواقف کنصوص الشارع وفی ما لا نص فیہ من الاموال الربویۃ یعتبر فیہ العرف ولا خصوصیۃ للربوا وانما العرف غیر معتبر فی المنصوص علیہ نصوص واقف ویسے ہی ہین جیسے نصوص شارع اور جہان نص نہو وہان عرف کا اعتبار ہی اور منصوص علیہ امور مین البتہ عرف غیر معتبر ہی۔ اور جب دوکانون کا وقف ثابت ہوگیا تو اسکی تملیک بطریق بیع ہو یا بطریق ہبہ یا بطریق رہن جائز نہوگی۔ درمختار مین ہی فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرھن جب وقف تمام اور لازم ہو جائے تو اُسکا کوئی مالک نہین رہتا اور نہ اُسکی بیع درست ہی نہ عاریت دینا نہ رہن رکھنا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفی عنہ **ہو الموفق للصواب** اگر شہادت بالمعائنہ نہو تو شہادت بالتسامع کافی ہی۔ درمختار مین ہی والذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ بدون الدعوی اربعۃ عشر منھا الوقف علی ما فی الاشباہ وتقبل فیہ الشہادۃ علی الشہادۃ والشہادۃ للنساء مع الرجال و بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان صرحوا به ای بالسماع علی المختار والوقف علی معینین جن چیزون مین بلادعوی شہادت مقبول ہوتی ہی چودہ ہین اُنھین سے وقف بھی ہی جیسا کہ اشباہ مین ہی اور اس مین شہادت پر شہادت اور مردون کے ساتھ عورتون کی شہادت اور اصل وقف کے اثبات کے لیے شہادت بالشہرۃ بھی مقبول ہوتی ہی اگرچہ شاہد سماع کی تصریح کردے برمذہب مختار اگرچہ وقف معین لوگون پر ہو۔ واللہ اعلم کتبہ محمد عبد اللہ الحسینی البلگرامی۔ قد اصاب المجیب بما اجاب حررہ العبد المفتقر الی اللہ محمد عظیم اللہ عفی عنہ۔ واقعی شہادت بالشہرۃ اور شہادت پر شہادت اور شہادت بالتسامع کا جواز اصل وقف کے ثبوت کے لیے کتب معتبرۂ فقہ سے ثابت ہی۔ عالمگیری مین ہی تقبل الشہادۃ علی الشہادۃ فی الوقف وکذا شہادۃ النساء مع الرجال کذا فی الظہیریۃ وکذا الشہادۃ بالتسامع فلو انھما شہدا بالتسامع وقالا نشہد بالتسامع تقبل وان صرحا به وقف مین شہادت پر شہادت مقبول ہی اور اسیطرح مردون کے ساتھ عورتون کی شہادت بھی مقبول ہی جیسا کہ ظہیریہ مین ہی اور ایسا ہی حال شہادت بالتسامع کا ہی پس اگر دو آدمیون نے شہادت بالتسامع دی اور کہا کہ ہم شہادت بالتسامع دیتے ہین تو یہ شہادت مقبول ہوگی اگرچہ اُنھون نے شہادت تسامع کی تصریح کردی ہو۔ جب ثبوت وقف کے لیے شہادت بالتسامع کافی ہوئی اور وقف ثابت ہوگیا تو دوکانون کو بھی بانی مسجد یا اُسکے ورثا یا کوئی دوسرا شخص بیع یا ہبہ یا رہن وغیرہ نہین کرسکتا۔ صاحب ردالمحتار لا یملک کے تحت مین لکھتے ہین ای لا یکون مملوکا لصاحبہ یعنی وہ مال صاحب مال کی ملک مین نہین رہتا۔ اور لا یملّک کے تحت مین لکھتے ہین ای لا یقبل التملیک لغیرہ کالبیع ونحوہ لاستحالۃ تملیک الخارج عن ملکہ اور نہ صاحب مال اُسکا کسیکو مالک بنا سکتا ہی بیع وغیرہ کے ذریعہ سے کیونکہ جو چیز خود اُس کی ملک سے خارج ہے دوسرے کو اُسکا مالک کیونکر بنا سکتا ہی۔ واللہ اعلم حررہ الخال

محمد عادل عاملہ اللہ بفضلہ الشامل و حباہ من الآمنین یوم الرجفۃ الزلازل **ہو المصوب** وقف میں شہادت بالتسامع
اور شہادت بالشہرۃ مقبول ہے۔ ذخیرہ میں ہے تقبل الشہادۃ علی الشہادۃ وکذا الشہادۃ بالتسامع من الرجال شہادت
پر شہادت مقبول ہے اور اسیطرح مردوں سے جو شہادت بالتسامع ہو مقبول ہے۔ اور اسی کتاب میں ہے وتقبل الشہادۃ
علی اصل الوقف بالشہرۃ اصل وقف میں شہادت بالشہرۃ مانی جاتی ہے۔ اور خزانۃ المفتیین میں ہے لو شہدا
بالتسامع وصرحا بہ تقبل شہادتہما اگر دو آدمیوں نے شہادت بالتسامع دی اور اسکی تصریح بھی کردی تو دونوں کی شہادت
مانی جائیگی۔ اور عرفاً ایسی دوکانیں مصالح مسجد کیلیے وقف ہی ہوا کرتی ہیں اور عرف مثل نص کے ہے شرح اشباہ میں
مبسوط سے نقل کیا ہے لان الثابت بالعرف کالثابت بالنص اسلیے کہ جو عرفاً ثابت ہو وہ ایسا ہی ہے جیسے نص سے
ثابت ہو۔ اور ذخیرہ میں ہے اذا قال ارضی ہذہ للسبیل ولم یزد علیہ فان کان ہذا وقفا فی عرفہم وقف اگر کہا
کہ میری یہ زمین راستہ کیلیے ہے اور اسکے سوا کچھ نہیں کہا تو اگر یہ الفاظ عرف عام میں وقف کے ہونگے تو وقف ثابت
ہو جائیگا۔ واللہ اعلم کتبہ محمد بشیر الدین **ہو المصوب** اس میں کوئی شک نہیں کہ اثبات وقف کے لیے شہادت
بالتسامع معتبر ہے اور جب شہادت بالعیان نہو تو یہ شہادت کافی ہو جائیگی فی جامع المضمرات فی النصاب ہل یجوز الشہادۃ
علی الشہادۃ وبالتسامع المختار انہ یجوز فانہ لو لم یجز لادی ذلک الی استہلاک الاوقات القدیمۃ وبہ اخذ الفقیہ
ابو اللیث حتی استولی علی الوقف ظالم وانکر الوقف کان لاہل القریۃ ان یشہد علی ذلک انتہی وفی الفتاوی الخیریۃ وقد ذکر فی
جامع الفصولین رامزا للعدۃ ینبغی ان یقبل الشہادۃ بالتسامع لو کان قدیما وقف مشہور قدیم لا یعرف واقفہ استولی
علیہ ظالم فادعی المتولی انہ وقف علی کذا مشہورا وشہد کذلک فالمختار انہ یجوز انتہی وفی الکفایۃ قال الامام ظہیر الدین لابد
من بیان الجہۃ بان تبین ان ہذا وقف علی المسجد او المقبرۃ او نحو ذلک حتی لو لم یذکر ذلک لم تقبل وتاویل قولہم لا تقبل
الشہادۃ علی شرط الوقف انہ بعد ما شہدوا ان ہذا وقف علی فلان لا ینبغی ان یشہدوا بانہ یبدو من غلتہ کذا وکذا
نصاب میں ہے کہ شہادت علی الشہادۃ اور شہادت بالتسامع بر مذہب مختار جائز ہے کیونکہ اگر جائز نہوگی تو اوقاف قدیمہ ہلاک
ہو جائینگے اس سے فقیہ ابو اللیث نے اخذ کیا ہے حتی کہ اگر وقف پر کوئی ظالم متولی ہو اور وقف کا انکار کرے تو اہل قریہ
کو وقف کی شہادت کا حق ہے اور صاحب فتاوی خیریہ نے جامع الفصولین سے نقل کیا ہے کہ اگر وقف قدیم ہو تو شہادت بالتسامع
کو مقبول ہونا چاہیے ایک وقف مشہور قدیم ہے جسکا واقف معلوم نہیں اسپر کسی ظالم نے قبضہ کرلیا تو متولی نے دعوی کیا کہ یہ فلاں
کام کے لیے وقف ہے اور یہ بات مشہور ہے یا اسپر شہادت دلوائی تو بر مذہب مختار یہ دعوی جائز ہوگا۔ اور کفایہ میں ہے امام ظہیر الدین
نے کہا ہے کہ بیان جہت ضروری ہے یعنی یہ بیان کردینا کہ یہ مسجد یا مقبرہ یا کسی اور چیز پر وقف کیا گیا تھا حتی کہ اگر یہ نہیں بتایا

تو شہادت مقبول نہوگی اور یہ جو کہا گیا ہی کہ شرط وقف پر شہادت مقبول نہین ہی اُسکی تاویل یہ ہی کہ جب اس بات کی شہادت دیدین کہ یہ مال فلان بات کے لیے وقف کیا گیا ہی تو پھر اُسکی ضرورت نہین ہی کہ شہادت کو نئے سرے سے شروع کرین اُسکی علت یہ تھی اور یہ تھی - اور جب اثبات وقف کے لیے شہادت بالتسامع کافی ہوئی تو اسکے بعد اُن دو کانون کی بیع یا ہبہ وغیرہ ناجائز ہی شیخ الاسلام بدر الدین عینی نے شرح ہدایہ مین لکھا ہی اذا صح الوقف لا یصح تملیکہ ولا بیعہ لما ذکر فی اول الکتاب من قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لعمر تصدق باصلہا لا تباع ولا توہب ولا تورث جب وقف صحیح ہو جائے تو اُسکی تملیک و بیع درست نہین ہی کیونکہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہی کہ اسکی اصل کو تصدق کرد و کیونکہ نہ اسکی بیع درست ہی نہ ہبہ نہ اس مین وراثت ہی - واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** وقف کی املاک کسی کی ملک ہی یا نہین اور اُس مین کوئی تصرف کرسکتا ہی یا نہین **جواب** کسی کی ملک نہین ہی واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد **صح الجواب** جوہرہ مین ہی قال ابو یوسف ومحمد الوقف عبارۃ عن حبس العین علی ملک اللہ علی وجہ تصل المنفعۃ الی العباد فیزول ملک الواقف عنہ الی اللہ فیلزمہ ولا یباع ولا یوہب ولا یرہن ولا یورث امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے کہا ہی کہ وقف کسی چیز کو خدا کی ملک مین کردینا ہی کہ اُس سے بندون کو منفعت پہونچے پس وہ چیز واقف کی ملک مین نہین رہتی بلکہ خدا کی ملک ہو جاتی ہی کہ نہ اُسکی بیع درست ہی نہ ہبہ نہ رہن نہ اُسمین وراثت ہی واللہ اعلم حررہ ابوالحسنات محمد عبدالحی **سوال** مثلاً زید نے کسیقدر روپیہ حسبۃً للہ ایک مسلمان کی دوکان مین اس غرض سے جمع کر دیا کہ اُس سے تجارت کا کاروبار رہے اور اُسکی اصل یا منافع سے مدرسۂ اسلامیہ کا جو فلان جامع مسجد مین ہے خرچ چلتا رہے اور اس مضمون کا ایک وصیت نامہ بھی لکھکر چند اشخاص اسلام کو جنکے مشورے سے مہمات مسجد مذکور مع چند دیگر مساجد کے انجام پاتے تھے اور منجملہ اُن اشخاص کے زید خود بھی تھا اس وصیت کے انصرام کے لیے مقرر کیا اور یہ اشخاص ممبران کمیٹی مساجد مذکور کہلاتے تھے بعدہ ممبران کمیٹی بصواب دید کثرت رائے کے اُس مدرسہ کے مدرس عربی کو مع طلبہ اُس مسجد سے اُٹھا کر دوسری مسجد مین لیگئے جسکے مہمات ممبران کمیٹی مذکور کے متعلق نتھے بلکہ اُسکے مہمات صرف خالد کے اہتمام مین تھے جو اس کمیٹی کا افسر تھا مگر نام اُس جدید مدرسہ کا جو مسجد آخر الذکر مین اُٹھ گیا وہی مدرسۂ اسلامیہ واقع مسجد اول الذکر قائم رہنے دیا اور ایک مدرس حافظ قرآن مع طلبہ مسجد اول الذکر مین رہنے دیا اور جو چندہ مدرسۂ اسلامیہ واقع مسجد اول الذکر کے نام سے وصول ہوتا تھا اُس سے دونون مدرسون کی تنخواہ دیجاتی تھی بعدہ زید فوت ہوا اور عمرو بجاے اُسکے ممبر اُس کمیٹی کا بمشورۂ جملہ ممبران کمیٹی باقی ماندہ کے مقرر ہوا بعدہ بکر منجملہ ممبران کمیٹی کے ایک شخص شرکت مجلس شورۂ مساجد مذکور سے اور مدرس مذکور مداخلت مسجد مذکور یعنے مداخلت مسجد اول الذکر سے باتفاق جملہ بقیہ ممبران کمیٹی ممنوع کیے گئے مگر خالد افسر کمیٹی نے مسجد آخر الذکر مین اُسکو قائم رہنے دیا اور برخاست نہین کیا اُسی وقت مسجد اول الذکر مین دوسرا

مدرس عربی مقرر ہوا اور چندہ جو واسطے مدرسہ کے مسلمانون سے وصول ہوتا تھا متفرق ہو گیا کچھ مسلمان مدرسۂ جدید واقع مسجد اول الذکر مین دینے لگے اور کچھ مسلمان مسجد آخر الذکر مین اور اہتمام دونون مدارس کا علٰحدہ ہو گیا مدرسۂ مسجد اول الذکر باہتمام عمرو کے رہا اور مدرسۂ آخر الذکر باہتمام بکر کے لیکن مدرس حافظ قرآن کی تنخواہ کسی مصلحت سے مسجد آخر الذکر کے چندہ سے بدستور ملتی تھی بعدہ مدرس حافظ قرآن متعینۂ مسجد اول الذکر بہ ترک نوکری رخصت ہوے اور بجاے اپنے دوسرے حافظ کو مقرر کرنا چاہا لیکن عمرو مہتمم مدرسۂ مسجد اول الذکر نے بنا منظوری اُسکے دوسرا حافظ مقرر کیا الاکبر نے اُسی حافظ کو جسے حافظ معزول نے مقرر کرنا چاہا تھا مسجد آخر الذکر مین مقرر کر دیا اور مدرسۂ حفظ قرآن وہان بھی جاری کیا اور تنخواہ مدرس حافظ قرآن متعینۂ مسجد اول الذکر کو جو چندۂ مسجد آخر الذکر سے ملتی تھی موقوف کر دی اب دونون مدارس کے چندے اور مصارف بالکل علٰحدہ ہو گئے ایک کی آمدنی اور مصارف سے دوسرے مدرسہ اور مسجد کو تعلق نہین ہے پس اب وہ روپیہ جو زید نے واسطے مصارف مدرسۂ مسجد جامع یعنی اول الذکر کے دوکان مذکور مین جمع کیا تھا کس مدرسہ کے مصارف مین شرعاً خرچ ہونا واجب ہے آیا ممبران کمیٹی کو وہ روپیہ مصارف مدرسہ اسلامیہ مسجد جامع مین خرچ کرنا چاہیے یا مدرسہ مسجد آخر الذکر مین اور اگر اُس روپیہ سے کوئی جائداد تعمیر ہوئی ہو تو شرعاً اُسکی آمدنی کس مدرسہ مین صرف ہونا چاہیے اور کس مدرسہ مین صرف ہونے سے وصیت کی تعمیل ہو گی اور کس مدرسہ مین صرف ہونا خلاف وصیت ہے اور اس خلاف تعمیل وصیت سے ممبران کمیٹی جو اوصیا عند اللہ ہین گنہگار ہونگے یا نہین **جواب** چونکہ واقف کی شرط لازم العمل ہے اور صورت سوال مین واقف نے مدرسۂ اسلامیہ واقع مسجد جامع کی تعیین کی ہے لہذا وہ روپیہ مدرسۂ مسجد جامع مین صرف ہونا چاہیے نہ مسجد آخر الذکر کے مدرسہ مین بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین ہے فان قلت اذا کان له درس فی جامع ولازم بانیه ان یکون ما علیه فی مدرسته هل یستحق المعلوم فی المدرسة قلت لا یستحق الا اذا باشر فی المکان المعین بکتاب الوقف لقوله فی شرح المنظومة اما لو شرط الواقف فی ذلک کله شروطا اتبعت اگر جامع مسجد مین درس ہوتا ہو اور بانی مسجد نے یہ ضروری کر دیا ہو کہ اس مدرسہ مین جو کچھ خرچ ہو وہ وقف مسجد سے دیا جائے تو مدرسہ اس کا مستحق نہوگا تاوقتیکہ مقررہ مکان مین نہو جہان تحریر وقف مین اُسکی تصریح کی گئی ہے کیونکہ شرح منظومہ مین ہے اگر واقف نے وقف مین کچھ شرطین لگائی ہین تو اُن پر عمل کیا جائے گا **سوال** اگر واقف نے کہ خود ہی متولی ہے یون وقف کیا کہ جو جائداد موجود ہے وہ مین نے وقف کی اور جو جائداد آیندہ زمانۂ تولیت مین پیدا کرونگا وہ بھی وقف ہو گی تو کیا بہ نسبت جائداد آیندہ کے وقف حال درست ہوگا **جواب** نہ درست ہوگا کیونکہ موقوف کا بوقت وقف مملوک ہونا شرائط وقف سے ہے اور جب وقف کرتے وقت واقف موقوف کا مالک نہین ہے

تو وقف بھی درست نہو گا۔ بحرالرائق مین خانیہ سے نقل کرکے لکھا ہی لو قال اذا ملکت ہذہ الارض فھی صدقۃ موقوفۃ لا یجوز لانہ تعلیق و الوقف لا یقبل التعلیق اگر کسی نے کہا جب مین اس زمین کا مالک ہو جاؤن تو یہ صدقہ ہی موقوف ہی تو یہ وقف جائز نہو گا کیونکہ یہ تعلیق ہی اور وقف تعلیق کو قبول نہین کرتا **سوال** وقف مشاع جائز ہی یا نہین خواہ حصہ واقف کا دوسرے شریکون سے علحدہ نہو خواہ شئی موقوفہ درمیان موقوف علیہم کے منقسم اور معین نہو **جواب** وقف مشاع مشترک محتمل القسمۃ بقول مفتی بہ جائز نہین ہی۔ بحرالرائق مین ہی الحاصل ان وقف المشاع مسجدا و مقبرۃ غیر جائز مطلقا اتفاقا و فی غیرھما ان کان مما لا یحتمل القسمۃ جاز اتفاقا والخلاف فیما یحتملھا فلا یجوز وقف المشاع عند محمد رح و یجوز عند ابی یوسف رح وصحح فی الخلاصۃ من الاجارۃ بان الفتوی علی قول محمد رح فی وقف المشاع وکذا فی البزازیۃ والولوالجیۃ وفی شرح المجمع لابن ملک وفی التجنیس بہ یفتی و تبعہ فی غایۃ البیان حاصل یہ ہی کہ مسجد اور مقبرہ پر وقف مشاع مطلقا جائز نہین ہی اتفاقا اور انکے علاوہ اُن اشیا مین جو محتمل قسمت نہین مین جائز ہی بالاتفاق اور جو محتمل قسمت ہین اُن مین اختلاف ہی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہین ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہی خلاصہ مین اجارہ سے نقل کیا ہی کہ فتوی امام محمد رہ کے قول پر ہی ایسا ہی بزازیہ اور ولوالجیہ مین ہی اور شرح مجمع مین جو ابن ملک کی تصنیف ہی اور تجنیس مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور غایۃ البیان مین اسکی اتباع کی ہی **سوال** اگر واقف نے یون وقف کیا کہ کسی حاکم وقت کو اختیار نہو گا کہ اپنی راے سے کسی دوسرے کو متولی مقرر کرے یا میرے مقرر کیے ہوے متولیون کو معزول اور کمی و بیشی کرے یا اُنپر کوئی خیانت کا جرم لگائے تو سوال یہ ہی کہ کیا اسوجہ سے دست اندازی حاکم یا قاضی کی ممنوع ہوگی اسکا لحاظ رہے کہ موقوف علیہ اور متولی ایک ہی ہو **جواب** اس شرط کی صورت مین قاضی اور حاکم کو دست اندازی ممنوع ہوگی اور کوئی حاکم تغیر و تبدل نکر سکے گا لیکن اگر متولی کی خیانت صحیح طور سے ثابت ہو جائے تو اُسوقت حاکم شرع کو تبدیل کا اختیار ہو گا اور شرط وقف کا اعتبار نکیا جائیگا۔ بحرالرائق شرح کنز الدقائق مین ہی و ولایۃ القاضی متاخرۃ عن المشروط لہ و وصیہ ولایت کے معاملہ مین قاضی کا مرتبہ مشروط لہ اور وصی واقف کے بعد ہی۔ اور بھی اسی کتاب مین ہی یعزل القاضی المتولی لو کان خائنا نظرا للموقوف و لا اعتبار لشرط الواقف ان لا یعزلہ القاضی و السلطان لانہ شرط مخالف لحکم الشرع قاضی وقف کی مصلحت کا خیال کرکے متولی خائن کو معزول کر دیگا اور اگر واقف نے یہ شرط کی ہو کہ قاضی اور سلطان اُسے معزول نہین کرسکتے تو اس شرط کا اعتبار نہ کیا جائیگا کیونکہ یہ شرط حکم شرعی کے مخالف ہی **سوال** زید نے اپنی جائداد غیر منقولہ کو عمرو پر وقف کیا اور اُسیکو متولی مقرر کیا اور یہ شرط کی کہ عمرو جسے چاہے موقوف علیہ اور متولی اپنے بعد کر دے تو آیا اس اختیار کردۂ واقف سے عمرو دوسرے کو موقوف علیہ اور متولی کر سکتا ہی یا نہین اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ

موقوف علیہ مالک نہین ہی اور سواے مالک کے دوسرا شخص موقوف علیہ مقرر نہین کر سکتا گو مالک نے اُسے اختیار دیا ہو **جواب** شرائط سے مملوک ہونا موقوف کا واقف کیلیے ہی اور شئ موقوف ملک موقوف علیہ مین داخل نہین ہوتی جیسا کہ عالمگیری مین ہی واذا اخرج عن ملك الواقف لا یدخل فی ملك الموقوف علیہ کذا فی الکافی وھو المختار کما فی فتح القدیر جب ملک واقف سے نکلجائے تو موقوف علیہ کی ملک نہین ہوتی جیسا کہ کافی مین ہی اور یہی مذہب مختار ہی ایسا ہی فتح القدیر مین ہی۔ اسی لیے موقوف علیہ کو اختیار وقف موقوف کا نائب حاصل نہین ہو سکتا اور متولی کرنے کا اُسکو اختیار ہی۔ رد المحتار مین ہی معنی العموم کما فی انفع الوسائل انہ ولاہ واقامہ مقام نفسہ وجعل لہ ان یسندہ ویوصی بہ الی من شاء ففی ہذہ الصورۃ یجوز التفویض منہ فی حال الحیوۃ وفی حالۃ المرض المتصل بالموت عموم کے معنی جیسا کہ انفع الوسائل مین ہی یہ ہین کہ اُسنے متولی اور اپنا قائم مقام بنایا ہو اور اُسے جسکو وہ چاہے وصی بنانے کا اختیار دیا ہو ان صورتون مین وقف کو حالت حیات مین اس شخص کے سپرد کرنا جائز ہی اسیطرح حالت مرض موت مین۔ اور در مختار مین ہی اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح والا فان فوض فی صحتہ لا یصح وان فی مرض موتہ یصح متولی نے کسی دوسرے کو اپنا قائم مقام بنانا چاہا حالت حیات وصحت مین پس اگر تفویض کسی عام شرط سے ہو تو صحیح ہی ورنہ اگر تفویض حالت صحت مین ہی تو صحیح نہین ہی اور اگر مرض موت مین ہی تو صحیح ہی **سوال** وقف مبیع بہ بیع الوفا منجانب مشتری درست ہی یا نہین کیونکہ اس مین لزوم و دوام نہین ہی جو وقف کے لیے ضروری ہی اسلیے کہ بائع ادائے ثمن مثل رہن کے دیگر جائداد سے واپس کر سکتا ہی اور ثانیاً جائداد بیع الوفا مشتری کی مملوک نہین ہی مگر بعض لوگ کہتے ہین بیع الوفا بحکم بیع ہی اسوجہ سے وقف جائز ہی **جواب** بیع بالوفا کے باب مین فقہا کا اختلاف ہی بعض بیع فاسد اور بعض رہن تجویز کرتے ہین اور صاحب بحر نے اس مین آٹھ قول نقل کیے ہین اور قول ہشتم کے باب مین لکھا ہی الثامن القول الجامع لبعض المحققین انہ فاسد فی بعض الاحکام حتی ملك کل منہما الفسخ وصحیح فی حق بعض الاحکام کحل الانزال والمنافع ورھن فی حق البعض حتی لم یملك المشتری بیعہ من اخر ولا رھنہ آٹھوین بعض محققین کا جامع قول ہی کہ بیع بالوفا بعض احکام مین فاسد ہی حتی کہ دونون مین سے ہر ایک کو فسخ کا حق ہی اور بعض احکام مین صحیح ہی مثلاً منافع کا حلال ہونا اور بعض کے حق مین رہن ہی حتی کہ مشتری کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنے اور رہن کرنے کا حق نہین ہی۔ اور اسکے بعد لکھتے ہین ینبغی ان لا یعدل فی الافتاء عن القول الجامع قول جامع پر فتوے دینے سے عدول نکرنا چاہیے **سوال** ایک قدیم مسجد کی پختہ دیوارین اور محراب موجود ہی اور مسلمان محلہ مین آباد نہین اب اُسکی دیوارین گرا کے پانچ سات گز کی فاصلہ پر جدید مسجد بنانا اور مسجد قدیم کا اینٹ چونا مسجد جدید مین لگانا جائز ہی یا نہین اور مسجد قدیم کی زمین مین نہر بنانا جائز ہی یا نہین اور مسجد قدیم جو منہدم ہو گئی ہی اُسکی اراضی

کیلیے کیا حکم ہی **جواب** جو مسجد منہدم ہوجائے اور اُسکی تعمیر اور ترمیم نہو سکے اور دوسری مسجد قریب ہونے یا اور کسی وجہ سے
اُس مسجد سے استغنا بھی حاصل ہوجائے تو اُسکا اسباب دوسری مسجد مین نقل کرنا بمذہب صحیح و روایات مفتی بہ درست
نہین ہی جیسا کہ حسن شرنبلالی رسالہ السعادة الساجد بعمارة المساجد مین لکھتے ہین لا یجوز نقل اوقاف المدارس ولا تغییر ما
شرطہ واقفہا وکذلک المسجد علی المفتی بہ من المذہب وایضاح ذلک بما قالہ العلامة الشیخ زین فی البحر الرائق قال محمد اذا
خرب المسجد ولیس لہ ما یعمر بہ وقد استغنی الناس لبناء مسجد آخر او لخراب القریة او لم تخرب لکن خربت بنقل اهلها
واستغنوا عنہ فانہ یعود الی ملک الواقف وقال ابو یوسف رح هو مسجد ابدًا الی قیام الساعة لا یعود میراثا
ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کان یصلون فیہ او لا یصلون وعلیہ الفتوی
کذا فی الحاوی القدسی فی المجتبی واکثر المشایخ علی قول ابی یوسف ورجح فی فتح القدیر قول ابی یوسف رح
اوقاف مدرسہ کو منتقل کردینا یا شروط واقف مین کچھ تغیر کرنا جائز نہین ہی یہی حال مسجد کا ہی اُسکی وضاحت بحر الرائق مین علامہ
زین نے یون کی ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ جب مسجد خراب ہوجائے اور کوئی ایسا نہو جو اُسکی تعمیر کرے اور دوسری مسجد
کیوجہ سے یا مکانون کے ویران ہوجانے کیوجہ سے اُس مسجد کی ضرورت نرہی ہو یا وہان کے لوگ کہین اور چلے گئے ہون
اسوجہ سے اُس مسجد کی ضرورت نرہی ہو تو وہ ملک واقف ہوجاتی ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ وہ ہمیشہ کے لیے
مسجد ہی تا قیام قیامت کبھی میراث نہوگی اور نہ خود اُسکا یا اُسکے مال کا دوسری مسجد مین منتقل کرنا درست ہی خواہ اُس دوسری
مسجد مین لوگ نماز پڑھتے ہون یا نہ پڑھتے ہون اسی پر فتوی ہی جیسا کہ حاوی قدسی مین ہی اور مجتبی مین ہی کہ اکثر مشایخ امام
ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرتے ہین اور فتح القدیر مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دی ہی۔ اور جب مسجد
قدیم کی دیوارین وغیرہ باقی ہین اور وہ آبادی مین واقع ہی تو ایسی مسجد کو منہدم کرنا اور اُس کا اسباب دوسری مسجد مین
منتقل کرنا کسی طرح درست نہین ہی بلکہ اُسکا منہدم کرنے والا ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ و
سعی فی خرابہا کی وعید مین داخل ہوگا اور اسیطرح مسجد قدیم کی زمین کو نہر بنانا بھی جائز نہین ہی **سوال** قریب پچاس
سال سے ایک مسجد قصبہ کندیلی مین آباد ہی اُسکے اخراجات کے واسطے چند کمرے بنائے مسجد سے جنسے بارہ یا تیرہ روپیہ ماہوار
کی آمدنی ہوتی ہی ملحق مسجد ہین اور ہمیشہ سے ایک موذن بھی سات روپیہ ماہوار پر مقرر رہا اب عرصہ ایک سال سے موسوم
بہ انجمن اسلامیہ فلاح عام چندۂ اہل اسلام سے بقدر وسعت کے جاری کیا گیا ہی منتظمین انجمن نے ایک مدرس پندرہ روپیہ
ماہواری کا و نیز ایک نائب مدرس چھہ روپیہ ماہواری کا اسطور سے کہ موذن سابق کو فضول جانکر چار روپیہ مسجد سے اور
دو روپیہ چندۂ مدرسہ سے جملہ چھہ روپیہ کرکے مقرر کیا ہی جسکے ذمہ نیابت مدرس اور اذان مسجد بھی کی جب اُس سے انتظام

مسجد اور اذان کا نہو سکا تب ایک اور شخص مسجد کی آمدنی سے دو روپیہ ماہوار پر مقرر کیا گیا اسپر زید اعتراض کرتا ہو کہ جو رقم آمدنی
مسجد سے مدرسہ مین لی جاتی ہو بیجا ہو اسکے علاوہ کچھ افتادہ زمین پر جو مسجد کے نامزد تھی چند کوٹھیان مدرسہ اور مسجد کی آمدنی
سے بنائی گئی ہین بکر کا مقولہ یہ ہو کہ نئی کوٹھیون کی آمدنی مسجد مین نہ دیجائے گی کیونکہ مدرسہ بھی کار خیر مین داخل ہے
اسپر زید معترض ہو اور کہتا ہو حدیث مین ہو فی البخاری عن خولۃ بنت ثامر ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلہم النار یوم
القیامۃ بخاری مین خولہ بنت ثامر سے روایت ہو کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جو لوگ خدا کے مال کو ناحق لوٹے
کھاتے ہین اُنکے لیے قیامت کے دن آگ ہو۔ اسپر فریقین کو عمل کرنا چاہیے بکر کہتا ہو زید کو حدیث سمجھنے کی تمیز نہین ممکن ہو کہ
اس حدیث کی ناسخ کوئی اور حدیث ہو اور وہ زید تک نہ پہونچی ہو مگر بکر کوئی ناسخ حدیث پیش نہین کرتا اور جب زید حدیث
مذکور کی تنسیخ تحریری مانگتا ہو تو بکر انکار کرتا ہو اور طرفہ یہ ہو کہ اس مدرسہ کی تعلیم سرکاری اسکولون کی ضوابط پر ہوتی ہو صرف و
نحو کے علاوہ کسی علم دین کی تعلیم نہین ہوتی حتی کہ افسران سررشتہ تعلیم کو امتحان دلایا گیا اور کچھ اوپر پچاس روپیہ سرکار سے
انعام علاوہ مدرسہ کے چندے مین جمع کیا گیا اب دو ماہ کے عرصہ سے مدرس مقررہ کی تنخواہ پندرہ روپیہ ماہواری مین
پانچ کم قرار دیے اور اہالیان انجمن مین سے ایک صاحب نے کھانا اپنے ذمے لیا ہو تو ایسے مدرسہ مین مسجد کا روپیہ لگانا کیسا
ہو مولوی یوسف علی صاحب و منشی یعقوب علی صاحب دیوبندی کی زبانی معلوم ہوتا ہو کہ دیوبند مین مدرسہ اسلامیہ جو چودہ
برس سے قائم ہو مولانا رفیع الدین صاحب اور مولانا یعقوب صاحب مہتمم مدرسہ نے باوجود کثیر آمدنی مسجد مدرسہ کو مسجد سے
متعلق نہین رکھا اور نہ مسجد کا روپیہ مدرسہ مین لگایا اور سرکار سے سو روپیہ ماہواری چندہ لینے سے بھی انکار کیا اور سرکار
سے کچھ تعلق نہین رکھا **جواب** مسجد کے اوقاف مین سے مدرسہ مین صرف کرنا درست نہین ہو۔ درمختار مین ہو اتحد
الواقف والجہۃ وقل مرسوم بعض الموقوف علیہ بسبب خراب وقف احدہما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الآخر علیہ
لانہما حینئذ کشیء واحد وان اختلف احدہما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیہما اوقافا
لا یجوز لہ ذلک اگر واقف اور جہت وقف متحد ہو اور بعض موقوف علیہ کی چہار دیواری خرابی کیوجہ سے جھک جائے تو حاکم یہ کر سکتا
ہو کہ دوسرے وقف کی بچت سے اُسے بنادے کیونکہ ایسی صورت مین دونون ایک ہی حکم مین ہین اور اگر واقف یا جہت مین سے
کوئی ایک بھی مختلف ہو تو مثلاً دو آدمیون نے دو مسجدین بنائین یا ایک شخص نے ایک مسجد اور مدرسہ بنایا اور اُن دونون پر
کچھ وقف کیا تو حاکم ایسا نہین کر سکتا۔ واللہ اعلم **سوال** ایک زمین جسکے مالک تین شخص بالشرکت ہین قبضے مین ایک
رعیت کے اس طور پر ہو کہ وہ رعیت اس زمین کے کل محاصل پر متصرف ہوتا ہو اور مالکان کو صرف خزانہ مقررہ سالانہ زمین
دیدیا کرتا ہو اور جبتک رعیت مذکور خزانہ مقررہ ادا کرتا چلا جائے مالکان ازروے قانون انگریزی کے اسکو بیدخل نہین کرسکتے

ہین اور اُس زمین کو اس رعیت کے قبضہ و تصرف سے باہر نہین کر سکتے ہین ہان اگر وہ رعیت خزانہ ادا نکرے تو البتہ مالکان اُسکو بیدخل کر دینے کے قانوناً مجاز ہین اور اس حالت مین اُس رعیت سے منتزع کر کے دوسرے کے ساتھ بندوبست اُس زمین کے کر دینے کے مختار رہین اور اُس زمین کا بندوبست بعد پانچ سال کے متبدل ہوجایا کرتا ہی یعنے خزانۂ مقررہ اُسکا گھٹ بڑھ جایا کرتا ہی اور جسوقت مالکان جمع سابق پر اضافہ کرتے ہین رعیت مذکور اُسکو قبول کر کے ہمیشہ پانچ پانچ سال تک کا بندوبست اپنے ساتھ کر لیا کرتا ہی اور اُس حال مین اگر رعیت مذکور جمع زائد ادا نکرے بلکہ جمع سابق ہی دیتا جائے تو مالکان کو بجز زائد جمع کر لینے کے حق انتزاع زمین قانوناً حاصل نہین ہی صرف انتزاع زمین کے مختار وہ لوگ اُسی وقت ہین جب مطلق خزانہ دینا رعیت موقوف کر دے ایسی زمین مین رعیت مذکور مسجد بلا اذن مالکان بنانا چاہتا ہی پس شرعاً وہ مختار ہی یا نہین اور بلا اذن مالکان کے اگر وہ مسجد بنا لیوے تو وہ مسجد شرعاً مسجد ہوگی اور احکام مسجد اُسپر مترتب ہونگے یا نہین اور اگر مالکان ثلثہ سے دو یا ایک سے اجازت لے کل سے اجازت نہ لے تو شرعاً کیا حکم ہی اور اگر قبل بنجانے کے اُسنے کسی سے اجازت نہ لی یا لی تو بعض سے اور بعد تیار ہوجانے مسجد کے جملہ شرکا نے اذن دیا تو اس تقدیر پر وہ شرعاً مسجد ہوگی یا نہین اور بصورت اذن شرکا کے ثواب وقف زمین و تعمیر مسجد دونون کا رعیت مذکور کو ہوگا یا صرف تعمیر کا ثواب پائیگا اور وقف زمین کا ثواب مالکان کو ملیگا جواب ہر قسم کا مفصلاً درکار ہی **جواب** شرائط صحت وقف سے یہ ہی کہ موقوف ملک واقف مین وقف کے قبل ہو یا بعد وقف کے مالک اجازت دیدے۔ ردالمحتار مین ہی افاد ان الواقف لابد ان یکون مالکا لہ وقت الوقف ملکا تاما ولو بسبب فاسد وان لا یکون محجوراً عن التصرف حتی لو وقف الغاصب المغصوب لم یصح وان ملکہ بعد الشراء او صلح ولو اجاز المالک وقف فضولی جاز اس سے یہ معلوم ہوا کہ وقف کے لیے یہ ضروری ہی کہ واقف کو اُس پر ملک تام وقف کے وقت حاصل ہونا چاہیے اگرچہ اُسکا سبب فاسد ہو لیکن اُسے ممنوع التصرف نہونا چاہیے تو اگر غاصب نے مغصوب کو وقف کیا تو درست نہوگا اگرچہ بعد شرا یا صلح وہ اُسکا مالک ہوجائے اور اگر مالک فضولی کے وقف کو جائز کر دے تو جائز ہوجائیگا پس صورت مذکورہ مین رعیت اُس زمین مین مسجد بنانے کی مختار نہین ہی کیونکہ وہ زمین اُسکی مملوک نہین ہی ہان اگر قبل تعمیر یا بعد تعمیر جملہ شرکا مالکین اجازت دیدین تو صحت وقف کا حکم ہوگا مگر اس صورت مین ثواب وقف کا اصل مالکون کو ہوگا اور رعیت کو صرف تعمیر کا ثواب ملیگا اور درصورت عدم اذن مطلق اُس مسجد کا حکم حکم مساجد شرعیہ کا نہوگا **سوال** (۱) جو جانور ہنود بزعم خود اپنے بتون کے نام سے وقف کرتے ہین جیسے سانڈ وغیرہ اُسکا کھانا بلا اجازت مالک یا بطریق شرا یا ہبہ کے غیر شخص مالک سے باوجود علم کے کیسا ہی (۲) جو جانور کہ ہنود بلا قطع یا بعد قطع بعض اعضا دریا مین یا کسی

کے پاس چھوڑ دیتے ہین اُسکا کھانا بطریق مذکورہ سوال اول کیسا ہی (۳) غیر ذی روح چیزین جو کسی درگاہ یا امام باڑہ یا بت یا ایسے مقام پر کہ اُسکی پرستش کیجاتی ہو بہ نیت تقرب چڑھائے جاتے ہین فی زماننا دو طریقے پر مروج ہی اول یہ کہ چڑھائی ہوئی چیز اُسکے مقام پر چھوڑ دیجائے دوسرے یہ کہ مالک کی طرف سے اُسی مقام پر تقسیم کر دیجائے اُسکا کھانا یا استعمال کرنا دونون صورتون مین کیسا ہی **جواب** (۱-۲) اس قسم کے جانورون کا کھانا بدون اجازت مالک کے حرام ہی نہ اسوجہ سے کہ وہ ما اہل لغیر اللہ ہی کیونکہ ما اہل لغیر اللہ وہ ذبیحہ ہی جو بقصد تقرب الے غیر اللہ ذبح کیا جائے نہ وہ کہ زندہ چھوڑ دیا جائے بلکہ اسوجہ سے کہ ایسا جانور اس قسم کے وقف کفار اور ارسال سے ملک مالک سے نہین نکلتا پس اگر وہ اجازت دیدے تو اُسکا کھانا درست ہی۔ رد المحتار مین ہی المختار فی السیبة انه لا یملکه اذا لم یبعه وکذا فی الهدایة اذا سیبها کما بسطه الشرنبلالی فی شرحه شکار کیلیے مختار یہ ہی کہ کوئی اُسکا مالک نہین ہوتا وقتیکہ اُسکی بیع نہو جائے اور ایسا ہی ہدایہ مین ہی جیسا کہ شرنبلالی نے اسکی شرح مین توضیح کی ہی۔ اور زیلعی کی شرح کنز مین مرقوم ہی ان کان مرسلا فهی مال الغیر فلا یجوز تناوله الا باذن صاحبه جو جانور چھوڑ دیا جائے وہ ملک غیر ہے بلا اجازت مالک اُسکا کھانا جائز نہین ہی (۳) جس چیز مین نذر لغیر اللہ مقصود نہو بلکہ تقسیم کرنا اور اُسکا ثواب میت کو پہنچانا مقصود ہو وہ حلال ہے اور جس مین صرف چڑھانا اور نذر الی غیر اللہ مقصود ہو جیسے وہ چیزین کہ اکثر عوام قبرون یا تعزیہ وغیرہ پر چڑھاکے چلے آتے ہین اور مقصود اُنکو صرف نذر کر دینا ہوتا ہی وہ حرام ہین۔ درمختار مین ہی اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها وینقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیهم فهو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفها لفقراء الانام وقد ابتلی الناس فی هذه الاعصار وقد بسطه العلامة قاسم فی شرح درر البحار اکثر عوام جو اموات کی نذر کیا کرتے ہین اور جو دراہم اور شمعین اور تیل وغیرہ خرید کے اولیا کے مقبرون پر بغرض اُنکے تقرب کے لیجاتے ہین وہ بالاجماع باطل و حرام ہین جبتک فقرا پر اسکے صرف کرنے کا قصد نہ کرلین اس زمانے مین لوگ اس بلا مین بہت مبتلا ہو گئے ہین اسکی توضیح علامہ قاسم نے شرح درر البحار مین کی ہی **سوال** بانسہ شریف مین سید شاہ عبد الرزاق رضی اللہ عنہ کی درگاہ ہی اور کئی پشت سے سید صاحب کی اولاد مین جانشین و مالک و متولی برابر ہوتے چلے آئے ہین اور سید صاحب کے فرزند شاہ غلام دوست محمد صاحب نے گل شاہ کو واسطے جاروب کشی و چراغ بتی اور خدمتگذاری درگاہ و حاضرین و زائرین درگاہ کے مقرر و مامور کیا تھا چنانچہ گل شاہ کی بھی کئی پشت تک وہ تعلق برابر چلا آیا ہی اس زمانے مین جو لوگ مالک و متولی ہین اُن لوگون نے خادمین یعنی اولاد گل شاہ کو بوجہ قصور و تمرد کے موقوف کر دیا ہی پس ایسی صورت مین حق موقوفی کا مالکان و متولیان کو شرعاً حاصل ہی یا نہین **جواب** ظہور تمرد و قصور کیوجہ سے مالکون اور متولیون کو جو سید صاحب کی

اولادمین سے ہین حق موقوفی حاصل ہی خصوصاً جبکہ اُنکے موقوف کرنے مین مصلحت ہو اور اُنکا موقوف کرنا بوجہ معتبر واقع ہوا اشباہ مین ہی لیس للامام ان یخرج شیئا من ید احد الا بحق ثابت معروف یعنے امام یا قاضی وغیرہ کو حق نہین ہی کہ کسی چیز کو کسی کے قبضے سے نکال لے اور اُسکو موقوف کردے مگر بوجہ شرعی معتمد اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہی قال بیری زادہ ینبغی ان یقید بما اذا لم یکن فیہ فائدۃ للموقف اما اذا کان عزلہ خیرا عزلہ کما فی جامع الفصولین بیری زادہ نے کہا ہی کہ جو ناظر و مدبر و مہتمم مال وقف وغیرہ کا ہو اُسکا موقوف کرنا اُس وقت ناجائز ہی جب کہ اُس مین کوئی فائدہ و مصلحت متعلق اموال وقفیہ نہو اور اگر اُسکے موقوف کرنے مین مصلحت ہو تو موقوف کرنا جائز ہی **سوال** مین نے تحریر ایک وثیقہ مرقومۂ اُنیسوین اپریل ۱۸۸۴ء اپنی کل جائداد مین سب اپنی زوجات و اولاد کا حصہ بمقدار جداگانہ بنام زد وقف لکھدیا مگر ابتک اُسپر قبضہ اُنکو یا اُنکے متولی کو نہین دیا ہی اور شرط بقاے عین حقیت بحق اپنے لکھا لیا ہی اُمین دو لڑکے میرے حمد اسد و محمد اسد جو میری ایک عورت سے جسکا مہر فاطمی تھا اور ادا بھی کردیا گیا تھا اور وہ مرچکی ہین وہ دونون بھائی بزعم اُس تحریر کے کہ باپ جو کچھ ملتا تھا وہ لکھ ہی چکے اب اُنسے کیا غرض ہی براہ ناخلفی مجھسے منحرف ہوگئے آزادی وعیاشی مین مبتلا ہو رہے اپنی صورت دکھلانے اور سیدھی بات کرنے کے بھی روادار نہین میری نافرمانی اور توہین کرتے اور میری باتون کو نہین سنتے اور جواب دلشکن دیتے رہتے ہین اور اس انتظار مین ہین کہ باپ مرجاوین تو اُنکی سب جائداد پر قبضہ کرکے حدرجہ کی تاش بینی شل اپنے ناںہالی خاندان کے کر گذرین اب مین بحلف مذہبی اقرار کرتا ہون کہ اُن دونون کی بے پروائی و بدنیتی و دغابازی و خیانت وخباثت سے مین سخت عاجز اور تنگدل ہو رہا ہون اور جب وہ مجھسے ایسی بیوفائی و کفران حقوق پرورش وغیرہ کر رہے ہین تو اپنے سوتیلی ماؤن و سوتیلے بھائیون اور بہنون کو کہ ایسون مین بالطبع خصومت رہتی ہی کب گھر مین چین اور آرام لینے دینگے بلکہ یہی دونون بھائی براطوار میرے بعد میری کل جائداد کا منافع بالا بالا لوٹ مار کرکے اپنے عیش و نشاط مین اُڑایا کرینگے اور میرے بچے جو اُنمین کوئی بھی بالغ نہین اور میری بیبیان جو پردہ نشین اور بے خویش و برادر و بیکس ہین بھوکون مرین گی یا بھیک مانگتی گھر سے باہر نکل جائین گی لہذا اُن دونون کے دست برد کے روکنے کے لیے اُن دونون کے نام جو حصہ اس وثیقہ مین نامزد کیا ہی اُسکو مین پھر اپنی طرف واپس کرلینا چاہتا ہون کیونکہ عین جائداد تو خود اُس وثیقہ مین میری ملکیت دوام کے لیے میرے حق مین قائم رہنے کو مشروط ہو چکی ہی باقی بنظر منفعت قبضہ اُنکا بحسب قواعد تکمیل وقف کے اُنکو یا اُنکے متولی کو کہ اُس محمد اسد کے نام تولیت لکھا تھا ابتک سپرد نہین کیا ہی نہ اُسکا نام سررشتہ سرکاری مین بطور داخل خارج کے لکھا گیا اور نہ اپنے وصیت نامہ مین اُسکی تائید کی بلکہ مین بدستور قدیم اپنے طور پر اپنے نام سے بطور قبضۂ مالکانہ سب کارروائی

خانگی دعدالتی کررہا ہون اور بارہا اُنکی نسبت فقط بے پروائی بطور دست برداری وہ دونون بھائی حمد اسعد ومحمد اسعد اپنے دستخطی خطون مین لکھتے رہے ہین پس ایسی حالات مین مجھ اصل مالک کو شرعاً اختیار واپسی اُس حصہ کا جو بنام اُنکے وثیقہ مذکور مین لکھا تھا حاصل ہی یا نہین اور اگر ہی تو کس دلیل پر **جواب** اس صورت مین واقف کو واپسی وقف کا اختیار ہی اسوجہ سے کہ شئ موقوف سے ملک واقف نہین زائل ہوتی ہے جبتک کہ تسلیم الی المتولی نہو اور لزوم وقف بعد تسلیم الی المتولی ہوتا ہی۔ جیساکہ تنویر الابصار مین ہی ولا یتم حتی یقبض ویفرز فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرهن جبتک قبضہ نہ کرادیا جائے وقف تمام نہین ہوتا اور جب وقف تمام ہوجاتا ہی تو مال موقوفہ کسی کی ملک نہین رہتا اور وہ نہ کسی کی ملک بنایا جاسکتا ہی اور نہ عاریت دیا جاسکتا ہی اور نہ رہن رکھا جاسکتا ہی۔ اور درمختار مین ہی تسلیم کل شئ بما یلیق به ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وبتسلیمه ایاه ہر شئ کی تسلیم اسکے مناسب ہوا کرتی ہی مسجد کے سپرد کرنے کا طریقہ یہ ہی کہ تقسیم کرکے ایک حصہ اسکے لیے معین کردیا اور دوسری چیزون مین متولی مقرر کرکے اُسکے سپرد کردیا جائے۔ پس جبکہ واقف نے ہنوز جائداد موقوفہ پر متولی کا قبضہ نہین کرایا بلکہ اپنا ہی دخل رکھا ہی تو وہ جائداد اُسکی ملک سے زائل نہین ہوئی **سوال** متولی وقف کو بعض وقف کا بیع کرنا بعض وقف کی ترمیم کے لیے جبکہ اور صورت سے مرمت نکرسکتا ہو جائز ہی یا نہین اور بعض وقف کو بیچنا اور دوسری چیز خرید کرکے وقف مین داخل کرنا جائز ہی یا نہین۔ اور عین وقف کو دوسری چیز سے بدل کے وقف کرنا درست ہی یا نہین **جواب** متولی کو بعض وقف کا بیع کرنا یا وقف کو بدلنا جائز نہین ہی۔ عالمگیری مین ہی متولی الوقف باع شیئا منه اورهن فهو خیانة فیعزل او یضم الیه ثقة متولی وقف نے اگر کچھ بیچ لیا یا رہن رکھا تو یہ خیانت ہی اس سے وہ معزول کیا جائیگا یا اُسکے ساتھ کوئی اور ثقہ آدمی بھی متولی بنادیا جائیگا۔ اور اسی کتاب مین دوسری جگہہ ہی ولو باع القیم دارا اشتراها بمال الوقف فلمان یقبل البیع مع المشتری اذا لم یکن البیع باکثر من ثمن المثل وکذا اذا اعزل ونصب غیرہ فللمنصوب اقالته بلاخلاف کذا فی البحر الرائق محافظ نے اگر کوئی گھر جسے مال وقف سے خرید کیا تھا بیچ ڈالا تو اُس بیع کو مشتری کے ساتھ قبول کرلینا چاہیے جبکہ بیع ثمن مثل سے زائد پر نہو اسیطرح جب اُسنے کسی کو معزول کیا یا کسی کو مقرر کیا تو جو مقرر کیا گیا ہی اُسے فسخ بیع کا حق ہی بلا خلاف جیساکہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اسی کتاب مین دوسری جگہہ ہی واذا خرب ارض الوقف واراد القیم ان یبیع بعضا منها لیرمم الباقی بثمن ما باع لیس له ذلک فان باع القیم شیئا من البناء لم یهدم او نخلة حیة لیقطع فالبیع باطل اور اگر وقف کی زمین خراب ہوگئی اور محافظ نے کچھ حصہ کے بیچ ڈالنے کا قصد کیا تاکہ باقی اُسکی قیمت سے درست کرے تو اُسے اسکا حق نہین ہی پس اگر محافظ نے عمارت کا کچھ حصہ جو منہدم نہوا

تھا اسلیے بیچ ڈالا کہ وہ منہدم کر دیا جائے یا سرسبز درخت اس لیے بیچ ڈالا کہ وہ کاٹ ڈالا جائے تو بیع باطل ہے۔ اور اسی کتاب مین دوسری جگہ ہے ارض وقف خاف القیم من وارث الواقف او من ظالم له ان یبیعه ویتصدق بالثمن کذا ذکر فی النوازل والفتوی علی انه لا یجوز کذا فی السراجیة کسی وقف کی زمین کے متعلق اگر متولی کو وارث واقف یا کسی اور ظالم کیجانب سے اندیشہ ہو تو اُسے بیچکر اُسکی قیمت کو صدقہ کر سکتا ہے جیسا کہ نوازل مین ہے اور فتوی اسپر ہے کہ یہ جائز نہین ہے جیسا کہ سراجیہ مین ہے۔ اور جامع الرموز مین ہے ولا یملك الوقف بالبیع ونحوه ولو لاحیاء الباقی بیع سے مال وقف پر ملک ثابت نہین ہوتی اگرچہ اُسکا منشا باقی حصہ کا درست کرنا ہو البتہ متولی غلہ وقف مین ترمیم اور اصلاح کر سکتا ہے ایسا ہی عامۂ کتب فقہ مین ہے۔ اور درمختار مین ہے واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکه الا القاضی البتہ استبدال اگر اُسمین مساکین کا نفع ہو تو اُسکا حق بھی قاضی کے سوا کسی کو نہین ہے **سوال** ایک شخص نے لکھکے دیا کہ میری تمام مملوکہ چیزین یعنی دیہات وغیرہ وقف ہے اور تفصیل بیان نہین کی اور محاصل کے لیے لکھا کہ اتنا میری لونڈیون پر اور اتنا میرے غلامون پر اور اتنا میرے متعلقین پر صرف ہو آیا یہ وقف درست ہے یا نہین **جواب** درست ہے۔ مجمع البرکات مین ہے ومن الشرائط عدم الجهالة فلو وقف من ارضه شیئا ولم یسمه کان باطلا ولو وقف جمیع حصته من هذه الدار ولم یسم السهام جاز استحسانا کذا فی البحر الرائق شرائط وقف مین سے عدم جہالت ہے تو اگر اپنی زمین کا کوئی حصہ وقف کیا اور تعیین نہین کی تو وقف باطل ہوگا اور اگر کسی خاص گھر مین اُسکا حصہ تھا اُسے وقف کیا لیکن حصہ کو متعین نہین کیا تو یہ وقف استحسانا جائز ہے جیسا کہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اسی کتاب مین دوسری جگہ ہے اذا وقف ارضا او شیئا آخر وشرط کل الغلة لنفسه او شرط البعض له ما دام حیا وبعده للفقراء قال ابو یوسف الوقف صحیح ومشایخ بلخ اخذوا بقول ابی یوسف وعلیه الفتوی ترغیبا للناس فی الوقف کذا فی المضمرات ولو شرط تمام الغلة او بعضها لامهات اولاده وعبیده فهو علی الخلاف بین ابی یوسف ومحمد اگر زمین یا کوئی دوسری چیز وقف کی اور تمام غلہ یا غلہ کا کوئی خاص حصہ اپنے حیات تک اپنے لیے اور اپنے بعد فقرا کے لیے مخصوص کر دیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وقف صحیح ہے اور مشایخ بلخ نے اسی سے اخذ کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے تاکہ لوگون کو وقف کیطرف رغبت ہو جیسا کہ مضمرات مین ہے اور اگر اپنے غلامون اور لونڈیون کیلیے تمام یا بعض غلہ کی شرط کی تو اسمین امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا اختلاف ہے **سوال** سلطان وقت نے خانقاہ کے خرچ کیلیے تھوڑی اراضی زید پر نسلا بعد نسل و بطنا بعد بطن وقف کی اسپر اولاد دختر اس مین داخل ہے یا نہین اور اُسکی تولیت خود زید کو اور اُسکے بعد اُسکی اولاد کو دی گئی تھی ایک وقت مین زید کی اولاد مین چونکہ ایک ہی لڑکی اور وہ بھی صغیر السن تھی اس لیے حاکم نے دوسرے کو متولی کیا اب بالغ ہونے کے بعد اُس لڑکی کو یا اُسکے مرنے کے بعد اُسکی اولاد کو تولیت کا حق حاصل ہے

یا نہین **جواب** وقف مذکور مین لڑکی کی اولاد بھی داخل ہی اور دوسرے شخص کے متولی ہوجانے سے اُنکا حق تولیت باطل نہین ہوسکتا۔ ردالمحتار مین ہی لو قال علی ذریۃ زیدا وقال علی نسلہ ابدا ما تناسلوا یدخل فیہ ولدہ وولد ولدہ وولد البنین وولد البنات فی ذلک سواء اگر کہا یہ ذریت زید کے لیے وقف ہی تو جبتک کہ اُسکی نسل باقی ہی تو ہمین اُسکی اولاد اور اُسکی اولاد کی اولاد داخل ہوگی لڑکون اور لڑکیون سبکی اولاد کا حکم اس معاملہ مین یکسان ہی۔ اور عالمگیری مین ہی ولو وقف علی نسلہ او ذریتہ دخل فیہ اولاد البنین واولاد البنات قربوا او بعدوا اگر کسی کی نسل یا ذریت پر وقف کیا تو اس مین لڑکون اور لڑکیون سب کی اولاد داخل ہوگی قریب ہون یا بعید **سوال** اولاد البنات اولاد یا اولاد الاولاد مین داخل ہین یا نہین **جواب** علامۂ ابن شبلی نے کہا ہی ذکرت ذلک لقاضی القضاۃ الطرابلسی فجنح الی ما اختارہ الخصاف رح فینبغی الافتاء بما اختارہ مع التنصیص علی ما اختارہ یہ مین نے قاضی القضاۃ طرابلسی سے کہا تو وہ خصاف رح کے مذہب کی جانب مائل ہوے تو فتوی اُنھین کے اختیار کیے ہوے مذہب پر دینا چاہیے۔ اور تعالیق الانوار مین ہی قال فی اغاثۃ السائل واما الذریۃ والنسل فذکر الخصاف رح قال نسلہ وولدہ وولد ولدہ ابدا ما تناسلوا وولد البنین و البنات سواء ثم قال لو وقف علی ذریۃ زید فالذریۃ والنسل سواء والحکم فیہما واحد ثم قال و النسل والذکور والاناث ثم قال فاذا انقرضوا الا ولد البنت ایعطیہا الغلۃ قال نعم ونقل عن بعضہم ان فی دخول البنات روایتین و نقلہ ایضا عن الخانیۃ وجزم الامام الناصحی بدخول اولاد البنات و لم یحک خلافا ولم یعزہ روایۃ قال عبد البر فتنبہ لذلک اغاثۃ السائل مین ہی کہ ذریت و نسل کے معاملہ مین خصاف رح نے کہا ہی کہ نسل اولاد اور اولاد کی اولاد کو شامل ہی اور لڑکے اور لڑکیون کی اولاد اس معاملہ مین مساوی ہی پھر اُنھون نے کہا ہی کہ اگر کسی نے ذریت زید پر کچھ وقف کیا تو ذریت و نسل برابر ہی اور دونون کا حکم ایک ہی ہی پھر کہا ہی اور نسل اولاد ذکور و اناث سبکو شامل ہی پھر کہا ہی کہ اگر سلسلہ منقطع ہوجائے اور نواسے کے سوا کوئی باقی نرہے تو غلہ اُسکو دیا جائیگا اور بعضون سے یہ منقول ہی کہ اس مین لڑکیون کے داخل ہونے کے متعلق دو روایتین ہین اور اسے خانیہ سے بھی نقل کیا ہی امام ناصحی نے اولاد بنات کے داخل ہونے کو یقینی سمجھا ہی اور اس مین کسی اختلاف کی روایت نہین کی ہی عبد البر نے کہا ہی کہ اس سے تنبیہ لینا چاہیے۔ اور متولی ہونے کی صحت کے لیے بلوغ اور عقل شرط ہی۔ عالمگیری مین ہی ویشترط للصحۃ بلوغہ وعقلہ کذا فی البحر الرائق اور صحت تولیت کے لیے بلوغ اور عقل شرط ہی جیسا کہ بحر الرائق مین ہی۔ پس صبی اور اسیطرح مجنون کی تولیت صحیح نہین ہی۔ ردالمحتار مین ہی ولو اوصی الی الصبی تبطل فی القیاس مطلقا وفی الاستحسان ھی باطلۃ ما دام صغیرا فاذا کبر یکون الولایۃ لہ اگر وقف کسی لڑکے کے سپرد کیا تو قیاسا یہ باطل ہوگا اور استحسانا جبتک وہ لڑکا رہے گا ولایت نہ ثابت ہوگی اور بعد کو وہی

متولی وقف ہوگا۔ اور رد المحتار میں ہے و فی انفع الوسائل عن وقف ہلال لو قال و لا یتہا الی فلان و فیہم الصغیر والکبیر یبدل عمل القاضی مکان الصغیر رجلا وان شاء اقام الکبار مقامہ ۱ھ انفع الوسائل میں ہے اگر کسی نے لوہے کے ٹکڑے وقف کیے اور انکی ولایت اپنی اولاد کے سپرد کی اور اُسکے بعض لڑکے چھوٹے تھے تو قاضی کو اختیار ہے چاہے چھوٹے لڑکون کی جگہ دوسرے آدمیون کو مقرر کردے چاہے بڑون ہی کو اُنکا قائم مقام بنا دے۔ اور عالمگیری میں ہے فی الحاوی وفی نوادر ابن سماعۃ عن محمد رحمہ اللہ اذا اوصی الی ابنہ الصغیر جعل القاضی لہ وصیا فاذا بلغ لم یکن لہ ان یخرج الوصی الا بامر القاضی کذا فی التاتارخانیۃ حاوی میں ہے اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رح سے نقل کیا ہے کہ اگر وقف کو اپنے چھوٹے لڑکے کے سپرد کیا تو قاضی اُسکا ایک قائم مقام مقرر کردیگا اور وہ لڑکا بلا حکم قاضی اُسکو علیحدہ نہین کرسکتا یہ تاتارخانیہ مین ہے لیکن چونکہ صاحب وقف نے تولیت نسلاً بعد نسل مقرر کی تھی اور اُسکی نسل سے اگرچہ لڑکی ہی کی اولاد ہو اور وہ تولیت کی قابلیت رکھتی ہو تو حاکم کو چاہیے کہ وقف کی تولیت اُنکے حوالے کرے۔ اور رد المحتار میں ہے قال فی شرح الملتقی معزیا الی الاشباہ لا یجوز للقاضی عزل الناظر المشروط لہ النظر بلا خیانۃ ولو عزلہ لا یصیر الثانی متولیا شرح ملتقی مین اشباہ کی جانب منسوب کرکے لکھا ہے کہ قاضی کو اُس ناظر کے معزول کرنے کا حق نہین ہے جو وقف مین شرط ہو اگر اُس سے خیانت نہ صادر ہوا اور اگر معزول کریگا تو دوسرا شخص متولی نہین ہوسکتا **سوال** اگر واقف نے شرط کی کہ تاحیات منافع وقف میرے صرف مین رہین گے اور میرے مرنے کے بعد فقرا کو دے جائین گے تو ایسا وقف صحیح ہے یا نہین **جواب** صحیح ہے۔ مجمع البرکات مین ہے اذا وقف ارضا او شیئا آخر وشرط کل الغلۃ لنفسہ او شرط البعض مادام حیا و بعدہ للفقراء قال ابو یوسف الوقف صحیح ومشائخ بلخ رح اخذوا بقول ابی یوسف رح وعلیہ الفتوی ترغیبا للناس فی الوقف کذا فی المضمرات اگر زمین یا کوئی اور چیز وقف کی اور تمام غلہ یا غلہ کا کوئی خاص حصہ اپنی حیات تک اپنے لیے اور اپنے بعد فقرا کے لیے مخصوص کردیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وقف صحیح ہے اور مشائخ بلخ نے اس سے اخذ کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے تاکہ لوگون کو وقف کیطرف رغبت ہو جیسا کہ مضمرات مین ہے **سوال** منفعت وقف کا غیر مساکین کے لیے بھی صرف کرنا جائز ہے یا نہین **جواب** روایت راجح کے موافق منفعت موقوف کا صرف غیر مسکین پر بھی جائز ہے اور یہ صرف وقف کے منافی نہین ہے جیسا کہ درمختار مین ہے **سوال** وقف کا کسی چیز سے بدلنا جائز ہے یا نہین **جواب** اگر قاضی استبدال وقف مین مصلحت سمجھے تو کرسکتا ہے اشباہ مین ہے شرط الواقف عدم الاستبدال فللقاضی الاستبدال اذا کان اصلح شرط وقف عدم استبدال ہو اور قاضی کو استبدال کا حق ہے اگر وہ استبدال کو اصلح سمجھے۔ اور قاضی خان مین ہے اما بدون الشرط اشار فی السیر الی انہ لا یملک الاستبدال الا القاضی لو رای المصلحۃ فی ذلک بانی ربا لا ترد

استبدال تو سیر مین اس جانب اشارہ کیا ہی کہ قاضی اگر اس مین مصلحت جانے تو اُسے استبدال کا حق ہی اور کسیکو اسکا حق نہین ہی۔ اور اشباہ مین ہی استبدال الوقف العامر لا یجوز الا فی مسائل الاولی لو شرطہ الواقف الثانیۃ اذا غصبہ غاصب اجری الماء علیہ حتی صار بحرا لا یصلح للزراعۃ فیضمنہ القیم القیمۃ ویشتری بہا ارضا بدلا الثالثۃ ان یجحدہ الغاصب ولا بینۃ وہی فی الخانیۃ الرابعۃ ان یرغب انسان فیہ ببدل اکثر غلۃ واحسن صقعا فیجوز علی قول ابی یوسف وعلیہ الفتوی کما فی فتاوی قاری الہدایۃ وقف عامر کا استبدال درست نہین ہی مگر چند مسائل مین (۱) واقف استبدال کو شرط کردے (۲) غاصب زمین کو غصب کرے اور اُسپر اتنا پانی ڈالدے کہ وہ مثل دریا کے ہو جائے اور زراعت کی صلاحیت نرکھے تو محافظ ضمان مین اُسکی قیمت دیگا اور اُس سے اُس زمین کے عوض مین دوسری زمین خریدی جائیگی (۳) غاصب غصب کر نیسے انکار کرے اور بینہ موجود نہو یہ خانیہ مین ہی (۴) استبدال پسند کیا جائے اسوجہ سے کہ دوسری زمین باعتبار غلہ کے اُس سے بہتر اور باعتبار اوصاف کے اُس سے اچھی ہو ان صورتون مین استبدال امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی جیسا کہ فتاوی قاری الہدایہ مین ہی **سوال** قرآن اور کتابون وغیرہ اشیاے منقولہ کا وقف جائز ہی یا نہین **جواب** مذہب مفتی بہ کے لحاظ سے جائز ہی۔ نقایہ مین ہی وصح عند محمد وقف منقول فیہ تعامل کالمصحف ونحوہ وعلیہ الفتوی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اُن منقولات کا وقف درست ہی جن مین عموما وقف جاری ہو مثلا قرآن شریف وغیرہ اور اسی پر فتوی ہی **سوال** اگر کسی مسجد پر قرآن شریف کو وقف کیا تو اُسی مسجد پر محصور ہوگا یا نہین **جواب** نہین۔ درمختار مین ہی وقف مصحفا علی اہل مسجد للقراءۃ ان یحصون جاز وان وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیہ ولا یکون محصورا علی ہذا المسجد اگر کسی نے قرآن شریف کسی مسجد کے لوگون پر پڑھنے کے لیے وقف کیا تو جائز ہی اور اگر مسجد پر وقف کیا تو جائز ہی اور اُس قرآن مین تلاوت کی جائیگی اور یہ قرآن اُس مسجد کے ساتھ مخصوص نہوگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (ابو الحسنات محمد عبد الحی)

# کتاب احکام اہل الذمۃ والمستامن

**سوال** اہل ذمہ متبنی کو صلبی لڑکے کے برابر حصہ دلاتے ہین پس جب انکا مقدمہ عدالت مین آئے تو کیونکر فیصلہ کیا جائے **جواب** بیع خمر وخنزیر کے علاوہ اہل ذمہ عقوبات اور معاملات مین اہل اسلام کے مطیع ہین حاکم کو اپنی شرع کے موافق فیصلہ کرنا چاہیے مسلم مین ہے واما بالعقوبات والمعاملات فاتفاق لعقد الذمۃ عقوبات اور معاملات مین اتفاق ہی عقد ذمہ کیوجہ سے اور مولانا محمد مبین رحمہ اللہ اسکی شرح مین لکھتے ہین فان عقد الذمۃ وکون الکافر ذمیا ومطیعا للاسلام انما

یقتضی ان یقام علیھم العقوبات کما یقام علینا و یعمل معھم فی العقود والفسوخ کما یعمل معنا فھم کحالنا کیونکہ عقد ذمہ اور کافر کا ذمی اور مطیع اسلام ہونے کا مقتضے یہ ہی کہ اُنپر بھی عقوبات قائم کیے جائین ویسے ہی جیسے کہ ہمپر قائم کیے جاتے ہین اور عقود و فسخ عقود مین اُنکے ساتھ وہی کیا جائے جو ہمارے ساتھ کیا جاتا ہی یعنی اُنکا حال ہمارے حال کا ایسا ہی- اور نصاب الاحتساب مین ہی ان فیما سوی الخمر والخنزیر و نکاح المحارم و عبادۃ غیر اللہ تعالی حال اھل الذمۃ کحال المسلمین ما یمنع عنہ المسلم یمنع عنہ اھل الذمۃ خمر و خنزیر و نکاح محارم اور عبادت غیر اللہ کے سوا اہل ذمہ کا حال مسلمانون کا ایسا ہی جسسے مسلمان روکے جائینگے اُس سے اہل ذمہ بھی روکے جائین گے **سوال** جو مسلمان طلب امان کرکے دار الحرب مین داخل ہو اُسکو حربیون کے جان و مال سے تعرض کرنا جائز ہی یا نہین **جواب** حرام ہی مگر جبکہ حربیون کا حاکم اس مسلمان کا مال چھین لے یا اُسے قید کرے یا حربیون مین سے اس مسلمان کے ساتھ کوئی ایسا ہی معاملہ اپنے حاکم کے علم سے کرے اور حاکم منع نکرے اُسوقت اگر یہ مسلمان تعرض کرے تو مضائقہ نہین ہی کیونکہ غدر کی ابتدا اُنھین کی طرف سے ہوئی- درمختار مین ہی دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ بشئی من دم و مال مسلمان دار الحرب مین بامان داخل ہوا تو اُسپر جان و مال کسی چیز سے تعرض کرنا حرام ہی- اور طحطاوی نے اسکے حاشیہ مین لکھا ہی لانہ ضمن بالاستیمان ان لا یتعرض لھم فالتعرض بعد ذلک یکون غدرا والغدر حرام الا اذا غدر بہ ملکھم فاخذ مالہ او حبسہ او فعل ذلک غیرہ بعلمہ ولم یمنعہ لانھم الذین نقضوا العھد کیونکہ طلب امان سے وہ اس امر کا ضامن ہو گیا کہ اس سے کچھ تعرض نکریگا تو اب اسکے بعد تعرض غدر ہی اور غدر حرام ہی مگر جبکہ اُسکے ساتھ وہان کا بادشاہ غدر کرے اور اُسکا مال لیلے یا اُسے قید کردے یا بادشاہ کے سوا اُسکے علم مین کوئی اور شخص ایسا ہی کرے اور بادشاہ اُسے منع نکرے کیونکہ اُنھین لوگون نے نقض عہد کیا ہی **سوال** اگر مسلمان مستامن نے حربی کا مال سرقہ یا غصب یا تاراج سے حاصل کیا تو مالک ہوتا ہی یا نہین **جواب** جبتک کہ مستامن دار الحرب مین ہی اُسپر واجب ہی کہ مال مذکور واپس کردے اور جب اُس مال کو دار الحرب سے باہر نکال لایا تو اُسکا مالک ہو جائیگا مگر ملک خبیث ہی اُسپر واجب ہی کہ تصدق کردے درمختار مین ہی فلو اخرج الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا قید بالاخراج لانہ لو غصب منھم شیئا ردہ علیھم وجوبا پس اگر مستامن دار الاسلام تک کچھ مال لیکر چلا آیا تو وہ اُسکا مالک ہو جائیگا لیکن بملک حرام کیونکہ اُسنے غدر کیا ہی لہذا اُس مال کو تصدق کر دینا واجب ہی اخراج کی قید اس لیے لگائی ہی کہ اُسکی جو چیز دار الحرب مین غصب کرلی ہو اُسکا واپس کر دینا واجب ہے اور طحطاوی نے قولہ ملکہ کے تحت مین لکھا ہی لانہ ظفر بمال مباح وانما کان حراما للغدر وانما یتصدق بہ لما فیہ من الخبث قولہ لانہ لو غصب منھم شیئا الخ الغصب لیس بقید اذ لو سرق و اغار کان الحکم کذلک کما لا یخفی قولہ ردہ علیھم ای مادام فی دارھم

کیونکہ اُسکے مال مباح ملا ہی اور حرمت غدر کی وجہ سے ہی اور تصدق اسوجہ سے ہوگا کہ اس مین خبث ہی اور غصب کے
ساتھ یہ حکم مخصوص نہین ہی بلکہ سرقہ اور لوٹ کا بھی یہی حکم ہی جیسا کہ ظاہر ہی اور حیثیت اول مین سبب سے اُس مال کا
واپس کردینا واجب ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

# کتاب البیع

**سوال** اگر زید نے اپنی ملک کو مالیت سے کم قیمت پر بقاے ملک کی مصلحت سے بیع کیا تو بیع نافذ ہوگی یا نہین
**جواب** بیع مذکور بیع تلجیہ کی قسم سے ہی۔ نور الانوار مین اُسکی حقیقت یون بیان کی ہی ان یلجیٔ شیٔ الی ان یاتی
امرا باطنہ بخلاف ظاہرہ فیظھر بحضور الخلق انھما یعقدان البیع بینھما لاجل مصلحۃ دعت الیہ و
لم یکن فی الواقع بینھما بیع تلجیہ وہ بیع ہی جسکا ظاہر باطن کے خلاف ہو کسی مصلحت سے خلق کے سامنے تو یہ ظاہر کیا جائے کہ ان
دونون کے درمیان مین بیع منعقد ہوئی ہی اور فی الواقع وہ بیع نہو۔ اور اُسکے حکم مین لکھا ہی یفسد البیع ولا یوجب
الملک وان اتصل بہ القبض لعدم الرضا بیع فاسد ہوگی اور ملک ثابت ہوگی اگرچہ قبضہ بھی متحقق ہو جائے کیونکہ
رضامندی ثابت نہین ہی اور اگر بغیر مصلحت مذکور فی الواقع بیع کی ہی تو بیع مذکور نافذ ہی **سوال** تیل یا گڑ کا شیرہ جو
نجس ہو گیا ہو اُسکی بیع درست ہی یا نہین **جواب** درست ہی درمختار مین ہی و یجوز بیع الدھن المتنجس و
الانتفاع بہ فی غیر الاکل نجس تیل کا بیچنا اور اُس سے نفع حاصل کرنا بشرطیکہ کھانے کی چیزون مین (ڈالکر) نہ حاصل
کیا گیا ہو جائز ہی **سوال** انبیہ کی درخت پر بیع جائز ہی یا نہین اور آخر فصل تک مشتری کو بائع کی اجازت سے درخت پر
رہنے دینا جائز ہی یا نہین **جواب** کچی انبیہ کی بیع جائز ہی اور وقوع بیع کے بعد بائع کی اجازت سے اگر درخت ہی پر
رہنے دے تو بھی جائز ہی۔ ہدایہ مین ہی ومن باع ثمرۃ لم یبد صلاحھا او قد بدا جاز البیع لانہ مال متقوم اما لکونہ
منتفعا بہ فی الحال او فی الثانی وقد قیل لا یجوز قبل ان یبدو صلاحھا والاول اصح وعلی المشتری قطعھا فی الحال
تفریغا لملک البائع وھذا اذا اشتراھا مطلقا او بشرط القطع وان شرط ترکھا علی النخیل فسد البیع لانہ شرط لا یقتضیہ العقد ولو اشتراھا
مطلقا وترکھا باذن البائع طاب لہ الفضل جسنے پھل بیچے اور وہ پکنا شروع نہین ہوے تھے یا پکنا شروع ہو گئے تھے
تو بیع جائز ہی کیونکہ مال متقوم ہی اُس سے اُسوقت یا زمانہ آیندہ مین نفع حاصل کیا جا سکتا ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین ہی
تاوقتیکہ پھل پکنا نہ شروع ہو جائین اور اول اصح ہی اور مشتری کو فوراً پھل کاٹ لینا چاہیئے تاکہ ملک بائع فارغ ہو جائے یعنے اُسکے
درخت پھنسے نہ رہین یہ اُس صورت مین ہی جب پھلون کو بلا شرط یا بشرط قطع خریدے اور اگر اس شرط سے خریدے کہ وہ درخت
پر لگے رہینگے تو بیع فاسد ہو جائیگی کیونکہ یہ شرط ایسی ہی جسے بیع نہین چاہتی اور اگر پھلون کو بلا کسی شرط کے خریدا

اور باجازت بائع درختون پر لگا رہنے دیا تو یہ درست ہی **سوال** بیع تعاطی مین اخذ دونون جانب سے چاہیے یا ایک جانب سے کافی ہی **جواب** بیع تعاطی مین اکثر مشائخ کا مختار ایک مجلس مین دونون جانب سے اعطا ہی اور ابو الفضل کرمانی نے فقط تسلیم مبیع کو بیان ثمن کے ساتھ ضروری خیال کیا ہی اور بعض فقہا نے قبض احد البدلین کا ثمن ہو یا مبیع بیع تعاطی مین اعتبار کیا ہی۔ عالمگیری مین ہی والشرط فی بیع التعاطی الاعطاء من الجانبین عند شمس الائمة الحلوانی کذا فی الکفایة وعلیه اکثر المشائخ وفی البزازیة هو المختار کذا فی البحر الرائق والصحیح ان قبض احدهما کاف لنص محمد رح ان بیع التعاطی یثبت بقبض احد البدلین وهذا ینتظم الثمن والمبیع کذا فی النهر الفائق بیع تعاطی مین جانبین سے اعطا شرط ہی شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک جیسا کہ کفایہ مین ہی اور یہ اکثر مشائخ کا خیال ہی اور بزازیہ مین ہی کہ یہی مذہب مختار ہی جیسا کہ بحر الرائق مین ہی اور صحیح یہ ہی کہ ایک کا قبضہ کافی ہی کیونکہ امام محمد رح نے اسے ثابت کیا ہی کہ بیع تعاطی احد البدلین پر قبضہ سے ثابت ہو جاتی ہی اور یہ ثمن و مبیع دونون کو شامل ہی جیسا کہ نہر الفائق مین ہی اور در مختار مین ہی واکتفی الکرمانی بتسلیم المبیع مع بیان الثمن کرمانی نے تسلیم مبیع اور بیان ثمن ہی پر اکتفا کی ہی **سوال** دس سیر گیہون یا آٹا دس سیر گیہون یا آٹے کے عوض مین مول لینا جائز ہی یا نہین **جواب** امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ناجائز ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہی۔ در مختار مین ہی وما نص الشارع علی کونه کیلیا کبر وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذهب وفضة فهو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطة بحنطة وزنا کما لو باع ذهبا بذهب او فضة بفضة کیلا ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی وما لم ینص علیه حمل علی العرف وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحه الکمال وخرج علیه سعدی افندی استقراض الدراهم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثله وفی الکافی الفتوی علی عادة الناس بحر واقره المصنف شارع نے جسکے کیلی ہونے کو بتلا دیا ہی مثلا گیہون جو کھجور اور نمک اور جسکے وزنی ہونیکو بتلا دیا ہی جیسے سونا چاندی تو وہ ہمیشہ اُس حالت پر رہینگے پس گیہون کو گیہون کے عوض مین تول کے بیچنا صحیح نہین ہی جیسا کہ سونے کو سونے کے عوض مین اور چاندی کو چاندی کے عوض مین ناپ کے بیچنا صحیح نہین ہی اگرچہ برابر برابر ہون کیونکہ نص عرف سے قوی ہی تو ادنی کے بدولت اقوی ترک نہ کیا جائیگا اور جسپر نص نہ قائم ہو وہ عرف پر حمل کیا جائیگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک عرف مطلقا معتبر ہی کمال نے اسکو ترجیح دی ہی اور سعدی افندی نے اسی سے عددا دراہم کے قرض لینے کا اور ہمارے زمانے مین وزنا آٹے کی فروخت ہونے کا مثلا بمثل استخراج کیا ہی اور کافی مین عادت ناس پر فتوی دیا ہی بحر اور مصنف نے بھی اسی کو تسلیم کیا ہے **سوال** اگر غلام کے مالک نے غلام کو بیچا اور طرفین سے ایجاب و قبول ہو گیا اور غلام بیع سے راضی نہین ہی تو یہ بیع

نافذ ہوگی یا نہین **جواب** نافذ ہوگی کیونکہ غلام کا بیع پر راضی ہونا شرائط یا ارکان بیع سے نہین ہے **سوال** اگر
اسباب کو روپیہ یا اشرفی کے بدلے مین بیچا تو پہلے ثمن دینا چاہیے یا مبیع **جواب** شرح وقایہ مین ہے فی بیع السلعۃ
بالثمن ای بالدراھم والدنانیر یسلم الثمن اولا لان السلعۃ تتعین بالبیع والدراھم والدنانیر
لا تتعین الا بالتسلیم فلا بد من تعیینہ لئلا یلزم الربوا اسباب کو ثمن یعنی درہم ودنانیر کے عوض بیچنے مین پہلے
ثمن دیے جائین کیونکہ اسباب بیع سے متعین ہوجاتا ہے اور دراہم ودنانیر بلا تسلیم متعین نہین ہوتے اور انکی تعیین ضروری
ہے تاکہ ربوا نہ لازم آئے **سوال** ثمن اور قیمت مین کیا فرق ہے **جواب** جامع الرموز مین ہے الثمن ھو ما یلزم بالبیع
وان لم یقوم بہ ثمن وہ ہے جو بیع سے لازم آئے اگرچہ اُتنی قیمت نہو۔ اور برجندی لکھتے ہین القیمۃ ما قوم
بہ مقوم والثمن قد یکون مساویا للقیمۃ وقد یکون زائدا وقد یکون ناقصا عنہ قیمت وہ دام ہین جو دام
لگانے والا لگائے ثمن کبھی قیمت کے مساوی ہوتا ہے اور کبھی زائد اور کبھی کم **سوال** زید کے پاس زمین اور ایک مکان
خرید پانچسو روپیہ کا اُسکے قبضہ مین سالہا سال رہا اور وہ خالد کا قرضدار چالیس روپیہ کا تھا خالد نے عدالت مین نالش
کی سرکار نے وہ زمین اور مکان خالد کے روپیہ کے بابت مع خرچہ عدالت کے نیلام کرا ڈالا اور حامد کے نام وہ اکسٹھ روپیہ
پر چھوٹا سرکار نے اُسپر حامد کا مالکانہ قبضہ کرا دیا لیکن زید جو کہ مالک ہے وہ اس نیلام پر راضی نہین ہے پس ایسی زمین اور مکان
سے بدون رضامندی زید کے نفع لینا یا قبرستان اور مسجد بنانا از روے شرع جائز ہے یا نہین **جواب** اس صورت مین حامد
کو اُس زمین سے نفع لینا جائز نہین ہے کیونکہ اگرچہ قرضدار کے مال کی بیع جبکہ وہ قرض ادا نکرے حاکم کو بلا اجازت جائز ہے
بر قول اصح جیسا کہ ملتقی الابحر اور درمختار اور حامدیہ وغیرہم مین ہے مگر چونکہ یہ بیع نہایت نقصان سے ہوئی کہ پانچسو کی
چیز اکسٹھ روپیہ کو بکی اور حاکم کی ولایت نفع اور شفقت پر مبنی ہے نہ ضرر و نقصان پر مثل صبی کی ولایت کے لہذا یہ
بیع جائز نہوگی۔ فتاوے خیریہ مین ہے الحاصل ان القاضی نصب ناظرا فینبغی لہ ان ینظر للمدیون کما ینظر
للدائن فیبیع ما کان انظر لہ حاصل یہ ہے کہ قاضی نے ایکسناظر مقرر کیا تو اُسے چاہیے کہ جسطرح دائن کی حالت کو
دیکھتا ہے مدیون کی حالت کو بھی دیکھے تو جو اُسکی حالت کے مناسب ہو اُسے بیچڈالے **سوال** حیوانات مردار کی تر یا
خشک کھال کی بلا دباغت کے بیع وشرا و تجارت جائز ہے یا نہین **جواب** نہین۔ فتح القدیر مین ہے لا یجوز بیع جلود
المیتۃ قبل ان تدبغ لانھا غیر منتفع بھا قال صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم لا تنتفعوا من المیتۃ باھاب ولا خلاف
فی ھذا دباغت کے پہلے مردون کی کھال کو بیچنا درست نہین ہے کیونکہ اُنسے انتفاع حاصل نہین ہوسکتا حضور سرور
عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے دباغت مردے کی کھال سے نفع نہ اُٹھاؤ اسمین کچھ اختلاف نہین ہے **سوال**

زید نے اپنا مال بکر کے ہاتھ جاکر بیچنے کے لیے اقرار کیا کہ بشرط عدم استعمال جب چاہے واپس کر دے پس بکر نے اُس مال کو دوسرے کے ہاتھ بیچا جو نفع اُسکو اس فروخت سے حاصل ہوا وہ بکر کے لیے حلال ہی یا نہین **جواب** حرام ہی کیونکہ جاکڑ مال بائع کی ملک سے باہر نہین آتا۔ نقایہ مین ہی لا یخرج مبیع عن ملک بائعہ مع خیارہ کالمقبوض علی سوم الشراء کوئی مبیع بائع کی ملک سے نہین نکلتی اگر خیار ہو جیسے کہ مقبوض علی سوم الشراء۔ اور جب وہ مال ملک بائع سے باہر نہین آیا تو اُس سے بکر کو نفع حاصل کرنا جائز نہین ہی **سوال** زید نے بکر کو مال دیکے کہا کہ اس قیمت سے جو زائد ملے وہ تمھارا ہی پس بکر نے اُسکو معینہ قیمت سے زائد کو بیچا یہ زیادتی بکر کے لیے حلال ہے یا نہین **جواب** حلال ہی **سوال** علمای شافعیہ اس مسئلہ مین کیا کہتے ہین کہ اس شہر کے بعض لوگ سرکہ بنانے کے لیے شراب مول لینا جائز سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ نیت کیوجہ سے جو اُنکے نزدیک شرط ہی شراب کی حرمت اور نجاست مرتفع ہو جاتی ہی اُنکا یہ کہنا صحیح ہی یا نہین **جواب** شراب کا خریدنا جائز نہین ہی اگرچہ سرکہ بنانے کیلیے بھی ہو کیونکہ کتب فقہ شافعیہ مین شراب کے خریدنے کا جواز کہین پایا نہین جاتا کیونکہ شراب حرام اور نجس ہی جیسا کہ مغنی مین ہی اور جو چیز نجس ہی اُسکا خریدنا جائز نہین ہی۔ پس امام شافعی رح کے نزدیک شروط بیع مین سے معتبر یہ ہی کہ مبیع نجس العین نہو بلکہ بالفعل پاک ہو یا دھونے سے اُسکا پاک ہو جانا ممکن ہو۔ فتح المعین مین ہی وطھرہ او امکان طھرہ بغسل فلا یصح بیع نجس و جلد میتۃ وان امکن طھرھا بتخلل و دباغ اُسکا طاہر ہونا یا غسل سے طاہر ہو جانا ممکن ہو پس نجس اور مردے کی کھال کی بیع درست نہین ہی اگرچہ طہارت تخلل یا دباغت سے ممکن ہی۔ لہذا سگ معلم و خنزیر کی بیع درست نہین ہی اسیطرح شراب کی بیع بھی درست نہین۔ احیاء علوم الدین مین ہی فیعتبر فیہ ستۃ شروط الاول ان لا یکون نجسا فی عینہ فلا یصح بیع کلب و خنزیر و لا یجوز بیع الخمر مبیع کیلیے چھ شرطین ہین اول یہ کہ نجس عین نہو پس کتے اور سور کی بیع صحیح نہین ہی اور شراب کی بیع جائز نہین ہی۔ اور منہاج مین ہی وللمبیع شروط طھارۃ عینہ فلا یصح بیع کلب و خنزیر و خمر و المتنجس الذی لا یمکن تطھیرہ کالخل واللبن مبیع کی چند شرطین ہین ایک اُسکا خود طاہر ہونا تو کتے اور سور اور شراب اور اُس نجس کی بیع جسکا پاک ہونا ممکن نہو صحیح نہین ہی مثلا سرکہ اور دودھ۔ اور انوار مین ہی ولہ شروط الاول ان یکون طاھرا او یطھر بالغسل فلا یصح بیع کلب و خنزیر و فروعھما و المیتۃ کالعاج و جلدھا قبل الدباغ و السرخین و الخمر مبیع کیلیے بہت سی شرطین ہین اول یہ کہ خود طاہر ہو یا غسل سے طاہر ہو سکے تو کتے اور سور اور مردہ اور اُسکی کھال (قبل دباغت) اور غلیظ اور شراب کی بیع صحیح نہین ہی۔ اور مغنی مین بعبارت فارسی لکھا ہی جسکا ترجمہ ہی اور جو نجس العین ہی جیسے کتا

اور خون اور مردار یہ چیزین کسیطرح پاک نہیں ہوسکتین مگر شراب جو خود بخود سرکہ ہوجاوے اور یہی اسی کتاب مین ہے اگر شراب کو نمک وغیرہ سے سرکہ بنایا تو یہ سرکہ پلید اور حرام ہے اور اُسکی پاکی ممکن نہین ہے۔ اور [illegible] الاخر تخللت وکذا ان نقلت من شمس الی ظل وعکسہ فی الاصح [illegible] نہین ہوتا مگر شراب جب وہ سرکہ ہوجائے یا دھوپ سے سایہ مین لائی جائے یا بالعکس [illegible] ڈالکر سرکہ بنایا جائے تو طاہر نہوگی۔ اور انوار مین ہے لا یطہر من نجس العین الا الخمر [illegible] وجلد المیتۃ بالدباغ اور نجس العین بجز شراب کے جب سرکہ بنجائے اور مردے کی کھال جب دباغت کیجائے تو طاہر نہین ہوتی مشکوٰۃ شریف مین ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الخمر وشاربہا وساقیہا وبایعہا ومتبایعہا وعاصرہا الحدیث وعن انس رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ فی الخمر عشرۃ عاصرہا ومعتصرہا وشاربہا وحاملہا والمحمولۃ الیہ وساقیہا وبایعہا واکل ثمنہا والمشتری لہا والمشتری لہ رواہ الترمذی وابن ماجۃ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے شراب اور اُسکے پینے والے اور پلانے والے اور بیچنے والے اور خریدنے والے اور نچوڑنے والے سب پر لعنت کی ہے الحدیث اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے شراب کے بارے مین دس آدمیون پر لعنت بھیجی ہے اسکے نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے اور پینے والے اور اُٹھانے والے اور منگوانے والے اور پلانے والے اور بیچنے والے اور دام کھانیوالے اور خریدنے والے پر اور جسکے لیے خریدی گئی ہے اُس پر اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ خادم العلماء الربانی فقیر شاہ رحمۃ اللہ القادری النقشبندی حاجی شاہ محمد رحمت اللہ قادری الجواب المرقوم صحیح سید علی رضا ہذا الجواب صحیح لاشک فیہ میر تصدق حسین الجواب صحیح کتبہ خادم علماء دین متین محمد شہاب الدین قادری عفا عنہ عن السلافہ محمد شہاب الدین الجواب صحیح غلام قادر عفی عنہ غلام قادر من اجاب اصاب کتبہ خادم شرع مصطفے سید مرتضے سید مرتضی ہو المصوب شافعیہ کے نزدیک شراب کو سرکہ بنانا حرام ہے اور سرکہ بنانیسے اسکی نجاست مرتفع نہین ہوتی البتہ اگر خود بخود سرکہ ہوجائے تو پاک ہے اور اشیائے نجسہ کی بیع حرام ہے امام محی الدین نووی شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین ممن قال بتحریم تخلیلہا وانہا لا تطہر بہ الشافعی واحمد ومالک فی اصح الروایتین عنہ وجوزہ الاوزاعی واللیث وابو حنیفۃ ومالک فی روایۃ واما اذا انقلبت بنفسہا فلا تطہر عند جمیعہم الا ما حکی عن سحنون المالکی انہ قال لا تطہر امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ (بصحیح روایتین) کے نزدیک شراب کا سرکہ بنانا حرام ہے اور وہ اس سے پاک نہین ہوتی اور اوزاعی ولیث وابو حنیفہ ومالک رحمہم اللہ بروایت واحدہ اسے جائز سمجھتے ہین البتہ اگر خود بخود سرکہ ہوجا

تو سب کے نزدیک طاہر ہو جاتی ہے لیکن سحنونؒ مالکی سے مروی ہے کہ طاہر نہیں ہوتی۔ اور بھی ان اللہ اذا حرم شیئا حرم بیعہا کی روایت میں لکھا ہے وفیہ تحریم بیع الخمر وھو مجمع علیہ والعلۃ فیہ عند الشافعی وموافقیہ کونہا نجستہ ولیس فیہا منفعۃ مقصودۃ اس سے بیع خمر کی حرمت ثابت ہوتی ہے جو مجمع علیہ ہے امام شافعیؒ اور انکے موافقین کے نزدیک اسکی علت نجاست اور کسی منفعت کا نہونا ہے۔ اور محمد خطیب شربینی شافعی اقناع شرح مختصر ابی شجاع میں لکھتے ہیں لا یصح بیع عین نجستہ سواء امکن تطہیرھا بالاستحالۃ کجلد المیتۃ ام لا کالسرجین والکلب ولو معلما والخمر لخبر الصحیحین انہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ثمن الکلب وقال ان اللہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر نجس العین کی بیع صحیح نہیں ہے خواہ اسکی تطہیر ممکن ہو مثلاً مردے کی کھال یا ناممکن ہو مثلاً غلیظ اور کتا اگرچہ اسے تعلیم دیگئی ہو اور شراب کیونکہ صحیحین میں ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ نے خمر اور میتہ اور خنزیر کی بیع حرام کی ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ابو الحسنات محمد عبد الحی الجواب صحیح نمقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفر لہ اللہ الرحیم محمد ابراہیم شیخ جلال الدینؒ محلی شرح منہاج الفقہ میں لکھتے ہیں وللمبیع شروط خمسۃ احدھا طہارۃ عینہ فلا یصح بیع الکلب والخمر وغیرھما من نجس العین لانہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ثمن الکلب وقال ان اللہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر رواھما الشیخان والمعنی فی المذکورات نجاستہ عینہا فالحق بہا باقی نجس العین بیع کے لیے پانچ شرطیں ہیں اول یہ کہ طاہر عین ہو تو کتے اور شراب وغیرہ کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اللہ نے بیع خمر و میتہ و خنزیر سے ممانعت فرمائی ہے اسے شیخینؒ نے روایت کیا ہے اور ان سب میں باعث نجس عین ہونا ہے لہذا ان تمام چیزوں کا حکم جو نجس العین ہیں یہی ہوگا۔ اور بیع خمر کے عدم جواز کا بھی یہی حکم ہے واللہ علیم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم **سوال** پوست حیوان مردار غیر مدبوغ کی بیع اور سرکہ بنانے کے لیے شراب خریدنا جائز ہے یا نہیں اور مردے کی ہڈی اور بال اور پر وغیرہ سے انتفاع جائز ہے یا نہیں اور حیوان کی جو کھال دباغت سے پاک ہوتی ہے ذبح سے بھی طاہر ہوتی ہے یا نہیں اور ذکاۃ کے کیا معنی ہیں **جواب** دباغت سے پہلے مردار کی کھال کی بیع جائز نہیں ہے کما قال فی العینی ولم یجز ایضا بیع جلد المیتۃ قبل الدبغ لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن الانتفاع بجلد المیتۃ وعصبتہا رواہ ابو داؤد وغیرہ وبعد ای بعد الدبغ یباع لانہ طہر بالدبغ انتہی وفی شرح الوقایۃ ولا یبیع جلد المیتۃ قبل الدبغ انتہی وفی الھدایۃ قال ولا یبیع جلد المیتۃ قبل ان یدبغ لانہ غیر منتفع بہ قال علیہ الصلوۃ والسلام

لا تنتفعوا من المیتۃ باھاب وھو اسم لغیر المدبوغ علی ما مر فی کتاب الصلوۃ انتھی وایضا فیھا ولا باس ببیعھا والانتفاع بھا بعد الدباغ لانھا طھرت بالدباغ جیساکہ عینی مین ہے
مردہ کی کھال کا بیچنا بھی جائز نہین ہو بغیر دباغت کیے ہوے کیونکہ مروی ہو کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے مردے کی کھال سے نفع اُٹھانے کی ممانعت کی ہو اسکو ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہو اور دباغت کے بعد اُسکی بیع درست ہو کیونکہ وہ دباغت سے طاہر ہو جاتی ہو انتی اور شرح وقایہ مین ہے مردے کی کھال دباغت کے قبل نہ بیچی جائے انتی اور ہدایہ مین ہو مردے کی کھال دباغت کے قبل نہ بیچی جائے کیونکہ وہ غیر منتفع بہ ہو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مردے کی اہاب سے نفع نہ اٹھاؤ اور اہاب اُس کھال کو کہتے ہین جسکی دباغت نہ کی گئی ہو جیساکہ کتاب الصلوۃ مین گذرا اور اسی کتاب مین ہو دباغت کے بعد مردے کی کھال کے بیچنے مین یا اُس سے نفع اٹھانے مین کچھ حرج نہین ہو کیونکہ وہ دباغت کیوجہ سے طاہر ہو گئی فی الدر المختار وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ کخمر وخنزیر انتھی وفی الھدایۃ واما بیع الخمر والخنزیر ان کان قوبل بالدین کالدراھم والدنانیر فالبیع باطل وان کان بعین فالبیع فاسد حتی یملک ما یقابلہ وان کان لا یملک عین الخمر والخنزیر انتھی وفی العینی بیع الباطل وھو غیر مشروع اصلا کبیع الخمر والخنزیر والمیتۃ والدم انتھی قال فی العالمگیریۃ لا یجوز بیع الحر والخمر والخنزیر والمیتۃ کذا فی التھذیب انتھی وفی شرح الوقایۃ بطل بیع مال غیر متقوم کالخمر والخنزیر بالثمن انتھی وایضا فیہ البیع فی الخمر باطل حتی لا یملک عین الخمر انتھی
اور درمختار مین ہو مال غیر متقوم کی بیع یعنے جس سے نفع حاصل کرنا مباح نہین ہو باطل ہو ابن کمال مثلا شراب اور سور اور ہدایہ مین ہو بیع خمر وخنزیر اگر قبول کیا جاوے دین مین مثل دراہم ودنانیر تو بیع باطل ہو اور اگر بمعاوضہ عین کے ہو تو بیع فاسد ہو حتی کہ بائع معاوضہ کا مالک ہو گا گو خود خمر وخنزیر کا مالک نہ تھا اور عینی مین ہو بیع باطل وہ ہو جو بالکل غیر مشروع ہو مثلا بیع خمر وخنزیر ومیتہ ودم اور عالمگیری مین ہو شراب اور سور اور مردہ کی بیع درست نہین ہو جیساکہ تہذیب مین ہو انتی اور شرح وقایہ مین ہو مال غیر متقوم کی بیع بمعاوضہ ثمن کے باطل ہو مثلا شراب اور سور کی بیع انتی اور اسی کتاب مین ہو بیع خمر مین باطل ہو حتی کہ عین خمر کا وہ شخص مالک نہوگا انتی۔ حاصل یہ ہو کہ مال غیر متقوم کا بیچنا باطل ہو جیسے خون اور مردار وغیرہ اور اسکا خریدنا بھی باطل ہو۔ اور شرح وقایہ مین ہو بطل بیع ما لیس بمال کالدم والمیتۃ والحر والبیع بہ جو مال نہین ہو مثلا

خون اور مردار اور آزاد اُسکی بیع باطل ہے۔ اور ملتقی الابحر مین ہے بیع ما لیس بمال والبیع به باطل جو مال
نہین ہے اُسے فروخت کرنا یا اُس سے کچھ خریدنا باطل ہے۔ جاننا چاہیے کہ بیع خریدنے اور بیچنے کو کہتے ہین
اور شرع مین بیع بتراضی مال کو مال سے بدلنے کو کہتے ہین جیسا کہ ہدایہ مین ہے۔ اور غنیۃ المستملی مین ہے
وعصب المیتة وعظمها وقرنها وریشها وشعرها وظفرها وزبلها وکذا احافرها ومخلبها
وکل ما لا تحل الحیوة منها طاهر اذا لم یکن علیه سومة مردار کے پٹھے اور ہڈی اور سینگ اور
روئین اور بال اور پر اور کھر اور پنجے اور ناخن اور وہ چیزین جن مین روح حلول نہین کرتی طاہر ہین جبکہ اُنپر
چربی نہو۔ اور غنیۃ المستملی مین ہے کل حیوان اذا ذبح التسمیة طهر جلده ولحمه وشحمه وجمیع اجزاءه
سوی الخنزیر والآدمی سواء کان ماکول اللحم او غیر ماکول اللحم سور اور آدمی کے سوا جو
حیوان خدا کا نام لیکر ذبح کیا جائے اُسکی کھال گوشت چربی اور تمام اجزا طاہر ہو جاتے ہین خواہ وہ جانور ماکول
اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم۔ اور ہدایہ مین ہے وما یطهر جلده بالدباغ یطهر بالذکاة لانه یعمل عمل
الدباغ فی ازالة الرطوبات النجسة وکذلک یطهر لحمه بالذکاة وان لم یکن ماکولا جس جانور کی
کھال دباغت سے طاہر ہو جاتی ہے اُسکی کھال ذبح سے بھی پاک ہو جاتی ہے کیونکہ دباغت کیطرح ذبح کرنے سے
بھی رطوبات نجسہ زائل ہو جاتے ہین اسیطرح اُسکا گوشت بھی ذبح کرنے سے طاہر ہو جاتا ہے اگرچہ کھایا نجائے۔
اور درمختار مین ہے ای اهاب طهر بدباغ طهر بذکاة جو کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے وہ ذبح کرنے سے بھی
پاک ہو جاتی ہے۔ طحطاوی مین ہے الذکاة بالذال المعجمة الذبح ذکات ذال معجمہ سے ہے اسکے معنے ذبح کرنیکے ہین اور
درمختار مین ہے یشترط بطهارة جلده کون الذکاة شرعیة کھال کے طاہر ہونے مین شرط یہ ہے کہ ذبح شرعی ہو
واللہ اعلم بالصواب نمقہ خادم العلماء الربانی فقیر شاہ رحمت اللہ القادری النقشبندی | حاجی شاہ محمد رحمت اللہ قادری |
الجواب المرقوم صحیح سید علی رضا شافعی المذہب | سید علی رضا | اصاب من اجاب کتبہ سید مرتضی | سید مرتضی | الجواب صحیح
کتبہ خادم علماء دین متین محمد شہاب الدین عفا عنہ وعن اسلافہ | محمد شہاب الدین | ہذا الجواب صحیح حررہ میر تصدق حسین
| میر تصدق حسین | الجواب صحیح بلا ارتیاب واللہ اعلم بالصواب کتبہ غلام قادر عفا اللہ عنہ | غلام قادر | فی الواقع مردار کی
کھال کی بیع دباغت سے پہلے جائز نہین ہے۔ قاضی القضاۃ بدر الدین محمود عینی نے بنایہ شرح ہدایہ مین لکھا ہے
لا یجوز بیع جلود المیتة قبل الدباغ ولا تملیکها ذکره فی المحیط وشرح الطحاوی مردار کی کھال
کو دباغت کے پہلے فروخت کرنا یا کسی کو اُسکا مالک بنا دینا جائز نہین ہے یہ محیط اور شرح طحاوی مین ہے۔ اور

اسیطرح شراب کی خرید وفروخت بھی جائز نہین ہے۔ مجتبی شرح قدوری مین ہے اما بیع الخمر والخنزیر ان
کان الدین کالدراھم والدنانیر فالبیع باطل واتفقت الروایات علی ان ثمن الخمر
والمیتۃ غیر مملوکۃ وان قوبل بعین فالبیع فاسد حتی یملک مایقابلہ وان کان
لایملک عین الخمر والخنزیر۔ شراب اور سور کی بیع اگر دین کے معاوضہ مین ہو مثل دراہم و
دنانیر تو بیع باطل ہے اور روایات اسپر متفق ہین کہ شراب اور مردار کے ثمن کسی کے ملک نہین ہین اور اگر
عین کے معاوضہ مین ہو تو بیع فاسد ہے حتی کہ بائع معاوضہ کا مالک ہوگا اگرچہ شراب اور سور کا مالک نہ تھا۔
اور اُن اجزاے مردار کا استعمال درست ہے جن مین حیات نے حلول نہ کیا ہو۔ شرح وقایہ مین ہے وشعر المیتۃ
وعظمہا وعصبہا وحافرہا وقرنہا وشعر الانسان وعظمہ طاہر مردار کے بال اور ہڈیان اور
کُھر اور سینگ اور انسان کے بال اور ہڈیان طاہر ہین۔ اور جو کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے وہ ذبح شرعی
سے بھی پاک ہوجاتی ہے۔ شرح وقایہ مین ہے وما طہر جلدہ بالدبغ یطہر بالذکاۃ ومالا فلا ای
وما لا یطہر بالدبغ لایطہر بالذکاۃ والمراد بالذکاۃ ان یذبحہ المسلم او الکتابی من غیر ان یترک
التسمیۃ عامدًا جس کی کھال دباغت سے طاہر ہوجاتی ہے اُسکی کھال ذبح کرنے سے بھی طاہر ہوجاتی ہے اور
جسکی کھال دباغت سے طاہر نہین ہوتی اُسکی کھال ذبح سے بھی طاہر نہین ہوتی اور مراد مسلم یا کتابی کا ذبح کرنا
ہے بغیر اسکے کہ عمدًا خدا کا نام نہ لے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ
الجلی والخفی | ابو الحسنات محمد عبد الحی | الجواب صحیح نمقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفر لہ الرحیم محمد ابراہیم
جامع الرموز مین ہے ولایجوز ولایبطل بیع جلد المیتۃ قبل دبغہ دباغت کے قبل مردار کی کھال کی
بیع نہ تو جائز ہے نہ باطل (بلکہ فاسد) ہے۔ اور بھی اسی کتاب مین ہے وفی الاکتفاء اشعار بجواز اجزاء غیرہا
کالشعر وغیرہ ولو میتۃ وفی العصب روایتان کما فی المحیط الخ ان دونون پر اکتفا کرنے مین اس
جانب اشارہ ہے کہ انکے علاوہ اور جانورون کے اجزا مثلا بال وغیرہ کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ مردار ہون اور پٹھون
مین دو روایتین ہین جیسا کہ محیط مین ہے اور غیرہا سے اس عبارت مین غیر آدمی وخنزیر کا ارادہ کیا ہے۔ اور
بھی اسی کتاب مین ہے وبطل بیع مال غیر متقوم بکسر الواو ای غیر منتفع بہ شرعا کالخمر فیما بین
المسلمین ومسلم وکافر بالثمن وفیہ اشارۃ الی ان بیعہا بالعرض غیر باطل مال غیر متقوم کی
بیع باطل ہے اور مال غیر متقوم اُس مال کو کہتے ہین جس سے شرعًا نفع اٹھانا جائز نہو مثلا دو مسلمانون یا ایک کافر اور

ایک مسلمان کے مابین شراب کی بیع بعوض ثمن کے ہو تو اسمین اس جانب اشارہ ہے کہ بیع خمر بعوض عرض غیر باطل ہے۔
اور غیر باطل سے اس عبارت مین فاسد مراد لی ہے۔ اور بھی اسی کتاب مین ہے وما ای حیوان طہر جلدہ
بالدبغ طہر ذلک الحیوان جلدہ بالذکاۃ والذکاۃ الشرعیۃ الذبح من الاہل مع التسمیۃ
وہ حیوان جسکی کھال دباغت سے طاہر ہو جاتی ہے ذبح سے بھی اُسکی کھال طاہر ہو جاتی ہے شرعًا ذکاۃ اسے کہتے
ہین کہ وہ شخص جو ذبح کرنے کا اہل ہے خدا کا نام لیکر ذبح کرے۔ واللہ اعلم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم

**سوال** جس وقت بازار مین گیہون کا نرخ بیس سیر کا ہو اُسوقت چھ مہینے کی مہلت پر روپیہ دیا اس شرط پر
کہ ہم پچیس سیر گیہون لین گے یہ جائز ہے یا نہین اگر صاحب ہدایہ وکفایہ ونہایہ وشامی وطحطاوی رحمہم اللہ
کے قول سے تمسک کیا جائے اور اجل کی وجہ سے ثمن کی زیادتی کو جائز سمجھا جائے تو یہ درست
ہے یا نہین جیسا کہ حاشیہ چلپی رحمہ اللہ مین ہے یجوز ان یقدر الثمن فی المبیع
بالموجل اکثر مما فی المعجل بحیث تقابل کثرۃ المؤجل تعجیل القلیل یہ جائز
ہے کہ کسی شے کی قیمت جب کہ دام جلدی ادا کیے جائین کم مقرر کرے اور جب دیر مین
ادا کیے جائین زائد مقرر کرے یعنی جلدی کی کمی کو دیر کی زیادتی کے برابر کر دے لیکن یہ
صلح ہدایہ کی اس عبارت کے خلاف ہے الاعتیاض عن الاجل حرام فکذا الاجل وھذا لان
حرمۃ ربوا النسأ لیست الا لشبہ مبادلۃ المال بالمال اجل سے نفع اُٹھانا حرام ہے کیونکہ حرمت
ربوا النسأ صرف شبہ مبادلۃ المال بالمال کی وجہ سے ہے **جواب** زیادتی ثمن براے اجل
بلاشبہہ درست ہے اس کا ثبوت ہدایہ کی کتاب المرابحہ کی عبارت سے اچھی طرح ہوتا ہے۔ ہدایہ مین ہے
الا تری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل کیا تمھین یہ نہین معلوم کہ مدت کی وجہ سے ثمن مین زیادتی کیجا سکتی ہے
اور ایسی ہی عبارتین دوسرے کتب عدیدہ مین بھی موجود ہین۔ فصیح الدین ہروی رحمہ اللہ شرح وقایہ
کے کتاب المرابحہ مین لکھتے ہین فی النسیئۃ یزاد الثمن لاجل الاجل نسیہ مین مدت کی وجہ سے ثمن مین زیادتی
کیجا سکتی ہے اور نہر الفائق شرح کنز الدقائق مین ہے الا تری انہ یزاد فی الثمن لاجلہ کیا تمھین یہ نہین معلوم کہ مدت
کیوجہ سے ثمن مین زیادتی کیجا سکتی ہے۔ اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین ہے لان للاجل شبہا بالمبیع
الا تری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل کیونکہ اجل کو مبیع سے مشابہت ہے کیا تمکو یہ نہین معلوم کہ اجل کی وجہ
سے ثمن مین زیادتی کیجا سکتی ہے۔ اور اسی کتاب مین چند سطرون کے بعد لکھا ہے الاجل فی نفسہ لیس بمال

ولا یقابلہ شیء من الثمن حقیقۃ اذ لم یشترط زیادۃ الثمن بمقابلۃ قصدا ویزاد فی الثمن لاجلہ اذا ذکر الاجل بمقابلۃ زیادۃ الثمن قصدا اخو داجل تو مال نہین ہے اور نہ اُسکے مقابل مین کچھ ثمن ہی جبکہ قصداً اُسکے مقابل مین زیادتی ثمن کی تصریح نہ کردی جائے البتہ اُسکی وجہ سے ثمن پر زیادتی کی جاسکتی ہی جبکہ زیادتی کے مقابلہ مین مدت ذکر کردی جائے۔ ان عبارتون سے امر مسئول عنہ کا جواز اچھی طرح معلوم ہوا اور ایسا ہی فقہ کی بہت سی کتابون مین ہے اور ہدایہ کی عبارت بھی عبارات سابقہ کے مخالف نہین ہی۔ ہدایہ کی پوری عبارت یہ ہی لو کانت لہ الف مؤجلۃ فصالحہ علی خمس مائۃ حالۃ لم یجز لان المعجل خیر من المؤجل وھو غیر مستحق بالعقد فیکون بازاء ما حطہ عنہ وذلک اعتیاض عن الاجل وھو حرام اگر کسی چیز کے دام ہزار درہم تھے جبکہ قیمت دیر مین دیجائے تو مشتری نے پانچ سو پر صلح کی اس شرط سے کہ وہ دام ابھی دیدے گا تو یہ جائز نہوگا کیونکہ عجلت گو کہ تاخیر سے بہتر ہی لیکن عقد بیع سے اس کا حق حاصل تھا تو پانچ سو کی کمی عجلت کے مقابلہ مین ہوجائیگی اور یہ اجل سے نفع اُٹھانا ہی جو حرام ہے۔ کیونکہ مدت سے نفع اُٹھانا امر دیگر ہے اور مدت کی وجہ سے ثمن پر زیادتی امر دیگر ہی چونکہ اس مسئلہ مین پہلے سے مدت کا حق ثابت تھا اور پانچ سو پر صلح حال مین واقع ہوئی تو مدت سے نفع اُٹھانا جو مال نہین ہی لازم آیا اسی لیے حرمت کا حکم دیا گیا اور زیادتی ثمن کی صورت مین مدت کے لیے حق اجل پہلے سے ثابت نہین ہی بلکہ ابتداءً مقصود تاجیل ثمن زائد ہوا ہی پس اسکے جواز مین کوئی کلام نہوگا۔ **سوال** (۱) زید نے بکر سے ایک لونڈی یون مول لی کہ عمرو نامے ایک اپنے دوست کو روپیہ دیا کہ عمرو اُس مبیع کا ایجاب و قبول اپنے نام سے کرے اور روپیہ ادا کرے مگر اس خریداری سے مقصود تمتع زید کا ہو چنانچہ بکر نے کہا مین نے بیچا اور عمرو نے کہا مین نے خریدا اور بیع تمام ہوئی اور زر ثمن عمرو نے بکر کو دیا اب یہ لونڈی زید کی ملک ہوگی یا عمرو کی اور زید پر حلال ہونے کے لیے عمرو کی جانب سے تجدید تملیک کی ضرورت ہی یا نہین خصوصاً جبکہ عمرو کہتا ہی کہ مین نے یہ لونڈی اپنے روپیہ سے اپنے لیے خریدی ہی اب اگر زید ثابت کردے کہ خریداری میرے ہی روپیہ سے ہوئی ہی تو زید عمرو سے روپیہ پاسکتا ہی یا لونڈی اور ادائے زر ثمن کے بعد اگر خالد دعویدار ہو کہ وہ لونڈی میری ملک تھی بکر کی ملک ہی نہ تھی چنانچہ بشہادت عدول اُسکا دعوی ثابت ہوا اور قاضی نے ملک عمرو سے لونڈی کو خارج کردیا تو عمرو اُسکا زر ثمن بکر سے واپس پائیگا

مستحق ہی یا نہین اور معاملات مین نیت اور مقصود عاقدین کو باوجود صریحی ایجاب وقبول کے کچھ دخل ہی یا نہین ہو (۲) اگر اسی طرح زید کوئی عقار عمرو کے نام سے خریدے یعنی ایجاب بیع بقصد تمتع زید عمرو اپنے نام سے قبول کرے اور زرثمن زید سے لیکر ادا کرے اور اس وجہ سے زید اپنے کو مشتری عقار سمجھے باوجود اسکے کہ ایجاب وقبول مین کچھ بھی زید کا ذکر درمیان مین نہین آیا اور عمرو کو زید کے تمتع مقصود ہونے سے انکار بھی ہی اور عقار بوجہ دعویداری خالد بشہادت عدول ملک عمرو سے نکل جائے تو عمر اصل بائع پر واپسی زرثمن کا دعوے کرسکتا ہی یا نہین اور مشتری ہونے کے احکام شرعا و قضاءً عمرو سے متعین ہونگے یا زید سے **جواب** (۱) اس صورت مین عمرو لونڈی کے خریدنے کے واسطے زید کی طرف سے وکیل ہوا پس اگر توکیل جاریۂ معینہ کی تھی اور عمرو نے اُسی کو خریدا تو وہ جاریہ زید کی ملک ہوگی اور عمرو کو اپنے واسطے اُسکی خریداری درست نہین اور زید پر وہ جاریہ حلال ہوگی تجدید تملیک کی کچھ حاجت نہین ہی ہان اگر عمرو نے زید کے سامنے اُسی جاریہ کو مول لیا اور تصریح کردی کہ مین اپنے لیے مول لیتا ہون نہ زید کے لیے تو اس صورت مین البتہ وہ جاریہ عمرو ہی کی قرار پائے گی اور اس صورت کے سوا کسی صورت مین وہ جاریہ عمرو کی نہین ہوسکتی۔ ہدایہ مین ہی لو وکلہ لشراء شئ بعینہ فلیس لہ ان یشتریہ لنفسہ اگر ایک شخص نے کسی کو کسی چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا تو اُسے یہ حق حاصل نہین ہی کہ اُس چیز کو اپنے لیے خریدے اور کفایہ مین ہی سواء نوی عند عقد الشراء لنفسہ او صرح بالشراء لنفسہ بان قال شہد وا انی قد اشتریتہ لنفسی وھذا اذا کان المؤکل غائبا فان کان حاضرا وصرح الوکیل بالشراء لنفسہ یصیر مشتریا لنفسہ خواہ اپنے لیے خریدنے کی نیت کرے یا اس بات کی تصریح کردے کہ مین اپنے لیے خرید رہا ہون مثلا یہ کہدے کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین اس چیز کو اپنے لیے خرید رہا ہون یہ حکم یعنے اپنے لیے نہ خرید سکنا اُسوقت ہی جبکہ موکل موجود نہو اور اگر موکل موجود ہو اور وکیل اس امر کی تصریح کردے کہ مین اس چیز کو اپنے لیے خرید رہا ہون تو اُسکا یہ خریدنا درست ہوگا۔ اور تنقیح فتاوی حاریہ مین ہی الوکیل لشراء شئ بعینہ اذا اشتراہ لنفسہ بمثل الذی امر بہ حال غیبۃ المؤکل یکون مشتریا للمؤکل ولا یملک الشراء لنفسہ مالم یخرج عن الوکالۃ وھو یملک اخراج نفسہ عن الوکالۃ عند حضرۃ المؤکل لا عند غیبتہ کذا فی الخانیۃ جو شخص کسی خاص چیز کے

خریدنے کا وکیل بنایا گیا اگر وہ موکل کی عدم موجودگی مین اُس چیز کو اپنے لیئے خرید لے تو وہ چیز اُسی موکل کے حق مین خریدی ہوئی سمجھی جائے گی اور وکیل کو اس بات کا حق نہوگا کہ وہ اُس چیز کو اپنے لیے خریدے تاوقتیکہ وہ وکالت سے خارج نہو جائے اور اُسے اس بات کا حق ہر کہ موکل کی موجودگی مین اپنے آپ کو وکالت سے بری الذمہ کردے گر اُسکی عدم موجودگی مین ایسا نہین کرسکتا جیسا کہ خانیہ مین ہی۔ پس جب زید ثابت کردے گا کہ یہ خریداری اُسی کے روپیہ سے ہوئی تو وہ عمرو سے لونڈی لے سکتا ہی اور درصورت استحقاق عمرو کو بکر سے واپسی زرثمن کی ضرور ہوگی۔ جیسا کہ درمختار مین ہی ویثبت رجوع المشتری علی بائعه بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینة لما سیجیٔ انھا حجة متعدیة اور مشتری بائع سے زرثمن واپس لیگا جبکہ استحقاق بینہ سے ثابت ہوجائے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا کہ بینہ حجت متعدیہ ہی اور اگر توکیل جاریۂ غیر متعینہ کے شرار کی کی تھی تو اگر عمرو نے زید کے روپیہ سے لونڈی خریدی یا خریدتے وقت زید کے لیے لینے کی نیت کی تو وہ لونڈی زید کی ہوگی ورنہ عمرو کی۔ جیسا کہ ہدایہ مین ہی ان وکل الشراء عنه بغیر عینه فاشتری عبدا فھو للوکیل الا ان یقول نویت الشراء للموکل او یشتریه بمال الموکل اگر کسی کو غیر معین شی کے خریدنے کا وکیل بنایا پھر اُس نے ایک غلام خریدا تو وہ غلام وکیل ہی کی ملک ہوگا مگر اس صورت مین کہ یہ کہدے مین نے موکل کے لیے اس غلام کے خریدنے کی نیت کی تھی یا غلام موکل کے مال سے خریدے۔ (۲) اس صورت مین عمرو کی وہ خریداری زید کی سمجھی جائے گی۔ نتایج الانکار مین ہی ان تکاذبا ای الوکیل والموکل فی النیة یحکم النقد بالاجماع اگر وکیل اور موکل مین سے ہر ایک نیت مین ایک دوسرے کی تکذیب کرے تو وہ بیع بالاجماع نافذ ہوگی۔ اور حقوق عقد عمرو کی طرف راجع ہونگے۔ نور الابصار مین ہی حقوق عقد لابد من اضافته الی الوکیل کبیع یتعلق به حقوق عقد کی نسبت وکیل کی جانب ہوگی اُس بیع کی طرح جس کا تعلق خود اُس سے ہو۔ اور عمرو اصل بائع پر واپسی زرثمن کا دعوے کرسکتا ہی **سوال** کھانے اور پینے کی تمباکو کی تجارت کرنا درست ہی یا نہین **جواب** درست ہی۔ علامہ ابراہیم بن حسین رحمہما اللہ الشہیر بہ بیری زادہ حنفی مکی اپنے رسالہ رفع الالتباک فی حکم تعاطی شجرۃ التنباک مین لکھتے ہین اما بیعھا وشراؤھا فیجوز لامکان الانتفاع بھا فی غیر الشرب بدلیل تقیید الاصحاب عدم

الجواز فی مثلھا بما لا ینتفع بہ تمباکو کی بیع و شرا جائز ہی کیونکہ پینے کے علاوہ دوسرے منافع بھی اس سے حاصل کیے جاتے ہین اس کی دلیل یہ ہی کہ عدم جواز کے واسطے یہ قید ہی کہ اُس چیز سے نفع نہ اُٹھایا جا سکے **سوال** (۱) چارون اماموں کے نزدیک ذبیحہ اور غیر ذبیحہ کی کھال کا بلا دباغت بیچنا درست ہی یا نہین (۲) غلہ کی تجارت کیونکر حلال اور کیونکر حرام ہی (۳) غلہ خریدنے کے لیے کھیتی کٹنے سے پہلے روپیہ دینا جائز ہی یا نہین (۴) زید نے بکر کو دو روپے دیے اور غلہ کا دینا کھیتی کٹنے کے وقت بہ تعین وزن وقت معین قرار پایا یا بلا تعین وزن بوقت معین نرخ بازار اقرار پایا مگر زید کو غلہ نہین ملا اور کھیتی کٹنے کے بعد غلہ وزن معینہ سے کم فروخت ہوا تو زید نے اُسی حساب سے دو روپیہ کا تین خواہ چار بذگی بکر ٹھہرا کر اُسکا مطالبہ کیا اس مین حلت کا اطلاق ہی یا حرمت کا **جواب** (۱) کھال کی تجارت بغیر دباغت کے حرام ہی (۲) اور غلہ کی تجارت ہر طرح درست ہی جبتک خلاف شرع کوئی معاملہ نہو (۳-۴) غلہ خریدنے کے لیے کھیتی کے پہلے روپیہ دینا درست ہی مگر وزن کا طی کرنا اور غلہ کے وصف و جنس کا بیان کرنا ضروری ہی اور بے تعیین وزن اس طرح کہ جو بازار کا نرخ ہوگا لین گے درست نہین ہی اور جب روپیہ دینے والے کو غلہ نہین ملا تو اُسے صرف اپنا روپیہ واپس کرلینا درست ہی یا اُس قدر غلہ لینا جو وزن مقرر ہو گیا ہو زیادہ کم درست نہین ہی **سوال** علماے ٹونک سے سوالات مفصلۂ ذیل مین استفتا کیا گیا تھا جو مع جوابات مرسل خدمت ہی اگر صحیح ہو تو تصحیح کیجیے ورنہ صحیح جواب سے مطلع فرمائیے۔ (۱) اگر کوئی شخص سو تول کے نقد چھ روپیہ چھ آنے کو کہ یہی اُسکی قیمت ہی مول لے اور دوسرے کے ہاتھ سات روپیہ سات آنے یا چھ روپیہ چودہ آنہ یا چھ روپیہ بارہ آنے کو معینہ وعدہ پر قرض بیچے تو یہ بیع درست ہوگی یا نہین (۲) عادت ہی کہ غلہ بازار کے نرخ سے کم نرخ پر قرض لیتے ہین اور اپنے وعدے پر ثمن ادا کرتے ہین پس یہ بیع جائز ہی یا نہین۔ (۳) مثلاً بقال سے روزانہ قرض غلہ لیتے ہین اور وہ بازار کے نرخ سے کم دیتا ہی اور زر ثمن بعد لیتا ہی یہ جائز ہی یا نہین **جواب** (۱) قبضے کے بعد مبیعہ مین تصرف کیلی ہو یا وزنی درست ہو اور قبضے کے پہلے درست نہین ہے۔ تنویر الابصار مین ہی اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم بیعہ واکلہ حتی یکیلہ ومثلہ المعدود والموزون کسی شخص نے مکیلات مین سے کوئی چیز بشرط کیل خریدی تو جبتک اُس کا کیل نہ کرلیا جائے اُسکی بیع اور اکل حرام ہی اور یہی حال معدود اور موزون کا ہی۔ پس جب اسی کو وزنا قیمت

مذکور پر مول لیکے اپنے قبضے مین لے آیا تو اب جائز ہو کہ اُسے حالًا یا نسیۃً جس طرح چاہے بیچے اور ثمن کی زیادتی اجل کے مقابلہ مین جائز ہی جیسا کہ عینی مین ہی لانہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل مدت کے بدولت ثمن مین زیادتی کی جاسکتی ہی (۲) درست ہی عینی کی روایت کے موافق جو جواب سوال اول مین گذری (۳) اس سوال کا جواب بعینہ سوال اول کا جواب ہی انتہی۔ بعد نقل عبارت ہر سہ سوال وجواب وہ خدشہ گذارش کیا جاتا ہی جو داعی اس تصدیع کا ہوا اولًا اس مین یہ خدشہ قابل گذارش ہی کہ مجیب صاحب کی عبارت منقولہ عینی غالبًا عینی شرح ہدایہ کی معلوم ہوتی ہی اس لیے کہ عینی شرح کنز مین یہ عبارت نہین ملتی پس اسکے ماسبق کا فقرہ جسکی دلیل مین لانہ مذکور ہی کیا ہی ثانیًا یہ کہ فتاوے قاضی خان مین خاص بابت بیع وشراء حنطہ کے یہ جزئیہ منقول ہی لا یجوز بیع الحنطۃ بثمن النسیئۃ اقل من سعر البلد فانہ فاسد واخذ ثمنہ حرام ایضا فی الایضاح ان بیع الحنطۃ بنقصان حکم البلد فھو فاسد وان اخذ الثمن بعد مضی المدۃ فھو حرام لان الثمن متفاضل باحکم وھو الربوا ۔ بیع حنطہ بثمن نسیہ شہر کے نرخ سے کم پر جائز نہین ہی کیونکہ فاسد ہی اور اسکے دام لینا حرام ہین ایضاح مین ہی کہ گیہون کو شہر کے نرخ سے کم پر بیچنا فاسد ہی اور اگر دام مدت کے گذرنے کے بعد لیلے تو حرام ہی کیونکہ یہ قیمت فضل کے حکم مین ہی جو ربوا ہی۔ اس جزئیۂ خاص سے مصرح معلوم ہوتا ہی کہ بیع حنطہ بنسیہ اقل نرخ بلد سے جائز نہین اور فتح القدیر حاشیۂ ہدایہ کی بعض عبارت بھی اس کی مؤید ہی کہ حنطہ وشعیر وغیرہ مقیبات ماکولات کا حکم بسبب اسکے کہ اُنکی تصریح حدیث شریف مین وارد ہی اور اشیاے ربویہ سے مستثنی ہی لہذا کسی قسم کا تفاضل اور شبہہ ربوا انمین جائز نہین اور ہدایہ مین تصریح ہے کہ شبہہ ربوا حکم عین ربوا مین ہی یہ سب قرائن اس بیع کے عدم جواز کے اور قاضی خان کے قول کے مؤید ہین اور علماے ٹونک نے اس قسم کی بیع کا خاص گندم وجو ونخود وغیرہ مین حکم جواز لکھا ہی پس ان دو اقوال متخالف مین صحیح کون قول ہی بنقل عبارت کتاب جواب ترقیم فرمایئے کہ یہ خدشات رفع ہوکے امر محقق دریافت ہوجائے **جواب** عبارت عینی جو جوابات سابقہ مین مذکور ہی وہ عبارت عینی شرح ہدایہ کی کتاب المرابحہ مین ہی دونون کی پوری عبارت یہ ہی ومن اشتری غلامًا بالف درھم نسیئۃ فباع بربح مائۃ ولم یبین انہ اشتراہ بنسیئۃ فعلم المشتری فان شاء ردہ وان شاء قبلہ لان للاجل شبھا بالمبیع الا تری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل والشبھۃ فی ھذا

الباب ملحقۃ بالحقیقۃ ای بحقیقۃ المبیع احتیاطا فصار کانہ اشتری شیئین وباع احدھما بثمنھا ای بثمن الاثنین وذلک حرام یجب الاحتراز عنہ اگر کسی شخص نے ایک غلام ہزار درہم کو قرض خریدا اور سو روپیہ نفع لیکر بغیر یہ بیان کیے ہوے کہ اُس نے قرض خریدا تھا بیچڈالا اور مشتری کو معلوم ہوگیا کہ اُس نے قرض خریدا تھا تو اُسے اختیار ہی کہ غلام واپس کردے یا رہنے دے کیونکہ مدت مشابہ مبیع ہی کہ اُسکی وجہ سے دام زائد کردیے جاتے ہین اور اس معاملہ مین شبہہ حقیقت کا حکم رکھتا ہی یعنی شبہۂ مبیع مثل حقیقت مبیع کے ہی احتیاطًا تو اب گو یا کہ مشتری نے دو چیزین خریدین تھین ایک غلام دوسرے مدت اداے قیمت جن مین سے ایک کو دو کے دامون پر بیچا اور یہ حرام ہی اس سے احتراز واجب ہی۔ اور اس عبارت کے موافق اور بھی عبارتین موجود ہین جن سے جوابات سابقہ کی صحت معلوم ہوتی ہی۔ فصیح الدین ہروی رحمہ اللہ کے شرح وقایہ مین ہی فی النسیئۃ یزاد الثمن لاجل الاجل بیع نسیہ مین قیمت مدت کی وجہ سے زائد ہوسکتی ہی۔ اور نہر فائق شرح کنز الدقائق مین ہی الا تری انہ یزاد فی الثمن لاجلہ کیا تھین یہ نہین معلوم کہ ثمن پر اجل کی وجہ سے زیادتی کردی جاتی ہی اور بحر الرائق مین ہی الاجل فی نفسہ لیس بمال ولا یقابلہ شیء من الثمن حقیقۃ اذا لم یشترط زیادۃ الثمن بمقابلتہ قصدًا ویزاد فی الثمن لاجلہ اذا ذکر الاجل بمقابلۃ زیادۃ الثمن قصدًا خود اجل تو مال نہین ہی اور نہ اُسکے مقابل مین کچھ قیمت ہی جبکہ اُسکے مقابل مین قصدًا قیمت کی تصریح نہ کردی جائے البتہ اُسکی وجہ سے قیمت زیادہ کی جاسکتی ہی جبکہ زیادتی کے مقابلہ مین مدت ذکر کردی جاے۔ اور یوسف چلپی رحمہ اللہ کے حواشی شرح وقایہ مین ہی یجوز ان یقدر الثمن فی المبیع با لموجل اکثر مما فی المعجل بحیث تقابل کثرۃ المؤجل تعجیل القلیل یہ جائز ہی کہ قیمت تاخیر کی صورت مین زائد رکھی جائے بہ نسبت عجلت کی صورت کے اسطرح پر کہ زیادتی عجلت کی کمی کے مقابل کردی جائے۔ ان عبارتون سے ثابت ہوا کہ قیمت کا زیادہ کردینا برتقدیر نسیہ درست ہی اور اُسکے جواز کا جزئیہ کتاب الحج تصنیف امام محمد رحمہ اللہ تلمیذ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مین موجود ہی اُسکی عبارت یہ ہی قال محمدؒ قال ابو حنیفۃ فی رجل یکون لہ علی رجل مائۃ دینار الی اجل فاذا حلت قال الذی علیہ الدین بعنی سلعۃ یکون ثمنھا مائۃ دینار نقدا بمائۃ وخمسین الی اجل ان ھذا جائز لانھما لم یشترطا شیئا ولم یذکرا امرا یفسد بہ الشراء امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہین اگر ایک شخص کے سو دینار

تھے جسکے ادا کرنے کی ایک مدت مقرر تھی جب وہ مدت گذر گئی تو جسپر قرض تھا اُسنے کہا کہ میرے پاس ایک چیز ہی جسکے دام اگر نقد دو تو سو روپیہ ہین اور اگر ادا کی کوئی مدت مقرر کرو تو ڈیڑھ سو روپیہ ہین تو یہ بیع جائز ہوگی کیونکہ اُنھون نے بیع مین کوئی شرط نہین لگائی ہی اور نہ کسی امر فاسد کا ذکر کیا ہے۔ اور اُسی کتاب مین چند سطر کے بعد ہی وھکذا یتبایع الناس لانھم اذا اخروا ازدادوا ولا باس بھذا لوگ باہم یونہین بیع و شرا کیا کرتے ہین کہ جب دام کی ادائی مین تاخیر ہو تو دام زائد کردیتے ہین اور اس مین کچھ حرج نہین ہی یہ جزئیہ جو خود امام محمد امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ سے نقل کر گئے جزئیہ قاضی خان وغیرہ سے بالضرور مرجح ہی باقی رہا ربوا کا خدشہ وہ یون مدفوع ہی کہ گندم وغیرہ اقسام غلہ بعوض دراہم و دنانیر کے فروخت کرنے مین ربوا نہین ہی اور نہ شبہ ربوا ہی اگر دو سیر گیہون جو بازار مین دو آنے کو ملتے ہین کوئی شخص بعوض ایک روپیہ کے نقد بیچے تو بھی درست ہی ایسے ہی اگر نسیہ مین قیمت بڑھائے اور مشتری راضی ہوجائے تو بھی درست ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** غلہ کی تجارت عموماً حرام ہی یا نہین زید کہتا ہی کہ غلہ کی تجارت عموماً حرام ہی کیونکہ وہ احتکار ہی اور احتکار حرام ہی آیا زید کا یہ قول صحیح ہی یا نہین **جواب** زید کا قول بدیہی البطلان ہی کیونکہ غلہ کی تجارت عموماً ہرگز حرام نہین ہی اور نہ وہ احتکار ہی البتہ غلہ وغیرہ کا خریدنا جو آدمیون یا بہائم کا قوت ہو گرانی مین تجارت کے لیے اور اُسکا روک رکھنا تاکہ گرانی مین فروخت کیا جائے احتکار ممنوع اور حرام ہی۔ امام نووی رحمہ اللہ منہاج شرح صحیح مسلم ابن الحجاج رحمہ اللہ مین فرماتے ہین قال اھل اللغۃ الخاطئ بالھمز ھو العاصی الآثم وھذا الحدیث صریح فی تحریم الاحتکار قال اصحابنا الاحتکار المحرم ھو الاحتکار فی الاقوات خاصۃ وھو ان یشتری الطعام فی وقت الغلاء للتجارۃ ولا یبیعہ فی الحال بل یدخرہ لیغلو ثمنہ اہل لغت کہتے ہین کہ خاطی بہمزہ عاصی و آثم ہی اور یہ حدیث احتکار کی حرمت کی صراحت کرتی ہی ہمارے اصحاب کہتے ہین کہ حرام احتکار وہ ہی جو قوت مین ہو یعنی کھانے کی چیزون کو حالت گرانی مین تجارت کرنی کی غرض سے خریدے اور اُسے اُسوقت تک نہ فروخت کرے جبتک دام بڑھ نجائین۔ اور طیبی رحمہ اللہ ترجیع شرح مشکوۃ المصابیح مین لکھتے ہین الاحتکار المحرم ھو فی الاقوات خاصۃ بان یشتری الطعام فی وقت الغلاء ولا یبیعہ فی الحال بل یدخرہ لیغلو احتکار صرف قوتون مین حرام ہی یعنی

یہ حرام ہے کہ ارزانی کے وقت غلہ خرید کے جمع کر لے تاکہ گرانی کے وقت بیچے۔ اور مجالس الابرار مین ہی قال رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من احتکر فہو خاطئ ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ عمرو بن عبد اللہ ومعناہ ان من یجمع الطعام الذی یجلب الی البلاد ویحبسہ لیبیعہ فی وقت الغلاء فہو اثم لتعلق حق العامۃ بہ وہو فی الحبس والامتناع عن البیع یرید ابطال حقہم وتضیق الامر علیہم وہو ظلم عام وصاحبہ ملعون کما روی انہ علیہ السلام قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون فانہ علیہ السلام بین فی ہذا الحدیث ان الذی یجلب الامتعۃ والاقوات ویبیعہا لتحصیل الربح یحصل لہ الربح ولا اثم علیہ لان الناس ینتفعون بہ فینالہ ببرکۃ دعائہم والذی یشتری الطعام الذی یجئ الی البلاد ویحبسہ لیبیعہ فی وقت الغلاء فہو ملعون بعید عن الرحمۃ ولا یحصل لہ البرکۃ ما دام فی ذلک الفعل انتہی وفی مجمع البحار من احتکر طعاما ای اشتراہ وحبسہ لیقل فیغلو والحکر والحکرۃ الاسم منہ وفی موضع اٰخر من احتکر فہو خاطئ یا اثم المحرم من الاحتکار ما ہو فی الاقوات وقت الغلاء للتجارۃ ویوخر للغلاء انتہی وفی الفتح فیہ اشعار بان الاحتکار انما یمنع فی حالۃ مخصوصۃ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہی کہ جس نے احتکار کیا وہ گنہگار ہی یہ حدیث صحاح مصابیح مین ہی اسے عمرو بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہی اسکا مطلب ہی کہ جو شخص کھانے کی چیزون کو خرید کے اس غرض سے جمع کرے کہ اُسے گرانی کے وقت بیچے وہ گنہگار ہی کیونکہ اُس چیز کے ساتھ عوام کا حق متعلق تھا جسے اُسنے روک رکھا ہی اور فروخت نہین کرتا ہے اور اس طرح اُنکے حق کو باطل کرنا چاہتا ہی اور اُنپر تنگی کرنا چاہتا ہی جو ظلم عام ہے اور محتکر ملعون ہے جیسا کہ مروی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جالب کو رزق دیا گیا ہی اور محتکر ملعون ہی اس حدیث مین نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے تصریح فرما دی ہی کہ جو کھانے کی چیزون کو اور دوسری چیزون کو خریدتا اور بیچتا ہی تاکہ نفع اُٹھائے اُسے نفع ملتا ہی اور اُس پر گناہ نہین ہوتا کیونکہ لوگ اُس سے نفع حاصل کرتے ہین اور اُنکی دعا کی برکت سے اُسے بھی فائدہ ہوتا ہی اور جو کھانے کی چیزون کو خریدتا ہی اور اس غرض سے روک رکھتا ہی کہ گرانی کے وقت بیچے وہ ملعون ہی خدا کی رحمت سے دور ہی اُسے برکت حاصل نہوگی جبتک وہ یہ کام کرتا رہے گا اور مجمع البحار مین ہی جس نے کھانے مین احتکار کیا یعنے کھانے کی چیز کو خرید کے رکھ چھوڑا تاکہ اُسکی کمی پڑے اور جب وہ گران ہو جائے تب بیچے (حکر اور حکرہ اس سے دو اسم ہین) اور دوسری روایت مین ہی جسنے احتکار کیا وہ گنہگار ہی احتکار حرام وہ ہی جو قوت مین ہو تجارت کے گران ہونے کے وقت اور

مال اُس وقت کے لیے روک رکھا گیا ہو انتہی اور فتح مین ہو اس مین اس جانب اشارہ ہو کہ احتکار
ایک خاص حالت مین ممنوع ہو۔ اور اگر بازار سے نہ خریدے بلکہ اُس کی زمین مین ہو یا ارزانی
مین خریدے اور اُس کو بے روکے ہوے بیچ ڈالے یا گرانی مین خریدے اور اُسکو روکے لیکن تجارت
مقصود نہو بلکہ مصارف روزمرہ کے لیے مول لیا ہو یا جنس قوت بشر اور بہائم سے خارج ہو تو ان سب
صورتون مین تجارت مذکور حرام نہین بلکہ باتفاق حنفیہ و شافعیہ جائز اور درست ہو قال النووی فی شرح
صحیح مسلم فاما اذا جاءہ من قریتہ او اشتراہ فی وقت الرخص وادخرہ او ابتاعہ لیبیعہ فی وقت الغلاء لحاجتہ
الی اکلہ او ابتاعہ لیبیعہ فی وقتہ فلیس باحتکار ولا تحریم فیہ واما غیر الاقوات فلا یحرم الاحتکار فیہ بکل حال ھذا تفصیل
مذھبنا قال العلماء والحکمۃ فی تحریم الاحتکار دفع الضرر عن عامۃ الناس کما اجمع العلماء علی انہ لو کان عند انسان
طعام واضطر الناس الیہ ولم یجدوا غیرہ اجبر علی بیعہ دفعا للضرر عن الناس الی قولہ وحمل الحدیث علی
احتکار القوت عند الحاجۃ الیہ والغلاء وکذا حملہ الشافعی وابو حنیفۃ وآخرون وھو الصحیح انتھی وقال
الطیبی فی شرح المشکوۃ فاما اذا جاءبہ من قریتہ او اشتراہ فی وقت الرخص وادخرہ وباعہ فی وقت الغلاء فلیس
باحتکار ولا تحریم فیہ اما غیر الاقوات فلا یحرم الاحتکار فیہ بکل حال انتھی بقدر الحاجۃ وفی المجالس ومن حبس غلۃ
ارضہ لا یکون محتکرا لانہ خالص حقہ لم یتعلق بہ حق العامۃ لکن لو کان للناس الیہ حاجۃ فالافضل لہ ان یبیعہ
ولو امتنع عن البیع یکون مسیئا القلۃ شفقتہ علی المسلمین انتھی وفی موضع آخر وھذا فیما یضر حبسہ عند
الحاجۃ الیہ مما ھو قوت البشر والبھائم کالبر والشعیر والتمر والتین والزبیب فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری
قال الکرمانی الحکرۃ احتکار الطعام ای حبسہ یتربص بہ الغلاء ھذا بحسب اللغۃ واما الفقہاء فقد اشترطوا لھا شروطا
مذکورۃ فی الفقہ انتھی وفی مجمع البحار المحرم من الاحتکار ما ھو فی الاقوات وقت الغلاء للتجارۃ
ولیوخر للغلاء لا فیما جاء من قریتہ او اشتراہ فی الرخص وادخرہ او ابتاعہ فی الغلاء لیبیعہ فی الحال
نووی نے شرح مسلم مین کہا ہی اگر کوئی شخص دیہات سے غلہ لایا یا دیہات مین خرید کیا اور اُسے ذخیرہ
کیا یا اس غرض سے خریدا کہ گرانی کے وقت اپنے کام مین لائے یا اس غرض سے خریدا کہ اُسے بیچے
تو احتکار نہین ہے اور نہ حرام ہی اور اقوات کے علاوہ دوسری چیزون مین احتکار کسی حال مین حرام نہین ہی
یہ ہمارے مذہب کی تفصیل ہی علما نے کہا ہی کہ تحریم احتکار مین حکمت یہ ہی کہ عوام الناس کو ضرر نہ پہونچنے پائے
جیسا کہ علما نے اجماع کیا ہی کہ اگر کسی شخص کے پاس کہانا ہو اور لوگون کو اُسکی ضرورت ہو اور اُسکے سوا

کسی اور کے پاس نہو تو وہ شخص بیع پر مجبور کیا جائیگا تاکہ لوگون کو نقصان نہ پہونچے (پھر آگے چلکر کہتے ہین) یہ حدیث مطلقا حاجت کے وقت قوت کے روکنے پر محمول کی جائیگی جیساکہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ اور دوسرے لوگون نے محمول کیا ہی یہی صحیح ہی اور طیبی رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ مین کہا ہی اگر غلہ کسی دیہات سے لایا یا ارزانی کے وقت خریدا اور جمع کر رکھا تاکہ گرانی کے وقت بیچے تو یہ احتکار نہین ہی اور نہ یہ حرام ہی اور غیر قوت مین احتکار کبھی حرام نہین ہی انتہی اور مجالس مین ہی جس نے اپنی زمین کے غلے کو روک رکھا وہ محتکر نہین ہی کیونکہ یہ غلہ اُسکا خالص حق ہی عوام کا حق اس سے متعلق نہین ہی البتہ اگر لوگون کو اُسکی ضرورت پڑے تو افضل یہ ہی کہ اُسے بیچڈالے اگر وہ نہ بیچے گا تو گنہگار ہوگا کیونکہ اُسنے مسلمانون پر رحم نہین کیا اور دوسری جگہ ہی یہ حکم اُن چیزون مین ہی جنکا ضرورت کے وقت روک رکھنا مضر ہو مثلا قوت بہائم و بشر جیسے گیہون جو کھجور انگور وغیرہ اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین ہی کرمانی رحمہ اللہ نے کہا ہی حکرہ احتکار طعام کو کہتے ہین یعنے کھانے کو روک رکھنا تاکہ گرانی مین اُس سے نفع اُٹھائے یہ تو تحقیق لغوی ہی اور فقہا اس مین شرطین لگاتے ہین جو فقہ مین مذکور ہین اور مجمع البحار مین ہے حرام وہ احتکار ہی جو بغرض تجارت غلہ کی گرانی کے وقت کیا جائے نہ اُس مین جو کسی گانون سے لایا جائے یا ارزانی مین خرید کے رکھ چھوڑا جائے (نہ بہ نیت بیع) یا حالت ارزانی مین خریدا جائے تاکہ فورًا بیچڈالے - پس اگر صغری مین احتکار سے مراد احتکار شرعی ہے تو صغری ممنوع ہی کیونکہ تجارت گندم اور جو اور چنا بلکہ جمیع اقسام اقوات بشر وبہائم مین ہرگز احتکار شرعی نہین ہے جیسا کہ مفصلا معلوم ہوا اور اگر احتکار لغوی مراد ہی تو مسلّم ہی لیکن کبرے مین احتکار سے کیا مراد ہی اگر احتکار شرعی مراد ہی تو حد اوسط مکرر نہین چنانچہ خود ظاہر ہی اور اگر احتکار لغوی مراد ہی تو حد اوسط مکرر ہے لیکن کبرے ممنوع ہی کیونکہ احتکار لغوی ہرگز حرام نہین بلکہ بلا دغدغہ جائز و درست ہی بلکہ خود خیر القرون مین موجود اور متحقق تھا حرام نہین صحیح مسلم مین جو ثانی صحاح ستہ ہی اور بعض کے نزدیک کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب اور صحیح بخاری پر مقدم ہی سعید بن مسیب سے منقول ہی فقیل لسعید فانک تحتکر قال سعید ان معمر الذی کان یحدث ہذا الحدیث کان یحتکر سعید ابن مسیب سے کہا گیا کہ تم احتکار کرتے ہو تو اُنھون نے کہا کہ معمر جو اس حدیث کے راوی ہین وہ خود احتکار کیا کرتے تھے - پس سعید بن مسیب تابعی جلیل الشان اور معمر بن عبد اللہ راوی حدیث جو زیتون کے تیل کا احتکار کرتے تھے معاذ اللہ زید کے مذہب کے موافق

حرام کے مرتکب ٹھہرتے ہین اور اکابر اہل سنت وجماعت ہرگز اُنکو اسکا مرتکب نہین قرار دیتے بلکہ حدیث کو احتکار شرعی پر محمول کرتے ہین اور اُنکے قول کو مخصوص باحتکار لغوی کرتے ہین نووی شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین واما ماذکر فی الکتاب عن سعید بن المسیب ومعمر راوی الحدیث انہما کانا یحتکران فقال ابن عبد البر واخرون انما کان یحتکران الزیت وحملا الحدیث علی احتکار القوت عند الحاجۃ الیہ والغلاء وکذ احملہ الشافعی وابو حنیفۃ واخرون وہو الصحیح کتاب مین جو سعید بن مسیب اور معمر راوی حدیث کے متعلق احتکار منقول ہی اسکے متعلق ابن عبد البر رحمہ اللہ اور دوسرے لوگ کہتے ہین کہ وہ دونون زیتون مین احتکار کرتے تھے اور حدیث کو احتکار قوت پر محمول کرتے ہین جبکہ اُسکی احتیاج اور گرانی ہو اسی پر امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ اور دوسرے لوگون نے محمول کیا ہی اور یہی صحیح ہی۔ واللہ اعلم نمقہ العبد الخامل الجانی السید امیر احمد النقوی السہسوانی صح الجواب حررہ العبد الضعیف المستجیر الی رحمۃ ربی القدیر ابو المحجب الشہیر بسید عبد الرحمن یصلح شانہ المنان۔ الجواب صحیح کتبہ سید شریف حسین۔ اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد تلطف حسین۔ ہذا الجواب صحیح حررہ سید نذیر حسین۔ الجواب صحیح حررہ ابو البرکات حافظ محمد۔ اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب کتبہ سید احمد حسین فی الواقع مطلقاً تجارت غلہ حرام نہین ہی بلکہ احتکار شرعی حرام ہی جیساکہ مفصلاً مجیب مصیب نے بیان کیا ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

**سوال** کفار سے مال خریدنے مین اُنکا یہ قاعدہ مقرر ہی کہ چاہے نقد لے چاہے قرض مگر دام ادا کرنے کے لیے مدت مقرر کرتے ہین بغیر مدت مقرر کیے ہوے قیمت نہین کرتے اور مدت تین مہینہ سے کم نہین ہوتی پھر جب قیمت طے ہوئی تو خریدار سے دستخط کرا لیتے ہین یعنے اب خریدار کو مال لینا ضرور ہوگا اور مال کی نکاسی اُنکی کوٹھیون سے دو صورت پر ہی ایک صورت یہ ہی کہ فوراً روپیہ دے اور دوسری صورت یہ ہو کہ تین مہینے کے بعد روپیہ دے مگر اُسکے کاغذ مین یہ لکھا رہتا ہی کہ ہم چاہین نقد لیکر مال دین چاہے مدت پر مین پھر اگر کسیکو مدت پر دیا تو ایک تمسک تین مہینے کی میعاد کا لکھوا لیتا ہی پھر اگر خریدار کے پاس روپیہ بہم ہوا اور ایک یا دو مہینے کے اندر اُسنے دینا چاہا تو بائع کو اختیار باقی رہتا ہی کہ اُسوقت لے لے یا میعاد پر لے کیونکہ میعاد معینہ پر روپیہ لینے مین بتفصیل مفصلہ ذیل بائع کا نفع ہی اگر ایک مہینے کے بعد روپیہ وصول ہوا تو مدت مین سے کہ دو مہینے باقی رہے اُس دو مہینے کا فی سیکڑہ تین روپیہ کم لینا ہوگا اور اگر دو مہینہ کے بعد وصول

ہوا تو ایک مہینہ کا کم لیگا اگر پوری مدت پر کہ تین مہینے سے وصول ہوا تو کچھ بھی کم نہ کریگا اور اگر قیمت کے طی ہوتے ہی زر قیمت وصول ہوا تو پوری مدت کا کہ تین مہینے ہے فی سیکڑہ تین روپیہ کم لیگا پس ان صورتون مین کہ فوراً روپیہ دینے مین اور مہینے دو مہینے کے بعد دینے مین قیمت طی شدہ سے کچھ کم لیتا ہی خریدار کے حق مین جائز ہی یا نہین **جواب** کفار سے اس طرح مال مول لینا کہ اگر نقد روپیہ ادا کرے تو پوری قیمت مقررہ بائع کو دینا ہوگی اور اگر ایک یا دو یا تین مہینے کے بعد روپیہ ادا کرے تو فی سیکڑہ تین روپیہ فی ماہ زیادہ دینا ہوگا یہ فی الحقیقت نرخ مال کا بیان ہی یعنی اگر خریدار نقد خرید کرے تو مثلاً سو روپیہ قیمت دے اور اگر ایک یا دو یا تین ماہ کے بعد قیمت ادا کرے تو مال کی قیمت ایک سو تین یا ایک سو چھ یا ایک سو نو روپیہ دے اور اس مضمون کا خریدار سے لکھوالینا یادگاری اور توثیق کے لیے ہی لیس خریدار کے حق مین یہ عقد شرعاً جائز ہی قال فی الهداية ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل اذا كان الاجل معلوما لاطلاق قوله تعالى واحل الله البيع وعنه عليه السلام والصلوة انه اشترى من يهودي طعاما الى اجل ورهنه درعه ہدایہ مین ہی بیع نقد دام اور دیر مین دام ملنے کی صورتون مین جبکہ مدت معلوم ہو جائز ہی کیونکہ خدا کا قول احل اللہ البیع مطلق ہی اور حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ سے مروی ہی کہ اُنھون نے ایک یہودی سے کھانا خریدا دام کی ادا کرنے کی مدت مقرر کرکے اور اپنی ذرہ کو رہن کیا۔ اور رد المحتار مین ہی ان الاجل يقابله قسط من الثمن مدت کے مقابل قیمت کا کچھ حصہ مقرر ہو سکتا ہی پس ہر ماہ مین تین روپیہ سیکڑہ کی زیادتی مین کوئی قباحت نہین ہی۔ اور اسکے بعد کہ بائع نے خریدار سے تین مہینے کا میعادی تمسک لکھواکے مال دیا ہے بائع کو تین مہینے کے بعد قیمت لینے کا اختیار ہی چاہے قیمت میعاد کے اندر لے چاہے میعاد پر لے کیونکہ اُسکا رجوع بائع کی جانب سے حط بعض قیمت کی طرف اور خریدار کی جانب سے حط اجل کی طرف ہوگا اور ان دونون امرون مین شرعاً کچھ قباحت نہین ہی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم العبد المجیب محمد ارشاد حسین عفی عنہ [محمد ارشاد حسین] الجواب صحیح محمد عبد القادر۔ الجواب صواب عنایت اللہ ولد حبیب اللہ صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی] **سوال** بادشاہی زمانے مین بابت عہدہ قضا ایکسو بیگہہ زمین و مبلغ ایک سو روپیہ سرد ہی ذنکاح بندی دخلعت عیدین وغیرہ بنام زید مقرر ہوا اور زید کے

دو پسر ہوئے ایک عمرو دوسرا بکر اور زید کے فوت ہونے کے بعد اشیائے مذکورہ بالا نصف نصف
ہر دو پسران مذکورین پر تقسیم ہوئے پھر عمرو فوت ہوا اُسنے تین لڑکیان اور ایک بی بی چھوڑی
پھر بکر فوت ہوا اور اُسنے دو لڑکے چھوڑے اب زوجہ عمرو نے نصف اشیائے مذکورہ کا نصف اپنے
برادر کو دیا اور نصف اپنی چھوٹی لڑکی کو ہبہ کیا پھر زوجہ عمرو کے بھائی کے مرنے کے بعد اُسکے
بیٹون نے وہ اشیا بیچ ڈالے یہ بیع اور وہ ہبہ صحیح ہے یا نہین **جواب** جو عطائے سلطانی بطور
انعام مؤبد کی ہو اور معطی لہ کے قبضے مین آجائے وہ معطی لہ کی ملک ہو جاتی ہے اور اُسکی بیع و ہبہ
وغیرہ جملہ تصرفات ملکیہ صحیح ہوتے ہین اور جو بطور وظیفہ و مشاہرہ و تقرری کے ہو اُس مین
معطی لہ کی ملک نہین ہوتی ہے جبتک اُسکا قبضہ نکرے ان عبارات سے یہ تفصیل واضح ہے فی خزانۃ
الروایات من لہ وظیفۃ فی بیت المال کاجر العاشر والامامۃ والتاذین وساقی الماء وغیر ذلک اذا قسمہ
حال حیاتہ فقسمتہ باطل وفی جواہر الفتاوی المشاہرۃ من مال الخراج یوصل الیہ کل سنۃ فوہبہا
لغیرہ ووکلہ لقبضہا لا یجوز لانہ لا یملکہا قبل القبض ولا یصح جعلہ ہبۃ لغیرہ ولا یورث عنہ لانہ لا یملکہا
وفی العالمگیریۃ اذا ماتت المرأۃ فتنازع الرجلان فی عطائہا وادعی کل منہما انہا امہ واختہ فاصطلحا علی
ان یکتب العطاء لاحدہما باسمہ لاخر علی ان یعطیہ لاخر اجعلا علی ذلک فالعطاء لصاحب الاسم وفی لواقعات لانعام
المخلد والمؤبد بمنزلۃ الملک یجوز بیعہ وشراؤہ علی الصحیح وفی رسالۃ احکام الاراضی فی غیر المقبوض قولان اظہرہما
انہ لا یملک وہو قول الجمہور والموافق للقوانین الفقہیۃ فان الاصل ان المعدوم لا یصح تملیکہ ولا التصرفات
فیہ وایضا فیہ لا یعلم للقول بالتملک فی غیر المقبوض من الوظیفۃ اصل من الکتب المشہورۃ
المعتبرۃ فصار قولا مرجوحا لا یعبأ بہ خزانۃ الروایات مین ہے جسکا بیت المال سے
وظیفہ مقرر ہو مثلا عشر وصول کرنے والا - امام - موذن - پانی پلانے والا - وغیرہ یہ لوگ اگر اپنی زندگی
مین اپنے عہدے اور وظیفے تقسیم کردین تو یہ تقسیم باطل ہوگی اور جواہر الفتاوی مین ہے مال خراج سے
کسی کا مشاہرہ مقرر تھا جو اُسے ہر سال مال خراج سے ملا کرتا تھا اُسنے وہ مشاہرہ دوسرے کو ہبہ کردیا
اور اُسکو وکیل قبض بنا دیا تو یہ جائز نہین ہے کیونکہ قبضے کے پہلے وہ خود اُسکا مالک نہین ہے اور نہ اُسکا
ہبہ کرنا درست ہے اور نہ یہ مشاہرہ مال موروث سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ اُس کی ملک نہین ہے اور
عالمگیری مین ہے ایک عورت مرگئی تو دو آدمیون نے اُسکے عطا مین جھگڑا کرنا شروع کیا ہر ایک

یہ کہتا تھا کہ وہ میری مان تھی یا بہن تھی اُسکے بعد دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ وہ عطیہ ایک کے نام لکھدیا جائے اس شرط سے کہ وہ دوسرے کو اُسکا حصہ دیتا ہی پس وہ عطیہ اُسی کا ہوگا جس کے نام لکھا گیا ہی اور واقعات مین ہی دائمی انعام بمنزلۂ ملک کے ہی جسکی بیع وشرا بر مذہب صحیح جائز ہے اور رسالۂ احکام الاراضی مین ہی غیر مقبوض مین دو قول ہین اظہر یہ ہی کہ وہ اُسکا مالک نہین ہی یہی جمہور کا قول ہی اور قوانین فقہیہ کے مطابق ہی کیونکہ یہ اصل ہی کہ معدوم کی تملیک اور اُس مین تصرف درست نہین ہی اور اسی رسالہ مین ہی وظیفۂ غیر مقبوضہ مین ملکیت کے قول کی کتب مشہورہ سے کوئی اصل نہین ثابت ہوتی ہی پس یہ قول مرجوح ہی جو قابل اعتبار نہین ہی پس صورت سوال مین زمین معافی کی ہبہ و بیع نافذ ہی اور باقی حقوق کی ہبہ و بیع ناجائز ہی **سوال** یہ نیلام معہود جو براہ جبر و حکومت انگریزی ہوتا ہی کہ نہ مالک سے اذن لیا جاتا ہی نہ وہ اُسپر راضی ہوتا ہی ہزار روپیہ کی جائداد ہے اور پانسو روپیہ کا قرض ہو اور جائداد اُسی پانسو مین بہادی جاتی ہی پس یہ نیلامی بیع مثبت ملک مشتری ہی یا نہین اور قاضی شرع کو جو اختیار بیع مال مدیون مفلس کا ہی صاحبین کے نزدیک تو اُسکی شرط یہ ہی ان امتنع المفلس من بیعہ وقسمتہ بین غرمائہ بالحصص کذا فی الھدایۃ اگر مفلس مال کو فروخت نہ کرے اور اُسکے حصص کو قرضخواہون پر تقسیم نہ کرے جیسا کہ ہدایہ مین ہی کاشکے مالک سے کہتے کہ تو بیع اور قرض ادا کر تو یہ ظلم نہوتا **جواب** یہ بیع نیلامی بلا تراضی مثبت ملک مشتری نہوگی اور قاضی کو بیع مال مدیون کا اُس وقت اختیار ہی جب متمرد و سرکش ہوکہ خود فروخت کر کے ادا نہ کرتا ہو۔ فتح القدیر مین ہی التراضی شرط لثبوت حکمہ شرعا وھو الملک شرعًا ثبوت حکم بیع کے لیے تراضی شرط ہے یہی ملک کے معنی ہین۔ اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہی سئل فی مدیون امتنع من اداء الدین حتی حبس والحال ان لہ عقارا وغیرہ یمکنہ الوفاء عن ثمنہ ای انہ متمرد ومتعنت فی بیع ذلک فھل یبیع القاضی علیہ حیث کان الحال ما ذکر الجواب نعم ایک قرضدار کے متعلق سوال کیا گیا جو قرض ادا نہین کرتا تھا حتے کہ وہ قید کیا گیا حالانکہ اُسکے پاس مال تھا جسکے دامون سے اُسکا قرض ادا ہو سکتا تھا اور وہ اُسکے بیچنے سے انکار کرتا تھا ایسی صورت مین کیا قاضی اُسکے مال کو بیچ سکتا ہی پس جواب دیا گیا کہ ہان **سوال** نوٹ کی بیع وشرا کمی یا زیادتی پر جائز ہی یا نہین **جواب** نوٹ ہر چند کہ خلقۃً ثمن نہین مگر عرفًا حکم ثمن مین ہے بلکہ

عین ثمن سمجھا جاتا ہی اسوجہ سے کہ اگر سو روپیہ کا نوٹ کوئی ہلاک کردے تو اصل مالک سو روپیہ کا تاوان لیتا ہی اور سو روپیہ کا نوٹ جب بیچا جاتا ہی تو اُس سے اُس کاغذ کی قیمت ملنا مقصود نہین ہوتی کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ کاغذ دو پیسہ کا بھی نہین ہی بلکہ مقصود سو روپیہ کا بیچنا اور اُسکی قیمت لینا ہوتا ہی اور سو روپیہ کا نوٹ اگر کوئی شخص قرض لے تو بوقت ادا چاہے سو روپیہ کا نوٹ دے یا سو روپیہ دونون صورتین مساوی سمجھی جاتی ہین اور دائن کو مدیون سے کسی ایک کے لینے مین عذر نہین ہوتا حالانکہ اگر مدیون غیر جنس بوقت ادا دے تو دائن نہین لیتا بخلاف پیسون کے کہ وہ بھی اگرچہ عرفاً ثمن ہین مگر اُنکی یہ کیفیت نہین ہی اگر ایک روپیہ کے عوض مین کوئی چیز خریدے یا ایک روپیہ کسی سے قرض لے اور ادا کے وقت ایک روپیہ کے پیسے دے تو دائن یا فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہی کہ وہ لے یا نہ لے اور حاکم کی طرف سے اُس پر جبر نہین ہوسکتا کہ خواہ مخواہ وہ پیسے لے پس پیسے اگرچہ عرفاً ثمن ہین مگر عین ثمن خلقی نہین سمجھے گئے ہین بخلاف نوٹ کے کہ یہ عین ثمن خلقی ہی گو عینیت خلقیہ نہین بلکہ عینیت عرفیہ ہو پس تفاضل بیع فلوس مین جائز ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ نوٹ مین بھی جائز ہو کیونکہ پیسے غیر جنس ثمن ہین حقیقۃً بھی اور عرفاً بھی گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اُس مین ثمنیت کی صفت آگئی ہو پس جبکہ نوٹ عرفاً جمیع احکام مین عین ثمن خلقی سمجھا گیا باب تفاضل مین اُسی بنا پر حکم دیا جائے گا اور تفاضل اس مین حرام ہوگا فانما الاعمال بالنیات ولکل امرئ ما نوی اعمال کا مدار نیتون پر ہے اور ہر شخص کے لیے جو اُسکی نیت ہی۔ اور اگر اس مین حقیقۃً ربوا نہو تو شبہہ ربوا سے تو مفر نہین اور تمام کتب فقہ مین مرقوم ہی کہ شبہۃ الربوا باعث حرمت ہی اور اسکے علاوہ جو بیع وشراے نوٹ مین تفاضل اختیار کرے گا مقصود بجز اسکے کہ بعوض کم روپیہ کے زیادہ روپیہ حاصل ہو جائین اور کچھ نہو گا مگر حیلہ کے طور پر وہ نوٹ کا معاملہ کرے گا اور ظاہر ہی کہ ایسے حیلون کے ارتکاب سے حلت کا حکم نہین ہوسکتا۔ تہذیب الایمان مین ہی انما المحرم ان یقصد بالعقود الشرعیۃ غیر ما شرعہا اللہ له فیصیر مخادعا لدینه کائد الشرعه فان مقصوده حصول الشئ الذی حرم اللہ بتلك الحیلة او اسقاطها او جبه حرام یہ ہی کہ عقود شرعیہ سے اُن باتون کا قصد ہو جو غیر مشروع ہین پس ایسی صورت مین وہ دین کو دھوکا دینے والا اور شرع کے ساتھ مکاری کرنے والا ہوگا کیونکہ اُسکا

مقصد یہ ہی کہ اس حیلہ سے وہ ایسا نفع حاصل کرے جسے شرع نے اُسپر حرام کیا ہی یا ایسی چیز اپنے ذمے سے ساقط کردے جو اُس پر واجب تھی۔ پس اگر نوٹ مین تفاضل قضاءً جائز بھی ہو لیکن دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ کسی طرح سے درست نہوگا کیونکہ کتب فقہ مین بیع عینیہ اور شراء باقل مما باع وغیر ذلک کی ممانعت مذکور ہی اور احادیث اس باب مین بکثرت وارد ہین جن سے ایسے حیلون کی حرمت ثابت ہوتی ہی اگر یہ شبہہ ہو کہ نوٹ جب ثمن خلقی نہین ہی تو اُسکا حکم بعینہ کیونکر ہوسکتا ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ چونکہ عرفاً وہ عین ثمن خلقی سمجھا گیا اور تمام مقاصد ثمن خلقی کے اُسکے ساتھ متعلق ہوے پس باب تفاضل مین اُسی کا اعتبار ہوگا خاص کر دیانۃً کیونکہ اسکا تعلق مقاصد سے ہی گو کہ یہ مقاصد پوشیدہ ہوا کرتے ہین باقی رہا فتح القدیر کا قول لو باع کاغذۃ بالف یجوز اگر کسی نے کاغذ سو روپیہ کو بیچا تو درست ہی۔ تو اُس سے یہ کاغذ مراد نہین ہی جو عین ثمن خلقی سمجھا گیا ہی کیونکہ اُنکے زمانے مین نوٹ کا وجود ہی نہ تھا پس سادہ کاغذ مراد ہی **سوال** سلم فلوس رائجہ مین درست ہی یا نہین **جواب** امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک درست ہی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہین ہی۔ تنویر الابصار مین ہی ویصح السلم فیما امکن ضبط صفتہ ومعرفۃ قدرہ کمکیل وموزون مثمن وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس ولبن واٰجر بملبن معین۔ بیع سلم اُس شی کی درست ہی جسکی صفت کا منضبط کرنا اور جسکی مقدار کا جاننا ممکن ہو مثلاً مکیلات اور موزونات ثمنیات اور عددی متقارب جیسے اخروٹ انڈا پیسہ دودھ اور مکان معین کی اینٹین۔ اور بحر الرائق مین ہی والفلس لانہ عددی یمکن ضبطہ فصح ان یکون مسلما فیہ وقیل لا یصح عند محمد لانہ ثمن مادام یروج وظاہر الروایۃ عن الکل الجواز واذا بطل ثمنیتھا لا یخرج عن العدد الی الوزن الا ان یصطلحوا اہل العرف۔ پیسے کی بیع سلم جائز ہی کیونکہ وہ عددی ہی اور اُسکا ضبط ممکن ہی پس اُس مین سلم بھی درست ہی بعض کہتے ہین کہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہین ہی کیونکہ پیسہ جبتک رائج رہے ثمن ہی اور تمام ائمہ سے ظاہر روایت جواز کی ہی اور ثمنیت باطل ہونے کے بعد عددیت سے موزونیت کی جانب منتقل نہین ہوسکتی مگر جبکہ عوام اُسے بیکار سمجھنے لگین۔ اور متون معتبر امام صاحب کے قول پر ہین **سوال** رنگون مین مسلمان قصاب اپنی گائے کیل گھر سارجن کے معائنہ کو لیجاتے ہین جو سرکار کی طرف سے اسی کام کے لیے مقرر ہی پھر اُس سے اجازت نامہ حاصل کر کے

مسلمان گاؤکش سے جسے عرف مین ملا کہتے ہین ذبح کراتے ہین پھر گوشت شہر مین لاکر ہندو اور مسلمانون کی دوکان پر رکھ دیتے ہین شہر کے لوگ ہندو اور مسلمان دونون کی دوکانون سے خریدتے ہین یہ جائز ہی یا نہین **جواب** کافر بیچنے والے سے گوشت خریدنا جائز ہی اگر وہ کافر کہے کہ یہ گوشت مین نے مسلمان سے خریدا ہی فی ملتقی الابحر ویقبل فی المعاملات قول المفرد ولو انثی او عبدا او فاسقا او کافرا کقوله شریت اللحم من مسلم او کتابی فیحل و من مجوسی فیحرم وفی شرحه مجمع الانهر هذه العبارة اولی من عبارة الکنز وهو قوله ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمة لان شارحه الزیلعی قال هذا سهو لان الحل والحرمة من الدیانات وانما یقبل قوله فی المعاملات خاصة للضرورة انتهی لکن حمله علی المساهلة اولی من حمله علی السهو ویکون المراد یقبل قول الکافر فیما یودی الی الحل والحرمة لانه قال العینی اراد بالحل الحل الضمنی وبالحرمة الحرمة الضمنیة لانه اراد حاصل مسئلة فی الهدایة وهو قوله ومن ارسل اجیرا له مجوسیا او خادما لیشتری لحما فقال اشتریته من یهودی او نصرانی او مسلم وسعه اکله لان قول الکافر مقبول فی المعاملات لانه خبر صحیح لصدوره عن عقل و دین یعتقد فیه حرمة الکذب والحاجة ماسة الی قبوله لکثرة وقوع المعاملات وان کان غیر ذلک لم یسعه ان یاکل منه وفی مختصر الوقایة فان قال کافر اشتریت اللحم من مسلم او کتابی حل اکله ومن مجوسی حرم ملتقی الابحر مین ہی معاملات مین ایک ہی شخص کا قول معتبر ہی اگرچہ وہ عورت یا غلام یا فاسق یا کافر ہو پس اگر وہ یہ کہدے کہ مین نے یہ گوشت مسلمان یا اہل کتاب سے خریدا ہی تو وہ حلال ہوگا اور اگر کہے کہ مجوسی سے خریدا ہی تو حرام ہوگا اور اُسکی شرح مجمع الانہر مین ہی یہ عبارت کنز کی اس عبارت سے اچھی ہی کہ کافر کا قول حلت و حرمت مین معتبر ہی کیونکہ شارح زیلعی نے کہا ہی کہ یہ سہو ہی اسلیے کہ حلت و حرمت دیانات سے ہی اور کافر کا قول صرف معاملات مین ضرورت کی وجہ سے معتبر ہی انتہی لیکن اسے مساہلہ پر حمل کرنا تسامح پر محمول کرنے سے زائد اچھا ہی مطلب یہ ہی کہ کافر کا قول اُن چیزون مین معتبر ہی جو حلت و حرمت تک مفضی ہون کیونکہ عینی نے کہا ہے کہ حلت سے حلت ضمنی اور حرمت سے حرمت ضمنی مراد ہی اس لیے کہ اُنھون نے مسئلہ ہدایہ کا ماحصل اپنے ان الفاظ مین ظاہر کیا ہے کہ اگر کسی نے ایک مجوسی مزدور یا نوکر کو گوشت خریدنے کے لیے بھیجا اور اُسنے آکر کہا کہ مین یہ گوشت یہودی یا عیسائی یا مسلمان کے یہان سے خرید کے لایا ہون تو وہ شخص اس گوشت کو کھا سکتا ہے

کیونکہ معاملات مین کافر کا قول مقبول ہی اس لیے کہ یہ خبر صحیح ہی کیونکہ مخبر ایسا شخص ہی جو عقل رکھتا ہی اور
اور ایسا دین رکھتا ہی جس مین کذب حرام ہی اور ضرورت اُسکے قول کے تسلیم کر لینے پر مجبور کرتی ہی
کیونکہ معاملات بکثرت واقع ہوتے ہین اور اگر ان کے سوا کسی اور سے خرید ا ہی تو اُسے نہ کھانا چاہیے
اور مختصر وقایہ مین ہی اگر کسی کافر نے کہا کہ مین نے یہ گوشت کسی مسلم یا کتابی سے خرید ا ہی تو اُسکا کھانا
حلال ہے اور اگر کہا کہ مجوسی سے خرید ا ہی تو حرام ہی - اور ایسا ہی منح الغفار اور ہدایہ اور تنویر الابصار
اور در مختار وغیرہ مین ہی **سوال** زید کسی شخص سے کنگھیان مول لیتا ہی اور نرخ پانچ روپیہ سیکڑہ
ہی تو کسی شخص نے مبلغ سو روپیہ پیشگی دیے اور مال والے نے اقرار کیا کہ مین ساڑھے چار روپیہ سیکڑا
دون گا اور اس شرط سے دون گا کہ وہ مال جب مین طیار کرون تب اپنے ہاتھ سے بیچکر اُس کا
نفع جو کچھ ہوگا تجکو دون گا تو اُس شخص کو وہ نفع کھانا جائز ہی یا نہین **جواب** ایسی شرط کے ساتھ بیع
ناجائز ہی **سوال** تجارت کی غرض سے خریدنے کے واسطے کسی جنس کے پیدا ہونے کے قبل اُسکی
بابت کوئی نرخ معین کر کے پیشگی قیمت دینا چاہیے یا نہین اگر فرض کیا جائے کہ اس طرح پر پیشگی روپیہ
دینا جائز ہی تو نرخ کے تعین کی نسبت کیا حکم ہی یعنے نیا بھاؤ جو مقرر کیا جائے اُسکو موجودہ نرخ یا
اُس شی کی فصل پر کے نرخ سے کوئی نسبت ہونی چاہیے یا جو نرخ فریقین اپنی رضامندی سے
مقرر کر لین **جواب** درست ہی بشرطیکہ روپیہ دینے کے وقت نرخ مقرر کر لیا جائے کہ فی روپیہ
اتنا لین گے خواہ فصل مین نرخ کم ہو یا زائد **سوال** اکثر دیہاتون مین رسم ہی کہ تالاب کے اندر
مچھلی خریدتے ہین یہ جائز ہی یا نہین اور مشتری کو تالاب سے مچھلی نکال کے کھانا جائز ہی یا نہین اور
اگر مشتری کی اجازت سے کسی دوسرے آدمی نے شکار کھیلا اور مزدوری کے طریقے پر چند مچھلیان
مشتری نے اُسکو دیدین تو وہ مچھلیان شکار کھیلنے والے کو لینا اور کھانا درست ہی یا نہین **جواب**
مچھلی کا شکار سے پہلے بیچنا جائز نہین ہی پس اگر اُسکی بیع عرض واسباب کے عوض مین ہوئی ہے تو
فاسد ہی اور اگر دراہم و دنانیر کے عوض مین بیع ہوئی ہی تو باطل ہی جیسا کہ در مختار مین ہی وفی
البرجندی ذکرہ المصنف ان بیع المتملک قبل ان یصطاد باطل ان کان بالدراھم
والدنانیر وفاسد ان کان بالعرض اور برجندی مین ہی مصنف رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ شکار
سے پہلے مچھلی کو بیچنا اگر دراہم و دنانیر سے ہو تو باطل ہی اور اگر عروض سے ہو تو فاسد ہی - اور بیع

باطل مفید ملک نہین ہوتی اگرچہ مشتری قابض بھی ہو۔ اور بیع فاسد واجب الرفع ہی لیکن اگر مشتری
بائع کی رضامندی سے قابض ہو تو مالک ہو جاتا ہی اور اُس مبیع مین مشتری کا تصرف جیسے
ہبہ وغیرہ نافذ ہوگا اور کسی کے ہاتھ مشتری کا بیچنا بھی نافذ ہوگا مگر مشتری کو اُس مبیع کا کھانا
درست نہین ہی جیسا کہ نہایہ مین ہے فی الھدایۃ ولا یجوز بیع السمک فی الماء قبل ان یصطاد
لانہ باع ما لا یملکہ ولا فی حظیرۃ اذا کان لا یوخذ الا بصید لانہ غیر مقدور التسلیم ومعناہ اذا اخذہ
ثم القاہ فیہا ولو کان یوخذ من غیر حیلۃ جاز الا اذا اجتمعت فیہا بانفسہا ولم یسد علیہا المدخل لعدم الملک
انتہی وفی موضع اخر واذا قبض المشتری المبیع بالبیع الفاسد بامر البائع وفی العقد عوضان کل واحد منہما مال
ملک المبیع ولزمتہ قیمتہ انتہی وفی موضع اخر ولکل واحد من المتعاقدین فسخہ رفعا للفساد فلو باعہ المشتری
نفذ بیعہ لانہ ملکہ فیملک التصرف فیہ ویسقط حق الاسترداد انتہی وفی الدر المختار واذا ملکہ یثبت کل احکام
الملک الا خمسۃ لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا وطوہا ولا ان یتزوجہا منہ البائع ولا شفعۃ لجارہ لو عقارا + اشباہ
وفی الجوہرۃ وشرح المجمع ولا شفعۃ بہا فہی سادسۃ ہدایہ مین ہی مچھلی کو شکار کرنے سے پہلے پانی مین بیچنا جائز
نہین ہی کیونکہ یہ اُس چیز کی بیع ہی جسکی ملک ثابت نہین اُسی طرح تالاب مین بھی مچھلی کو فروخت کر ڈالنا
درست نہین ہی جبکہ بغیر شکار کے وہ پکڑی نہ جا سکتی ہون کیونکہ تسلیم پر قدرت نہین ہی اسکا
مطلب یہ ہی کہ اگر مچھلیان پکڑ کے تالاب مین ڈالین تو اگر تالاب سے بلا کسی حیلہ کے نکالی جا سکتی ہین
تو یہ بیع جائز ہی مگر اُس صورت مین کہ مچھلیان خود سے تالاب مین آئی ہون پھر اُنکے واپس
جانے کا راستہ روک دیا گیا ہو ناجائز ہی کیونکہ ملک ثابت نہین ہے اور دوسری جگہ ہی اور جب
مشتری مبیع فاسد پر قابض ہو جائے اور عقد مین دو عوض ہون اور دونون مال ہون
تو مشتری مبیع کا مالک ہو جائے گا اور قیمت لازم ہوگی اور دوسری جگہ ہی اور متعاقدین مین سے
ہر ایک کو حق فسخ ہی فساد کے دفع کرنے کے لیے اور اگر مشتری نے بیچ ڈالا تو اُسکی بیع نافذ ہوگی
کیونکہ وہ اُس چیز کا مالک تھا تو تصرف کا بھی مالک تھا اور حق استرداد ساقط ہو جائے گا اور
درمختار مین ہی اور مالک ہونے کے بعد اُسکے لیے پانچ کے سوا اور سب احکام ملک ثابت ہونگے
اُسے۔ اکل۔ لبس۔ وطی جائز نہین اور بائع کے ساتھ اُسکی شادی کرنا اور پڑوسی کو شفعہ کا
حق نہ حاصل ہوگا جوہرہ اور شرح مجمع مین ہی اور اُسے اخذ بھی) شفعہ کا حق نہ حاصل ہوگا یہ چھٹا استثنا ہی

**سوال** اگر مبیع عین مین مدت بائع کی طرف سے یا ثمن مین مدت مشتری کیطرف سے مقرر ہوئی مگر مجہول تو کیا حکم ہی **جواب** یہ بیع فاسد ہی۔ محیط مین ہی اذا شرط الاجل فی المبیع العین فسد البیع وان شرط الاجل فی الثمن والثمن دین فان کان الاجل معلوما جاز البیع وان کان مجہولا فسد البیع اگر مبیع عین مین اجل کی شرط کی تو عقد فاسد ہوگیا اور اگر ثمن مین اجل معلوم کی شرط کی تو بیع جائز ہی اور اگر اجل غیر معلوم کی شرط کی تو بیع فاسد ہے **سوال** اگر کوئی کہے یہ کتاب مین نے تیرے ہاتھ بیچی ہزار روپیہ کو فی الحال اور دو ہزار روپیہ کو ایک سال کے وعدہ پر اور مشتری نے کہا مین نے قبول کیا تو کتنی رقم مشتری پر لازم ہوگی **جواب** یہ بیع باطل ہی۔ علامۂ ابن ہمام رحمہ اللہ فتح القدیر مین کہتے ہین واما البطلان فیما اذا قال بعتک بالف حالا وبالفین الی سنۃ فلجہالۃ الثمن اگر کہے بیچا مین نے ہزار روپیہ کو فی الحال اور دو ہزار روپیہ کو سال بھر کے وعدے پر تو جہالت ثمن کی وجہ سے یہ بیع باطل ہی **سوال** جو مسلم یا مستامن دار الحرب مین داخل ہو کر دار الحرب مین حربیون سے بیع فاسد کا معاملہ کرے یا جوا کھیل کے اُنکا مال لیلے تو یہ حلال ہی یا نہین **جواب** حلال ہی۔ در مختار مین ہی ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثم لان مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا عذر خلافا للثانی والثلاثۃ انتہی وقال الطحطاوی فی حاشیتہ قولہ ولو بعقد فاسد کما اذا باع منہم خمرا او خنزیرا او میتۃ او قامرھم واخذ المال کذا فی المنح حربی اور مستامن کے درمیان ربوا نہین ہی گو عقد فاسد یا قمار ہو کیونکہ حربی کا مال مباح ہی تو اُسکی رضا سے مطلقا بلا عذر مباح ہوگا نہ امام ابو یوسف اور ائمۂ ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک اور طحطاوی مین ہی اگرچہ بعقد فاسد ہو مثلا اُنکے ہاتھ شراب بیچے یا سور یا مردہ بیچا یا اُنکے ساتھ جوا کھیلا اور اُس سے مال حاصل کیا ایسا ہی منح مین ہی **سوال** آزاد کی بیع دار الاسلام مین باطل ہی یا فاسد **جواب** آزاد چونکہ متبذل مال نہین ہی لہذا اُسکی بیع باطل ہی مگر امام محمد رحمہ اللہ سے ایک روایت ہی کہ مخمصہ اور قحط کی حالت مین درست ہی یا جبکہ کوئی مدیون ہو اور ادائے دین کی کوئی صورت نہو تو اگر اپنے کو ادائے دین کے لیے بیچے تو درست ہی شیخ الہداد رحمہ اللہ نے شرح بزدوی مین محیط سے نقل کیا ہی لا یجوز بیع الحر الا ان یعجز عن اداء مال وجب فی ذمتہ او ھو مضطر وقع فی مہلکۃ ولا یری بقاء حیاتہ الا ببیع نفسہ او فی مخمصۃ یحل لہ الجیفۃ حر کی بیع

جائز نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ جو مال اُسکے ذمے واجب ہی اُسکے ادا کرنے سے عاجز یا مجبور
ہو یا ہلاکت مین پڑ گیا ہو جس سے اپنے آپ کو بغیر اپنی جان بیچے ہوے نہ بچا سکے یا ایسے
بھوک مین پھنس جائے جسکی وجہ سے اُسے مردار کھانا بھی جائز ہو جائے اور جبکہ بیع جائز ہوگی
تو اپنے تمام لوازم کے ساتھ جائز ہوگی پس اگر مبیع عورت ہی تو اُس سے وطی کرنا بھی جائز ہوگی
اور اُسکی اولاد بعد دعوت مولے ثابت النسب ہوگی **سوال** ایسے مال مغصوب کا جو غاصب
کے قبضے مین ہی کسی کے ہاتھ اُس شخص کا بیچنا جس سے غصب کی گئی ہی درست ہے یا نہین
**جواب** یہ بیع موقوف ہی پس اگر غاصب نے اقرار کیا یا انکار کیا مگر جس سے غصب کی گئی ہے
اُسکے پاس گواہ موجود ہین تو یہ بیع تمام اور لازم ہوگی اور اگر غاصب کے انکار کی صورت مین
مغصوب منہ کے پاس گواہ نہین ہین اور غاصب نے مال مغصوب کو تسلیم نہین کیا یہانتک
کہ مال مغصوب ہلاک ہوگیا تو بیع مذکور منتقض ہوگی۔ عالمگیری مین ہی اذا باع المغصوب من
غیر الغاصب فھو موقوف ھو الصحیح فان اقر الغاصب تم البیع ولزمہ وان جحد
والمغصوب منہ بینۃ فکذلک کذا فی الغیاثیۃ وان لم یکن لہ بینۃ ولم یسلم حتی ھلک انتقض
البیع کذا فی الذخیرۃ اگر مغصوب کی بیع غاصب کے علاوہ کسی اور سے کی گئی تو یہ بیع موقوف
ہوگی اور یہی صحیح ہی اگر غاصب نے اقرار کر لیا تو یہ بیع درست ہوگی اور اگر انکار کیا اور مغصوب منہ کے
پاس کوئی بینہ ہی تو بھی بیع درست ہی جیساکہ غیاثیہ مین ہی اور اگر بینہ نہین ہی اور غاصب نے
مغصوب کو تسلیم نہین کیا یہانتک کہ مغصوب ہلاک ہوگیا تو بیع درست نہوگی جیساکہ ذخیرہ
مین ہی **سوال** اگر مشتری نے بیع کے وقت بیع پر اپنی دخل یابی کی شرط کی تو یہ شرط مفسد بیع ہی یا
نہین اور مفسد بیع کون شرط ہی **جواب** شرط مذکور جو مقتضاے عقد کے موافق ہی مفسد بیع نہین ہی
اور جو شرط مقتضاے عقد نہو اور اُسمین بائع یا مشتری یا مبیع کا اگر آدمی کا فائدہ ہو مفسد عقد بیع
ہی جیسے کسی نے کپڑا اس شرط سے خریدا کہ بائع اُسے سلاکے دیگا یا اس شرط پر گھر بیچا کہ بائع ایک مہینہ
تک اس مین رہیگا یا غلام اس شرط سے بیچا کہ مشتری اس غلام کو کبھی نہ بیچے۔ ہدایہ مین ہی المذھب
فیہ ان یقال کل شرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری لا یفسد العقد لثبوتہ بدون الشرط
وکل شرط لا یقتضیہ العقد وفیہ منفعۃ لاحد المتعاقدین او للمعقود علیہ وھو من اھل الاستحقاق

یفسدہ مناسب یہ ہو کہ کہا جائے کہ ہر وہ شرط جو مقتضائے عقد ہو (مثلاً ملک مشتری کی شرط) مفسد عقد نہین ہو کیونکہ وہ بلا شرط بھی ثابت تھی اور وہ شروط جو مقتضائے عقد نہین ہین اور اُنمین متعاقدین مین سے کسی ایک کا نفع ہو یا صرف معقود علیہ کا نفع ہو (اور معقود علیہا اہل استحقاق ہو) مفسد عقد ہین

**سوال** سلم کا راس المال ایک دم قرار دیکر حوالہ کیا گیا اور زید نے اقرار کیا کہ فصل ربیع مین نرخ بازار کے موافق مین اس راس المال کے گیہون دونگا یہ صورت جائز ہو یا نہین **جواب** بیع سلم کی تمام شرطون مین سے یہ بھی شرط ہو کہ مسلم فیہ کی مقدار معلوم ہو اگر کیلی ہو تو کیلا اور اگر وزنی ہو تو وزنا اور اگر عددی ہو تو عدداً اور اگر ذرعی ہو تو ذرعاً مسلم فیہ کی تعیین کرنا چاہیے۔ عالمگیری مین ہے ف

الرابع ان یکون معلوم القدر بالکیل او الوزن او العدد او الذراع کذا فی البدائع

اور چوتھی شرط یہ ہو کہ مقدار معلوم ہو کیل سے یا وزن سے یا عدد سے یا گز سے جیسا کہ بدائع مین ہو اور ایسا ہی فقہ کی دوسری کتابون مین ہو اور صورت مسئولہ مین کہ کیلا خواہ وزنا تعیین گندم نہین ہوئی اور نرخ بازار پر مبنی رہی اور نرخ بازار روزانہ بدلتا رہتا ہو جہالت مسلم فیہ لازم آتی ہو اور یہ مفضی الی المنازعۃ ہو اور جو جہالت مفضی الی المنازعۃ ہو وہ مفسد عقد ہو **سوال** بیس سیر گیہون کو راس مال سلم قرار دیکے زید کو پہونچا دیے اور زید نے اقرار کیا کہ مین دو مہینے مین اتنی ہی گیہون پہونچا دونگا یہ صورت جائز ہو یا نہین **جواب** گیہون اگرچہ اس دیار کی اصطلاح مین وزنی ہوگیا ہو مگر بنص شرعی کیلی ہو اور جو چیز نص شرعی کے اعتبار سے کیلی ہو وہ کیلی ہی رہیگی اگرچہ عرفاً وزنی ہوگئی ہو ہان بعض ایمہ کے نزدیک کیلیت اور وزنیت کا مدار اہل دیار کے عرف پر ہو نص شرعی کا اعتبار نہین ہو اس لیے کہ نص شرعی بھی بلحاظ عرف ہو بس ہر حال مین عرف کا اعتبار کیا جائے گا خواہ وزنی ہو یا کیلی جائز نہین ہو کیونکہ کیلی کے عوض مین کیلی اور وزنی کے عوض مین وزنی دینا بشرطیکہ دونون متعینات سے ہون جائز نہین ہو۔ عالمگیری مین ہے

ولا یسلم ما یوزن فیما یوزن اذا کانا مما یتعینان فی العقد کالحدید فی الزعفران واما اذا اسلم الدراهم والدنانیر فی الوزنیات یجوز وزنیات کی بیع سلم وزنیات سے نکی جائے گی جبکہ دونون ایسے ہون کہ عقد سے متعین ہوتے ہون مثلاً لوہے کی بیع سلم زعفران سے البتہ اگر وزنیات کی بیع سلم دراہم ودنانیر سے کیجائے تو درست ہو۔ اور تاتارخانیہ مین ہو ولا یصح سلم

الموزون فی الموزون والمکیل فی المکیل. بیع سلم موزونات کی موزونات سے اور مکیلات کی مکیلات سے درست نہین ہی **سوال** بیع سلم مین اقرار ہو کہ مین فلان مہینے مین فی روپیہ چالیس سیر گیہون دونگا اور بازار کا نرخ فی الحال بیس سیر کا ہی تو یہ بیع درست ہی یا نہین **جواب** درست ہے کیونکہ شرائط بیع سلم مین سے یہ بھی شرط ہی کہ مسلم فیہ کی مقدار اگر کیلی ہو تو کیلا اور اگر وزنی ہو تو وزناً مقرر کر دیجاے اور نرخ بازار سے اس نرخ کا مساوی ہونا شرط نہین ہی **سوال** شراب بنانے والے کے ہاتھ جبکہ یہ معلوم ہو کہ وہ اس سے شراب بنائے گا انگور کا شیرہ بیچنا جائز ہی یا نہین **جواب** بیع جائز ہی مگر صاحبین کے نزدیک مکروہ ہی۔ عالمگیری مین ہی بیع العصیر ممن یتخذ خمرا لا یکرہ عند ابی حنیفة رح وعندھما یکرہ ویجوز البیع وبیع العنب ممن یتخذ الخمر علی ھذا الخلاف کذا فی الخلاصة انگور کے شیرہ کو شراب بنانے والے کے ہاتھ بیچنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک مکروہ ہی اور بیع جائز ہی **سوال** بکری کافر کے ہاتھ بیچنا جبکہ یہ معلوم ہو کہ بت پر ذبح کیجائے گی جائز ہی یا نہین **جواب** بیع جائز لیکن مکروہ ہی۔ ہدایہ مین ہی لانہ تسبیب الی المعصیة والبیع الذی ھو کذا مکروہ کیونکہ یہ معصیت کے سبب کا مہیا کرنا ہی اور جس بیع مین یہ بات پائی جائے وہ مکروہ ہی **سوال** جبکہ بازار مین ایک روپیہ کا بیس سیر گیہون بکتا ہو اور کوئی شخص قرض سترہ سیر کا بیچتا ہی تو یہ بیع درست ہی یا نہین **جواب** بیع مذکور نافذ ہی مگر مکروہ ہی۔ قنیہ مین ہی شری الشئ الیسیر بثمن غال اذا کان لہ حاجة الی القرض یجوز ویکرہ قرض لینے کی ضرورت سے اگر کسی نے معمولی چیز گران قیمت پر خریدی تو جائز لیکن مکروہ ہی **سوال** افیون اور بھنگ کا بیچنا صحیح ہی یا نہین اور بر تقدیر اول حلال ہی یا نہین **جواب** بیع صحیح ہی لیکن حلال نہین ہی۔ درمختار مین ہی وصح بیع الخمر مقامرہ ومفادہ صحة بیع الحشیشة والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیش ھل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل قال المصنف بیع خمر صحیح ہی اسکی وجہ بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت ہے مین کہتا ہون کہ ابن نجیم رحمہ اللہ سے بھنگ کی بیع کے متعلق پوچھا گیا تو اُنھون نے جواب دیا کہ جائز نہین ہی مصنف رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ اُنکا مطلب عدم جواز سے حلال نہونا ہے **سوال** غلہ کے علاوہ اگر کسی نے گڑ اور لکڑی اور لوہا اور تانبا وغیرہ خرید کے گرانی کے انتظار مین کئی مہینے روکا پھر گران ہونے کے وقت فروخت کیا

تو یہ بیع جائز ہی یا نہین اور یہ احتکار ہوا یا نہین **جواب** یہ بیع جائز ہی کیونکہ یہ بالتراضی مال کا مال سے بدلنا ہی مگر اس روک رکھنے کے احتکار ہونے مین اختلاف ہی۔ عالمگیری مین ہی والاحتکار فی کل مایضر بالعامۃ فی قول ابی یوسف رح وقال محمد رح الاحتکار بما یتقوت بہ الناس والبہائم کذا فی الحاوی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر احتکار اُنھین اشیا مین ہی جنکی بدولت عوام کو ضرر ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک احتکار اُنھین اشیا مین ہی جنکو انسان یا جانور اپنا کھانا بنائین

**سوال** اگر کوئی شخص گانون سے غلہ شہر مین لایا اور شہر مین چند دن کے بعد نرخ بازار پر بیچا تو یہ بیع جائز ہی یا نہین اور نفع اُسکا جائز ہی یا نہین **جواب** رکن اور شرط کے پائے جانے کیوجہ سے فی نفسہ بیع جائز ہی مگر یہ روک رکھنا اگر شہری لوگون کے لیے ضرر رسان ہی تو مکروہ ہی۔ عالمگیری مین ہی واذا اشتری من مکان قریب من المصر فحمل طعاما الی المصر وحبسہ وذلک یضر باہلہ فہو مکروہ وہذا قول محمد رح وہو احدی الروایتین عن ابی یوسف رح وہو المختار کذا فی الغیاثیۃ وہو الصحیح کذا فی جواہر الاخلاطی اگر شہر سے کچھ دور غلہ خریدا پھر اُسے شہر مین لایا اور کچھ دن رکھکر بیچا اور اس سے اہل شہر کا نقصان ہوا تو یہ مکروہ ہی یہ امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت مین یہی مروی ہی اور یہی مختار ہی جیسا کہ غیاثیہ مین ہی اور یہی صحیح ہی جیسا کہ جواہر الاخلاطی مین ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ابو الحسنات محمد عبد الحی

## باب التصرف

**سوال** شامی کے اس قول مین علماء کیا کہتے ہین وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا یصح ومن قسمۃ الوہبانیۃ + شعر + ولیس لہم قال الامام تقاسم بلا رب ولا ینفذ کذا البیع یذکر + قال ابن الشحنۃ والمسئلۃ من التتمۃ عن نوادر ابن رستم قال ابو حنیفۃ رح فی سکۃ غیر نافذۃ لیس لاصحابہا ان یبیعوہا ولو اجتمعوا علی ذلک ولا ان یقسموہا فیما بینہم لان الطریق الاعظم اذا کثر الناس فیہ کان لہم ان یدخلوا ہذہ السکۃ حتی یخف الزحام قال الناطفی وقال شداد فی دور بین خمسۃ باع احدہما نصیبہ من الطریق فالبیع جائز ولیس للمشتری المرور فیہ الا ان یشتری دار البائع واذا ارادوا ان ینصبوا علی راس سکتہم دربا ویسدوا راس السکۃ لیس لہم ذلک لانہا وان کانت ملکا لہم

ظاهراً لکن للعامة فیھا نوع حق انتھے ملخصاً ثم افاد ان ماتوھمہ الناظم فی شرحہ من اختلاف الروایتین مدفوع فان ماذکرہ ابن رستم فی بیع الکل وماذکرہ شداد فی بیع البعض والفرق ان الثانی لایفضی الی ابطال حق العامة بخلاف الاول ھذا وقد علمت مما قررنا سابقا ان ما فی الوھبانیة غیر ماذکرہ المصنف لان مراد المصنف الطریق الخاص المملوک لواحد وھذا طریق مشترک فی سکة مشترکة شرنبلالیہ مین خانیہ سے نقل کیا ہی کہ بیع طریق صحیح نہین ہی قسمت وہبانیہ مین ہی امام رحمہ اللہ کہتے ہین اہل محلہ کو اسکا حق نہین ہی کہ کوچۂ غیر نافذہ کے دروازے کو تقسیم[1] کرلین اسی طرح اُنھین اسکا بھی حق نہین ہی کہ اُسے بیچ ڈالین ابن شحنہ رحمہ اللہ کہتے ہین یہ مسئلہ تتمہ سے ہی نوادر ابن رستم رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کوچۂ غیر نافذہ کے متعلق فرماتے ہین اُسکے لوگون کو اُسکی بیع کا حق نہین ہی اگرچہ وہ سب اس پر متفق ہون اور نہ وہ لوگ آپس مین تقسیم کرسکتے ہین کیونکہ بڑی سڑک پر جب مجمع زائد ہوجائے تو لوگون کو وہان چلے آنے کا حق ہی جبتک کہ مجمع چھٹ جائے ناطفی رحمہ اللہ کہتے ہین شداد رحمہ اللہ نے کہا ہی چند گھرون مین پانچ آدمی شریک تھے ایک نے اپنا راستے کا حصہ بیچ ڈالا تو یہ بیع درست ہوگی لیکن مشتری کو اُس حصہ پر چلنے کا حق نہوگا تاوقتیکہ وہ گھر بھی نہ خریدے اور اگر سب لوگ یہ چاہین کہ گلی کے سرے پر دروازہ لگا کے اُسے بند کردین تو اُنھین اسکا حق نہین ہے کیونکہ یہ گلی اگرچہ اُنکی ملک ہی لیکن عوام کو بھی اُس مین ایک طرح کا حق حاصل ہی پھر کہا ہی کہ ناظم نے جو اپنی شرح مین یہ خیال کیا ہے کہ اختلاف رواتین ہے تو یہ مدفوع ہی کیونکہ ابن رستم رحمہ اللہ نے جو ذکر کیا ہی وہ بیع کل کی صورت مین ہی اور جو شداد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی وہ بیع بعض کی صورت مین ہے اور فرق یہ ہی کہ دوسری صورت مین حق عوام کا ابطال نہین ہوتا ہے برخلاف پہلی صورت کے یہ تم جان چکے ہو کہ وہبانیہ مین اور بات ہے اور مصنف رحمہ اللہ نے اور بات کہی ہے کیونکہ مصنف رحمہ اللہ کی مراد خاص راستہ ہی جو کسی ایک شخص کی ملک ہو اور یہ مشترک گلی کی مشترک

---

[1] اس عربی شعر کی ترکیب بہت دقیق ہی بے غور کیے مطلب نہین سمجھا جاسکتا قال الامام جملہ معترضہ ہی اور لھم لیس کی خبر مقدم ہے اور ضد رب تقاسم کے متعلق ہے جو مبتدا ہے مؤخر ہے لیس کی اور ولم ینفذن مین واو حالیہ ہی سلیس عربی عبارت یون ہے قال الامام لیس لھم تقاسم درب الطریق الغیر النافذ وکذا لا بیعہ لیس بجائز۔ اور یہ تغیر شعر مین نظم کی وجہ سے واقع ہوا ہی ۱۲ مترجم۔

راہ ہے (جو واقع ہے مطلب بیع طریق صفحہ ۱۸۱ جلد رابع شامی مطبوعہ قسطنطنیہ مین) آیا یہ روایت ملک مشترک مین وارد ہے یا ملک خاص مین شخص واحد کی اور اگر ملک مشترک مین وارد ہے تو اُس سے ملک خاص کا بھی حکم دربارۂ منع تصرف نکلتا ہے یا نہین اور یہ قول ظاہر الروایۃ ہی یا نادر الروایۃ اور مفتی بہ ہی یا غیر مفتی بہ **جواب** یہ نادر الروایۃ ہی اور ملک مشترک مین ہے نہ ملک خاص مین اور ملک خاص مین مفتی بہ یہی ہے کہ مالک کو ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہی بشرطیکہ کسی غیر کا ضرر بین نہو اور جس تصرف مین دوسرے کا ضرر بین ہو اُس تصرف سے ممنوع رکھا جائے گا تنقیح فتاوے حامدیہ مین ہے قال فی التنویر وشرحہ الدر المختار لا یمنع الشخص من تصرف فی ملکہ الا اذا کان الضرر بینا فیمنع من ذلک وعلیہ الفتوی کذا فی البزازیۃ واختارہ فی العمادیۃ وافتی بہ قاری الھدایۃ ووافق بذلک ایضا الشیخ برھان الائمۃ وبہ یفتی کما فی شرح الوھبانیۃ لابن الشحنۃ نقلا عن کتاب الحیطان للصدر الشہید وفی حواشی الاشباہ لبیری زادہ لہ التصرف فی ملکہ وان تضرر جارہ فی ظاہر الروایۃ والذی استقر علیہ رای المتاخرین ان الانسان یتصرف فی ملکہ وان اضر بغیرہ مالم یکن ضررا بینا وھو مایکون سببا للھدم ومایوھن البناء بسببہ او یخرج عن الانتفاع بالکلیۃ وھو مایمنع عن الحوائج الاصلیۃ کسد الضوء بالکلیۃ والفتوی علیہ تنویر اور اُسکی شرح درمختار مین ہے کوئی شخص اپنی ملک مین تصرف کرنے سے روکا نہین جاسکتا بجز اُس صورت کے کہ ضرر ظاہر ہو ایسی صورت مین وہ روکا جائے گا اسی پر فتوے ہی جیسا کہ بزازیہ مین ہے عمادیہ مین اسی کو اختیار کیا ہے اور قاری ہدایہ نے بھی اسی پر فتوی دیا ہی اور شیخ برہان الائمہ رحمہ اللہ نے بھی اسی پر فتوے دیا ہے ابن شحنہ رحمہ اللہ کی شرح وہبانیہ مین صدر شہید رحمہ اللہ کی کتاب الحیطان سے نقل کیا ہے کہ اسی پر فتوے ہی بیری زادہ رحمہ اللہ کے حواشی اشباہ مین ہی کہ ہر شخص کو اپنی ملک مین تصرف کا حق ہے اگرچہ اس سے اُس کے پڑوسی کو ضرر پہونچے یہ ظاہر الروایۃ مین ہی اور متاخرین کی راے مین انسان کو اپنی ملک مین تصرف کا حق ہی اگرچہ اس سے دوسرے کو ضرر پہونچے جبتک کہ ضرر بین نہو مثلاً انہدام یا کمزوری عمارت کا سبب ہو یا عمارت سے انتفاع ناممکن ہو جائے انتفاع کے ناممکن ہونے کا مطلب یہ ہی کہ مانع حوائج اصلیہ ہو جائے بلکہ اُس مین روشنی کا آنا بالکل رک جائے اور اسی پر فتوی ہے

اور جامع الفصولین مین ہو الحاصل ان القیاس فی جنس ھذہ المسائل ان من تصرف فی خالص ملکہ لایمنع منہ ولو اضر بغیرہ لکن ترک القیاس فی محل یضر بغیرہ ضررا بینا وقیل بالمنع وبہ اخذ کثیر من المشائخ حاصل یہ ہو کہ اس قسم کے مسائل مین قیاس کا مقتضے یہ ہو کہ جو اپنی خاص ملک مین تصرف کرے گا وہ اُس سے روکا نہین جا سکتا اگرچہ وہ دوسرے کو ضرر پہونچائے لیکن ایسی صورت مین جبکہ ضرر بین پہونچتا ہو قیاس ترک کر دیا جائے گا اور بعض لوگ اسکے قائل ہین کہ وہ ایسا کرنے سے روک دیا جائے گا اکثر مشائخ اسی طرف گئے ہین۔ اور کوچۂ غیر نافذہ مین جسمین ملک مشترک اور حق مرور علی سبیل التساوی ہوتا ہو کسی شخص کو بدون اجازت جملہ اہل سکہ کے تصرف نہین جائز ہو اگرچہ دوسرون کو مضر نہو۔ تعالیق الانوار مین ہے وغیر النافذ لا یتصرف مطلقا ای باحداث شئ کالبناء او الحفر واما الانتفاع فجائز قال فی منیۃ المفتی اھل السکۃ ارادوا ان ینصبوا علی راس سکتہم دربا او یسدوا راس السکۃ لیس لھم ذلک لانھا وان کانت ملکا لھا لکن للعامۃ فیھا نوع حق وھو انہ اذا ازدحم فی الطریق کان لھم ان یدخلوھا حتی یخف الزحام وھذا فی المملوک فکیف بغیر المملوک فلا یجوز سدہ ومنع الناس منہ وفیہا سکۃ غیر نافذۃ احدث رجل فی آخر السکۃ شیئا لم یملک الا باذن جمیع اھل السکۃ الاعلی والاسفل کوچۂ غیر نافذہ ہی نفع حاصل کرنا جائز ہے لیکن اُس مین تصرف عمارت بنا کر یا زمین کھود کر نا درست نہین ہے منیۃ المفتی مین ہے گلی والے اگر یہ چاہین کہ اپنی گلی کے سرے پر دروازہ لگا دین یا اُسکے سرے کو بند کر دین تو اُنکو اسکا حق نہین ہو کیونکہ وہ گلی اگرچہ اُنکی ملک ہو لیکن اُس مین عوام کا حق ہو وہ یہ کہ جب راستہ مین مجمع زائد ہو جائے تو وہ اُس گلی مین آ سکتے ہین تاکہ مجمع کم ہو جائے اور جب مملوک کا یہ حال ہو تو غیر مملوک کو بند نہ کر سکنا اور لوگون کو اُس مین آنے سے روک نہ سکنا تو ظاہر ہو منیۃ المفتی مین ہو کہ کوچۂ غیر نافذہ کے ختم پر کسی شخص نے اگر کچھ بنا لیا تو وہ بغیر تمام گلی والون کی اجازت کے اُس کا مالک نہین ہو سکتا۔ اور مجمع البرکات مین ہے لو احدث ذلک فی طریق غیر نافذ لا یسعہ ذلک بلا اذن الشرکاء فی ذلک الطریق وان لم یضر بھم اگر کسی نے کوچۂ غیر نافذہ مین کچھ بنایا تو اُسے اسکی اجازت نہوگی جبتک کہ اُس گلی کے سب رہنے والون سے اجازت نہ لے اور اگرچہ اُنکو کچھ ضرر نہ پہونچائے۔ اور برجندی کی شرح مختصر وقایہ مین ہو

وفی غیر نافذ لا یسعہ احداث ذلک الا باذن الشرکاء اضرہما اولا لانہ مملوک للجمیع
اور کوچۂ غیر نافذہ مین کسی کو بلا اجازت شرکا کچھ بنا لینے کا حق نہین ہی خواہ اُنکو ضرر پہونچے یا نہ
پہونچے کیونکہ وہ گلی سب کی ملک ہی۔ اور تنقیح فتاوے حامدیہ مین ہی فی غیر النافذ لا یجوز ان یتصرف
باحداث مطلقا اضرہما اولا الا باذنہم لانہ کالملک الخاص لہم بلا اجازت کوچۂ غیر نافذہ
مین کچھ بنا کر تصرف کرنے کا حق مطلقاً کسیکو نہین ہی خواہ اُس گلی کے رہنے والون کو ضرر پہونچے یا نہ
پہونچے کیونکہ یہ زمین اُن کی ملک خاص کی ایسی ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ابو الحسنات محمد عبد الحی

## کتاب الربوا

**سوال** اگر کوئی شخص زر خطیر حربیون کو سودی قرض دے اور سود وصول کرنے کے لیے اپنے وکیل
کو دار الحرب مین مقرر کرے تو جائز ہی یا نہین **جواب** دار الحرب مین حربیون سے سود لینا جائز
ہی وکیل وصول کرے یا موکل کیونکہ نائب مثل منیب کے ہے فی الدر المختار ولا ربوا بین
حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لان مالہ ثمہ مباح
فیحل برضاہ مطلقا بلا عذر خلافا للثانی والثلاثۃ وفی رد المحتار
قولہ لان مالہ ثمہ مباح قال فی فتح القدیر لا یخفی ان ہذا التعلیل انما
یقتضی حل مباشرۃ العقد اذا کانت الزیادۃ ینالہا المسلم والربوا اعم من ذلک
اذ یشمل ما اذا کان الدرہمان فی بیع درہم بدرہمین من جہۃ المسلم والکافر وفی
السیر الکبیر وشرحہ اذا دخل مسلم دار الحرب بامان فلا باس بان یاخذ منہم
اموالہم بطیب انفسہم بای وجہ کان لانہ انما اخذ المباح علی وجہ عری عن الغدر فیکون
ذلک طیبا لہ والاسیر والمستامن سواء حتی لو باعہم درہما بدرہمین او باعہم میتۃ بدراہم
او اخذ مالا منہم بطریق القمار فذلک کلہ طیب لہ درمختار مین ہی مسلمان اور حربی کے
درمیان ربوا نہین ہے اگر عقد فاسد ہو یا قمار کے ذریعہ سے ہو کیونکہ مال حربی دار الحرب مین مباح ہی
پس اسکی رضامندی سے اُسکا مال ہر حال مین مطلقاً مباح ہی بلا عذر امام ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ
اسکے خلاف ہین اور رد المحتار مین ہی کہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہو پوشیدہ نہین ہی کہ اسی دلیل سے

اُس عقد کی صحت ظاہر ہوتی ہی جس مین مسلم کو نفع پہونچے ربوا اس سے عام ہی کیونکہ اُس صورت کو
بھی شامل ہی جب ایک بیع کی درہم بعاوضہ دو درہمون کے ہو مسلم و کافر دونون کی جانب سے
سیر کبیر اور اُسکی شرح مین ہی جب مسلمان دار الحرب مین امان لیکر داخل ہو تو اس مین کچھ حرج
نہین کہ جس طریقے پر چاہے کافرون سے اُنکا مال اُنکی رضامندی سے وصول کرے کیونکہ اس
نے مال مباح کو حاصل کیا ہی بلا کسی عذر کے تو یہ اُسکے لیے درست ہوگا اور قیدی اور مستامن
سب اس معاملہ مین برابر ہین حتی کہ اگر ایک درہم دو درہم کے عوض مین بیچے اور مردہ چند
درہمون کے عوض مین بیچے یا جوے سے اُن لوگون سے وصول کرے تو یہ سب حلال ہی-
واللہ اعلم وعلمہ اتم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد- اگر مسلمان نے ربوا کا
معاملہ حربی کے ساتھ دار الاسلام مین کیا اور اپنے وکیل کو قبضہ کرنے کے لیے دار الحرب مین
بھیجا تو جائز نہین ہے کیونکہ ربوا کا معاملہ دار الاسلام مین ممنوع ہے اور اگر دار الحرب مین کیا ہے
تو البتہ جائز ہوگا- اشباہ مین ہی الربوا حرام الا فی ست مسائل بین المسلم والحربی ثمہ و
بین مسلمین لم یہاجرا الینا ربوا بجز چھ صورتون کے ہر جگہ حرام ہی اول مسلمان و حربی مین
دار الحرب مین اور دو مسلمانون مین جو دار الحرب سے ہجرت کرکے ہمارے پاس نہ آئین- و
اللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (ابو الحسنات محمد عبد الحی)

**سوال** زید نے دعوی دلا پانے زر کثیر کا کہ بعض سود اور بعض اصل ہی بوکالت بکر بنام ہندہ
عدالت مین دائر کیا تھا وکیل زید نے قاضی کے سامنے وقت گفتگوے مقدمہ بہ نسبت زر مدعا بہا
کے یہ الفاظ بیان کیے کہ دراصل یہ تنازع بیچ رقم سود کے درمیان فریقین کے واقع ہی آیا
اس بیان وکیل زید سے وصول یابی زر اصل کی اور باقی رہنا سود کا سمجھا جاتا ہی یا نہین
اگر قاضی بیان مذکور کو وکیل زید سے وصول یابی زر اصل کی اور نزاع حال کو نزاع سود
سمجھکر دعوے مدعی خلاف شرع تصور کرکے خارج اور نامسموع کردے تو بجا اور درست ہے یا
نہین- اور وکیل کا زر مدعا بہا کی نسبت رقم سود کہنا مخالف اور متناقض قول مدعی کے کہ وہ
بعض مدعا بہا کو سود اور بعض کو اصل کہتا ہی ہوسکتا ہی یا نہین یا وکیل کا قول بمنزلہ قول مؤکل قرار
پاکے بحکم اسکے کہ بیان مین قول اخیر معتبر ہی- چنانچہ حاشیہ فتاوی شامیہ آخر الوقف مین قاعدہ

اصول یون منقول ہی فان التعیین اذا تعارضا عمل بالمتأخر منہا جب تعارض ہو جائے تو قول
اخیر پر عمل کیا جائے گا۔ یہ نزاع کا مدعا بہا کی رقم سود کی سمجھی جائے گی اور وکیل کا قول بحکم اس روایت
کے بمنزلہ قول مؤکل کے ہوسکتا ہی یا نہین۔ در مختار مین ہی وصح اقرار الوکیل وکیل کا اقرار صحیح
ہی۔ اور رد المحتار مین اسکی صراحت یون کی ہی یعنی اذا ثبت وکالۃ الوکیل بالخصومۃ و
اقر علی موکلہ سواء کان موکلہ المدعی فاقر بانتفاء الحق او المدعا علیہ فاقر بثبوتہ علیہ
یعنی جب وکیل بالخصومت کی وکالت ثابت ہوگئی اور اُسنے موکل کے خلاف اقرار کیا خواہ موکل مدعی
ہو اور وکیل انتفاء حق کا اقرار کرے یا مدعا علیہ ہو اور وکیل ثبوت حق کا دعوی کرے **جواب**
اس صورت مین وکیل نے کوئی ایسا کلمہ نہین کہا کہ جس سے زر اصل سے برارت یا اقرار وصول وغیرہ
سمجھا جائے کہ اُسکے قول کو بعینہ موکل کا قول سمجھکے تناقض وغیرہ سمجھا جائے بلکہ وکیل کے قول کا مفہوم
اسیقدر ہی کہ اصل خصومت سود کی رقم مین ہی اس مین یہ بھی احتمال ہی کہ رقم اصل اتفاقا لازم ہو اور رقم سود مین
نزاع ہو پس اس صورت مین نہ تناقض ہی نہ اقرار وصول اصل وغیرہ **سوال** ربوا کیا ہی **جواب**
کیلا یا وزنا احد المتجانسین کی زیادتی دوسرے پر معاوضۂ مالیہ مین بلاعوض ربوا ہی بحر الرائق مین ہی ولیس
المراد مطلق الفضل بالاجماع فان فتح الاسواق فی سائر بلاد المسلمین للاستفضال والاسترباح
وانما المراد فضل مخصوص وهو فضل مال بلا عوض فی معاوضۃ مال بمال ای فضل احد المتجانسین
علی الآخر بالمعیار الشرعی ای الکیل والوزن مطلق فضل مراد نہین ہی بالاجماع کیونکہ تمام مسلمانون
کے شہرون مین جو بازارین قائم کی گئی ہین اُنکا منشا محض نفع حاصل کرنا اور زیادتی پانا ہے بلکہ زیادتی
بلاعوض ہی کسی مال کو مال کے عوض دینے مین یعنے متجانسین مین سے ایک کا دوسرے پر زائد ہونا
بمعیار شرعی یعنے کیلا و وزنا **سوال** ربوا کے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے **جواب** کیل یا وزن باتحاد
جنس اگر دونون پائے جائین یعنے گیہون کے عوض مین گیہون بیچنا۔ ربوا عبارت فضل مخصوص
سے ہی اور نسیہ بھی یعنے صورت مساوات عوضین مین ایک کو وعدے پر رکھنا لیکن اگر دونون
معدوم ہون جیسے کپڑے کا ایک تھان دوسرے قسم کے دو تھان کے عوض مین بیچنا اس مین
تفاضل اور نسیہ دونون حلال ہین۔ در مختار مین ہی وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر
المعہود بکیل او وزن مع الجنس فان وجد احرم الفضل ای الزیادۃ والنساء بالمد

التاخیر فلو یجز بیع قفیز بقفیز منہ متساویا و احدھما نساء و ان عدما کیسر الدال من باب علم ای ھلک حلاکہروی فی مرویاین لعدم العلۃ فبقے علی اصل الاباحۃ علت تحریم کیل اور وزن مین مقدار معہود کی زیادتی اور جنس کا متحد ہونا ہی پس اگر یہ دونون باتین پائی جائینگی تو ربوا متحقق ہوگا اور فضل یعنے زیادتی اور نسا یعنے تاخیر حرام ہوگی لہذا گیہون کے بورے کو اسی کے مساوی دوسرے بورے کے عوض مین بیچنا جائز نہین ہی اگر ایک کے دینے مین تاخیر ہو اور اگر دونون ہلاک ہوجائین تو حلال ہین جیسا کہ ایک ہروی دو مرویون مین کیونکہ علت باقی نہین رہی تو اصل اباحت پر باقی رہے گی **سوال** اعتبار ربوا کے باب مین گیہون کیلی مانا جائے گا یا وزنی **جواب** کیلی مانا جائے گا۔ درمختار مین ہی وما نص الشارع علیٰ کونہ کیلیا کبر وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذھب وفضۃ فھو کذلک لا یتغیر ابدا شارع نے جسے کیلی بتادیا مثلا گیہون جو کھجور اور نمک یا وزنی بتادیا مثلا چاندی سونا تو ہمیشہ اسی حال پر رہین گے انمین کبھی کچھ تغیر نہوگا **سوال** ایک سیب کی بیع دو سیب کے عوض مین یا ایک مٹھی گیہون کی بیع دو مٹھی گیہون کے عوض جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی کیونکہ شرعی معیار نصف صاع ہی نہ اس سے کم پس نصف صاع سے کم مین زیادتی درست ہی۔ عالمگیری مین ہی یجوز بیع الحفنۃ بالحفنتین والتفاحۃ بالتفاحتین وما دون نصف الصاع فی حکم الحفنۃ ایک پیمانے کو دو پیمانون کے عوض مین اور ایک سیب کو دو سیبون کے عوض مین بیچنا درست ہی اور نصف صاع سے کم پیمانے کے حکم مین ہی **سوال** ہندؤن سے سود لینا جائز ہی یا نہین **جواب** جائز نہین ہی کیونکہ دار الاسلام مین سود لینا اور دینا حرام ہے اللہ تعالے نے فرمایا ہی احل اللہ البیع وحرم الربوا اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا ہی اور سود کو حرام۔ اور اہل ذمہ معاملات مین مثل اہل اسلام کے ہین نصاب الاحتساب مین ہے ان فیما سوی الخمر والخنزیر ونکاح المحارم وعبادۃ غیر اللہ تعالی حال اھل الذمۃ کحال المسلمین ما یمنع عنہ المسلم یمنع عنہ اھل الذمۃ شراب اور سور کے احکام مین اور محرمون سے نکاح کرنے اور خدا کے علاوہ دوسرون کے عبادت کرنے کے سوا ہین اہل ذمہ کا حال مسلمانون کا ایسا ہی جس سے مسلمان روکے جائین گے اس سے اہل ذمہ بھی روکے جائین گے **سوال** نصاری کی عملداری مین کہ اہل اسلام نصاری کے پاس روپیہ جمع کرتے ہین اور نصاری سے اس کا سود

لیتے ہین اور اُسے وثیقہ کہتے ہین درست ہی یا نہین **جواب** دارالحرب مین مسلم اور کافر حربی کے
معاملہ مین ربوا درست ہی۔ جیساکہ نقایہ مین ہی ولا ربوا بین مسلم وحربی فی دارہ مسلمان اور
ذمی کے درمیان دارالحرب مین ربوا متحقق نہین ہوتی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک نصاری کی
عملداری چونکہ شعائر کفر بے دغدغہ باعلان رواج پائے ہوئے ہین دارالحرب ہی پس وثیقہ درست
ہی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دارالاسلام کے دارالحرب ہونے مین تین شرطین ہین
جب یہ تینون شرطین نصاری کی عملداری مین متحقق ہوجائین تو وہ دارالحرب ہوجائے گی اور
وثیقہ جائز ہوگا۔ برجندی نے شرح نقایہ مین لکھا ہی فعند ابی حنیفۃ رح لا یصیر دار الحرب
الا بثلثۃ اشیاء احدھا ان یکون متصلا بدار الحرب لیس بینہما موضع فی ید اھل الاسلام
والثانی ان یجری فیہا اھل الحرب احکامھم والثالث ان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی اٰمن
بالامان الاول وعندھما اذا اجری اھل الحرب فی بلدۃ احکامھم صارت دار حرب کیفما
کان کذا فی فتاوی قاضی خانؒ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دارالاسلام دارالحرب تین
باتون سے ہوتا ہی (۱) دارالحرب سے متصل ہو کہ اُسکے اور دارالحرب کے بیچ مین کوئی جگہ اہل اسلام
قبضہ مین نہو (۲) اہل حرب اُس مین اپنے احکام جاری کرین (۳) اُس مین کوئی مسلم یا ذمی آمن بامان
اول باقی نہو اور صاحبینؒ کے نزدیک جب اہل حرب کسی شہر مین اپنے احکام جاری کردین تو
وہ دارالحرب ہوجاتا ہی چاہے اُسکی کوئی حالت ہو جیساکہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور عالمگیری
مین ہی قال محمدؒ فی الزیادات انما یصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ
بشرائط ثلث احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتھار وان لا یحکم فیہا بحکم الاسلام والثانی
ان تکون متصلۃ بدار الحرب لا یتخلل بینہما بلدۃ من بلاد الاسلام والثالث ان لا یبقی فیہا مؤمن ولا ذمی
اٰمنا بامانہ الاول الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار للمسلم باسلامہ وللذمی بعقد الذمۃ امام محمد رحمہ اللہ
نے زیادات مین کہا ہی کہ دارالاسلام امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دارالحرب تین شرطون سے ہوتا ہے
(۱) اجراے احکام کفار باعلان وعدم اجراے حکم اسلام (۲) اتصال دارالحرب اسطرح کہ درمیان مین کوئی ملک
مسلمانون کے قبضہ مین نہو (۳) کوئی مومن وذمی آمن بامان اول (جو قبل استیلاے کفار مسلمانون کو اسلام
کی وجہ سے اور ذمی کو عقد ذمہ کیوجہ سے تھا) باقی نرہے **سوال** اگر مسلم باستیمان دارالحرب مین جائے

تو مسلم کو دار الحرب مین حربی سے سود لینا جائز ہی یا نہین **جواب** امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہی اور امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہین ہی فی الھدایۃ ولا بین المسلم والحربی فی دار الحرب خلافا لابی یوسفؒ والشافعیؒ لھما الاعتبار بالمستامن منھم فی دارنا ولنا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب ولان مالھم مباح فی دارھم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر بخلاف المستامن منھم لان مالہ صار محظورا بعقد الامان وقال البرجندیؒ فی شرح النقایۃ ناقلا عن المبسوط ولا فرق بین ان یاخذ المسلم الدرھمین بالدرھم او الدرھم بالدرھمین فی دار الحرب لانہ طیب نفس الکافر بما اعطاہ واخذ مالہ بطریق الاباحۃ ہدایہ مین ہی مسلم اور حربی کے درمیان دار الحرب مین سود متحقق نہین ہوتا امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ اسکے خلاف ہین اُنکے نزدیک ہم مین کا جو اُن کے یہان مستامن ہو اُسکا وہی حال ہی جو اُنکے یہان کے جو ہمارے یہان مستامن ہین اُنکا حال ہی اور ہماری دلیل حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہی کہ دار الحرب مین مسلم اور حربی کے درمیان ربوا متحقق نہین ہوتا اور یہ کہ حربی کا مال دار الحرب مین مباح ہی پس مسلمان جسطرح حاصل کرے بشرطیکہ غدر نہو مال مباح ہوگا برخلاف اُنکے مستامن کے کہ اُسکا مال عقد امان کی وجہ سے محفوظ ہوتا ہی اور برجندیؒ نے شرح نقایہ مین مبسوط سے نقل کیا ہی مسلمان ایک درہم دو درہمون کے عوض مین یا دو درہم ایک درہم کے عوض مین دار الحرب مین خریدے ان دونون صورتون مین کچھ فرق نہین ہی کیونکہ اُسنے جو کچھ دیا ہی اُس سے کافر کے نفس کو خوش کیا ہی اور اُسکا مال مباح طریقے سے لیا ہی **سوال** اگر حربی استیمان سے دار الاسلام مین داخل ہو تو مسلمان کو اُس سے دار الاسلام مین ربوا کا معاملہ کرنا جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی **سوال** جہان ہزارون مسلمان سود کھاتے ہین وہان عموم بلوے کی وجہ سے اُسکی حلت کا حکم دیا جائیگا یا نہین **جواب** احادیث مین مطلقا سود کی حرمت وارد ہوئی ہی مگر جو مستثنی ہی اور عموم بلوے طہارت اور نجاست مین اثر کرتا ہی نہ حلت اور حرمت مین۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ابو الحسنات محمد عبد الحی

## باب القرض والرشوۃ

**سوال** اگر کسی نے سودی روپیہ قرض لیا تھا اور سود اصل کے بقدر دے چکا ہی تو اب بھی الذمہ

یا نہین **جواب** دارالاسلام مین سود دینا حرام ہی جو رقم سود مین دی ہی وہ اصل مین محسوب ہو گی
**سوال** اگر کافر پر مسلمان کا قرض ہی اور مدیون ادا کرنے سے پہلے مرگیا تو قیامت مین کیا ہوگا **جواب**
محاسبہ کے وقت مدیون کے نیک اعمال دائن کو دلا کے جائین گے جیسا کہ سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ
سے منقول ہی **سوال** مسلمان قرضدار اگر بے ادائے دین کے مرگیا تو معذب ہوگا یا نہین **جواب**
مدیون مقید رہتا ہی دین کی وجہ سے اور اپنے مقصود تک نہین پہونچتا اپنی وحشت اور تنہائی اور قید
اور صالحون اور شفیعون کی صحبت سے دور رہنے کی اللہ سے شکایت کرتا ہی جیسا کہ اُس حدیث مین
مروی ہے جو براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہی **سوال** زید نے دس سیر گیہون یا آٹا عمرو سے
لیکر صرف کیا اور پھر اُتنا ہی ادا کیا یہ معاملہ جائز ہی یا نہین **جواب** یہ معاملہ قرض کی قسم سے ہے اور جائز
ہی استحسانا۔ تنویر الابصار مین ہی القرض عقد مخصوص یرد علی دفع مال مثلی لآخر لیرد مثله
وصح فی مثلی لا فی غیرہ قرض ایک خاص عقد ہی جسکا اسپر اطلاق ہوتا ہی کہ ایک شخص کو کچھ مال دیدیا تاکہ
وہ کچھ عرصے کے بعد ویسا ہی واپس کردے یہ عقد اُن چیزون مین درست ہی جنکا مثل ہو اور جنکا مثل
نہین ہے اُن مین درست نہین ہی۔ اور عالمگیری مین ہی فی نوادر ھشام عن ابی یوسف رح انه قال
لاضرورۃ ولا خیر فی قرض الحنطة والدقیق بالوزن وذکر فی الاصل اذا استقرض الدقیق وزنا لا یردہ
وزنا ولکن یصطلحان علی القیمة وعن ابی یوسف رح فی روایة یجوز استقراضه وزنا استحسانا اذا
تعارف الناس ذلك وعلیه الفتوی کذا فی الغیاثیة نوادر ہشام مین ہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہی
کہ کوئی ضرورت اور خوبی گیہون اور آٹے کو تولکر قرض لینے مین نہین ہی اور اصل مین ہی کہ اگر آٹا تولکر
قرض لیا ہی تو تولکر واپس نکرے بلکہ دونون صلح کرلین قیمت پر اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت
یہ بھی ہی کہ تولکر قرض لینا استحسانا درست ہی جبکہ لوگون مین متعارف بھی ہو اور اسی پر فتوے ہی جیسا کہ
غیاثیہ مین ہی **سوال** زید نے عمرو سے ایک روپیہ قرض لیا اور ادائے قرض کی مدت مقرر ہوئی اور دونون
مین یہ اقرار ہوا کہ مدت گذرنے کے بعد ایک روپیہ کے عوض مین ایک روپیہ اور مدت کے عوض
مین چار آنے زائد دیے جائین گے یہ درست ہی یا نہین **جواب** حرام ہی۔ کفایہ مین ہی ان الشرع
حرم ربوا النسیئة ولیس فیه الا مقابلة المال بالاجل فلان یکون مقابلة المال بالاجل
حقیقة حراما اولی شرع نے ربوا نسیہ کو حرام کردیا ہے حالانکہ اُس مین صرف مال کا مقابلہ مدت

سے ہی لہٰذا مال کا مقابلہ مدت سے مطلقاً حرام ہوا **سوال** اگر قرض دینے والا مدت پر راضی ہونے کے بعد مدت گذرنے سے پہلے تقاضہ کرے تو کر سکتا ہی یا نہین **جواب** کر سکتا ہی۔ سراج منیر مین ہے و صح تاجیل کل دین عند العقد او بعدہ الا القرض ولا یثبت الاجل فیہ وللمقرض ان یطالب حالا کما فی المعدن ہر دین مین عقد کے وقت یا عقد کے بعد مدت مقرر کر لینا درست ہے سوا قرض کے کہ اُس مین مدت مقرر کرنا درست نہین ہی اور قرض دینے والے کو اختیار ہی چاہے فوراً مطالبہ کرے جیسا کہ معدن مین ہی **سوال** قرض اور دین مین کیا فرق ہی **جواب** دین وہ ہی جو مدیون کے ذمے واجب ہو جیسے مہر اور ثمن مبیع اور قرض خود ظاہر ہے۔ سراج منیر مین ہی الفرق بین القرض والدین ان الدین ما وجب فی الذمۃ کالمھر وثمن المبیع والقرض ھو العین الذی یقرضھا الانسان کما فی النھایۃ قرض اور دین مین یہ فرق ہی کہ دین ہر اُس چیز کو کہتے ہین جو مدیون کے ذمے واجب ہو جیسے مہر اور ثمن مبیع اور قرض وہ عین ہی جسے انسان قرض لے جیسا کہ نہایہ مین ہی **سوال** اگر زید نے عمرو سے قرض لیا اور عمرو بے وارث چھوڑے مرگیا تو اب زید قرض کیونکر ادا کرے **جواب** فقرا اور مساکین کو دیکے اُسکا ثواب عمرو کی روح کو پہونچائے **سوال** رشوت لینے والے اور دینے والے اور مقرر کرنے والے کا کیا حکم ہی **جواب** رشوت لینا دینا دونون حرام ہین اور حرام کا مرتکب دوزخ کا مستحق ہے اور جو حدیث ابو داؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی اُس مین ہی لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت کی ہی اور رشوت مقرر کرنے والے یعنی راشی اور مرتشی کے درمیان مین ایک کے لیے زیادتی اور دوسرے کے لیے کمی کرنے والے کو عربی مین رائش کہتے ہین بیہقی نے شعب الایمان مین ثوبان سے روایت کی ہی کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے رائش پر بھی لعنت کی ہی اور رشوت لینے والا اگر نہین جانتا کہ یہ مال رشوت کا مال ہی تو اُسپر کچھ مواخذہ نہین ہی اور اگر جانتا ہی اور دانستہ اپنے کو فعل بد مین شریک و معین بناتا ہی تو وہ بھی ماخوذ ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان گناہ اور حد سے تجاوز کرنے مین مدد مت کرو۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ابو الحسنات محمد عبد الحی

# کتاب الحظر والاباحۃ

**سوال** زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا مدت کے بعد زید اور اُسکے قرابت دار ایک اجنبی کے سامنے آنے پر اصرار کرتے ہین اور ہندہ اور اُسکے قرابت دارون کو اُس اجنبی کے سامنے آنا منظور نہین ہے اس صورت مین ہندہ کو شرعاً شوہر کا کہنا ماننا چاہیے یا نہین **جواب** رد المحتار مین ہے والروایۃ وینظر من الاجنبیۃ الی وجھہا وکفیہا فقط للضرورۃ فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجھہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ والا فحرام ھذا فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ الخ القہستانی وغیرہ الا النظر لا المس لحاجۃ کقاض وشاھد یحکم ویشہد علیہا + درمختار + قولہ اما فی زماننا الخ لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ روایت یہ ہے کہ اجنبی عورت کا چہرہ اور دونون ہاتھ ضرورت کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے لیکن اگر شہوت کا خوف یا شک ہو تو اُسکا چہرہ دیکھنے سے باز رہے لہذا اجازت نظر عدم شہوت کے ساتھ مقید ورنہ حرام ہے یہ اُن لوگون کے زمانے مین تھا ورنہ ہمارے زمانے مین جوان عورت کے دیکھنے سے روکا جائے گا اور چھونے سے روکا جائے گا گو کہ ضرورت کی وجہ سے ہو مثلاً قاضی اور شاہد کہ انکو حکم اور شہادت دینا ہوتی ہے + درمختار + قولہ اما فی زماننا الخ نہ اس وجہ سے کہ چہرہ ستر ہے بلکہ اس وجہ سے کہ فتنے کا خوف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب کتبہ محمد مسیح الدین خان مفتی حیدرآباد دکن **محمد مسیح الدین خان** الجواب صحیح والمجیب نجیح واللہ اعلم وعلمہ احکم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **ابوالحسنات محمد عبدالحی**

**سوال** چند تمہیدی مقدمون کے بعد سوال کیا جاتا ہے پہلا مقدمہ یہ ہے کہ مستحسن صفت مامور بہ سے ہے خواہ لعینہ ہو یا لغیرہ اور استحسان بعد الامر ہوتا ہے ان الامر حکیم والحکیم لا یامر بالفحشاء کما ذکر فی الاصول آمر حکیم ہے اور حکیم بری باتون کا حکم نہین دیتا جیسا کہ اصول مین ہے۔ لیکن جو مامور بہ نہین ہے اُسکا استحسان معلوم نہین ہے مقدمہ ثانیہ یہ ہے کہ حدیث مین ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو مردود جس نے ہمارے اس امر مین کوئی ایسی بات زائد کی جو اُس مین نہ تھی تو وہ مردود ہے۔ اور اس امر سے تا دین مراد ہے اور اصول و فروع دینی ادلۂ اربعہ سے ثابت ہوتے ہین یعنی کتاب اور سنت اور اجماع اور مجتہد کے قیاس سے اور جو شخص ائمۂ اربعہ کی طرح مستقل مجتہد نہین وہ تقلید کے بھی لائق نہین ہے اور اُسکا قیاس معتبر نہین

اسیطرح اجماع بھی بعض یا اکثر علما کے تعامل سے منعقد نہین ہوتا بلکہ اجماع یہ ہو کہ جمیع مجتہدان عصر کا اتفاق
ہو یا بعض کا فتوی اور تین دن اطلاع کے بعد دوسرون کا سکوت ہو اور غیر مجتہدین کے اجماع کا
شرعاً اعتبار نہین خصوصاً اُس امر مین جو محتاج قیاس ہو جیسا کہ اصول کی کتابون سے ثابت ہے
پس جو بات ادلۂ اربعہ سے ثابت نہو بدعت ہو جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہو **مقدمۂ ثالثہ** یہ ہو کہ
فرداً فرداً جزئیت جمیع اجزاء سے مجموع کی جزئیت لازم نہین آتی کیونکہ افراد کا حکم فرداً فرداً دوسرا ہو
اور مجموع کا حکم دوسرا ہو جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت ہو **مقدمۂ رابعہ** یہ ہو کہ مفتی غیر مجتہد قول مجتہد سے فتوی
دے سکتا ہو اور اُسکو کلیات مسائل استخراج کرنا جائز نہین ہو **مقدمۂ خامسہ** یہ ہو کہ اللہ تعالی
کے قول ویتبع غیر سبیل المؤمنین الآیۃ اور کنتم خیر امۃ الآیۃ اور جعلناکم امۃ وسطا
الآیۃ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول لا تجتمع امتی علی الضلالۃ اور ما رآہ المسلمون
حسنا فھو عند اللہ حسن اور من سن سنۃ حسنۃ وغیرہ مین لفظ مومنین اور امت سے
مجتہدین مراد ہین جیسا کہ اصول کی کتابون سے ثابت ہو اور سنّ بمعنے رواج ہو اور احداث اور رواج
کا فرق ظاہر ہو پس علمائے غیر مجتہدین کا تعامل جیا ہے وہ حرمین شریفین کے ہون یا دوسرے ممالک کی
حجت نہوگا **مقدمۂ سادسہ** یہ ہو کہ حق سے سکوت علما کی شان نہین ہو پس امر حق سے ہدایت
فرمائین ان تمہیدی مقدمون کے بعد سوال یہ ہو کہ زید میلاد شریف کی مجلس اسطرح کرتا ہے کہ کچھ
لوگون کو جمع کرکے ذکر میلاد مع دیگر حالات نبوی کے کرتا ہو اور سوا اسکے کہ لوگون کو جمع کرتا ہے اور
کوئی بات شرع کے خلاف نہین کرتا پس یہ امر ادلۂ اربعہ شرعیہ کے لحاظ سے مستحسن ہو یا بلحاظ مقدمات
مذکورۂ بالا بدعت ضلالہ ہو **جواب** مین پہلے چند مقدمات کی تمہید کرتا ہون پھر اصل مقصد لکھونگا
**مقدمۂ اولی** یہ ہو کہ محدث وہی امر ہے جس کا وجود خصوصیت کے ساتھ زمانۂ نبوی اور زمانۂ صحابہ
اور زمانۂ تابعین مین نہو اور نہ اُس کی اصل ادلۂ اربعہ سے ثابت ہو۔ علامہ سید شریف رحمہ اللہ
نے حواشی مشکوۃ مین حدیث من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد جس نے
ہمارے اس امر مین کوئی ایسی بات نکالی جو اُس مین نہ تھی تو وہ مردود ہو کی شرح مین لکھا ہو
المعنی ان من احدث فی الاسلام رایا لم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاہر او خفی
ملفوظ او مستنبط فھو مردود علیہ معنی یہ ہین کہ جس نے اسلام مین کوئی نئی بات نکالی

جو کتاب اور سنت مین ظاہر خفی ملفوظ یا مستنبط کسی طریقے پر نہو تو یہ مردود ہے۔ اور فاضل معین بن
صفی رحمہ اللہ شرح اربعین نووی مین لکھتے ہین فان قلت قد اشتہر ان البدعۃ نوعان
حسنۃ وسیئۃ فکیف یکون کل بدعۃ ضلالۃ بلا تخصیص قلت المراد من البدعۃ فی الحدیث
البدعۃ الشرعیۃ وھی ما لیس لہ دلیل شرعی وکل ما فعلہ الشارع او امر بہ فھو لیس
ببدعۃ شرعیۃ اگر کوئی کہے یہ مشہور ہے کہ بدعت کی دو قسمین ہین حسنہ اور سیئہ پس ہر بدعت
ضلالت کس طرح ہوگی تو ہم کہین گے کہ حدیث مین بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہے یعنی جس پر شرعی
دلیل نہو اور جسے شارع نے کیا یا اُسکے کرنے کا حکم دیا وہ بدعت شرعیہ نہین ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ
ہدی ساری مقدمۂ فتح الباری کی فصل خامس مین جو شرح غریب کے لیے موضوع ہے لکھتے ہین
قولہ من احدث حدثا ای فعل فعلا لا اصل لہ فی الشرع یعنی جس نے کوئی ایسا کام کیا جسکی
اصل شرع مین نہ تھی۔ اور فتح الباری مین ہے قولہ محدثاتھا بفتح الدال جمع محدثۃ والمراد
بھا ما احدث ولیس لہ اصل فی الشرع سمی فی عرف الشرع بدعۃ وما کان لہ اصل فی الشرع فلیس
ببدعۃ والبدعۃ فی عرف الشرع مذمومۃ بخلاف اللغۃ محدثات بفتح دال جمع ہے محدثۃ کی اس سے
مراد وہ امور ہین جو نئے نکالے گئے ہین اور جنکی اصل شرع مین نہین ہے انھین عرف شرع مین بدعت
کہتے ہین اور جنکی اصل شرع مین ہے وہ بدعت نہین ہین اور عرف شرع مین بدعت مذموم ہے نہ عرف لغت
مین۔ اور ابن حجر مکی رحمہ اللہ فتح المبین شرح اربعین مین لکھتے ہین المراد من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ ما ینافیہ او لا یشھد لہ قواعد الشرع وادلتہ العامۃ
حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے قول من احدث الخ سے وہ چیزین مراد ہین جو شرع کے منافی
ہون یا جسکے منافی شرعی قواعد اور اُسکی عام دلیلین ہون۔ اور ایسا ہی ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے
شرح اربعین مین اور ابن مالک رحمہ اللہ نے شرح مصابیح مین اور بیضاوی نے شرح مصابیح مین لکھا ہے
پس معلوم ہوا کہ ہر وہ امر جسکا ازمنہ ثلثہ مین وجود ہو یا اُسکی سند ادلۂ اربعہ کی کسی دلیل سے پائی جاتی ہو
وہ بدعت ضلالت نہوگا **مقدمۂ ثانیہ** یہ ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ استحسان شرعی اُسی مامور بہ کی صفت ہے کہ ادلہ
اربعہ کی دلیلون مین سے کسی دلیل مین صراحۃً اُسکا امر وارد ہوا ہو بلکہ استحسان ہر مامور بہ کی صفت ہے
جا ہے صراحۃً اُسکا امر وارد ہوا ہو یا قواعد کلیہ شرعیہ سے اُسکی سند ملتی ہو مراد یہ ہے کہ واجب ہو یا مندوب

جیساکہ عبارات سابقہ مین غور کرنے سے اچھی طرح معلوم ہوجاتا ہے اور کتب اصول مین جو اختلاف
ماموربہ اور مندوب کے اطلاق مین مذکور ہے وہ لفظی نزاع ہی جس کی تصریح ابن ہمام رحمہ اللہ نے
تحریر مین کی ہے حاصل یہ ہی کہ جس طرح ماموربہ کا اطلاق واجبات پر ہوتا ہے اسی طرح مندوب پر بھی ہوتا
ہی بس ہر وہ محدث جس کا ازمنہ ثلاثہ مین وجود نہو لیکن اُسکی سند ادلۂ اربعہ کی دلیلون مین سے
کسی دلیل سے پائی جائے وہ بھی مستحسن ہوگا۔ کیا تم نہین دیکھتے کہ مدارس کی بنا کو تمام اطراف کے
علما مستحسن لکھتے ہین حالانکہ زمانۂ نبوی مین اسکا وجود نہ تھا لیکن اُسکی اصل اس حدیث سے
جسکو بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہی ثابت ہی اور وہ حدیث
یہ ہے اذا مات ابن آدم انقطع الا من ثلاث صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح
يدعو له جب آدمی مرجاتا ہے تو اُسکے تعلقات تین چیزون کے سوا سب چیزون سے منقطع ہو جاتے
ہین ایک صدقہ جاریہ سے دوسرے علم جس سے نفع اُٹھایا جائے تیسرے نیک لڑکے سے جو اُسکے
لیے دعا کرے۔ لہذا اُسکے مستحسن ہونے کا حکم دیا اور اُسے بدعت ضلالہ مین داخل نہین کیا **مقدمہ**
**ثالثہ** مفتی کو چاہیے کہ جو واقعہ پیش آوے اگر اُسکا حکم کتاب یا سنت یا اجماع یا قیاس مین صراحۃً
موجود ہو تو اُسکے موافق فتوے دے ورنہ اُس واقعہ کو قواعد کلیۂ شرعیہ کے سامنے پیش کرے
اور جس کلیہ کے جزئیات سے پائے اُسکے موافق فتوے دے اور علماے متدین اور فقہاے
متبحرین کا یہی حال رہا ہے البتہ جو مفتی نقل عبارت کے علاوہ استنباط کی مطلقا طاقت نہ رکھتا ہو اُسے
سوائے نقل عبارت کتب اور نقل اقوال مجتہدین کے چارہ نہین ہی۔ علامۂ سعدالدین تفتازانی
رحمہ اللہ حواشی عضدی مین لکھتے ہین المراد باهل النظر بعض اصحاب المذهب ممن له ملكة الاقتدار
على الاستنباط من الاصول التي مهدها وهو المسمى بالمجتهدين في المذهب كالغزالي والنووي
من اصحاب الشافعي وهو في المذهب بمنزلة المجتهدين المطلق في الشرع واما الذين يفتون
بما حفظوه او وجدوه في كتب الاصحاب فهم بمنزلة النقلة والرواة اہل نظر سے وہ بعض
اصحاب مذہب مراد ہین جن کو اصول ممہدہ سے استنباط پر قدرت کا ملکہ حاصل ہو یہی لوگ مجتہد
فی المذہب کہلاتے ہین جیسے غزالی اور نووی رحمہما اللہ جو اصحاب شافعی مین سے ہین یہ لوگ
مذہب مین بمنزلۂ مجتہدین ہین مگر وہ لوگ جو کتابون سے یا اپنی یاد پر فتوے دیتے ہین وہ

بمنزلۂ ناقل اور راوی کے ہین - اور علامہ عمر حنفی رحمہ اللہ جواہر نفیسہ مین لکھتے ہین اعلم ان الفقہاء والعلماء علی سبع طبقات الاولی طبقۃ المجتہدین فی الشرع کالائمۃ الاربع الثانیۃ طبقۃ المجتہدین فی المذھب کابی یوسف و محمد والاساتذۃ من اصحاب ابی حنیفۃ القادرین علی استخراج الاحکام من الادلۃ علی مقتضی القواعد التی مھدھا اساتذتھم فانھم وان خالفوھم فی بعض الفروع لکنھم موافقون لھم فی الاصول الثالثۃ طبقۃ المجتہدین فی المسائل التی لا روایۃ فیھا عن صاحب المذھب کالخصاف والطحاوی والکرخی والحلوائی والسرخسی والبزدوی وقاضیخان الرابعۃ طبقۃ اصحاب التخریج من المقلدین کالبزازی واحزابہ فانھم لا یقدرون علی الاجتہاد اصلا لکنھم باحاطتھم بالاصول وضبطھم بالمذھب یخرجون الاقوال الخامسۃ طبقۃ اصحاب الترجیح من المقلدین کالقدوری وصاحب الھدایۃ وشانھم تفضیل بعض الروایات علی بعض یقولون ھذا اولی وھذا اصح درایۃ وھذا اوضح روایۃ وھذا اوفق بالقیاس وھذا ارفق بالناس السادسۃ طبقۃ المقلدین القادرین علی التمییز علی الاقوی والقوی والضعیف وظاھر المذھب وظاھر الروایۃ والروایۃ النادرۃ کاصحاب المتون المعتبرۃ عند المتاخرین کصاحب الکنز والمختار والوقایۃ والمجمع وشان کل منھم ان لا ینقل فی کتابہ الاقوال الضعیفۃ والمردودۃ والروایات الضعیفۃ السابعۃ طبقۃ المقلدین الذین لا یقدرون علی ماذکر ولا یعرفون الغث والسمین ولا یمیزون الشمال عن الیمین بل یجمعون مایجدون کحاطب لیل وھذا مذکور فی طبقات الفقہاء مع تطویل لا یسعہ ھذا المختصر

فقہا اور علما کے سات طبقے ہین (۱) مجتہدین فی الشرع جیسے ایمۂ اربعہ رضی اللہ عنہم (۲) مجتہدین فی المذہب جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ اور اصحاب امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ مین سے وہ لوگ جو قواعد ممہدہ کے مطابق ادلہ سے استخراج احکام پر قدرت رکھتے ہون یہ لوگ گو کہ مجتہدین نے الشرع سے بعض فروع مین مخالفت رکھتے ہین لیکن اصول مین اُنکے موافق ہین (۳) وہ لوگ جواُن مسائل مین اجتہاد کرتے ہین جن مین صاحب مذہب سے کوئی روایت نہین ہے مثلاً خصاف طحاوی کرخی حلوائی سرخسی بزدوی قاضیخان رحمہم اللہ (۴) اصحاب تخریج مثلاً بزازی رحمہ اللہ اور اُن کے گروہ کے لوگ جو اجتہاد پر تو قدرت نہین رکھتے ہین لیکن اصول کے احاطے اور مذہب کے ضبط کی وجہ سے یہ لوگ تخریج اقوال کر لیتے ہین (۵) اصحاب ترجیح یہ لوگ مقلد ہوتے ہین مثلاً قدوری اور صاحب ہدایہ ان لوگون کا مرتبہ یہ ہے کہ بعض روایات کو بعض پر فضیلت دین

پس یہ لوگ کہتے ہین یہ روایت اولی ہے یا درایۃً اصح ہے یا روایۃً اوضح ہے یا زیادہ موافق قیاس ہے یا لوگون کے
حق مین زائد نرم ہے (۶) مقلدین کا وہ طبقہ جو اقوی - قوی - ضعیف - ظاہر مذہب - ظاہر روایت - اور
روایات نادرہ کو پہچان سکتے ہین جیسے اُن متون کے مصنفین جو متاخرین کے نزدیک معتبر ہین
مثلاً مصنف کنز مصنف مختار مصنف وقایہ مصنف مجمع یہ لوگ اپنی کتابون مین کمزور اور مردود اقوال
اور روایات ضعیفہ کو نقل نہین کرتے ہین (۷) وہ مقلدین جو اس پر بھی قدرت نہین رکھتے ہین
اور صحیح غلط کو نہین پہچان سکتے نہ ضعیف و قوی مین تمیز کر سکتے ہین لکڑہارے کی طرح جو پاتے
ہین اُسے جمع کر لیتے ہین اور یہ طبقات فقہا مین طول کے ساتھ مذکور ہے یہ مختصر کتاب اُسکی متحمل نہین ہو سکتی
ان مقدمات کی تمہید کے بعد مین کہتا ہون کہ نفس ذکر میلاد دو وجہون سے بدعت ضلالت نہین
ہے (۱) ذکر میلاد اسے کہتے ہین کہ ذاکر کوئی آیت یا حدیث پڑھ کے اُسکی شرح مین کچھ فضائل
نبویہ اور معجزات احمدیہ اور آپ کی ولادت اور نسب کا تھوڑا حال اور خوارق جو ولادت کے
وقت ظاہر ہوے بیان کرے جیسا کہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے نعمۃ الکبرے علی العالم بمولد سید ولد آدم
مین لکھا ہے اور اس کا وجود زمانۂ نبوی اور زمانۂ صحابہ مین بھی تھا اگرچہ اس نام سے نہ تھا
ماہرین فن حدیث پر مخفی نہوگا کہ صحابہ مجالس وعظ اور تعلیم علم مین فضائل نبویہ اور ولادت احمدیہ کا
ذکر کرتے تھے اور صحاح مین مروی ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ حسان بن ثابت
رضی اللہ عنہ کو اپنی مسجد مین منبر پر بٹھاتے اور وہ قصائد مدح نبوی کہ اُنھون نے کہے ہوتے
پڑھتے اور آپ اُنکو دعاے خیر دیتے اور فرماتے اللّٰھمّ ایدہ بروح القدس ای اعانہ اللہ کی
مدد کر بذریعۂ جبرئیل - اور دیوان حسان رضی اللہ عنہ کے دیکھنے والون پر پوشیدہ نہوگا کہ اُن کے
قصائد مین معجزات اور حالات ولادت اور نسب شریف وغیرہ موجود ہے پس محفل مین ایسے اشعار
پڑھنا عین ذکر میلاد ہے اور حسان رضی اللہ عنہ کے مسجد مین اشعار پڑھنے کا قصہ صحیح بخاری مین بھی موجود
ہے پس درحقیقت ذکر میلاد مین اور اس قصہ مین کوئی معتد بہ فرق نہین معلوم ہوتا ہے امر دیگر ہے کہ
اس ذکر کا نام مجلس میلاد قرار نہین پایا تھا دوسرے اگر یہ خلجان ہو کہ اگرچہ فی نفسہ نفس ذکر مولد
و فضائل وغیرہ کا وجود ثابت ہو مگر ذکر میلاد مین لوگون کو بلانا ثابت نہین ہوتا تو یون دفع
ہو جائیگا کہ نشر علم کے لیے لوگون کو جمع کرنا اور بلانا حدیث سے ثابت ہے - فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ

تنبیہ الغافلین مین لکھتے ہین حدثنا ابی قال حدثنا ابوبکر محمد بن احمد حدثنا ابوعمران حدثنا عبدالرحمٰن حدثنا داود حدثنا عباس بن الکثیر عن عبدخیر عن علی بن ابی طالب قال نزلت اذا جاء نصراللّٰہ فمرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وعلی الہ وسلم فما لبث ان خرج یوم الخمیس فرقی المنبر وجلس علیہ ثم دعا بلالا وقال ناد فی المدینۃ ان اجتمعوا لوصیۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وعلی الہ وسلم فنادی بلال فاجتمع صغیرھم وکبیرھم وترکوا ابواب بیوتھم مفتحۃ حتی خرجت العذرا من خدرھن حتی غص المسجد باھلہ والنبی صلی اللّٰہ علیہ وعلی الہ وسلم یقول وسعوا لمن وراءکم وسعوا لمن وراءکم ثم قام فحمد اللّٰہ واثنی علیہ وصلی علی الانبیاء ثم قال انا محمد بن عبداللّٰہ بن عبدالمطلب بن ھاشم العربی الحرم المکی لا نبی بعدی الحدیث مجھسے میرے باپ نے بیان کیا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن سے محمد بن احمد نے اُن سے ابوعمران نے اُن سے عبدالرحمٰن نے اُن سے داؤد نے اُن سے عباس بن کثیر نے اُن سے عبدخیر نے اُن سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے مرض موت مین اذا جاء نصراللّٰہ نازل ہوئی جس کے بعد ہی پنجشنبہ کو آپ باہر تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کے بلال کو پکارا اور کہا کہ مدینہ مین منادی کر دین کہ سب لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت سننے کو حاضر ہون پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پکار دیا جس کی وجہ سے چھوٹے بڑے سب گھرون کے دروازون کو کھلا چھوڑ کر چلے آئے یہانتک کہ پردہ دار عورتین بھی مکانات چھوڑ کر آئین اور مسجد لوگون پر تنگ ہوگئی حالانکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم برابر یہ فرماتے جاتے تھے کہ آنے والون کے لیے جگہ باقی رکھو پھر آپ کھڑے ہوے اور حمد وثنا اور انبیا پر صلوٰۃ کے بعد فرمایا کہ مین محمد بن عبداللہ بن ہاشم عربی حرمی مکی ہون میرے بعد کوئی نبی نہین ہے آخر حدیث تک۔ اسکے علاوہ کلام نفس ذکر میلاد مین ہے اور تخصیصات عرفیہ اگر بالفرض اس اجماع سے ثابت نہون تو نفس ذکر میلاد کا عدم جواز لازم نہین آتا (۳) اگر ہم مان بھی لین کہ ذکر مولد کا وجود ازمنۂ ثلاثہ مین سے کسی مین نتھا تو بھی ہم کہتے ہین کہ شرع مین یہ قاعدہ ثابت ہے کل فرد من افراد نشر العلم فھو مندوب علم کے پھیلانے کا ہر طریقہ مندوب ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وعلی الہ وسلم مما یلحق المومن من حسناتہ بعد

موتہ علم نشرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہی کہ مسلمانون کی اُن نیکیون مین سے جو موت کے بعد بھی اُن سے ملحق رہتی ہین علم کا پھیلانا ہے۔
اور بخاری نے کتاب العلم مین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی ولیفشوا العلم و
لیجلسوا حتی یعلم من لا یعلم فان العلم لا یہلک حتی یکون سرا علم کو شائع کرنا چاہیے اور اس
غرض سے بیٹھنا چاہیے کہ جو جانتا ہے وہ اُسے تعلیم دے جو نہین جانتا ہے کیونکہ علم جب تک
پوشیدہ نہین رہتا ہے ضائع نہین ہوتا۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے بعض رسائل مین حدیث
اذا مات ابن آدم کی شرح مین لکھا ہی حمل العلماء الصدقۃ الجاریۃ علی الوقف و العلم المنتفع بہ
علی التصنیف والتعلیم علما نے صدقۂ جاریہ کو وقف پر محمول کیا ہے اور علم منتفع بہ سے تصنیف
وتعلیم مراد لی ہے۔ اور یہ ظاہر ہی کہ ذکر مولد تحقیقی جو اوپر گذرا افراد نشر علم کا ایک فرد ہی پس یہان
دو مقدمے حاصل ہوے ایک یہ کہ ذکر المولد فرد من افراد نشر العلم میلاد کا ذکر کرنا افراد
نشر علم کا ایک فرد ہی۔ دوسرے یہ کہ کل فرد من افراد نشر العلم مندوب افراد نشر علم کا
ہر فرد مندوب ہی۔ پس نتیجہ نکلا ذکر المولد مندوب ذکر میلاد مندوب ہی۔ اور بخاری نے ابی وائل
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی قال کان عبد اللہ بن مسعود رضی یذکر الناس فی خمیس فقال لہ
رجل یا ابا عبد الرحمن لوددت انک ذکرتنا کل یوم قال اما انہ یمنعنی من ذلک انی
اکرہ ان امِلّکم وانی اتخولکم بالموعظۃ کما کان النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم یتخولنا بہا
مخافۃ السآمۃ علینا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما پنجشنبہ کے دن وعظ کہا کرتے تھے
تو ایک شخص نے اُنسے کہا کہ ای ابو عبد الرحمن کیا اچھا ہوتا اگر آپ ہر دن وعظ کہتے اُنھون نے
جواب دیا مین یہ اسلیے نہین کرتا کہ مجھے خوف ہی کہ مبادا تم لوگ پھر رنجیدہ ہو اور مین تمکو ویسا ہی
وعظ دیتا ہون جیسا کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا ہم لوگون کو وعظ دیتے تھے اس خوف
سے کہ ہمین رنج نہو۔ اور یہ وہم نکرو کہ جب ذکر مولد ازمنۂ ثلثہ مین نہ تھا اور نہ مجتہدین کے زمانے مین
اسکا اثر پایا گیا تو اس سے جواز کا فتوے دینا کیونکر جائز ہی اوپر اسکا ذکر ہو چکا ہی کہ مفتی کو فتوی
کیونکر دینا چاہیے پس اگر ہم یہ مان بھی لین کہ ازمنۂ ثلثہ مین ذکر مولد نہ تھا اور نہ مجتہدین سے اسکا
حکم منقول ہی لیکن چونکہ شرع مین یہ قاعدہ ممہد ہی کل فرد من افراد نشر العلم فہو مندوب

افراد نشر علم مین سے ہر فرد مندوب ہی اور ذکر مولد بھی اُسکے تحت مین ہی پس اُسکے مندوب ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اسی لیے فقہائے متبحرین اور اہل افتائے مستنبطین جیسے ابو شامہ اور حافظ ابن حجر اور سیوطی اور شامی رحمہم اللہ وغیرہ نے ذکر میلاد کے مندوب ہونے کا حکم دیا ہے اب جو مقدمات سائل نے ذکر کیے ہین اُنکے متعلق سننا چاہیے کہ مقدمۂ اولیٰ غلط ہی کیونکہ بہت سے امور ایسے ہین کہ مامور بصراحت نہین ہین مگر فقہائے متبحرین نے قواعد سے اُسکا استنباط کر کے اُسکے مندوب ہونے کا حکم دیا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ جو اصلا مامور بہ نہین ہی نہ صراحۃً نہ اندراجاً پس صحیح ہی لیکن مضر مقام نہین ہے کیونکہ ذکر میلاد پر تقدیر تسلیم عدم وجود از منۂ ثلثہ مین قاعدے مین مندرج ہی پس مامور بہ ضروری ہوگا اور اُسکا استحسان ظاہر ہوگا جیسا کہ مین نے مقدمۂ ثانیہ مین اسکی تفصیل کی ہی لیکن مقدمۂ ثانیہ پس وہ بھی ضرر رسان نہین ہی کیونکہ با احدث اور محدث سے وہ امر مراد ہی جسکی سند ادلۂ اربعہ سے نہ پائی جائے جسکی تفصیل مین نے مقدمۂ اولیٰ مین کی ہی اور ذکر مولد ایسا نہین ہی لیکن مقدمۂ ثالثہ پس اگرچہ فرد فرد کی جزئیت سے مجموع کی جزئیت لازم نہین آتی مگر جبکہ مجموع کی جزئیت قاعدۂ شرعیہ کے تحت مین اُسکے اندراج کی وجہ سے معلوم ہوئی تو چون و چرا کا محل باقی نہین رہا۔ لیکن مقدمۂ رابعہ پس غلط محض ہے جیسا کہ مین نے مقدمۂ ثالثہ مین اسکی وضاحت کی ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ ذکر مولد فی نفسہٖ مندوب ہی چاہے خیر الازمنہ مین وجود کی وجہ سے ہو یا سند شرعی کے تحت مین اندراج کی وجہ سے ہو اور کسی نے اسکے مندوب ہونے سے انکار نہین کیا ہی مگر ایک چھوٹے گروہ نے جسکا سرغنا تاج الدین فاکہانی مالکی ہی اور اُسکو علمائے مستنبطین کے مقابلہ کی طاقت نہین ہی جنھون نے ذکر میلاد کے مندوب ہونے کا فتوے دیا ہی پس اُسکا قول ماننے کے لائق نہین ہی البتہ اگر ذکر مولد کے ساتھ غیر مشروع تخصیصات اور غیر ماموره تشریعات ملا دیے جائین تو اُسکے مندوب ہونے کا حکم باقی نہ رہے گا مگر یہ ایک دوسری چیز ہوگی جسکی وجہ سے نفس جواز میلاد مین کوئی شک نہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہ حسن الثواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی | ابو الحسنات محمد عبد الحی | اصاب المجیب جزاہ اللہ خیر الجزا رنقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد عفرلہ اللہ الاحد۔ واقعی زید کا یہ فعل بدلالت ادلۂ شرعیہ مستحسن اور مندوب ہی۔ سجلات اور فتاوے

شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ مین لکھا ہے الموالید والاذکار التی تفعل عندنا اکثرھا تشتمل علی خیر کصدقۃ وذکر والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومدحہ علی تنزیل وشرور وبعضھا لیس فیھا شرفلا شک ان النوع الثانی سنۃ ویشتملہ الاحادیث الواردۃ فی الاذکار المخصوصۃ والعامۃ کقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا ینعقد قوم یذکرون اللہ تعالی الا حفتھم الملائکۃ وغشیتہم الرحمۃ وذکرھم اللہ تعالی فیمن عندہ رواہ مسلم وروی ایضا انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقوم جلسوا یذکرون اللہ تعالی ویحمدونہ علی ان ھداھم للاسلام اتانی جبرئیل علیہ السلام فاخبرنی ان اللہ تعالی یباھی بکم الملائکۃ وفی الحدیثین اوضح دلیل علی فضل الاجتماع علی الخیر والجلوس لہ وان الجالسین علی خیر کذلک یباھی اللہ بہم الملائکۃ وتنزل علیہم السکینۃ وتغشاھم الرحمۃ ویذکرھم اللہ تعالی بالثناء علیہم بین الملائکۃ

مولود اور اذکار جو ہماری زمانے مین ہوتے ہین ان مین سے اکثر مین خوبیان پائی جاتی ہین مثلا صدقہ ذکر۔ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا پر صلوۃ وسلام اور انکی مدح اور بعض کی نسبت اسمین کوئی شر نہین ہوتا اور اسمین کوئی شک نہین کہ دوسری قسم سنت ہی جسے اذکار مخصوصہ وعامہ مین جو حدیثین واقع ہوئی ہین وہ شامل ہین مثلا جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کا یہ ارشاد کوئی گروہ جو خدا کا ذکر کرنے کو جمع ہوتا ہی اُسے ملائکہ گھیر لیتے ہین اور رحمت ڈھانپ لیتی ہی اور خدا اُسکا ذکر ملائکہ مقربین سے کرتا ہے اسکو مسلم نے روایت کیا ہی اور بھی مروی ہی کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ایک قوم سے فرمایا۔ جو خدا کا ذکر اور اسلام کی راہ دکھانے پر اُسکی حمد کر رہی تھی کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ اللہ تم لوگون پر ملائکہ کے سامنے فخر کرتا ہی ان دونون حدیثون مین نیکی کے لیے جمع ہونے اور بیٹھنے کے فضل پر دلیل ہی اور یہ کہ نیکی کے لیے جمع ہونے والون پر خدا ملائکہ کے سامنے فخر کرتا ہے اور اُن پر امن وسکون نازل کرتا ہی اور انکو رحمت ڈھانپ لیتی ہی اور خدا ملائکہ مین انکا ذکر کرتا ہی اب اس سے بڑھکر اور کیا فضائل ہو سکتے ہین رہا سائل کا یہ قول کہ یہ اجتماع جائز ہی یا نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ جائز ہی۔ واللہ علیم حررہ ابوالاحیا محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم

**سوال** سحر کی حقیقت کیا ہی آیا بعض اشیا اور ادویہ کے امتزاج سے جو عجیب امر پیدا ہو وہ سحر ہی یا کلمات خبیثہ شیطانیہ کے تاثیرات کا نام سحر ہی کہ اُن کلمات کے ذریعہ سے خبائث اور شیاطین سے استغاثہ کرتی ہین اور تعجب خیز امر ظاہر ہوتا ہی اور سحر طلسم شعبدہ مین کیا فرق ہے اور ان مین سے کون حرام اور کفر ہی

اور سحر و معجزہ و کرامت مین ممیز کون ہے اور کیا ہر سحر حدوث ایذا اور مرض کا جسم انسان مین سبب ہوتا ہے اور ضرر پہونچاتا ہے اور قتل کرتا ہے **جواب** سحر کی بہت سی قسمین ہین اور اکثر سحر کا اطلاق اُن امور عجیبہ پر ہوتا ہے جو تقرب الی الشیاطین کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین یعلمون الناس السحر کی تفسیر مین بیضاوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے المراد بالسحر ما یستعان فی تحصیلہ بالتقرب الی الشیطان مما لا یستقل بہ الانسان وذلک لا یستتب الا لمن یناسبہ فی الشرارۃ وخبث الباطن فان التناسب شرط فی التضام والتعاون سحر سے وہ امور مراد ہین جن کے حاصل کرنے مین شیطان سے مدد لینا پڑے اور انسان بغیر اسکے کرنے پر قدرت نہ رکھے اور یہ اُسکو حاصل ہوتا ہے جسے شرارت اور خبث باطن سے خاص مناسبت ہو کیونکہ مدد کے لیے تناسب شرط ہے۔ اور علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ زواجر فی اقتراف الکبائر مین لکھتے ہین السحر علی اقسام اولہا[1] سحر الکلدانیین الذین کانوا فی قدیم الدہر یعبدون الکواکب ویزعمون انہا المدبرۃ للعالم ومنہا یصدر کل مظہر خیر وشر وہم الذین بعث الیہم ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام النوع[2] الثانی سحر اصحاب الاوہام والنفوس القویۃ الثالث[3] الاستعانۃ بالارواح الارضیۃ والقول بالجن مما انکرہ بعض متاخری الفلاسفۃ والمعتزلۃ واما اکابر الفلاسفۃ فلم ینکروہ الا انہم سموہا الارواح الارضیۃ الرابع[4] التخیلات والاخذ بالعیون الخامس[5] الاعمال العجیبۃ التی تظہر من ترکیب الآلات علی النسب الہندسیۃ مثل صورۃ فرس فی یدہ بوق فاذا مضت ساعۃ من النہار صوت البوق من غیر ان یمسہ احد وکان سحر سحرۃ فرعون من ہذا القبیل السادس[6] تعلیق الاستعانۃ بخواص الادویۃ المزیلۃ للعقل ونحوہا السابع[7] تعلیق القلب وہو ان یدعی انسان انہ یعرف الاسم الاعظم مثلا فاذا کان السامع ضعیف القلب اعتقد انہ حق وحصل فی نفسہ انہ نوع من الرعب فحرانہ یتمکن الساحر فیہ من ان یفعل ما یشاء سحر کی کئی قسمین ہین (۱) سحر کلدانیین جو پہلے زمانے مین ستارون کو پوجا کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ یہی عالم کا انتظام کرتے ہین اور انھین سے تمام اچھائیان اور برائیان صادر ہوتی ہین انھین لوگون کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام بھیجے گئے تھے (۲) واہمی اور قوی النفس لوگون کا سحر (۳) ارواح ارضیہ سے مدد لینا اور جنون کا قائل ہونا جن کا بعض متاخرین

فلاسفہ اور معتزلہ نے انکار کیا ہی اور اکابر فلاسفہ قائل ہین اور اُنکا نام ارواح ارضیہ کہتے ہین (۴)
تخیلات اور آنکھون سے اثر ڈالنا (۵) عجیب کام جو ہندسہ کے مطابق آلات کی ترکیب وغیرہ
سے ظاہر ہون مثلاً گھوڑے کی شکل جس کے ہاتھ مین قرنا ہو پس جب ایک پہر دن گذرے
اُس قرنے سے بلا کسی کے ہاتھ لگائے آواز نکلے فرعون کے ساحرون کا سحر اسی قسم کا تھا (۶)
عقل کی زائل کرنے والی دواؤن کے خواص سے مدد لینا (۷) قلب پر اثر ڈالنا مثلاً کوئی اس کا
دعوے کرے کہ وہ اسم اعظم جانتا ہی تو اگر سامع ضعیف القلب ہو تو وہ اسے سچ سمجھے گا اور اسوجہ
سے اُس پر رعب طاری ہو جائے گا اور ساحر اُس سے جو چاہے گا کرائے گا - ہر نفس انسانی
کو اللہ کی طرف سے ایک تاثیر عنایت ہوئی ہے کہ وہ تاثیر دوسرے نفس مین نہین ہی اور ہر نفس
کے لیے ایک خاصیت ہی بحسب استعداد کہ دوسرے مین نہین ہی اور ہر ایک سحر اور طلسمات
اور شعبدہ بھی من قبیل تاثیرات نفوس ہین اور ان مین فرق یہ ہی کہ اگر نفوس کی تاثیر دوسرے
مین باستعانت ارواح خبیثہ وغیرہ ہو بے استعانت تاثیرات کواکب و خواص اعداد وغیرہ
اسی کو سحر کہتے ہین اور جو تاثیر ان چیزون کی مثل چیزون کے استعانت سے ہو اسکو طلسمات
کہتے ہین اور جو تاثیر دوسرے شخص کی قوت متخیلہ مین ہو اُسکو شعبدہ کہتے ہین علامہ ابن خلدون
رحمہ اللہ اپنے تاریخ کے مقدمے مین لکھتے ہین علوم السحر والطلسمات علوم بکیفیۃ استعدادات
تقید النفوس البشریۃ بھا علی التاثیرات فی عالم العناصر اما بغیر معین او بمعین من الامور
السماویۃ الاول ھو السحر والثانی الطلسمات وذلک لان النفوس البشریۃ وان کانت واحدۃ بالنوع فھی
مختلفۃ بالخواص فنفوس الانبیاء علیھم خاصیۃ تستعد بھا للمعرفۃ الربانیۃ ولنفوس الکھنۃ لھا
خاصیۃ الاطلاع علی المغیبات بقوی شیطانیۃ والنفوس الساحرۃ علی ثلث مراتب اولھا المؤثرۃ بالھمۃ
فقط من غیر آلۃ ومعین وھذا ھو الذی تسمیہ الفلاسفۃ السحر والثانی بمعین من مزاج الافلاک او العناصر
او خواص الاعداد ویسمونہ الطلسمات والثالث تاثیر فی القوی المتخیلۃ یعمد صاحب ھذا التاثیر الی صنائع
القوۃ المتخیلۃ فیتصرف فیھا بنوع من التصرف ویلقی فیھا انواعا من الخیالات ثم ینزلھا الی
الحس من الرائین بقوۃ نفسہ المؤثرۃ فیہ فینظر الراؤن کانھا فی الخارج ولیس ھناک شیء ویسمونہ
الشعوذۃ او الشعبذۃ واختلف العلماء فی السحر ھل ھو حقیقۃ او انما ھو تخییل فالقائلون بالاول نظروا الی المرتبتین

الاولیین والقائلون بانہ لاحقیقۃ لہ نظروا الی الاخرۃ وفی مصباح اللغۃ شعوذ الرجل شعوذۃ ومنہم من قال شعبذۃ
اللعب یری الانسان منہا ما لیس لہ حقیقۃ وقال العلامۃ ابراہیم فی شرح جوہر التوحید الطلسمات نقش اسماء خاصۃ لہا
تعلق بالافلاک والکواکب علی زعم اہل ہذا العلم فی اجسام من المعادن وغیرہا تحدث لہا خاصیۃ ربطت بہا فی مجاری العادات علوم
سحر وطلسمات اُن استعدادات کی کیفیت کو جاننا ہے جن کے ذریعہ سے عالم عناصر مین نفوس بشریہ
تاثیر کرسکین خواہ بلاکسی کی مدد کے یا امور سماویہ مین سے کسی کی مدد سے اول سحر ہی دوسرا طلسمات یہ
اسلیے کہ نفوس بشریہ اگرچہ نوعا ایک ہی ہین لیکن خواص کے اعتبار سے مختلف ہین نفوس انبیا مین
ایسی خاصیت ہی جس کی بدولت وہ معرفت ربانیہ کے لیے مستعد ہوتے ہین اور کاہنون کے نفسون
مین ایسی خاصیت ہی جسکی بدولت وہ بذریعۂ قواے شیطانیہ غائب اشیا کو جان لیتے ہین اور نفوس
ساحرہ کے تین مرتبے ہین (۱) وہ جو خود اپنے زور سے اثر کرتے ہین بے کسی آلہ اور مددگار
کے اسی کو فلاسفہ سحر کہتے ہین (۲) وہ جو مزاج عناصر وافلاک یا خواص اعداد کی مدد سے ہو اسے
فلاسفہ طلسمات کہتے ہین (۳) جو قواے متخیلہ مین تاثیر کے ذریعہ سے ہو کہ صاحب تاثیر صاحب قوت
متخیلہ مین جب تصرف کرنا چاہے تو کسی قسم کا تصرف کرے اور اُس مین کسی قسم کے خیالات ڈالدے
پھر اُسی ذریعہ سے دیکھنے والون کی حس مین خود اپنی قوت مؤثرہ سے نازل کرے کہ دیکھنے والے اُسے
خارج مین موجود دیکھین حالانکہ وہان کچھ بھی موجود نہو اسے شعوذہ یا شعبدہ کہتے ہین علمانے سحر
مین اختلاف کیا ہی کہ یہ حقیقۃً کوئی چیز ہی یا محض تخییل ہے تو جو لوگ اول کے قائل ہین وہ پہلے دونون
مرتبون کا خیال کرتے ہین اور جو اُسکی حقیقت نہین مانتے وہ آخر کے مرتبے کے قائل ہین اور مصباح اللغۃ
مین ہی انسان کا شعبدہ یا شعوذہ ایک کھیل ہی جس سے انسان اُس چیز کو دیکھتا ہے جو حقیقت
مین نہین ہوتی اور علامۂ ابراہیم رحمہ اللہ نے شرح جوہرۃ التوحید مین لکھا ہی طلسمات اجسام مین چند
مخصوص اسما کا نقش بنانا ہی جنھین اس علم کے لوگون کے نزدیک افلاک وکواکب سے تعلق ہے ان سے
وہ خاصیتین پیدا ہوتی ہین جو عادۃً ان سے متعلق ہین ۔ اس بات پر اتفاق ہی کہ سحر حرام اور کبیرہ
ہی اور بعض ائمۂ فقہ نے اس پر کفر کا بھی اطلاق کیا ہی یہانتک کہ تفتازانی رحمہ اللہ حواشی کشاف
مین اجماع نقل کرتے ہین السحر مزاولۃ النفوس الخبیثۃ لافعال واقوال تترتب علیہا امور
خارقۃ للعادۃ ولا یری خلاف فی کون العمل بہ کفراً سحر نفوس خبیثہ کو اس غرض سے کام مین لانا

کہ خلاف عادت اقوال وامور جو اُس سے مترتب ہوتے ہین حاصل ہون اس مین کوئی اختلاف
نہین ہو کہ اس پر عمل کرنا کفر ہی۔ اور ارباب تحقیق کے نزدیک اصح یہ ہو کہ جو سحر امور کفر پر مشتمل ہو کفر
ہی اور جو ایسا نہو اُس کا سیکھنا اور کرنا کفر نہین ہے البتہ اُسکے استقلال کا اعتقاد کفر ہی تفتازانی
رحمہ اللہ نے شرح عقائد مین لکھا ہو لا کفر فی تعلم السحر بل فی اعتقاد ترتب الاثر علیہ سحر
سیکھنا کفر نہین ہی لیکن یہ خیال کر لینا کہ اس سے اثر مترتب ہوتا ہو کفر ہے۔ اور علامہ ملا علی قاری
رحمہ اللہ شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین اتفق کلمھم علی ان ماکان من جنس دعوۃ الکواکب
السبعۃ او السجود لھا او التقرب الیھا بما یناسبھا کفر وھو من اعظم ابواب الشرک تمام
فقہا اس پر متفق ہین کہ جو کواکب کے پکارنے یا سجدہ کرنے یا اسی طرح کے دوسرے امور (جن سے
اُنکا تقرب مقصود ہو) کی جنس سے ہون وہ کفر اور اعظم ابواب شرک سے ہین۔ اور ابن حجر مکی رحمہ اللہ
زواجر مین لکھتے ہین اختلف الناس فی کفر الساحر ولیس محل الخلاف النوع الاول لانواع فی کفر من
اعتقد ان الکواکب مؤثرۃ لھذا العالم او ان الانسان یصل بالتصفیۃ الی ان تصیر نفسہ مؤثرۃ فی ایجاد جسم واما
ان یعتقد الساحر انہ یبلغ فی التصفیۃ الی ان تصیر نفسہ بحیث یطیعہ الجن فالمعتزلۃ تکفرہ دون
غیرھم واما بقیۃ انواعہ فقال جماعۃ انھا کفر مطلقا واما النوع الثالث ومابعدہ فان اعتقد ان
فعلہ مباح قتل لکفرہ لان تحلیل المحرم کفر فقہا ساحر کے کفر مین اختلاف کرتے ہین نوع اول
محل اختلاف نہین ہی کیونکہ اُس شخص کے کفر مین کچھ اختلاف نہین ہی جو اس امر کا اعتقاد رکھتا ہو کہ کواکب
اس عالم مین اثر کرتے ہین یا یہ کہ انسان تصفیہ سے ایسا ہو سکتا ہی کہ اُسکا نفس خود دوسرے
جسم کے بنانے مین اثر رکھے لیکن اگر اس امر کا اعتقاد رکھے کہ اُسکا نفس اس قدر صاف ہو گیا ہو
کہ جنّت اُسکی مطیع ہی تو صرف معتزلہ اُسکی تکفیر کرتے ہین اور لوگ نہین کرتے رہین سحر کی باقی قسمین
تو ایک گروہ اُن سب کو مطلقاً کفر کہتا ہی اور اگر کوئی تیسری قسم اور اُسکے بعد کے اقسام کو جائز
سمجھے تو وہ کفر کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حرام کو حلال کرنا کفر ہی۔ اور علامہ اردبیلی رحمہ اللہ
فتاوے انوار مین لکھتے ہین اطلق المالکیہ وجماعۃ الکفر علی الساحر ولاشک ان ھذا قریب
من حیث الاجمال عند ان عند الفتاوی فی جزئیات الوقائع یقع غلط عظیم والتسبیب فی
ذلک انہ اذا قیل للفقیہ ما السحر وما حقیقتہ حتی یقضی علیہ بالکفر یعسر جدا وانا مع طول

عمری ما رایت من یفرق بین ھذہ الامور مالکیہ اور ایک گروہ نے ساحر کو مطلقاً کافر کہا ہی اور
یہ بالاجمال قریب بصحت ہی لیکن جزئیات مین فتوے دینے کے وقت اس مین ایک بڑی غلطی
واقع ہو جائے گی کیونکہ جب فقیہ سے یہ کہا جائے کہ سحر کیا ہی اور اُسکی حقیقت کیا ہی جو آپ اُسکے
کفر کا فتوے دیتے ہین تو ہمین اُسکے جواب مین بڑی دشواری ہوگی ہین نے تمام عمر مین کوئی ایسا نہین
پایا جو ان امور مین باہم تفریق کر سکے - اور ابن ہمام رحمہ اللہ فتح القدیر مین لکھتے ہین السحر حرام بلا خلاف
واعتقاد اباحتہ کفر وعن اصحابنا ومالکؒ واحمد یکفر الساحر بتعلمہ وتعلیمہ ویقتل وعند
الشافعیؒ لا یجب قتلہ ولا یکفر الا اذا اعتقد اباحتہ ویجب ان لا یعدل عن مذھب الشافعیؒ
فی کفر الساحر واما قتلہ فیجب اذا عرفت مزاولتہ علی السحر لسعیہ بالفساد فی الارض
سحر بلا اختلاف حرام ہی اور اُسکی اباحت کا اعتقاد کفر ہی امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ اور ہمارے اصحاب
سے مروی ہی کہ ساحر کافر ہی اسوجہ سے کہ اُس نے سحر سیکھا اور سکھایا اور اسی وجہ سے وہ قتل کیا
جائے گا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکا قتل واجب نہین ہی اور وہ کافر نہ کہا جائے گا تاوقتیکہ
سحر کو مباح نہ جانے اور ساحر کی تکفیر مین امام شافعی رحمہ اللہ کے قول سے عدول نہ کرنا چاہیے البتہ جب
سحر کرتے رہنے کا علم ہو تو اُسے قتل کر دینا چاہیے کیونکہ وہ فساد ارض کی کوشش کر رہا ہی - باقی رہا طلسمات
اور شعبدہ کا حال تو صاحب درمختار نے علم طلسمات اور علم شعبدہ کو مثل علم سحر کے مذموم اور حرام لکھا ہے -
ابن خلدون رحمہ اللہ لکھتے ہین الشریعۃ لم تفرق بین السحر والطلسمات وجعلتہ کلہ بابا
واحدا لان الافعال انما اباح لنا الشرع منہا ما یھمنا فی دیننا او دنیانا فان کان فیہ وقوع
ضرر کالسحر ویلحق بہ الطلسمات یکون حکمہ محظورا فجعلت الشریعۃ باب السحر والطلسمات
والشعوذۃ واحدا شریعت نے سحر اور طلسمات مین کچھ فرق نہین کیا ہی بلکہ سب کو ایک ہی باب مین
رکھا ہی کیونکہ ہمارے لیے شرع نے وہی افعال حلال کیے ہین جو دین یا دنیا مین کام آئین پس اگر کسی
کام مین کچھ ضرر ہو تو وہ ممنوع ہی مثلاً سحر اور طلسمات بھی اسی کے ساتھ ملحق ہی پس شریعت نے سحر
طلسمات شعبدہ سب کو ایک ہی باب مین کر دیا - اور معجزہ عبارت ہی امر خارق عادت سے جو مدعی نبوت
سے منکرین کے مقابلہ مین صادر ہو اور مثل اُسکے کوئی دوسرا نہ کر سکے اور کرامت عبارت ہے امر
خارق عادت سے کہ ولی سے صادر ہو بغیر کسی دعوے کے لیکن سحر وہ ہی جو نفوس خبیثہ سے جو نفوس

شیطانیہ سے مناسبت رکھتے ہین صادر ہوا اور اُسکے مثل جو شخص پیدا کرسکتا ہو تفتازانی رحمہ اللہ شرح مقاصد مین لکھتے ہین المعجزة امر خارق للعادة مقرون للتحدی مع عدم المعارضة واحترز بقید المقارنة للتحدی عن کرامات الاولیاء وبقید عدم المعارضة عن السحر و الشعبدة معجزہ امر خلاف عادت ہو جو انکار کی وجہ سے کیا گیا ہو اور جسکا معارضہ نہو انکار کی قید سے کرامات اولیا اور عدم معارضہ کی قید سے سحر اور شعبدہ خارج ہو گئے۔ اس مین کوئی شک نہین کہ سحر تغیر کرتا ہی نہ باستقلال ساحر بلکہ حسب جریان عادت اللہ ابن حجر رحمہ اللہ نے قرطبی سے نقل کیا ہو قال العلماء لاینکران یظھر علی ید الساحر خرق العادات بمالیس فی مقدور البشر من مرض و زوال عقل وتعویج عضو ولا یکون السحر علة لذلک ولا موجبا بل یخلق اللہ ھذہ الاشیاء عند وجود السحر علما کہتے ہین کہ اسکا انکار نہ کیا جائے کہ ساحر سے خلاف عادت امور ظاہر ہو سکتے ہین جو آدمی کی قدرت مین نہین ہین مثلا بیمار یا دیوانہ بنا دینا شانے کو ٹہرا کر دینا لیکن سحر اسکی علت نہین ہوا کرتا اور نہ اسکا موجب ہوتا ہی بلکہ خدا سحر کے وجود کے وقت ان اشیا کو پیدا کر دیتا ہی۔ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین الاکثرون یقولون ان السحر قد یوثر فی موت المسحور ومرضہ من غیر وصول شئ ظاھر الیہ اکثر لوگ کہتے ہین کہ بعض اوقات سحر مسحور کو مار ڈالتا ہی یا بیمار کر دیتا ہی بے کسی ظاہری چیز کے اُس تک پہونچے ہوے۔ واللہ اعلم **سوال** مسجد مین پلنگ پر سونا جائز ہی یا ممنوع **جواب** جائز ہی کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مسجد مین تخت رکھا جاتا تھا اور آپ اعتکاف مین اُسپر آرام فرماتے تھے جیساکہ سفر السعادت مین ہی۔ اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا اعتکف طرح لہ فراشہ او یوضع لہ سریرہ وراء اسطوانة التوبہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوة جب اعتکاف کرتے تو آپکا بچھونا وہان لایا جاتا یا آپ کا تخت وہان بچھایا جاتا اسطوانۂ توبہ کے پیچھے **سوال** مردار جانور کے سینگ یا ہاتھی دانت کی کنگھی کرنا جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی - ہدایہ مین ہی لا باس ببیع عظام المیتة و صوفھا وقرنھا وشعرھا ووبرھا والانتفاع بھا لانھا طاھرة لا یحلھا الموت لعدم الحیوة والفیل کالخنزیر نجس العین عند محمد وعندھما بمنزلة السباع حتی یباع عظمہ وینتفع بہ مردے کی ہڈیان اور سینگ بال صوف کے بیچنے اور اُس سے نفع اُٹھانے مین کچھ حرج نہین ہی کیونکہ وہ طاہر ہی اور موت

عدم حیات کی وجہ سے کسی چیز کو حلال نہین کرسکتی اور ہاتھی کا حال سور کا ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک
وہ نجس العین ہی اور شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک وہ درندون کا ایسا ہی کہ اُسکی ہڈیان بیچی جاسکتی ہین اور اُن
سے نفع حاصل کیا جاسکتا ہی۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ شرح مشکوۃ مین اُس حدیث کی تفسیر
مین جو سنن ابو داؤد مین ہی لکھتے ہین وہ حدیث یہ ہی یا ثوبان اشتر لفاطمۃ قلادۃ من عصب
وسوارین من عاج ای ثوبان فاطمہ کے لیے ایک قلادہ اور عاج کے دو کنگن خریدو۔ اور حدیث مذکور
کی تفسیر یہ ہی المعروف بین العامۃ ان العاج من الفیل وقیل ھو عظم ظہر السلحفاۃ البحریۃ او
عظم دابۃ بحریۃ غیرھا اسمھا الذبل یتخذ منہ السوار والمشط وفی القاموس العاج الذبل وعظم الفیل
وقال التوربشتی ذکر الخطابی فی تفسیرہ انہ الذبل ونقل ذلک عن الاصمعی والعجب العجاب عن اللغۃ
المشھورۃ الی ما لیشتھر بین اھل اللسان عام طور سے یہ مشہور ہی کہ عاج ہاتھی کے دانتون کو کہتے ہین
اور بعض کے خیال مین کچھوے کی پیٹھ کی ہڈی کو کہتے ہین یا اسکے علاوہ کسی اور بحری چوپایہ کی ہڈی کو کہتے
جسکا نام ذبل ہی اس سے کنگن اور کنگھیان بنتی ہین قاموس مین ہی عاج ذبل اور ہاتھی کی ہڈی کو کہتے
ہین اور توربشتی نے کہا ہی کہ خطابی نے اسکی تفسیر مین کہا ہی کہ عاج ذبل کو کہتے ہین یہی اصمعی رحمہ اللہ سے
منقول ہی اور تعجب یہ ہی کہ لغت مشہور سے عدول کیا جاتا ہی اور اسکے معنے وہ بیان کیے جاتے ہین
جو اہل زبان مین مشہور ہین۔ اور فتح القدیر مین ہی قیل روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم
انہ اشتری لفاطمۃ سوارین من عاج وظھر استعمال الناس لہ من غیر نکیر ومنھم من حکی اجماع
العلماء علی جواز بیعہ وفی صحیح البخاری قال الزہری ادرکت ناسا من سلف العلماء یمتشطون
بعظام المیتۃ نحو الفیل ونحوہ ویدھنون فیھا لا یرون بہ باسا وقال ابن سیرین وابراھیم لا باس
بتجارۃ العاج کہا گیا ہی کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے روایت ہی کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے
عاج کے دو کنگن خریدے اس سے ظاہر ہوا کہ انکا استعمال لوگون کے لیے بلا کسی انکار کے جائز ہی اور
بعض لوگ عاج کی بیع کے جائز ہونے کے متعلق علما کا اجماع نقل کرتے ہین صحیح بخاری مین ہے کہ
زہری رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ مین نے علمائے سلف مین سے بہت سے علما کو مردے کی ہڈی سے کنگھا کرتے
ہوے دیکھا ہی مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیان اور اُس مین تیل استعمال کرتے اور کچھ حرج نہ سمجھتے ابن سیرین اور
ابراہیم رحمہما اللہ کہتے ہین کہ عاج کی تجارت مین کچھ حرج نہین ہی **سوال** رام چندر اور کرشن وغیرہ جو

ہندون کے اوتار ہین اور اُنکے نزدیک اوتار کے معنی رسول کے ہین اور انکے افعال وکردار اچھے تھے اور یہ اپنے کو خدا کا بندہ جانتے تھے اور خلق کو ہدایت کرتے تھے تو انپر لعنت کرنا جائز ہی یا نہین **جواب** بشرط صدق مستفتی انپر لعنت کرنا جائز نہین ہی **سوال** زید عالم خالد عالم کی محفل مین آیا خالد اور جملہ حاضرین محفل زید کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے اور زید کے جاتے وقت بھی اسی طرح قیام تعظیمی کیا لیس ایسا قیام شرعا درست ہی یا نہین اگر درست ہی تو کس دلیل سے **جواب** علما اور رئیس قوم اور سادات کے لیے قیام تعظیمی درست ہی۔ اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی ان اناسا نزلوا علی حکم سعد بن معاذ فارسل الیہ فجاء علی حمار فلما بلغ قریبا من المسجد قال قوموا الی خیرکم او سید کم کچھ لوگ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم سے آئے تھے جنکے پاس اُنھون نے فجاء کو بھیجا جو گدھے پر سوار تھے جب وہ مسجد کے قریب پہونچے تو اُنھون نے کہا کہ اپنے بہترین یا اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو۔ اسی واسطے امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم کی کتاب آداب السماع مین لکھتے ہین القیام عند الدخول للداخل لم یکن من عادۃ العرب بل کان الصحابۃ لا یقومون لرسول اللہ فی بعض الاحوال کما رواہ انس ولکن لم یثبت فیہ نھی عام ولا نری بہ باسا فی البلاد التی جرت العادۃ فیھا باکرام الداخل بالقیام فان المقصود منہ الاحترام والاکرام وتطییب القلب وکذلک سائر انواع المساعدات اذا قصد بھا تطییب القلب واصطلح علیھا جماعۃ فلا باس بمساعدتھم علیھا بل الاحسن المساعدۃ الا فی ما ورد فیہ نھی لا یقبل التاویل کسی آنے والے کی تعظیم کے لیے اُسکے آتے وقت قیام کرنا عربون کی عادت نہ تھی بلکہ بعض اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے لیے بھی نہین کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہی لیکن اسکے متعلق کوئی عام ممانعت بھی نہین ہی کیونکہ اس سے اکرام اور احترام مقصود ہوتا ہی اور اس سے قلب پاک ہوتا ہی اسی طرح تعظیم کے تمام طریقون کی بھی عام ممانعت نہین ہی باستثنا اُن طریقون کے جن سے ممانعت کیگئی ہی جو تاویل کو قبول نہین کرتے۔ ہان قیام سے محبت رکھنا اور اس امر کو چاہنا کہ لوگ ہماری تعظیم کے لیے کھڑے ہوجائین البتہ مکروہ ہی ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہی کہ حضور سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو شخص یہ چاہتا ہی کہ لوگ اسکی تعظیم

کھڑے ہوکر رہین پس اُسکو چاہیے جہنم مین اپنا گھر بنائے اور امام نووی رحمہ اللہ رسالۂ قیام مین لکھتے ہین معناہ الصریح الظاہر الزجر والوعید الشدید للانسان یحب قیام الناس لہ ولیس فیہ تعریض القیام ونہی ولا یکرہ اسکے صریح اور ظاہر معنی زجر اور سخت وعید کے ہین اُس شخص کے حق مین جو یہ چاہے کہ لوگ اُسکی تعظیم کو کھڑے ہون اور اس مین قیام کی نہی یا اُس پر کوئی تعریض نہین ہے اور قیام مکروہ نہین ہے۔ اور قنیہ مین مشکل الآثار سے منقول ہے القیام لغیرہ لیس بمکروہ لعینہ انما المکروہ محبۃ القیام من الذی یقام لہ فان لم یحب القیام فقاموا لا یکرہ لہم کسی دوسرے کے لیے قیام مکروہ لعینہ نہین ہے بلکہ جس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہین اگر وہ کھڑے ہونے کو دوست رکھے تو یہ مکروہ ہے اور اگر وہ اُسے پسند نہ کرتا ہو اور پھر لوگ اُسکی تعظیم کو کھڑے ہون تو کچھ کراہت نہین ہے۔ اگر کسی کو یہ شک ہو کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم متکئا علی عصا فقمنا الیہ فقال لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضہم بعضا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ و الثنا ہم لوگون کے پاس باہر تشریف لائے ایک ڈنڈے پر ٹیک دیے ہوے تو ہم تعظیم کو اُٹھے پس آپ نے فرمایا تم لوگ اُس طرح تعظیم کو نہ کھڑے ہوا کرو جس طرح عجمی باہم ایک دوسرے کی تعظیم کو کھڑے ہوتے ہین۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ قیام تعظیما ممنوع ہے تو اُسکو یون دفع کرے کہ اس حدیث مین مطلق قیام کی نہی نہین ہے بلکہ اُس قیام کی نہی ہے جو عجمی کیا کرتے تھے اور اُنکا قیام بطور التزام کے تھا یعنے وہ لوگ قیام تعظیمی کو ضروری جانتے تھے اور محبت رکھتے تھے پس آپ نے ایسے قیام سے منع فرمایا جو بالتزام ومحبت قیام کی وجہ سے ہو۔ کیونکہ بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یجلس معنا یحدثنا فاذا قام قمنا حتی نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام ہماری پاس بیٹھتے اور ہمسے حدیث بیان فرماتے پس جب آپ کھڑے ہوتے ہم بھی کھڑے ہو جاتے یہانتک کہ آپ کو ازواج مطہرات کے گھرون مین سے کسی گھر مین تشریف لیجاتے ہوے دیکھ لیتے۔ پس اگر مطلقا قیام تعظیمی ممنوع ہوتا تو ہرگز صحابہ ایسا نہ کرتے اسکے علاوہ یہ ہے کہ عجمیون کا قیام بنظر تعظیم ہوتا تھا۔ جیسا کہ اُنمین سلاطین کے لیے تعظیما سجدے کا رواج تھا پس حضور روحی فداہ نے ایسے قیام تعظیمی سے

منع کیا ہے۔ خلاصہ حاشیۂ طیبی مین ہے قال النووی القیام للقادم من اھل الفضل مستحب وقال الغزالی المنھی القیام للتعظیم لا علی سبیل الاکرام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اہل فضل مین سے کسی آنیوالے کی تعظیم کو کھڑا ہونا مستحب ہے اور غزالی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قیام تعظیم کے لیے مکروہ ہے نہ کہ قیام بطریق اکرام۔ اس پر اور یہ زیادتی ہے کہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قیام ثابت ہے ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشۂ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے قالت ما رأیت احدا اشبہ سمتا ولا ھدیا برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من فاطمۃ فی قیامھا وقعودھا وکانت اذا دخلت علیہ قام الیھا فقبلہا واجلسہا فی مجلسہ حضرت عائشۂ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مین نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زائد کسی کو روش اور چال اور نشست و برخاست مین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہین پایا جب وہ آپ کے پاس تشریف لاتین تو آپ اُنکے لیے کھڑے ہو جاتے اور اُنکا بوسہ لیتے اور اُنکو اپنی بیٹھنے کی جگہ مین بٹھلاتے۔ الحاصل قیام سے محبت رکھنا یا اُسکا التزام کرنا مثل التزام امور ضروریہ کے یا بنظر تعظیم اعاجم قیام کرنا شرعاً ممنوع ہے لیکن آنے والے کے اکرام کے لیے قیام کرنا مطلقاً ممنوع نہین ہے اور اُسکی ممانعت مین کوئی حدیث وارد نہین بلکہ احادیث اُسکے ثبوت پر دلالت کرتی ہین اور یہی علماے محققین اور فقہا اور محدثین کا مذہب ہے **سوال** داڑھی چڑھانا جائز ہے یا نہین **جواب** جائز نہین ہے۔ ابوداؤد اور نسائی مین رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول یا رویفع لعل الحیوۃ ستطول بک بعدی فاخبر الناس ان من عقد لحیتہ او تقلد وترا او استنجی برجیع دابۃ او عظم فان محمدا بریٔ منہ رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہا کہتے ہین مین نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے سنا کہ وہ فرماتے تھے اے رویفع شاید تم میرے بعد زندہ رہو پس لوگون سے کہدینا کہ جس نے داڑھی کو باندھا یا اُسے کان کی طرح بنایا یا جانور کے غلیظ سے یا ہڈی سے استنجا کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس سے بری ہین اور ابن اثیر رحمہ اللہ نہایہ مین لفظ عقد کی شرح مین لکھتے ہین قیل کانوا یعقدونھا فی الحرب فامرھم بارسالھا کانوا یفعلون ذلک تکبرا و تعجبا کہتے ہین کہ لوگ لڑائی مین داڑھی مین گرہ دے لیا کرتے تھے تو آپنے اُنکو داڑھی چھوڑ دینے کا حکم دیا وہ لوگ یہ تکبر اور غرور کی وجہ سے کیا کرتے تھے۔ اور مطالب المومنین وغیرہ مین ہے زاد الشیخ محی الدین النووی فی مکروھات اللحیۃ عقدھا وتصفیفھا طاقۃ

فوق طاقتہ شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ نے مکروہات لحیہ مین داڑھی کے باندھنے اور داڑھی کے نیچے اوپر لٹین بنالینے کو بھی زیادہ کیا ہی سوال جرٹ پہنیا درست ہی یا نہین اگر کسی صورت مین درست ہی تو مصداق حدیث شریف من تشبہ بقوم فھو منھم جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ اُنھین مین سے ہی۔ اسپر صادق آئے گا یا نہین اور صادق آنے کی صورت مین اگر حاکم شرع ہو تو سزا دے سکتا ہی یا نہین جواب جرٹ پہنیا مثل حقہ پینے کے مکروہ تحریمی ہی بلکہ جرٹ مین تشبہ نصاری کی وجہ سے زیادہ کراہت ہی سوال جو فاتحہ مشایخ صوفیہ مین مروج ہی اور آداب الطالبین وغیرہ مین مذکور ہی جائز ہی یا نہین اور اُسکا طریقہ یہ ہی کہ شیرینی یا طعام وغیرہ سامنے رکھکے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھکے میت کو ثواب بخشتے ہین اور یہ ثواب میت کو پہونچتا ہی یا نہین جواب اہل سنت کے مذہب مین اموات کو ثواب پہونچتا ہی اور سورۂ فاتحہ وغیرہ کا پڑھنا اور مردے کو ثواب بخشنا موجب رفعت درجات ہی لیکن جو طریقہ فاتحہ کا مروج ہی اُسکی اصل شرع مین نہین ہی سوال کافر سے دار الحرب مین سود لینا درست ہی یا نہین۔ ہدایہ مین ہی لا ربوا بین المسلم والکافر فی دار الحرب دار الحرب مین مسلمان اور کافر کے درمیان ربوا نہین ہی۔ اور دار الحرب کا اطلاق کس شہر پر کیا جاسکتا ہے جہان کافر سے سود لینا جائز ہی جواب دار الحرب مین کفار سے سود لینا امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز ہی جیسا کہ فتح القدیر مین ہے اور دار الحرب وہ شہر ہی جو کفار کی ولایت مین ہو اور اُس مین اسلام کے حکمون مین سے کوئی حکم جاری نہو اور اجراے احکام شرع سے کفار مانع ہون بلکہ احکام کفر کو کفار باعلان جاری کرین اور کوئی مسلمان بے اجازت وامان کفار کے وہان نہ رہ سکے جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے زیادات مین لکھا ہی سوال عاشورے کے دن عیدون کی طرح تزئین وغیرہ کرنا درست ہی یا نہین جواب صواعق محرقہ مین ہی وایاہ ثم ایاہ ان یشتغل ببدع الناصبۃ المتعصبین علی اھل البیت والجھال المقابلین للفاسد بالفاسد والبدعۃ بالبدعۃ والشر بالشر من اظھار غایۃ الفرح والسرور واتخاذہ عیدا واظھار الزینۃ فیہ کالخضاب والاکتحال ولبس جدید الثیاب وتوسیع النفقات وطبخ الاطعمۃ والحبوب الخارجۃ عن العادات واعتقادھم ان ذلک من السنۃ والمعتاد والسنۃ ترک ذلک کلہ فانہ لم یرو فی ذلک شئ یعتمد علیہ ولا اثر صحیح یرجع الیہ وقد سئل بعض ایمۃ الحدیث

والفقہ عن الکحل والغسل والحناء وطبخ الحبوب ولبس الجدید واظہار السرور یوم عاشوراء فقال لم یرد فیہ حدیث صحیح عنہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا عن احد من اصحابہ ولا استحبہ احد من ائمۃ المسلمین لا من الاربعۃ ولا من غیرہم ولم یرد فی الکتب المعتمدۃ فی ذلک صحیح ولا ضعیف وما قیل ان من اکتحل یومہ لم یرمد ذلک العام ومن اغتسل لم یمرض کذلک ومن وسع علی عیالہ فیہ وسع اللہ سائر سنتہ علیہ امثال ذلک فکل ذلک موضوع الاحدیث التوسعۃ علی العیال لکن فی سندہ من تکلم فیہ فصار ھؤلاء لجھلہم یتخذونہ موسما کذا ذکر ذلک جمیع بعض الحفاظ وقد صرح الحاکم بان الاکتحال یومہ بدعۃ مع روایۃ خبران من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینہ ابدا الکتۃ قال انہ منکر ومن ثم اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات من طریق الحاکم وقال بعض الحفاظ ومن غیر تلک الطریق ونقل المجد اللغوی عن الحاکم ان سائر الاحادیث فی فضیلۃ غیر الصوم لفضل الصلوۃ فیہ والانفاق والخضاب والادھان والاکتحال وطبخ الحبوب وغیر ذلک کلہ موضوع ومفترو بذلک صرح ابن القیم ایضا فقال حدیث الاکتحال والادھان والتطیب یوم عاشوراء من وضع الکذابین

اُن لوگون کی بدعتون سے بھی بچنا چاہیے جو اہل بیت سے بغض رکھتے ہین یا فاسد کا فساد اور بدعت کا بدعت اور شر کا شر سے مقابلہ کرتے ہین کہ عاشورے کے دن فرحت و سرور ظاہر کرتے ہین اور اُسے عید بنا لیتے ہین اور اس دن خضاب سرمہ لگا کر نئے کپڑے پہنکر اور خرچون کو بڑھا کر اور خلاف عادت کھانون اور غلون کو پکا کر زینت ظاہر کرتے ہین اور اس امر کا اعتقاد رکھتے ہین کہ یہ سنت اور عادت ہی حالانکہ سنت ان تمام امور کا ترک کرنا ہے کیونکہ اسکے متعلق کوئی ایسی حدیث مروی نہین ہے جس پر اعتماد کیا جائے اور نہ کوئی صحیح اثر ہی جس کی جانب رجوع کیا جائے بعض ایمۂ حدیث وفقہ سے پوچھا گیا کہ عاشورے کے دن سرمہ لگانا غسل کرنا مہندی لگانا غلہ کا پکانا اور نئے کپڑے پہننا اور خوشی ظاہر کرنا کیسا ہی تو اُنھون نے کہا کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث مروی نہین ہے اور نہ اُنکے صحابہ سے اور ایمۂ مسلمین اور ایمۂ اربعہ وغیرہ مین سے کسی نے اسے مستحب نہین لکھا ہی اور اسکے متعلق کتب معتمدہ مین صحیح وضعیف کوئی روایت مروی نہین ہی اور یہ جو کہا جاتا ہی کہ جس نے اس دن سرمہ لگایا سال بھر اُسکی آنکھین نہ دکھین گی اور جس نے غسل کیا وہ سال بھر مریض نہوگا اور جس نے اس دن اپنے عیال پر توسیع کی خدا اُس پر

تمام سال توسیع کریگا اور اسی طرح کی اور باتین تو ان مین توسیع علی العیال کے سوا سب حدیثین موضوع ہین لیکن اس کی سند مین بھی ایسے لوگ ہین جن مین کلام کیا گیا ہو بس لوگون نے اپنے جہل کی وجہ سے اسے میلا بنالیا ان سب امور کو اسی طرح بعض حفاظ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکی تصریح کی ہو کہ عاشورار کے دن سرمہ لگانا بدعت ہو باوجودیکہ اُنھون نے یہ روایت بھی کی ہو کہ جس نے عاشورار کے دن اثمد کا سرمہ لگایا اُس کی آنکھین کبھی نہ دکھین گی لیکن اُنھون نے یہ بھی کہدیا ہو کہ یہ حدیث منکر ہو اسی وجہ سے اسے ابن جوزی رحمہ اللہ نے بطریق حاکم موضوعات مین روایت کیا ہے اور بعض حفاظ نے کہا ہو کہ اور دوسرے طریقون سے بھی یہ حدیث ہو اور مجد لغوی رحمہ اللہ نے حاکم سے نقل کیا ہو کہ عاشورار کے دن روزے کی فضیلت کے سوا اور تمام باتین مثلاً اُس دن کی نماز اور خرچ اور خضاب اور تیل اور سرمہ لگانے اور دانہ پکانے وغیرہ کی فضیلتین سب کی سب موضوع اور افترا ہین اسکی تصریح ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی کی ہو بس اُنھون نے کہا ہو کہ سرمہ اور تیل اور خوشبو لگانا عاشورار کے دن جھوٹون کی وضع کی ہوئی باتین ہین واللہ علیم حررہ ابوالاحیار محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم۔ واقعی زینت لباس وغیرہ عاشورار کے دن بدعت قبیحہ ہو اور جو حدیثین بعض ارباب سلوک اس باب مین لائے ہین سب کی سب موضوع ہین۔ احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنہ مین لکھا ہو مایذکرون فی فضائل عاشوراء وماورد من التوسعۃ علی العیال وفضائل المصافحۃ والحناء والخضاب والاغتسال ونحو ذلک ویذکرون فیہا صلوٰۃ کل ھذا کذب علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لم یصح فی عاشوراء الا فضل صیامہ وایضا فیہ قد یروج علی کثیر ممن ینتسب الی السنۃ احادیث یظنونھا من السنۃ وھی کذب باتفاق اھل المعرفۃ کالاحادیث المرویۃ فی فضائل عاشوراء وفضل الکحل فیہ والاغتسال والخضاب والمصافحۃ ونحو ذلک جو فضائل عاشورار مین مروی ہین اور جو یہ کہا جاتا ہو کہ اُس مین توسیع کرنے سے عیال پر توسیع ہوتی ہو اور جو مصافحہ اور مہندی اور خضاب اور غسل وغیرہ کے فضائل بیان کیے جاتے ہین اور جو اس مین ایک نماز بیان کی جاتی ہو یہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب ہو عاشورار مین بجز روزے کی فضیلت کے اور کوئی بات صحیح نہین معلوم ہوتی ہو اور اسی کتاب مین دوسری جگہ لکھا ہو کبھی اہل سنت کے نام سے بہت سے احادیث رواج

پاجاتی ہین جنکی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہین ہوتی مثلاً وہ حدیثین جو فضائل عاشورار
اور اُس دن سرمہ لگانے اور غسل کرنے اور خضاب لگانے اور مصافحہ کرنے وغیرہ کی فضائل
مین آئی ہین۔ اور علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی رحمہ اللہ نے مقاصد حسنہ مین حدیث
کحل کو موضوع لکھا ہی چنانچہ حرف المیم مین لکھتے ہین من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم ترمد
عینیہ ابداً الحاکم والدیلمی من حدیث جویبر عن الضحاک عن ابن عباس بہ مرفوعا قال
الحاکم انہ منکر قلت بل موضوع اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات من ہذا الوجہ من حدیث
ابی ہریرۃ جس نے عاشورار کے دن سرمہ لگایا اُس کی آنکھین کبھی نہ دکھین گی اسے حاکم
اور دیلمی نے جویبر سے اُنھون نے ضحاک سے اُنھون نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت
کی ہی حاکم نے کہا ہی کہ یہ منکر ہے مین کہتا ہون بلکہ موضوع ہے اسے ابن جوزی رحمہ اللہ نے
اسی طریقہ سے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ موضوعات مین لکھا ہی۔ اور حدیث توسیع علی العیال کو
حسن لکھکے لکھا ہی من وسع علی عیالہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ السنۃ کلہا الطبرانی و
البیہقی فی الشعب وفضائل الاوقات وابو الشیخ عن ابن مسعود الاولان فقط عن ابی سعید
والثانی فقط عن ابی ہریرۃ وجابر قال العراقی فی امالیہ لحدیث ابی ہریرۃ لہ طرق
صحیح بعضہا ابن ناصر الحافظ جس نے عاشورار کے دن اپنے عیال پر توسیع کی اسد اُس پر
پورے سال توسیع کرے گا اسے طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان اور فضائل اوقات مین روایت
کیا ہے ابو الشیخ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اول کی دونون حدیثون کو صرف ابو سعید رضی اللہ
عنہ سے اور دوسری کو ابوہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہی عراقی نے اپنی امالی مین
روایت کی ہی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے کئی صحیح طریقے ہین بعض مین حافظ ابن ناصر
بھی ہین۔ الحاصل عاشورار کے دن روزے اور عیال واحباب پر توسیع طعام کے علاوہ کہ یہ
دونون احادیث سے ثابت ہین اور کچھ نہ کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ ابو الحسنات محمد عبد الحی ] مترجم کہتا ہی عاشورار کی متعلق
حضرت محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ماثبت من السنہ مین بہت طویل بحث کی ہی اور مین نے اسکا
ترجمہ کیا ہی جس کا نام الاقوال المرضیہ ہی اور اصل کتاب پر حاشیہ بھی لکھا ہی جس کا نام للنا رجنہ ہی

جسکو یہ بحث اچھی طرح دیکھنا ہو وہ ماثبت من السنہ اور اُسکا ترجمہ اور حاشیہ دیکھے۔ اسکے علاوہ واقعات
یوم عاشورا رکو مین نے نہایت لبسط سے جلیس الناصحین ترجمۂ انیس الواعظین مین اصل کتاب پر
اضافہ کر کے لکھا ہی اُس کے مطالعہ سے شہداے معرکۂ کربلا کے اسما بھی معلوم ہو جائین گے
انتہی۔ **سوال** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین او ر تبع تابعین اور ائمۂ اربعہ
رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین سے مصافحہ کرنا رخصت کے وقت مسافر سے ہو خواہ غیر مسافر
سے ثابت ہی یا نہین اور ثبوت کی صورت مین سنت مؤکدہ ہی یا کیا **جواب** مصافحہ ملاقات
کے وقت سنت ہی خود حضور روحی فداہ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ملاقات کے وقت
مصافحہ کرتے تھے اور اُس پر ترغیب دیتے تھے۔ ابو داؤد نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہی مالقیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قط الا صافحنی مین جب نبی کریم علیہ التحیۃ
والتسلیم سے ملا تو آپ نے مصافحہ ضرور کیا۔ اور طحاوی نے شرح معانی الآثار مین شعبی رضی اللہ
عنہ سے روایت کی ہی ان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کانوا اذا التقوا تصافحوا
واذا قدموا من سفر تعانقوا حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے اصحاب رضی اللہ عنہم جب
ملتے تو مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے واپس آتے تو معانقہ کرتے۔ اور ترمذی نے براء ابن عازب
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا التقا المسلمان
فتصافحا وحمدا اللہ واستغفرا غفر لہما براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ حضور سرور
کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہی کہ جب دو مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ و معانقہ و استغفار
کرتے ہین تو اللہ تعالی اُنکو بخشدیتا ہی۔ اور اسی طرح احمد اور طبرانی اور بزار رضی اللہ عنہم وغیرہ نے
روایت کی ہی ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہی اور کسی حدیث
سے حضور کا یا حضور کے اصحاب کا رخصت کے وقت مصافحہ کرنا ثابت نہین ہی۔ ملا علی قاری
رحمہ اللہ شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین محل المصافحۃ المشروعۃ اول الملاقات مصافحۂ مشروعہ کا
محل اول ملاقات ہی اس سے رخصت کے وقت مصافحہ کا سنت نہونا ثابت ہی۔ واللہ اعلم حررہ
الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | ابو الحسنات محمد عبد الحی | صحابۂ
کرام رضی اللہ عنہم کا رخصت کے وقت مصافحہ کرنا مسافر سے ہو یا غیر مسافر سے کتاب شرعۃ الاسلام مین

مذکور ہی جس کا خلاصہ یہ ہی وکان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا تلاقوا تعانقوا واذا تفرقوا انصافحوا وحمدوا اللہ واستغفروا وعند ذلک فان التقوا واقترقوا فی الیوم مرارًا صحابہ جب ملتے معانقہ کرتے اور جب علیحدہ ہوتے مصافحہ اور اللہ کی حمد اور استغفار کرتے اگرچہ وہ ایک دن مین کئی مرتبہ ملتے اور علیحدہ ہوتے۔ البتہ خود جناب رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمۂ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے رخصت کے وقت مصافحہ کرنا اب تک میری نظر سے نہین گذرا اور صحابہ سے بھی اور کسی کتاب مین دیکھا نہین گیا اور درصورت ثبوت سنت مؤکدہ نہین ہی۔ واللہ علیم حررہ ابوالاحیاء محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم۔ اصاب المجیب کتبہ محمد امان الحق عفی عنہ **سوال** ایک شخص چمار کی قوم مین سے ہی اور وہ اب تک اپنے باپ دادا کے دین پر ہے لیکن مالدار ہی اُس نے اپنی لڑکی کی شادی کی اور تمام رسوم مثلا شراب خواری ناچ پوجا آتشبازی کے ادا کیے چنانچہ صرف شراب دو ہزار روپیہ کی آئی تھی وقس علی ہذا اور چند مسلمانون کی بھی دعوت کی اور جب مسلمانون نے انکار کیا تو اُس نے ایک مولوی صاحب کو کچھ نذر دیکر یہ کہلا دیا کہ ایسی دعوت کا قبول کرنا درست ہی اور ان مولوی صاحب کے ساتھ چند اور مسلمانون نے بھی دعوت قبول کی اور اُسکے یہان جاکر کھانا کھایا باوجودیکہ اشیاے مذکورہ موجود تھے اب عوام الناس مین بڑا فساد برپا ہی بعض کہتے ہین کہ ایسی دعوت کا قبول کرنا درست ہی ورنہ فلان مولوی صاحب کیون قبول کرتے اور بعض کہتے ہین کہ نادرست ہی کیونکہ ایک تو وہ چمار ہی دوسرے وہان پوجا وغیرہ ہوا لہذا مطلع فرمائیے کہ مولوی صاحب کا کہنا حق تھا یا ناحق اگر حق تھا تو حقیت کی دلیل کیا ہی اور اگر ناحق تھا تو اُنکو کیا لازم ہی اور مسلمانون کو چمار کی دعوت قبول کرنا درست ہی یا نہین اور جو شخص ایسی محفل مین جائے اور کھائے اور محفل کی زینت بڑھائے وہ فاسق ہوتا ہی یا نہین **جواب** جس محفل مین ان امور کا ہونا پہلے سے معلوم ہو اُس مین کسی مسلمان کو جانا اور شرکت کرنا درست نہین ہی بلکہ برضا و رغبت ایسے امور مین شرکت کرنا فسق ہی اور اگر ان امور کا ہونا پہلے سے معلوم نہ تھا بلکہ صاحب دعوت کے یہان پہونچنے کے بعد معلوم ہوا تو اگر یہ محرمات اُسی مقام پر ہون جہان کھانا کھلایا جاتا ہی تو وہان سے بے کھانا کھائے واپس آنا لازم ہی اور اگر دوسرے مقام پر ہون تو اگر یہ شخص جس کی دعوت کی گئی ہی مقتدا ہے مثلا عالم یا مفتی ہی تو اُسکو دعوت

کھانا درست نہین اور اگر مقتدا نہین ہو تو اُسے شریک ہونا درست ہو مگر بشرط قدرت منکرات
سے منع کرنا لازم ہے۔ درمختار مین ہو دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب اوغناء قعد واکل لو المنکر
فی المنزل فلو علی المائدۃ لاینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا فان قدر علی المنع فعل والا
صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد
لان فیہ شین الدین وان علم اولا باللعب لایحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی بہ
اولا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ اگر کسی نے ولیمہ مین بلایا اور وہان
کھیل یا گانا ہو تو بیٹھے اور کھائے اگر بری بات مکان مین ہو رہی ہو اور اگر دسترخوان پر ہو تو
اُسے ایسا نہ کرنا چاہیے بلکہ انکار کرکے واپس چلا آنا چاہیے اور اگر منع کر سکتا ہو تو منع ورنہ صبر کرنا چاہیے اگر
مقتداؤن مین سے نہو اور اگر مقتدا ہو اور روک نہ سکتا ہو تو چلا آئے اور نہ بیٹھے کیونکہ اس مین دین
کی ہتک ہو اور اگر پہلے سے اسکا علم ہو تو نہ آنا چاہیے مقتدا ہو یا نہو کیونکہ حق دعوت حاضر ہو جانے کے بعد ہے
نہ کہ پہلے **سوال** رمضان کے آخر جمعہ کے خطبے مین الوداع یا الفراق پڑھنا درست ہو یا
نہین **جواب** الوداع یا الفراق کا پڑھنا اور رخصت رمضان پر حسرت ظاہر کرنے کے کلمات
کا ادا کرنا فی نفسہ مباح ہو بلکہ اگر یہ کلمات سامعین کی ندامت اور توبہ کا سبب ہوسے تو امید
ثواب ہو مگر اس طریقے کا ثبوت قرون ثلثہ مین نہین ہو البتہ آخر شعبان مین خطبۂ استقبال
رمضان احادیث مین وارد ہو۔ جیساکہ درمنثور مین ہو اخرج العقیلی وضعفہ ابن خزیمۃ
والبیہقی والخطیب والاصبہانی عن سلمان الفارسی قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی اخر یوم من شعبان فقال الحدیث بطولہ اسے عقیلی رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہو اور ابن خزیمہ
بیہقی خطیب۔ اور اصبہانی رضی اللہ عنہم نے اس کی تضعیف کی ہو کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
سے مروی ہو کہ ہمین نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے خطبہ دیا شعبان کے آخری دن پس فرمایا
آخر حدیث تک۔ اور شاید جس نے اس طریقے کو ایجاد کیا ہو اُس نے خطبۂ آخر رمضان کو
خطبۂ استقبال پر قیاس کیا ہو لیکن خطبۂ وداع کا اہتمام کرنا جیساکہ اس زمانے مین مروج ہے
اور اُس کو حد التزام تک پہونچانا ابتداع سے خالی نہین علماء متقدمین کو لازم ہے
اس طریقے کے التزام کو چھوڑین تاکہ عوام اسکے مستحب اور سنت بلکہ ضروری ہونے کے

اعتقاد سے نجات پائین **سوال** مردے کو قبر مین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال مبارک دکھایا جاتا ہی یا نہین **جواب** مردے کو قبر مین جمال مبارک کا دیکھنا ثابت نہین ہی جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے رسالہ شرح الصدور مین ہی سئل الحافظ ابن حجر ہل یکشف للمیت حتی یری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجاب بانہ لم یرد ہذا فی حدیث وانما ادعاہ بعض من لا یحتج بہ بغیر مستند سوی قولہ فی ہذا الرجل ولا حجۃ فیہ لان الاشارۃ الی الحاضر فی الذہن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے پوچھا گیا میت پر کشف ہو سکتا ہی کہ وہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی زیارت سے مشرف ہو تو انھون نے جواب دیا کہ یہ کسی حدیث مین وارد نہین ہی البتہ اس کا دعوی چند ایسے لوگون نے کیا ہی جو قابل احتجاج نہین ہین اور ان کے پاس اسکی کوئی دلیل نہین ہی بجز لفظ ہذا الرجل کے لیکن اس سے کچھ ثابت نہین ہوتا ہی کیونکہ ہذا کا اشارہ حاضر فی الذہن کی طرف ہی **سوال** بعض کہتے ہین کہ حضور رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی جو تم سے احتراز کرے تم اس سے احتراز کرو آیا یہ احتراز صرف اکل وشرب مین ہی یا تمام امور مشاورت موانست وغیرہ مین بھی **جواب** جملہ امور موانست اور محبت مین کفار سے احتراز اولی ہی **سوال** کتا جو نجس العین ہی اس کا پالنا جائز ہی یا نہین اور کتے کا گھر مین ہونا نزول ملائکہ کے لیے سد راہ ہے یا نہین **جواب** شکار کے لیے اور کھیتی اور جانورون کی حفاظت کے لیے کتا پالنا جائز ہی اور بے ضرورت پالنا ناجائز اور باعث حرمان ثواب اعمال صالحہ ہی۔ موطا مین امام محمد رحمہ اللہ لکھتے ہین اخبرنا مالک اخبرنا یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید انہ سمع سفیان بن ابی زہیر یحدث وانا سامعہ وہو عند باب المسجد قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اقتنی کلبا لا یغنی بہ زرعا ولا ضرعا نقص من عملہ کل یوم قیراط قال محمد یکرہ اقتناء الکلب بغیر منفعۃ فاما کلب الزرع او الضرع او الصید او الحرس فلا باس اخبرنا مالک عن عبد الملک بن میسرۃ عن ابراہیم النخعی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاہل البیت القاصی فی الکلب یتخذونہ قال محمد فہذا للحرس اخبرنا مالک اخبرنا عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر قال من اقتنی کلبا الا کلبا ماشیۃ او ضاریا نقص من عملہ کل یوم قیراطان ہمین مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ہمین یزید بن خصیفہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے انھین خبر دی کہ انھون نے سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا ہی وہ مسجد کے

دروازے پر حدیث بیان کر رہے تھے اور مین سن رہا تھا اُنھون نے کہا کہ مین نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے سنا ہو کہ جس نے کتا پالا بلا نفع حفاظت زراعت یا دودھ والے جانورون کے اُسکے اعمال سے ہر دن ایک قیراط کم کر دیا جاتا ہو امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہین کہ بلا کسی نفع کے کتا پالنا مکروہ ہو البتہ زراعت۔ دودھ والے جانورون۔ اور شکار کے لیے کتے کے پالنے مین کچھ حرج نہین ہے ہمسے مالک رضی اللہ عنہ نے اُنسے عبد الملک ابن میسرہ رضی اللہ عنہ نے اُنسے ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہو کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جن لوگون کے گھر آبادی سے دور ہون اُنھین کتا پالنے کی اجازت ہو امام محمد رحمہ اللہ لکھتے ہین کہ یہ حفاظت بیوت کی غرض سے ہے ہمسے مالک نے اُنسے عبد اللہ بن دینار نے اُنسے ابن عمر رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہو کہ جس نے محافظ یا شکاری کتے کے سوا کسی اور کتے کو پالا اُسکے عمل سے ہر دن دو قیراط کاٹ لیے جائین گے اور احادیث صحیحہ مین وارد ہو کہ کتا پالنا اور کتے کا گھر مین ہونا نزول ملائکہ رحمت کے لیے سد راہ ہو سیوطی رحمہ اللہ الحبائک فی اخبار الملائک مین لکھتے ہین اخرج ابن ماجۃ عن علی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الملائکۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ واخرج احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تصحب الملائکۃ رفقۃ فیھا کلب ولا جرس واخرج ابوداؤد والنسائی والحاکم عن علی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ صورۃ ولا کلب ولا جنب ابن ماجہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہو کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ فرماتے تھے کہ ملائکہ اُس گھر مین نہین جاتے جس مین کتا یا تصویرین ہوتی ہین احمد مسلم ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو کہ ملائکہ اُن رفیقون کے ساتھ نہین ہوتے جن مین کتا یا گھنٹا ہوتا ہے ابوداؤد نسائی اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہو کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہو کہ ملائکہ اُس گھر مین نہین جاتے جسمین تصویرین کتے یا ناپاک لوگ ہوتے ہین **سوال** اگر زوجہ زوج کی تابعداری نکرے اور اسکی بات نہ سنے باوجودیکہ بقدر وسعت اُسے فہمائش بھی کی گئی ہو تو شوہر کو کیا لازم ہوگا اور زوجہ کو والدین کی تابعداری زوج کی تابعداری سے مقدم رکھنا کیسا ہو

جواب زوجہ پر والدین کی تابعداری سے زوج کی تابعداری مقدم ہے اور جو زوجہ زوج کی مخالفت پر مستعد رہے تو زوج کو چاہیے کہ پہلے زبانی فہمائش کرے اگر نہ مانے تو اُس سے کلام او ر مجامعت کرنا ترک کرے تاکہ اُسکو تنبیہ ہو جائے اگر اس پر بھی تنبیہ نہو تو اُسکو مارے نہ ایسی مار جو زائد تکلیف دہ ہو۔ اللہ تعالی فرماتا ہے واللاتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا جن عورتوں سے شوہروں کو نافرمانی کا خوف ہو اُنھین نصیحت کرین اور خوابگاہوں مین اُنھین تنہا چھوڑدین اور اُنھین مارین پس اگر وہ اطاعت کرین تو اُنھین نقصان پہونچانے کی راہ نہ تلاش کرو۔ اور حکیم ترمذی نوادر الاصول مین لکھتے ہین عن انس ان رجلا انطلق غازیا واوصی امرأتہ ان لا تنزل من فوق البیت وکان والدھا فی اسفل البیت فاشتکی ابوھا فارسلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخبرہ وتستامرہ فارسل الیھا اتقی اللہ واطیعی زوجک ثم ان والدھا توفی فارسلت الیہ تستامرہ فارسل الیھا بمثل ذلک واخرج البزار والطبرانی فی الاوسط عن عائشۃ سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس اعظم حقا علی المرأۃ قال زوجھا قلت ای الناس اعظم حقا علی الرجل قال امہ واخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیھقی فی سننہ عن ابن عباس فی قولہ تعالی واللاتی تخافون نشوزھن قال تلک المرأۃ تنشز وتستخف بحق زوجھا ولا تطیع امرہ فامرہ اللہ ان یعظھا ویذکرھا باللہ فان قبلت والا ھجرھا فی المضاجع ولا یکلمھا من غیر ان یذر نکاحھا فان جت والا ضربھا ضربا غیر مبرح ولا یکسر لھا عظما ولا یجرح جرحا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص جنگ پر گیا اور اپنی بی بی کو حکم دے گیا کہ گھر کے کوٹھے سے نہ اُترے اور اسکا باپ گھر کے نیچے کے حصے مین رہتا تھا اُس کے باپ نے شکایت کی اور اُس نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی کو بھیجا کہ آپ سے واقعہ بیان کرے اور حکم طلب کرے پس آپ نے اُسے جواب کہلا بھیجا کہ خدا سے ڈر اور اپنے شوہر کی اطاعت کر پھر اُسکے باپ نے انتقال کیا پس اُس نے آپ سے دریافت کرایا کہ اب آپ کیا حکم دیتے ہین پھر آپ نے وہی جواب دیا بزار اور طبرانی نے اوسط مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اُنھون نے حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ سے دریافت کیا کہ عورت پر سب سے زائد کس کا حق ہے آپ نے فرمایا شوہر کا مین نے عرض کیا کہ مرد پر سب سے زائد کس کا

حق ہی فرمایا مان کا ابن جریر ابن منذر۔ ابن ابی حاتم اور بیہقی رضی اللہ عنہم نے اپنی سنن مین آیۂ
واللاتی تخافون نشوزھن کی تفسیر مین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہی تلك
المرأۃ تنشز وتستخف بحق زوجھا یعنے یہ عورت اپنے شوہر کی اطاعت نہین کرتی ہے اور
اُس کے حکم کو نہین مانتی ہی خدا نے اُس کے متعلق نصیحت کی ہدایت فرمائی ہی اگر وہ اس سے
اثر لے تو خیر ورنہ اُسکے پاس نہونا اور اُس سے بات کرنا ترک کردے بلا نکاح سے خارج
کیے ہوے اگر اس سے بھی وہ نہ مانے تو اُسے مارے مگر نہ ایسا کہ اُسکے سخت چوٹ آئے یا ہڈی
ٹوٹ جائے یا زخمی ہوجائے **سوال** سیاہ خضاب لگانا حرام محض ہی اسکا مرتکب صرف خاطی ہی یا مرتکب
گناہ **جواب** خالص سیاہ رنگ کا خضاب لگانا ممنوع اور گناہ کبیرہ ہی ابن حجر مکی رحمۃ اللہ نے روایت
مین اسکو کبائر مین شمار کیا ہی کیونکہ حدیث مین وارد ہی یکون فی اخر الزمان قوم یخضبون
بالسواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ یعنی آخر زمانے مین ایسے لوگ ہونگے جو
سیاہ خضاب کرین گے کبوترون کے دانہ دان کے رنگ کے موافق وہ جنت کی بو نہ پائین گے
اسکو ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہی۔ اور طبرانی نے روایت کی ہی من خضب بالسواد
سوّد اللہ وجھہ یوم القیامۃ جس نے کالا خضاب کیا قیامت کے دن اللہ اُسکا منہ کالا کریگا
اور ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح شمائل مین لکھتے ہین ذھب اکثر العلماء الی کراھۃ الخضاب
بالسواد وجنح النووی الی انھا کراھۃ تحریم وان من العلماء من رخص فیہ للجھاد ولم یرخص
فیہ لغیرہ اکثر علما سیاہ خضاب کے کراہت کے قائل ہین ثوری رحمہ اللہ اُسکے مکروہ تحریمی ہونے کی
طرف مائل ہین اور بعض علما نے بغرض جہاد ایسا کرنے کی اجازت دی ہی لیکن کسی اور غرض سے ایسا
کرنے کو مکروہ کہا ہی۔ اور اگر خالص سیاہ نہو تو درست ہی جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ موطا مین لکھتے ہین
لانری بالخضاب بالوسمۃ والحناء والصفرۃ باسًا وسمہ حنا اور زردی کے خضاب مین ہمارے
نزدیک کچھ حرج نہین ہی **سوال** سانڈ کا کھانا درست ہی یا نہین جب وہ کسی خاص شخص کی ملک
نہین ہی تو خدا کے نام سے ذبح کرکے کھانا جائز ہوگا یا نہین **جواب** جائز نہوگا جب تک اُس کا
مالک اجازت نہ دے اس وجہ سے کہ چھوڑ دیے ہوے جانور مالک کی ملک سے نہین نکلتے اور
نہ پانے والا اُن کو مالک کی ملک سے نکال سکتا ہی۔ رد المحتار مین ہی المختار فی الصید انہ لایملکہ

اذا لم یجدہ وکذا فی لداینا اذا اسیبہا کما بسطہ الشرنبلالی شکار کے متعلق مختار یہ ہو کہ جب تک
اُسے مباح نہ کرلے (یعنی ذبح کرکے) اُسکا مالک نہوگا اور یہی حال چوپایہ کا ہو جبکہ اُسے پکڑ کے لاوٗ
جیساکہ شرنبلالی رحمہ اللہ نے اسکی وضاحت کی ہو- اور درمختار مین ہو ان کان مرسلا فھو مال
الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ اگر کوئی جانور چھوڑ دیا گیا ہو تو وہ دوسرے کا مال ہو بلا اجازت
اُسکے مالک کے اُسکا کھانا درست نہین ہو **سوال** شیر کی چربی کا دوائے مالش کرنا جائز ہے یا نہین
اور بغیر اُسکے دھوئے ہوے نماز درست ہو یا نہین **جواب** شیر کی چربی حرام اور نجس ہو اور تداوی
بالمحرم مین فقہا کا اختلاف ہو بعض مطلقا ممنوع کہتے ہین اور بعض بشرط ضرورت اس طرح پر
کہ باخبار طبیب حاذق مسلم یہ معلوم ہو کہ اُس مرض کی کوئی اور دوا نہین ہو اور اس مین شفا
مظنون ہو جائز رکھتے ہین- جیساکہ درمختار مین ہو اختلف فی التداوی بالمحرم فظاہر المذہب
المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف عن الحاوی قیل ترخص اذا علم فیہ الشفاء
ولم یعلم دواء اٰخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے مین اختلاف
ہو ظاہر مذہب یہ ہو کہ ممنوع ہو جیساکہ بحر کے باب رضاع مین ہو لیکن مصنف رحمہ اللہ نے حاوی سے
نقل کیا ہو کہ اسکی اجازت ہو جب یہ معلوم ہو کہ اُس سے شفا ہو جائے گی اور اُسکے سوا دوسری
دوا نہ معلوم ہو جیساکہ پیاسے کے لیے شراب حلال ہو اسی پر فتوی ہو- اور بر تقدیر استعمال بغیر دھوئے
ہوے کوئی نماز جائز نہین ہو **سوال** کس چیز کا خضاب کرنا مسنون ہے اور کس حدیث سے ثابت
ہو جس چیز کا مسنون ہو اُسکے سوا دوسری چیز کا خضاب جیسے وسمہ نیل کا یا دوسرا نسخہ ہو تو کیا حکم
ہے اگر ممانعت ہو تو کس حدیث سے اور جائز ہو تو کس حال مین یعنے روزگار پیشہ کو یا ہر شخص کو اور اگر
ممانعت ہو تو کس طرح سے اور اُسکی خلاف روی مین کس طرح کا عذاب ہوگا یا کس نعیم جنت سے
محروم رہے گا اور اس کا جواز یا حرمت متفق علیہ ہے یا مختلف فیہ **جواب** خضاب کرنا سرخ
یا زرد یا اور کسی رنگ کا سوائے خالص سیاہی کے مستحب ہے اور خضاب نہ کرنا اور سپیدی قائم رکھنا
بھی جائز ہے اور سیاہ خضاب ممنوع اور گناہ کبیرہ ہو- فتاوے قاضی خان مین ہے الخضاب بالحناء
حسن مہندی کا خضاب کرنا اچھا ہو- اور صحیح مسلم مین حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ
سے مروی ہو غیروا ھذا الشیب واجتنبوا السواد سفیدی کو تغیر کرو اور سیاہی سے بچو- اور

سنن ابو داؤد مین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے یکون فی آخر الزمان قوم یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لا یجدون رائحۃ الجنۃ آخر زمانے مین ایسے لوگ ہونگے جو سیاہ خضاب کرین گے مثل کبوتر کے سینے کے رنگ کے وہ لوگ جنت کی بو نہ پائین گے۔ اور معجم طبرانی مین نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے مروی ہے من خضب بالسواد سود اللہ وجھہ یوم القیمۃ جو شخص سیاہ خضاب کرے گا قیامت مین روسیاہ ہوگا۔ اور شیخ دہلوی رحمہ اللہ شرح مشکوۃ مین بزبان فارسی لکھتے ہین جس کا ترجمہ یہ ہے مہندی کا خضاب باتفاق جائز ہے اور سیاہ خضاب مین مختار حرمت ہے۔ اور نیل کا خضاب بغیر اشتراک کے جس سے خالص سیاہی حاصل نہین ہوتی بلکہ سبزی مائل سیاہی حاصل ہوتی ہے درست ہے امام محمد رحمہ اللہ موطا مین لکھتے ہین لا نری بالخضاب بالوسمۃ والحناء والصفرۃ باسا وان ترکہ ابیض فلا باس بذالک کل ذالک حسن نیل۔ حنا اور زردی کے خضاب مین ہمارے نزدیک کچھ حرج نہین ہے اور اگر داڑھی کو سفید چھوڑ دیا تو اسمین کچھ حرج نہین ہے یہ سب امور حسن ہین۔ اگر مہندی کی شرکت سے ہو یا کوئی اور نسخہ ہو جس سے بالکل سیاہ رنگ ہو تو وہ حرام ہے **سوال** ایک شخص ذی علم ہے جسکو فی الجملہ کتاب وسنت کی تمیز ہے اور اس زمانے کے علما کی طرح فقہ سے بھی واقف ہے وہ ایک سخت مرض مین مبتلا ہوا اور بقدر امکان علاج بھی کر چکا ہے مگر اطبا کی پوری کوشش کے بعد بھی کچھ فائدہ نہین ہوا اب اُسکی دوا بعض حشرات الارض کو تجویز کرتے ہین جو تجربہ اور قواعد طبیہ کے رو سے اس مرض کیلیے مجرب ہین پس بنظر اختلاف فقہا بمسئلہ تداوی بالحرام و بنظر عبارت مرقاۃ الصعود شرح سنن ابو داؤد و بنظر اختیار صاحب ہدایہ جو تجنیس مین لکھا ہے وہ شخص دواے مذکور کو حالت موجودہ مصرحہ بالا مین اگر استعمال کر سکتا ہے یا نہین حکم اس مسئلہ کا بلا حظہ درمختار و رد المحتار و ہدایہ و شروح ہدایہ و صحاح خصوصًا حدیث عرنیین بادۂ استعمال بول شتر ملاحظہ فرما کر بسند ارقام فرمائیے۔ مرقاۃ الصعود کی عبارت یہ ہے قولہ ولا تداووا بالحرام قال البیھقی فی سننہ ھذا الحدیث وحدیث النھی عن الدواء الخبیث ان صحا محمولان علی النھی عن التداوی بالمسکر وعن التداوی بکل حرام فی غیر حال الضرورۃ لیکون جمعا بینھما وبین الحدیث العرنیین بیہقی نے اپنے سنن مین لکھا ہے کہ یہ حدیث اور دواے خبیث سے نہی کی حدیث اگرچہ صحیح ہین لیکن تداوی بالمسکر سے نہی پر محمول ہین اور بلا ضرورت سب سے تداوی حرام ہے تا کہ حدیث عرنیین مین اور ان دونون حدیثون مین جمع ہو جائے **جواب** ہر چند کہ اس باب مین فقہا کا بڑا اختلاف ہے

اور فتوی بھی مختلف ہی فقہا کی ایک جماعت مطلقا عدم جواز تداوی کا فتوی دیتی ہی اور ایک جماعت بضرورت تداوی بالمحرم کو جائز رکھتی ہی لیکن بظاہر اگر کوئی شخص جم غفیر علما کے فتوے کے موافق بضرورت اشیای محرمہ کا استعمال کرے گا تو موا خذہ نہو گا۔ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین

اجابوا عن حدیث العرنیین بانہ قد کان للضرورۃ فلیس فیہ دلیل علی انہ مباح فی غیر حال الضرورۃ لانہ ثمہ اشیاء ابیحت فی الضرورات ولم تبح فی غیرھا کما فی لبس الحریر فانہ حرام للرجال وقد ابیح لبسہ فی الحرب اوللحکۃ اولشدۃ البرد اذا لم یجد غیرہ ولہ امثال کثیر فی الشرع وقال ابن حزم صح یقینا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انما امرھم بذلک علی سبیل التداوی من السقم الذی کان اصابھم والتداوی منزلۃ ضرورۃ وقد قال اللہ الا ما اضطررتم الیہ فما اضطر الیہ فھو غیر محرم علیہ من الاکل والشرب حدیث عرنیین کا یہ جواب دیا جاتا ہی کہ وہ بوجہ ضرورت تھا اس مین بلا ضرورت مباح ہونے پر دلیل نہین ہی کیونکہ بہت سی چیزین ضرورت کے وقت جائز کر دی گئی ہین لیکن بلا ضرورت وہ مباح نہین ہین جیسا کہ ریشم کا پہننا کیونکہ وہ مردون کے لیے حرام ہی لیکن جنگ مین اور خارش کی وجہ سے اور شدت سرما مین جب کہ اُسکے سوا اور کوئی چیز نہ ملے تو اُسکا پہننا جائز ہو جاتا ہی شرع مین اسکی بہت سی مثالین ملسکتی ہین اور ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ یہ بات یقینا صحیح ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو اس کا حکم اس غرض سے دیا تھا کہ جو مرض اُنکو ہو گیا تھا اُسکا علاج ہو جائے اور علاج بمنزلہ ضرورت کے ہی اللہ تعالی فرماتا ہی مگر وہ چیزین جنکی طرف تم مجبور ہو جاؤ پس وہ حرام نہین ہین کھانے کی ہون یا پینے کی

**سوال** سوانح اور وقائع شہادت امام حسین علیہ السلام وغیرہ مین سامان کرنا اور اُس پر رونا اور رلانا اور اُسکے واسطے مجلس تعزیت کا انعقاد کرنا موجب ثواب ہی یا باعث عقاب اور نوحہ و مرثیہ خوانی جس پر وعید نازل ہوئی ہی اُسکی یہی حقیقت ہی کہ موتی کے مصائب و تکالیف بیان کیے جائین یا کچھ اور

**جواب** نفس ذکر محاسن موتی اور اُس پر افسوس کرنا ممنوع نہین ہی بلکہ بلند آواز سے رونا یا بضرورا آواز کو بلند کرنا یا مصائب و مناقب بیان کرنا ممنوع اور نوحہ مین داخل ہی شیخ الاسلام محمدی رحمہ اللہ بزبان فارسی لکھتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی بلند آواز سے رونا جس کو حدیث مین شیطان کی آواز کہتے ہین حرام ہے خصوصًا جب اُسکے ساتھ مردے کے مناقب جمع کیے جائین جیسے جاہلون کی عادت ہی البتہ اصل ثنا اور ذکر محاسن مردہ بوجہ ندبہ جائز ہی بلا کراہت اسی طرح اصل رونا جو رقت قلب کی وجہ سے ہو

بے جزع و اضطراب کے جائز ہی بلکہ احادیث مین اُسکو رحمت لکھا ہی اور الیسا رونا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی بار ثابت ہی انتہی۔ اور نفس بیان وقائع شہادت اور اُسپر رونا بشرطیکہ نوحہ وغیرہ سے خالی ہو درست ہی اور تشبہ روافض کی وجہ سے مجلس نہ کرنا چاہیے۔ جامع الرموز مین ہی اذا اراد ذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابۃ لئلا یشابہ الروافض کما فی العون جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کرے تو اُسکے پہلے تمام صحابہ کے شہادتون کے واقعے ضرور بیان کرنا چاہیے تاکہ روافض کی مشابہت نہو جیسا کہ عون مین ہی۔ اور صراط مستقیم مین بزبان فارسی لکھا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی مجلس منعقد کرکے شہادت امام کا ذکر کرنا تاکہ لوگ سنین اور افسوس کرکے روئین گو بظاہر کوئی نقصان نہین رکھتا مگر دراصل یہ بھی برا اور مکروہ ہی۔ اور مجالس الابرار مین ہی قد روی احمد وابن ماجۃ عن فاطمۃ بنت الحسین عن ابیہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مسلم یصاب المصیبۃ فیذکرھا وان قدم عھدھا فیحدث لھا الاسترجاع الا کتب لہ اجر مثلھا یوم اصیب ھذہ الحدیث رواہ الحسین وعنہ ابنتہ التی شہدت مصرعہ فقد ثبت فی علم اللہ ان مصیبۃ الحسین یذکر مع تقادم العھد وکان من سنۃ الاسلام ان تجری ھذہ السنۃ کلما ذکرت تلک المصیبۃ بان یسترجع لھا فیکون للانسان من الاجر الذی کان من استرجع یوم اصیب المسلمون بھا احمد اور ابن ماجہ نے فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما سے اُنہون نے اپنے والد سے روایت کی ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہونچتی ہی اور وہ اُسے یاد کرتا ہی اور اُس کی وجہ سے انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہی تو اُسے اُتنا ہی ثواب ملتا ہی جتنا کہ اُس مصیبت کے دن ملا تھا اگرچہ وہ مصیبت بہت پرانی ہوگئی ہو یہ حدیث امام حسین رضی اللہ عنہ نے اور اُنکی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو اُنکے ساتھ کربلا مین گئین تھین روایت کی ہی خدا اس بات کو جانتا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کی مصیبت باوجود زمانہ گذرجانیکے بھی یاد کی جائیگی اور اسلام کی سنت یہ ہی کہ سنت جاری رہے یعنی جب کبھی اس مصیبت کا ذکر کیا جائے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے پس انسان کو اُتنا ہی اجر ملے گا جتنا اُس شخص کو ملا تھا جس نے اُس مصیبت کے دن انا للہ وانا الیہ راجعون کو پڑھا تھا **سوال** شافعی گفت کہ شطرنج مباح است مدام ٭ بوحنیفہ گفت کہ گر زانکہ بغم دریابی بلستہ تنگ تناول کن وسرخوش بخرام ٭ بوحنیفہ بہ ازان گوید درباب شراب ٭ کہ زجوشیدہ بخور تا نہ بود

بر تو حرام ÷ گر کنی پیروی مفتی چار م مالک ÷ او ہم از بہر تو تجویز کند وطی غلام ÷ بنگ وہی میخور دکون میکن وہی باز قمار ÷ کہ مسلمانی براین چار امام است تمام ÷ ان اشعار کا کیا مطلب ہی **جواب** یہ اشعار مشتمل ہین ایمۂ اربعہ کے افترا پر اور متضمن ہین اقوال مردودہ پر اُس کا بیان یہ ہی کہ شافعیہ کے نزدیک اگرچہ شطرنج فی نفسہ حرام نہین ہی لیکن خالی از کراہت نہین ہی اور اُس پر ہمیشگی کرنا گناہ صغیرہ ہی اور اگر اخذ مال اور قمار کو شامل ہو تو حرام ہے پس مطلقا شطرنج کے حلال ہونیکی نسبت خصوصًا جبکہ قمار کو شامل ہو امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف کرنا بہتان ہی۔ علامۂ کمال الدین موسی دمیری شافعی رحمہ اللہ نے حیات الحیوان مین عقرب کی بحث مین لکھا ہی لعب الشطرنج مکروہ کراھۃ تنزیہ وقیل حرام وقیل مباح والاول اصح واما اذا انضم الیہ اشتغال عن صلوۃ اوغیرھا فالتحریم اذ ذاک لیس الشطرنج نفسہ وھو مکروہ اذا لم یواظب علیہ فان واظب علیہ فانہ یصیر صغیرۃ کما ذکرہ الغزالی فی کتاب التوبۃ من الاحیاء شطرنج کھیلنا مکروہ ہی بکراہت تنزیہی اور بعضون کے نزدیک حرام ہی اور بعضون کے نزدیک مباح ہی لیکن اصح اول ہی مگر جب کہ اُسکی بدولت نماز وغیرہ چھوٹ جائے پس اس صورت مین تحریم نفس شطرنج کی نہین ہی بلکہ وہ مکروہ ہی جبتک کہ اُس پر دوام نہو اور اگر دوام ہو تو گناہ صغیرہ ہی جیسا کہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالی نے احیاء العلوم کی کتاب التوبہ مین لکھا ہی۔ اور ابن حجر مکی رحمہ اللہ ہیتمی شافعی زواجر عن اقتراف الکبائر مین لکھتے ہین فی فتاوی النووی الشطرنج حرام عند اکثر العلماء وکذا عندنا ان فوت بہ صلوۃ او لعب بہ علی عوض فان انتفی ذلک کرہ عند الشافعی وحرم عند غیرہ فتاوے نووی مین ہی اکثر علما کے نزدیک شطرنج حرام ہی اور ہمارے نزدیک بھی اسکا یہی حکم ہی اگر اسکی بدولت نماز جائے یا اگر بازی بدکے کھیلی جائے پس اگر یہ باتین نہون تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ اور دوسرون کے نزدیک حرام ہی۔ اور امام احمد حنبل رحمہ اللہ کی طرف بھنگ کے حلت کی نسبت کرنا بھی درست نہین ہی بھنگ جسکو عربی مین حشیشہ اور ورق القنب کہتے ہین ایمۂ اربعہ کے زمانے مین نتھی بلکہ ایک مدت کے بعد شائع ہوئی ہی اور بالاتفاق فقہاے مذاہب اربعہ نے اسکی حرمت کا فتوی دیا ہی۔ زواجر مین ہی وحکی القرافی وابن تیمیۃ الاجماع علی تحریم الحشیشۃ قال ومن استحلھا فقد کفر وانما لم یتکلم فیھا الایمۃ الاربعۃ لانھا لم تکن فی زمنھم وانما ظھرت فی

اٰخر المائۃ السادسۃ واول المائۃ السابعۃ حین ظہرت دولۃ التتار فراٰنی اور ابن تیمیہ
رحمہما اللہ نے بھنگ کی حرمت پر اجماع لکھا ہے اور کہا ہے کہ جو اسے حلال کہے وہ کافر ہے اور ائمۂ اربعہ
نے اس مین اس وجہ سے کچھ نہین فرمایا ہے کہ اُنکے زمانے مین یہ پائی نہین جاتی تھی بلکہ چھٹی
صدی کے آخر اور ساتوین صدی کے شروع مین تاتاریون کی سلطنت کے زمانے مین ظاہر ہوئی ہے
اور شراب جوشیدہ کی حلت اگرچہ بعض کتب حنفیہ مین واقع ہے مگر وہ قول مردود ہے اور امام ابوحنیفہ
رحمہ اللہ کی جانب اُسکی نسبت کرنا افترا ہے۔ منح الغفار شرح تنویر الابصار مین ہے الطبخ لا یؤثر فیہا
لان المنع من ثبوت الحرمۃ لا رفعہا بعد ثبوتہا الا انہ لا یحد فیہا ما لم یسکر منہ علی ما
قالوا لان الحد فی التی خاصۃ لما ذکرنا فلا یتعدی الی المطبوخ ذکرہ فی تبیین الکنز من غیر
ذکر خلاف وھذا ھو الظاہر الذی یجب ان یعول علیہ وبہ یظہر لک ضعف ما فی القنیۃ من قولہ
خمر طبخت وزالت مرارتہا حلت شراب کے پکانے سے کچھ اثر نہین آتا کیونکہ پکانا ثبوت حرمت سے مانع
ہے لیکن ثابت ہوجانے کے بعد اُس سے حرمت مرتفع نہین ہوسکتی مگر پکی ہوئی شراب کے پینے والے
پر حد اُس وقت تک جاری نہوگی جبتک کہ اُسے نشہ نہ چڑھے کیونکہ حد خاص شراب ہی مین ہے پس
مطبوخ تک اُس کا اثر نہ پہونچے گا اسے تبیین الکنز مین بلاخلاف ذکر کیا ہے اور یہی ظاہر ہے اسی پر اعتماد
کرنا چاہیے اور اسی سے تمکو قنیہ کے اس کلام کا ضعف معلوم ہوجائیگا کہ شراب جب پکائی گئی
اور اسوجہ سے اُسکی تیزی جاتی رہی وہ حلال ہے۔ اور ایسا ہی درمختار وغیرہ مین ہے۔ اور رد المحتار مین
ہے لعل ھذا الفرع متفرع علی ما قدمناہ عن بعض المعتزلۃ من ان الحرام من الخمر ھو
المسکر ویدل علیہ انہ فی القنیۃ نقلہ عن القاضی عبد الجبار احد مشائخ المعتزلۃ شاید یہ
اُس پر متفرع ہو جو ہمنے بعض معتزلہ سے پہلے نقل کیا ہے کہ حرام شراب وہی ہے جو مسکر ہو اس پر یہ بات
دلالت کرتی ہے کہ قنیہ مین اسے قاضی عبد الجبار نے جو معتزلہ کے مشایخ مین سے ہے نقل کیا ہے۔ اور
امام مالک رحمہ اللہ کی جانب حلت لواطت کی نسبت کرنا بہتان ہے۔ رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ
مین لکھا ہے اتفق الائمۃ الاربعۃ علی تحریم اللواطۃ وانہ من الفواحش العظام وھل یوجب
الحد قال الثلاثۃ یوجب الحد وقال ابو حنیفۃ یعزر فی اول مرۃ فان تکرر منہ قتل
ائمۂ اربعہ نے حرمت لواطت اور اُسکے برے ہونے پر اتفاق کرلیا ہے اور ائمۂ ثلثہ کے نزدیک اس پر حد

واجب ہی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی مرتبہ تعزیر کیجانے گی اور پھر اگر کرے تو قتل کر دیا جائے گا **سوال** جو شخص علما کو عداوۃً بہن کی گالی دے یا لجاجے تو کیسا ہی **جواب** اگر گالی دینے سے استخفاف علم وتحقیر علما من حیث العلم مقصود ہی تو فقہانے اُسکے کفر کا حکم دیا ہے ورنہ اُسکے فاسق اور فاجر ہونے کا حکم دیا ہی اور ایسا شخص دنیوی اور اخروی عذاب مین مبتلا ہو گا۔ فتاوے بزازیہ مین ہی الاستحقاق بالعلماء لکونھم علماء استخفاف بالعلم والعلم صفۃ اللہ منحہ وفضلا علی خیار عبادہ لیدلوا خلقہ علی شرعہ نیابۃ عن رسلہ فاستخفافہ بھذا العلم انہ الی من یعود عالم ہونے کی وجہ سے کسی عالم کی ہتک کرنا علم کی ہتک ہی اور علم اللہ کی صفت ہی جسے اُسنے اپنے فضل وکرم سے بہترین بندون کو عطا کیا ہی تاکہ اُسکی مخلوق کو رسولون کی نیابت مین ہدایت شروع کرین اس سے معلوم ہوا کہ اُسکی یہ ہتک کس جانب راجع ہوتی ہی۔ اور نور الدین علی سمہودی رحمہ اللہ اپنے رسالہ جواہر العقدین فی فضل الشرفین مین لکھتے ہین قال ترجم الامام النووی فی مقدمۃ شرحہ للمھذب بالنھی الاکید والوعید الشدید لمن یوذو وینقص الفقہاء والحث علی اکرامھم وتعظیم حرماتھم ثم اورد قولہ تعالی ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب وقولہ تعالی ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ وقولہ تعالی والذین یوذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا قلت وجہ الدلالۃ فی الآیتین الاولین ظاہر لان علماء الدین من اعظم شعائر اللہ اذ المراد من شعائر اللہ اعلام دینہ وھم من اعظم حرماتہ واما وجہ الدلالۃ من الآیۃ الثالثۃ فھو ان ھذا الوعید اذا ثبت لفاعل ذلک بالنسبۃ الی عامۃ المؤمنین فلک بخاصتہم وعن ابی امامۃ مرفوعا ثلاثۃ لایستخفہم الا المنافق ذو الشیبۃ فی الاسلام وذو العلم وامام مقسط رواہ الطبرانی فی الکبیر وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یوقر کبیرنا ولم یرحم صغیرنا ومن لم یعرف لعالمنا حقہ رواہ الترمذی وعن ابی بکرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن خامسۃ فتہلک قال عطاء قال لی مسعر رویۃ خامسۃ لم یکن عندنا والخامسۃ ان یبغض العلم واھلہ رواہ الطبرانی فی الثلاثۃ والبزار ورجالہ موثقون وقال النووی فی التبیان وشرح المھذب قال الحافظ ابو القاسم ابن عساکر اعلم یا اخی ان لحوم العلماء مسمومۃ وعادۃ اللہ فی ہتک استار منتقصیہم معلومۃ وان من اطلق لسانہ فی العلماء ابتلاہ اللہ قبل موتہ بموت القلب

امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی شرح مہذب مین سخت نہی اور شدید وعید اُن لوگون کے حق مین بیان کی ہی جو فقہا کی ہتک کرتے ہین یا اُنکو ایذا پہونچاتے ہین اور علما کی بزرگی اور اُنکی حرمتون کی تعظیم پر آمادہ کیا ہی اُسکے بعد خدا کا یہ قول ذکر کیا ہی جو شخص خدا کی علامات کی تعظیم کرتا ہی پس وہ دل کی پرہیزگاریون کی وجہ سے ہی اور یہ قول کہ جو خدا کی حرمات کی تعظیم کرتا ہی یہ اُسکے لیے اچھا ہی اُسکے پروردگار کے نزدیک اور یہ قول کہ جو لوگ مسلمان عورتون اور مردون کو ایذا دیتے ہین بغیر اُن کے کسی جرم کے پس اُنھون نے سخت گناہ کیا مین کہتا ہون کہ شروع کی دونون آیتون کا دعوی پر دلالت کرنا تو ظاہر ہی کیونکہ علماے دین اعظم شعائر اللہ سے ہین اس لیے کہ شعائر اللہ سے مراد اُس کے دین کی علامتین ہین اور یہ لوگ خدا کی اعظم حرمات سے ہین تیسری آیت کی دلالت کرنے کی وجہ یہ ہی کہ یہ وعید جب عامۂ مسلمین کو ایذا دینے والے کی شان مین ہی تو جو خواص مسلمین کو ایذا پہونچائے اُس کا کیا حال ہوگا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہی کہ تین چیزین ہین جن کی ہتک منافق کے سوا کوئی نہین کرتا مسلمان بوڑھا اور عالم اور عادل امام اسے طبرانی رضی اللہ عنہ نے کبیر مین روایت کیا ہی اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہم مین سے نہین ہے جو بڑون کی تعظیم اور چھوٹون پر رحم نکرے اور عالم کا حق نجانے اسے ترمذی نے روایت کیا ہی اور ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ مین نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے سنا ہی وہ فرماتے تھے کہ تو عالم ہو یا طالب علم ہو یا علم سننے والا یا علم کو دوست رکھنے والا ہو اور ان کا پانچوان نہو یہ عطا رحمہ اللہ نے کہا ہی مجھسے مشعر کہتے تھے کہ اُن سے خامس کی روایت نہ تھی اور پانچوان وہ ہی جو علم سے بغض رکھے اسے طبرانی اور بزار نے روایت کیا ہی اور اس کے رجال ثقہ ہین نووی رح نے تبیان اور شرح مہذب مین نقل کیا ہی حافظ ابو القاسم بن عساکر رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ اے میرے بھائی جان تو کہ علما کی مذمت زہریلی ہی اور خدا کی عادت ہے کہ علما کی ہتک کرنے والون کی پردہ پوشی نہین کرتا اور جس نے علما کے معاملے مین اپنی زبان کو آزاد کر دیا خدا اُسے موت کے قبل موت قلب مین مبتلا کر دے گا **سوال** ایک شخص اپنے مریدون کو تعلیم کرتا ہے کہ یا شیخ عبد القادر شیئا للہ بطور دعا و ورد پڑھا کرو یہ قضاے حاجات کے لیے مفید ہی اور بعض کو تعلیم کرتا ہی کہ یون کہا کرو۔ یا شیخ میرے حصول مدعا کے لیے آپ خدا کی درگاہ مین دعا فرمائین۔ پس ایسی تعلیم کرنے والے

کے لیے کیا حکم ہی اور یہ کلمات شرک ہین یا نہین اور کیا حضرت شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ اتنی قدرت رکھتے ہین کہ ہر شخص کی فریاد سنکر اُسکے فریاد رس ہون یا اُسکے لیے دعا کرین جواب ایسے وظیفون سے احتراز لازم اور واجب ہی اولاً اس وجہ سے کہ یہ وظیفہ متضمن شیئاً للہ ہی اور بعض فقہا ایسے الفاظ کو کفر لکھتے ہین جیساکہ درمختار مین ہی کذا قول شئ للہ قیل یکفر اسی طرح شئ للہ کہنا بعضون کے نزدیک کفر ہی - اور ردالمحتار مین ہی لعل وجہہ انہ طلب شیئاً للہ واللہ غنی عن کل شئ والکل مفتقر و محتاج الیہ وینبغی ان یرجح عدم التکفیر فانہ یمکن ان یقول اردت طلب شئ اکراماً للہ + شرح الرہبانیۃ + قلت فینبغی او یجب التباعد عن ہذہ العبارۃ وقد مران مافیہ خلاف یومر بالتوبۃ والاستغفار وتجدید النکاح شاید اسکی وجہ یہ ہی کہ خدا کے لیے کسی چیز کا طلب کرنا کس طرح درست ہی جبکہ خدا ہر چیز سے بے پرواہ ہی اور سب اُسکے محتاج ہین اور عدم تکفیر کو ترجیح ہی کیونکہ یہ ممکن ہی کہ کہنے والا یہ مطلب لے کہ مین نے کسی چیز کے طلب کرنے کا ارادہ کیا خدا کی بزرگی کی نیت سے + شرح رہبانیہ + مین کہتا ہون بس واجب ہی یا چاہیے کہ اس عبارت کے بعید معنے لیے جائین اور یہ معلوم ہو چکا ہی کہ جن امور مین خلاف ہو اُن سے توبہ اور استغفار کرنے اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا ثانیاً اس وجہ سے کہ یہ وظیفہ نداے اموات کو امکنۂ بعیدہ سے متضمن ہے اور شرعاً ثابت نہین کہ اولیا کو امکنۂ بعیدہ سے ندا سننے کی قدرت حاصل ہی البتہ زائر قبر کے سلام کو صاحب قبر کا سننا ثابت ہی بلکہ خدا کے سوا کسی کو ہر وقت حاضر ناظر عالم خفی وجلی سمجھنا شرک ہی - فتاوی بزازیہ مین ہی تزوج بلا شہود وقال خدا و رسول خدا و فرشتگان را گواہ کردہ ام یکفر لانہ اعتقد ان الرسول والملک یعلمان الغیب وقال علماؤنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر کسی نے بے گواہون کے نکاح کیا اور کہا خدا اور رسول خدا اور اُسکے فرشتون کو مین نے گواہ کیا وہ کافر ہو گیا کیونکہ اُسنے رسول اور فرشتون کے عالم الغیب ہونے کا دعوی کیا ہمارے علما کہتے ہین کہ جو ارواح مشایخ کو حاضر و عالم جانے وہ کافر ہی - اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ امت محمدیہ کے اجلۂ اولیا مین ہین اور آپ کے مناقب و فضائل لاتعد ولاتحصے ہین مگر آپ کے لیے بھی امکنۂ بعیدہ سے ہر ایک کی فریاد کا سُننا ثابت نہین ہی اور یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ ہر وقت اپنے مریدون کا حال جانتے ہین اور اُنکی ندا

سنتے ہین شرک ہی **سوال** زید نے دوسرے کے اخبار سے ایک عبارت اپنے اخبار مین بغرض اعلان و اشاعت نقل کر کے چھاپی اور وہ یہ ہی عبارت لفافہ خط کی مختصر ہونی چاہیے نہ طول تو یل مثل شیطان کی آنت کے انشاء اللہ تعالی بمنہ وکرمہ لفافۂ ہذا در خاص شہر فلان و محلۂ فلان ٹکٹ لگا یا گیا وغیرہ۔ اسکو دیکھ کے عمرو نے کہا آپ ایسے ثقہ اور دیندار کے اخبار مین نسبت الفاظ معظمہ انشاء اللہ تعالی بمنہ وکرمہ کے شیطان کی آنت لکھنا سوء ادبی بلکہ منجر بکفر ہی کہ اس سے استعانت باری تعالی کی توہین ثابت ہوتی ہی ایسے امور کا لحاظ رکھیے زید نے جواب مین کہا کہ ہرگز اس مین سوء ادبی اور انجرار بکفر لازم نہین آتا کیونکہ ہم نے حکم طول طویل شیطان کی آنت کا پوری عبارت مذکور کے نسبت دیا ہی اور یہ ضروری نہین کہ جو حکم کل کا ہو وہی اُسکے اجزا کا ہو اور اگر بالفرض اُس فقرے کے تحریر منجر بکفر اور بے ادبی کے ہو تو ناقل اس کا بری ہی کیونکہ کفر کی نقل کفر نہین ہی پس تاویل اور توجیہ کرنے والا کیسا ہی **جواب** اگر اللہ تعالی کے نام کی توہین مقصود ہوتی تو اس قسم کی عبارت موجب کفر ہو جاتی اور جب توہین مقصود نہین اور مجموعۂ عبارت پر حکم لگایا ہی تو کفر نہوگا مگر چونکہ ظاہر عبارت سی ایہام خلاف مقصود کا بھی ہوتا ہی اس وجہ سے ایسی عبارت کے ساتھ تکلم منع ہی اور سوء ادبی سے خالی نہین ہی اور توجیہ اور بیانِ مقصود رافعِ سوء ادبی نہین ہو سکتا۔ رد المحتار مین ذکرہ قولہ فی دعائہ بمقعد العز من عرشك (دعا مین یہ کہنا کہ مین تیرے عرش مین عزت کے بیٹھنے کی جگہ سے مدد چاہتا ہون) کے تحت مین لکھا ہی مجرد الایھام کاف فی المنع عن التکلم بھذا الکلام وان احتمل معنی صحیحًا ولذا اعلل المشائخ بقولھم لانہ یوھم تعلق عزہ بالعرش ونظیرہ ما قالوا فی انا مومن ان شاء اللہ فانھم کرھوا ذلك وان قصد التبرك دون التعلیق لما فیہ من الایھام محض ایہام کلمات کے کہنے سے روکنے کے لیے کافی ہی اگرچہ معنی صحیح کا احتمال ہو اسی لیے مشایخ نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس سے وہم اس بات کا ہوتا ہی کہ اُس کی عزت کا تعلق عرش سے ہی اور اسکی نظیر انا مومن ان شاء اللہ ہی کہ اسکو علما مکروہ لکھتے ہین اگرچہ اس سے تبرک مقصود ہو کیونکہ اس مین ایہام ہی۔ اور بھی رد المحتار مین کذا قول شئ للہ قیل یکفر کے تحت مین لکھا ہی لعل وجھہ انہ طلب شیئا للہ واللہ غنی عن کل شئ والکل مفتقر ومحتاج الیہ وینبغی ان یرجح عدم التکفیر فانہ یمکن ان یقول اردت ان اطلب شیئا اکراما للہ + شرح الرھبانیۃ

قلت ینبغی ان یجب التباعد عن ہذہ العبادۃ شاید اسکی وجہ یہ ہی کہ خدا کے لیے کسی چیز کا طلب کرنا کس طرح درست ہی جبکہ خدا ہر چیز سے بے پرواہی اور سب اُسکے محتاج ہین اور عدم تکفیر کو ترجیح ہی کیونکہ یہ ممکن ہی کہ کہنے والا یہ مطلب لے کہ مین نے کسی چیز کے طلب کرنے کا ارادہ کیا خدا کی بزرگی کی نیت سے + شرح رہبانیہ + مین کہتا ہون پس واجب ہی یا چاہیے کہ اس عبارت کے بعید معنی لیے جائین۔ یہان سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی عبارتین جو غیر مشروع معانی کو محتمل ہون اگرچہ اُن سے معانی صحیحہ مراد ہون اُنکے ساتھ تکلم کرنا ناجائز ہی اور نقل کفر اگرچہ کفر نہین لیکن سوادبی سے خالی نہین ہی **سوال** زید نے نہ کسی مفتی کا فتوی آنکھ سے دیکھا اور نہ کان سے سنا اور الزام لگا دیا کہ مسلمان عورت کے جھوٹے پانی کو ناجائز اور مکروہ لکھا ہی اور اُس پر لعن وطعن کرنا اور وہابی اور بے ایمان کہنا کیسا ہی **جواب** زید اس حالت مین گنہگار ہوا اُسکو توبہ کرنا لازم ہی بغیر اطلاع الزام لگا دینا اور افترا کرنا کبائر سے ہی اور لعن وطعن کرنا اور وہابی کہنا ہر مسلمان کے حق مین کبیرہ ہی چہ جائیکہ کسی عالم کے حق مین تمام نصوص قرآنیہ واحادیث ایسے امور کی ممانعت سے مالامال ہین **سوال** زید کے پاس ایک ہندو عورت نے آکر کہا کہ مین مسلمان ہون یعنے اپنے خاوند کو چھوڑ کے مسلمان کے ساتھ رہتی ہون مجھے دین محمدی مین آنا منظور ہی مجھے اچھی طرح سے کلمہ پڑھا دو زید نے محض انکار کر کے جواب دیدیا کہ بخوف عدالت ہم ایسا نہ کرینگے اُس عورت نے کہا کہ مین ایک سال سے مسلمان کے پاس ہون جسکو زید جانتا تھا اگر میرے ہندو خاوند کو دعوی ہی تو زیور کا ہی نہ میرا کیونکہ مین اُسکے کام کی نہین ہون اس لیے کہ دوسرے مذہب مین آگئی ہون مگر زید نے پھر یہی جواب دیدیا اور کلمہ نہ پڑھایا واقعی جب وہ مسلمان کے پاس ہی اور اُسکے خاوند کو عورت کا دعوی بھی نہین ہی بلکہ زیور کا دعوی ہی اور اُسکا علم ہی تو اُسکو جواب دے دینا اور باقاعدہ کلمہ نہ پڑھانا کیسا ہوا **جواب** ایسی صورت مین کلمہ نہ پڑھانا اور مسلمان نہ کرنا حرام ہی **سوال** زید نے بکر سے پچاس روپیہ قرض لیکر سودی ایک روپیہ ماہواری پر تمسک لکھدیا چند سال تک تمسک کو بدستور رہا اسکے بعد بیت اللہ شریف کا ارادہ کیا زید نے بکر سے حج کو جانے کا ارادہ بیان کیا اور ادائے قرضۂ مذکورہ سے اپنی تہیدستی اور مجبوری بیان کی بکر نے وہ قرضہ مع سود معاف کردیا زید حج کرنے روانہ ہوا اور فقط حج کر کے مکان پر واپس آیا زید جہاز پر سوار ہوا ایک شخص مسافر اُسطرف کا جانیوالا

جس مقام پر مکان زید کا تھا جہاز پر ساتھی ہوا وہ علیل ہوا اُس نے دو اشرفیاں دیں کہ میرے مکان پر جا کے میرے لڑکے کو دے دینا پھر وہ مسافر مر گیا زید مکان پر پہونچا جب مسافر کے لڑکے کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ متقاضی ہوا بشکل زید نے ایک اشرفی ادا کی باقی کا عذر کرتا ہی اور آجکل پر ٹالتا ہی مجبور ہو کر مسافر کے لڑکے نے تقاضہ موقوف کر کے محول بہ قیامت کر دیا اور اب بھی زید سودی روپیہ لیکر اپنے صرف مین لاتا ہی پس از روے شرع کیا حکم ہی **جواب** صورت مسئولہ مین زید ان امور کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق ہی اُسپر توبہ کرنا لازم ہی ایک تو خیانت کی وجہ سے اللہ تعالی فرماتا ہی ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا اللہ تعالی نے تمکو اس بات کا حکم دیا ہی کہ تم امانت اہل امانت کے حوالے کردو۔ اور حدیث صحیح مین وارد ہی لا ایمان لمن لا امانۃ لہ جس مین امانت نہو اُس مین ایمان نہین ہی۔ دوسرے سودی قرضہ لینے اور سود دینے کی وجہ سے حدیث صحیح مین ہی لعن اللہ اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدہ اللہ تعالی نے سود کھانے والے اور اُسکے موکل اور اُسکے کاتب اور اُسکے شاہد پر لعنت کی ہی۔ اور قرآن شریف مین ہی احل اللہ البیع وحرم الربوا اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہی **سوال** زید عمرو سے رخصت ہوا اور ان دونون مین سے کوئی ایک بھی مسافر نہین ہی اور رخصت ہوتے وقت دونون نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا تو جائز ہی یا نہین مع سند کتاب بیان فرمایئے **جواب** ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مسنون ہی۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین محل المصافحۃ المشروعۃ اول الملاقات اول ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مشروع ہے۔ اور رخصت کے وقت مسنون نہین ہی البتہ شرعۃ الاسلام مین مذکور ہی کہ صحابہ رخصت کے وقت مصافحہ کرتے تھے اُسکی عبارت یہ ہی کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلاقوا تعانقوا واذا تفرقوا تصافحوا وحمدوا اللہ واستغفروا عند ذلک وان التقوا وافترقوا فی الیوم مرارا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم جب ملتے معانقہ کرتے اور جب علحدہ ہوتے مصافحہ کرتے اور خدا کی حمد کرتے اور استغفار کرتے اگرچہ دن مین کئی کئی بار بھی ملتے **سوال** (۱) ایک عورت نے زنا اور رقص کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کیا اُسمین سے خیرات کر کے اگر امیدوار ثواب کی ہو تو کافر ہو جائے گی یا مسلمان رہے گی (۲) ایسی عورت کے ہاتھ کوئی چیز بیچکر اُسکے روپیہ مین سے

قیمت لینا حلال ہی یا حرام (۳) کوئی ڈاکٹر یا طبیب عورت مذکورہ کا علاج کرے تو حق العلاج اُسکے روپیہ مین سے لینا درست یا نہین (۴) عورت مذکورہ کو اپنے مکان مین کرایہ پر رکھکر اُسکے روپیہ مین سے کرایہ لینا کیسا ہی (۵) وہ عورت اگر بعد کسی کو روپیہ نذر دے تو اُسکی نذر لینا حلال ہے یا حرام (۶) جو روپیہ اُسنے زنا کے ذریعہ سے پیدا کیا اور جو روپیہ ناچ گا کے پیدا کیا ان دونون مین کچھ فرق ہی یا حرمت مین اُسکے واسطے اور نذر لینے والے کے واسطے دونون برابر ہین (۷) وہ عورت اگر دعوت کرے یا تحفہ بھیجے تو دعوت یا تحفہ کو قبول کرنا درست ہی یا نہین (۸) وہ عورت جس کے پاس حلال مال بالکل نہین ہی فقط زنا اور رقص کا روپیہ ہی اگر وہ خیرات کرنا چاہے تو کیونکر کرے (۹) اگر وہ عورت قرض لیکر خیرات کرے اور پھر اپنے روپیہ سے قرض ادا کرے تو خیرات کا ثواب پائیگی یا نہین (۱۰) اگر قرض لیکر وہ عورت کسی کو نذر دے تو وہ نذر قبول کرنا جائز ہی یا نہین (۱۱) زنا اور رقص کے صلے مین اُسکی ایک رقم تنخواہ مقرر ہی اُسکے سوا بھی اور روپیہ وہ اپنی خوشی سے دیتا ہی جسکی وہ نوکر ہی یہ دونون رقمین حرمت مین برابر ہین یا نہین **جواب** زنا اور رقص اور غنا کے ذریعہ سے جو مال پیدا کیا ہو وہ خبیث اور حرام ہی اور اس باب مین زنا اور ناچ گانا سب برابر ہین اور اسی طرح جو مال کسی معصیت کی اجرت مین حاصل ہو وہ بھی خبیث ہی ہان وہ مال جو مغنیہ یا زانیہ کو کسی نے بغیر اجرت اور بغیر شرط کے ابتداءً تبرع کیا وہ خبیث نہین ہی اور خبیث مال کا یہ حکم ہی کہ اگر مالک معلوم ہو تو کل مال اُسے واپس کر دینا واجب ہی اور اگر نہ معلوم ہو تو کل مال کو تصدق کر دینا واجب ہی لیکن نہ بہ نیت طلب ثواب بلکہ بہ نیت فراغ عن الذمہ اور اگر ایسے مال کے تصدق مین طلب ثواب کی نیت کی جائیگی تو اگر اُس مال کی حرمت قطعی ہی جیسے غصب وغیرہ کا مال تو وہ شخص کافر ہو جائیگا اور اگر اُس مال کی حرمت قطعی نہین ہی تو کافر نہوگا جیسے زنا اور رقص کے ذریعہ سے حاصل کیا ہوا مال کہ اُسکی حرمت دلائل ظنیہ سے ثابت ہی نہ دلائل قطعیہ سے۔ مگر اس نیت سے وہ شخص قابل مواخذہ ہوگا اور اُسکا صدقہ مقبول نہوگا فان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب اللہ پاک ہی اور وہ پاک کے علاوہ کسی کو قبول نہین کرتا۔ ردالمحتار حاشیۂ درمختار کے کتاب الاجارہ باب الاجارۃ الفاسدہ مین ہی فی المنتقی امرأۃ نائحۃ او صاحبۃ طبل او زمر اکتسبت مالا ردتہ علی اربابہ ان علموا والا تتصدق بہ وان من غیر شرط فھو لھا وقال الامام

الاستاذ لایطیب والمعروف کالمشروط انتھی قلت وھذا مما یتعین الاخذ بہ فی زماننا لعلمہم
انھم لایذھبون الا باجر البتۃ منتقی مین ہی نوحہ کرنے والی یا طبل یا جھانجھ والی عورت
نے جو کچھ کمایا ہی وہ جن لوگون کا روپیہ ہی اُن کو واپس کردینا چاہیے اگر وہ لوگ معلوم ہون ورنہ
اُسے تصدق کردینا چاہیے اور اگر روپیہ بلا کسی شرط کے دیا گیا ہو تو وہ اُسکا ہی اور امام استاذ رح
فرماتے ہین کہ یہ اچھا نہین ہی اور معروف مثل مشروط کے ہی انتہی مین کہتا ہون ہمارے زمانے
مین اسی سے اخذ کرنا چاہیے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ وہ بلا کسی معاوضہ کے نہین جاتی ہین۔ اور
درمختار کے کتاب الاجارہ باب الاجارۃ الفاسدہ مین ہی ولا تصح الاجارۃ لعسب التیس و
ھو نزوہ علی الاناث ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی ولو اخذ بلا شرط یباح
جانور کے جفتی کھانے کا اور کسی چیز کو معاصی کے لیے دینے کا کرایہ لینا درست نہین ہی مثلاً گانا نوحہ
کھیل کود اور اگر بلا کسی شرط کے لے تو مباح ہی۔ اور اسی کتاب کے کتاب الزکوۃ مین ہی فی شرح
الوھبانیۃ عن البزازیۃ انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی شرح رہبانیہ مین بزازیہ سے
نقل کرکے لکھا ہی کہ کافر اُس وقت ہوگا جب حرام قطعی کا صدقہ کرے۔ اور رد المحتار مین ہی قولہ
اذا تصدق بالحرام القطعی ای مع رجاء الثواب الناشی عن استحلالہ یعنی جب
کہ حرام قطعی کو تصدق کرے یعنی ثواب کی امید کرکے جس سے اُسکے حلال جاننے کا خیال ہوتا ہی۔ اور
شرنبلالی رحمہ اللہ کے رسالہ حفظ الاصغرین عن اعتقاد ان الحرام لا یتعدی الی ذمتین مین ہی لایقصد بہ
ای بالتصدق من المال الخبیث تحصیل الثواب بل تفریغ الذمۃ مال خبیث کے تصدق
سے تحصیل ثواب مقصود نہین ہوتا ہی بلکہ اپنے ذمے سے اُسے علیحدہ کرنا مقصود ہوتا ہی اور ایسی
عورت جس کے پاس حرام مال ہی اگر اور حلال مال بھی اُسکے پاس ہی اور وہ بہ نسبت حرام کے زائد
ہی تو اُسکی نذر قبول کرنا اور اُسکی دعوت کھانا اور اُس کا صدقہ اور ہدیہ لینا اور کرایہ مکان یا
علاج کی اجرت لینا درست ہی بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ جو اُس نے دیا ہی عین مال حرام سے ہی اور
اگر یہ معلوم ہو یا یہ کہ مال حرام غالب ہو تو کچھ نہین درست ہی۔ اشباہ والنظائر مین ہی اذا کان غالب
مال المھدی حلالا فلا باس لقبول ھدیتہ واکل مالہ مالم یتبین انہ من حرام وان
کان غالب مالہ الحرام لایقبلھا ولا یاکل الا اذا قال انہ حلال ورثہ او استقرضہ

ہدیہ کرنے والے کا اگر اکثر مال حلال ہو تو اُس سے ہدیہ قبول کرنے مین کچھ حرج نہین ہی اور نہ اُسکے مال کے کھانے مین جبتک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ مال حرام ہی اور اگر اکثر مال حرام ہو تو قبول نہ کرے اور نہ کھائے مگر جبکہ یہ کہدے کہ یہ حلال ہی اُسے ورثہ مین ملا ہی یا قرض لیا ہی۔ اور حفظ الاصغرین مین ہی فان قلت کیف ساغ للفقیر تناول ما فیہ خبث قلت محلہ عدم علمہ بحقیقۃ الحال و ان علم بہ فھو کغیرہ لا یحل لہ اگر تم پوچھو کہ فقیر اُسے کھائے یا نہ کھائے جو مال حرام سے ہو تو مین جواب دونگا کہ اُسکا حکم حقیقت حال کے عدم علم کا ہی اور اگر اُسے اصل حال معلوم ہو تو دوسرون کی طرح اُس پر بھی حلال نہین ہی۔ اور خزانۃ الروایات مین ہی فی ملتقط الناصری اکل الربوا و کاسب حرام اھدی الیہ او اضافہ و غالب مالہ حرام لا یقبل و لا یاکل ما لم یمیزہ ان ذلک المال حلال ورثہ او استقرضہ وان کان غالب مالہ حلالا لا باس بقبول ھدیتہ و الاکل منہ ملتقط ناصری مین ہی سود کھانے والا یا حرام کسب کرنے والا اگر کسی کو ہدیہ بھیجے یا ضیافت کرے اور اُسکا اکثر مال حرام ہو تو اُسے قبول نہ کرنا چاہیے اور کھانا نہ چاہیے جبتک کہ یہ معلوم نہو کہ یہ مال حلال ہے جو اُسے ورثہ مین ملا ہی یا اُس نے قرض لیا ہی اور اگر اکثر مال حلال ہو تو ہدیہ کے قبول کرنے مین کچھ حرج نہین ہی اور نہ اُسکے کھانے مین۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر وہ شخص جسکا کل مال حرام ہی خیرات کرنا چاہے تو قرض لے کے کرے اور اپنے مال خبیث سے اُس قرض کو ادا کرے اور قرض لیکے جو وہ دے گا اُس کا اُسکو ثواب ملے گا اور نذر و تحفہ وغیرہ بھی اُس سے لینا درست ہو گا حفظ الاصغرین مین ہی فی الخلاصۃ قال فی شرح حیل الخصاف لشمس الائمۃ ان الشیخ ابا القاسم کان ممن یاخذ جائزۃ السلطان وکان یستقرض جمیع حوائجہ ویقضی دینہ بما یاخذہ من الجائزۃ خلاصہ مین ہی کہ شمس الائمہ رحمہ اللہ کی شرح حیل الخصاف مین ہی کہ شیخ ابو القاسم رحمہ اللہ اُن لوگون مین تھے جو سلطان کے یہان سے وظیفہ پاتے تھے تو تمام حوائج کو قرض لیکر پورا کرتے تھے اور اُس وظیفے سے قرض ادا کرتے تھے **سوال** اُن لوگون کے متعلق علما کیا فرماتے ہین جو حقیقت تک پہونچنے کی غرض سے کھڑے ہو کے اور بیٹھ کے ذکر کرتے ہین اور وجد مین آتے ہین اور ہلتے اور ناچتے ہین اور ایک آدمی اشارے کے لیے یا ذکر پر آمادہ کرنے کے لیے تالیان بجاتا ہی۔ اور یہ امور جائز ہین یا نہین **جواب** خدا کا ذکر ہر حال مین اچھا ہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اوقات مین خدا ہی کا

ذکر کیا کرتے تھے جیساکہ ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہو اللہ تعالی قرآن شریف مین عقلمندون اور زمین و آسمان کی پیدائش مین غور کرنے والون کی صفت مین فرماتا ہو الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم وہ لوگ جو اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ کا ذکر کرتے ہین۔ لیکن وجد مین آنا ہلنا ناچنا اور تالیان بجانا اور اسی قسم کی باتین اگر ذکر کی بدولت حالت طرب مین صادر ہوجائین اور اپنے اختیار سے باہر ہون کہ غلبۂ شوق نے ان امور کو واقع کرا دیا ہو تو وہ شخص اس امر مین معذور اور قابل گرفت نہین ہی مگر جو بقصد ایسا کرے اسکے لیے شرع اسکو جائز نہین سمجھتی۔ سنامی حنفی کی کتاب الاحتساب مین ہی لا یجوز الرقص فی السماع ومن اباحہ من المشائخ فذلک للذین صار حرکاتہ حرکات الارتعاش وانہ لیس ایضا فی الشرع رخصۃ وذکر فی العوارف انہ لا یلیق بمنصب المشائخ الذین یقتدی بھم لانہ یشبہ اللھو گانا اور ناچنا جائز نہین ہی اور جن مشائخ نے اسے جائز لکھا ہی وہ انکے متعلق ہی جنکی حرکتین رعشہ والے کی حرکتون کی ایسی ہوگئی ہون اور شرعا ان کے لیے بھی رخصت نہین ہی اور عوارف مین ہی ایسا ان مشائخ کو نہ کرنا چاہیے جنکی اقتدا کی جاتی ہے کیونکہ یہ کھیل کود کے مشابہ ہی۔ اور امتاع نے احکام السماع مین جعفر بن تغلب ادموی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہی ذھبت طائفۃ الی التفرقۃ بین ارباب الاحوال الذین یقومون بوجد فیجوز لھم الرقص ویکرہ لغیرھم وھذا ما اوردہ الاستاذ ابو منصور واشار الیہ القاضی حسین فی تعلیقہ والغزالی فی الاحیاء ایک گروہ کے خیال مین ان حال والون مین جو وجد مین کھڑے ہو جاتے ہین اور دوسرون مین فرق ہی کہ انکے لیے ناچنا جائز ہی اور دوسرون کے لیے مکروہ اسے استاد ابو منصور رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی اور قاضی حسین رحمہ اللہ نے اپنے تعلیق اور غزالی رحمہ اللہ نے احیا مین اسکے جانب اشارہ کیا ہی اور ابن قیم حنبلی رحمہ اللہ کی کتاب اغاثۃ اللھفان عن مصاید الشیطان کے خلاصہ تبعید الشیطان مین ہی قال ابن عباس کانت قریش یطوفون بالبیت عراۃ ویصفرون ویصفقون قال مجاھد کانوا یعارضون النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الطواف ویصفرون ویصفقون یخالطون علیہ طوافہ وصلاتہ فالمتقربون الی اللہ بالصفیر والتصفیق اشباہ النوع الاول و یخلطون بہ علی اھل الصلوۃ والذکر والقراءۃ اشباہ النوع الثانی وفیہ ایضا لم یشرع اللہ التصفیق للرجال عند الحاجۃ فی الصلوۃ بل امروا بالعدول الی التسبیح فکیف اذ فعلوہ لا لحاجۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ قریش کعبہ کا طواف برہنہ ہوکر کرتے تھے اور چیختے اور تالیاں بجاتے تھے اور مجاہد کہتے ہیں کہ طواف میں حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے اور چیختے اور تالیاں بجاتے اور آپ کے طواف اور نماز میں خلل ڈالتے پس وہ لوگ جو چیخ کے اور تالیاں بجاکے خدا کی قربت حاصل کرنا چاہتے ہیں اول کے مشابہ ہیں اور جو ان امور کے بدولت نمازیوں اور ذکر کرنے والوں اور پڑھنے والوں کے اشتغال میں خلل ڈالتے ہیں وہ نوع ثانی کے مشابہ ہیں اور اسی کتاب میں ہے خدا نے مردوں کے لیے نماز میں ضرورت کے وقت تالی بجانے کو مشروع نہیں کیا ہے بلکہ اُنکو تسبیح سے عدول کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس جبکہ وہ بلاحاجت ایسا کریں تو اُسکا کیا حکم ہوگا۔ اور درۃ المنیفہ شرح جواہر منیفہ اور بزازیہ میں اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے الرقص و الغناء الذی یفعلہ متصوفۃ زماننا عند الذکر حرام ناچنا اور گانا جسے ہمارے زمانے کے صوفی ذکر کے وقت کرتے ہیں حرام ہے۔ اس میں بہت کچھ بحث ہے جس کی تشریح فقہ اور حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے ہمنے جو یہاں بیان کیا ہے وہی ارباب بصیرت کے لیے کافی ہے **سوال** اگر کوئی شخص جناب خیر البشر علیہ صلوۃ اللہ الاکبر کی نعت میں آپکو ہر خیر وشر کا معلم لکھے تو اصطلاحی معنے کیا ہونگے اور اگر لغوی معنی لیے جائیں تو لفظ معلم شر فعل شر پر مشیر ہوگی یا ترک شر پر اور ان دونوں صورتوں میں ایسی نعت کرنے والا کسی گناہ کا مرتکب ہوگا یا نہیں **جواب** اس لفظ کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر خیر کی خیریت اور ہر شر کی شریت کو تعلیم کیا اور اس معنے پر اس لفظ کا اطلاق درست ہوگا مگر اس میں دوسرے معنی قبیح کا بھی احتمال ہے کہ آپ نے (معاذ اللہ) ارتکاب شر کی تعلیم کی پس ایسے لفظ کا اطلاق سوء ادبی سے خالی نہیں ہے **سوال** شیعہ کو کافر کہنا چاہیے یا نہیں **جواب** جو شیعہ ضروریات دین کے منکر ہیں وہ کافر ہیں اور صرف تبرائی شیعہ کافر نہیں ہیں **سوال** حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا چاہیے یا نہیں **جواب** حضور سرورکائنات علیہ السلام والصلوۃ کو بایں معنی دافع البلاء کہنا کہ آپ کے ذریعہ سے بلا دفع ہوتی ہے درست ہے اور بایں معنی کہ آپ خود استقلالاً بلا کو دفع کرتے ہیں درست نہیں ہے ایسے الفاظ سے جو موہم معنے غیر مشروع کو ہوں اجتناب اولی ہے الفاظ تعریفات صحیحہ شرعیہ منقولہ کچھ کم نہیں ہیں **سوال** جو شخص لا تقربوا الزنا اور

لاتاکلوا الربوا کے خلاف کرے اُسکو کافر کہنا چاہیے یا نہین **جواب** وہ کافر نہین ہی بلکہ فاسق ہی
**سوال** ایک شخص کا نام ہدایت علی تھا اُس نے ایہام اسماے شرکیہ کی وجہ سے اپنا نام بدل
کے ہدایت العلی رکھا ہی تو ایک شخص اعتراض کرتا ہی کہ لفظ ہدایت دو معنون کو شامل ہے ایک
ارارۃ الطریق دوسرے ایصال الی المطلوب کو اور اسی طرح لفظ علی بغیر الف لام کے اسماے الٰہیہ اور
اسم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شامل ہی جواب دینے والا کہتا ہی کہ اس صورت مین میر سے مدعا کے
اثبات کی تائید ہی کیونکہ جب لفظ ہدایت اور علی دونون معنون مین مشترک ہوے تو اس صورت
مین چار احتمال متحقق ہوتے ہین (۱) ہدایت سے معنی اول اور علی سے اللہ کا نام (۲) ہدایت سے
معنی ثانی اور علی سے اللہ تعالیٰ کا نام (۳) ہدایت سے معنی اول اور علی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کا نام (۴) ہدایت سے معنی ثانی اور علی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام پس تین احتمال اول دوم
سوم ممانعت شرعیہ سے خالی ہین البتہ احتمال چہارم ممنوعیت سے خالی نہین ہی کیونکہ جملہ اسماے
شرکیہ مین مفہوم ہوتا ہی پس جو اسم اسماے شرکیہ اور غیر شرکیہ مین دائر ہو اُس سے احتراز ضروری
ہی اور اگر کوئی شخص اسم متنازع فیہ پر قیاس کر کے عبد اللہ پر شرک ثابت کرے یا یاعلی کہنے کی ممانعت
کرے تو معترض کا اعتراض اور اُس کا قیاس صحیح ہی یا نہین اور صحت اعتراض کی حالت مین مجیب
کے کلام کی تائید ہوگی یا جیساکہ معترض خیال کرتا ہی **جواب** لفظ علی جو اسماے الٰہیہ مین سے
ہی اُس پر الف لام یا زائد ہو یا تعظیمی جیساکہ رضی نے شرح کافیہ مین الفضل اور النعمان کی بحث مین لکھا
ہی وقد یزاد اللام فی العلم وقال الکوفیون قد یکون اللام للتعظیم کما فی اللّٰہ وفی الاعلام
ولا یعرفہا البصریون علم پر کبھی الف لام زائد کیا جاتا ہی اور کوفیین کہتے ہین کہ بعض اوقات الف
لام تعظیم کے لیے آتا ہی جیسے اللہ مین اور دوسرے نامون مین اور بصریین اسکے قائل نہین ہین
اور ابن مالک نے الفیہ مین اور شراح الفیہ نے اعلام مین الف لام زائدہ کا ذکر کر کے الفضل وغیرہ
کو مثال مین پیش کیا ہی اور ہر حالت مین لام اسماے الٰہیہ پر سواے لفظ اللہ کے علم کا جز نہین ہی
اور لفظ علی پر جو اسماے حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ سے ہی لام داخل نہین ہوتا بحر العلوم رحمہ اللہ
حواشی میرزاہد ملا جلال مین لکھتے ہین دخول اللام علی الاعلام فیصیر سوی لفظ محمد علی مسماہ
الصلوٰۃ والسلام وسوی لفظ علی رضی اللہ عن مسماہ سواے لفظ محمد کے جن کا نام ہی انپر

صلوۃ اور سلام ہو) اور تمام اسما پر الف لام کا داخل ہونا جائز ہی اور سوائے لفظ علی کے (جسکا یہ نام ہے خدا اُن سے راضی ہو) پس ہدایت علی سے ہدایت العلی نام رکھنا اولیٰ ہی کیونکہ ہدایت العلی مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب اضافت کا اشتباہ نہین ہی اور ہدایت علی مین اشتباہ ہی اور عبد اللہ مین امر غیر مشروع کا ایہام نہین ہی بلکہ احادیث سے ثابت ہی کہ تمام نامون مین عبد اللہ خدا کو زیادہ پسند ہی اسی طرح یا علی کہنے مین جب مقصود ندا کا خدا ہو کوئی نزاع نہین ہی **سوال** اس دیار مین دو مہینے سے لوگون نے ایک عجیب نئی صورت ذکر کی جاری کی ہے وہ یہ ہی کہ نماز فرض کے سلام کے بعد زور سے تین چار بار سب مقتدی لا الٰہ الا اللہ کہتے ہین اور سر بھی دھنتے ہین جب اللہ اکبر کہتے ہین کیا اس طرح سے سر دھن دھن کر لوگ فرض نماز کے بعد اللہ اکبر زمانہ نبوی مین یا صحابہ کے زمانہ مین بھی کہا کرتے تھے یا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے زمانے سے یا اُنکے تلامذہ کے زمانے سے یہ ہیئت ذکر کی رائج ہوئی ہے اگر اس طرح ذکر کرنا ان حضرات مین کسی سے کسی معتبر کتاب مین منقول ہو تو ہم لوگ بھی ذکر خیر جان کر اسی طرح ذکر کو رواج دین اور اگر ان حضرات سے اس طرح کا ذکر منقول نہین ہے تو پھر اس ذکر محدث کو کیا کہین گے اور بصورت اختیار ایسے ذکر سے لوگون کو روکین یا کرنے دین اور حنفیہ کے نزدیک اس محل خاص کے علاوہ جہان کہین ذکر ثابت ہی وہ بجہر افضل ہے یا باخفا **جواب** اس قسم کا ذکر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ایمہ اربعہ رحمہم اللہ سے منقول نہین ہے اور علمائے حنفیہ وغیر حنفیہ کی تصریح کے موافق بعد نماز کے ذکر سرًا مستحب ہے نہ جہرًا البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین صحابہ بعد نماز کے جہرًا تکبیر کہتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم مین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی قال کنت اعرف انقضاء صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر مین یہ جانتا ہون کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی نماز تکبیر پر ختم ہوتی تھی۔ اور فتح الباری مین ہے الظاہر انہ لم یکن یحضر الجماعۃ لانہ کان صغیرا لا یواظب علی ذلک فکان یعرف انقضاء الصلوۃ بما ذکر وقال غیرہ یحتمل ان یکون حاضرا فی اٰخر الصفوف فکان لا یعرف انقضاءھا بالتسلیم وانما کان یعرفھا بالتکبیر ظاہر یہ ہی کہ وہ جماعت مین شریک نہوتے تھے کیونکہ چھوٹے تھے اور وہ سمجھتے

تھے کہ نماز کا خاتمہ تکبیر ہی پر ہوتا ہے حالانکہ ایسا واقعہ نہ تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ آخری صفوں میں آکر شریک ہوتے ہوں اور اس وجہ سے انکو یہ نہ معلوم ہوتا ہو کہ نماز کا خاتمہ سلام پر ہوتا ہے بلکہ وہ سمجھتے ہوں کہ نماز کا خاتمہ تکبیر پر ہوتا ہے۔ لیکن شراح حدیث نے اسکو حالت جہاد وغیرہ پر محمول کیا اور سر کو جہر سے افضل قرار دیا اور بعضوں نے اسکو بعض اوقات پر محمول کیا اور اس کے التزام کو منع کیا۔ ابن حاج مکی رحمہ اللہ کی کتاب المدخل میں ہے اما ما رواہ ابن الزبیرؓ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الاعلے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر لا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن الجمیل لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون وما روی البخاری عن ابن عباسؓ ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فالجواب من وجھین احدھما ما ذکرہ الامام الشافعیؒ فی الام حیث قال واختار الامام والماموم ان یذکران اللہ بعد الانصراف من الصلوۃ ویخفیان الذکر الا ان یکون اماما یجب ان یتعلم منہ فیجھر حتی یری انہ قد تعلم منہ ثم یسر فان اللہ یقول ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا یعنی بالدعاء لا تجھر ترفع ولا تخافت حتی لا تسمع نفسک وا حسب ما روی ابن الزبیرؓ من تھلیل النبی صلے اللہ علیہ وسلم وما روی ابن عباسؓ من تکبیرہ کما رویناہ انما جھر قلیلا لیتعلم الناس منہ وذلک لان عامۃ الروایات التی کتبناھا لیس یذکر فیھا بعد التسلیم ولا تکبیر انتھے کلامہ بلفظہ فھذا الامام الشافعیؒ حملہ ذلک علی سبیل التعلیم فان حصل التعلیم امسک وھذا بخلاف ما یعھد الیوم من القراءۃ والذکر جھرا وجماعۃ فانھم لا یریدون التعلیم بل الثواب والجواب الثانی ما ذکرہ ابو الحسنؒ بن بطال فی شرح صحیح البخاری لما ان تکلم علی حدیث ابن عباسؓ قال یحتمل ان یکون ارادبہ المجاھدین فان کان کذلک فھو الی الآن وعلیہ العمل وھو ان المجاھدین اذا صلوا الخمس فیستحب لھم ان یکبروا جھرا یرفعون اصواتھم لیرھبوا العدو فان لم یحمل علی ذلک فیکون منسوخا بالاجماع لانہ لا یعلم احد من العلماء یقول بہ انتھے وفیہ ایضا ولیحذروا جمیعا من الجھر بالذکر والدعاء عند الفراغ من الصلوۃ ان کان فی جماعۃ فان ذلک من البدع انتھے وقال العلامۃ بدر الدینؒ العینے الحنفی فی البنایۃ شرح الھدایۃ قال ابو بکر الرازیؒ قال مشایخنا التکبیر جھرا فی غیر ایام

التشریق الاضحی لا یسن الا بازاء العدو واللصوص وقیل وکذا فی الحریق والمخاوف کلها انتہی
وفی نصاب الاحتساب اذا کبروا علی اثر الصلوٰۃ جہرا یکرہ وانہ بدعۃ یعنی سوی ایام النحر والتشریق
ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو بلند
آواز سے فرماتے لا الٰہ الا اللہ وحدہ الخ یعنے خدا کے سوا کوئی معبود نہین ہے وہ یکتا ہے اُس کا
کوئی شریک نہین ہے اُسی کا ملک ہے اور اُسی کے لیے حمد ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے
اُسکے سوا کسی سے قوت نہین حاصل ہوتی ہم اُسکی عبادت کرتے ہین نعمت وفضل اُسی کے
ہین اُسی کے لیے بہتر ثنا ہے خدا کے سوا کوئی معبود نہین ہے ہم خالص اُسی کے لیے دین رکھتے ہین
اگرچہ کافرون کو برا معلوم ہو اور بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی
ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے زمانے مین جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہوتے ذکر بالجہر کرتے ان
دونون روایتون کے جواب دو طریقے سے دیے گئے ہین (۱) امام شافعی رحمہ اللہ نے ام مین لکھا
ہے امام اور مقتدی نماز سے فراغت پاکر دونون ذکر مین مشغول ہوجائین اور ذکر کو آہستہ کہین
مگر وہ امام جو مقتدیون کو تعلیم دینا چاہتا ہو جہر کرسکتا ہے تاکہ مقتدیون کو اسکا علم ہوجائے اور جب
مقتدیون کو معلوم ہوجائے تب اُسے بھی آہستہ ذکر کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے
کہ اپنی دعا کو زور سے نہ کہو اور نہ اس قدر آہستہ کہو کہ تم خود بھی نہ سن سکو اور میرے خیال مین جو ابن
زبیر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے لا الٰہ کہنے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تکبیر کہنے
کی روایت کی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغرض تعلیم معمولی جہر فرمایا
ہوگا اس لیے کہ عام روایتون مین جن کو ہمنے لکھا ہے تسلیم کی بعد عدم تکبیر کا ذکر نہین ہے انتہی
کلامہ پس امام شافعی رحمہ اللہ نے اس جہر کو تعلیم پر محمول کیا ہے پس جب تعلیم حاصل ہوجائے تو جہر
نکرنا چاہیے اور جو آجکل قرأۃ اور ذکر جہر اور جماعت رائج ہے وہ بغرض تعلیم نہین ہے بلکہ بغرض ثواب
ہے (۲) ابوالحسن بن بطال رحمہما اللہ نے شرح صحیح بخاری مین (ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث
مین لوگون نے کلام کیا ہے اس وجہ سے) کہا ہے کہ احتمال ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے
اس سے مجاہدین کو مراد لیا ہو اور اگر ایسا ہے تو اب تک ہوتا ہے کیونکہ مجاہدین جب پنجگانہ نمازون
سے فارغ ہون تو اُنکے لیے زور سے تکبیر کہنا اور چلانا مستحب ہے تاکہ دشمن ڈرجائین اور اگر اسپر

محمول نہ کیا جائے تو یہ حدیث بالاجماع منسوخ ہی کیونکہ علما مین سے کوئی اسکا قائل نہین ہی اور اسی
کتاب مین ہی زور سے ذکر کرنے سے اور نماز سے فراغت پاکر جماعت کی جماعت کے دعا کرنے
سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ بدعت ہی اور علامہ شیخ الاسلام بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ نے
بنایہ شرح ہدایہ مین لکھا ہے ابوبکر رازی رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ ہمارے مشائخ عیدالضحی کے ایام
تشریق کے علاوہ دوسرے دنون مین تکبیر بالجہر کو سنت نہین لکھتے ہین مگر دشمن یا چور کے
مقابلے مین اور بعض لوگون نے کہا ہی کہ یہی حکم آتش زدگی اور تمام خوفناک امور مین ہی اور نصاب
الاحتساب مین ہی نماز کے بعد تکبیر بالجہر مکروہ اور بدعت ہی یعنے ایام نحر و تشریق کے علاوہ اور
ایام مین۔ اور عبارات حنفیہ اس قسم کے بہت ہین جس سے کراہت ذکر جہری بجز چند مواضع مستثناۃ
کے ثابت ہوتی ہی اس کی تفصیل میرے رسالہ سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر مین موجود ہی الحاصل ذکر
جہری بعد نماز کے سوائے ایام تشریق وغیرہ کے اگر احیانا ہو تو کچھ مضائقہ نہین بشرطیکہ جہر مفرط نہو
اور اسی طرح اگر جہر سے تعلیم مقصود ہو اور بدون ان اغراض کے اُس کا التزام و اہتمام کرنا جیسا
کہ سوال مین مذکور ہی طریقہ نہو یہ اور طریقہ سلف صالح کے خلاف ہی **سوال** شوق کے طریقے سے
اگر کوئی جانور چرند یا پرند پالا گیا ہو تو اُس مین کوئی گناہ ہی یا نہین اگر ہے تو اُسکا کفارہ کیا ہی اور
شکار کے بارے مین کیا حکم ہی **جواب** شوق کے طریقے سے جانور پالنا درست ہی بشرطیکہ اُنکو
تکلیف نہ دے۔ مجتبی شرح مختصر قدوری مین ہی لاباس بحبس الطیور والدجاج فی بیتہ
ولکن یعلفہا مرغی اور چڑیون کے پالنے مین کچھ حرج نہین ہی لیکن اُنکو خوراک دیتے رہنا چاہیے
ردالمحتار مین فتاوی قاری الہدایہ سے منقول ہی یجوز حبسہما للاستیناس اُن دونون یعنے مرغی اور
چڑیون کو دلبستگی کرنے کے لیے پالنا جائز ہی۔ اور جامع الرموز مین ہی لاباس بحبس الطیور و
الدجاج فی بیتہ ولکن یعلفہا وھو خیر من ارسالہا فی السکک چڑیون اور مرغیون کو گھر مین پالنا
جائز ہی لیکن اُنکو خوراک دیتا رہے اور یہ اس سے اچھا ہی کہ وہ گلیون مین چھوڑ دی جائین۔
اور شکار کرنا جائز ہی بشرطیکہ محض کھیل ور ایذا دینا مقصود نہو اور بعضون نے پیشہ بنا لینے
کو مکروہ لکھا ہی مگر صحیح یہ ہی کہ مکروہ نہین ہی۔ بزازیہ مین ہی الصید مباح الا للتلہی او حرفۃ شکار
جائز ہی مگر نہ بغرض کھیل اور پیشہ کے۔ اور حموی نے شرح اشباہ مین لکھا ہی فیہ نظر لانہ نوع الاکتساب

بما ھو مخلوق لذلک والاکتساب مباح فصار کالاحتطاب اس مین نظر ہے کیونکہ اس مین ایسی چیز سے نفع حاصل کرنا ہی جو اسکے لیے پیدا کی گئی اور اس قسم کا نفع حاصل کرنا مباح ہی پس شکار کا بھی وہی حال ہوگا جو لکڑی چننے اور فروخت کرنے کا ہی **سوال** عیدین کے خطبہ کے بعد جو مصافحہ اور معانقہ لوگون مین مروج ہے وہ مسنون ہی یا بدعت **جواب** مصافحہ اور معانقہ کا وقت ابتداے ملاقات ہی پس عید کی نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ مسنون نہین ہے اور علما اس باب مین مختلف ہین بعض بدعت مباحہ کہتے ہین اور بعض ہر حال مین بدعت مکروہہ کہتے ہین اسکا ترک اولے ہی۔ نووی رحمہ اللہ کتاب الاذکار مین لکھتے ہین اعلم ان المصافحۃ مستحبۃ عند کل لقاء واما ما اعتادہ الناس من المصافحۃ بعد صلوۃ الصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع ولکن لا باس به فان اصل المصافحۃ سنۃ وکونهم حافظوا علیها فی بعض الاحوال وفرطوا فی کثیر من الاحوال او اکثرها لا یخرج ذلک البعض عن کونه من المصافحۃ التی ورد الشرع باصلها ہر ملاقات کے وقت مصافحہ مستحب ہی اور لوگ جو بعد نماز فجر اور عصر کے مصافحہ کے عادی ہین اسکی کوئی اصل نہین ہی لیکن اس مین کچھ حرج بھی نہین ہی کیونکہ اصل مصافحہ سنت ہی اور بعض حالتون مین اس کے خیال رکھنے اور بعض حالتون مین اُسپر خاص توجہ کرنے سے یہ بعض مصافحہ سے خارج نہین ہوسکتے جس کی اصل شرع سے ثابت ہی۔ اور درمختار مین ہی واطلاق المصنّف تبعًا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والجمع والملتقی یفید جوازها مطلقا ولو بعد العصر وقولهم بدعۃ ای مباحۃ مصنف کا اسکو درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ اور جمع اور ملتقی کی اتباع مین مطلق رکھنا اس پر دلالت کرتا ہی کہ یہ مطلقا جائز ہی اگرچہ بعد عصر کے ہو اور فقہا نے بدعت سے مراد مباح لیا ہے۔ اور ردالمحتار مین ہے قد یقال ان المواظبۃ علیها بعد الصلوۃ خاصۃ یؤدی الجهلۃ الی اعتقاد سنیتها فی خصوص هذه المواضع مع ان ظاهر کلامهم لم یفعلها احد من السلف ونقل عن الشرنبلالی عن ابن حجرؒ انها بدعۃ مکروهۃ لا اصل لها فی الشرع بعض وقت یہ کہا جاتا ہی کہ اس پر دوام سے جہلا اسکے ان خاص مواقع مین سنت ہونے کے معتقد ہوجائین گے حالانکہ فقہا کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ سلف مین سے کسی نے اسکو نہین کیا ہی اور شرنبلالی رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ ابن حجر رحمۃ اللہ نے اسے بدعت کہا ہی اور کہا ہی کہ یہ مکروہ ہی شرع مین اسکی کچھ اصل نہین ہے اور

ابن حاج رحمہ اللہ نے مدخل مین لکھا ہی اجاز المعانقۃ ابن عیینۃ عند اللقاء من غیبۃ کانت واما
فی العید لمن ہو حاضر معک فلا واما المصافحۃ فانہا وضعت فی الشرع عند لقاء المومن
لاخیہ واما فی العید علی ما اعتادہ بعضہم عند الفراغ من الصلوۃ یتصافحون فلا اعرفہ لکن قال
الشیخ ابو عبد اللہ بن نعمان انہ ادرک بمدینۃ فاس العلماء العاملون بعلمہم متوافرون انہم کانوا اذا
فرغوا من صلوۃ العید صافح بعضہم بعضا فانکان یساعدہ فی النقل عن السلف فیاحبذا وان لم ینقل
فترکہ اولی ابن عیینہ رحمہ اللہ نے عرصہ کے بعد ملاقات کے وقت معانقہ کو جائز لکھا ہی لیکن عید مین
جو ساتھ رہتا ہو اُس سے ناجائز لکھا ہی لیکن مصافحہ تو اُسکی وضع اس لیے ہی کہ جب مسلمان مسلمان
سے ملے تو یہ کرے لیکن عید مین جو بعض لوگ نماز سے فارغ ہوکر مصافحہ عادۃً کرتے ہین مجھے
اسکی اصل نہین معلوم لیکن شیخ ابو عبد اللہ بن نعمان رحمہما اللہ کہتے ہین کہ اُنھون نے شہر فاس کے
باعمل علما کو دیکھا کہ عید کی نماز سے فراغت پاکر باہم مصافحہ کرتے تھے تو اگر نقل سلف اسکے مطابق ہو
تو بہت ہی اچھا ہی ورنہ اسکا ترک ہی بہتر ہے **سوال** نانا کی زوجہ جسے اُس کی ماں اور نانی سے
کچھ قرابت نہین حرام ہی یا حلال **جواب** حنفیہ کے نزدیک نانا کی زوجہ حرام ہی۔ خزانۃ الروایات مین
خزانۃ الفقہ سے نقل کیا ہی امرأۃ الجد ابی الام حرام نانی حرام ہی۔ اور بھی مرقوم ہی المنکوحۃ للجد
ابی الجد وجد الجد واب جد الجد من قبل الاب والام حرام دادا پردادا نگڑدادا اسکڑدادا
کی بیبیان اور اسی طرح نانا اور نانا کے باپ دادا پردادا کی بیبیان بھی حرام ہین۔ اور اسکی حرمت
اسکے سبب سے نہین ہی کہ یہ امہات نساء وامہات کی آیت مین داخل ہین بلکہ اس سبب سے ہی
کہ ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم (جنکے ساتھ تمھارے آباء نے نکاح کیا ہی اُنکے ساتھ نکاح نہ کرو)
انکو شامل ہی۔ ہدایہ مین ہی ولا بامرأۃ ابیہ واجدادہ لقولہ تعالی ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم
باپ دادا کی بیبیون کے ساتھ نکاح ناجائز ہی کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی جنکے ساتھ تمھارے
آباء نے نکاح کیا ہی اُنکے ساتھ نکاح نہ کرو **سوال** ایک مقام پر چند پرانی قبرین ہین کہ قریب
پچیس تیس سال کے ہونگی اُن مین بعض بالکل نیست و نابود ہوگئی ہین اور بعض باقی ہین
پس ایسے مقام پر قبر کھود کے زمین برابر کرکے رہنے کے لیے مکان بنانا درست ہی یا نہین
**جواب** درست ہی۔ بحر الرائق مین ہی وفی التبیین لو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن

غیرہ فی قبرہ وذرعہ والبناء علیہ تبیین مین ہی کہ اگر لاش پرانی اور مٹی ہو جائے تو اُسکی قبر مین دوسرے
کو دفن کرنا اور اُس زمین پر زراعت کرنا اور مکان بنانا جائز ہی **سوال** یہان ہر شہر و قصبے
مین سلطانی قصاب ہین جو مسلمان کہلاتے ہین اور احکام دین اسلام مین ہم مسلمانون کے ساتھ
شریک رہتے ہین یعنی کلمۂ شہادتین پڑھتے ہین اور ہمارے ساتھ جمعہ اور عیدین اور پنجگانہ نماز باجماعت پڑھتے ہین
اور رمضان کے روزے رکھتے ہین اور ختنہ کراتے ہین اور نکاح پڑھواتے ہین مگر مسلمانون کے آب و
طعام سے پرہیز کرتے ہین بلکہ مسجد کے پانی سے وضو تک نہین کرتے ہین مسلمانون نے اُن سے کہا کہ ہم تمہیں
شرعی حکم کرتے ہین کہ تم مسجد کے پانی سے وضو کرو تو انھون نے جواب دیا کہ ہماری قدیم عادت نہین ہے
اس قول کی وجہ سے اُنپر کفر کا فتوی دینا اور اُن پر کفر کے احکام جاری کرنا جائز ہی یا نہین اور بغیر
ہمارے آب وطعام کے تناول کیے ہوے انکی توبہ شرعا قبول ہوتی ہی یا نہین اور اکثر مسلمان کہتے ہین
کہ یہ لوگ اپنے گھرون مین بت رکھتے ہین اور ہمیشہ اُنکی پرستش کیا کرتے ہین اور وہ اس
سے انکار کرتے ہین یہ انکار اُن کی توبہ ہی یا نہین اور انکو توبہ سے انکار نہین توبہ کرنا قبول
کرتے ہین ایسی حالت مین اُنپر توبہ کا حکم کرنا یا اُنپر کفر کے احکام جاری کرنا کیسا ہی اور تنگی
معیشت کی وجہ سے گوشت بیچنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے ان لوگون نے حاکم وقت کے سامنے
کہا کہ ہم ہندو ہین پھر وہ اپنے اس کہنے پر نادم ہوے اور توبہ کا ارادہ کیا تو اُنکی توبہ بغیر ہمارے
یہان آب وطعام تناول کیے ہوے قبول ہی یا نہین۔ یہ لوگ اپنے جانور ایک مسلمان مسافر شخص
سے ذبح کراتے ہین تو یہ کفر کا حکم کرنے والے ذابح مسلم کو ڈھیر کا فرخاکروب اور اُنکے گوشت
کو جو پاک اور حلال ہی حرام کہتے ہین یہ کفر کا کلمہ ہے یا نہین اور کافر قصاب کی دوکان کا گوشت
جبکہ ذابح بالیقین مسلمان معروف ہی اور مسلمان کے سوا کوئی کافر ذبح نہین کرسکتا اور گوشت
کی حلت مین کسی ایک مسلمان کو شبہہ نہین ایسی حالت مین بغیر کسی ایک عادل کی گواہی کے
خریدنا اور کھانا حلال ہی یا نہین جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کے رسالہ مالا بد منہ
کے کتاب التقوی مین اس مسئلہ کی تشریح اُسکے حاشیہ پر لکھی ہی جسکا ترجمہ یہ ہی۔ جو گوشت
مسلمان یا اہل کتاب سے مول لیا جائے حلال ہے اور جو بت پرست سے خریدا جائے وہ حرام
ہی انتہی یہ تو اصل کتاب مالا بد منہ کی عبارت کا ترجمہ تھا اور لفظ حرام کے حاشیہ مین لکھا ہے

اگر یہ معلوم نہو کہ اس جانور کا ذبح کرنے والا مسلمان ہو انتہی اور اس کتاب کی صحت اور تحشی کرنے والے چار متدین عالم ہین جنکے اسمار رسالۂ مذکور کے خاتمۃ الطبع مین لکھے ہین چونکہ اُنھون نے اس حاشیہ کو جس کتاب سے لکھا ہو اُسکا حوالہ نہین دیا لہذا ناظرین کم علم اس مین شک کرتے ہین **جواب** (۱) جبکہ یہ لوگ عبادات خاصۂ اہل اسلام ادا کرتے ہین اور کلمۂ شہادت پڑھتے ہین تو اہل اسلام مین شمار کیے جائین گے اور صرف اسوجہ سے کہ وہ مسلمان کے طعام مین شرکت نہین کرتے گو اُنکا یہ فعل بُرا اور شرع کے خلاف ہو کافر نہ سمجھے جائین گے۔ بحرالرائق مین ہے اعلم ان الاسلام یکون بالفعل ایضا کالصلوۃ بجماعۃ او الاقرار بہا والاذان فی بعض المساجد او الحج وشہود المناسک اسلام فعل سے بھی ہوتا ہے مثلاً باجماعت نماز یا اقرار نماز یا اذان بعض مساجد مین یا حج اور مناسک مین حاضر ہونا۔ (۲) جب وہ کفر سے انکار کرتے ہین اور کلمۂ شہادت ادا کرتے ہین اور اپنے کو مسلم کہتے ہین تو اُنکا یہ قول مثل رجوع و توبہ کے سمجھا جائے گا اور اُن پر اسلام کا حکم جاری کیا جائیگا۔ ردالمحتار مین ہو رأیت فی البیری شرح الاشباہ قال کون مجرد الانکار توبۃ غیر مراد بل ذلک مقید بثلثۃ قیود قال فی الذخیرۃ عن بشر بن الولید اذا جحد المرتد الردۃ واقر بالتوحید وبمعرفۃ رسول اللہ وبدین الاسلام فھذا منہ توبۃ مین نے بیری شرح اشباہ مین دیکھا ہو کہ محض برا جاننا توبہ نہین ہو بلکہ اُس مین تین قیدین ہین ذخیرہ مین بشر بن ولید رحمہا اللہ سے مروی ہو کہ جب مرتد ارتداد سے انکار کرے اور توحید و معرفت رسول اللہ و دین اسلام کا اقرار کرے تو یہ اُسکی توبہ ہو (۳) جب وہ اقرار سابق سے نادم ہوے اور اسلام کا اقرار کیا تو اُنپر اسلام کے احکام جاری کیے جائین گے اور اُنکی توبہ باقرار دین اسلام مقبول ہو جائے گی گو وہ شرکت طعام سے انکار کرین۔ ردالمحتار مین ہو یصیر الوثنی مسلما بقولہ انا مسلم او علی دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم او الحنفیۃ او الاسلام بت پرست ان الفاظ کے کہنے سے مسلمان ہو جاتا ہو ہم مسلمان ہین ہم دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہین ہم دین حنفی پر ہین ہم اسلام پر ہین (۴) جب یہ امر معلوم ہو کہ وہان مسلمان کے سوا کوئی ذبح نہین کرتا تو کافر کی دوکان سے گوشت خریدنا اور اُسکا کھانا حلال ہو

اشباہ وغیرہ مین ہے الیقین لایزول بالشک یقین شک سے زائل نہین ہوتا **سوال**

آجکل بعض تحریرین طعن آمیز سلف صالحین تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کے نسبت جو ذیل مین درج ہین
شائع ہوئی ہین اور لوگ بیباکانہ ان حضرات رحمہم اللہ کی شان مین گستاخی اور بے ادبی کرتے
ہین۔ کہ امام اعظم رحمہ اللہ علم حدیث نہین جانتے تھے اور جو لوگ اسکے کہنے سے روکتے ہین
اُنکو جواب دیتے ہین کہ اگر مولانا عبدالحی صاحب ان کلمات کو موجب قباحت بہ نسبت امام
اعظم رحمہ اللہ کے لکھدینگے تو ہم مان لینگے تمھارے کہنے کو نہ مانینگے اور اپنے ذہن
مین وہ خیال کرتے ہین کہ اُنکے مثل آپ بھی امام اعظم رحمہ اللہ کی شان مین گستاخی اور بے ادبی
کرتے ہین اور اسکو اچھا جانتے ہین۔ لہذا اُن کلمات کو ایک جگہ جمع کرکے آپکی خدمت مین
پیش کرتا ہون اور امیدوار ہون کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فضل و کمال علمی سے
بھی آگاہ کرین اور یہ بھی تحریر فرمائین کہ ایسے کلمات حضرت امام کی شان مین استعمال
کرنا کیسا ہے۔ اور الفاظ یہ ہین (۱) اُنکو یعنے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو سفر کا
اتفاق کم ہوا اور اُنکے وقت مین کتب حدیث کے جمع ہونے کا اتفاق نہین ہوا اُنکو
کوسفے مین بیٹھے بیٹھے جو کچھ معلوم ہوا وہ معلوم ہوا اور جو کچھ رہگیا وہ رہگیا (۲) اُنکی
فقہ اور اُنکا اجتہاد شہرۂ آفاق ہے اور محدثین کے دفتر مین انکا نام نہین ہے (۳)
صحاح ستہ کو جب اول سے آخر تک دیکھو گے تو اُنکی روایت کا نام نہ پاؤگے بجز ایک
جگہ کے کتاب علل ترمذی مین تو وہ بھی ایک شخص جابر جعفی کے کاذب ہونے کی اُنسے
نقل ہے باقی بالخیر (۴) صاحب صحائف اپنے مجد العلم کی عبارت اتحاف النبلاء سے اسی
بارے مین ناقل ہے۔ لہذا اہل حدیث کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ فن حدیث مین
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی پونجی بہت تھوڑی ہے۔ اسکے علاوہ بھی اُن لوگون نے ہزارہا
کلمات اہانت اپنے تصانیف مین درج کیے ہین جن کے لکھنے سے قلم تھراتا ہی **جواب**
مضمون اول کے فقرے اگرچہ واقعی کے مطابق ہین مگر اُنکے بیان کا عنوان سوء ادبی سے
خالی نہین ہے اور مضامین باقیہ کا عنوان بھی بے ادبی کو شامل ہی اور حدیث کے دفتر مین امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ کا نام نہونا غلط ہی بلکہ صحاح ستہ کے علاوہ بہت سی حدیث کی کتابون مین اُن کی

روایتین موجود ہین اور کثرت سے مورخین اور محدثین نے اُنکو محدثین مین گنا ہی ذہبی رحمہ اللہ
نے تذکرۃ الحفاظ مین اُن کو حفاظ حدیث مین شمار کیا ہی اور نووی نے تہذیب الاسماء واللغات
مین اور ابن عبد البر اور ابن حجر عسقلانی اور سیوطی رحمہم اللہ وغیرہم نے اُنکے مدائح اور اوصاف
جمیلہ مین بہت لبسط کیا ہی اور صحاح ستہ مین امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کا نہونا کسی طرح
نقص کا باعث نہین ہے صدہا صحابہ ایسے ہین جن سے صحاح ستہ مین کوئی روایت نہین
ہی اور اتحاف النبلاء مین اور ایسے تالیفات مؤلف اتحاف مین جو معائب و مطاعن امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے منقول ہین وہ سب لغو اور بے اصل ہین **سوال** چار پانچ شخص جو
سرکار انگریزی مین باعزت و وقار ہین اور اُنھون نے شرع کے خلاف قانون بنایا ہے
اہل اسلام کو ایسے قانون کا قبول کرنا درست ہی یا نہین اور وہ لوگ ایسا قانون بنانے کی
وجہ سے کافر ہو گئے یا نہین اور اوقاف اسلام جیسے مساجد و مقابر وغیرہ سے جاتا رہا یا نہین
اور اُنکے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہین **جواب** اللہ تعالی قرآن شریف مین فرماتا ہی
ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الكفرون جس نے قرآن کے موافق حکم نہ دیا وہ
کافر ہی۔ اور فرمایا ہی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الفاسقون جس نے قرآن کے
موافق حکم نہ دیا وہ فاسق ہے۔ اور فرمایا ہی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الظالمون
جس نے قرآن کے موافق حکم نہ دیا وہ ظالم ہی۔ پس اہل اسلام کو ایسے قانون کا قبول کرنا جو
شرع کے خلاف ہو حرام ہی اور جو اُس قانون پر عمل کرے گا اُسکا گناہ قانون بنانے والے
کی گردن پر ہو گا۔ حدیث صحیح مین وارد ہی من سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرھا ووزر من
عمل بھا جس نے کوئی بری بات ایجاد کی اُسکو اُس بری بات کے ایجاد کرنے کا اور اُس
بری بات پر عمل کرنے والون کا گناہ ہو گا۔ اور قانون بنانے والون نے اگر شرعی قانون
کو برا جانا اور شرعی قانون کے ساتھ راضی نہو ہی اور اُسکو خلاف مصلحت اور غیر کافی تصور کیا
تو کافر ہو گئے اُنکے جنازے کی نماز پڑھنا اور مسجد و مقابر مین اُنکو شریک رکھنا اور
اُنکی دعوت کرنا یا اُنکی دعوت مین جانا اور اُنکے یہان شادی و غمی مین شرکت کرنا مسلمانون کو
درست نہین ہی اور اگر اُنھون نے قانون شرع کو برا نہ جانا تو اگرچہ کافر نہین ہوے مگر بہت

بڑے فاسق ہوے اہل اسلام کو لازم ہی کہ اُنسے مجالست ترک کرین اور شادی وغمی مین اُنکے
یہان شرکت نہ کرین تاکہ وہ اپنے اس فعل سے توبہ کرین **سوال** اُس شخص کے حق مین کیا
حکم ہی جو کہتا ہی کہ کل کا بنا ہوا کپڑا نہ خرید و جبکہ تم کسی کے جانب سے اُسکے خریدنے پر مجبور
نہین کیے گئے ہو کیونکہ یہ کل جولاہون اور سوت کاتنے والون کے حق مین فتنہ عظیم ہے
کیونکہ ان لوگون کا یہی پیشہ یہی ہی اور اس پیشہ کے علاوہ فی الحال نہ یہ کوئی اور پیشہ کر سکتے
ہین نہ کسی دوسرے طریقے سے اپنے لیے کفاف حاصل کر سکتے ہین اسی پیشہ کی بدولت یہ
لوگ اپنا پیٹ بھرتے تھے اور ہمارے ساتھ رہتے تھے پس ہمارے نزدیک جو لوگ کل کا
بنا ہوا کپڑا باریک ہونے یا سستا ہونے کی وجہ سے خریدتے ہین وہ کل کے بانی سے زائد فتنہ
کے باعث ہین اور فتنہ کی مصیبت بلاشبہہ قتل کی مصیبت سے زائد ہی کیونکہ قتل صرف ایک
لمحہ کی مصیبت ہی اور یہ وہ مصیبت ہی جسکے بدولت لڑکے بالون کا بھوکون مرنا دیکھنا پڑتا
ہی اور روزانہ اپنی جان بھی آمدنی نہونے کیوجہ سے گھل گھل کر نکلتی ہی بھیک بھی مانگنا پڑتی ہی
جسکی شرعاً ممانعت ہی اور اسکے علاوہ بھی ہزارون مصیبتین لاحق ہوتی ہین دیکھو اللہ تعالی
نے غربا کی بھوک کے دفعیہ کے لیے کسقدر تاکید کی ہی۔ قرآن شریف مین ہی وانفقوا مما رزقنکم
من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق
واکن من الصالحین ہمنے جو تمھین دیا ہی اُس مین سے صرف کرو اس سے پہلے کہ تم مین سے
کسیکی موت آئے اور وہ کہے ای اللہ تو مجھے کچھ دنون اور زندہ رکھ تاکہ مین صدقہ کرون
اور نیکون مین شامل ہو جاؤن۔ اور غربا کی حالت کی خبر نہ رکھنے کو اللہ تعالی نے کفر کا جرم
ذکر کیا ہی۔ قرآن شریف مین ہی ارأیت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم
ولا یحض علی طعام المسکین کیا تمنے اُسکو دیکھا ہی جو دین کو جھٹلاتا ہی اور یتیم کو دکھ دیتا ہی
اور مسکین کے کھلانے پر آمادہ نہین کرتا۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہی ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون
ذراعا فاسلکوہ انہ کان لا یؤمن باللہ العظیم ولا یحض علی طعام المسکین پھر اُسکو ایک
زنجیر مین جسکی پیمائش ستر گز ہو باندھ دو کیونکہ وہ خدا پر ایمان نہین لایا اور اُسنے مسکین کے
کھلانے پر آمادہ نہین کیا۔ مشارق مین ہی قال ابوہریرۃؓ الساعی علی الارملۃ والمسکین

کالمجاھد فی سبیل اللہ قال ابو ھریرۃ رضی واحسبہ قال کالقائم لایفتر وکالصائم لایفطر حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی جو شخص بیوہ اور مسکین کے لیے کوشش کرے وہ اُسکا
ایسا ہی جو خدا کی راہ مین جہاد کرے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہی میرے خیال مین حضور
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ایسا شخص اُس قائم کا ایسا ہی جسکے قیام کا سلسلہ نہ ٹوٹے
اور اُس صائم کا ایسا ہی جو افطار نہ کرے۔ اور بلاشبہہ جتنا مال خرید اشیا مین صرف ہوتا ہی اُتنا
مال خیرات مین صرف نہین ہوتا چنانچہ اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہی کہ قرض حسنہ سے
غیر حسنہ قرض کا دینا زیادہ ثواب رکھتا ہی سود کا حرام ٹھہرانا بھی غربا کی رعایت کیوجہ سے ہی
پس کپڑا خریدنے کی وجہ سے تمھین اپنے مسلمان بھائیون کو نقصان پہونچانا کیونکر گوارہ ہوتا
ہی۔ تفسیر فتح العزیز مین بزبان فارسی تحریر ہی جسکا ترجمہ یہ ہی اہل تحقیق نے کہا ہی کہ ہر قوم
کے لیے ایک گوسالہ ہی جسکی وہ پرستش کرتے ہین گو بظاہر اپنے کو مسلمان اور دیندار کہین
چنانچہ حدیث شریف مین بھی اسکے جانب اشارہ کیا ہی بئس عبد اللہ ینار وعبد الدراھم
وعبد الخمیصۃ ان اعطی رضی وان لم یعط سخط اُس شخص کا بُرا حال ہی جو اشرفی یا روپیہ یا عمدہ
کپڑے کا بندہ ہو اگر اُسکو اسد کیطرف سے یہ چیزین مرضی کے موافق ملتی ہین تو خوشی کے ساتھ زندگی
بسر کرتا ہی (اور شکر نہین کرتا) البتہ اگر نہین ملتی ہین تو ناخوش ہوتا ہی اور شکایت کرتا ہی انتہی۔ اس سے
ہمارا یہ مطلب نہین ہی کہ سب لوگ موٹا کپڑا پہنا کرین بلکہ مطلب یہ ہی کہ امرا اگر چاہین تو یہان
کا بنا ہوا مہین کپڑا زیادہ قیمت خرچ کرکے پہنین اور غربا کو لازم ہی کہ اپنی وسعت کے
موافق ایسا کپڑا پہنین جسکی قیمت بے دشواری کے ادا کرسکین اور اپنے تھوڑے سے نفع
یا خوشی کے واسطے غربا کا نقصان نہ کرین اسکا لحاظ امرا کو زیادہ کرنا چاہیے ابو حنیفہ رح
عن حماد رح عن ابراہیم رح عن حذیفۃ رض بن الیمان انہ تزوج یھودیۃ بالمدائن فکتب الیہ عمر رض بن الخطاب
ان خل سبیلھا فکتب الیہ احرام ھی یا امیر المؤمنین فکتب الیہ اعزم علیک ان لاتضع کتابی
حتی تخلی سبیلھا فانی اخاف ان یقتدی بک المسلمون فیختاروا نساء اھل الذمۃ
لجمالھن وکفی بذلک فتنۃ نساء المسلمین وقیل لعمر رضی اللہ عنہ ان ھھنا رجل من الانباء
نصرانیا لم یصر بالدیوان لو اتخذتہ کاتبا فقال لقد اتخذت اذا بطانۃ من دون المؤمنین

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حمادؒ سے اُنھون نے ابراہیمؒ سے اُنھون نے حذیفہؓ بن یمان سے روایت کی ہے کہ اُنھون نے مدائن مین ایک یہودیہ سے شادی کی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُنھین لکھ بھیجا کہ اُسے چھوڑ دو اُنھون نے جواب دیا کہ ای امیر المومنین کیا وہ حرام ہے پس آپنے اُنکو پھر لکھا کہ مین تمکو حکم دیتا ہون کہ میرے خط کو اپنے ہاتھ سے علٰحدہ نہ کرو جب تک کہ تم اُس سے علٰحدہ نہو جاؤ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ مسلمان تمھاری اقتدا کر کے ذمیون کی عورتون کو اُن کی خوبصورتی کے بدولت پسند کرلین اور مسلمان عورتون کے لیے یہ بڑا فتنہ ہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہان ایک نصرانی ہے جس کو دفتر کے کامون مین خاص ملکہ ہے بہتر ہوتا کہ آپ اُسے اپنا کاتب بنا لیتے آپ نے جواب دیا کہ اگر مین ایسا کردن تو مین نے مسلمانون کے سوا دوسرے کو اپنا ساتھی بنایا۔ ہند کے مسلمان بھی اگر کل بنائین تاہم خالی از فتنہ نہین ہی کیونکہ کل سے تجارت پیشہ لوگون کو نفع ہوتا ہے نہ اہل حرفہ کو خیال کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ غربا کی پرورش کے لیے امرا سے فرماتا ہی کہ تم اپنی جانبازی کے مال مین سے غربا کو دو اگر ہم ایسا حق نہ مقرر کرین تو مال صرف امرا ہی مین رہجائے گا۔ قرآن شریف مین ہی کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم تاکہ دولت تم مین کے امیرون ہی مین نہ رہجائے۔ پس ای لوگو اگر ہمارا کہا نہ مانوگے تو قطعاً بلائے عظیم مین مبتلا ہوگے جیسے اگلی ظالم قومین بلائے عظیم مین مبتلا ہوئین واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ فتنہ سے ڈرو کہین وہ تم مین کے ظالمون کو نہ آلگے۔ یہ ہرگز نہ خیال کرو کہ اب ایسا حال نہو گا اہل سنت وجماعت کی کتابون کو دیکھو تمام اہلسنت اس پر متفق ہین کہ ظہور ائمہ راشدین کے وقت مین بھی حجت اللہ بندون پر قائم ہوتی ہی پس مسلمانون کو چاہیے کہ ہمارا کہنا مانین اور اگر تم نہین مانتے تو ہم یہی کہتے ہین یا قوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل سوف تعلمون من یاتیہ عذاب یخزیہ ومن ھو کاذب وارتقبوا انی معکم رقیب ای قوم تم اپنا کام کرو مین اپنا کام کرتا ہون عنقریب تمکو معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلیل کرنے والا عذاب آتا ہی اور کون جھوٹا ہی انتظار کرو مین بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہون۔ خلاصہ اس استفتا کا یہ ہی کہ آیا قائل کے قول پر ہر کہ مہ کو توجہ کرنا ضروری ہی یا نہین اسکی جواب سے مطلع فرمایئے

**جواب** حسب قول سائل نمائش قائل بہ بر ہر کہ ومہ کو توجہ کرنا اور اپنی طبیعت کو عمدہ کپڑے کے خریدنے سے ناجائز جانکر روکنا شرعاً کسی طور پر جائز نہین کیونکہ اللہ تعالی نے اسلام مین ہر طرح کی آسانی رکھی ہی جب کل کا بنا ہوا کپڑا پہننا جائز ٹھہرا تو کیون آدمی اپنی طبیعت کو بلا وجہ ایک عمدہ چیز کے خریدنے سے روکے اور کسی قوم کی روزی کسی حرفہ پر موقوف نہین ہی اللہ تعالے رزاق حقیقی ہی جس طرح اُسکو روزی پہونچانا منظور ہوگا پہونچائے گا البتہ احتیاطاً جس شخص کو یہ منظور ہی کہ ہماری قوم ہم لوگون سے منفعت حاصل کرے اور ہم سب اپنی قوم سے خرید فروخت کرین مثلاً کوئی رئیس یا بادشاہ اہل اسلام یہ چاہے کہ ہم اپنی ریاست یا سلطنت مین اہل اسلام نوکر رکھین اور اہل اسلام ہی سے اشیا بنواکر استعمال مین لائین تو استحساناً جائز ہی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ عبدہ المسکین محمد تقی الدین عفا والعافی عن اثم الآثمین محمد تقی الدین سمی شیخ الاسلام ابن تیمیہ سنہ ۱۲۹۲ھ۔ الحق لایجاوز عن الجواب واللہ اعلم بالصواب محمد شمس الدین سمی ہمام ابن القیم الجوزیہ۔ اصاب من اجاب محمد بشیر السہسوانی الفقوی **ہو المصوب** قول قائل بہ ہر شخص کو لزوماً توجہ کرنا اور عمدہ کپڑون کے خریدنے سے بالکلیہ باز رہنا شرعاً لازم نہین ہی البتہ مقتضاے تورع واحتیاط یہی ہی جو قائل مذکور کہتا ہی اور جو دلائل قائل نے پیش کیے ہین وہ مثبت لزوم نہین ہین اور اُنسے یہ ثابت نہین ہوتا ہی کہ عمدہ چیزون کے استعمال مین گناہ ہوگا یا عمدہ کپڑون کا جو کل سے بنائے جاتے ہین خریدنا باعث فساد وفتنۂ شرعیہ کا ہوگا اور یہ خیال کہ اس مین جولاہون وغیرہ کے رزق کا سد باب ہی خیال خام ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** شادی کے پہلے یا نکاح کے وقت اگر لڑکی کا ولی نوشاہ سے روپیہ لیکر برات کو کھانا کھلائے تو درست ہی یا نہین اور ولی پر روپیہ لینے کی وجہ سے کچھ گناہ ہوگا یا نہین **جواب** برات کے لوگون کو کھانا کھلانا دلھن کے لوگون کی طرف سے درست ہی بلکہ یہی طریقۂ ماثورہ حضرات انبیا علی نبینا وعلیہم السلام سے ہی مدارج النبوۃ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہی اور نوشہ سے روپیہ لینا اگر وہ بطیب خاطر دیتا ہو شرعاً اس مین کچھ حرج نہین ہی **سوال** ختم قرآن اور ختم انبیا اور ختم یونس وغیرہ جو مجتمع ہوکر پڑھتے ہین اور ختم کی اجرت لیتے ہین اسطرح کا پڑھنا اور اجرت لینا درست ہی یا نہین **جواب** متاخرین کے

نزدیک تعلیم قرآن کی اجرت لینا درست ہی اور قدما کے نزدیک درست نہین ہی باقی نفس تلاوت
قرآن اور ختم قرآن کہ جس مین صرف طلب ثواب مقصود ہوتا ہی اُسکی اجرت دینا اور لینا درست
نہین ہی اتفاقاً۔ تنقیح فتاوی حامدیہ مین خیریہ سے منقول ہی فی التاتارخانیۃ اذا اوصی بان
یدفع الی انسان کذا من ماله لیقرأ القرآن علی قبرہ فالوصیۃ باطلۃ لا یجوز سواء کان
القاری معینا او لا لانه بمنزلۃ الاجرۃ ولا یجوز اخذ الاجرۃ علی طاعۃ اللہ وان کانوا استحسنوا
جوازہ علی تعلیم القرآن فذلك للضرورۃ ولا ضرورۃ الی القول بجوازها علی القراءۃ علی قبور الموتی
تاتارخانیہ مین ہی اگر کسی نے وصیت کی کہ اُسکے مال کا اتنا حصہ فلان شخص کو دیدیا جائے کہ وہ اُسکی
قبر پر قرآن پڑھے تو یہ وصیت باطل ہی اور ایسا کرنا جائز نہین ہی خواہ پڑھنے والا مقرر ہو یا نہو کیونکہ
یہ بمنزلہ اجرت کے ہی اور خدا کی اطاعت پر اجرت جائز نہین ہے اگرچہ تعلیم قرآن کی اجرت
کے جواز کو علما مستحسن لکھتے ہین لیکن اسکی وجہ ضرورت ہے اور کوئی وجہ نہین کہ قبرون پر بھی
قرآن پڑھنے کی اجرت جائز سمجھی جائے۔ اور بھی اسی کتاب مین حاشیۂ بحر الرائق سے منقول ہی
المفتی بہ جواز اخذ الاجرۃ استحسانا علی تعلیم القرآن لا علی القراءۃ المجردۃ مفتی بہ
تعلیم قرآن کی اجرت کے لینے کا جواز ہی استحسانا نہ مجرد قرات کی اجرت کا لینا۔ اور عینی شرح ہدایہ
مین لکھتے ہین یمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی اثمان دنیا کے لیے قرآن کا پڑھنے والا
روکا جائے گا اور لینے والا اور دینے والا دونون گناہگار ہونگے **سوال** صرف نوشہ کے لیے عمدہ
فرش بچھانا اور اُسکے پیچھے کپڑے کا پردہ کھڑا کرنا جسے عرف مین مسہری کہتے ہین اور خاص
نوشہ کا سواری پر جانا گو ہمیشہ پیادہ جاتا ہو اور سر پر چاندنی تاننا اور نوشہ کے اعزہ یعنی
باپ بھائی بھتیجا وغیرہ کو کھانا کھلانا یہ امور بدعت ہین یا نہین اور اگر بدعت ہین تو کونسی
بدعت اور یہ امور ناچ باجہ اور کھانے کے سامنے ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ پڑھنے کے برابر ہین یا کم
**جواب** یہ امور مثل ناچ باجے کے جنکی حرمت منصوص ہی نہین ہین بلکہ ان کا شمار بدعات
مباحہ مین ہی لیکن چونکہ ایسے امور مین اکثر ریا سمعہ۔ اور تفاخر منظور رہتا ہی اس لیے بعض
فقہا نے ان امور کو مکروہ لکھا ہی۔ نصاب الاحتساب کی بحث مفاسد مجلس نکاح مین مذکور ہی
الاول احضار المغنیین واظهار الغناء فانه حرام والثانی احضار المعازف والملاهی وانه حرام

والثالث اظہار لعب اللاعبين وانہ حرام والرابع ستر حیطان البیت بالثیاب الجمیلۃ تزیینا وانہ مکروہ عندنا والخامس رکوب الخیول الطواف بالبلد من غیر حاجۃ فی جمیع النّاس (۱) گانے والون کو بلانا اور گوانا یہ حرام ہی (۲) کھیل کود کی چیز نکالانا اور یہ بھی حرام ہی (۳) کھیلنے والون کے کھیل کا اظہار اور یہ بھی حرام ہے (۴) گھر کی دیوارون کو عمدہ کپڑون سے بغرض زینت منڈھنا یہ ہمارے نزدیک مکروہ ہی (۵) گھوڑون پر چڑھنا اور بلاضرورت شہر مین گھومنا

**سوال** ہنود خصی اور بکری وغیرہ کو گنگا پر چڑھاتے ہین اور پانی مین زندہ چھوڑ دیتے ہین اور اُس گھاٹ کے زمیندار ہندوا اور دوسرے لوگ جانورون کو گنگا سے نکال کے بیچتے ہین اور چڑھانے والے کچھ تعرض نہین کرتے لیں ان جانورون کو خرید کے یا نکال کے ذبح کرنے کے بعد کھانا حلال ہی یا حرام اور ما اہل بہ لغیر اللہ کے کیا معنی ہین اور وما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ آلخ کا کیا مطلب ہی **جواب** ما اہل بہ لغیر اللہ سے وہ جانور مراد ہی جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے تقرب کی غرض سے ذبح کیا جائے۔ اور اراقۃ الدم سے غیر خدا کی تعظیم مقصود ہو اور خاص غیر کے لحاظ سے جان دینا مقصود ہو ایسا جانور حرام ہے اگرچہ بسم اللہ کہکے ذبح کیا جائے۔ در مختار مین ہی ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ علیہ ولو ذبح للضیف لا یحرم امیر کے آنے کے لیے یا بڑون مین سے کسی کے آنے پر کچھ ذبح کرنا حرام ہی کیونکہ وہ اُن چیزون مین سے ہین جو خدا کے سوا کسی اور کیلیے ذبح کیا گیا ہو اگرچہ اُسپر خدا کا نام لیا جائے اور اگر مہمان کے لیے ذبح کیا تو حرام نہین ہی۔ اور نیشاپوری کی تفسیر مین ہی قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد علما کہتے ہین کہ اگر کسی مسلمان نے ذبیحہ کیا جس سے اُسکا مقصد تقرب الی غیر اللہ تھا تو وہ مرتد ہو گیا اور اُسکا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔ اور تفسیر در منثور مین ہی اخرج ابن المنذر عن ابن عباس وما اھل قال ذبح واخرج ابن ابی حاتم عن مجاھد وما اھل قال ماذبح لغیر اللہ ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی کہ اہل کے معنی ذبح کے ہین اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ ما اُہِلّ کے معنے ماذبح کے ہین۔ پس شیخ سدو

وغیرہ کا بکرا کہ اُس مین خاص غیر خدا کے لیے جان دینا اور غیر اللہ کے لیے خون بہانا مقصود ہوتا ہی
حرام ہی نہ ذبیحۂ فاتحۂ بزرگان جس مین خون بہانا اللہ کے لیے ہوتا ہی اور ایصال ثواب مقصود
ہوتا ہی۔ اور جو جانور ہنود زندہ چھوڑ دیتے ہین وہ آیت مین داخل نہین ہین اور اس آیت
سے اُنکی حرمت ثابت نہین ہوتی کیونکہ وہان ذبح نہین ہوتا بلکہ زندہ چھوڑ دینا ہوتا ہی اور آیت
وما جعل اللہ الخ کی تفصیل یہ ہی کہ کفار مکہ نے جانورون مین اپنی راے سے تحلیل و تحریم کر دی
تھی کبھی مادہ شتر کو کان پھاڑ کے جنون کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اُسکا دودھ کسی کو نہین دیتے
تھے اور اُسکے ذبح کو حرام سمجھتے تھے اور اُسکے اکرام مین خوشنودی اصنام تصور کرتے تھے اسی
کو بحیرہ کہتے ہین اور سائبہ اُس جانور کو کہتے ہین جو بتون کے نام پر چھوڑ دیا جائے اور اُس
سے کسی قسم کی بار برداری کی محنت نہ لی جائے اللہ تعالی نے اس حکم کا اُن سے ابطال کر دیا اور
وما جعل اللہ من بحیرۃ الخ ارشاد فرمایا پس آیت سے صرف اُنکے احکام کا بطلان ثابت
ہوتا ہی نہ تحریم ذبح بحیرہ و سائبہ۔ جب یہ امر ممہد ہو گیا تو سمجھنا چاہیے کہ جو جانور گنگا پر چڑھائے
جاتے ہین یا بتون کے نام پر چھوڑ دیے جاتے ہین اُنکو پکڑ کے یا نکال کے ذبح کرنا نہ اسوجہ
سے حرام ہی کہ وہ ما اہل لغیر اللہ مین داخل ہین اور نہ اس وجہ سے کہ بحیرہ و سائبہ کا ذبح حرام ہی
بلکہ اس وجہ سے کہ وہ جانور اس رہا کرنے سے ملک مالک سے خارج نہین ہوتے ہین پس
بے مالک کے اجازت کے اُنکا حکم مغصوب و مسروق کا ہوگا اور اگر مالک اجازت دیدے یا اباحت
عامہ کر دے تو اُنکو بسم اللہ کہکے ذبح کرنا اور کھانا درست ہوگا اور حرکت قبیحہ اور نیت شنیعہ رہا کرنے
والے سے حکم حرمت کا نہوگا۔ رد المحتار مین ہی المختار فی الصید انہ لا یملکہ اذا المبیحہ وکذا فی
اللہ ابتہ اذا سیبہا کما بسطہ الشرنبلالی فی شرحہ شکار کے بارے مین مختار یہ ہی کہ اُسکا مالک نہین
ہو سکتا تاوقتیکہ اُسکے لیے مباح نہ کر دیا جائے یعنی جانور کا چھوڑنے والا تاوقتیکہ اجازت نہ دے
اگر اُسکا شکار کرے تو وہ جانور مباح نہوگا یہی حال چوپایہ کا ہی جبکہ وہ چھوڑ دیا گیا ہو جیسا کہ شرنبلالی
نے اپنی شرح مین اسکی وضاحت کی ہی۔ اور زیلعی شرح کنز مین ہی ان کان مرسلا فھو مال الغیر
فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ اگر جانور چھوڑ دیا گیا ہو تو وہ دوسرے کا مال ہی اُسکا کھانا
بے مالک کی اجازت کے جائز نہین ہی **سوال** حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ

کی شبیہ کا عمارت کی طرح سے اس زمانے مین حصول ثواب زیارت کی غرض سے بنانا جائز ہی یا نہین **جواب** روضۂ مقدسۂ نبویہ کی صورت یا شبیہ کا حصول ثواب کی غرض سے بنانا بدعت اور شرعاً ناجائز ہی اولاً اسوجہ سے کہ زمانۂ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین مین باوجود وقوع ضرورت کے یہ صورت نہین پائی گئی علماً اُن زمانون مین زیارت قبر نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے مشتاق رہتے تھے اور بعض صحابہ مثل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارہا قبر شریف کے پاس حاضر ہوکر زیارت کا ثواب حاصل کرتے تھے باوجود اسکے ان حضرات مین کسی ایک سے یہ منقول نہین کہ انہون نے اپنے شہر یا مکان مین قبر شریف کی صورت یا نقشہ یا حجرۂ شریفہ بناکے ثواب زیارت کے حاصل ہونے کا قصد کیا ہو یا اُسکے جائز ہونے کا فتوی دیا ہو اور جس چیز کی ضرورت قرون ثلثہ مین ہو اور قولاً یا فعلاً اُسکی طرف توجہ کی گئی ہو وہ یقیناً بدعت سیئہ ہی اور کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار کے حکم کے موافق غیر مشروع ہی ثانیاً اس وجہ سے کہ کسی متبرک شئے کی شبیہ وصورت پر اُس شئے کا حکم دینا اور حصول ثواب کا طلب کرنا باطل ہی اور یہ سمجھنا کہ جس طرح اصل کی تعظیم وتکریم سے ہمکو ثواب ملتا ہی اُسی طرح نقل یا شبیہ کی تعظیم وتکریم سے بھی ہمکو ثواب ملیگا گمراہی ہی جیسا کہ رسالۂ اسلمی مین ہے من الاوہام تقریر حکم شئ بشبہہ وھذا الوھم قد اضل عبدۃ الاصنام من طریق الثواب واوقعھم فی ھاویۃ الجہالۃ کسی چیز کا حکم اُسکی شبیہ سے بیان کرنا ایک وہم ہے بت پرستون کو اسی وہم نے صحیح راستے سے گمراہ کرکے قعر ضلالت مین ڈالدیا۔ پس روضۂ مقدسہ نبویہ علی صاحبہا الف الف صلوۃ وتحیہ کی صورت اور شبیہ کا عمارت کے طریقے سے بنانا اور اُس سے طلب حصول ثواب زیارت کرنا لغو اور باطل امر ہی **سوال** چاندی کی خلال اور سیپ کے بوتام کا استعمال کرنا جائز ہی یا نہین **جواب** سیپ کے بوتام کا استعمال کرنا جائز اور چاندی کے خلال کا استعمال کرنا ناجائز ہی۔ ردالمحتار مین ہی المحرم ھو الاستعمال فیما صنعت لہ فی متعارف الناس حرام چاندی کا استعمال اُن چیزون مین ہی جنکے لیے وہ بنائی گئی ہی عرف عام مین **سوال** ایک شاعر نے اپنے اشعار مین وجودیہ اور شہودیہ کی مذمت کی جس کی وجہ سے ایک عالم نے اُس شاعر کی تکفیر کا حکم دیا کیونکہ وجودیہ و شہودیہ یا انبیا تھے یا اولیا اور عارفون مین سے کوئی ایسا نہین ہی

جوان دونون گروہون سے خارج ہو دوسرے عالم نے اُس عالم کے تکفیر کا حکم دیا جس نے اُس شاعر کو کافر کہا تھا اور اپنے فتوے مین اس دوسرے عالم نے لکھا ہے کہ انبیا اور اولیا مین سے کوئی نہ وجودی تھا نہ شہودی بلکہ وجودیہ اور شہودیہ اہل بدعات سے ہین۔ اب آپکے نزدیک اس نزاع مین جو قول فیصل ہو ارقام فرمائیے **جواب** اکابر اولیاے امت محمدیہ دو فرقون پر مختلف ہین بعضے توحید وجودی کے قائل ہوے ہین انہین سے حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی قدس سرہ ہین اور اُنھون نے اس بحث مین رسالہ تسویہ لکھا ہے اور ملا محمود جونپوری نے انکے رد مین رسالہ حرز الایمان لکھا ہے اور تحقیقات انیقہ سے اپنے رسالے کو بھر دیا ہے اور انھین مین سے حضرت مولانا شاہ عبد الرحمن لکھنوی رحمۃ اللہ ہین اُنھون نے رسالہ کلمۃ الحق لکھا ہے اور اُس مین اپنے خیال کے موافق اثبات توحید وجودی کو دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کیا ہے اور اس رسالہ کے شارح نے جا بجا اُنکے اقوال کو مخدوش لکھا ہے اور انھین مین سے سید الطائفہ حضرت شیخ محی الدین بن عربی مؤلف فتوحات و فصوص الحکم ہین۔ اور بعضے توحید شہودی کے قائل ہوے ہین اور اُنھون نے اکابر کے اقوال کو محامل صحیحہ پر محمول کیا ہے اس مبحث کی تحقیق مکتوبات مجدد الف ثانی اور رسالہ تشیید فی مبانی کلمۃ التوحید مین موجود ہے۔ لیکن جو کہتا ہے کہ وجودیہ اور شہودیہ اہل بدعات مین سے ہین اُسکا قول اعتبار کے قابل نہین ہے اور اُسکے قول کا منشا جہالت اور اولیاء اللہ کے حالات اور توحید وجودی و شہودی کے معنی سے ناواقفیت ہے اور جس شاعر نے دونون فرقون کی مذمت کی ہے وہ قابل ملامت ہے **سوال** (۱) تفضیلیہ کسے کہتے ہین اگر کوئی شخص حضرت مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کو داماد رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور بنی ہاشم ہونے کی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے تو وہ تفضیلی ہے یا نہین (۲) اہل سنت وجماعت کے نزدیک شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت من کل الوجوہ ہے یا من بعض الوجوہ (۳) اہل بیت نبوی کا مصداق کون ہے اور حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ اُسکے مصداق ہین یا نہین (۴) جو عوام مین مشہور ہے کہ پنجتن پاک حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم ہین اس کی شرع مین کوئی اصل ہے یا نہین (۵) خلع خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت امیر معاویہ

خلیفہ ہوے یا نہین (۶) یزید کو خلیفہ برحق جاننے والا اور خروج امام حسین علیہ السلام کو غیر حق پر جاننے والا گنہگار ہی یا نہین جواب (۱) شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تحفہ اثنا عشریہ مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی دوسرے شیعہ تفضیلیہ کا فرقہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل جانتے ہین اور یہ فرقہ ادنی شاگرد عبداللہ بن سبا کا ہے اور اس نے تھوڑا وسوسہ اس لعین کا قبول کیا ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس گروہ کی یون تہدید کی تھی کہ فرمایا تھا اگر مین سنونگا کہ کسی نے مجھے شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی تو اُسے افتراکی سزا دونگا جو اسّی کوڑے ہین انتہی اور جو شخص داماد رسول صلعم وغیرہ ہونے کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دیتا ہی اگر اُسکی غرض اس تفضیل مرتضوی رضہ سے شیخین رضی اللہ عنہما پر کثرت ثواب ہی یا اُن فضائل کسبیہ مین کہ جس کی وجہ سے ارباب عقول کے نزدیک تفضیل ہوتی ہی یا یہ غرض ہو کہ فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام فضائل شیخین رضی اللہ عنہما پر غالب ہی تو وہ تفضیلی ہوگا اور اگر صرف یہ مقصود ہی کہ یہ فضیلت خاصہ شیخین رضی اللہ عنہما مین نہین ہی اگرچہ اُنکے اور فضائل اس فضیلت سے بڑھے ہوے ہین تو کچھ حرج نہین (۲) شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت باعتبار ثواب واکرمیت عند اللہ تعالے ہی نہ باعتبار ہر جزئی کے کیونکہ فضائل جزئیہ حضرت مرتضوی رضہ مین بعض ایسے ہین جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما مین نہین ہین مگر شیخین رضی اللہ عنہما کی اور فضیلتین ان جزئیہ فضائل سے بدرجہا زائد ہین محقق دوانی حاشیہ جدیدہ شرح تجرید مین لکھتے ہین انہم انما اختلفوا فی الافضلیۃ من حیث کثرۃ الثواب کما ھو الشائع فی کتب العقائد اذ لا ینکر احد من اھل السنۃ رجحان علی فی کثیر من الفضائل سوا اسکے نہین ہی کہ افضلیت مین اختلاف من حیث کثرت ثواب کے ہی جیسا کہ کتب عقائد سے ظاہر ہی کیونکہ اہل سنت وجماعت مین سے کوئی بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زیادتی فضائل کا منکر نہین ہی۔ اور شرح مقاصد مین ہی الکلام فی الافضلیۃ بمعنی الکرامۃ عند اللہ وکثرۃ الثواب اختلاف افضلیت مین خدا کے نزدیک بزرگ ہونے اور کثرت ثواب مین ہی۔ اور شرح مواقف مین ہی مرجعہا ای مرجع الافضلیۃ التی نحن بصددھا الی کثرۃ الثواب والکرامۃ عند اللہ وذلک یعود الی الاکتساب للطاعات والاخلاص فیہا اس افضلیت کا مرجع جس مین ہمین بحث ہی کثرت ثواب اور خدا کے نزدیک ہونے کی طرف ہی اور یہ بندگی اور اخلاص

پر موقوف ہے (۳) حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم بھی مصداق اہل بیت نبوی مین داخل ہین ھؤلاء اھل بیتی یہ میرے اہل بیت ہین انکے حق مین وارد ہے (۴) خاص اس شہرت کی کوئی معتد بہ اصل نہین ہے البتہ اگر ہولاء اہل بیتی واصحاب عبا سے استثنا کیا جائے تو ممکن ہے مگر تخصیص کی کوئی معتبر وجہ نہین ہے کیونکہ اگر طہارت بمعنے عصمت کے ہے تو وہ مختصات انبیا سے ہے اور اگر مطلق ہو تو ان حضرات کے ساتھ اختصاص کی کوئی وجہ نہین ہے (۵) وہ خلافت جس کے حق مین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ خلافت میرے بعد تیس برس ہے۔ فرمایا ہے اُسکا زمانہ خلع حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک گذر چکا تھا بعد اسکے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اُس سے خارج ہوئی لیکن مطلق خلافت مین جسکے حق مین حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے کہ میری امت مین بارہ خلیفہ ہونگے جو قیام بالعدل کرینگے داخل ہے۔ ابن حجر کی شرح مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ مین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حالات مین لکھتے ہین فکان الحسن اٰخر الخلفاء الراشدین بنص جدہ صلے اللہ علیہ وسلم بقولہ فی الحدیث الصحیح الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ فمدۃ خلافتہ ھی الستۃ اشھر الباقیۃ منھا وعند مضیھا سار الی معاویۃ فی اربعین الفا فلما تراای الجمعان علم الحسن انہ لن یغلب احدی الطائفتین حتی یذھب اکثر الاخری فرضی بالنزول لمعاویۃ عن الخلافۃ شفقۃ علے الامۃ بشروط قبلھا معاویۃ فنزل لہ وح صار ھو الامام الحق وقبل ذالک متغلبا لکن لاجتھادہ لم یکن اٰثما بل ماجورا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آخر خلفاے راشدین تھے کیونکہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے یہ حدیث صحیح مروی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس برس ہے پس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت وہی چھ مہینے تھی جو تیس برس مین باقی رہگئے تھے اور جب وہ ختم ہوگئے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چالیس ہزار آدمیون کے گروہ کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے کو گئے لیکن وہان پہونچکر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ دونون گروہون مین سے اُسوقت تک کوئی غالب نہین آسکتا جبتک دوسرے کا اکثر حصہ کٹ نہ جائے پس آپ اسی پر راضی ہوگئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیئے خلافت کو چھوڑ دین اس سے آپ کا منشا مسلمانون کے لیے آسانی کرنا تھا اور آپنے چند شرطین

بلکہ لیکن جنھین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تخت خلافت کو چھوڑ دیا اُسی وقت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام برحق ہو گئے اسکے قبل وہ غاصب تھے لیکن خطاے اجتہادی کی بدولت بجاے گنہگار ہونے کے ماجور تھے (۶) ایسا کہنے والا جو شخص کے گا وہ گنہگار ہوگا اور اُسکو توبہ کرنا واجب ہے شرح مکیہ مین ہے نقل عن القاضی ابن العربی المالکی ما یقشعر منہ الجلد انہ قال لم یقتل الحسین الا بسیف جدہ ای بحسب اعتقادہ الباطل ان یزید ھو الخلیفۃ والحسین باغ علیہ وفیہ ایضا قول بعضہم لاملام علی قتلۃ الحسین لانہم انما قتلوہ بسیف جدہ الامر بسلہ علی البغاۃ لا یعول علیہ لان یزید لم تنعقد بیعتہ عند الحسین وغیرہ ممن لم یبایعوہ والمبایعون لہ مکرھون علی البیعۃ کما ھو معروف وغایۃ امر یزید انہ جابر فاسق متغلب ابن عربی مالکی رحمہ اللہ سے وہ مروی ہے جس سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اُنھون نے کہا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے نانا ہی کی تلوار (یعنے اُن کے مقرر کردہ قواعد) سے قتل کیے گئے یعنی (اُن کے اعتقاد باطل کے مطابق) یزید خلیفہ تھا چونکہ امام حسین علیہ السلام نے بغاوت کی لہذا قتل کیے گئے اور اسی کتاب مین ہے بعض لوگون نے جو کہا ہے (یزید کو قتل امام حسین علیہ السلام پر ملامت نہ کی جائیگی کیونکہ اُس نے آپ کو آپ کے نانا ہی کے تلوار سے قتل کیا جس کے باغیون پر کھینچے کا خود اُنھین نے حکم دیا تھا) وہ قابل اعتماد نہین ہے کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اون لوگون کے نزدیک جنھون نے یزید کی بیعت نہین کی تھی انعقاد بیعت ہوا ہی نہ تھا اور جنھون نے یزید کی بیعت کی تھی وہ مجبور کیے گئے تھے جیسا کہ مشہور ہے زائد سے زائد یزید جابر فاسق اور غاصب تھا **سوال** زید کہتا ہے اہل سنت کے نزدیک وطی فی الدبر جائز ہے اور کہتا ہے کہ اسکے جواز کی روایتین صحاح ستہ اور اُنکی معتبر تفسیرون مین (نساءکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم کے تحت مین مذکور ہین سیوطی نے تفسیر در منثور مین لکھا ہے اخرج اسحق بن راھویہ فی مسندہ وتفسیرہ والبخاری وابن جریر عن نافع قال قرأت ذات یوم نساءکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم قال ابن عمر اتدری فیم انزلت ھذہ الآیۃ قلت لا قال نزلت فی اتیان النساء فی ادبارھن واخرج البخاری وابن جریر عن ابن عمر فأتوا حرثکم انی شئتم قال فی الدبر اسحق بن راھویہ نے اپنی مسند و تفسیر مین اور بخاری اور ابن جریر نے نافع سے

روایت کی ہی کہ ایک دن مین نے فأتوا الآیۃ اپنی کھیتیون کو جس طرح چاہو کام مین لاؤ پڑھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس بارے مین نازل ہوئی ہی مین نے عرض کیا نہین اُنھون نے فرمایا کہ عورتون کی دبر کو کام مین لانے کے متعلق اور بخاری اور ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فأتوا حرثکم الآیۃ کے معنی مین روایت کی ہی کہ اُنھون نے فرمایا یعنے اُنکی دبرون کو کام مین لاؤ اور امام مالک رحمہ اللہ اور دوسرے علمانے اس پر فتوے دیا ہی پس زید کا قول اس مسئلہ مین اس استدلال کے ساتھ صحیح ہے یہ نہین **جواب** حلت وطی فی الدبر کی نسبت اگرچہ بعض علمانے اپنی تحریرون اور تصنیفون مین امام مالک رحمہ اللہ کی جانب کی ہی لیکن صحیح یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے اس قول سے رجوع کیا ہی۔ قسطلانی رحمہ اللہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین روی الخطیب عن مالک من طریق اسرائیل بن روح قال سالت مالکا عن ذلک فقال ما انتم قوم عرب هل یکون الحرث الا فی موضع زرع لا تعدوا الفرج قلت یا ابا عبد اللہ انهم یقولون انک تقول ذلک قال یکذبون علی فالظاهر ان اصحابه المتاخرین اعتمدوا علی هذه القصة ولعل مالکا رجع عن قوله الاول خطیب رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے بطریق اسرائیل بن روح رحمہما اللہ روایت کی ہے اُنھون نے کہا کہ مین نے اس کے متعلق امام مالک رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ ای اہل عرب تم بھی کیا لوگ ہو کہین کھیتی بھی کھیت کے سوا کہین اور ہوتی ہے فرج سے تجاوز نہ کرو پھر مین نے کہا ای ابو عبد اللہ رحمہ اللہ لوگ کہتے ہین کہ آپ نے ایسا کرنے کو فرمایا ہے اُنھون نے کہا کہ لوگ مجھپر تہمت رکھتے ہین پس بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ اُنکے بعد والے اصحاب نے اس قصہ پر اعتماد کیا ہے اور شاید امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے اس قول سے رجوع کیا ہی۔ لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت محمول ہی اتیان فرج پر دبر کی طرف سے نہ اتیان دبر پر اور جو لوگ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول تک کنہ سے واقف نہین ہوے اُنھون نے اتیان دبر کو روایت کیا ہی۔ نسائی مین باسناد صحیح ابی النضر رحمہ اللہ سے روایت ہی قلت لنافع قد اکثر علیک القول انک تقول عن ابن عمر انہ افتی ان یوتی النساء فی ادبارهن قال کذبوا علی ولکن ساحدثک کیف کان الامر ان ابن عمر عرض المصحف وانا عنده یوما حتی بلغ نساؤکم حرث لکم

فأتوا حرثکم انی شئتم فقال یا نافع ھل تدری من امر ھذہ الایۃ قلت لا قال انا کنا معشر قریش نجنی النساء فلما دخلنا المدینۃ ونکحنا نساء ھم اردنا منھن مثل ما کنا نرید فاذا ھن قد کرھن ذلک واعظمن وکانت نساء الانصار قد اخذنا بحال الیھود انما یوتین علی جنوبھن فانزل اللہ نساءکم حرث لکم
مین نے نافع رحمہ اللہ سے کہا کہ بہت سے لوگ تمھارے متعلق یہ کہتے ہین کہ تم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عورتون کی دبرون کو کام مین لانے کی جواز کی روایت کی ہے اُنھون نے کہا کہ لوگ مجھپر تہمت دھرتے ہین مین تم سے اسکا قصہ بیان کرتا ہون حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قرآن شریف پڑھ رہے تھے اور مین اُنکے پاس تھا جب وہ اس آیت پر پہونچے نساءکم الایۃ کہنے لگے اے نافع تم اس آیت کا واقعہ جانتے ہو مین نے کہا نہین اُنھون نے فرمایا کہ ہم گروہ قریش کی عورتون کو ٹیڑھا کرتے جب ہم مدینے گئے اور وہان کی عورتون سے نکاح کیا ہمنے اُنکے ساتھ بھی اسی طرح کرنا چاہا جس طرح ہم کیا کرتے تھے لیکن اُنھون نے اسے بُرا جانا انصار کی عورتین ہمسے یہود کی طرح چاہتی تھین کہ پہلو پر آئین تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی اور اگر بفرض محال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جواز وطی فی الدبر کے قائل ہون تو اُن کا قول اس باب مین اہل سنت کے نزدیک معتبر نہین ہی کیونکہ بہت سی حدیثین جو صحاح وغیرہ مین مروی ہین حرمت وطی فی الدبر پر اور اُسکے فاعل پر وعید شدید مثل لعنت وغیرہ کے دلالت کرتی ہین اور جب صحابی کا قول رسول کے قول کے خلاف ہو تو صحابی کے قول سے احتجاج جائز نہین بلکہ وہ صحابی معذور رکھا جائے گا اس طرح پر کہ احادیث مرفوعہ اُسے نہین پہونچین اور اگر پہونچتین تو وہ ایسا فتوے نہ دیتا **سوال** کوٹ یعنے غلون کا کھیت مین کاٹنے سے پہلے اندازہ کرنا حنفیون کے نزدیک درست ہی یا نہین اور غلہ کا یون باٹنا کہ زمیندار نصف سے زائد اور رعیت نصف سے کم لے مفید ملک رعیت و زمیندار ہی یا نہین **جواب** غلہ اور پھل کا کاٹنے سے پہلے محض اجمالا دریافت کرنے اور اطمینان کیلیے اندازہ کرنا درست ہی باقی ثبوت ملک اور لزوم حکم شرعی اس اندازے پر مبنی کرنا حنفیہ کے نزدیک درست نہین ہے اور احادیث مین جو اندازہ وارد ہی وہ حنفیہ کے نزدیک صورت اول پر محمول ہے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین عینی نے لکھا ہی قال الشعبی والثوری

وابو حنیفۃ ومحمد وابو یوسف الخرص مکروہ حتی قال الشعبی الخرص بدعۃ وقال الثوری
خرص الثمار لا یجوز وقال الماوردی احتج ابو حنیفۃ بما رواہ جابر مرفوعا نھی عن الخرص وبانہ
تخمین وقد یخطی ولو جوزنا خرص الثمار وخرص الزرع بعد جذاذھا فانہ اقرب من
خرص ما علی الاشجار فلما لم یجز فی القریب لم یجز فی البعید وقال الخطابی انکر اصحاب الرای الخرص
وقال بعضھم انما کان یفعل تخویفا للمزارعین لئلا یخونوا لا لیلزم بہ الحکم لانہ تخمین وغرور او
کان یجوز قبل تحریم الربوا والقمار وفیہ ایضا انھم فعلوا ذلک ای الخرص لیعلم مقدار ما فی ایدی
الناس من الثمار فیوخذ مثلہ بقدرہ فی ایام الصرام لانھم یاکلون شیئا
شعبی۔ ثوری۔ ابو حنیفہ۔ محمد۔ ابو یوسف رحمہم اللہ نے کہا ہی اندازہ کرنا مکروہ ہی حتی کہ شعبی رحمہ اللہ نے
اسے بدعت کہا ہی اور ثوری رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ پھلون کا اندازہ کرنا جائز نہین ہی اور ماوردی
رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس مرفوع حدیث سے
استدلال کرتے ہین کہ اندازہ کرنا ممنوع ہی اور اس امر سے کہ یہ اندازہ بعض اوقات غلط ہوتا
ہی اور اگر ہم اندازے کو جائز کر دین تو پھلون کے کٹ جانے اور زراعت کے کاٹ دینے کے بعد
بھی اندازہ جائز ہو کیونکہ یہ درختون کے اوپر کے پھلون کے اندازے سے زائد قرین قیاس
ہی لیکن جب قریب قیاس ہی ممنوع ہی تو بعید از قیاس بدرجہ اولے ناجائز ہوگا خطابی رحمہ اللہ
کہتے ہین کہ اصحاب راے اندازے کو ناجائز لکھتے ہین اور بعض کہتے ہین کہ یہ کاشتکارون کی
خیانت کے ڈر سے کیا جاتا ہے نہ جواز کے ظاہر کرنے کے لیے کیونکہ یہ اندازہ اور دھوکا
بازی ہے اور ربوا اور قمار کی حرمت کے قبل یہ بھی جائز تھا اور اسی کتاب مین دوسری جگہ ہے اُن
لوگون نے اندازہ کیا ہی تاکہ لوگون کو پھلون کی مقدار معلوم ہو جائے اور کاٹنے کے وقت اُسکے
حساب سے وصول کیا جائے اس لیے کہ وہ اُسکے مالک ہین اور غلے کی تقسیم اس طرح پر کہ
زمیندار نصف سے زائد لے اور رعیت نصف سے کم بتراضی طرفین درست ہی۔ **سوال**
انگریزون کی نوکریان جیسے منصفی ڈپٹی کلکٹری وغیرہ سب حرام ہین یا نہین اگر سب حرام نہین
تو کون کون حلال اور کون کون حرام ہین اور خلاف شرع نوکری کرنے والا کافر ہی یا فاسق اور
برین تقدیر ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون اور جو لوگ قرآن شریف کے

خلاف حکم کرین وہ کافر ہین۔کی کیا تاویل ہی جواب جس نوکری مین اجراے احکام غیر شرعیہ و احکام ظلم کے اجرا کی پابندی نہو وہ درست ہی اور جن مین اُنکی پابندی ہو وہ حرام ہین اور جو اُنکی اطاعت کرین اور خلاف شرع احکام جاری کرین وہ فاسق ہین نہ کافر جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون جو لوگ قرآن شریف کے خلاف حکم کرتے ہین وہ فاسق ہین۔اور آیت ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون اور آیت فاولئک ھم الکافرون یہود وغیرہ کے حق مین ہی نہ اہل اسلام کے حق مین یا اُس سے کفر عملی مراد ہی یا مستحل اور مستحسن پر محمول ہی۔تفسیر جامع البیان مین ہی نزلت فی اھل الکتاب دون من اساء من ھذہ الامۃ ومن ترکہ عمدا واجاز وھو یعلم فھو من الکافرین اولیس بکفر ینقل عن الملۃ ولکن کفر دون کفر یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہی اس امت کے گنہگارون کے متعلق نہین ہی یا یہ مطلب ہی کہ اس امت کے جو لوگ عمداً حکم خدا کو چھوڑ دین یا اُسکے خلاف کی اجازت دین اور وہ حکم کو جانتے ہون تو کافر ہین یا اس کفر سے مراد ایسا کفر ہے جس سے آدمی دین سے خارج نہین ہوتا یا وہ کفر ہی جو کفر سے کم مرتبہ ہی۔اور رسالہ احکام الاراضی مین ہی ؎ یطیعھم غیر ضرورۃ فھو علی صحۃ الاسلام وان کانت اطاعتھم لاعن ضرورۃ فکذلک لکنھم فساق جو لوگ بضرورت ایسون کی اطاعت کرین اُنکا اسلام صحیح ہی اور اگر بلا ضرورت ہو تب بھی اُنکا اسلام صحیح ہی لیکن وہ لوگ فاسق ہین سوال زید کہتا ہی کہ کسی بدعتی اور مشرک اور کافر کا ذبیحہ حلال نہین ہی سواے موحد باللہ اور متبع سنت رسول اللہ کے اور عمرو کہتا ہی کہ مجھے اس امر کی تصدیق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے نہین ہوئی کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہی فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ولاتاکلوا مما لم یذکر اسم علیہ اُسکو کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہی اور اُسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔اس آیت مین محض اللہ کے نام کی قید ہی نہ کافر یا مشرک یا بدعتی کی اور حدیث مین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی ان قوما حدثوا عھد ابجاھلیۃ یاتوننا بلحمان لاندری ذکروا اسم اللہ علیھا ام لم یذکروا انا کل منھا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سموا اللہ وکلوا ایک قوم نے پوچھا کہ عہد جاہلیت کے مطابق ہمارے پاس لوگ گوشت لاتے ہین جسکے متعلق ہمکو یہ نہین معلوم کہ اُنھون نے اُسپر خدا کا نام لیا ہے یا نہین

ہم اُسے کھائین یا نہ کھائین پس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا نام لو اور کھاؤ پس
میرے نزدیک آیت کے عام ہونے کیوجہ سے اور حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق
اور علماے محققین مثل علامہ شوکانی وغیرہ کی تحقیق کے موافق اُسکی حرمت معلوم نہین پس مشرک
ہو یا بدعتی یا کافر جب اُسپر اللہ کا نام لیگا تو مین اُسے کھاؤنگا پس دونون کے درمیان مین آپکے
نزدیک قول فیصل کیا ہی **جواب** عمرو کا قول قابل اعتبار نہین ہی۔ اللہ تعالی سورۂ مائدہ مین ارشاد فرماتا ہی
وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم اہل کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہی۔ اور یہان بالاتفاق
طعام سے ذبیحہ مراد ہی پس اگر ہر شخص کا ذبیحہ حلال ہوتا تو مشرکین کا بھی تو اہل کتاب کے
تخصیص کی کوئی وجہ نہ تھی اور فکلوا مما ذکر اسم اللہ اور ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وغیرہ مین صرف
شرط حلت ذبیحہ کے وقت ذبح کی بیان ہی اور اُنسے فقط اسی قدر مقصود ہی کہ بے بسم اللہ کے ذبیحہ
حلال نہین اور ذابح کا عموم و خصوص اس آیت سے ثابت نہین ہوتا ہی اور اگر ایسا ہی ان آیات
کے اطلاق سے استناد لیا جائے تو باب اطلاق مذبوح مین اسپر عمل کرنا پڑے گا کیونکہ ان آیتون
مین مذبوح کو خاص نہین کیا بلکہ جسپر اسم اللہ کا ذکر ہوا اُسپر حلت کا حکم ہو پس لازم آتا ہی کہ اگر کوئی
شخص کتا یا سور یا اور کوئی جانور جسکا گوشت حلال نہین ہی بسم اللہ کہکے ذبح کرے تو اُسکا کھانا
درست ہو جائے اس تقریر سے کہ اللہ نے ان آیتون مین صرف اسم اللہ کی قید کی ہی نہ کسی خاص ذبیحہ
کی حالانکہ اسکا کوئی مسلمان قائل نہین ہی الحاصل ان آیتون مین فقط ذبح کی کیفیت کا اور ذبح کے
وقت شرط حلت کا بیان ہی ذابح اور مذبوح کے اطلاق و تخصیص سے انمین کچھ غرض نہین ہی پس
جسطرح مذبوح کی تخصیص دوسرے آیات و احادیث سے ثابت ہوئی اسی طرح سے ذابح کی تخصیص
بھی اور جگہ سے ثابت ہوئی ایک تو آیت سابقہ دوسرے وہ حدیث جو مصنف عبد الرزاق رحمہ اللہ
مین مروی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آتش پرست کے حق مین فرمایا ہی من اسلم
منہم قبل ومن لم یسلم ضربت علیہ الجزیۃ غیر ناکحی نساءھم ولا اکلی ذبائحھم جو انمین
سے اسلام لائے گا اُسکا اسلام مقبول ہوگا اور جو اسلام نہ لائے گا اُس سے جزیہ لیا جائے گا مگر
اُنکی عورتون سے نکاح نہ کیا جائے گا اور اُنکا ذبیحہ نہ کھایا جائے گا۔ اسیطرح اور احادیث و آثار
صحابہ بھی اس باب مین موجود ہین جسے معلوم ہوتا ہی کہ سوا اہل کتاب کے کسی کافر کا ذبیحہ درست

نہین ہی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اسپر دلالت نہین کرتی ہی کہ ذبیحہ ہر فرد مسلم کا حلال ہی کیونکہ اُس حدیث مین اُن لوگون کے ذبیحہ سے سوال کیا گیا ہی جو نئے مسلمان ہوے تھے اور جاہلیت کی رسمون مین پھنسے ہوے تھے نہ ذبیحۂ کافر سے اور علامۂ شوکانی رحمہ اللہ جنکا انتقال ۱۲۵۰ھ یا ۱۲۵۵ھ مین ہوا ہی گو علم ادب مین اُنکی تحقیق اچھی ہے مگر اُنکا اجتہاد اور فتوے ایمۂ اربعہ اور مجتہدین سابقین رحمہم اللہ کے اجتہاد اور فتوے کے مقابلہ مین اعتبار کے قابل نہین ہی اور اس مسئلہ مین ایمۂ اربعہ رحمہم اللہ بلکہ اکثر مجتہدین یہی تحقیق کر گئے ہین کہ مسلمان اور کتابی کے سوا کسی کا ذبیحہ حلال نہین ہی پس اب شوکانی رحمہ اللہ جو اس صدی کے علما مین سے تھے اگر اُسکے خلاف لکھین تو اُنکے لکھنے کا اعتبار نہ کیا جائے گا **سوال** اولا احادیث صحیح مین وارد ہی کہ جب باہم دو مسلمان ملاقات کرین تو اُنھین مصافحہ کرنا حقوق اسلام کے موافق لازم ہی پس جو مسلمان اس سنت کو نہ ادا کرین وہ تارک سنت کہے جائینگے یا نہین ثانیا جمعہ کی نماز کے بعد جو نمازی باہم مصافحہ کرتے ہین یہ سنت کا طریقہ ہی یا نہین بعض کتب مثل شرح مشکوۃ مصنفۂ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اور غایۃ الاوطار شرح درمختار مین امر ثانی کو بدعت لکھا ہی اور بعض لوگ جو شئ اول کے مصداق ہین وہ اُسکو سنت بتاتے ہین پس دونون قولون مین صحیح کون قول ہی ثالثا جمعہ کی نماز کا وقت دوپہر گذرنے کے بعد کتنے منٹ پر آتا ہی اور کبتک باقی رہتا ہی جس مین نماز جمعہ ادا کی جائے اور تنگ وقت نہ گنا جائے **جواب** ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا امر متوارث اور سنت قدیمہ سے ہی حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا یہ مستمرہ طریقہ تھا اسکو چھوڑنے والا سنت کو چھوڑنے والا ہی۔ بیہقی نے شعب الایمان مین اور طبرانی وغیرہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہی ان المؤمن اذا لقی المؤمن فسلم علیہ واخذ بیدہ فصافحہ تناثرت خطایاھما کما تتناثر ورق الشجر مسلمان جب مسلمان سے ملتا ہی اور اُسے سلام کرتا ہی اور اُسکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر مصافحہ کرتا ہی تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جس طرح درختون کے پتے جھڑ جاتے ہین۔ اور سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی وغیرہ مین مرفوعا مروی ہی ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لھما قبل ان یفترقا جو دو مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اللہ تعالیٰ اُنکو جدا ہونے سے

پہلے بخشد یتا ہی۔ اور سنن ابو داؤد مین حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی مالقیتہ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الا صافحنی مین جب کبھی حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے ملا تو آپنے مجھسے مصافحہ کیا۔ اور ترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من تمام التحیۃ الاخذ بالید حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی مصافحہ من جملہ تحیت ہی۔ اور صحیح بخاری مین بھی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی قلت لانس رضی اللہ عنہ کان المصافحۃ فی اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال نعم مین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین مصافحہ تھا اُنھون نے کہا ہان۔ اور نماز جمعہ یا فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنے کو بعض فقہا نے بدعت مباحہ لکھا ہی اور بعضون نے بدعت مکروہہ لکھا ہی مگر اس مین کوئی شک نہین کہ یہ طریقہ سلف صالح کے طریقے کے خلاف ہی لہذا اُسکو چھوڑنا اور طریقہ مسنونہ کو اختیار کرنا لازم ہی۔ ردالمحتار مین ہی قد یقال ان المواظبۃ علیہا بعد الصلوۃ خاصۃ قد یودی الی اعتقاد سنیتہا فی خصوص ہذہ المواضع وان لہا خصوصیۃ زائدۃ علی غیرہا مع ان ظاہر کلامہم انہ لم یفعلہا احد من السلف فی ہذہ المواضع ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوۃ بکل حال لان الصحابۃ ما صافحوا بعد اداء الصلوۃ ولانہا من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر من الشافعیۃ انہا بدعۃ مکروہۃ لا اصل لہا فی الشرع ثم نقل عن ابن الحاج من المالکیۃ ان موضع المصافحۃ فی الشرع انما ہو عند لقاء اخیہ المسلم لا فی ادبار الصلوات نماز کی بعد پر دوام کو متعلق بعض لوگ کہتے ہین کہ اس سے خاص ان مواقع پر سنت ہونے کا اعتقاد پیدا ہوتا ہی اور یہ خیال ہوتا ہی کہ مصافحہ کو ان اوقات کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہی جو دوسرے اوقات کے ساتھ نہین ہی حالانکہ سلف مین سے کسی نے اس کو ان مواقع کے ساتھ مخصوص نہین کیا ہی تبیین محارم مین ملتقط سے نقل کیا ہی کہ نماز کے بعد ہر حالت مین مصافحہ مکروہ ہی کیونکہ صحابہ نے کبھی نماز پڑھکر مصافحہ نہین کیا ہی اور اسلیے کہ یہ رافضیون کا طریقہ ہی ابن حجر شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ یہ بدعت اور مکروہ ہی شرع مین اسکی کوئی اصل نہین ہی اور ابن حاج مالکی رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ شرعاً مصافحہ مسلمان بھائی سے ملتے وقت کرنا چاہیے نہ نماز کے ختم ہونے پر۔ اور نماز جمعہ کا وقت عین ظہر کی نماز کا وقت ہی جو زوال آفتاب کے ساتھ شروع ہوتا ہی اور تا وقت عصر باقی رہتا ہی **سوال** بعض لوگ ایک

پختہ احاطہ بنوا کے اُس مین ایک چبوترہ نصب کرتے ہین اور اُسے حضرت محبوب سبحانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کرتے ہین اور اُس چبوترہ پر غلاف چڑھاتے ہین اور چراغان کرتے ہین اور شیرینی چڑھاتے ہین اور فاتحہ کرتے ہین یہ امور درست ہین یا نہین **جواب** ایسے امور کا مرتکب مبتدع ہی اور ایسے افعال کی ایجاد بدعت او ضلالت ہی **سوال** جو شراب کہ مطلقا نشہ آور نہین ہی اُسکا کیا حکم ہی **جواب** جو شراب کہ مطلقا نشہ آور نہین نہ اُسکا قلیل اور نہ کثیر وہ حلال ہی اور جسکا کثیر مسکر ہی جیسے سیندھی او تاڑی اُسکا ایک قطرہ بھی بمذہب مفتے بہ حرام ہی۔ حدیث مین ہی ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام جسکا کثیر مسکر ہو اُسکا قلیل بھی حرام ہے۔ جیسا کہ درمختار اور اُسکے حواشی مین ہی **سوال** چند ایسے مسلمان جنکے والدین بھی مسلمان ہین جمع ہوے اور کچھ روپیہ باہم چندہ سے جمع کرکے خوک اور شراب مول لی اور بھوانی کا پوجا کیا اور شہ سور مار کے اور شراب بھوانی پر چڑھائی اس غرض سے کہ بھوانی جسکو کالی اور دیبی بھی کہتے ہین ہیضہ کی بیماری سے نجات دے اور محفوظ رکھے جب یہ کیفیت دیندار مسلمانون کو معلوم ہوئی اور ایسے فعل کے وقوع کا پورا یقین ہوگیا تو مسلمانون نے پوجے مین شریک ہونے والون کا حقہ پانی بند کردیا تاکہ پھر مسلمان پوجا نہ کرین اور ایسی گمراہی مین نہ پڑین لیکن ایک شخص نے دیندار مسلمانون کے خلاف دیدہ و دانستہ اُن لوگون کو اپنا حقہ دیدیا اُس حقہ دینے والے کے لیے کیا حکم ہی اور پوجا کرنے والے اگر مرتد اور کافر ہوگئے تو اُنکی توبہ عندالشرع مقبول ہوگی یا نہین اگر ہوگی تو کیونکر توبہ کرین اور اُنکی عورتین نکاحون سے باہر ہوگئین یا نہین **جواب** اس صورت مین پوجا کرنے والے کافر ہوگئے اور اُنکی عورتین اُنکے نکاحون سے باہر ہوگئین اہل اسلام کو اُنکی شرکت نہ کرنا چاہیے تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرین اور جو اُنکا شریک ہوا اُس کو بھی برادری سے خارج کردینا چاہیے جب تک کہ وہ اس شرکت سے توبہ نہ کرے اور پوجا کرنے والون کو لازم ہی کہ پھر اسلام لائین اور کلمہ پڑھین اور توبہ و استغفار کرین اسلام لانے کے بعد اپنی عورتون سے نکاح کرین اسلام لانے اور توبہ کرنے کے بعد اہل برادری کو لازم ہی کہ اُنھین برادری مین شریک کرلین **سوال** (۱) ملا علی قاری رحمہ اللہ کی کتاب و رجندی مین یہ روایت ہی فلما کان الیوم الثالث عن وفاة ابراھیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جاء ابو ذرؓ عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم معہ تمرۃ یابسۃ ولبن الناقۃ وخبز الشعیر فوضعہا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ النبی علیہ الصلوۃ والسلام الفاتحۃ مرۃ وسورۃ الاخلاص ثلث مرات وقرأ اللھم صل علی محمد انت لہا اھل وھو لہا اھل فرفع یدیہ ومسح وجہہ فامر بابی ذرؓ ان یقسمہا وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثواب ھذہ الاطعمۃ لابنی ابراھیم
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے تیسرے دن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کی خدمت مین سوکھے چھوہارے اور اونٹنی کا دودھ اور جو کی روٹی لیکر آئے اور آپ کے سامنے رکھدین آپنے سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھکر اللھم صل ا ھ (ای اللہ تو محمد پر صلوۃ بھیج جسکا تو اور وہ اہل ہی) پڑھا پھر اپنے دونون ہاتھ اُٹھائے اور منھ پر پھیر لیے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے بانٹ دو اور فرمایا کہ ان کھانون کا ثواب میرے بیٹے ابراہیم کو پہونچے گا۔ صحت نام کتاب اور روایت کی اس مین ہی یا نہین یا اور کس کتاب مین ہی (۲) عبارت مندرجۂ ذیل مجمع البرکات یا مطالب المومنین مین ہی یا نہین ویقوم عند وجہ المیت ویضع یدہ الیمنی علے تربتہ ویقول اللھم اغفرلہ فانہ قد افتقر الیک وان کان قبر عبد صالح ویمکنہ ان یطوف حولہ فعل ذلک ثلث مرات مردے کے منھ کے پاس کھڑا ہو اور اپنا داہنا ہاتھ اُسکی قبر پر رکھے اور کہے اللھم ا ھ (اے اللہ اسے بخشدے کیونکہ یہ تیرے جانب محتاج ہی) اور اگر نیک شخص کی قبر ہو اور اُسکے گرد طواف ممکن ہو تو تین مرتبہ طواف کرے (۳) حدیث مندرجۂ ذیل کس کتاب کے کس باب مین ہی ان رجلا جاء الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انّی حلفت ان اقبل عتبۃ الجنۃ والحور العین فامرہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان تقبل رجل الام ووجہ الاب فقال یارسول اللہ لو لم یکن لی ابوان فقال قبل قبرھما قال فان لم اعرف قبرھما قال خط خطین احدھما قبر الام والاخر قبر الاب فقبلھما فلا تحنث فی یمینک
ایک شخص نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس آیا اور کہا یارسول اللہ مین نے جنت کی چوکھٹ اور حورعین کے چھونے کی قسم کھائی ہی اُسے آپنے ماں کے پاؤن اور باپ کا منھ چومنے کی ہدایت کی اُسنے پوچھا اگر میرے ماں باپ زندہ نہون آپنے فرمایا اُنکی قبر کو چومو اُسنے پوچھا اگر مجھے قبر بھی نہ معلوم ہو آپنے

فرمایا دو خط بناؤ ایک ماں کی قبر کا دوسرا باپ کی قبر کا اور ان دونوں کو چومو تمھاری قسم پوری ہوجائیگی (۴) تسویہ رویت حضور روحی فداہ مین سنا ہے کہ روشنی اور تاریکی پیش اور پس قریب و بعید سب برابر ہین یہ صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہو تو امیدوار ہون کہ حدیث کی عبارت مع نام کتاب و باب و فصل ارقام فرمایا جائے (۵) سنا ہو کہ ایک صحابی نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے گرد طواف کیا یہ حدیث سے ثابت ہو یا نہین اور سنا ہو کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا طواف کیا ہو یہ روایت صحیح ہو یا نہین اگر صحیح ہو تو کس کتاب کے کس باب یا فصل مین ہو **جواب** (۱) نہ کتاب اوزجندی ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تصنیف ہو نہ روایت مذکور صحیح اور معتبر ہے بلکہ یہ روایت موضوع اور باطل ہو اسپر اعتماد نہ کرنا چاہیے (۲) عبارت مذکورہ مجمع البرکات مین ہو لیکن یہ عبارت کتب معتبرہ کے مخالف ہو۔ ملا علی قاری کی رحمہ اللہ شرح عین العلم مین لکھتے ہین ولا یمس ای القبر ولا التابوت ولا الجدار فورود النہی عن مثل ذلک بقبر النبی علیہ السلام فکیف بقبور سائر الانام ولا یقبل فانہ زیادۃ علی المس فھو اولی بالنہی فالتقبیل مختص بالحجر الاسود وبایدی الانبیاء والعلماء والصلحاء اور نہ چھوے یعنی قبر اور تابوت اور دیوار کو پس جب حضور روحی فداہ کی قبر کے ساتھ ایسا کرنے کی ممانعت ہو تو تمام لوگون کی قبر کا حکم تو ظاہر ہے اور چومے بھی نہین کیونکہ یہ چھونے سے بھی زائد ہو لہذا وہ اس سے زائد مستحق ممانعت بھی ہو پس بوسہ دینا حجر اسود اور نبیون اور نیکون کے ہاتھون کے ساتھ خاص ہو۔ اور بھی ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح باب المناسک مین لکھا ہو ولا یطوف حول البقعۃ الشریفۃ فان الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء مقام مبارک کے گرد طواف نہ کرے کیونکہ طواف کعبہ کی خصوصیات سے ہو لہذا انبیا اور اولیا کے قبرون کے گرد طواف کرنا حرام ہوگا۔ اور نور الایمان بزیادۃ آثار حبیب الرحمن مین ہو وما فی مجمع البرکات ویمکنہ ان یطوف حولہ فعل ذلک ثلث مرات فلا یعبأ بہ اور یہ جو مجمع البرکات مین ہو کہ اگر قبر کے گرد طواف کر سکتا ہو تو تین مرتبہ طواف کرے قابل اعتبار نہین ہو (۳) کتب معتبرۂ حدیث مین اس روایت کا نشان پایا نہین جاتا البتہ صاحب مطالب المؤمنین نے کفایۂ شعبی سے نقل کیا ہو لیکن یہ دونون کتابین کتب غیر معتبرہ مین سے ہین اور روایات حدیث کے باب مین محدثین کے تصریحات پر اعتماد کیا جاتا ہو نہ فقہائے غیر معتبرین کے

نقل پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوۃ مین بزبان فارسی لکھتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی
بعض فقہانے قبر کا بوسہ دینے کی روایت نقل کی ہی مگر صحیح یہ ہی کہ قبر کا بوسہ دینا جائز نہین ہے
(۴) بیشک حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا مین یہ صفت موجود تھی مگر نہ دائما بلکہ بعض اوقات
خاص مین۔ فاسی شرح دلائل الخیرات مین لکھتے ہین قد ثبت رویتہ صلی اللہ علیہ وسلم من خلفہ
فی حدیث ابی ہریرۃ رض وانس رض عند الشیخین وعند عبد الرزاق رح فی جامعہ وعند الحاکم عن ابی ہریرۃ رض
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہی کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ
اپنے پیچھے کے شخص کو بھی دیکھتے تھے شیخین رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عبدالرزاق رح کے نزدیک اُنکی
جامع مین اور حاکم رح کے نزدیک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تلخیص الحبیر مین
لکھتے ہین کان یری من وراء ظہرہ کما یری من قدامہ ہو فی الصحیحین وغیرہما من حدیث
انس وغیرہ والاحادیث الواردۃ فی ذلک مقیدۃ بحال الصلوۃ وبذلک یجمع بین ھذا وبین
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا اعلم ما وراء جداری ھذا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پیٹھ کے پیچھے بھی
اُسیطرح دیکھتے تھے جس طرح اپنے سامنے دیکھتے تھے یہ صحیحین وغیرہ مین حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ
سے مروی ہی اور وہ حدیثین جو اس بارے مین مروی ہین نماز کی حالت کے ساتھ مخصوص ہین اور
اسی طرح اس حدیث اور حدیث لا اعلم الخ (مین اپنی اس دیوار کے پیچھے کا حال نہین جانتا) مین تطابق
کیا گیا ہی (۵) یہ قصہ موضوع اور باطل ہی کتب معتبرہ مین کہین اسکا نشان پایا نہین جاتا **سوال**
تاڑ کی تاڑی فی نفسہ نشہ دار ہی مگر تھوڑی پینے سے نشہ نہین ہوتا صرف منھ مین بو آتی ہی پس تاڑی
پینے کے بعد جبتک نشہ نہو اُسوقت تک کلی یا وضو کرکے نماز پڑھنا درست ہی یا نہین اور مسجد
مین مسلمانون کی صف مین جنکو اُسکی بو بُری معلوم ہوتی ہے جانا درست ہی یا نہین اور اگر
بفحوائے آیہ کریمہ لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاریٰ نشہ کی حالت مین نماز کے قریب نجاؤ۔
عدم جواز نماز کے واسطے نشہ ہونا شرط ہی تو کس درجہ تک نشہ مشروط ہی اور تاڑی اور خمر کے
حکم حرمت ونجاست وحدود وغیر ذلک مین کچھ فرق ہی یا نہین اور اگر ہے تو کیا **جواب** عدم
جواز نماز کی حد حالت سکر مین خود قرآن شریف مین موجود ہی لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاریٰ
حتی تعلموا ما تقولون تم نشہ کی حالت مین نماز کے قریب نجاؤ تا وقتیکہ تمکو یہ نہ معلوم ہو کہ تم کیا

لکھ رہے ہو۔ پس جبتک نشہ کی ایسی کیفیت ہو کہ انسان اُسکے سبب سے یہ نہ سمجھتا ہو کہ مین کیا
پڑھتا ہون اور میری زبان سے کیا نکلتا ہی اُسوقت تک نماز نہ ادا کرے اور تاڑی پینے کے بعد
جبتک نشہ نہو اُسوقت تک کلی کر کے نماز پڑھنا درست ہی لیکن تاڑی پی کے مسجد مین جانا گو
نشہ نہو ممنوع ہی اور ایسے شخص کو مسجد سے نکلوا دینا درست ہی۔ وسیلۂ احمدیہ شرح طریقۂ محمدیہ
مین ہی قال الفقہاء کل من وجد فیہ رائحۃ کریھۃ یتاذی بہ الانسان یلزم اخراجہ
ولو بجبر من یدہ او رجلیہ دون لحیتہ و شعر راسہ فقہا کہتے ہین جسکے پاس ایسی
بدبو ہو جس سے لوگون کو اذیت پہونچے اُسکا نکالدینا ضروری ہی اگرچہ ہاتھ اور پاؤن پکڑ کر ہو
نہ کہ داڑھی اور سر کے بال۔ اور عینی شرح صحیح بخاری مین ہی ما وقع فی الاحادیث من
تخصیص النھی عن دخول المسجد بالثوم والبصل من جھۃ کانھما فی ذلک الزمان والا فقد
حکمھا کل شئ لہ رائحۃ کریھۃ من الماکولات وغیرھا لان الحدیث معلل بایذاء المومنین والملائکۃ
احادیث مین جو پیاز اور لہسن کی بو کے ساتھ مسجد مین داخل ہونے کی ممانعت کی تخصیص ہی اُسکی
وجہ یہ ہی کہ یہ دونون اُس زمانے مین تھے ورنہ ماکولات وغیر ماکولات تمام طرح کی بدبودار اشیا کا
حکم یہی ہی کیونکہ اس حدیث کی علت ملائکہ اور انسانون کی اذیت بیان کی گئی ہی۔ اور یہی فتح الباری شرح
صحیح بخاری اور ملا علی قاری رحمہ اللہ کی شرح موطا وغیرہ مین ہی اور تاڑی تھوڑی ہو یا بہت نشہ
کرے یا نہ کرے مطلقاً اُسکا پینا حرام ہی کیونکہ جس چیز کا کثیر مسکر ہی اُسکا قلیل بھی حرام ہی اور تاڑی
نجس بھی ہی۔ عینی کی شرح کنز مین ہی قال محمدؒ وایمۃ ثلثۃ کل ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام من
ای نوع کان لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام رواہ مسلمؒ من روایۃ
ابن عمرؓ وعن ابن عمرؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ
احمدؒ وابن ماجۃؒ والدارقطنیؒ والفتوی علی قول محمدؒ امام محمد اور ایمۂ ثلثہ رحمہم اللہ نے کہا ہے
جس چیز کا کثیر حرام ہو اُسکا قلیل بھی حرام ہی اگرچہ کیسا ہی ہو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
ارشاد کے موافق ہر نشے والی چیز خمر ہی اور ہر نشے والی چیز حرام ہی اسکو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے
روایت کیا ہی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہی کہ حضور رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے
فرمایا ہی جس چیز کا کثیر حرام ہو اُسکا قلیل بھی حرام ہی اسکو احمدؒ اور ابن ماجہؒ اور دار قطنیؒ نے روایت

کیا ہی اور فتوی امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہی۔ اور ہدایہ مین ہی نجاستہا ای سائر الاشربۃ خفیفۃ
فی روایۃ وغلیظۃ فی روایۃ ونجاسۃ الخمر غلیظۃ فی روایۃ واحدۃ ایک روایت مین
ہی کہ تمام پینے والی چیزون مین نجاست خفیفہ ہی اور دوسری روایت مین ہی کہ نجاست غلیظہ ہے
مگر شراب مین سب کے نزدیک نجاست غلیظہ ہی **سوال** انگوٹھے چومنا جو فی زمانناً رائج ہی یہ جائز
ہی یا ناجائز اگر جائز ہی تو واجب سنت مستحب مباح کیا ہی اور اسکی عقلی اور نقلی دلیلین کتب معتبرہ مین کیا
ہین اور اگر جائز نہین ہے تو حرام ہی یا مکروہ اگر مکروہ ہی تو مکروہ تنزیہی ہی یا مکروہ تحریمی اور اس
انگوٹھے چومنے کو جو لوگ احادیث سے ثابت کرتے ہین اُن حدیثون کا کیا جواب ہی وہ حدیثین
موضوع ہین یا ضعیف بالتفصیل تحریر فرمائیے **جواب** انگوٹھے چومنے کو بعض کتب فقہ جیسے
کنز العباد خزانۃ الروایات جامع الرموز فتاواے صوفیہ وغیرہ مین مستحب لکھا ہی نہ واجب اور سنت
مگر اکثر کتب معتبرہ متداولہ مین اسکا کہین پتہ نہین ہی اور جن کتب مین یہ مسئلہ مذکور ہی وہ غیر معتبر
ہین کیونکہ ان کتب مین رطب ویابس بے تحقیق کے لکھدیا گیا ہی مین نے النافع الکبیر لمن یطالع
الجامع الصغیر مین اسکی تفصیل لکھی ہی اور جو حدیثین اس باب مین فقہا سے نقل کی جاتی ہین وہ
محدثین کی تحقیق کے موافق صحیح نہین ہین۔ شوکانی رحمہ اللہ فوائد مجموعہ فی احادیث الموضوعہ
مین لکھتے ہین حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین عند قول المؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ
الخ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی بکر الصدیق مرفوعا قال ابن طاہر فی التذکرۃ لا یصح انتہی
وفیہ ایضا حدیث من قال حین یسمع اشہد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ
ثم یقبل ابہامیہ ویجعلہما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدا اھ قال فی التذکرۃ لا یصح موذن کے
محمد رسول اللہ کہتے وقت دونون انگوٹھون کے اوپر کے حصے کو آنکھون سے لگانے کی حدیث دیلمی
نے مسند الفردوس مین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہی ابن طاہر رحمہ اللہ
نے تذکرہ مین کہا ہی کہ یہ صحیح نہین ہی انتہی اور اسی کتاب مین ہی اشہد ان محمدا رسول اللہ
سنتے وقت جس نے کہا مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ پھر اپنے دونون انگوٹھون
کو چوما اور اُنکو اپنے آنکھون پر رکھا تو وہ کبھی بیمار نہوگا اور اُسکی آنکھین کبھی نہ دکھین گی
تذکرہ مین ہی کہ یہ حدیث صحیح نہین ہے۔ اور شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی رحمہ اللہ

مقاصد الحسنہ فی الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنہ مین چند روایتین ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہین لا یصح من المرفوع من کل ھذا شئ ان مین سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہین ہی۔ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے بھی تذکرۃ الموضوعات مین ایسا ہی لکھا ہے **سوال** دریائی جانورون مین سے کون کھائے جاتے ہین اور کون نہین کھائے جاتے اور مچھلی کی علامت کیا ہی اور مار ماہی بھی مچھلی ہی یا نہین اور جریث کی صورت کیا ہی اور کوسج جسکی سونڈ آرہ کے ایسی ہوتی ہی اور قرش جس سے دریائی جانور بھاگتے ہین اور گول جس کی دم کوڑے کی ایسی ہوتی ہی اور دم کے کنارے پر ایک کانٹا ہوتا ہے جیسے لحم وغیرہ کہتے ہین یہ سب مچھلی ہین یا نہین **جواب** فتاوے قاضی خان مین ہی ولا یوکل ما فی البحر سوی السمک وطیر الماء عندنا وقال الشافعی رحمہ اللہ لاباس باکل ما فی البحر ولہ فی الضفدع قولان ہمارے نزدیک مچھلی اور دریائی پرندون کے سوا کوئی دریائی جانور نہ کھایا جائے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دریائی جانورون مین سے کسی کے کھانے مین کچھ حرج نہین ہی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے مینڈھک کے متعلق دو قول ہین۔ اور مچھلی کی کوئی علامت کسی کتاب مین نظر سے نہین گذری مگر مچھلی کے دیکھنے سے تین متعین علامتین معلوم ہوتی ہین (۱) سفنے (۲) مونچھون کا کھڑا رہنا (۳) کانٹون دار بازو جنکے بیچ مین پردے ہون اور ایسی ہی دم۔ لیکن ہر مچھلی مین یہ سب علامتین نہین پائی جاتین مین نے مچھلیون کو دیکھا تو بعضون مین یہ سب اور بعضون مین دو ایک علامتین پائی جاتی ہین اسکے بعد میرے نظر سے مفتی فصیح الدین کا رسالہ احکام الحیوان گذرا جس مین وہ بزبان فارسی لکھتے ہین جس کا ترجمہ یہ ہی مچھلی کی علامت یہ ہی کہ اُسکے زبان نہو اور مشہور یہ ہی کہ سفنے اور حلقوم کے دونون جانب شگاف رکھتی ہو اور پانی سے باہر آکے تڑپنے لگے یہانتک کہ مرجائے۔ اور جریث اور مار ماہی دونون مچھلیان ہین۔ جیسا کہ قاضی خان مین ہی لاباس بسائر انواع السمک نحو الجریث والمارماھی مچھلیون کے تمام اقسام کے کھانے مین کچھ حرج نہین ہی جیسے جریث اور مار ماہی۔ اور جریث سیاہ مچھلی کو کہتے ہین جیسا کہ اسکی تصریح درمختار مین ہی اور صاحب ردالمحتار نے لکھا ہی ھو نوع من السمک مدور کالترس جریث مچھلی کی ایک قسم ہی جو سپر کی طرح گول ہوتی ہی۔ اُسکا منھ چھوٹا ہوتا ہی اور دم بہت ہی چھوٹی ہوتی ہی اور چوڑان مین

بیچ سے کٹ کر دو ٹکڑے ہو جاتی ہے اُردو مین اُسے کردی ترکی کہتے ہین جیسا کہ مولوی غلام قادر صاحب نے اپنے فتوے مین لکھا ہے اور مچھلی کی مذکورہُ بالا دونون قسمون مین بھی چھوٹے چھوٹے سفنے ہوتے ہین جو بشکل دیکھے جاتے ہین مین نے خود اسکا مشاہدہ کیا ہے۔ درمختار مین ہے وافرد ھما بالذکر للخفاء ان دونون کا ذکر الگ اس وجہ سے کیا کہ یہ خفی تھین۔ ردالمحتار مین ہے الخفاء فی کونھما من جنس السمک پوشیدگی ان دونون کی مچھلیون کی قسم سے ہونے مین ہے بس معلوم ہوا کہ جریث کے سوا اور گول جانور مچھلی نہین ہین اس لیے کہ اکیلے جریث ہی کو ذکر کیا ہے اور اس لیے کہ جریث ہر گول جانور کو نہین کہتے ہین بلکہ وہ گول جانور کی ایک خاص قسم ہے اسیطرح کوسج اور قرش بھی مچھلیان نہین کیونکہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مختلف فیہ ہین حالانکہ وہ تمام بحری جانورون کے کھانے کو جائز لکھتے ہین پھر وہ ہمارے نزدیک کسطرح جائز ہو سکتے ہین اور اسلیے کہ اُن مین مچھلیون کی مندرجہ بالا علامتون مین سے کوئی علامت بھی نہین پائی جاتی مفتی فصیح الدین اپنے رسالۂ احکام الحیوان مین لکھتے ہین قرش ایک بڑا جانور ہے اُسکو سید الدواب کہتے ہین اور قریش لقب اسی سے ماخوذ ہے اور سواحل بلاد مغرب مین اُسکو اشرار موری کہتے ہین وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرام ہے اور ایمہ ثلاثہ رحمہ اللہ کے نزدیک حلال اور محمود شاہ رحمہ اللہ اپنے فتاوے مین لکھتے ہین السمک مالہ شق وشوک مچھلی وہ ہے جسکے دم کے دو ٹکڑے ہون اور جس مین کانٹے ہون۔ اور اسی مین ہے والسمک مالہ فلوس ومایبیض فی الماء ومالہ شقاق ویکون مولدہ ومعایشہ فی الماء ولیس لہ لسان اصلا مچھلی وہ ہے جس کے سفنے ہون اور جو پانی مین سفید دکھائی دے اور جسکی دم کے دو ٹکڑے ہون اور اُسکی پیدایش اور زندگی پانی مین ہو اور جس کے زبان نہو اس سے معلوم ہوا کہ مچھلی کی سب سے مشہور علامت سفنے ہین اسی لیے جریث اور مارماہی کو مچھلی کہتے ہین حالانکہ دونون بیچ دیتی ہین اور سفید نہین ہوتی ہین اور اُنکی دم مین پھٹی ہوئی نہین ہوتین برخلاف قرش وکوسج کے کہ اُنپر سفنے نہین ہوتے اور اُنکی دم مین پھٹی ہوئی نہین ہوتی اور اُنمین کانٹے نہین ہوتے اور یہ انسان کے جسم کو تیز تلوار کی طرح کاٹ دیتے ہین واللہ اعلم کتبہ افقر العباد الی اللہ شیخ یوسف بن قادر احمد عفی عنہما وعن اسلافہما۔ صح الجواب واللہ اعلم

بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** ایک شخص
آن صحابی کو جو اسلام لانے سے پہلے نصرانی تھے اسلام لانے کے بعد بھی بروے طعن نصرانی کہتا ہی
اور اُنسے جو روایت ہو اُسکے قبول کرنے مین یون تعلل کرتا ہی۔ کہ عدی نصرانی کی روایت اُسی کے
لیے مخصوص ہی اُسے مسلمانون پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔ اور جا بجا عدی نصرانی عدی نصرانی لکھتا ہی
اور اسکی اشاعت کرتا ہی پس شرعاً شخص مذکور کا یہ تعلل ماننے کے قابل ہی یا نہین اور اس کہنے
کے بعد شخص مذکور مومن کامل رہا یا فاسق قابل تعزیر ہوگیا **جواب** وہ شخص فاسق اور واجب
التعزیر ہی اسلام لانے کے بعد کسی کو کافر کہنا اور ایسے الفاظ کہنا حرام ہی۔ اللہ تعالے فرماتا ہی
ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٓئک ھم الظالمون
اور ناموں کو ایک دوسرے کی چڑھ نہ بنالو برا نام ایمان کے بعد فسق ہی اور جو توبہ نہ کرین وہی
ناانصافی کرنے والے ہین۔ نہ کہ صحابی جلیل القدر کی شان مین (معاذ اللہ) ایسی گستاخی کرنا جنکے
روایت پر ایمۂ اربعہ نے اتفاق کیا ہی۔ اور حضرت عدی رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہ مین ہی **سوال**
ایک برہمن جو رام کنہیا کو خالق مانتا ہی اسلام اور مسلمانون کو برا کہتا ہی بلکہ اُنکے سایہ کو بھی نجس
جانتا ہی اگر زید عمرو بکر خالد برہمن مذکور کے یہان نوکری کرین اور دربار مین جب بت لایا جائے اور
برہمن تعظیم کو اُٹھے تو یہ لوگ بھی اس خیال سے اُٹھین کہ اگر نہ اُٹھین گے تو برہمن کو ناگوار ہوگا
اور ہماری نوکریان جاتی رہین گی اور برہمن مذکور کے یہان ایک جشن ہوتا ہی اور اُسکا عام حکم
ہی کہ میرے تمام ملازمین اس مین حاضر ہون اور میری طرح بت کی تعظیم کرین اور جب بت تنجانے
مین پہونچایا جائے تو سب ملازمین عمدہ کپڑے پہن کر ساتھ چلین تو زید عمرو بکر خالد بھی ملازمت
کے لحاظ سے وفی السماء رزقکم اور ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا کو بھلا کر
برہمن کے حکم کی تعمیل کرتے ہین اور جمعہ کے دن اذان سنکر بھی نماز کو مسجد مین نہین آتے اور
یہ عذر کرتے ہین کہ رزق کا معاملہ ہی ہم اس مجبوری کی وجہ سے امور اسلام انجام نہین دیسکتے
تو زید عمرو بکر خالد اس فعل قبیح کے ارتکاب اور ترک احکام اسلام کی وجہ سے کافر ہوے یا
نہین اور اُنکی عورتین نکاح سے باہر ہوئین یا نہین **جواب** فقہا کتب فقہ مین ایسی صورت
کو جس مین اعمال کفار کی تحسین اور اُنکے افعال مین شرکت اور اُنکی عبادت کی موافقت ہو حکم

کفر مین داخل کرتے ہین اور ایسے امور کے مرتکب کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کا حکم دیتے ہین -
خزانۃ الروایات مین ہی فی الفصول قال الشیخ ابوبکر الطرخانی من خرج الی البلد فقد کفر
لان فیہ اعلان الکفر وعلی قیاس مسئلۃ البلد الخروج الی نیروز المجوس والموافقۃ معہم
فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم من المسلمین کفر فصول مین ہی کہ شیخ ابوبکر طرخانی رحمہ اللہ کہتے ہین
جو تیجا نے گیا وہ کافر ہوگیا کیونکہ اُسکی نیت اعلان کفر کی ہی اور اسی پر مجوسیون کے نوروز مین جانے
کا قیاس کرنا چاہیے پس مسلمان جو کچھ ان دنون مین انکی اتباع مین کرتے ہین وہ کفر ہی- اور
بھی اُسی مین ہی وکذا الخروج فی اللیلۃ التی یلعب فیہا کفرۃ الھند بالنیران والموافقۃ معہم
فیما یفعلون تلک اللیلۃ فیلزم ان یکون کفرا وکذا الخروج الی لعب کفرۃ الھند فی الیوم
الذی یدعونہ الکفرۃ بسرمی والموافقۃ معہم فیما یفعلون من تزیین القبور والافراس
والذھاب الی دور الاغنیاء یلزم ان یکون کفرا اسیطرح دیوالی کی رات کو نکلنا اور کافرون کیساتھ
موافقت کرنا پس اس رات مین جو مسلمان انکی اتباع کرتے ہین اُنکا بھی کفر لازم آتا ہی اسی طرح
ہندوستان کے کافر جو سرمی کی دنون مین کھیل (رام لیلا) کرتے ہین اُسے دیکھنے جانا بھی کفر
ہی اور اُس مین اُنکی موافقت کرکے قبرون اور گھوڑون کے مزین کرنے اور امیرون کے گھرون
کو جانیکا بھی کفر ہونا لازم آتا ہی- اور بھی اُسی مین ہے فی الفصول قال فی الجامع الاصغر یوم اشتری
یوم النیروز شیئا لم یکن یشتریہ قبل ذلک ان اراد بہ تعظیم النیروز کما یعظمہ المشرکون
کفر جس شخص نے نوروز کے دن کوئی ایسی چیز خریدی جو پہلے نہین خریدی تھی اگر اس سے اُسکا
مقصد نوروز کی تعظیم کرنا تھا جس طرح مشرکین کرتے ہین تو وہ کافر ہوگیا- اور نوادر الفتاوی مین
ہی جس نے ہندون کے رسمون کی تعریف کی وہ کافر ہوگیا **سوال** لڑکی کے اولیا کو نکاح کے وقت
روپیہ یا زیور وغیرہ نوشاہ سے لینا جائز ہی یا نہین جبکہ یہ بھی ہو کہ اگر یہ نہ دوگے تو نکاح نہوگا-
**جواب** جائز نہین ہی- وسیلۂ احمدیہ شرح طریقۂ محمدیہ مین ہی لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
الراشی والمرتشی ومن الرشوۃ ما اخذہ ولی المرأۃ قبل النکاح اذا کان بالسؤال وکان
اعطاء الزوج بناء علی عدم رضائہ علی تقدیر عدمہ اما اذا کان بلا سؤال ولا عن عدم
رضاء فیکون ھدیۃ فیجوز کما فی حاشیۃ لخواجہ زادہ وغیرہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں پر لعنت کی ہی اور جو قبل نکاح عورت کا ولی خود مانگ کر لیتا ہی یا مرد اس خیال سے دیتا ہی کہ اگر نہ دے گا تو وہ راضی نہو گا رشوت مین داخل ہے البتہ اگر بغیر مانگے ہوے دیا جائے یا نہ دینے کی صورت مین نکاح سے نارضامندی نہ ظاہر کیجائے تو وہ مال ہدیہ ہوگا اُسکا لینا جائز ہی جیسا کہ حاشیۂ خواجہ زادہ اور دوسری کتابون مین ہے۔ اور ردالمحتار مین ہی ومن السحت ما یاخذہ الصہر من الختن بسبب بنتہ بطیب نفسہ حتی لو کان بطلبہ یرجع الختن بہ سسر جو داماد سے لیتا ہی حرام ہی اگر اُسکی رضامندی سے ہو اور اگر اُسکی رضامندی سے نہو بلکہ سسر نے مانگ کر لیا ہو تو داماد کو واپس لینے کا حق ہی۔ اور معدن مین ہی لا یجوز لاب البنت ان یاخذ من الخاطب شیئا لانہ رشوۃ لڑکی کے باپ کو نسبت بھیجنے والے سے کچھ لینا جائز نہین ہی کیونکہ یہ رشوت ہی۔ اور عالمگیری مین ہی خطب امرأۃ فی بیت اخیہا فابی ان یدفعہا حتی یدفع الیہ دراہم فدفع وتزوجہا یرجع بما دفع لانہ رشوۃ کذا فی القنیۃ ایک شخص نے ایک عورت کا پیغام دیا جو اپنے بھائی کے گھر مین رہتی تھی اور بھائی نے بغیر کچھ درہم لیے ہوے شادی کرنے سے انکار کر دیا پس اُسنے درہم دیے اور نکاح کر لیا تو وہ درہمون کو واپس لے کیونکہ یہ رشوت ہی قنیہ مین ایسا ہی ہی۔ اور فتاوی قاضی خان مین ہی رجل خطب امرأۃ وھی تسکن فی بیت اختہا وزوج اختہا لا یرضی بنکاح ھذا الرجل الا ان یدفع الیہ دراھم فدفع الخاطب الیہ دراھم کان لہ ان یسترد ما دفع الیہ لانہ رشوۃ ایک شخص نے ایک عورت کا پیغام دیا جو اپنی بہن کے گھر مین رہتی تھی اور اُسکا بہنوئی اس نکاح پر بغیر کچھ لیے ہوے راضی نہوا پس پیغام دینے والے نے کچھ دیکر نکاح کر لیا تو اُسے چاہیے کہ جو دیا ہی وہ واپس لیلے کیونکہ وہ رشوت ہی۔ البتہ اگر بے مانگے ہوے ناکح اولیاے منکوحہ کو نکاح کے پہلے کچھ دے تو وہ جائز اور درست ہی کیونکہ اس صورت مین یہ اشیا تحفہ ہونگے جیسا کہ وسیلۂ احمدیہ شرح طریقۂ محمدیہ مین مشروحا مرقوم ہی ہکذا حکم الکتاب۔ واللہ اعلم بالصواب محمد اشرف علی عفی عنہ۔ جواب صحیح ہی اور اسی کے موافق بحر الرائق مین ہی لو اخذ اہل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یستردہ لانہ رشوۃ اگر لڑکی والون نے رخصتی کے وقت کچھ لیلیا تو شوہر کو اُسے واپس لینا چاہیے کیونکہ وہ رشوت ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** جن مجالس ولائم مین غیر کی مداخلت اور بے پردگی نہو اور ممنوعات شرعیہ مین سے کوئی اور مانع پھر متصور نہو وہان عورتون کو جانا درست ہی یا نہین **جواب** کتب فقہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مجالس ولائم مین عورتون کو جانے کی ممانعت احتراز فتنہ کی وجہ سے ہی جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار کی عبارتون سے ظاہر ہی پس جب مجالس ولائم مین غیر کی مداخلت اور بے پردگی نہو اور انکے علاوہ بھی کوئی اور شرعی مانع نہو تو ممانعت کی کوئی وجہ نہین۔ البتہ شوہر کی اجازت کی ضرورت ہوگی۔ صحیح بخاری مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی بصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم النساء والصبیان مقبلین من عرس فقام ممثلا فقال اللھم انتم من احب الناس الی حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے کچھ عورتون اور لڑکون کو شادی سے واپس آتے ہوے دیکھا پس آپ کھڑے ہوگئے اور ہم بھی کھڑے ہوگئے پھر آپنے فرمایا کہ تم لوگ مجھے سب سے زائد محبوب ہو۔ قسطلانی رحمۃ اللہ اسکی شرح مین لکھتے ہین فیہ شھود النساء والصبیان لولیمۃ العرس فلو دعت امرأۃ امرأۃ لولیمۃ او دعت رجلا وجبت او استحب لا مع خلوۃ محرمۃ اس سے عورتون اور لڑکون کا شادی کے ولیمہ مین شریک ہونا ثابت ہوتا ہی پس اگر کوئی عورت کسی عورت یا مرد کو ولیمہ مین بلائے تو اسکا قبول کرنا واجب یا مستحب ہی بشرطیکہ تنہائی (مرد اور عورت کے درمیان مین) نہو **سوال** جو انگریزی دوائین ولایت سے بنکر آتی ہین یا بسکٹ وغیرہ جو ولایت سے بنکے آتے ہین اُن مین امتزاج شراب کا شبہہ ہی کیونکہ ڈاکٹرون نے بعض دواؤن اور بسکٹون مین شراب کا اختلاط بتایا ہی اُنکا استعمال کرنا کیسا ہی **جواب** جب اختلاط شراب کا یقین یا ظن ہو تو اُنکا استعمال ممنوع ہی ورنہ بطور فتوے نفس جواز اور بطور تقوی اجتناب ہے **سوال** جن بسکٹون اور نان پاؤ مین تاڑی کا خمیر ہو اُنکا کھانا کیسا ہی کلکتہ کے علما نے اس کے حلت کا فتوی دیا ہی **جواب** مفتی بہا مذہب کے موافق جو اشیا اور اشربہ سیالہ مسکر ہین سب نجس ہین اور اُنکا ایک قطرہ بھی حرام ہی اگرچہ نشہ بھی نہ پیدا کرے کیونکہ ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام جس کا کثیر مسکر ہو اُس کا قلیل بھی حرام ہی۔ اور شیخ الاسلام

بدر الدین محمود عینی رحمہ اللہ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق مین لکھتے ہین قال محمدؒ والائمۃ الثلثۃ کل ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام من ای نوع کان لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام رواہ مسلمؒ وعن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ احمدؒ وابن ماجۃؒ والدار قطنیؒ وصححہ والفتوی علی قول محمدؒ امام محمد رحمہ اللہ اور ایمۂ ثلثہ رحمہم اللہ فرماتے ہین کہ جس چیز کا کثیر مسکر ہو اُسکا قلیل بھی حرام ہی جس قسم سے ہو حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہی ہر مسکر خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہی اسے مسلم نے روایت کیا ہی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جس کا کثیر مسکر ہو اُسکا قلیل بھی حرام ہی اسے احمد اور ابن ماجہ اور دارقطنی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہی اور اسکی تصحیح کی ہی اور فتوی امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے اور فتاوی بزازیہ مین ہی قال محمدؒ ما اسکر قلیلہ فکثیرہ حرام قالوا وبقول محمد ناخذ ومذہب محمدؒ انہ حرام ونجس امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہی جسکا تھوڑا نشہ لائے اُسکا بہت بھی حرام ہی اور فقہا نے کہا ہی کہ ہم امام محمد رحمہ اللہ کے قول سے اخذ کرتے ہین اور اُنکا مذہب یہ ہی کہ ایسی چیز حرام اور نجس ہی۔ اور سراج منیر مین ہی جملۃ انواع النجاسات خمسۃ وعشرون الخمر وما عداہ من الاشربۃ المحرمۃ نجاست کی پچیس قسمین ہین اول شراب اور اُسکے علاوہ پینے کی دوسری حرام چیزین۔ اور شرح جامع صغیر حسامی مین ہی ھل ھی ای الاشربۃ وراء الخمر مثل الخمر فی النجاسۃ عن اصحابنا فیہ روایتان فی احدی الروایتین نجاسۃ غلیظۃ تمنع اذا زاد علی قدر الدرھم وفی روایۃ اخری خفیفۃ مقدرۃ بالکثیر الفاحش پینے کی دوسری نشہ آور چیزون مین شراب کے مثل نجاست ہونے مین ہمارے اصحاب رحمہم اللہ سے دو روایتین ہین ایک یہ کہ وہ نجاست غلیظہ ہین کہ جب ایک درہم سے زائد ہون تو مانع طہارت ہین اور دوسرے یہ کہ نجاست خفیفہ ہین جب بہت زائد ہون تو مانع طہارت ہین۔ جب ان عبارتون سے حرمت اور نجاست تاڑی کی ثابت ہو گئی تو ثابت ہو گیا کہ بسکٹ اور نان پاؤ وغیرہ جس کے خمیر مین تاڑی مخلوط ہو اُسکا کھانا خمیر خمر کی طرح ناجائز ہوگا۔ فتاوے قاضی خان مین ہی بخلاف الدقیق اذا عجن بالخمر وخبز فانہ یکون نجسا ولا تطہیر بخلاف آٹے کے جبکہ شراب سے

گوندھا جائے کیونکہ وہ نجس ہوگا طاہر نہوگا۔ اور فتاوی عالمگیری مین ہی اذا عجن الدقیق بالخمر لا یوکل جب آٹا شراب سے گوندھا جائے تو اُسے کھانا جائز نہین ہی۔ کیونکہ جب خمر اور تاڑی دونون نجس ہین تو اُنکے خلط سے وہ مخلوط بھی نجس اور اُسکا کھانا حرام ہوگا اور سرکہ تاڑی یا شراب پر اسکا قیاس کرنا اسلیے باطل ہی کہ سرکہ مین حقیقت بدل جاتی ہی لہذا حلت اور طہارت کا حکم دیا جاتا ہی بخلاف شراب اور تاڑی کے خمیر کے کہ ان مین حقیقت نہین بدلتی بلکہ مخلوط ہونے اور پکنے کی وجہ سے پورا التصاق اور اتصال ہوجاتا ہی **سوال** اگر کوئی شخص محض زبان حاصل کرنے کے لیے انگریزی پڑھے اس لیے کہ اکثر اوقات اسکی ضرورت پڑتی ہی تو درست ہی یا نہین۔ اور اگر اس نیت سے نہ پڑھے بلکہ انگریزی پڑھنے مین اُسکی کوئی نیت ہی نہو تو جائز ہے یا نہین اور انگریزی اسلیے پڑھے کہ اُس کے ذریعہ سے نوکری حاصل کرے کیونکہ وہ جانتا ہی کہ انگریزی ملازمت بغیر انگریزی جانے ہوے نہین ملسکتی تو ان تمام صورتون مین جائز ہے یا نہین **جواب** انگریزی پڑھنا اور انگریزی زبان سیکھنا بشرطیکہ وہ دین مین خلل انداز نہو جائز ہی **سوال** استنجا کرنے کے بعد جو پانی استنجا پاک کرنے سے بچ گیا ہو اُس سے وضو کرنا جائز ہی یا نہین۔ اور یہ وضو مکروہ ہوگا یا نہین **جواب** مکروہ نہوگا مگر ترک اولی ہی **سوال** سنیون کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہی یا نہین اور اُنکے ساتھ اکل و شرب کرنا اور اُنکی لڑکیون کے ساتھ نکاح کرنا چاہیے یا نہین ان امور کی حلت اور حرمت کا حکم اسنا د متصل اور مرفوع اور مستند سے بحوالہٗ کتب اسطرح ثابت فرمائیے کہ پھر چون و چرا کی گنجائش باقی نرہے اور امر حق ثابت ہوجائے یہ بھی واضح رہے کہ جواب ایسا ہونا چاہیے جس مین نفسانیت اور تعصب ذرہ برابر بھی دخل نہو آجکل یہان اس امر پر مباحثہ اور مناظرہ ہورہا ہی سنی غنیۃ الطالبین کا حوالہ دیکر کہتے ہین کہ شیعون کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہین ہی اور اُنکے ساتھ اکل و شرب کرنا اور اُنکی لڑکیون کے ساتھ شادی کرنا بھی درست نہین ہی بلکہ جن سنیون نے شیعون کے یہان کھایا پیا ہی اُن کو سنیت کے دائرہ سے خارج کردیا ہی اور سنی اُنھین اپنے مساجد مین نماز نہین پڑھنے دیتے بلکہ اُنکو کافر اور مرتد کہتے ہین اور ان سنیون کے ساتھ دوسرے سنی کھانے پینے مین اجتناب کرتے ہین اور یہ لوگ جو دائرۂ سنیت سے خارج کیے گئے ہین یہ دلائل پیش کرتے ہین کہ کیا

اہل تشیع اہل قبلہ نہین ہین یا توحید یا نبوت کے قائل نہین ہین یا اُنکے یہان سوا تکبیر معلومہ اور مروجہ کے کوئی اور تکبیر مروج ہی۔ پس اہل تشیع کے ساتھ کھانے پینے سے سنی لوگ کیون ہمکو دائرۂ سنیت سے خارج کرتے ہین ہندوستان مین امور مذکورہ پر کبھی ایسی بحث نہین ہوئی ہی بلکہ وہان برابر ایک دوسرے مین شادیان ہوتی ہین اور شیعہ سنی باہم کھانے پینے مین پرہیز نہین کرتے ہین اور اسکے علاوہ میرے یہ بات کسی طرح سمجھ مین نہین آتی کہ اہل کتاب کا ذبیحہ تو جائز اور شیعون کا ذبیحہ ناجائز ہو اب کس کا قول آپکے نزدیک صحیح ہی اور ہم لوگون کو کیا کرنا چاہیے **جواب** اگرچہ فقہا کے ایک گروہ نے سب شیخین رضی اللہ عنہما کی وجہ سے مطلقا اہل تشیع کو کافر لکھا ہی اور اسی بنا پر اُنکی لڑکیون کے ساتھ نکاح کرنے کو اور اُنکے ذبیحہ کو حرام ٹھہرایا ہی مگر مرجح اور مفتی بہ اور منقح قول یہ ہی کہ کافر فقط وہی شیعہ ہین جو ضروریات دین کا انکار کرتے ہین اور اُنھین کا ذبیحہ حلال نہین ہی اور اُنھین کے ساتھ مناکحت جائز نہین ہی اور جو ایسے نہون اگرچہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیان دیتے ہون وہ فاسق ہین کافر نہین ہین اُنکے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہی اور اُنکے ساتھ مناکحت بھی درست ہی ابو شکور سلمی رحمہ اللہ کتاب التمہید فی التوحید مین لکھتے ہین کلام الروافض مختلف فبعضہ یکون کفرا وبعضہ لا فلو قال ان علیا کان الہا نزل من السماء کفر ولو قال النبوۃ کانت لعلی رض وجبرئیل اخطأ کفر ومنہم من قال ان علیا رضی اللہ عنہ افضل من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہذا کلہ کفر واما الذی یکون بدعۃ ولا یکون کفرا فہو قولہم ان علیا رض افضل من الشیخین رضی اللہ عنہما ومنہم من قال یجب اللعن علی من خالف علیا کعائشۃ ومعاویۃ رضی اللہ عنہما وہذا کلہ وما اشبہہ یکون بدعۃ ولیس بکفر لانہ صادر عن تاویل روافض کی حالت مختلف ہی بعض کافر ہین اور بعض کافر نہین ہین پس اگر کوئی کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خدا تھے جو آسمان سے نازل ہوے تو وہ کافر ہی اور جو کوئی کہے کہ نبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیلیے تھی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے غلطی ہوگئی تو وہ کافر ہی اور بعض روافض کہتے ہین کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہین تو وہ بھی کافر ہین اور روافض کی بعض باتین بدعت ہین کفر نہین ہین جیسے اُنکا یہ کہنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل ہین اور بعض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالف جیسے

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما پر لعنت کو واجب لکھتے ہین تو یہ اور انکے مشابہ تمام امور بدعت ہین کفر نہین ہین کیونکہ یہ تاویل کے بعد کیے جاتے ہین۔ اور بحر العلوم مولانا عبد العلی رحمہ اللہ القوی شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین الصحیح عند الحنفیۃ ان الروافض لیسوا بکفار والوجہ فیہ ان تدینہم او دفعہم فیما دفعوا زعما منہم انہم علی الدین المحمدی وان کان زعمہم ھذا باطلا وما کذبوا محمدا صلے اللہ علیہ وسلم فہم غیر ملتزمین للکفر والتزام الکفر کفر دون لزومہ حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک صحیح یہ ہی کہ روافض کافر نہین ہین کیونکہ وہ دین رکھتے ہین اور جو کچھ کرتے ہین سمجھ کے کرتے ہین کہ یہی دین محمدی ہی اگرچہ اُنکا یہ خیال غلط ہو لیکن وہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو (اپنے نزدیک) نہین جھٹلاتے ہین پس کفر کو خود اپنے سر نہین لیتے ہین اور کفر کو لازم لیلینا کفر ہے نہ کہ اُسکا لازم آجانا۔ اور درمختار مین ہی فی النہر تجوز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث نہر مین ہی کہ معتزلہ کے ساتھ مناکحت درست ہی کیونکہ ہم اہل قبلہ مین سے کسیکو کافر نہین سمجھتے اگرچہ مباحثہ مین الزاما بعض اوقات اُنکے کفر کو ثابت کرتے ہین۔ اور فتح القدیر مین ہی اما المعتزلۃ فمقتضے الوجہ حل مناکحتہم لان الحق عدم تکفیر اہل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومۃ بالضرورۃ من الدین مثل القائل بقدم العالم ونفی العلم بالجزئیات معتزلہ کے متعلق دلیل سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اُنکے ساتھ نکاح درست ہی کیونکہ تمام اہل قبلہ کی عدم تکفیر ہی مناسب ہی اگرچہ الزاما بحثون مین ایسا ہوجاتا ہو برخلاف اُن لوگون کے جو قطعیات مین سے اُن چیزون کی مخالفت کرتے ہون جنکا دین سے ثابت ہونا بدیہی ہی مثلا وہ لوگ جو قدم عالم کے قائل ہین اور خدا کو جزئیات کا عالم نہین مانتے ہین۔ اور رد المحتار مین ہی بہذا ظہر ان الروافض ان کان من یعتقد الالوہیۃ فی علیؓ او ان جبرئیل غلط فی الوحی کان کافرا وان کان ینکر صحبۃ الصدیقؓ او یقذف عائشۃؓ فہو کافر اس سے معلوم ہوا کہ روافض اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے یا حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی مین غلطی ہونے کے قائل ہون تو کافر ہین اور اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کے منکر ہون یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہون تو کافر ہین

**سوال** ملا اور میانجی لوگون کو بلاکر لاتے ہین اور کھانا کھلانے کے بعد یا کھانا

کھلانے کے قبل زیارت قبور کراتے ہین اگرچہ اس مین تعیین فلوس نہین ہوتی مگر دائما لوگ اس کی اجرت دینا فرض اور لازمی جانتے ہین اور اگر ملا او میان جی کو پہلے سے یہ معلوم ہو کہ ہمین کچھ نہ ملیگا تو نہ وہ کھانا کھلائین اور نہ زیارت کرائین۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ وہ بطمع فلوس یہ کام کرتے ہین ایسی زیارت قبور اور کھانا کھلانا شرع مین جائز ہی یا نہین اور ایسے زیارت قبور کا ثواب مردون کو پہونچے گا یا نہین اور اگر مردون کو اس زیارت کا ثواب پہونچے گا تو اجرت لیکے زیارت کرانا جائز ہی یا نہین اور حدیث شریف مین لفظ زورا تاکید کے ساتھ آیا ہی لیکن زیارت کرانا کسی جگہہ دیکھا نہین گیا آیا زیارت کرانا جائز ہی یا نہین اور ختم تسبیح و تہلیل اجرت مقرر کرکے کرنا جائز ہی یا نہین **جواب** تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن شریف اور زیارت قبور کی اجرت لینا اور دینا درست نہین ہی۔ تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہی اعلم ان عامۃ کتب المذھب من متون و شروح وفتاوی کلھا متفقۃ علی ان الاستیجار علی الطاعات لا یصح عندنا واستثنی المتاخرون مشایخ بلخ تعلیم القرآن فجوزوا الاستیجار علیہ مذہب کی عام کتابین یعنے متون و شروح فتاوی سب اسپر متفق ہین کہ (خدا کی) اطاعت پر اجرت لینا ہمارے نزدیک صحیح نہین ہی البتہ متاخرین مشایخ بلخ نے تعلیم قرآن کو اس سے مستثنی کیا ہی اور اسپر اجرت لینے کو جائز لکھا ہی۔ اور اسی کتاب مین ہی التلاوۃ المجردۃ عن التعلیم من اعظم الطاعات التی یطلب بھا الثواب فلا یصح الاستیجار علیھا محض تلاوت جس مین تعلیم نہو اُن طاعتون مین سب سے بڑی طاعت ہی جن سے ثواب طلب کیا جاتا ہی پس اُسپر اجرت لینا درست نہین ہی۔ اور بھی اسی کتاب مین ہی شرط الثواب الاخلاص للہ فی العمل والقاری بالاجرۃ انما یقرأ لاجل الدنیا لا لوجہ اللہ بدلیل انہ لو علم ان المستاجر لا یدفع الیہ شیئا لا یقرأ حرفا واحدا خصوصا من جعل ذلک حرفۃ ولذا قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایۃ ان قاری القرآن بالاجرۃ لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری ثواب کی شرط یہ ہی کہ کام صرف خدا کے لیے کیا گیا ہو اور اجرت پر پڑھنے والا دنیا کے لیے پڑھتا ہی نہ کہ خدا کے لیے کیونکہ اجرت پر پڑھنے والے کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے اجرت نہ ملے گی تو وہ ایک حرف بھی نہ پڑھے گا خاص کر وہ شخص تو ضرور ہی ایسا کرے گا جسنے اسے پیشہ بنالیا ہی اور اسی لیے تاج الشریعہ رحمہ اللہ نے ہدایہ کی شرح مین لکھا ہی کہ اجرت پر قرآن شریف کا پڑھنے والا نہ خود ہی

ثواب پائیگا اور نہ میت کو اُسکا ثواب پہونچیگا۔ اور فتاوی ولوالجیہ میں ہی لوزار قبر صدیق او
قریب فقرأ عندہ شیئا من القرآن فھو حسن اما الوصیۃ بذلک فلا معنی لھا ولا معنی ایضا
لصلۃ القاری لانہ یشبہ استیجارہ علی قراءۃ القرآن وذلک باطل اگر کسی دوست یا عزیز کے قبر
کی زیارت کی اور وہاں کچھ قرآن پڑھا تو یہ اچھا ہی لیکن اسکی وصیت کرنے کے کچھ معنی نہیں ہین
اور اسطرح پڑھنے والے کو کچھ دینے کے بھی کچھ معنی نہیں ہین کیونکہ یہ قرآن پڑھنے کی اجرت کے مشابہ
ہی جو باطل ہی۔ اور فتاوی بزازیہ مین ہی اوصی بقاری یقرأ القرآن عند قبرہ بشیٔ فالوصیۃ
باطلۃ اگر قاری کے لیے کسی چیز کی وصیت کی کہ اُسے دیجائے تاکہ وہ اُسکی قبر پر قرآن شریف
پڑھا کرے تو وصیت باطل ہی۔ اور تاتارخانیہ مین ہی ولا یجوز اخذ الاجرۃ علی طاعۃ اللہ خدا
کی اطاعت پر اجرت لینا جائز نہیں ہی۔ ان عبارتون سے معلوم ہوا کہ ایسی زیارت قبور اور تسبیح
وتہلیل مین جو دنیا حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہو اُس مین کچھ ثواب نہیں ہی نہ میت کو نہ کاسب کو
اور ایسی عبادتون کی اجرت لینا اور دینا ممنوع ہی **سوال** ڈھول تاشا باجا دف وغیر کا نکاح
یا شادی کے رسومات مین بجانا درست ہی یا نہیں **جواب**: لہ آلات غنا و مزامیر کی حرمت احادیث
صحیحہ سے صاف طور سے ظاہر ہی مگر دف کہ مجالس نکاح مین اُسکی اباحت کی حدیثین وارد ہین
صحیح بخاری مین تعلیق کے طریقہ سے مذکور ہی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لتکونن
من امتی قوم یستحلون الحریر والخمر والمعازف حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
میری امت مین ایک ایسا گروہ ہوگا جو ریشم شراب اور باجون کو حلال جانے گا۔ اور سنن ابن ماجہ
مین مروی ہی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونھا بغیر اسمھا
یعزف علی رؤسھم بالمعازف والمغنیات یخسف اللہ بھم الارض ویجعل منھم القردۃ والخنازیر
حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی کہ میری امت مین ایسے لوگ ہونگے جو شراب پیین گے
اور اُسکے دوسرے نام رکھین گے اُن کے سرون پر باجے بجائے جائین گے اور گانا گایا جائیگا
خدا اُنکو زمین مین دھنسا دیگا اور اُنکو بندر اور سور بنا دے گا۔ اور جامع ترمذی مین مروی ہی
تکون فی امتی خسف ومسخ اذا ظھرت القینات والمعازف میری امت مین خسف و مسخ شائع
ہو جائیگا جبکہ گانے والیان اور باجے ظاہر ہو جائین گے اور مسند احمد مین مروی ہی ان اللہ حرم الخمر

والمیسر الکوبۃ خدا نے شراب جوا اور بربط کو حرام کیا ہے۔ اور مسند ابن ابی الدنیا مین مروی ہے
یمسخ قوم من ھذہ الامۃ فی آخر الزمان قردۃ وخنازیر قالوا یارسول اللہ الیس یشھدون
ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ قال بلی ویصومون ویحجون ویصلون قیل فما بالھم
قال اتخذ واالمعازف والقینات آخرزمانے مین اس امت کے کچھ لوگ مسخ کرکے بندر اور سور
بنادیے جائین گے لوگون نے پوچھا یارسول اللہ کیا وہ لوگ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی
گواہی ندین گے آپ نے فرمایا گواہی دین گے اور روزہ رکھین گے اور حج کرین گے اور
نماز پڑھین گے لوگون نے پوچھا پھر وہ کیون مسخ کیے جائین گے آپنے فرمایا باجے اور گانے
والی عورتون کو رکھین گے۔ اور مسند احمد مین ہے ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی ان
احرق المزامیر والکنارات اللہ نے مجھے عالم کے لیے رحمت بناکر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ مین
باجون اور رباب کو جلادون۔ اور ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے لیستحلن من امتی الحریر والخمر
والمعازف میری امت کے کچھ لوگ ریشم شراب اور باجون کو حلال کرلین گے۔ اور سنن ابوداؤد وغیرہ
مین مروی ہے عن نافع قال سمع ابن عمر رضی اللہ عنہ مزمارا فوضع اصبعیہ فی اذنیہ ونای
عن الطریق وقال یا نافع ھل تسمع شیئا فقلت لا فرفع اصبعیہ عن اذنیہ وقال کنت مع
النبی صلے اللہ علیہ وسلم فسمع مثل ھذا فصنع مثل ھذا نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک باجا سنکر اپنی انگلیان اپنے دونون کانون مین رکھ لین اور راستہ سے
دور ہوگئے اور پوچھا کہ اے نافع تمکو کچھ سنائی دیتا ہے مین نے کہا نہین تو اُنھون نے اپنے کانون
سے انگلیان نکالین اور فرمایا کہ مین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ اُنھون نے
ایسی ہی ایک آواز سنی اور ایسا ہی کیا۔ اور جامع ترمذی مین ہے اعلنوا ھذا النکاح واضربوا
علیہ بالغربال نکاح کا اعلان کرو اور اُسپر دف بجاؤ۔ ان اخبارون سے اور ایسے ہی اور اخبار سے
کہ ماہر فن حدیث پر مخفی نہین صاف ثابت ہے کہ جملہ آلات غنا جنھین معازف ومزامیر کہتے ہین
شرعا حرام ہین سوا دف کے۔ اور کتب حنفیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر حنفیہ دف کو
بھی ممنوع لکھتے ہین اور اکثر حنفیہ مطلقا غنا کو بھی حرام کہتے ہین۔ تاتارخانیہ مین ہے ان کان
السماع غنا فھو حرام لان التغنی واستماع الغنا حرام اگر سماع مین غنا ہو تو حرام ہے کیونکہ غنا

اور اُسکا سننا دونون حرام ہین۔ اور مبسوط مین ہو استماع الملاھی والتغنی کلھا حرام کھیل کود اور غنا سب حرام ہی۔ اور محیط مین ہو التغنی والتصفیق بھا واستماعھا کلھا حرام غنا اور اُس مین تالیان بجانا اور اسکو سننا سب حرام ہی۔ اور ہدایہ مین ہی دلت المسألۃ علی ان الملاھی کلھا حرام حتی التغنی بضرب القضیب مسئلہ اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ کھیل کود سب حرام ہین حتے کہ کچھ بجا کر گانا اور تالیان بجانا۔ اور نہایہ مین ہو التغنی والتصفیق والطنبور والبربط والدف وما اشبہ ذلک حرام گانا تالی بجانا طنبور بربط دف اور اُسکے مشابہ دوسری چیزین حرام ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ اس باب مین قول فیصل جو احادیث سے ثابت ہی یہی ہو کہ نفس غنا عموماً ممنوع نہین بلکہ اُس مین حرمت یا کراہت عوارض خارجیہ کی وجہ سے عارض ہوتی ہو اور مزامیر سب ممنوع ہین سوا دف کے کہ نکاح وغیرہ مین اسکی رخصت وارد ہوگئی ہو **سوال** قصاب کی امامت مکروہ ہی یا نہین **جواب** نہین ورنہ بکری وغیرہ کے ذبح کرنے کی اجرت شرعاً ممنوع ہو **سوال** (۱) کیا خدا کی ذات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی اصل اور مادہ ہی (۲) اسکے کیا معنی ہین کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا خدا کے نور سے بنے ہین (۳) حضور روحی فداہ کی ذات حادث ہی یا قدیم **جواب** (۱) خدا کی ذات قدیم اور حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کی ذات حادث ہی اور قدیم حادث کی اصل اور مادہ نہین ہوسکتا کیونکہ قدیم ایک خاص ذات ہی جسکی تجزی اور تبعیض ناممکن ہی پس اُس سے کچھ حصہ علیحدہ نہین کیا جاسکتا اور یہ امر کتب عقائد مین محقق ہی کہ جو غیر متجزی اور ناقابل انقسام ہو وہ کسی چیز کی اصل نہین ہوسکتا۔ مواہب لدنیہ کی لفظ من نورہ کی شرح مین زرقانی رحمہ اللہ لکھتے ہین ای من نور ھو ذاتہ لا بمعنی انھا مادۃ خلق نورہ منھا بل بمعنی تعلق الارادۃ بہ بلا واسطۃ شئ فی وجودہ یعنے خدا نے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کو ایک ایسے نور سے پیدا کیا جو خود اُسکی ذات ہی نہ یہ کہ خدا کی ذات مادہ ہی جس سے خدا نے آپکے نور کو پیدا کیا بلکہ مطلب یہ ہو کہ آپ کی ذات کے پیدا کرنے مین خدا کے ارادہ کا تعلق بغیر کسی چیز کے واسطے کے ہی (۲) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور سے ہین اسکا مطلب یہ ہی کہ آپ کا اُس سے بلا واسطہ تعلق ہی جیسا کہ زرقانی مین بھی ہے (۳) قدیم کی دو قسمین ہین ایک قدیم حقیقی جسکے وجود کی ابتدا نہو وہ اللہ تعالی ہی دوسرے قدیم مجازی جسکے وجود کی ابتدا تو ہو لیکن تمام اشیا کی اصل ہونے کی وجہ سے یا زیادتی عمر کی بدولت اُسپر

قدیم کا اطلاق ہوا اور حضور سرورکائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کی ذات قدیم کی اس قسم مین داخل ہی
زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین الازلی القدیم لیس لہ ابتداء ویطلق مجازا علی ما
طال عمرہ والوجود ثلثۃ لارابع لھا ازلی وابدی وھو الحق سبحانہ وتعالی ولا ازلی ولا ابدی
وھو الدنیا وابدی غیر ازلی وھو الاخرۃ ازلی قدیم وہ ہی جسکی ابتدا نہو اور مجازاً اسکا اطلاق اُن
اشیا پر بھی ہوتا ہی جنکی عمر زائد ہوا اور وجود صرف تین ہی طرح کے ہین (۱) ازلی وابدی خدای تعالیٰ
(۲) غیر ازلی وغیر ابدی دنیا (۳) ابدی غیر ازلی آخرت۔ البتہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی
ذات کو ذات خداوندی سے ایک خاص مناسبت ہی جیسا کہ اسی کتاب مین ہی۔ واللہ اعلم بالصواب
کتبہ خادم الطلبہ شیخ یوسف بن قادر احمد عفی عنہما وعن اسلافہما۔ جواب صحیح ہی واقعی تمام اہل اسلام کا
یہی اعتقاد ہی اور جو اسکے خلاف اعتقاد رکھے وہ یا کافر مجاہر ہی یا اہل اسلام کے نزدیک ملحد اور
زندیق ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

**سوال** کسی کار خیر کی انجام کی خوشی مین دعوت کرنا یا شیرینی تقسیم کرنا مثلاً کسی کا لڑکا قرآن شریف
شروع یا ختم کرے یا محراب سنائے یا کوئی حج کرکے واپس آئے یا کسی قسم کی ترقی ہو تو خوشی مین بنظر
شکریہ دوستون اور عزیزون اور حاضرین اور مساکین کو کھانا کھلانا یا کچھ تقسیم کرنا جائز ہی یا نہین **جواب**
جائز ہی صحیح بخاری باب الطعام عند القدوم مین مروی ہی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم
المدینۃ نحر جزورا او بقرۃ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ مین تشریف لائے تو آپ نے
بھیڑ یا گائے ذبح کی۔ اور صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ مین حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے قصہ قبول
توبہ مین مروی ہی فلما جاءنی الذی سمعت صوتہ یبشرنی نزعت لہ ثوبی فکسوتھما ببشارتہ
جب میرے پاس وہ آگئے جنکی آواز سنی کہ وہ مجھے بشارت دے رہے ہین پس مین نے
اُنکے لیے اپنے کپڑے اُتارے اور اس بشارت کے معاوضہ مین مین نے وہ کپڑے اُنھین پہنا دیے
اور بھی اُسی مین ہی قلت یارسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی
رسولہ قال امسک بعض مالک قلت انی امسک سھمی الذی بخیبر مین نے عرض کیا یارسول اللہ
مجھے توبہ قبول ہونے کے شکریہ مین خدا اور اُسکے رسول کی راہ مین صدقہ کرنے کے لیے کچھ نکالنا چاہیے
آپ نے فرمایا کہ اپنے مال کا کچھ حصہ بچا بھی رکھنا مین نے عرض کیا کہ خیبر کا جو میرا حصہ ہی مین اُسے

اپنے لیے رہنے دون گا **سوال** (۱) خدا کی ذات حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کی اصل اور مادہ ہے یا نہین (۲) اسکا کیا مطلب ہے کہ آپ کی ذات کو ذات خداوندی سے ایک خاص مناسبت ہے (۳) حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی ذات حادث ہے یا قدیم **جواب** (۱) ذات الٰہی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کا مادہ نہین ہے کیونکہ حادث کا مادہ قدیم نہین ہوسکتا (۲) یہ جو مشہور ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم خدا کے نور سے پیدا کیے گئے ہین اس سے یہ مراد نہین ہے کہ نور الٰہی نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا مادہ ہے بلکہ اس مین اضافت بغرض شرف ہے جس طرح کعبہ کو بیت اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہتے ہین اور چونکہ نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیا علیہم السلام کے انوار سے پہلے پیدا کیا گیا تھا اور اسپر خاص عنایات مواہب ربانی تھے لہذا یہ کہا گیا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے نور سے ہین (۳) حضور رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کی ذات حادث ہے اور قدیم بمعنے ازلیت غیر مسبوق بالعدم اہل اسلام کے نزدیک خدا کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے لیکن فلاسفہ عقول کو بھی قدیم کہتے ہین مگر قدم بمعنے عدم احتیاج بالغیر سب کے نزدیک واجب الوجود ہی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور اسپر اخبار صحیحہ دلالت کرتے ہین کہ خدا تھا اور اُسکے ساتھ کوئی چیز نہ تھی **سوال** قرآن شریف یا کسی اور کتاب سے فال لینا درست ہے یا نہین **جواب** اسکے جواز کی کوئی صریح دلیل قرآن واحادیث سے پائی نہین گئی اور علما اس مین مختلف ہین بعضون نے اسکو حرام اور بعضون نے مکروہ لکھا ہے اور بعضون نے باین شرط جائز لکھا ہے کہ اگر مقصود کے مخالف نکلے تو دل مین بد خیال نہ آنے پائے۔ ابو عبداللہ محمد بن حاج مالکی رحمہما اللہ مدخل مین لکھتے ہین التفاول فی الشرع هو الذی لا یقصده الانسان حتی یسمعه ابتداء واما من یقصده فلیس من التفاول فی شیٔ و اشد من ذلك التفاول فی فتح الختمة والنظر فی اول سطر یخرج منها او غیره وذلك باطل وبیان ذلك انه قد یخرج له منها آیة عذاب ووعید فیقع له التشویش من ذلك فرفع عند ذلك حتی ینقطع مادة التشویش بل یخشی علیه ان یقع لهما هو اشد من ذلك ویؤل امره الی الخطر العظیم ومن الذخیرة قال الطرطوسی ان اخذ الفال بالمصحف وضرب الرمل ونحوهما حرام وهو من باب الاستقسام بالازلام من ان الفال حسن بالسنة وتحریره ان الفال الحسن وهو ما یعرض من غیر کسب مثل قائل یقول ما تفلح ونحوه والتفاول المکتسب حرام کما قاله الطرطوسی فی تعلیقه

شرعاً فال وہی ہی جو خود بخود سب سے پہلے انسان بلا قصد سنے لیکن جو فال بقصد لی جائے وہ فال نہین ہی اور اس سے بڑھکر یہ ہی کہ قرآن شریف کھولکر پہلی سطر سے فال لین اسکی وجہ یہ ہی کہ بعض وقت شروع صفحے مین عذاب و وعید کی آیت ہوتی ہی جسکی بدولت فال دیکھنے والے کو تشویش ہوتی ہے لہذا اس کی ممانعت کردی گئی تاکہ تشویش کی جڑ ہی کٹ جائے بلکہ اسکا خوف ہی کہ وہ اس سے زائد کسی تشویش مین پڑکر سخت خطرے مین پڑجائے اور ذخیرہ مین ہی کہ طرطوسی رحمہ اللہ نے کہا ہی قرآن شریف سے فال لینا اور رمل سے کچھ دریافت کرنا اور اسکے مثل حرام ہین یہ سب تیرون سے قسمت دریافت کرنے کے مثل ہین لیکن فال جو سنت ہی وہ حسن ہے اُسکا بیان یہ ہی کہ حسن فال وہ ہی جو بلا کسب و کوشش کے لیجائے مثلاً کسی نے کہا تو فلاح نہ پائے گا اور اسکے مثل اور وہ فال جو کوشش کرکے لی گئی ہو حرام ہی جیساکہ طرطوسی رحمہ اللہ نے اپنے تعلیق مین لکھا ہی۔ اور ملا علی قاری مکی حنفی رحمہ اللہ شرح نخبۃ الفکر مین لکھتے ہین الفال بالمصحف ما صدر عن السلف واختلف فیہ المتاخرون ولا شک لان التشاؤم مکروہ سواء بالحروف او بالمعنی والتفاؤل بالمعنی او بالظہور کبسملۃ ونحوھا فلا باس واما الحروف فلادلالۃ لہا علی الحسن والقبح ابلا قرآن شریف سے فال لینا سلف سے ثابت نہین ہی اور اس مین متاخرین نے اختلاف کیا ہی اور اس مین کوئی شک نہین ہی کہ فال بد لینا مکروہ ہی خواہ حروف سے ہو یا معنی سے لیکن معنی یا ظہور سے فال لینا مثلاً بسم اللہ وغیرہ تو اس مین کچھ حرج نہین ہی مگر وہ حسن و قبح پر دلالت نہین کرتی۔ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین ومن جملۃ علم الحروف الفال بالمصحف حیث یفتحونہ وینظرون فی اول صفحۃ ای حرف وافقہ وکذا فی سابع الورقۃ السابعۃ فان جاء حرف من الحروف المرکبۃ من تشخلاکم حکموا بانہ غیر مستحسن وفی سائر الحروف بخلاف ذلک وقد قال ابن العجمی فی منسکہ لا یوخذ الفال من المصحف فان العلماء اختلفوا فی ذلک فکرہ بعضہم واجازہ بعضہم ونص المالکیۃ علی تحریمہ انتہی ولعل من اجازہ وکرہ اعتمد علی المعنی ومن حرمہ اعتبر حروف المعنے فانہ فی معنی الاستقسام بالازلام منجملہ علم حروف کے مصحف سے فال لینا ہی کہ قرآن شریف کو کھولکر اُسکے پہلے صفحے کو دیکھتے ہین کہ کون حرف اُنکے حال کے موافق ہی اسی طرح ساتوین ورق کے ساتوین صفحے مین پس اگر حروف تشخلاکم مین سے کوئی اُس مین ہو تو حکم لگا دیتے ہین کہ فال

تمام حروف مین غیر مستحسن ہی ابن عجمیؒ اپنے منسک مین لکھتے ہین کہ قرآن شریف سے فال نہ لیجائے کیونکہ اس مین علما کا اختلاف ہی بعضے اسے مکروہ لکھتے ہین اور بعضے جائز اور مالکیہ اسکے حرام ہونے پر دلیل لائے ہین انتہی اور شاید جو لوگ اسے جائز یا مکروہ سمجھتے ہین وہ معنون پر اعتماد کرتے ہین اور جو حرام سمجھتے ہین وہ حروف معنی کا خیال کرتے ہین کیونکہ یہ تیرون سے قسمت دریافت کرنے کی طرح ہی - اور سید عبد الباقی رحمہ اللہ بغدادی رسالۂ مناسک الحج مین لکھتے ہین ؎ من الاستخارات الشایعۃ الاستخارۃ بالقرآن ویسمونہ تفاولا ولعلہم منہا کیفیات شتی والظاہر ان ذلک مما لا دلیل علی مشروعیتہ ومن البدع ما یستعملہ الشیعۃ بالتفاول من السبحۃ ونحوہا وکذا ما یفعلہ کثیر من الناس بالتفاول بدیوان حافظ الشیرازی شائع استخارون مین سے قرآن شریف کا استخارہ ہی جسے فال کہتے ہین اور اسکے قرآن شریف سے معلوم کرنیکے بہت سے طریقہ ہین اور ظاہر یہ ہی کہ اسکی مشروعیت پر کوئی دلیل نہین ہی اور جو شیعہ تسبیح وغیرہ سے فال لیتے ہین اور جو بہت سے لوگ حافظ شیرازی رحمہ اللہ کے دیوان سے فال لیتے ہین یہ سب بدعت ہی **سوال** رمل کا سیکھنا اور سکھانا جائز ہے یا نہین **جواب** رمل کی اصل حضرت ادریس علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے سے ہی اور اُنکے معجزات مین شمار کیا گیا ہے مگر ہماری شریعت مین رمل کی ممانعت ہی - طحطاوی حاشیۂ درمختار مین لکھتے ہین ھو علم بضروب اشکال من الخطوط والنقطۃ بقواعد معلومۃ تخرج حروفا تجمع وتستخرج جملۃ دالۃ علی عواقب الامور وقد علمت انہ حرام قطعا واصلہ لادریس علیہ السلام رمل وہ علم ہی جس کے قواعد مقررہ کے مطابق خطوط اور نقطون سے اشکال بنا لینے کے طریقے معلوم ہون جنسے کچھ حروف نکلتے ہین جنکے ملانے سے جملہ نکلتا ہی جو آیندہ ہونے والی باتون کو بتلاتا ہی اور یہ تم جان چکے ہو کہ یہ قطعا حرام ہی اصل مین حضرت ادریس علیہ السلام کے لیے تھا - اور ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے فتاوی مین ہی ان تعلمہ وتعلیمہ حرام شدید التحریم لما فیہ من ایہام العوام ان فاعلہ یشارک اللہ فی غیب رمل کا سیکھنا اور سکھانا سخت حرام ہی کیونکہ اس سے عوام کو وہم ہوتا ہی کہ اسکا جاننے والا علم غیب مین خدا کا شریک ہی - اور صحیح مسلم اور سنن ابو داؤد وغیرہ مین حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے مروی ہی قال قلت ومنا رجال یخطون قال ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان نبی من الانبیاء

یخط فمن وافق خطہ فذاک حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مین نے عرض کیا کہ ہم
مین بعض لوگ خط کھینچتے ہین (یعنے اسطرح غیر معلوم باتون کا پتہ چلاتے ہین) آپ نے فرمایا بعض انبیا بھی
خط کھینچا ہے پس جسکا خط اُس خط کے مطابق ہو وہ درست ہے۔ اور جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ مرقاۃ
الصعود شرح سنن ابوداؤد مین لکھتے ہین قال النووی اختلف العلماء فی معناہ والصحیح ان معناہ
من وافق خطہ فھو مباح ولا طریق لنا الی معرفۃ ذلک والعلم الیقینی بالموافقۃ فلا یباح وقال عیاض
معناہ من وافق خطہ فذاک الذی تجدون اصابتہ مما یقول لا انہ اباح ذلک لفاعلہ قال و یحتمل ان ھذا نسخ
من شرعنا وقال الخطابی ھذا الحدیث یحتمل النھی عن ھذا الخط لانہ کان علما للنبوۃ ذلک النبی وقد انقطعت
فنھوعن تعاطی ذلک قال النووی فحصل من مجموع کلام العلماء الاتفاق علی النھی عنہ الآن
نووی رحمہ اللہ کہتے ہین علما نے اسکے معنی مین اختلاف کیا ہے صحیح یہ ہے کہ اسکے معنی یہ ہین کہ جسکا خط انبیا
کے خط کے موافق ہو اُسکا یہ کام مباح ہے اور ہمکو یہ کسی طرح نہین معلوم ہو سکتا ہے اور نہ موافقت کا
یقینی علم ہو سکتا ہے پس خط کھینچنا مباح نہین ہے اور عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اسکے معنی یہ ہین کہ جسکا
خط انبیا کے خط کے مطابق ہو اُسکو جو باتت معلوم ہو گی صحیح ہوگی نہ یہ کہ اُسکا یہ فعل مباح ہوگا اور
اُنھون نے کہا ہے کہ اس امر کا احتمال ہے کہ یہ فعل ہماری شرع مین منسوخ ہو گیا اور خطابی
رحمہ اللہ کہتے ہین کہ یہ حدیث خط کھینچنے کی نہی کا احتمال رکھتی ہے کیونکہ یہ خط ایک نبی
کی نبوت کی علامت تھی جو ختم ہو گئی لہذا اب اس کے کرنے کی ممانعت کر دی گئی نووی
رحمہ اللہ کہتے ہین کہ تمام علما کے کلام کا حاصل یہی ہے کہ اس زمانہ مین اس کا ممنوع ہونا
متفق علیہ ہے **سوال** شب برات مین حلوا اور عیدین مین سویان ضروری سمجھکر پکانا اگرچہ قرضدار بھی
ہو جائے کیسا ہے یا بخلاف خیال رسوم محض اس خیال سے پکانا کہ پڑوس مین یہ چیزین پکین گی
اگر ہمارے یہان نہ پکین تو ہمارے بچے روئین گے یا خود شیرینی کا شوق ہو اس لیے پکانا کیسا ہے
**جواب** اس باب مین کوئی نص نفیا اور اثباتا وارد نہین ہے۔ اور جن چیزون مین نص نہو تو
کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر اُسے بپابندی رسم ضروری سمجھے گا تو کراہت لازم آئے گی اور اگر ضروری
نہ سمجھے گا تو کوئی حرج نہین ہے۔ بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت ابن
مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ

ان لایتصرف عن یمینہ وقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسار
تم میں سے کوئی اپنے اعمال کو شیطان کے لیے نہ کردے اسطرح کہ اپنے پلٹنے کو داہنے میں منحصر کردے
میں نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو دیکھا ہی کہ بسا اوقات اپنے بائیں طرف مڑتے یعنی جو بائیں ہاتھ
کیطرف ہوتا۔ طیبی اور سید کے حواشی مشکوۃ میں ہی۔ ان من اصر علی مندوب
وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر
اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ جو کسی مستحب پر التزام کرے اور اُسے لازم سمجھ لے اور معافی پر عمل
نہ کرے اُسے شیطان نے پکڑ لیا ہی پس جو بدعت یا بُرائی کا التزام کرلے اُسکے متعلق کیا کہا جائے

**سوال** غیر خدا کی نذر اور منت کا کھانا درست ہی یا نہیں **جواب** غیر اسکی نذر اور منت حرام ہی اور
اُسکا کھانا سب کے لیے حرام ہی اور کسی حاجت کے وقت اللہ کے لیے جانور ذبح کرنے یا کھانا کھلانے
یا مٹھائی بانٹنے کی منت ماننا درست ہی اور حصول مقصد کے بعد اُسکا پورا کرنا لازم ہی مگر اُسکے
مصرف محتاج اور فقراہیں نذر کرنے والے اور امراکو اُسکا کھانا جائز نہیں۔ بحرالرائق میں علامہ قاسم
بن قطلو بغا حنفی رحمہ اللہ کی شرح درر البحار سے منقول ہی النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ
من الشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فھو بالاجماع حرام بوجوہ منہا انہ نذر للمخلوق
والنذر للمخلوق لایجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون للمخلوق ومنہا ان المنذور لہ میت والمیت لایملک ومنہا
انہ ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقادہ ذلک کفر اللہم الا ان قال یا اللہ انی نذرت لک ان شفیت
مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدۃ نفیسۃ او الامام الشافعی
او الامام اللیث او اشتری حصیرا لمساجدہم او زیتا لوقودہا او دراہم لمن یقوم بشعائرہا الی غیر ذلک مما
یکون فیہ نفع للفقراء والنذر للہ وذکر الشیخ انما ہو محل لصرف النذر لمستحقیہ القاطنین
برباطہ او مسجدہ فیجوز بہذا الاعتبار ولا یجوز ان یصرف ذلک لغنی ولا لشریف منصب او ذی نسب
او علم ما لم یکن فقیرا ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علی حرمۃ النذر
للمخلوق ولا ینعقد ولا یشتغل الذمۃ بہ ولانہ حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ
اخذہ الا ان یکون فقیرا ولہ عیال فقراء عاجزون فیاخذونہ علی سبیل الصدقۃ
المبتدأۃ واخذہ ایضا مکروہ ما لم یقصد الناذر التقرب الی اللہ وصرفہ

الی الفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ عوام جو مردون کی نذرین مانتے ہین اور جو
شمعین اور چراغ وغیرہ اولیاے کرام کے مزارون پر اُنسے تقرب حاصل کرنے کی نیت سے بیجاتے
ہین یہ حرام ہی کیونکہ یہ نذر لغیر اللہ ہی جو حرام ہی اس لیے کہ نذر عبادت ہی اور مخلوق کی عبادت حرام ہی اور
اس لیے کہ منذور لہ مردہ ہی اور مردہ کسی چیز کا مالک نہین ہی اور اس لیے کہ اس سے اس امر کا
گمان ہوتا ہی کہ امور مین مردہ تصرف کرتا ہے نہ کہ خدا اور یہ اعتقاد کرنا کفر ہی لیکن اگر یہ کہے کہ اے اللہ
مین نے تیرے لیے یہ نذر مانی ہی کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دیدے یا میرے غائب کو لوٹا دے یا
میری حاجت کو پورا کر دے تو مین اُن فقرا کو کھانا کھلاؤن گا جو سیدہ نفیسہ یا امام شافعی یا امام
لیث رحمہم اللہ کے دروازے پر رہتے ہین یا انکی مساجد کی چٹائیان بنوا دون گا یا وہان کے
چراغون کے لیے تیل خریدون گا یا وہان کے نگہبانون کو دراہم دون گا یا ان کے سوا اور ایسے
امور جن مین خدا کے لیے نذر ہو اور فقرا کا نفع ہو تو جائز ہی شیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی کہ نذر کے
صرف کرنے کے محل وہ لوگ ہین جو منذور لہ کی خانقاہ یا مسجد مین رہتے ہون اور اس اعتبار سے
یہ نذر جائز ہی لیکن اُسکو کسی امیر یا منصب یا نسب یا علم والے لوگون پر جبکہ وہ فقیر نہون صرف
کرنا درست نہین ہی اور شرع مین اغنیا کے لیے صرف کرنا جائز نہین ہی کیونکہ مخلوق کے لیے
نذر ماننے کی حرمت پر اجماع ہی اور وہ نذر نہ تو ثابت ہوتی ہے اور نہ لازم ہوتی ہی اور اس لیے
کہ وہ حرام ہے اور شیخ کے خادم کو بھی اُسکا لینا درست نہین ہی مگر جبکہ فقیر ہو اور اہل و
عیال رکھتا ہو جو سب کے سب فقیر ہون اور وہ اُسکو بطریق صدقہ کے لین اور بھی اگر نذر سے
نذر کرنے والے کا مقصد تقرب الی اللہ نہو تو اُسکا لینا اور فقرا پر صرف کرنا بھی ناجائز ہی نذر
شیخ سے تو کچھ بحث ہی نہین۔ اور اس باب مین اصل یہ ہی جو مسند احمدؒ مین مروی ہی انما النذر
لا تبتغی بہ الا وجہ اللہ نذر وہ ہی جس سے خدا مقصود ہو۔ اور سنن ابو داؤدؒ مین ہی لا نذر الا فیما
ابتغی بہ وجہ اللہ وہ نذر نہین جس مین خدا کے سوا کوئی اور مقصود ہو۔ اور ابو داؤدؒ نے
روایت کی ہی ان رجلا نذر ان ینحر ابلا فی موضع سماہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل
فیہ وثن من اوثان الجاھلیۃ تعبد قال لا قال اوف بنذرک ایک شخص نے نذر مانی کی
وہ ایک اونٹ ذبح کرے گا ایک خاص جگہ پر جسکو اُس نے معین کر دیا تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے دریافت فرمایا کہ کیا وہان زمانۂ جاہلیت کے بتون مین سے کوئی بت ہو جو پوجا جاتا ہو تو اُس نے کہا نہین تب آپ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو سوال کسی دوست آشنا اُستاد بزرگ کے قدوم کی خوشی مین ضیافت کی نیت سے یا کسی اور خوشی مین جانور ذبح کرنا یا شیرینی بانٹنا جائز ہے یا نہین اور اُسکا کھانا جائز ہے یا نہین جواب درست ہے۔ فتاوی بزازیہ مین ہے ذبح شاۃ لضیف ذکر اعلیہا اسم اللہ یحل اکلہ لانہ سنۃ الخلیل علیہ السلام واکرام الضیف اکرام اللہ ومن ظن انہ لا یحل لعلۃ انہ ذبح لاکرام بنی آدم فیکون کانہ اھل لغیر اللہ فقد خالف القران والحدیث والعقل فانہ ان القصاب یذبح للربح ولو علم انہ یخسر لا یذبح فیلزم علی ھذا الجاھل ان لا یاکل ما ذبحہ القصاب ولا ما ذبح للولائم والاعراس والعقیقۃ ولو ذبح لقدوم الامیر او لقدوم واحد من العظماء لا یحل اکلہ وان ذکر اسم اللہ علیہ لانہ ذبح لتعظیم خلق اللہ ولھذا لا یضعہ بین یدیہ بخلاف الاولی لانہ یقدمہ بین یدیہ ھو الفارق اگر کسی مہمان کے لیے خدا کا نام لیکر بکری ذبح کی جائے تو اُسکا کھانا حلال ہو کیونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہو اور مہمان کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے اور جو یہ خیال کرتا ہو کہ اُسکا کھانا ناجائز ہے کیونکہ اُس نے آدمی کی تعظیم کے لیے اُسے ذبح کیا ہو تو یہ مثل اُن اشیا کے ہونگے جن پر خدا کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو) وہ قرآن اور حدیث اور عقل سب کے خلاف کرتا ہو کیونکہ قصاب نفع کی غرض سے ذبح کرتا ہو یہانتک کہ اگر اُسے نقصان کا علم ہو تو ہرگز ذبح نہ کرے تو اس جاہل کے قول پر لازم آتا ہو کہ قصاب کا ذبیحہ بھی نہ کھایا جائے اور اسی طرح وہ بھی جو ولیمون شادیون یا عقیقون کے لیے ذبح کیا جائے اور اگر امیر یا بڑے لوگون مین سے کسی کے آنے پر ذبح کیا ہو تو اُسکا کھانا جائز نہین ہو اگرچہ وقت ذبح اللہ کا نام لیا گیا ہو کیونکہ یہ ذبیحہ تعظیم خلق اللہ کے لیے ہو اس وجہ سے حاکم یا معزز شخص کے سامنے اُسے نہین لیجاتے بہ خلاف ذبیحۂ اولی کے کہ اُسے جسکے لیے ذبح کیا ہو اُسکے سامنے لیجاتے ہین اور یہی ان دونون مین فرق ہو۔ اور اصل اس باب مین قصہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا ہو جو صحیح بخاری وغیرہ مین مروی ہو کہ جب اُنکی توبہ قبول ہوئی تو اُنھون نے اس خوشی مین اپنا تمام مال صدقہ کیا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے فرمایا کہ کسقدر اپنے مال سے رہنے دو تب اُنھون نے اپنا وہ حصہ جو غزوہ

خیبر مین ملا تھا باقی رہنے دیا اور سب مال صدقہ کر دیا اور بھی اس بحث مین اصل ولیمہ کی شرعیت ہی جو شب زفاف کے بعد مسنون کیا گیا ہے اور اُسکے فضائل مین حدیثین صحاح مین مروی ہین اور وہ حدیثین جن مین نکاح کے بعد خرما وغیرہ لٹانا مروی ہے سنن بیہقی اور معجم طبرانی اور طحاوی کی شرح معانی الآثار مین ہین مگر اُنکی سندون مین ضعف ہی اور اسی قسم سے براتیون کا کھانا کھلانا ہے غرض احادیث متکثرہ سے جو وقائع مختلفہ مین وارد ہین لیے ثابت ہوتا ہے کہ کسی خوشی کے وقت کھانا کھلانا یا کھانا بانٹنا یا کوئی اور چیز بانٹنا جائز ہے اور ہر امیر اور غریب کو اُس کا کھانا مباح ہی **سوال** زید ناس لیتا ہو اور حقہ پینے کو حرام نہین کہتا بکر کہتا ہی کہ زید اور اُسکے سب مرید کافر ہین اور حقہ پینے والے کے جنازے کی نماز نہ پڑھنا چاہیے اس مسئلہ مین حق کس کا قول ہے **جواب** بکر کا قول اس باب مین محض لغو ہے اور ہرگز ماننے کے لائق نہین ہی اہل اسلام کو چاہیے کہ اُسے سمجھائین اور ایسا حکم لگانے سے روکین۔ جاننا چاہیے کہ حقہ بینا سنہ کے بعد واقع ہوا اور اُس وقت سے لیکر اس وقت تک چارون مذہبون کے علما اس مین مختلف ہین بعضے حرام اور بعضے مکروہ تحریمی اور بعضے مکروہ تنزیہی کہتے ہین اور بعض مطلقاً مباح جانتے ہین مین نے اُن سب کی عبارتین مع تفصیل کے اپنے رسالۂ ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان مین لکھدی ہین جسکو دیکھنا ہو دیکھ لے۔ اور رد المحتار مین ہی اضطربت آراء العلماء فیہ فبعضہم قال بکراھتہ وبعضہم قال بحرمتہ وبعضہم باباحتہ وافردوہ بالتالیف وفی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی ویمنع من بیع الدخان وشربہ وشاربہ فی الصوم لاشک یفطر وللعلامۃ الشیخ علی الاجہوری رسالۃ نقل فیھا انہ افتی بحلہ من یعتمد علیہ من ائمۃ المذاھب الاربعۃ قلت والف فی حلہ سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی الحنفی رسالۃ سماھا الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان واقام الطامۃ الکبری علی القائل بالحرمۃ او الکراھۃ فانھما حکمان شرعیان لابد لھما من دلیل ولا دلیل علی ذلک فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ واضرارہ وان فرض اضرارہ للبعض لا یلزم منہ تحریمہ علی کل احد اس مین علما کی رائین مختلف ہین بعض کراہت کے قائل ہین اور بعض حرمت کے اور بعض اباحت کے شرنبلالی رحمہ اللہ کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ تمباکو کا بیچنا اور اُسکا پینا حرام ہی اور اگر کوئی

رمضان مین پی لے تو بلاشک اُسکا روزہ ٹوٹ جائیگا علامہ شیخ علی اجھوری رحمہ اللہ کا ایک رسالہ ہی جس مین اُنھون نے یہ نقل کیا ہی کہ حقہ کے حلال ہونے کا فتوے قابل اعتماد ایمۂ مذاہب اربعہ نے دیا ہی مین کہتا ہون کہ اسکے حلال ہونے پر علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ لکھا ہی جسکا نام الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان رکھا ہی اور اُنھون نے حرمت اور کراہت کے قائلین پر بہت سی حجتین قائم کی ہین کیونکہ یہ دونون شرعی حکم ہین انپر دلیل کا قائم کرنا ضروری ہی اور اس پر کوئی دلیل نہین ہے کیونکہ اُس کا نشہ اور ضرر نہین ثابت ہی اور اگر بعض لوگون کے حق مین ضرر رسان ہو تو اس سے یہ لازم نہین اتا کہ سب پر حرام ہو جائے۔ اور عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ مین لکھتے ہین من البدع العادیۃ استعمال التتن والقھوۃ عادی بدعتون مین سے ناس اور قہوہ ہی۔ اور شیخ عبدالخالق مزجانی رحمہ اللہ زبیدی حنفی اپنے بعض فتاوی مین لکھتے ہین قد تکلم العلماء المتاخرون فی ذلک لانہ لم یکن فی القرون السابقۃ فمن مفرط فی ذمہ حتی جزم بالحرمۃ ومن مفرط فی مدحہ ومنہم من توسط وقال انہ مکروہ تحریما وھذا عندی احسن الاقوال واعدلھا اذ لا قاطع بتحریمہ ولیس کل موذ ومنتن حراما والا لکان اکل الثوم والبصل والفجل والکراث حراما ھذا اکلہ فی شرب دخانہ واما اکلہ وشمہ فھو مکروہ تنزیھا عندی لانھا دون شرب دخانہ علماے متاخرین نے اس مین کلام کیا ہے کیونکہ یہ قرون سابقہ مین نہ تھا بس بہت سے لوگ اس کی بُرائی مین حد سے تجاوز کر گئے ہین کہ اسے حرام سمجھتے ہین اور بہت سے لوگ اس کی مدح مین حد سے بڑھ گئے اور بعض لوگ متوسط ہین کہ مکروہ تحریمی کہتے ہین اور یہی میرے نزدیک بہترین اور اعدل اقوال سے ہی کیونکہ اسکی حرمت کی کوئی قطعی دلیل نہین ہے اور ہر موذی اور بدبودار چیز حرام نہین ہی ورنہ لہسن پیاز مولی اور کراث[۱] کا کھانا حرام ہو جائے یہ تمام احکام تمباکو کے پینے کے ہین لیکن اُسکا کھانا یا سونگھنا تو یہ میرے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی کیونکہ اسکے دھوین کے پینے سے کم ہی اور جو تنقیح دلائل طرفین کے بعد واضح ہوا ہی یہ ہی کہ حرمت کا قول ماننے کے قابل نہین ہی کیونکہ حرمت دلیلِ قطعی تحریم پر موقوف ہی اور حرام

[۱] لہسن کے جوے مین جو چھو کر بوئے جاتے ہین جب درخت نکلتا ہی تو اُسکی پتیان جو کی ایسی اور پھیل لہسن کا ایسا ہوتا ہی ان پتیون کو کراث کہتے مین ۱۲۔

کہنے والون نے کوئی قطعی دلیل اسپر قائم نہین کی ہو بلکہ دلائل ظنی جو اُنھون نے پیش کیے ہین وہ بھی مخدوش ہین جیساکہ ترویح الجنان کے دیکھنے والے پر مخفی نرہے گا اور بلاکراہت مباح ہونے کا قول بھی خدشات سے خالی نہین ہے البتہ مکروہ ہونے کا قول اعتبار کے قابل ہو اور یہ تمام گفتگو حقہ پینے والے مین ہو لیکن تمباکو کھانا اور ناس لینا تو اُسکے مکروہ ہونے پر بھی کوئی معتبر دلیل قائم نہین ہے پس معلوم ہوا کہ حقہ پینے یا ناس لینے کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر کہنا اور اُس کے جنازے کی نماز نہ پڑھنا بڑی جرأت کا کام ہے جو پڑھے ہوے لوگون سے بعید ہے اگر بفرض محال حرمت ثابت بھی ہو جائے تو بھی مختلف فیہ ہونے مین کوئی شک نہین کیونکہ علما کی ایک جماعت نے حرمت سے انکار کیا ہو اور کراہت یا اباحت کا فتوے دیا ہو۔ مسائل اختلافیہ مین تکفیر کے کیا معنے ہین۔ شرح عقائد نسفی وغیرہ مین ہو کہ جس حرام کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اُسمین کچھ اختلاف نہو اُسکی حلت کا حکم دینا موجب کفر ہوسکتا ہو لیکن وہ حرام جو مختلف فیہ ہو پس ہرگز اُس کے حلال جانے والے پر کفر کا حکم جائز نہین ہے ایسا ہی فتاوے بزازیہ وغیرہ مین ہے **سوال** جو مسلمان شخص اسلام کے طریقے اور صورت اور لباس کو ناپسند کرکے برہما کے طریقے کے موافق صورت اور لباس کو پسند کرکے اور لنبے بال بڑھا کے عورتون کی طرح جوڑا باندھے اور برہما کا لباس پہنے اور پسند کرے اور کفر کے طریقون کو پسند کرے اور مدد دے وہ کیسا ہو **جواب** ایسا شخص فاسق اور فاجر ہو بلکہ کفر کے طریقے کو پسند کرنے کی وجہ سے اُسکے کفر کا خوف ہو **سوال** اس شہر مین برہما کے لوگ شروع سال چیت کے مہینے مین تین دن تک اپنے برہما کے طریقے کے موافق دریا مین ہزار آدمیون کے قریب جمع ہوکر پانی مین کھیلتے ہین اور اُس پرب کو بیشو پرب کہتے ہین اور اُس خوشی کے دن مین میلہ ہوتا ہے جیسے مجوسی نوروز مین اور ہندو دیوالی مین کرتے ہین اور بارتی اشنان دو چار کشتی لیکر بازی لگاتے ہین اور ہار جیت کی کشتی دوڑاتے اور کھیلتے ہین اور اپنی کشتیون مین لال اور کالے رنگ کے جھنڈے اُڑاتے ہین اور اشعار پڑھ پڑھ کر ناچتے گاتے ہین اور ایک گھڑے مین لال رنگ لگاکر پانی بھرتے ہین اور اُس مین آم کی ایک ٹہنی رکھتے ہین اور کشتی دوڑانے کے وقت جو لوگ کشتی دوڑانے کے لیے موجود رہتے ہین اُن لوگون کی طرف سے شگون کے لیے

کالا یا لال ایک ایک مرغی کا بچہ چھوڑ دیتے ہین اس نیت سے کہ وہ کھیل کی کشتی دریا مین نہ ڈوبے اور اس دن برہما لوگون کی عورتین اپنے کو آراستہ کرتی ہین اور پکوان پکا کر جہان کشتی کا تماشہ ہوتا ہے لیجاتی ہین۔ اکثر مسلمان مرد اور عورتین بھی اس فعل کو اچھا جانکر کرتے ہین اُنکے لیے کیا حکم ہی **جواب** کفار کے ایسے لہو ولعب مین مسلمانون کو شریک ہونا حرام ہے بلکہ اُنکی موافقت اور رضامندی کفر کا باعث ہوتی ہی حدیث مین ہی من کثر سواد قوم فھو منھم جس نے کسی قوم کے مجمع کو بڑھایا وہ اُسی قوم سے ہی۔ اور خزانۃ الروایات مین ہی فی الفصول قال الشیخ ابو بکر الطرخانی من خرج الی السدۃ فقد کفر لان فیہ اعلان الکفر وعلی قیاس مسئلۃ السدۃ الخروج الی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم من المسلمین کفر وکذا الخروج الی لعب کفرۃ الھند فی الیوم الذی یدعونہ بسرکھی والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ من تزیین البقور والافراس والذھاب الی دور الاغنیاء یلزم ان یکون کفرا وکذا الخروج فی لیلۃ تلعب فیھا کفرۃ الھند بالنیران والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم من المسلمین کفر فصول مین ہی شیخ ابو بکر طرخانی رحمہ اللہ کہتے ہین کہ تجانے مین جانے والا کافر ہی کیونکہ اس مین کفر کا اعلان ہی اور اسی قیاس پر مجوسیون کے نوروز مین جانا اور اُنکے افعال مین اُنکی مطابقت کرنا مسلمانون کیلیے کفر ہی اسی طرح ہند کے کافرون کے کھیل مین جسے سرکھی درام لیلا، کہتے ہین جانا اور گایون اور گھوڑون کو آراستہ کرنا اور امیرون کے گھر مین جانا ان سب سے کفر لازم آتا ہی اسی طرح اس رات مین نکلنا جس مین ہند کے کافر آگ (دیوالی) سے کھیلتے ہین اور اُنکے افعال مین اُنکی موافقت مسلمانون کے لیے کفر ہے۔ اور فتاوی بزازیہ مین ہی الخروج الی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم کفر واکثر ما یفعل ذلک من کان اسلم منھم فیخرج فی ذلک الیوم ویوافق معھم فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم فیصیر بذلک کافرا ولا یشعر بہ اجتمع المجوس یوم النیروز فقال مسلم خوب سیرت نہادند یکفر مجوسیون کے نوروز مین جانا اور اس دن اُنکے افعال کی اتباع مین کام کرنا کفر ہی اور ایسا کرنے والے اکثر وہ مجوسی ہوتے ہین جو مسلمان ہو گئے ہین یہ ان دنون مین نکلتے ہین اور اُن کے افعال کے مطابق کام کرکے کافر ہو جاتے ہین اور اُنکو اس کا فر ہو جانے کا علم بھی نہین ہوتا اگر نوروز کے دن مجوسی جمع ہوے اور کسی مسلمان نے کہا

انھون نے کیا عمدہ بات نکالی ہی تو وہ کافر ہوگیا- اور بھی اُسی مین ہی وما جرت العادة بسمرقند بنصب السریر یوم نیروز واجتماع الناس وخروجهم الی باب رحمة واجتماعهم فیه ثلثة ایام فلا شك انهم ان ارادوا به تعظیم الیوم فذلك کفر وان ارادوا به غیره فالاصوب والاصوب ترکه وکذا اجتماع المسلمین یوم فصح النصاری اور سمرقند مین جو یہ ہونے لگا ہے کہ امیر نوروز کے دن بنایا جاتا ہی اور لوگ جمع ہوکر باب رحمت کو جاتے ہین اور وہان تین دن تک جمع رہتے ہین پس بیشک اگر اُنکا مقصد اس سے اُس دن کی تعظیم ہو تو وہ کافر ہین اور اگر کوئی اور مقصد ہو تو اُسکا ترک کرنا ہی اچھا ہی اسیطرح مسلمانون کا نصاریٰ کی عید کے دن جمع ہونا **سوال** اس ملک کے ہندو ہرسال پرستش کے طریقے سے گنگا یا دریا مین غسل کرتے ہین اور لڑکون کی منت اُتارتے ہین اور اُنکا سر منڈاتے ہین اور ایک راس بزغالہ گوسفند مادہ کو سیندور لگا کے اور ہار پہنا کے دریا مین ڈالتے ہین اور اُسے ملاح یا مسلمان نکال کے بیچتے ہین یا اپنے صرف مین لاتے ہین یہ درست ہے یا نہین **جواب** درست نہین ہی نہ اسوجہ سے کہ وہ ما اہل لغیر اللہ ہی کیونکہ اُس آیت مین مذبوح لغیر اللہ مراد ہی بلکہ اسوجہ سے کہ وہ جانور مالک کی ملک سے خارج نہین ہوتا **سوال** تاڑی پینا یا ہر وہ شراب جسکا کثیر مسکر ہو اور نان یا ڈُھکا نا جسکا خمیر تاڑی کا ہو حرام ہی یا حلال **جواب** مذہب معتبر کے لحاظ سے حرام ہی اگرچہ بعض اشربہ مین امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک مقدار مسکر حرام ہی اور مقدار غیر مسکر حرام نہین ہی مگر امام محمد رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق اُسکا قلیل اور کثیر سب حرام ہی اور روایةً اور درایةً بھی یہی قول معتبر ہی خزانة المفتیین مین ہے ذکر فی شرح مجمع البحرین الصحیح ما ذهب الیه محمد رح شرح مجمع البحرین مین ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب صحیح ہی- اور مجمع البرکات مین ہی الفتوی علی قول محمد رح امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوے ہی- اور ملتقى الابحر مین ہے والکل حرام عند محمد رح وبه یفتی والخلاف انما هو عند قصد التقوی اما عند قصد التلهی فحرام اجماعا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سب حرام ہی اور اسی پر فتوی ہی اور اختلاف تقویت مقصود ہونے کی حالت مین ہی اور بخیال تلہی اجماعا حرام ہی- اور زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مین ہی الفتوی الیوم علی قول محمد رح حتی یحد من یسکر من الحبوب المتخذة من الحبوب والعسل واللبن والتین آجکل فتوے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے حتی کہ جسکو بیجون شہد

دودھ یا انجیر سے بنی ہوئی چیز کے کھانے کی وجہ سے نشہ چڑھا ہو اُسپر بھی حد کیجائے گی - اور قاضی بدرالدین علینی رحمہ اللہ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق مین لکھتے ہین قال محمد والثلثۃ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام من ای نوع کان لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام رواہ مسلم وعن ابن عمر انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ احمد وابن ماجۃ والدارقطنی وصححہ الفتوی علی قول محمد والاختلاف فیما اذا قصد بہ التقوی دون التلہی وان قصد بہ التلہی فھو حرام بالاجماع امام محمد اور ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ نے کہا ہی کہ جس چیز کا بہت نشہ لائے اُسکا تھوڑا بھی حرام ہی خواہ کسی قسم سے ہو کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی ہر نشہ آور شراب ہی اور ہر نشہ آور حرام ہی اسے مسلم نے روایت کیا ہی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ جناب رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی جس چیز کی کثرت سے نشہ آئے وہ تھوڑی بھی حرام ہی اسکو احمد اور ابن ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہی اور اسکی تصحیح کی ہی اور فتوے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہی اختلاف اُس صورت مین ہی جب ایسی اشیا سے تقویت مقصود ہو ورنہ اگر شوقیہ ایسی چیز کو استعمال کرے تو اُسکے حرام ہونے پر اجماع ہی - اور فتاوے بزازیہ مین ہی قال محمد قلیلہ وکثیرہ حرام قالوا وبقول محمد ناخذ انہ حرام ومذھب محمد انہ حرام ونجس کما ھو مذھب مالک والشافعی واحمد وابی داود واذا کان شربہ للھو فقلیلہ وکثیرہ حرام اتفاقا کما ھو المعتاد فی الزمان بین الانام یجتمعون علی ھذہ المسکرات کاجتماعھم علی الخمر امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہین کہ یہ تھوڑی بہت دونون طرح حرام ہی اور ہم انھین کے قول سے اخذ کرتے ہین اور انکا مذہب یہ ہی کہ وہ حرام اور نجس ہی جیسا کہ امام مالک اور امام شافعی اور ابو داؤد رحمہم اللہ کا مسلک ہی اور اگر اسکا پینا محض شوقیہ ہو تو قلیل وکثیر دونون بالاتفاق حرام ہین جیسا کہ عموماً آجکل کے لوگ اسی قسم کی نشہ آور چیزون کو مجتمع ہوکر پیتے ہین جس طرح شراب کو مجتمع ہوکر پیتے ہین - اور ابو المکارم شرح مختصر وقایہ مین لکھتے ہین قال الفقیہ ابو اللیث رح وبقول محمد ناخذ وفی الخلاصۃ ان الفتوی علی قول محمد رح فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ ہم امام محمد رحمہ اللہ کے قول سے اخذ کرتے ہین اور خلاصہ مین ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوے ہی اور کفایہ حاشیہ ہدایہ مین ہی ذکر فی الفتوی ان الفتوی علی قول محمد رح کذا ذکرہ الامام محبوبی رح فتوے مین ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہی یہ امام محبوبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے -

اور فصیح الدین اور نظامی ہروی رحمہ اللہ شرح وقایہ مین لکھتے ہین ثم انہ فی مجمع البحرین ان الصحیح فی کل اشربۃ قول محمدؒ و فی النہایۃ ان الفتوی علی قول محمدؒ و فی الخلاصۃ قال الفقیہ ابو اللیثؒ وبقول محمدؒ ناخذ وعلیہ الفتوی و فی الواقعات الحسامیۃ وبقول محمدؒ ناخذ مجمع البحرین مین ہی کہ اشربہ کے متعلق امام محمد رحمہ اللہ کا قول صحیح ہی اور نہایہ مین ہی کہ فتوے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہی اور خلاصہ مین ہی کہ فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ ہم امام محمد رحمہ اللہ کے قول سے اخذ کرتے ہین اور اسی پر فتوے ہی اور واقعات حسامیہ مین ہی کہ ہم امام محمد رحمہ اللہ کے قول سے اخذ کرتے ہین اور جامع الرموز مین ہی حاصلہ ان شرب نبیذ الحبوب والحلاوات بشرطہ حلال عند الشیخین فلا یحد السکران منہ ولا یقع طلاقہ وحرام عند محمدؒ فیحد ویقع کما فی الکافی وعلیہ الفتوی کما فی الکفایۃ حاصل یہ ہی کہ غلون اور میٹھی چیزکی نبیذ شیخین رحمہ اللہ کے نزدیک بشروط حلال ہی تو جسے اس سے نشہ چڑھے اُسپر حد نہ کی جائے گی اور اُسکی طلاق نہ واقع ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حرام ہی اور ایسے شخص کی طلاق واقع ہوگی جیساکہ کافی مین ہی اور اسی پر فتوی ہی جیساکہ کفایہ مین ہے - اور الیاس زادہ رحمہ اللہ شرح مختصر وقایہ مین لکھتے ہین الشیخ الخسروانی ذکر ان الفتوی علی قول محمدؒ شیخ خسروانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی کہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہی - اور تنویر الابصار مین ہے وحرمہا محمدؒ مطلقاً وبہ یفتی امام محمد رحمہ اللہ اسے مطلقا حرام لکھتے ہین اور اسی پر فتوے ہی - اور رد المحتار مین ہی قولہ غیرہ کصاحب الملتقی والمواہب والکفایۃ والنہایۃ والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار والقہستانی والعینی حیث قالوا الفتوی فی زماننا بقول محمدؒ لغلبۃ الفساد اسکے علاوہ اور لوگ جیسے صاحب ملتقے اور مواہب اور کفایہ اور نہایہ اور معراج اور شرح مجمع اور شرح درر البحار اور قہستانی اور عینی کہتے ہین کہ ہمارے زمانے مین فتوے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہی غلبۂ فساد کیوجہ سے اور ایسا ہی بہت سے متون معتبرہ اور شروح اور فتاوے مین ہی جیساکہ کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہ امر پوشیدہ نہین ہی جب اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ مذہب مفتی بہ کے موافق ہر مسکر کا قلیل اور کثیر حرام ہی لہذا تاڑی کے ایک قطرہ کے بھی حرام ہونے مین کوئی شبہہ باقی نہین رہا کیونکہ اُسکا کثیر بلا شبہہ مسکر ہے اور اسیطرح اُسکی نجاست اور اُس نان پاؤ کی حرمت مین بھی کوئی شبہہ باقی نہین رہا جسکا خمیر تاڑی سے ہو اور جو اس زمانے کے بعض علما خیال کرتے ہین

کہ اس بحث مین شیخین رحمہا اللہ کا قول معتبر ہے اسوجہ سے کہ اُسکا متون مین ذکر ہے اور اصحاب متون کا قول اصحاب شروح وفتاوے کے قول سے زائد معتبر ہی غلط ہی کیونکہ حنفیہ رحمہم اللہ کے متون اس باب مین تین مسلک پر ہین بعضے اصحاب متون نے شیخین اور امام محمد رحمہم اللہ کے قول کو ذکر کیا ہی اور بعض اصحاب متون نے اس بات کی صراحت کردی ہے کہ فتوے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہی اور بعض اصحاب متون نے فقط شیخین رحمہا اللہ کا قول ذکر کیا ہے اور یہ کہ متون کا قول شروح اور فتاوے کے قول پر مقدم ہی اُس وقت کے لیے ہی جب شراح وغیرہم نے اسکے خلاف فتوی ندیا ہو اور اسی طرح یہ جو مشہور ہی کہ ظاہر الروایۃ کے مسائل نوادر کے مسائل پر مقدم ہین اُسی وقت کے لیے ہی جب نوادر مین ظاہر الروایۃ کے خلاف فتوی نہ دیا گیا ہو۔ تنقیح فتاوے حامدیہ مین ہی قد ذکروا ان ما فی المتون مصحح التزامًا ای التزم اصحاب المتون ان یذکروا فیہا الصحیح ای الصحیح الصریح اقوی من الصحیح الالتزامی جو متون مین ہی وہ التزامًا صحیح ہی یعنے اصحاب متون نے اس بات کو لازم کرلیا ہی کہ اُنمین صحیح روایتین ذکر کرین اور صریح تصحیح التزامی تصحیح سے زائد قوی ہے۔ اور رد المحتار مین ہی اذا کان احد القولین ظاہر الروایۃ والآخر غیرہا فقد صرحوا اجمالا بانہ لا یعدل عن ظاہر الروایۃ فہو ترجیح ضمنی فلا یعدل عنہ بلا ترجیح صریح لمقابلہ وکذا لو کان احد القولین فی المتون او الشروح او کان قول الامام او کان ہو الاستحسان دو قولون مین سے ایک جب ظاہر روایت اور دوسرا غیر ظاہر ہو تو اجمالا اس بات کی فقہا نے تصریح کی ہی کہ ظاہر الروایۃ سے عدول نہ کیا جائےگا پس یہ ترجیح ضمنی ہی اس سے بلا ترجیح صریح عدول نکیا جائےگا اسیطرح اگر دو قولون مین سے ایک متون یا شروح مین ہو یا امام کا قول ہو یا وہی مستحسن ہو پس اگرچہ شیخین رحمہا اللہ کا قول کتب ظاہر الروایۃ اور متون مین مذکور ہی لیکن جب شراح معتبرین اور مشایخ معتمدین نے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوے دیا ہی تو ارباب متون کے ذکر کرنے کی وجہ سے ترجیح ضمنی کا اعتبار باقی نہین رہا اور جو بعض اہل علم نے لکھا ہی کہ مشایخ کا یہ فتوے دینا رسم مفتی کے خلاف ہی کیونکہ قاضی خان مین ہی ان کانت المسئلۃ مختلفا فیہا بین اصحابنا فان کان مع ابی حنیفۃ احد صاحبیہ یاخذ بقولہما لوفور الشرائط واجتماع ادلۃ الصواب فیہما اگر کسی مسئلہ مین ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہو تو اگر صاحبین رحمہا اللہ مین سے کوئی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موافق ہو تو اُنھین دونو کے

قول سے مسئلہ اخذ کیا جائے گا کیونکہ شرائط متحقق ہین اور صحت کی دلیلین اس مین پائی جاتی ہین
چند وجوہ سے لغو ہی پہلی وجہ یہ ہی کہ لزوم افتا شیخین یا طرفین رحمہم اللہ کے مذہب پر اُس وقت ہی
جب دلیل مین دونون قول مساوی ہون اور اگر دونون مین سے کسی ایک کی دلیل قوی ہوگی
تو قوی دلیل کے موافق فتوی دیا جائے گا گو شیخین یا طرفین رحمہم اللہ کے خلاف ہو ہان جو شخص
قوی یا غیر قوی دلیل مین تمیز نہ کرسکتا ہو اُسکو بجز اختیار ترتیب کے کوئی چارہ نہین ہی۔ درمختار
مین ہی الاصح کما فی السراجیۃ وغیرھا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی ثم
بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک اصح وہ ہی
جو سراجیہ وغیرہ مین ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر مطلقاً فتوی دیا جائے گا پھر امام ابو یوسف
رحمہ اللہ کے قول پر پھر امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر پھر امام زفر اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ کے اقوال
پر اور حاوی قدسی مین قوت دلیل کی بنا پر فتوے دینے کی تصحیح کی ہی۔ اور رد المحتار مین ہی قال الحلبی
الذی یظھر فی التوفیق ای بین ما فی الحاوی وما فی السراجیۃ ان من کان لہ قوۃ ادراک
لقوۃ المدرک یفتی بالقول القوی المدرک ای الدلیل والا فالترتیب حلبی رحمہ اللہ نے کہا ہی
حاوی اور سراجیہ کی عبارتون کے تطابق سے معلوم ہوتا ہی کہ جسکو عقل کی بدولت ادراک کی قوت ہو وہ
اُس قول پر فتوی دے جسکی دلیل قوی ہی ورنہ باعتبار ترتیب مذکورہ بالا فتوے دے۔ اسی پر سراجیہ
کی یہ عبارت دلالت کرتی ہی والاول اصح اذا لم یکن المفتی مجتہدا فھو صریح فی ان المجتہد یعنی
من کان اھلا للنظر فی الدلیل یتبع من الاقوال ما کان اقوی دلیلا والا اتبع الترتیب السابق
جب مفتی مجتہد نہو تو اول یعنے ترتیب اصح ہی اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد یعنی جو دلیل پر غور کرسکتا ہی
اُس قول کی اتباع کرے جو دلیل کے اعتبار سے قوی ہی اور ترتیب مندرجہ بالا کی اتباع
نہ کرے اور یہ معلوم ہی کہ اس مسئلہ مین امام محمد رحمہ اللہ کی دلیل قوی ہی جیسا کہ اسکی تفصیل آگے آتی
ہی پس جن مشایخ نے انکے قول پر فتوی دیا ہی وہ رسم مفتی کے موافق ہے کیونکہ انمین سے
اکثر دلیل پر غور کرنے کی قابلیت رکھتے ہین اور دلائل طرفین کی تنقیح کرکے اور امام محمد رحمہ اللہ
کے قول کی دلیل قوی پانے کے بعد انکے قول پر فتوی دیا ہی دوسرے یہ کہ اگر رسم مفتی مذکور علی الاطلاق
درست ہو تو لازم آئے گا کہ اگر مشایخ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف امام زفر رحمہ اللہ کے قول پر

فتوی دین تو معتبر نہوگا اور یہ اجماع کے خلاف ہی۔ ردالمحتار مین ہی وعن ھذا تراھم قد یرجحون قول بعض اصحابہ علی قولہ کما رجحوا قول زفر وحدہ فی سبع عشرۃ مسئلۃ فنتبع ما رجحوہ لانھم اھل النظر فی الدلیل اس وجہ سے بعض وقت فقہا بعض اصحاب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو خود اُنکے قول پر مقدم کر دیتے ہین جیسا کہ اکیلے امام زفر رحمہ اللہ کے قول کو سترہ مسئلون مین ترجیح دی گئی ہی پس ہم اُسکی اتباع کرینگے جسے فقہا نے ترجیح دی ہی کیونکہ وہ لوگ دلیل پر غور کر سکتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جب مشایخ جو ارباب نظر ہین فتوی دیدین تو مفتیون کو چون وچرا کی جگہ باقی نہین رہتی بلکہ اُسے مان لینا اُنکو لازم ہے۔ درمختار مین ہی واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم ہمین اُسی کی اتباع کرنا چاہیے جس کی تصحیح اور ترجیح فقہا کر دین جیسا کہ اگر وہ اپنی زندگی مین فتوی دیتے اور علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ اپنے فتاوے مین لکھتے ہین والناس بین مقلد محض ومقلد لہ اھلیۃ النظر فعلی الاول اتباع ما صححہ المشایخ والثانی لہ الترجیح والتصحیح لوگ دو طرح کے ہین ایک مقلد محض دوسرے وہ مقلد جنھین نظر کی اہلیت ہی پس پہلے لوگون کو تصریحات مشائخ کی اتباع کرنا لازمی ہی اور دوسرونکو ترجیح اور تصحیح کا حق حاصل ہی۔ اور جو بعض اہل علم کے ذہنون مین یہ خیال تشویش پیدا کرتا ہی کہ مشائخ حنفیہ رحمہم اللہ کا فتوے ہر مسکر کے قلیل وکثیر کی حرمت پر فقط امام محمد رحمہ اللہ ہی کے قول پر نہین ہی بلکہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول پر بھی ہے کیونکہ یہ فتوی شاربین فاسقین کے حق مین ہے جو بقصد لہو وسکر پیتے ہین نہ اُنکے حق مین ہی جو تداوی اور قوت کے لیے پیتے ہین۔ عجیب بات ہی کیونکہ رمز الحقائق اور ملتقے الابحر وغیرہ کی عبارتون سے صاف طور پر واضح ہی کہ بقصد تلہی وسکر پینا بالاتفاق حرام ہی پس اس صورت مین امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوے کے کیا معنی ہین اور امام محمد اور شیخین رحمہم اللہ کے درمیان مین اختلاف اُسی صورت مین ہی جب تداوی اور تقوے کے قصد سے پیین اور اسی اختلافیہ صورت مین مشائخ نے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیا ہی پس یہ فتوی شیخین رحمہما اللہ کے قول کے خلاف ہوا۔ اور جو بعض علم وفضل کے مدعی کہتے ہین کہ فتوی ارفق اور اسہل پر دینا چاہیے اور اسی طرح عمل ایسر پر کرنا چاہیے اس وجہ سے مشائخ نے جو امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوے دیا ہی جو ضیق اور دشواری کا سبب ہی معتبر نہین۔ غلط اور محض باطل ہی اسلیے

کہ اگر مراد یہ ہی کہ ہر مقام پر فتوے اور عمل الیسر اور ارفق پر ہونا چاہیے اگرچہ دلیل ضعیف ہو تو عقلا اور نقلا باطل ہی۔ اور ابن ہمام رحمہ اللہ فتح القدیر اور حلبی رحمہ اللہ غنیۃ المستملی مین لکھتے ہین کا ینبغے ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتہا روایۃ درایت سے عدول نکرنا چاہیے جبکہ روایت اُسکے مطابق ہو۔ اور بیری زادہ رحمہ اللہ شرح اشباہ و نظایر مین لکھتے ہین قال ابن الشحنۃ رحمہ فی شرح الھدایۃ اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذھب عمل بالحدیث ویکون ذلک مذھبہ ولا یخرج مقلدہ عن کونہ حنفیا فقد صح عن الامام ابی حنیفۃ اذا صح الحدیث فھو مذھبی ابن شحنہ رحمہ اللہ نے شرح ہدایہ مین کہا ہی جب حدیث صحیح ہو اور خلاف مذہب ہو تو حدیث پر عمل کیا جائیگا اور وہی مذہب امام ہوگا جو اُس سے ثابت ہو اور ایسی حدیث کا مقلد حنفیت سے خارج نہوگا کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو حدیث صحیح ہو وہی میرا مذہب ہی اور اگر مراد یہ ہے کہ بعض مواضع مین فتوی اور عمل الیسر پر ہونا چاہیے تو مفید نہین ہو اس لیے کہ شکل اول کے نتیجے مین کبری کی کلیت شرط ہی اسکے علاوہ اگر ہر جگہ رفق اور یسر کا اعتبار کیا جائے تو لازم آتا ہی کہ جماعت نماز کے باب مین مستحب قول اختیار کیا جائے اور سنت مؤکدہ اور وجوب کا قول مجروح ہی متروک ہو اور باب مزامیر مین دف کے سوا طبلہ عود بربط وغیرہ مین حلت کا قول اختیار کیا جائے اور ان تمام امور کا قائل وہی شخص ہوگا جو دین مین کھیل کرتا ہی اور حضرت سید المرسلین علیہ صلوۃ رب العالمین کے ارشادات سے روگردانی کرتا ہی اسکے علاوہ عسر اور یسر کا اعتبار اُس صورت مین ہے جب کسی مسئلہ مین اقوال مختلفہ غیر مرجحہ ہون لیکن جس صورت مین مشائخ نے کسی ایک قول کو ترجیح دیدی ہو تو انھین کے قول کو ماننا لازمی ہی۔ درمختار مین ہی واما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وصححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح قلت یعمل بمثل اعملوا بہ من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وماھو الارفق وماظھر علیہ التعامل وماقوی وجھہ ہمکو اسی کی اتباع کرنا چاہیے جسے مشایخ ترجیح دلادین اور تصحیح کردین جیساکہ اگر وہ اپنی زندگی مین فتوے دیتے اگر کوئی کہے کہ بعض وقت فقہا بلاکسی ترجیح کے اقوال ذکر کرتے ہین تو مین کہونگا کہ ایسی صورت مین اُس پر عمل کیا جائے جس پر اُنھون نے عمل کیا ہو لیکن لوگون کے احوال عرف کے تغیر آسانی قوت وجہ اور تعامل کا بھی لحاظ کرنا چاہیے۔ اور جو لوگ یسر اور رفق کے اعتبار پر قنیہ کی عبارت

ینبغی للمفتی ان یفتی للناس بما هو اسهل علیهم مفتی کو اُس پر فتوی دینا چاہیے جو لوگون کے لیے آسان ہے۔ اور صاحب کشف بزدوی کی عبارت ہے یستحب للمفتی الاخذ بالرخص تیسیرا علی العوام مفتی کے لیے مستحب یہ ہو کہ عوام پر آسانی کرنے کے لیے رخصت پر فتوی دے سند مین پیش کرتے ہین وہ مصطلحات علماے حنفیہ سے ناواقف ہین کیونکہ ان عبارتون مین مفتی بمعنے مجتہد ہو۔ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ اپنے فتاوے مین لکھتے ہین اعلم ان مشایخنا یطلقون لفظ المفتی علی من له نوع اجتهاد فی المذهب ویطلقون علیها مشایخنا لفظ المتفقہ ہمارے مشایخ لفظ مفتی کا اطلاق اُن لوگون پر کرتے ہین جنکو مذہب مین کچھا جتہاد ہو اور ایسے ہی لوگون پر لفظ متفقہ کا اطلاق کیا جاتا ہو۔ اور یہ جو بعض افاضل کہتے ہین کہ مانحن فیہ مین حنفیہ کی ایک جماعت نے شیخین رحمہما اللہ کے قول کی بھی تصحیح کی ہے جیساکہ خزانۃ المفتین مین ہو فی الهدایۃ والنهایۃ وفتاوی قاضی خان وظهیر الدین والخلاصۃ وفتاوی الکبری وفتاوی اهل سمرقند والحمیدی ان الاصح ما علیه ابو حنیفۃ وابو یوسف ہدایہ نہایہ فتاوے قاضی خان ظہیر الدین خلاصہ فتاوے کبری فتاوے اہل سمرقند اور حمیدی مین ہو کہ اصح وہ ہو جس پر امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ ہون۔ پس اس تصحیح کا اعتبار کرنا چاہیے نہ تصحیح قول محمد رحمہ اللہ کا۔ یہ قول چند وجہون سے باطل ہو اول یہ کہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دینے والے بہ نسبت شیخین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دینے والون کے زائد ہین جو ماہرین کتب فقہ پر مخفی نہین ہو پس امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دینے والون کا اعتبار کرنا لازم ہے۔ تنقیح فتاوے حامدیہ مین ہو القیاس ان یعمل بما علیه الاکثر کما نقله الشرنبلالی فی شرح امداد الفتاح من باب صلوۃ المریض قیاس یہ ہو کہ اُس پر عمل کیا جائے جسکے جانب اکثر لوگ گئے ہین جیساکہ شرنبلالی رحمہ اللہ نے شرح امداد الفتاح کی باب صلوۃ المریض مین لکھا ہو۔ دوسرے یہ کہ شیخین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دینے والے اکثر اصحاب فتاوی ہین اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دینے والے اکثر اصحاب متون و شروح ہین جو کتب فقہ کے دیکھنے والے پر ظاہر ہو اور یہ ظاہر ہو کہ اصحاب متون اور اصحاب شروح کا قول اصحاب فتاوی کے قول پر مقدم ہوتا ہے تیسرے یہ کہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دینے والے الفاظ جیسے وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وغیرہ زائد موکد ہین بہ نسبت اُن الفاظ کے جنسے شیخین رحمہما اللہ کے

قول کو ترجیح دی گئی ہے جیسے اصح وغیرہ پس ہر حال مین امام محمد رحمہ اللہ ہی کا قول مرجح ہی۔ اور یہ جو مشہور ہی کہ جسوقت مشائخ کی تصحیح مین اختلاف ہو تو مفتی کو اختیار ہی جبکہ دونون تصحیح مساوی ہون صاحب ردالمحتار نے درمختار کے قول من وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما بحر وغیرہ کے باب وقف مین ہی جب کسی مسئلہ مین دو قول صحیح ہون تو اُنمین سے کسی ایک پر حکم اور فتوی درست ہی۔ کے تحت مین لکھا ہی ھذا محمول علی ما اذا لم یکن لفظ التصحیح فی احدہما آکد من الآخر کما افادہ الحلبی ای فلا یخیر بل یتبع الآکد اقول وینبغی تقیید التخییر ایضا اذا لم یکن احد القولین فی المتون لما قدمناہ انفا عن البیری ولما فی قضاء الفوائت من البحر من انہ اذا اختلف التصحیح والفتوی فالعمل بما وافق المتون اولی کذا لو کان احدہما فی الشروح والآخر فی الفتاوی لما صرحوا بہ من ان ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح وما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاوی یہ اُس صورت پر محمول ہی جب لفظ تصحیح کسی ایک مین دوسرے سے بڑھکر نہو جیسا کہ حلبی رحمہ اللہ نے کہا ہی یعنے ایسی صورت مین فتوی دینے کا اختیار نہین ہی بلکہ جس مین تاکید صحت ہو اُسی کی اتباع کی جائے گی مین کہتا ہون کہ فتوے کے اختیار مفتی پر ہونے مین اسکی بھی قید لگانا چاہیے کہ دونون قولون مین سے کوئی متون مین نہو جیسا کہ ہمنے ابھی بیری سے نقل کیا ہی اور جیسا کہ بحر کے باب قضاء الفوائت مین ہی کہ جب تصحیح اور فتوے مین اختلاف ہو تو متون کے موافق عمل کرنا اولی ہے اسی طرح اگر دونون مین سے ایک شروح مین اور دوسرا فتاوے مین ہو کیونکہ فقہا نے کہدیا ہی کہ مسائل متون مسائل شروح پر اور مسائل شروح مسائل فتاوی پر مقدم ہین۔ اور شرح مقدمہ غزنویہ مین ہی لفظۃ الفتوی آکد وابلغ من لفظ المختار لفظ فتوے مین لفظ مختار سے زائد تاکید ہے۔ اور تنقیح فتاوے حامدیہ کے کتاب الہبہ مین ہی لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح لفظ فتوے مین لفظ صحیح سے زائد تاکید ہی۔ اور فتاوے خیریہ مین ہی بعض الفاظ الفتوی آکد من البعض فلفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا ولفظ وبہ یفتی آکد من الفتوی علیہ فتوے کے بعض الفاظ مین زائد تاکید ہے پس لفظ فتوی مین لفظ صحیح واصح واشبہ وغیرہ سے زائد تاکید ہے اور لفظ بہ یفتے مین لفظ الفتوی علیہ سے زائد تاکید ہی۔ اور ردالمحتار مین ہی مقابل الصحیح والاصح ونحوہ قد یکون ہو المفتی لکونہ ہو

الاحوط والارفق بالناس اوالموافق لتعاملھم وغیر ذلک مما یراہ المرجحون فی المذھب
داعیا الی الافتاء بہ فاذا صرحوا بلفظ الفتوی فی قول علم انہ الماخوذ بہ ویظھر لی ان لفظ
وبہ ناخذ وعلیہ العمل مساو للفظ الفتوی صحیح اور اصح کا مقابل بعض وقت مفتی بہ ہوتا ہے کیونکہ
اُسی مین احتیاط ہوتی ہے اور وہی لوگون کے لیے زائد آسان اور تعامل کے مطابق ہوتا ہے اور
اسکے علاوہ اور دوسرے امور جن کے بدولت اصحاب ترجیح اُس پر فتوے دیتے ہون
پس جب کسی قول کے ساتھ فتوے کی تصریح کردی جائے تو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ
یہی ماخوذ بہ ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ بہ ناخذ اور علیہ العمل لفظ فتوے کے مساوی
مین۔ اور فتاوے خیریہ کے کتاب الکفالۃ مین ہے قولہ والصحیح لا یدفع قول صاحب المحیط وعلیہ
الفتوی اُسکا قول والصحیح صاحب محیط کے قول علیہ الفتوے کے معارض نہین ہوسکتا ہے۔
چوتھے یہ کہ امام محمد رحمۃ اللہ ہی کے قول کو ترجیح ہوگی کیونکہ ردالمحتار مین ہے والحاصل انہ اذا کان
لاحد القولین مرجح علی الاٰخر ثم صحح المشائخ کلا من القولین ینبغی ان یکون الماخوذ بہ ما کان
لہ مرجح لان ذلک المرجح لم یزل بعد التصحیح فیبقی فیہ قوۃ لم توجد فی الاٰخر حاصل یہ ہے کہ
جب دونون قولون مین سے ایک کو دوسرے پر ترجیح حاصل ہو اور مشائخ دونون قولون کی تصحیح
کرین تو اُسی سے اخذ کرنا چاہیے جسے ترجیح ہو کیونکہ وجہ ترجیح تصحیح کے بعد بھی باقی ہے لہٰذا اس
قول مین ایسی قوت ہے جو دوسرے مین نہین ہے۔ یہ جو کچھ کہا گیا ابحاث فقہیہ کے موافق تھا لیکن
حدیث کے اعتبار سے پس جاننا چاہیے کہ بکثرت حدیثون سے یہ بات ثابت ہے کہ جس مین سکر
ہو اُسکا قلیل اور کثیر حرام ہے اُنھین حدیثون مین سے یہ حدیث ہے کل مسکر خمر وکل خمر حرام
ہر مسکر خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔ یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد اور
سنن نسائی اور سنن بیہقی اور مسند احمد ومسند ابویعلی اور صحیح ابن حبان اور مصنف عبدالرزاق
اور سنن دارقطنی وغیرہ مین باسانید کثیرۂ معتبرہ مروی ہے اور بعض علما کا یہ قول کہ اس حدیث
پر ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے طعن کیا ہے جیسا کہ فتاوے قاضی خان مین ہے قال ابراھیم النخعی
ما بروبہ الناس کل مسکر خمر خطأ لم یثبت انما الثابت کل مسکر حرام وکذا ما اسکر
کثیرہ فقلیلہ حرام لیس بثابت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جو لوگ روایت کرتے ہین

کل مسکر خمر غلط ہی ثابت نہین اور اسیطرح ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام ثابت نہین ہی البتہ کل
مسکر حرام ثابت ہی۔ اور یحیی بن معین رحمہ اللہ نے اسپر طعن کیا ہی جیسا کہ عنایہ مین مذکور ہی روی
عن یحیی بن معین انہ قال الحدیث الثلثۃ لیست بثابتۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الی قولہ والثابت کل مسکر حرام یحیی بن معین رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ تینون حدیثین حضور سرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہین اور آگے چلکر کہتے ہین کہ ثابت یہ ہی کہ ہر نشہ آور حرام
ہی یہ مردود ہی کیونکہ یحیی بن معین رحمہ اللہ کا اس حدیث پر طعن اگرچہ ہدایہ اور عنایہ وغیرہ مین مذکور
ہی لیکن جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی محدث حنفی رحمہ اللہ تخریج احادیث ہدایہ مین لکھتے ہین
ھذا الکلام کلہ لم اجدہ فی شیء من کتب الحدیث یہ تمام کلام مین نے حدیث کی کتابون مین سے
کسی کتاب مین نہین پایا۔ اور نخعی رحمہ اللہ کا طعن اُسکی ثبوت کی تقدیر پر قادح نہین ہی اسلیے کہ اُنھون
نے کل مسکر خمر کا انکار کیا ہی اور کل مسکر حرام کو ثابت کیا ہی۔ پس اتنا ہی استدلال کے لیے کافی
ہی اسکے علاوہ جبکہ یہ حدیث صحیح بخاری مین (جو قرآن کے بعد اصح الکتب ہی باتفاق علما) اور صحیح مسلم وغیرہ
مین موجود ہی تو اُسکے عدم ثبوت کے کوئی معنی نہین اور تعجب نہین ہی کہ نخعی اور ابن معین رحمہما اللہ
کو یہ حدیث بسند صحیح نہ پہونچی ہو اس وجہ سے انکار کیا ہو پس جب روایات معتبرہ سے اسکا ثبوت
ہوگیا تو ان کے قول سے حجت پکڑنا علما کی شان سے نہین ہی اور منجملہ اُنکے عمرو بن شعیب رحمہ اللہ کی
حدیث ہی عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام
عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے اُنھون نے اپنے باپ سے روایت کی ہی کہ نبی کریم علیہ
التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہی جس کا کثیر مسکر ہو اُسکا قلیل حرام ہی یہ سنن نسائی اور ابن ماجہ اور
مصنف عبد الرزاق مین مروی ہی اور ایسا ہی سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ مین بروایت حضرت
جابر رضی اللہ عنہ منقول ہی اور ترمذی نے اُسکو روایت کرکے اُسکے صحیح الاسناد ہونے کا حکم دیا ہی
اور منجملہ اُنکے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی کہ سنن نسائی مین مروی ہی ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن ما اسکر کثیرہ حضور رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے اُس چیز سے
منع فرمایا ہی جسکا بہت نشہ لائے۔ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح مین اسکو روایت کیا ہی
اور حافظ عبد العظیم منذری رحمہ اللہ نے مختصر سنن ابو داؤد مین لکھا ہی اجود احادیث الباب حدیث سعد

اس باب کی احادیث مین سب سے بہتر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث معلوم ہوتی ہے۔ اور منجملہ اُنکے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر حرام وما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر مسکر حرام ہے اور جسکا کثیر نشہ لائے اُسکا قلیل بھی حرام ہے یہ حدیث سنن دارقطنی مین مروی ہے اور منجملہ اُنکے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مسکر حرام وما اسکر الفرق فملأ الکف منہ حرام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مین نے حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے ہر نشہ آور حرام ہے اور جو چیز پیالہ بھر نشہ لائے وہ چلو بھر حرام ہے۔ یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی مین مروی ہے اور ایسا ہی صحیح ابن حبان اور مسند احمد مین ہے اور ترمذی نے اُسکے حسن الاسناد ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور منجملہ اُنکے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے جس کا کثیر نشہ آور ہے اُسکا قلیل بھی حرام ہے یہ حدیث مسند اسحٰق ابن راہویہ اور معجم طبرانی مین مروی ہے۔ اور منجملہ اُنکے خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو مستدرک حاکم اور معجم طبرانی اور سنن دارقطنی مین مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام حضور روحی فداہ نے فرمایا ہے جسکا کثیر نشہ لائے اسکا قلیل بھی حرام ہے اور منجملہ اُنکے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو معجم طبرانی مین مروی ہے پس ان تمام احادیث کے بعد جو صراحۃً اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ ہر نشہ آور شی کا کثیر اور قلیل بھی حرام ہے چون وچرا کی مجال نہین ہے اسلیے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلے مین کسی کا قول معتبر نہین ہے۔ اور فقہا جو حدیث مذہب شیخین رحمہما اللہ کے اثبات مین پیش کرتے ہین حرمت الخمر بعینہا والمسکر من کل شراب شراب فی نفسہ حرام ہے اور ہر پینے کی نشہ آور چیز پس زیلعی نے تخریج احادیث ہدایہ مین اسکو ضعیف لکھا ہے اور یہین سے معلوم ہوا کہ بعض فقہا نے جو کل مسکر حرام سے جواب دیا ہے کہ اُس سے قدح اخیر مراد ہے جو سکر کے درجے تک پہونچائے۔ احادیث صریحہ سے ثابت ہو جانے کے بعد ہر مسکر کے قلیل وکثیر کی حرمت قابل اعتبار ہے۔ حاصل کلام کا یہ ہے کہ وضوح دلائل کے بعد بھی فقہ اور حدیث کے قواعد کے مواقع کسی عالم کو یہ حلال نہین ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے خلاف تھوڑی تاڑی

یا اُس نان پاؤ کی حلت کا جس مین تاڑی کا خمیر ہو حکم دے **سوال** جس اونٹ کی پرورش سور کے دودھ سے ہوئی ہو اُسکا کھانا حلال ہی یا نہین **جواب** ذبح کر کے اُسکا کھانا حلال ہی کیونکہ گوشت مین کچھ تغیر نہین ہوا ہی اور جو کچھ اُسنے کھایا ہی وہ تو ضائع ہو گیا اُسکا اثر تک باقی نہین رہا تمرتاشی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تنویر الابصار کے شرح منح الغفار کے باب الحظر والاباحۃ مین اسکی صراحت کی ہی **سوال** مین نے ہدیۃ الحرمین مین دیکھا ہی کہ جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کے تیجے اور دسوین اور بیسوین اور چہلم وغیرہ مین چھوہارے پر فاتحہ دیا اور اصحاب کو کھلایا پس فی زماننا جو لوگ تیجے دسوین بیسوین چہلم وغیرہ مین پھول پان کرنے کی ممانعت کرتے ہین اُسکی کیا وجہ ہے **جواب** یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین مین لکھا ہی غلط ہی کتب معتبرہ مین کہین اس کا پتہ نہین ہی **سوال** قابلہ جو چمارن ہو اُسکو عقیقہ کا گوشت دینا کیسا ہی اور اگر دیا جائے تو کتنا **جواب** قابلہ کو بکری کی ایک ران دینا بہتر ہے جیساکہ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد مین ہی اگرچہ وہ چمارن ہو **سوال** مردے کے مرنے کے بعد بھی اُسی مقام پر کھانا پکنا جہان پہلے پکا کرتا تھا جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی **سوال** جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو اگرچہ عیدین کی نماز پڑھتا ہو یا نہین اور میت کے جنازے مین شریک رہتا ہو اور شراب اور گوبر کی کافرون کی طرح پرستش کرتا ہو اور اعتقاد رکھتا ہو کہ مجھے جو کچھ فلاح اور بہبودی اسی کی پرستش کی وجہ سے ہی اُسکے یہان کا کھانا کھانا اور جو اُس نے قربانی دی ہو یا بکری کو کسی نمازی سے قربانی کرایا ہو اُس کا گوشت کھانا اور نماز جنازہ جائز ہی یا نہین **جواب** ایسا شخص کافر ہی اُسکے ساتھ مسلمانون کو وہ برتاؤ نہ کرنا چاہیے جو مسلمانون کے ساتھ کرتے ہین **سوال** ایک شخص کی مان سید کی بیٹی تھی اور باپ شیخ اب وہ شخص سید ہونے کا دعوی کرتا ہی بلکہ دستخط کرنے مین اپنے نام کے ساتھ قرشی حسنی لکھا کرتا ہی یہ کیسا ہی **جواب** باب نسب مین اصل یہ ہی کہ انتساب باپ کی طرف سے ہوتا ہی نہ مان کیطرف سے پس جسکی مان سید کی بیٹی ہو اور اُس کا باپ سید نہو اُسکو من وجہ شرافت حاصل ہو گی اور بہ نسبت اُن لوگون کے جنکے والدین غیر سادات سے ہون کسی قدر فوقیت ہو گی مگر وہ شخص اپنے کو سید نہین کہہ سکتا اور نہ قرشی حسنی لکھ سکتا ہی غیر قبیلہ مین داخل ہونا اور اپنے آبائی سلسلہ کو ترک کرنا سخت گناہ ہی بعض روایات مین ایسے شخص پر جو اپنے سلسلۂ پدری کی طرف انتساب

ترک کرکے دوسرے فرقہ مین داخل ہو لعنت وارد ہوئی اور بعض مین فقد کفر کا اطلاق آگیا ہی یعنے کفر عملی کے اسکی تفصیل کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر وغیرہ مین موجود ہی۔ درر شرح غرر مین ہی الولد یتبع الاب فی النسب لانہ للتعریف والام لا تشتہر ویتبع خیرھما فی الدین رعایۃ لجانب الولد لڑکا نسب مین باپ کا تابع ہی کیونکہ نسب کی غرض شہرت ہوتی ہی اور مان مشہور نہین ہوتی اور دین مین اُسکے تابع ہوتا ہی جو بہتر ہو اسکا منشا لڑکے کی رعایت ہی۔ اور صاحب بحر الرائق نے صاحب کنز کے اس قول کی شرح مین الولد یتبع الام فی الملک والحریۃ والرق والتدبیر والاستیلاد والکتابۃ اولاد مان کی تابع ہی ملک حریت رقیت تدبیر استیلاد اور کتابت مین لکھتے ہین قید بالتبعیۃ فیما ذکر للاحتراز عن النسب فانہ للاب لان النسب للتعریف وحال الرجال مکشوف دون النساء حتی لو تزوج ھاشمی امۃ انسان فاتت بولد فھو ھاشمی تبعا لابیہ رقیق تبعا لامہ کما فی فتح القدیر وھذا احتراز عن الدین فانہ یتبع خیر الابوین دینا لانہ انظر لہ مذکورین مین تبعیت کی قید لگائی تاکہ نسب سے احتراز ہو جائے کیونکہ نسب باپ کے لیے ہی اسلیے کہ نسب تشہیر کی غرض سے ہوتا ہی اور مردون کا حال واضح ہوتا ہی نہ عورتون کا حتاکہ اگر کسی ہاشمی نے لونڈی سے شادی کی تو اولاد ہاشمی ہوگی باپ کی اتباع مین اور غلام ہوگی مان کی اتباع مین جیسا کہ فتح القدیر مین ہی اور یہ دین سے احتراز ہی کیونکہ دین مین اولاد اُسکی تابع ہوگی جو باعتبار دین کے بہتر ہی کیونکہ لڑکے کیلیے یہی بہتر ہی۔ اور طحطاوی رحمہ اللہ حاشیۂ درمختار مین لکھتے ہین قولہ لا فی نسب ای لا یتبع امہ فی نسب ھذا نص صریح فی ان الشریفۃ لیس لہا شریف وان کان لہ شرف یعنے لڑکا نسب مین اپنی مان کا تابع نہین ہوتا ہی اس سے یہ بات صراحۃً ظاہر ہوتی ہی کہ شریف عورت اگرچہ اُسکا میکا شریف ہو تا وقتیکہ اُسکا شوہر شریف نہو شریف نہین ہی۔ اور ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالی رد المحتار مین لکھتے ہین من کان ولدا امھا علویۃ وابوہ عجمی یکون العجمی کفوا لھا وان کان لھا شرف ما لان النسب للاباء ولذا اجاز دفع الزکوۃ الیھا لڑکا جسکی مان علویہ اور باپ عجمی ہو اُسکا کفو عجمی ہوگا اگرچہ اُسے کچھ شرف حاصل ہو اسلیے کہ نسب کا اعتبار باپون کی طرف سے ہی لہذا ایسے شخص کو زکوۃ دی جاسکتی ہی۔ اور ہدایہ مین ہی لو اوصی لاھل نسبہ او لجنسہ فالنسب عبارۃ عمن ینسب الیہ والنسب یکون من جہۃ الاباء وجنسہ اھل بیت ابیہ دون امہ لان

الانسان بجنس بابیہ اگر کسی نے اپنے نسب وجنس کیلیے وصیت کی تو نسب سے وہ لوگ مراد ہونگے جو اُسکے جانب منسوب ہون اور نسب کا اعتبار باپ کے جانب سے ہی اور جنس سے مراد اُسکے گھر کے لوگ ہونگے نہ اُسکی مان کے یہان کے کیونکہ ہر شخص کی جنس اُسکے باپ کے اعتبار سے ہی۔ اور فتاوی خیریہ مین ہی لاشبہۃ فی ان لہ شرفا ما وکذا الاولادہ الی اٰخر الدھر اما اصل النسب فمخصوص بالاٰباء اس مین کوئی شبہہ نہین کہ اُسے (جسکی مان علویہ یا سیدہ اور باپ معمولی ہو) اور اُسکے اولاد کو آخر زمانے تک شرف حاصل ہی لیکن اصل نسب باپ کی جانب سے ہی **سوال** حنفیہ کے مذہب مین شطرنج کھیلنا جائز ہی یا نہین اگر جائز نہین ہی تو اُسکا کھیلنے والا فاسق ہے یا کیا جو شخص عادۃً باعلان شطرنج کھیلتا ہو وہ فاسق معلن ہوگا یا نہین ایسے شخص کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہی یا نہین اگر کراہت ہی تو کس قسم کی مسجد کا امام اگر جماعت کے وقت شطرنج کھیل رہا ہو اور نمازی انتظار کے بعد کسی قابل شخص کو امام بنا کر نماز پڑھ لین تو گناہ ہی یا نہین **جواب** درمختار مین ہی وکرہ تحریما اللعب بالنرد وکذا الشطرنج واباحہ الشافعی وابو یوسف فی روایۃ وھذا اذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب والا فحرام بالاجماع نرد اور شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہی امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ سے ایک روایت اسکے مباح ہونے کی بھی آئی ہی لیکن یہ اُس صورت مین ہی جب جوا نہوا اور دوام نہو اور کھیل کسی واجب مین خلل انداز نہو ورنہ بالاجماع یہ حرام ہی۔ اور ردالمحتار حاشیۂ درمختار مین ہی قولہ الشطرنج معرب شدرنج وانما کرہ لان من اشتغل بہ ذھب عناؤہ الدنیوی جاء عناؤہ الاخروی فھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین کما فی الکافی شطرنج معرب شدرنج مکروہ ہی کیونکہ اس سے دنیا کا رنج تو جاتا رہتا ہی لیکن آخرت کا رنج اُسکی جگہ لے لیتا ہی پس یہ ہمارے نزدیک حرام اور گناہ ہی اور اسے حلال کرنا اسلام اور مسلمانون کے خلاف شیطان کی مدد کرنا ہی جیسا کہ کافی مین ہی۔ اور بھی اُسی مین ہی قولہ وھذا الخ وکذا اذا لم یکثر الحلف علیہ وبدون ھذہ المعانی لا تسقط عدالتہ للاختلاف فی حرمتہ اور اسیطرح جب قسم کی کثرت نہو اور ان امور کے بغیر عدالت ساقط نہین ہوتی کیونکہ اسکی حرمت مین اختلاف ہے۔ اور مجمع البرکات مین ہی یکرہ اللعب بالشطرنج والنرد وکل لھو ما سوی الشطرنج حرام بالاجماع واما الشطرنج فاللعب بہ حرام عندنا واختلفوا فی اللعب بالشطرنج فرخص فیہ بعضھم ولکن بثلث

شرائط ان لا یقامر ولا یؤخر الصلوٰۃ عن وقتھا وان یحفظ لسانہ عن الجفاء والفحش فاذا فعل شیئا منھا
فھو مردود الشھادۃ وکرہ الشافعی کراھۃ تنزیہ لا تحریم کالنرد کذا فی مطالب المؤمنین وذکر الغزالی فی
خلاصتہ انہ مکروہ عند الشافعی ایضا فلعل ما وقع فی کتبنا ھو قولہ الاول کذا فی نصاب الاحتساب وذکر الغزالی
فی الاحیاء فی باب السماع اللعب بالشطرنج مباح ولکن المواظبۃ علیہ مکروہ کراھۃ شدیدۃ کذا فی مطالب المؤمنین
شطرنج اور نرد مکروہ ہین اور اسکے سوا ہر کھیل بالاجماع حرام ہو لیکن ہمارے نزدیک شطرنج کھیلنا حرام ہو
اور شطرنج کھیلنے مین اختلاف ہو بعض لوگون نے تین شرطون سے اسکی اجازت دی ہو (۱) جوا نہو
(۲) نماز مین تاخیر نہو (۳) گالی گلوج نہو۔ اور اگر ان مین سے کوئی ایک امر بھی پایا جائے تو ایسے شخص
کی شہادت شرعا مقبول نہین ہو امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسکی کراہت تنزیہی کے قائل ہین اسے
نرد کی طرح حرام نہین سمجھتے یہ مطالب المومنین مین ہو امام غزالی رحمہ اللہ نے خلاصہ مین لکھا ہو کہ وہ
امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہو پس شاید جو ہماری کتابون مین لکھا ہو وہ اُنکا پہلا قول ہو یہ
نصاب الاحتساب مین ہو اور امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم کے باب السماع مین لکھا ہو شطرنج
کھیلنا مباح ہو لیکن اُسپر مداومت کرنا سخت مکروہ ہو یہ مطالب المومنین مین ہو۔ ان عبارتون
سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عادت دائمی کے طور پر شطرنج کھیلنے والا حنفیہ اور شافعیہ رحمہم اللہ کے نزدیک
بالاتفاق فاسق ہو اور اسکے فاسق اور معلن ہونے مین کسی طرح کا شک وشبہہ نہین ہے اور
فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہو پس مسلمانون کو چاہیے کہ ایسے شخص کو امام نہ بنائیں اور اگر کسی مسجد کا
امام اس فعل کا مرتکب ہو تو اُسے امامت سے معزول کر دین **سوال** تمباکو کھانا از روے اتقا کیسا ہو
اسکا ترک اولی ہو یا نہین اور جن وجوہ ثلثہ کی بنا پر حقہ پینے کو بعض علمانے مکروہ تحریمی اور بعض نے
مکروہ تنزیہی لکھا ہو اُس مین سے ایک وجہ یعنی بدبو تمباکو کے کھانے والون سے پائی جاتی ہو پس اس
صورت مین اُسکا ترک اولی ہو یا نہین **جواب** حقہ پینے کے کراہت کی عمدہ وجہ تشبہ بالکفار اور
استعمال مابہ العذاب ہو اور یہ تمباکو کے کھانے مین نہین ہو اور فی نفسہ تمباکو بدبو دار نہین ہو البتہ کھانے
والے کی بداحتیاطی سے اُسکے منہہ سے بدبو آتی ہو اگر ازالہ بدبو کی احتیاط نہوسکے تو ترک اولے ہے
**سوال** اگر کوئی شخص بظاہر نماز فرائض اور نوافل وعیدین اور جمعہ اور تراویح نہین پڑھتا اور اعتکاف
نہین کرتا ہو اور منہیات شرع مین مشغول رہتا ہو یعنے رنڈیون کا ناچ اور گانا اور غنا اور مزامیر سنتا ہو

اور اجنبیہ عورتون کے پاس خلوت مین بیٹھتا ہو باوجود ان تمام باتون کے لوگ اُسے ولی کامل اور
غوث وقت سمجھتے ہین ہزارون آدمی اس شخص کے مرید ہین باوجودیکہ یہ شخص اُن شرطون مین
سے کوئی ایک شرط بھی نہین رکھتا جو پیر کے لیے کتب تصوف وغیرہ مین مذکور ہین اور اس
شخص کے مرید کہتے ہین کہ ہمارے پیر کو ظاہری نماز کی ضرورت نہین ہو بلکہ ہمارا پیر باطنی نماز پڑھتا
ہو اور اجنبیہ عورتون کے پاس خلوت مین بیٹھنا ہمارے پیر کو نقصان نہین پہونچا سکتا۔ پس
معلوم ہونا چاہیے کہ قواعد شرعیہ کے روسے ایسا شخص ولی کامل اور غوث وقت ہوسکتا ہو یا
نہین اور ایسے شخص کا مرید ہونا درست ہو یا نہین **جواب** دینی اور دنیاوی دونون کمال
اتباع شریعت محمدیہ کے ساتھ مخصوص ہین اور جو شخص شرع کے سیدھے راستے پر نہین وہ نہ ولی
ہوسکتا ہو نہ غوث نہ قطب اور جو شخص کہے مجھے ظاہری شریعت سے کچھ کام نہین مین ارباب
باطن سے ہون وہ شخص زندیق ہو اور ایسے شخص کا معتقد اور مرید ہونا ہرگز درست نہین ہو۔
علامہ محمد برکلی رومی رحمہ اللہ طریقہ محمدیہ مین لکھتے ہین ما یدعیہ بعض المتصوفۃ فی زماننا اذا انکر علیہم
بعض امورهم المخالف للشرع ان حرمۃ ذلک فی العلم الظاهر وانا من اصحاب العلم الباطن وانہ حلال فیہ وانکم
تاخذون عن الکتاب وانا ناخذ من صاحبہ یعنی محمدا علیہ الصلوۃ والسلام کلہ الحاد واضلال اذ فیہ ازدراء
بالشریعۃ المحمدیۃ فالواجب علی کل من سمع هذا المقال الانکار علی قائلہ والجزم ببطلان مقالہ بلا شک ولا تردد و
لا توقف ولا فحص من حالہم ویحکم بالزندقۃ علیہم وقد قال سید الطائفۃ الصوفیۃ جنید البغدادی
الطرق کلها مسدودۃ الا علی من اقتفی اثر الرسول وقال ابویزید البسطامی لبعض اصحابہ قم بنا حتی ننظر
الی هذا الرجل الذی قد شهر نفسہ بالولایۃ وکان رجلا مشهورا بالزهد فمضینا الیہ فلما خرج رمی ببزاقۃ الی جهۃ
القبلۃ فانصرف ابویزید ولم یسلم علیہ وقال هذا الرجل غیر مامون علی ادب من اداب رسول اللہ فکیف
یکون مامونا علی ما یدعیہ من الکرامات وقال لو نظرتم الی رجل اتی من الکرامات حتی یطیر
فی الهواء فلا تغتروا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنهی وحفظ الحدود و
انظر ایها العاقل الطالب للحق ان هؤلاء عظماء المشائخ وعلماء الطریقۃ وکبراء ارباب السلوک
والحقیقۃ کلهم یعظمون الشریعۃ الشریفۃ ویبنون علومهم الباطنۃ علی السیرۃ الاحمدیۃ والملۃ
الحنفیۃ فلا یغرنک طامات الجهال المتنسکین وشطحهم الفاسدین المفسدین الضالین

المضلین بعد ان کانوا زائغین عن الشرع القویم و مائلین عن الصراط المستقیم خارجین عن مناہج علماء الشریعۃ فالویل کل الویل لہم و لمن تبعہم و حسن امرہم فہم قطاع طریق اللہ سبحانہ عن العابدین یلبسون الحق بالباطل و یکتمون الحق وہم یعلمون
ہمارے زمانے کے بعض متصوفین کی یہ عادت ہے کہ جب اُنکے بعض افعال خلاف شرع پر اعتراض کیا جاتا ہے تو کہتے ہین کہ اسکی حرمت علم ظاہر کے اعتبار سے ہے اور ہم اصحاب علم باطن ہین اور علم باطن مین یہ حلال ہے اور تم لوگ کتاب سے اخذ کرتے ہو اور ہم صاحب کتاب یعنے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرتے ہین تو اُنکی یہ سب باتین الحاد و ضلالت ہین کیونکہ اس مین شریعت محمدیہ کی ہتک ہے پس جو شخص اس قسم کی باتون کو سنے اُسے لازم ہے کہ تردید کردے اور ان باتون کے جھوٹ ہونے کا یقین رکھے اور اس مین کوئی شک یا تردد اور توقف نکرے ورنہ وہ بھی ایسے ہی لوگون مین داخل کیا جائے گا اور اسکے بھی زندیق ہونے کا حکم کیا جائے گا سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تمام راستے بند ہین مگر اُسکے لیے جو حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کی اتباع کرے اور حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے اپنے بعض اصحاب سے کہا کہ آؤ چلین فلان شخص کو دیکھین جسنے اپنے کو ولی مشہور کیا ہے اور اُس شخص کی ولایت واقعی مشہور تھی پس ہم لوگ گئے اور جیسے ہی پہونچے دیکھا کہ اُس شخص نے قبلہ کی طرف تھوکا پس حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ واپس چلے آئے اور اُس سے سلام علیک بھی نہین کی اور کہا کہ یہ شخص آداب نبوی مین سے کسی کا لحاظ نہین کرتا ہے پھر یہ کیونکر مان لیا جائے کہ یہ جو اپنی کرامتین بیان کرتا ہے انمین سچا ہوگا اور اُنھون نے کہا ہے کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ہوا پر اُڑتا ہے پس اُسکے دھوکے مین نہ آؤ جبتک یہ نہ معلوم کرلو کہ وہ اوامر و نواہی پر عامل ہے اور حدود شرع کی حفاظت کرتا ہے عقلا اور طالبان حق کو جان لینا چاہیے کہ بڑے بڑے مشائخ اور علماے طریقت اور ارباب سلوک و حقیقت سب شریعت محمدیہ کی تعظیم کرتے ہین اور علوم باطنی کی بنا ہی سیرت احمدیہ اور ملت حنفیہ پر کرتے ہین پس تمکو جہلا اور مفسدین گمراہون کے قول پر اعتماد نکرنا چاہیے یہ لوگ شرع شریف سے باہر اور راہ مستقیم سے ہٹے ہوے اور مراتب علماے شریعت سے خارج ہین ایسے لوگون اور اُنکے متبعین کے لیے سخت ہلاکت ہے کیونکہ یہ لوگ خدا کے راستے مین ڈاکہ ڈالتے ہین حق کو باطل سے پوشیدہ کرتے ہین اور دیدہ و دانستہ

سچ کو چھپاتے ہین۔ یہان سے یہ معلوم ہوا کہ جو شرع کا پابند نہو اُسکی بیعت نہ کرنا چاہیے اور اُس سے اعتقاد نہ رکھنا چاہیے بلکہ وہ خود گمراہ اور خلق اللہ کو بھی گمراہ کرنے والا ہی اللہ ایسی باتون سے ہم سب کو بچائے **سوال** جو لوگ قرآن شریف پڑھنے کی مزدوری لیتے ہین اور اُسی مزدوری کو اپنی روزی ٹھہراتے ہین جنکو جہلا لوگ مولانا روحی کہتے ہین اُن سے مردے کیلیے قرآن شریف پڑھوانا جائز ہے یا نہین **جواب** جائز نہین ہی اسلیے کہ قرآن شریف پڑھنے کی اجرت لینا حرام ہے جیسا کہ تنقیح فتاوے حامدیہ مین ہی **سوال** ایک شخص کہتا ہی یا اعتقاد رکھتا ہی کہ آیت کے صحیح معنی یہی ہین جو مین کہتا ہون لیکن حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے زجراً خلاف واقع تفسیر فرمائی تھی پس وہ تفسیر ماننے کے لائق نہین ہی ایسا کہنا یا ایسا اعتقاد رکھنا جائز ہے یا نہین اور اس صورت مین حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کو جھٹلانا اور آپ پر بہتان باندھنا لازم آتا ہی یا نہین اور نبی خواہ ولی کسی شخص کو معاند کے زجر کے لیے یا معاند کا الزام دفع کرنے کے لیے خلاف واقع تفسیر کرنا جائز ہی یا نہین اور اگر یہ ناجائز ہی اور کوئی شخص جائز سمجھے یا تفسیر رسول کو خلاف واقع جانکر رسول کی غلطی اور خطا کا قائل ہو تو شرعاً اُس شخص کا کیا حکم ہے **جواب** نبی یا ولی کسی کو بھی خلاف واقع قرآن شریف کی تفسیر کرنا جائز نہین ہی اور حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے متعلق ایسا خیال رکھنے والا ملحد اور زندیق ہی حضور روحی فداہ پر لازم تھا کہ قرآن کے وہی معانی بیان فرمائین جو خدا کے نزدیک ہون۔ اور کسی غرض سے اصلی معنے کو نہ چھپائین اور خلاف واقع تفسیر نہ کرین جیسا کہ آیۂ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیۃ اور انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ سے ظاہر ہی **سوال** زید نے ہندہ نابالغہ نا کتخدا سے نکاح کیا اور حتی المقدور زید بالذات نان و نفقہ کی خبرگیری رکھتا ہی اور ہندہ بھی ہر طرح زید کی اطاعت کرتی ہے لیکن زید کو ہندہ کی طرف سے ہمیشہ زنا کا شبہہ رہتا ہی اور ایکبار بعد استفسار کے بعد خود ہندہ نے زید سے اقرار کیا کہ مین بکر سے فعل شنیعہ کی مرتکب ہوئی ہون اور زید کو ہندہ سے شبہہ رہتا ہی کہ وہ نامحرمون کے سامنے بھی آتی ہی اس صورت مین زید کو طلاق دینا واجب ہی یا نہین اور اگر طلاق نہ دے تو ہندہ کے ساتھ کس طرح پیش آئے اور زید طلاق نہ دینے سے گنہگار ہوگا یا نہین **جواب** اگر زید اپنے نفس پر قادر ہو کہ طلاق دینے کے

بعد اُسکی طرف التفات نکرے تو طلاق دینا بہتر ہے اور اگر قادر نہین ہی تو نکاح مین رکھے اور حتے الوسع نصیحت اور زجر و توبیخ کرتا رہے **سوال** خشخاش کی کھیتی کرنا اور اُس سے افیون نکالکر انگریزون کے ہاتھ یا دوسرون کے ہاتھ بیچنا درست ہے یا نہین اور اُس سے نفع حاصل کرنا حلال ہے یا نہین اور دوا مین افیون کا ملانا درست ہی یا نہین اور دودھ پیتے بچون کو افیون دینا درست ہی یا نہین **جواب** دانہ خشخاش کی کھیتی کرنا درست ہے اور اُس سے افیون نکالنا اور بیچنا حرام اور افیون کا دوا مین ملانا اور بچون کو دینا حرام ہی **سوال** زید اپنے گھر مین یا اپنے گھر کے کوٹھے پر اپنی بی بی سے اس طرح باتین کرتا ہے کہ دوسرے لوگ سنتے ہین اسکے لیے کیا حکم ہی **جواب** عورتون کو واجب ہی کہ بے ضرورت شرعی اپنی آوازون کو اغیار کے کانون مین نہ پہونچائین اور بلند آواز سے بات کرنا گناہ ہی اور زید کو بھی احتیاط چاہیے کہ بی بی سے اسطرح باتین نہ کرے کہ باہر آواز جا سکے **سوال** شرعاً نحوست ہی یا نہین **جواب** شرعاً کسی چیز مین نحوست نہین ہی اور بری فال لینے اور کسی چیز کو منحوس سمجھنے کی احادیث مین سخت ممانعت آئی ہی **سوال** حرام مغز مکروہ تحریمی ہی یا مکروہ تنزیہی اگر مکروہ تحریمی ہی تو ہر چھوٹے بڑے جانور کا حرام مغز نکالنا واجب ہی یا صرف بڑے جانورون کا **جواب** نصاب الاحتساب اور مطالب المومنین وغیرہ مین اسکو مکروہ لکھا ہی اور ظواہر کتب سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکی کراہت تنزیہی ہی تحریمی نہین ہی پس جن جانورون کے حرام مغز کے نکالنے مین دشواری ہو اُنکا حرام مغز نکالنا ضروری نہین ہے **سوال** راگ کا گانا عموماً اور معرفت کا گانا خصوصاً درست ہی یا نہین **جواب** اگر بلا مزامیر اور بلا محرمات اور بلا مجلس وغیرہ کے ہو تو کچھ حرج نہین ہو ورنہ حرام ہی **سوال** ایک شخص نے کہا فلان شخص خداگنج کو گیا مقصود اس سے وفات ہی اس مین شک ہوتا ہی کیونکہ بعض نے حکم شرک کیا ہی **جواب** چونکہ یہ جملہ خبر وفات مین متعارف ہی اور اس سے اللہ تعالی کے لیے گنج یا مکان ثابت کرنا مقصود نہین ہوتا اس لیے اسکے کہنے سے کفر اور شرک لازم نہ آئے گا مگر باعتبار ظاہر لفظ کے اسکے معنی قبیح ہین اللہ تعالی کی شان مین ایسا لفظ بولنا بے ادبی ہی **سوال** جورو بیوہ زید کو سود خوار نہا جنون سے حق وکالت مین حاصل ہوا ہی اُس سے زید کو حج کرنا جائز ہی یا نہین **جواب** نہین **سوال** صحت احادیث مسطورہ

ذیل مین علماے دین کیا فرماتے ہین اور مصورت صحت دو سوال ہین ایک یہ کہ یہ حدیثین صحاح کی کس کتاب مین ہین دوسرے یہ کہ اس قوم سے مناکحت حرام ہو یا نہین اور اگر مکروہ تحریمی ہے تو بھی کیا وجہ ہو کیونکہ اہل کتاب کے ساتھ مومن کو کھانا پینا نکاح کرنا جائز ہو لیس روافض ان سے بدرجہ اولی اچھے ہین اس لیے کہ کلمہ گو ہین اور اہل سنت کے مذہب مین اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہین ہو اسی وجہ سے بعضون نے یزید پر بھی لعنت کرنے کو جائز نہین رکھا ہو پس روافض کا حال اہل کتاب اور اُن عدوِ اہل بیت سے ضرور اچھا ہو جنکے حکم سے اولاد رسول قتل ہوئی اور باوجود کلمہ گو ہونے کے اُنکو کافر کہنا کس دلیل سے جائز ہو۔ وہ حدیثین یہ ہین

عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا علی یخرج فی آخر ھذا الزمان قوم یسمون الرافضیۃ یرفضون الاسلام وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سب ابابکر فقد سبنی وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم حب ابی بکر وعمر من الایمان وبغضھما کفر وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب عمر فقد احبنی ومن ابغض عمر فقد ابغضنی وعن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بجنازۃ فلم یصل علیہ قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما رأیناک ترکت الصلوۃ علی احد قبل ھذا قال انہ کان یبغض عثمان فابغضہ اللہ تعالی وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم من سب اصحابی فقد سبنی وعنہ علیہ السلام ان اللہ تعالی اختار لی اصحابا فجعلھم اصحابی واصھاری وسیجیٔ من بعدھم قوم ینقصونھم ویسبونھم فان ادرکتموھم فلا تناکحوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تصلوا معھم ولا علیھم

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی آخر زمانے مین ایک قوم ظاہر ہوگی جو رافضی کہلائین گے اور وہ اسلام سے پھرے ہوے ہونگے اور حضور رسول خدا علیہ التحیۃ و الثنا نے فرمایا ہو جس نے ابوبکر کو گالی دی اُسنے مجکو گالی دی اور جناب سرورکائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہو ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان کی دلیل اور انسے عداوت کفر کی دلیل ہو اور حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہو جس نے عمر کو دوست رکھا اُس نے مجھکو دوست رکھا اور جس نے انسے عداوت کی اُس نے مجھسے عداوت کی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے کے قریب تشریف لائے مگر اُسپر آپ نے نماز نہین پڑھی لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ اس سے پہلے ہمنے آپکو نہین دیکھا کسی جنازے کی نماز آپنے

نہ پڑھی ہو آپنے فرمایا یہ میرا نماز نہ پڑھنا اس وجہ سے تھا کہ یہ مرنے والا عثمان سے بغض رکھتا تھا اور ایسے بغض رکھنے والے پر اللہ کا غضب ہی اور حضور رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہے جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اُس نے مجھکو گالی دی اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے اللہ نے مجھے اصحاب یے اُنمین سے بعضون کو میر اصحابی بنایا اور بعضون کو داماد اور قریب ہی کہ ایک ایسی قوم ظاہر ہوگی جو انکی برائیان کرے گی اور انکو گالیان دے گی اگر تم اُس قوم کو پاؤ تو اُس سے اکل وشرب ومناکحت ترک کرنا اور اُسکے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور اُسکے جنازے کی نماز نہ پڑھنا **جواب** ان حدیثون مین سے بعض جامع ترمذی اور بعض جامع صغیر مین ہین جیسے عن جابر الحدیث مگر ایسی حدیثین تہدید اور زجر کے لیے وارد ہوئی ہین اور صحیح مذہب یہی ہی کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیے لیکن فرق مخالف کے ساتھ اُنکے فسق کی وجہ سے نکاح مکروہ ہی **سوال** دروازہ چوکھٹ یا دالان کی دہلیز کو بزرگ جاننا اور اُسپر جوتا رکھنے کو برا سمجھنا کیسا ہی اسوجہ سے کہ فقیر یا بزرگ آتا ہی تو دہلیز کو دعا دیتا ہی کہ بابا تیری چوکھٹ سلامت رہے **جواب** یہ امور لغو اور خرافات ہین **سوال** روافض کی طرح سنیون کو تعزیہ داری کرنا علم رکھنا چھاتی کوٹنا مالیدہ شربت وغیرہ تعزیہ کے سامنے رکھکر نذر دینا اور اُسے تبرک جانکر کھانا پینا اور عاشوراء کے دن تعزیہ کے ساتھ ننگے سر ننگے پاؤن جانا اور عاشورے کے دن فاقہ کرنا اور شام کے قریب جو کی روٹی سے فاقہ شکنی کرنا اور اسدن روزہ رکھنے کو بدعت جاننا اور کہنا کہ اسدن یزید کی ماں نے امام حسین علیہ السلام کے قتل کی خوشی مین روزہ رکھا تھا اور تعزیہ دفن کرنے کے بعد تیسرے دن مثل مردے کے تیجے کے تیجہ کرنا اور اُس مین قرآن خوانی کرنا اور پھر مرثیہ پڑھنا اور الائچی دانے باٹنا۔ یہ تمام امور کیسے ہین **جواب** یہ سب امور بدعت اور ممنوع ہین اور انکا مرتکب مبتدع اور فاسق ہے **سوال** ایک شخص ہمیشہ سبحہ گردانی کرتا ہی یعنے تسبیح وتہلیل وتحمید واستغفار ودرود پڑھنے مین مشغول رہتا ہی اور بعض نوافل جیسے عصر کی سنتین اور صلوۃ الاوابین اور عشا کے قبل کی سنتین بھی پڑھتا ہی اکثر لوگ کہتے ہین کہ یہ سب امور بدعت ہین اور انکا مرتکب مبتدع ہی اور کہتے ہین کہ الجھاد مع المبتدع افضل من جھاد الکفار بدعتی سے جہاد کرنا کفار سے جہاد کرنے سے افضل ہی کے موافق اُس سے قتال لازمی ہی اور نماز مفروضہ کے بعد ہاتھ اُٹھاکر دعا کرنے کو بھی منع کرتے ہین اور کہتے ہین

کہ یہ بھی بدعت ہے اس مین شرع کا کیا حکم ہے **جواب** سبحہ گردانی فی نفسہ مشروع امر ہے بشرطیکہ ریا سے خالی ہو اور ایسی سبحہ گردانی اگرچہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین نہ تھی مگر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے مین پائی گئی ہے جیسا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے بعض رسائل مین اسکی صراحت کی ہے پس سبحہ گردانی بدعت کیونکر ہو سکتی ہے اور صلوۃ اوابین اور دوسرے نوافل کی شرع نے رغبت دلائی ہے اور دعا مین ہاتھ اُٹھانا مستحب امر ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ اور شرح حصن حصین مین کما حقہ اسکی تصریح کی ہے۔ لہذا ان امور مین اگر نیت خالص ہوگی تو ثواب پائیگا **سوال** ایک طوائف نے توبہ کی ہے اور اُسکے پاس اپنے پیشہ سے حاصل کیا ہوا بہت سا مال ہے اُس مین سے میلاد شریف کرتی ہے زکوۃ خیرات اپنی لڑکی کو قرآن پڑھانے والے کی تنخواہ دیتی ہے اور اُسکا ارادہ ہے کہ ہمیشہ ان امور کو زیادتی کے ساتھ کرتی رہے اگر اُس مال سے یہ امور درست نہون تو اُسے کئی طرح کے عذر ہین جیسے نماز پڑھنے کی طاقت کے لیے کھانا اُسی مال سے کھاتی ہے اور ستر پوشی کے لیے کپڑا اُسی مال سے پہنتی ہے اور اُسی مال سے افطار صوم کرتی ہے اُسی مال سے قربانی کرتی ہے اور حج کو جانے کا ارادہ رکھتی ہے کیا یہ سب کار خیر ناجائز ہو جائینگے اور وہ اپنے مال کو کیا کرے **جواب** حرام مال سے امور خیر کرنا اور کھانا پینا اور اُس مال کو صرف مین لانا سب حرام ہے اُسے چاہیے کہ کسی سے اُتنا روپیہ قرض لے جتنا اُسکے پاس ہے اور اُس قرض لیے ہوے روپے سے امور خیر کرے اور قرض اُسی اپنے روپے سے ادا کرے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی] صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ **سوال** عورتون کو ایسا نقرئی زیور جو خود بجنے والا نہو بلکہ دوسرے سے ملکر بجنے والا ہو جیسے کڑے چھڑے یا ایسے گھنگر و جنکے اندر بجانے والا دانہ نہو پہننا جائز ہے یا نہین **جواب** عورتون کو ایسا زیور پہننا جو حرکت پاکر بجے یا ایک دوسرے سے لگ کر بجے جسکی آواز سے مخفی اظہار زینت کا ہو اور آواز سننے والا سمجھے کہ عورت فلان زیور پہنے ہے منع ہے کیونکہ زیور کی آواز کا علم مردون کو اُنکے جانب مائل کرتا ہے جیسا کہ بیضاوی میں ہے ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن لیتقعقع خلخالھا فیعلم انھا ذات خلخال

فان ذلک یورث میلا فی الرجال وھو ابلغ من النھی عن اظھار الزینۃ واول علی المنع من
دفع الصوت عورتون کو اپنے پاؤن زمین پر اس لیے زور سے نہ رکھنا چاہیے کہ اُنکی
پوشیدہ زینت ظاہر ہو جائے اور اُنکی پازیب آواز دے اور لوگون کو معلوم ہو کہ اُنکے پاس
پازیب ہی کیونکہ اس سے لوگون کی طبیعت اُنکے جانب مائل ہوتی ہے اور اسکی ممانعت اظہار
زینت سے زائد ہی اور رفع صوت کی ممانعت پر مقدم ہی۔ اور یہ معلوم ہی کہ جو مرد عورتون کا
زیادہ طالب ہوتا ہی وہ جب اُنکے زیور کی آواز سنتا ہی تو اُنکے دیکھنے کی ضرور خواہش
کرتا ہے جیسا کہ تفسیر کبیر مین ہے اما قولہ تعالی ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین
من زینتھن فقال ابن عباس وقتادۃ رض کانت المرأۃ تمر بالناس وتضرب برجلھا
لیسمع قعقعۃ خلخالھا ومعلوم ان الرجل الذی یغلب علیہ شھوۃ النساء اذا سمع صوت
الخلخال یصیر ذلک داعیۃ لہ زائدۃ فی مشاھدتھن وقد علل تعالی ذلک بان قال
لیعلم ما یخفین من زینتھن من الحلی وغیرہ اللہ تعالی کے قول ولا یضربن الایۃ
(عورتین زمین پر اس غرض سے دھمک کر پاؤن نہ رکھین کہ اُنکی پوشیدہ زینتین ظاہر ہو جائین) کے
تحت مین حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہی کہ عورتین مردون کے ہمراہ چلتی
تھین اور اپنے پاؤن کو زمین پر اس غرض سے دھمک کر رکھتی تھین کہ اُنکی پازیب کی آواز مرد سنین
اور یہ کہ شہوتی مرد جب عورت کی پازیب کی آواز سنے گا تو یہ امر اُسکو عورت کے دیکھنے کا شوق
دلائے گا اور اللہ تعالی نے اسکی علت یہ بیان کی ہی کہ مرد اُنکی چھپی ہوئی زینتون کو جانین گے۔
اور احادیث سے ظاہر ہی کہ ایسا زیور پہننا لڑکیون کو بھی منع ہے جیسا کہ مشکوۃ مین ہی وعن
ابن الزبیر ان مولاۃ لھم ذھبت بابنۃ الزبیر الی عمر بن الخطاب رض وفی رجلھا اجراس فقطعھا عمر رض وقال
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مع کل جرس شیطان رواہ ابوداود وعن بنانۃ مولاۃ
عبد الرحمن ابن حیان الانصاری کانت عند عائشۃ رض اذ دخلت علیھا بجاریۃ وعلیھا جلاجل یصوتن فقالت
لا تدخلنھا علی الا ان تقطعن جلاجلھا سمعت رسول اللہ صلعم یقول لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ جرس رواہ ابوداود
حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ اُنکی ایک لونڈی اُنکی لڑکی کے ساتھ امیر المومنین حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور اُسکے پاؤن مین گھنگرو تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُنکو

کاٹ ڈالا اور فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے ہر گھنٹے کی آواز کے ساتھ ایک شیطان ہی اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہی اور بنانہ رضی اللہ عنہا سے جو حضرت عبدالرحمن بن حبان انصاری رضی اللہ عنہ کی لونڈی ہین مروی ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھین کہ اُنکے سامنے ایک لونڈی آئی جو پاؤن مین ایسے گھنگرو پہنے تھی جو بجتے تھے پس حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم بغیر گھنگرو دونکو توڑے ہوے یہ پہن کر میرے پاس نہ آؤ مین نے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے سنا ہی کہ اُس گھر مین فرشتے نہین آتے جس مین گھنٹے کی آواز ہو۔ واللہ اعلم نمقہ محمد شجاعت علی عفی عنہ۔ فی الواقع ایسا زیور پہننا جو آواز دیتا ہو جائز نہین ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **ابو الحسنات محمد عبد الحی**

**سوال** ہاتھی پر سوار ہونا درست ہی یا نہین

**جواب** شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک درست ہی۔ منح الغفار مین ہی والفیل کالخنزیر عند محمد رحمہ اللہ فیکون حکمہ حکمہ وعندھما کسائر السباع نجس السور واللحم لا العین فیجوز بیع عظمہ والانتفاع بہ فی الحمل والمقاتلۃ ہاتھی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سور کا ایسا ہی تو اُنکے نزدیک ہاتھی کا حکم بھی وہی ہوگا جو سور کا حکم ہی اور شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک وہ دوسرے درندون کا ایسا ہی کہ اُسکا گوشت اور جھوٹا دونون نجس ہین اور وہ نجس العین نہین ہی تو اُسکی ہڈی کا بیچنا اور اُس سے بار برداری اور جنگ مین نفع اُٹھانا جائز ہے۔ اور مجمع الانہر شرح ملتقے الابحر مین ہی والمختار قولہما اور مختار شیخین رحمہما اللہ کا قول ہی

**سوال** سب سے پہلے ہاتھی پر کون سوار ہوا ہی

**جواب** باوجود تلاش کے مجھے نہین ملا البتہ حیوۃ الحیوان سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ فیل کا وجود ذوالقرنین کے زمانے مین معلوم ہوا ہے

**سوال** پلنگ کے کھٹمل گرم پانی ڈالکر یا پانی مین پلنگ کو ڈبوکے مارنا جائز ہی یا نہین

**جواب** مکروہ ہی۔ مطالب المومنین مین ہی احراق القمل والعقرب وغیرھما بالنار مکروہ لان فی الحدیث لا یعذب بالنار الا خالقہا واکرہ القاؤہ فی الماء کھٹمل اور بچھو وغیرہ کو آگ مین جلانا مکروہ ہی کیونکہ حدیث مین ہی آگ سے عذاب صرف خالق ہی کرے گا اور پانی مین ڈالنا بھی مکروہ ہی

**سوال** سانپ اور بچھو کے لیے افسون پھونکنا کیسا ہی اور حدیث سے کون افسون ثابت ہے

**جواب** روا ہی بشرطیکہ وہ کوئی آیت یا ایسی دعا ہو جو حدیث مین مروی ہو لیکن فارسی زبان مین یا اُن الفاظ کے ساتھ جسکے معنے نہ جانتا ہو جائز نہین ہی کیونکہ اُس مین کفر کا احتمال ہی۔ امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ آپنے بنی سلیم کے اُس شخص سے فرمایا جس نے کہا کہ رات کو بچھو نے میرے کاٹا کہ اگر تم رات کو اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق پڑھ لیتے تو تمھین مضرت نہ پہونچتی۔ اور بھی وارد ہی کہ جو شخص اول رات مین پڑھے عقدت ذنب العقرب ولسان الحیۃ وید السارق بقول شهد ان لا الہ الا اللہ واشهد ان محمدا عبدہ ورسولہ وہ سانپ اور بچھو اور چور سے خلاصی پائے گا اور مجرب دعاؤن مین سے یہ ہی کہ جب کسیکو بچھو کاٹے تو درد کی جگہ پر لوہا رکھکے یہ دعا پڑھے سلام علی نوح فی العلمین وعلی محمد فی المرسلین من حاملات السم اجمعین لا دابۃ بین السماء والارض الا ربی اخذ بناصیتہا اجمعین کذلک یجزی عبادہ المحسنین ان ربی علی صراط مستقیم نوح نوح قال لکم نوح من ذکر فی فلا تاکلوہ ان ربی بکل شئ علیم وصلی اللہ علی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ وسلم **سوال** علما اور صلحا کی کفش برداری جائز ہی یا نہین **جواب** اگر بہ نیت خالص از قبیل خدمت ہو تو مستحبات مین سے ہی **سوال** تعزیہ رکھنا اور اُسکی تعظیم کرنا وغیرہ جائز ہی یا نہین **جواب** عشرۂ محرم مین تعزیہ داری وغیرہ کرنا اور ضریح بنانا اور قبور اور علم کی صورت بنانا اور دلدل وغیرہ تیار کرنا یہ سب امور بدعت ہین انمین سے کوئی بات قرون ثلثہ مین نہ تھی اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی چیز کی عظمت کرنا بت پرستی کا پتہ دیتی ہے روی الطبرانی عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث حدثا او اوی محدثا علیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا وروی البخاری ومسلم وغیرہما من اصحاب الصحاح عن عایشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد وروی مسلم انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم شر الامور محدثاتہا وکل بدعۃ ضلالۃ طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو کوئی نئی بات نکالے یا کسی نئی بات پر عملدرآمد کرے تو اُسپر خدا اور ملائکہ اور سب آدمیون کی لعنت ہی اللہ اسکی نیکیان قبول نہ کرے گا اور بخاری اور مسلم وغیرہما نے اصحاب صحاح سے

روایت کی ہو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہو کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہو کہ جس کسی نے ہماری اس شریعت مین کچھ ایجاد کی جو اُس سے خارج ہو تو وہ مردود ہے اور مسلم نے روایت کی ہو کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہو کہ بدترین امور نئی باتین ہین اور ہر بدعت ضلالت ہو۔ یہ لکڑیان جو انسان کی بنائی ہوئی ہین قابل ازالہ ہین حدیث شریف مین ہو من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم تستطع فبلسانہ وان لم تستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان رواہ مسلم تم مین سے جو کوئی بری بات دیکھے تو اپنے ہاتھ سے مٹادے اور اگر یہ نکر سکے تو اپنی زبان سے اور اگر یہ بھی نکر سکے تو اپنے قلب سے اور ضعیف تر ایمان ہو اسکو مسلم نے روایت کیا ہو اور جو حدیث کفایۂ شعبی مین وارد ہوئی ہو اور ناواقف جہال اُسے اپنے مطلب کی سند مین پیش کر کے اُس سے تعزیہ کا جواز ثابت کرتے ہین ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی حلفت ان اقبل عتبۃ باب الجنۃ والحور العین فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یقبل رجل الام وجبھتہا وجبھۃ الاب ویروی انہ قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لم یکن لی ابوان فقال قبل قبرہما قال فان لم اعرف قبرہما قال خط خطین وانو بان احدہما قبر الام والآخر قبر الاب فقبلہما فلا تحنث فی یمینک کذا فی کنز العباد ایک شخص رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے قسم کھائی ہو کہ جنت کے دروازے کی چوکھٹ اور حوران بہشتی کا بوسہ لون گا تو آپنے اُسے حکم دیا کہ مان کے پاؤن اور پیشانی اور باپ کی پیشانی کا بوسہ لے اُسنے کہا اگر میرے مان باپ زندہ نہون آپ نے فرمایا تو اُنکی قبر کا بوسہ لے اُس نے کہا اگر مجھے اُنکی قبرین نہ معلوم ہون تو آپنے فرمایا کہ دو خط کھینچ اور ایک کو مان کی قبر اور دوسرے کو باپ کی قبر فرض کر کے اُن کا بوسہ لے تو تو حانث نہوگا جیسا کہ کنز العباد مین ہی۔ تو اس کا جواب یہ ہو کہ یہ چندان معتبر نہین ہو اور اگر معتبر بھی مان لی جائے تو حدیث مین مان اور باپ کی قبور کے مجہول ہونے کی صورت مذکور ہی اور معلوم کو مجہول پر قیاس کرنا جہالت سے خالی نہین جیسے اگر سمت قبلہ معلوم نہو تو تحری جائز ہی پس جبکہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے قبور کی جگہین معلوم ہین تو تابوت مصنوعی کی زیارت کرنا کیا معنے رکھتا ہی اور اگر اسکو جائز سمجھ لین تو یہ بھی لازم آئے گا کہ مصنوعی قبر کی زیارت کرنا اور مصنوعی کعبہ کا حج کرنا بھی جائز ہو جائے اور اسکا کوئی قائل نہین ہو اور اگر کوئی یہ کہے

کہ ہم اس تعزیہ کو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے تذکر کا واسطہ سمجھتے ہین تو اُسکا جواب یہ ہی
کہ تذکر اُسی طرح ہونا چاہیے جو شریعت مین جائز ہی کیونکہ نصاری بھی حضرت عیسے علیہ السلام کے
تذکر کے لیے چلیپا تیار کرتے ہین پس اس مین اور اُس مین کیا فرق ہوگا اور ہر علت کا سبب
ہونا شریعت سے ثابت نہین ہی اور اصول کے قواعد مین سے کوئی اصل اسپر دلالت نہین کرتی
ہی ان جو علت مستحب کے لیے موقوف علیہ تام ہو اگر من قبیل افعال اختیاریہ ہو تو مستحب ہی مگر ظاہر
ہی کہ تعزیہ موقوف علیہ تام نہین ہی کیونکہ ذکرِ مصائب کربلا سنکر اکثر لوگ رو دیتے ہاین اور چھاتی کوٹنا
اور کپڑے پھاڑنا اور نوحہ کرنا اور سر پر خاک ڈالنا اور بالون کو منتشر کرنا یہ سب امور منہیات اور
ممنوعات مین سے ہاین اور حدیث شریف مین نوحہ کرنے والے پر لعنت وارد ہوئی ہی مجمع البرکات
مین ہی یکرہ للرجل تسوید الثیاب وتمزیقہا للتعزیۃ واما تسوید الخدود والایدی و
شق الجیوب وخدش الوجوہ ونشر الشعور ونثر التراب علی الرؤس والضرب علی الصدر
والفخذ وایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاھلیۃ والباطل کذا فی المضمرات کپڑون کو سیاہ
کرنا اور تعزیت کیلیے پھاڑ ڈالنا مکروہ ہی ہاتھون اور گالون کو سیاہ کرنا گریبان چاک کرنا چہرہ کو نوچنا بالون
کو پراگندہ کرنا سر پر مٹی اُڑانا سینہ اور ران کوٹنا اور قبرون پر آگ سلگانا جاہلیت کی رسمین
ہاین اور باطل ہاین جیسا کہ مضمرات مین ہی **سوال** کسی کے دونون ہاتھ چومنا کیسا ہی **جواب**
عالم اور پرہیزگار اور سلطان عادل اور حاکم متدین کے ہاتھ تبرک اور تعظیم اسلام کیلیے چومنے مین مضائقہ نہین
ہی ورنہ مکروہ ہی۔ درمختار شرح تنویر الابصار مین ہی ولاباس بتقبیل ید العالم والمتورع علی سبیل
التبرک ونقل المصنف عن الجامع انہ لاباس بتقبیل ید الحاکم المتدین السلطان العادل
ولا رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرہما ای لغیر عالم وعادل ھو المختار کذا فی المجتبی وفی المحیط
ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا کرہ عالم اور متدین آدمی کا ہاتھ چومنا تبرک
کے لیے درست ہی مصنف نے جامع سے نقل کیا ہی کہ حاکم متدین اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے
مین کچھ حرج نہین ہی اور عالم اور عادل کے سوا دوسرون کے ہاتھ چومنے کی اجازت نہین یہی
مختار مذہب ہی جیسا کہ مجتبے مین ہی اور محیط مین ہی کسی شخص کے اسلام کی تعظیم اور بزرگداشت کی
غرض سے جائز ہی اور اگر بغرض دنیاوی ہو تو مکروہ ہی **سوال** کسی کے گال یا سر یا دہن

یا پیشانی وغیرہ کا بوسہ لینا جائز ہی یا نہین **جواب** اگر اعزاز اور تعظیم کی غرض سے ہو اور شہوت سے امن ہو تو جائز ہی۔ در مختار مین ہی وکرہ تحریمًا + قہستانی + تقبیل الرجل فم الرجل او یدہ اوشیئا منہ وکذا تقبیل المرأۃ المرأۃ عند لقاء او وداع + قنیۃ + وھذا لو عن شھوۃ واما علی وجہ البر فجائز عند الکل + خانیۃ + وفی الاختیار عن بعضھم لاباس اذا قصد بہ البر وامن الشھوۃ کتقبیل وجہ فقیہ ونحوہ قہستانی رحمہ اللہ نے ایک مرد کا دوسرے مرد کے منھ یا ہاتھ یا کسی دوسرے عضو کو اور عورت کا دوسری عورت کو ملاقات یا رخصت کے وقت چومنے کو مکروہ تحریمی لکھا ہی جیسا کہ قنیہ مین ہی اور یہ اُس صورت مین ہی جب شہوت سے ہو لیکن بہ نیت خالص سبکے نزدیک جائز ہی جیسا کہ خانیہ مین ہی اور اختیار مین ہی کہ بعضون کے نزدیک اس مین کچھ حرج نہین ہی جبکہ نیت پاک ہو اور امن عن الشھوۃ کی مثال فقیہ کا منھ یا گال چومنا یا اُسکے ایسے کسی اور آدمی کا۔ اور عالمگیری مین ہی واما الکلام فی تقبیل الوجہ حکی عن الفقیہ ابی جعفرؒ الھندوانی انہ قال لاباس ان یقبل الرجل وجہ الرجل اذا کان فقیھا او عالما او زاھدا یرید من ذالک اعزاز الدین وقد ذکر فی الجامع الصغیر یکرہ ان یقبل الرجل وجہ اخراو جبھتہ او راسہ کذا فی المحیط فقیہ ابو جعفر ہندوانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس مین کچھ حرج نہین ہی کہ ایک مرد دوسرے مرد کا منھ چومے جبکہ فقیہ یا عالم یا زاہد ہو اور اس سے مقصد اعزاز دین ہو اور جامع صغیر مین ہی کہ ایک مرد کا دوسرے مرد کے منھ یا پیشانی یا سر کو چومنا مکروہ ہی جیسا کہ محیط مین ہی **سوال** شرابی یا دوسرے فاسقون کو پہلے سلام کرنا جائز ہے یا نہین **جواب** ابتدا نکرنا چاہیے۔ عالمگیری مین ہی واختلف فی السلام علی الفساق فی الاصح انہ لایبدأ بالسلام کذا فی التمرتاشی فاسقون کو سلام کرنیکے متعلق اختلاف ہی مذہب اصح یہ ہی کہ پہلے سلام نہ کرنا چاہیے۔ اور مجمع البرکات مین ہی واذا مر بقوم وھم یشربون الخمر او اشتغلوا بمعصیۃ من المعاصی فعلی قول ابی حنیفۃؒ ومحمدؒ یسلم علیھم وعلی قول ابی یوسفؒ لایسلم علیھم کذا فی مطالب المومنین ناقلا عن کفایۃ الشعبی اور اگر کسی شخص کا گذرا ایسے گروہ پر ہوا جو شراب پی رہا ہی یا کسی اور گناہ مین مشغول ہی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر اُن کو سلام کرے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر انھین سلام نہ کرے ایسا ہی مطالب المؤمنین مین کفایہ شعبی سے نقل کیا ہی

**سوال** سلام کے جواب مین وعلیکم السلام کہے یا علیکم السلام کہے اور حضرت سلامت کا لفظ کافی ہے یا نہین **جواب** حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم سوال کے جواب مین وعلیکم السلام بواو عطف فرماتے تھے جیسا کہ صراط المستقیم مین ہے اور اگر بے واو عطف کے فقط علیکم السلام کہے تو بھی کافی ہے اور حضرت سلامت کا لفظ سلام کے جوابات مین سے نہین ہے۔ مجمع البرکات مین ہے ویاتی بواو العطف فی قوله وعلیکم السلام وان حذف واو العطف فقال علیکم السلام اجزاه اپنے قول وعلیکم السلام مین واو زیادہ کرنا چاہیے اور اگر واو حذف کر کے علیکم السلام کہا تو بھی کافی ہے **سوال** سلام کے جواب مین وعلیکم السلام کہے یا اسپر زیادتی کرے **جواب** وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا مستحب ہے اللہ تعالی نے فرمایا ہے واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا اوردوھا جب تم پر سلام کیا جائے تو اُس سے بہتر جواب دو یا اُسی کو لوٹا دو **سوال** اکثر شہرون مین زبان سے سلام کا جواب دینا بے ادبی سمجھتے ہین اور سر پر ہاتھ رکھکے نہایت تعظیم سے پیش آتے ہین اور اسی کو سلام سمجھتے ہین پس اس سے سنت ادا ہوتی ہے یا نہین **جواب** صراط المستقیم اور اُسکی شرح مین بزبان فارسی تحریر ہے جسکا ترجمہ یہ ہے چونکہ سلام اعظم شعائر اسلام سے ہے اور ہندوستان مین انکا جواہل بدعت کا شعار ہے اُس کا قائم مقام ہوا ہے اور بعض ملکون مین سر پر ہاتھ رکھنا یا زمین پر اُنگلی رکھنا شائع ہوا ہے اور زبان سے سلام کا جواب دینا اکثر لوگون کے نزدیک بدتمیزی اور بے ادبی مین داخل ہوگیا ہے لہذا حکام اور امرا کو چاہیے اس سلامی طریقے کے جاری رکھنے مین کوشش کرین اور اسکے جاری رکھنے کو اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھین ۔ البتہ زبان سے سلام کا جواب دینا اور ہاتھ اُٹھا کر ماتھے یا سینہ پر رکھنا بظاہر لاباس ہے **سوال** مصافحہ کس وقت سنت ہے **جواب** جب دو مسلمان ملین تو سلام و جواب کے بعد دونون ہاتھون سے مصافحہ کرنا سنت ہے ۔ کنز العباد مین ہے ویصافح بعد السلام من لقی من الاخوان فانها من تمام التحیۃ ویزید فی المحبۃ وعن کفایۃ الشعبی ان هذه المصافحۃ التی هی الیوم بین المسلمین انما هی اعلام انا علی ذلك المیثاق الذی اخذه اللہ تعالی حیث اخرجنا من صلب ادم علیه السلام وروی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال من صافح مسلما تناثرت ذنوبه کما تناثر ورق الشجرۃ اپنے جن احباب سے ملے سلام کے بعد مصافحہ کرے کیونکہ مصافحہ تمام تحیت ہے اور اس سے محبت مین زیادتی ہوتی ہے اور کفایۃ شعبی

مین ہو کہ یہ مصافحہ جو آج کل مسلمانون مین رائج ہو اس بات کی خبر دیتا ہو کہ ہم اُس عہد پر ہین جو خدا نے اُسوقت لیا تھا جسوقت ہم حضرت آدم علیہ السلام کے صلب سے نکلے تھے اور حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو کہ جس شخص نے کسی مسلمان سے مصافحہ کیا اُسکے گناہ اسطرح جھڑ جاتے ہین جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہین **سوال** معانقہ جائز ہو یا نہین **جواب** سفر سے آنے والے کو معانقہ کرنا مسنون ہے اور اسکے سوا ایسی نظر اکرام و تعظیم اہل اسلام معانقہ کرنا جائز ہو۔ کنز العباد مین عمدۃ الابرار سے نقل کیا ہو فی الکافی المعانقۃ عن دعبد الکرامۃ جائز بزرگداشت کے طریقے پر معانقہ جائز ہو لیکن معانقہ کرنے والون کے جسم پر اگر ازار کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہو تو بعض کے نزدیک مکروہ ہو والخلاف فیما اذا لم یکن علیہما غیر الازار اما اذا کان علیہ قمیص اوجبۃ فلا باس بہ کذا فی کنز العباد وفی کمال الدرایۃ قیل بالازار الواحد لانہ لوکان علیہ قمیص اوجبۃ اورداء مع الازار لم یکن باس بہ بالاتفاق۔ اختلاف اُس صورت مین ہو کہ معانقین ازار کے سوا کچھ نہ پہنے ہون اور اگر اُنکے جسم پر قمیص یا جبہ ہو تو کچھ حرج نہین ہو جیساکہ کنز العباد مین ہو اور کمال الدرایہ مین ہو ازار واحد کی قید اس لیے لگائی ہو کہ اگر ازار کے ساتھ قمیص یا جبہ یا ردا ہو تو بالاتفاق معانقے مین کچھ حرج نہین ہو **سوال** شرعاً کن کن چیزون مین نحوست ہو اور کس وجہ سے نحوست ہو **جواب** شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اشعۃ اللمعات مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہو۔ جاننا چاہیے کہ نحوست کے باب مین احادیث مختلف وارد ہوئی ہین بعض سے مطلقاً اسکی تاثیر کی نفی اور اعتقاد کی نہی ثابت ہوتی ہو اور یہ حدیثین بہت ہین اور بعض سے عورت اور گھوڑے اور گھر مین اسکا اثبات پایا جاتا ہو۔ اور بعض سے ان مین بھی اثبات کا انکار پایا جاتا ہو اور تطبیق کی یہ وجہ ہو کہ بالذات تاثیر منفی ہو اور اہل جاہلیت اسکا اعتقاد رکھتے تھے تمام چیزون مین موثر اللہ ہی ہو **سوال** سفر کے لیے نحس اور سعد تاریخین مقرر ہین یا نہین اور بدھ کا دن منحوس ہو یا نہین **جواب** شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح صراط المستقیم مین بزبان فارسی لکھتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہے۔ دنون کے سعد اور نحس ہونے مین احکام نجوم کی پابندی کرنا نہ سلف کی عادت تھی اور نہ اہل اسلام کا طریقہ ہو جو کچھ حدیث مین آیا ہو اُسے اختیار کرکے اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے اور آداب سفر مین جو دعائین منقول ہین اُن سے تمسک ڈھونڈھنا چاہیے اور یہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہفتے کے دن

فلان سمت کا سفر نہ کرنا چاہیے اور اتوار کے دن فلان سمت کو نہ جانا چاہیے اسکی کوئی اصل نہین ہی لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ اُنھون نے کہا ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی سب دن خدا کے بنائے ہوے ہین مگر اُنین سے بعض دن سعد اور بعض نحس ہین اور کوئی مہینہ ایسا نہین ہی جس مین سات دن منحوس نہون۔ پھر اُن سات دنون کو یون گنا ہی تیسرا پانچوان تیرھوان سولھوان اکیسوان چوبیسوان پچیسوان۔ اور یہ امر صحت کو پہونچا ہوا ہے کہ قرآن شریف مین یوم نحس مستمر سے چہارشنبہ مراد ہی۔ اور مروی ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ کسی لشکر کی طرف جانے والے تھے ایک شخص نے کہا کہ آج نہ جانا چاہیے بلکہ فلان دن جانا چاہیے آپ نے فرمایا اگر میرے ہاتھ مین تلوار ہوتی تو اُسی تلوار سے تیری گردن اُڑا دیتا اتنے سن تک مین حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ساتھ رہا اور کبھی مین نے آپ سے نہین سنا کہ فلان دن جانا چاہیے نہ فلان دن **سوال** فال لینا چاہیے یا نہین **جواب** فال کی دو قسمین ہین ایک نیک فال دوسرے بدفال نیک فال لینا سنت ہی اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نیک فال بہت لیتے تھے بخاری مین ہی کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ نیک فال کی کیا صورت ہی آپ نے فرمایا نیک فال وہ ہے تم سے کوئی سنے اور اُس سے فال لے جیسے ڈھونڈھنے والا سنے یا واجد یا گمراہ سنے یا راشد یا بیمار سنے یا سالم۔ لیکن فال بد لیس منہی اور مذموم ہی کیونکہ اللہ سے امید قطع کرنا اور ناامید ہونا اور برا سوچنا امر مذموم ہی ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی طیرہ شرک ہی **سوال** میت کی پیشانی پر اُنگلی سے بسم اللہ لکھنا درست ہے یا نہین **جواب** درست ہی جیسا کہ درمختار مین ہی اور بعض عرفا نے بسم اللہ لکھکے کفن مین رکھدینے کی وصیت کی ہی جیسا کہ فتح العزیز مین ہی **سوال** غنی مصرف نذر ہی یا نہین **جواب** مصرف نذر فقیر ہی غنی کو نذر کا روپیہ دینا جائز نہین ہی بحرالرائق مین ہی لا یجوز ان یصرف النذر الی غیر محتاج ولا لشریف ذی منصب لانہ لا یحل لہ الاخذ مالم یکن محتاجا فقیرا ولا لذی النسب لاجل نسبہ مالم یکن فقیرا ولا لذی علم لاجل علمہ مالم یکن فقیرا اذ لم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء غنی کو نذر دینا ناجائز ہی اسی طرح شریف ذی منصب کو کیونکہ نذر لینا درست نہین ہے تاوقتیکہ محتاج اور فقیر نہو

اور اسی طرح صاحب نسب کے لیے اُسکے نسب کی وجہ سے تاوقتیکہ فقیر نہو کیونکہ یہ شرع سے ثابت نہین ہو کہ اغنیا کو نذر دینا درست ہے۔ اور ایسا ہی عالمگیری وغیرہ مین ہو **سوال** زید نے نذر مانی تھی کہ اگر حاکم کے حکم سے مجھے دس روپے ملجائین گے تو مین دو روپے للہ دونگا اور زید نے تین ہی پائے پس نذر ادا کرنا واجب ہو یا نہین **جواب** نہین۔ تنویر الابصار مین ہو فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی یوفی ان وجد الشرط پس اگر نذر کی تعلیق کی کسی شرط پر مثلاً اگر فلان غائب آجائے تو جب شرط متحقق ہو نذر پوری کرنا چاہیے۔ اور سراجیہ مین ہو اذا قال ان شفی اللہ مریضی او رد غائبی ونحو ذلک مما یرید کونہ فللہ علی کذا فکان ذلک فعلیہ الوفاء اگر کسی نے کہا کہ فلان مریض اچھا ہو جائے یا فلان غائب پلٹ آئے یا اسی طرح کوئی اور ایسی ہی بات جسے وہ چاہتا ہو تو میرے اوپر خدا کی راہ مین یہ کرنا ہے اب اگر کام اُسکی مرضی کے موافق ہو جائے تو اُسے نذر کا پورا کرنا ضروری ہو **سوال** غیر خدا کی نذر جائز ہو یا نہین **جواب** نہین۔ بحر الرائق مین ہے النذر للمخلوق لایجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون للمخلوق مخلوق کے لیے نذر ناجائز ہو کیونکہ وہ عبادت ہو اور عبادت مخلوق کے لیے درست نہین ہو **سوال** صحت اور لزوم وفاے نذر کے لیے کتنی شرطین ہین **جواب** عالمگیری وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ چیزین شرط ہین (۱) اُس منذور کے جنس سے کوئی فرض شرع مین ہو (۲) وہ منذور عبادت مقصودہ ہو نہ یہ کہ دوسری عبادت کا وسیلہ ہو جیسے وضو کہ اُسکی نذر جائز نہین ہو (۳) منذور بغیر بندے کے واجب کیے ہوے واجب نہو۔ جیسے ظہر کی فرض نماز کہ خود واجب ہو اور اُسکی نذر جائز نہین ہے (۴) وہ منذور از قسم معاصی نہو (۵) وہ منذور مستحیل الوجود نہو جیسے گزشتہ دن کا روزہ کہ اُسکی نذر جائز نہین ہو **سوال** اگر کوئی شخص مصحف یا کتب کے وقف کی نذر کرے تو اُسکا پورا کرنا لازم ہو یا نہین **جواب** لازم ہو۔ در مختار مین ہو من نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض کما سیصرح بہ تبعا للبحر والدرر وھو عبادۃ مقصودۃ خرج بہ الوضوء وتکفین المیت ووجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر لحدیث من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی کصوم وصدقۃ وصلوۃ ووقف واعتکاف واعتاق رقبۃ وحج ولوماشیا فانھا عبادات مقصودۃ ومن جنسھا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج علی القادر من

ھل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلوۃ وبنی لیث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی
الامام من بیت المال فالا فعلی المسلمین کسی نے نذر مانی خواہ مطلق ہو یا کسی شرط پر معلق ہو
جسکا ایسا کوئی واجب یعنے فرض ہے (جیسا کہ عنقریب اسکی تصریح بحر اور در کی اتباع کرتے ہوئے آئیگی)
اور یہ عبادت مقصودہ ہو اس سے وضو اور تکفین میت خارج ہوگئی اگر شرط معلق بہ پائی گئی تو ناذر
پر نذر لازم ہے کیونکہ حدیث مین ہے جس نے نذر کی اور تعیین کردی تو اُسکو لازم ہے کہ نذر معین کو
پورا کرے مثلاً روزہ۔ صدقہ۔ نماز۔ وقف۔ اعتکاف۔ غلام آزاد کرنا۔ اور پیادہ حج کرنا کیونکہ یہ سب
عبادات مقصودہ ہین انکے ایسے واجب موجود ہین کیونکہ کفارہ مین عتق واجب ہے و اہل مکہ مین سے جو قدرت رکھتے
ہون اُنکو حج کیلیے پیادہ جانا واجب ہے و قعدہ اخیرہ نماز مین واجب ہے اور مسجد کا مسلمانونکے لیے وقف کردینا امام پر
بیت المال سے واجب ہے ورنہ خود مسلمانون پر واجب ہے **سوال** اگر دس روپے کی روٹی خیرات کرنے کی نذر مانی اور
دس روپے کا آٹا خیرات کردیا تو نذر ادا ہوگئی یا نہین **جواب** ہوگئی۔ درمختار مین ہے نذر ان
یتصدق بعشرۃ دراھم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ کسی نے
دس روپے کی خیرات کرنے کی نذر مانی اور دوسری چیز خیرات کی تو جائز ہے اگر دس روپے کے مساوی ہو جیسے
اُس کی قیمت کا خیرات کردینا جائز ہے **سوال** جب کسی نے کہا ان شفی اللہ مریضی ذبحت شاۃ
او علی للہ ذبح شاۃ او اضیف المسلمین اگر اللہ میرے بیمار کو اچھا کردے تو مین بکری ذبح کرونگا
یا اللہ کے لیے میرے اوپر ایک بکری ذبح کرنا ہوگا یا مسلمانون کی ضیافت کرونگا تو نذر لازم ہوگی
یا نہین **جواب** منجملہ انعقاد شرائط نذر کے یہ ہے کہ اُسکا ایسا کوئی واجب ہو جیسا کہ تنویر الابصار
مین ہے اور صاحب درمختار نے کتاب الیمین مین بہ تبعیت صاحب بحر واجب سے فرض مراد
لیا ہے اور کہا ہے وکان من جنسہ واجب ای فرض اُسکا ایسا کوئی واجب یعنے فرض ہو۔ اور
صاحب نہر نے فرضیت کی صراحت کی ہے جیسا کہ کہا ہے المنذور اذا کان لہ اصل فی الفروض
لزم الناذر کالصوم والصلوۃ اگر منذور کی فرائض مین کچھ اصلیت ہو تو وہ ناذر پر لازم ہین
مثلاً صوم اور صلوۃ۔ پس بکری ذبح کرنے کی نذر اگرچہ بلفظ للہ علی ہو منعقد نہوگی اور ناذر پر کچھ
لازم نہوگا اس لیے کہ اُسکے جنس سے کوئی فرض نہین ہے۔ درمختار مین ہے ولو قال ان برئت
من مرضی ھذا ذبحت شاۃ او علی شاۃ اذبحھا فبرئ لا یلزمہ شیٔ لان الذبح لیس من جنسہ

فرض بل واجب کالاضحیۃ فلا یصح الا اذا زاد والتصدق بلحمہا فیلزم لان الصدقۃ من جنسہا فرض وھی الزکوٰۃ جب یہ کہا کہ اگر مین اپنے اس مرض سے اچھا ہوگیا تو ایک بکری ذبح کرون گا یا مجھپر ایک بکری ذبح کرنا ہے اور وہ اچھا ہوگیا تو اُس پر کچھ لازم نہین ہے کیونکہ ذبح کا ایسا کوئی فرض نہین ہی بلکہ واجب ہے مثل اضحیہ کے پس یہ نذر نہ صحیح ہوگی تاوقتیکہ اُس مین یہ زیادتی نکرے کہ اور تصدق کرون گا مین اُسکا گوشت جو اس صورت مین اُس پر لازم ہوگا کیونکہ صدقہ کی ایسی ایک چیز یعنے زکوٰۃ فرض ہے اور بعض فقہا کے نزدیک منذور کی ایسی چیز کا فرض ہونا ضروری نہین ہی بلکہ منذور کی ایسی چیز کا واجب ہونا کافی ہے۔ عالمگیری مین ہی الاصل ان النذر لا یصح الا بشروط احدھا ان یکون الواجب من جنسہ شرعًا اصل یہ ہی کہ نذر بغیر چند شرطون کے درست نہین ہوتی اُنھین سے ایک یہ ہی کہ شرعًا اُسکا ایسا کوئی واجب موجود ہو اور صاحب درمختار نے اسی عموم کو کتاب الاضحیہ کے آخر مین مصنف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہی اور اُسکی یاد رکھنے کی وصیت کی ہے اور شارح وہبانیہ بھی اسی طرف گئے ہین۔ درمختار مین ہی نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان لمجیء الا ثر بھما + خانیۃ + والاصح وجوب الکل لایجابہ ما للہ من جنسہ ایجاب + شرح وھبانیۃ + قلت ومفادہ لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی او اصطلاحی قال المصنف فلیحفظ کسی نے دس اضحیہ کی نذر کی تو اُس پر دو لازم ہین کیونکہ اثر دو ہی کے متعلق ہی جیسا کہ خانیہ مین ہی اور صحیح یہ ہی کہ سب واجب ہین کیونکہ وہ خدا کے لیے واجب کیگئی ہی اور اُسکا ایسا واجب موجود ہی جیسا کہ شرح وہبانیہ مین ہی مین کہتا ہون کہ اسکا مفاد یہ ہی کہ نذر لازم ہوتی ہے جب اُسکا ایسا کوئی واجب اعتقادی یا اصطلاحی موجود ہو یہ مصنف نے کہا ہی اسے یاد رکھنا چاہیے۔ اور جب جنس منذور سے کسی چیز کا واجب ہونا منجملہ شرائطِ انعقادِ نذر قرار پایا اور خصوصِ فرضیت برطرف ہوا تو نذر بذبح شاۃ اگر بدون لفظ علیؔ ہو محمول بر وعدہ ہی قیاسًا نہ بر نذر کیونکہ نذر پر کوئی دلیل پائی نہین جاتی اور اگر بلفظ علیؔ ہو تو صیغہ کی دلالت نذر پر متحقق ہوگی اور اُسکی جنس سے واجب بھی متحقق ہی پس انعقاد نذر کا حکم دیا جائے گا۔ اور اسی لیے صاحب خانیہ نے لکھا ہی ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرئ لا یلزمہ شئ الا ان یقول فللہ علی ان اذبح شاۃ اگر مین اپنے مرض سے اچھا ہوگیا تو ایک بکری ذبح کرونگا اور وہ

اچھا ہوگیا اس کہنے سے اُسپر کچھ لازم نہین ہوتا البتہ جب یہ کہا کہ اگر مین اچھا ہوگیا تو مجھپر خدا کی راہ مین بکری کا ذبح کرنا واجب ہے۔ اور عالمگیری مین ہو رجل قال ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرئ لا یلزمہ شئی الا ان یقول ان برئت فللہ علیّ ان اذبح شاۃ جب کسی نے کہا اگر مین اپنے مرض سے اچھا ہوگیا تو ایک بکری ذبح کرون گا اور وہ اچھا ہوگیا تو اس کہنے سے اُس پر کچھ لازم نہین ہوتا البتہ جب یہ کہا کہ اگر مین اچھا ہوگیا تو مجھپر خدا کی راہ مین بکری کا ذبح کرنا واجب ہی۔ اور قاضی خان مین ہے رجل قال ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرئ لا یلزمہ شئی الا ان یقول ان برئت من کذا فللہ علیّ ان اذبح شاۃ جب کسی نے کہا اگر مین اپنے اس مرض سے اچھا ہوگیا تو ایک بکری ذبح کرون گا اور وہ اچھا ہوگیا تو اس کہنے سے اُسپر کچھ لازم نہ آئے گا البتہ جب یہ کہا کہ اگر مین اچھا ہوگیا تو مجھپر خدا کی راہ مین بکری کا ذبح کرنا ہی۔ اور غرر مین ہے قال ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ لم یلزمہ الا ان یقول فللہ علیّ ان اذبحہا جب کہا اگر مین اپنے اس مرض سے اچھا ہوگیا تو ایک بکری ذبح کرون گا تو اس کہنے سے اُسپر کچھ لازم نہو گا البتہ جب یہ کہا کہ اگر مین اچھا ہوگیا تو مجھپر خدا کی راہ مین بکری کا ذبح کرنا ہے۔ اور صاحب درر شرح غرر نے مشرحًا لکھا ہو لان اللزوم لا یکون الا بالنذر والدال علیہ الثانی لا الاول کیونکہ لزوم نذر ہی سے ہوتا ہو اور اُس پر دلالت کرنے والا ثانی ہی نہ اول۔ اور صاحب درر کی یہ تعلیل قیاس پر مبنی ہے اور فتاوون کے بعض جزئیات بھی اسی قیاس پر مبنی ہین۔ اور ظاہر بین لوگ جزئیات اور کلیہ فقہیہ مین مخالفت پیدا کرتے ہین جیسا کہ بزازیہ مین ہو ان سلم ولدی اصوم ما عشت فھذا وعد جب کہا اگر میرا لڑکا بچ گیا تو مین تمام عمر روزہ رکھون گا تو یہ وعدہ ہی۔ اور ذخیرہ مین ہے وفی نوادر ھشام عن محمد رحمہ اللہ فیمن قال ان شفی اللہ مریضی اوقال ان رد اللہ تعالی غائبی صمت شہرا اوقال حججت حجۃ فشفی مریضہ ورد علیہ غائبہ فھذا عدۃ وان وفاہا فہو افضل وان لم یوف فلا حرج نوادر ہشام مین محمد رحمہ اللہ سے اُس شخص کے بارے مین جس نے کہا کہ اگر خدا میرے مریض کو شفا دیدے یا خدا میرے کھوئے ہوئے شخص کو لوٹا دے تو مین ایک مہینے کے روزے رکھون گا یا ایک حج کرونگا پھر مریض اچھا ہوگیا یا کھویا ہوا لوٹ آیا مروی ہو کہ یہ وعدہ تھا اگر ایفا کرے تو افضل ہے اور اگر

ایفا نہ کرے تو کچھ حرج نہین ہی لیکن استحسان اس قیاس کے خلاف ہی کیونکہ اس صورت مین استحساناً نذر منعقد ہوجائے گی جیساکہ بزازیہ مین ہی وقال ان عوفیت صمت کذا لم یجب مالم یقل للہ علی وفی الاستحسان یجب ولو قال ان فعلت ھذا فانا احج ففعل یجب علیہ الحج کسی نے کہا اگر مین بچ گیا تو اتنے روزے رکھون گا تو اُسپر ایسا کرنا واجب نہین ہے جبتک یہ نہ کہے کہ خدا کے لیے میرے اوپر یہ ضروری ہی اور از روے استحسان واجب ہی اور جب یہ کہا کہ اگر مین ایساکرون تو حج کرون گا اور پھر وہ کام کیا تو اُس پر حج واجب ہی۔ اور ہر حال مین چاہیے منذور کی قسم سے کوئی چیز واجب ہو یا فرض۔ ضیافت اور دعوت مسلمین کی نذر منعقد نہو گی کیونکہ اس جنس سے نہ کوئی واجب ہی نہ فرض۔ قاضی خان مین ہے رجل قال ان فعلت کذا فللہ علی ان اضیف جماعۃ قرابتی فحنث لایلزمہ شئی کسی نے کہا اگر مین یہ کام کرون تو خدا کے لیے مجھپر یہ واجب ہی کہ مین اپنے اقربا کے ایک گروہ کی دعوت کرون پھر وہ حانث ہوا تو اُس پر کچھ لازم نہین ہی۔ اور عالمگیری مین ہی رجل قال ان فعلت کذا فللہ علی ان اضیف جماعۃ قرابتی فحنث لایلزمہ شئی کسی نے کہا اگر مین یہ کام کرون تو خدا کے لیے مجھپر یہ واجب ہی کہ مین اقربا کے ایک گروہ کی دعوت کرون پھر وہ حانث ہوا تو اُس پر کچھ لازم نہین ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ صاحب غرر نے پہلے تو یہ شرط کی ہی کہ جنس منذور کی ایسی کوئی چیز فرض ہو پھر صراحت کی ہے کہ نذر بذبح شاۃ اگر بلفظ للہ علی ہو تو منعقد ہو گی حالانکہ اُس کے جنس سے کوئی چیز فرض نہین ہے بلکہ واجب ہی پس اُنکے کلام مین تناقض پیدا ہوگیا اسی لیے صاحب در مختار نے کہا ہی ففی متن الدرر تناقض درر کے متن مین تناقض ہے۔ تو اُسکا جواب دیا جاسکتا ہے کہ صاحب غرر کی مراد فرض سے فرض عملی ہے تاکہ واجب کو شامل ہو اور تناقض مرتفع ہو جائے **سوال** اگر کوئی شخص اپنے لڑکے کے ذبح کرنیکی نذر کرے تو اُسے کیونکر پورا کرے **جواب** لڑکے کے عوض مین ایک بکری ذبح کرسے نذر پوری ہو جائے گی۔ فدیۂ حضرت اسمعیل علی نبینا وعلیہ السلام اسکی دلیل ہی جیسا کہ مسروق رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہی **سوال** اگر نذر کے وقت مصرف خاص کا ذکر کردیا مثلاً کہا کہ فقراے مکۂ معظمہ زاد اللہ شرفہا کو تصدق دون گا پھر دوسرے ملک کے فقرا کو دیا تو وفاے نذر ہوگا یا نہین **جواب** ہوگا۔ عالمگیری مین ہی رجل قال مالی صدقۃ علی فقراء مکۃ ان فعلت کذا

فحنث وتصدق علی فقراء بلخ او بلدۃ اخری جاز ویخرج عن النذر ) ایک شخص نے کہا اگر
مین ایسا کرون تو میرا مال فقراے مکہ کے لیے تصدق ہے پھر وہ حانث ہوا اور اُس نے بلخ یا کسی دوسرے
شہر کے فقیرون پر اُس مال کو تصدق کر دیا تو یہ جائز ہو گا اور نذر پوری ہو جائے گی **سوال** شطرنج
کھیلنا درست ہی یا نہین **جواب** امام شافعی رحمہ اللہ کے شطرنج کے بارے مین دو قول ہین پہلا
قول شطرنج کی اباحت پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا قول شطرنج کے مکروہ تنزیہی (نہ تحریمی) ہونے
پر دلالت کرتا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ شطرنج کے مباح ہونے کے قائل ہین جیسا کہ کفایہ
مین ہی لیکن حنفیہ کے نزدیک شطرنج کھیلنا دو حال سے خالی نہین ہے یا مع قمار کے ہو گا
یا بدون قمار اگر مع قمار ہو تو حرام ہے اور کھیلنے والا فاسق مردود الشہادۃ اور ساقط العدالۃ ہو گا
اتفاقاً نہ اختلافاً اور اگر بدون قمار ہو تو مختلف فیہ ہے جمہور اسکو مکروہ تحریمی کہتے ہین اور بعضون
کے نزدیک مباح ہی اور اُنھون نے اسکے کھیلنے کی اجازت دی ہی کیونکہ شطرنج جنگ اور
دشمن کو فریب دینے مین مدد دیتی ہی مگر یہ اجازت بھی تین شرطون کے ساتھ مشروط ہی (۱) قمار
نہو (۲) اُس کی وجہ سے نماز مین تاخیر نہو (۳) فحش سے محفوظ ہو۔ اور اذا فات الشرط فات
المشروط کے قاعدے کے موافق اگر ان تین شرطون مین سے کوئی شرط بھی فوت ہو تو اباحت
کا حکم باقی نہ رہے گا اور پہلا قول مختار ہی جیسا کہ اشعۃ اللمعات مین ہے۔ اور فتاوے عالمگیری مین
ہے والذی یلعب بالشطرنج ہل تسقط عدالتہ وتقبل شہادتہ فان قامر بہ سقطت
عدالتہ ولم یقبل شہادتہ وان لم یقامر لم تسقط عدالتہ وتقبل شہادتہ جو شخص شطرنج کھیلتا
ہی اگر اُس مین بازی بھی بدتا ہے تو اُسکی عدالت جاتی رہتی ہے اور اُسکی گواہی مقبول نہین ہوتی
اور اگر بازی نہین بدتا تو اُسکی عدالت نہین جاتی اور گواہی مقبول ہوتی ہے۔ اور فتاوے
مجمع البرکات مین ہی واختلفوا فی اللعب بالشطرنج فرخص بعضہم لانہ ینتصر فی امر الحرب ومکیدۃ
العدو ولکن بثلث شرائط ان لا یقامر ولا یوخر الصلوۃ عن وقتہا وان یحفظ لسانہ عن
الجفاء والفحش فاذا فعل شیئا منہا فہو مردود الشہادۃ وکرہ الشافعی اللعب بہ کراہۃ تنزیہیۃ لا غیر کذا فی
مطالب المؤمنین وذکر الامام الغزالی فی خلاصتہ انہ مکروہ وعند الشافعی ایضا مکروہ فلعل ما وقع فی کتبنا
قولہ الاول کذا فی نصاب الاحتساب وذکر الشیخ ابو حامد فی الاحیاء فی باب السماع اللعب بالشطرنج

مباح لکن المواظبۃ علیہ مکروہ کراھتہ شدیدۃ کذا فی مطالب المؤمنین شطرنج کھیلنے مین علما کا اختلاف ہی بعضون نے جائز رکھا ہی چونکہ جنگ مین اس سے مدد ملتی ہی اور دشمن کی حیثیت معلوم ہوجاتی ہی لیکن جواز کے لیے تین شرطین مقرر کی ہین (۱) جوا نہو (۲) اُسکی وجہ سے نماز مین تاخیر نہو (۳) فحش اور گالی گلوج نہو اگر ان مین سے کوئی ایک بھی ہو تو وہ شخص مردود الشہادۃ ہوجائے گا اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اسکو مکروہ تنزیہی لکھا ہے جیسا کہ مطالب المومنین مین ہی اور امام غزالی رحمہ اللہ نے خلاصہ مین لکھا ہی کہ یہ مکروہ ہی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی مکروہ ہی پس شاید ہماری کتابون مین اُنکا پہلا قول منقول ہی جیسا کہ نصاب الاحتساب مین ہی اور شیخ ابوحامد رحمہ اللہ نے احیاء مین لکھا ہی کہ شطرنج کھیلنا مباح ہی لیکن کثرت سخت مکروہ ہی جیسا کہ مطالب المومنین مین ہی۔ اور شارح وہبانیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہی شعر ولا باس بالشطرنج وھی روایۃ عن الحبر قاضی الشرق والغرب تؤثر شطرنج کھیلنے مین کچھ حرج نہین ہی یہ قاضی شرق وغرب رحمہ اللہ سے مروی ہی۔ اور درمختار کے باب من لاتقبل شہادتہ مین ہی او یقامر بالشطرنج او یترک بہ الصلوۃ حتی یفوت وقتھا او یحلف علیہ کثیرا او یلعب علی الطریق او یذکر علیہ فسقا کذا فی الاشباہ او یداوم علیہ ذکرہ سعدی یا شطرنج مین جوا کھیلے یا اُسکی بدولت نماز جاتی رہے یا اُسپر بکثرت قسم کھائے یا راستہ مین کھیلے یا فسق وفجور کی باتین کرے جیسا کہ اشباہ مین ہی یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرے اسکو سعدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی۔ اور تنویر الابصار مین ہی وکرہ تحریما اللعب بالنرد وکذا الشطرنج نرد اور شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان مین حضرت ابوموسی اشعری رحمہ اللہ سے روایت کی ہی لا یلعب بالشطرنج الا خاطئ شطرنج خطا کار ہی کھیلتا ہے **سوال** تعزیہ کو نہ بنظر اعتقاد بلکہ بنظر تماشہ دیکھنا درست ہی یا نہین **جواب** تعزیہ مین تماشہ ہی کیا ہی امر بدعت کو دیکھنا نہ چاہیے بلکہ زبان یا ہاتھ سے اُسکے دفع کرنے کی کوشش کرنا چاہیے اور اگر یہ نہ کرسکے تو دل سے اُسکو برا جانے اور یہ ضعف ایمان کی دلیل ہی جیسا کہ حدیث مین وارد ہے **سوال** تعزیہ سے مراد چاہنا درست ہے یا نہین **جواب** نہین۔ کیونکہ نہ وہ سنتا ہی نہ دیکھتا ہے نہ تمکو کسی چیز سے بے پروا کرسکتا ہی اور اگر تعزیہ سے مراد چاہنے والا یہ سمجھے کہ تعزیہ اُس کی مراد پوری کرسکتا ہے تو کافر ہی

**سوال** مصائب کربلا کے خیال سے یا حضرت امام حسین علیہ السلام کے احوال کے خیال سے اگر آنسو بہین تو کچھ حرج ہی یا نہین **جواب** حرج نہین ہی بیہقی اور حاکم رحمہما اللہ نے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس غم مین آنسو بہے تھے اور واقعۂ کربلا کے دن حضرت ابن عباس اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کو خواب مین بال پریشان اور غبار آلودہ دیکھا تھا جیساکہ احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے اس مضمون کو روایت کیا ہے اور یہ رونا بے اختیاری ہی جب اُسکا مادہ جمع ہوجاتا ہی آنسو بہنے لگتے ہین **سوال** چوک اور امام کا چبوترہ تعظیم کے قابل ہے یا نہین **جواب** نہین کیونکہ شرع مین اسکا کہین پتہ نہین ہی اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیز کو قابل تعظیم سمجھنا بے عقلون کا کام ہی **سوال** مسلمان کو آلھا سننا چاہیے یا نہین **جواب** نہین اور لغو کام مین اوقات ضائع کرنا حرام ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین یہود کی باتین اور اُنکے قصے سنتا ہون اور مجھے اچھے معلوم ہوتے ہین کیا آپ مجھے اسکی اجازت دیتے ہین کہ اُن مین کے بعض لکھ لون آپنے اُنکو ڈانٹا اور جھڑکا اور اسکو جائز نہ رکھا اسکو بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان مین لکھا ہے **سوال** ربیع الاول یا کسی اور مہینے مین میلاد شریف کی محفل کرنا درست ہی یا نہین **جواب** جناب خیر البشر علیہ صلوۃ اللہ الاکبر کی ولادت بڑے فرحت اور سرور کا باعث ہی اور یہ فرحت اور سرور وقت اور محل کے ساتھ مخصوص نہین ہی بلکہ ہر مومن کے رگ دیپے مین سمائی ہوئی ہے۔ ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے جب حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ولادت کی خبر ابولہب کو پہونچائی تھی تو اُس نے خوش ہوکر ثویبہ کو آزاد کردیا تھا مرنے کے بعد لوگون نے اُسکو خواب مین دیکھکر حال پوچھا اُس نے کہا جب سے مرا ہون عذاب مین گرفتار ہون مگر دوشنبہ کی شب کو چونکہ مین نے میلاد نبوی کی خوشی کی تھی عذاب مین تخفیف ہوجاتی ہی پس جب ابولہب ایسے کافر پر آپکی ولادت کی خوشی کی وجہ سے عذاب مین تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ کی ولادت کی خوشی کرے اور اپنی مقدرت کے موافق آپ کی محبت مین خرچ کرے کیونکر اعلے مرتبہ کو نہ پہونچیگا جیساکہ ابن جوزی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہما اللہ نے لکھا ہی پس اگر ولادت یا معجزات یا غزوات وغیرہ کا ذکر بطرز وعظ و درس بے تداعی مردم

وبغیر صورت محفل کیا جائے تو ہزارون برکتون کا باعث ہوگا۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی مجالس کو انھین ذکرون سے مورد انوار آلہی بناتے تھے اور لوگون کو جمع کرنا اور محفل کی صورت مقرر کرنا بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو اور لوگون کو دن تاریخ مقرر کرکے ذکر میلاد سننے کے لیے بلانا چونکہ زمانۂ نبوی اور زمانۂ صحابہ اور زمانۂ تابعین اور زمانۂ تبع تابعین رضی اللہ عنہم مین نہ تھا اس لیے اُسکے کوئی روایت نہین ہے۔ اور اس خیال سے کہ یہ طریقہ زمانۂ نبوی مین نہ تھا اسکو بدعت کہہ سکتے ہین کیونکہ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہو البدعۃ فی الشرع احداث مالم یکن فی عھد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کذا قال علی القاری فی شرح المشکوۃ شرع مین کسی ایسی بات کے نکالنے کو بدعت کہتے ہین جو حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے زمانے مین نہ تھی جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ مین لکھا ہے۔ مگر چونکہ یہ طریقہ خیر ہی اور اس مین کسی طرح کا گناہ نہین ہی اور احادیث مین فرحت اور سرور کے لیے لوگونکو جمع کرنا ثابت ہی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کے وعظ اور بیان کی منادی کی ہے لہٰذا اہل شرع نے اسکی اجازت دی ہی اور اسکو بدعت مندوبہ لکھتے ہین اور اسکے فاعل کو مستحق ثواب جانتے ہین حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا جس نے اسلام مین کوئی اچھا طریقہ نکالا اُسکو اُسکا اور اُس پر عمل کرنے والون کا اجر ملے گا۔ اور یہ لازم نہین ہے کہ ہر بدعت مذموم ہو بلکہ بعض بدعتین واجب ہین جیسے علم نحو کا پڑھنا قرآن اور حدیث کے سمجھنے کے لیے اور بعض بدعتین حرام ہین جیسے قدریہ اور مجسمہ کا مذہب اور بعض بدعتین مندوب ہین جیسے مدارس اور رباط کا بنانا اور تراویح بجماعت اور بعض بدعتین مکروہ ہین جیسے سونے کے پانی سے مسجد مین پھول بوٹے بنانا اور بعض بدعتین مباح ہین جیسے مآکل ومشارب مین توسیع پس کل بدعۃ ضلالۃ کا کلیہ عام مخصوص البعض قرار دیا جائے گا۔ نووی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ وغیرہ نے اسکی صراحت کی ہی۔ اس تقریر سے تاج الدین فاکہانی رحمہ اللہ کا یہ قول رد ہوگیا لا جائز ان یکون عمل المولد مباحًا لان الابتداع فی الدین لیس مباحا باجماع المسلمین یہ جائز نہین کہ محفل میلاد مباح ہو کیونکہ باجماع مسلمین دین مین نئی بات نکالنا مباح

نہین ہی۔ اور اکثر مشائخ طریقت رحمہم اللہ نے حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کو خواب مین دیکھا کہ محفل میلاد سے راضی اور خوش ہین پس وہ چیز ضرور اچھی ہے جس سے آپ خوش ہون۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کہتے ہین ومما جرب من خواصہ انہ امان فی ذلک العام وبشری عاجل بنیل البغیۃ والمرام میلاد شریف کے مجرب خواص مین سے یہ ہی کہ اُس سال بیخوفی اور بشارت ہوتی ہے مطلوب اور مقصود کے حاصل ہونے کی۔ اور جو لوگ اسکو بدعت مذمومہ کہتے ہین خلاف شرع کہتے ہین۔ اب مہینہ دن تاریخ اور وقت کی تعیین کا حال سننا چاہیے کہ جس زمانے مین بطرز مندوب محفل میلاد کی جائے باعث ثواب ہی اور حرمین بصرہ مین شام اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاول کا چاند دیکھکے خوشی اور محفل میلاد اور کار خیر کرتے ہین اور قراءت اور سماعت میلاد مین اہتمام کرتے ہین اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینون مین بھی ان ممالک مین میلاد کی محفلین ہوتی ہین اور یہ اعتقاد نہ کرنا چاہیے کہ ربیع الاول ہی مین میلاد شریف کیا جائے گا تو ثواب ملے گا ورنہ نہین اور یہ بھی اعتقاد نہ کرنا چاہیے کہ ربیع الاول مین زیادہ ثواب ملے گا اور دوسرے مہینون مین کم ثواب ملے گا کیونکہ یہ بات شرع سے ثابت نہین ہے البتہ اگر کوئی شخص چھٹی ہونے کی وجہ سے اسی مہینے مین یا اس مہینے کے کسی خاص دن مین یا اس وجہ سے مہینہ اور تاریخ مقرر کرکے کرے کہ لوگون کو ہر سال بلانے کی ضرورت نہو بلکہ لوگ خود ہی آکر سن لیا کرین یا کسی اور وجہ سے دن تاریخ مقرر کرکے کرے تو اس مین کچھ حرج نہین ہے اسی وجہ سے شرع مین وعظ اور درس کا دن مقرر کرنا جائز ہے۔ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی اعمال کا مدار نیت پر ہی ہر شخص کو اُسکی نیت کا اجر ملے گا **سوال** ذکر ولادت کے وقت قیام کرنیکا کیا حکم ہے **جواب** اگر اُسوقت کوئی شخص بحالت وجد صادق بے ریا و تصنع کھڑا ہو جائے تو معذور ہی اور آداب صحبت مین سے یہ ہی کہ حاضرین بھی اُسکی اتباع مین کھڑے ہو جائین اور بے حالِ وجد باختیار خود کھڑا ہونا نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ سنت مؤکدہ ہی نہ مستحب بمعنے عرفی شرعی کیونکہ یہ نہ خود حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین تھا نہ قرون ثلثہ کے زمانے مین۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم مین لکھتے ہین روی انس رضی اللہ عنہ انہ کان الصحابۃ لا یقومون

لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحوال حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے بعض اوقات کھڑے
نہین ہوتے تھے - مگر علماے حرمین زادہما اللہ شرفا قیام کرتے ہین - امام برزنجی رحمہ اللہ اپنے
رسالہ میلاد مین لکھتے ہین وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ایمۃ ذوو
روایۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ ایمہ اصحاب
روایت نے ذکر میلاد کے وقت قیام کو مستحسن جانا ہو پس اُسکے لیے خوشی ہو جسکا مقصد آپ کی
تعظیم ہو **سوال** حاکم کو نرخ مقرر کرنا درست ہو یا نہین **جواب** ہر شخص اپنے مال کا مالک ہو
جس نرخ پر چاہے بیچے اور حاکم کو بے شدید ضرورت کے نرخ مقرر کرنا ظلم ہو **سوال** انگریزی
پنکھا نمازیون کی راحت اور آرام کے لیے مسجد مین لٹکانا بدعت ہو یا نہین **جواب** بدعت
ہو اس معنے کر کے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے زمانے مین نہ تھا - اور اس
معنے کر کے ہر بدعت مذموم نہین ہے ورنہ علم صرف ونحو کی تدوین اور کھانے پینے مین اور
پہننے مین توسیع بھی مذموم ہو جائے گی اور اسکے خلاف امام نووی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہو لیکن
مذموم بدعت وہ ہو جو دین مین پیدا ہو اور اُس پر ثواب اور عقاب کا ترتب متصور ہو ام المومنین
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے روایت کی ہے
من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد جس نے دین مین کوئی نئی بات نکالی وہ
(بات) مردود ہو - پس نمازیون کی راحت کے لیے مسجد مین پنکھا لٹکانا کچھ مضائقہ نہین رکھتا
اور اگر تشبہ نصاری کی وجہ سے اس کا عدم جواز کہا جائے تو اُسکا حال یہ ہے کہ مطلقاً تشبہ مذموم
نہین ہو بلکہ بقصد تشبہ کرنا مذموم ہو - طحطاوی کے حاشیہ مین ہو قال فی البحر ثم اعلم ان التشبہ
باھل الکتاب لا یکرہ فی کل شیء فانا ناکل ونشرب کما یفعلون انما الحرام التشبہ فیما کان
مذموما او فیما یقصد بہ التشبہ کذا فی الخانیۃ صاحب بحر نے کہا ہو پھر جاننا چاہیے کہ تشبہ
باہل کتاب ہر امر مین مکروہ نہین ہو کیونکہ ہم کھاتے پیتے ہین جس طرح وہ کھاتے پیتے ہین بلکہ
بری باتون مین اور جن امور مین تشبہ مقصود ہو اُن مین تشبہ حرام ہو جیسا کہ خانیہ مین ہے -
اور ایسا ہی درمختار مین ہو - اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ انما الاعمال بالنیات کی

شرح مین بزبان فارسی لکھتے ہین جسکا خلاصہ ترجمہ یہ ہی اگر اعمال طبعی شہوانی مین نیت کو کام مین لائے تو اُسکا بھی ثواب پائیگا پس دوسرے اعمال مین لازما ثواب پائیگا مثلا جمعہ کے دن یا اور دنون مین بھی بہ نیت اتباع سنت نبوی خوشبو کا استعمال کرنا اور خوشبو کو دوست رکھنا اس لیے کہ خوشبو کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے دوست رکھا ہے اور مسجد کی عظمت کرنا اور اپنے اور دوسرون سے ایذا کو دفع کرنا اور ہمسایون اور ہمنشینون کو راحت پہونچانا اور غیبت سے بچنا اور دماغ قوی ہونے کے لیے ادویہ کا استعمال کرنا تاکہ علوم اور معارف حاصل کرے اور سوا انکے جو کام محض جسمانی لذت اور نفسانی خواہش اور خودنمائی کے لیے کریگا ثواب سے محروم ہوگا بلکہ عتاب اور ملامت کا مستحق ہوگا پس معلوم ہوا کہ ہر کام اور حصول ثواب کا مدار نیت پر ہے **سوال** مال مشکوک سے نفع حاصل کرنے کا کیا حکم ہی **جواب** اگر مال اس وجہ سے مشکوک ہوگیا ہی کہ ایک وجہ اُسکی حرمت پر اور دوسری حلت پر دلالت کرتی ہے تو ایسا مال حرام ہی۔ اشباہ مین ہی اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام جب حلال اور حرام جمع ہون تو غلبہ حرام کو ہوتا ہی۔ اور اگر اس وجہ سے مشکوک ہوگیا ہی کہ حلال اور حرام مال اس طرح آلیس مین مل گئے ہین کہ ایک دوسرے کی تمیز باقی نہین رہی پس اُسے تصدق کردینا چاہیے طحطاوی حاشئیہ درمختار مین ہے الذی فی البزازیۃ انہ ان علم المال الحرام بعینہ لا یحل لہ اخذہ وان لم یعلمہ بعینہ اخذہ حکما واما فی الدیانۃ فانہ یتصدق افادہ الحموی اور بزازیہ مین یہ ہی کہ اگر اس بات کا یقینی علم ہو کہ مال حرام ہی تو اُسکا لینا حرام ہے اور اگر یقینًا اسکا علم نہو تو اُسے لیلینے کا حکم ہی مگر دیانۃً تصدق کردینا چاہیے **سوال** کعبہ اور روضۂ نبوی کے نقشے واجب التعظیم ہین یا نہین **جواب** شریعت محمدیہ مین اُنکی تعظیم واجب نہین ہی اگر کوئی شخص اُنھین چاک کرڈالے تو ماخوذ نہوگا اور روضۂ مقدسۂ جناب سرور کائنات علیہ الوف من التحیات کا کوئی حکم نقشے کے لیے ثابت نہین ہی اسی طرح کعبہ کے نقشے پر کعبے کے احکام جاری نہین ہوتے نقشہ دیکھتے وقت قبولیت دعا کا وقت نہین ہے اور نقشہ کا طواف کعبہ کے طواف کے مثل نہین ہے اور اس نقشے کو قبلہ بناکر کسی طرف رکھکے اُسکی طرف نماز پڑھنا جائز نہین ہے بلکہ دونون نقشے آئینہ کے مانند ہین کہ اُنسے ہیئت کعبہ اور ہیئت

روضۂ نبوی کی معرفت اور شناخت ہوتی ہی **سوال** حقہ جو سنہ ۱۰۰۰ مین ظاہر ہوا ہے جیسا کہ مجالس الابرار مین ہی اسکا پینا حلال ہی یا حرام یا مکروہ **جواب** ملا سعد رومی رحمہ اللہ تعالی نے مجالس الابرار مین حرام لکھا ہی اور یہ دلیل پیش کی ہے کہ دھوان عذاب کا آلہ ہی اور عذاب کے آلہ کا استعمال کرنا درست نہین ہی اور پوشیدہ نہین ہی کہ یہ دونون مقدمے احتجاج کے قابلیت نہین رکھتے کیونکہ بہشتیون کے لیے عود بہشت مین جلایا جائے گا اور قوم حضرت نوح علیہ السلام کے عذاب کا آلہ طوفان کا پانی تھا۔ درمختار مین ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق فی سنۃ خمس عشرۃ بعد الالف یدعی شاربہ انہ لا یسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وھو حرام لحدیث احمد عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عن کل مسکر ومفتر ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نہی ولی الامر عنہ حرم قطعا علی ان استعمال مثلہ ربما اضر علی البدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ کسائر الصغائر ہمارے شیخ نجم رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ حقہ جو دمشق مین سنہ ۱۰۱۵ھ مین نکالا گیا ہی اور جسکے پینے والے اسکا دعوے کرتے ہین کہ اس مین نشہ نہین ہوتا اگر یہ مان بھی لیا جائے تو کم از کم اسکے پینے سے عقل مین فتور تو ضرور آتا ہی اور وہ حرام ہی کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ پیدا کرنے والی اور عقل مین فتور ڈالنے والی چیز کے استعمال سے منع فرمایا ہے اور دو ایک مرتبہ اسکا پی لینا کبائر سے نہین ہی اگر والی اُسکے پینے سے روکدے تو مطلقا حرام ہی علاوہ برین اسطرح کی چیزون کے استعمال سے بسا اوقات بدن کو نقصان پہونچتا ہی البتہ اصرار کبیرہ ہی مثل اور صغائر کے۔ اور حموی شارح اشباہ اُسکو حلال لکھتے ہین اور بعضے اُسکو مکروہ تنزیہی لکھتے ہین جیسے کچی پیاز۔ درمختار مین ہے وقد کرھہ شیخنا العمادی فی ھدیتہ الحاقا لہ بالثوم والبصل بالاولی فتدبر شیخ عمادی رحمہ اللہ نے اسے پیاز اور لہسن کا الیسا بتا کر مکروہ لکھا ہی۔ اور شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہین کہ حقہ پینے مین کراہت کی تین وجہین موجود ہین (۱) بو جو حقہ پینے والے کے منھ مین رہتی ہی (۲) تشبہ باہل نار (۳) اس کے پینے سے مسلمان ملابس بہ نار ہوتا ہی اور یہ مکروہ ہی کیونکہ یہ عذاب الٓہی کی صورت ہی اور اسی لیے داغنے کی کراہت آئی ہی۔ اور اگرچہ

یہ تینون وجہین کراہت تنزیہی کو ثابت کرتی ہین مگر اجتماع کی وجہ سے منجر بکراہت تحریمی ہین انتہی
کتب اصول مین کہین نظر سے نہین گذرا کہ کراہت تنزیہی کی تین وجہین منجر بکراہت تحریمی ہوجاتی
ہین **سوال** حقہ پیکے بوے دہن کے ساتھ مسجد مین جانا یا قرآن شریف پڑھنا کیسا ہی **جواب**
مکروہ تحریمی ہے **سوال** کچا لہسن یا کچی پیاز کھاکر مسجد مین جانا کیسا ہی **جواب** کچا لہسن اور کچی پیاز
کھانا مکروہ تنزیہی ہے اور کھاکے مسجد مین جانا مکروہ تحریمی ہی۔ سراج منیر مین ہی ولاناکل النھی منہما
فانہ موذی الملائکۃ کچا لہسن یا کچی پیاز نہ کھائے کیونکہ اس سے فرشتون کو ایذا ہوتی ہی
**سوال** تمباکو کھانا یا تمباکو کا ناس لینا کیسا ہے **جواب** درست ہی کیونکہ نباتات مین حرمت
کی علت دو چیزین ہین سمیت اور سکر اور تمباکو مین دونون مین سے کوئی ایک چیز بھی
نہین ہے پس تمباکو کھانا مباح ہی **سوال** مرشد کا تصور کرنا جیساکہ صوفیہ مین معمول ہے
درست ہی یا نہین **جواب** درست ہی اکابر نے پاک نیت سے اس عمل کو کیا ہی **سوال** جوکسی
قتل یا کسی اور جرم کی وجہ سے حاکم کے حکم سے قید کیا گیا ہو اُسے سدرو پیہ صرف کرکے چھڑا دینا
قیامت ہی یا نہین **جواب** درست بلکہ موجب اجر ہی کیونکہ کسی کی تکلیف اور اندوہ اور ملال
کو رفع کردینا جائز ہی۔ بخاری مین ہی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ حضور
سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن
فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ ومن ستر مسلما
سترہ اللہ تعالی یوم القیامۃ جوشخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرے اللہ اُسکی
حاجت روائی کرتا ہی اور جوکسی مسلمان کو تکلیف سے نجات دلاتا ہے اللہ اُس سے قیامت کے
دن تکلیف کو جدا کرے گا اور جوکسی مسلم کی ستر پوشی کرتا ہی اللہ قیامت کے دن اُسکی ستر پوشی
کرے گا۔ لیکن اگر محبوس نے بیحیائی اختیار کرلی ہو اور ایذا اور افساد مین مشہور ہوگیا ہو اور علانیہ
گناہ کرتا ہی تو اُسکا سزاے اعمال بھگتنا ہی بہتر ہی جیساکہ اشعۃ اللمعات مین ہے **سوال** مسلمان
کا اپنی عیدون مین کافر امیرون کو نذر دینا درست ہی یا نہین **جواب** کافر کی عظمت کرنے
سے مسلمان کے قلب سے ایمان کا نور غائب ہوجاتا ہی اسکو دل مین نہ لانا چاہیے اور مجرد ہدیہ کفار
کو بقاے محبت و وداد کے لیے لاباس بہ ہی۔ حمادیہ مین احیاء العلوم سے منقول ہی من تبجیل

منکم کافرا اذھب اللہ عن قلبہ نور الایمان وعن وجھہ بھاء الاسلام تم مین سے جو کافر کی تعظیم کرتا ہی خدا اُسکے قلب سے نور اسلام کو اور چہرہ سے اسلام کی روشنی کو بجھا تا ہی **سوال** اگر کافر اپنے مسلمان نوکر کو عید کی نماز پڑھنے سے روکے تو نوکر کو مالک کی اطاعت کرنا چاہیے یا نہین **جواب** نہین بلکہ نوکری چھوڑ دے کیونکہ خالق کی معصیت مین مخلوق کی اطاعت جائز نہین ہی **سوال** موت کی تمنا کرنا جائز ہی یا نہین **جواب** حرام ہی حدیث صحیح مین اسکی ممانعت وارد ہوئی ہی اس لیے کہ اگر بدکار ہے تو شاید زندہ رہ کے توبہ کرلے اور اگر نیک کار ہی تو نیکی مین زیادتی کرے اور بعض روایات مین جو وارد ہوا ہے لا یتمنی احدکم الموت الا ان یثق بعملہ تم مین کوئی شخص موت کی تمنا نکرے مگر جب کہ اُسے اپنے عمل پر وثوق ہو یہ تعلیق بالمحال ہی کیونکہ وثوق بالعمل اگرچہ محال عقلی نہین ہے لیکن محال عادی اور محال شرعی ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لن ینجی احدا منکم عملہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ تم مین سے کسی کو اعمال نجات نہ دلائین گے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کو بھی اعمال نجات نہ دلائین گے آپ نے فرمایا ہان مجھکو بھی اعمال نجات نہ دلائین گے مگر یہ کہ خدا کی رحمت مجھے ڈھانپ لے۔ اور حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ما یخاف النفاق الا مومن ولا یامنہ الا منافق نفاق کا خوف مومن ہی کو ہوتا ہی اور منافق نفاق سے بیخوف رہتا ہی **سوال** کفار سے دوستی رکھنے کا کیا حکم ہے **جواب** اگر دین کی وجہ سے ہو تو کفر ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہی ومن یتولھم منکم فانہ منہم جس نے کفار سے دوستی کی وہ اُنھین مین سے ہی اور اگر دنیا کی وجہ سے ہے تو دو حال سے خالی نہین ہی یا اختیاری ہوگی یا طبعی اگر اختیاری ہی تو محل مواخذہ ہے اُسکے کم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین مومن کو مومن ہی سے دوستی کرنا چاہیے نہ کافر سے۔ اور اگر طبعی ہی جیسے اپنے کافر لڑکے یا کافرہ زوجہ کی تو محل مواخذہ نہین ہے **سوال** لڑکا ماں باپ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرسکتا ہی یا نہین **جواب** کرسکتا ہی اگر والدین مان لین فبہا ورنہ سکوت اختیار کرے اور والدین کے لیے استغفار کرے۔ نصاب الاحتساب مین ہی۔ اعلم ان الامر بالمعروف

والنھی عن المنکر لا یسقط بحق الابوۃ والاموميۃ لان فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر المنفعۃ للمامور بہ والاب والام احق بان یوصل الولد الیھما المنفعۃ والسنۃ فی امر الوالدین بالمعروف ان یامرھما مرۃ فان قبلا فبھا وان کرھا سکت عنھما واشتغل بالدعاء والاستغفار لھما؟ حقوق ابوۃ واموميۃ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ساقط نہین ہوتے کیونکہ انہین مامور بہ کا نفع ہے اور ماں باپ نفع پہونچائے جانے کے زائد مستحق ہین والدین کے امر بالمعروف کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ اُنھین نیکی کی ہدایت کرے اگر وہ مان لین تو بہتر ہے ورنہ سکوت اختیار کرے اور اُنکے لیے توبہ اور استغفار کرتا رہے **سوال** ایک دسترخوان پر ایک طرف مسلمان ایک ظرف مین کھانا کھاتے ہین اور دوسری طرف کفار دوسرے برتنون مین کھانا کھاتے ہین اس صورت مین کچھ نقصان دین اسلام مین لازم آئے گا یا نہین **جواب** نہین مگر دوام مکروہ ہے۔ عالمگیری مین ہے ولم یذکر محمد رح الاکل مع المجوس ومع غیرہ من اھل الشرک انہ ھل یحل ام لا وحکی عن الحاکم الامام عبد الرحمن الکاتب انہ ان ابتلی بہ المسلم مرۃ او مرتین فلا باس بہ واما الدوام علیہ فیکرہ کذا فی المحیط مجوس اور دوسرے اہل شرک کے ساتھ کھانا حلال ہے یا حرام امام محمد رحمہ اللہ نے اسکے متعلق کچھ نہین لکھا حاکم نے امام عبد الرحمن کاتب رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک آدھ مرتبہ ایسا ہو جائے تو کچھ حرج نہین ہے لیکن ہمیشہ ایسا کرنا مکروہ ہے **سوال** سراج المنیر مین افیون کو حلال اور مباح لکھا ہے صحیح کیا ہے **جواب** بے عذر افیون کھانا حرام ہے اور اسکے مباح ہونے کی روایت غیر معتبر ہے۔ درمختار مین ہے ویحرم اکل البنج والحشیشۃ وھی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ تعالیٰ وعن الصلوٰۃ لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر منہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوھرۃ بھنگ اور افیون اور پوستے کا چھلکا کھانا مکروہ ہے کیونکہ مفسد عقل ہے اور نماز اور ذکر خدا سے روکتا ہے مگر اسکی حرمت شراب کی حرمت سے کم ہے بس اگر افیون کھائے تو حد جاری نہ کی جائے گی گو کہ نشہ بھی ہو بلکہ حد سے کم مرتبہ کوئی تعزیر کی جائے گی۔ اور مجمع البرکات مین ہے ولا یجوز اکل البنج والحشیشۃ والافیون وذلک کلہ حرام لانہ یفسد العقل لکن تحریم ذلک دون تحریم الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر منہ

کما اذا شرب البول واکل الغائط فانہ حرام ولاحد علیہ فی ذلک بل یعزر بما دون الحد
کذا فی الجوہرۃ بھنگ پوستے کا چھلکا اور افیون سب حرام ہین کیونکہ مفسد عقل ہین لیکن
اسکی تحریم شراب کی تحریم سے کم مرتبہ ہی پس اگر کچھ افیون کھالی تو حد نہین ہی گو کہ نشہ ہو جیسا کہ
اگر پیشاب پیا یا پاخانہ کھالیا کیونکہ یہ دونون بھی حرام ہین لیکن اُسپر حد نہو گی بلکہ حد سے
کم مرتبے کی تعزیر کیجائے گی۔ جیسا کہ جوہرہ مین ہی۔ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ
کی بحث سواک مین یہ حدیث بیان کی ہی ان فی الافیون سبعین مضرۃ اقلھا نسیان
الشہادۃ عند الموت افیون مین ستر نقصان ہین جن مین سب سے کم یہ ہی کہ موت کے
وقت کلمہ بھول جاتا ہی **سوال** بیماری کے عذر سے افیون کھانا جائز ہی یا نہین **جواب** اگر شفا کا علم نہو تو اُسکا کھانا
جائز نہین ہی اور اگر شفا کا علم ہو اور افیون کے سوا کسی دوا سے شفا نہو تو اُسکا کھانا بلا کراہت جائز ہے اور اگر
کوئی دوسری مباح دوا سے شفا ہو سکتی ہو تو افیون کھانا مکروہ ہی۔ نصاب الاحتساب مین ہی
التداوی بالخمر او بحرام اٰخر ان لم یتیقن فیہ بالشفاء لا یجوز بلا خلاف لان الحرمۃ متیقن لا تترک
بالشک وان تیقن بالشفاء فیہ ولہ دواء سواہ ایضا لا یجوز ایضا لعدم تحقق الضرورۃ وان تیقن
بالشفاء فیہ ولا دواء لہ سواہ قیل لا یجوز لقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم
وقیل یجوز قیاسا علی شرب الخمر حالۃ العطش والجواب عن الاثر انہ لم یبق محرما فلا یکون الشفاء فی الحرام
شراب یا کسی دوسری حرام دوا سے علاج درست نہین ہی اگر شفا کا یقین نہو بلا اختلاف کیونکہ
حرمت یقینی شک کی بدولت نظر انداز نہین کی جاسکتی اور اگر شفا کا یقین ہو اور اُسکے سوا
کوئی دوسری دوا موجود ہو تب بھی جائز نہین ہی کیونکہ ضرورت متیقن نہین ہی اور اگر اُسکے سوا کوئی
دوسری دوا بھی نہو تو بعضون کے نزدیک ناجائز ہی کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما
نے کہا ہی کہ خدا نے حرام مین مسلمانون کے لیے شفا نہین رکھی ہے اور بعضون کے نزدیک جائز
ہی جیسا کہ سخت پیاس کے وقت شراب پینا اسکا جواب یہ ہی کہ اُس وقت اثر کے زائل ہوجانے
کی وجہ سے حرمت جاتی رہتی ہے تو شفا حرام مین نہو گی **سوال** تاڑی یا سیندھی وغیرہ حلال
ہی یا حرام **جواب** حرام ہی۔ ابو داود نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی نھی
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر ہر مسکر اور مفتر عقل کی حضور سرور انبیا

علیہ التحیۃ والثنا نے ممانعت فرمائی ہی۔ اور مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو
کل مسکر حرام ان علی اللہ عھد المن یشرب المسکرات حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ
نے فرمایا ہو ہر مسکر حرام ہو یقینا خدا پر عہد ہی شراب پینے والون کے بارے مین۔ اور جس چیز کا
کثیر مسکر ہو اُس کا قلیل بھی حرام ہو اگرچہ سکر بھی نہ لائے احمد اور ابن ماجہ اور دار قطنی نے حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہ قال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ما اسکر
کثیرہ فقلیلہ حرام جناب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہو کہ جس چیز کی کثیر مقدار
سے نشہ ہو اُسکی تھوڑی مقدار بھی حرام ہی۔ اور عینی شارح کنز نے لکھا ہو قال محمد رح والثالثۃ
کل ما اسکر کثیرۃ فقلیلہ حرام من ای نوع کان امام محمد اور ایمۂ ثلثہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہو کہ جس
چیز کی زائد مقدار سے نشہ ہو اُسکی کم مقدار بھی حرام ہے چاہے جس قسم سے ہو **سوال** جائفل
کھانا حرام ہی یا حلال **جواب** حرام ہی۔ درمختار مین ہی وکذا تحرم جوزۃ الطیب لکن دون
حرمۃ الحشیشۃ اسیطح جائفل کھانا حرام ہو مگر اسکی حرمت اُتنی نہین ہی جتنی پوستے کے چھلکے کی
**سوال** مُغنیہ اور نائحہ کا کسب حلال ہی یا حرام **جواب** مکروہ تحریمی ہے۔ مجمع البرکات مین ہی
ویکرہ کسب المغنیۃ والنائحۃ کذا فی جوامع الفقہ نوحہ کرنے اور گانے بجانے کا پیشہ حرام ہے
جیسا کہ جامع الفقہ مین ہی **سوال** خبیث مال کیا کیا جائے **جواب** اگر اُسکا مالک معلوم ہی تو اُسے
لوٹا دیا جائے ورنہ اُس شخص کو خیرات مین دیدیا جائے جسے صدقہ لینا جائز ہو۔ شرنبلالی نے کہا ہے
ان الخبیث واجب التصدق فلا یاخذہ الا من یجوز لہ اخذ الصدقۃ مال خبیث کا تصدق
واجب ہی اور اُسے صرف وہی شخص لے سکتا ہی جو صدقہ لے سکتا ہو۔ اور عالمگیری مین ہی امرأۃ نائحۃ
اوصاحب طبل ومزمار اکتسب مالا قال ان کان علی شرط ردہ علی اصحابہ ان عرفھم یرید بقولہ علی
الشرط ان شرطوا لھا فی اولہ بازاء النیاحۃ او بازاء الغناء وھذا لانہ اذا کان الاخذ علی الشرط کان المال
بمقابلۃ المعصیۃ فکان الاخذ معصیۃ والسبیل فی المعاصی ردھا وذلک ھھنا برد الماخوذ
ان تمکن من ردہ بان عرف صاحبہ وبالتصدق منہ ان لم یعرفہ لیصل الیہ نفع مالہ
ان کان لا یصل الیہ مالہ اما اذا لم یکن الاخذ علی شرط لم یکن الاخذ معصیۃ
والدفع حصل من المالک برضاہ فیکون لہ ویکون حلالا لہ نوحہ کرنیوالی یا گانے

بجانے والی عورت نے جومال حاصل کیا ہی اگر وہ شرط کی بنا پر وصول کیا گیا تھا تو اُسے اُنکے مالکون کو واپس کر دینا چاہیے اگر اُنکو پہچانتی ہو اور شرط کی بنا پر وصول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سے نوحہ کرنے یا گانے کا اُس سے کچھ معاوضہ مقرر کرلیا گیا ہو اس کا سبب یہ ہی کہ جب مال شرط کی بنا پر لیا جائے تو معصیت کے معاوضہ مین ہوگا پس اُس مال کا لینا بھی معصیت ہوگا اور معاصی سے خلاصی اُس مال کے واپس ہی کردینے مین ہی اور اس کی صورت یہ ہے کہ جو کچھ لیا ہے وہی واپس کرے اگر اُس مال کے دینے والے کو جانتی ہو اور اگر نجانتی ہو تو صاحب مال کی طرف سے خیرات کردے تاکہ اُس کو اُس مال کا نفع حاصل ہو جائے اور اگر جو کچھ لیا ہے وہ شرط کی بنا پر نہ تھا تو اُس کا لینا معصیت بھی نہوگا کیونکہ مالک نے اپنی رضامندی سے دیا ہے پس وہ مال اُسکی ملک ہوگا اور اُسکے لیے حلال ہوگا **سوال** ڈھول بجاکر بھیک مانگنا جائز ہی یا نہین **جواب** جائز نہین ہے **سوال** ولیمہ کی دعوت کا اور اُس کے قبول کرنے کا اور مطلقاً دعوت کے قبول کرنے کا اور ہندوون اور شیعون کی دعوت قبول کرنے کا کیا حکم ہے اور ہندو اپنی عید کے جو ہدیے دین اُنکو قبول کرنا یا مسلمانون کا اپنے عیدون کے دن ہندوون کو ہدیہ دینا کیسا ہی **جواب** دعوت کا قبول کرنا بعضون کے نزدیک واجب و عوام فقہا کے نزدیک سنت ہی۔ عالمگیری مین ہی اختلف فی اجابۃ الدعوۃ قال بعضہم واجبۃ لا یسع ترکھا وقالت العامۃ ھی سنۃ اجابت دعوت مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک واجب اور عوام فقہا کے نزدیک سنت ہی۔ لیکن فاسق معلن اور آکل ربوا اور جسکا غالب مال حرام ہو اُسکی دعوت نہ قبول کرنا چاہیے اور اگر وہ کہے کہ میرا مال حلال ہی مین نے وراثۃً پایا ہی یا قرض لیا ہے تو اُس کی دعوت قبول کرنا جائز ہے اور جس کا غالب مال حلال ہو اُسکی دعوت قبول کرنا جائز ہے۔ مگر جب یہ متیقن ہو جائے کہ اُس نے حرام مال سے دعوت کی ہے تو قبول کرنا جائز نہین ہے۔ عالمگیری مین ہے لا یجیب دعوۃ الفاسق المعلن لیعلم انہ غیر راض بفسقہ وکذا من غالب مالہ من حرام مالم یخبرانہ حلال وبالعکس یجیب مالم یتبین عندہ انہ حرام کذا فی التمرتاشی فاسق معلن کی دعوت نہ قبول کرو تاکہ اُسے معلوم ہو جائے کہ تم اُسکے

فسق سے راضی نہین ہوا اسی طرح اُسکی دعوت بھی نہ قبول کرو جس کے مال کا اکثر حصہ
حرام ہے تاوقتیکہ وہ یہ نہ بتادے کہ یہ دعوت مال حلال سے ہے اور اگر اکثر حصہ حلال ہو
تو قبول کر لو تاوقتیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ یہ دعوت حرام مال سے کی گئی ہے جیساکہ قمرتاشی مین
ہی۔اور طعام ولیمہ سنت ہی اور ولیمہ کا وقت دخول کے بعد ہی اور بعض کے نزدیک عقد
نکاح اس کا وقت ہی ایسا ہی بعض حواشی مشکوۃ مین ہے۔ اور مجمع البرکات مین ہے
کہ ولیمہ کا وقت تین دن تک ہی اور ولیمہ کی دعوت کا قبول کرنا بھی سنت ہی بشرطیکہ
منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ اور جو دعوت اس دیار مین شادی کے پہلے یا دلھن والون
کی طرف سے برات کے دن نکاح کے بعد مروج ہے وہ مباح ہے اُسے بھی قبول کرنا
چاہیے بشرطیکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو جیساکہ اربعین مین ہی۔ اور مجمع البرکات مین ہی
ولا یجیب الی طعام صنع ریاء وسمعۃ کذا فی شرعۃ الاسلام اُن کھانون کی دعوت
نہ قبول کرو جن مین دکھاوا یا ریاکاری ہو۔ اور کافر کی ضیافت کرنا اور اُس کی ضیافت
قبول کرنا جائز ہی۔ عالمگیری مین ہی وفی التعالیق لا باس بان یضیف کافرا لقرابۃ
اولحاجۃ کذا فی التمرتاشی ولا باس بالذھاب الی ضیافۃ اھل الذمۃ ھکذا ذکر محمد رح
تعلیق مین ہے کہ کسی کافر کی ضیافت قرابت یا ضرورت کی وجہ سے کرنے مین کچھ حرج نہین
ہی جیساکہ قمرتاشی مین ہی اور اہل ذمہ کی ضیافت مین جانا کچھ حرج نہین رکھتا ہے یہ
امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ جامع البرکات مین
بزبان فارسی لکھتے ہین جس کا ترجمہ یہ ہے عزیزون اور ہمسایون اور دوستون کو اہل
میت کے لیے کھانا پکوانا مستحب ہی اور بعض نے کہا ہی کہ پہلے دن کھانا پکا کے اہل میت
کو بھیجنا بھی مکروہ نہین ہے کیونکہ وہ اُس دن تجہیز و تکفین مین مشغول رہتے ہین اور
دوسرے دن بھیجنا مکروہ ہے اگر رونے والی عورتین جمع ہون اور اس مین اختلاف کیا ہی
کہ غیر اہل مصیبت کو وہ کھانا کھانا جائز ہے یا نہین۔ ابوالقاسم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جو
شخص تجہیز میت مین مشغول ہو اُسے کھانا چاہیے جیساکہ مطالب المومنین مین ہے انتہی۔
اور اگر اہل مصیبت فقیرون کے لیے کھانا پکائین تو بہتر ہے جب کہ ورثا بالغ ہون اور

اگر نابالغ ہون تو ترکۂ میت سے نہ پکانا چاہیئے۔ عالمگیری مین ہو وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذ واذلک من الترکۃ کذا فی التاتارخانیۃ اگر فقرا کے لیے کھانا پکائین تو بہتر ہے بشرطیکہ تمام ورثا بالغ ہون ورنہ اس کھانے کے اخراجات ترکہ سے نہ لین جیسا کہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور تین دن تک جو لوگ تعزیت کو آتے ہین اُنکے لیے کھانا پکانا مباح نہین ہو اور جو شخص دور سے آیا ہو اگر اُسکے لیے کھانا پکایا جائے تو اُسے کھانا درست ہو۔ مجمع البرکات مین ہو لا یباح اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام فی ایام المصیبۃ ایام مصیبت مین تین دن ضیافت مباح نہین ہے۔ اور درمختار کے کتاب الوصایا مین ہو ویحل لمن طال مقامہ او مسافتہ لا لمن لم یطل اُس شخص کے لیے حلال ہو جس کا مکان دور ہو یا مسافت زائد ہو نہ اُسکے لیے جس کی مسافت زائد نہو۔ اور کفار کی عید کے دن اُنکے اُس دن کو معظم سمجھکر ہدیہ بھیجنا کفر ہو ورنہ ہدیہ بھیجنے سے مسلمان کافر نہو گا مگر نہ بھیجنا اچھا ہو اور مسلمانون کی عید کے دن کفار جو ہدیہ لائین اور مسلمان اُنکی خوشنودی کے لیے لین تو دین مین ضرر ہوگا اور اگر بلا لحاظ خوشنودی کفار لین تو کوئی حرج نہین ہو مگر اس سے احتراز کرنا اولی ہو۔ درمختار مین ہو والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لا یجوز ای الہدایا باسم ہذین الیومین حرام وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اہدی لمشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبط عملہ انتہی ولو اہدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ ولو شری فیہ ما لم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعیم لا یکفر انتہی وفی مجمع البرکات وما یاتی المجوس فی نیروزہم من الاطعمۃ الی الاکابر والسادات ومن کان معہم معرفۃ من ذہاب ومجئ ہل یحل اخذ ذلک وہل یضر لدینہ الاخذ فقد قیل من اخذ ذلک علی وجہ الموافقۃ لفرحہم یضر ذلک لدینہ وان اخذ لا علی ذلک الوجہ لا باس بہ والاحتراز عنہ اسلم کذا فی مطالب المؤمنین ناقلا من الذخیرۃ والمحیط نوروز اور مرجان کے نام سے دینا جائز نہین ہو یعنی ان دونون دنون مین ہدیہ بھیجنا حرام ہے اور اگر مشرکین کی طرح اُن دونون کی تعظیم کی قصد سے

الیسا کیا تو کافر ہوگیا ابو حفص کبیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر کسی نے پچاس سال تک خدا کی عبادت کی پھر نوروز کے دن کسی مشرک کو ایک انڈا ہدیے مین بھیجا اور اُس سے اُسکا مقصد اس دن کی تعظیم تھی تو وہ کافر ہوگیا اور اُسکے اعمال بیکار ہوگئے انتہی اور اگر کسی مسلمان کو ہدیہ بھیجا اور اس سے اُس دن کی تعظیم مقصود نہ تھی بلکہ عادۃً الیسا کیا تو کافر نہوگا لیکن ویسا اُس دن کے قبل اور بعد بھی کرنا چاہیے تاکہ شبہہ کا دفعیہ ہو جائے اور اگر اُس دن کوئی الیسی چیز خریدی جو اُسکے قبل نہین خریدی تھی اور اُس سے اُس دن کی تعظیم کا قصد کیا تو کافر ہوگیا اور اگر کھانا پینا آرام اور آسائش مقصود تھی تو کافر نہوگا اور مجمع البرکات مین ہے نوروز کے دن مجوس جو کھانے اکابر کے پاس لے جاتے ہین اور اسی طرح اُن لوگون کے پاس جن سے اُن سے جان پہچان ہوتی ہے تو اُسکا لے لینا جائز ہے اور لے لینے والے کے دین مین نقصان کے متعلق بعضون نے کہا ہے کہ جس نے ان کھانون کو میل جول کی وجہ سے اُنکو خوش کرنے کے لیے لیا تو یہ اُس کے دین مین نقصان رسان ہوگا اور اگر اسکا خیال نہین ہے تو کچھ حرج نہین البتہ اس سے بچنا اچھا ہے یہ مطالب المومنین مین ذخیرہ اور محیط سے نقل کیا ہے **سوال** سرکار انگریزی سے پنشن لینا جائز ہے یا نہین **جواب** بظاہر پنشن صلہ اور تبرع اور احسان ہے نہ نوکری کا بدلہ کیونکہ نوکری کی تنخواہ نوکری کے زمانے مین یہ شخص پا چکا ہے اور نصارے کا صلہ قبول کرنا جبکہ اُس مین اسلام کی توہین نہو جائز ہے۔ عالمگیری مین ہے ھذا ھوالکلام فی صلۃ المسلم المشرک وجئنا الی صلۃ المشرک المسلم فقد روی محمد فی السیر الکبیر اخبارا متعارضۃ فی بعضہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل ھدایا المشرکین وفی بعضہا ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یقبل فلابد من التوفیق واختلف عبارات المشائخ فی وجہ التوفیق فعبارۃ الفقیہ ابو جعفر الھندوانی ان ما روی انہ لم یقبلہا محمول علی انہ لم یقبلہا من شخص غلب علی ظن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ وقع عند ذلک الشخص ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما یقاتلہم طمعا للمال لا لاعلاء کلمۃ اللہ ولا یجوز قبول الھدیۃ من مثل ھذا الشخص فی زماننا وما روی انہ قبلہا محمول علی انہ قبلہا من شخص غلب علی ظن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم انہ وقع عند ذلک الشخص ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما یقاتلہم لاعزاز الدین ولاعلاء کلمۃ اللہ العلیا لا لطلب المال وقبول الھدیۃ من مثل ھذا الشخص جاز فی زماننا ایضا ومن المشائخ من وفق من وجہ آخر وقال لم یقبل من شخص علم انہ لو قبل یقل صلابتہ وعزتہ فی حقہ ویلین لہ بسبب قبول الھدیۃ وقبل من شخص علم انہ لا یقل صلابتہ وعزتہ فی حقہ ولا یلین بسبب قبول الھدیۃ کذا فی المحیط یہ کلام تو اُس صلہ کے متعلق تھا جو مسلم مشرک کے ساتھ کرے اب اسکی متعلق توجہ کرنا چاہیے کہ مشرک جو مسلم کے ساتھ صلہ کرے تو امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کبیر مین اسکے متعلق متعارض اخبار روایت کیے ہین بعض مین یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ہدایا کو قبول کیا ہی اور بعض مین یہ ہی کہ قبول نہین کیا ہی ان روایات مین توفیق ضروری ہے مگر طریقۂ موافقت مین بھی عبارات مشائخ مختلف ہین فقیہ ابوجعفر ہندوانی رحمہ اللہ کہتے ہین کہ جو روایت عدم قبول کی ہے وہ اُن مشرکین کے ہدیے کے متعلق ہے جنکے خیال مین نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم (عیاذا باللہ) اس قدر سعی مال کی طمع مین کرتے تھے اور دعوت الی اللہ آپ کا منشا نہ تھا اور بلا شک ہمارے زمانے مین بھی ایسے لوگون سے ہدیہ لینا درست نہین ہی اور جو قبول کی روایت ہی وہ اُن مشرکین کے ہدایا کے متعلق ہے جنکی بابت حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کو ظن غالب تھا کہ اُنکے نزدیک آپ کا جدال وقتال صرف اعلاے کلمۃ اللہ اور اعزاز دین کی غرض سے ہی نہ کہ طلب مال کے لیے اور ایسے شخص کا ہدیہ قبول کرنا ہمارے زمانے مین بھی جائز ہے اور بعض نے یون موافقت دی ہی کہ آپ نے اُن لوگون کا ہدیہ نہین قبول کیا جنکے متعلق یہ خیال تھا کہ ہدیہ قبول کرنے کی صورت مین آپ اُن کے ساتھ نرمی کر جائین گے اور آپ کے غلبے اور سختی مین کمی آجائے گی اور اُن لوگون کا ہدیہ قبول کر لیا جن کے متعلق ایسا خیال نہین تھا جیسا کہ محیط مین ہے **سوال** حافظ یا غیر حافظ نے اگر کہین قرآن شریف پڑھا اور پہلے سے یہ معلوم نہ تھا کہ اُسے کیا ملے گا اور تلاوت کے بعد کسی شخص نے بنظر تبرع واحسان اُسکو کچھ دیا تو اُسے لینا جائز ہی یا نہین **جواب** اس کے لینے مین کوئی شرعی قباحت نہین ہے اور یہ صورت ولا تشتروا بآیاتی ثمنا

قلیلاً کے تحت مین داخل نہین ہوتی ہے۔ تفسیر مدارک مین ہو ولا تشتروا ولا تستبدلوا
بآیاتی بتغییرھا وتحریفھا ثمنا قلیلاً قال الحسن ھو الدنیا بحذافیرھا وقیل ھو
الریاسۃ التی کانت لھم فی قومھم خافوا علیھا الفوات لو اتبعوا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اور نہ خریدو یا نہ مبادلہ کرو میری آیتون سے اُن کو بدل کے اور تحریف کر کے
معمولی دام حسن رحمہ اللہ نے کہا ہو کہ ثمن قلیل ساری دنیا ہے اور بعضون نے کہا ہے
کہ ریاست ہی جو کہ قوم مین حاصل ہو اور رسول اللہ کی اتباع سے اُس کے چلے جانے کا
خوف ہو **سوال** جو مال زنا اور غنا اور دوسرے امور محرمہ سے حاصل ہو اُس سے
دعوت کرنا اور ہدیہ دینا درست ہی یا نہین اور ایسی دعوت یا ہدیہ قبول کرنا چاہیے یا
نہین **جواب** خبث مال کی وجہ سے درست نہین ہی اور شرعی حیلہ یہ ہے کہ اشیا قرض
خرید کر کے دعوت کرے اُس کا قبول کرنا جائز ہے پھر قرض اُسی مال سے ادا کرے
قال علیہ السلام مھر البغی خبیث رواہ مسلم حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ مہر بغی خبیث ہی اسکو مسلم نے روایت کیا ہی۔ اور شراح حدیث نے کہا ہی
البغی للزانیۃ ومھرھا ما یعطیھا الزانی یزنی بھا حرام بالاجماع بغی اور مہر زانیہ یعنی وہ
مال جو زانی اُسے دیکر اُسکے ساتھ زنا کرے بالاجماع حرام ہے۔ اور عینی اور صاحب معراج الدرایہ
نے اپنی ہدایہ کی شرحون کے کتاب الکراہۃ مین تیمیہ سے نقل کر کے لکھا ہی من السحت[1]
ما یاخذہ المغنیۃ والنائحۃ ومھر البغی وہ جو گانے والی اور نوحہ کرنے والی عورتین
لیتی ہین اور مہر بغی سب حرام ہین۔ اور عالمگیری مین ہے وعن محمد رحمہ اللہ فی
کسب المغنیۃ ان قضی بہ دین لم یکن لصاحب الدین ان یاخذہ واما فی القضاء
فھو یجبر علی الاخذ والحیلۃ فی ھذہ المسائل ان یشتری نسیئۃ ثم ینقد ثمنہ من
ای مال شاء وقال ابو یوسف سالت ابا حنیفۃ عن الحیلۃ فی مثل ھذا فاجابنی
بما ذکرنا کذا فی الخلاصۃ امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اگر مغنیہ اپنے کسب کے مال
سے قرض ادا کرے تو صاحب دین کو اُس مال سے نہ لینا چاہیے مگر قاضی کے یہان

[1] سحت بالضم حرام اور ایسا کسب جو ننگ اور عار کا باعث ہو ۱۲ مترجم

وہ لینے پر مجبور کیا جائے گا تو اس قسم کے مسائل مین حیلہ یہ ہے کہ قرض کچھ خرید ے پھر
اُسکے دام جس مال سے چاہے ادا کرے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مین نے
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا تو اُنھون نے بھی یہی حیلہ بتایا ایسا ہی خلاصہ مین ہے
**سوال** اگر ہندو ہولی یا دیوالی کے دن معزز مسلمانون کے سامنے مٹھائی وغیرہ پیش
کرین تو مسلمانون کو لینا درست ہے یا نہین **جواب** درست ہی مگر فرحت اور سرور
مین کفار کی عید کے دن موافقت نہ کرنا چاہیے **سوال** عورتون کو بنظر زینت وکشادگی
پیشانی ماتھے کے بال چننا اور مردون کا ایسا لباس پہننا درست ہے یا نہین **جواب**
عورت کے سر کے بال حکم مین ویسے ہین جیسے مردون کی داڑھی کے بال جس طرح مرد
کو داڑھی چننا ناجائز ہے اُسی طرح عورت کو سر کے بال چننا ناجائز ہے اور زینت اگرچہ
عورتون کے لیے جائز ہے لیکن اللہ کی بنائی چیز کو بگاڑنا زینت نہین ہے اور عورتون کو
مردون کا ایسا لباس پہننا تشبہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔ نصاب الاحتساب مین ہے
ذکر فی النوازل فی کتاب النکاح سئل ابوبکر رض عن امرأۃ قطعت شعرہا قال علیہا ان تستغفر
اللہ وتتوب ولا تعود الی مثلہ قیل فان فعلت ذلک باذن زوجہا قال لا طاعۃ للمخلوق فی
معصیۃ الخالق قیل لہ لم لا یجوز ذلک لہا قال لانہا شبہت نفسہا بالرجال وقد قال النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعن اللہ المتشبہین من الرجال بالنساء والمتشبہات من النساء بالرجال
ولان الشعر للمرأۃ بمنزلۃ اللحیۃ للرجل فکما لا یحل للرجل ان یقطع لحیتہ فکذلک لا یحل للمرأۃ ان تقطع شعرہا
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے اُنھون
نے جواب دیا کہ اُسے توبہ اور استغفار کرنا چاہیے اور پھر ایسی حرکت نہ کرنا چاہیے تو
اُن سے پوچھا گیا کہ اگر اُس نے ایسا شوہر کی اجازت سے کیا ہو تو اُنھون نے جواب دیا
خدا کی نافرمانی مین مخلوق کی اطاعت نہ کرنا چاہیے پھر اُنسے پوچھا گیا کہ آخر اسکے عدم
جواز کی کیا وجہ ہے اُنھون نے کہا کہ مردون کے ساتھ تشابہ اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ اُن مردون پر جو عورتون کے مشابہ بنتے ہین اور اُن عورتون پر
جو مردون کے مشابہ بنتی ہین خدا لعنت کرتا ہے اور اس وجہ سے کہ عورت کے لیے

سر کے بال ویسے ہی ہین جیسے مردون کے لیے داڑھی تو جس طرح مرد کو داڑھی کا کتروانا درست نہین اُسی طرح عورت کو سر کے بال کاٹنا درست نہین ہی۔ جیسا کہ کبرے اور ظہیریہ مین ہے **سوال** ڈاڑھی نکلنے سے پہلے داڑھی نکلنے کی جگہہ پر استرا پھروانا کیسا ہی **جواب** لاباس بہ ہے کیونکہ اس حالت مین وہ مقام دوسرے اعضا کے مثل ہے مگر اسکا ترک اولی ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | ابو الحسنات محمد عبد الحی |

# کتاب الاکل والشرب

**سوال** زید نے ایک پاسن کو کلمہ پڑھا کے مسلمان کیا اور زید نے اپنے کٹورے مین پانی منگا کر مسماۃ کو تھوڑا پلایا پھر خود پیا اور لوگون کو پلایا۔ جلسہ برخاست ہونے کے بعد صرف یہ بات نہین معلوم ہوئی کہ آیا مسلمان کرنے کا یہی قاعدہ ہے یا اسی قوم کے مسلمان کرنے کا یہ خاص طریقہ ہے یا اگر اس قاعدے کا برتاؤ نہوتا تو مسلمان ہونے مین شک ہوتا اور بلا ضرورت یہ فعل کرنا داخل جہالت ہے یا نہین جب وہ کلمہ پڑھ چکی تو زید کو یا دوسرے مسلمانون کو اُس کے اسلام مین کیا شک باقی رہا وہ عورت پہلے سرا مین رہتی تھی اور حرام کاری اُسکا پیشہ تھا لیکن لوگ اُسکی قومیت کی وجہ سے اُس سے پرہیز کرتے تھے اور اب مسلمان ہوجانے کی وجہ سے لوگ اُس سے پرہیز نہین کرتے باوجودیکہ وہ وہین رہتی ہے اور وہی پیشہ کرتی ہے۔ اور زید کا تقوے ایسا تھا کہ وہ دوسرے کے لوٹے سے کبھی وضو نہین کرتا تھا ایسے شخص سے جب ایسا فعل سرزد ہوا تو بتعلق غرض وجاہلیت ولغویت وحماقت ہوا یا نہین **جواب** مسلمان کرنے مین یہ ضروری نہین ہے کہ اُسکا جھوٹا پانی پیے یا دوسرون کو پلائے اور یہ فعل بلا وجہ موجہ وبلا ضرورت شرعی لغویت مین داخل ہے درمختار وغیرہ مین ہے کہ اجنبیہ عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کو اور اجنبی مرد کا جھوٹا اجنبیہ عورت کو اگرچہ پاک ہے لیکن مکروہ ہے اور رد المحتار مین ہے کہ کراہت اُس وقت ہے جب استلذاذ مقصود ہو۔ درمختار کی عبارت یہ ہے نعم یکرہ سورھا للرجل کعکسہ للاستلذاذ

واستعمال ریق الغیر وھو لا یجوز کذا فی المجتبیٰ عورت کا جھوٹا مرد کے لیے مکروہ ہی اسی طرح اسکا عکس بھی کیونکہ اس مین لذت حاصل کرنا اور دوسرے کے تھوک کا استعمال کرنا ہو اور یہ جائز نہین ہے جیساکہ مجتبیٰ مین ہے۔ اور رد المختار کی عبارت یہ ہے قال الرملی ویجب تقییدہ بغیر الزوجۃ والمحارم رملی رحمہ اللہ نے کہا ہو کہ اس مین غیر زوجہ ومحارم کی قید لگا دینا چاہیے۔ اور اسی مین ہو والذی یظھر ان العلۃ الاستلذاذ فقط ویفھم انہ حیث لا استلذاذ لا کراھۃ لاسیما اذا کان یعافہ بظاہر علت صرف لذت حاصل کرنا معلوم ہوتی ہو اور اس سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ جب استلذاذ مقصود نہو تو یہ امر بھی مکروہ نہوگا خصوصًا جبکہ وہ اسے ناگوار جانتا ہو۔ پس درمختار کے قول کے موافق زید کا یہ فعل مکروہ ہوا اور رد المختار کے قول کے موافق اگر استلذاذ ہوا تو مکروہ ہوا اور بر تقدیر عدم استلذاذ اگرچہ مکروہ نہین ہوا لیکن اُس سے اجتناب اولی تھا **سوال** ہندو کی چھوئی یا پکائی ہوئی چیز جو اُس نے احتیاط کے ساتھ پکائی ہو مسلمان کو کھانا جائز ہو یا نہین جیساکہ فتاوے غرائبیہ مین ہو لا یکرہ للمسلمین ان یعزی الکافرین ویعود مرضاھم ویاکل طعامھم وفی السراجیۃ لا باس بطعام المجوسی الا الذبیحۃ مسلمانون کے لیے یہ مکروہ نہین ہو کہ کافرون کی تعزیت کرین اور اُنکے مریضون کی عیادت کرین اور اُنکا کھانا کھائین اور سراجیہ مین ہو کہ ذبیحے کے سوا مجوسی کے اور کھانون کے کھانے مین کچھ حرج نہین ہے **جواب** جائز ہو جیساکہ خزانۃ الروایات مین ہے فی متفرقات دستور القضاۃ عن الینابیع لا باس بعیادۃ اھل الذمۃ وحضور جنائزھم واکل طعامھم والمعاملۃ معھم وفی المضمرات لا یکرہ للمسلمین ان یعزیھم ویعود مرضاھم ویاکل من طعامھم دستور القضاۃ کے باب المتفرقات مین ینابیع سے نقل کیا ہو کہ اہل ذمہ کے بیمار کی عیادت کرنے اور اُن کے جنازون پر حاضر ہونے اور اُنکا کھانا کھانے اور اُن کے ساتھ معاملات کرنے مین کچھ حرج نہین ہے اور مضمرات مین ہو کہ مسلمانون کے لیے اُنکی تعزیت کرنا اور اُنکے مریضون کی عیادت کرنا اور اُن کا کھانا کھانا مکروہ نہین ہو **سوال** خرگوش اور جھینگا حلال ہو یا نہین **جواب** خرگوش

حلال ہی عینی شرح کنز مین ہے حل الارنب لان النبی صلے اللہ علیہ وسلم امر اصحابہ
ان یاکلوہ رواہ احمد والنسائی خرگوش حلال ہی کیونکہ حضور سرور کائنات علیہ
السلام والصلوٰۃ نے اپنے اصحاب کو خرگوش کے کھانیکا حکم دیا ہی اسکو احمدؒ اور نسائیؒ نے
روایت کیا ہی۔ اور جھینگا جسکو اوبیان بکسر ہمزہ کہتے ہین جیساکہ صحاح وغیرہ سے معلوم
ہوتا ہی حلال ہی کیونکہ وہ مچھلی کی قسمون مین سے ایک قسم ہے اور مچھلی کے تمام اقسام بالاتفاق
حلال ہین اور جن لوگون نے اسکو حرام لکھا ہے وہ اسے مچھلی کی قسم سے نہین سمجھتے حالانکہ
یہ مچھلی ہی ہے۔ حمادیہ مین ہے الدود الذی یقال لہ جھینگہ حرام عند بعض العلماء
لانہ لا یشبہ السمک فانما یباح عندنا من صید البحر انواع السمک وھذا لا یکون
کذلک وقال بعضہم حلال لانہ یسمی باسم السمک وہ کیڑا جسے جھینگا کہتے ہین بعض علما
کے نزدیک حرام ہی کیونکہ وہ مچھلی کے مشابہ نہین ہے اور ہمارے نزدیک دریائی جانورون
مین سے صرف مچھلیون کے اقسام حلال ہین اور یہ اُن مین سے نہین ہی اور بعض لوگ اسے
حلال کہتے ہین کیونکہ اُنکے نزدیک یہ مچھلی ہی **سوال** اوجھڑی اور کچی پیاز کا کھانا حلال ہی یا
حرام یا مکروہ اور جالی مرد یا عورت دونون کو پہننا درست ہی یا نہین **جواب** اوجھڑی کا کھانا
مکروہ ہی اور کچی پیاز کھانے کی ممانعت حدیث مین موجود ہی کیونکہ منہ سے بو آتی ہے اور بعض
کے نزدیک عورت کو باریک کپڑا پہننا جالی ہو یا ململ وغیرہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے کیونکہ ستر
واجب ہی اور بعض کے نزدیک مرد اور عورت دونون کے لیے مکروہ ہی جیساکہ زواجر مین
ہی اخرج مسلم وغیرہ صنفان من اھل النار لم ارھما قوم معھم سیاط کاذناب البقر یضربون بھا
الناس ونساء کاسیات عاریات مائلات ممیلات رؤسھن کاسنمۃ البخت المائلۃ لا یدخلن
الجنۃ ولا یجدن ریحھا وان ریحھا لیوجد من مسیرۃ کذا وکذا انتھی وابن حبان فی صحیحہ واللفظ
لہ والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم یکون فی اٰخر امتی رجال یرکبون علی سروج کاشباہ الرحال ینزلون
علی ابواب المساجد نساؤھم کاسیات عاریات علی رؤسھن کاسنمۃ البخت العجاف العنوھن فانھن ملعونات الخ ذکر ھذا فی
الکبائر ظاھر لما فیہ من الوعید الشدید مسلم وغیرہ نے روایت کی ہی کہ اہل نار کی دو قسمین
ہین جنکو مین نے نہین دیکھا ہے ایک قوم ہی جس کے ساتھ گائے کی دم کے ایسے کوڑے

ہین جن سے لوگون کو مارتے ہین اور عورتین ہین جو باوجود کپڑے پہننے کے ننگی ہوتی ہین
خود مردون کی طرف مائل ہوتی ہین اور اُنکو اپنی طرف مائل کرتی ہین اُنکے سر بختی
اونٹون کے کوہان کے ایسے ہین یہ لوگ جنت کی بو تک نہ پائینگے اور اُسکی بو
اتنی اتنی دور سے پائی جائیگی انتہی اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مین (اور
اُنھین کے الفاظ ہین) اور حاکم نے کہاہے کہ میری آخر امت مین ایسے لوگ ہونگے
جو ایسے زینون پر سوار ہونگے جو کجاودون کے کوہانون کی ایسی ہونگی مسجدون کے دروازون پر اترینگے
اُنکی عورتین باوجود کپڑے پہننے کے ننگی ہونگی اُنکے سرون پر بختی دبلے اونٹون کے کوہانون کی
ایسی دٹوپیان) ہونگی کیونکہ وہ ملعون ہین الخ اسکا کبائر مین ذکر کرنا ظاہر ہی کیونکہ اسکے لیے
شدید وعید ہی۔ اور عالمگیری مین ہی واما اذا کان رقیقا لا یصلح لذلک فان ذلک مکروہ
بالاجماع لیکن جب مہین ہو اسکی دستی صلاحیت نرکھے تو بالاجماع مکروہ ہی۔ واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ
الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد [علی محمد] فی الواقع اوجھڑی کھانا مکروہ ہی ہے ابوداؤد نے حضرت
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اکل ثوما
او بصلا فلیعتزلنا او لیعتزل مسجدنا رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ جو لہسن
یا پیاز کھائے وہ ہمین یا ہماری مسجد کو چھوڑدے۔ اس سے پیاز کھانے کی کراہت تحریمی
ثابت ہوتی ہی اور حدیث کی روایتون سے ثابت ہی کہ عورتون کو باریک کپڑا پہننا جو ستر
مین مخل ہو حرام ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ
عن ذنبہ الجلی والخفی [ابوالحسنات محمد عبدالحی] **سوال** اُن چیزون کا کھانا جو ہندو اپنے
عیدون کے دن مسلمان زمینداروں کے سامنے پیش کرین جائز ہے یا نہین **جواب**
جائز ہے واللہ اعلم بالصواب کتبہ عبدالسلام عفی عنہ۔ صح الجواب محمد شکر اللہ عفی عنہ۔ الجواب
صحیح حمایت اللہ دہلوی عفی عنہ۔ زمیندار کو مقرر شے سے زائد کا لینا جائز نہین ہے اور اگر
رعایا اپنی رضامندی اور خوشی سے کچھ پیش کرین تو مسلمان زمیندار کو اسکے لینے مین کچھ
ہرج نہین ہے۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد امانت اللہ واقعی جو چیزین ہندو اپنی خوشی
سے اپنی عیدون کے دن پیش کرین اُن کا کھانا جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اُس دن

اُنکے ہدیے نہ قبول کیے جائین تاکہ شبہ موافقت سے اجتناب ہو۔ ذخیرہ مین ہی لا ینبغی للمؤمن ان یقبل ھدیۃ کافر فی یوم عیدھم ولو قبل لا یعطیھم ولا یرسل الیھم شیئًا مسلمان کو یہ نہ چاہیے کہ کافرون کی عید کے دن کسی کافر کا ہدیہ قبول کرے اور اگر قبول بھی کرے تو اُنکو کچھ نہ دے اور نہ اُنکی طرف کچھ بھیجے **سوال** ہندو کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا اور ہندو کے چھوے ہوے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہین **جواب** جائز ہی۔ واللہ علیم حررہ ابوالاحیاء محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم۔ صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والحفی **سوال** اگر کوئی کسی مٹی کے برتن وغیرہ مین کھانے کو رکھکر ٹوکرے مین رکھے اور چمار کے سر پر رکھکے کہین بھیجے یا یہین اسی طرح کھانا آئے تو اس مین کسی طرح کی کراہت ہے یا نہین اور اسی طرح اگر مسلمان گھڑے مین پانی بھر کے اپنے ہاتھ سے بہنگی مین رکھدے اور بہنگی ہندو کہار اُٹھا لائے اور پھر بہنگی سے مسلمان اُس گھڑے کو نکال کے رکھ لے تو اُس پانی کی طہارت مین کلام ہے یا نہین **جواب** نہین۔ واللہ علیم حررہ ابوالاحیاء محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم۔ صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** صاحب حیوۃ الحیوان اور صاحب فتاوی برہنہ ہدہد کو حرام اور مکروہ لکھتے ہین اور صاحب غایۃ الکلام وتمیز الکلام حلال لکھتے ہین اس مین حنفیہ کے نزدیک قول فیصل کیا ہے **جواب** حنفیہ کے مذہب مین ہدہد حلال ہے اور کتب معتبرہ مین حرمت یا کراہت مذکور نہین ہے خزانۃ المفتین مین ہی اکل الخطاف والھدھد وکل ذی طوق لا باس بہ خطافؔ[1] اور ہدہد اور ہر حلقہ دار جانور کے کھانے مین کچھ حرج نہین ہے۔ اور بزازیہ مین ہی اکل الھدھد لا باس بہ ولا باس بالخطاف والقمری وکل مالیس لہ مخلب یختطف بہ ہدہد کے کھانے مین کچھ حرج نہین ہے اور خطاف اور قمری اور ہر اُس جانور کے کھانے مین کچھ حرج نہین ہے جس کے پنجے نہون جن سے وہ شکار کرے۔ اور ظہیریہ مین ہے اکل الخطاف والصلصل والھدھد لا باس بہ لانھا لیست من الطیور التی ھی ذوات مخلب

[1] خطاف بضم الخاء وتشدید الطاء سیاہ رنگ کی ایک چڑیا ہی جسکو فارسی مین فرشتوک کہتے ہین کذا فی منتہی الارب ۱۲ مترجم

خطاف فاختہ اور ہدہد کے کھانے مین کچھ حرج نہین ہے کیونکہ یہ چنگل والے جانور ون مین سے نہین ہین۔ اور قنیہ مین واقعات ناطفی سے منقول ہے لاباس باکل الہدھد ہدہد کے کھانے مین کوئی حرج نہین ہے۔ اور رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ مین ہے اتفق الائمۃ الثلاثۃ علی تحریم کل ذی مخلب من الطیور کذا ما یاکل الجیف اما غیر ذلک من الطیور فکلہ مباح بالاتفاق والمشہور انہ لا کراہۃ فی ما نہی عن قتلہ کالخطاف والھدھد والخفاش والطاؤس الا عند اشافعی ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ نے طائرون مین ہر پنجے والے جانور کی حرمت کا حکم دیا ہے اور اسی طرح ہر غلیظ کھانے والا جانور اور اسکے علاوہ دوسرے طیور سب ہمارے نزدیک بالاتفاق مباح ہین اور مشہور یہ ہے کہ جنکے مارنے کی ممانعت کی گئی ہے وہ مکروہ نہین ہین مثلاً خطاف ہدہد چمگادڑ مور (مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک) ان عبارتون سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ حنفیہ کے نزدیک ہدہد حلال ہے بغیر کراہت کے اور مصنف حیوۃ الحیوان شافعی ہین انھون نے اپنے مذہب کے موافق حرمت لکھی ہے اور فتاوے برہنہ کتب معتبرہ کے مقابل نہین ہو سکتا **سوال** ہندوون کے ہاتھ کے تر اور خشک کھانے مین کچھ فرق ہے یا نہین **جواب** کچھ فرق نہین ہے۔ نصاب الاحتساب مین ہے ما ابتلینا بہ من شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائر المائعات من الھنود علی احتمال تلوث اوانیہم فان نساؤھم لا یتوقین من السرقین فعلی المحتسب ان لم یجد بدا منہم ان یستوثق علیہم ان یجتنبوا من السرقین والمیتۃ فان شق علیہم یامرھم ان یاتوا واوانیہم مسلما لیغسلہا ولیغسلوا ایدیھم بمرأی من المسلم والا فالاباحۃ فتوی والتحرز تقوی وکذا لاباس بطعام المجوس کلہ الا الذبیحۃ گھی دودھ سرکہ اور تمام سیال اشیا جو ہندوون سے خریدی جاتی ہین باوجودیکہ اُنکے برتنون کے ناپاک ہونے کا احتمال ہے کیونکہ اُنکی عورتین گوبر سے نہین بچتی ہین اُنکے متعلق محتسب اگر بچنے کو ناممکن سمجھے تو ہندوون کو حکم دے کہ گوبر اور مردار چیزون سے احتراز کرین اور اگر اُن پر یہ شاق ہو تو اُنکو اس بات کا حکم دے کہ وہ اپنے برتن کسی مسلمان کو دین جو دھو دے اور وہ اپنے ہاتھ

کسی مسلمان کے سامنے ہو تو نہین ورنہ فتوے اباحت پر ہی اور تقوے کے روسے احتراز کرنا چاہیے اسی طرح مجوسیون کی کسی چیز کے کھانے مین بجز اُنکے ذبیحہ کے کچھ حرج نہین ہے **سوال** گاے یا بھینس کے پایے اور مرغ کی کھال کھانا جائز ہے یا نہین **جواب** جائز ہی۔ نہایۃ البیان فیا یحل ویحرم من الحیوان کے ذکر احکام شاۃ مین بزبان فارسی لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے پنجہ اور کھال کا دباغت کے پہلے کھانا حلال ہے اور دباغت کے بعد اُس سے دوسرے فائدے اُٹھانا جائز ہے جیسا کہ مطالب المومنین مین ہی **سوال** پلاؤ یا شیر برنج کی دیگ مین اگر مینگنی نکلے تو کیا کیا جائے۔ اور جس روٹی مین مینگنی نکلے وہی نجس ہی یا سب روٹیان **جواب** جس روٹی مین مینگنی نکلے اگر سخت ہو تو پھینکدی جائے اور وہ روٹی کھائی جائے اور اگر ریزہ ریزہ ہو کر مخلوط ہو گئی ہو تو وہ روٹی نہ کھائی جائے۔ فتاوے سراجیہ مین ہے خبز وجد فی خلالہ سرقین فارۃ فان کان علے صلابتہ یرمی بہ و یوکل الخبز روٹی کے بیچ مین جب چوہے کی مینگنی نکلے اگر وہ سخت ہو تو پھینکدیجائے اور روٹی کھالی جائے۔ باقی ایک روٹی مین نکلنے سے اُس کے ساتھ کی پکی ہوئی روٹیون کا کھانا منع نہین ہے اور پلاؤ وغیرہ مین اگر سخت مینگنی نکلے اور مخلوط نہوئی ہو تو بعض متاخرین نے فتوے دیا ہی کہ مینگنی پھینک دی جائے اور وہ کھایا جائے مگر نہ کھانا مقتضاے احتیاط ہے۔ خزانۃ الروایات مین ہے فی العتابیۃ خرء الفارۃ نجس ومن المتاخرین من رخص فی الدھن وفی الطعام ان کان قلیلا لا یفسد ہ مالم یوجد ریحہ او طعمہ چوہے کی مینگنی نجس ہے اور بعض متاخرین نے کہا ہے کہ اگر یہ کھانے مین تھوڑی سے ہو تو کھانا خراب نہین ہوتا جب تک کہ اُسکی بو یا اُسکا مزہ کھانے مین نہ آجائے **سوال** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے گاے کا گوشت کھایا ہی یا نہین **جواب** حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کا حجۃ الوداع مین اپنے ازواج کی طرف سے گاے کا ذبح کرنا اور آپ کے ازواج کے پاس اُس گوشت کا آنا صحیح مسلم اور صحیح بخاری وغیرہما مین موجود ہی اور حضور کا تناول فرمانا صراحۃً کسی روایت مین نظر سے نہین گذرا۔ شیخ عبد الحق

محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مدارج النبوۃ مین بزبان فارسی لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے بکری کا گوشت تناول فرمایا ہے اور مخصوص گاے کا گوشت تناول فرمانا معلوم نہین ہوا البتہ حدیث سے یہ ثابت ہو کہ آپ نے اپنے ازواج رضی اللہ عنہم کی طرف سے گاے کی قربانی کی اور ظاہر یہ ہے کہ اُس قربانی کا گوشت نوش بھی کھایا ہوگا اور صحیح مسلم کے کتاب الزکوۃ کے آخر مین ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو قالت اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلحم بقر فقیل ھذا ما تصدق بہ علی بریرۃ فقال ھو لھا صدقۃ ولنا ھدیۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہو کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گاے کا گوشت لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ بریرہ کو صدقے مین ملا ہو آپ نے فرمایا یہ اُنکے لیے صدقہ و ہمارے لیے ہدیہ ہے **سوال** انگریزی وہ عرق جس مین ڈاکٹر دن کے بیان سے شراب ملا ہونا معلوم ہوتا ہو مگر اتنی کہ اُسکی اُبداری کا جز ہو سکے اور نشہ نہ لائے اور اُس دوا کا رنگ اور اُسکی بو محتمل ہو جس سے ناواقف شبہہ مین پڑ سکتا ہے اور اُس عرق کا مزہ کڑوا ایکٹھا ہے معلوم نہین شراب کا بھی مزہ ہوتا ہے یا کچھ اور پس ایسی دوا کا پینا جائز ہے یا نہین **جواب** جس دوا مین شراب کا ملنا اگرچہ ایک ہی قطرہ ہو یقینی یا ظنی ہو اُسکا پینا حرام ہے **سوال** اگر کسی شخص نے کسی حلال جانور کے ساتھ وطی کی اور اُسی حالت مین اُسے انزال بھی ہوا اور اس امر کو دو عادل مسلمانون نے دیکھا تو اُس جانور کا گوشت کھایا جا سکتا ہو یا نہین **جواب** ایسے جانور کا گوشت حرام نہین ہے قال فی منح الغفار شرح تنویر الابصار للمؤلف ولا حد بوطی بھیمۃ لانہ لیس فی معنی الزنا فی کونہ جنایۃ وفی وجود الداعی الیہ لان الطبع السلیم ینفر عنہ والعاصل علیہ نہایۃ السفہ او فرط الشبق ولانہ یعزر والذی یروی انہ تذبح البھیمۃ وتحرق فذلک لقطع التحدث بہ ولیس بواجب قالوا ان کانت الدابۃ مما لا یوکل لحمھا تذبح وتحرق کما ذکرنا وان کانت مما یوکل لحمھا تذبح ویوکل عند ابی حنیفۃ رح وقالا تحرق ھذہ ایضا اذا کانت البھیمۃ للفاعل فان کانت لغیرہ کان لصاحبھا ان یدفع الیہ بالقیمۃ وفی تبیین الکنز یطالب صاحبھا ان یدفعھا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح ھکذا ذکروا ولا یعرف الا سماعا فیحمل علیہ انتہی

وفی المجتبی ذبحت ویکرہ الانتفاع بھا حیاتھا وموتھا واطلق الطحاوی انما اذا کانت لہذ بحت ولم توکل وعن ابی یوسف انھا لاتحرق اذا کانت توکل وکان ابوعبداللہ الجرجانی یقول قول اصحابنا تذبح وتحرق علی وجہ الاستحباب واتی ابن عمر برجل اتی بھیمۃ فلم یحدہ وامربھا فاحرقت بالنار

مصنف منح الغفار رحمہ اللہ نے اپنی اسی کتاب کی شرح تنویر الابصار مین لکھا ہے چوپایہ کے ساتھ وطی کرنے پر کوئی حد نہین ہے کیونکہ یہ جنایت مین اور دواعی کے موجود ہونے مین زنا کے مساوی نہین ہے اسلیئے کہ طبع سلیم اس سے نفرت کرتی ہے اور اس پر عمل کرنے والا یا تو انتہائی بیوقوف ہے یا انتہائی مشتہی مگر ایسے شخص کو تعزیر کی جائے گی اور یہ جو مروی ہے کہ جانور ذبح کر دیا جائے اور جلا دیا جائے کیونکہ اُس سے نفع نہین حاصل کیا جاسکتا یہ ضروری نہین ہے فقہا کہتے ہین اگر جانور حرام ہو تو ذبح کرکے جلا دیا جائے جیسا کہ ہمنے ذکر کیا اور اگر حلال ہو تو ذبح کرکے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کھالیا جائے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک جلا دیا جائے جبکہ وطی کرنے والے کا جانور ہو اور اگر جانور کسی اور کا ہو تو وطی کرنے والے کو جانور کی قیمت اُس کے مالک کو دیدینا چاہیے اور تبیین الکنز مین ہے کہ جانور کا مالک قیمت کا مطالبہ کرے اور قیمت وصول کرکے جانور ذبح کر دے ایسا ہی ذکر کیا گیا ہے اور بجز سماع کے کوئی عقلی دلیل اس پر نہین ہے لہذا اسی پر محمول کیجائے گی اور مجتبی مین ہے کہ جانور ذبح کر دیا جائے گا اور اُس سے زندگی مین یا مرنے کے بعد نفع اُٹھانا مکروہ ہے اور طحاوی نے کہا ہے جب جانور وطی کرنے والے کی ملک ہو تو ذبح کیا جائے گا لیکن کھایا نہ جائے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب جانور حلال ہو تو جلایا نہ جائے گا اور ابو عبد اللہ جرجانی رحمہ اللہ کہتے تھے کہ ہمارے اصحاب کا قول ہے کہ جانور کو ذبح کرکے جلادینا مستحب ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے جانور کے ساتھ وطی کی تھی تو اُنھون نے اُس پر حد جاری نہین کی اور حکم دیا کہ جانور آگ مین جلادیا جائے سوال ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان سے ملنے کو بہ نیت خالص اُسکے مکان پر جائے اور جس کے مکان پر یہ ملنے کو گیا ہے وہ

میوہ یا طعام جو کچھ موجود ہو اُسکے سامنے پیش کرنا اپنے اوپر لازم جانے، اور پیش کرے اسی طرح نکاح کے دن جب براتی دولھن کے گھر مین جمع ہوتے ہین اور دولھن کے اقربا نکاح کے پہلے یا نکاح کے بعد کھانا کھلاتے ہین یہ بدعت ہے یا نہین **جواب** یہ فعل بدعت نہین ہے بلکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین بھی تھا جیسا کہ مدارج النبوۃ اور بہجۃ اخبار العروس وغیرہ مین مذکور ہے **سوال** زید کہتا ہے کہ جو کھانے پینے کی چیزین شوالون یا قبرون پر چڑھائی جاتی ہین یا تعزیون اور علمون کے سامنے رکھی جاتی ہین جیسا کہ ان امور کا ہندوستان مین دستور ہے اُن سب کا کھانا حرام ہے پس زید کا قول صحیح ہے یا غلط **جواب** غلہ اور شیرینی وغیرہ جو عوام شوالون اور تعزیون اور قبرون وغیرہ پر چڑھاتے ہین اُن سے نذر لغیر اللہ مقصود ہوتی ہے اور فقہا نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ نذر لغیر اللہ حرام ہے اور اُس چیز کا کھانا بھی حرام ہے۔ بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین ہے قال الشیخ قاسم فی شرح الدرر واما النذر الذی ینذرہ اکثر العوام علی ما ھو مشاھد کان یکون لانسان غائب او مریض او لہ حاجۃ ضروریۃ فیاتی قبر بعض الصلحاء فیجعل سترہ علی راسہ ویقول یا سیدی فلان ان رد اللہ غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذھب کذا او من الفضۃ کذا او من الطعام کذا او من المال کذا او من الشمع کذا او من الزیت کذا فھذا النذر باطل بالاجماع بوجوہ منہا انہ نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لا یکون لمخلوق ومنہا ان المنذور لہ میت لا یملک ومنہا انہ ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقادہ ذلک کفر اللہم الا ان قال یا اللہ انی نذرت لک ان شفیت مریضی ھذا او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم للفقراء الذین بباب السیدۃ نفیسۃ والفقراء الذین بباب الامام الشافعی والامام ابی اللیث او اشتری حصر المساجد او زیتا لوقودھا او دراھم لمن یقوم بشعارھا الی غیر ذلک مما یکون فیہ نفع للفقراء والنذر للہ تعالی وذکر الشیخ انما ھو محل صرف النذر لمستحقیہ القاطنین برباطہ او مسجدہ او جامعہ فیجوز بھذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء وقد وجد المصرف ولا یجوز ان یصرف ذلک لغنی ولا لشریف ذی منصب لانہ لا یحل لہ الاخذ

ما لم یکن محتاجا فقیرا ولا الذی انتسب لاجل نسبہ ما لم یکن فقیرا ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف الی الاغنیاء للاجماع علی حرمۃ النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل الذمۃ بہ وانہ حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذہ ولا اکلہ ولا التصرف فیہ بوجہ من الوجوہ الا ان یکون فقیرا او لہ عیال فقراء عاجزون عن الکسب وہم مضطرون الیہ فیاخذونہ علی سبیل الصدقۃ المبتدأۃ واخذہ ایضا مکروہ ما لم یقصد بہ الناذر التقرب الی اللہ وصرفہ الی الفقراء ویقطع النذر عن نذر الشیخ فاذا علمت ہذا فما یوخذ من الدراہم والشمع والزیت وغیرہا وتنقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیہم فحرام باجماع المسلمین ما لم یقصدوا بصرفہا الفقراء الاحیاء قولا واحدا

شیخ قاسم رحمہ اللہ نے شرح درر میں کہا ہے کہ وہ نذر جو اکثر عوام مانا کرتے ہیں (مثلا کوئی شخص غائب ہو جائے یا کوئی بیمار ہو یا کسی کو کوئی حاجت ہو تو کوئی شخص کسی بزرگ کی قبر پر آکے اوسکی چادر کو اپنے سر پر ڈالکر کہے کہ ای میرے سید اگر خدا میرے غائب کو لوٹا دے یا میرا مریض اچھا ہو جائے یا تم میری حاجت کو پورا کردو تو تمھارے لیے اتنا اور اتنا سونا یا چاندی یا کھانا یا مال یا شمع یا تیل ہے) تو یہ نذر متعدد وجوہ سے باطل ہی (۱) یہ مخلوق کی نذر ہی اور مخلوق کے لیے نذر ماننا جائز نہیں ہی کیونکہ نذر عبادت ہی اور عبادت مخلوق کے لیئے نہیں ہوسکتی (۲) منذور لہ میت ہی جو کسی شے کا مالک نہیں ہوسکتا (۳) اس سے اس امر کا گمان ہوتا ہی کہ وہ امور میں تصرف کرتا ہی نہ خدا اور یہ اعتقاد کرنا کفر ہے لیکن اگر یہ کہے ای اللہ میں نے تیرے لیے نذر مانی ہی کہ اگر تو میرے مریض کو اچھا کردے یا میرے غائب کو لوٹا دے یا میری حاجت پوری کردے تو میں اُن فقرا کو کھانا کھلاؤنگا جو سیدہ نفیسہ کے دروازے پر رہتے ہیں یا جو امام شافعی اور امام ابو اللیث رحمہما اللہ کے دروازے پر رہتے ہین یا میں مسجدون کے لیے چٹائیان بنواؤنگا یا وہان کی روشنی کے لیے تیل خریدونگا یا مسجد کے منتظم کو درہم دونگا اور اسی طرح دوسرے وہ امور جن میں فقرا کا نفع اور خدا کی نذر ہو اور شیخ نے ذکر کیا ہی کہ نذر مستحقین نذر پر صرف کیجائے یا جو اس بزرگ کی خانقاہ یا مسجد یا جامع میں رہتے ہون پس اس اعتبار سے یہ نذر درست ہی کیونکہ نذر کے مصرف فقرا ہین اور اب

مصرف پالیا گیا اور یہ ناجائز ہو کہ نذر کسی امیر یا شریف صاحب منصب (کیونکہ اُن کو نذر کا لینا
درست نہین جبتک کہ محتاج فقیر نہو) یا صاحب نسب پر صرف نسب کی وجہ سے (تا وقتیکہ وہ
فقیر نہو) صرف نہ کی جائے اور شرعا نذر کا اغنیا پر صرف کرنا ثابت نہین کیونکہ مخلوق کے لیے
نذر کرنے کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور ایسی نذر نہ تو واقع ہوتی ہے اور نہ ذمے سے
ساقط ہوتی ہے اور یہ حرام بلکہ سخت گناہ ہو اور شیخ کے خادم کو بھی اس نذر کا لینا درست
نہین ہو اور نہ اُسکا کھانا اور نہ اُس مین کسی طرح تصرف کرنا جبتک کہ وہ فقیر صاحب عیال کسب
سے عاجز اور نذر کے لینے پر مجبور نہون پس اسے بطور صدقہ کے لے سکتے ہین اور بھی نذر کا
لینا ناجائز ہے جبتک کہ نذر کرنے والے کی نیت خدا سے تقرب حاصل کرنے اور شیخ سے
قطع نظر کرکے فقرا پر صرف کرنے کی نہو پس جب تم کو یہ معلوم ہوگیا تو جو روپیہ اور شمعین
اور تیل وغیرہ اولیا کے مزارون پر چڑھایا جاتا ہے بالاجماع حرام ہے جبتک ان سے
زندہ فقرا پر صرف کرنا مقصود نہو **سوال** مسلمان مبتدع شیعہ سود خوار رشوت خوار شراب
خوار کے یہان کھانا کھانا اور نوکری کرنا جائز ہے یا نہین باوجودیکہ اُسکے یہان کھیتی
بھی ہوتی ہو اور حلال مال بھی ہے **جواب** اگر حلال مال غالب ہو تو اُسکے یہان کھانا کھانا
اور نوکری کرنا جائز ہے اور اگر حرام مال غالب ہو تو جائز نہین جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا
یا یہ تنخواہ حلال مال سے ہو - اشباہ مین ہو اذا کان غالب مال المھدی حلالا فلا باس
بقبول ھدیتہ واکل مالہ مالم یتبین انہ من حرام وان کان غالب مالہ الحرام
لا یقبلھا ولا یاکل الا اذا قال انہ حلال ورثہ او استقرضہ جب ہدیہ بھیجنے والے
کا اکثر مال حلال ہو تو اُس کا ہدیہ قبول کرنے اور اُسکا مال کھانے مین کچھ حرج نہین جبتک
یہ نہ معلوم ہو کہ یہ مال یا ہدیہ حرام مال سے ہو اور اگر اکثر مال حرام ہو تو ہدیہ نہ قبول کرے اور
اُسکا مال نہ کھائے مگر جبکہ وہ یہ کہدے کہ یہ مال حلال ہے مین نے ورا‌ثۃً پایا ہے یا قرض لیا
ہو **سوال** مردہ حیوان کی کھال کھانا کیسا ہے اور یہ جو متعارف ہو کہ بکری کا سر مع کھال
کے بھونتے ہین اور اُسکا شوربا کھاتے ہین جائز ہو یا نہین **جواب** مردہ جانور کی
کھال کھانا اگرچہ مدبوغ ہو اور درندون کی کھال اگرچہ مذبوح ہو جائز نہین ہے لیکن مذبوح

بکری کی کھال کا کھانا ناجائز ہے۔ زیلعی مین ہی جاز بیع لحوم السباع وشحومها وجلودها بعد الذکاۃ کجلود المیتۃ بعد الدباغ حتی یجوز بیعها والانتفاع بها غیر الاکل لطهارتها بالذکاۃ درندون کا گوشت چربی اور کھال ذبح کرنے کے بعد بیچنا درست ہی جس طرح مردے کی کھال کو دباغت کے بعد حتیٰ کہ اُسکی بیع اور اُسکے کھانے کے سوا دوسرے قسم کے منافع حاصل کرنا درست ہی کیونکہ وہ ذبح کرنے سے طاہر ہوجاتا ہی۔ اور منح الغفار مین ہی وساغ جلد المیتۃ وینتفع به لطهارته بعد الدبغ بغیر الاکل فانه لا یجوز اکله وان کان طاهرًا قال فی السراج الوهاج مسألۃ جلد المیتۃ بعد الدباغ هل یجوز اکله اذا کان من حیوان ماکول اللحم قال بعضهم نعم لانه طاهر کجلد الشاۃ المذکاۃ وقال بعضهم لا یجوز اکله وهو الصحیح مردے کی کھال بیچی جاسکتی ہے اور اُس سے نفع حاصل کیا جاسکتا ہی کیونکہ وہ دباغت کے بعد طاہر ہے البتہ اُسکو کھانا درست نہین ہی سراج وہاج مین ہی مسئلہ مردے کی کھال کا دباغت کے بعد کھانا درست ہی یا نہین جبکہ مردہ حیوانات ماکولات اللحم سے ہو بعضون کے نزدیک درست ہے کیونکہ وہ طاہر ہے ذبح کی ہوئی بکری کی کھال کی طرح اور بعضون کے نزدیک درست نہین ہے اور یہی صحیح ہی۔ اور ہدایہ مین ہے ثم ما یمنع النتن والفساد فهو دباغ وان کان تشمیسا او تتریبا۔ جو چیز بدبو دار اور خراب نہونے دے وہی دباغ ہی چاہے دھوپ مین رکھکر ہو یا مٹی ملکر **سوال** سید احمد کبیر کی گاے اور شیخ سدو کا بکرا وغیرہ حلال ہی یا نہین **جواب** اگر تقرب الٰہی اور اللہ کے لیے خون بہانا اور کسیکو اُسکا ثواب پہونچانا منظور ہو تو حلال ہے اور جب غیر خدا کا تقرب منظور ہو اور محض جان لینا منظور ہو نہ ایصال ثواب اور تناول گوشت اور ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے تو اس مین علما کا اختلاف ہی اور منشأ اختلاف ما اهل به لغیر اللہ کی تفسیر ہے بعضون نے حلت کا فتوے دیا ہے تفسیر احمدی مین ہے ومن ههنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما هو الرسم فی زماننا حلال طیب لانه لم یذکر اسم غیر اللہ علیها وقت الذبح وان کانوا ینذرونها له اسی سے معلوم ہوتا ہی کہ گاے جس کی نذر اولیا اللہ کے لیے مانی گئی ہو جیسا کہ آجکل ہوا کرتا ہی وہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہین لیا جاتا اگرچہ نذر لغیر اللہ ہے۔ اور ایک گروہ اسکی

حرمت کا قائل ہو۔ نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین لکھا ہو قال العلماء لوان مسلما ذبح ذبیحۃ و قصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا و ذبیحتہ ذبیحۃ مرتد علما نے کہا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی ذبیحہ ذبح کیا اور اُسکے ذبح سے اُسکا مقصد تقرب الی غیر اللہ تھا تو وہ شخص مرتد ہوگیا اور اُسکے ذبیحہ کا حکم مرتد کے ذبیحے کا ہو۔ امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفاسیر مین اس کی تصریح کی ہے اور فقہا نے بھی اسکو حرام لکھا ہے۔ درمختار مین ہے ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظام یحرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ و لو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالی والفارق انہ ان قدمھا لیاکل منھا کان الذبح للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للربح وان لم یقدمھا لیاکل منھا بل یدفعھا لغیرہ کان التعظیم غیر اللہ فتحرم وھل یکفر قولان کذا فی البزازیۃ اگر کسی امیر یا اُسی کے ایسے کسی دوسرے بڑے کی تشریف آوری کیوجہ سے ذبیحہ کیا تو حرام ہے کیونکہ درحقیقت اُس پر خدا کے سوا دوسرے کا نام لیا گیا اگرچہ اُس پر خدا کا نام لیا گیا ہو (ظاہر الفاظ مین) اور اگر مہمان کے لیے ذبح کیا تو حرام نہین ہے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہو اور مہمان کی عظمت خدا کی عظمت ہو ان دونون صورتون مین فرق یہ ہو کہ ایک اس غرض سے ذبح کیا ہے کہ اُس سے کھایا جائے تو ذبح خدا کے لیے کیا گیا اور نفع مہمان یا ولیمہ یا ذبح کا ہوا اور ایک اس لیے ذبح کیا ہے کہ اُس سے کھایا نہ جائے بلکہ دوسرن کو بانٹ دیا جائے چونکہ اسمین غیر اللہ کی تعظیم ہے اس لیے یہ حرام ہے اور اس مین دو قول ہین آیا اس فعل سے کافر ہوگا یا نہین جیساکہ بزازیہ مین ہے۔ اور ایسا ہی اشباہ ونظائر اور عالمگیری وغیرہ مین ہے **سوال** تاڑی یا شراب کا سرکہ حلال ہو یا نہین **جواب** جب تاڑی یا شراب منقلب الحقیقۃ ہوکے سرکہ ہوگئی تو حلال ہے **سوال** مچھلی ذبح کرکے کھانا چاہیے یا بے ذبح کیے ہوے **جواب** مچھلی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہین ہو شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اشعۃ اللمعات مین بزبان فارسی لکھتے ہین جس کا ترجمہ یہ ہے مچھلی بے ذبح کیے ہوے حلال ہے کیونکہ شکار کرنا اور اُسے دریا سے نکالنا ذبح کا حکم رکھتا ہو **سوال** جس مچھلی کو مجوسی یا کوئی اور کافر شکار کرکے دریا سے نکالے وہ حلال ہے یا نہین

**جواب** حلال ہی کمال الدین محمد بن موسی دمیری شافعی رحمہ اللہ حیوۃ الحیوان مین امام حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہین کہ اُنھون نے فرمایا مین نے ستر صحابی کو مجوسی کا شکار رکھاتے ہوے دیکھا ہے۔ اور ابو المکارم رحمہ اللہ شرح نقایہ مین لکھتے ہین وفی المحیط لا باس باکل سمکۃ اصطادھا المجوسی لانھا تحل بدون التسمیۃ فالمجوسی وغیرہ فیہ سواء مچھلی جسے مجوسی نے شکار کیا ہو اُس کے کھانے مین کوئی حرج نہین ہے کیونکہ مچھلی بغیر خدا کا نام لیے ہوی بھی حلال ہے پس مجوسی اور دوسرے لوگ سب اس معاملے مین مساوی ہین **سوال** گرڈول یعنے ڈھینگ حلال ہی یا حرام **جواب** گرڈول کرگس کی قسمون مین سے ہی اور مردار خوار پرندہ ہی حرام ہی **سوال** ایمۂ اربعہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک گھوڑا حلال ہے یا حرام **جواب** گھوڑا امام شافعی اور امام احمد حنبل رضی اللہ عنہما کے نزدیک حلال ہی کیونکہ بخاری اور مسلم مین ہی نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم یوم خیبر عن الحوم الحمر الاھلیۃ واذن فی لحوم الخیل حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے جنگ خیبر مین شہری گدھون کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑے کے گوشت کی اجازت دی۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن امام مالک رحمہ اللہ مکروہ تنزیہی کے قائل ہین۔ اور اصحاب حنفیہ کا اس مین اختلاف ہی بعضے کراہت تحریمی کے قائل ہین اور بعضے کراہت تنزیہی کے صاحب کافی نے کراہت تنزیہی کو صحیح اور صاحب مطالب المومنین نے کراہت تحریمی کو صحیح لکھا ہے تفسیر احمدی مین ہے مفتی کو چاہیے کہ گھوڑے کی صحت کی حالت مین اُسکے گوشت کی اباحت کا فتوی نہ دے کیونکہ اس سے آلۂ جہاد کی کمی لازم آتی ہے مگر جبکہ گھوڑا قریب بہلاکت ہو تو اُس کے کھانے کا فتوے دے تاکہ مسلمان کا مال ضائع نہو۔ اور کفایۃ المنتہی مین ہے بعض نے کہا ہی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی وفات سے تین دن پہلے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا جو اُنھون نے گھوڑے کے حرمت پر پہلے کہا تھا۔ اور اسی پر فتوی ہی جیسا کہ جامع الرموز مین ہی **سوال** پان مین چونا کھانا درست ہے یا نہین **جواب** درست ہی۔ نصاب الاحتساب مین ہے یباح اکل النورۃ مع الورق الماکول فی دیار الھند لانہ قلیل نافع فان الغرض المطلوب من الورق المذکور لایحصل بدونھا پان کے ساتھ چونا

کھانا مباح ہے کیونکہ وہ کم مقدار مین نقصمند ہوتا ہی اس لیے کہ بان سے جو غرض ہے وہ بغیر چونے کے حاصل نہین ہوتی **سوال** چمگاڈر حلال ہے یا حرام **جواب** مختلف فیہ ہے۔ فتاوی قاضی خان مین ہی ولا یوکل الخفاش لانہ ذوناب چمگاڈر نہ کھانا چاہیے کیونکہ اُس کے دانت ہوتے ہین۔ اور عینی شرح ہدایہ مین لکھتے ہین وفیہ نظر لان کل ذی ناب لیس بمنھی عنہ اذا کان لا یصطاد بنابہ اس مین شک ہے کیونکہ ہر دانت والا منہی عنہ نہین ہی جبکہ دانت سے شکار نہ کرتا ہو **سوال** گردہ حلال ہے یا مکروہ **جواب** مکروہ بھی نہین ہے مدارج النبوۃ مین بروایت حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما وارد ہے وہ کہتے ہین کہ ہم ایک سو تیس آدمی تھے اور کہا گیا کہ ایک صاع آٹا گوندھا گیا ہے اور ایک بکری ذبح کی گئی ہے اور اُس کا جگر اور دل اور گردے بھونے گئے ہین پس خدا کی قسم کہ اُتنے سے کھانے کو ہم سب نے سیر ہو کر کھایا اور جتنا وہ تھا اُتنے کا اُتنا ہی باقی رہا پھر ہمنے اُسے اپنے اُونٹون پر لاد لیا اور گردون کے مکروہ ہونے کی جو روایت کی گئی اُس کے متعلق حافظ عراقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے اسناد ضعیف ہین **سوال** فیل مرغ حلال ہے یا حرام **جواب** حلال ہی کیونکہ دانہ کھاتا ہی نہ شکاری ہے کہ اپنے پنجے سے شکار کرنے کا عادی ہو اور نہ مردار خوار ہی اور مشابہت صوری حرمت کا باعث نہین ہو سکتی خرگوشش بھی گدھے کے کان کے مشابہ کان رکھتا ہے مگر حلال رہے **سوال** بیلو جو ایک چڑیا ہی حلال ہے یا حرام **جواب** دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ بیلو کو زبان دکن مین بیلک کہتے ہین یہ زرد رنگ کا ہوتا ہے اور اسکے دونون بازوون پر سیاہی ہوتی ہی اور دانہ کھاتا ہے پنجہ سے شکار نہین کرتا نہ مردار خوار ہے پس اسکے حلال ہونے مین کچھ شک نہین ہے **سوال** (۱) کسی ہندو بے دین بت پرست نے اپنے کسی تہوار یا تقریب شادی یا غمی مین کسی مسلمان دیندار پرہیزگار یا مسلمان بے نمازی زنا کار شراب خوار بدعتی کی دعوت کی اور اُن مسلمانون نے اُس کی دعوت قبول کی اور کوئی چیز مثل کھانے کے کھائی یا کھانے کا سامان یا نقد روپیہ لیا اور اُسے اپنے ہاتھ سے پکایا اور کھایا تو اس طرح کا ہندوون کا کھانا اور دعوت لینا درست ہے یا نہین (۲) اگر ہندوون کا اس طرح کا کھانا درست

ہو تو فبہا ورنہ اُن کھانے والون کی کیا سزا ہے **جواب** (۱) ہندو کے تہوار کے
دن ہدیہ لینا یا دعوت قبول کرنا مسلمان کو درست نہین ہے جیساکہ ذخیرہ مین ہے
لاینبغی للمومن ان یقبل ہدیۃ الکافر فی یوم عیدہم ولو قبل لا یرسل الیہم شیئا مومن
کو کافر کا ہدیہ اُس کی عید کے دن نہ قبول کرنا چاہیے اور اگر قبول کرے تو پھر اُسکو کوئی چیز
نہ بھیجے۔ اور خزانۃ الروایات مین ہے فی الفصول والتاتارخانیۃ فی المحیط ما یاتی
المجوس فی یوم نیروزہم من الاطعمۃ الی الاکابر والسادات من کانت بلینہ و
بلینہم معرفۃ وذہاب ومجئ فقد قیل من اخذ ذلک علی وجہ الموافقۃ یضرہ ذلک
بدینہ فصول اور تاتارخانیہ مین محیط سے نقل کرکے لکھا ہے مجوس جو کھانے وغیرہ بڑے
لوگون کے پاس جن کے یہان اُن کی آمد و رفت ہوتی ہے اپنی عید کے دن لاتے ہین
اُسکے متعلق لوگ کہتے ہین کہ جو اُسے بطریق موافقت لے گا اُسکا یہ فعل اُسکے دین مین
خلل انداز ہوگا باقی شادی اور غمی مین اگر ہندو دعوت کرے تو اُس کا قبول کرنا
بعض فقہا کے نزدیک درست اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے جیساکہ خزانۃ الروایات
مین ہے فی مفید المستفید من الواقعات لا باس بالذہاب الی ضیافۃ اہل
الذمۃ ہکذا ذکر محمد رح لکن المذکور فی النوازل یخالف ہذا فانہ کرہ فیہ الاجابۃ
مفید المستفید مین واقعات سے نقل کیا ہے کہ اہل ذمہ کی دعوتون مین جانے مین کچھ حرج
نہین ہے یہ امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے لیکن نوازل مین ہے کہ ان دعوتون کا قبول کرنا
مکروہ ہے۔ اور جواز ضیافت کی حالت مین بھی وہ اس امر کے ساتھ مشروط ہے کہ دعوت
کی محفل غنا مزامیر بت پرستی شراب خواری اور اطوار کفر و شرک و محرمات سے خالی ہو اور
اگر اُس مجلس مین ایسے امور ہون تو جانا درست نہین ہے جیساکہ درمختار مین ہے دعی
الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل والمنکر فی المنزل فلو علی المائدۃ لا ینبغی
ان یقعد بل یخرج فان قدر علی المنع فعل والا صبر وان علم اولا باللعب لا یحضر اصلا
سواء کان ممن یقتدی بہ اولا اگر کوئی شخص ایسی دعوت مین بلایا گیا جس مین
کھیل کود اور گانا تھا اور وہ شخص گیا اور بیٹھا اور کھانا کھایا لیکن یہ بُری باتین دوسرے مکان مین

تھین (تو کچھ حرج نہین ہی) اور اگر کھیل دسترخوان پر ہو تو وہان نہ بیٹھنا چاہیے بلکہ چلا آنا چاہیے اور اگر روک سکتا ہو تو روکدے ورنہ صبر کرے اور اگر پہلے سے اُسے یہ معلوم ہو تو وہان نہ جائے چاہے وہ مقتدا ہو یا نہو۔ (۲) جس نے ہندو کے تھوار کے دن دعوت قبول کی یا تقریب کی ضیافت مین باوجود منکرات شرعیہ موجود ہونے کے گیا اُسکو توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ابو الحسنات محمد عبد الحی

## باب اللبس والزینۃ

**سوال** ڈھیلا پائجامہ پہننا درست ہی یا نہین **جواب** کچھ حرج نہین بشرطیکہ تشبہ فساق او تکبر کی غرض سے نہو **سوال** کانچ کی چوڑیان عورتون کو پہننا جائز ہے یا نہین **جواب** جائز ہی اور اس کی ممانعت کی کوئی وجہ نہین ہے **سوال** سرخ بانات اور کھاروا اور شنجرفی اور پیازی رنگ درست ہے یا نہین **جواب** درست ہے کیونکہ ہر سرخ رنگ حرام نہین ہی بلکہ معصفر حرام ہی **سوال** سید سالار مسعود غازی رحمہ اللہ کے جھنڈے کا کپڑا اپنے صرف مین لانا چاہیے یا تصدق کر دینا چاہیے **جواب** بظاہر اسکے خود استعمال کرنے مین کچھ حرج نہین ہے اور مساکین وفقرا کو دیدینا اولی ہے **سوال** عورتون کو چھاگل پہننا جائز ہے یا نہین اور آیۃ و لا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن کا شان نزول کیا ہے اور اگر کوئی عورت چھاگل اس طرح پہنے کہ اُسکی آواز نہ نکلے تو درست ہی یا نہین **جواب** بنظر زینت چاندی سونے کا ہر زیور عورتون کو پہننا جائز ہے مگر جو مشی اور حرکت مین بجے اُسکا استعمال بخوف فتنہ جائز نہین ہے اور آیت مذکورہ کا شان نزول اسی باب مین ہے۔ معالم التنزیل مین ہی کانت المرأة اذا مشيت ضربت برجلها ليسمع صوت خلخالها فنهيت عن ذلك عورتین جب چلتی تھین اپنے پاؤن زمین پر مارتی تھین اور اُنکی چھاگل کی آواز سنائی دیتی تھی تو وہ اُس سے روک دی گئین۔ اور تفسیر احمدی مین ہے ثم نقول روی انه کانت المرأة فی العرب تضرب الارض برجلها اذا مشت لیعلم الناس انها ذات خلخال او تضرب احدی رجلیها علی

الاخری فنہاھا اللہ عن ذلک وقال لا یضربن الخ ای لا یضربن علی الارض بارجلھن اویاحدی
رجلیھا علی الاخری لیتقعقع خلخالھا فیعلوانھا ذات خلخال فان ذلک یورث میلا فی الرجال
پھر مین کہتا ہون کہ یہ مروی ہے کہ عورتین عرب کی جب چلتی تھین یا زمین پر پاؤن مارتین
یا اپنے دونون پاؤن کو لڑاتین تاکہ لوگون کو یہ معلوم ہوجائے کہ انکے پاس چھاگل ہے تو
اللہ تعالے نے اُنکو ایسا کرنے سے منع فرمانے کے لیے یہ آیت نازل کی لا یضربن الآیۃ
جس کا مطلب یہ ہے کہ عورتون کو زمین پر اپنے پاؤن نہ مارنا چاہیے اور نہ دونون پاؤن
کو لڑانا چاہیے تا کہ چھاگل بجے اور لوگون کو معلوم ہو کہ انکے پاس بھی چھاگل ہے کیونکہ
اس طرح مردون کی طبیعت اُنکے جانب مائل ہوگی۔ اور تفسیر کبیر مین ہو قال ابن عباسؓ
وقتادۃؓ کانت المرأۃ تمر بالناس وتضرب برجلھا لیسمع قعقعۃ خلخالھا ومعلوم ان الرجل
الذی یغلب علیہ شھوۃ النساء اذا سمع صوت الخلخال یصیر ذلک داعیۃ لہ ذائدۃ
فی مشاھدتھن حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہو کہ عورتین مردون
مین گذرتی تھین اور زور زور پاؤن پٹکتی تھین تاکہ لوگ اُنکی چھاگل کی آواز سن لین اور یہ
بات معلوم ہے کہ مرد پر شہوت عورتون کی غالب آجاتی ہے تو چھاگل کی جھنکار اُسے عورت
کے دیکھنے کی طرف مائل کردے گی۔ اور سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور مین لکھا ہو اخرج عبد بن
حمید عن مجاھد ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن قال الخلخال
نھی ان یضرب برجلھا لیسمع صوت الخلخال واخرج ابن ابی حاتم عن ابن مسعودؓ لیعلم ما یخفین
من زینتھن قال الخلخال عورتون کو زمین پر اپنا پاؤن اس غرض سے نہ مارنا چاہیے کہ مردون
کو اُنکی پوشیدہ زینت کا علم ہوجائے چھاگل والی عورتون کو اس امر سے منع کیا گیا ہو کہ اپنے پاؤن کو زمین
پر چھاگل کی آواز سنانے کے لیے مارین اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود
رضی اللہ عنہ سے اخراج کیا ہے تاکہ معلوم ہوجائے اُنکی پوشیدہ زینت یعنی چھاگل — اور
نصاب الاحتساب مین ہے ومما یحتسب علی النساء اتخاذ الجلاجل فی رجلھن لان اتخاذ
الجلاجل فی رجل الصغیرۃ مکروہ ففی المرأۃ البالغۃ اشد کراھۃ لان مبنی حالھن علی
الستر وفیہ اظھارھن مع ما انہ من اسباب اللھو عورتون سے جس امر کا احتساب ہوگا

وہ پاؤن مین گھونگرو کا پہننا ہے کیونکہ چھوٹی لڑکی کے پاؤن مین گھونگرو پہنانا مکروہ ہے پس بالغ عورت کے حق مین تولامحالہ سخت مکروہ ہوگا کیونکہ اُنکی حالت کا مقتضے ستر ہے اور اس مین اظہار ہی علاوہ برین یہ اسباب لہو مین سے ہی۔ اورابوداؤد نے بنانہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی جو حضرت عبدالرحمن بن حبان انصاری رضی اللہ عنہ کی لونڈی ہین انہا کانت عند عائشۃؓ اذا دخلت علیہا بجاریۃ وعلیہا جلاجل یصوتن فقال لاتدخلیہا علی الا تقطعن جلاجلہا سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہا جرس بنانہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھین جبکہ اُنکے پاس ایک لونڈی لائی گئی جو گھنگرو پہنے ہوئی تھی اور وہ بج رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس نہ لاؤ جبتک کہ اُسکے گھنگرو نہ کاٹے جائین کیونکہ مین نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو یہ فرماتے ہوے سنا ہے کہ جس گھر مین جرس ہوتا ہی اُس مین ملائکہ نہین آتے۔ اور تفسیر احمدی مین عبارت مسطورہ کے بعد لکھا ہے وقد قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یستجیب دعاء قوم یلبسون الخلخال نساؤھم اور جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے کہ خدا اُس قوم کی دعا قبول نہین کرتا جن کی عورتون کے پاؤن مین چھاگلین ہون **سوال** سفید جبہ یا پائجامہ یا کرتہ جس پر خالص چاندی کے بوٹے بنے ہون پہننا جائز ہے یا نہین **جواب** دو شرط سے اس قسم کا کپڑا پہننا جائز ہے (۱) بوٹا عرضا چار انگشت سے زائد نہو اگرچہ طولا زائد ہو جیساکہ ردالمحتار مین ہی ھل المراد قدر اربع اصابع طولا وعرضا بان لا یزید طول العلم وعرضہ علی ذلک او المراد عرضہا فقط وان زاد طولہ المتبادر من کلامہم الثانی چار اُنگل کی مقدار سے طول اور عرض دونون مراد ہین کہ پھول بوٹا چار اُنگل سے زائد چوڑا اور لمبا نہو یا صرف عرض مراد ہی کہ اس سے زائد لمبان درست ہی اسکے متعلق عام فقہا کے کلام سے معنی ثانی کا مراد ہونا سمجھا جاتا ہی (۲) اس قدر قریب بوٹے نہون جس مین اصل کپڑا چھپ جائے اور متوسط مقام سے بالکل کام معلوم ہو جیساکہ درمختار مین ہی ظاہر المذھب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسطہ فی القنیۃ ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرق پھول بوٹے اگرچہ عمامہ مین ہون جمع نہ کیے جائین گے

جیسا کہ قنیہ مین ہی۔ اور رد المحتار مین ہے ای الا اذا کان خط منہ قزا و خط منہ غیرہ بحیث یری کلہ قزا فلا یجوز ومقتضاہ حل الثوب المنقوش بالحریر تطریزا و نسجا اذا لم تبلغ کل واحدۃ من نقوشہ اربع اصابع وان زادت بالجمع ما لم یرہ کلہ حریرا قال الطحطاوی وحل الکل المتفرق من الذہب والفضۃ کذلک الحریر یعنے جب کپڑے مین ایک خط ریشم کا ہو اور ایک اُسکا نہو اس طرح پر کہ کپڑا سارا ریشم ہی معلوم ہو تو اُس کپڑے کا پہننا ناجائز ہے اسکا مقتضے یہ ہی کہ وہ کپڑا جس پر ریشم کے پھول بوٹے کاڑھے گئے ہون یا بُنے ہوے ہون حلال ہو جبتک کہ اُسکا ہر پھول چار انگل سے زائد نہو اگرچہ سب ملاکر چار انگل سے زائد ہو جب تک کہ دیکھنے مین سب ریشم نہ معلوم ہونے لگے طحطاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ متفرق سونے اور چاندی اور ایسے ہی ریشم کا بھی یہی حکم ہے یعنی جس کپڑے پر کامدانی کا کام اس قدر کثرت سے ہو کہ کپڑے مین بوٹے ہی بوٹے معلوم ہوتے ہون اور وہ مین نہ دکھائی دیتی ہو یا کوئی بوٹا چار انگل سے عرضا زائد ہو تو وہ ناجائز ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ صح الجواب واللہ علیم حررہ ابو الاحیار محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم **سوال** نتھ کا پہننا جائز ہے یا نہیں **جواب** نتھ کو آجکل عرب مین خزام کہتے ہین جائز ہے کیونکہ یہ دوسرے زیورون کی طرح عادیات مین سے ہی کہ اسکے استعمال مین کچھ حرج نہین ہے البتہ یہ بدعت ہے لیکن بدعت جبکہ دین اور عبادت مین نہو بلکہ عادت مین ہو تو وہ مردود نہین ہی مثلا کھانے پینے کپڑون سواریون اور مکانات مین کوئی نئی بات نکالنا اور اسی طرح کی دوسری باتین جن سے کرنے والے کا مقصد تقرب الی اللہ نہو بلکہ محض استعمال مراد ہو جیسا کہ اسکی تصریح حدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ مین ہے وقاس الطحطاوی ثقب الانف علے ثقب الاذن للقرط کما نقل قولہ صاحب رد المحتار تحت شرح قول صاحب الدر وہل یجوز الخزام فی الانف لم ارہ قلت ان کان مما تزین النساء بہ کما ہو فی بعض البلاد فہو فیہا کثقب القرط ففہم من ہذہ العبارۃ جواز ثقب الانف ولبس الخزام طحطاوی نے ناک کے بیہ کا قیاس کان کے بیہ پر کیا ہے جو بالیون کے لیے چھیدے جاتی ہین

جیسا کہ اسے صاحب رد المحتار نے شرح در کے اس قول (کیا ناک مین نتھ کا پہننا جائز ہے مین نے اس کے متعلق کچھ نہین دیکھا) کی شرح مین لکھا ہی مین کہتا ہون کہ اگر عورتین اس سے زینت حاصل کرتی ہون جیسا کہ بعض مقامات مین ہے تو اُن مقامات مین نتھ کا پہننا بالیون کی طرح ہے بس اس عبارت سے سمجھا گیا کہ ناک کا بیدھ چھید وانا اور نتھ کا پہننا جائز ہے۔ واللہ اعلم حررہ الفقیر المعترف بالسہو والتقصیر الراجی رحمۃ ربہ الباری محمد محسن الجونفوری تجاوز اللہ عن ذنبہ المعنوی والصوری **ہوالمصوب** بیشک ناک کے بیدھ کے ممنوع ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے علما نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔ درمختار مین ہے ولا باس بثقب اذن البنت استحسانا کذا فی الملتقط قلت وھل یجوز الخزام فی الانف لم ارہ لڑکی کے کانون کے بیدھ مین استحسانا کچھ حرج نہین ہے جیسا کہ ملتقط مین ہے مین کہتا ہون کہ نتھ کے جواز کے متعلق مین نے کہین کچھ نہین دیکھا ہے۔ اور رد المحتار مین طحطاوی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے وقد نص الشافعیۃ علی جوازہ شافعیہ اسکے جواز پر استدلال لائے ہین۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** جو حدیثین ابو داؤد اور نسائی نے باب الذہب للنسار مین لکھی ہین اُن سے عورتون کے لیے استعمال ذہب کی حرمت ثابت ہوتی ہے یا نہین اگر ثابت ہوتی ہے تو جمہور نے ان کا کیا جواب دیا ہے **جواب** واضح ہو کہ بکثرت روایتون سے عورتون کے لیے حلت ذہب ثابت ہے منجملہ اُنکے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث ہی جسکو ترمذی اور نسائی اور احمد اور طبرانی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حرم لباس الذھب والحریر علی ذکور امتی واحل لاناثھم حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے مردون کو سونے اور ریشم کے کپڑون کا پہننا حرام ہے اور عورتون کو حلال ہے۔ ترمذی نے اسکے اسناد کو صحیح کہا ہے اور منجملہ اُنکے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث ہی کہ احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان نے اُسکو روایت کیا ہی

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ واخذ ذہبا فجعلہ فی شمالہ ثم قال ان ہذین حرام علی ذکور امتی حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے ریشم لیا اور اُسکو اپنے داہنے ہاتھ مین لیا اور سونے کو اپنے بائین ہاتھ مین پھر فرمایا کہ یہ دونون میری امت کے مردون پر حرام ہین - اور روایت ابن ماجہ مین وھی حل لانا ثھم (اور یہ میری امت کے عورتونکے لیے حلال ہین) ہے - اور عبدالحق رحمہ اللہ نے ابن المدینی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے وہذا حدیث حسن ورجالہ معروفون اور یہ حدیث حسن ہے اور اسکے رجال معروف ہین اور منجملہ اُنکے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو سنن بیہقی مین مروی ہی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الحریر والذہب حرام علی ذکور امتی مین نے حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ سے سنا ہی کہ فرماتے تھے ریشم اور سونا میری امت کے مردون پر حرام ہی - حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسکی اسناد کو حسن کہا ہے - اور منجملہ اُنکے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہی جو مسند بزاز اور مسند ابو یعلے اور سنن ابن ماجہ ومعجم طبرانی وغیرہ مین مروی ہی - اور منجملہ اُنکے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی جو معجم طبرانی اور عقیلی اور طبرانی کی کتاب الضعفاء مین مروی ہے - اور منجملہ اُنکے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی جو معجم طبرانی مین مروی ہے - اور منجملہ اُنکے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہی جو مسند بزار مین مروی ہے - اور یہ سب حدیثین احادیث سابقہ کے مطابق دلالت رکھتی ہین اس امر پر کہ سونے کی حرمت مردون کے ساتھ مخصوص ہے باقی رہین وہ حدیثین جو ممانعت پر دلالت کرتی ہین پس حافظ عبدالعظیم منذری رحمہ اللہ نے اُنکے ذکر کے بعد لکھا ہے ہذہ الاحادیث التی ورد فیہا النہی والوعید عن تحلی النساء بالذہب یحتمل وجوہا احدہا انہ منسوخ فانہ قد ثبتت اباحۃ تحلی النساء بالذہب الثانی ان ہذا فی حق من لا یودی زکوتہ دون من اداہا ویدل علیہ حدیث عمرو بن شعیب وعائشۃ واسماء الثالث انہا فی حق من تزینت بہ واظہرتہ ویدل لہا ما رواہ النسائی وابو داؤد عن اخت لحذیفۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا معشر النساء اما لکن فی الفضۃ ما تحلین بہا اما انہ لیس منکن

امرأۃ تتحلی ذھبا وتظھرہ الاغذبت الرابع من الاحتمالات انہ انما منع منہ فی حدیث الاسورۃ والفتخات لما رأی من غلظہ فانہ مظنۃ الفخر والخیلاء و بقیۃ الاحادیث محمولۃ علی ھذا یہ حدیثین جن مین عورتون کے لیے سونے کا زیور پہننے پر وعید اور نہی وار د ہوئی ہی بہت سے احتمال رکھتی ہین اول یہ کہ یہ سب منسوخ ہین کیونکہ عورتون کے لیے سونے کے زیور کا مباح ہونا ثابت ہی دوسرے یہ کہ یہ حدیثین اُنکے متعلق ہون جو انکی زکوۃ نہ ادا کرین اس پر عمرو بن شعیب عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہم کی حدیثین دلالت کرتی ہین تیسرے یہ کہ یہ حدیثین اُن عورتون کے متعلق ہین جو ان سے زینت حاصل کرین اور اُسکا اظہار کرین اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو نسائی اور ابو داؤد نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بہن سے روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتو کیا تم مین سے کسی کے پاس چاندی نہین جسکا زیور بنوائے اور کیا یہ واقعہ نہین ہے کہ جو عورت سونا پہنکر اُسکا اظہار کرتی ہے اُسپر عذاب ہوگا چوتھے یہ کہ اسکی ممانعت کڑون اور کنگنون والی حدیث سے ثابت ہوتی ہی جس کی وجہ یہ تھی کہ عورتین موٹے موٹے کڑے اور کنگن پہنتی تھین جس سے فخر اور تکبر کا احتمال ہوتا ہی پس باقی حدیثین اسی پر محمول کی جائینگی **سوال** زرد یا سنہری رنگ کا کپڑا کسم اور زعفران کے سوا مین رنگا ہوا مرد کو پہننا جائز ہے یا نہین **جواب** زرد رنگ کسم اور زعفران کے سوا مین رنگا ہوا پہننا جائز ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے زرد کپڑا پہننا ثابت ہی بلکہ بعض روایتون سے ثابت ہی کہ سفید کے بعد حضور روحی فداہ کو زرد رنگ محبوب تھا سنن ابوداؤد اور نسائی وغیرہ مین ہی ان ابن عمر کان یصبغ لحیتہا بالصفرۃ حتی تمتلی ثیابہ من الصفرۃ فقیل لہ لم تصبغ بالصفرۃ فقال انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصبغ بہا ولم یکن شیٔ احب الیہ منہا وقد کان یصبغ بہا ثیابہ کلہا حتی عمامتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے تھے یہانتک کہ اُنکے کپڑون مین زرد رنگ آجاتا اُن سے پوچھا گیا کہ آپ زردی سے کیون رنگتے ہین تو انھون نے جواب دیا کہ مین نے حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کو اسی سے رنگتے دیکھا

ہے اور آپ کو اس سے زائد کوئی رنگ پسند نہ تھا آپ اپنے کپڑون کو اسی سے رنگتے حتی کہ عمامہ کو بھی۔ اور عمدۃ التحریر فی مسائل اللون واللباس والحریر مین منقول ہی مرد کو پہننا زعفرانی یا زرد رنگ کا کپڑا اگر وہ حریری ہے اور مراد زرد سے زرد مائل بسرخی ہی اسلیے کہ زرد کا پہننا حضرت صلعم سے اور بعض صحابہ رض سے منقول ہی کذا قال مولانا محمد اسحق الدہلوی رحمہ اللہ اور روایت ہی امام محمد رحمہ اللہ سے کہ ایام شادی مین زرد رنگ کی رخصت ہی انتہی اور بھی اسی کتاب مین ہی دوسرا قسم کسم کے رنگ کا وہ جو مخلوط ہو ساتھ زردی کے پس اگر زردی کم ہو اور سرخی کسم کی غالب ہو جیسے نارنجی یا زردی بہ نسبت نارنجی کے زیادہ ہو مگر سرخی سے کم ہو جیسے سنہرا یا زردی اور سرخی برابر ہون یہ تینون درجے حرام ہین اور اگر زردی غالب اور سرخی کسم کی مغلوب ہو مانند طلائی اور کیسری وغیرہ کے تو درست ہے انتہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

ابو الحسنات محمد عبد الحی

## تمام شد جلد دوم

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ اما بعد اضعف عباد اللہ **محمد برکت اللہ رضا** لکھنوی فرنگی محلی ناظرین علوم دینیہ کی خدمت مین التماس کرتا ہی کہ مین نے **حاجی محمد سعید** و **حاجی عبد القیوم** تاجران کتب کلکتہ کے اصرار سے اخی **حضرت مولانا محمد عبد الحی قدس سرہ** کے فتاوے کا اردو مین ترجمہ کیا اور اپنے اس ترجمہ کا نام معلم الفقہ رکھا۔ اور ہمیشہ کے لیے اسکے چھاپنے کی اجازت حاجی صاحبان مرقومۃ الصدر کو دی ہے کوئی صاحب بلا اجازت حاجی صاحبان اسکے طبع کا خیال دل مین نہ لائین خدا کا شکر ہی کہ پہلی مرتبہ یہ دوسری جلد بھی مطبع **قیومی کانپور** مین جناب حاجی محمد قمر الدین صاحب مالک مطبع کے اہتمام سے چھپکر شائع ہو گئی اللہ تعالے محض اپنے فضل سے اسکو قبول فرماکر اس گنہگار کے لیے ذریعۂ نجات اخروی بنائے آمین۔

الف ۴۴۴

جلد سوم

ویتم نعمتہ علیک وعلیٰ آلِ یعقوب

حسب فرمایش برادر مکرم جناب حاجی محمد عبدالقیوم صاحب تاجر کتب کلکتہ ولیسلی اسکوائر نمبر ۱۶

ترجمۂ اردو

# مجموعۂ فتاوی

سنہ ۱۳۴۶ھ

مولانا محمد عبدالحی رحمتہ اللہ علیہ

باہتمام کمترین محمد قمرالدین بن جناب حاجی شیخ محمد یعقوب صاحب مرحوم مالک مطبع احمدی کانپور

مطبع قیومی واقع کانپور میں طبع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کتاب الہبہ

سوال زید کو ایک ہی بی بی سے دو لڑکے تھے انمین سے ایک کو اُس نے نارضگی کی وجہ سے عاق کرکے اپنی تمام جائداد دوسرے لڑکے کے نام ہبہ کردی ایسی ہبہ شرعاً جائز ہے یا نہین هو الموفق اگر ہبہ بالقبض کی ہے تو جائز ہے مگر کراہت سے خالی نہین ہے واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد واقعی ایسی ہبہ بشرط قبضہ کاملہ موہوب نافذ ہے درمختار مین ہے لو وھب فی صحۃ کل المال للولد جاز واثم اگر کسی نے اپنی صحت کی حالت مین اپنا تمام مال اپنے لڑکے کو ہبہ کردیا تو یہ ہبہ جائز ہے لیکن وہ شخص ہبہ کرنے والا گنہگار رہوا۔ واللہ علیم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم۔ الجواب صحیح واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] صح الجواب حررہ محمد رحمت اللہ [لاتقنطوا من رحمۃ اللہ] اصاب المجیب کتبہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ [ذلک فضل اللہ] سوال بکر برادر زادہ ہندہ اور زید خواہر زادہ ہندہ ہے اور ہندہ لاولد ہے اور زید کو اُس نے فرزندی مین لیکر پرورش کیا ہے اس وجہ سے ہندہ نے اپنی کل جائداد زید ہبہ کردی ہے تو اس ہبہ کرنے سے ہندہ خدا اور رسول کے نزدیک مواخذہ دار ہوگی یا نہین جواب اس ہبہ سے ہندہ گنہگار ہوگی فقہ اور حدیث کی کتابون مین اس امر کی صراحت ہے کہ اگر بغیر وجہ شرعی

بعض اولاد کو ہبہ مین فضیلت دی تو گنہگار ہوگا سراج منیر مین ہے لو اعطی بعض ولدہ شیئا دون
البعض لزیادۃ رشدہ لا باس بہ ولو کانا سواء یجوز فی القضاء ولکن ہو آثم کما فی الدر المختار
اگر کوئی شخص اپنی بعض اولاد کو اُس کی پارسائی کی وجہ سے کچھ دے اور بقیہ کو نہ دے تو اس مین
کچھ حرج نہین ہے اور اگر سب اس امر مین مساوی ہون تو قضاءً یہ ہبہ درست ہوگی لیکن ہبہ کرنیوالا
گنہگار ہوگا جیسا کہ درمختار مین ہے۔ نہ کہ ایسے شخص کو کل مال ہبہ کرنا جو وارث شرعی نہین ہے کہ اس
سے ورثا کا محروم ہونا لازم آتا ہے **سوال** مرض الموت کی تعریف فقہا کے نزدیک کیا ہے اگر زید
نے باوجودیکہ اُس کے کئی لڑکے موجود تھے کسی ایک لڑکے کو کل جائداد ہبہ کر دی اور قبضہ بھی
کرا دیا تو یہ ہبہ جائز ہے یا نہین اور اگر ہبہ ثلث مال مین جائز ہوگی تو یہ ہبہ وصیت کے حکم مین ہے
یا نہین **جواب** مرض الموت کی تعریف مین فقہا کا اختلاف ہے بعض کہتے ہین مرض الموت وہ مرض
ہے جس مین حوائج ضروریہ کے لیے مریض آمد و رفت نہ کر سکے اور بعض کہتے ہین مرض الموت وہ
مرض ہے جسمین مریض صاحب فراش ہو جاے اور مختار اور مفتی بہ یہ ہے کہ جس مرض مین موت کا ظن
غالب ہو وہ مرض الموت ہے صاحب فراش ہو یا نہو۔ فتاوی بزازیہ مین ہے المریض الذی یکون
تصرفہ من الثلث من یکون ذا فراش لا یطیق القیام بحاجتہ ویجوز لہ الصلوۃ قاعدا ویخاف علیہ
الموت ولو طال المرض وصار بحال لا یخاف علیہ الموت کالفالج اذ صار مزمنا اویابس الشق لا یکون لہ
حکم المرض الا اذا تغیر حالہ عن ذلک ومات من ذلک التغیر فما فعل فی حال التغیر فمن الثلث قال
الفضلی ان لا یخرج الی حوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید وقال الفقیہ کونہ صاحب فراش لا یعتبر
بل العبرۃ للغلبۃ لو کانت من ہذا الموت فہو مرض الموت وان خرج من البیت وبہ اخذ الصدر
الشہید مریض جسکا تصرف صرف ثلث مال مین ہو سکتا ہے وہ ہے جو صاحب فراش ہو کہ اپنی ضرورت
کے لیے کھڑا نہو سکتا ہو اور اُس کے لیے بیٹھ کے نماز پڑھنا جائز ہو اور اُسکی موت کا خوف ہو اور اگر
کسی شخص کا مرض اس قدر زائد عرصے تک رہے کہ موت کا خوف نہو مثلاً فالج جبکہ مرض کی طرح ہو جاے
یا کسی کی ٹانگ سوکھ جاے تو ایسے کے لیے مرض کا حکم نہ دیا جائیگا مگر جبکہ اُسکی حالت مین تغیر ہو جاے
اور تغیر کی وجہ سے وہ مرجائے پس جو تصرف وہ حالت تغیر مین کرے گا وہ ثلث مین نافذ ہوگا فضلی
نے کہا ہے کہ ایسا مریض وہ ہے جو اپنے حوائج کے لیے باہر نہ نکل سکے اسی پر تجرید مین اعتماد کیا گیا ہے

فقیہ نے کہا ہے کہ صاحب فراش ہونے کا اعتبار نہین ہے بلکہ غلبہ کا اعتبار ہے اگر اس کی وجہ سے موت ہو تو یہی مرض موت ہے اگرچہ وہ شخص گھر سے نکل سکتا ہو صدر شہید رحمہ اللہ اسی سے اخذ کرتے ہین۔ اور جامع الرموز مین ہے قالوا اذا اضناہ المرض وصار صاحب فراش وعجز عن القیام بمصالحہ وازداد کل یوم فھو مرض الموت فالمسلول الذی طال مرضہ ولم یظن الموت کالصحیح وقال الفضلی المریض ان لا یخرج الی حوائج نفسہ وعلیہ الاعتماد کذا فی الخلاصۃ والمختار انہ ان کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش کما فی ھبۃ الذخیرۃ فقہا کہتے ہین اگر کوئی شخص کسی مرض کی وجہ سے دبلا اور صاحب فراش ہو گیا ہو اور اپنی ضرورتون کے لیے کھڑا نہو سکتا ہو اور اُسکا مرض روز بروز بڑھتا جاتا ہو تو یہ مرض مرض موت ہے پس وہ شخص جسے ایک عرصہ سے سل کا مرض ہو کہ اُس کے مرنے کا خیال نہو وہ مثل تندرست آدمی کے ہے فضلی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مریض وہ ہے جو اپنی ضرورتون کے لیے گھر سے باہر نہ نکل سکتا ہو یہی قابل اعتماد ہے جیساکہ خلاصہ مین ہے اور مختار یہ ہے کہ جس شخص کے متعلق ظن غالب یہ ہو کہ وہ اس مرض مین مرجائے گا اگرچہ وہ صاحب فراش نہو لیکن مریض ہے جیساکہ ذخیرہ کے باب ہبہ مین ہے۔ اور مرض موت مین ہبہ کرنا وصیت کے حکم مین ہے ثلث سے زائد مال مین نافذ نہین ہو سکتی شمنی کی شرح مختصر مین ہے واعتاقہ ای المریض مرض الموت ومحاباتہ وھبتہ وضمانہ وصیۃ ای کالوصیۃ فی انہا تعتبر من الثلث ویضرب بہا مع اصحاب الوصایا مریض کا آزاد کرنا اور ہبہ کرنا اور ضمان سب وصیت کے مثل ہین کہ ثلث سے نافذ ہون گے اور اُسی مین سے اصحاب وصایا کو ملیگا اور فصول عمادیہ مین ہے اما المریض یعتبر احکامہ فی وصیۃ وصدقۃ وھبۃ وعتق ومحاباۃ فی بیع او اجارۃ او کتابۃ او عتق علی مال من الثلث ولا یجوز الا من الثلث مریض کے احکام کا اعتبار جس کے وصیت کرنے اور صدقہ و ہبہ غلام آزاد کرنے اور بیع و اجارہ غلام کو مکاتب بنانے یا مال کے عوض آزاد کرنے مین جو خسارہ ہو ثلث مال ہی کا اس سے زائد پر اُنکا نفاذ جائز نہین ہے۔ اور مرض الموت مین کسی وارث کو وصیت کرنا اور ہبہ کرنا جو وصیت کے حکم مین ہے مطلقا ناجائز ہے اگرچہ ثلث سے کم کی ہو مگر باجازت بقیہ ورثا تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے ووھب شیئا لوارثہ لا یجوز لانہا وصیۃ اگر اپنے وارث کو کچھ ہبہ کیا تو جائز نہین کیونکہ یہ وصیت ہے۔ اور خزانۃ المفتیین مین ہے وادصی لواحد من الورثۃ فانہ لا یجوز الا باجازۃ

سائر الورثۃ وھم اصحاء بالغون اگر اپنے وارثون مین سے کسی کے لیے وصیت کی تو یہ بغیر تمام ورثا کی اجازت کے بحالت صحت وبلوغ جائز نہین ہے۔ اور جامع الرموز مین ہے ولا تصح الوصیۃ فی کثیر منہ ای من الثلث ولا یصح شئ لوارثہ الا باجازۃ ورثۃ الموصی الوصیۃ باکثر من الثلث للاجنبی او بشئ للوارث فانھا تصح لاسقاطھم حقھم وصیت ثلث سے زائد مین صحیح نہین ہے اور نہ ورثا کے لیے صحیح ہے مگر جبکہ ورثاے موصی اجنبی کے لیے ثلث سے زائد یا ورثا مین سے کسی ایک کے لیے وصیت کرنے کی اجازت دین کیونکہ اس صورت مین وہ خود ہی اپنے حق کو باطل کرتے ہین **سوال** جہیز کا مالک شوہر ہے یا عروس کے والدین **جواب** جہان یہ عرف ہو کہ لڑکی کو جہیز بطور تملیک دیا جاتا ہے نہ عاریت وہان جہیز کی مالک لڑکی ہوگی درمختار مین ہے جھز ابنتہ ثم ادعی ان ما دفعہ لھا عاریۃ وقالت ھو تملیک او قال الزوج ذلک بعد موتھا لیرث منہ وقال الاب او ورثتہ بعد موتہ عاریۃ فالمعتمد ان القول للزوج ولھا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جھازا لا عاریۃ ایک شخص نے اپنی لڑکی کو جہیز دیا پھر اس بات کا دعوے کیا کہ یہ عاریت تھا اور لڑکی نے یا اُس کے مرنے کے بعد اُس کے شوہر نے کہا کہ یہ تملیک ہے اور باپ یا باپ کے مرنے کے بعد اُس کے ورثا نے کہا کہ یہ عاریت ہے تو صحیح یہ ہے کہ لڑکی یا اُس کے شوہر کا قول معتبر ہے جبکہ عرف عام مین باپ جو کچھ دیتا ہو وہ جہیز مین دیتا ہو نہ کہ عاریت۔ اور لڑکی کے مرنے کے بعد اُس کے وارثون پر شرعی حصے کے موافق وہ جہیز تقسیم ہوگا **سوال** ہندہ دائنہ نے زر قرضہ مندرجۂ دستاویز جس مین جائدا و غیر منقولہ مستغرق ہے جو زید وغیرہ چند مدیونون کے ذمے باقتنی ہے بنام اپنے بیٹے بکر نابالغ مسلمان کے اس عبارت ومضمون سے ہبہ بلاعوض کیا کہ مین زر قرضہ مندرجۂ دستاویز مذکورہ ہبہ کرتی ہون اور دیئے دیتی ہون اور اپنا قبضہ اور اپنا مالکانہ استحقاق اُس جائدا د پر سے اُٹھا لیا اور اپنی طرف سے ایک غیر شخص ہندو کو اُسکا سربراہ کار اور ولی مقرر کر کے اُسی دستاویز ہبہ نامہ مین ولی مذکور کو وصول زر کا اختیار اور اُسکے محاصل سے پرورش اور تعلیم نابالغ کا دیا اور ہنوز زر مذکور وصول نہین ہے اور اُسی دستاویز ہبہ مین یہ بھی لکھا ہے کہ اگر پسر مذکور مر جائے تو ہماری چارون لڑکیون مین سے جو اُسوقت باقی ہون اُنپر وہ روپیہ بحصۂ مساوی تقسیم ہوگا پس ایسی دستاویز ہبہ نامہ سمجھی جائے گی یا وصیت نامہ اگر وصیت نامہ سمجھی جائے گی تو وارث کے مقابلے مین وصیت جائز ہے یا نہین اور اگر یہ دستاویز

ہبہ نامہ سمجھی جائے گی تو ایسے ہبہ سے واہبہ کو عود اور رجوع کا اختیار حاصل ہے یا نہین **جواب**
پہلے یہ امر بتا دینا ضروری ہے کہ ہبۂ شرعی عین کے مالک کر دینے کو کہتے ہین جیسا کہ تنویر الابصار
مین ہے ھے تملیك العين مجانا کسی شخص کو کسی چیز کا بلامعاوضہ کے مالک کر دینا ہبہ ہے۔
اور جیسا کہ درر مین ہے الهبة ھے تمليك العين بلاعوض ہبہ کسی شخص کو کسی چیز کا بلا معاوضہ
مالک کر دینا ہے۔ جیسا کہ اس کو مولانا محمد عبدالحی نے حاشیۂ ہدایہ مین نقل کیا ہے اور عین غیر دین ہے
بنا بر علیہ تملیک دین قیاسا باطل اور ناجائز ہوگی لیکن اگر واہب دین موہوب لہ کو دین موہوب
کے قبضہ کرنے پر مسلط کر دے اور موہوب لہ اُس دین پر قبضہ کرے تو اس نظر سے کہ قبضے
کے بعد دین مذکور عین ہو گیا اور تملیک عین متحقق ہو جائے گی تملیک مذکور استحسانا صحیح اور جائز
ہوگی اور یہ ایسا تصور کیا جائے گا کہ گویا جب موہوب لہ نے دین مذکور پر قبضہ کرلیا اُسوقت واہبہ نے ہبہ
کیا جیسا کہ درمختار مین ہے۔ واما تمليك الدين من غير من عليه الدين فان امره بقبضه صحت لرجوعها
الى هبة العين قرضدار کے علاوہ کسی اور کو اگر قرض کا مالک بنایا اور اُسے حکم دیا کہ تم اسپر قبضہ کرلو تو ہبہ
صحیح ہے کیونکہ یہ ہبۂ عین کے جانب راجع ہے۔ اور اسی قول کے تحت مین صاحب ردالمحتار نے لکھا ہے
جواب عن سوال مقدر وهو ان تقييده بالعين مخرج لتمليك الدين من غير من عليه الدين مع انه
هبة فيخرج عن التعريف فاجاب بانه كان عينا مآلا فالمراد بالعين فى التعريف ما كان عينا حالا اومآلا
یہ قول ایک سوال مقدر کا جواب ہے وہ یہ کہ عین کی قید سے قرضدار کے سوا کسی اور کو قرض کے ہبہ کرنیکی
صورت نکلی جاتی ہے حالانکہ وہ ہبہ ہے پس یہ تعریف سے خارج ہوا جاتا ہے تو اسکا جواب دیا کہ یہ عین کی جانب
راجع ہے اور تعریف مین عین سے وہ اشیا مراد ہین جو خود عین ہون یا عین کے جانب راجع ہون
اور جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب اصل سوال کا جواب لکھا جاتا ہے کہ ہبہ صورت مسئولہ مین باطل اور
ناجائز ہے اور دستاویز مذکور ہبہ نامہ نہین ہے کیونکہ ہبۂ مذکورہ تملیک دین ہے غیر مدیون کو اس لیے کہ
ہندہ واہبہ نے زر قرضہ مندرجۂ دستاویز جو مدیون کے ذمے ہے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا ہے اور ایسی ہبہ
کے صحیح اور جائز ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ واہب موہوب لہ کو دین موہوبہ کے قبض کرنے پر صراحۃ
مسلط کرے اور یہ صورت مسئولہ مین مفقود ہے پس ہبۂ مذکورہ باطل اور ناجائز ہے چنانچہ درمختار کی ایک
عبارت اوپر گذر چکی اور بھی اسی کتاب مین ہے تمليك الدين ممن ليس عليه الدين باطل الا فى ثلث

حوالۃ و وصیۃ و اذا سلطہ ای المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ قرضدار کے سوا کسی اور کو قرض کا مالک بنانا باطل ہے مگر تین شرطون سے (۱) مال اُس کے حوالے کردے (۲) وصیت کردے (۳) مالک قرضدار کے سوا کسی اور کو قرض پر قبضہ کرنے کا حکم دیدے تو ان صورتون مین درست ہو۔ اور ردالمحتار مین ہے (قولہ ولا یجوز من غیرہ) ای لا یجوز تملیک الدین من غیر من علیہ الدین الا اذا سلطہ علیہ واستثنا فی الاشباہ من ذلک ثلث صور الاولی اذا سلطہ علی قبضہ فیکون وکیلا قابضا للموکل ثم لنفسہ الثانیۃ الحوالۃ الثالثۃ الوصیۃ یعنے قرضدار کے سوا کسی اور کو قرض کا مالک بنانا صحیح نہین ہے مگر یہ کہ اُسکو قرض پر مسلط کردے اور اشباہ مین اس سے تین صورتون کو مستثنی کیا ہے (۱) اُسے قبضہ کرنے پر مسلط کردے پس وہ موکل کا وکیل ہوکر پہلے اسکی لیے مال پر قبضہ کرے گا پھر اپنی ذات کے لیے (۲) حوالہ (۳) وصیت۔ اور بھی درمختار مین ہے۔ ومنہ ما لو وھبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اسی صورت مین یہ بھی ہے کہ جب کوئی اپنے لڑکے کو وہ مال ہبہ کرے جو اُسکے شوہر یعنے لڑکے کے باپ کے ذمے واجب الادا ہو پس اس مین معتبر مسلط کرنا ہے۔ اور ردالمحتار مین ہے قولہ للتسلیط ای اذا سلطہ علی القبض لما یشیر الیہ قولہ ومنہ الخ فقول الشارح للتسلیط ای التسلیط صریحا لا حکما کما فہمہ السائحانی وغیرہ جب وہ عورت لڑکے کو قبضہ کرنے پر مسلط کردے جیسا کہ اسکے جانب اُسکا قول ومنہ الخ اشارہ کرتا ہے پس شارح کے قول للتسلیط سے مراد تسلیط صریحی ہے نہ حکمی جیسا کہ سائحانی وغیرہ نے سمجھا ہے۔ اور بھی درمختار مین ہے فی الخانیۃ وھبت المھر لابنہا الصغیر الذی من ھذا الزوج الصحیح انہ لا تصح الہبۃ الا اذا سلطت ولدھا علی القبض فیجوز ویصیر کانہ قبض لہا ثم لولدہا اذا قبض خانیہ مین ہے ایک عورت نے اپنا مہر اپنے چھوٹے لڑکے کو ہبہ کردیا اور یہ لڑکا اُسی شوہر سے تھا تو صحیح یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح نہین ہے تاوقتیکہ اپنے لڑکے کو قبضہ پر مسلط نہ کردے ایسی صورت مین ہبہ جائز ہوگا اور مال لڑکے کی ملک ہوگا جبکہ وہ اُسپر قبضہ کرے۔ اور ردالمحتار مین ہے قال فی البحر عن المحیط ولو وھب دینا لہ علی رجل وامرہ ان یقبضہ فقبضہ جازت الہبۃ استحسانا وان لم یاذن بالقبض لم یجز بحر مین محیط سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے اپنا ایک قرض جو کسی پر تھا ہبہ کیا اور موہوب لہ کو حکم دیا کہ تم اسپر قبضہ کرلو پس اُس نے قبضہ کرلیا تو استحسانا ہبہ جائز ہے اور اگر قبضہ کا حکم نہین دیا تو یہ جائز نہین ہے اور محیط مین ہے واما ھبتہ ما علی الناس فھو ھبۃ الدین من غیر من علیہ الدین وھبۃ الدین من غیر من علیہ الدین اذا سلطہ علی القبض وقبض صحیحۃ استحسانا جو کسیکے ذمے واجب ہو اُسکا ہبہ دین کا ہبہ ہے قرضدار

کے سوا کسی اور کو اور یہ استحسانا صحیح ہی جبکہ اُسے قبضے پر مسلط کردے اور وہ قبضہ کر بھی لے اور فصول عمادیہ
مین ہے ذکر فی الصغری فی کتاب الہبۃ ہبۃ الدین من علیہ الدین لا یصح الا اذا وہبہ ولزن لہ بالقبض
فقبضہ جاز وذکر فی العدۃ وان لم یامر بالقبض لا یجوز والبنت لو وہبت مہرہا من ابیہا ان امرتہ بالقبض
جاز صغری کی کتاب ہبہ مین ہے کہ قرض کا قرضدار کو ہبہ کردینا صحیح نہین ہے مگر جبکہ اُسے ہبہ کردے اور قبضہ
کرنے کا حکم دے اور وہ قبضہ کرے اور عدۃ مین ہے کہ اگر قبضے کا حکم نہ دے تو جائز نہین ہے اور لڑکی اگر اپنا
مہر باپ کو ہبہ کردے اور قبضہ کا حکم دیدے تو یہ ہبہ جائز ہی۔ اور فتاوی قاضی خان مین ہے امرأۃ لہا مہر
علی زوجہا ووہبت المہر لابنہا الصغیر الذی من ہذا الزوج الصحیح انہ لا یصح ہذہ الہبۃ لان ہبۃ الدین
من غیر من علیہ الدین لا یجوز الا اذا وہبت وسلطت ولدہا علی القبض فیجوز ویصیر ملکا للولد اذا قبض
ایک عورت نے اپنا مہر جو شوہر پر واجب تھا اپنے لڑکے کو جو اسی شوہر سے تھا ہبہ کردیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ ہبہ
درست نہین ہے کیونکہ قرضدار کے سوا دوسرے کو قرض کا ہبہ کرنا ہے جو جائز نہین ہے مگر یہ کہ اپنے لڑکے
کو ہبہ کرے اور اُسے قبضے پر مسلط کردے تو جائز ہے اور بعد قبضہ وہ مہر لڑکے کی ملک ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ واہبہ
نے ایک شخص کو موہوب لہ یعنے بکر نابالغ کا ولی اپنی جانب سے مقرر کرکے اُس ولی کو دین موہوبہ کے قبضہ
کرنے پر صراحۃ مسلط کردیا اور حکم دیا ہے اور ولی مذکور کو صراحۃ قبضہ کرنے پر مسلط کرنا اور حکم دینا عین موہوب لہ
کو دین موہوب کو قبضہ کرنے پر مسلط کرنا ہی لہذا شرط صحت ہبہ صورت مسئولہ مین متحقق ہوئی پس چاہیے کہ ہبۂ مذکورہ صحیح و
جائز ہو تو جواب اُسکا اولا یہ ہے کہ واہبہ نے جس شخص کو جن امور مین نابالغ مذکور کا ولی مقرر کیا ہے اُن امور مین
خود ہی ولایت نہین رکھتی ہے جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا تو اُن امور مین دوسرے کو اپنی جانب سے ولی کیونکر مقرر
کرسکتی ہے اور ثانیا یہ کہ واہبہ نے جس شخص کو ولی موہوب لہ یعنے نابالغ مذکور کا مقرر کیا ہے وہ شخص اُسکا ولی نہین
ہوسکتا دو وجہ سے ایک یہ کہ وہ شخص قوم ہنود سے ہے اور ہندو شخص مسلمان لڑکے کا ولی نہین ہوسکتا ہی اسلیے
کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہین ہے چنانچہ ہدایہ مین ہے ولا ولایۃ للکافر علی مسلم لقولہ تعالی ولن یجعل اللہ
للکافرین علی المومنین سبیلا ولہذا لا تقبل شہادتہ ولا یتوارثان کافر مسلمان کا ولی نہین ہوسکتا کیونکہ اللہ
تعالی نے فرمایا ہے اللہ کافرون کو مومنین پر کوئی راہ نہ دیگا اسی لیے کافر کی شہادت مقبول نہین ہے اور مسلم اور کافر ایک دوسرے
کے وارث نہین ہوسکتے۔ اور یہی ہدایہ مین ہے لانہ لا شہادۃ للکافر علی المسلم کیونکہ کافر کی شہادت مسلمان کے
خلاف معتبر نہین ہے اور مولانا اسعد اللہ رحمہ اللہ اسی قول کے حاشیہ مین لکھتے ہین اذ لا ولایۃ لہ علیہ قال اللہ

تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا کیونکہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہین ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کافرون کو مسلمانون پر کوئی راہ نہ دیگا۔ اور بھی ہدایہ مین ہے بخلاف شہادۃ الذمی علی المسلم لانہ لا ولایۃ لہ بالاضافۃ الیہ برخلاف ذمی کے مسلمان کے خلاف شہادت کے کیونکہ مسلمان پر اُسکو ولایت نہین ہے + اور عالمگیری مین ہے ولا ولایۃ لصغیر ولا مجنون ولا کافر علی مسلم و مسلمۃ کذا فی الحاوی صغیر اور مجنون اور کافر مسلمان مرد یا عورت کے ولی نہین ہو سکتے جیسا کہ حاوی مین ہے۔ اور قاضی خان مین ہے لا ولایۃ للصبی والمجنون ولا المملوک ولا الکافر علی المسلم بچہ اور مجنون اور مملوک اور کافر کو مسلمان پر ولایت نہین ہے۔ اور مستخلص شرح کنز مین ہے لا ولایۃ لعبد وصغیر ومجنون وکافر علی مسلمۃ اما العبد فلانہ لا ولایۃ لہ علی نفسہ والولایۃ علی الغیر بناء علی الولایۃ لنفسہ وکذلک الصغیر والمجنون لعدم الولایۃ علی النفس واما الکافر فلقولہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا غلام اور بچہ اور مجنون اور کافر کو مسلمان مرد یا عورت پر ولایت نہین ہے غلام کو تو اس وجہ سے کہ اُسے خود اپنے اوپر ولایت نہین ہے اور دوسرے کا ولی ہونا اپنی ولایت کی فرع ہے اور یہی حال بچہ اور مجنون کا ہے کہ اُنکو خود اپنے اوپر ولایت نہین ہے اور کافر اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کافرون کو مسلمانون پر کوئی راہ نہ دیگا۔ اور یہی شرح کنز مین مذکور ہے لا شہادۃ للکافر علی المسلم لقولہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا فاللہ تعالیٰ نفی الولایۃ لھم عن المسلمین والشہادۃ من باب الولایۃ کافر کی شہادت مسلمان کے لیے معتبر نہین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کافرون کو مسلمانون پر راہ نہ دے گا پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانون کے لیے اُنکی ولایت کی نفی کی اور شہادت بھی ولایت ہی کے اقسام مین سے ہے۔ اور رد المحتار مین ہے قولہ لعدم الولایۃ تعلیل للمفہوم یعنی ان الکافر لا یلی علی المسلمۃ وولدہ المسلم لقولہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا مصنف کا قول لعدم الولایۃ اُس کی علت ہے جو اس عبارت سے سمجھا جاتا ہے یعنی کافر مسلمان عورت اور اُسکے مسلمان لڑکے کا ولی نہین ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کافرون کو مسلمانون پر کوئی راہ نہ دیگا اور فتاوی عالمگیری مین ہے ولا یصح ولایۃ القاضی حتیٰ یجتمع فی المولی شرایط الشہادۃ کذا فی الہدایۃ من الاسلام والحریۃ والتکلیف کذا فی النہر الفایق جس شخص مین شرائط شہادت پاے جائین اُسکا ولی قاضی نہین ہو سکتا جیسا کہ ہدایہ مین ہے یعنی اسلام اور حریت مکلف ہونا یہ نہر الفائق مین ہے اور ہدایہ مین ہے۔ لانہ حکم القضاء یستقی من حکم الشہادۃ لان کل واحد منہما من باب

الولایۃ فکل من کان من اہل الشہادۃ یکون اہلا للقضاء ومایشترط لاہلیۃ الشہادۃ یشترط لاہلیۃ القضاء
کیونکہ قضا کا حکم شہادت کے حکم سے حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ قضا اور شہادت دونون اقسام ولایت سے
ہین پس جو شہادت کی اہلیت رکھتا ہے وہ قضا کی بھی اہلیت رکھتا ہے اور جو شرطین اہلیت شہادت
کی ہین وہی شرطین اہلیت قضا کی بھی ہین اور درمختار مین ہے وشرطا اہلیتہا شرط اعلیتہا فان کلا منہما
من باب الولایۃ اہلیت شہادت کی شرطین اہلیت قضا کی شرطین ہین کیونکہ یہ دونون اقسام ولایت سے
ہین۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ ولایت جا بمعنے تنفیذ القول علی الغیر شاء او ابی دوسرے پر حکم کا نافذ ہو جانا خواہ
وہ راضی ہو یا نہو۔ کافر کی مسلمان پر نہین لیکن صورت مسئولہ مین واہبہ نے جس شخص کو ولی مقرر کیا ہے
اُسکو ولی بمعنے سربراہ کار مقرر کیا ہے نہ ولی بمعنے مذکور پس ولی بعنی مذکور مین اسلام کی شرط ہونے سے لازم
نہین آتا کہ ولی بمعنے سربراہ کار مین بھی اسلام شرط ہو تو اُسکا جواب یہ ہے کہ صورت مسئولہ مین واہبہ نے جس شخص
کو ولی مقرر کیا ہے اُسپر تعریف ولی بولایت اجبار کی صادق ہے کیونکہ واہبہ نے جو اختیارات شخص مذکور کو
نابالغ مذکور کی نسبت دیے ہین وصول کرنا زر قرضہ مندرجہ دستاویز کا مدیون سے اور اُس مین تصرف کرنا
اور اُس کے محاصل سے پرورش اور تعلیم نابالغ کی کرنا وہ سب اختیارات شخص مذکور کے واہبہ کی اختیارات
دیدینے سے نابالغ مذکور کے حق مین نافذ ہونگے خواہ نابالغ مذکور منظور کرے یا نہ کرے اور تنفیذ القول علے
الغیر شاء او ابی کے یہی معنی ہین۔ پس تعریف ولی بولایت اجبار کی شخص مذکور پر بے شبہ صادق ہے اب
چاہے اُسکا نام سربراہ کار رکھو یا اور کچھ نام بدل دینے سے حکم نہین بدل جاتا اور جب تعریف ولی مذکور کی شخص
مذکور پر صادق آئی تو اُس مین اسلام کا پایا جانا بھی شرط ہوا اور جب اسلام اس مین مفقود ہے تو نابالغ مذکور
کا ولی نہین ہوسکتا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ واہبہ نے شخص مذکور کو ولی فی المال ہی قرار دیا ہے اس لیے کہ زر
قرضہ مندرجہ دستاویز مدیون سے وصول کر کے اُس مین تصرف کرنے اور اُسکے محاصل سے پرورش نابالغ کی
کرنیکا بھی اُسکو اختیار دیا ہے اور مال مین چھ ہی شخص ولی ہوسکتے ہین اُنکے سوا اور کسی کو مال مین ولایت
نہین ہوسکتی (۱) باپ (۲) اُسکا وصی (۳) دادا (۴) اُسکا وصی (۵) قاضی (۶) اُسکا نائب۔ اور
شخص مذکور ان چھ مین سے نہین ہے پس شخص مذکور نابالغ مذکور کا ولی نہین ہوسکتا اور اسی سے معلوم ہوا کہ
واہبہ بھی جو نابالغ مذکور کی ماں ہے مال مین ولی نہین ہوسکتی درمختار مین ہے الولی فی النکاح لا المال العصبۃ
بنفسہ عصبہ بنفسہ نکاح مین ولی ہے نہ مال مین اور ردالمحتار مین ہے فان الولی فیہ الاب ووصیہ والجد ووصیہ

والقاضی ونائبہ فقط کیونکہ مال مین ولی باپ ہی یا جسے باپ وصیت کرے اور دادا ہے یا جسے دادا وصیت کرے اور قاضی ہے یا قاضی کا نائب + اور فصول عمادیہ مین ذکر فی باب المصراۃ من بیوع شرح الطحاوی ان الولایہ فی مال الصغیر الی الاب ووصیہ ثم الی وصی وصیہ فان مات الاب ولم یوص الی احد فالولایۃ الی اب الاب ثم الی وصیہ ثم الی وصی وصیہ فان لم یوص فالی القاضی ومن ینصبہ القاضی وفیہ ایضا لیس لغیر الاب والجد ووصیہما ولایۃ التصرف فی مال الصغیر وفیہ ایضا وللاب والجد ووصیہما اجازۃ عبد الصغیر وسائر املاکہ واموالہ فاما غیر ہولاء من الصغیر فی حجرہ لا یملک اجارۃ مال الصغیر لانہ لیس لغیر ہولاء ولایۃ التصرف فی مال الصغیر وفیہ ایضا وذکر فی ماذون شرح الطحاوی ویجوز اذن الاب والجد ووصیہما واذن القاضی ووصیہ للصغیر فی التجارۃ وعبد الصغیر ولا یجوز اذن الام للصغیر واخیہ وامثال ہولاء لیس لہم ولایۃ التصرف فی مالہ فلا یکون لہم ولایۃ الاذن شرح طحاوی کے کتاب البیوع کے باب مصراۃ مین ہے کہ بچے کے مال کا ولی باپ ہے پھر جسے وہ وصیت کرے پھر جسے وہ وصیت کرے پس اگر باپ مرا اور اُس نے کسی کو وصیت نہ کی تو دادا ولی ہے پھر جسے وہ وصیت کرے پھر جسے وہ وصیت کرے اور اگر دادا نے بھی کسی کو وصیت نہ کی ہو تو قاضی ولی ہے یا جسے قاضی مقرر کرے اور بھی اسی کتاب مین ہے بچے کے مال مین باپ اور دادا یا جنکو انھون نے وصیت کی ہو ان کے سوا کسی کو ولایت تصرف نہین ہے اور بھی اسی کتاب مین ہے باپ اور دادا یا جسے اُنھون نے وصیت کی ہو اسے بچے کے غلام اور اُس کے تمام املاک واموال کو اجرت پر دینا درست ہے اور اسکے علاوہ اور اُن لوگون کو جنکی نگرانی مین بچہ ہو ایسا کرنے کا حق نہین ہے کیونکہ ان لوگون کے سوا اور کسی کو بچے کے مال مین ولایت تصرف نہین ہے اور بھی اسی کتاب مین ہے شرح طحاوی کے باب ماذون مین ہے کہ بچے کے باپ دادا اور جنکو اُنھون نے وصیت کی اور قاضی اور اُسکے نائب کی اجازت بچہ کیلئے تجارت مین یا غلام کو اجازت دینا درست ہی اور لڑکے کی مان اور اسکی بھائی اور اُسکے بھائی کی مان کی اجازت جائز نہین ہی کیونکہ ان سب کو بچہ کے مال مین ولایت تصرف نہین ہے پس ولایت اذن بھی نہوگی - اور ثالثا یہ کہ واہبہ کا ولی مذکور کو تسلیط صریحی کرنا مین موہوب لہ کی نسبت تسلیط صریحی ہونا ممنوع اور غیر مسلم ہی غایۃ الامر یہ ہے کہ تسلیط مذکور موہوب لہ کی نسبت تسلیط حکمی ہوگی اور تسلیط حکمی اس باب مین کافی نہین تسلیط صریحی درکار ہی جیساکہ عبارت مرقومۃ الصدر المختار سے معلوم ہوا اور تسلیط صریحی یہان مفقود ہے پس شرط صحت وجواز ہبۂ مذکورہ صورت مسئولہ مین مفقود ہے

پس ہبہ مذکورہ باطل اور ناجائز ہے اگر یہ کہا جاے کہ صورت مسئولہ مین واہبہ کہ موہوب لہ کی مان ہی اگرچہ ولی فی المال نہین ہوسکتی لیکن جبکہ موہوب لہ نابالغ ہو اور مان کی عیال مین ہو اور باپ یا دادیا اونکے وصی مین سے کوئی موجود نہو تو مان ایسی صورت مین در باب قبضۂ ہبہ کے ولی ہوسکتی ہے جیسا کہ ردالمحتار مین ہی والوصی کالاب والام کذلک لو کان الصبی فی عیالہا ان وہبت لہ او وہب لہ ملک فللام القبض وھذا اذا لم یکن للصبی اب ولا جد ولا وصیہما وصی مثل باپ کے ہی اسی طرح مان جبکہ بچہ اُس کی عیالداری مین ہو اگر مان اُسے کچھ ہبہ کرے یا کسی اور نے اُسے کچھ ہبہ کیا ہو تو مان اُسپر قابض ہوسکتی ہے بشرطیکہ بچہ کا باپ یا دادا یا ان کے وصی موجود نہون - اور یہان بھی یہی صورت واقع ہے کہ موہوب لہ نابالغ اور مان کے عیال مین ہے اور باپ اور دادا اور ان کے وصیون مین سے کوئی موجود نہین ہے پس مان اور باپ قبضۂ ہبہ کے ولی ہونگے اور ایسے ولی کا ہبہ نابالغ کو بمجرد عقد ہبہ کے تام اور کامل ہوجاتا ہے پس ہبۂ مذکورہ بھی تام اور کامل ہوگی اور شرط مذکور کی حاجت نہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ ولی کا ہبہ نابالغ کو اُس صورت مین تام اور کامل ہوتا ہی جبکہ شئے موہوب واہب یا امین واہب کے قبضے مین ہو اور صورت مسئولہ مین یہ شرط مفقود ہے اس لیے کہ دین موہوبہ نہ واہبہ کے قبضے مین ہے نہ اُس کے امین کے قبضے مین بلکہ اُس کے مدیون کے ذمے ہے جو اُسکے امین نہین ہین پس اس صورت مین مان کی ولایت کافی نہین ہوئی اور شرط مذکور کی حاجت باقی رہی اور ہبۂ مذکورہ باطل اور ناجائز رہی درمختار مین ہے — وھبۃ من لہ الولایۃ علی الطفل) بالعقد لو کان الموھوب معلوما وکان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ بچہ کے ولی کا ہبہ محض عقد سے درست ہوجاے گا اگر موہوب معلوم ہو اور خود بچہ کے یا دینے والے کے قبضے مین ہو کیونکہ ولی کا قبضہ بچے کے قبضے کے قائم مقام ہے - اور ہدایہ مین ہے واذا وھب الاب لابنہ الصغیر ھبۃ ملکھا الابن بالعقد لانہ فی قبض الاب فینوب عن قبض الھبۃ ولا فرق بین ما اذا کان فی یدہ او فی ید مودعہ لان یدہ کیدہ بخلاف ما اذا کان مرھونا او مغصوبا او مبیعا بیعا فاسدا لانہ فی ید غیرہ او فی ملک غیرہ وکذا اذا وھبت لہ امہ وھو فی عیالھا والاب میت ولا وصی لہ وکذلک کل من یعولہ جب باپ اپنے چھوٹے بچے کو کچھ ہبہ کرے تو یہ ہبہ محض عقد سے منعقد ہوگی کیونکہ مال موہوب باپ کے قبضے مین ہے اور قبضہ قائم مقام بعض ہبہ کے ہے اور مال کے خود لڑکے کے قبضے مین ہونے اور ہبہ کرنے والے کے

قبضے مین ہونے مین کچھ فرق نہین ہے کیونکہ ولی کا قبضہ مثل بچے کے قبضے کے ہے برخلاف اس کے
مال مرہون یا مغصوب یا مبیع بہ بیع فاسد ہو کیونکہ ایسی صورتون مین مال دوسرے کے قبضے مین ہے
اور اسی طرح جب مان بچے کو ہبہ کرے اور بچہ مان کی عیالداری مین ہو اور باپ مرگیا ہو اور اُسکا کوئی
وصی نہ ہو اور اسیطرح ہر وہ شخص جو بچے کی عیالداری کرے الحاصل جب صورت مسئولہ مین ہبۂ مذکورہ ہبۂ دین کا
غیر مدیون کو ہے اور ایسی ہبہ کے صحیح اور جائز ہونے کے لیئے واہب کا موہوب لہ کو دین موہوب کے
قبضہ کرنے کا صراحۃً حکم دینا شرط ہے اور یہ شرط مانحن فیہ مین مفقود ہے اور ولی مذکور کی ولایت متصور
نہین اور نہ تولیت واہبہ کی صحیح اور نہ خود واہبہ کی ولایت قبض ہبہ مین کافی ہے جیسا کہ یہ سب امور
وجوہ مذکورۂ بالا سے معلوم ہوے تو بے شبہ ہبۂ مذکورہ باطل اور ناجائز ہے اور جب ہبۂ مذکورہ خود ہی
باطل و ناجائز ہی تو اُسکے رجوع اور عود کی حاجت نہین اور اگر بالفرض ہبۂ مذکور صحیح اور جائز بھی ہو
تو بھی اس ہبہ سے بدین وجہ کہ ہنوز قبضہ دین موہوب پر نہین ہوا ہے واہبہ کو رجوع اور عود کا اختیار حاصل
ہے اور بدون حکم حاکم اور رضامندی یکدیگر کے رجوع اور عود کر سکتی ہے اس لیے کہ ایسی ہبہ مین بلکہ عام
ہبہ مین جب تک موہوب لہ شئے موہوب پر قبضہ نہ کرے شئے موہوب نہ اُسکی ملک ہوتی ہے اور نہ ہبہ
لازم اور مستحکم ہوتی ہے اور جب تک ہبہ لازم اور مستحکم نہو واہب کو اُس سے رجوع اور عود کا اختیار بدون
حکم حاکم اور رضامندی یکدیگر کے حاصل رہتا ہے گو ہبۂ دین ذی رحم محرم بلکہ ہبۂ دین غرماؤن مین
واہب کو یہ بھی اختیار حاصل رہتا ہے کہ موہوب لہ کو دین موہوب پر قبضہ کرنے سے منع کر دے قاضی خان
مین ہے ویصیر ملکا للولد اذا قبض قبضہ کر لینے کے بعد مال بچے کی ملک ہو جاے گا۔ اور ایسا ہی ردالمحتار
مین خانیہ سے منقول ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔ اور فصول عمادیہ مین ہے وفی بعض کتب الفقہ
الموثوق علیہ ہبۃ الدین من غیر من علیہ الدین لایجوز الا اذا سلطہ علی قبضہ ویصیر کانہ وھبہ
حین قبضہ ولا یستحکم الا بالقبض فقہ کی بعض قابل وثوق کتابون مین ہے کہ قرض کو قرضدار کے
سوا کسی اور کو ہبہ کر دینا درست نہین مگر یہ کہ موہوب لہ کو قبضہ کرنے پر مسلط کر دے کہ گویا اُس نے قبضہ
کے وقت اُسکو ہبہ کیا ہے اور یہ ہبہ بدون قبضے کے مستحکم نہین ہوتی۔ اور ردالمحتار مین ہے قال بعض
الفضلاء وبھذا لا یلزم الا اذا قبض ولہ الرجوع قبلہ فلہ منعہ حیث کان بحکم النیابۃ عن القبض وفیہ
ایضا قال فی الاشباہ صحت ویکون وکیلا قابضا للموکل ثم لنفسہ ومقتضاہ عزلہ عن التسلیط قبل القبض

بعض فضلاء نے کہا ہی کہ اسی لیے ہبہ اُسوقت تک لازم نہین ہوتی جبتک کہ موہوب لہٗ اُسپر قبضہ نہ کرلے
اور واہب کو قبل قبضہ رجوع کا حق حاصل ہی کیونکہ اُس نے موہوب لہ کو قبضہ کرنے پر اپنا نائب بنایا تھا اور
اسی کتاب مین ہے کہ اشباہ مین ہے ہبہ صحیح ہوگی اور موہوب لہ مال پر موکل کے لیے پھر اپنے لیے قبضہ کریگا۔
اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واہب قبضے کے قبل اُسے معزول کرسکتا ہے۔ اور محیط مین ہے۔ الھبۃ انواع
ھبۃ لاجنبی وھبۃ لذی رحم محرم وھبۃ لذی رحم لیس بمحرم وھبۃ لمحرم لیس بذی رحم و فی جمیع ذلک
للواھب حق الرجوع قبل التسلیم لانہ بالرجوع قبل التسلیم یمتنع عن تمام القبض ہبہ کی بہت سی قسمین
ہین اجنبی کو ہبہ کرنا ذو رحم محرم کو ہبہ کرنا ذو رحم غیر محرم کو ہبہ کرنا محرم غیر ذی رحم کو ہبہ کرنا ان سب صورتون
مین ہبہ کرنے والے کو مال سپرد کرنے سے پہلے ہبہ سے رجوع کرنے کا حق ہے کیونکہ رجوع قبل تسلیم سے قبضہ
پورا نہین ہونے پاتا ہے۔ اور قاضی خان مین ہے والصدقۃ اذا تمت بالقسم لا یرجع فیہا کانت للقریب
او للاجنبی وللواھب ان یرجع فی ھبتہ قبل ان یقبض الموھوب لہ کان الموھوب لہ حاضرا او غائبا
اذن لہ فی قبضہ او لم یاذن ینفرد الواھب فی الرجوع قبل القبض وبعد القبض لا یرجع الا بقضاء
او رضاء جب قبضہ کے بدولت صدقہ تمام ہوجاے تو رجوع کا حق نہین ہے صدقہ اجنبی کو دیا گیا ہو یا قریب
کو البتہ موہوب لہ کے قبضہ کرنے سے پہلے واہب کو رجوع کا حق ہے موہوب لہ موجود ہو یا نہ ہو قبضہ کرنے کی
اجازت دی ہو یا نہ دی ہو اکیلا واہب قبل قبضہ رجوع کرسکتا ہے اور بعد قبضہ کے بجز قضاے قاضی اور رضاے
موہوب لہ رجوع کا حق نہین ہے۔ اور رسائل کا یہ قول کہ واہب نے ہبہ کرکے اپنا قبضہ اور مالکانہ استحقاق
اُس جائداد سے اُٹھا لیا قبضہ ہبہ کے لیے کچھ مفید نہین بلکہ یہ قول بے معنی ہے اسواسطے کہ مراد سائل کی
اُس جائداد سے کیا ہی اگر زر قرضہ مندرجۂ دستاویز ذوگی یونان ہے تو وہ ہنوز واہبہ کے قبضے مین نہین کہ
ہبہ کرکے اُس سے اپنا قبضہ اٹھا لیتی اور اگر اُس سے جائداد مستغرق مراد ہے تو وہ موہوب نہین اور نہ
واہبہ کی ملک ہے کہ اُسکو ہبہ کرسکتی اور نہ اپنا مالکانہ استحقاق اُسپر رکھتی ہی جسکو اٹھا لیتی بس یہ قول بے معنی
اور لغو ہے اگر یہ کہا جائے کہ جس دستاویز مین زر قرضہ مندرج ہے یعنے جسکو مدیون نے لکھکر دائنہ کو
دیا ہے وہ دستاویز یا تو خود دائنہ کے قبضے مین ہوگی یا دائنہ نے موہوب لہ کے یا اُسکے ولی کے قبضہ مین
دیدی ہوگی اور ان سب صورتون مین قبضۂ ہبہ متحقق ہوتا ہے اس لیے کہ اگر خود دائنہ کے قبضے مین ہوگی
تو اس واسطے کہ ماں در باب قبضہ ہبہ نابالغ کے ولایت رکھتی ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا اور ولی کا قبضہ بجاے

قبضۂ موہوب کے ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا پس قبضۂ ہبہ متحقق ہوا اور اگر موہوب لہ کے قبضہ مین
دیدی ہے تو اس صورت مین تحقق قبضۂ ہبہ ظاہر ہے اور اگر ولی کے قبضے مین دیدی ہے تو اسواسطے کہ
ایمن واہبہ کا قبضہ بجاے واہبہ کے قبضے کے ہے اور واہبہ کا قبضہ بجاے موہوب لہ کے قبضے کے
ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا پس ان سب صورتون مین قبضۂ ہبہ متحقق ہوا اور جب قبضۂ ہبہ متحقق ہوگیا تو
اب ہبۂ مذکورہ تام اور کامل ہوگی اور اُس سے رجوع اور عودنا جائز ہوگا اور اگر جائز بھی ہو تو بیدون
حکم حاکم یا رضامندی یکدیگر کے ناجائز ہوگا تو اُسکا جواب یہ ہے کہ کسی صورت مین صور مذکورہ سے قبضۂ
ہبہ متحقق نہین ہوتا اس لیے کہ دستاویز مذکور موہوب نہین ہے کہ اُسکا قبضہ قبضۂ ہبہ ٹھہرے بلکہ
موہوب زر قرضہ مندرجۂ دستاویز ہے جو ذمگی مدیونان ہے اور زر قرضۂ مذکورہ نہ واہبہ کے قبضے مین
ہے نہ موہوب لہ کے قبضے مین اور نہ اُس شخص کے قبضے مین جسکو واہبہ نے ولی اسکا مقرر یہ ہے بلکہ اگر زید
مذکور پر بھی شخص مذکور کا قبضہ ہوگیا ہوتا تب بھی قبضۂ ہبہ کے لیے کافی نہوتا کیونکہ شخص مذکور موہوب لہ
کا ولی نہین جیسا کہ سابقا معلوم ہوا اور اگر مجرد دستاویز مذکور کا قبضۂ واہبہ مین ہونا یا موہوب لہ کا اُسپر
قبضہ کرا دینا قبضۂ زر مندرجۂ دستاویز کے لیے کفایت کرتا تو جسوقت مدیون نے دستاویز مذکور لکھکر دائنہ
کو دیدی تھی اور اُسپر اُس کا قبضہ کرا دیا تھا تو یہی دستاویز مذکور کا دائنہ کو دیدینا اور اُسپر اُسکا قبضہ کرا دینا
اداے زر قرضۂ دائنہ مندرجۂ دستاویز کے لیے کفایت کرجاتا اور یہی اداے زر قرضۂ دائنہ سمجھا جاتا اور
پھر مطالبہ اداے زر قرضۂ مذکور کا اُن سے ساقط ہوجاتا و ہو کما تری اور جب ثابت ہوا کہ کسی صورت مین
صور مذکور سے قبضۂ ہبہ متحقق نہین ہے تو ہبۂ مذکورہ ناتمام اور نامکمل رہا پس واہبہ کو رجوع اور
عود کا اختیار ہبۂ مذکورہ سے بلا حکم حاکم اور رضامندی یکدیگر کے باقی رہا اگر یہ کہا جاے کہ گو دستاویز مذکور
پر موہوب لہ یا اُسکی ولی کا قبضہ کرا دینا قبضۂ ہبہ کے لیے مفید نہین ہے لیکن حصول شرط صحت وجواز
ہبۂ مذکورہ کے لیے تو ضرور مفید ہوگا پس ہبۂ مذکورہ صحیح اور جائز ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ شرط صحت
وجواز ہبۂ مذکورہ تسلیط صریحی ہے نہ حکمی اور دستاویز مذکور پر قبضہ کرا دینے سے اگر تسلیط متحقق بھی ہو تو
تسلیط حکمی متحقق ہوگی نہ تسلیط صریحی اور تسلیط حکمی کافی نہین اور باایں ہمہ تسلیط مانع رجوع نہین جیسا کہ اوپر مفصلا
گذرا بلکہ ایسی ہبہ سے کہ واہبہ نے اُس مین بے انصافی کی ہو کہ صرف بیٹے کو ہبہ لیا اور بیٹیان
بھی موجود ہین اُنکو محروم کیا رجوع کرلینا اولی اور بہتر ہے چنانچہ صحیحین اور دیگر صحاح مین نعمان بن بشیر

سے روایت ہی کہ اون کے باپ نے اُنکو ایک غلام ہبہ کیا تھا اور اپنی اور اولاد کو محروم کیا تھا تب اُن کی
مان نے اُن کے باپ سے کہا کہ مین راضی نہونگی جب تک تم حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو گواہ نکرو
پس اُنکے باپ اُنکو لیکر حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ مین نے
اپنے اس لڑکے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اسکی مان نے مجھسے کہا کہ تم اس امر پہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ
والثنا کو گواہ کردو آپ نے پوچھا کیا تم نے اسی طرح اپنے اور اولاد کو بھی ہبہ کیا ہی کہا نہین آپنے فرمایا
کیا تجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تیری سب اولاد تیرے ساتھ بھلائی کرنے مین برابر ہون کہا کیون نہین فرمایا
تو ایسا نہ کرو اور غلام پھیر لو اور مجھے گواہ نہ کرو کیونکہ مین ظلم پر گواہ نہین بنتا ہون اور فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی
اولاد مین انصاف کرو پس اُنکے باپ نے اُس ہبہ سے رجوع کیا یعنے غلام پھیر لیا مشکوۃ مین نعمان
بن بشیر سے روایت کی ہی ان اباہ اتی بہ الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال انی نحلت ابنی
ھذا غلاما فقال اکل ولدک نحلت مثلہ قال لا قال فارجعہ وفی روایۃ انہ قال الا یسرک ان یکونوا
الیک فی البر سواء قال بلی قال فلا اذا وفی روایۃ انہ قال اعطانی ابی عطیۃ فقالت عمرۃ بنت رواحۃ
لا ارضی حتے تشہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال انی
اعطیت ابنی من عمرۃ بنت رواحۃ عطیۃ فامرتنی ان اشہدک یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
قال اعطیت سائر ولدک مثل ھذا قال لا قال فاتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم قال فرجع
فرد عطیتہ وفی روایۃ انہ قال لا اشہد علی جور متفق علیہ نعمان کو اُنکے باپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین لائے اور کہا کہ مین نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے آپنے فرمایا کہ تم نے اپنے ہر بیٹے کو
ایک ایک غلام دیا ہے اُنھون نے کہا نہین آپنے فرمایا تم اس ہبہ سے رجوع کر لو اور ایک روایت
مین ہی کہ آپنے فرمایا کیا تم اس امر سے خوش نہوگے کہ تمھارے سب بیٹے تمھارے ساتھ برابر نیکی کرین
اُنھون نے کہا بیشک خوش ہونگا پھر آپنے فرمایا پس یہ ہبہ ٹھیک نہین ہے اور ایک روایت مین
ہی کہ مجھے میرے باپ نے کچھ عطیہ دیا تو عمرہ بنت رواحہ (بشیر کی مان) نے کہا کہ بیشک مین اسکو پسند
نہ کرونگی تا وقتیکہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ اس کی شہادت نہ دین پس میرے والد نے
حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت مین حاضر ہو کر کہا کہ مین نے اپنے لڑکے کو جو عمرہ بنت رواحہ
سے ہی کچھ عطیہ دیا تو عمرہ بنت رواحہ نے مجھ سے کہا کہ مین آپ کو شاہد بناؤن آپنے پوچھا کیا تم نے اپنے

سب لڑکون کو اُسکے مثل عطیہ دیا ہو اُنھون نے کہا نہین آپنے فرمایا خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد مین عدل کرو پس میرے باپ لوٹ آئے اور اپنے عطیہ کو واپس لے لیا اور ایک روایت مین ہے کہ آپنے فرمایا مین ظلم کا شاہد نہ بنون گا - اور دستاویز مذکور وصیت نامہ بھی نہین ہے اس لیے کہ وصیت اُس تملیک کو کہتے ہین جو مضاف بمابعد موت ہو تنویر الابصار مین ہے ہی تملیك مضاف الی مابعد الموت وصیت وہ تملیک ہے جو مضاف بمابعد موت ہو - اور تملیک مذکور دستاویز مین مضاف بمابعد موت نہین ہے پس دستاویز مذکور وصیت نامہ نہین ہو اور وصیت وارث کے لیے ناجائز ہے ہدایہ مین ہے لا تجوز لوارثہ لقولہ علیہ السلام ان الله اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ لوارث وصیت ذات وارث کے لیے جائز نہین کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اُسکا حق دیدیا ہو آگاہ ہو جاؤ کہ وارث کے لیے وصیت کرنا درست نہین ہے - اصل سوال کا خلاصہ جواب یہ ہے کہ ہبۂ مذکورہ شرط صحت کی فوت ہونے کی وجہ سے باطل ہے اور دستاویز مذکورہ ہبہ نامہ نہین ہے اور بفرض صحت وجواز عدم قبضہ اور عدم لزوم استحکام کی وجہ سے واہبہ کو بلا حکم حاکم ورضامندی یکدیگر رجوع اور عود کا اختیار حاصل ہے اور وقوع بے انصافی کی وجہ سے رجوع ہی اولی ہے اور دستاویز مذکور وصیت نامہ بھی نہین ہے اور وارث کے لیے وصیت کرنا ناجائز ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد عبد اللہ عفا عنہ - فی الواقع صورت مسئولہ مین ہبہ غیر نافذ ہے اور واہبہ کو رجوع کا اختیار ہو بلکہ رجوع بہتر ہے اور مسلمان کا ولی کافر نہین ہوسکتا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** اگر مریض اپنے شدید مرض مین ہبہ سادہ کرے اور پھر اُس کو افاقہ ہو جاے ایسا کہ زندہ بچنے کا غالب گمان ہو اور وہ سال کے اندر ابتدائے مرض اول سے بحدوث مرض جدید مرجاے - تو وہ مریض بمرض الموت متصور ہوگا یا نہین -

**جواب** واہب مریض بمرض الموت متصور نہوگا اور ہبہ مین خلل نہوگا وقایہ اور اُسکی شرح مصنفہ فصیح الدین ہروی مین ہے وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول عجوز من کل مالہ کہبۃ الصحیح ان طالت مدۃ الی مدۃ کل واحد من ہذہ الامراض - یقدرہ بسنۃ کما فی الہدایۃ وغیرہا فانہ اذا طالت المدۃ صار بمنزلۃ طبع من طبائعہ ولم یخف موتہ منہ غالبا بان لایحس ازدیادہ شیئا فشیئا کالبعے فکان صاحبہ فی التصرف بمنزلۃ الصحیح والا ای وان لم تطل مدتہ وکان بحیث یزداد حالا فحالا ویخاف فیہ الہلاک غالبا فمن ثلثہ جیسے فالج ہو اور جسکے ہاتھ پاؤن شل ہوگئے ہون اور جسے سل ہو اُسکا ہبہ کرنا کل مال سے درست ہو

جیسے کہ تندرست آدمی کا ہبہ کرنا بشرطیکہ ان امراض کی جو مدت ہے اُتنا ہی مرض طول کھینچ گیا ہو اسکی مقدار
ایک برس بیان کی جاتی ہے جیساکہ ہدایہ وغیرہ مین ہے کیونکہ جب مرض مدت دراز تک رہے تو گویا وہ طبائع
سے ہو گیا کہ اُس سے موت کا خوف نہین رہا اگر مرض مین زیادتی محسوس نہو مثلاً اندھاپن تو اندھے کا اپنے
مال مین تصرف ویسا ہی درست ہے جیسا تندرست آدمی کا ورنہ اگر مدت طویل نہو اور مرض وقتاً فوقتاً بڑھتا رہے
اور غالب گمان ہلاکت کا ہو تو تصرف ثلث مال مین نافذ ہوگا - اور برجندی کی شرح مختصر وقایہ مین ہے مرض
الموت ما یکون سببا للموت وذلک اذا کان یزداد حالا فحالا الی ان یکون آخرہ الموت فاذا استحکم ولا یزداد
بعدہ لم یکن سببا للموت وصار صاحبہ فی التصرف بمنزلۃ الصحیح مرض موت وہ ہے جو موت کا سبب ہو اور یہ
جب ہی ہوگا جب مرض وقتاً فوقتاً بڑھتا رہے حتی کہ آخر مین مرجاسے تو اگر مرض مستحکم ہو کہ پھر زائد نہو تو وہ
سبب موت نہوگا اور ایسا مریض تصرف کرنے مین مثل تندرست آدمی کے ہوگا اور منح الغفار شرح تنویر الابصار
مین ہے وھبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ
والا الی وان لم تطل مدتہ وخیف موتہ منہ فمن ثلثہ جسے فالج یا سل ہو یا جسکے ہاتھ پاؤن شل ہون اُسکے کل مال
کا ہبہ درست ہے اگر مدت مرض ایک برس تک بڑھ جائے اور اُس مرض مین مرنے کا خوف نرہے اور اگر مدت
طویل نہو اور مرض سے موت کا اندیشہ ہو تو تصرف ثلث مال مین نافذ ہوگا - اور عینی رمز الحقائق شرح کنز الدقائق
مین لکھتے ہین والا فمن ثلثہ ای ان لم یتطاول علیہ ذلک بحیث قد خاف منہ یکون [illegible] مریض لانہ حینئذ یکون
سببا للموت غالبا اور نہ ثلث مال سے یعنے اگر مدت طویل نہو اسطرح کہ مرض کی زیادتی کا اندیشہ ہو تو ایسا شخص مثل
مریض کے ہوگا کیونکہ ایسی حالت مین یہ مرض غالبا سبب موت واقع ہوگا - اور زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق
مین لکھتے ہین ای ان لم یتطاول یعتبر تصرفہ من الثلث اذا کان صاحب فراش ومات منہ فی ایامہ لانہ فی
ابتداء یخاف منہ الموت ولہذا یتداوی فیکون مرض الموت یعنے اگر مدت طویل نہو تو تصرف کا اعتبار
ثلث سے ہوگا جبکہ مریض صاحب فراش ہو اور زمانہ مرض ہی مین اُسی مرض کی بدولت مرا ہو کیونکہ ابتدا
مین خوف موت کی وجہ سے علاج کیا جاتا ہے ایسی صورت مین یہ مرض مرض موت ہوگا - اور شمنی شرح مختصر وقایہ
مین لکھتے ہین والا ای وان لم تطل مدتہ وخیف موتہ منہا ومات فمن ثلثہ لانہا فی ابتداء انہا یخاف منہا
الموت ولہذا یتداوی منہا فتکون مرض الموت ورنہ یعنے اگر مدت طویل نہو اور اُس مرض سے موت کا خوف
ہو اور مر بھی جائے تو تصرف ثلث مین نافذ ہوگا کیونکہ ابتدائے مرض مین موت کا خوف ہوتا ہے اسی لیے دوا

گیجاتی ہو لہذا ایسا مرض مرض موت ہوگا۔ ان عبارتون سے یہ بات ثابت ہو کہ صرف سال کے اندر مرجانے سے ہبہ ساقط نہوگی مگر جبکہ خوف ہلاک غالب ہو اور موت مرض سابق سے واقع ہو **سوال** ایک شخص کے لیے بادشاہ کی طرف سے معاش مشروطی مقرر ہے اور لاولد ہونے کی وجہ سے وہ صاحب معاش چاہتا ہے کہ معاش مذکور اپنے داماد کے نام ہبہ یا رہن کرے یا اُسکو بخشدے اور صاحب معاش کے حقیقی اور چچا زاد بھائی چاہتے ہین کہ وہ معاش ہم ہین سے کیسکو ملے پس معلوم ہونا چاہیے کہ صاحب معاش اُس معاش مشروط کو اپنے داماد کے نام ہبہ یا بیع یا رہن یا بخشش وغیرہ کرسکتا ہے یا نہین اور اُس ہین برادران مذکور الصدر احق ہین یا داماد۔ یا اُسکے منتقل کرنے کا صاحب معاش کو حق نہین ہے بلکہ بادشاہ کو اختیار ہے **جواب** معاش مشروط کہ جو حقوق مجردہ سے ہو بیع یا ہبہ یا رہن وغیرہ کرنا جائز نہین ہے بلکہ بادشاہ کو اختیار ہو کہ جس مستحق کے نام چاہو جاری کردے اشباہ ونظائر مین ہے فی صلح البزازیۃ رجل لہ عطاء فی الدیوان مات عن ابنین فاصطلحا علی ان یکتب فی الدیوان اسم احدھا ویاخذ العطاء والاخر لا شئ لہ من العطاء ویبذل لمن کان العطاء لہ مالا معلوما فالصلح باطل ویرد بدل الصلح والعطاء للذی جعل الامام عطاء لہ لان الاستحقاق للعطاء باثبات الامام لا دخل فیہ لرضاء الغیر وجعلہ غیران السلطان ان منع المستحق فقد ظلم مرتین فی تضیۃ حرمان المستحق واثبات غیر المستحق مقامہ انتہے وفیہ ایضا الحقوق المجردۃ لا یصح الاعتیاض عنہا کحق الشفعۃ فلو صالح عنہ بمال بطلت ورجع بہ وعلی ھذا لا یجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف بزازیہ کے باب صلح مین ہے کہ ایک شخص دفتر سے تنخواہ پاتا تھا وہ مرا اور اُس نے دو لڑکے چھوڑے پس دونون نے اس شرط پر صلح کی کہ دونون مین سے ایک کا نام دفتر مین لکھ لیا جاے اور وہ اُس عطیہ کو لے لیا کرے اور دوسرے کو کچھ نہ ملے لیکن جو عطیہ پاتا ہے وہ مقرر مقدار خرچ کیا کرے تو یہ صلح باطل ہے اور اسکے معاوضے مین جو مال دیا گیا ہے وہ واپس کردیا جاے گا اور عطیہ اُسی کو ملیگا جسے امام مقرر کردے کیونکہ عطیہ کا استحقاق امام کے مقرر کرنے سے ہوتا ہے دوسرے کی رضامندی کو اس مین کچھ دخل نہین ہے البتہ سلطان اگر مستحق کو حق نہ دے تو یہ اُسکے دو ظلم ہین ایک مستحق کو محروم کردینا اور دوسرے غیر مستحق کو اُسکا حق دیدینا اور اسی کتاب مین ہے محض حقوق مین مصالحت درست نہین مثلاً کوئی شخص کچھ معاوضہ لیکر حق شفعہ سے دست بردار ہوجاے تو یہ صلح باطل ہے اور معاوضہ واپس کردیا جائیگا اسی بنا پر اوقاف کے وظائف سے دست برداری بھی درست نہین ہو **سوال** زید مرگیا

اُس نے دو بیٹے احمد اور محمود چھوڑے اور اپنا ایک مکان چھوڑا پھر متروکہ زید احمد اور محمود مین آدھا آدھا تقسیم
ہو گیا پھر محمود نے لاولدی کی وجہہ سے اپنا حصہ اپنے چچازاد بھائی مسعود کو اور احمد نے اپنے نواسون محمد
و امجد کو اپنا حصہ دیکر اقرارنامہ شرع کے موافق اس مضمون کا کہ یہ مکان نصف مشاع حق و ملک
فلان شخص و نصف مشاع حق و ملک فلان فلان اشخاص کا ہے ہم مقران عاریۃً اس مین رہتے ہین
مالکان مکان جب چاہین خالی کرالین ہمین کچھ عذر نہوگا ۱۲۷۵ھ ہجری مین لکھدیا اور یہ اقرارنامہ مہر اور
گواہی سے مکمل ہو گیا۔ اور اقرارنامہ مین مقران نے کہین یہ نہین لکھا کہ یہ مکان پہلے وراثۃً ہماری ملک
مین تھا اب فلان فلان لوگونکی ملک ہو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقر لہم کو اس مکان پر کسی دوسرے طریقہ
سے ملکیت ہے کہ وہ مقران عاریۃً اسمین رہتے ہین پھر وہ دونون تا حیات اُس مکان مین رہے اور
وہین مرے اور اُنھین کا قبضہ رہا مگر چونکہ بیعنامہ مکان مذکور موسومہ حامد مورث اعلیٰ تقسیم نہین ہو سکتا تھا
پس دوراندیشی اور آیندہ کے رفع مناقشہ کے لحاظ سے دونون اقرار کرنے والون نے یہ اقرارنامہ اپنی
مہر اور دستخط سے لکھدیا اور اصل بیعنامہ مکان موسومہ حامد ورثہ حامد کے پاس اور اقرارنامہ مذکور ورثہ
محمد و امجد وغیرہ کے پاس موجود ہے ہر ایک کے پاس دوسرے کا وثیقہ موجود نہین ہے دوسرے یہ کہ ابتداے
اقرارنامہ مذکور سے ابتک ورثاے محمد و امجد وغیرہ کا بوجہ اتفاق و یکجہتی باہمی خصوصاً بنظر عدم بدنیتی و عدم
بدایمانی وغیرہ طرفین کے کسی طرح کا قبض و تصرف مکان مذکور پر نہین ہوا بدستور علی ترتیب النسل ورثاے
مسعود کا قبضہ اور تصرف ہے اب ورثاے محمد و امجد اتنی مدت کے بعد بموجب اقرارنامہ موجودہ ورثہ
مسعود سے نصف مکان کے مدعی ہوے ہین تو ورثاے مسعود بہ نیت حق تلفی و نادہندی اقرارنامے
کو ہبہ بالمشاع قرار دیتے ہین اور کہتے ہین کہ نواسون کی موجودگی مین حق کیونکر مل سکتا ہے اگر تمھارا کچھ
حق ہوتا تو ابتک تمھارے مورث کیون چپکے بیٹھے رہتے ورثاے محمد وغیرہ یہ جواب دیتے ہین کہ ہبہ نامہ نہین
ہو بلکہ اقرارنامہ ہو اور اُسکی کسی جملہ سے ہبہ بالمشاع ثابت نہین ہوتا اگرچہ ابتک اتفاق باہمی کیوجہ سے ہمارا قبضہ
اور تصرف نہین ہوا لیکن اس سے ہمارا حق باطل نہین ہو سکتا اور شرع مین دعوے کے لیے کوئی میعاد مقرر نہین ہو
اور ہم بموجب اقرارنامہ موجودہ کے اپنا حصہ طلب کرتے ہین نہ بموجب حق نواسگی و عصوبت اور یہ اقرارنامہ
ایسا تصور کرنا چاہیے جیسے تمھارے جد محمد امین نے باوجود عصبہ یعنے سگے بھتیجے کے موجود ہوتے کی آدھا حصہ اپنا اُنھین
سگے بھتیجے کو اور آدھا محروم الارث نواسی کو دیا تھا جو اپنے ماموں کے یہان بیاہی تھی اس خیال سے کہ کہین اُسکا شوہر یا سسر

اُسکی ماں کے مہر کا دعوی میرے عصبہ پر نہ کرے۔ ویسے ہی احمد نے اپنی زوجہ کے مہر مین محمد اور امجد کی نام
یہ اقرار نامہ لکھدیا ورنہ احمد دختر کی موجودگی مین نواسون کو کیون لکھتا اسکے علاوہ وہ لوگ متقی پرہیزگار
تھے خلاف شرع کیون کرتے اور ترکہ پدری کا دونون بھائیون پر برابر تقسیم ہوا اور پہلے محمد کا مرنا اُسکے
بعد احمد کا مرنا اور اپنے اپنے متروکہ کا مسعود اور محمد وغیرہ کو اغصان الانساب سے جو ہمارے جد کی تصنیف
ہے ثابت ہے تو ایسی صورت مین حامد کا کل متروکہ تقدیم وتاخیر اموات کی وجہ سے شرعا احمد کی طرف
عود کرتا ہے پس یہ اقرار نامہ یا ہبہ نامہ بالمشاع متصور ہوگا اور یہ اقرار نامہ اور یہ کارروائی بعینہ محمد مین
کی کارروائی کے پائی جاتی ہے یا نہین اور محمد اور امجد کے ورثا مسعود کے ورثا پر دعوی کر سکتے ہین یا نہین
**جواب** محمود اور احمد کی تحریر اقرار نامہ متصور ہو گی نہ ہبہ نامہ جیسا کہ خانیہ کی اس عبارت سے واضح
ہے رجل قال جمیع مایعرف لی اوینسب الی فہو لفلان قال ابو بکر الاسکاف ھذا اقرار ولو قال جمیع مالی
اوجمیع ما املکہ فہو لفلان فہو ھبۃ ولو قال ما فی بیتی لفلان فہو اقرار انتہی والاصل فی ذلک انہ ان
اضاف المقربہ الی ملکہ کان ھبۃ لان قضیۃ الاضافۃ تنافی حملہ علی الاقرار الذی ھو اخبار لا انشاء
کذا فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ ایک شخص نے کہا کہ تمام وہ چیزین جو میری مشہور ہین یا میری جانب
منسوب ہین فلان کے لیے ہین ابو بکر اسکاف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ یہ اقرار ہے اور اگر کہا کہ میرا تمام مال
یا وہ تمام چیزین جنکا مین مالک ہون وہ فلان کے لیے ہین تو یہ ہبہ ہے اور اگر کہا تمام وہ چیزین جو میرے
گھر مین ہین فلان کے لیے ہین تو یہ اقرار ہے انتہی اسکی اصل یہ ہے کہ اگر مقربہ کی اضافت اپنی ملک کی
جانب کی تو ہبہ ہے کیونکہ اضافت اقرار کی منافی ہے جو اخبار ہے نہ کہ انشا رجیسا کہ تنقیح فتاوی حامدیہ مین
ہے اور ایسا ہی منح الغفار اور درمختار وغیرہ مین موجود ہے پس صورت مذکورہ مین ہرگاہ مقران نے
مقربہ کی نسبت اپنی ملکیت نہین ذکر کی بلکہ اُسکا دوسرون کے واسطے اقرار کر دیا بنا ءعلیہ شیوع وغیرہ
اس مین مضر نہوگا اور محمد اور امجد وغیرہ کا دعوی اس اقرار نامہ کی بنا پر ورثاے مسعود پر نافذ ہو سکتا ہے اور
دعوی برادرزادگان زوجۂ محمد امین متروکہ مقبوضۂ ہندہ پر نہین ہو سکتا۔ **سوال** مسماۃ فاطمہ زوجۂ
شاہ مراد علی مرحوم نے ایک نوشتہ اس مضمون کا لکھا کہ پہلے مین نے ایک ہبہ نامہ بنام مسماۃ بدرن بی بی
زوجہ شاہ قدرت اللہ کے لکھا تھا تو اس مین بلفظ نسلا بعد نسل تھا اور یہ ذریۂ نشن ہے جسکی عذرداری ہمارے
وارثان شوہر نے کی لہذا مین اُس ہبہ نامہ کو فسخ کر کے اس ہبہ نامہ ثانی مین لکھے دیتی ہون مقررہ جو

مبلغ ایکسو نو روپیہ چودہ آنہ سکہ چہرہ دار کہ جو سالانہ بابت باقی تصفیہ محلہ مقران کے مقرر ہو بقید حین حیات بنام مسماۃ بدورن بی بی زوجۂ قدرت اللہ مذکور کے لکھے دیتی ہون کہ میرے مرنے کے بعد مسماۃ مذکورہ اپنی زندگی بھر زر پنشن پر قابض ہو سال بسال جیساکہ قاعدہ سرکار مقرر کرے وصول کرکے اپنے خرچ مین لایا کرے اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکے وارثان کریم الدین پسر و مسماۃ علیم النسا بی بی دختر او اپنی بی بی بحصص مساوی ورثا سے شوہری بھی پایا کرین اور یہ زر پنشن عطاے سلطانی ایک شخص شاہ مراد علی کے نام سے ہے او مسمی کریم الدین پسر او مسماۃ علیم النسا بی بی دختران شاہ مراد علی زوج اور زوجہ فاطمہ بی بی متوفی سے ہین اور وارث متوفی کے بھی ہین پس ایسی صورت مذکور مین تملیک مضاف بعد الموت یعنے وصیت جائز ہوے یا نہین اور یہ وصیت بالشرط ہے یا نہین یا یہ کہ وصیت قرار نہ پائے گی **جواب** درمختار مین بحث مصارف بیت المال مین ہے العطاء صلۃ فلا تملك الا بالقبض عطا صلہ ہے پس کوئی شخص بلا قبضہ کے اُسکا مالک نہوگا۔ اور بھی اسی کتاب کے کتاب الوصایا مین ہے وکون الموصی بہ قابلا للتملیك بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا اور موصی بہ کا موت موصی کے بعد مالا یا نفعا کسی عقد کے ذریعے سے قابل تملیک ہونا۔ اور اشباہ کے قاعدۂ خامسہ مین ہے العطاء الذی یجعل الامام العطاء لہ لان الاستحقاق للعطاء باثبات الامام لا دخل فیہ لرضاء الغیر و جعلہ امام جو عطیہ مقرر کرے وہ اسکے لیے ہے جسکے لیے اُس نے مقرر کیا ہو کیونکہ استحقاق عطیہ امام کے ثابت کرنے سے ہوتا ہے اس مین رضاے غیر کو دخل نہین ہے اور ردالمحتار حاشیہ درمختار کے کتاب البیوع مین ہے قال فی البدائع الحقوق المفردۃ لا یحتمل التملیك ولا یجوز الصلح عنہا بدائع مین ہے حقوق مفردہ محتمل تملیک نہین ہین اور صلح جائز نہین ہے ان عبارتون سے ثابت ہوا کہ وصول ہونے کے پہلے وظیفہ مقررہ مملوک نہین ہے صرف حق صاحب وظیفہ متعلق ہے اور حق کی تملیک باطل ہے پس صورت مذکورہ مین وصیت مذکورہ کہ اُس مین تملیک ہوتی ہے باطل ہوگی **سوال** ایک شخص ہر چھ مہینے کے بعد گورنمنٹ سے کچھ روپیہ پایا کرتا ہے تو وصول کرنے سے پہلے اُس روپیہ کو ہبہ کرسکتا ہے یا نہین اگر کوئی شخص کسی چٹھی کو ہبہ کرے جسکے ذریعے سے وہ روپیہ ایک میعاد پر وصول کیا کرتا ہے کیا اُسکا اثر یہ ہوسکتا ہے کہ وہ روپیہ جسے وہ آگے میعاد پر وصول کرے گا ہبہ ہوجاے اگر کوئی شخص صرف استحقاق کسی شئے کا بے بخشے ہوے ہبہ کرے تو یہ جائز تصور کیا جائیگا یا نہین **جواب** چٹھی کی ہبہ او بیع اور اسی طرح صرف حق و استحقاق کی ہبہ اور بیع

شرعا لغو ہی استحقاق اور چٹھی کی ہبہ سے یہ اثر نہین ہوسکتا کہ موہوب لہ وہ روپیہ وصول کرسکے اور ایسے
ہی ماہانہ یا سالانہ یا ششماہی کی ہبہ و بیع نادرست ہی کیونکہ ایسی تخواہ قبضہ اور وصول ہونے کے پہلے
ملک مین داخل نہین ہوتی اور غیر مملوک اور معدوم کی بیع یا ہبہ باطل ہی خزانۃ الروایات مین ہی فی التجنیس
من لہ وظیفۃ فی بیت المال اذا قسم فی حال حیاتہ فقسمتہ باطلۃ لانہ بعد الموت یردالی بیت المال وفی جواھر
الفتاوی علوی لہ مشاھرۃ من مال الخراج یوصل الیہ کل سنۃ فوھبہا لغیرہ ووکلہ بقبضہا لایجوز لان العلوی
لایملکہا قبل القبض ولا یصح جعلہا ھبۃ لغیرہ لانہ لم یملکہا وفی القنیۃ قال نجم الائمۃ شری البروات التی
یکتبہا الدیوان علی العمال لایصح تجنیس مین ہے جسکو بیت المال سے وظیفہ ملتا ہے اگر وہ اپنی زندگی ہی مین
اُسکو تقسیم کردے تو یہ تقسیم باطل ہی کیونکہ موت کے بعد وظیفہ بیت المال مین پھر دیا جاتا ہی اور جواہر الفتاوی مین ہے
کہ علوی جسے مال خراج سے مشاہرہ ملتا ہے جو ہر سال اُسکو پہونچ جاتا ہے اگر وہ مشاہرہ کسی ور کو ہبہ کردے اور
اُسی کو قبضے پر وکیل بنادے تو یہ جائز نہین ہی کیونکہ علوی قبل قبضے کے وظیفے کا مالک نہین ہے اور کسی دوسرے
کو اُسکی ہبہ بھی صحیح نہین ہے کیونکہ وہ خود اُسکا مالک نہین ہے اور قنیہ مین ہے کہ نجم الائمہ نے کہا ہو اُن کاغذات
کا خریدنا جن مین دیوان عمال کو تحریر کرتے ہین صحیح نہین ہے اور رسالہ احکام الاراضی مین ہے لاالاصل
ان المعدوم لایصح تملیکہ ولا التصرفات فیہ وفیہ ایضا لا یعلم لذلک ای للقول بالتملیک فی غیر المقبوض
من الوظیفۃ اصل من الکتب المشہورۃ المعتبرۃ اصل یہ ہی کہ معدوم کی تملیک اور اُس مین تصرف صحیح نہین
ہے اور اسی کتاب مین ہی اسکی یعنے بغیر قبضے کے وظیفہ کے تملیک کی کتب مشہورۂ معتبرہ مین کوئی اصل نہین
ہے **سوال** زید کے دو وارث ہین ایک بھتیجا مسمی بکر اور ایک زوجہ لاولد زید نے اپنے کل مملوکات منقولہ
وغیر منقولہ بعوض دین مہر کے اپنی زوجہ کو ہبہ کردیے ہنوز تحریر اور تکمیل ہبہ نامہ کی نوبت نہین آئی تھی کہ زید
مرگیا زید کے مرنے کے بعد بکر اور زوجۂ زید کے درمیان یہ قرارداد ہوا کہ اگر زوجۂ زید و بکر سے کسی قسم کی نزاع
اور پرخاش پیش آئے تو اُسوقت کل مملوکات جدی و موروثی زید پر زوجۂ زید تاحیات قابض رہے وا
اذ لیس فلیس ذلک اس صورت مین یہ قرارداد اُس ہبہ کو باطل کرے گی یا نہین **جواب** نہین۔
**سوال** والی ملک کی طرف سے زید کو کچھ یومیہ بقید مع فرزندان ملتا ہے اور زید نے اُس کے کل یا بعض
کو اپنے لڑکون مین سے کسی ایک کو ہبہ کردیا تو جائز ہے یا نہین **جواب** نہین کیونکہ یومیہ شئے معدوم ہے
آناً فاناً حادث ہوتی رہتی ہی اور ہبہ مین قبض موہوب ضروری ہے اور جبکہ سلطانی سند مین مع فرزندان لکھا ہی تو

اُس یومیہ مین اُسکے تمام فرزند حقدار ہین پس زید نے جو ایک فرزند کے نام ہبہ کی تو یہ ہبہ دوسرون کے حق کو باطل کرتی ہے لھذا نافذ نہوگی اور زید کے مرنے کے بعد سب فرزندان برابر برابر اُسکے مستحق ہونگے **سوال** مسماۃ ہندہ کو سات عدد باپ کے ترکے سے ملے اُن مین سے اُس نے چار عدد اپنے بھائی عمرو کو اپنی زندگی مین بمعاوضہ لکھکے دیدیے اور اپنے سامنے عمرو کو اُسپر متصرف بھی کرادیا پھر بیمار ہونے کے بعد تین عدد باقی کو خدیجہ اور بکر کے نام جو اُسکی بہن کی بیٹی اور بیٹے ہین بے قبض و تصرف ہبہ کیے اور ہندہ اُسی مرض مین مرگئے تو یہ دونون ہبہ جائز ہوئی یا نہین **جواب** پہلی ہبہ نافذ ہوگی اور دوسری نافذ نہوگی کیونکہ اس مین موہوب لہما کا قبضہ نہین کرایا ہدایہ مین ہے ولا بد فی الھبۃ لاثبات الملک من القبض قبضہ کرا کے ملک ثابت کردینا ہبہ مین ضروری ہے **سوال** ہبہ بالعوض بیع کا حکم رکھتی ہے یا نہین۔ **جواب** ابتداءً اور انتہاءً بیع کا حکم رکھتی ہے درمختار مین ہے لو قال وھبتک بکذا فھو بیع ابتداء وانتہاء اگر یہ کہا کہ فلان چیز مین نے تمھین اس معاوضے مین ہبہ کی تو یہ ابتداءً اور انتہاءً بیع ہے۔ اور عالمگیری مین ہے لو قال الرجل لاخر وھبت منک ھذا العبد بالف درھم وقال الاخر قبلت صح البیع کذا فی الخلاصۃ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ غلام تجھے ایک ہزار درم کے بدلے مین ہبہ کیا ہے دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو بیع صحیح ہوگی یہ خلاصہ مین ہے **سوال** اپنے حصہ کے کی ہبہ بشرط عوض اُس چیز مین جو تقسیم کے بعد قابل منفعت ہوسکتی ہے زمین کی طرح جائز ہے یا نہین **جواب** جائز ہے اگر واہب نے ہبہ کرنے کے بعد تقسیم کرکے موہوب لہ کا موہوب پر قبضہ کرادیا اور خود عوض پر قابض ہوگیا تو موہوب لہ موہوب کا مالک ہوجاے گا ورنہ نہین۔ عنایہ مین ہے اذا وھب مشاعا فیما یقسم ثم افرزہ وسلمہ صحت وقعت مثبتۃ للملک فعلم بھذا ان ھبۃ المشاع فیما یقسم وقعت جائزۃ فی نفسھا ولکن توقف اثباتھا الملک علی الافراز والتسلیم اگر کسی ایسی چیز کا ہبۂ مشاع کیا جو تقسیم ہوسکتی ہو پھر اُسے منقسم کرکے تسلیم کیا تو ہبہ صحیح ہوگی اور ملک ثابت ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ ہبۂ مشاع اُن اشیاء مین جو تقسیم ہوسکتی ہین فی نفسہ جائز ہے لیکن اُس سے ملک کا ثابت ہونا تقسیم اور تسلیم پر موقوف ہے۔ **سوال** اگر زید نے خالد سے کہا کہ مین نے تجھکو اس مکان کا مالک کردیا تو ہبہ ہوگی یا نہین **جواب** بعضون کے نزدیک مطلقاً ہبہ ہوگی اور بعض کے نزدیک اگر قرینہ ہبہ پر قائم ہے تو ہبہ صحیح ہے ردالمحتار مین ہے بقی ما لو قال ملکتک ھذا الثوب مثلا فان قامت قرینۃ علی الھبۃ صحت والا فلا لان التملیک اعم منھا لصدقہ علی البیع والاجارۃ

والاجارة وغیرھا وفی الکاذرونی انہا ھبة باقی رہی یہ صورت کہ مین نے تم کو اس کپڑے کا مالک بنادیا تو اگر ہبہ کا قرینہ موجود ہو تو ہبہ صحیح ہی ورنہ نہین کیونکہ تملیک ہبہ سے عام ہے اس لیے کہ وہ بیع پر بھی صادق آتی ہی اور اسیطرح وصیت اور اجارہ وغیرہ پر بھی۔ کاذرونی مین ہے کہ یہ ہبہ ہے **سوال** اگر کوئی کہے کہ یہ مال زید کے لیے ہی تو ہبہ ہو گی یا نہین **جواب** ہبہ نہو گی ہان اگر کہے کہ میرا یہ مال فلان شخص کے لیے ہے تو ہبہ ہو گی فتاوی قاضی خان مین ہے قالوا اذا اضاف المال الی نفسہ اولا بان قال عبدی ھذا لفلان یکون ھبة علی کل حال وان لم یضف الی نفسہ بان قال ھذا المال لفلان یکون اقرارا فقہانے کہا ہے کہ جب مال کی نسبت پہلے اپنی طرف کرے مثلا یون کہے کہ یہ میرا غلام فلان کے لیے ہے تو ہر حالت مین ہبہ ہو گی اور اگر اپنی طرف نسبت نہ کرے مثلا یہ کہے کہ یہ غلام فلان کا ہے تو اقرار ہو گا **سوال** اگر زید نے اپنی اولاد مین سے کسی ایک کو اپنا تمام مال ہبہ کر دیا اور دوسرون کو محروم کیا یا اپنا مال بانٹنے کے وقت کسی ایک اولاد کو زائد دیا تو دونون صورتون مین یہ ہبہ نافذ ہو گی یا نہین **جواب** ہبہ دونون صورتون مین نافذ ہو گی مگر واہب پہلی صورت مین گنہگار اور دوسری صورت مین تارک اولی ہو گا۔ مشکوة مین ہے عن النعمان ابن بشیران اباہ اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال انی نحلت ابنی ھذا غلاما فقال اکل ولدک نحلت مثلہ قال لا قال فارجعہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ مین سنے اپنے اس لڑکے کو اپنا غلام ہبہ کیا ہے آپنے پوچھا کیا تم نے اسی طرح سب لڑکونکو غلام ہبہ کیا ہے نعمان نے کہا نہین آپنے فرمایا تو اس ہبہ کو لوٹا لو۔ اور طیبی نے کہا ہے فیہ استحباب التسویة بین الاولاد فی الھبة فلا یفضل بعضہم علی بعض سواء کانوا ذکورا اواناثا قال بعض اصحابنا ینبغی ان یکون للذکر مثل حظ الانثیین والصحیح الاول ووھب بعضہم دون بعض فمذھب الشافعی ومالک وابی حنیفة انہ مکروہ ولیس بحرام والھبة صحیحة وقال احمد والثوری واسحق ھو حرام مستحب یہ ہے کہ سب اولاد کو مساوی ہبہ کرے اور کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دے مرد ہون یا عورت اور ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک مرد کو دو عورتون کے برابر ہبہ کرنا چاہیے اور اول صحیح ہے اور اگر بعض کو ہبہ کیا اور بعض کو ہبہ نہ کیا تو امام شافعی اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک یہ ہبہ مکروہ ہے حرام نہین ہے اور ہبہ صحیح ہے اور احمد اور ثوری اور اسحق رحمہم اللہ کے نزدیک یہ ہبہ حرام ہے اور بزازیہ مین ہے الافضل فی ھبة الابن التثلیث کالمیراث وعند الشافعی التنصیف وھو المختار ولو وھب جمیع مالہ من ابنہ جاز قضاء وھو آثم نص علیہ محمد

ولو خص بعض اولادہ لزیادۃ رشدہ لاباس بہ وان کانا سواء لا یفعلہ افضل لڑکے کو ہبہ کرے زمین ثلث ہی جیسا کہ میراث مین اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نصف یہی مختار ہی اور اگر اپنا تمام مال ہبہ کردیا اپنے کسی ایک لڑکے کو تو یہ بھی جائز ہی لیکن ہبہ کرنے والا گنہگار ہوگا اسے امام محمد رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے اور اگر بعض اولاد کو بوجہ انکی نیکی ورشد کے مخصوص کرلیا تو جائز ہی اور اگر سب مساوی ہون تو ایسا نہ کرنا چاہیے **سوال** مکان کے ایک ٹکڑے کو ہبہ کرنا جائز ہی یا فاسد **جواب** فاسد ہی مگر جبکہ تقسیم کرکے موہوب لہ کے حوالے کردیا جاے ہدایہ مین ہے من وھب شقصا مشاعا فالہبۃ فاسدۃ لما ذکرنا فان قسمہ وسلمہ جاز لان تمامہ بالقبض وعندہ لا شیوع اگر ایک ٹکڑے کا (مکان کا ہو یا اور کسی چیز کا) ہبہ مشاع کیا تو ہبہ فاسد ہی جیسا کہ ہمنے اوپر ذکر کیا ہے اور اگر مال تقسیم کرکے موہوب لہ کے سپرد بھی کردیا جائے تو جائز ہے کیونکہ ہبہ قبضے سے تمام ہو جاتی ہی امام صاحب کے نزدیک اسمین شیوع کی قید نہین ہے **سوال** ہبہ بے موہوب لہ کے قبضے کے تمام ہوتی ہے یا نہین **جواب** نہین جیسا کہ متون مین اسکی صراحت موجود ہے **سوال** اگر واہب تسلیم سے پہلے مرگیا تو ہبہ باطل ہوگی یا نہین **جواب** باطل ہوگی عالمگیری مین ہی واذا مات الواھب قبل التسلیم بطلت اگر واہب تسلیم سے پہلے مرگیا تو ہبہ باطل ہوگی **سوال** اگر زید نے مرض الموت مین ہبہ کی اور قبضہ بھی کرا دیا تو کیا حکم ہی **جواب** وصیت کا حکم رکھتی ہی ثلث مال سے نافذ ہوگی عالمگیری مین ہی ولا یجوز ھبۃ المریض ولا صدقتہ الا مقبوضۃ فاذا قبضت جازت من الثلث مریض کی ہبہ یا مریض کا صدقہ بلا قبضے کے درست نہین ہے اور بعد قبضہ ثلث مال سے جائز ہی **سوال** ہبہ تعاطی بغیر ایجاب کے صحیح ہوتی ہی یا نہین **جواب** بعضون کے نزدیک صحیح ہوتی ہی جامع الرموز مین ہی وفیہ اشارۃ الی انہا تعم بالتعاطی کما فی اول النساء من شرح التاویلات فان التملیک اعطاء الملک کما فی المقدمۃ لکنہ یوھم ان الایجاب لیس برکن وھو رکن بلا خلاف اسمین اس جانب اشارہ ہی کہ ہبہ تعاطی درست ہی جیسا کہ شرح تاویلات مین سورۂ نساء کے اول مین ہی کیونکہ تملیک کے معنے عطاے ملک کے ہین جیسا کہ مقدمے مین ہی لیکن اس سے وہم ہوتا ہے کہ ایجاب رکن نہین ہی حالانکہ وہ بلا اختلاف رکن ہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

# کتاب الوصایا

**سوال** ہندہ نے زر ترکہ مندرجہ دستاویز جس مین جائداد غیر منقولہ مستغرق ہی جو اسکو زید وغیرہ سے ملتا ہے

اپنے نابالغ لڑکے کے نام ہبہ بلا عوض کیا اور ایک شخص کو اُس کا ولی یا سربراہ کار مقرر کر دیا اور ولی کو قرضہ وصول کرکے اُسکے محاصل مین نابالغ کی تعلیم اور پرورش کا اختیار دیا اور یہ بھی لکھدیا کہ اگر یہ لڑکا مرجائے تو جو میری لڑکیان اوسوقت موجود ہون اُنپر بحصۂ مساوی تقسیم ہو پس یہ دستاویز ہبہ نامہ سمجھی جائیگی یا وصیت نامہ اگر ہبہ نامہ سمجھی جائے تو ایسی ہبہ سے واہبہ کو فسخ کا اختیار رہے یا نہیں اور ہندو قوم کا شخص نابالغ کا ولی ہو سکتا ہی یا نہیں۔ **جواب** وصیت اُس تملیک کو کہتے ہین جو مضاف بما بعد الموت ہو جیساکہ تنویر الابصار مین ہی ہے تملیک مضاف الی ما بعد الموت وصیت اُس تملیک کو کہتے ہین جو مضاف بما بعد الموت ہو۔ اور ہبہ نامہ مین صاف لفظ ہبہ و اعطاء بغیر اضافت بعد موت کے موجود ہے پس یہ تحریر ہبہ نامہ متصور ہوگی لیکن چونکہ یہ تملیک دین غیر مدیون کو ہی لہذا ایسے ہبہ سے اختیار رجوع اور فسخ ہبہ کا ہوگا جب تک کہ موہوب لہ اُس دین پر قابض نہ ہو۔ در مختار مین ہی واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین قرضدار کے سوا کسی اور کو قرض کا مالک بنا دیا اگر اُسے قبضے کا حکم بھی دیا ہے تو صحیح ہے کیونکہ یہ ہبۂ عین کی جانب رجوع کرتا ہی۔ اور رد المحتار مین ہی ولھذا لا یلزم الا اذا قبض ولہ الرجوع قبلہ ذلہ منعہ حیث کان بحکم النیابۃ عن القبض اسی لیے ہبہ قبل قبضہ لازم نہین ہے اور اُسے قبل قبضہ حق رجوع ہی پس وہ قبضہ کرنے سے روک سکتا ہے کیونکہ اُسی نے قبضہ کرنے کا نائب بنایا تھا۔ اور غیر مسلم مسلم نابالغ کا ولی نہین ہوسکتا **سوال** زید نے اپنے بیٹے بکر کو اپنا وصی کیا بقید دوام مگر نسلاً بعد نسل وغیرہ کی کوئی قید وصیت نامہ مین تحریر نہین کی پھر زید مرگیا پھر بغیر دوسرے کو وصی کیے ہوے بکر بھی مرگیا اب بکر کی اولاد کہتی ہے کہ ہمارا باپ زید کا دواماً وصی تھا اور دوام سے نسلاً بعد نسل کی قید ثابت ہوتی ہے لہذا ہمپر ارث وصیت منتقل ہونا چاہیے اور زید کے دوسرے ورثا کہتے ہین کہ بکر کے مرنے کے بعد زید کا کوئی وصی نہین رہا اور لفظ دائما بکر کی حین حیات ہی پر دلالت کرتا ہے اور وصیت کوئی ارث شرعی نہین ہے کہ جو موصی لہ کی ورثا کی طرف اُسکی وفات کے بعد منتقل ہو پس یہ وصیت وفات بکر کے بعد منقطع ہوگئی پس جائداد زید جملہ ورثاے شرعی زید کی طرف منتقل ہونا چاہیے اس مین شرعی حکم کیا ہے **جواب** لفظ دائما جو وصی کے حق مین وارد ہوا ہے اُس سے بحسب استعمال قواعد فقہیہ اُسی کی ذات کے ساتھ وصایت کا دائم ہونا ہی اور صرف اس لفظ سے ثابت نہین ہوتا کہ وصایت نسلاً بعد نسل ہی جب تک کوئی اور لفظ اس مضمون پر دلالت نہ کرے اور وصایت ایسی چیز نہین ہے جو ورثہ کو منتقل ہو در مختار کے کتاب الوقف مین ہے لا ولایۃ لمستحق الا بتولیۃ کسی

مستحق کو ولایت کا حق حاصل نہین جبتک وہ ولی نہ بنایا جائے۔ اور رد المحتار کے کتاب البیع مین ہے قال فی البدائع الحقوق المفردة لا تحتمل التملیک ولا یجوز الصلح عنها بدائع مین ہے خالص حقوق مین احتمال تملیک نہین ہے اور اُنکے متعلق کسی قسم کی مصالحت بھی درست نہین ہے۔ اور رد المحتار کی بحث خیار الشرط مین ہے۔ الحقوق المجردة لا تورث خالص حقوق مین وراثت نہین جاری ہوتی + اور عنایہ شرح ہدایہ اور بنایہ شرح ہدایہ کی بحث خیار الشرط مین ہے الارث فیما یقبل الانتقال لانہ خلافة عن المورث بنقل الاعیان الی الوارث ورثہ وہی اشیا ہین جو قابل انتقال ہون کیونکہ ورثہ مورث کا کسی کو اپنا خلیفہ بنانا ہو اشیا کو اُسکی طرف منتقل کر کے۔ اور فتاوی حمادیہ کے کتاب الوقف مین ان مات القیم بعد موت الواقف ان اوصی القیم الی وصی فوصیہ اولی من القاضی وان لم یکن اوصی الی رجل فالرای فیہ الی القاضی اگر واقف کے بعد قیم مرجائے اور وہ کسی کو اپنا وصی بنا گیا ہو تو وہ قاضی پر مقدم ہو اور اگر اُس نے کسی کو اپنا وصی نہ بنایا ہو تو قاضی کو اختیار ہے۔ اور طحطاوی حاشیۂ درمختار کے کتاب الوقف مین ہے ولایة النصب الی القاضی اذا مات المتولی ولم یوص الی احد قاضی کو منتظم کے مقرر کرنے کا اختیار ہے اگر متولی مرجائے اور اُس نے کسی کو اپنا وصی نہ بنایا ہو۔ تنقیح فتاوی حامدیہ کے کتاب الوقف مین ہے قال فی الذخیرة البرهانیة ان مات القیم بعد ما مات الواقف فان کان القیم قد اوصی الی غیرہ فوصیہ بمنزلتہ وان کان لم یوص الی احد غیرہ فولایة نصب القیم الی القاضی ذخیرۂ برہانیہ مین ہے کہ اگر واقف کی موت کے بعد منتظم مرجائے اور اُس نے کسی اور کو اپنا وصی بنا دیا ہو تو وصی کا وہی مرتبہ ہوگا جو خود منتظم کا تھا اور اگر اُس نے کسی کو وصی نہ بنایا ہو تو منتظم کے مقرر کرنے کا قاضی کو اختیار ہے۔ ان عبارتون سے معلوم ہوتا ہے کہ وقف کی ولایت امر مورث نہین ہے ورنہ متولی کے مرنے کے بعد اُس کی اولاد پر متولی ہونے کا حکم دیا جاتا حالانکہ تمام فقہا لکھتے ہین کہ اگر متولی نے اپنی حیات مین خود کسی کو وصی نہین بنایا تو اُس کے مرنے کے بعد قاضی کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے متولی کردے اور وصی کا حکم وہی ہے جو متولی وقف کا حکم ہے عرف فقہا مین اُسی کو ناظر اور قیم بھی کہتے ہین تنقیح فتاوے حامدیہ کے کتاب الوصایا مین ہے الوصی کالناظر لان الوصیة والوقف اخوان یستقی کل منهما من الآخر کما صرحوا بہ ثم اذا مات المشروط بعد موت الواقف ولم یوص لاحد فولایة النصب للقاضی اذ لا ولایة لمستحق الا بتولیة قال فی الخیریة عن فتاوی رشید الدین لو کان الوقف علی رجل معین فقل عوزان یکون المتولی بغیر اطلاق القاضی یفتی بانہ لا یصح دعواہ لان حقہ

اخذ الغلبۃ لا التصرف فی الوقف کذا فی تعالیق الانوار علی الدر المختار الارث یجری فی الاعیان و اما الحقوق فمنہا ما لا یجری الارث فیہ کحق الشفعۃ وخیار الشرط وحد القذف لا تورث ولو کالارث والعواری والودائع لا تورث کذا فی الاشباہ والنظائر وصی واقف کے مثل ہی کیونکہ وصیت و وقف ایک دوسرے سے مستفاد ہین جیساکہ فقہا نے اس کی تصریح کی ہی پھر جب واقف کے بعد وہ شخص مرجائے جسے واقف نے شرط کیا ہوا اور وہ کسی کو اپنا وصی نہ بنا جائے تو قاضی کو منتظم کے مقرر کرنے کا اختیار ہے کیونکہ کوئی مستحق بغیر ولی بنائے ہوئے خود سے ولی نہین بن سکتا خیریہ مین فتاوی رشید الدین سے منقول ہے کہ اگر وقف کسی خاص شخص پر ہو تو وہ بلا حکم قاضی متولی ہو سکتا ہے یا نہین تو فتوی اسپر ہے کہ اُسکا دعوے صحیح نہین ہے کیونکہ اسے غلبہ کرلینے کا حق ہے نہ کہ وقف مین تصرف کرنے کا جیساکہ تعالیق الانوار حاشیۂ در مختار مین ہے ورثہ اعیان مین ہوتا ہے اور بعض حقوق مین ورثہ جاری نہین ہوتا جیسے حق شفعہ خیار شرط حد قذف (اگرچہ یہ مثل ورثے کے ہین) عاریتین اور ودیعتین جیساکہ اشباہ ونظائر مین ہے ۔ اعیان عبارت ہے اموال سے اس سے معلوم ہوا کہ ارث مال ہوتی ہے اور حق وکالت مورث نہین ہے اور ظاہر ہو کہ وصایت وکالت ہے من وجہ پس یہ بھی مورث نہوگی در مختار کے قول الوصی بمنزلۃ الوکیل لا وصاف لا تورث (وصی بمنزلہ وکیل کے ہو اوصاف ورثہ نہین ہوتے۔) کے تحت مین طحطاوی نے لکھا ہے قال العلامۃ نوح لان وصف شخص لا یمکن فیہ ذلک والارث فیما یمکن فیہ الانتقال وھو الاعیان لا فیما لا یمکن فیہ الانتقال وھو الاوصاف علامہ نوح رحمہ اللہ نے کہا ہی کیونکہ کسی شخص کے وصف مین نتقال ممکن نہین ہے اور ورثہ انھین چیزون مین ہوتا ہے جنکا انتقال ممکن ہو یعنے اعیان مین نہ اُن اشیا مین جنکا انتقال ناممکن ہو یعنی اوصاف مین اعیان سے مراد ذوات اشیائے قائمہ بنفسہا و اموال ہے فصول استروشنی کی تیرھوین فصل مین ہے رأیت فی فوائد شیخ الاسلام نظام الدین رجل وقف ارضا وجعل لھا متولیا وشرط التولی من اولادہ واولاد اولادہ ھل للقاضی ان یجعل غیرہ متولیا رھل یصیر متولیا لو فعل ذلک قال لا مین نے شیخ الاسلام نظام الدین رحمہ اللہ کے فوائد مین دیکھا ہے کہ ایک شخص جس نے ایک زمین وقف کی اور خود اُسکا متولی بنا اور تولیت کے متعلق اپنی نسل کی شرط لگائی تو ایسی صورت مین قاضی کسی دوسرے کو متولی بنا سکتا ہے اور قاضی کے بنانے سے وہ شخص متولی بن جائیگا یا نہین اس کا جواب یہ ہے کہ نہین ۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر واقف یون کہے کہ اس وقف کی متولی میری اولاد پھر اولاد کی اولاد

ہوگی تو اُسکا یہ قول صحیح ہوگا عنایہ کی بحث خیار شرط مین ہے الحقوق المجردۃ لا تورث خالص حقوق ترکہ نہین ہوتے اور ردالمحتار کے کتاب البیوع مین ہے قال فی البدائع الحقوق المفردۃ لا تحتمل التملیک ولا یجوز الصلح عنہا بدائع مین ہے کہ خالص حقوق محتمل تملیک نہین ہین اور نہ انکے متعلق کوئی صلح درست ہے حق مفرد سے مراد وہ حق ہے جو مجرد وصف حق مین قائم ہو اور قبیل ذوات منتقلہ مثل اموال کے نہ ہو جیسے حق خیار الشرط یا حق شفعہ یا حق وکالت و وصایت وغیرہ **سوال** زید نے اپنی کل جائداد مین سے کچھ حصہ وقف کیا اور باقی بحصص متفاوت اپنے ورثا پر تقسیم کردیا اور یہ بھی صراحت کے ساتھ لکھدیا کہ ہر شخص ورثہ مذکورہ مین سے اپنے حصص مصرحہ کا بعد فوت ہمارے مالک ہو اور خالد کو منجملہ ورثاے موصی لہم کے وقف کا متولی کیا اور یہ بھی لکھدیا کہ بقیہ جائداد کا مہتمم بھی خالد ہی رہے گا اور ہر ایک کو محاصل سے بقدر اُسکے حصے کے دیتا رہے گا اور وقف کے متعلق یہ لکھدیا کہ خالد کے بعد ہماری اولاد بھی جو لائق ہو متولی ہوگا مگر وصیت کے متعلق کچھ تصریح نہین کی اور ورثاے موصی لہم مین کچھ لوگ نابالغ اور کچھ بالغ ہین اور سب ورثا نے وصیت نامے کو اصالۃً اور ولایۃً منظور کرلیا پس یہ تحریر وصیت نامہ ہے یا نہین اور جب ورثاے نابالغ بالغ ہوجائین تو کیا اُس وقت بھی وہ اپنے حصون پر قابض نہو سکین گے اور اُنکا حصہ بھی ہمیشہ خالد ہی کے اہتمام مین رہیگا اور بالغ وارث کے حق مین وصیت نامہ کا کیا اثر ہے اپنے ملک موصی بہ کے قبضے سے محروم رکھا جائیگا یا نہین خصوصاً جبکہ خالد کے مرنے کے بعد جبراً اُسکا بیٹا قابض ہوگیا ہے **جواب** زید کی یہ تحریر وصیت نامہ ہے اور نابالغون کے بلوغ کے بعد بھی وصی کی وصایت باقی رہے گی جبتک اُس کی خیانت ظاہر نہو جامع الرموز مین ہے ویبقی وجوبا امین عن الخیانۃ یقدر علی القیام بہا جو امانت دار شخص انتظام پر قدرت رکھتا ہو اور اوسکے متعلق خیانت کا اندیشہ نہو وہ وجوباً منتظم رہے گا۔ اور درمختار مین ہے اما عزل الخائن فواجب خائن کو معزول کردینا واجب ہے اور بالغ وارث کے حق مین وصایت کا اثر حفظ مال اور نفع دینے والا انتظام ہے جامع الرموز مین ہے لا یتجر الوصی فی مالہ ای مال الغائب الکبیر لانہ لا یفوض الیہ سوی الحفظ بالغ جو موجود نہو وصی کے متعلق اُسکے مال کا انتظام نہوگا کیونکہ اسکے متعلق بجز حفاظت کے اور کوئی کام نہین ہے اور وصی کا بیٹا بغیر اسکے کہ وصی بنایا گیا ہو وصایت کا مستحق نہین ہے اس صورت مین اور ورثا قبضہ کرسکتے ہین **سوال** زید نے بکر کو اپنی جائداد کا وصی کیا اور جملہ انتظام جائداد کا موافق تفصیل مندرج وصایت نامہ کے اُسکو سپرد کردیا اور یہ ذکر نہین کیا کہ وصی کے بعد وصایت وصی کی اولاد پر منتقل ہوگی مگر وصی کے لیے وصیت نامے مین

جابجا لفظ ابد و دوام وہمیشگی کی تصریح کی کہ یہ انتظام متعلق بکر دائما یا علی الدوام یا تا ابد رہے گا پس یہ الفاظ اس امر کو مفید ہونگے کہ وصی کے انتقال کے بعد یہ وصایت اُسکی اولاد کی طرف منتقل ہوتی رہے گی یا دوام وغیرہ الفاظ وصی ہی کی ذات کے ساتھ تا حیات متعلق ہونگے اور اُس سے صرف دوام وصایت تا بقاے بکر مفہوم ہوگا **جواب** اس قسم کے الفاظ صرف بقاے وصایت مادام حیات الوصی پر دلالت کرتے ہین اور وصایت کا انتقال ورثا و اولاد وصی پر نہین سمجھا جاتا ہے عرفا ونقلا وشرعا۔ عرفا اسوجہ سے کہ اگر کسی سے زید کہے کہ تو میرا وکیل ہے دائما و ابدا تو اس صورت مین اہل عرف یقینا جانتے ہین کہ یہ وکالت وکیل کی حیات تک رہے گی اور اُسکی اولاد کی طرف منتقل نہوگی ایسے ہی اگر کسی سے کہے کہ تجھکو مین نے اس شہر کا قاضی یا کوتوال ہمیشہ کے لیے کردیا تو اس سے یہ نہین سمجھتے کہ اُس کے مرنے کے بعد یہ کوتوالی کا عہدہ اُسکی اولاد پر بھی منتقل ہوگا بلکہ صرف اُسکی حیات تک اس عہدے کا تعلق سمجھا جاتا ہے وعلی ہذا القیاس عرفا اسکے بہت نظائر ہین لیکن عقلا پس اس وجہ سے کہ جب کسی ذات پر کوئی حکم کرین اور کوئی صفت اُسکے لیے ثابت کرین اور اُسکے ساتھ علی الدوام وغیرہ کی قید لگادین تو بالضرور یہ قید ثبوت حکم کی ہوگی اور مفید ثبوت حکم تا بقاے ذات ہوگی اور جب ذات فنا ہوجائے گی تو ثبوت حکم اور ثبوت صفت بھی فنا ہوجائینگے پس دوام کی قید بھی فنا ہوجائے گی ورنہ لازم آتا ہے کہ دوام جسکے ساتھ متعلق ہے وہ تو باقی نہوا اور دوام باقی رہے مثلاً اگر یہ کہا گیا کہ زید ہمیشہ نماز پڑھتا ہے یا وہ علی الدوام عابد ہے یا ابدا روزہ دار ہے تو ان الفاظ سے بمقتضاے عقل زید کی زندگی تک دوام مراد ہوگا ورنہ لازم آئے گا کہ زید موجود نہوا اور نہ اوسکی صفت موجود ہو مگر پھر بھی دوام کا مضمون باقی رہے اور شرعا اسوجہ سے کہ فقہا اس قسم کے الفاظ پر حکم مادام الحیاۃ کا دیتے ہین اور جو احکام ان الفاظ کے ساتھ مقید ہون اُنکو فناے ذات کے بعد مورث اور باقی نہین سمجھتے ہین جامع الرموز کے کتاب الوصایا مین ہے وصحت الوصیۃ بثمرۃ بستانہ وحینئذ ان مات الموصی وفیہ ای بستانہ ثمرۃ کان لہ ھذہ فقط لا مایحدث وان ضم ابدا بان قال لہ ثمرۃ بستانہ ابدا فلہ ھذہ الثمرۃ الموجودۃ ومایحدث من الثمرۃ فی المستقبل کما فی غلۃ بستانہ وارضہ فلہ ھذہ ومایحدث ماعاش الموصی لہ سواء ضم ابدا اولا اپنے باغ کے پھلون کی وصیت صحیح ہے اور اگر وصیت کرنے والا مرجائے اور اوسکے باغ مین پھل ہون تو موصی لہ صرف انھین موجودہ پھلون پر قابض ہوگا نہ انپر بھی جو بعد کو پیدا ہون اور اگر یہ وصیت کرے کہ اُسکے باغ کے پھل ہمیشہ اُسی کے ہین تو موجودہ پھل

بھی جو آیندہ پیدا ہون سب موصی لہ کے ہوجائینگے اسی طرح باغ یا زمین کے غلے کے بارے مین پس موجودہ غلہ اور وہ سب جو موصی لہ کی زندگی تک پیدا ہوا اُسی کا ہوگا خواہ وصیت کرنے والا ہمیشہ کے غلہ کی وصیت کرے یا نکرے۔ اور فصیح الدین ہروی کی شرح وقایہ مین ہے ان قال اوصیت غلۃ بستانی ھذا لفلان یکون للموصی لہ الغلۃ القائمۃ وقت موت الموصی وما یحدث بعدہ ایضا ما عاش الموصی لہ ضم لفظ الابد او لم یضم اگر کوئی کہے کہ مین نے اپنے اس باغ کے غلہ کو فلان کے لیے وصیت کیا تو وہ سب غلہ جو وصیت کرنے والے کی موت تک ہوا اور وہ بھی جو موصی لہ کی موت تک پیدا ہو موصی لہ کا ہوگا خواہ اُس نے ہمیشہ کے غلہ کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ عینی شرح ہدایہ مین ہے ان قال لہ ثمرۃ بستانی ابدا فلہ ھذہ الثمرۃ وثمرتہ فیما یستقبل ما عاش اگر یہ کہے کہ میرے باغ کے پھل فلان کے لیے ہمیشہ ہین پس موجودہ پھل اور وہ بھی جو آیندہ اسکی زندگی تک پیدا ہون اُسکے ہونگے **سوال** ولی اور وصی مین کیا فرق ہے۔ **جواب** بحر الرائق مین ہے الولایۃ فی الفقہ تنفیذ القول علی الغیر شاء او ابی فقہ مین ولایت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوسرے شخص پر قول نافذ ہوجاے خواہ دوسرا اپنے اوپر اُس قول کو نافذ کرانا چاہے یا نہ چاہے۔ اور اسی کتاب مین دوسری جگہ ہے الولی فی الفقہ البالغ العاقل الوارث فخرج الصبی والمعتوہ والکافر علی المسلمۃ فقہ مین ولی وہ ہے جو عاقل بالغ ہو اور وارث ہو پس لڑکا اور مجنون اور کافر مسلمان کا ولی نہین ہوسکتا۔ اور ہدایہ مین ہے الوصایۃ خلافۃ لانہ یختص بحال انقطاع ولایۃ المیت فینتقل الولایۃ الیہ وصی خلیفہ ہے کیونکہ وصایت اُسوقت کے ساتھ خاص ہے جب میت کی ولایت منقطع ہوجاے پس منتقل ہوکر اُس تک پہنچتی ہے اور مجمع البرکات مین ہے الوصی من فوض الیہ الحفظ والتصرف وصی وہ ہے جسکے سپرد حفاظت اور تصرف ہو **سوال** زید اپنے وارثون مین سے کسی کو وصی بنا سکتا ہے یا نہین **جواب** بنا سکتا ہے عالمگیری مین ہے رجل اوصی الی وارثہ جاز اگر اپنے وارثون مین سے کسی کو وصی بنایا تو جائز ہے **سوال** اگر ورثا وصی کی شکایت قاضی کے یہان کرین تو قاضی معزول کرسکتا ہے یا نہین **جواب** جب تک خیانت کا ثبوت نہو معزول نہین کرسکتا عالمگیری مین ہے واذا شکت الورثۃ او بعضہم الوصی الی القاضی فانہ لا ینبغی لہ ان یعزلہ حتے یبدو لہ منہ خیانۃ فان علم منہ خیانۃ عزلہ کذا فی الکافی اگر تمام ورثا یا بعض ورثا وصی کی شکایت قاضی سے کرین تو قاضی وصی کو معزول نہین کرسکتا جب تک کہ اُسکی خیانت ثابت نہو جاے اور خیانت کے ثابت ہوتے کے بعد قاضی اسے معزول کردے جیسا کہ کافی مین ہے **سوال** قرضدار شخص نے اپنے کل مال کی وصیت زید کو کی پھر

مر گیا پس ادائے قرض مقدم ہی یا اجرائے وصیت اور وصیت کل مال مین نافذ ہو گی یا ثلث مین **جواب** اُس کے متروکہ سے پہلے قرضہ ادا کرنا چاہیے پھر جو باقی بچے اُس مین وصیت نافذ ہو گی پس اگر وہ وارث ہی نہین رکھتا یا رکھتا ہے مگر اُن وارثون نے بقیۂ مال مین نفاذ وصیت کی اجازت دیدی ہے تو وصیت کل مال مین نافذ ہو گی اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو وصیت ثلث مابقی مین نافذ ہو گی اور دو ثلث وارثون پر تقسیم ہونگے درمختار مین ہے یقدم دیونہ التی لہا مطالب من جہۃ العباد ثم تقدم وصیتہ من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ و دیونہ وانما قدمت فی الآیۃ اہتما مالکونہا مظنۃ التفریط وہ دیون جنکا مطالبہ بندے کرین سب پر مقدم ہین پھر جو تجہیز اور دیون سے بچا ہو اُسکے ثلث سے وصیت کا نافذ کرنا مقدم ہی وصیت جو آیت مین مقدم ہی اُسکی وجہ صرف یہ خیال ہے کہین لوگ اس مین تساہل نہ کرین۔ اور مجمع البرکات مین ہے ولا تجوز بما زاد علی الثلث الا ان یجیزہ الورثۃ بعد موتہ وہم اصحاء بالغون ولو اوصی بجمیع مالہ ولیس لہ وارث نفذت الوصیۃ ولا یحتاج الی اجازۃ بیت المال ثلث سے زائد کی وصیت جائز نہین مگر اوس صورت مین کہ اُسکی موت کے بعد ورثا اُسکی اجازت دیدین اور صحیح اور بالغ ہون اور اگر تمام مال کی وصیت کی اور کوئی وارث نہین ہی تو وصیت نافذ ہو گی اور بیت المال سے اجازت لینے کی ضرورت نہین **سوال** زید وصیت کرکے مر گیا کہ یہ روپے فلان معین مسجد کی تعمیر مین خرچ کیے جائین عمرو وصی زید نے وہ روپے بکر کو سپرد کر دیے اور کہدیا کہ اُسی مسجد کی تعمیر مین لگا دیے جائین۔ بکر نے دوسرے مسجد کی تعمیر مین وہ روپے صرف کر دے لہذا عمرو وہ روپے بکر سے واپس مانگتا ہی اُسکو واپس مانگنا چاہیے یا نہین **جواب** نہین اگرچہ اس کا کوئی جزئیہ میری نظر سے نہین گذرا لیکن نذر اور وصیت کے باب مین فقہا کی تحریرون سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے تنویر الابصار مین ہے نذران یتصدق علی فقراء مکۃ جاز الصرف لفقراء غیرہا اگر کسی نے نذر مانی کہ فقرائے مکۂ معظمہ کو صدقہ دیگا تو مکۂ معظمہ کے علاوہ دوسری جگہ کے فقرا کو دینا جائز ہی۔ اور فتاوی سراجیہ مین ہے اذا اوصی لفقراء بلدۃ معینۃ فالافضل ان لا یعطے غیرہم ولو اعطی غیرہ جاز اگر کسی معین شہر کے فقرا کے لیے وصیت کی تو افضل یہ ہے کہ دوسری جگہ کے فقرا کو نہ دے اور اگر دیدے تو بھی جائز ہے۔ اور عالمگیری وغیرہ مین بھی ایسا ہی ہے یہان سے معلوم ہوا کہ زید کی تعیین سے یہ لازم نہین ہی کہ اُسی مسجد کی تعمیر مین روپے صرف کیے جائین پس جبکہ بکر نے وہ روپے مسجد ہی کی تعمیر صرف کیے ہین اگرچہ زید کی معین کی ہوئی مسجد کی تعمیر مین صرف نہین کیے تو عمرو روپے بکر سے واپس نہین لے سکتا **سوال** اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے متروکہ مین سے اسقدر میرے ہمسایہ والون کو دیا جائے

تو ہمسایوں سے کون لوگ مراد ہین **جواب** جنکا مکان موصی کے مکان سے ملا ہوا ہو اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جو لوگ موصی کے محلے مین رہتے ہون اور محلہ کے مسجد مین جمع ہوتے ہون برہان شرح مواہب الرحمن مین ہے اوصی لجیرانہ فھی ای الوصیۃ للملاصقین خاصۃ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی وھذا ھو القیاس لان الجار عند الاطلاق انما یطلق علی الجار الملازق لانہ من المجاورۃ وھی الملاصقۃ حقیقۃ وزاد الکل من سکن محلتہ ویجمعہم مسجد ھا لان الکل یسمون جیرانا عرفا قال صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد اگر اپنے پڑوسیون کے لیے وصیت کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ وصیت اُن پڑوسیون کے ساتھ خاص ہوگی جو اُسکے مکان کے متصل ہین اور یہی قیاس بھی ہے کیونکہ علی الاطلاق پڑوسی وہی ہے جسکا مکان متصل ہو کیونکہ جار مجاورت سے ماخوذ ہے جسکے معنی اتصال کے ہین اور صاحبین رحمہما اللہ نے اون لوگون کو زائد کیا ہے جو اُسکے محلہ مین رہتے ہون اور محلہ کی مسجد مین جمع ہوتے ہون کیونکہ سب کو جیران کہتے ہین حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد ہی مین ہوتی ہے اور عالمگیری مین ہے و من اوصی لجیرانہ فھم الملاصقون بدارہ عند ابی حنیفۃ وزفر رحمہما اللہ وھذا قیاس و فی الاستحسان وھو قولہما الوصیۃ لکل من یسکن محلۃ الموصی و یجمعہم مسجد المحلۃ ویستوی فیہ الساکن والمالک والذکر والانثی والمسلم والذمی والصغیر والکبیر ولا یدخل فیہ العبید والاماء والمدبرون وامہات الاولاد والمکاتب یدخل کذا فی الزیادات و المحیط من غیر ذکر خلاف کذا فی الکافی جس نے اپنے پڑوسیون کے لیے وصیت کی تو امام ابو حنیفہ اور امام زفر رحمہما اللہ کے نزدیک اُس سے وہی لوگ مراد ہین جنکا گھر اُسکے گھر سے متصل ہو یہ قیاس ہو اور استحسان جو صاحبین رحمہما اللہ کا قول ہین ہو کہ وصیت اُن اہل محلہ کے لیے ہوگی جو اُس محلہ کے مسجد مین جمع ہوتے ہون اس معاملے مین سکونت رکھنے والا اور مالک مکان مرد اور عورت مسلمان اور ذمی چھوٹا اور بڑا سب مساوی ہین البتہ غلام لونڈیان مدبر امہات ولد اس مین داخل نہونگے اور مکاتب داخل ہوگا یہ زیادات اور محیط مین ہے اور اس مین کوئی اختلاف تحریر نہین ہو ایسا ہی کافی مین ہو **سوال** زید نے بحالت صحت ذات و ثبات عقل کے یہ وصیت نامہ لکھا اور عمرو اپنے بیٹے کو وصی مقرر کرکے اپنے سامنے کل املاک پر قابض کرادیا پھر زید مرگیا اسوقت مسماۃ ہندہ بنت زید نے وصیت نامہ کو تسلیم کرکے عمرو کا قبضہ بحال رکھا اور عمرو بیس برس کے قریب قابض رہکر وصیت نامہ کے موافق عملدرآمد کرتا رہا اب عمرو مرگیا اُس نے ہندہ حامل موصی کی دختر اور ہندہ کے بیٹون اور اپنے تین نابالغ

لڑکے اور تین نابالغ لڑکیان اور ایک بیٹی بالغہ مسماۃ صالحہ اور ایک بالغ لڑکا مسمی بکر کو چھوڑا۔ عمرو کے مرنے کے بعد بکر جو سعید اور صالح ہے اور جملہ ورثا کے مقابلے مین امور وقف کا اچھا اہتمام کر سکتا تھا وصیت نامہ مذکور کے ذریعے سے املاک پر قابض ہوا اور امانت و دیانت کے ساتھ امور مندرجۂ وصیت نامہ پر عمل کرتا ہے۔ سوال اول بموجب وصیت نامہ کے بہ نسبت چار آنہ کے اشخاص مذکورین سے کون شخص وصی ہوگا سوال دوسرا اور جو شخص وصی ہوگا بہ نسبت چار آنہ کے وہی شخص وصی و منتظم بہ نسبت بارہ آنہ کے بھی ہوگا سوال تیسرا در حالیکہ وہی شخص وصی ہو تو ورثا ے موصی کو اختیار انتزاع قبضہ کا اُس شخص سے نسبت چار آنہ کے خواہ بارہ آنہ بقیہ کے حاصل ہی **جواب** چونکہ دفعہ ۳ مین موصی نے تصریح کر دی ہے کہ امر انتظام وقف ہماری اولاد مین رہے گا اس وجہ سے موصی کے نواسون کو کچھ مداخلت نہین ہوسکتی کیونکہ لفظ اولاد سے لڑکی کی اولاد بقول مفتی بہ خارج ہی تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہی قال الطرطوسی ماحاصلہ ان فی دخول اولاد البنات فی لفظ الاولاد اختلاف الروایۃ ففی روایۃ الخصاف وھلال یدخلون وفی ظاہر الروایۃ لا یدخلون وعلیہ الفتوی وذکر العلامۃ البیری انہ اختلف ھل یدخل ولد البنت فی قولہ علی ولدی وولد ولدی قال فی المحیط لا یدخلون فی ظاھر الروایۃ وعلیہ الفتوی لانھم ینسبون الی الاب دون الام واعتمدہ فی التجنیس ولذا اعتمدہ المتاخرون منھم الشیخ قاسم الحنفی وقال ھو الذی یفتی بہ طرطوسی نے کہا ہی جسکا خلاصہ یہ ہی کہ لفظ اولاد مین نواسون کے داخل ہونے مین اختلاف روایت ہی خصاف و ہلال کی روایت مین وہ داخل ہین اور ظاہر روایت مین داخل نہین ہین اور اسی پر فتوی ہے علامہ بیری نے لکھا ہی اس مین اختلاف ہی کہ علی ولدی وولد ولدی مین نواسہ داخل ہی یا نہین محیط مین ہی کہ ظاہر روایت مین داخل نہین ہے اور اسی پر فتوے ہے کیونکہ نواسے اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتے ہین نہ کہ مان کی طرف تجنیس مین اسی پر اعتماد کیا ہے اور اسی طرح متاخرین مین سے شیخ قاسم حنفی رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ یہی مفتی بہ ہی اور جو ورثا نابالغ ہین وہ بھی وصایت اور ولایت کی قابلیت نہین رکھتے جیساکہ بحر الرائق مین ہی فی الاسعاف لو اوصی الی صبی تبطل فی القیاس وفی الاستحسان ھی باطلۃ مادام صغیرا اسعاف مین ہے اگر کسی بچہ کے لیے وصیت کی تو یہ باعتبار قیاس مطلقا باطل ہی اور باعتبار استحسان جب تک بچہ صغیر رہے باطل ہے۔ باقی رہے اور ورثہ تو اُن مین سے جو سعید اور صالح اور امور وقف کے انجام دینے کے قابل ہو وہ بحسب نص موصی امور وقف مین

بابت چار آنہ کے وصی و منتظم ہوگا اور اگر چند وارث سعادت اور رشد مین برابر ہون تو جو عالم ہوگا اور امور وقف کا اہتمام اچھی طرح کرسکتا ہوگا وہ منتظم قرار دیا جائیگا تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہو لواحدھما اورع والاٰخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن من خیانتہ ولو استویا رشدا وکان احدھما عالما فانہ یقدم اگر دو آدمیون مین سے ایک زائد متقی ہو اور دوسرا امور وقف کو زائد جانتا ہو تو دوسرا زائد مناسب ہے جبکہ اُسکی خیانت کا خوف نہو اور اگر تقوے مین دونون مساوی ہون اور ایک عالم ہو تو وہ مقدم ہو۔ باقی رہے اور ورثہ امنین سے جو سعید صالح ولائق انجام امور وقف کرسو وہ بحسب نص سو صلی امور وقف مین بابت چار آنہ کی وصی و منتظم ہوگا فتاوے قاضیخان مین ہو لو قال الواقف انت وصی فی امر الوقف خاصۃ قال ابوحنیفۃ ھو وصی فی الاشیاء کلھا اگر واقف نے کسی سے کہا کہ تو خاص امر وقف مین میرا وصی ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ شخص تمام امور مین وصی ہو جائیگا۔ اور بھی اسی کتاب مین ہے اذا اوصی الی رجل فی نوع کان وصیا فی الانواع کلھا اگر کسی شخص کو خاص امر مین اپنا وصی بنایا تو وہ تمام امور مین وصی ہوگا اور بحر الرائق کے کتاب الوقف مین ہے لو جعلہ وصیا فی امر الوقف فقط کان وصیا فی الاشیاء کلھا عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ اگر کسی شخص کو صرف وقف مین وصی بنایا تو وہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک تمام امور مین وصی ہوگا۔ اور جامع الرموز کے کتاب الوصایا مین ہے اطلاقہ مشعر بانہ لو جعل رجلا وصیا فی نوع صار وصیا فی الانواع کلھا کما فی الذخیرۃ وغیرہ اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اُس نے کسی کو خاص نوع مین اپنا وصی کیا تو وہ شخص تمام انواع مین وصی ہوگا جیسا کہ ذخیرہ وغیرہ مین ہے۔ اور مجتبی شرح مختصر قدوری اور منح الغفار شرح تنویر الابصار مین ہے لو خص لہ الوصیۃ فی مال لہ فھو وصی عند ابی حنیفۃ فی کلہ اگر کسی شخص نے کسی کو خاص مال مین اپنا وصی بنایا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ تمام امور مین وصی ہو۔ اور فتاوی سراجیہ اور مجمع البرکات مین ہے الوصی فی نوع یکون وصیا فی الانواع کلھا کسی خاص نوع مین جو وصی ہو وہ تمام امور مین وصی ہے۔ اور عبارت دفعہ ۲ وصیت نامہ کی لا اور نہ نیلام سے حق و دخل مسمی عمر و خواہ اُن کے جو قائم مقام ہون فتور نہ آئیگا الخ نص صریح اس امر پر ہو کہ بابت بارہ آنے کے وصایت بعد عمرو کے اُنکے قائم مقام کی طرف منتقل ہوگی اور وصی کے ورثا یا حاکم کو اختیار نہین ہے کہ بدون ثبوت خیانت کے انتزاع قبضہ وصی سے مقدار ۴ آنہ یا ۱۲ آنہ کو کرین جامع الرموز مین ہے ویبقی وجوبا امین عن الخیانۃ یقدر علے القیام بھا جس شخص کے متعلق خیانت کا خیال نہو اور وہ مال کا انتظام کرسکتا ہو اُسکا مقرر کرنا واجب ہو۔ ا

شرح مختصر وقایہ مصنفہ شمنی مین ہے ویبقی وصی امین یقدر علی التصرف ولیس للقاضی ان یخرجہ عن الوصایۃ وصی امین جو تصرف پر قدرت رکھتا ہو وہ باقی رکھا جائے گا اور قاضی کو اُسے وصایت سے علیحدہ نکرنا چاہیے۔ اور ہدایہ کے باب الوصی مین ہے وکان قادرا علی التصرف امینا فیہ لیس للقاضی ان یخرجہ ولذا اذا شکی الورثۃ او بعضہم الوصی الی القاضی فانہ لاینبغی لہ ان یعزلہ حتی تبدو منہ خیانۃ جو شخص انتظام کرسکتا ہو اور امین ہو اُسے قاضی کو خارج نہ کرنا چاہیے اسی طرح جب تمام ورثا یا بعض قاضی سے وصی کی شکایت کرین تو قاضی کو اُسے معزول نکرنا چاہیے تا وقتیکہ اُس سے خیانت نہ سرزد ہو۔ **سوال** زید نے اپنی املاک موقوفہ اور موصی بہا کا وصی اور منتظم اپنے پسر مسمی بکر کو کرکے املاک مذکورہ پر بکر کو قابض کرادیا اور یہ شرط کی کہ مسمی بکر کے بعد ہمیشہ اور ہر زمانے مین ہماری اولاد مین سے جو سعید اور لائق ہو وہ وصی اور منتظم ہوا کرے گا شرعا یہ شرط جائز اور ہر زمانے مین واجب العمل ہے یا نہین **جواب** یہ شرط جائز اور ہر زمانہ مین واجب العمل ہے عالمگیری مین ہے فی فتاوی محمد بن الفضل سئل عمن شرط فی اصل الوقف الولایۃ لنفسہ ولاولادہ قال یجوز بالاجماع۔ وفیہ ایضا۔ ان شرط ان یلیہ فلان بعد موتی ثم بعدہ یلیہ فلان ثم بعدہ یلیہ فلان فہذا الشرط جائز کما فی محیط السرخسی محمد بن فضل رحمہ اللہ کے فتاوے مین ہے کہ ان سے اُس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اصل وقف مین اپنی اور اپنی اولاد کی ولایت کی شرط لگادی تو انھون نے کہا کہ یہ باجماع جائز ہے اور بھی اسی کتاب مین ہے اگر واقف نے شرط لگائی کہ میرے مرنے کے بعد فلان ولی ہو اور اُسکے بعد فلان اور اُسکے بعد فلان تو یہ شرط جائز ہے جیسا کہ محیط سرخسی مین ہے اور فتاوی قاضی خان مین ہے لو شرط الواقف فی الوقف ان یکون الولایۃ لہ ولاولادہ فی تولیۃ القیم وعزلہ والاستبدال بالوقف وما ہو من انواع الولایۃ واخرجہ من یدہ الی المتولی جاز ذلک ذکرہ فی السیر اگر واقف نے وقف مین شرط لگائی کہ اُسے اور اُسکی اولاد کو قیم کے مقرر کرنے اور معزول کرنے اور مبادلہ اور وقف اور دوسرے امور کا جو اقسام ولایت سے ہین اختیار ہوگا اور وقف کو اپنی ملک سے متولی کی جانب منتقل کردیا تو یہ جائز ہے اسے سیر مین ذکر کیا ہے۔ اور اشباہ مین ہے شرط الوقف کنص الشارع یجب اتباعہ واقف کی شرط حکم شارع کی ایسی ہی اُسکی اتباع واجب ہے اور طحطاوی حاشیہ درمختار مین لکھتے ہین شرائط الواقف معتبرۃ کالنصوص فیراعی کالنصوص

شرائط واقف نصوص کی طرح معتبر ہین لہذا اُن کا لحاظ بھی نصوص ہی کی طرح کیا جائیگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)

# کتاب الدعوی

**سوال** زید نے عمرو پر ایک بیجا دعوے کیا عمرو کو پیروی مقدمہ کے لیے مجبوراً سودی روپیہ لینا پڑا اور اصل روپیہ مقدمہ کی پیروی مین صرف ہوا اور دس روپیہ سود کا مہاجن کو عمرو نے اپنے پاس سے دیا اس زیرباری کے بعد زید نے عمرو سے یون مصالحت کی کہ نالش کی وجہ سے عمرو جسقدر زیربار ہوا ہے وہ مین دونگا اس وقت قاضی کو وہ دس روپے جو عمرو نے سود کے دیے ہین عمرو کو زید سے دلانا جائز ہے یا نہین اور بلا سودی نہ ملنے کے وقت ضرورت شدیدہ کے لیے سودی روپیہ لیکر اُسکا سود دینا جائز ہے یا نہین **جواب** عدالتی خرچہ جو قوانین حکام کی وجہ سے لازم آتا ہے مدعی علیہ کو مدعی سے لینا درست نہین ہے۔ہان اگر مدعی اپنی خوشی سے دیدے تو وہ مختار ہے اور سود کی رقم جو عمرو کو دینا پڑی ہے قاضی کو زید سے وہ رقم عمرو کو دلانا درست نہین ہے اور نہ عمرو کو لینا جائز ہے اور سود دینا کسی حالت مین درست نہین ہے **سوال** شیخ بشارت اللہ چار بیٹے منور پیر محمد امان علی اور زور آور کو چھوڑکے مرا اور اُس نے کچھ ترکہ نہین چھوڑا پھر چارون بھائی الگ الگ رہنے لگے منور نے اپنی قوت بازو سے کچھ رقم پیدا کرکے اُس سے کاشتکاری اور ٹھیکہ داری کا سامان کیا اور اپنے سب بھائیون کو اکٹھا کرکے اپنے ساتھ کھانے پینے مین شریک کیا پیر محمد اور زور آور کچھ دنون بعد علحدہ ہوگئے امان علی ابتک منور کے ساتھ ہے اور اُس کی اولاد کے ساتھ کھیتی کرتا ہے کھیتی مین ابتک جو نفع ہوا اُس سے منور نے امان علی کی شادی کی اور اپنے لڑکون کی تقریبون مین صرف کیا اب ناموافقت کی وجہ امان علی الگ ہوگیا اور جائداد موجودہ کی تقسیم کا دعویدار ہے یہ دعوے جائز ہے یا نہین **جواب** اس صورت مین چونکہ اصل مال منور کا پیدا کیا ہوا ہے امان علی اُس مین حصہ دار نہین ہوسکتا مگر امان علی نے جتنی محنت اور اعانت کھیتی مین کی ہے صرف اُس کی مزدوری پانے کا مستحق ہے **سوال** ہندہ اور زینت وغیرہا نے اشیاے متعددہ (جیسے نقد اور غیر نقد مکانات اور دو زنجیر فیل) کا دعوے اپنے بھائی زید پر کیا اور ثبوت مین دو گواہ اس بات پر پیش کیے کہ مورث نے اپنے روپیہ سے دونون زنجیرین خریدی

نہین مگر دونون گواہون کا بیان قیمت مین متفق نہین ہے ایک ایک قیمت پر خریداری بیان کرتا ہو اور
دوسرا دوسری قیمت پر اور ان گواہون کے علاوہ مدعی ایسے گواہ پیش نہین کر سکتے جو یہ ثابت کر سکین کہ
باقی اشیا بھی مورث کے ملک ہین۔ اور زید اشیاے مذکورہ کو اپنی ملک ثابت کرتا ہو اور مورث کے اُس
اقرار کو سند مین پیش کرتا ہے جو بحالت صحت اُس نے تحریر کیا تھا کہ یہ اشیا زید کے ہین میری ملک نہین
ہین اور اس اقرار مورث پر زید گواہ بھی پیش کرتا ہو پس عالمگیری کے قول کے موافق حاکم اشیاے مذکورہ
کو ترکہ مورث قرار دیکر مدعیات کو فرائضی حصہ اُن ہین سے دلا سکتا ہو یا نہین عالمگیری کی عبارت یہ ہو
وفی فتاوی رشید الدین ادعی میراثا من ابیہ واقام بینۃ واقام المدعی علیہ بینۃ ان اباک
اقر حال حیاتہ انہا ملکی یسمع ہذا الدفع فلو اقام المدعی بینۃ انک اقررت ان ہذہ الدار ملک
ابی وحقہ یقبل ہذہ الدفع ایضا وقد تعارضت الدفعان فتقبل بینۃ الارث بلا معارض فتاوی
رشید الدین مین ہے ایک شخص نے اپنے باپ کے ورثے کا دعوے کیا اور اُسپر بینہ قائم کیا اور مدعی علیہ نے
اس امر پر بینہ قائم کیا کہ تمھارے باپ نے اپنی زندگی مین اس امر کا اقرار کیا تھا کہ یہ اشیا میری ملک ہین تو
یہ بینہ قبول کیا جاے گا پھر اگر مدعی اس امر پر بینہ قائم کرے کہ تمنے اس امر کا اقرار کیا تھا کہ یہ گھر میرے باپ
کی ملک اور اُسکا حق ہے تو یہ بینہ بھی قبول کیا جائیگا اور یہ دونون بینہ متعارض ہونگے پس بینہ ارث
قبول کیا جاے گا کیونکہ اُسکے مباین کوئی شے نہین ہے **جواب** صورت مسئولہ مین حاکم اشیاے مذکورہ
مین سے مدعیات کو حصہ نہین دلا سکتا کیونکہ عالمگیری کے اس قول سے تو یہ بخوبی واضح ہے کہ مدعی علیہ نے
اپنے گواہون سے اپنے حق مین جو مورث کا اقرار ثابت کیا ہے اور مدعی نے جو اپنے گواہون سے مدعا علیہ
کا اقرار نسبت میراث ہونے شے مدعی بہ کے ثابت کیا ہے دونون تعارض کے وجہ سے ساقط ہون گے
اور اصل گواہ میراث کے معتبر مانے جائین گے۔ پس اب یہ بات قابل لحاظ ہے کہ جب مورث اور زید
دونون کے اقرار ساقط ہو گئے تو ثبوت دیگر میراث کا اور گواہون سے ہے یا نہین پس وہ نہین ہو کیونکہ
زنجیرون کے سوا اور اشیا کے میراث ہونے پر گواہون کا نہونا تو ظاہر ہے اور چونکہ زنجیر کے متعلق بھی دونون
گواہ ایک قیمت پر خرید کی گواہی نہین دیتے ہین بلکہ ہر ایک جدا جدا قیمت بیان کرتا ہو پس ایک قیمت
پر نصاب شہادت کامل نہونے کی وجہ سے یہ گواہیان بھی قابل قبول نہین ہین ہدایہ مین ہے ومن شہد
لرجل انہ اشتری عبدا من فلان بالف وشہد آخر انہ اشتری بالف وخمس مأتہ فالشہادۃ باطلۃ

لان المقصود اثبات السبب وهو العقد ویختلف باختلاف الثمن فاختلف المشھود بہ ولم یتم العدد علی کل واحد ولان المدعی یکذب احد شاھدیہ وکذلک اذا کان المدعی ھوالبائع ولا فرق بین ان یدعی المدعی اقل المالین او اکثرھا لما بینا کسی شخص کے ایک گواہ نے کہا کہ اس نے فلان شخص سے یہ غلام ایک ہزار کا خریدا اور دوسرے گواہ نے کہا کہ ڈیڑھ ہزار کا خریدا تو شہادت باطل ہی اس وجہ سے کہ شہادت کا مقصد اثبات سبب یعنے عقد ہے اور عقد اختلاف ثمن سے متغیر ہوجاتا ہی پس مشہود بہ مختلف ہوگیا اور شاہدون کی تعداد کسی مین بھی پوری نہین رہی اور اس وجہ سے کہ مدعی کے دونون شاہدون مین سے ایک کاذب ہوگیا اور اسی طرح جب مدعی بائع ہوا اور اس مین مدعی کے دعوے کے کم اور زیادہ مال کے متعلق ہونے سے کچھ اثر نہین پڑتا۔ پس جبکہ اشیاے مذکورہ مین سے کسی شے مین مورث کے ترکہ کا ثبوت نہین ہوا تو ان اشیا مین سے حصۂ فرائضی مدعیات مجردہ کو دلوانا شرعًا اصلًا متصور نہین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم حررہ محمد عبدالقادر عفی عنہ۔ بے شبہہ یہ عالمگیری کا قول حصۂ فرائضی دلوانے کے سند مین صورت مسئولہ مین کافی نہین واللہ اعلم حررہ امداد حسین عفی عنہ اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد عنایت اللہ خان صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد اعجاز حسین عفی عنہ فی الواقع بمقتضاے روایت عالمگیری صورت مسئولہ مین بدون اقامت بینہ میراث کے میراث کا حصہ نہین ملسکتا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

**محمد عبدالحی ابوالحسنات** **سوال** ورثاے زید نے عمر و پر دین متروکہ مورث کا دعوی کیا عمرو نے جواب دیا کہ اسقدر تو مین نے مدعی کو اور اس قدر مدعی کے مورث کو دیدیے اور اُس نے حلف پر حصر کیا ہے مدعی نے گواہان اقرار مدعی علیہ ادا و وجوب مدعا بہ کے بعد زمانۂ ایصال کے سنا دیے اور مدعا علیہ مذکور مدعی سے حلف بالعلم نسبت نہ لینے سوالی کے بعض مدعا بہ کو بموجب روایت عالمگیری کے جو کتاب اقضا مین ہے لینا چاہتا ہے پس اُس پر حلف واجب ہے یا نہین۔ **جواب** جبکہ مدعی نے گواہان اقرار مدعا علیہ وجوب مدعا بہ بعد زمانہ ایصال کے سنا دیے تو دعوے مدعی علیہ کا بابت ایصال کے مندفع ہوگیا پس اب اُسکو استحقاق حلف کا باقی نہین رہا تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے کما یصح الدفع کذلک یصح دفع الدفع جسطرح جواب درست ہے اسی طرح جواب الجواب بھی درست ہے۔ اور بھی اسی کتاب مین ہے ان ادعی الایفاء قبل الاقرار لایقبل اگر اقرار کے قبل ایفا کا دعوے کیا تو یہ دعوے قبول

**سوال** شیخ سبحانی اور شیخ بدا اور شیخ عبد اللہ تینون حقیقی بھائی تھے اور شیخ سبحانی اور شیخ بدا
کی وفات کے بعد شیخ رمضان اور شیخ یوسف پسران شیخ بدا نے زمین کو خاص اپنے بزرگون کی ملکیت
قرار دیکر شیخ عبد الغفور اور شیخ جمن کے ہاتھ بیع کر ڈالا اور شیخ عبد اللہ مذکور برادر مورثان کے پوتے
احمد اور محمود نابالغان نے اُن بیعنامون پر گواہی کردی اور اسکو بیس برس کا زمانہ گذرا پھر اُنہین
سے جب کچھ زمین کسی طور پر شیخ سبحانی اور شیخ بدا کے اختیار مین آگئی تو اُس مین شیخ عبد اللہ کے وارث
کیا یہ دعوے کرسکتے ہین کہ جو زمین مذکور ہمارے خاندان مین پھر آگئی اُس مین بمقدار حصہ شیخ عبد اللہ
جو اُنکو بطور عصوبت متروکہ شیخ سبحانی سے پہونچتا تھا ہمکو ملنا چاہیے دوسرے شیخ عبد اللہ کے وفات کے
بعد صرف اوسکے دو پوتے احمد اور محمود نابالغ جنکا باپ عبد اللہ کے سامنے مرگیا تھا شیخ عبد اللہ کے عصوبتاً
وارث ہوے لیکن اُن نابالغون کا کوئی آبائی ولی یعنے باپ دادا دادی اور چچا وغیرہ باقی نہین رہا
تو اُن نابالغون کی مان مسماۃ فتحہ بی بی شرعاً نابالغون کی ولیہ قریبہ ہوگی اور اُسکو بولایت پسران نابالغان
کے رضاعت اور حضانت کے زمانے مین اُنکی پرورش کے لیے اُنکی جائداد کے انتقال کا حق ہوگا یا نہین
اور شرعاً رضاعت اور حضانت کی مدت کیا ہے تیسرے فتحہ بی بی نے بولایت اپنے پسران نابالغان احمد
و محمود کے جو زمین بدست روشن وجوہر وغیرہ خریداران کے بیچ ڈالی اور اسپر خریداران مذکور نے مکانات
بنا لیے اسکو بیس برس کا عرصہ گذر گیا اب اتنی مدت کے بعد جو شیخ باسط علی نے بیعنامہ حق احمد و محمود نابالغان
مذکور کا زمین مذکور کے بابت لکھوالیا تو وہ دعوے انہدام تعمیرات اور خالی کرا پانے زمین ماتحتی تعمیرات
مذکور کے بمقدار حصۂ احمد و محمود نابالغان مسطور کے کرسکتا ہے یا نہین **جواب** (۱) اس صورت
مین وارثان شیخ عبد اللہ کا دعوے ساقط ہے اشباہ ونظائر مین ہے الوابعة والعشرون سکوته
عند بیع زوجته او قریبه عقارا اقرار بانه لیس له علی ما افتی به مشائخ سمرقند والخامسة
والعشرون وآه یبیع ارضا او دارا فتصرف فیه المشتری زمانا وهو ساکت یسقط دعواه چوبیسوین [۲۴]
جب کسی چیز کو اُسکی زوجہ یا عزیز قریب فروخت کرے تو اُسکا چپ رہنا اس امر کا اقرار کرنا ہے کہ وہ اسکی ملک
نہین ہے جیسا کہ مشائخ سمرقند نے اسکا فتوے دیا ہے پچیسوین [۲۵] اگر اُس نے دیکھا کہ کوئی شخص ایک زمین
یا گھر کو بیچ رہا ہے پھر مشتری اُس مین ایک عرصہ تک متصرف رہا اور اُس نے کچھ تعرض نہ کیا تو اُسکا دعوی
ساقط ہوجائیگا۔ اور حاشیۂ اشباہ مین ہے فی البزازیۃ جعل الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی

القریبۃ الزوجۃ بزازیہ مین ہے کہ فتوے اسپر ہے کہ قریب وزوجہ کی بیع کی صورت مین دعوی نہ سنا جائیگا
اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے المسألۃ فی کثیر من المعتبرات کالتنویر والکنز والملتقی والبزازیۃ
والولوالجیۃ وعبارتھا رجل تصرف زمانا فی ارض ورجل آخر رای الارض والتصرف ولم یدع ومات
علی ذلک لم تسمع بعد ذلک دعوی ولدہ بہت سے معتبر کتابون (جیسے تنویر کنز ملتقی بزازیہ اور ولوالجیہ
مین ایک مسئلہ ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ ایک شخص کسی زمین پر عرصہ تک متصرف رہا اور دوسرے نے زمین
کو اور اُسکے تصرف کو دیکھنے کے باوجود دعوے نہین کیا تو اگر اسکے مرنے کے بعد اُس کا لڑکا دعوے کرے
تو یہ دعوے سماعت کے قابل نہوگا۔ (۲) مان کو مالی ولایت حاصل نہین اور مان کی بیع وشرا نافذ نہوگی
مگر جبکہ کوئی مالی ولی اجازت دے یا خود لڑکا بلوغ کے بعد اُسکے تصرف کو جائز کرے۔ جامع الفصولین مین ہے
الولایۃ فی مال الصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ولو بعد فلومات الاب ولم یوص فالولایۃ
الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ فان لم یکن فالقاضی ومن نصبہ بچے کی مال کی ولایت باپ کو ہے پھر اُسکے وصی کو پھر اُسکے وصی کے
وصی کو تو اگر باپ بغیر کسی کو اپنا وصی بنائے ہوے مرجاے تو دادا کو ولایت ہے پھر اسکے وصی کو پھر اُسکے وصی کے
وصی کو اور اگر یہ بھی نہو تو قاضی کو یا جسکو وہ مقرر کرے اُسے حق ولایت ہے اور فتاوے عالمگیری مین ہے الام
اذا رھنت مال طفلھا فانہ لا یجوز الا ان تکون وصیۃ او تکون ماذونۃ من جھۃ من یلی الطفل مان اگر اپنے
بچے کے مال کو رہن رکھے تو یہ جائز نہین ہے مگر یہ کہ ولی نے اُسکو ایسا کرنے کی اجازت دی ہو یا اُسی وصی بنایا
ہو۔ (۳) جبکہ محمود اور احمد نے بلوغ کے بعد اپنی مان کے تصرف کو جائز رکھا اور خریدارون کے تصرف سے کچھ تعرض نکیا تو اب اتنی عمر
کے بعد باسط علی کا دعوی نہ سنا جائیگا **سوال** ایک زمین یا مکان پشتہا پشت سے زید کے تصرف مین ہے کبھی بکر کے باپ
دادا اور خالد کے باپ اور جد امجد مزاحم نہین ہوے پھر بکر اور خالد کا باپ اور خالد نے بغیر زید کی اطلاع کے ایک دوسرے کی
مشورے سے بالا بالا تحریری اور تقریری کارروائی اپنے مطلب کے موافق کرلی اور اُس کے ایک مدت کے بعد
اب اُسی جعلی کارروائی کے ذریعہ سے ان مین ہر شخص اپنی اپنی ملکیت کا دعویدار ہوا ہے اور کہتے ہین کہ یہ اشیا ہمارے
مورث کی ملک ہین اور فلان فلان کارروائی ثبوت کے لیے ہمارے پاس موجود ہے زید کہتا ہے کہ وہ کارروائی بے میری
اطلاع اور گواہی کے قابل تسلیم نہین ہے اور ان اشیا پر پشتہا پشت سے میرے آبا واجداد قابض رہے اور اب مین
قابض ہون اگر یہ میرے مورثون کی ملک نہ تھی تو وہ اسپر کیونکر قابض رہ سکے اور تمھارے مورثون مین سے
اب تک کسی نے کیون مزاحمت نہ کی دوسرے یہ کہ قبضے کے علاوہ چو صد ہا برس سے ہمارا ہے فلان کارروائی

کے موافق جو تمھاری اس کارروائی سے پہلے کی ہے ہیری ملکیت ان اشیا پر ثابت ہے اگر یہ اشیا تمھارے وارثون کے ملک ہوتے تو نہ وہ اپنی گواہی اسپر لکھتے نہ عدالتی اور پنچایتی کارروائی سے باز رہتے بکر اور خالد کہتے ہین کہ ہم اور ہمارے مورث بھی بے پڑھے تھے ہم نہین جانتے کہ اس تحریر مین کیا ہے زید کہتا ہی ہر شخص پڑھا لکھا ہو یا نہو اپنے مطلب کو خوب جانتا ہے اور مثل مشہور ہی کہ دیولنے بھی اپنے کام مین ہوشیار ہوتے ہین اور تم نے اور خالد کے باپ نے پہلے ہم سے اُس کارروائی کو سن لیا تھا اُس کے بعد اُسپر اپنی گواہی کی تھی اور اگر مان بھی لیا جاے کہ وہ بے پڑھے اور ناسمجھ بھی تھے تو کمان سے جا کر تیر واپس نہین آتا اب کیا ہو سکتا ہے پس شرعًا یہ تمام کارروائی اور تمھارا دعوے باطل ورنا مسموع ہے اور منصف اور عادل لوگون کے سامنے سند نہوگی پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت مین زید کا قبضہ صحیح مانا جائیگا یا بکر وغیرہ کا دعوے **جواب** اس صورت مین بکر اور خالد اور خالد کے باپ کا دعوی زید پر قابل سماعت نہین ہے تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے قال فی الفتاوی الولوالجی رجل تصرف زمانا فی ارض آخر ورجل آخر رای الارض والتصرف ولم یدع ومات علی ذلک لم تسمع بعد ذلک دعوی ولدہ فتترک فی ید المتصرف لان الحال شاھد ورأیت فی فتاوی الغزی صاحب التنویر سئل عن رجل لہ بیت فی دار یسکنہ مدۃ تزید علی ثلاث سنوات ولہ جار بجانبہ والرجل المذکور یتصرف فی البیت ھدما وعمارۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فھل اذا ادعی البیت اوبعضہ تسمع دعواہ ام لااجاب لاتسمع دعواہ علی ماعلیہ الفتوی فتاوے ولوالجی مین ہے ایک شخص کسی زمین پر عرصہ تک متصرف رہا اور دوسرا زمین اور تصرف دونون کے ملاحظہ کے باوجود ساکت رہا اور دعوی نہ کیا پس اُسکے مرنے کے بعد اُسکے لڑکے کا دعوے سنا نہ جائے گا اور زمین متصرف ہی کے قبضے مین رہنے دیجائے گی کیونکہ حالت اسی کی شاہد ہے اور مین نے فتاوے غزی مین دیکھا ہے کہ صاحب تنویر سے پوچھا گیا کہ ایک گھر مین ایک شخص تین برس سے زائد عرصہ سے رہتا ہے اور اُس مکان مین تصرفات از قبیل انہدام و تعمیر کرتا رہتا تھا اب اُسکا پڑوسی تمام یا بعض حصہ مکان کا مدعی ہے حالانکہ اُسے اُن تصرفات کی ہمیشہ اطلاع رہی تو اب اُسکا یہ دعوی مسموع ہوگا یا نہین تو اُنھون نے جواب دیا کہ قول مفتی بہ کے موافق یہ دعوی سماعت کے قابل نہین ہے **سوال** مدعی نے اپنے ثبوت دعوے کے لیے دو گواہ پیش کیے اور دونون نے اُسکے دعوے کے موافق گواہی دی مگر فسق پایا اور اسباب عدم قبول شہادت

کی وجہ سے قاضی نے گواہی کو قبول نہین کیا پس اس صورت مین مدعی علیہ پر حلف واجب ہوگا یا نہین
**جواب** صورت مسئولہ مین اگر مدعی کا دعوی صحیح ہی تو اُسکے گواہون کے عدم مقبولیت کی وجہ سے
اُسکے حلف کا حق ساقط نہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد سعد اللہ صح الجواب واللہ علیم بالصواب
حررہ ابوالاحیار محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم اس مین کوئی شک نہین کہ شرعًا قاضی اسی لیے مقرر کیا جاتا
ہے کہ حق حقدار کو پہونچائے اور وہ یا بینہ سے ہوتا ہے یا یمین سے اور جب بینہ مجروح ہو کے قابل قبول نہین
ہی تو اگر حلف نہ لیا جائیگا تو بلا وجہ شرعی مدعی کا حق باطل ہوگا پس مدعی علیہ سے حلف لینا ضروری ہے
اگر دل مین اس بات کی کھٹک ہو کہ قدوری نے اپنی مختصر لکھا ہے اذا صحت الدعوی سائل القاضی المدعی علیہ
عنہا فان اعترف قضی بہا فان انکر سأل المدعی البینۃ وان احضرہا قضی بہا وان عجز عن ذلک
وطلب یمین خصمہ استحلفہ جب دعوی صحیح ہو تو قاضی مدعی علیہ سے دعوے کے بارے مین پوچھے اگر وہ اعتراف
کرے تو حکم جاری کردے اور اگر انکار رہے تو مدعی سے بینہ مانگے اگر وہ بینہ پیش کردے تو قاضی حکم جاری کردے
اور اگر وہ بینہ نہ پیش کر سکے اور خصم سے قسم کی درخواست کرے تو اُس سے قسم لیلے۔ اور ایسا ہی جمہور فقہانے
لکھا ہے پس ان عبارتون سے معلوم ہوا کہ مدعی علیہ پر حلف اُسوقت واجب ہوتا ہے جب مدعی احضار بینہ
سے عاجز ہو اور صورت مسئولہ مین احضار بینہ پایا گیا پس کیونکر مدعی علیہ پر حلف واجب ہوگا تو اُس کا
دفعیہ یہ ہے کہ احضار بینہ مین عجز سے احضار بینۂ مثبتہ کا عجز مراد ہے نہ مطلق بینہ سے عجز اسکے علاوہ فقہا
سلامت گواہان کو اسباب جرح اور عدم قبولیت لفظ کی شرط جانتے ہین اور یہ معلوم ہے کہ شرط کے فوت ہونے
سے مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے پس احضار بینۂ مجروحہ غیر مقبولہ مثل عدم احضار کے ہی لہذا حق استحلاف
باقی رہتا ہی اور حاکم کو اسکا خیال رکھنا چاہیے کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر مین بینہ اور یمین
پر جو الف لام ہے وہ عہد کا ہی جیسا کہ فن اصول مین مصرح ہی پس اس حدیث کا مطلب یہ ہے البینۃ
المثبتۃ للدعواہ علی المدعی فان لم یقیم عینۃ کذلک فالیمین الشرعی علی من انکر بینہ جس سے دعوے
ثابت ہو مدعی کی ذمہ ہی اور اگر وہ بینہ نہ قائم کر سکے تو انکار کرنے والے پر شرعی قسم ہی واللہ اعلم حررہ ابوالحسنات محمد عبدالحی۔
**سوال** اگر کسی نے دس بارہ برس تک دعوی نہ کیا تو پھر اُسکا دعوی باطل ہوگا یا نہین **جواب** تقادم زمانہ سے دعوے
باطل نہین ہوتا ہے بلکہ اشتباہ مین ہے کہ اگر تقادم زمانہ کی توجیہ سے قاضی بطلان دعوی کا حکم دے تو اُسکا
حکم نافذ نہوگا **سوال** مدعی کسکو کہتے ہین اور مدعا علیہ کسکو **جواب** عالمگیری مین ہے المدعی من لا یجبر

على الخصومة اذا تركها والمدعى عليه من يجبر على الخصومة وهذا احد عام صحيح مدعی وہ شخص ہے کہ اگر ترک خصومت کرے تو اُسپر جبر نہ کیا جائے اور مدعی علیہ وہ شخص ہے جو خصومت پر جبر کیا جائیگا اور یہ تعریف عام اور صحیح ہے **سوال** عمرو نے دعوے کیا کہ خالد زر تنخواہ کے میرے سو روپے زید پر باقی ہین اور زید کہتا ہے کہ مین دے چکا ہون اس صورت مین مدعی کون ہے اور مدعا علیہ کون ہے اور حلف زید پر لازم ہوگا یا نہین **جواب** عمرو مدعی ہے اور زید مدعا علیہ اور گواہون کے موجود نہونے کی حالت مین حلف زید پر لازم ہوگا شارح ابو الامام نے لکھا ہے وقال محمد فی الاصل المدعى عليه هو المنكر والآخر هو المدعى فی الكافی ان هذا صحيح لكن الشان فی معرفته اذ العبرة للمعانی دون الصور والمبانی فان المودع اذا ادعى رد الوديعة فهو يدعی للرد صورة وفی المعنی هو منكر الضمان ولذا يحلفه القاضی انه لا يلزمه رد ولا ضمان ولا يحلف انه رده اذ اليمين يكون على النفی ابدا امام محمد رحمہ اللہ نے اصل مین لکھا ہے کہ مدعا علیہ وہ شخص ہے جو انکار کرے اور دوسرے شخص کو مدعی کہتے ہین کافی مین ہے کہ یہ صحیح ہے لیکن دشواری اُسکے جاننے مین ہے کیونکہ اعتبار معانی کا ہے صور اور الفاظ کا اعتبار نہین ہے اسلیے کہ مودع جب ودلیت کے رد کر دینے کا دعوے کرے تو وہ صورۃً رد کا دعوے کریگا اور معنیً ضمان کا منکر ہوگا اور اسی لیے قاضی اس سے قسم لیگا کہ اُسکو رد اور ضمان لازم نہین ہے اور اسکی قسم نہ لیگا کہ اُس نے رد کر دیا ہے کیونکہ قسم ہمیشہ نفی پر ہوتی ہے۔ اور اگر زید عمرو سے انکار وصول پر حلف کا طالب ہو اور عمرو حلف پر راضی ہوجائے تو ہوسکتا ہے درمختار مین ہے ادعی المديون الايصال فانكر المدعی ذلك ولا بينة له على مدعاه فطلب يمينه فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استحلفنى له ذلك كذا فی القنية مدیون نے ادائے قرض کے ایصال کا دعوی کیا اور مدعی نے انکار کیا اور اپنے مدعا پر کوئی بینہ نہین پیش کیا پس اُس سے یمین طلب کی تو اُسے اسکا اختیار ہے جیسا کہ قنیہ مین ہے **سوال** اگر اقرار کیا کہ یہ مال زید کے لیے ہے پھر دعوی کیا یہ میرا ہے یہ بوکالت دعوے کیا کہ خالد کے لیے ہے یہ دعوی مسموع ہوگا یا نہین **جواب** نہین۔ عالمگیری مین ہے التناقض كما يمنع صحة الدعوى لنفسه يمنع صحة الدعوى لغيره فمن اقر بعين لغيره فكما لا يملك ان يدعيه لنفسه لا يملك ان يدعيه لغيره بوصاية او وكالة وهذا اذا وجد منه ما يكون اقرارا بالملك له تناقض جسطرح اپنے لیے دعوے کے صحیح ہونے کو منع کرتا ہے اسیطرح غیر کے لیے بھی دعوے کی صحت کو منع کرتا ہے پس جس شخص نے ایک مال کا غیر کے لیے اقرار کیا تو جسطرح وہ شخص اسکی قدرت نہین رکھتا ہے کہ اُس مال کا اپنے لیے دعوے کرے اسی طرح وہ اس کی ہی

قدرت مین رکھنا کہ اُس مال کا اپنے غیر کے لیے دعوے کرے خواہ وصایۃً ہو یا وکالۃً اور یہ اُسوقت ہے کہ جب اُسنے غیر کے لیے ملک کا اقرار کیا ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

## کتاب القضاء

**سوال** عالمگیری کے باب ادب القاضی مین ہے واختلف العلماء فی اجرۃ الشخص بعضہم قالوا ھی فی بیت المال وبعضہم قالوا علی المتمرد کذا فی الذخیرۃ ھو الصحیح کذا فی فتاوی قاضی خان علما نے شخص کی اجرت مین اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہین کہ وہ بیت المال کے ذمہ ہے اور بعض کہتے ہین کہ اُسکے ذمہ ہے جو عدالت مین حاضر ہونے سے انکار کرے یہ ذخیرہ مین ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ رد المحتار یعنے حاشیۂ شامی کے کتاب القضا مین ہے اما مؤنۃ الموکل وھو الشخص الذی امرہ القاضی بملازمۃ المدعا علیہ لاخراجہ ذکر القاضی الامام صدر الاسلام انہا علی المدعا علیہ وعلیہ بعض الفقہاء وبعض مشائخنا علی انہ علی المدعی وھو الاصح یموکل یعنے اُس شخص کی اجرت جو مدعا علیہ پر اُسکو عدالت مین حاضر کرنے کے لیے مسلط کیا جائے قاضی امام صدر الاسلام نے کہا ہے کہ مدعا علیہ کے ذمے ہے اور بعض فقہا کا بھی یہی خیال ہے اور ہمارے بعض فقہا کے نزدیک وہ مدعی کے ذمے ہے اور یہی اصح ہے۔ اور بھی اسی کتاب مین ہے واجرۃ المحضر علی المدعی ھو الاصح نقل البحر عن البزازیۃ وفی الخانیۃ علی المتمرد وھو الصحیح مدعا علیہ کو عدالت مین حاضر کرنے والے کی اجرت مدعی کے ذمے ہے یہی اصح ہے اسکو بحر نے بزازیہ سے نقل کیا ہے اور خانیہ مین ہے کہ جو عدالت مین حاضر ہونے سے انکار کرے اُسکے ذمہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور بحر کی عبارت یہ ہے وفی البزازیۃ ویستعین باعوان الوالی علی الاحضار واجرۃ الاشخاص فی بیت المال وقیل علی المتمرد فی المصر من نصف درہم الی درہم وفی خارجہ لکل فرسخ ثلثۃ دراہم او اربعۃ بزازیہ مین ہے کہ والی کے مددگارون سے مدعا علیہ کے حاضر کرنے مین مدد لے اور اشخاص کی اجرت بیت المال سے دی جائے اور بعض لوگ کہتے ہین کہ عدالت کی حاضری سے انکار کرنے والے سے شہر مین نصف درہم سے ایک درہم تک اور خارج شہر مین ہر فرسخ پر تین یا چار درہم لیے جائین ان سب عبارتون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرع مین کسی قدر خرچہ جیسے اجرائے سمن جو آجکل کہا گیا ہو اُسوقت بھی تھا اور جسقدر

خرچہ قلیل یا کثیر تھا بصورت تمرد مدعا علیہ کے مدعا علیہ پر بار ہوتا تھا پس اس زمانے مین میرے نزدیک
فقیہ کو تفقہ اور ایک طور پر اجتہاد کرنا ضروری ہے کہ بعض اشخاص روپیہ قرض لیتے ہین اور تمردًا ادا نہین
کرتے اگرچہ جانتے ہین کہ نالش ہونے پر خرچہ بھی دینا پڑے گا اور مدت گزرنے کے بعد پھر نالش نہو سکے گی
تو ایسی صورت مین خرچہ مدعا علیہ ہی کی وجہ سے پڑتا ہی پس ہمارے نزدیک اُس سے جبرًا دلانا چاہیے
ہان اگر تمرد نہو اور ادا کرنے کو کہتا ہو مگر ناداری کی وجہ سے ادا نکر سکے تو ایسی حالت مین ہرگز خرچہ نہ لینا
چاہیے۔ فتاوی مختار الاخیار مین بزبان فارسی لکھا ہے جسے مین نے مولانا عبد الحی مدظلہ کے کتب خانے
مین دیکھا ہے اُسکا ترجمہ یہ ہے۔ جب قاضی مدعا علیہ کو اطلاع نامہ حاضر ہونے کے لیے بھیجے اور وہ شرارتًا نہ
حاضر ہو یہان تک کہ جبرًا لانے کے لیے دوسرا پیادہ بھیجا جاوے تو دوسرے پیادہ کی مزدوری مدعا علیہ پر ہے
اور پہلے کا خرچہ مدعی پر اور یہ استحسان ہے کہ زجرًا فقہا اسکے جانب مائل ہوے ہین پس اس زمانے مین
بھی اگر مدعا علیہ تمرد کرے اور اُسکے تمرد کی وجہ سے خرچہ پڑے تو دلیل استحسان کا مقتضے یہی ہے کہ یہ خرچہ مدعا علیہ
کو دینا چاہیے۔ ہان یہ ضرور ہے کہ پہلے زمانے مین خرچہ کم تھا اور اس زمانے مین زائد ہے مگر انگریزون نے یہ
اسٹامپ وغیرہ جو رکھا ہے درحقیقت قضا کی اجرت ہے۔ اور سابق مین بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض صورتون
مین قضا کی اجرت لینا درست تھی جیسا کہ مختار الاخیار مین بزبان فارسی تحریر ہے جسکا ترجمہ یہ ہے امام
خواہرزادہ نے کتاب القسمۃ کے شروع مین لکھا ہے کہ اگر قاضی کا حق بیت المال سے کفایت نہ کرے تو وہ تقسیم کی
پر اجرت لے سکتا ہے اور محیط سے نقل کیا ہے کہ قاضی کو قسمت کی اجرت لینا جائز ہے مگر کچھ نہ لینا مستحب ہے
اور شمس تاشی نے کہا ہے کہ محنت کے بقدر اجرت لے اور بربانی صغیر سے پوچھا گیا کہ چندر وپیون کے تقسیم کرنیوالے
والے کی کیا اجرت ہی تو انھون نے کہا کہ شرعًا کوئی اجرت مقرر نہین ہے۔ اور خزانۃ الواقعات مین ہے کہ مختار
یہ ہی کہ قاضی کو قسمت مین اجرت لینا حلال ہے اور محیط نے باب آداب القاضی سے نقل کیا ہے کہ جب قاضی خود دستاویزون
اور رجسٹرونکو مرتب کرے تو اُسکی جو اجرت دوسرے لیتے ہین یہ بھی لے سکتا ہے اور شیخ الاسلام سعدی سے مقدار
اجرت کا سوال کیا گیا تو اُنھون نے جواب دیا کہ ہزار روپے مین پانچ روپے اور دو ہزار مین دس اسی طرح
دس ہزار تک ہر ہزار مین پانچ روپے سے پھر دس ہزار کے بعد ہر ہزار پر ایک روپیہ ہے اور اگر دستاویز ہزار روپے
کم ہو لیکن محنت اُتنی ہی رکھتا ہو جتنی ہزار مین ہے تو اُس مین بھی پانچ روپیہ لے اور اگر اس کی محنت سے دوگنی
محنت ہو تو دس روپے لے۔ ان عبارتون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضون نے کہا ہے کہ اگر بیت المال

قاضی کی محنت کو کافی نہو تو اُسے تقسیم وغیرہ کے مقدمات مین اجرت لینا چاہیے اور تمرتاشی کی راے ہی کہ بقدر محنت اجرت لینا چاہیئے اور برجاتی صغیسہ کی راے ہے کہ اس مین کوئی مقدار شرعًا مقرر نہین ہے پس اس زمانے مین تو بیت المال نہین ہے اور جملہ مقدمات کی اجرت حکام نے اپنی راے سے رکھی ہے اور اس مین مقدار شرعی بھی نہین ہے جیسا کہ برجاتی نے لکھا ہے اور بعضون نے شیخ الاسلام ابو الحسن کی راے کے موافق لکھا ہے کہ مال کے اعتبار سے اجرت ہے تو اس زمانے مین حکام نے بھی ویسا ہی رکھا ہے کہ فی سیکڑا اتنا پس کہہ سکتے ہین کہ حکام کا اجرت لینا بالکل لا اصل بھی نہین ہے بلکہ شرعًا بھی بعض بعض صورتون مین قضا کی اجرت ملتی ہے اگرچہ ان تمام عبارتون کو دیکھکر بھی مین اپنی طرف سے کچھ فتوے نہین دیتا لیکن مستفتی کو چاہیے کہ ان سب عبارتون مین غور کرکے مفتی کو اس طرف متوجہ کرے اور اس زمانے کے حالات اور قانون سے مفتی کو اچھی طرح آگاہ کرے تو عجب نہین کہ تمرد کی صورت مین مفتی کی یہ راے ہو جاے کہ مدعا علیہ سے خرچہ لینا چاہیے۔ **مترجم کہتا ہی** اس جواب کے بعد مفتی کا نام اصل کتاب مین بھی نہ تھا لہذا یہان بھی نہین لکھا گیا۔ **انتہی** عدالت کا خرچہ جو حکام نے مقرر کیا ہی ظاہر ہے کہ وہ قضاۃ کی اجرت نہین ہے اور فیصلہ کرنے والے حاکمون کو وہ رقم فیصلہ کرنے کے عوض مین نہین ملتی ہی بلکہ وہ سرکار سے تنخواہ پاتے ہین اسکے علاوہ اس مین بعض خرچے وہ بھی ہین جو یقینًا مدعی ہی پر لازم ہین جیسے مدعی کے وکیل وغیرہ کا محنتانہ پس ایسا خرچہ مدعا علیہ سے کیونکر لیا جا سکتا ہے واقف اصول وفقہ پر مخفی نہین ہے کہ مسبب پر ضمان وغیرہ لازم نہین آتا تمرد اور باوجود استطاعت کے قرض نہ ادا کرنے سے وہ گنہگار رہیگا نہ موجب تاوان فقہا جو بعض صورتون مین متمرد مدعا علیہ پیادے کی اجرت کا وجوب لکھتے ہین وہان متمرد سے وہ مدعا علیہ مراد نہین ہے جو ادائے دین مین تکلف کرے بلکہ وہ متمرد مراد ہے جو عدالت مین حاضر نہو۔ مدعی علیہ پر کسی قدر صرف کا وجوب خود ہی فقہا کے نزدیک مختلف فیہ ہے اور اگر مدعی علیہ پر اسکا وجوب صحیح بھی ہو تو بھی صورت مسئولہ کے لیئے نظیر نہین ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ **سوال** پنچون مین یہ دستور ہی کہ جو شخص کوئی برا کام کرتا ہے اُسے برادری سے خارج کر دیتے ہین پھر جرمانہ لیکر ادسے برادری مین شریک کرتے ہین اور اُس رقم کے شیرینی وغیرہ منگا کر سب پنچ کھاتے ہین یہ جائز ہے یا نہین **جواب** تنبیہ کے لیے یہ جرمانہ لینا جائز ہے۔

**سوال** شرعًا قضا کسے کہتے ہین **جواب** خصومت اور منازعت کے فیصلہ کرنے کو قضا کہتے ہین جیسا کہ

تنویرالابصار وغیرہ مین ہے **سوال** قاضی کو مسجد مین بیٹھکر جھگڑون کا فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہین **جواب** جائز ہے ہدایہ مین ہے القضاء عبادۃ فیجوز اقامتہا فی المسجد کالصلوۃ اقامت قضا مسجد مین جائز ہے کیونکہ قضا مثل نماز کے عبادت ہے۔ **سوال** قاضی کون شخص ہو سکتا ہے **جواب** جو مسلم حر عاقل بالغ ہو جامع الرموز مین ہے اھلہ اھل للشہادۃ ای المستحق للشہادۃ بالاسلام والحریۃ والعقل والبلوغ مستحق للقضاء بذلک اہل قضا اہل شہادت ہین یعنے جن مین اسلام حریت عقل بلوغ شرائط شہادت پائے جائین وہ مستحق قضارت ہین اور امام طحاوی نے کہا ہو کہ عدالت بھی قضا کی شرط ہے اور فاسق قضا کی صلاحیت نہین رکھتا جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور عامہ فقہا کے نزدیک اجتہاد اور عدالت اولویت کی شرط ہے جیسا کہ متون اور شروح مین ہے **سوال** قضا کے عہدے کو قبول کرنا درست ہے یا نہین۔ **جواب** قضا کے عہدے کو قبول کرنا عادل بادشاہ کی طرف سے ہو یا ظالم بادشاہ کی طرف سے مسلمان بادشاہ کیطرف سے ہو یا کافر بادشاہ کی طرف سے درست ہے لیکن اگر بادشاہ ٹھیک فیصلہ کرنے سے منع کرے تو حرام ہے درمختار مین ہے ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کان کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم قاضی کا عہدہ عادل اور ظالم بادشاہ سے اگرچہ کافر ہو لینا جائز ہے یہ مسکین وغیرہ نے کہا ہے البتہ اُس صورت مین کہ سلطان قاضی کو ٹھیک فیصلہ کرنے سے روکے حرام ہے۔ اور عالمگیری مین ہے ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولکن انما یجوز تقلد القضاء من السلطان الجائر اذا کان یمکنہ من القضاء بحق ولا یعترض فی قضایاہ بشر ولا ینہاہ عن تنفیذ بعض الاحکام کما ینبغی اما اذا کان لا یمکنہ من القضاء بحق و یعترض فی قضایاہ بشر ولا یمکنہ من تنفیذ بعض الاحکام کما ینبغی لا یتقلد منہ قضارت کا عہدہ سلطان عادل وظالم دونون سے لینا درست ہے مگر ظالم سے اُسی وقت درست ہے جبکہ صحیح فیصلہ کرنا ممکن ہو اور ظالم بادشاہ کی طرف سے اُسکے فیصلون مین مداخلت بیجا کا اندیشہ نہو اور وہ احکام کے نافذ کرنے مین مانع نہوتا ہو لیکن اگر ٹھیک فیصلہ کرنا ممکن ہو اور ظالم بادشاہ اُس مین بیجا مداخلت کرتا ہو اور قاضی اُسکے بدولت اپنے بعض احکام کو قرار واقعی نافذ نہ کرسکتا ہو تو ایسے ظالم بادشاہ سے قضارت کا عہدہ لینا درست نہین ہے۔ **سوال** اگر حنفی قاضی اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرے تو نافذ ہوگا یا نہین **جواب** امر مجتہد فیہ مین جو کتاب وسنت مشہورہ اور اجماع کے خلاف نہو اگر حنفی

قاضی عمداً یا سہواً اپنے مذہب کے خلاف حکم دے تو صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک نافذ نہوگا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نافذ ہوگا اور فتوے صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے۔ ابو المکارم نے شرح نقایہ مین لکھا ہو القضاء فی مجتہد فیہ علی خلاف مذہبہ کما اذا قضی الحنفی بجواز بیع المدبر ناسیا لمذہبہ او عامدا لاینفذ عندہما لانہ قضی بما ہو خطاء عندہ فی الہدایۃ والمضمرات علیہ الفتوی واما عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فینفذ فی وجہے النسیان والعمد وفی روایۃ انہ لاینفذ فی الثانی کسی مجتہد فیہ امر مین جیسے جواز بیع مدبر اگر حنفی قاضی اپنے مذہب کے خلاف سہواً یا قصداً حکم دے تو صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک نافذ نہوگا کیونکہ اُسنے ایسی بات کا حکم کیا ہے جو اوسکے نزدیک غلط ہے ہدایہ اور مضمرات مین اسپر علیہ الفتوی لکھا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نسیان اور عمد دونون صورتون مین ایسا حکم نافذ ہوجائیگا اور ایک روایت مین یہ ہے کہ عمد مین نافذ نہوگا۔ **سوال** جو قاضی مجتہد ہو اُسکا اقوال اصحاب حنفیہ کے خلاف حکم دینا نافذ ہوگا یا نہین **جواب** نافذ ہوگا سراجیہ مین ہے اذا قضی بقول مرجوح او بقول یخالف قول اصحابنا رحمہم اللہ تعالی جاز اذا کان القاضی من اھل الرأی والاجتہاد اگر قول مرجوح کا حکم دیا یا ایسے قول کا حکم دیا جو ہمارے اصحاب کے مذہب کے خلاف ہے تو جائز ہے اگر قاضی خود مجتہد اور اہل الرائے ہو **سوال** جو لوگ گانؤن اور بڑے شہرون کے محلون مین امام یا خطیب یا نکاح خوان مقرر ہین اور اپنے باپ دادا کی تنخواہ پاتے ہین مگر جاہل ہین کیا وہ اپنے ان مناصب کی بدولت قاضی کا حکم رکھتے ہین اور کیا وہ یتیم بچون کا نکاح اور اقامت جمعہ و اعیاد کر سکتے ہین **جواب** ایسے لوگ قاضی نہین ہین لیکن جو شہر سلطان کے ماتحت ہین اُن مین سلطان کے مقرر کرنے کے بغیر کوئی شخص قاضی نہین ہوتا جیساکہ درر وغیرہ مین ہے اور جہان کفار غالب ہین وہان مسلمانون کی رضامندی اور اتفاق سے کوئی شخص قاضی بنایا جاسکتا ہو ردالمحتار مین ہے ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما منہم مسلمانون کی رضامندی سے قاضی قاضی ہوجاتاہے پس مسلمانون پر ضروری ہو کہ مسلم قاضی کو اپنا والی بنالین پس اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانونپر ضروری ہو کہ اتفاق کرکے کسی کو والی بنالین کہ اُنکے معاملات کا فیصلہ کرے اور اشخاص مندرجۂ سوال ایسے نہین ہین بلکہ وہ محض عادۃً اپنے آبا کا وثیقہ پارہے ہین تو اُن مقامات مین جہان کافرون کا غلبہ ہو اُنکا اقامت جمعہ کرنا بلا اجازت قاضی یا والی کے جبیر اہل بلد کا اتفاق ہو درست نہین ہو درمختار مین ہے لاتصح اقامتہا الا لمن اذن لہ السلطان بواسطۃ او بلا واسطۃ اما بدون ذلک فلا

اقامت عید وجمعہ وہی کر سکتا ہے جسے سلطان نے بواسطہ یا بلا واسطہ اجازت دی ہو اور اُسکے علاوہ
کوئی اور نہین کر سکتا اور ایسے مقامات مین جہان کفار غالب ہین والی سلطان کے حکم مین ہے پس
بغیر اُس کی اجازت کے اقامت جمعہ درست نہو گی اور سلطان کی اجازت پہلی مرتبہ شرط ہے تو
جب سلطان کسی کو اقامت جمعہ کا حکم دیدے پھر وہ دوسرے کو اجازت دیسکتا ہے جیساکہ رد المحتار
مین ہے فلا یجوز اقامتہا لکل خطیب الا لمن اذن لہ السلطان ومن اذن لہ فکذا اھ ہنا والعید کالجمعۃ
لان صلوۃ العید تجب علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا وفی الخطبۃ کمافی در المختار وغیرہ اقامت
جمعہ صرف اُسی خطیب کیلئے جائز ہے جسے سلطان نے اجازت دی ہو یا جس کو اجازت پانے والا اجازت دے
پس اُسی طرح یہان بھی ہے اور عید جمعہ کے مثل ہے کیونکہ نماز عید اُسپر واجب ہے جسپر جمعہ واجب ہے
اور خطبہ کے سوا تمام چیزون مین دونون کی شرطین بھی ایک ہین جیساکہ درمختار وغیرہ مین ہے۔
پس جب مذکورین سوال کو اقامت جمعہ واعیاد کا حق نہین ہے تو چھوٹے یتیم بچون کے بیاہ دینے کا
بھی حق نہین ہے اور والی اور قاضی جنپر اہل بلدہ کا اتفاق ہو انکو بھی چھوٹے یتیم بچون کی شادی کا
حق ہے یا نہین اسکے متعلق مین نے کہین صراحت نہین دیکھی لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانونکو
چاہیے کہ کسی شخص کو والی اور قاضی بنالین اور وہی اُنکے معاملات فیصل کرے اور اُسکو اس امر کا
بھی اختیار ہوگا واللہ اعلم رد المختار مین ہے۔ اذا اولی الکافر علیہم قاضیا ورضیہ المسلمون صحت
تولیتہ بلاشبہۃ جب کافر مسلمان پر کسی کو قاضی بنادین اور مسلمان اُسپر راضی ہو جائین تو وہ
شخص بلاشبہہ والی ہو جائے گا۔ پس ایسا قاضی اقامت جمعہ واعیاد وتزویج یتامی کر سکتا ہے بشرطیکہ
مسلمان اُس سے راضی ہون اور قاضی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اُسکی عصمت صلاحیت فہم
عقل علم سنت آثار اور وجوہ فقہ پر لوگون کو وثوق ہو اور وہ درشت اور سخت گیر نہو کیونکہ نائب
رسول ہے جیساکہ درر وغیرہ مین ہے پس ہر شہر کے لوگون کو چاہیے کہ کوشش کرکے کسی ایسے شخص
پر اتفاق کرلین اور اُسکو اپنا والی بنالین کہ وہ اقامت جمعہ واعیاد وتزویج یتامی کرے حضور سرور
انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہے من مات ولم یؤل علی نفسہ اماما مات موتۃ جاھلیۃ
جو شخص مرا اور اُس نے اپنا کوئی امام مقرر نہین کیا وہ جاہلون کی موت مرا۔ اور ہمارے ملک مین اگلے
زمانے مین ہر شہر گاؤن اور قصبہ مین قاضی ہوا کرتا تھا لیکن آجکل باہمی مناقشات کی بدولت قضاۃ

معدودے چند مقامات کے سوا اور کہین نہین ہین پس مسلمانون کو اتفاق کرکے چاہیے کہ کسی ایک کو اپنا والی بنالین کہ وہ اقامت جمعہ واعیاد کرے اور یتیمون کی شادی کرے کیونکہ والی سلطان کے مثل ہے اور سلطان ایک ہی ہوا کرتا ہے حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منہما جب دو خلیفاؤن کی بیعت کیجائے تو دوسرے کو قتل کرڈالو۔ اسیطرح والی کا حکم ہے پس ایک مقام مین دو والی نہونا چاہیین۔ واللہ اعلم کتبہ احقر العباد شیخ یوسف بن قادر احمد عفی عنہما صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** زید نے بکر کو بلا سودی روپیہ قرض دیا جب بکر نے کسی طرح روپیہ نہ ادا کیا تو مجبوراً زید نے دعوے کرکے مع خرچہ ڈگری حاصل کی اب بکر سے زید کو خرچہ لینا درست ہی یا نہین **جواب** بکر سے زید کو شرعاً خرچہ لینا درست نہین ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات] صح الجواب واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ اللہ العلی الرب الحکیم۔ صح الجواب حررہ نظام الدین احمد عفی عنہ صح الجواب نمقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفر لہ اللہ الرحیم [مہر: محمد ابراہیم] الجواب صحیح واللہ اعلم حررہ الفقیر محمد عبد الوہاب عفی عنہ [مہر: محمد عبد الوہاب]

# کتاب الشہادۃ

**سوال** زید اور عمرو مین یہ بحث ہے کہ زید کہتا ہے گواہان نفی متواتر اُس صورت مین شرعاً مقبول ہین کہ کوئی لوگ اس بات پر گواہی دین کہ فلان شخص فلان سال مین کوفہ مین تھا کیونکہ یہ اُس سال اُس شخص کے بصرہ مین ہونے کی نفی ہے نہ کہ بصری لوگ کہین کہ فلان شخص فلان سال مین بصرہ مین نہ تھا کیونکہ یہ گواہی علم پر نہین ہے بلکہ اُسکے موجودگی کے عدم علم پر ہے اور زید اپنے قول کے ثبوت مین فتاوی ہندیہ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے اقام امرأۃ رجلین ان فلانا طلق امرأتہ یوم النحر بالکوفۃ واقام فلان البینۃ انہ کان فی ذلک الیوم حاجا بمنے فالبینۃ بینۃ المدعی ولا یلتفت الی بینۃ المدعی علیہ الا ان تاتی المعاینۃ وتشہد بذلک فیوخذ بشہادتہم کذا فی الذخیرۃ ایک عورت نے دو مردون کو شہادت مین پیش کیا کہ فلان شخص نے یوم نحر کے دن کوفہ مین اپنی بی بی کو طلاق دی اور اوس شخص نے بینہ قائم کیا کہ مین اُس دن حج کرنے کو گیا ہوا تھا اور منی مین تھا تو مدعی کا بینہ معتبر ہوگا اور مدعا علیہ کے بینہ

کے جانب توجہ نہ کیجائیگی گر یہ منی کے عام لوگ اسکی شہادت دین اُسوقت اُنکی شہادت کا اعتبار کیا جائیگا
یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور عمرو اس عدم علم کی گواہی کو بھی معتبر کہتا ہے اور اپنے قول کی سند مین حموی کی اس
عبارت کو پیش کرتا ہے قال فی المحیط ان تواتر عند الناس وعلم الکل علام کونہ فی ذلک المکان
والزمان لا تسمع الدعوی علیہ ویقضی بفراغ ذمتہ لا یلزم تکذیب الثابت بالضرورۃ والضروریات
مما لا یدخلہا شک محیط مین ہے کہ اگر لوگون کو تواتر اس امر کا علم ہو کہ یہ شخص اُس زمانے مین اُس جگہ
موجود نہ تھا تو اُسپر جو دعوے کیا گیا ہے وہ مسموع نہوگا اور وہ شے اُسکے ذمے سے ساقط ہو جاے گی
ورنہ اس امر کی تکذیب لازم آئے گی جو بالبداہتہ ثابت ہے حالانکہ جو امور بالضرورۃ ثابت ہوتے ہین
اُن مین شک کی گنجائش نہین ہوتی۔ اور عمرو کہتا ہے کہ یہ گواہی عدم علم پر نہین ہے بلکہ فلان شخص
کے نہ آنے کے علم پر ہے پس زید اور عمرو دونون مین سے کس کا قول اور کس کا استدلال صحیح ہی جواب
یہ دونون شہادتین مقبول نہین ہین مگر جبکہ امر مشہود بتواتر ہو اور فتاوی ہندیہ کی روایت ایک
صورت اور حموی کی روایت دوسری صورت کو متضمن ہے فتاوی بزازیہ مین ہے شہد انہ استقرض
من فلان فی یوم کذا فی بلد کذا فبرھن علی انہ لم یکن فی ذلک المکان بل کان فی مکان اٰخر لا یقبل
لان قولہ لم یکن فیہ نفی صورۃ ومعنی وقولہ بل کان فی کذا نفی معنی واصلہ ما ذکر فی النوادر عن
الثانی شہدا علیہ بقول او فعل یلزم علیہ بذلک اجارۃ او کتابۃ او بیع او طلاق او عتاق او قصاص
او قتل فی مکان وزمان وصفات فبرھن المشہود علیہ انہ لم یکن ثمہ یومئذ لا یقبل لکن قال فی المحیط
ان تواتر عند الناس وعلم الکل عدم کونہ فی ذلک المکان والزمان لا یسمع الدعوی ویقضی بفراغ
الذمۃ لانہ یلزم تکذیب الثابت بالضرورۃ والضروریات مما لا یدخلہ الشک وکذا کل بینۃ اقامت
علی ان فلانا لم یفعل ولم یقل ولم یقر دو آدمیون نے اس بات کی شہادت دی کہ فلان شخص نے
اُسدن اُس شہر مین اتنا قرض لیا اور اُس شخص نے اس امر پر بینہ قائم کیا کہ مین اُس دن اُس شہر
مین نہ تھا بلکہ کسی اور جگہ تھا تو اُسکا بینہ قبول نہوگا کیونکہ اُسکے اس قول مین کہ اُس شہر مین نہ تھا نفی ہے
صورۃً اور معنیً اور اُسکے اس قول مین بلکہ کسی اور جگہ تھا نفی ہے معنےً اسکی اصل وہ ہے جو نوادر مین امام ابو یوسف
رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ اگر دو گواہون نے کسی شخص کے متعلق کسی جگہ اور زمانہ مین کسی قول یا فعل کی گواہی
دی جس کی وجہ سے اُسکے ذمے اجارہ کتابت بیع طلاق عتاق قصاص یا قتل لازم آئے اور اُس شخص نے

اس امر پر بینہ قائم کیا کہ وہ اُسدن وہان موجود ہی نہ تھا تو اُسکا بینہ قبول نہو گا لیکن محیط مین ہے کہ اگر لوگون
کو تواتر اس بات کا علم ہو کہ وہ اُسدن اُس جگہ نہ تھا تو دعوی مسموع نہو گا اور وہ امر اُسکے ذمے واجب
نہو گا کیونکہ اس سے اُس امر کی تکذیب لازم آتی ہے جو بالضرورۃ ثابت ہے حالانکہ ضروریات مین شک
کی گنجائش نہین ہوتی اور اسی طرح جو بینہ اس امر پر قائم کیا جائے کہ فلان شخص نے وہ کام نہین کیا یا وہ
بات نہین کہی یا اُس امر کا اقرار نہین کیا۔ اور درمختار مین ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ نفی متواتر
کی شہادت مقبول ہے اور رد المحتار مین ہے بخلاف غیرہ فلا یقبل سواء کان نفیا صورۃ او معنیً و
سواء احاط به علما لشاهد او لا اور اسکے علاوہ کوئی اور شہادت مقبول نہین ہے خواہ صورۃً نفی
ہو یا معنیً خواہ شاہد کو اُسکا علم ہو یا نہو۔ **سوال** زید نے سات آدمیون کی شرکت اور اعانت سے
آلۂ جارحہ سے عمداً عمرو کو قتل کیا ورثاے مقتول نے قاضی کے سامنے پانچ آدمی معاینہ اور اثبات کے
شاہد پیش کیے سب شاہدون نے لفظاً اور معنیً ایک ہی گواہی دی اسکے علاوہ موقع قتل پر آکے خود
قاضی نے اہل محلہ اور دوسرے لوگون سے تحقیقات کی غرض یہ بات ثابت ہو گئی کہ زید نے عمرو کو آلۂ
جارحہ سے اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور وہ سات آدمی اس قتل کرنے مین زید کے مددگار تھے۔ زید قاضی
کے سامنے عمرو کو قتل کرنے سے انکار کرتا ہے کہ مین اُس دن اُس وقت فلان جگہ تھا میرے نفی تواتر کے
گواہ سنے جائین اور شرکاے زید نے بھی ایسا ہی کہا مگر مدعا علیہم کا یہ قول قاضی نے تسلیم نہین کیا اور اُنکے
نفی کے گواہ نہین سنے پھر زید قصاص مین مارا گیا اور اسکے ساتھیون مین قاضی نے کسی کو چھ اور کسی کو سات
سال کی قید کی سزا دی مدعا علیہم محبوس دوسرے محکمہ مین نفی تواتر کے گواہون کی سماعت کی درخواست
کرتے ہین پس اس صورت مین نفی تواتر کے گواہون کی شرعاً سماعت کرنا چاہیے یا نہین **جواب**
جب قاضی نے شہادت اور معائنہ وغیرہ کے وثوق پر قصاص وغیرہ کا حکم دیدیا اور اُس حکم کی تعمیل بھی
ہو گئی اور مدعا علیہم نے تعمیل حکم سے پہلے نفی تواتر کی شہادت کا مرافعہ نہین کیا تو اب اُن کا قول غیر معتبر اور
شہادت غیر مقبول ہوگی تنقیح فتاوے حامدیہ کے کتاب الدعوے مین ہے فی الکافی فی کتاب الشہادۃ اذا تضمنت
الشہادۃ نقض قضاء ترد کافی کی کتاب الشہادۃ مین ہے جب شہادت سے قاضی کے نافذ شدہ حکم کے
خلاف کوئی امر ثابت ہو تو وہ شہادت رد کردیجائیگی **سوال** زید اور بکر کے سامنے عمرو کے قتل کی گواہی دو شخصون نے
بغیر لفظ شہد کے کلمۃ قضا مین دی اور چھ گئے اور ان گواہون نے یہ بھی بیان کیا کہ ہمنے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ پہلے زید نے

ایک تلوار عمرو کے سر پہ ماری پھر دوسری تلوار بکر نے عمرو کے ہاتھ پر ماری - مگر یہ نہین بیان کیا کہ عمرو انھین حربون کے صدمون سے اُسی وقت مرگیا پس اُن گواہون کی یہ گواہی قاضی کو قبول کرنا چاہیے یا نہین اور کیا قاضی کو یہ ضروری ہے کہ اون دونون گواہون کو پھر بلا کر لفظ اشہد کہلائے

**جواب** گواہون کو یہ بیان کرنا ضروری نہین ہے کہ مقتول اُسی ضرب سے اُسیوقت ہلاک ہوگیا فتاوی عالمگیری مین ہے اذا شہد شاہدان علی رجل انہ ضرب رجلا بالسیف فلم یزل صاحب فراش حتے مات فعلیہ القصاص ولا ینبغی للقاضی ان یسأل الشہود مات من ذلک ام لا فی العمد والخطأ ولکنہما ان شہدوا بذلک انہ مات من ذلک لم تبطل شہادتہم جب دو گواہون نے اس بات کی شہادت دی کہ فلان نے اُس شخص کو تلوار سے مارا جسکی بدولت وہ صاحب فراش رہا یہان تک کہ مرگیا تو اُسپر قصاص واجب ہے اور قاضی کو گواہون سے یہ پوچھنے کا حق نہین ہے کہ وہ شخص اس ضرب سے مرا یا نہین اور وہ ضرب خطأ تھی یا عمداً لیکن اگر وہ اس امر کی شہادت دین کہ وہ شخص اُسی ضرب سے مرا تو اُن کی شہادت باطل نہوگی - اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین بزازیہ سے نقل کرکے لکھا ہے لایحتاج لشاہدان یقول انہ مات من جراحۃ گواہ کو یہ کہنے کی ضرورت نہین ہے کہ وہ اس شخص کے زخم دینے سے مرا تھا - مگر اشہد کا لفظ یا اسکا ترجمہ جو اس معنے کو مفید ہے کہنا قبول شہادت کے لیے ضروری ہے درمختار مین ہے ورکنہا لفظ اشہد لاغیر شہادت کا رکن اشہد کے سوا اور کچھ نہین ہے اور اسی کتاب مین ہے ولزم فی الکل لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع ہر شہادت مین لفظ اشہد بصیغۂ مضارع بالاجماع لازم ہے - اور شرنبلالی نے الاستفادۃ من کتاب الشہادۃ مین لکھا ہے من الشرائط لفظ الشہادۃ فلا یقبل بغیرہا من الالفاظ کلفظ الاخبار والاعلام وان یکون بصیغۃ المضارع شرائط شہادت مین سے لفظ شہادت ہے پس شہادت کے الفاظ کے سوا کسی اور لفظ (جیسے اخبار واعلام) سے درست نہین ہے اور یہ لفظ بصیغۂ مضارع ہونا چاہیے پس ان عبارتون کے لحاظ سے قاضی کو لازم ہے کہ لفظ اشہد کے ساتھ شہادت لیکے حکم دے۔

**سوال** (۱) زید کہتا ہے کہ مین عمرو کے قتل کے دن اُس شہر مین نہ تھا جہان عمرو قتل ہوا ہی بلکہ فلان شہر مین تھا جو اُس شہر سے دور ہی اسکے ہزارون آدمی گواہ ہین کہ عمرو کے قتل کے دن جس شہر مین وہ قتل ہوا ہے مین موجود نہ تھا اور دوسرے شہر مین تھا پس ان گواہان نفی متواتر کی قاضی سماعت کرے یا ورثاے عمرو کے گواہون کی سماعت

کرے (۲) زید کہتا ہے کہ مدعیون کے گواہ فاسق فاجر ہین اور ہمیشہ اجرت لیکر گواہی دیا کرتے ہین اور چور بھی ہین پس قاضی اِن گواہون کا تزکیہ سرًا یا علانیۃً کرے یا نہ کرے۔ **جواب** (۱) قاضی کو چاہیے کہ گواہان نفی متواتر کی گواہی کو مانے شرنبلالی ایضاح الخفیات لتعارض البینة والاثبات مین لکھتے ہین اجاب صاحب البحر البینة الشاھدة بانه لم یکن فی محل الضرب غیر مقبولة لانها بینة النفی الا اذا تواتر عند الناس وعلم الکل عدم کونه فی ذلک المکان اوالزمان لا تسمع الدعوے علیه ویقضے بفراغ الذمة صاحب بحر نے جواب دیا ہے کہ وہ بینہ جو اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ شخص محل ضرب مین نہ تھا مقبول نہین ہے کیونکہ وہ بینۂ نفی ہے مگر جبکہ لوگون کو تبواتر اس امر کا علم ہو اور سب یہ جانتے ہون کہ وہ اُس جگہ اُس دن نہ تھا تب اُسکے خلاف دعوی مسموع نہوگا اور حکم دیا جائیگا کہ وہ امر اُسکے ذمے واجب نہین ہے۔ اور ایسا ہی تنقیح فتاوے حامدیہ اور فتاوے بزازیہ مین ہے۔ (۲) قاضی کو لازم ہے کہ گواہان قصاص کا تزکیہ سرًا اور علانیۃً بے طعن مدعا علیہ کے کرائے بحر الرائق مین ہے الحاصل انه ان طعن الخصم سأل عنهم فی الکل والا سأل فی الحدود والقصاص حاصل یہ ہے کہ اگر خصم گواہون کو مشکوک کہے تو قاضی کو چاہیے کہ اُن سے تمام امور مین سوالات کرے ورنہ صرف حدود و قصاص مین۔

**سوال** ایک پردہ نشین عورت نے ایک غیر پردہ نشین عورت کی وساطت سے زیور عاریت دینے کا دعوی کیا اور گواہون نے بیان کیا کہ پردہ نشین عورت نے پردے کی آڑ سے فلان عورت کے ذریعے سے زیور دیا اور مدعا علیہ نے اُسے عاریت لیا اور مدعیہ کا آنا اور پس پردہ کھڑا ہونا مدعا علیہ کے اقرار اور مدعیہ کی آواز سے ہمنے جانا اور بھی عاریت کی مدت سات مہینے سات دن کم و بیش گواہون نے بیان کی پس شرعًا کیا ایسی گواہی اس بات کو ثابت کرسکتی ہے کہ مدعیہ نے مدعا علیہ کو عاریت زیور دیا **جواب** شہادت مذکورہ بالکل صحیح نہین ہے پس شرعًا اس گواہی سے عاریت دینا ثابت نہین ہوسکتا کیونکہ سماع پس پردہ مجوز شہادت نہین ہے مگر جبکہ شاہد کے علم یقینی سے یہ تعیین ہو جائے کہ پس پردہ اسکے سوا اور کوئی گوینده نہ تھا اور یہ بیان مفقود ہے عالمگیری مین ہے لو سمع من وراء الحجاب لا یسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیره اذ النغمة تشبه النغمة الا اذا کان فی الداخل وحده ودخل وعلم الشاھد انه لیس فیه غیره ثم جلس علی المسلک ولیس له مسلک غیره فسمع اقرار الداخل ولا یراه لانه یحصل بها العلم وینبغی للقاضی اذا فسّر له لا یقبله کذا فی التبیین اگر پردے کے پیچھے سے

سنا تو اُسے شہادت نہ دینا چاہیے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ کہنے والا کوئی اور ہو اسلیے کہ آوازین باہم مشابہ ہوتی ہین مگر جبکہ گھر کے اندر اکیلا رہتا ہو اور اُسوقت وہ گھر کے اندر گیا ہو اور گواہ کو اس کا علم ہو اور وہ راستہ پر بیٹھ گیا ہو اور اُس راستے کے سوا گھر کا کوئی اور راستہ بھی نہو بس اب اگر وہ اندر والے شخص کا کوئی اقرار سنے اور اُسکو دیکھے نہین تو اُسکی شہادت مقبول ہوگی کیونکہ اس سے علم حاصل ہو جاتا ہے اور قاضی کو چاہیے کہ جب اُسکو یہ امور معلوم ہو جائین تو اُسکی شہادت قبول کرے یہ تبیین مین ہے۔ اور ایسا ہی درمختار اور فقہ کی دوسری کتابون مین بھی ہے۔ اور گواہ کا یہ کہنا کہ مدعیہ کا آنا اور پس پردہ کھڑا ہونا مدعا علیہ کے اقرار اور مدعیہ کی آواز سے ہمنے جانا۔ یہ ثبوت عاریت کے لیے کافی نہین ہے کیونکہ مدعیہ کا آنا اور پس پردہ کھڑا ہونا نہ عین عاریت ہے نہ مستلزم عاریت پس اُسکے اقرار سے عاریت کا ثبوت کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور بھی گواہون کا مدت عاریت سات مہینے سات دن کم وبیش عدم صحت شہادت کا موجب ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری مین ہے اذا ادعی بالفارسیۃ دوازدہ درم وشہد الشهود ان لهذا المدعي على هذا المدعا عليه ده دوازده لا يقبل لمكان الجهالة وكذلك اذا ادعى ده دوازده درم لا يسمع دعواه وكذلك اذا ذكر التاريخ في الدعوى على هذا الوجه بان قال اين عين ملك من است ازده دوازده سال فانه لا يسمع دعواه وكذلك اذا ذكر الشهود التاريخ في شهادتهم على هذا الوجه لا يقبل شهادتهم كذا في الذخيرة جب فارسی مین بارہ درم کا دعوے کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ اس مدعی کے دس بارہ درم اُس شخص کے ذمے ہین تو یہ دعوی مقبول نہوگا کیونکہ جہالت باقی ہے اور اسی طرح اگر دعوے کیا کہ میرے دس بارہ درم اسکے ذمے ہین اور اسی طرح جب دعوے مین تاریخ ذکر کی یعنے کہا کہ یہ چیز دس بارہ برس سے میری ملک ہے تو ان سب صورتون مین اُسکا دعوی مقبول نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ واللہ اعلم حررہ العبد المجیب محمد امداد حسین عفی عنہ۔

صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)

**سوال** مثلاً مسماۃ زینب بیگم مدعیہ نے دعوی عاریت دینے زیور طلائی معلوم القدر ومعلوم القیمۃ کا بنام عمرو وبکر اصل مدعا علیہما وعجوبہ تیسری مدعا علیہا کے عدالت دیوانی مین دائر کیا اور مدعیہ کے تین گواہون مین سے دو گواہون نے بالاتفاق حاکم کے سامنے اس خلاصہ بیان سے گواہی دی کہ تخمینا سوا سات مہینہ کا عرصہ ہوا اور تیسرے گواہ نے کہا کہ برو مدت سوا سات مہینے کم یا زیادہ کے

مسماۃ عجوبہ نے موافق اس کہنے عمرو و بکر مدعا علیہما کے کہ مدعیہ بیگم صاحبہ سے کہو کہ ہمین دو تین روز کے
لیے اپنا طلائی زیور مستعار دیدین مدعیہ کے گھر کے اندر جاکے اندر سے اُسی قدر زیور طلائی لاکر عمرو مدعا علیہ
کے ہاتھ مین دیا اور عمرو مدعا علیہ نے بکر کے ہاتھ مین دیا اور عجوبہ نے اُسیوقت اصل مدعا علیہما سے کہا
کہ بیگم صاحبہ بھی اندر ڈیوڑھی کے موجود ہین جو کچھ وہ کہتی ہین تم سن لو چنانچہ مدعیہ نے باواز بلند مدعا علیہما
سے کہا کہ مین نے یہ زیور اپنا تمکو عجوبہ اور امرائو کے سبب سے عاریت دیا ہے اور ہمسے کہا کہ تم لوگ گواہ
رہو کہ یہ معاملہ مالیت کا ہے اُسوقت اصل مدعا علیہما نے مدعیہ کے کلام کے جواب مین کہا کہ آپکا دیا ہوا زیور
اُسی قدر قیمتی ہے جو آپ نے ہمکو عاریت دیا اور بیان کیا ہے اور ہم لوگون سے کہا کہ تم گواہ رہو کہ ہم نے
مدعیہ کا یہ زیور عاریت لیا ہے اور مدعیہ بیگم صاحبہ پردے مین تھین مگر عجوبہ مدعا علیہما نے اقرار کیا
تھا کہ بیگم صاحبہ مدعیہ یہ کھڑی ہین اور عمرو و بکر اصل مدعا علیہما نے مدعیہ کا قول سنکر اُنکو تسلیم کر لیا تھا
کہ یہ بیگم صاحبہ مدعیہ ہین اور دو گواہ نے یہ بھی بیان کیا کہ پھر اصل مدعا علیہما نے بمرور عرصہ ڈیڑھ مہینہ
کم و بیش کے ہمسے کہا تھا کہ ہم وہی مستعار لیا ہوا زیور مدعیہ کا واپس دینگے۔ اور حاکم عدالت دیوانی
نے اس گواہی کی بنیاد پر فیصلہ ثبوت عاریت کا مدعیہ کے حق مین صادر کیا لیکن ہنگام مرافعہ دوسرے
مجوز نے اُس فیصلہ حاکم عدالت دیوانی کو لایق استرداد تجویز کیا اور گواہان مدعیہ کو بوجہ پردے مین
بیان کیے جانے مدعیہ کے باوجود شناخت و تمیز و تسلیم و تعریف خود دونون اصل مدعا علیہما کے مدعیہ کے
نسبت کہ یہ بیگم صاحبہ مدعیہ ہین اور تم لوگ گواہ رہو اور نیز بوجہ سوا سات مہینے کم یا زیادہ کہنے تیسرے
گواہ کے جہالت مدت ظاہر کر کے نامقبول تجویز کیا فقط اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا شرعا اس صورت
مین فیصلہ حاکم عدالت دیوانی کا جو بحق مدعیہ بربنائے گواہی گواہان مذکورین کے صادر ہوا ہے صحیح
و قابل نفاذ ہے یا تجویز دوسرے مجوز کی متضمن استرداد فیصلہ عدالت دیوانی و نامقبول قرار دینے
گواہان مذکورین کے صحیح و قابل جواز ہے **جواب** شرعا صورت مسئول عنہا مین فیصلہ حاکم عدالت
دیوانی کا بحق مدعیہ گواہی مذکور و منقول کے بنیاد پر بابت ثبوت عاریت اُسقدر زیور طلائی مدعیہ کے
جسکا دعوی ہے بے شبہہ صحیح و قابل نفاذ ہے ہرگز غیر صحیح و لائق استرداد نہین ہان تجویز دوسری مجوز کی
متضمن استرداد فیصلہ عدالت دیوانی باختیار دو وجہ فرضی و قیاسی مندرجۂ تجویز کے کہ صورت مسئول عنہا
سے متعلق نہین ہین قطعاً غیر صحیح و ناقابل جواز ہے اس لیے کہ گواہان مدعیہ مجیبہ کے حلفی و اتفاقی بیان سے

کہ شناخت وتمیز وتعریف مدعیہ مذکورہ کی خود ہردو اصل مدعاعلیہما نے کی ہے جیساکہ ذکر کیا جائیگا مطابق
قواعد شرعیہ عاریت دینا مدعیہ کا اپنا زیور طلائی اصل مدعاعلیہما کو اور اقرار کرنا ہردو اصل مدعاعلیہما کا بابت
عاریت لینے اُسی قدر زیور طلائی مدعیہ کے عرصہ سوا سات مہینے سے بخوبی ثابت اور متحقق ہے جیساکہ
کفایہ اور ہدایہ کے دوسرے شروح مین ہے والثابت بالبینۃ کالثابت مع البینۃ جو چیز بینہ سے ثابت
ہو وہ ویسی ہے جیسے وہ چیز جسکے ساتھ بینہ موجود ہو پس اس بیان گواہان سے کہ مدعیہ پردے مین تھی
بحالت شناخت وتمیز وتسلیم وتعریف خود دونون اصل مدعاعلیہما بلکہ ہرسہ مدعاعلیہم نسبت مدعیہ کے
کہ یہ بیگم صاحبہ مدعیہ ہین اور بیگم صاحبہ یہ کھڑی ہین کچھ خلل ونقصان صحت گواہی وقبولیت گواہی
مین پیدا نہین ہوتا ہے کیونکہ ہرگاہ شریعت غرا مین موافق مذہب مختار ومعتمد ومفتی بہ صاحبین رحمہما اللہ
کے صرف اس قدر خبر دینا دو آدمی عدل کا نسبت عورت محجبہ ومنقبہ کے کہ یہ فلان عورت ہے بوجہ معلوم
وممیز ہوجانے محجبہ ومنقبہ کے اسی خبر سے صحت تحمل وقبولیت شہادت کے باب مین کفایت کرتا ہے توبحالت
اقرار وتمیز وتسلیم وتعریف خود دونون مدعاعلیہما کے مدعیہ محجبہ کے بہ نسبت اس لفظ سے کہ یہ بیگم صاحبہ
مدعیہ ہین بوجہ معلوم وممیز ہوجانے مدعیۂ مذکورہ کے بطریق اولی صحت وقبولیت گواہی کے واسطے کافی
ہے اس صورت مین پس پردہ بیان کیا جانا مدعیہ کا کسی طرح صحت وقبولیت گواہی مین خلل نقصان
پیدا نہین کرتا ہی ہان اگر خود ہردو مدعاعلیہما کے اقرار یا کسی دوسرے دو عدل کے اخبار سے تعریف وتمیز
مدعیہ کی نہوتی تو البتہ محل تردد تھا لہذا ایسی حالت اقرار وتسلیم وتعریف خود ہردو اصل مدعاعلیہما مین
کوئی اہل علم وماہر فقہ صحت شہادت کے بابت تامل نہین کرسکتا ہے اس مسئلہ کی تحقیق وتشریح مین اکثر
فقہا رحمہم اللہ نے اختلاف امام ابوحنیفہ وصاحبین رحمہم اللہ کے بابت جواز وصحت شہادت کی فرمائی ہے
اور اُسی قول صاحبین کو بوجہ الیسر علی الناس ہونے کے مختار ومعتمد ومفتی بہ قرار دیا ہی ازانجملہ قدوۃ
انام شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر شرح ہدایہ مین لکھا ہی جنکو صاحب بحر شارح کنز اور محقق شامی
وغیرہ نے اہل ترجیح بلکہ اہل اجتہاد مین شمار کیا ہے وفی الفتاوی اذا اقرت المرأۃ من وراء حجاب
لایجوز لمن سمع ان یشہد علی اقرارہا الا اذا رأی شخصہا فیجوز اجمل فی ہذہ المسألۃ ووضعہا فی الخلاصۃ
وغیرہا ہکذا الشہادۃ علی امرأۃ سأل ابن محمد بن الحسن اباسلیمان عنہا قال لایجوز حتی یشہد جماعۃ
انہا فلانۃ اما عند ابی یوسف وعند ابیک فیجوز اذا شہد عندہ عدلان انہا فلانۃ وہل یشترط

رؤیۃ وجھہا اختلف المشایخ فیہ منھم من لم یشترط والیہ مال الامام خواھر زادہ و فی النوازل قال
یشترط رؤیۃ شخصہا و فی الجامع الاصغر رؤیۃ وجھہا و انت تعلم انہ لابد من معرفۃ یفید التمییز
عند الاداء علیہا فاذا ثبت ان التعریف یفید التمییز لزم ان لا حاجۃ الی رؤیۃ وجھہا و لا شخصہا
کما اختارہ شیخ الاسلام خواھر زادہ ھذا اذا لم یوجد من یعرفہا و اذا وجد حینئذ یجری الخلاف
المذکور انہ یکفی فی التعریف عدلان او لابد من جماعۃ ویوافقہ ما فی المجتبی تحمل الشہادۃ علی امرأۃ فجاءت
فشہد اعندہ ان المقرۃ فلانۃ جاز لہ ان یشہد علیہا نقلہ فی الخلاصۃ و فی المحیط شہدا علی امرأۃ
سمیاھا و نسباھا و کانت حاضرۃ فقال القاضی اتعرفانہا قالا لا تقبل شہادتہما و لو قالا تحملنا ھا
علی المسماۃ بفلانۃ بنت فلانۃ الفلانیۃ و لانداری انہا ھذہ ام لا صحت الشہادۃ
وکلف المدعی ان یاتی باٰخرین یشہد ان انہا فلانۃ بنت فلان بخلاف الاول لانہما
ھنالک اقرا بالجہالۃ فبطلت الشہادۃ فہذا و نحوہ یفید ما قلنا فتاوے مین
ہے جب عورت پردے کے پیچھے سے اقرار کرے تو جو شخص اُسے سنے اُس کو اس اقرار
کی شہادت دینا درست نہین ہے تا وقتیکہ خود اُس عورت کو نہ دیکھے اور اگر خود اُسے دیکھے تو اُسکے
لیے شہادت جائز ہے اس مسئلہ مین انھون نے اجمال کیا ہے خلاصہ وغیرہ مین اسے اس طرح لکھا ہے کہ ابو سلیمان
سے محمد بن حسن نے ایسی عورت کی شہادت کے بابت پوچھا تو اُنھون نے جواب دیا کہ یہ ناجائز ہے تا وقتیکہ
ایک جماعت اس بات کی شہادت نہ دے کہ وہ فلان عورت ہے اور امام ابو یوسفؒ اور تمھارے باپ کے
نزدیک جائز ہے جبکہ دو عادل گواہ اس بات کی گواہی دین کہ وہ فلان عورت ہے اور اُس عورت
کا چہرہ دیکھنے کے متعلق مشائخ کا اختلاف ہے بعض لوگ اسے شرط نہین ٹھہراتے اور اسی جانب امام
خواہر زادہ رحمہ اللہ کا میلان تھا اور نوازل مین ہے کہ عورت کا دیکھنا شہادت کے لیے شرط ہے اور
جامع اصغر مین ہے کہ اُسکے چہرے کا دیکھنا شرط ہے اور تم جانتے ہو کہ ایسی معرفت کی ضرورت ہو کہ جب
وہ حاصل ہوجائے تو وہ اُس عورت کو دوسرون سے تمیز کر سکے پس جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تعریف
تمیز کا فائدہ دیتی ہے تو لازم آیا کہ اُسکا چہرہ اور خود اُسکے دیکھنے کی ضرورت نہین ہے جیسا کہ شیخ الاسلام
خواہر زادہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے یہ اُسوقت ہے جب کوئی ایسا شخص نہو جو اُسے پہچانتا ہو اور اگر کوئی
ایسا شخص ہو تو اختلاف مذکور اُس مین متحقق ہوگا کہ پہچاننے کے لیے دو گواہ کافی ہین یا ایک جماعت کی

ضرورت ہے اور جو مجتبی مین ہے وہ اسکے موافق ہے کہ ایک عورت کے خلاف شہادت پیش ہوئی پس وہ عورت مرگئی اور دو گواہون نے شہادت دی کہ اقرار کرنے والی عورت فلان ہے تو قاضی کو جائز ہے کہ اُسکی خلاف شہادت کو قبول کرے اسکو خلاصہ مین نقل کیا ہی اور محیط مین ہے کہ دو گواہون نے ایک عورت کے خلاف گواہی دی جس کا اُن دونون نے نام لیا اور وہ دونون اُسکو بھول گئے یعنے اُسکا حلیہ یاد نہین رہا اور وہ عورت موجود تھی پس قاضی نے پوچھا کہ تم دونون اسکو پہچانتے ہو انھون نے کہا نہین تو انکی شہادت مقبول نہوگی اور اگر انھون نے کہا کہ ہم فلانہ بنت فلانہ کے خلاف شہادت دیتے ہین ہم یہ نہین جانتے کہ وہ یہی ہے یا کوئی اور تو شہادت صحیح ہوگی اور مدعی کو حکم دیا جائے گا کہ وہ دو گواہ اور لائے جو بتائین کہ یہ عورت وہی ہی جسے ان گواہون نے بتایا برخلاف صورت اول کے کیونکہ وہان گواہون نے جہالت کا اقرار کیا ہے پس شہادت باطل ہوگئی اور یہ یعنے عبارت محیط اور اسکے مثل اور عبارتین ہمارے قول کے موافق ہین اور فتاوی عالمگیری مین ہے اختلف المشایخ فی تحمل الشہادۃ علی المرأۃ کانت منقبۃ بعض مشائخنا قالوا لا یصح التحمل علیہا بدون رؤیۃ وجہہا وبعض مشائخنا توسعوا فی ھذا وقالوا یصح عند التعریف والتعریف الواحد یکفی والمثنی احوط والی ھذا مال الشیخ الامام المعروف بخواہر زادہؒ والی القول الاول مال شیخ الاسلام الاوزجندیؒ والشیخ الامام ظہیر الدین وحزب من المعقول یدل علی ھذا لا ھہنا فانا اجمعنا علی انہ یجوز النظر الی وجہہا للتحمل للشہادۃ ثم عند ابی یوسف ومحمد رحمہما اللہ اذا اخبرہ عدلان انہا فلانۃ فذلک یکفی وعلی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ لا تحل لہ الشہادۃ علی النسب مالم یسمع من جماعۃ لا یتصور تواطؤہم علی الکذب کذا فی الظہیریۃ والفقیہ ابو بکر الاسکافؒ کان یفتی بقولہما فی ھذہ المسألۃ وھو اختیار نجم الدینؒ النسفی وعلیہ الفتوی فان عرفہا باسمہا ونسبہا عدلان ینبغی ان یشہد علی شہادتہما ھؤلاء الشہود کما ھو طریق الاشہاد علی الشہادۃ حتے یشہد واعند القاضی علی شہادتہما بالاسم والنسب ویشہد بالحق بطریق الاصالۃ فیجوز ذلک بلاخلاف کذا فی المحیط اُس عورت کے خلاف جو چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ہو شہادت کے متعلق مشائخ کا اختلاف ہے بعض کہتے ہین یہ درست نہین جب تک اُسکا چہرہ نہ دیکھے اور بعض مشائخ نے اس مین توسیع کی ہے اور کہا ہی کہ یہ درست ہے جبکہ کوئی اُس عورت کا پہچاننے والا موجود ہو اور ایک شخص کا پہچان لینا کافی ہے اور دو کے پہچاننے مین احتیاط ہی اور

اسی کے جانب امام شیخ خواہرزادہ کا میلان ہے اور اول کے جانب شیخ الاسلام اوزجندیؒ اور امام ظہیر الدینؒ
اور عقلا کا ایک گروہ گیا ہے اور اسیر ہمارا مذہب بھی دلالت کرتا ہے کیونکہ ہمنے اسپر اجماع کیا ہے کہ گواہی
کے لیے عورت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے پھر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جب دو عادل مرد اس
امر کی گواہی دین کہ یہ فلان عورت ہے تو کافی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق نسب پر
گواہی دینا درست نہین ہے تا وقتیکہ اس کثرت سے لوگ اسکو نہ کہتے ہون کہ اُن سب کا جھوٹ پر
جمع ہوجانا ممکن نہو یہ ظہیریہ مین ہے اور فقیہ ابو بکر اسکاف رحمہ اللہ اس مسئلہ مین صاحبین رحمہما اللہ
کے قول پر فتوی دیتے تھے اور اسی کو نجم الدینؒ نسفی نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے پس اگر اُسکے
نام ونسب سے اُسکو دو گواہ پہچان لین تو چاہیے کہ اُن دونون گواہون کی گواہی پر یہ دونون گواہی
دین جیساکہ شہادت پر گواہی لینے کا طریقہ ہے حتی کہ اگر وہ قاضی کے سامنے اُن دونون کے اسم ونسب
کی گواہی کی شہادت دین اور بطریق اصالت اصل حق کی گواہی دین تو یہ بلاخلاف جائز ہے جیساکہ
محیط مین ہے۔ اور محقق شامی رحمہ اللہ نے درمختار کے حاشیہ مین لکھا ہے ذکر الفقیہ ابو اللیثؒ عن
نصر بن یحییؒ قال کنت عند ابی سلیمانؒ فدخل ابن محمد بن الحسنؒ فسألہ عن الشہادۃ علی المرأۃ متی
تجوز اذا لم یعرفہا قال کان ابو حنیفۃؒ یقول لا تجوز حتی یشہد عندہ جماعۃ انہا فلانۃ وکان
ابو یوسفؒ وابوکؒ یقولان تجوز اذا شہد عندہ عدلان انہا فلانۃ وھو المختار للفتوی وعلیہ الاعتماد
لانہ ایسر علی الناس واعلم انہما انما یحتاجان للاسم والنسب للمشہود علیہ وقت التحمل یحتاجان
عند اداء الشہادۃ الی من یشہدان حاجۃ الاسم والنسب ہذہ وذکر الشیخ خیر الدینؒ انہ یصلح
التعریف ممن لا تقبل شہادتہ لہا سواء کانت الشہادۃ علیہا او لہا یسا بحانی بزیادۃ من البحر وغیرہ
فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے نصر بن یحیی رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ مین ابو سلیمانؒ کے پاس تھا کہ ابن محمدؒ
ابن حسنؒ آئے اور اُن سے پوچھا کہ جب شاہدین عورت کو نہ پہچانین تو اُس عورت کے متعلق اُنکی شہادت
کیونکر درست ہوگی اُنھون نے جواب دیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ یہ ناجائز ہے تا وقتیکہ ایک جماعت
اس امر کی شہادت نہ دے کہ یہی فلان عورت ہے اور امام ابو یوسفؒ اور تمھارے باپ کہتے تھے کہ یہ جائز
ہے جبکہ دو گواہ اس امر کی شہادت دین کہ یہی فلان عورت ہے اور فتوے کے لیے یہی قول اختیار کیا گیا
ہے اور اسی پر اعتماد ہے کیونکہ یہ لوگون کے لیے آسان ہے اور جاننا چاہیے کہ جسطرح دونون گواہونکو

مشہود علیہ کی اسم و نسب کی دعوی دائر کرنے کے وقت جاننے کی ضرورت ہو اُسی طرح شہادت کے وقت اُس
شخص کی ضرورت ہے جو یہ بتائے کہ اس نام اور نسب کی عورت یہی ہے اور شیخ خیر الدین
رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اُن لوگون کا پہچاننا بھی مقبول ہے جنکی شہادت مقبول نہین ہے خواہ
شہادت عورت کے حق مین ہو یا اُسکے خلاف یہ بزیادتی بحر وغیرہ سائحانی سے منقول ہو اور فصول عمادی
مین ہے ذکر فی شہادات المحیط وفی فتاوی قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ اذا اخبر الشاہد عدلان ان
ھذہ المقرۃ فلانۃ بنت فلان فذلک یکفی للشہادۃ علی الاسم والنسب عندھما وھو اختیار فقیہ
ابی بکر الاسکاف ونجم الدین النسفی رحمہما اللہ وعلیہ الفتوی الا تری انھما لو شھدا عند القاضی
یقضی بشہادتھما والقضاء فوق الشہادۃ فیجوز الشہادۃ باخبارھما بالطریق الاولی فان عرفھا
باسمھا ونسبھا عدلان ینبغی لھما ان یشھدا عدلین ان یشھدا علی شہادتھما ھؤلاء الشہود کما ھو طریق
الاشہاد علی الشہادۃ حتی یشہدا عند القاضی علی شہادتھما بالاسم والنسب ویشہد وا باصل
الحق بطریق الاصالۃ فیجوز بلا خلاف محیط کے باب شہادات اور فتاوی قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ مین
ہے کہ جب دو عادل شاہد اس امر کی گواہی دین کہ یہ اقرار کرنے والی فلانہ بنت فلان ہے پس یہ اسم
ونسب کی شہادت دینے کے لیے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک کافی ہے اور اسی کو
فقیہ ابو بکر اسکاف او نجم الدین نسفی رحمہما اللہ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کیا تم نہین دیکھتے کہ
جب قاضی کے پاس دو آدمی گواہی دین تو قاضی اُنکے شہادت پر حکم کردے گا اور حکم کا مرتبہ شہادت
سے زائد ہے پس اُن دونون کی گواہی پر شہادت دینا بدرجۂ اولی درست ہوگا پس اگر اسے مع اُسکے
نام و نسب کے دو عادل جانتے ہون تو اُن کو چاہیئے کہ اُن گواہون کی گواہی پر گواہی دین جیسا
کہ گواہی کی شہادت کا طریقہ ہے حتے کہ اگر قاضی کے پاس وہ اُن دونون کے اسم و نسب کے
متعلق شہادت کی گواہی دین اور اصل حق کی بطریق اصالت گواہی دین تو یہ گواہی بلا خلاف
درست ہوگی - اور ایسا ہی عامۂ کتب معتبرۂ فقہ مین لکھا ہے اس شرعی تحقیق پر تامل کرنا
صحت گواہی گواہان مدعیہ محجبہ مین جسکی تمیز و تعریف خود ہر دو مدعا علیہما کر چکے بجو الداس روایت
درمختار کے ولا یشہد علی محجب بسماعہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ (ایسے
شخص کے متعلق کسی بات کو سنکر گواہی دینا جو پردہ مین ہو درست نہین ہے تاوقتیکہ قائل کو یہ نہ معلوم ہو کہ

گھر مین اُسکے سوا کوئی نتھا) و نیز بحوالہ اس روایت فتاوی عالمگیری کے ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعہ ان یشہد لاحتمال ان یکون غیرہ اذ النغمۃ یشبہ النغمۃ (اگر کسی نے پردے کے پیچھے سے کچھ سنا تو اُسکو اسکی گواہی دینا درست نہین ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ کہنے والا کوئی اور ہو اس لیے کہ آوازین ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہین) کہ یہ دونون روایتین صورت مسئول عنہ سے کچھ علاقہ نہین رکھتی ہین بلکہ صورت خیر اخبار دو عدل و غیر اقرار و تعریف دو مدعاعلیہا سے متعلق ہین اہل علم کے نزدیک نہایت مستبعد ہی باقی رہا یہ امر کہ آیا منجملہ تینون گواہون مدعیہ کے ایک گواہ کے اس بیان سے کہ بمرور مدت سوا سات مہینے کم یا زیادہ کے جہالت مدت ظاہر ہو کر نامقبول ہونا جملہ گواہون مدعیہ کا متصور ہو سکتا ہے یا نہین تو اسکی تحقیق یہ ہے کہ جب مدعیہ کے دو گواہون نے بالاتفاق سوا سات مہینہ کا عرصہ بیان کیا ہے تو تیسرے گواہ کے کم زیادہ کہنے سے ہرگز جہالت مدت ظاہر نہین ہوتی ہے اور نہ سب گواہون کی نامقبولی متصور ہو سکتی ہے کیونکہ فقط دو ہی گواہون کا اتفاقی بیان کہ نصاب کامل شہادت کا ہے درباب معلومیت مدت سوا سات مہینے اور ثبوت عاریت زیور مدعیہ کی کافی ہے تیسرے گواہ کے بیان کی کچھ ضرورت ہی نہین ہے اسکے ساتھ مدعیہ کے تینون گواہون مین سے ایک گواہ نے اقرار اصل مدعاعلیہا کا بابت مستعار لینے زیور طلائی مدعیہ کے اور دو گواہ نے اُنکے مکرر اقرار واپس دینے اُسی زیور طلائی مستعار کے صاف صاف گواہی دی ہے اس حالت مین اقرار مدعاعلیہا مشہود بہ ہی اور وہ قطعا معلوم اور منجملہ اُن حجج شرعیہ کے ہی جن کے ساتھ عدالت مین حکم کیا جاتا ہی اور خود مقر کے نفس پر حجت ہوتا ہے اشباہ مین لکھا ہے القاضی لا یقضی الا بحجۃ وھی البینۃ او الاقرار او النکول کما فی وقف الخانیۃ قاضی بغیر کسی حجت کے حکم نہ دے اور حجت بینہ اور اقرار او قسم سے انکار ہین جیساکہ خانیہ کے باب وقف مین ہی - اور در مختار مین لکھا ہے اقرار الانسان حجۃ علی نفسہ کسی کا اقرار خود اُسی کے اوپر حجت ہی - اسی واسطے اثبات اقرار کا گواہون سے مشروع ہے جیساکہ ہذا زیہ اور تاتارخانیہ اور سائر کتب فقہ سے مستفاد ہے اور شرعا اقرار کی گواہی مین جہالت مدت اقرار کیا جہالت عین مشہود بہ و مقر بہ کے بھی مانع صحت شہادت نہین ہے ہدایہ مین ہے وان اقر بذلک المدعاعلیہ دفعت الی المدعی لان الجہالۃ فی المقر بہ لا تمنع صحۃ الاقرار وان شہد شاہدان انہا اقر انہا کانت فی ید المدعی دفعت الیہ لان المشہود بہ ھنا الاقرار وھو معلوم اگر مدعاعلیہ نے اسکا اقرار کیا

تو وہ چیز مدعی کو دیدیجائے گی کیونکہ مقر بہ مین جہالت مانع صحت اقرار نہین ہے اور اگر دو گواہون نے اس امر پر گواہی دی کہ اُس نے اس امر کا اقرار کیا تھا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی تو وہ چیز مدعی کو دیدیجائے کیونکہ یہان شہادت اقرار کی ہے جو معلوم ہے۔ اور فتح القدیر شرح ہدایہ مین ہے قولہ وان اقر الخ یعنے لوقال المدعاعلیہ بالدار التی فی یدہ ہذہ الدار کانت فی ید المدعی دفعت للمدعی لان حاصل ذلک جہالۃ فی المقر بہ وھے لا تمنع صحۃ الاقرار بل یصح ویلزم البیان فانہ لوقال لفلان علی شئ صح ویجبر علی البیان وکذا لوشہد شاہدان ان المدعاعلیہ اقر بانہا کانت فی ید المدعی تقبل لان المشہود بہ الاقرار وھو معلوم وانما الجہالۃ فی المقر بہ وھولاء لا تمنع صحۃ القضاء کما لو ادعی عشرۃ دراہم فشہد اعلی اقرار المدعاعلیہ ان لہ علیہ شیئا جازت ویومر بالبیان یعنے اگر مدعاعلیہ نے اوس گھر کے متعلق جو اوسکے قبضہ مین تھا کہا کہ یہ گھر مدعی کے قبضے مین تھا تو وہ مدعی کو دیدیا جائے گا کیونکہ اس مین مقر بہ مجہول ہے لیکن اُس کی جہالت مانع صحت اقرار نہین ہے بلکہ ایسی صورت مین اقرار صحیح رہتا ہے اور بیان ضروری ہوتا ہے پس اگر کوئی کہے کہ فلان شخص کا میرے ذمہ کچھ واجب الادا ہے تو یہ اقرار صحیح ہوگا اور مقر بیان کرنے پر مجبور کیا جائیگا اسی طرح اگر دو گواہ اسکی گواہی دین کہ مدعاعلیہ نے اس بات کا اقرار کیا کہ یہ مدعی کے قبضہ مین تھا تو اُن کی یہ شہادت قبول کی جائے گی کیونکہ مشہود بہ اقرار ہے جو معلوم ہے اور مجہول مقر بہ ہے جس کی جہالت مانع صحت قضا نہین ہے مثلاً کسی نے دس درہم کا دعوی کیا اور دو آدمیون نے گواہی دی کہ مدعاعلیہ نے یہ کہا تھا کہ اُس شخص کا میرے ذمے کچھ واجب الادا ہے تو یہ شہادت مقبول ہوگی اور مدعاعلیہ بیان کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور درمختار مین ہے اقر المدعاعلیہ بذلک اوشہد شاہدان انہ اقر انہ کان فی ید المدعی دفع للمدعی بمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ المقر بہ لاتبطل الاقرار مدعاعلیہ نے اس کا اقرار کیا یا دو گواہون نے اس امر کی گواہی دی کہ اُس نے اس امر کا اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی تو وہ چیز مدعی کو دیدی جائے گی کیونکہ یہ اقرار معلوم ہے اور مقر بہ کی جہالت سے اقرار باطل نہین ہوتا ہے۔ اور جبکہ صورت مسئول عنہا مین اقرار مدعاعلیہا کا بھی مشہود بہ ہے اور اقرار کی شہادت مین جہالت مدت اقرار کی تو کیا عین مقر بہ کی جہالت بھی بتصریح بالا مانع ومبطل شہادت نہین تو نامقبول تصور کرنا گواہی اقرار مدعاعلیہا کا بقرار داد جہالت مانعہ شہادت بحوالہ اُس روایت فتاوے عالمگیری کے اذا ادعی بالقادمیۃ دوازدہ درہم وشہد الشہود ان لھذا المدعی دوازدہ درہم لا تقبل لمکان

الجہالۃ وکذلک اذا ادعی دہ دوازدہ درہم لاتسمع دعواہ وکذلک اذا ذکرا التاریخ فی الدعوی علی ھذا
الوجہ بان قال این عین ملک من است از دہ دوازدہ سال فانہ لا تسمع دعواہ وکذلک اذا ذکرا الشہود
التاریخ فی شہادتہم علی ھذا الوجہ لاتقبل شہادتہم کذا فی الذخیرۃ (جب فارسی مین بارہ درم کا دعوے
کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ اس مدعی کے دس بارہ درم اُس شخص کے ذمے ہین تو یہ دعوی مقبول نہوگا
کیونکہ جہالت باقی ہی اور اسی طرح اگر دعوی کیا کہ میرے دس بارہ درم اُسکے ذمے ہین اور اسی طرح جب دعوی
مین تاریخ ذکر کی یعنے کہا کہ یہ چیز دس بارہ سال سے میری ملک ہی تو ان سب صورتون مین اُسکا دعوے
مقبول نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے) صاف ترغیر صحیح و بے محل ناقابل التفات ہے یہ روایت اُس مشہود بہ کی
جہالت سے علاقہ رکھتی ہی جو اقرار مدعا علیہ کا نہونا اُس مشہود بہ کی جہالت سے جو مدعا علیہ کا اقرار ہو حاصل
یہ ہے کہ صورت مسئولہ مین فیصلہ حاکم عدالت دیوانی کا بحق مدعیہ مطابقت قواعد شرعیہ بے شبہہ صحیح و نافذ و
قابل اعتبار ہے اور تجویز دوسرے مجوز کی قطعاً غیر صحیح و غیر قابل اعتبار ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم نمقہ العبد
المفتقر الی ربہ الغنی ابو محمد المدعو بسید شاہ علی الرامفوری ثم المرادآبادی حفظہ اللہ من شرور الاعادی

سید شاہ علی — روبکاری عدالت دیوانی بمقدمہ اقتدار بیگم صاحبہ مدعیہ و فضل احمد خان و امن خان
و عجوبہ و امراؤ مدعا علیہم بابت عاریت زیور قیمتی چھ سو روپیہ متضمن خلاصہ اظہارات مدعیہ و گواہان
مدعیہ و مدعی علیہم نظر سے گذری فتاوی علما وغیرہ کے دیکھنے کے بعد بھی معلوم ہوتا ہے کہ اثبات دعوے مدعیہ کے لیے
اُسکے گواہون کی گواہی ان فقہ کی روایات کے اعتبار سے کافی نہین ہے جامع الفصولین اور
فصول استروشنی مین ہے لو اخبرت امرأۃ انہا فلانۃ بنت فلان لا یحل للشاھد ان یشہد
باسمہا ونسبہا لان تعریفہا المرأۃ الواحدۃ والرجل الواحد لا یکفی ولو عرفہا رجلان وقالا نشہد انہا
فلانۃ بنت فلان حل لہ الشہادۃ وفاقاً لان فی لفظ الشہادۃ من التاکید ما لیس فی لفظ الخبر و
اذا کان بلفظ الخبر انما یجوز عند ابی حنیفۃ اذا اخبر جماعۃ لا یتصور تواطؤھم علی الکذب وعندھما
لو اخبرہ عدلان انہا بنت فلان بن فلان تحل لہ الشہادۃ حتی تعریفہا ان یشہد علی معرفتہا
عدلان او رجل وامرأتان ولو اخبر شاھدان عدلان ان ھذہ المرأۃ فلانۃ بنت فلان
یکفی ھذہ الشہادۃ علی الاسم والنسب عندھما وعلیہ الفتوی اگر کسی عورت نے کہا کہ وہ فلان کی
بیٹی فلان ہے تو گواہ کو لیے یہ درست نہین ہے کہ اوس کے نام اور نسب کی شہادت دے کیونکہ ایک

عورت اور ایک مرد کی گواہی کافی نہین ہی اور اگر دو مردون نے اُسے پہچانا اور کہا کہ ہم اس بات کی شہادت
دیتے ہین کہ یہ فلان کی لڑکی فلانہ ہی تو شاہد کے لیے بالاتفاق شہادت حلال ہی کیونکہ لفظ شہادت مین
اتنی تاکید ہی جتنی لفظ خبر مین نہین ہے اور جب شہادت بلفظ خبر ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے
نزدیک اُس وقت جائز ہی جب خبر دینے والی ایسی جماعت ہو جسکا جھوٹ پر مجتمع ہونا باور نہ کیا
جاسکتا ہو اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اگر اُسکو دو عادل آدمی بیان کرین کہ وہ فلان کی لڑکی
فلانہ ہے تو اُسکے لیے شہادت جائز ہی اور حق تعریف یہ ہی کہ اُس کی معرفت پر دو عادل مرد یا ایک مرد
اور دو عورتین شہادت دین اور اگر دو شاہد عادل اس امر پر گواہی دین کہ یہ اقرار کرنے والی عورت
فلان کی لڑکی فلانہ ہی تو یہ اسم و نسب پر کافی شہادت ہی صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اور اسی پر
فتوی ہی - اور خزانۃ المفتیین مین ہی - قد اختلف المشایخ فی جواز تحمل الشہادۃ علی المرأۃ اذا کانت
متنقبۃ بعضھم توسعوا فی ھذا وقالوا یصح عند التعریف وان لم یروا وجھھا واذا اخبرہ
عدلان انھا فلانۃ فذلک یکفی وھو الاصح عورت پر جبکہ وہ نقاب ڈلے ہوے ہو شہادت کے
متعلق مشائخ کا اختلاف ہے بعضون نے اس مین توسیع کی ہی اور کہا ہی کہ یہ درست ہے جبکہ گواہ
عورت کو جانتے ہون اگرچہ اُنھون نے اُسکے چہرے کو نہ دیکھا ہو اور جبکہ دو عادل اس امر کی خبر دین کہ
کہ یہ فلان عورت ہی بس یہ کافی ہے اور یہی مذہب صحیح ہے - اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے قال
فی العمادیۃ لو اخبرت امرأۃ انھا فلانۃ بنت فلان لایحل للشاھد ان یشھد باسمھا ونسبھا
لان تعریف المرأۃ الواحدۃ والرجل الواحد لایکفی ولو عرفھا رجلان وقالا نشھد انھا فلانۃ
بنت فلان حل لھما اداء الشھادۃ بالاتفاق وفی الفوائد الزینیۃ ولابد من بیان حلیتھا ولابد
من النظر الی وجھھا فی التعریف - عمادیہ مین ہے کہ اگر کسی عورت نے کہا کہ یہ فلان کی لڑکی فلانہ ہے
تو شاہد کے لیے یہ درست نہین ہے کہ اُسکے نام اور نسب کی شہادت دے کیونکہ ایک عورت اور ایک
مرد کی شہادت کافی نہین ہے اور اگر دو مردون نے اُسے پہچانا اور کہا کہ ہم اس بات کی شہادت
دیتے ہین کہ یہ فلان کی لڑکی فلانہ ہے تو شاہدین کے لیے بالاتفاق شہادت جائز ہے اور فوائد زینیہ
مین ہے کہ عورت کا حلیہ بیان کرنا اور اُسکے چہرے کو دیکھنا پہچاننے کے لیے ضروری ہے اور مجمع البرکات
مین ہے لو سمع من وراء الحجاب لایسعہ ان یشھد لاحتمال ان تکون النغمۃ تشبہ النغمۃ الا اذا کان

فی الدار وحدہ وعلم الشاھد انہ لیس فیہ غیرہ ثم جلس علی المسلک ولیس لہ مسلک غیرہ فسمع اقرار الداخل ولا یراہ لانہ یحصل العلم بہ وینبغی للقاضی اذا فسر لہ ان لا یقبلہ وقالوا اذا سمع صوت امرأۃ من وراء الحجاب لا یجوز ان یشہد علیہا الا اذا کان یری شخصہا عند وقت الاقرار کذا فی التبیین اگر پردے کے پیچھے سے سنا تو اوسے شہادت نہ دینا چاہیے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ کہنے والا کوئی اور ہو اس لیے کہ آوازین باہم مشابہ ہوتی ہین مگر جبکہ گھر کے اندر اکیلا رہتا ہو اور اُسوقت وہ گھر کے اندر گیا ہو اور گواہ کو اس کا علم ہو اور وہ راستے پر بیٹھ گیا ہو اور اُس راستہ کے سوا گھر کا کوئی اور راستہ بھی نہو پس اب اگر وہ اندر والے شخص کا کوئی اقرار سنے اور اُسکو نہ دیکھے تو اُسکی شہادت مقبول ہوگی کیونکہ اس سے علم حاصل ہو جاتا ہی اور قاضی کو چاہیے کہ جب اُسکو یہ امور معلوم ہو جائین تو اُسکی شہادت قبول کرے یہ تبیین مین ہے + اور فتاوی صغری اور فتاوی کا فوری مین ہی ان سمع اقرارہ من وراء الحجاب لا یجوز لہ ان یشہد لعدم جواز الشہادۃ بسبب الحجاب فان دخل فی بیت وعلم انہ لیس فیہ غیر واحد ثم خرج وقعد علی الباب ولیس للبیت مسلک اٰخر فاقر من البیت حل لہ ان یشہد اگر کسی کے اقرار کو پردے کے پیچھے سے سنا تو اُسکی شہادت پردے کی وجہ سے جائز نہین ہی پس اگر گھر مین گیا اور اُسے معلوم ہو گیا کہ اسمین ایک آدمی کے سوا اور کوئی نہین ہی پھر وہان سے نکلا اور دروازے پر بیٹھ گیا اور اُس راستے کے سوا گھر کا اور کوئی راستہ بھی نہ تھا تو اب اگر گھر کے اندر والا کوئی اقرار کرے تو اُسکے لیے شہادت درست ہوگی اور فتاوی قاضی خان مین ہی رجل زوج ابنتہ من رجل فی بیت وفی بیت اٰخر قوم یسمعون التزویج ولم یشہدھم قالوا ان کان من بیت العقد الی بیت السامعین کوۃ ورأوا البنت والزوج جاز لہم ان یشہدوا وان لم یروا لا یجوز وان سمعوا کلامہم وفیہ ایضا ذکر الخصافؒ فی ادب القاضی اذا سمع رجل اقرار رجل وراء الحجاب لا یحل لہ ان یشہد ولو شہد وفسر لا تقبل القاضی شہادتہ ایک شخص نے ایک گھر مین اپنی لڑکی کی شادی کی اور دوسرے گھر مین بہت سے لوگ تھے جو اس نکاح کو سُن رہے تھے لیکن اُنکو دیکھا نہین تو فقہا کہتے ہین کہ اگر اُس گھر اور شادی والے گھر کے درمیان کوئی روشن دان تھا جس سے اُن لوگون نے لڑکی اور اُسکے شوہر کو دیکھا تو اُنکے لیے شہادت دینا جائز ہی اور اگر نہین دیکھا تو جائز نہین ہے اگرچہ اُنکے کلام کو سنا ہی اور اسی کتاب مین ہے خصافؒ نے

ادب قاضی مین لکھا ہو کہ جب کوئی آدمی کسی کا اقرار کو پردے کے پیچھے سے سنے تو اُسکو شہادت دینا درست نہین ہے اور اگر شہادت دی اور تفسیر کردی تو قاضی اُسکی شہادت کو نہ قبول کریگا۔ اور ایسا ہی اکثر متون اور شروح اور فتاوی مین ہو۔ ان عبارتون سے ظاہر ہوگیا کہ تنقیح مخدرہ پر یا اُسکے لیے شہادت دینا معتبر نہین ہے جب تک کہ گواہ اُسکو دیکھ نہ لین یا دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اُس کے تعیین کی خبر دین اور محض پردے سے آواز سننا یا ایک مرد اور ایک عورت کے خبر دینے پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اور شہادت نہ دینا چاہیے اور قاضی کو ایسی شہادت قبول نہ کرنا چاہیے اور مقدمۂ مذکورہ مین مدعیہ کی معرفت گواہون کو حاصل نہین ہوئی نہ دیکھنے سے نہ تعریف سے اور گواہون نے محض آواز سنکر اور عجوبہ کے قول پر اعتماد کر کے کہ اُس نے کہا پردے کے پیچھے بیگم صاحبہ کھڑی ہین اعتماد کر لیا ہو پس اُنکی گواہی کیونکر معتبر ہوسکتی ہو کیونکہ آواز آواز کے مشابہ ہوا کرتی ہے اور یہ جو بعضون نے خیال کیا ہو کہ یہان خود امتی خان اور فضل احمد خان مدعی علیہما نے عجوبہ کے قول کو تمیز اور تسلیم کیا اور مدعیہ کی شناخت اُنکو حاصل ہوگئی اور انکے قول پر گواہون کا اعتماد کرنا کافی ہوگا۔ مخدوش ہو کیونکہ جب مدعیہ پردہ نشین ہو اور مدعا علیہما سے بھی پردہ کرتی ہو تو مدعی علیہما کا یہ قول کہ پردے کے پیچھے بیگم صاحبہ کھڑی ہین صرف عجوبہ کے قول پر مبنی ہوگا اور شہادت کے معتبر ہونے کے لیے ایسے دو عادل گواہون کا ہونا ضروری ہو جنکو پردہ نشین عورت کی معرفت اچھی طرح حاصل ہو۔ غرض اس مقدمے مین قواعد شرعیہ کے موافق مدعیہ کے گواہون کی گواہی قابل قبول نہین ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

**سوال** مدعی نے بغرض ثبوت دعوی کے عدالت مین گواہ پیش کیے اور وہ گواہ عدالت مین مقبول نہوے کسی وجہ سے منجملہ اُن وجوہ کے جو باعث عدم مقبولیت کے معین ہین یا مقبول ہوے مگر شہادت اُنکی مفید کامیابی مدعی نہوئی کسی وجہ سے منجملہ اُن وجوہ کے جو باعث ناکامیابی کے ہوتے ہین مثلاً اختلاف بیانی یا عدم مطابقت یا دعوی وغیرہ الغرض جبکہ مدعی نے اپنے گواہ پیش کیے خواہ وہ گواہ لیے گئے یا نہ لیے گئے بہر حال اُن گواہون کے یا وصف عدالت مین پیش کرنے کے مدعی اپنے دعوے مین کامیاب نہوسکا تو آیا پھر مدعی استحلاف مدعا علیہ سے کرسکتا ہو یا نہین اگر کرسکتا ہے تو آیا جملہ صورتہاے مذکورہ مین یا بعض صورتون مین در صورت ثانی اُسکی تفصیل کیا ہو اور در صورت اولی کیا مدعا علیہ کو کبھی حلف سے امن ونجات ممکن ہے اگر ممکن ہو تو وہ

کون صورت ہی اور اگر نہین کر سکتا ہی تو بھی بیان تفصیلی ضروری ہی کہ آیا جملہ صور تہاے مذکورہ مین یا بعض صورتون مین درصورت ثانی اُسکی تصریح کیا ہی **جواب** مدعا علیہ کو حلف سے چند صورتون مین نجات ہو سکتی ہی (۱) مدعی کا دعوے صحیح نہو فتاوی سراج المنیر مین ہی الاستحلاف یجری فی الدعاوی الصحیحۃ دون فاسدۃ یعنی اگر انکر المدعی علیہ حلف صحیح دعوون مین جاری ہو سکتا ہے نہ فاسد دعوون مین اگر مدعی علیہ انکار کرے (۲) مدعی گواہون کے اُسی شہر مین موجود ہونے کا اقرار کرے مختصر وقایہ مین ہے وان قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب حلف الخصم لا یحلف اگر مدعی نے کہا کہ میرا بینہ شہر مین موجود ہی اور خصم سے حلف چاہا تو اُس سے حلف نہ لیا جاے گا۔ (۳) مدعی حلف نہ چاہے درمختار مین ہے الیمین حق القاضی مع طلب الخصم یمین طلب خصم کے ساتھ قاضی کا حق ہی۔ باقی اُس صورت مین کہ مدعی نے گواہ قائم کیے اور وہ عدم مطابقت دعوے یا اور کسی وجہ سے مقبول نہوے تو مدعی کے حلف طلب کرنیسے مدعا علیہ پر حلف کرنا لازم ہوگا فتاوی قاضی خان مین ہے رجل ادعی عبدا فی ید رجل وقال بعتنی ھذا العبد بالف درھم ونقدتک الثمن فانکر المدعی علیہ البیع وقبض الثمن فشہد للمدعی شاھدان علی اقرار البائع بقبض الثمن وقالا لا نعرف العبد ولکنہ قال لنا عبدی زید وشھد شاھدان آخران ان ھذا العبد اسمہ زید قال لا یتم البیع بھذہ الشہادۃ ویحلف البائع فان حلف رد الثمن لان قبض الثمن ثبت بشہادۃ الشہود علی اقرار البائع بالقبض وان نکل البائع لزمہ البیع بنکولہ ایک شخص نے ایک غلام پر دعوی کیا جو دوسرے کے قبضے مین تھا اور کہا کہ تمنے یہ غلام میرے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچا تھا اور مین نے تمکو اُسکی قیمت دیدی تھی اور مدعا علیہ نے بیع اور قبضۂ ثمن سے انکار کیا مدعی نے اس بات پر دو گواہ پیش کیے کہ مدعا علیہ نے ثمن کے قبضہ کا اقرار کیا ہے اور ان دونون نے کہا کہ ہم غلام کو نہین جانتے لیکن اُسنے کہا کہ میرا غلام زید ہے اور دوسرے دو شاہدون نے اس امر پر گواہی دی کہ اس غلام کا نام زید ہی تو کہا ہی کہ اس گواہی سے بیع تمام نہوگی بلکہ بائع سے حلف کیا جائے گا اگر وہ حلف کرے تو قیمت واپس کرے کیونکہ ثمن پر قبضہ کرنا گواہون کی گواہی سے بھی ثابت ہوا ہی کہ بائع نے قبضۂ ثمن کا اقرار کیا ہی اور اگر بائع اس سے انکار کرے تو اس انکار کی وجہ سے بیع اُسکے ذمے لازم ہو جائیگی۔ اور اشباہ ونظائر کی یہ عبارت اسکی تائید کرتی ہے الحجۃ بینۃ عادلۃ او اقرار او نکول عن یمین او یمین او قسامۃ او علم القاضی بعد تولیتہ او قرینۃ قاطعۃ حجت بینۂ عادلہ یا اقرار یا قسم سے انکار یا یمین یا قسم یا والی ہونے کے بعد قاضی

کا علم یا قطعی قرینہ ہی **سوال** دنیاوی دشمن جسکی شہادت معتبر نہین ہی اُس سے کون دشمن مراد ہی اور اور جو شخص زید کی زوجہ سے نکاح کرنا چاہے۔ اور اس بات کی گواہی دی کہ زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی ہی تو وہ دشمن ہے یا نہین **جواب** نہین۔ طحطاوی نے حاشیۂ درمختار مین بخلاف الدنیویۃ کے تحت مین لکھا ہی کشہادۃ المقذوف علی القاذف والمقطوع علیہ الطریق علی القاطع والمقتول ولیہ علی القاتل والمجروح علی الجارح والزوج علی امرأتہ بالزنا اذا کان قذفہا اولا فالعداوۃ لیس کما یتوہم بعض المتفقہۃ والشہود ان کل من خاصم شخصا وادعی علیہ ان یصیر عدوہ فیشہد بینہما بالعداوۃ بل العداوۃ انما یثبت بنحو ما ذکرنا جیسے شہادت مقذوف کی قاذف کے خلاف اور جسپر ڈاکہ ڈالا گیا ہی اُسکی شہادت ڈاکوون کے خلاف اور مقتول کے ولیون کی شہادت قاتل کے خلاف اور مجروح کی شہادت جارح کے خلاف اور زوج کی اپنی زوجہ پر زنا کی شہادت جسوقت زوجہ پر اس نے پہلی مرتبہ تہمت لگا چکا ہو پس عداوت نہین ہی جیساکہ بعض مصنوعی فقہا نے اسکا وہم کیا ہی یا اس امر کی گواہی کہ جو شخص کسی سے مخاصمہ کرے اگر اُس شخص پر دعوی کرے جو اُسکا دشمن ہی پس گواہی لی جائے گی اُن دونون کردمیانین عداوت کی بلکہ عداوت ثابت ہوگی اُن چیزون سے جنکو ہم نے بیان کیا ہی **سوال** اگر گواہ کہے مین جانتا ہون یا مین خبر دیتا ہون تو اُسکی گواہی مقبول ہوگی یا نہین **جواب** اشہد کا لفظ یا اُسکے معنی شہادت کا رکن ہی اگر گواہ کہے کہ مین جانتا ہون یا مین خبر دیتا ہون تو اُس کی گواہی مقبول نہوگی کیونکہ یہ اشہد کے معنے نہین ہین۔ جیساکہ فقہ کی کتابون مین اسکی تفصیل مذکور ہی۔ **سوال** اس زمانے مین حصول غلبۂ ظن کے لیے گواہون سے حلف لینا اور اشہد کے لفظ یا اُس کے معنی پر اکتفا نکرنا جائز ہے یا نہین **جواب** جائز ہی اشباہ مین ہے وفی تحلیف الشاہد ان رأہ جاز کما فی الصیرفیۃ اگر قاضی مناسب سمجھے تو گواہون سے حلف لے سکتا ہی جیساکہ صیرفیہ مین ہی اور اسی کتاب مین دوسری جگہ لکھا ہی وفی التہذیب وفی زماننا لما تعذرت التزکیۃ لغلبۃ الفسق اختار القضاۃ استحلاف الشہود کما اختارہ ابن ابی لیلی لحصول غلبۃ الظن اور تہذیب مین ہی کہ ہمارے زمانے مین چونکہ پاکی بوجہ غلبۂ فسق کے دشوار ہی اس لیے حصولِ غلبۂ ظن کے لیے قاضی گواہون سے حلف لے سکتا ہی جیساکہ ابن ابی لیلی نے اسکو اختیار کیا ہی اور حموی شارح اشباہ نے لکھا ہی وفی تہذیب القلانسی وفی زماننا لما تعذرت التزکیۃ لغلبۃ الفسق اختار القضاۃ استحلاف الشہود لحصول غلبۃ الظن

انتہے قال المصنف فی البحر ولا یضعفہ ما فی الکتب المعتمدۃ کالخلاصۃ من انہ لا یمین علی الشاھد لانہ عند ظھور عدالتہ والکلام عند خفائہا خصوصا فی زماننا ان الشاھد مجھول الحال وکذا المذکی غالبا والمجھول لایعرف المجھول اور تہذیب قلانسی مین ہی کہ ہمارے زمانے مین چونکہ پاکی غلبۂ فسق کی وجہ سے دشوار ہے اس لیے حصول غلبۂ ظن کے لیے قاضی گواہون سے حلف لے سکتا ہی جیسا کہ ابن ابی لیلے نے اسکو اختیار کیا ہے اور مصنف نے بحر مین لکھا ہی یہ قول اُس کو ضعیف نہین کرتا ہی جو خلاصہ وغیرہ کتب معتمدہ مین ہی کہ شاہد پر قسم نہین ہے کیونکہ قسم عدالت کے ظاہر ہونے کے وقت ہی اور کلام عدالت کے خفی ہونے مین ہے خصوصا ہمارے زمانے مین کہ شاہد مجہول الحال ہی اور اسیطرح غالبا مذکی اور مجہول مجہول سے نہین جانا جاتا ہی **سوال**۔ اگر مدعی علیہ مسلمان اور گواہ کافر ہون تو ان گواہون کی گواہی معتبر مانی جائیگی یا نہین **جواب** نہین۔ **سوال** اگر زوجہ نے اپنے شوہر پر طلاق دینے کا دعوے کر کے گواہ بھی پیش کیے پھر انھین گواہون مین سے کسی ایک کے ساتھ نکاح کر لیا تو اُس گواہ کی گواہی باطل ہو جائے گی یا نہین **جواب** باطل ہو جائے گی۔ درمختار مین ہی لو شھد لھا ثم تزوجھا بطلت کذا فی الخانیۃ اگر کسی عورت کے لیے گواہی دی پھر اُس سے نکاح کر لیا تو گواہی باطل ہو جائے گی جیسا کہ خانیہ مین ہی۔ اور عالمگیری مین ہے اذا شھد رجل لامرأۃ بحق ثم تزوجھا بطلت شھادتہ کذا فی فتاوی قاضی خان اگر کسی مرد نے کسی عورت کے حق پر گواہی دی پھر اُسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا تو اُسکی گواہی باطل ہو جائے گی جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہی **سوال** اگر گواہ سماعت پر گواہی دین کہ زید بکر کا لڑکا ہی تو یہ گواہی معتبر ہوگی یا نہین **جواب** معتبر ہوگی خلاصہ مین ہے وفی الاصل الشھادۃ بالسماع لایجوز الا فی اربعۃ مواضع الموت والنسب والنکاح والقضاء اما النسب فصورتہ اذا سمع من الناس ان فلان بن فلان الفلانی وسعہ ان یشھد بذلک وان لم یعاین الولادۃ علی فراشہ الا تری انا نشھد ان ابابکر رضی اللہ عنہ ابن ابی قحافۃ وما رأینا ابا قحافۃ واما النکاح اذا رأی رجلا یدخل دار امرأۃ وسمع من الناس یقولون فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح درصل شہادت بالسماع جائز نہین ہی مگر چار جگہ موت نسب نکاح اور قضا مین لیکن نسب پس اُسکی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص سنے کہ فلان بیٹا فلان کا ہی تو اُسے اختیار ہی کہ اس کی گواہی دی اگرچہ اُسکے ولادت کو نہ دیکھے کیا تم یہ نہین دیکھتے ہو کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہین کہ حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ ابو قحافہ کے بیٹے ہین حالانکہ ہمنے ابو قحافہ کو نہین دیکھا ہی اور لیکن نکاح بس جسوقت کسی مرد کو دیکھے کہ وہ ایک عورت کے گھر مین آتا جاتا ہی اور لوگون سے سنے کہ فلان عورت فلان شخص کی بی بی ہی تو اسکو اس بات کی گواہی دینے کا اختیار ہی کہ فلان عورت فلان شخص کی بی بی ہی اگرچہ عقد نکاح کو نہ دیکھے۔ **سوال** مدعا علیہ کا یہ قول قابل سماعت ہے یا نہین کہ مدعی نے گواہون کو کچھ دیکے گواہی دلائی ہی **جواب**۔ قابل سماعت نہین ہی اگرچہ مدعا علیہ اس بات کو بینہ سے بہی ثابت کر دے ہدایہ مین ہے ولو اقام رجل ای المدعی علیہ البینۃ ان المدعی ستاجر الشہود لم تقبل لانہ شہادۃ علی جرح مجرد اگر کوئی شخص یعنی مدعا علیہ اس امر پر بینہ قائم کرے کہ مدعی کے گواہ اجرتی ہین تو اُسکا بینہ قبول نہ کیا جائیگا کیونکہ یہ شہادت صرف جرح پر ہے **سوال** زید کا دروازہ ہی جسکا مرور عمرو کی زمین پر واقع ہی عمرو وہ دروازہ بند کرنا چاہتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ جدید دروازہ ہی اور زید کا حق مرور اس زمین پر ثابت نہین ہی زید کہتا ہی کہ میرا یہ دروازہ قدیم ہی اور میرا حق مرور ثابت ہی اور اپنے اپنے دعوون پر دونون گواہ رکھتے ہین آیا اس صورت مین زید کے گواہ نفی کے ہین یا نہین اور اگر نفی کے گواہ نہین ہین تو عمرو کے گواہون پر زید کے گواہون کو ترجیح حاصل ہی یا نہین۔ **جواب** صورت مسئولہ مین عمرو کے گواہ اولی اور قبول کے قابل ہین کیونکہ گواہ مذکور امر حادث کے مثبت ہین اور جو گواہ مثبت امر حادث ہوتے ہین وہ گواہان مثبت امر قدیم پر مقدم ہوا کرتے ہین فتاوی قنیہ کے باب بینتین متضادین مین مسطور ہے لہ کنف فی طریق العامۃ فزعم غیرہ انہ محدث وزعم صاحبہ انہ قدیم واقاما البینۃ فالبینۃ بینۃ من یدعی انہ محدث گذرگاہ عام پر ایک شخص کا برآمدہ تھا دوسرے شخص نے خیال کیا کہ یہ برآمدہ جدید ہی اور برآمدے والے نے کہا کہ یہ قدیم ہی اور دونون نے اپنے اپنے دعوون پر بینہ قائم کیا تو اُسکو جدید بتلانے والے کا بینہ معتبر ہوگا۔ اور فتاوی الانقرویہ کی فصل ترجیح بینہ مین ہی قال احد الجارین للآخر هذا السباط الذی اخرجتہ محدث وقال الآخر کان کذلک فی القدیم فالقول للمدعی لکونہ متمسکا بالاصل (ع) البینۃ من یدعی انہ محدث (نعم) علی عکسہ قال رضی اللہ عنہ والصحیح ہو الاول دو پڑوسیون مین سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ چھتا جو تم نے بنایا ہی نیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ قدیم ہی تو مدعی کا قول معتبر ہی کیونکہ وہ اصل سے تمسک کرتا ہی کیا اُسکا بینہ معتبر ہوتا ہے جو جدید ہونیکا دعوی کرتا ہو اسکا جواب یہ ہی کہ حکم اسکے برعکس ہی یعنے اُسکا بینہ قبول ہوگا جو اسکے قدیم ہونے کا

دعوی کرتا ہے شیخ رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ پہلا حکم صحیح ہے۔ اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے۔ فی رسالۃ الحجج والبینات ان الاصل فی ترجیح البینۃ علی ما ذکر فی الاصول انما ہو کونہا مثبتۃ خلاف الظاہر اذ البینۃ انما شرعت لاثبات امر حادث والیمین لابقائہ علی ما کان فعلی ہذا بینۃ الحدوث تقدم واللہ اعلم اقول ان بینۃ الحدوث تقدم فی صورۃ السوال وکذا فی البناء والکنف لما ذکر من التعلیل الموافق لما ذکر من التاصیل فان الحدوث امر عارض والقدم اصل فلہذا کان القول قول مدعیہ وحیث یکون البینۃ لمدعی الحدوث جاریۃ علی القواعد الفقہیۃ والاصولیۃ لاثباتہا خلاف الاصل بلا فرق بین الکنف وغیرہ رسالہ حجج وبینات مین ہے کہ اسی بینہ کو ترجیح دی جائے گی جو خلاف ظاہر امر کو ثابت کرے جیسا کہ اصول مین بیان کیا گیا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بینہ کسی نئی چیز کے ثابت کرنے کے لیے ہوتا ہے اور یمین اس غرض سے ہوتی ہے کہ چیز اپنی حالت پر رہنے دی جاے اس بنا پر حدوث کا بینہ مقدم ہوگا واللہ اعلم مین کہتا ہون کہ بینۂ حدوث صورت سوال مین اور اسی طرح عمارت اور برآمدہ مین معتبر ہے جیسا کہ اسکی علت بیان کی گئی کہ یہی اصل کے موافق ہے کیونکہ حدوث امر عارض ہے اور قدم اصل اسی لیے مدعی حدوث کا قول معتبر ہوگا پس مدعی حدوث کا بینہ فقہ واصول کے قواعد کے مطابق ہے کیونکہ وہ خلاف اصل کو ثابت کرتا ہے اور اس امر مین برآمدہ وغیرہ مین کوئی فرق نہین ہے اور فتاوی حامدیہ اور بحر الرائق مین بھی قاعدۂ اصول مطابق قواعد مذکورۂ بالا کے تحریر ہے ملک الانسان لا یکون فی ید غیرہ الا بعارض والبینۃ یکون علی مدعی العارض ولا یکون علی صاحب الاصل کسی شخص کی ملک دوسرے کے قبضے مین نہین جا سکتی مگر کسی عارض کی وجہ سے اور بینہ مدعی عارض کے ذمہ ہے نہ کہ صاحب اصل کے ذمے۔ اسکے علاوہ زید کے گواہون کی شہادت جو مندرج سوال ہے ناقص ہے مثبت دعوی حق مرور نہین ہے گواہون نے فقط یہ بیان کیا ہے کہ دروازہ قدیم ہے یہ نہین بیان کیا ہے کہ فلان زمین مین زید کا حق مرور ہے حالانکہ بغیر ایسی تصریح کے مرور کا حق ثابت نہین ہوتا ہے حتی کہ اگر گواہ بیان کرے کہ فلان شخص کو دیکھا ہے کہ فلان زمین مین مرور کیا تھا تو بھی حق مرور ثابت نہین ہوتا فتاوی عالمگیری مین ہے۔ لو ادعی علی اخر حق المرور ورقبۃ الطریق فی دارہ فالقول قول صاحب الدار ولو اقام المدعی البینۃ انہ کان یمر فی ہذہ الدار لم یستحق بہذا شیئا کذا فی الخلاصۃ اگر کسی شخص نے دوسرے پر حق مرور کا دعوی کیا اور کہا کہ راستے کا کچھ حصہ اسکے گھر مین آگیا تو گھر والے

کا قول معتبر ہوگا اور اگر مدعی اس امر پر بینہ قائم کردے کہ وہ اس گھر مین سے گذرتا تھا تو اس سے وہ کسی
بات کا مستحق نہوگا ایسا خلاصہ مین ہی۔ اور بھی اسی کتاب مین اس عبارت کے قریب لکھا ہی ولو شہد
الشہود ان لہ طریقا ھذہ الدار جازت شہادتھم اگر گواہون نے اس بات کی شہادت دی
کہ اس گھر مین اُس کا راستہ آگیا ہی تو اُسکی شہادت جائز ہوگی۔ واللہ اعلم اور فتوی گذرانیدہ زید
مین مجیب نے زید کو خارج الید اور عمرو کو بنظر ملکیت رقبۂ زمین کے ذی الید قرار دیکر زید کی گواہون
کی اولویت تجویز کی ہی تجویز مذکور سراسر بے محل مع اولویت گواہون خارج الید کے ذی الید سے جو کتب
فقہ مین مذکور رہی وہ دعوے ملک مطلق عقار وغیرہ مین ہی یہان دعوی ملکیت عقار وغیرہ نہین ہی
اور نہ نسبت ملکیت رقبۂ زمین کے زید اور عمرو مین اختلاف ہی بلکہ زید کو دعوی حق مرور کا زمین
عمرو مین ہی اور دروازہ کو جدید اور قدیم ہونے مین اختلاف ہی پس اس صورت مین اگر عمرو کو خارج الید
اور زید کو ذی الید کہا جائے تو بجا ہے نہ کہ بالعکس کیونکہ زید دروازے کے ذریعہ سے عمرو کی زمین مین
متصرف ہوگیا پس زید ہی ذی الید ہوا لہذا اُسکے دست تصرف کا رفع عمرو نے حکام سے چاہا ہی اور
اپنے گواہون سے تصرف عارضی اور حادث زید کا اثبات کرایا ہی فقط واقعی اس صورت مین زید
کے گواہ عمرو کے گواہون پر ترجیح رکھتے ہین اصحاب بزازیہ اور خلاصہ اور شرح ملتقی کے نزدیک
واللہ اعلم۔ بزازیہ مین ہی وان اختلفا فی بھن احدھما علی القدم والآخر علی الحدوث فبینۃ
القدم اولی اگر دو آدمیون مین اختلاف ہو ایک اُسکو قدیم بتائے اور دوسرا جدید تو اُسکا بینہ اولی
ہی جو قدیم کہتا ہی۔ اور عقود الدریہ مین ہی فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ اذا تعارضت بینۃ الحدوث
والقدم ففی الخلاصۃ بینۃ القدم اولی وذا العلائی فی شرح الملتقی ان بینۃ القدم اولی فی البناء
تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے جب حدوث و قدم کے بینہ مین تعارض ہو تو خلاصہ مین ہی کہ بینۂ قدم اولے
ہی اور یہ مشکوک ہی شرح ملتقی مین ہی کہ عمارت کے معاملہ مین بینۂ قدم اولی ہی + اور برہان بخاری
اور برہان صاحب محیط کے نزدیک ترجیح نہین رکھتے ہین جیساکہ صاحب قنیۃ المنیہ لتتمیم الغنیۃ نے
نقل کیا ہی اور یہی حاوی زاہدی مین بھی منقول ہی فی العقود ونقلہ فی الحاوی الزاھدی بالحرف
معللا بقولہ فالبنیۃ بینۃ من یدعی انہ محدث لا نھا تثبت ولایۃ النقض عقود مین ہی اور اسی حاوی
زاہدی مین بلفظہ یہ علت بیان کرتے ہوئے نقل کیا ہی کہ بینہ معتبر اُس شخص کا ہی جو محدث ہونے کا دعوے

کرتا ہی کیونکہ اُس کا بینہ ولایت بعض کو ثابت کرتا ہی اور قول اخیر کو صاحب عقود نے ترجیح دی ہے
اور کہا ہی و بہ ظھر ترجیح ما فی الغنیۃ والحاوی علی ما فی البزازیۃ والخلاصۃ اس سے ظاہر ہوگیا کہ
جو غنیہ اور حاوی مین ہی اُسے بزازیہ اور خلاصہ کے اقوال پر ترجیح ہی واللہ علیم حررہ ابوالاحیا محمد نعیم
غفر لہ العلی الرب الحکیم - فی الواقع صورت مذکورہ مین گواہان عمرو جو مدعی حدوث ہین گواہان زید پر
ترجیح رکھتے ہین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی
والخفی | ابوالحسنات محمد عبدالحی

# کتاب الوراثۃ

**سوال** زید نے مندرجہ ذیل ورثا چھوڑے ایک ہمشیرہ عینیہ اعجاز و تین بھتیجیاں فاطمہ زینب کلثوم کہ انکا باپ زید کے سامنے فوت ہوا تھا اور کلثوم بھی اُسکے سامنے مرچکی تھی مگر کلثوم کی ایک لڑکی موجود ہی اور ایک بھتیجا بکر کہ اسکا باپ بھی زید کے سامنے مرگیا تھا اور زید کی ایک زوجہ خدیجہ جسکو تمام ورثاے مذکورہ نے آٹھوان حصہ دیکر راضی کر لیا ہے پس زید کی باقی جائداد دو بھتیجیون اور ایک بھتیجی یعنے کلثوم کی لڑکی اور ایک بھتیجا اور ایک ہمشیرہ عینیہ پر کیونکر تقسیم ہوگی **جواب** بعد تقدیم ما تقدم علی الارث ورفع موانع بقیہ ترکہ زید دو حصون پر منقسم ہوکر ایک حصہ بھتیجے یعنے بکر کو اور ایک ہمشیرہ عینیہ کو ملیگا باقی سب ورثا محجوب ہین - **سوال** زید مرا ایک لڑکا اور دو لڑکیان اور ایک زوجہ کو وارث چھوڑا اُن دو لڑکیون مین سے ایک نے زید کے مذہب کو کہ حنفی تھا ترک کرکے امامیہ مذہب اختیار کیا پس اس صورت مین وہ لڑکی محجوب الارث ہوگی یا نہین - **جواب** دختر مذکورہ محجوب الارث نہوگی اور بعد تقدیم ما تقدم علی الارث ورفع موانع زید کے ترکہ مین سے ثمن زوجہ کو اور باقی مین دو حصے لڑکے کو اور ایک ایک حصہ دونون لڑکیون کو ملیگا واللہ اعلم کتبہ العبد الفقیر الی فضل العلی الرب الحکیم ابوالاحیا محمد نعیم تجاوز اللہ عما جناہ - بلاشک دختر مذکورہ محجوب الارث نہوگی اور زید کا ترکہ اسکے سب وارثون پر تقسیم ہوگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | ابوالحسنات محمد عبدالحی

**سوال** شیعہ اثنا عشریہ مسلم ہین یا کافر یعنے محجوب الارث والتناکح اور محکوم علیہم بالجہاد ہین یا نہین - اور اگر انکا کفر مانع عن الارث ثابت نہو تو لیہ او تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین جے کون نظیر ثابت ہے

کہ سنی باپ کا ترکہ شیعہ لڑکے کو ملا ہو **جواب** اثنا عشریہ کے کفر مین فقہا نے اختلاف کیا ہی بعض نے
سب شیخین کیوجہ سے اُنکے کفر کا حکم دیا ہے اور یہی اصحاب فتاوی اور صاحب بحر الرائق اور صاحب
درمختار کا قول ہی لیکن مفتی بہ اور اصح قول انکی عدم تکفیر کا ہی اور سب شیخین موجب کفر نہین ہے
اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق ہے اور جو کتب فتاوی مین کفر کا حکم مرقوم ہی
وہ دائرۂ تحقیق سے خارج ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح فقہ اکبر مین امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول عدم
تکفیر اہل قبلہ کے متعلق بسط کلام کو بیان کرتے ہوے لکھتے ہین فیہ دلالۃ علی ان سب الشیخین لیس بکفر
کما صححہ ابو الشکور السلمی فی تمہیدہ وذلک لعدم ثبوت مبناہ وعدم تحقق معناہ فان سب المسلم فسق
کما فی الحدیث وحینئذ یستوی الشیخان وغیرہما فلو فرض انہ یسب الشیخین لا یخرج عن الایمان
نعم لو استحل السب او القتل فہو کافر لا محالۃ فالفسق والعصیان لا یزیل الایمان صغیرا کان او
کبیرا وکذا البدعۃ لا تزیل الایمان کانکار المعتزلۃ رویۃ اللہ تعالی وخلق افعال العباد لانہ مبنی
علی التاویل اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہی کہ شیخین کو گالیان دینا کفر نہین ہی جیسا کہ تمہید ابوشکور سلمی مین اسکی
تصحیح کی گئی ہی اور یہ اسوجہ سے ہے کہ اسکی اصل ثابت نہین اور اسکے معنی متحقق نہین ہین کیونکہ مسلمان کو گالی
دینا فسق ہی جیسا کہ حدیث مین ہی پس شیخین اور غیر شیخین سب برابر ہین لہذا اگر فرض کیا جائے کہ رافضی
شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہی تو وہ ایمان سے خارج نہین ہی ہان اگر گالی دینے اور قتل کرنے کو حلال
سمجھے تو وہ لامحالہ کافر ہی پس فسق وعصیان صغیرہ ہو یا کبیرہ ایمان کو زائل نہین کر سکتا اور اسی طرح بدعت ایمان
کو زائل نہین کرتی جسطرح معتزلہ کا انکار رویت وخلق افعال عباد کیونکہ یہ تاویل پر مبنی ہی۔ اور مولانا
ولی اللہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم الثبوت مین تحریر فرماتے ہین المحققون من الحنفیۃ والمتکلمین
ذہبوا الی عدم تکفیر الروافض بانکارہم خلافۃ ابی بکرؓ وعمرؓ الثابتۃ بالاجماع القطعی عندہم حتی قبلوا
شہاداتہم وما وقع فی الخلاصۃ وغیرہا من الفتاوی من صریح الکفر منقول عن ابی حنیفۃؒ وانما ہو من
تفریعات المشائخ کالفاظ التکفیر المنقولۃ فی الفتاوی کیف وقد نص الامام ابوحنیفۃ والشافعی
رحمہما اللہ بعدم تکفیر احد من اہل القبلۃ لکونہ علی تاویل فاحفظ ولا تسرع فی تکفیر فرق الاسلام
محققین حنفیہ ومتکلمین رحمہم اللہ انکار خلافت حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی وجہ سے جو
باجماع ثابت ہی روافض کو کافر نہین مانتے حتے کہ انکی شہادت کو قبول کرتے ہین اور جو خلاصہ ور دوسرے

فتاوی مین انکے کفر کی تصریح ہی وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول نہین ہی بلکہ مشائخ کی تفریعات سے
ہی جس طرح الفاظ کفر جو عموما فتاوی مین منقول ہین کیونکہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ خود
اہل قبلہ کے نہ کافر ہونے پر دلیل لائے ہین کیونکہ اونکے افعال کسی نہ کسی تاویل پر مبنی ہوتے ہین لسے
یاد رکھو اور فرق اسلام کے کافر بنا دینے مین جلدی نہ کرو۔ اور مولانا ابو الشکور سلمی تمہید مین لکھتے ہین
کلام الروافض مختلفۃ فبعضہ یکون کفرا وبعضہ لا فلو قال ان علیا کان الٰہا نزل من السماء کفر و قال بعضہم
بانہ شریک لمحمد صلے اللہ علیہ وسلم فی النبوۃ وقال بعضہم النبوۃ کانت لعلی وجبرئیل خطأ ومنہم من قال
ان علیا کان افضل من الرسول فہذا کلہ کفر واما الذی یکون بدعۃ ولا یکون کفرا فہو قولہم ان علیا
کان افضل من الشیخین ومنہم من قال انہ یجب اللعن علی من خالف علیا کعائشۃ ومعاویۃ رضی اللہ عنہم و
منہم من قال ان حب اھل البیت اولی واحب وھذا کلہ وما یشبھہ بدعۃ لیس بکفر لانہ صادر عن تاویل
روافض کے اقوال مختلف ہین ان مین سے بعض کافر ہین اور بعض کافر نہین ہین جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کو خدا مانتے ہین اور کہتے ہین کہ وہ آسمان سے نازل ہوے ہین وہ کافر ہین اور بعض کہتے ہین کہ حضرت علی
کرم اللہ وجہہ نبوت مین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے اور بعض کہتے ہین کہ نبوت حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کے لیے تھی حضرت جبریل علیہ السلام سے غلطی ہوگئی اور بعض کہتے ہین کہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے زائد افضل ہین تو یہ سب امور کفر ہین اور بدعت غیر
کفر انکا یہ قول ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شیخین رضی اللہ عنہما سے زائد افضل تھے اور بعض روافض مخالفین
حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے حضرت معاویہ اور حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لعنت کرنے کو پسند
کرتے ہین اور بعض کہتے ہین کہ حب اہل بیت اولی و مستحب ہی تو یہ تمام امور اور ان کے مشابہ اور باتین سب
بدعت ہین کفر نہین ہین کیونکہ تاویل پر مبنی ہین۔ حاصل یہ ہی کہ سب شیخین کی وجہ سے روافض کو کافر کہنا
محققین کے مذہب کے خلاف ہی اور علامۂ شامی رحمہ اللہ نے رد المحتار حاشیۂ درمختار اور اپنے رسالہ تنبیہ
الولاۃ والحکام مین اس باب کو بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہی اور صاحب درمختار پر جرح کی ہی اور ہمارے
اصحاب کی ایک جماعت نے بھی ایسی ہی صراحت کی ہی اور یہی ہمارے عقائد کے موافق ہی پس رافضی
وارث کے محجوب ہونے کی سنی مورث کی جائداد سے کوئی وجہ نہین ہی۔ سوال زید نے اپنے چچا بکر کی
جائداد سے حصہ پانے کے لیے خالد پر جو اسکی چچی کا بھائی ہی دعوی کیا خالد کہتا ہی کہ یہ جائداد بکر کی نہین

بلکہ بکر کے مرنے کے بعد اُسکی بی بی ہندہ اپنی مہر کے عوض مین جو ایک لاکھ روپیہ تھا تنہا تصرفات رکھتی تھی اور ہندہ کا بین وارث ہون زید کہتا ہی کہ ستر برس کا زمانہ ہوا کہ ہندہ نے اپنے شوہر کی حیات مین اپنا مہر اُسکو ہبہ کر دیا تھا اور خالد اسکا منکر ہی اور کہتا ہی کہ پندرہ برس کا زمانہ ہوتا ہی کہ بکر نے خود اس بات کا اقرار کیا تھا کہ ہندہ کا مہر میرے ذمہ واجب الادا ہی پھر زید نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ ستر برس کا زمانہ ہوا کہ ہندہ نے اپنے شوہر کو اپنا مہر ہبہ کیا تھا اس طرح پر کہ بکر گواہان مذکور کو ہندہ کے پاس لیگیا اور ہندہ سے کہا کہ انکے سامنے تم ہبہ کر دو چنانچہ ہندہ نے ان گواہون کے سامنے کہا کہ مین نے ہبہ کیا اور خالد نے بھی گواہ پیش کیے جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ پندرہ برس کا زمانہ ہوا کہ ایکبار ہندہ اپنے شوہر بکر سے خفا ہو کر اپنے بھائی خالد کے یہان چلی آئی تھی بکر نے خالد کے پاس آکر اپنی زوجہ کی آزردگی کی شکایت کی خالد گھر کے اندر گیا جہان ہندہ گواہون سے پردے مین بیٹھی تھی اور گفتگو کر کے پلٹ آیا اور بکر سے کہا کہ ہندہ تم سے اپنا مہر مانگتی ہی بکر نے کہا کہ ہندہ کا مہر ایک لاکھ روپیہ میرے ذمہ واجب الادا ہے مین اُسکا دیندار ہون اُسکے مہر کے عوض مین مین اُسے اپنی جائداد دونگا یا دیتا ہون اس صورت مین کس کے گواہ معتبر مانے جائینگے اور کس کے گواہ ارجح اور اولی ہین اور بکر کا اپنے ذمے دین مہر کے واجب ہونے کا یہ اقرار ثبوت ہبہ مہر کے زمانے کے بعد اُسی مہر سابق کو لازم کرے گا یا مہر جدید کا مستلزم ہوگا یا مہر جدید اور مہر قدیم دونون مین سے کسیکا مستلزم نہوگا **جواب** اس صورت مین زید کے گواہ ارجح بالقبول ہین تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے بینۃ الزوج انھا ابرأتہ من المھر اولی من بینۃ المرأۃ انہ کان مقرا بہ الی الآن زوج کا بینہ اس امر پر کہ زوجہ نے اُسے مہر سے بری کر دیا ہی عورت کے اس بینہ پر مقدم ہی کہ وہ اسوقت تک مہر کا اقرار کرتا ہی۔ اور قنیہ مین ہے اقامت المرأۃ البینۃ علی المھر علی زوجھا کان مقرا بذلک الی یومنا ھذا واقام الزوج البینۃ انھا ابرأتہ من ھذا المھر الذی تدعیہ فبینۃ البراءۃ اولی وکذا فی الدین لان بینۃ مدعی الدین بطلت باقرار المدعی علیہ لما ادعی البراءۃ ولم تبطل بینۃ مدعی البراءۃ وھذا کشھود البیع والاقالۃ فان بینۃ الاقالۃ اولی لبطلان بینۃ البیع باقرار مدعی الاقالۃ وینبغی ان یحفظ ھذا الاصل فانہ یخرج بہ کثیر من الواقعات عورت نے اس امر پر بینہ قائم کیا کہ شوہر آجکے دن تک مہر کا اقرار کرتا تھا اور شوہر نے اس امر پر بینہ قائم کیا کہ عورت نے اُسے مہر سے جسکا وہ دعوی کرتی ہی بری کر دیا تھا تو بینہ برائت اولی ہی اور یہی حال

دین کا ہی کیونکہ مدعی دین کا بینہ اقرار مدعا علیہ سے باطل ہوگیا اس لیے کہ اُس نے برارت کا دعوے
کیا ہے اور مدعی برارت کا بینہ باطل نہین ہوا اور اسکی مثال گواہان بیع واقالہ کی ہے کہ بینۂ اقالہ اولی
ہے اس لیے کہ بینۂ بیع اقرار مدعی اقالہ سے باطل ہوگیا اس اصل کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اس پر بہت سے
مسائل متفرع ہین۔ جب زید کے گواہون سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سترہ برس پہلے ہندہ نے بکر کی حیات
مین اپنا مہر اسکو ہبہ کرکے بری کر دیا تھا اور یہ بات ثابت نہین ہوئی کہ بکر نے اُس ہبہ اور ابراکو قبول نہین
کیا پس صحت ابرار کا حکم دیا جائیگا چاہے ابرار اسقاط تصور کیا جائے یا ہبہ وتملیک مانا جائے اور اسکے
بعد بکر کے اس اقرار سے کہ ہندہ کا مہر میرے ذمے واجب الادا ہے وہ ابرار رد نہین ہوسکتا کیونکہ اگر وہ
ابرائے اسقاط تھا تو بحکم الساقط لایعود معدوم کا اعادہ نہین ہوتا۔ اور اگر ہبہ تھا تو بھی جمہور کے مذہب
کے موافق اسقاط کے حکم مین ہوگا ہان اگر ابرار اور ہبہ کے وقت بکر سے اُس ابرار اور ہبہ کا رد کر دینا
پایا جاتا تو ابرار غیر معتبر ہوجاتا اور ایک عرصے کے بعد بکر کا اقرار رد ابرار کا باعث نہوگا قنیہ مین ہے
ثم قالت لزوجہا ابرأتک ولم یقل الزوج قبلت او کان غائبا فقالت ابرأت زوجی یبرأ الا اذا رد
پھر اُس نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین نے تجھکو بری کر دیا اور شوہر نے یہ نہین کہا کہ مین نے قبول کیا یا شوہر
غائب تھا پس اُس نے کہا کہ مین نے اپنے شوہر کو بری کر دیا تو وہ بری ہوجائیگا مگر جبکہ وہ برارت کو
رد کر دے اور جامع الفصولین کی بیسوین فصل مین ہے ادعی الزوج انہا وہبتنی المہر فبرہن فشہد احدہما
انہا وہبتہ والاخر انہا ابرأتہ یقبل للموافقة لان حکم ہبة الدین سقوط وکذا حکم البراءة زوج
نے اس امر کا دعوی کیا کہ زوجہ نے مجھے مہر ہبہ کر دیا اور اسپر اُس نے بینہ قائم کیا تو ایک گواہ نے کہا کہ عورت
نے اسکو مہر ہبہ کر دیا اور دوسرے گواہ نے کہا کہ عورت نے اسکو مہر سے بری کر دیا تو اُسکا یہ بینہ قبول کر لیا
جائیگا کیونکہ دونون گواہیان ایک دوسرے کے موافق ہین اس لیے کہ ہبۂ دین کا حکم سقوط ہے اور برارت کا
بھی یہی حکم ہے۔ اور منح الغفار مین ہے فی الصیرفیة رجل لہ دین اذا وہب الدین مع المدیون فلم یقبل ولم
یرد حتی افترقا فجاء بعد ایام ورد الصحیح انہ لایرتد وہذا الاختلاف بناء علی ان الرجحان فی ہبة
الدین من المدیون بطریق الاسقاط ام بطریق التملیک فمن قال لہ قال یفتقر الجواب علی المجلس و
من قال الاسقاط قال لایفتقر صیرفیہ مین ہے کہ جب قرضخواہ نے مدیون کے مواجہہ مین دین اُسے ہبہ کر دیا اور اُس وقت
قرضدار نے اس ہبہ کو قبول کیا اور نہ رد کیا یہان تک کہ دونون جدا ہوگئے پھر کچھ دنون کے بعد قرضدار

آیا اور ہبہ کو رد کر دیا تو صحیح یہ ہی کہ ہبہ رد نہوگا اور یہ اختلاف اس امر پر مبنی ہی کہ قرض کا قرضدار کو ہبہ کر دینا اسقاط ہی یا تملیک جو تملیک کا قائل ہی وہ کہتا ہی کہ جواب مجلس پہ منحصر ہی اور جو اسقاط کا قائل ہی وہ کہتا ہی کہ مجلس پر منحصر نہین ہی۔ اور در مختار مین ہی هبة الدين ممن عليه الدين وابراءه عنه يتم من غير قبول اذا لم يوجب انفساخ عقد صرف او سلم لكن يرتد بالرد في المجلس وغيره لما فيه من معنى الاسقاط وقيل تيقيد بالمجلس كذا في العناية لكن في الصيرفية لو لم يقبل ولم يرد حتى افترقا ثم بعد ايام رد لا يرتد في الصحيح لكن في المجتبى الاصح ان الهبة تمليك والابراء اسقاط قرض کا قرضدار کو ہبہ کر دینا اور اُسے بری کر دینا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بغیر قبول کے تمام ہو جاتا ہے جبکہ اُس سے عقد صرف یا سلم کا فسخ نہ لازم آئے لیکن اگر مجلس ہی مین اُسے رد کر دے تو رد ہو جائیگا کیونکہ اس مین اسقاط کے معنے ہین اور بعض لوگ کہتے ہین کہ اس مین مجلس کی قید ہی + یہ عنایہ مین ہے لیکن صیرفیہ مین ہے اگر نہ قبول کیا اور نہ رد کیا اور دونون الگ ہو گئے پھر کچھ دنون کے بعد اُس نے ہبہ کو رد کیا تو صحیح یہ ہی کہ وہ رد نہوگا لیکن مجتبی مین ہے اصح یہ ہی کہ ہبہ تملیک ہی اور ابرا اسقاط۔ اور علامہ شامی رحمہ اللہ رد المحتار مین لکن في المجتبى کے تحت مین لکھتے ہین استدراك على جعلهم كلا من الهبة والابراء اسقاطا من وجه وتمليكا من وجه وانت خبير بان هذا الاستدراك مخالف للمشهور مصنف رحمہ اللہ کا قول لکن في المجتبى اُن لوگون پر تعریض ہی جو ہبہ اور ابراء مین ہر ایک کو تملیک ایک جہت سے اور اسقاط دوسری جہت سے کہتے ہین مگر یہ تعریض خلاف مشہور ہی۔ اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے سئل في ما اذا كان لامرأة بذمة اخيها زيد مبلغ معلوم من الدراهم فابرأته منه ومن كل حق ابراءً عاما شرعيا مقبولا من زيد ثم اقر زيد بالمبلغ المذكور فهل يكون الاقرار المذكور باطلا ولا يعود بعد سقوطه بالابراء الجواب نعم اقر بالدين بعد الابراء منه لا يلزمه شيء ويبطل الاقرار والشيء الساقط لا يعود اقول وهذا بخلاف الاقرار بالعين بعد ان ابرأ خصمه ابراءً عاما فان الاقرار صحيح فيؤمر بدفع ما اقر به من العين لامكان تجدد الملك فيها مواخذة له باقراره وتصحيحا لكلامه على طريق الاقتضاء والعين قابلة لذلك بخلاف الدين لكونه وصفا فاذا سقط فلا يعود كذا افاده الشرنبلالي في رسالته تنقيح الاحكام سوال ایک عورت کی اُسکے بھائی زید کے ذمے کچھ معین دراہم تھے اُس عورت نے اُس سے اور تمام حقوق سے شرعی طور پر بری کر دیا۔

اور زید نے اُسے قبول بھی کرلیا پھر اسکے بعد اگر زید اون دراہم کا اقرار کرے تو کیا یہ اقرار باطل ہوگا اور وہ دراہم جو بوجہ بری کرتے کے ساقط ہوگئے تھے اب پھر اُسکے ذمہ نہ واجب ہونگے جواب ہان اگر اُس نے بری کردیے جانے کے بعد قرض کا اقرار کیا تو اس سے اُسکے ذمے کچھ لازم نہین آتا اور اقرار باطل ہی اور جو چیز ساقط ہوگئی وہ پھر نہین لوٹتی مین کہتا ہون اگر بری کردیے جانے کے بعد عین کا اقرار کیا تو حکم اسکے خلاف ہی کیونکہ اقرار اور اوسکے قول کے صحیح کرنے کے لیے اُسے حکم دیا جائیگا کہ وہ چیز مقرلہ کو دیدے اس لیے کہ جدید تملیک ممکن ہی اور عین اسکی صلاحیت رکھتی ہی برخلاف دین کے کیونکہ وہ وصف ہی جو ساقط ہونے کے بعد پھر نہین لوٹ سکتا۔ چونکہ خالد کے گواہون سے معلوم ہوا کہ بکر اور اُسکی زوجہ مین منازعت واقع ہوئی تھی اور بکر نے بقاے وجوب مہر سابق کا اقرار کیا تھا جس کی مقدار ایک لاکھ روپیہ تھی لہذا یہ اقرار لزوم زیادت پر بھی محمول نہوگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ **سوال** مولوی نادر زمان صاحب کے چار بیٹے تھے عبد الرشید عبد العزیز عبد المجید عبد الحمید اور دو لڑکیان تھین عبد الرشید بڑا بیٹا اپنے باپ کے سامنے عبد الصمد رشید احمد سراج احمد تین بیٹے اور ایک لڑکی کو چھوڑ کر مرگیا۔ عبد الرشید کے تیجے کے دن مولوی نادر زمان صاحب نے اس مضمون کا ایک کاغذ لکھا کہ میرے بعد عبد الصمد رشید احمد سراج احمد دوسرے وارثون کی طرح میرے وارث ہونگے اور گاؤن کے امراکی اُس کاغذ پر مہرین بھی کرادین اور ہندی زبان مین ایسے کاغذ کو سجال نامہ کہتے ہین پھر مولوی صاحب موصوف نے کوئی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ انکو ہبہ نہین کی پھر کچھ دنون کے بعد مولوی صاحب موصوف نے اپنے تمام جائداد دین مہر کے عوض مین جو ارث پر مقدم ہی اپنی زوجہ کے ہاتھ بیع کرکے بیعنامہ بھی لکھدیا اور اسپر بھی گاؤن کے امراکی مہرین کرادین اور مولوی صاحب موصوف کے انتقال کے بعد بیعنامہ کے موافق اُنکی زوجہ تمام جائداد پر قابض رہی جب اُنھون نے انتقال کیا تو عبد الصمد وغیرہ جو عبد الرشید کی اولاد ہین شراکت میراث کا دعوے کرتے ہین پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ اُس سجال نامہ کے موافق ان لوگون کا دعوی صحیح ہی یا نہین **جواب** سجال نامہ شرعا لاشئے محض ہی اسکا وجود اور عدم برابر ہے اس سے عبد الرشید کی اولاد کو کچھ نہین ملسکتا **سوال** امام بخش کی تین لڑکیان تھین منجملہ اونکے ایک لڑکی مسماۃ نصیرن اپنے باپ کے

مرنے کے بعد مان کے انتقال سے پہلے مرگئی اُس نے ایک لڑکا ثابت علی اور ایک لڑکی مسماۃ قطبن کو چھوڑا اب دریافت طلب یہ امر ہی کہ امام بخش کی جائداد سے کس کو کیا ملے گا **جواب** بعد تقدیم ماتقدم علی الارث و رفع موانعہ امام بخش کے ترکہ سے ثمن اُس کی زوجہ کو اور باقی تینون لڑکیون کو برابر ملے گا اور نصیرن کے حصے مین سے سدس اُسکی مان کو اور باقی مین دو حصے ثابت علی کو اور ایک قطبن کو ملیگا اور نصیرن کی مان کے حصے مین سے اُسکی دونون لڑکیان برابر برابر حصہ پائینگے واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ لعلے الرب الحکیم۔ الجواب صحیح واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ **سوال** عمرو کو چند بیگھہ زمین مدد معاش کے لیے بادشاہ نے دی تھی اور عمرو مرگیا زید اور خالد دو لڑکون کو چھوڑا زید چاہتا ہی کہ اراضی مذکورہ اپنے قبضہ اور تصرف مین رکھے اور خالد کو اُس سے خارج کردے اس صورت مین اراضی مذکورہ دونون لڑکون کو ملے گی یا ایک ہی کو۔ **جواب** دونون کو ملے گی واللہ اعلم کتبہ حمایت اللہ دہلوی صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** زید نے ذیل کے وارث چھوڑ کر انتقال کیا ایک زوجہ دو دختر ایک اخیافی بھائی ایک مان۔ پس زید کا ترکہ کتنے حصون پر تقسیم ہوگا **جواب** بعد تقدیم ماتقدم علی الارث و رفع موانعہ صورت مسئولہ مین کل ترکہ کے ستائیس حصے ہونگے تین زوجہ کو اور آٹھ آٹھ ہر دختر کو اور چار مان کو اور اسی قدر اخیافی بھائی کو ملین گے۔ **سوال**۔ زید نے وارث ذیل چھوڑ کر انتقال کیا ایک زوجہ دو دختر ایک حقیقی بھائی ایک مان پس زید کا ترکہ کتنے حصون پر تقسیم ہوگا۔ **جواب** بعد تقدیم ماتقدم علی الارث و رفع موانعہ کل ترکہ کے چوبیس حصے ہونگے تین زوجہ کو اور آٹھ آٹھ ہر دختر کو اور چار مان کو اور ایک حصہ حقیقی بھائی کو دیا جائیگا۔ **سوال** زید صاحب سند و جاگیر دو بیٹے بکر اور خالد اور دو پوتے ولید اور قاسم کہ انکا باپ صالح نامی زید کے سامنے مرگیا تھا اور ایک نبت بنت الاخ کہ اُسکی مان اور نانا زید کے سامنے مرچکے تھے چھوڑ کر مرگیا پس اُسکی جائداد کیونکر تقسیم ہوگی **جواب** رسالہ احکام الاراضی مین واقعات سے منقول ہی الانعام المخلد والمؤبد بمنزلۃ الملک یجوز بیعہ وشراؤہ علی الصحیح دائمی انعام بمنزلہ ملک کے ہی بر مذہب صحیح اُسکی بیع اور شرا درست ہی اور اسی کتاب مین ہی الانعام المخلد یدخل فی الملک فیباع ویوھب ویورث دائمی انعام ملک مین

داخل ہی اُسکی بیع اور ہبہ اور وراثہ درست ہی۔ اور ذخیرہ مین ہی رجل لہ وظیفۃ فی بیت المال یوصل الیہ
کل سنۃ لو کان بحیث لا یاخذ منہ السلطان بعد موتہ ولا یعطیہا لغیرہ صار فیہا دلیل الملک ویصیر
ملکا فیجوز التوریث بین الورثۃ والھبۃ والبیع والوصیۃ بیت المال سے ایک شخص کا وظیفہ مقرر
تھا جو اُسے ہر سال ملجایا کرتا تھا تو اگر وہ وظیفہ ایسا ہو کہ اُس سے سلطان اُسکے مرنے کے بعد نہ لے سکے
اور نہ کسی اور کو دے سکے تو اُس سے دلیل ملک پائی جائے گی اور وہ وظیفہ اُسکی ملک ہوجائے گا پس
ورثا پر اُسکا تقسیم ہونا اور ہبہ اور بیع اور وصیت سب اُس مین درست ہی۔ اور فتاوی کبری مین
ہی او اعطی الامام او دونہ المستحق ارضا یکون ملکا لہ ولاولادہ بہ یفتے وعلیہ اکثر المشایخ اگر امام یا کسی
اور نے کسی مستحق کو زمین دی تو وہ زمین اُسکی اور اُسکے بعد اُسکی اولاد کی ملک ہوجائے گی اسی پر فتوے
ہی اور اسی پر اکثر مشائخ ہین۔ ان عبارتون سے واضح ہوگیا کہ عطیۂ سلطانی جو معطی لہ کی ملک مین
داخل ہوجاتا ہی اُسکی دوسری املاک کی مثل ہی پس زید کی موت کے بعد وہ جاگیر دوسرے املاک کی طرح
تقسیم ہوجائیگی۔ اور انہی دونون لڑکون کو ملے گی اور باقی ورثا محجوب ہین **سوال** مثلا زید فوت
ہوا اور متوفی نہایت صاحب رشد و ارشاد تھا اور بہت سے لوگ اُسکے مرید اور معتقد تھے اور متوفی کے
پاس جائداد منقولہ اور غیر منقولہ بھی تھی اور اُسکے دو لڑکے تھے مثلا عمرو اور خالد جن مین سے عمرو بالغ اور
خالد نابالغ تھا اور چار لڑکیان تھین جن مین سے تین بالغ اور ایک نابالغ تھی یعنے خالد کی ہمشیرہ حقیقی
اور دو زوجہ تھین زید نے اپنے مرنے سے پانچ چھہ دن پہلے تمام قرضخواہون کو بلاکے جسقدر قرضہ تھا
لکھوایا کل قرضہ پانچہزار پانسو روپیہ کا نکلا متوفی نے اپنی حیات مین قرضے کی فہرست لکھوانے کے بعد
دوسو اٹھارہ روپے ادا کیے اور باقی کے نسبت اپنے بڑے بیٹے عمرو سے چند آدمیون کے سامنے کہا کہ میرے
تجہیز و تکفین کے بعد پہلے میرا قرض ادا کرنا پھر دوسرے کام کرنا اور اس بارے مین عمرو کو بہت تاکید کی اور کہا کہ
ایک ہزار روپیہ میری قبر پر لگانا اور کہا کہ مین نے ہر ایک وارث کا حصہ ادا کرکے راضی کیا ہی محافظ
مال مثلا ہندہ سے کہا جو ورثہ مین نہ تھی کہ جو کچھ میرے پاس ہی وہ عمرو کو دیدینا کہ اُسکا حصہ ہی اور
پانچسو روپیہ جو عمرو کی بڑی بہن کے زیور کے لیے اور تین سو روپیہ جو کپڑے اور دوسرے اخراجات شادی
کے لیے رکھا ہی وہ بھی دیدینا پھر عمرو سے کہا کہ تم اپنے پاس سے سو روپیہ دختر ہندہ محافظ مال کو دیدینا
اور تمہارا بھائی خالد کمسن ہی اُسکی پرورش کرنا اور اپنی ماؤن اور باقی ورثا کی خدمتگذاری مین

سعادت دارین سمجھا الا آراضی اور مکانات مسکونہ کے نسبت اور جو کسی وارث کے پاس زیور کپڑے برتن
یا دوسری چیزین تھین اُنکی متعلق کچھ نہین کہا مگر زید نے اپنی زندگی مین حویلی کلان پختہ الگ الگ وارثون
کو دے رکھی تھی چنانچہ خالد اور اُسکی مان کو جانب شرقی قدرے کم جو سب اطراف سے بڑی تھی دیدی
تھی اور عمرو اور والدۂ عمرو کے پاس دوسرے مکانات اور اوس حویلی کے باقی تینون جوانب تھے اور
عمرو کی دوسری مان کو اُسکی بسر اوقات کے بقدر چھوٹا سا مکان دیا تھا اور باقی جوانب عمرو کے پاس
تھے اور کچھ مکان مین وہ محافظ مال رہتی تھی جہان توشہ خانہ تھا جب محافظ بیت اللہ کو چلی گئی تو وہ
مکان قبضۂ عمرو مین آگئے اور زید نے مرنے سے دو تین گھڑی پہلے عمرو کو حکم دیا کہ دروازون مین قفل
لگا دو گویا اس سے یہ مراد تھی کہ جس مکان مین زید ہے وہ اور دوسرے مکان جو فارغ ہین اونمین عمرو
کا قبضہ متحقق ہوجائے کہ کل کوئی دوسرا شخص ان مکانات کا دعویدار نہو اور دوسری مراد یہ بھی تھی
کہ جب توشہ خانہ مقفل ہوجاے گا تو غبن کا مال باہر نہ جاسکے گا عمرو اگرچہ اٹھا اور سب جگہ اُس نے
قفل لگائے مگر جس مین زید بیمار تھا اور وہی توشہ خانہ تھا اُس مین اس لیے قفل نہ لگایا کہ لوگ طعن
کرین گے کہ باپ کا تو دم نکل رہا تھا اور صاحبزادے کو جائداد کی فکر تھی ہر جگہ قفل لگاتے پھرتے تھے
عمرو اسی خیال مین تھا کہ زید کا انتقال ہوگیا عمرو زید کی تجہیز و تکفین مین مشغول ہوگیا محافظ کو موقع ملگیا
اُس نے تمام مال وہان سے منتقل کرکے ایسی ایسی جگہون مین رکھدیا جہان عمرو کا زور نہ چل سکتا تھا زید کے
انتقال کے چند دن کے بعد ایک دن عمرو نے محافظ سے کہا کہ تمھارے پاس جو کچھ مال ہو دے آؤ کیونکہ مجھے
ضرورت ہے ہندہ نے کہا کہ میرے پاس تو وہی آٹھ سو روپے ہین اور کچھ نہین ہے عمرو متحیر ہوگیا اور کہا
اچھا وہی دے آؤ کہ مصارف مین صرف کیا جائے پھر ادا کیا جائیگا جب ہندہ لائی تو عمرو نے وصیت کے
موافق ایک سو روپیہ اور پچاس اپنی طرف سے زیادہ کرکے ہندہ کو دیے کہ شاید اُس زائد رقم
ملنے کی خوشی مین یہ باقی روپیہ بھی دیدے ہندہ نے ڈیڑھ سو روپے پر قبضہ کرکے کہا کہ زید نے دوسو
روپے کو کہا تھا مجبوراً وہی لحاظ کرکے عمرو نے پچاس دیا اور دیگر دوسو پورے کردیے اور چھ سو روپے اپنی مصارف
مین صرف کیے اور اس امر پر دو شخص گواہ کرلیے غرض محافظ نے سوا چند برتنون کے جنکی قیمت بیس روپیہ
یا کچھ کم زیادہ ہوگی اور عمرو کو کچھ نہ دیا اور خود بیت اللہ چلی گئی اور وہین مری اور عمرو نے اپنے باپ
زید کی وصیت کے موافق اُس کا قرضہ اور وہ قرضہ بھی جو زید کے انتقال کے بعد زید پر متحقق ہوا تھا

ادا کیا اسکے بعد بالغ ورثا سے اور نابالغ ورثا کی والدہ سے کہا کہ تم سب اپنا اپنا حصہ پا چکے ہو اب
اُس جائداد کو بھی تقسیم کرلو جسے زید نے تقسیم نہین کیا تھا اور حصہ کے موافق قرضہ دو یا قرضہ
کے ذمہ دار ہو جاؤ تو سب نے کہا کہ نہ ہم حصہ لین گے اور نہ قرضہ دین گے پھر عمرو نے کہا
کہ کل کو اگر مین غریب ہو گیا اور تم مالدار ہو گئے تو اُس وقت یہ نہ ہو سکے گا کہ تم قرضہ ادا کرنے پر
مستعد ہو کر حصہ کے خواستگار ہو کسی نے عمرو کو کچھ جواب نہین دیا پھر عمرو نے زید کی وصیت
کے موافق خانقاہ کی تعمیر شروع کرائی چنانچہ اسوقت تک کہ ثلث ناتمام ہے پچھتر ہزار روپے
کے قریب صرف ہو چکا ہی چونکہ زید نے اپنے مرنے سے پانچ چھ سال پہلے عمرو کو طریقہ علیہ صوفیہ کا مجاز
کیا تھا اور عمرو فارغ التحصیل بھی تھا پس زید کے خلفا اور مریدین نے زید کے چہلم کے بعد عمرو کو اُسکی جگہ
پر بٹھایا اور ہر ایک نے بطور قبول خلافت عمرو سے بیعت کی اور دو ہزار پانچسو روپیہ دستار بندی کا
ہوا جو چہلم کے اخراجات مین صرف ہوا اور اتفاق سے حویلی کلان پختہ کا پورا شرقی حصہ اور کچھ جنوبی
اور شمالی حصہ بھی جل گیا عمرو نے چاہا کہ اُسے بنوا دے تو خالد کی مان اور خالد کے ننہالی اعزہ مانع
ہوے کہ تم ہمارے حصہ کی طرف نہ بنواؤ کیونکہ ہم اس قدر کثیر روپیہ ادا نہین کر سکتے آج تم بنادو اور
کل ہمسے اُس رقم کا مطالبہ کرو جو اس مین صرف ہوا ہی تو ہم کہان سے ادا کرین گے تم فقط اپنا حصہ
بنوا لو تو عمرو نے بلحاظ بے پردگی و نیز بخیال وصیت زید یہ جواب دیا کہ بالفعل بنجانے دو تاکہ بے پردہ ہو جائے
پھر دیکھا جائیگا بڑی دشواری اور رد و قدح کے بعد خالد کی مان نے اپنے حصہ کے تعمیر کرا دینے کی عمرو کو
اجازت دی تو عمرو نے کچھ اپنے تعویذ گنڈہ کی آمدنی اور کچھ قرض اور کچھ مریدین سے لیکر اُس کو بنوایا
جب ایک چھت پٹنا باقی تھی تو بارش کی وجہ سے پھر پوری عمارت گر گئی پھر دوبارہ ویسی ہی آمدنی
سے وہ عمارت تیار ہوئی اور عمرو نے وصیت زید کے موافق اپنے چھوٹے بھائی خالد کی تربیت شروع کی
اور اُسکو اچھی طرح پڑھایا لکھایا اسوقت خالد کی عمر تیئیس سال کی ہی اسیطرح عمرو نے اور سب ورثا کا
بھی کماحقہ لحاظ کیا اور ہر ایک کا کفیل رہا اور زید کے وقت سے رہنے والے درویشون کو جو ڈیڑھ سو کے
قریب ہین اور جدید درویشون اور مسافرون کو آجتک کھانا کپڑا دیتا رہا اور خالد اور اُسکی حقیقی بہن
کی شادیان بھی کردین علاوہ اور اخراجات کے فقط غلہ کا خرچ تین من پختہ کا روزانہ ہی اور اراضیات جو
زید کے وقت کی ہین وہ اٹھارہ گاؤن مع ناقص و کامل مزروعہ ہی گویا اُسکی آمدنی علاوہ خرچ مریدان

کارندگان زراعت و معاملہ سرکار اگر حساب کی جائے اور بہت بڑھکر تخمینہ لگایا جائے تو تین ماہ خرچ غلہ کا بھی نہین نکال سکتے مگر عمرو نے حسب وصیت زید آمدنی روزمرہ تعویذ گنڈا اور دیگر اشخاص مریدین سے ہر ایک وارث کے خرچ کا اور درویشان اور مسافران کا خبرگیران رہا اور آجتک جو کچھ کسی وارث کی مرید یا دیگر اشخاص نے خدمت کی اُس نے اپنے مصارف مین صرف کی اور جو کچھ عمرو کی آمدنی تعویذ گنڈہ یا دیگر اشخاص یا مریدین سے ہوتی تھی اُس نے مصارف مذکورۂ بالا اور حوائج خانگی مین صرف کی اور آجتک کسی وارث کو متعلق سوائے پڑھنے اور ذکر اذکار کے زراعت یا تجارت یا دیگر کاروبار دنیویہ بجز پڑھنے اور بیٹھے کے کسی طرح کا کوئی کام نہین ہے اور عمرو نے اپنی آمدنی مذکورہ سے آراضیات خرید کیے ہین بعض جگہ غیر مریدین بلکہ غیر ملت اور بعض جگہ مریدین سے اور بعض جگہ اپنے گھر والون کے زیور فروخت کرکے خرید کی ہین اور بعض برادری اور غیر مریدین سے رہن کر لئے ہین اور بعض جگہ مریدون نے اور بعض جگہ غیر مریدین نے آراضیات ہبہ کیے ہین اور بعض جگہ جو زید کو لوگون نے ہبہ کی الا بسبب عدم قبضہ یا کاغذات ہبہ مکمل نہین ہوئی بعد انتقال زید عمرو نے اون کے کاغذات کو مکمل کیا اور قبضہ کیا اور علیٰ ہذا مثل اسپان و نرگاوان و گاؤمیشان و شتران و خران و بار جہاے پشمینہ وغیرہ و برتن وغیرہ اشیاء عمرو کو ہبہ یا شراے مرید یا غیر سے پیدا ہوے ہین اور بہت سی کتابین عمرو اور زید کی خریدی ہوئی ہین اور فراشخانہ اور ایک باغ اور ایک حمام ہی اور ایک طرف حویلی کلان پختہ دوبارہ تیار شدہ کو عمرو نے ایک حویلی خرد مکان مشترکہ مین تیار کی ہی اور بہت جگہ مکانات پختہ و خام زمین مشترکہ مین تیار کیے ہین اور باغ اور دوسرے درخت پھلدار اور بے پھل والے زمین مشترکہ مین بہت جگہ لگائے ہین اور کنوین بنوائے ہین اور سرکار کی طرف سے جو معافیان زید کے وقت مین تھین اور زید کے انتقال کے بعد اسوجہ سے ضبط ہوگئی تھین کہ ان معافیون مین جین حیات کی قید تھی وہ تمام معافیان اب پھر زید کے نام واگذار ہوئی ہین بلکہ + اُنکے علاوہ بھی بعض جدید معافیان عمرو ہی کے نام ہوئی ہین لاکل معافیان جو مکان اور متوفی کے سجادہ نشین کے متعلق ہین عبارات کاغذات معافیات سے مفہوم ہوتے ہین چنانچہ معافیون کے کاغذات کی یہ عبارت ہو (تا تعمیر خانقاہ و آبادی مکان و نیک چلنی معافی وا تا مرضی سرکار اور بعض تا دوام رہین) اور ایک حویلی خام زید نے مسافرون اور درویشون کے لیے تیار کی تھی جو آجتک اُنھین کے واسطے ہی اور دیگ اور برتن جو مسافرخانہ مین ہین وہ اُسی جگہ کام دیتے ہین ایک سال خالد نے

تقسیم اراضیات اور مکانات وغیرہ اشیاء کی عدالت مین عرضی کی ہو اور فریقین کو فیصلۂ شرعی منظور ہے لہذا عدالت ان امور کی علمائے شریعت سے تنقیح طلب کرتی ہو۔ نمبر۱ جو آراضیات اور بار رپے اور مویشیات وغیرہ اشیاء عمرو کو شرعاً ہبہ یا رہن مریدین یا غیر سے حاصل ہوے ہین اون مین باقی ورثا شریک ہین یا نہین نمبر۲ حویلی کلان پختہ دوبارہ تعمیر شدہ جسطرح زید نے ہر ایک وارث کو دے رکھی تھی چنانچہ والدۂ خالد نے کہا تھا کہ ہمارے حصے کی طرف تعمیر نہ کرا دُسی طرح رہے یا دوسری طرح تقسیم ہونا چاہیے نمبر۳ حویلی خرد متصل حویلی کلان اور دیگر مکانات تیار کردۂ عمرو زمین مشترکہ مین کیونکر تقسیم کیے جائین نمبر۴ آمدنی خدمت مریدین اولاد پیر کو اور آمدنی تعویذ گنڈہ یا دیگر اشخاص جسکی خدمت کرین اُسیکی ہوتی ہی یا دوسری اولاد بھی اُس مین شریک ہی نمبر۵ خدمت مریدین اولاد پیر کو اور آمدنی تعویذ گنڈہ اور دیگر اشخاص جو سجادہ نشین کی خدمت کرتے ہین شرعاً انکا کیا حکم ہی نمبر۶ جو کچھ جائداد مثل زیور اور پارچہ اور برتن مسی اور مال مویشی جس وارث کے پاس باقبضہ زید کے وقت سے ہی لیکن ہبہ قطعی کی اطلاع نہین ہی اُسیکی ہی یا وہ بھی تقسیم ہونا چاہیے نمبر۷ کتب اور فراش اور حمام اور باغ تقسیم ہونا چاہیے یا نہین نمبر۸ جو باغ اور پھل دار یا بے پھل کے درخت عمرو نے زمین مشترکہ مین لگائے ہین اور جو کنوین زمین مشترکہ مین بنولئے ہین وہ کیونکر تقسیم کیے جائین نمبر۹ معافیان جو منجانب سرکار فقرا کے مصارف کیلیے ہین وہ مکان کے متعلق رہین یا تقسیم کی جائین نمبر۱۰ جو زمین زید کو بطور ہبہ غیر مکملہ بسبب عدم قبضہ یا کاغذ ملی ہو اور تکمیل کاغذات اور قبضہ عمرو نے کیا وہ تقسیم ہوگی یا نہین نمبر۱۱ حویلی خام جو زید نے درویشون اور مسافرون کے لئے بنائی تھی تقسیم ہوگی یا نہین نمبر۱۲ دیوان خانۂ مسافرین کے برتن تقسیم کیے جائین گے یا نہین نمبر۱۳ جو چیز عمرو کی اولاد کو ہبہ ہوئی ہی یا اُنھون نے خریدی ہی اُس سے عمرو کو یا دیگر ورثائے زید کو اُنکی حیات مین تعلق ہی یا نہین نمبر۱۴ حسب اقرار ورثا وقت چہلم کہ نہ ہم حصہ لین گے اور نہ قرضہ دین گے وہ اُس جائداد سے لادعوی ہین یا نہین اگر جائداد کے مستحق ہین تو مبالغ اداکردۂ عمرو بابت قرضہ اُن کو دینا ہونگے یا نہین اور عمرو کا قول کہ اگر مین کل غریب ہوگیا اور تم مالدار ہو گئے تو پھر یہ نہوگا کہ تم قرضہ کا روپیہ و اور حصہ کے خواستگار رہو اُنکے عدم استحقاق مین موثر ہی یا نہین

**جواب** (۱) ورثائے زید ترکۂ زید سے حصہ پا سکتے ہین اور ترکہ اُس مال کو کہتے ہین جو میت اپنے موت کے وقت چھوڑے حواشی فرائض شریفیہ مین ہو الترکۃ ما ترک المیت من ملوکہ شرعاً کالاراضی المقبوضۃ والذہب والفضۃ وغیرہا من ملوکہ ما تعلق

بہ حقوق الورثۃ ترکہ اُسے کہتے ہین جسے میت چھوڑے اور جو شرعاً اُسکی ملک ہو مثلاً اراضی مقبوضہ اور سونا اور چاندی وغیرہ جو اُسکی ملک ہون اور جن سے ورثا کے حقوق کا تعلق ہو۔ اور اشباہ و نظائر مین ہے المیت لایملک بالموت میت موت کے بعد کسی چیز کی مالک نہین رہتی پس جو چیزین خاص عمرو کی ملک مین آئی ہین اُس مین ورثاے زید کا حق نہین ہے (۲) حویلی کلان کو چونکہ زید نے اپنی حیات مین تقسیم کرکے ہر ایک کا قبضہ کرا دیا تھا اور ہبہ مع القبض جو موجب ملک موہوب ہی ہو گیا تھا پس وہ ترکہ زید مین نہین رہی اُسکی جدید تقسیم نہو گی بلکہ وہی تقسیم سابق بحال رہے گی (۳) زمین مشترکہ مین بے اجازت شریک اگر تعمیر کی جاے تو تعمیر اُسکی ہو گی جس نے تعمیر کرائی ہے اور زمین مشترک رہے گی تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے سئل فیما اذا بنی زید قصراً بمالہ فی دار مشترکۃ بینہ و بین اخوتہ بدون اذنہم فہل یکون البناء ملکا لہ الجواب نعم سوال زید نے اپنی مشترک گھر مین اپنے مال سے بلا اجازت شرکا ایک کمرہ بنالیا تو وہ کمرہ اُس کی ملک ہو گا یا نہین جواب ہان وہ کمرہ اُس کی ملک ہو گا۔ اور اسی کتاب مین ہے سئل فی دار مشترکۃ بین زید و عمرو و طینہا زید و رممہا بلا اذن من شریکہ و لا وجہ شرعی و یرید الرجوع علے عمرو فہل لیس لہ ذلک الجواب نعم دار مشترکۃ المذہب فبنی احدہما بغیر اذن شریکہ فانہ لا یرجع علی شریکہ بشئے کذا فی العمادیۃ و مثلہ فی جامع الفصولین اقول ان عمرہا قبل الاستیذان وان امتنع من عمارتہا معہ فلا یخالف شیئا مما بنی سوال زید اور عمرو کا ایک مشترک گھر تھا زید نے اُسپر استرکاری کرائی اور اُس مین کچھ ترمیم کی بلا اجازت شریک اور بلا وجہ شرعی تو اُسے حق رجوع ہے یا نہین جواب نہین مشترک گھر مین اگر ایک شخص بلا اجازت شریک کچھ بنائے تو اُسکو حق رجوع نہین رہتا جیسا کہ عمادیہ مین ہے اور اسی کے مثل جامع الفصولین مین ہے مین کہتا ہون یہ اُس صورت مین ہے جب اجازت لینے کے پہلے بنالیا ہو اور اگر اجازت کے باوجود پھر بھی عمارت نہ بنائی تو جیسا کہ بنا ہوا ہے اُسکے خلاف نہ کرے یعنے تغیر نکرے (۴ و ۵) خدمتِ مریدین اولادِ پیر کو اور ایسے ہی خدمت اور اشخاص کی سجادہ نشین کو اور آمدنی تعویذ گنڈہ وغیرہ حکم ہبہ و اجرت مین ہے پس خدمت کرنے والا جسکو دیگا وہ موہوب اُسی کی ہو گی دوسرے شخص کا اُس مین کچھ حق نہین ہبہ کا حکم یہی ہے اور ایسی ہی اجرت وغیرہ کا فتاوے عالمگیری مین ہے و اما حکمہا فثبوت الملک للموہوب لہ ہبہ کا حکم یہ ہے کہ موہوب لہ کے لیے ملک

ثابت ہو جاتی ہے (۶) زید نے جو چیز کسی کو ہبہ کر کے اُسپر اُسکا قبضہ کرا دیا وہ اُسی کی ہوگی ترکۂ زید
سے خارج رہے گی اور اُسکے ماسوا چیزین تقسیم مین داخل ہونگی (۷) ان سب چیزون کی تقسیم ہوگی کیونکہ
یہ ترکہ مین داخل ہین (۸) زمین مشترک کی قسمت باعتبار قیمت کے ہوگی اور اشجار وغیرہ عمرو کے
ہونگے اگر اُس نے اپنے خالص مال سے لگائے ہین (۹) جبکہ زید کے مرنے کے بعد وہ معافیان ضبط
ہوگئی تھین اور اب پھر عمرو کو دی گئین اُن مین اور ایسے ہی اُن معافیون مین جو ابتداءً عمرو کو ملی ہین
تقسیم نہ جاری ہوگی کیونکہ عطاے سرکاری کا مالک وہی شخص ہے جسکو عطا ہوئی ہو رد المحتار حاشیۂ
درمختار کے بحث مصارف بیت المال مین ہے مایجری علے الذراری عطاء مستقل خاص بالذراری
لاعطاء المیت بطریق الارث بین جمیع الورثة میت کی اولاد کے نام جو عطیہ جاری ہو وہ مستقل عطیہ
ہے اُنھین کے ساتھ مخصوص ہے میت کا عطیہ نہین ہے جو کہ ترکہ مین تمام ورثا کو ملے۔ اور رسالۂ احکام الاراضی
مین ہے فی النوازل العبرة لمن اعطاہ الامام یتخصص فقط نوازل مین ہے کہ خود اُسی شخص کا اعتبار ہے جسے
امام دے۔ اور اسی کتاب مین ہے رجل لہ عطاء فی الدیوان مات عن ابنین فاصطلحا علے ان یکتب
فی الدیوان باسم احدهما ویاخذ العطاء هو وللآخر لا شئ لہ من العطاء ویبذل من کان لہ العطاء
مالا معلوما فالصلح باطل ویرد بدل الصلح والعطاء للذی جعل الامام العطاء لہ لان استحقاق
العطاء باثبات الامام لا دخل فیہ لرضاء الغیر وجعلہ کذا فی البزازیة ایک شخص کو دفتر سے کچھ عطیہ
ملتا ہے جب وہ مرا تو اُسکے دو بیٹون نے اس امر پر مصالحت کرلی کہ دفتر مین ایک کا نام لکھ لیا جائے اور
وہی عطیہ لے اور دوسرے کو کچھ نہ ملے لیکن وہ ایک مقدار معین صرف کرے تو یہ صلح باطل ہے اور اسکے
معاوضہ مین جو مال دیا گیا ہے وہ واپس دلایا جائے گا اور عطیہ اُسی کو ملے گا جسے امام نامزد کردے
کیونکہ عطیہ کا استحقاق امام کی راے پر ہے اس مین دوسرے کی رضامندی سے کچھ سروکار نہین یہ بزازیہ
مین ہے اور فتاوی عالمگیری مین ہے العطاء لصاحب الاسم عطیہ اُسی کے لیے ہے جس کے نام ہو (۱۰)
جو زمین زید کو اُسکی زندگی مین کسی نے ہبہ کی تھی مگر قبضہ نہین ہوا تھا وہ زید کی ملک مین نہین آئی
کیونکہ ہبہ بغیر قبضہ کے مفید ملک نہین ہوتی ہے پس وہ ترکہ سے خارج رہے گی (۱۱ و ۱۲) جو چیز ان مین
سے زید نے بطور وقف کے قائم رکھی ہے اُس مین تقسیم نہ جاری ہوگی تنویر الابصار مین ہے فاذا تم و
لزم لا یملک ولا یملّک ولا یرهن ولا یعار جب وقف تام اور لازم ہو جائے تو وہ شخص اُس کا مالک

نہین رہتا اور نہ دوسرے کو اُسکا مالک بنا سکتا ہی اور نہ رہن کرسکتا ہی اور نہ مانگے دے سکتا ہے
(۱۳) ایسی چیزون مین عمرو کو اور سوائے اُسکے زید کے اور وارثون کو کچھ تعلق نہین ہی وہ چیزین
اُنھین کی ہین جنکی ملک مین بذریعۂ کسی سبب کے اسباب ملک مین سے داخل ہوئی ہین (۱۴)
ورثا کا وہ اقرار انکے حق کا مبطل نہو گا اور اُنکو حصص کا دعوی پہونچ سکتا ہی مگر جب حصہ لین گے
تو اپنے حصہ کے موافق اُنکو زید کا قرضہ بھی ادا کرنا پڑے گا اور عمرو نے جو قرضہ ادا کیا ہی وہ اونپر بقدر
اُنکے حصص کے عود کرے گا۔ فصول عمادیہ مین ہے فی واقعات الناطفی الوصی والورثۃ اذا نقدوا
ثمن کفن المیت من مال انفسھم یرجعون بہ فی الترکۃ ولا یکونون متطوعین وکذا اذا قضی الوصی
او الوارث دین المیت من مالھما واقعات ناطفی مین ہی اگر وصی یا ورثا نے میت کے کفن کے دام
اپنے پاس سے دیدیے تو ترکہ مین سے اُنکو وہ دام لینا چاہیے اُنھین حق تطوع نہین ہی اسی طرح جب وصی
یا وارث اپنے مال سے میت کا قرض ادا کرے۔ اور بھی اسی مین ہی الوارث اذا قال ترکت حقی لا یبطل
حقہ لان الملک لا یبطل بالترک اگر وارث نے یہ کہا کہ مین نے اپنا حق چھوڑ دیا تو اُسکا حق باطل نہوگا
کیونکہ چھوڑ دینے سے ملک جاتی نہین رہتی ہے۔ اور تنقیح فتاوی حامدیہ کے کتاب الدعوی مین ہے
الارث جبری لا یسقط بالاسقاط وقد افتی بہ العلامۃ خیر الرملی کما ھو محرر فی فتاواہ من الاقرار نقلا
عن جامع الفصولین میراث جبری ہی اسقاط سے ساقط نہین ہوتی علامۂ خیر رملی نے اسپر فتوی دیا ہی جیسا کہ
یہ اُنکے فتاوی مین جامع فصولین سے منقول ہی **سوال** عصبہ بنفسہ اور عصبہ بالغیر مین کسکو ترجیح ہے

امثال میت ام بنت اخت ابن الاخ زوجہ میت ام بنت اخت ابن الاخ زوج میت ام بنت اخت ابن الاخ

**جواب** ان صورتون مین عصبہ بالغیر قرب کی وجہ سے مقدم ہی اور عصبہ بنفسہ محجوب ہی فتاوے
عالمگیری مین ہی العصبۃ مع غیرھا اذا کانت اقرب الی المیت من العصبۃ بنفسھا کانت العصبۃ مع غیرھا
اولی بیانہ اذا ھلک الرجل وترک بنتا واختا لاب وام وابن اخ لاب فنصف المیراث للبنت والنصف
للاخت ولا شئ لابن الاخ لان الاخت صارت عصبۃ مع البنت وھی ادنی الی المیت من ابن الاخ
وکذلک مکان ابن الاخ اخ لاب بلا شئ للاخ کذا فی المحیط عصبہ مع غیر جب میت کے عصبہ بنفسہ سے
زاید قریب ہو تو عصبہ مع غیر اولی ہی مثلا ایک شخص مرا اور اُس نے ایک لڑکی ایک حقیقی بہن اور ایک
سوتیلے بھائی کا لڑکا چھوڑا تو نصف میراث لڑکی کی ہی اور نصف بہن کی اور بھتیجے کا کچھ نہین ہے کیونکہ

بہن لڑکی کے ساتھ عصبہ ہوگئی اور یہ میت سے بہ نسبت بھتیجے کے زائد قریب ہی اسی طرح جب بھتیجے کی جگہ پر سوتیلا بھائی ہو تو بھائی کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط مین ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی] اصاب المجیب حررہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ **سوال** زید مرگیا اور اُس نے ایک نواسا اور ایک نواسی اور ایک بھتیجا اور ایک پوتا اور دو پوتیان چھوڑین تو ترکہ کیونکر تقسیم ہوگا **جواب** بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و رفع موانعہ ترکہ کے چار حصے ہونگے دو پوتے کو اور ایک ایک ہر پوتی کو ملیگا اور باقی سب محروم ہین **سوال** خنثے جسکے مرد اور عورت ہونے کی دونون علامتین موجود تھین علامت مردی کی وجہ سے اُس نے عورت کے ساتھ نکاح کیا اور علامت انوثیت کی وجہ سے اُس نے مرد کے ساتھ نکاح کیا اُسکے دو لڑکے ہوئے ایک مرد سے دوسرا عورت سے اُسکے مرنے کے بعد ایک لڑکا کہتا ہی کہ میت میرا باپ تھا اور دوسرا لڑکا کہتا ہے کہ میت میری ماں تھی پس اُس خنثی کا متروکہ کیونکر تقسیم ہوگا اور شرعا ایسا واقعہ ممکن ہے یا نہین **جواب** ممکن ہی عبد النبی احمد نگری حواشی فرائض شریفیہ مین لکھتے ہین انی سمعت ممن یوثق بہ ان النصیر الطوسے کان لہ فرجان فرج الرجل وفرج المرأۃ وکان متلذذا بلذتین وتعشق علے رجل جسیم قوی طویل اللحیۃ کثیر الجماع فکان مشغوفا ومحظوظا لیلا ونہارا بینکہ وکانت لہ امرأۃ قد ینیک بہا مین نے قابل وثوق لوگونسے سنا ہی کہ محقق طوسی کے دو آلہ تھے ایک مرد کا اور دوسرا عورت کا اور وہ دونون طرح کی لذتین اُٹھاتا تھا اور ایک مرد پر عاشق تھا جسکے بڑی سی ڈاڑھی تھی اور جو بہت تن و توش والا تھا اور بہت جماع کرتا تھا محقق طوسی کو اُس سے بہت محبت تھی اور دن رات اُس سے لطف اٹھاتا تھا اور اُسکی ایک بی بی بھی تھی جس سے وہ جماع کرتا تھا۔ اور سید احمد حموی حواشی اشباہ ونظائر مین لکھتے ہین من غرائب المسائل المتعلقۃ بالخنثی المشکل ما ذکرہ فی الفصول المہمۃ فی مناقب الایمۃ وذلک ان علیا کرم اللہ وجہہ وقعت لہ واقعۃ حار علماء وقتہ فیہا وھو ان رجلا تزوج بخنثی لہا فرج کفرج النساء وفرج کفرج الرجال واصدقہا جاریۃ کانت لہ ودخل بالخنثی واصابہا فحملت وجاءت بولد ثم ان الخنثی وطیت الجاریۃ فحملت منہ لولد واشتہرت ورفع امرہم الی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فسأل عن الخنثی فاخبرتہ تحیض وتطأ وتوطأ وتمنی من الجانبین وقد حبلت واحبلت فصار الناس متحیر الافہام فی جوابہا وکیف الطریق الی حکم قضائہا وفصل خطابہا فاستدعی علے احد غلامیہ برقا وقنبر وامرہما ان یذہبا

الی ھذہ الخنثی ویعد اضلاعھا من الجانبین فان کانت مساویۃ فھی امرأۃ وان کان الجانب الایسر انقص من الجانب الایمن بضلع واحد فھی رجل فذھبا الی الخنثی وعدا اضلاعھا فوجدا اضلاع الجانب الایسر انقص من الجانب الایمن بضلع فجاء واخبراہ بذلک وشھدا عندہ فحکم علی الخنثی بانھا رجل وفرق بینھا وبین زوجھا والدلیل علی ذلک ان اللہ تعالی لما خلق آدم علیہ السلام وحیدا اراد الاحسان الیہ فجعل لہ زوجا من جنبہ یسکن کل واحد الی صاحبہ فلما نام آدم خلق اللہ من ضلعہ القصری من جانبہ الایسر حواء فانتبہ فوجدھا حالۃ الی جانبہ کاحسن مایکون من الصورۃ فلذلک صار الرجل ناقصا من جانبہ الایسر علی المرأۃ بضلع والامرأۃ کاملۃ الاضلاع من الجانبین والاضلاع الکاملۃ اربعۃ وعشرون ضلعا ھذا فی المرأۃ واما فی الرجل فثلثۃ وعشرون اثنتی عشر فی الایمن واحد عشر فی الایسر خنثی مشکل کے متعلق عجیب مسائل مین سے یہ ہی جو فصول مہمہ فی مناقب الایمہ مین مذکور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے مین ایک واقعہ پیش آیا جس مین اُن کے زمانے کے تمام علما متحیر ہو گئے وہ یہ کہ ایک شخص نے ایک خنثی سے شادی کی جسکی ایک عورت کی ایسی فرج تھی اور ایک مرد کی ایسی (اسکی تصدیق اُسکی ایک لونڈی نے کی) اور اس نے خنثی کے ساتھ جماع کیا جس سے اُسکے حمل رہا اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا پھر خنثی نے اُس لونڈی کے ساتھ وطی کی اور اُس سے لونڈی کے لڑکا پیدا ہوا یہ واقعہ مشہور ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسکی خبر پہونچی اُنھون نے اس کے متعلق خنثی سے دریافت کیا اُس نے کہا کہ اُسے حیض آتا ہے اور وہ وطی کرتا ہے اور اُسکے ساتھ وطی کیجاتی ہے اور اُسکو دونون آلون سے انزال ہوتا ہی لوگ اس معاملے مین متحیر رہ گئے کہ اس کا فیصلہ کیونکر کیا جائے اور اس معاملے مین کیا حکم کیا جاے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کسی سے کہا کہ میرے دونون غلامون یرقا اور قنبر کو بلاؤ جب وہ آئے تو اُنکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ خنثی کے پاس جائین اور اُسکے دونون طرف کی پسلیان گنین اگر برابر ہون تو عورت ہے اور اگر بائین طرف داہنی طرف سے ایک پسلی کم ہو تو وہ مرد ہے پس وہ دونون گئے اور اُنھون نے خنثی کی پسلیان گنین تو داہنی جانب سے بائین جانب ایک پسلی کم تھی اُن دونون نے واپس آکر حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو خبر دی اور اُسکی شہادت دی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ وہ خنثی مرد ہی اور اُسکے اور اُسکے شوہر کے درمیان تفریق کرا دی اور اُسکی دلیل یہ ہی کہ جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو

تنہا پیدا کیا تو چاہا کہ اُنپر احسان کرے لہذا اُنکے پہلو سے اُنکا ایک جوڑا بنایا تاکہ ہر ایک اپنے ساتھی کا دل بہلائے پس حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام سوگئے اللہ تعالی نے اُنکے بائین جانب کی سب سے چھوٹی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو بہترین صورت پہ پیدا کیا اسی لیے مرد کے بائین جانب ایک پسلی کم ہوگئی اور عورت کے دونون جانب پوری پسلیان رہین اور پوری پسلیان چوبیس ہین یہ عورت کے ہوتی ہین اور مرد کے تیئیس پسلیان ہوتی ہین بارہ داہنے جانب اور گیارہ بائین جانب پس صورت مسئولہ مین اگر کسی طرح یہ معلوم نہین ہوا کہ یہ خنثی مرد ہے یا عورت تو اُسکا ترکہ دونون لڑکون کو برابر ملیگا **سوال** دانشمند خان اور فتح اللہ خان اور فصاحت خان اور مسماۃ عظیمن چارون حقیقی بھائی بہن تھے ان سب نے اپنے باپ سے وراثۃً جائداد مشترکہ پائی تھی پہلے دانشمند خان نے اپنے ایک لڑکے نبی داد خان کو چھوڑکر انتقال کیا پھر فتح اللہ خان نے ایک لڑکی مسماۃ بنو کو چھوڑکر انتقال کیا پھر فصاحت خان نے اپنے بیٹے احمد اللہ خان کو چھوڑکر انتقال کیا پھر مسماۃ عظیمن اپنی تین لڑکیان چھوڑکر مری اب احمد اللہ خان ولد فصاحت خان نے وفات پائی اس نے اپنی ایک بی بی اور دو لڑکیون کو جنکا نام شہزادی اور نوازی ہے چھوڑا۔ احمد اللہ خان کی بی بی نے مشترکہ موتی جائداد پر دست تصرف دراز کیا ہے پس اس صورت مین دریافت طلب یہ امر ہے کہ ریاست موروثی مین سے کس کو شرعا کسقدر ملنا چاہیے۔ **جواب** بعد تقدیم ما تقدم علی الارث ورفع موانعہ جائداد پدری سے دو دو حصے دانشمند خان اور فتح اللہ خان اور فصاحت خان کو اور ایک حصہ عظیمن کو ملے گا اور دانشمند خان کا حصہ اُس کے لڑکے نبی داد خان کو ملے گا۔ اور فتح اللہ خان کے حصہ مین سے آدھا اُسکی لڑکی بنو کو ملے گا اور باقی مین سے دو حصے فصاحت خان کو اور ایک عظیمن کو ملے گا اور فصاحت خان کا حصہ اُس کے بیٹے احمد اللہ خان کو ملے گا اور عظیمن کے حصہ مین سے دو ثلث اُسکی تینون لڑکیون پہ برابر برابر تقسیم ہوگا اور باقی مین برابر برابر نبی داد خان اور احمد اللہ خان پائین گے اور احمد اللہ خان کے حصہ مین سے ثمن اُسکی زوجہ کو اور دو ثلث شہزادی اور نوازی کو اور باقی نبی داد خان کو ملے گا واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم الجواب صحیح واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

[ابو الحسنات محمد عبد الحی]

# کتاب البیعۃ والخلافۃ

سوال جب شاہ محمد یوسف رحمہ اللہ نے انتقال فرمایا تو شاہ محمد عاشق رحمہ اللہ جو اُنکے بھائی اور منجملہ خلفا کے تھے باتفاق قوم سجادہ نشین ہوے پھر جب شاہ محمد عاشق رحمہ اللہ نے انتقال فرمایا تو جمیع خاندان کے اتفاق سے شاہ محمد اسمعیل صاحب سجادہ نشین ہوے جو شاہ محمد یوسف رحمہ اللہ کے خلیفہ اور شاہ کریم الدین کے نواسے ہین جو شاہ محمد یوسف رحمہ اللہ کے جد اعلی کے پوتے ہین اور شاہ محمد یوسف رحمہ اللہ کی بیٹی مسماۃ خدیجہ بی بی بھی انکو بیاہی ہین اور شاہ محمد یوسف رحمہ اللہ نے اُنکو خرقہ خلافت بھی دیا ہی اور اُسوقت سے ابتک کچھ برس سے زیادہ زمانہ گذر گیا کسی نے کسی قسم کا اعتراض بھی نہین کیا اور تعلیم و ارشاد کا سلسلہ ان سے بہت اچھی طرح ابتک جاری ہی اور تمام عوام وخواص خصوصا امرا اور روسا انکے معتقد اور ان کے چال چلن وضع عادت سے بہت خوش ہین اب شاہ محمد محسن صاحب جو شاہ غلام چشتی صاحب کے بیٹے ہین اور یہ شاہ غلام چشتی شاہ غلام اعلم جد اعلی شاہ محمد یوسف رحمہ اللہ کے پوتے ہین اسکے مدعی ہین کہ شاہ محمد اسمعیل صاحب شاہ غلام اعلم کے دختری اولاد ہین اور مین پسری اولاد ہون اس لیے شاہ محمد اسمعیل صاحب مسند سجادہ نشینی سے ہٹا دیے جائین اور مین اُنکی جگہ پر بٹھایا جاؤن تو آیا اُنکا یہ دعوے شاہ محمد اسمعیل صاحب کے مقابلہ مین جو داماد اور خلیفہ شاہ محمد یوسف رحمہ اللہ کے ہین اور اُن سے خرقہ بھی پا چکے ہین صحیح ہی یا نہین اور شرعًا اُن کو سجادہ نشینی مین کسی قسم کی ترجیح حاصل ہی یا نہین۔ جواب جاننا چاہیے کہ خلافت اور سجادہ نشینی کے مسائل ارباب تصوف کے نزدیک خلافت کبرے کے مسائل سے مستنبط ہین اور خلافت کبرے کے باب مین علم کلام کی کتابون مین مذکور ہی کہ یہ امر موروثی نہین ہی بلکہ منوط وجود قابلیت و استجماع شرائط خلافت پر ہی اور خلافت کا تحقق کئی طریقون سے ہوتا ہی (۱) خود امام سابق اُسکو خلیفہ کردے (۲) وہ امام خلافت کو چند لوگون کے مشورہ پر محول کرے اور ارباب مشورہ کسی مستحق کو خلیفہ بنا دین (۳) امام سابق کی وفات کے بعد علما اور روسا کسی کو خلیفہ کردین۔ اور اگر یہ تینون صورتین نہون اور ایک شخص بشرطیکہ خلافت کی قابلیت رکھتا ہو بطور خود قہرًا و استیلاءً خلیفہ بن بیٹھے اور لوگ اُسکے مطیع اور منقاد ہو جائین تو اس صورت مین بھی خلافت منعقد ہو جائیگی اور کتب کلام مین

یہ بھی مذکور ہے کہ تحقق خلافت کے بعد کسی خلیفہ کا معزول کرنا جائز نہیں ہے مگر جبکہ اُس سے امور خلافت کا انصرام نہو سکے۔ مولانا سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ شرح مقاصد میں لکھتے ہیں وینعقد الامامۃ بطرق احدھا بیعۃ اھل الحل والعقد من العلماء والرؤساء والثانی استخلاف الامام وعہدہ وجعلہ الامر شوریٰ بمنزلۃ الاستخلاف الا ان المستخلف غیر متعین فیتشاورون ویتفقون علی احدھم والثالث القھر والاستیلاء فاذا مات الامام وتصدی للامامۃ من یستجمع شرائطھا من غیر بیعۃ واستخلاف وقھر الناس بشوکتہ انعقد الخلافۃ لہ ولا یجوز خلع الامام بلا سبب ولو خلعوہ لم ینفذ وان عزل فان کان لعجزہ عن القیام بالامر انعزل والا فلا انعقاد امامت مختلف طریقوں سے ہوتا ہے (۱) علما اور رؤسائے اہل حل وعقد کا بیعت کرنا (۲) امام کا خلیفہ بنانا اور عہد لے لینا اور مشورہ پر چھوڑ دینا بمنزلہ خلیفہ بنانے کے ہے لیکن اس صورت میں خلیفہ متعین نہیں ہوتا بلکہ لوگ مشورہ کرکے کسی ایک پر اتفاق کر لیتے ہیں (۳) جبر واستیلا کہ جب امام مرجائے تو ایک شخص جس میں شرائط امامت پائے جاتے ہوں بلا بیعت واستخلاف کے امام بن بیٹھے اور اپنی شوکت اور اپنے دبدبے سے لوگوں کو مجبور کرے تو اس کی خلافت منعقد ہو جاتی ہے اور بلا وجہ امام کو معزول کرنا درست نہیں ہے اور اگر بلا وجہ لوگ اُسے معزول کریں تو وہ معزول نہوگا اور اگر وہ خود اپنے کو معزول کردے تو اُسکی وجہ اگر یہ ہو کہ وہ امامت کے امور کو انجام نہیں دے سکتا تو پھر وہ معزول ہو جائے گا ورنہ وہ معزول نہ ہوگا۔ پس صورت مسئولہ میں جبکہ شاہ محمد اسمعیل صاحب کو جملہ اہل خاندان نے باتفاق خلیفہ کر دیا اور انکو شاہ محمد یوسف رحمہ اللہ سے خرقۂ خلافت بھی ملا ہے اور امور متعلقۂ خلافت کے انصرام میں بھی ان سے کسی قسم کا فتور نہیں پایا گیا تو ان کی خلافت مستقر ہو گی اور مدعی کا دعوے گو وہ شاہ محمد یوسف رحمہ اللہ کے جد اعلیٰ کی اولاد پسری میں بھی ہو صحیح نہیں ہے اس لیے کہ خلافت وراثت نہیں ہے جس سے پسری اولاد کو دختری اولاد پر ترجیح ہو بلکہ اُس کا ثبوت چند طرق پر موقوف ہے اور اُن طرق کا تحقق اس مقام میں ہے اور کوئی امر باعث عزل خلیفہ کا نہیں ہے

**سوال** زید نے نابالغی کے زمانے میں اپنے چند ہم عمر لڑکوں کی ترغیب سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کی اور بلوغ کے بعد جب پیر ملا اور اُس کو چند امور خلاف شرع کا مرتکب پایا اور اُس سے بدکو کوئی ہدایت بھی نہیں ہوئی اس لیے زید اب چاہتا ہے کہ دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرے پس تحقیق یہ

جائز ہے یا نہین جواب صورت مسئولہ مین بیعت ثانی جائز ہے اور بیعت اولی مانع نہین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ قول جمیل مین تحریر فرماتے ہین ان تکرر البیعۃ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ماثور وکذلک عن الصوفیۃ اما من الشخصین فان کان لظہور خلل فی من بایعہ فلاباس وکذلک بعد موتہ او غیبتہ المنقطعۃ واما بلاعذر فانہ یشبہ الملاعب ویذہب بالبرکۃ ویصرف قلوب الشیوخ عن تعہدہ تکرار بیعت حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے منقول ہی اور اسی طرح حضرات صوفیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی تکرار بیعت منقول ہی لیکن دو شخصون سے بیعت کرنا اگر اس وجہ سے ہو کہ پہلے جسکے ہاتھ پر بیعت کی تھی اُس مین کوئی بری بات ہی یا وہ مرگیا یا غائب ہوگیا ہی تو جائز ہی ورنہ بیعت کھیل کود ہو جاے گی اور اسکی برکت جاتی رہیگی اور شیوخ کے قلوب مرید کے معاہدے کو قابل وقعت نہ خیال کرین گے۔ **سوال** ایک اثنا عشری شخص امامت کے بارے مین بحث کرتا ہے کہ بارہ امام کی قید قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے اہل سنت وجماعت کا عمل قرآن شریف اور حدیث کے خلاف ہی پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ کہ اہل سنت وجماعت کے مذہب مین بارہ امامون کی قید ہی یا نہین اگر ہی تو کیا ہی اور امامت بارہ پر کیون مخصوص ہوئی دوسری اولاد کیون امام نہین قرار دی گئی اور جو قرآن مجید مین ہی ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور بھیجے اُن مین سے بارہ نقیب بھیجے۔ اور فائدہ مین لکھا ہی یہ بیان فرمایا ہی کہ بنی اسرائیل سے عہد لینا حضرت موسی علے نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کی آخر عمر مین یہ اقرار لیے ہین یہ سورہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی آخر عمر مین نازل ہوئی ہے شاید ہمکو سنایا اس داسطے کہ ہمکو بھی یہی امید ہے کہ ایک عہد اُس امت سے لینا کہ رسول جو بعد ہو اُن کی مدد کرو اُسکے بدل معنے یہ ہین کہ خلفاء کی اطاعت کرو یہ مذکورۂ بالا سرداروں کا بیان فرمایا ہے اسی اشارہ کو حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہے میری امت مین بارہ خلیفہ ہونگے قوم قریش سے اور فرمایا جو خرابی ہوئی پہلے امت مین تو ہوگی ہمین سے جیسا کہ وہ خراب ہوے پیغمبرون کی مخالفت سے یہ امت خراب ہوگی خلیفہ پر خروج کرکے پس یہ بارہ خلیفہ کون ہین اور اُن کے نام کیا ہین اور یہ حدیث کہ بارہ امام قریش ہی سے ہون گے صحیح ہے یا نہین اگر ہی تو وہ حدیث بھی جواب مین تحریر فرما دیجیے

**جواب** ہفوات شیعہ کا جو بارہ دوازدہ امام کے کہتے ہین اسکا قرآن شریف اور حدیث نبوی مین کہین نشان نہین ہے۔ ہان احادیث سے یہ امر صراحۃً ثابت ہی کہ اس امت مین بارہ خلفا ہون گے کہ اُنکی خلافت پر اکثر لوگ اتفاق کرین گے اور وہ خلفا قریش سے ہونگے وہ اشاعت دین اور ہدایت مین سرگرم ہونگے اور تخصیص اُنکے ساتھ اہل بیت نبویؐ کی نہین وارد ہے کہ اُس سے خواہ مخواہ بارہ امام مراد لیے جائین بلکہ بعض روایتون مین یون وارد ہوا ہے کہ میری امت مین بارہ خلیفہ ہون گے اُن مین سے دو میرے اہل بیت سے ہون گے اور علمانے ان خلفا کی تعیین کی ہی سیوطی تاریخ الخلفا مین لکھتے ہین قد وجد من اثنا عشر خلیفۃ الخلفاء الاربعۃ والحسن ومعاویۃ وعبداللہ بن الزبیر وعمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ ھؤلاء ثمانیۃ ویحتمل ان یضم الیہم المھدی من العباسین لانہ فیھم کعمر بن عبدالعزیز فی بنی امیۃ وکذلک الطاھر بما اتاہ من العدل ویبقی اثنان احدھا المھدی لانہ من اہل بیت محمد بارہ خلفا مین سے خلفاے اربعہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم یہ آٹھ خلیفہ تو ہو چکے احتمال ہے نوین خلفاے بنی عباس مین سے مہدی ہون کیونکہ بنو عباس مین مہدی ویسے ہی تھے جیسے بنوامیہ مین عمر بن عبدالعزیز اور اسی طرح طاہر کیونکہ اُنھون نے عدل بہت کیا ہی باقی رہے دو اُنمین سے ایک مہدی ہین کیونکہ وہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین سے ہین۔ اس قول کے موافق بارہ خلفا مین سے دس خلفا متعین ہو گئے (۱) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ (۵) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ (۶) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (۹) حضرت مہدی رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت طاہر رضی اللہ عنہ۔ اور گیارھوین امام مہدی آخر الزمان ہونگے اور بعضون نے انھین خلفا مین معاویہ بن یزید بن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو بھی شمار کیا ہے پس اس کے موافق گیارہ خلفا ہو گئے بارھوین کا انتظار ہے واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

# کتاب الاقرار

**سوال** زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا اور ہندہ کے باپ عمرو سے اقرار کیا کہ مین ہندہ کو تمھاری ہی یہان رہنے دونگا اور کہین نہ لیجاؤن گا تو اس اقرار کا پورا کرنا زید پر واجب ہے یا نہین اور بصورت عدول عنداللہ ماخوذ ہوگا یا نہین۔ **جواب** اس اقرار کا ایفا قضاءً واجب نہین ہے زید کو اختیار ہی کہ وہ اپنی زوجہ ہندہ کو اپنے گھر لیجائے مگر فیما بینہ وبین اللہ ایفاے وعدہ لازم ہے اور خلف عدہ باعث لزوم اثم ہے حدیث صحیح مین وارد ہے آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف الخ منافق کی تین علامتین ہین جب واقعہ بیان کرے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے الخ اور اشباہ مین ہے الخلف فی الوعد حرام کذا فی اضحیۃ الذخیرۃ وعدہ خلافی کرنا حرام ہی یہ ذخیرہ کے باب اضحیہ مین ہے۔**سوال** مساۃ ہندہ نے عمرو سے اقرار کیا اور لکھکے بھی دیدیا کہ جب میرا حصہ میرے باپ کی جائداد سے الگ ہوجائے گا جو اسوقت دوسرے شرکا کے حصون مین مشترک ہے تو مین تمکو سات روپیہ ماہوار تا حیات اسکے عوض مین دون گی اور میرے بعد میری اولاد بھی تمکو اور تمھارے بعد تمھاری اولاد کو یہ ماہوار دیتی رہے گی۔ اس اقرار کے پانچ چھ مہینے بعد مساۃ ہندہ نے اپنی کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ اپنی لڑکی کے نام ہبہ کردی اور بلا ذکر اس سات روپیہ ماہوار کے ہبہ نامہ کو مرتب کراکے اپنی لڑکی کو ہبہ نامہ دیدیا اور منجملہ دوسرے گواہون کے عمرو نے بلا تعرض اس ماہوار کے اپنی گواہی بھی اُس ہبہ نامہ پر کی پھر واہبہ مذکورہ نے انتقال کیا اور اب تک مساۃ ہندہ مذکورہ کا حصہ دوسرے کے مشترک حصون مین سے پورے طور سے علیحدہ نہین ہوا ہی بلکہ آدھا یا اس سے کچھ کم زیادہ علیحدہ ہوا ہے اور عمرو موہوب لہ سے اُس سات روپیہ ماہوار کا دعوی کرتا ہی پس قابل دریافت یہ امر ہی کہ جب ہندہ کا حصہ پورے طور سے دوسرون کے مشترکہ حصون مین سے علیحدہ بھی نہین ہوا ہی اور ہندہ نے ہبہ نامہ مین اُس سات روپیہ ماہوار کا ذکر بھی نہین کیا اور عمرو نے باوجودیکہ اُس ہبہ نامہ پر گواہی بھی کی مگر اُس ماہوار کے درج ہبہ نامہ نہونے پر کچھ تعرض نہین کیا تو عمرو کا اب اُس سات روپیہ ماہوار کے بابت دعوے کرنا درست ہی یا نہین اور یہ دعوی شرعا مسموع ہوگا یا نہین۔

**جواب** ہندہ کا محض عمرو سے اقرار کرلینا عمرو کے استحقاق کو ثابت نہین کرتا ہی زیلعی نے شرح کنز مین

اسکی تصریح کی ہی کہ استحقاق بدون عقد یا قبض کے نہین ہوتا اور ایسا ہی فتاوی بزازیہ مین ہی پس عمرو کا دعوے مسموع نہوگا۔ **سوال** زید نے عمرو سے اقرار کیا اور لکھدیا کہ اگر میرا یہ کام تیری سعی سے پورا ہو جائیگا تو مین اور میرے ورثا تیرے ساتھ نسلا بعد نسل و بطنا بعد بطن دس روپیہ ماہوارہ کا سلوک کرتے رہین گے یا یون اقرار کیا کہ مین نقد و جنس اسقدر تجھکو دونگا اور پھر وہ کام بھی پورا ہوگیا۔ اس اقرار اور تحریر کے بعد زید اپنے اقرار سے پھر گیا یا وہ تو نہین پھر اگر اُسکے مرنے کے بعد اُسکے ورثا اُسکے اقرار کو پورا نہین کرتے یا زید نے عمرو سے کسی چیز کے دینے کا بے کسی کام لیے ہوے اقرار کیا اور پھر اقرار سے پھر گیا یا وہ تو نہین پھر اگر اُسکے مرنے کے بعد اُس کے ورثا اُسکے اقرار کو پورا نہیں کرتے پس تعلیق اور غیر تعلیق کی حالت مین شرعا کیا حکم ہی آیا درصورت تعلیق بعد رجوع یا موت مقر کے عمرو کا حق زید یا اُسکے بعد ورثاے زید سے عند القضا بجبر و اکراہ دلایا جائیگا یا نہیں اور درصورت غیر تعلیق زید کی حین حیات مین اوسکے نفس خاص پر یا اُسکی موت کے بعد ورثا پر ایفاے وعدہ لازم ہی یا نہین اور حاکم یا قاضی بجبر دلا سکتا ہی یا نہین۔ **جواب** دونون صورتون مین زید کو ایفاے وعدہ لازم ہی اور وعدہ خلافی کرنا گناہ کبیرہ ہی حدیث صحیح مین وارد ہی ثلاث من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کان فیہ خصلۃ منہا کان فیہ خصلۃ من النفاق حتے یدعہا اذا احدث کذب واذا ائتمن خان واذا عاہد غدر تین باتین ہین جس مین یہ پائی جائین وہ منافق ہی اور جسمین ان مین سے ایک پائی جائے اُس مین نفاق کی ایک علامت پائی جاتی ہی تاوقتیکہ وہ اسے نہ چھوڑدے (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب امانت رکھے تو خیانت کرے (۳) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ اور اگر زید وفاے وعدہ نہین کرتا ہی تو قاضی جبرا نہین دلا سکتا کیونکہ مجرد وعدہ سے عمرو کا استحقاق نہین ہوتا بزازیہ مین ہے المراد من جواز الجعل من جانب واحد فی المسابقۃ الحل لا الاستحقاق فانہ لا یستحق بالشرط لشئ لعدم العقد والقبض یہ جو کہا جاتا ہے کہ گھوڑدوڑ مین ایک طرف سے کچھ بدلینا جائز ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ حلال ہے نہ یہ کہ اس سے استحقاق ثابت ہوتا ہے کیونکہ محض شرط سے کسی قسم کا حق متحقق نہین ہوتا اس لیے کہ عقد و قبضہ متحقق نہین ہین۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض شرط کرنے یا وعدہ کرنے سے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہین ہوتا ہی اور زید کی وفات کے بعد اگر زید نے ایفاے وعدہ کی ورثا کو وصیت نہین کی ہی تو

اُنپر مورث کے وعدے کا ایفا کرنا واجب نہین ہی۔ **سوال** اگر زید نے اقرار کیا کہ ہندہ میری منکوحہ زوجہ ہی تو یہ اقرار ثبوت زوجیت مین معتبر ہوگا یا نہین **جواب** ہوگا ہدایہ مین ہے ویجوز اقرار الرجل بالوالدین والولد والزوجۃ والمولی لانہ اقر بما یلزمہ ولیس فیہ تحمیل النسب علی الغیر کسی شخص کا والدین اور لڑکے اور بی بی اور غلام کے بارے مین اقرار کرنا جائز ہے اس لیے کہ اُس نے اُس چیز کا اقرار کیا ہی جو اُسکو لازم ہی اور اُس مین نسب کا اُٹھانا غیر کے لیے نہین ہی واللہ اعلم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

محمد عبد الحی ابو الحسنات

# کتاب الصلح

**سوال** اگر شفیع نے حق شفعہ سے کوئی چیز لیکے صلح کر لی اور اپنے حق کو چھوڑ دیا تو یہ صلح جائز ہی یا نہین **جواب** جائز نہین ہی اور حق شفعہ باطل ہوگیا اور جو چیز اوسکے عوض مین لی ہی واپس کرے ہدایہ مین ہی وان صالح من شفعۃ علی عوض بطلت الشفعۃ ورد العوض لان حق الشفعۃ لیس بحق متقرر فی المحل بل ہو مجرد حق التملک فلا یصلح الاعتیاض عنہا اور اگر حق شفعہ سے کسی عوض پر صلح کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور عوض واپس کرنا ہوگا اس لیے کہ حق شفعہ کوئی حق نہین ہی جو محل مین مقرر ہو بلکہ صرف حق تملیک ہی پس اُس سے عوض لینا صحیح نہین ہی۔ اور عنایہ مین ہی حق الشفعۃ حق ان یتملک وذلک لیس بحق فی المحل قبل التملک فاخذ البدل اخذ مال فی مقابلۃ ما لیس بشئ ثابت فی المحل وذلک رشوۃ حرام حق شفعہ ایسا حق ہی جو مالک کر دیتا ہی اور یہ نہین ہی حق محل مین قبل تملک کے پس بدل کا لینا مال کا لینا ہی اوس کے مقابلہ مین جو محل مین ثابت نہین ہی اور یہ رشوت حرام ہے **سوال** اگر شفیع نے دعوے حق شفعہ سے یا دوسرے حقوق کے دعوون سے کسی چیز پر صلح کر لی تو یہ صلح جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی درمختار مین ہی صح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعۃ وحق وضع الجذوع علی الاصح الاصل انہ متی توجہت الیمین نحو الشخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراہم جاز حتی فی دعوی التعذیر کذا فی المجتبی بر مذہب اصح حق شرب اور حق شفعہ اور حق وضع الجذوع (دہنیان رکھنا) کے دعوے سے صلح کرنا صحیح ہی اور اصل یہ ہی کہ جب

یمین کسی حق مین کسی شخص کی طرف ہو تو دراہم سے یمین کا فدیہ دینا جائز ہی یہان تک کہ دعوے تقدیرین بھی جائز ہی یہ مجتبی مین ہی۔ **سوال** اگر قاذف نے صلح کرکے کوئی چیز مقذوف کو دی کہ وہ اپنے حق سے باز آوے یا تو یہ صلح جائز ہی یا نہین **جواب** حموی رحمہ اللہ نے اشباہ مین لکھا ہی رجل قذف محصنا او محصنۃ فارا د المقذوف حد القاذف فصالحہ القاذف علے دراہم مسماۃ او علے شئے اٰخر علے ان یعفوہ عنہ ففعل لم یجز الصلح حتی لا یجب المال وھل یسقط الحد ان کان ذلک قبل المرافعۃ الی القاضی بطل ذلک وان کان ذلک بعد المرافعۃ الی القاضی لا یبطل الحد ایک شخص نے پاک مرد یا پاک عورت پر تہمت لگائی پس مقذوف نے قاذف کی حد کا ارادہ کیا پس قاذف نے اُس سے مقررہ دراہم پر یا کسی اور شے پر صلح کی کہ وہ اُس سے حد معاف کردے پس اُس نے معاف کردی تو یہ صلح جائز نہین ہی یہان تک کہ نہ مال واجب ہی اور نہ حد ساقط ہوگی اگر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہونے کے پہلے ہو تو حد باطل ہو جائے گی اور اگر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہونے کے بعد ہو تو حد باطل نہوگی۔ **سوال** پرورش علی خان جو منصب دار اور سرکاری ملازم تھا ایک لڑکی دولارا بیگم اور ایک متبنی سرور علی اور ایک داماد فتح علی یعنے شوہر دولارا بیگم کو چھوڑکے مرگیا مسماۃ دولارا بیگم نے اجراے اسامی منصب داری کے محمد جہانگیر علی صغیر سن کے نام کوشش کی جسکو دولارا بیگم نے گود لیا تھا اور یہ فتح علی کی دوسری بی بی سے ہی۔ اور سرور علی متبنا ئے مرحوم سے اس طرح صلح کی کہ پانچ آنہ مین لونگی اور پانچ آنے تم کو دونگی اور دو آنے جہانگیر علی کو دونگی اور چار آنے سے مرحوم کا قرضہ ادا کرونگی اور وہ اسامی مذکو بفضل الٰہی سرکار کی طرف سے جہانگیر علی کے نامزد بھی ہو گئے پس صلح مذکور شرعا درست ہی یا نہین اور صلح کے موافق ہر ایک پائے گا یا کل کا مالک جہانگیر علی ہی ہی۔ **جواب** بشرط صدق اظہار مستفتی شرعا سرور علی اور فتح علی دونون مین کوئی مرحوم کا وارث نہوگا فقط لڑکی اُسکی وارث ہی مگر نوکری عطیہ سرکار ہی جس کا نام دفتر مین لکھا جائیگا وہی تنخواہ پائے گا لڑکی کو بھی اُس مین کچھ مداخلت نہین ہی اگر متروکہ ہوتا تو فقط لڑکی ہی وارث قرار پاتی اور متبنی اور داماد دونون محروم رہتے پس اس حالت مین جو صلح کی گئی وہ صحیح نہین ہی البتہ جہانگیر علی اگر بلحاظ حق السعی کچھ اپنی علاتی مان کو اپنی تنخواہ مین سے دے تو اُسے اختیار ہی اُس پر جبر نہین کیا جا سکتا قرض متروکہ سے ادا کرنا چاہیے اور نوکری متروکہ نہین ہے جو اوس بار کو اٹھائے شریفیہ مین ہے

الا ول يبد أ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم يقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله پہلے میت کی تکفین شروع کیجائے اور اس مین نہ کسی قسم کی زیادتی کیجائے نہ کمی پھر جو کچھ بچ رہے اُس سے اُسکا قرض ادا کیا جاے۔ اور وجیز کردری مین ہے اذا کان فی الدیوان عطاء مکتوب باسم رجل فنازعه فیه آخر وادعی انه له فصالحه المدعی علیه علی دراهم او دنانیر حالة او الی اجل فالصلح باطل وکذا الوصالحه علی شئ بعینه فهو باطل کذا فی المبسوط والعطاء الذی جعل الامام العطاء له دفتر مین اگر کسی شخص کے نام کوئی عطیہ لکھا ہو پس اوس مین دوسرے شخص نے جھگڑا کیا کہ یہ میرا ہو اور مدعا علیہ نے اُس سے کچھ دینار یا دراہم دیکر یا وعدہ کرکے مصالحت کر لی تو یہ صلح باطل ہو اور اسیطرح اگر اُسی کوئی چیز دیکر مصالحت کی تو بھی باطل ہو یہ مبسوط مین ہے اور عطیہ اُسی کا ہو جس کے لیے امام نے مقرر کیا ہو۔ واللہ اعلم حررہ خادم الشرع التمسک بشرع دین محمد مفتی سید فخر الدین احمد

الجواب صحیح واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** اگر شفیع نے مشتری سے یون صلح کی کہ مکان مشفوع نصف یا ثلث یا ربع مین لیلون گا اور باقی مین شفعہ نہ کرونگا تو یہ صلح جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی عالمگیری مین ہو وان صالحه علی ان یاخذ نصف المشتری او ثلثه او ربعه علی ان یسلم الشفعة فی الباقی کان جائزا اور اگر اس بات پر صلح کرے کہ جو چیز خریدی جا رہی ہو اُسکا نصف یا ثلث یا ربع اس عوض مین لیگا کہ باقی مین شفعہ نہ کرے تو جائز ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

# باب الغصب

**سوال** غصب کسے کہتے ہین **جواب** درشرح غرر مین ہو الغصب شرعا اخذ مال متقوم محترم من ید مالکه بلا اذنه لا خفیة غصب شرعا محفوظ اور محترم مال کو بغیر مالک کی اجازت کے اُسکے ہاتھ سے لے لینے کو کہتے ہین نہ چوری سے لینے کو **سوال** باپ بیٹے کے مال مین تصرف کرسکتا ہو یا نہین **جواب** انتہائی حاجت کے وقت باپ بیٹے کے مال مین تصرف کرسکتا ہو اور بلا حاجت بغیر اجازت کے باپ کو بیٹے کے مال مین تصرف کرنا درست نہین ہو اور حدیث انت ومالك لابيك تم اور تمھارا مال تمھارے باپ کے لیے ہو کے یہی معنی ہین یعنی ضرورت

کے وقت جیسا کہ ہدایہ کے بعض مواضع سے ظاہر ہوتا ہی **سوال** عقار مین غصب ہوتا ہی یا نہین۔
**جواب** شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک غصب منقولات مین متحقق ہوتا ہی پس اگر کسی نے عقار کو مالک سے لیا اور کسی سماوی آفت کی وجہ سے (جیسے بہیا) وہ ہلاک ہوگیا تو شیخین کے نزدیک لینے والے پر ضمان نہین ہی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ضمان ہی کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک عقار مین بھی غصب متحقق ہوتا ہی اور فتوی امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہی اراضی موقوفہ مین مگر غیر اراضی موقوفہ مین فتوے شیخین یعنے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول پر ہی یہ جامع الرموز مین ہی اور درمختار مین ہے الغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وھلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد رحمہ اللہ وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی وذکر ظہیر الدین رحمہ اللہ فی فتاواہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان غصب مال منقولہ مین نہین متحقق ہوتا ہی پس اگر زمین کو غصب کیا اور کسی آفت سماوی کی وجہ سے زمین ہلاک ہوگئی تو ضمان نہ لیا جائیگا اس مین امام محمد رحمہ اللہ کا اختلاف ہی اور اسی کے موافق ایمہ ثلثہ رحمہم اللہ کا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ عینی کے کتاب الوقف مین ہی اور ظہیر الدین رحمہ اللہ نے اپنی فتاوے مین لکھا ہی کہ فتوی غصب زمین اور موقوفہ گھر مین ضمان کے ساتھ ہی **سوال**۔ جبکہ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک زمین مین غصب نہین ہی پس اگر زید بکر کی زمین لیکر اپنے قبضہ مین لائے تو اُس پر اُسکا رد لازم ہوگا یا نہین **جواب** شیخین رحمہما اللہ کا یہ قول کہ زمین مین غصب متحقق نہین ہوتا حکم ضمان کے ساتھ مخصوص ہی یعنے اگر کسی نے زمین غصب کی اور وہ زمین کسی آفت سماوی کی وجہ سے ہلاک ہوگئی تو نفس زمین کا ضمان لازم نہوگا اور ماورای ضمان جیسے وجوب رد مین تو شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک غصب زمین مین بھی متحقق ہوتا ہی درمختار مین ہی وفی اجارۃ القیض انما لا یتحقق الغصب عندھما فی العقار فی حکم الضمان اما فی وراء ذلک فیتحقق الا تری انہ یتحقق فی الرد فکذا فی استحقاق الاجرۃ اجارۃ القیض مین ہی کہ زمین مین غصب کا متحقق نہونا حکم ضمان کے ساتھ مخصوص ہی مگر اسکے علاوہ مین متحقق ہوتا ہی کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ رد مین ضمان متحقق ہوتا ہی پس اسی طرح استحقاق اجرت مین ضمان متحقق ہوتا ہی **سوال** جو زمین اجرت پر چلتی ہی یا جو دوکانین کرایہ پر چلتی ہین اگر کسی شخص نے اُس زمین یا اُن دوکانون کو غصب کرکے اُٹھا کرایہ لیا تو کرایہ کا ضمان اسپر لازم آئیگا یا نہین۔

**جواب** اجرمثل لازم آئے گا تنویرالابصار مین ہی منافع الغصب استوفاہ او عطلہا غیر مضمونۃ الا ان یکون وقفا او مال یتیم او معدا للاستغلال غصب کے منافع کے لینے یا معطل رکھنے مین ضمان نہین ہی مگر جبکہ وہ وقف کا مال ہو یا یتیم کا مال ہو یا کرایہ حصول کرنیکے لیے مہیا کیا گیا ہو اور قنیہ مین ہے الاصح ان المنافع تضمن فی ثلثۃ مواضع فی ساحۃ الوقف وفی اموال الایتام وفی مہیا للاجر کالدکاکین المعروفۃ للاستغلال فان الاستعداد للاستغلال اقیم مقام العقد الفاسد فیلزم علے الغاصب اجر المثل للمالک ولا فرق بین الدار والارض والحمام والرحی وغیر ذلک سواء فیہ استعملہا او عطلہا اصح یہ ہو کہ تین موقعون مین ضمان لیا جاتا ہو وقف کے نفع مین یتیم کے مال مین اور وہ چیزین کہ اجرت پر دیجاتی ہین جیسے وہ دکانین جو کرایہ حاصل کرنیکے لیے رکھی گئی ہین کیونکہ کرایہ حاصل کرنے کی استعداد عقد فاسد کی قائم مقام ہی پس غاصب کو اجر مثل مالک کو دینا ہوگا اور کوئی فرق گھر اور زمین اور حمام اور چکی وغیرہ مین نہین ہی برابر ہو کہ استعمال کرے یا نہ کرے۔ اور سراجیہ مین ہے اذا سکن دارا معدۃ للغلۃ من غیر استیجار یجب اجر المثل وعلیہ الفتوی اور جب ایسے گھر مین بلا کرایہ ٹہرے جو کرایہ حاصل کرنیکے لیے بنایا گیا ہی تو اجر مثل دینا واجب ہوگا اور اسی پر فتوی ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: ابوالحسنات محمد عبدالحی]

# کتاب الشفعۃ

**سوال** زید عمرو بکر برادران حقیقی شفیع ہین زید شرع کے موافق طلب مواثبت اور اشہاد کے شرائط بجالایا اور بکر سے عمل مین نہین آئے مگر طلب خصومت کے وقت تینون کی طرف سے بسبب یکجائے خورد و نوش وکار و بار کے بالاجمال مبیعہ کے نسبت دعوے رجوع ہوا تو شرعا یہ کل دعوی قابل سماعت ہی یا نہین اور عمرو اور بکر کا نام شامل ہونے کی وجہ سے زید کا دعوے باطل ہوگا یا نہین۔ **جواب** اس صورت مین زید کا دعوی حق شفعہ مین باطل نہو گا۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ بیشک زید کا دعوے مسموع ہوگا اور کل برادران کا دعوی مسموع نہوگا واللہ علیم حررہ ابوالاحیا محمد نعیم غفرلہ العلی العظیم الحکیم **ھوالموفق** زائد سے زائد یہ ہی کہ حاکم عمرو اور بکر کا دعوے خارج کردے گا اور زید کا دعوے

شرع مسموع ہوگا واللہ اعلم کتبہٗ انور علی عفی عنہ۔ اصاب من اجاب کتبہٗ ابو الجیش محمد مہدی عفا عنہ الہادی
صح الجواب نمقہ خادم الاولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد۔ صح الجواب حررہ محمد رحمت اللہ
عفی عنہ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ اصاب من اجاب کتبہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ
ذلک فضل اللہ **سوال** زید عمرو بکر نے طلب خصومت مین شامل ہوکر دعوے حاکم کے پاس رجوع
کیا اور بر انفصال مقدمہ کے پہلے زید اور عمرو نے اپنے حق کو ساقط کیا اور طلب خصومت سے بری ہوگئے
اس صورت مین بکر کے حق مین تو کچھ خلل نہوگا۔ **جواب** اس صورت مین بکر کے حق مین کچھ خلل نہوگا
عنایہ مین ہے اذا اجتمع الشفعاء واسقط بعضہم حقہ فان کان ذلک قبل القضاء فالشفعۃ للباقین
فی الکل جب مدعین شفعہ جمع ہوجائین اور بعض اپنے حق کو ساقط کردین تو اگر یہ قضاے قاضی کے
پہلے ہو تو باقی کو کل مین حق شفعہ ہوگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی
تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ **جواب** صحیح ہے اور صاحب درمختار کا قول بھی اسکی تائید کرتا ہے فلہ
قبلہ فلمن بقی اخذ الکل لزوال المزاحمۃ اگر یہ قضاے قاضی کے پہلے ہو تو باقی کو کل مین حق شفعہ ہوگا
جیسا کہ اُسوقت باقی کا کل مین حق ہوتا ہے جب کوئی مزاحم باقی نرہے۔ واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم
غفر لہ العلی الرب الحکیم۔ **جواب** صحیح ہے عالمگیری مین ہے اذا کان للدار شفیعان سلم احدہما الشفعۃ
قبل الاخذ وقبل القضاء کان للآخر ان یاخذ الکل وبعد الاستیفاء وبعد القضاء یبطل حق کل
واحد منہما عما قضی لصاحبہ حتی اذا کان للدار شفیعان وقضی القاضی بالدار بینہما ثم سلم احدہما
بمالصیبہ لم یکن للآخر ان یاخذ الجمیع اگر دو شخصون کو ایک گھر پر حق شفعہ کا دعوے ہو اور ایک اپنے
حق کو قبل اخذ وقضاے قاضی کے چھوڑ دے تو دوسرے کو کل کے لینے کا حق ہوگا اور
بعد قضاے قاضی ہر ایک کا حق باطل ہوجائیگا کیونکہ قاضی نے اُسکے ساتھی کے لیے بھی حق شفعہ کا
حکم دیا ہے اور یہان بعد صلح سب اوسیکے پاس رہگیا مثلاً جب ایک گھر مین دو شخصون کو حق شفعہ
تھا اور قاضی نے حکم کیا کہ گھر دونون کا ہے پھر ایک نے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو دوسرے کو کل لینے
کا حق نہین ہے۔ واللہ اعلم کتبہٗ انور علی عفی عنہ۔ الجواب صحیح نمقہ خادم الاولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ
اللہ الاحد۔ اصاب من اجاب کتبہ ضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ ذلک فضل اللہ صح الجواب
واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد رحمت اللہ عفا عنہ اللہ لاتقنطو من رحمۃ اللہ اصاب من اجاب کتبہٗ

ابوالجیش محمد مہدی عفا عنہ الہادی۔ **سوال** ایک شخص نے شفعہ مین طلب مواثبت کے بعد بطرح پر طلب اشہاد کیا کہ دو شاہد عادل کے موجودگی مین نزد بائع یا مشتری یا عقار کے طلب کیا مگر لفظ فاشہدوا علی ذلک و مایؤدی مؤداہ ادا نہین کیا پس یہ طلب معتبر ہی یا نہین **جواب** ظاہر اکثر کتب فقہ سے اشہاد کا شرط ہونا معلوم ہوتا ہی مگر خانیہ مین اُسکے خلاف تصریح کی ہی در مختار مین ہی اقول ظاہر عباراتہم لزوم الاشہاد فیہ لکن رأیت فی الخانیۃ انما سمی الثانی طلب الاشہاد لا لان الاشہاد شرط فیہ بل لیمکنہ اثبات الطلب عند جحود الخصم انتہی تامل مین کہتا ہون کہ فقہا کی ظاہر عبارتون سے معلوم ہوتا ہی کہ شفعہ مین طلب اشہاد کرنا لازم ہی لیکن خانیہ مین ہی کہ دوسرے کو جو اشہاد کہتے ہین اُسکی وجہ یہ نہین ہی کہ شہادت شرط ہی بلکہ اُسکا منشا یہ ہی کہ انکار خصم کے وقت آسانی ہو اتہی اسپر غور کرو۔ ظہیریہ مین ہی والثانی ان یقول اطلب الشفعۃ فی الدار التی اشتراہا من فلان دوسرے یہ کہ کہے مین اُس گھر مین شفعہ طلب کرتا ہون جسے اس نے فلان سے خرید اہی اور قنیہ مین ہی طلب الاشہاد انہ اذا لقی المشتری یقول اطلب الشفعۃ فی التی اشتریتہا من فلان ویذکر حدودہا فسلمہا طلب اشہاد یہ ہے کہ جب مشتری سے ملے کہے کہ مین اُس گھر مین شفعہ طلب کرتا ہون جسے تمنے فلان شخص سے خریدا ہی اور اُسکے حدود ذکر کردے اور وہ اس شفعہ کو تسلیم کرے **سوال** (۱) شفعہ مین طلب مواثبت اور اشہاد نیابۃً وکالۃً ہوسکتی ہی یا نہین (۲) زید اپنے محل زینداری پر نہین رہتا بلکہ ہمیشہ باہر رہتا ہی اُس نے اپنی طرف سے ایک شخص کو وکیل مقرر کر کے اُسکو ماذون مطلق کردیا ہی کہ ہر طرح کی طلب خصومت اور مواثبت اور طلب حقوق ہماری طرف سے کیا کرے اور کسی امر مین اگرچہ حق شفعہ بھی ہو ہم سے اذن جدید کا محتاج نرہے ایسا وکیل و ماذون مطلق طلب مواثبت و طلب خصومت شفعہ اُس موکل کی طرف سے کرسکتا ہی یا نہین۔ (۳) ایک عقار مین چند شخص متفق ہوکر ایک درخواست کے ذریعہ سے کل شفعہ کے دعوے کا حاکم کے پاس رجوع کرسکتے ہین یا نہین (۴) توکیل کے لیے تحریر وکالت نامہ شرط ہی یا نہین (۵) عقار واحد مین اپنی طرف سے اصالتاً اور دوسرون کی طرف سے وکالتاً طلب مواثبت و اشہاد یا طلب خصومت شفعہ کرسکتا ہی یا نہین اور اگر من حیث الوکالۃ اُسکی طلب باطل ہوگی تو طلب من حیث الاصالۃ کا کیا حال ہی (۶) عقار واحد مین طلب مواثبت و اشہاد کئی شخصون کی طرف سے ایک

وکیل ایک صیغہ مین کرسکتا ہی یا نہین **جواب** (۱) ہوسکتی فتاوی عالمگیری مین ہی ویجوز التو
کیل بطلب الشفعۃ کذا فی البدائع طلب شفعہ کے لیے کسی کو وکیل بنانا جائز ہی یہ بدایع مین ہی۔
اور خزانۃ المفتیین مین ہی الشفیع اذا علم بالشراء فی طریق مکۃ فطلب طلب المواثبۃ وعجز عن
الاشہاد بنفسہ یوکل وکیلا یطلب لہ الشفعۃ صاحب شفعہ کو جب بیع کا علم مکہ کے راستہ مین ہو
اور اُس نے طلب مواثبت کی اور خود حاضر نہوسکا تو کسی کو اپنا وکیل بنا دے جو اُسکے حق شفعہ کا
مطالبہ کرے اور ہدایہ مین ہی کل عقد جاز ان یعقدہ الانسان بنفسہ جاز ان یوکل بہ غیرہ جس عقد
کو انسان خود کرسکتا ہی اُس مین اپنی طرف سے دوسرے کو وکیل بھی بناسکتا ہی (۲) کرسکتا ہی اشباہ
مین ہی الوکیل اذا کانت وکالتہ عامۃ مطلقۃ یملک کل شئی الا الطلاق الزوجۃ وعتق العبد ووقف
البیت وکیل کی وکالت جب عام اور مطلق ہو تو اُسے موکل کے تمام امور کا اختیار ہی اُسکی بی بی کو
طلاق دینے اور اُسکے غلام کو آزاد کرنے اور اُسکے گھر کے وقف کرنے کے سوا۔ اور رسالۃ المسالۃ الخاصۃ
فی الوکالۃ العامۃ مین ہی الوکیل وکالۃ عامۃ یملک کل شئی الا الطلاق والعتاق والوقف والھبۃ
علی المفتی بہ وکیل جسکی وکالت عام ہو تو تمام امور کا اختیار رکھتا ہی مگر طلاق عتاق وقف اور ہبہ کا
اختیار بر قول مفتی بہ نہین رکھتا ہی (۳) رجوع کرسکتے ہین (۴) وکالت نامہ شرط نہین ہی جیسا کہ
عامہ کتب فقہ سے مستفاد ہوتا ہی (۵) وکیل جو خود بھی شفیع ہی اگر موکل کی طرف سے طلب شفعہ کریگا
تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے منقول ہی اذا وکل رجل الشفیع ان
یاخذ الدار لہ بالشفعۃ فاظھر الشفیع ذلک فلیس لہ ان یاخذھا لان طلبہ لغیرہ تسلیم منہ للشفعۃ
بانما یطلب البیع من الموکل ولو طلب البیع لنفسہ کان مسلما للشفعۃ فاذا طلبھا لغیرہ کان اولی۔
ایک شخص نے اپنا حق شفعہ طلب کرنے کے لیے وکیل ایسے شخص کو بنایا جسکو خود بھی حق شفعہ تھا
اور اُس نے اس بات کو ظاہر کردیا کہ مین اُسکا وکیل ہون تو اب اُسے اُسکا حق نہین رہا کہ خود
اُس چیز کو لے کیونکہ دوسرے کے شفعہ کا طلب کرنا اُسکے شفعہ کا تسلیم کرلینا ہی اب اُسے صرف یہی
حق ہی کہ اپنے موکل کی جانب سے بیع کا مطالبہ کرے اور اگر اپنے لیے بیع کا مطالبہ کریگا تو وہ شفعہ کو تسلیم
کرنا ہوگا پس اگر دوسرے کے لیے مطالبہ کرے تو بہتر ہی۔ (۶) کرسکتا ہی اگر وہ شخص سب کی طرف سے
وکیل ہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

اصاب المجیب کتبہٗ ابو الجیش محمد مہدی عفا عنہ الہادی - صح الجواب حررہ محمد رحمت اللہ عفی عنہ
لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ہو الموفق الاجوبۃ صحیحۃ اور عبارت مندرجہ استفتا منقول عنہا کے ساتھ
مطابق ہین اور تحریر وکالت نامہ اور ایک شخص کا چند شفیعون کی طرف سے وکیل ہونا صحیح ہے
جیسا کہ عالمگیری اور تفسیر احمدی سے بھی معلوم ہوتا ہی واللہ اعلم کتبہٗ انور علی عفی عنہ - اصاب المجیب
کتبہٗ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ ذلک فضل اللہ **سوال** اگر شفیع نے ایک ماہ تک
بلا عذر طلب تملیک کو ترک کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوا یا نہین - **جواب** صورت مرقومہ مین محققین
کے نزدیک شفیع کا شفعہ باطل ہوا کیونکہ اگرچہ اس مسئلے مین دو قول ہین ایک حضرت امام اعظم ابو حنیفہ
کوفی رحمہ اللہ کا اور دوسرا امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ کا لیکن محققین نے بنظر رفع ضرر و اضرار قول
ثانی پر فتوی دیا ہی فتاوی عالمگیری مین مرقوم ہی - وعن محمد و زفر رحمہما اللہ وھو روایۃ عن ابی
یوسف رحمہ اللہ ان اشھد وترک المخاصمۃ شھرا من غیر عذر تبطل شفعتہ والفتوی علی قولھما
کذا فی محیط السرخسی امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ سے منقول ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی
یہی روایت ہی کہ اگر با وجود علم کے ایک ماہ تک بلا عذر مخاصمت نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور فتوی
اُن دونون کے قول پر ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور زیلعی نے لکھا ہی الفتوی الیوم علی ھذا لتغیر
احوال الناس فی الاضرار بالغیر آجکل اسی پر فتوی ہی کیونکہ دوسرے کو ضرر پہونچانے کے بارہ مین
لوگون کے حالات بدل گئے ہین - اور رد المحتار حاشیہ درمختار مین ہی قال شیخ الاسلام وقاضی خان
فی فتاواہ وشرحہ علی الجامع ومشی علیہ فی الوقایۃ والنقایۃ والذخیرۃ والمغنی وفی الشرنبلالیۃ عن
البرھان انہ اصح ما یفتی بہ قال یعنی انہ اصح من تصحیح الھدایۃ والکافی وتمامہ فیھا وعزاہ
القہستانی الی المشاھیر کالمحیط والخلاصۃ والمضمرات وغیرھا اسکے شیخ الاسلام قائل ہین اور
قاضی خان نے اپنے فتاوی اور شرح جامع مین بھی یہی لکھا ہی اور وقایہ نقایہ ذخیرہ اور مغنی مین یہی
مذہب اختیار کیا گیا ہی اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ مفتی بہ اقوال مین سب سے زائد
صحیح ہی یعنی ہدایہ وکافی نے جس مذہب کو صحیح لکھا ہی یہ اُس سے زائد صحیح ہے اور اسکے بعد لکھا ہی
کہ قہستانی نے اسے مشاہیر جیسے صاحب محیط وخلاصہ ومضمرات وغیرہ کے جانب منسوب کیا ہی واللہ
اعلم وعلمہ اتم حررہ محمد بشیر السہسوانی - فی الواقع اگرچہ اس مسئلہ مین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک

ظاہر الروایۃ کے موافق شفعہ باطل نہوگا اور ہدایہ اور کافی مین اسی کو مفتی بہ لکھا ہی لیکن محققین حنفیہ
کی کثیر جماعت امام محمد رحمہ اللہ کے فتوی کی قائل ہی نہایہ شرح ہدایہ مین ہی ان ترک ھذا الطلب
بغیر عذر لا تبطل شفعتہ وان طالت المدۃ وعلی قولہما تبطل اذا طالت المدۃ واختلفت الروایات
عنہما فی طول المدۃ ففی روایۃ عن محمد ثلثۃ ایام وفی اخری بشہر وھو احدی الروایات عن ابی یوسف
رحمہ اللہ قال شیخ الاسلام الفتوی الیوم علی ھذا وھکذا ذکر ایضا فی الجامع الصغیر لقاضی خان
فکان ما اختارہ فی الکتاب ان الفتوی علی قول ابی حنیفۃ مخالف لروایات ھذہ الکتب اگر بلا کسی عذر
کے یہ مطالبہ نہ کیا تو شفعہ باطل نہوگا اگرچہ بہت عرصہ بھی گذر جاے اور صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر
جب مدت طویل ہو جاے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہی اور طول مدت کے متعلق صاحبین رحمہما اللہ سے مختلف
روایتین ہین ایک مین امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تین دن ہین اور دوسرے مین ایک مہینہ اور
ایک روایت مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی یہی منقول ہی شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ آجکل
اسی پر فتوی ہی قاضی خان کی جامع صغیر مین بھی یہی لکھا ہی تو کتاب (ہدایہ) مین جو امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ کے قول پر فتوی لکھا ہی وہ ان کتابون کی روایتون کے خلاف ہی اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین
ہی قال فی شرح المجمع وفی الجامع الخانی الفتوی الیوم علی قول محمد رحمہ اللہ لتغیر احوال الناس فی قصد
الاضرار انتہی وبہ ظہر ان افتاءہم بخلاف ظاہر الروایۃ لتغیر الزمان ونظائرہ کثیرۃ وقصد الاضرار
فی زماننا کثیر شرح مجمع اور قاضی خان کی جامع مین ہی کہ آجکل امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہی کیونکہ
ضرر پہونچانے مین اب لوگون کے حالات بدل گئے ہین انتہی اس سے معلوم ہوگیا کہ ظاہر روایت کے
خلاف اس وجہ سے فتوی دیا گیا ہی کہ زمانہ بدل گیا ہی اس کی مثالین بکثرت ہین اور ہمارے زمانے
مین ضرر پہونچانا بہت ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ
عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی] واقعی متاخرین متبحرین کے مطابق اسکا شفعہ باطل ہو۔ کمال الدرایۃ
مین ہی وبتاخیرہ شہرا من غیر عذر مرض او حبس یبطل عند محمد رحمہ اللہ وھو قول زفر رحمہ اللہ و
اختیار الکرخی وبہ ای بقول محمد یفتی الیوم لقصد اھل الزمان الی الاضرار لغیرھم شرح نقایہ مین ہے
کہ بلا عذر مرض یا قید کے ایک مہینہ تک مطالبہ مین تاخیر کرنے سے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک شفعہ باطل
ہو جاتا ہی اور یہی امام زفر رحمہ اللہ کا قول ہی اور کرخی نے اسی کو اختیار کیا ہی اور اسی پر یعنے امام محمد رحمہ اللہ

کے قول پر آجکل فتویٰ ہی کیونکہ اس زمانے کے لوگ دوسرون کو ضرر پہونچانا چاہتے ہین۔ اور برجندی نے مختصر وقایہ کی شرح مین لکھا ہی وبہ ای بقول محمد رحمہ اللہ یفتی کذا فی مبسوط الامام خواھرزادہ والمحیط والروضۃ والتتمۃ وفتاوی قاضی خان والخلاصۃ اسیر یعنے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوے ہی یہ امام خواہرزادہ رحمہ اللہ کے مبسوط اور محیط اور روضہ اور تتمہ اور فتاوی قاضی خان اور خلاصہ مین ہے واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم۔ **سوال** ہندہ نے منجملہ چند مکانات مشترکہ چند اشخاص کے حصہ ایک شریک کا بذریعہ بیعنامہ کے خرید کیا ہی اور دعوی شفیع کا بربناے شرع شریف منجانب دیگر شرکا کے دائر ہوا ہی مابین فریقین بابت تعمیل مراتب مواثبت و استشہاد کے بحث ہی شفیع کی طرف سے طلب مواثبت و استشہاد یون ظاہر کی گئی ہی کہ نو بجے دن کو علم بیع کے وقت اُن اشخاص کے روبرو جو شفیع کے رشتہ دار ہین اور جن سے بیع کا علم ہوا شفیع نے کہا حق ہمارا ہی ہم لین گے پھر شفیع نے اُنھین اشخاص کو روپیہ لینے کے لیے مہاجن کی کوٹھی مین بھیجا چنانچہ وہ روپیہ لائے اور دوپہر کے قریب بائع کے پاس اُس گاؤن مین جہان وہ رہتا تھا گئے اور مکانات مشفوعہ شہر مین واقع ہین اور اس شہر اور اُس گاؤن کے بیچ مین دریا حائل ہی اور وہ گانون شہر سے ایک کوس کے فاصلہ پر واقع ہی اور بائع جائداد مشفوعہ کا قابض نہین تھا اور مشتریہ شفیع کے مکان کے متصل شہر مین منجملہ مکانات مشفوعہ کے ایک مکان مین بیع کے قبل سے موجود تھی جب وہ لوگ بائع کے پاس گئے تو بائع سے کہا کہ شفیع نے کہا ہی کہ حق ہمارا ہی ہکو دو بائع نے جواب دیا کہ ہم بیع کر چکے مشتریہ کے پاس روپیہ لیجاؤ پھر وہ لوگ وہان سے پلٹ کر شام کے قریب مشتریہ کے شوہر کے پاس آئے اور کہا کہ شفیع اپنا حق لینے کو مستعد ہی یہ روپیہ اُس نے بھیجا ہی یہ سنکر مشتریہ کا شوہر زنانے مکان مین گیا اور وہان سے آکر اُس نے کہا کہ ہمنے مکان رہنے کو لیا ہی بیچنے کو نہین لیا ہی اور شفیع علم کے وقت ایک بار منجملہ مکانات مشفوعہ کے ایک مکان مین موجود تھا اب شفیع یہ استدلال پیش کرتا ہی کہ طلب مواثبت و استشہاد شرع کے موافق ہو گئی ہی اور مشتریہ یہ اعتراض کرتی ہی کہ طلب مواثبت و استشہاد شرع کے موافق نہین ہوئی کیونکہ وہ لوگ جن سے شفیع کو بیع کا علم ہوا تھا بقول شفیع اسوقت موجود تھے شفیع نے اُسکو چھوڑ کر طلب استشہاد بقول خود بائع غیر ذی ید سے کیا جو ایک گانون مین رہتا ہی جو شہر سے ایک کوس کے فاصلہ پر واقع ہی اور شفیع نے طلب مواثبت و استشہاد مین مکانات مشفوعہ کے

حدود اربعہ بیان نہین کیے پس قریب کو چھوڑ کر بعید سے استشہاد کرنا اور گواہون کے موجود ہونے
کی حالت مین اپنے طلب پر گواہ نکرنا اور مکانات مشفوعہ کے حدود اربعہ کا نہ بیان کرنا موافق فتاوی
عالمگیری وشامی وہدایہ وغیرہ کے مبطل شفعہ ہو اور کتب مذکورہ کے موافق مشتری یہ بھی اعتراض
کرتی ہی کہ چونکہ طلب استشہاد مین خود بقول شفیع تاخیر ہوئی لہذا وہ بھی مبطل شفع ہو اب سوال
یہ ہو طلب مواثبت و استشہاد شرع شریف کے موافق اس صورت مین متحقق ہو یا نہین اور مشتری کے
اعتراضات صحیح ہین۔ **جواب** عذر اول کہ شفیع نے دونون طلب کے وقت حاضرین کو گواہ نہین
بنایا غیر معتبر ہو کیونکہ طلب مواثبت مین گواہ بنانا لازم نہین جیسا کہ ہدایہ مین ہے والاشہاد فیہ لیس
بلازم وانما ہو لنفی التجاحد اس مین گواہ بنانا ضروری نہین ہو بلکہ محض اس غرض سے کہ انکار نہ
کیا جا سکے۔ اور نہایہ حاشیہ ہدایہ مین ہو۔ وذلک لان طلب المواثبۃ لیس لاثبات الحق وانما شرط
ہذا الطلب لیعلم انہ غیر معترض عن الشفعۃ وغیر راض بجوار ہذا الدخیل والاشہاد لیس بشرط
فیہ یہ اس لیے کہ طلب مواثبت اثبات حق کے لیے نہین ہوتی بلکہ یہ اسی وجہ سے شرط کی گئی ہو کہ یہ معلوم
ہو جائے کہ وہ شفعہ سے انکار نہین کرتا اور اس نئے آدمی کے پڑوسی بنانے پر راضی نہین ہو اور اسمین
گواہ بنانا شرط نہین ہے۔ اور عنایہ حاشیہ ہدایہ مین ہو الاشہاد فی ذلک لیس بشرط گواہ بنانا اسمین
شرط نہین ہو اور درمختار کے باب طلب الشفعہ مین ہے الاشہاد فیہ لیس بلازم بل لمخافۃ الجحود
اس مین گواہ بنانا لازمی نہین ہو بلکہ خوف انکار کی وجہ سے گواہ بنا لینا چاہیے۔ اور طلب اشتہاد مین
جو بعد طلب مواثبت کے بائع یا مشتری یا نفس شئے مبیع کے پاس ضرور ہے اگرچہ ظاہر ہدایہ اور اکثر
دوسری کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہی کہ گواہ بنانا ضروری ہو مگر معتبر یہ ہو کہ اس طلب مین بھی ضرور نہین
ہو رد المحتار حاشیہ درمختار مین ہو اقول ظاہر عباراتہم لزوم الاشہاد فیہ لکن رایت فی الخانیۃ انما سمے
الثانی طلب الاشہاد لا لان الاشہاد شرط بل لیمکنہ اثبات الطلب عند جحود الخصم مین کہتا ہون کہ
ظاہر عبارات فقہا سے معلوم ہوتا ہو کہ اس مین گواہ بنانا لازم ہو مگر مین نے خانیہ مین دیکھا ہو کہ ثانی
کو طلب الاشہاد اس وجہ سے بھی نہین کہتے کہ اُس مین گواہ بنانا شرط ہو بلکہ گواہ اس لیے بنائے
جاتے ہین کہ خصم کے انکار کے وقت اثبات طلب ممکن ہو۔ اور نتائج الافکار حاشیہ ہدایہ مین ہے
یمکن ان یمنع لزوم الاشہاد فی طلب التقریر یعنی طلب الاشہاد ایضا بناء علے ما ذکرہ قاضی خان فی فتاواہ

حیث قال وانما یسمی الثانی طلب الاشہاد لالان الاشہاد شرط بل لیمکنہ اثبات الطلب عند جحود الخصم
انتہے فانہ یدل علی ان الاشہاد فی طلب التقریر لیس بلازم بل انما ہو لنفی التجاحد کما فی طلب المواثبۃ
وبناء علی ماذکرہ صاحب الہدایۃ حیث قال واما الاشہاد علی ہذا الطلب فلیس بشرط وانما ہو
لتوثقہ علی تقدیر الانکار کما فی طلب الاول ممکن ہو کہ طلب تقریر یعنے طلب اشہاد مین گواہ بنانے کے
ضروری ہونے سے انکار کیا جائے اُس بنا پر کہ قاضی خان نے لکھا ہو کہ دوسرے کو طلب اشہاد کہنے کی وجہ
یہ نہین ہو کہ اشہاد شرط ہو بلکہ گواہ اس غرض سے بنائے جاتے ہین کہ انکار خصم کے وقت اثبات طلب
ممکن ہو انتہی کیونکہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہو کہ طلب تقریر مین گواہ بنانا لازم نہین ہو بلکہ وہ انکار کے روکنے
کیلیے ہو جیسا کہ طلب مواثبت مین ہو اور اس بنا پر کہ ہدایہ مین ہو اس طلب پر گواہ بنانا شرط نہین ہو بلکہ وہ مضبوطی
سے ہو کہ بر تقدیر انکار آسانی ہو جیسا کہ طلب اول مین ہو۔ اور عذر دوم اس وجہ سے غیر معتبر ہو کہ طلب
اشہاد مین اسی قدر ضروری ہو کہ یہ طلب بائع کے پاس ہو یا مشتری کے پاس یا شے مبیع کے پاس عام
اس سے کہ بائع یا مشتری ذوالید ہو یا نہو اور ذوالید کو چھوڑ کے غیر ذوالید کے پاس طلب کرنا مبطل
شفعہ نہین ہو ردالمحتار حاشیۂ درمختار کے باب ما یبطل الشفعۃ مین ہو تقدم انہ یصح الاشہاد علی المشتری
وان لم یکن العقار فی یدہ وکذا علی البائع وان لم تکن الدار فی یدہ استحسانا کما ذکرہ شیخ الاسلام
یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ مشتری پر گواہ بنانا صحیح ہو اگرچہ مال اُسکے ملک مین نہ ہو اسی طرح بائع پر
گواہ بنانا صحیح ہو اگرچہ گھر اُسکے قبضے مین نہو استحسانا جیسا کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہو۔ اور
فتاوی عالمگیری مین ہے ان کان المبیع فی ید المشتری ذکر الکرخی فی النوادر انہ لا یصح الاشہاد
علی البائع ونص محمد فی الجامع الکبیر انہ یصح الاشہاد علیہ بعد تسلیم المبیع استحسانا لا قیاسا کذا
فی محیط السرخسی اگر مبیع مشتری کے قبضے مین ہو کرخی رحمہ اللہ نے نوادر مین ذکر کیا ہو کہ بائع پر گواہ بنانا
درست نہین ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے جامع کبیر مین لکھا ہو کہ بائع پر گواہ بنانا تسلیم بیع کے بعد درست
ہو استحسانا لا قیاسا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور طلب اشہاد مین توقف کا عذر اس لیے غیر معتبر ہو کہ طلب
اشہاد کو کچھ فی الفور ہونا ضروری نہین ہو اور نہ اُسکی کوئی خاص مدت مقرر ہو کہ اُس سے تاخیر کرنا مبطل
شفعہ ہو بلکہ مدار تمکن پر ہو جیسا کہ جامع الرموز مین ہے انما ذکر کلمۃ ثم اشارۃ الی ان مدۃ ہذا الطلب لیست
علی فور المجلس بل مقدرۃ بمدۃ التمکن من الاشہاد کما فی النہایۃ وغیرہ کلمہ ثم سے اس جانب اشارہ

ہی کہ مدت طلب کچھ فی الفور نہین ہی بلکہ جب گواہی پر قدرت ہو جیسا کہ نہایہ وغیرہ مین ہی۔ باقی رہا یہ عذر کہ شفیع نے قریب کو چھوڑ کر بعید کے پاس طلب اشہاد کیا علے الخصوص جبکہ بعید یعنی بائع اُس شہر مین نہ تھا اور مکان مشفوع بہ اور مشتری شہر مین تھا پس اگرچہ یہ امر مختلف فیہ ہی کہ قریب چھوڑ کے بعید سے طلب کرنا مبطل شفعہ ہے یا نہین مگر اکثر کتب معتبرۂ فقہ سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ یہ امر مبطل شفعہ ہی جامع الرموز مین ہے فیہ اشارۃ الی ان لہ الاشہاد عند ابعد ھؤلاء مع الاقرب علی ما قال بعض المشائخ وذھب آخرون الی انہ انما یشھد عند الاقرب کما فی المحیط وغیرہ اس مین اس جانب اشارہ ہی کہ اُسے بعید کے پاس طلب اشہاد کا حق ہی جبکہ اقرب موجود ہو جیسا کہ بعض مشائخ نے کہا ہے اور دوسرے لوگ اس جانب گئے ہین کہ طلب اشہاد اقرب کے پاس کرے جیسا کہ محیط وغیرہ مین ہے اور تعالیق الانوار حاشیۂ درمختار مین شرنبلالیہ سے منقول ہی لو قصد الابعد من ھؤلاء الثلثۃ وترک الاقرب فان کانوا جمیعا فی المصر جاز استحسانا وان بعضھم فیہ والبعض فی مصر آخر او فی الرستاق فقصد الابعد وترک الذی ھو فیہ بطلت شفعتہ قیاسا واستحسانا کما فی التبیین اگر ان تینون مین سے ابعد کے پاس گیا اور اقرب کو چھوڑ دیا تو اگر سب شہر مین ہون تو استحسانا جائز ہی اور اگر بعض شہر مین اور بعض دوسرے شہر مین یا دیہات مین ہون اور وہ ابعد کے پاس گیا اور اقرب کو چھوڑ دیا جو اُس شہر مین تھا تو اُسکا شفعہ قیاسا اور استحسانا بھی باطل ہو گیا یہ تبیین مین ہی۔ اور رد المحتار حاشیۂ درمختار مین خانیہ سے منقول ہی ان کان المتبایعان والشفیع والدار فی مصر والدار فی ید البائع فالی ایھم ذھب الشفیع وطلب صح ولا یعتبر فیہ الاقرب والابعد لان المصر مع تباعد الاطراف کمکان واحد الا ان یختار علی الاقرب فلم یطلب فتبطل وان کان الشفیع وحدہ فی مصر آخر فالی ایھم ذھب صح وان احد المتبایعین فی مصر الشفیع فطلب من الابعد بطلت اگر بائع اور مشتری وشفیع اور گھر ایک ہی شہر مین ہون اور گھر بائع کے قبضے مین ہو تو جسکے پاس جا کر شفیع مطالبہ کرے اُسکا مطالبہ صحیح ہوگا اس مین اقرب اور ابعد کا کچھ اعتبار نہین ہی کیونکہ ایک شہر مثل ایک مکان کے ہی گو کہ اُسکے حصے ایک دوسرے سے دور ہون مگر یہ کہ ابعد کو اقرب پر اختیار کرے اور مطالبہ نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاے گا اور اگر اکیلا شفیع دوسرے شہر مین ہو تو جسکے پاس جائے مطالبہ صحیح ہو جاے گا اور اگر بائع و مشتری مین سے ایک شفیع کے شہر مین ہو پھر بھی وہ بعید سے طلب شفعہ کرے تو شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اور ایسا ہی فتاوی عالمگیری وغیرہ مین ہی مگر یہ حکم اُس صورت مین ہی جبکہ اقرب کو بالکل ترک کر دے اور ابعد سے

طلب شفعہ کرے اور صورت مسئول عنہا مین اقرب سے بالکلیہ ترک نہین پایا گیا اسوجہ سے کہ شفیع نے طلب اشہاد بائع و مشتری
دونون سے کیا ہے زائد سے زائد یہ ہے کہ اُس نے بائع سے اس خیال کیوجہ سے کہ وہ قابض ہوگا یا اور کسی وجہ سے
تقدیم کی اس سے تاخیر طلب اشہاد کی مشتری سے لازم آئی وہ مبطل شفعہ نہین کیونکہ قرائن اسپر قائم ہین کہ یہ تاخیر بغرض
اعراض نہ تھی اور ایسی ہی تاخیر طلب اشہاد کی بغرض اعراض نہو مبطل نہین ہے عینی نے بنایہ شرح ہدایہ مین لکھا ہے
اما اذا کان ھناک مانع والظاھر انہ ترک الاشھاد لا للاعراض فلا یسقط حق جب کوئی مانع موجود ہو اور بظاہر
ترک طلب بغرض اعراض نہو تو اُس کا حق ساقط نہو گا۔ اور یہ بھی لکھا ہے ثم اذا اتاخر بعد زمان کما
اذا علم فی اللیل فاخر الی الصبح او اقیمت الصلوۃ ویخاف فوت الصلوۃ فاخرہ لا یسقط شفعتہ
پھر اگر کچھ تاخیر کی مثلاً اُسے رات کو معلوم ہوا اور اُس نے صبح تک تاخیر کی یا نماز شروع ہو چکی تھی اور اُسے
نماز کے جاتے رہنے کا خوف تھا اس وجہ سے اُس نے تاخیر کی تو شفعہ باطل نہو گا۔ اسکے علاوہ شفیع نے
جسوقت طلب مواثبت دو گواہون کے سامنے کی اُس وقت وہ ایک گھر مین انھین گھرون مین سے
موجود تھا جنکی طلب مقصود تھی پس اُسکی یہ طلب دونون طلبون کی قائم مقام ہو گئی اور تاخیر اقرب
و تقدیم ابعد بھی لازم نہین آئی عینی شرح ہدایہ مین لکھتے ہین فی مبسوط شیخ الاسلام الشفیع انما یحتاج
الی طلب الاشھاد بعد طلب المواثبۃ اذا لم یمکنہ الاشھاد عند طلب المواثبۃ بان سمع الخبر حال
غیبۃ البائع والمشتری والدار اما اذا سمع المشتری عند حضرۃ ھولاء وطلب المواثبۃ وتشھد
علی ذلک فذلک یکفیہ ویقوم مقام الطلبین وایضا قال حتی لو سمع عند حضرۃ احد من البائع والمشتری
او عند الدار وجن عند طلب المواثبۃ واشھد علی ذلک یکفیہ ویقوم ذلک مقام الطلبین کذا فی
الفتاوی الظہیریۃ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے مبسوط مین ہے شفیع کو طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد
کی اُسوقت ضرورت ہوتی ہے جب طلب مواثبت کے وقت وہ کسی کو گواہ نہ بنا سکا ہو مثلاً اُسے بائع
اور مشتری اور گھر کی عدم موجودگی کے وقت خبر ہو لیکن جب مشتری ان کی موجودگی مین سنے اور طلب
مواثبت کرے اور اسپر شاہد بنائے تو یہ کافی اور دونون مطالبون کا قائم مقام ہے اور بھی لکھا ہے اگر
شفیع بائع و مشتری مین سے کسی کی موجودگی مین یا گھر کے پاس سنے اور طلب مواثبت کرے اور اسپر
شاہد بھی بنائے تو یہ دونون مطالبون کا قائم مقام ہوگا یہ فتاوی ظہیریہ مین ہے۔ حاصل یہ ہے کہ صورت
سوال مین بحسب ضوابط شرعیہ طلب مواثبت و استشہاد کا تحقق ہو گیا اور حق شفعہ ثابت ہو گیا اور

مشتری کے اعتراضات قابل اعتبار نہین ہین۔ **سوال** طلب خصومت مین اگر دیر واقع ہو توحق شفعہ باطل ہوتا ہی یا نہین جو قول مفتی بہ اور قابل اخذ ہو اُسکو تحریر فرمائیے۔ **جواب** اس مسئلہ مین حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمہ اللہ کے نزدیک موافق ظاہر الروایۃ کے شفعہ باطل نہوگا اور ہدایہ اور کافی مین اسی کو مفتی بہ لکھا ہی مگر جماعت کثیرۂ محققین حنفیہ رحمہم اللہ نے حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیا ہی عینی نے بنایہ شرح ہدایہ مین لکھا ہی ان ترک ہذا الطلب بغیر عذر لا تبطل شفعتہ وان طالت المدۃ وعلی قولہما تبطل اذا طالت المدۃ واختلف الروایۃ عنہما فی طول المدۃ ففی روایۃ عن محمدؒ ثلثۃ ایام وفی اخری الشہر وھو احدی الروایات عن ابی یوسفؒ قال شیخ الاسلامؒ الفتوی الیوم علی قول محمدؒ وھکذا ذکر ایضا فی الجامع الصغیر لقاضی خانؒ فکان ما اختارہ فی الکتاب ان الفتوی علی قول ابی حنیفۃؒ مخالفا لروایات ہذہ الکتب اگر یہ مطالبہ بلا کسی عذر کے نہ کیا تو شفعہ باطل نہوگا اگرچہ عرصہ بہت گذر جائے اور صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر جب مدت طویل ہو تو شفعہ باطل ہو جاتا ہی اور طول مدت کے متعلق صاحبین رحمہما اللہ سے مختلف روایتین ہین امام محمد رحمہ اللہ کی ایک روایت مین تین دن ہین اور دوسری مین ایک مہینہ اور ایک روایت مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی یہی منقول ہی شیخ الاسلام نے کہا ہی کہ آجکل فتوی اسی پر ہی قاضی خان کی جامع صغیر مین بھی یہی لکھا ہی تو کتاب (ہدایہ) مین جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتوی لکھا ہی وہ ان کتابون کی روایتین کے خلاف ہی اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہی قال فی شرح المجمع وفی الجامع الخانی الفتوی علی قول محمدؒ لتغیر احوال الناس فی قصد الاضرار انتھی وبہ ظہر ان افتاءہم بخلاف ظاہر الروایۃ لتغیر الزمان ونظائرہ کثیرۃ وقصد الاضرار فی زماننا کثیر شرح مجمع اور قاضی خانؒ کی جامع مین ہی کہ آجکل امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہی کیونکہ ضرر پہونچانے مین اب لوگونکے حالات بدل گئے ہین انتہی اس سے معلوم ہوگیا کہ ظاہر روایت کے خلاف فتوی اس وجہ سے دیا گیا ہی کہ زمانہ بدل گیا اسکی مثالین بکثرت ہین اور ہمارے زمانہ مین ضرر پہونچانا بہت ہے **سوال** باوجود قدرت کے اگر شفیع نے بائع یا مشتری یا مبیع کے نزدیک طلب اشہاد نہ کیا تو اس کا شفعہ باطل ہوگا یا نہین **جواب** باطل ہوگا عالمگیری مین ہی ثم طلب الاشہاد مقدر بالتمکن من الاشہاد حتی تمکن من الاشہاد عند حضرۃ واحد من البائع والمشتری والمبیع ولم یطلب الاشہاد بطلت شفعتہ نفیا للضرر عن المشتری پھر طلب اشہاد موقوف ہی گواہونکی

قدرت پر پس جب طلب شہادت پر قدرت ہو بائع اور مشتری او ر مبیع مین سے کسی ایک کے حاضر ہونے کے وقت اور طلب اشہاد نہ کرے تو مشتری کو ضرر سے بچانے کے لیے شفعہ باطل ہو جاتا ہی۔ **سوال** اگر شفیع نے مجلس علم بیع مین طلب شفعہ نہ کیا اور طلب مواثبت فوت ہو گئی تو شفعہ باطل ہوا یا نہین ح **جواب** باطل ہو گیا جامع الرموز مین ہر فان اخر الشفیع احدھما ای الطلبین طلب مواثبۃ عن المجلس وطلب الاشہاد عن مدۃ التمکن عند بطل الشفعۃ الا بعذر مثل غیبۃ مدۃ السفر پس اگر شفیع نے دونون طلبون مین سے ایک کو موخر کر دیا یعنے طلب مواثبت کو مجلس سے اور طلب اشہاد کو قدرت رکھنے کی مدت سے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہی مگر کسی عذر سے مثلاً سفر کی مدت مین غائب ہونے کی وجہ سے اور عالمگیری مین ہے اما طلب المواثبۃ فھو انہ اذا علم الشفیع بالبیع ینبغی ان یطلب الشفعۃ علی الفور واذا سکت ولم یطلب بطلت شفعتہ وھذا روایۃ الاصل والمشہور من اصحابنا وروی ھشام عن محمد رحمہ اللہ ان طلب فی مجلس لعلم فلہ الشفعۃ والا فلا بمنزلۃ خیار المخیرۃ وخیار القبول لیکن طلب مواثبت یہ ہے کہ جب شفیع کو بیع کا علم ہو تو اُسے فوراً طلب شفعہ کرنا چاہیے اور اگر چپ رہا اور شفعہ طلب نہ کیا تو اُس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور یہ اصل کی روایت ہے اور جو ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور جو ہشامؒ نے محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر مجلس علم مین مطالبہ کرے تو اُس کے لیے شفعہ ہے ورنہ نہین جیسے خیار مخیرہ اور خیار قبول۔ **سوال** زید نے عمرو پر اراضی کا دعوے کیا اور عمرو نے انکار کیا پھر زید نے اُس اراضی مین سے تھوڑی اراضی لیکر باقی سے ابراء کیا پس شفیع شفعہ کا اُس اراضی مین جو زید نے لی ہی یا اُس اراضی مین جو عمرو کے قبضہ مین ہی دعوے کر سکتا ہی یا نہین **جواب** نہین کیونکہ بیع اور معاوضہ کی صورت متحقق نہین، ہی زید نے جو اراضی لی ہی اپنے خیال کے موافق اپنا حق لیا ہی اور باقی سے اُس نے ابراء کر کے جسطرح وہ عمرو کے قبضے مین تھی چھوڑ دی تنویر الابصار مین ہی وھی تملیک البقعۃ جبرا علی المشتری بما قام علیہ شفعہ جبراً کسی چیز کے مالک ہونیکو کہتے ہین اس طرح پر کہ جو قیمت مشتری نے دی ہی وہ شفیع مشتری کو دیدے۔ اور درمختار مین ہے صالح من بعض ما یدعیہ ای عین ید عیھا لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ الا بزیادۃ شیٔ آخر کثوب ودرھم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی او یلحق بہ الابراء عن دعوی الباقی اگر بعض اُس چیز پر جسکا دعوی کیا ہے

صلح کرلی تو حق شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ جس پیرہ قابض ہو عین اُسکا حق ہے مگر کسی شے کی زیادتی کے ساتھ جیسے
کپڑا اور روپیہ پس ہونگے یہ عوض اُسکے ماتقی حق سے یا باقی کے دعوی سے ابراء لاحق ہو جائیگا۔
**سوال**۔ استغاثہ کی عرضی مین جو پہلے پیش کی ہو اسکا ذکر نہ تھا کہ شفیع نے طلب اشہاد کیا ہو پس
اُس کا دعوی قابل سماعت ہو یا نہین **جواب** جو استغاثہ کی عرضی پہلے مجلا پیش کی اُس مین
طلب اشہاد کا ذکر ضروری نہین ہے البتہ قاضی کے سامنے تصحیح دعوے کے وقت طلب اشہاد کا بیان
کرنا ضروری ہو۔ زیلعی نے لکھا ہو فاذا قال الشفیع انا شفیعھا وبین سببا صالحا ولم یکن محجوبا
بغیرہ سألہ القاضی انہ متی علم وکیف صنع حین علم لانھا تبطل بطول الزمان وبالاعراض
وبما یدل علیہ فلا بد من کیفیتہ ذلک فاذا بین ذلک سألہ عن طلب التقریر کیف کان وعند
من اشھد واھل کان الذی اشھد علیہ اقرب من غیرہ ام لا علی الوجہ الذی بیناہ فاذا بین
ذلک کلہ ولم یخل بشئ من شروطہ تم دعواہ واقبل علی المدعی علیہ جب شفیع کہے کہ مین اُسکا
شفیع ہون اور صحیح سبب بیان کرے اور کسی غیر کی وجہ سے وہ محجوب نہوتا ہو تو قاضی اُس سے
پوچھے گا کہ اُسے کیونکر معلوم ہوا اور جب اُسکو معلوم ہوا تو اُس نے کیا کیا کیونکہ شفعہ طول زمانہ
اور انکار پر دلالت کرنے والی چیز سے باطل ہو جاتا ہے پھر جب وہ اسے بیان کرے تو
اُس سے قاضی طلب تقریر کا سوال کریگا کہ کیونکر تھی اور کس کے سامنے گواہ بنایا اور جس کو سامنے
گواہ بنایا وہ غیر سے قریب تھا یا نہین جس طریقے سے ہم نے بیان کیا ہو پھر جب وہ اِن تمام باتون کو
بیان کر چکے اور کوئی خلل اُسکی شرط مین نہو تو اُسکا دعوے تمام ہوا اور مدعی علیہ اُسکو قبول کریگا۔
**سوال** کوچۂ غیر نافذہ مین ایک گھر ہو جس مین چند آدمی شریک ہین اور اُس گھر مین ایک
کوٹھری ہو جو دو آدمیون مین مشترک ہو اُن مین سے ایک نے اپنا حصہ بیچا پس کس کو شفع کا
حق حاصل ہو **جواب** کوٹھری کا شریک مقدم ہو اگر اُس نے اپنے شفع کو چھوڑ دیا تو گھر کے شریک
کو حق شفعہ حاصل ہو عالمگیری مین ہو بیت فی دار فی سکۃ غیر نافذۃ والبیت لاثنین والدار لقوم
فباع احد الشریکین نصیبہ من البیت فالشفعۃ اولا للشریک فی البیت فان سلم فلشریک
الدار کوچۂ غیر نافذہ کے ایک گھر مین ایک کوٹھری ہو اور گھر کئی آدمیون کا ہو اور کوٹھری کے دو
شریک ہین کوٹھری مین ایک شریک نے اپنے حصے کو بیچا تو پہلے کوٹھری کی شریک کو شفعہ حاصل ہو

اگر وہ انکار کرے تو گھر کے شریک کو شفعہ حاصل ہی۔ **سوال** اگر شفیع نے بیع کی خبر پانے کے بعد مشتری سے مبیع کی خریداری کی گفتگو کی یا مشتری سے مبیع کو اجارہ پر لیا یا اور کوئی ایسی بات کی جو تسلیم شفعہ پر دلالت کرتی ہی تو شفعہ باطل ہوگا یا نہین **جواب** باطل ہوگا۔ فتاوی عالمگیری مین ہی وما یبطل بہ حق الشفعۃ بعد ثبوتہ نوعان اختیاری وضروری والاختیاری نوعان صریح ودلالۃ اما الدلالۃ فہو ان یوجد من الشفیع ما یدل علی رضاہ بالعقد وحکمہ للمشتری کما اذا علم بالشراء فترک الطلب علی الفور من غیر علم او قام عن المجلس او تشاغل عن الطلب بعمل اٰخر علی اختلاف الروایتین وکذا اذا ساوم الشفیع الدار من المشتری او سألہ ان یولیہ ایاہ او استاجرھا الشفیع من المشتری واخذھا مزارعۃ او معاملۃ وذلک کلہ بعد العلم ھکذا فی البدائع صرف دو قسمون ہین حق شفعہ کے ثبوت کے بعد حق شفعہ باطل ہوجاتا ہی اختیاری اور ضروری اختیاری کی دو قسمین ہین صریح اور دلالت لیکن دلالت پس شفیع سے وہ چیز پائی جائے جو عقد کی رضامندی پر دلالت کرے جیسے جسوقت اسکو شراء کا علم ہو وہ اُسی وقت مطالبہ کو ترک کردے بغیر علم کے یا مجلس سے کھڑا ہوجاے یا مشتری سے گھر خریدے یا اُس سے اس امر کی درخواست کرے کہ وہ اسکو مکان کا والی کردے یا شفیع مشتری سے مبیع کو اجرت پر لے یا کھیتی کرنے کے لیے لے یا اور کسی کام کے لیے لے اور یہ سب علم کے بعد ہون یہ بدائع مین ہی **سوال** مشتری اور عقار مبیع وہین ہی جہان شفیع نے بیع کی خبر پائی ہی اور بائع دوسرے دیہات مین ہی اور شفیع نے نہ عقار پر طلب اشہاد کیا نہ مشتری کے پاس اور باوجود قرب کے ان دونون کو چھوڑکر بائع کے پاس جاکر جو دور ہی طلب اشہاد کیا تو شفعہ باطل ہوگا یا نہین **جواب** باطل ہوگا عالمگیری مین ہی فان ترک الاقرب من ھذہ الثلثۃ وذھب الی الابعد ان کان الکل فی مصر واحد لا تبطل شفعتہ استحسانا وان کان الابعد فی مصر آخر او فی قریۃ من قری ھذا المصر بطلت شفعتہ اگر شفیع نے بائع مشتری بیع تینون مین سے اقرب کو ترک کیا اور ابعد کے پاس گیا جبکہ سب ایک ہی شہر مین تھے تو استحسانا شفعہ باطل نہوگا اور اگر ابعد دوسرے شہر مین یا اس شہر کے کسی گاؤن مین تھا اور شفیع بعد ہی کے پاس گیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔ **سوال** شفیع کو اُسی قیمت پر مبیع لینا چاہیے جو بیعنامہ مین لکھی ہی یا اُس قیمت پر جو بائع اور مشتری کے علاوہ دوسرے لوگ مبیع کی قیمت لگائین **جواب**۔ اس مین نہ تجویز ثالثان کو دخل ہی نہ تحریر بیعنامہ کو بلکہ بائع اور مشتری کے

درمیان مین جو قیمت اُسکی قرار پائی ہو اُسی قیمت پر شفیع کو لینا چاہیے تنویر الابصار مین ہو ھی تملیک البقعۃ جبراً علی المشتری بما قام علیہ شفعہ جبراً کسی چیز کے مالک ہونے کو کہتے ہین اس طرح پر کہ جو قیمت مشتری نے دی ہو وہ شفیع مشتری کو دیدے۔ **سوال**۔ ایک شفیع نے دوسرے شفیع کو اپنی طرف سے حق شفعہ حاصل کرنے کے لیے وکیل کیا اور وکیل نے اپنے موکل کی طرف سے شفعہ طلب کیا پس وکیل کا حق شفعہ اس صورت مین باطل ہوگا یا نہین **جواب** باطل ہوگا عالمگیری مین ہو ان وکل الشفیع ان یاخذ الدار لہ بالشفعۃ فاظہر الشفیع ذلک فلیس لہ ان یاخذ ھا لان طلبہ لغیرہ تسلیم منہ للشفعۃ فانما یطلب البیع من الموکل ولو طلب البیع لنفسہ کان بہ مسلما للشفعۃ فاذا طلبہا لغیرہا کان اولی ایک شخص نے اپنا حق شفعہ طلب کرنے کے لیے ایسے شخص کو وکیل بنایا جسکو خود بھی حق شفعہ حاصل تھا اور اوس نے اس بات کو ظاہر کردیا کہ مین اُسکا وکیل ہون تو اب اُسے اسکا حق نہین رہا کہ خود اُس چیز کو لے کیونکہ دوسرے کے لیے شفعہ کا طلب کرنا اُسکے شفعہ کا تسلیم کرلینا ہو اب اُسے صرف یہی حق ہو کہ اپنے موکل کی جانب سے بیع کا مطالبہ کرے اور اگر اپنے لیے بیع کا مطالبہ کریگا تو وہ شفعہ سے دستبردار ہو جائیگا پس اگر دوسرے کے لیے مطالبہ کریگا تو بدرجہ اولی اپنے شفعہ سے دست بردار ہوگا **سوال**۔ اگر بیع اسباب کے عوض مین ہوئی ہو تو شفیع کس چیز کے عوض مین لے **جواب** اسباب کی قیمت دیکے بیع کو لے۔ ہدایہ مین ہے ومن اشتری دارا بعرض اخذہا الشفیع بقیمتہ لانہ من ذوات القیم اگر کسی نے اسباب کے عوض مین بیع کو بیچا تو شفیع اسباب کی قیمت دے کے لے کیونکہ وہ ذوات قیم مین سے ہی **سوال** اگر زید نے اپنا مکان عمرو کے نام ہبہ بالعوض کیا تو شفیع شفعہ کا دعوے کرسکتا ہو یا نہین **جواب** کرسکتا ہی کیونکہ ہبہ بالعوض بیع کے حکم مین ہی ابتداءً اور انتہاءً بھی ہدایہ مین ہے واذا ملک العقار بعوض ہو مال وجبت فیہ الشفعۃ اور جب عقار کا مال کے عوض مین مالک ہوا تو اُس مین شفعہ واجب ہے۔ **سوال** اگر زید نے اپنی زمین کے حصہ کو بشرط عوض ہبہ کیا اور طرفین کا قبضہ بھی عمل مین آگیا تو شفیع شفعہ کا دعوی کرسکتا ہی یا نہین **جواب** کرسکتا ہی کیونکہ ہبہ بشرط عوض قبضۂ طرفین کے بعد بیع کا حکم پیدا کرلیتی ہی۔ برجندی نے لکھا ہی فاذا تقابضا وتم العقد صح وصار فی حکم البیع فیرد بالعیب وخیار الرویۃ وتثبت الشفعۃ ان کان احد العوضین عقارا جب اُن دونون نے قبضہ کیا اور عقد تمام ہوگیا تو صحیح ہوا اور وہ بیع کے حکم مین ہوا پس عیب اور خیار رویت کی وجہ سے بیع

لوٹائی جاسکتی ہی اور شفعہ ثابت ہوگا جب دونون عوضون مین سے ایک عقار ہو۔ **سوال** ہبہ بشرط عوض اسقاط حق شفعہ کا حیلہ ہوسکتی ہی یا نہین **جواب** نہین حموی نے اشباہ مین لکھا ہی اما اذا کانت الھبۃ بشرط العوض ففیہ اختلاف الروایتین ففی ظاھر الروایۃ انھا بمعنی البیع ویثبت للشفیع فیھا حق الشفعۃ وفی النوادر انھا لیست فی معنی البیع وفی بعض المواضع ذکر الخلاف بین ابی یوسف ومحمد رحمھما اللہ واذا کان فی المسألۃ اختلاف اوخلاف لاتصح حیلۃ لابطال الشفعۃ کذا فی التاتارخانیۃ مگر جبکہ ہبہ بشرط عوض ہو پس اُس مین دو روایتون کا اختلاف ہو پس ظاہر روایت مین وہ بیع کے معنے مین ہی اور شفیع کے لیے اُس مین حق شفعہ حاصل ہی اور نوادر مین ہی کہ وہ بیع کے معنے مین نہین ہی اور بعض مواضع مین امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے درمیان خلاف واقع ہی اور جب مسئلہ مین اختلاف یا خلاف ہو تو ابطال شفعہ کے لیے کوئی حیلہ صحیح نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ **سوال** جار ملاصق کسے کہتے ہین۔ **جواب** جار ملاصق یہ ہی کہ اُس کی مملوکہ زمین حقیقۃً یا حکماً مبیع کے متصل ہو اور مبیع اور جار دونون کے مرور کا راستہ شارع عام کیجا تب ہو عام اس سے کہ ایک کا دروازہ ایک گلی مین اور دوسرے کا دروازہ دوسری گلی مین ہو مثلاً پشت زمین جار پشت مبیع کے جانب ہو پس اگر گھر مین سے کوئی کوٹھری بیچی تو جار ملاصق بیت اور ملاصق منتہای دار حق شفعہ مین برابر ہین اگرچہ ان دونون مین سے ایک ملاصق حقیقی اور دوسرا ملاصق حکمی ہی **سوال** اگر ایک شخص نے اپنا مملوکہ پنج منزلہ مکان جو کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہی ایک قیمت مین بیچا اور شفیع جار محض ایک منزل مکان کا جار ہی پس اُسکو اس منزل مین طلب شفعہ پہونچتا ہی یا نہین **جواب** پہونچتا ہی۔ فتاوی قاضی خان مین ہی رجل لہ خمس منازل فی سکۃ غیر نافذۃ فباع ھذہ المنازل فطلب الشفیع الشفعۃ فی منزل واحد فھذا ان طلب الشفعۃ بحق الشرکۃ فی الطریق لم یکن لہ ان یاخذ البعض لما فیہ من تفریق الصفقۃ من غیر ضرورۃ وان طلب الشفعۃ بالجوار وجوارہ فی ھذا المنزل لاغیر کان لہ ذلک لانہ جار لھذا الواحد خاصۃ ایک شخص کے پاس پانچ منزلہ مکان کوچہ غیر نافذہ مین ہی اُس نے اُن سب منزلون کو بیچا پس شفیع نے ایک منزل کے لیے شفعہ پیش کیا تو اگر شفعہ اس امر پر پیش کیا ہی کہ وہ منزل راستہ مین ہی جو مشترک ہی تو بعض منازل کا لینا جائز نہین ہی کیونکہ اس مین بلاضرورت تفریق عقد ہی اور اگر اس لیے شفعہ پیش کیا ہی کہ اُسکا پڑوس اسی

منزل سے ہو اور کسی منزل سے نہین ہو تو اس ایک کے لیے شفعہ جائز ہو۔ **سوال** اگر زید ذراعی
کے دس قطعے یا چھ گانٔون ایک قیمت پر بیچے اور پڑوسی ایک قطعہ یا ایک گانٔون کا شفیع ہو تو اُس
شفیع کو اسی قطعے یا اسی گانٔون مین شفعہ کا حق حاصل ہو یا نہین **جواب** حاصل ہو قنیہ مین ہو
اشتری عشرۃ اقرحۃ متلازقۃ والشفیع انما یلازق بعضہا فلا شفعۃ لہ الا فیما یلازقہ وکذلک القریۃ
وکذلک الاراضی لان السبب یخصہ وان کان فیہ تفریق الصفقۃ علے المشتری ایک شخص نے
دس قطعے جو ملے ہوے ہین خریدے تو شفیع کو اُس قطعے پر حق شفعہ حاصل ہو جو اُس سے ملا ہوا ہے
اور اسی طرح قریہ اور اراضی اس لیے کہ سبب اُسکو خاص کر دیتا ہو اگرچہ مشتری پر عقد کا علیحدہ
کرنا ہو۔ **سوال** زید کے دو مکان ہین ایک بنارس مین اور دوسرا جونپور مین اس نے دونون کو ایک
عقد کے ساتھ بیچا اور بکر دونون مکانون کا پڑوسی ہو پس کیا بکر ایک مکان کے حق شفعہ کا دعوے
کر سکتا ہو۔ **جواب** اگر چاہو تو بکر حق شفعہ مین دونون مکانون کو لے سکتا ہو مگر یہ نہین ہو سکتا کہ
ایک کو لے اور دوسرے کو نہ لے قنیہ مین ہو اذا اشتری دارین احدہما بالشام والاخری بالعراق
وشفیعہما واحد یاخذہا او یترکہما لان فیہ تفریق الصفقۃ علے المشتری مع شمول السبب لہما
جب دو گھر خریدے جن مین سے ایک شام مین اور دوسرا عراق مین ہو اور ان دونون گھرونکا شفیع
ایک ہی شخص ہو تو اُسکو اختیار ہو چاہے دونون کو لے یا دونون کو چھوڑ دے اس لیے کہ اُس مین عقد کی
تفریق ہو مشتری پر باوجود شمول سبب کے اُن دونون کے لیے **سوال** ایک زمین پہلے زید اور عمرو
مین مشترک تھی پھر اُس کے بیچ مین دونون نے ایک دیوار بنائی اُسکے بعد یون تقسیم کی کہ دیوار کی
ایکطرف کی زمین زید نے لی اور دوسری طرف کی زمین عمرو نے لی اور دیوار اور جتنی زمین پر دیوار
ہو وہ ابتک اُسی طرح مشترک ہو اب عمرو نے اپنی مملوکہ زمین بیچ ڈالی تو زید کون شفیع کہلائیگا **جواب**
شفیع شریک فی بعض المبیع کہلائیگا۔ عالمگیری مین ہو تکون ارض بین اثنین غیر مقسومۃ بنیا فی وسطہا
حائطا ثم اقتسما الباقی فیکون الحائط وما تحت الحائط من الارض مشترکا بینہما فکان ہذا الجار
شریکا فی بعض المبیع ایک زمین دو آدمیون مین مشترک تھی پھر اُن دونون نے اُس زمین کے وسط
مین ایک دیوار بنائی پھر باقی زمین آپس مین اس طرح بانٹ لی کہ دیوار اور جتنی زمین پر دیوار ہو وہ
مشترک ہو پس یہ پڑوسی شریک فی بعض المبیع کہلائیگا۔ **سوال** اگر زید اور عمرو نے مشترک زمین

تقسیم کرلی اور حد فاصل خط کھینچ دیا تو ہر ایک دوسرے کے لیے کون شفیع کہلائیگا **جواب** شفیع جار کہلائیگا عالمگیری مین ہو اما اذا اقتسما الارض وخطا خطا فی وسطہا ثم اعطے کل منہما شیئا حتے بنیا حائطا فکل منہما جار لصاحبہ فی الارض شریک فی البناء لا غیر جب زمین کو آپس مین تقسیم کرلیا اور اُس کے وسط مین خط کھینچ دیا پھر دونون نے تھوڑی تھوڑی زمین دی اور اس پر دیوار بنوائی پس ہر ایک اپنے ساتھی کا زمین مین جار ہو اور صرف بنا مین شریک ہو **سوال** اگر سرکاری زمین پر دو شخصون نے ملکر عمارت بنائی پھر ایک نے اپنا حصہ بیچ ڈالا تو دوسرے کو حق شفعہ حاصل ہو یا نہین **جواب** نہین عالمگیری مین ہو والشرکۃ فی البناء لا توجب الشفعۃ بنا مین شرکت شفعہ کو واجب نہین کرتی **سوال** شفیع نے خبر پائی کہ مشتری زید ہو وہ چپ رہا پھر معلوم ہوا کہ مشتری بکر ہو اب وہ شفعہ کا دعوے کرسکتا ہو یا نہین **جواب** کرسکتا ہو عالمگیری مین ہو اذا قیل لہ ان المشتری فلان فسلم الشفعۃ ثم علم انہ غیرہ فلہ الشفعۃ جب شفیع سے کہا گیا کہ مشتری فلان ہو اور وہ شفعہ سے ساکت رہا پھر جانا کہ مشتری دوسرا ہو تو اُسکے لیے حق شفعہ ہو **سوال** اگر ایک درجے کے کئی شفیعون مین سے ایک اپنے حق سے درگذر کرے تو اُسکا حق کسکو پہونچتا ہو **جواب** باقی کو کل بیع مین بحصہ مساوی پہونچتا ہو ہدایہ مین ہو واذا اجتمع الشفعاء فالشفعۃ بینہم علے عدد رؤسہم ولو اسقط بعضہم حقہ فہی للباقین فی الکل علے عددہم اور جب بہت سے شفیع ہون تو سب کو حق شفعہ ہو اور اگر اُن مین سے بعض اپنا حق ساقط کردین تو باقی لوگون کے لیے حق شفعہ ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: ابو الحسنات محمد عبد الحی]

# کتاب الرہن

**سوال** شئے مرہون کا نفقہ راہن پر ہو یا مرتہن پر **جواب** راہن پر ہو ہدایہ مین ہو ونفقۃ الرہن علے الراہن رہن کا نفقہ راہن پر ہو **سوال** رہن کا نفع کسکا حق ہو **جواب** راہن کا حق ہو لیکن اگر مرتہن کو راہن خوشی سے انتفاع کی اجازت دے تو کچھ حرج نہین ہو اور اگر عقد رہن مین اسکو شرط کرے تو سود ہو جائیگا ہدایہ مین ہو ولیس للمرتہن ان ینتفع بالرہن لا باستخدام ولا بسکنی ولا لبس الا ان یاذن لہ المالک مرتہن کو رہن سے خدمت لینا یا مکان مرہون مین رہنا یا لباس مرہون

کو پہننا جائز نہین ہی مگر جب مالک اجازت دیدے۔ اور سراج منیر مین ہی ولو اباح للمرتھن اکل ثمار البستان اولبن الشاۃ فلا باس بہ ان لم یکن مشروطا بہ والا صار قرضا فیہ منفعۃ فیکون ربوا کما فی الجواھر اگر مالک نے مرتہن کے لیے اس بات کو مباح کردیا کہ وہ باغ کے پھل کھاے یا بکری کا دودھ پیے تو اس مین کچھ حرج نہین ہی اگر عقد مین یہ شرط نہو ورنہ یہ قرض منفعت ہو جائے گا جو سود ہی جیسا کہ جواہر مین ہی۔ **سوال** اجازت دینے کے بعد راہن انتفاع سے ممانعت کرسکتا ہی یا نہین **جواب** کرسکتا ہی سراج منیر مین ہی ولو اذن الراھن لہ بالانتفاع ثم نھیہ عنہ فلہ ذلک لانہ متبرع وللمتبوع ان یمنع عن المتبوع اگر راہن نے نفع اُٹھانے کی اجازت دی پھر منع کردیا تو اُسے اس کا حق ہی کیونکہ وہ متبرع ہی اور متبرع تبرع سے روک سکتا ہی۔ **سوال** رہن مشاع صحیح ہی یا نہین **جواب** نہین درمختار مین ہی ولا یصح رھن مشاع مطلقا مقارنا او طاریا رہن مشاع مطلقا صحیح نہین ہی۔ اور مجمع البرکات مین ہی ولو استحق بعض الرھن مشاعا بطل الرھن فی الباقی اتفاقا لانہ شیوع مقارن کذا ذکرہ الامام خواھر زادہؒ فی المبسوط اگر مرتہن بعض رہن کا مشاعا مستحق ہوا تو باقی مین بالاتفاق رہن باطل ہو جائیگا یہ امام خواہرزادہ رحمہ اللہ نے مبسوط مین لکھا ہی۔ **سوال** خراج اراضی مرہونہ راہن پر ہی یا مرتہن پر **جواب** راہن پر ہی ہدایہ مین ہی والخراج علی الراھن خاصۃ لانہ من مؤن الملک خراج راہن پر ہی کیونکہ یہ نتیجۂ ملک ہی۔ **سوال** رہن کا نفع جبکہ راہن مرتہن کو مباح کرے جائز ہے یا نہین۔ **جواب** مکروہ ہی اشباہ مین ہی ویکرہ للمرتھن الانتفاع بالرھن باذن الراھن مرتہن کو راہن کی اجازت سے رہن کا نفع لینا مکروہ ہی۔ اور قنیہ مین ہے عن ابی یوسفؒ المرتھن سکن الدار المرھونۃ باذن الراھن یکرہ واطلق فی الصرف انہ یکرہ والاحتیاط فی الاجتناب عنھا فیہ من شبھۃ الربوا امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ گھر مین جو رہن رکھا گیا ہو اُس شخص کا رہنا جس کے پاس رہن رکھا گیا ہی رہن رکھنے والے کی اجازت سے مکروہ ہی اور صرف مین اس کو مطلقا مکروہ لکھا ہی احتیاط اسی مین ہی کہ اس سے پرہیز کیا جائے کیونکہ اس مین سود کا شبہہ ہے اور حموی نے حاشیۂ اشباہ مین لکھا ہی فی الجامع للجد الائمۃؒ عن عبد اللہ بن محمدؒ بن اسلمؒ انہ لا ینتفع بشئ منہ وان اذن لہ الراھن لانہ اذن فی الربوا لانہ یستوفی دینہ فتکون لمنفعۃ ربوا جد الائمہ رحمہ اللہ کے جامع مین عبداللہ بن محمد بن اسلم رحمہم اللہ سے منقول ہی کہ جو چیز رہن رکھی گئی ہے

اُس سے نفع نہ اُٹھانا چاہیے اگرچہ رہن رکھنے والا اجازت بھی دیدے کیونکہ یہ اجازت سود لینے کی اجازت ہی اس لیے کہ وہ اپنا پورا قرض واپس لیگا پس یہ نفع سود ہوا۔ **سوال** خالد نے اپنا ایک باغ یا ایک اراضی ولید کے پاس رہن رکھی اور خالد نے اُس باغ کی فصل یا اُس اراضی کا منافع ولید کو اُس روپے کے عوض میں مباح کردیا ہواب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسا منافع جائز ہی یا نہیں اگر جائز نہیں ہو تو اس ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہی **جواب** ایسا منافع ناجائز ہے طحطاوی نے حواشی درمختار مین لکھا ہی۔ فی شرح المتقی فیحرم الانتفاع بلا اذن وبہ ای بالاذن یکرہ کما فی المضمرات وغیرھا شرح ملتقی مین ہی بلا اجازت نفع اٹھانا حرام ہی اور باجازت مکروہ ہی یہ مضمرات وغیرہ مین ہی۔ اور بھی اُسی کتاب مین ہے والغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع عام طور پر لوگون کا حال یہ ہی کہ جب وہ قرض دیتے ہین تو اُس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہین یہانتک کہ اگر نفع نہو تو وہ روپیہ قرض نہ دین اور یہ بمنزلہ شرط کے ہو گیا ہے کیونکہ مشہور چیز مثل شرط کے ہوتی ہی اور یہ امر ممانعت کی تائید کرتا ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر راہن اجازت نہ دے تو مرتہن کو شئے مرہون سے نفع لینا حرام اور اگر اجازت دے تو مکروہ تحریمی ہی خصوصًا جبکہ مشروط ہو یا مشروط کے حکم مین ہو جیسا کہ اس زمانے مین دستور ہی کہ بعض تو ایسے معاملے کے وقت راہن سے اذن کی شرط کر لیتے ہین اور رہن نامہ مین لکھوا لیتے ہین اور بعض صاحب احتیاطًا اگرچہ بظاہر شرط نہین کرتے ہین لیکن اُنکا مقصود یہی ہوتا ہی یہانتک کہ اگر اُنکو یہ معلوم ہو جائے کہ راہن منافع یا فصل وغیرہ کی اجازت نہ دیگا تو کبھی رہن نہ لین یہ صورت حکما مشروط ہی اور ایسی صورت سے حدیث مین بھی ممانعت وارد ہی۔ تاریخ بخاری مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقرض احدکم فلا یاخذ ھدیتہ کذا فی اغاثۃ اللھفان حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہی کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہی جب تم مین سے کوئی کچھ قرض دے تو قرضدار کا ہدیہ نہ لے یہ اغاثۃ اللھفان مین ہی۔ اور یہی اُسی مین ہی فی صحیح البخاری عن ابی بردۃ عن ابی موسیٰ قال قدمت المدینۃ فلقیت عبد اللہ بن سلامؓ فقال لی انک بارض الربوا فیہ فاش فاذا کان لک علی رجل حق فاھدی الیک حمل شعیر فلا تاخذہ فانہ ربوا وجاء ھذا المعنی عن ابن مسعود وابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنھم اجمعین صحیح بخاری

مین حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین مدینہ مین
گیا تو عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی اُنھون نے کہا کہ تم ایسی جگہ ہو جہان سود کی کثرت
ہے پس اگر کسی کے اوپر تمھارا کچھ حق ہو اور وہ تمھارے پاس ایک بورا جو بھیجے تو تم اُسے نہ لو کیونکہ یہ
سود ہی اور یہی بات حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے
بھی مروی ہے - اور مصنف ابن ابی شیبہ مین حضرت عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کانوا ای الصحابۃ
یکرھون کل قرض جر بہ منفعۃ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ہر اُس قرض کو مکروہ سمجھتے تھے جس مین
کوئی نفع ہو - اور مسند حارث ابن اسامہ مین حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ سے مروی ہے
کل قرض جر بہ نفعا فھو ربوا ہر وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے ربوا ہو ان احادیث نبویہ علی صاحبہا السلام
والتحیۃ اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے معلوم ہوا کہ قرض دینے والے کو اُس شخص کا کسی قسم کا ہدیہ لینا جسے قرض دیا
ہو یا اُس سے کسی قسم کی منفعت حاصل کرنا مکروہ تحریمی ہو گو اُس شخص کی رضا و رغبت سے بھی ہو اور یہ
جو بعض کتب حنفیہ مین مرقوم ہو کہ مرتہن کو باذن راہن نفع لینا جائز ہو اُس کا مقصد یہ ہو کہ جب اذن
خالص ہو اور اُس مین شرط کا شائبہ نہو نہ عبارت مین نہ دل مین تو جائز ہو اور جب دل مین خیال
آ گیا جیسا کہ فی زمانناہی تو وہ حکم ربوا مین داخل ہو جائے گا اسکے علاوہ جہان ایک جماعت فقہا نے
اذن راہن کی صورت مین اسکو جائز کہا ہو وہان فقہا کے ایک گروہ نے اسکو ناجائز بھی کہا ہے
طحطاوی کی عبارت اسپر شاہد ہی اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہو لیس للمرتھن ولا للراھن ان یزرع
الارض ولا یواجرھا لانہ لیس لھما الا انتفاع بالرھن جسکے پاس رہن رکھا جائے یا جو رہن رکھے ان مین
سے کسی کو زمین پر زراعت کرنے اور ٹھیکہ پر دینے کا حق نہین ہو کیونکہ ان مین سے کسی کو رہن سے نفع
حاصل کرنا جائز نہین ہو - اور قنیہ مین جامع التفاریق سے منقول ہو عن ابی یوسف المرتھن سکن الدار
باذن الراھن یکرہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جسکے پاس مکان رہن رکھا گیا ہو وہ اگر
باجازت راہن اُس مکان مین رہے تو مکروہ ہو - اور مجمع البرکات مین ہو الحاصل ان المرتھن لا ینتفع
بالرھن سواء اذن لہ الراھن او لم یاذن وفی التھذیب یکرہ للمرتھن الانتفاع بالرھن وان اذن
لہ الراھن کذا فی الملتقط حاصل یہ ہو کہ مرتہن کو رہن سے نفع نہ اُٹھانا چاہیے چاہے اُسے راہن اجازت
دے یا نہ دے اور تہذیب مین ہو کہ مرتہن کو رہن سے نفع اٹھانا مکروہ ہے اگرچہ راہن اجازت بھی دیدے

یہ معدن مین ہی۔ اور حواشی اشباہ مین ہی۔ فی الجامع لمجد الائمۃ عن عبد اللہ بن محمد بن اسلم انہ لایحل له ان ینتفع بشئ منہ وان اذن له الراهن لانہ اذن فی الربوا لانہ یستوفی دینہ فیکون المنفعۃ ربوا مجد الایمہ رحمہ اللہ کے جامع مین عبد اللہ بن محمد بن اسلم رضی اللہ عنہم سے مروی ہی کہ جو چیز رہن رکھی گئی ہے اُس سے نفع نہ اٹھانا چاہیے اگر یہ رہن رکھنے والا اجازت بھی دیدی کیونکہ یہ اجازت سود لینے کی اجازت ہی اس لیے کہ وہ اپنا پورا قرض واپس لیگا پس یہ نفع سود ہوا۔ اور اشباہ مین ہے یکرہ للمرتھن الانتفاع بالرھن باذن الراھن جس کے پاس چیز رہن رکھی گئی ہو اُسے اس چیز سے رہن رکھنے والے سے اجازت لیکر بھی فائدہ حاصل کرنا مکروہ ہی۔ **سوال** زید نے اپنا ایک نوٹ عمرو کے پاس اس غرض سے رکھدیا ہے کہ عمرو زید کو اُس کا منافع دیا کرے پس یہ منافع جائز ہی یا نہین اگر جائز نہین ہی تو کیون کیا یہ بھی سود مین داخل ہی **جواب** یہ منافع صریح سود اور حرام ہی کیونکہ نوٹ اگرچہ بظاہر کاغذ ہی مگر بحسب استعمال وہ روپیہ ہی اسی وجہ سے اگر کسی کا دس روپیہ کا نوٹ کسی کے پاس سے ہلاک ہوجاتا ہی تو نوٹ کا مالک اُس سے دس روپیہ بھر لیتا ہی نہ اُس کاغذ کی قیمت جو شاید ایک پیسہ ہو پس نوٹ کا رکھنا بعینہ روپیہ کا رکھنا ہی اور اُس کا نفع لینا حرام قطعی ہی۔ **سوال** ہندہ نے زید نابالغ سے ایک ہزار پانسو روپیہ قرض لیکر اپنا مکان دو مہینہ کی میعاد پر اُس کے پاس گرو رکھا زید نے اُسپر کامل قبضہ بھی نہین پایا کیونکہ ہندہ کا تمام اسباب اُسی مکان مین ہی بلکہ خود ہندہ اُسی مکان مین رہتی ہی اسکے بعد زید نے مکان مذکورہ عمرو پسر ہندہ کو سوا گیارہ روپیہ ماہوار پر کرایہ کو دیا کرایہ پر لینے کے وقت عمرو کے یہ الفاظ تھے کہ مین نے فلان کے مکان کو زید سے اتنے ماہوار پر کرایہ کو لیا اور انفکاک رہن تک یہ مقررہ کرایہ ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا اور ایک اقرار نامہ اس مضمون کا لکھدیا کہ مین دو مہینہ کے اندر جو میعاد رہن نامہ مین لکھی ہی موضع بنی کو مکان کے بدلے مین مرتہن کے پاس رہن کرادونگا ورنہ ایک سال کا کرایہ جو ایک سو پینتیس روپیہ ہوتا ہے اپنے پاس سے مرتہن کو دونگا مگر عمرو نے اُس مکان مین ایک دن بھی سکونت نہین اختیار کی بلکہ اپنے ہی مکان مین رہا جو اُسی محلہ مین ہی اور نہ وہ مکان خالی تھا کیونکہ ہندہ مالکہ راہنہ اُسی مین رہتی ہی اور عمرو اپنے اقرار کو بھی پورا نہ کرسکا جو اس نے کیا تھا کہ مین اُس مکان کے بدلے مین موضع بنی کو دو مہینہ کے اندر زید کے پاس رہن کرادونگا کیونکہ اُس پر یہ شروع گیارھوین مہینے مین ہوا اور اس مدت مین بلکہ اسکے بعد بھی مدت تک عمرو نے ایک پیسہ

بھی کرایہ کا زید کو نہین دیا اور نہ زید نے اُس سے مانگا اب ساڑھے چار برس کے بعد زید نالشی ہوا ہی کہ
اسوقت تک مکان عمرو کے پاس کرایہ پر ہی اور اس نے مجھے کچھ نہین دیا ہی لہذا اتنے زمانے کا کرایہ
مجھے دلایا جاے جو پانسو چھ روپیہ چار آنہ ہوتے ہین عمرو زید کے جواب مین کہتا ہی کہ زید کے کم عمر ہونے
کی وجہ سے عقد رہن صحیح نہین ہوا اور چونکہ مکان کے عوض مین موضع بمنی زید کے پاس رہن کر دیا گیا
لہذا مکان رہن نہین رہا جب مکان کا رہن ہی باطل ہو گیا تو کرایہ اور کرایہ نامہ بھی باطل ہو گیا کیونکہ
زید کو مکان کے کرایہ کا استحقاق اُسی وقت رہتا جب مکان اُسکے پاس رہن رہتا زید اُس کے جواب
مین کہتا ہی کہ بیشک مین اُسوقت مین نابالغ تھا مگر میرے باپ نے میرے مال سے میرے نفع کے لیے
اُس مکان کو رہن لیا تھا اور پھر میرے ہی فائدہ کے لیے میرے باپ نے وہ مکان میری طرف سے عمرو کو
کرایہ پر دیا تھا حاکم دیوانی نے اقرارنامہ اور کرایہ نامہ کے بنا پر یہ فیصلہ کیا کہ جب تک مکان رہن سے نہین
چھوٹا تھا اور موضع بمنی اُسکے بدلے مین رہن نہین ہوا تھا اُسوقت تک وہ مکان عمرو کے پاس کرایہ پر
تھا اور چونکہ مکان گیارہ مہینے کے بعد رہن سے چھوٹا ہی لہذا گیارہ مہینے کا کرایہ عمرو کے ذمے واجب الادا
ہی اور اس سے زائد جو زید نے دعوی کیا ہی وہ قابل سماعت نہین ہی عمرو نے قاضی شرع کے سامنے
مرافعہ کیا قاضی نے اس بنا پر کہ تمام عقود شرعیہ عاقلین بالغین کے درمیان مین ہوا کرتے ہین اور زید
اُس وقت نابالغ تھا اور دستاویزون کی تحریر سے اُسکے باپ کی کارپردازی بسبب ولایت ثابت
نہین ہوتی کیونکہ دستاویزون مین فقط زید کا نام لکھا ہی یہ حکم دیا کہ رہن مذکور باطل ہی اور اسوجہ سے
بھی رہن باطل ہی کہ مرتہن نے شئے مرہون پر قبضہ نہین پایا کیونکہ مین خود جانتا ہون کہ راہنہ اُسی مکان
مین رہتی ہی اور زوال قبضۂ مرتہن کی وجہ سے رہن باطل ہو جاتا ہی اور جب رہن باطل ہو گیا
تو کرایہ اور کرایہ نامہ بھی لغو اور مہمل ہو گیا کیونکہ یہ بقاے صحت رہن پر متفرع تھا پس زید ایک
حبہ پانیکا بھی مستحق نہین ہی غرض قاضی نے حاکم دیوانی کے فیصلہ کو منسوخ کر کے عمرو کو بالکل بری کر دیا
اسکے بعد زید محکمۂ صدر مرافعہ مین مستغیث ہوا حاکم صدر نے تیسرے مفتی سے فتوی دستخط کرایا اُسکا
خلاصہ یہ ہی کہ مسل کی روئداد اور گواہون کے اظہار سے ثابت ہوتا ہی کہ رہن صحیح ہوا اور مرتہن
کا قبضہ اور دخل اور عمرو کا سوا گیارہ روپیہ ماہوار پر اُس مکان کو بکرایہ لینا بخوبی ثابت ہے
اور جو شئے مرہون مرتہن کے قبضے مین ہو اُسے مرتہن اگر بے اجازت راہن کرایہ پر دیدے تو مرتہن

کا کرایہ پر دینا صحیح اور نافذ ہے اور مرتہن اُسکا کرایہ پانے کا مستحق ہے اور حاکم مرافعہ نے جو یہ لکھا ہے
کہ مرتہن کی صغر سنی کی وجہ سے عقد رہن صحیح نہین ہوا اور عقود شرعیہ عاقلین بالغین مین منحصر ہین
یہ محض غلط لکھا ہے کیونکہ دستاویز مین ولایت پدری کا ظاہر کرنا ضروری نہین ہے پس میرے نزدیک
مدعی اپنے پورے دعوے یعنے پانسو سوا چھ روپے کے پانے کا مستحق ہے اور حاکم صدر نے اسی جواب
کے موافق مدعی کے نام فیصلہ کر دیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان تین فیصلون مین سے کون فیصلہ
صحیح ہے اور رہن مذکور صحیح ہے یا نہین اور زر کرایہ کل یا بعض عمرو کے ذمے واجب الادا ہے یا نہین
**جواب** صورت مسئولہ مین ہندہ اور زید کے درمیان مین جو رہن ہوا وہ مرتہن کے عدم قبضہ کی وجہ
سے باطل ہے کیونکہ مرتہن کا قبضہ شرائط رہن سے ہے فتاوی عالمگیری مین ہے قال محمدؒ فی کتاب الرہن
لا یجوز الرھن الا مقبوضا فقد اشار الی ان القبض شرط جواز الرھن وقال الشیخ المعروف بخواہر زادہؒ
الرھن قبل القبض جائز الا انہ غیر لازم وانما یصیر لازما فی حق الراھن بالقبض وکان القبض شرط
اللزوم لا شرط الجواز کالقبض فی الھبۃ والاول اصح کذا فی المحیط حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الرہن مین
جو لکھا ہے کہ رہن بغیر قبضہ کے جائز نہین ہے تو اُنھون نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ قبضہ شرط جواز رہن ہے
اور شیخ خواہر زادہ رحمہ اللہ نے لکھا ہی کہ رہن قبل قبضہ جائز ہے مگر یہ کہ لازم نہین ہے راہن کے حق مین
قبضہ ہی سے لازم ہوتا ہے اور قبضہ شرط لزوم ہے نہ کہ شرط جواز جیسا کہ قبضہ ہبہ مین اور اول اصح ہی ایسا ہی
محیط مین ہے ۔ اور کرایہ نامہ بھی غیر معتبر ہے زید کے استحقاق کا باعث نہین ہے کیونکہ وہ جواز معاملۂ رہن
پر مبنی ہے اور جب وہ معاملہ ہی لغو ہو گیا تو جو معاملہ اُسپر مبنی تھا وہ بھی لغو ہو گیا لہذا زید کو کرایہ پانے کا
استحقاق نہین ہے عالمگیری مین ہی ومنھا (ای من شرائط انعقاد الاجارۃ) تسلیم المستاجر فی اجارۃ المنازل
ونحوھا اذا کان العقد مطلقا عن شرط التعجیل حتی لو انقضت المدۃ من غیر تسلیم المستاجر لا یستحق شیئا
من الاجرۃ شرائط انعقاد اجارہ مین سے اجارۂ مکانات وغیرہ مین تسلیم مستاجر ہی جبکہ عقد مین شرط تعجیل
نہو حتے کہ اگر مدت بلا تسلیم مستاجر گذر جائے تو وہ کسی قسم کی اجرت کا مستحق نہوگا ۔ اور اُسی کتاب مین ہے ثم
الاجرۃ تستحق باحد من ثلثۃ اما بشرط التعجیل او بالتعجیل او باستیفاء المعقود علیہ استحقاق اجرت تین امور
مین سے ایک کی وجہ سے ہوتا ہی شرط تعجیل<sup></sup> تعجیل<sup></sup> استیفائے معقود علیہ ۔ پس حاکم مرافعہ کا حکم اس باب مین
صحیح ہو اور حاکم دیوانی اور مفتی ثالث کا حکم قابل التفات نہین ہے **سوال** زید نے اپنی ایک اراضی

دس روپیہ کے عوض مین بکر کے پاس مع قبضہ رہن کر کے محاصل اراضی بکر کو بحل اور معاف کر دیا اور یہ شرط
کی کہ جب مین دس روپیہ ادا کرون گا تو اپنی اراضی فک رہن کرالون گا پھر دس سال کے بعد زید نے
دس روپے دیکر اپنی اراضی فک رہن کرالی اس دس سال کے اندر بکر اُس اراضی کا محاصل
لیتا رہا اُس محاصل کا بکر کو لینا جائز تھا یا نہین اگر جائز نہ تھا اور اب فک رہن کے
بعد زید اُس محاصل موصولہ بکر کو جو مثلاً پانچ روپیہ ہین ایک روپیہ کے عوض مین بیچے اور بکر سے ایک
روپیہ اُس محاصل کی قیمت لیلے تو بکر محاصل مذکورہ کے ناجائز حاصل کرنے سے بری ہو سکتا ہے یا نہین
اگر نہین ہوسکتا تو محاصل واپس کر دینے سے بکر کو نجات حاصل ہو جائے گی یا نہین **جواب** بکر کو اُس
محاصل کا واپس کر دینا لازم ہے اور بکر کو اُس محاصل سے نفع حاصل کرنا جائز نہ تھا اور ایک روپیہ کے
عوض مین اُس محاصل کو بیع نہین سکتا البتہ کل محاصل کے واپس کر دینے سے نجات حاصل ہو جائیگی
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

# کتاب الاجارہ

**سوال** ۔ دریا کے گھاٹ پر سے کسی مقام معین تک لٹھے پہونچا دینے کے لیے گاڑیاں کرایہ پر کی گئین
اور دریا کے اُس پار سے لٹھے کشتیون پر آئے گاڑی والون نے کہا کہ ان لٹھون کو یہین ہماری گاڑیون کے
قریب کشتیون پر سے اُتار دو ہم یہین سے اپنی گاڑیون پر لادلین گے اُن سے کہا گیا کہ یہ مقام مخدوش
ہے اگر یہان پر لٹھے کھولے جائین گے تو اُنکے بہ جانے کا خوف ہے جس جگہ انکے بہنے کا خوف نہو گا ہم وہان
پر لٹھے کھولدین گے اور تم اپنے گاڑیون پر لادلینا گاڑی والون نے اصرار کیا کہ تم لٹھے یہین کھولدو
کیونکہ یہان سے گاڑیون پر لادنے مین ہمین آسانی ہے اگر یہان پر کھولنے کی وجہ سے لٹھے بہ جاوین یا تلف
ہو جائین تو ہم دین گے غرض اس گفتگو کے بعد لٹھے وہین پر کھول کے گاڑی والون کو گنوا دیے گئے مگر
گاڑی والون نے اُس دن لٹھے اپنی گاڑیون پر نہین لادے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ شب کو اُن مین سے
دو لٹھے بہ گئے اور صبح کو بعد تلاش کے بعد ایک لٹھا ملا اور دوسرے کا کہین پتہ نہ چلا اس صورت مین
گم شدہ لٹھے کا تاوان اور اسکی اور ملے ہوے لٹھے کی تلاش کرنے مین جو کچھ خرچ ہوا ہے یہ گاڑی والون سے
لینا جائز ہے یا نہین اور جواز کی صورت مین کیا قیمت لیجائے گی **جواب** صورت مسئولہ مین گاڑی

والون سے تاوان لینا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہین ہی کیونکہ گاڑی والے اجیر مشترک ہین
اور اجیر مشترک پر ما فی یدہ کے ہلاک ہونے کی صورت مین بغیر اُسکے عمل کے ضمان نہین اگرچہ اُسپر ضمان کی
شرط بھی کی گئی ہو کیونکہ جو مال اُسکے سپرد کیا گیا ہی وہ امانت ہی اور امانت مین ضمان کی شرط کرنا باطل
ہی اسی پر فتوی ہی اور عامہ کتب معتبرہ مین ایسا ہی ہی اور اصحاب متون نے اسی کا جزم کیا ہی پس یہی
مذہب ٹھہرا بخلاف روایت اشباہ کے جیسا کہ درمختار مین ہی ولا یضمن ما هلك في يده وان شرط عليه
الضمان لان شرط الضمان في الامانة باطل كالمودع وبه يفتى كما في عامة المعتبرات وبه جزم اصحاب
المتون فكان هو المذهب خلافا لما في الاشباه مزدور کے پاس سے جو چیز ہلاک ہو جائے اُسکا ضمان وہ
نہ دیگا اگرچہ اُس سے ضمان کی شرط کر لی گئی ہو کیونکہ شرط ضمان امانت مین اسی طرح باطل ہی جیسے امانت
مین ضمان کی شرط کرنا باطل ہی اور اسی پر فتوی ہی جیسا کہ عام معتبر کتابون مین ہی اور اسی کا اصحاب
متون نے یقین کیا ہی لہذا در اصل مذہب یہی ہی اور اشباہ مین اسکے خلاف ہی۔ اور عالمگیری مین
ہی وحكم الاجير المشترك ان ما هلك في يده من غير صنعه فلا ضمان عليه في قول ابي حنيفة
رحمه الله وهو قول زفر والحسن رحمهما الله وانه قياس سواء هلك بامر يمكن التحرز عنه كالسرقة
والغصب او بامر لا يمكن التحرز عنه كالحرق الغالب والغارة الغالبة مزدور کا حکم یہ ہی کہ جو چیز بلا قصد
اُس سے ضایع ہو جاے اُسکا ضمان امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر اُس سے نہ لیا جائیگا اور یہی امام زفر
اور امام حسن رحمہما اللہ کا قول ہی اور یہی قیاس کے موافق ہی خواہ وہ چیز کسی ایسے امر کی وجہ سے ہلاک
ہو گئی ہو جس سے بچنا ممکن ہی مثلاً چوری غصب یا کسی ایسے امر کی وجہ سے جس سے بچنا ممکن نہو مثلاً
آتش زدگی یا جنگ لیکن اس زمانے مین امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر فتوی ہی یعنے
ضمان لینا جائز ہی جیسا کہ عالمگیری مین ہی وبقولهما يفتى اليوم لتغير احوال الناس وبه يحصل صيانة
اموالهم كذا في التبيين آجکل صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر فتوی ہی کیونکہ لوگون کے حالات بدل گئے
ہین اور اُنکے مال اسی طرح محفوظ رہ سکتے ہین یہ تبیین مین ہی پس گاڑی والون سے اُس گم شدہ لٹھے
کی وہ قیمت جو اُس جگہ پر تھی جہان سے وہ گم ہوا ہی لینا اور گم شدہ اور یافتہ کی تلاش کا خرچ لینا درست
ہی مگر جبراً وصول کرنے مین روایتین مختلف ہین اور عدم جبر کو ترجیح ہی جیسا کہ عالمگیری مین ہی وبعضهم
افتوا بالصلح عملا بالقولين والشيخ الامام ظهير الدين المرغيناني رحمه الله يفتي بقول ابي حنيفة رحمه الله

قال صاحب العدۃ فقلت لہ یوما من قال منہم یفتی بالصلح ہل یجبر الخصم لو امتنع قال کنت افتی بالصلح فی الابتداء فرجعت لہذا ۔ بعض لوگون نے دونون قولون پر عمل کرنے کے لیے صلح پر فتویٰ دیا ہی اور امام ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا ہی صاحب عدۃ رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ مین نے اُن سے ایک دن کہا کہ جو لوگ صلح پر فتویٰ دیتے ہین اُن سے یہ بھی پوچھنا چاہیے کہ اگر خصم صلح سے انکار کرے تو کیا وہ صلح پر مجبور کیا جائے انھون نے جواب دیا کہ مین پہلے صلح ہی کے مذہب پر فتوے دیا کرتا تھا مگر اسی وجہ سے مین نے اُس سے رجوع کیا ۔ واللہ اعلم بالصواب نمقہ شجاعت علی عفی عنہ ۔ فقعی ضمان اجیر مشترک کے باب مین اگرچہ اسپر ضمان شرط کیا ہو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ضمان نہین ہی اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جبکہ صورت ہلاک کا دفعیہ اُسکی قدرت مین ہو ضمان ہی ردالمحتار مین ہے حاصل ما فی فتاوی الطوری عن المحیط ان ضمان المشترک ما تلف مقید بثلثۃ شروط ان یکون فی قدرتہ رفع ذلک فلو غرقت بموج او ریح او صدمۃ جبل لا یضمن الخ فتاوی طوری مین محیط سے نقل کیا ہی اسکا خلاصہ یہ ہی اجیر مشترک سے جو چیز تلف ہو جائے اُسکا ضمان لینا تین شرطون پر منحصر ہی (۱) وہ وجہ تلف کا دفعیہ کرسکتا ہو تو اگر سیلاب آندھی یا پہاڑ کے پھٹنے کی وجہ سے ضایع ہو جائے تو اُس سے ضمان نہ لیا جائیگا الخ ۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

**سوال** زمیندار جو زمین کے مالک ہوتے ہین رعایا اور اسامیون کو جو زمین اجارہ پر دیتے ہین اُسکی کوئی حد مقرر ہی یا طرفین کی رضامندی پر موقوف ہی ۔ **جواب** اسکی کوئی مقررہ حد نہین بلکہ اُسکا مدار رضاے طرفین اور معلومیت پر ہی ملتقی الابحر اور اُسکی شرح مجمع الانہر مین ہی ہی ای الاجارۃ بیع منفعۃ معلومۃ بعوض معلوم دین ای مثلی او عین ای قیمتی اجارہ ایک منفعت معلومہ کو بیچنا ہی بعوض مال معلوم دین کے یا عین کے دین مثلاً اُسی کے مثل کسی اور منفعت کے معاوضہ مین عین مثلاً قیمت کے معاوضہ مین

**سوال** زمیندار لوگ جو اسامیون کو کھیتی کرنے کے لیے زمین اجرت معلومہ پر دیتے ہین اور سال اجارہ کی تعداد ذکر نہین کرتے یہ صحیح ہی یا نہین ۔ **جواب** فاسد ہی درمختار مین ہے کل ما افسد البیع یفسدہا کجہالۃ ماجور او اجرۃ او مدۃ او عمل جو چیز بیع کو فاسد کر دیتی ہی وہ اجارہ کو بھی فاسد کر دیتی ہی مثلاً ماجور یا اجرت یا مدت یا عمل کی جہالت ۔ اور عالمگیری مین ہی الفساد قد یکون لجہالۃ قدر العمل بان لا یعین محل العمل وقد یکون لجہالۃ قدر المنفعۃ بان لا یبین المدۃ وقد یکون بشرط فاسد مخالف

لمقتضی العقد فساد بعض اوقات مقدار عمل کی جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً محل عمل کو معین نہین کیا اور کبھی مقدار منفعت کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً مدت نہین بیان کی اور کبھی شرط فاسد کی وجہ سے جو مخالف مقتضاے عقد ہی فساد ہوتا ہی **سوال** غنا اور نوحہ کی اجرت جو خود معصیت ہین درست ہی یا نہین **جواب** درست نہین ہی ہدایہ مین ہی ولا یجوز الاستیجار علی الغناء والنوح گانے اور نوحے کی اجرت لینا ناجائز ہی۔ اور عالمگیری مین ہی ولا یجوز الاستیجار علے المعاصی لانہ استیجار علے منفعۃ غیر مقدور الاستیفاء شرعاً گناہو نکی اجرت ناجائز ہی کیونکہ وہ ایسی منفعت پر اجرت دینا ہی جو شرعاً پوری نہین کی جاسکتی **سوال** کنوان یا تہ خانہ کھدوانے کے لیے جو اجارہ ہوتا ہی کیا اُسمین طول عرض عمق اور دور کا بیان کرنا بھی ضروری ہی **جواب** ہان ضروری ہی عالمگیری مین ہی لو استاجرہ یحفر لہ بیرا او سردابا لابد ان یبین الموضع وطول البیر وعمقہ ودورہ وفی السرداب یبین طولہ وعرضہ وعمقہ کذا فی الغیاثیۃ اگر کسی نے کنوان یا تہ خانہ کھودنے کیلیے کسی سے اجرت طے کی تو ضروری ہی کہ جگہ کو بتادے اور کنوین کا طول عمق اور دور بتادے اور تہ خانہ کا طول عرض عمق بتادے یہ غیاثیہ مین ہی **سوال** اگر کسی نے کنوان کھدوانے کی مزدوری اس شرط سے طے کی کہ ایسا کنوان کھود جسکا پانی دو برس تک کم نہ ہو تو یہ شرط کرنا صحیح ہی یا نہین **جواب** فاسد ہی کیونکہ خلاف مقتضاے عقد اور قدرت بشری سے خارج ہی **سوال** اگر کنوان کھدوانے مین یہ شرط کی کہ کنوان کھودنے والا کنوین کو پختہ کردے اور اینٹ اور چونہ اپنی پاس سے لگائے تو جائز ہی یا نہین **جواب** فاسد ہی عالمگیری مین ہی لو استاجرہ لیکری لہ نہرا وقناۃ فاراہ مفتحہا ومصبہا وعرضہا وسمی لہ فہو جائز وان اشترط طیہا بالاجر والجص من عند الاجیر فہو فاسد اگر کسی کو نہر یا جھیل کھودنے کے لیے اجرت پر مقرر کیا اور اُسے ابتدا اور انتہا اور عرض بتادیا اور اجرت مقرر کردی تو جائز ہی اور اگر یہ شرط کی کہ وہ اپنے پاس سے اینٹ اور چونہ لگا کر پختہ بھی کردے تو یہ اجارہ فاسد ہوگا **سوال** اجارۂ فاسدہ کا کیا حکم ہی **جواب** عالمگیری مین ہے فالفاسد یجب فیہ اجر المثل ولا یزاد علے المسمے ان سمی فی العقد مالا معلوما وان لم یسم یجب اجر المثل بالغا ما بلغ اجارۂ فاسدہ مین اجر مثل دینا چاہیے اگر عقد مین کوئی مقدار مقرر کر لی ہی تو اُس سے زائد نہ دینا چاہیے اور اگر کوئی مقدار مقرر نہین کی ہی تو اجر مثل دینا چاہیے جتنا ہو **سوال** اگر کسی پیشے والے نے بے مزدوری مقرر کیے ہوئے کسی کا کچھ کام کیا تو کتنی اجرت پانے کا مستحق ہوگا **جواب** اجر مثل کا مستحق ہوگا اشباہ

مین ہو لوعمل لہ شیئا ولم یستاجرہ وکان الصانع معروفا بتلک الصنعۃ وجب اجر المثل علی قول محمد رحمہ اللہ وبہ یفتی اگر کوئی چیز بنائی اور اجرت مقرر نہین کی اور بنانے والا اُس صنعت مین مشہور تھا تو اجر مثل واجب ہو امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر اور اسی پر فتوی ہو **سوال**۔ اگر کوئی شخص بازار سے یا کھلیان سے غلہ مزدور یا جانور پر لاد کے اپنے گھر لایا پھر بھوبنجے کو غلہ بھوننے کے لیے دیا اور اسی غلہ مین سے تھوڑا غلہ اجرت مقرر کی تو صحیح ہے یا نہین **جواب** اگر اُس مزدور یا جانور کی مزدوری جسپر غلہ لاد کے اپنے گھر لایا ہو اس غلہ مین سے مقرر کر دی ہے یا پھر بھوبنجے کی مزدوری اُس غلہ مین سے جو اُسے بھوننے کو دیا ہو مقرر کر دی ہو تو یہ اجارہ فاسد ہو اس صورت مین اجر مثل دینا چاہیے اور اگر اُن کامون کی مزدوری نقد یا بلاتعین غلہ کو مقرر کیا ہو پھر غلہ مین سے کچھ دیدیا تو جائز ہے اشباہ مین ہے استاجرہ یحمل طعامہ بقفیز منہ فالاجارۃ فاسدۃ ویجب اجر المثل لایتجاوز بہ المسمے کسی مزدور کو اس لیے اجرت پر کیا کہ وہ اُسکا کھانا اٹھا لیجلے اور اسی کھانے مین سے ایک قفیز کھانا اُسکی مزدوری مقرر کی تو اجارہ فاسد ہوگا اور اجر مثل واجب ہوگا جسے مقررہ اجرت سے زائد نہونا چاہیے۔ اور درمختار مین ہو ولو دفع غزلا لاخر لینسجہ لہ بنصفہ او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نھیہ علیہ الصلوۃ والسلام عن قفیز الطحان والحیلۃ ان یفرز الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیینہ ثم یعطیہ قفیزا منہ فیجوز اگر کسی کو کلابن دینے کے لیے بمعاوضہ نصف دیا یا کسی کا گدھا کھانا لیجانے کے لیے کچھ کھانے کے معاوضے مین اجرت پر لیا یا کسی کا بیل آٹا پیسنے کے لیے کچھ آٹے کے معاوضہ پر کرایہ کو لیا تو اجارہ فاسد ہو گیا کیونکہ اجرت اُسی کا جزء عمل ہو اصل یہ ہو کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے آٹے کی قفیز مین ممانعت فرمائی ہو اُسی پر ان سب کا قیاس کیا گیا ہے۔ حیلہ یہ ہو کہ اجرت مقرر کرے یا قفیز کو غیر معین رکھے پھر اُسے اُسی مین سے ایک قفیز دیدے تو جائز ہو جائیگا۔

**سوال** مقررہ اجرت پر تبدادسال اجارہ لینا جائز ہے یا نہین اور اُسکا نفع مستاجر کے لیے حلال ہے یا نہین **جواب** جائز ہے مسلم سے ہو خواہ کافر سے جیسا کہ عالمگیری مین ہو اور نفع لینا جائز ہو ہدایہ مین ہو لان الاجارۃ تملیک المنافع بعوض کیونکہ اجارہ کسی چیز کے معاوضہ مین منافع کا مالک کر دینے کو کہتے ہین۔ **سوال** اگر زید نے اپنا غلام اجرت معین اور مدت معینہ پر عمرو کو خدمت کے لیے دیا تو جائز ہو یا نہین **جواب** جائز ہو عالمگیری مین ہو عن محمد رحمہ اللہ اعطیتک ھذا العبد سنۃ بخمس مائۃ

بکذا جاز ویکون اجارۃ کذا فی الخلاصۃ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہو اگر کسی نے کہا کہ مین نے یہ غلام تمکو فلان چیز کے معاوضہ مین ایک برس کے لیے دیا یہ تمھاری خدمت کرے گا تو یہ اجارہ ہو اور جائز ہو جیسا کہ خلاصہ مین ہو **سوال** دودہ پلانے والی کو دودہ پلانے کے لیے نوکر رکھنا جائز ہو یا نہین **جواب** جائز ہو عالمگیری مین ہو یجوز استیجار الظئر باجرۃ معلومۃ کذا فی الھدایۃ کسی مقررہ اجرت پہ دودہ پلانے والی عورت کو نوکر رکھنا جائز ہو یہ ہدایہ مین ہو **سوال** مسلمان عورت کو کافر کی اولاد کو دودہ پلانے کے لیے نوکری کرنا جائز ہو یا نہین **جواب** جائز ہو عالمگیری مین لا باس للمسلمۃ بان ترضع ولد الکافر باجر کذا فی فتاوی قاضی خان مسلمان عورت اگر اجرت لیکر کافر کے بچے کو دودہ پلائے تو کچھ حرج نہین یہ قاضی خان کے فتاوی مین ہو **سوال** کیا مسلمان کو جائز ہو کہ اپنے بچہ کے دودہ پلانے کے لیے کافر عورت کو نوکر رکھے یا اُس عورت کو نوکر رکھے جسکے حرامی دودہ ہو **جواب** درست ہو عالمگیری مین ہو ولا باس بان یستاجر المسلم الظئر الکافرۃ او التی ولدت من الفجور کذا فی المبسوط اگر کوئی مسلمان دودہ پلانے والی کافر عورت کو یا ایسی عورت کو جسکے زنا سے بچہ ہوا ہو اپنے بچہ کو دودہ پلانے کے لیے نوکر رکھے تو کچھ حرج نہین ہو یہ مبسوط مین ہو **سوال** اگر کسی کاتب سے قرآن شریف لکھوایا یا اشعار لکھوائے اور اُسکو مقررہ اجرت دی تو جائز ہو یا نہین **جواب** جائز ہو عالمگیری مین ہو لو استاجر رجلا لیکتب لہ مصحفا او شعرا و بین الخط جاز و ذکر الشیخ الامام المعروف بخواھر زادہ انہ لا یکرہ ذلک کذا فی فتاوی قاضی خان رحمہ اللہ اگر کسی شخص نے ایک آدمی کو اسلیے اجرت پر رکھا کہ وہ قرآن شریف لکھے یا اشعار لکھے اور خط بیان کردیا تو جائز ہو اور شیخ امام معروف بخواہر زادہ نے لکھا ہو یہ مکروہ نہین ہو ایسا ہی قاضی خان رحمہ اللہ نے اپنے فتاوے مین لکھا ہو **سوال** جو مزدور روزانہ اجرت پر مزدوری کرتا ہو وہ بغیر اجازت مالک نماز ادا کرسکتا ہو یا نہین **جواب** فرائض اور واجبات اور سنت موکدہ ادا کرنے کے لیے اجازت لینا ضروری نہین ہو البتہ نوافل بے اجازت ادا نہین کرسکتا سراج المنیر مین ہو استاجر یوما کان للاجیر ان یعمل کل الیوم ولا یشتغل بشئ سوی الصلوۃ المکتوبۃ ایک شخص نے ایک آدمی کو دن بھر کے لیے مزدوری پر رکھا تو اُسے چاہیے کہ تمام دن کام کرے اور صلوۃ مکتوبہ کے سوا اور کسی کام مین مشغول نہو۔ اور نصاب الاحتساب مین اجارات محیط سے نقل کرکے لکھا ہو اذا استاجر رجلا یوما یعمل کذا فعلیہ ان یعمل ذلک العمل الی تمام المدۃ ولا یشتغل بشئ اخر سوی المکتوبۃ اگر کسی شخص نے ایک آدمی کو ایک دن کے لیے کسی کام

پر باجرت مقرر کیا تو اُسے تمام دن وہ کام کرنا چاہیے اور مفروضہ کے سوا کسی اور کام مین مشغول نہونا چاہیے۔ اور فتاوی اہل سمرقند مین ہو وقد قال بعض مشائخنا ان یودی السنۃ ایضا واجمعوا علی انہ لایودی نفلا وعلیہ الفتوی ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہو کہ اُسے سنتین بھی ٹرھنا چاہیے اور اسپر اجماع ہو کہ نوافل نہ پڑھنا چاہیے اور اسی پر فتوی ہو **سوال** اگر کسی شخص نے کسی مزدور کو کنوان کھودنے اور اینٹ چونے سے اُسکو پختہ کردینے پر مقرر کیا پھر پختہ کرنے کے بعد یا پہلے وہ کنوان بیٹھ گیا تو مزدور مزدوری پانے کا مستحق ہو یا نہین **جواب** اگر پختہ کرنے کے بعد کنوان بیٹھا ہو تو مزدور پوری مزدوری پانیکا مستحق ہو کیونکہ مزدور اپنا کام ختم کرچکا تھا اور اگر پختہ کرنے سے پہلے کنوان بیٹھا ہو تو محنت کے موافق اجرت پائیگا۔ عالمگیری مین ہو لو کان بیرماء فشترط علیہ مع حفرہ طیہا بالآجر والجص ففعل منہا ثم انہارت فلہ الاجر کاملا وان انہارت قبل ان یطویہا بالاجر فلہ الاجر بحساب ذلک کذا فی المبسوط اگر کنوان کھودنے کے ساتھ اُسکے اینٹ اور گچ سے پختہ کرنے کی بھی شرط کی اور کنوان پختہ کرنے کے بعد بیٹھ گیا تو مزدور کو پوری اجرت ملیگی اور اگر پختہ کرنے کے پہلے بیٹھ گیا تو کام کے بقدر مزدور کو اجرت ملیگی یہ مبسوط مین ہو **سوال** درختون کو اسلیے اجرت پر لینا کہ اونپر کپڑے سکھائے جائز ہو یا نہین **جواب** نہین جائز ہو عالمگیری مین ہو ومنہا ان تکون المنفعۃ مقصودۃ معتادا استیفاءھا بعقد الاجارۃ ویجری بہا التعامل بین الناس فلایجوز استیجار الاشجار لتجفیف الثوب علیہا اور شرائط صحت اجارہ مین سے ایک یہ ہو کہ منفعت مقصود ہو اور بعقد اجارہ وہ پوری کی جاتی ہو اور لوگون مین اُسپر عملدرآمد ہو تو درختون کو اسلیے اجرت پر لینا کہ انپر کپڑے سکھلائے جائین درست نہین ہو **سوال**۔ کفار کی نوکری کرنا درست ہو یا نہین **جواب** کفار کی نوکری تین قسم کی ہوتی ہو (۱) جائز بلا کراہت جیسے اصلاحِ مصالح اور احقاقِ حقوق اور دفع شرور ومفاسد اور دفعِ دزدان وقطاع الطریق اور بنائے قناطیر وجمانسرا اور دوسرے عمارات نافعہ پر اس دلیل پر کہ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے بادشاہ وقت سے جو کافر تھا داروغگی خزائن مصر کی خواہش کی تھی تاکہ اس کی وجہ سے عدل کرین اور اس دلیل پر کہ حضرت موسی علیہ السلام کی ماں نے حضرت موسی علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لیے فرعون کی نوکری کی تھی (۲) جائز بکراہت جیسے وہ نوکری جس مین یہ بات لازم ہو کہ کفار کے سامنے اُنکی تعظیم کے لیے کھڑے رہین جس مین اسلام کے شان کی ہتک ہوتی ہو جیسے سررشتہ داری وغیرہ (۳) حرام جیسے معاصی اور منہیات شرعی پر نوکری کرنا جیسے لشکر

کو اس لیے نوکر رکھین کہ بوقت ضرورت اہل اسلام کے مقابلہ پر یہ لشکر بھیجا جاے **سوال** ساہوکار لوگ خطرناک منزل مین جاتے وقت اپنی حفاظت کے لیے مسلمانون کو نوکر رکھکے اپنے ساتھ رکھتی ہین یہ نوکری جائز ہی یا نہین **جواب** مباح ہی اور اس صورت مین اگر مسلمان انکے ساتھ مارا جاے تو اُس شخص کے مثل ہوگا جو یونہین مرگیا ہو اُسے اسطرح کی موت سے نہ کچھ فائدہ ہی نہ نقصان یعنے نہ وہ شہید ہوگا اور نہ حرام موت مرے گا بلکہ وہ مسلمان مثل اور اموات کے ہوگا **سوال** تعلیم قرآن اور اذان اور امامت کی نوکری کرنا جو طاعات مین داخل ہین جائز ہی یا نہین **جواب** متقدمین نے طاعات پر اجرت لینے کو ناجائز لکھا ہی اور متاخرین نے اقامتِ امرِ دین مین کسل اور سستی کے رواج پا جانے کی وجہ سے اس اجرت کے لینے کے جواز کا فتوے دیا ہی اور بعض متاخرین نے یون تطبیق کی ہی کہ نفس تعلیم قرآن اور اذان واقامت وامامت پر بے تعیین مکان وزمان نوکری کرنا جائز نہین ہی اور کسی کے گھر پر جانا اور صبح سے شام تک وہان بیٹھنا اور اسکے بچون کو پڑھانا ایسا امر ہی جسپر اجارہ منعقد ہو سکتا ہی اور اسیطرح مسجد کی تعیین اور پنجوقتہ امامت یا اذان کے لیے وہان حاضر رہنے کی قید بھی ایسا امر ہی جسپر اجارہ منعقد ہو سکتا ہی **سوال** اگر کوئی شخص دعوے کرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا ہی تو کیا حکم دیا جاے گا **جواب** اجارہ بغبن فاحش ہین اصل یہ ہی کہ اجر مثل سے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی کے سامنے اُسکا دعوے پیش ہو تو قاضی کو چاہیے کہ اہل معرفت سے استفسار کرے اگر وہ بھی مدعی کے دعوے کے موافق ظاہر کرین تو قاضی فسخ کردے فی الدر المختار ولو ادعی رجل انھا بغبن فاحش فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انھا کذلک فسخھا انتھی وفی حاشیۃ الطحطاوی لو ادعی رجل انھا بغبن فاحش فالاصل صحتھا باجر المثل الا اذا اخبر القاضی یعنی لا یحکم بعدم صحتھا بمجرد دعواہ انھا بغبن فاحش نظرا للاصل المذکور بل یرجع الی قول اھل البصر والامانۃ درمختار مین ہی اگر کسی نے غبن فاحش کا دعوی کیا پس اگر قاضی کو کوئی معتمد خبر دے کہ واقعہ یہی ہی تو وہ اس اجارہ کو فسخ کرادے گا انتہی اور حاشیہ طحطاوی مین ہی اگر کسی نے غبن فاحش کا دعوی کیا تو اصل یہ ہی کہ وہ اجارہ اجر مثل پر صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی کو اس کا علم ہو جائے یعنے محض دعوے غبن فاحش پر قاضی عدم صحت کا حکم نہ دے بلکہ اہل بصر وامانت کے قول کی طرف اُسے رجوع کرنا چاہیے **سوال** اجر مثل کیا ہی **جواب** حاشیہ طحطاوی مین ہی والمراد باجر المثل اجر شخص مماثل لہ فی ذلک العمل ولو اختلف اجر المثل بین الناس فالوسط اجر مثل سے اُس شخص کی اجرت مراد ہی

جو اُس کام مین اُس شخص کا مماثل ہو اور اگر اجر مثل مختلف ہون تو متوسط دلایا جائے گا **سوال** اگر چرواہے کی غفلت کی وجہ سے جانور گم ہو جاے یا چرواہا جانور کو بیچڈالے تو اسپر ضمان لازم آئے گا یا نہین اگر ضمان لازم آئے گا تو ضمان مثل دینا ہوگا یا ضمان قیمت اور اس حرکت کی وجہ سے چرواہا قابل تعزیر ہے یا نہین **جواب** راعی پر ضمان لازم ہوگا اور حیوانات چونکہ ذوات القیم مین سے ہین لہذا چرواہے سے قیمت کا ضمان دلایا جائے گا اور سیاستہً اُس کو سزا دینا جائز ہے مگر امام کی راے پر رکھنا چاہیے **سوال** زید نے اپنے موضع قاسم پور کا پٹہ جسکی سالانہ آمدنی تین سو روپیہ تھی خالد کے نام اوس سے ہزار روپیہ پیشگی لیکے لکھدیا اور مبلغ دوسو کو خالد کی رعایت سے ہزار روپیہ پیشگی لینے کی وجہ سے اصل آمدنی ونکاسی موضع قاسم پور سے چھوڑدی اس صورت مین مبلغ دوسو روپیہ کا زید سے لینا جائز ہے یا نہین **جواب** اپنے موضع کا زید کو اختیار ہی جتنے پر چاہے ٹھیکہ دے ہان اگر یہ شرط کی ہے کہ تمھارے ہزار روپے کے بدلے مین مین نے دوسو روپے چھوڑ دیے تو یہ بیشک سود ہے اور سود کا لینا حرام ہی واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفرلہ اللہ الاحد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ۔ [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات] **سوال** سورت وغیرہ مین کھجور کے درخت بوتے ہین اور اجارہ پر دیتے ہین اور اجارہ دار اوسکے پھل کم بیچتے ہین اور اوس کا رس جس مین نشہ بالکل نہین ہوتا بیچتے ہین اور یہان کے علمانے عدم سکر کی وجہ سے اُسکی حلت کا فتوے بھی دیا ہو اور اجارہ دار اس رس کو بیچتے ہین اور اس رس کی حالت یہ ہے کہ جب دو تین پھر رہے تو آفتاب کی حرارت سے اُس مین سکر آجاتا ہے پھر اُس سے سرکہ اور شراب بھی بناتے ہین ایسی صورت مین کھجور کے درخت کا بونا اور اس سے کسی طرح کا نفع لینا یا اُسکو اجارہ پر دیکر اُس سے نفع حاصل کرنا یا ان درختون کی بیع وشرا درست ہے یا نہین اور جبکہ کھجور یا تاڑ کے پانی مین ذرا بھی سکر نہو تو اوسکا پینا درست ہے یا نہین ۔ **جواب** حدیث صحیح مین وارد ہے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ احمد والدارقطنی وغیرہما جس کا کثیر مسکر ہو اُسکا قلیل بھی حرام ہے اسکو احمد اور دارقطنی وغیرہما نے روایت کیا ہے لہذا اگر اُسکا کثیر پانی مسکر نہین ہے تو حلال اور اگر اُسکا کثیر پانی مسکر ہے تو اُسکا قلیل بھی حرام ہے اور اس صورت مین کھجور کا بونا اور اُسکو اجرت پر دینا اور خریدنا بشرطیکہ اُس سے سوا اُسکے پانی کے بیچنے کے کوئی منفعت نہو درست نہوگا ۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

# کتاب الرق

**سوال** (۱) جو کافر اپنے آپ کو یا اپنی اولاد صغار کو مسلمان کے ہاتھ بیچتا ہو تو مسلمان کو اُسکا خرید نا شرعا درست ہو یا نہین اور خریدنے کے بعد وہ غلام اور عبد ہو جاتے ہین یا نہین (۲) کافر کی اولاد صغیر کو کافر یا مسلمان اگر بھگا لائے یا چھپاکر زبردستی پکڑ لائے اور اُسکو بیچے تو مسلمان کو اُسکا خریدنا اور لونڈی غلام بنانا جائز ہے یا نہین (۳) جہاد مین جو مرد اور عورت اور بچے پکڑے جاتے ہین وہ شرعا لونڈی غلام ہین یا نہین **جواب** (۱) درست نہین قنیہ مین ہو کافر جاء بولدہ الصغیر الی دار الاسلام وباعہ فیہا لم یجز ولو رجع الی دار الحرب وترك ولدہ فیہا فولدہ حر ایک کافر اپنے چھوٹے بچے کو دار السلام مین لایا اور بیچ ڈالا تو یہ بیع جائز نہوگی اور اگر دار الحرب مین واپس چلا گیا اور اپنے لڑکے کو دار الاسلام ہی مین چھوڑ گیا تو اُسکا لڑکا آزاد ہے۔ اور بزازیہ مین ہے مسلم دخل دار الحرب فجاء الحربی بابنہ او بنتہ او ام ولدہ او عبدہ او خالہ قد قہرہا یرید بیعہا من المسلم المستامن لایجوز بیعہ عند اکثر المشائخ والصحیح ان البائع ان کان یری جواز بیعہ ملکہ مطلقا وان کان لایری ان اشتراہ وذہب بہ مکرہا ملکہ بالقہر ایک مسلمان دار الحرب مین گیا تو حربی اپنا لڑکا یا لڑکی یا ام ولد یا پھوپھو یا خالہ کو لایا اور مسلم مستامن کے ہاتھ بجبر بیچنا چاہا تو اکثر مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک یہ بیع ناجائز ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ بائع اگر اس بیع کو جائز سمجھتا ہو تو یہ بیع مطلقا جائز ہوگی اور اگر وہ جائز نہ سمجھتا ہو اور مسلمان اُسے خرید کے مجبور کرکے لے آیا تو اس جبر کی وجہ سے وہ اُس کا مالک ہو جائے گا۔ (۲) اگر دار الحرب سے پکڑ لائے اور دار الاسلام مین بیچے تو اُسکا خریدنا جائز ہے بزازیہ مین ہے عن الثانی فیمن دخل دار الحرب بامان فسرق منہما انسانا حرا اوخرج بہ اقول لا یسعك ما صنعت وان باعہ یجوز بیعہ لانہ ملکہ امام ابویوسف رحمہ اللہ سے اُس شخص کے متعلق جو دار الحرب مین امان لیکر گیا اور وہان سے کسی آزاد آدمی کو چرا لایا یا بھگا لایا مروی ہے کہ مین اُس سے کہونگا تجھے ایسا نکرنا چاہیے تھا لیکن اگر وہ اُسکی بیع کرے تو بیع درست ہوگی کیونکہ وہ اُسکا مالک تھا (۳) جہاد مین اگر غنیمت کی تقسیم شرع کے موافق ہو تو وہ لونڈی غلام ہو جائینگے یہ بات چند حدیثون سے ثابت ہو طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے اور رد المحتار مین ہے فی معروضات المفتی ابی السعود ھل یحل وطی الاماء المستدق الآن من الغزاۃ

لان حيث وقع الاشتباه في قسمتهم بالوجه المشروع فاجاب لا توجد في زماننا قسمة شرعية معروفة
مفتی ابو السعود مین ہے کیا آجکل جو لونڈی غازیون سے خریدی جائے اُس سے وطی کرنا درست ہی کیونکہ
اس مین اشتباہ ہی کہ آجکل اُنکی تقسیم بوجہ مشروع ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ہمارے زمانے مین شرعی
تقسیم نہین ہوتی **سوال** دار الحرب کے کفار اگر اپنی اولاد یا اپنے اقربا کو دار الحرب یا دار الاسلام مین
مسلمان یا کافر کے ہاتھ بیچین اور مشتری خرید کے اپنے گھرے آئے تو اس بیع کا کیا حکم ہے **جواب** دار الحرب
کے کفار اگر اپنی اولاد یا اپنے اقربا کو بطیب خاطر دار الحرب مین اُس مسلمان کے ہاتھ جو دار الحرب مین
با مان داخل ہوا ہے بیچین تو اس مین روایتون کا اختلاف ہے اُس روایت کے موافق جو امام حسن
رحمہ اللہ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمہ اللہ سے کی ہے یہ بیع باطل ہے واقعات حسامیہ مین ہے
دخل دار الحرب بامان فاشتری من احدهم ابنا او ابنة بطوع تكلموا فيه قال اكثر المشائخ البيع
باطل مطلقا جو شخص دار الحرب مین امان لیکر داخل ہوا اور حربیون مین سے کسی سے اُسکا لڑکا یا لڑکی اُسکی
مرضی سے خریدی تو اس مین اختلاف ہے اکثر مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک بیع مطلقا باطل ہے اور برجندی
مین ہے ولو باع الحربي ابنه او اباه في دار الحرب من المسلم بطل سواء يرى البائع جواز البيع اولا
وهو رواية الحسن رحمه الله عن ابي حنيفة رحمه الله ورواية هشام رحمه الله عن محمد رحمه الله
وهو اختيار الامام ابي بكر محمد بن الفضل رحمه الله اگر حربی نے اپنے لڑکے یا باپ کو دار الحرب مین مسلمان
کے ہاتھ بیچ ڈالا تو بیع باطل ہے خواہ بائع اُس بیع کو جائز سمجھتا ہو یا جائز نہ سمجھتا ہو یہ روایت حسن رحمہ اللہ کی
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اور ہشام رحمہ اللہ کی امام محمد رحمہ اللہ سے ہے اور اسی کو امام ابو بکر محمد بن فضل رحمہ اللہ
نے اختیار کیا ہے۔ اور کرخی نے کہا ہے کہ اگر حربی کی مذہب مین یہ بیع جائز ہو تو جائز ہو گی اور اگر حربی کے مذہب
مین یہ بیع ناجائز ہے تو ناجائز ہو گی برجندی مین ہو وقال ابو الحسن الكرخي ان رأى الحربي جواز هذا البيع
جاز والا فلا امام ابو الحسن کرخی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر حربی اس بیع کو جائز سمجھتا ہو تو جائز ہے ورنہ نہین
اور واقعات حسامیہ مین ہے وقال ابو الحسن الكرخي ان كانوا يرون جواز البيع فالبيع جائز وان كانوا
لا يرون فالبيع باطل امام ابو الحسن کرخی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر حربی اس بیع کو جائز سمجھتے ہون تو بیع جائز
ہے اور اگر حربی اس بیع کو جائز نہ سمجھتے ہون تو بیع باطل ہے۔ اور امام ابو نصر دبوسی رحمہ اللہ سے مروی
ہے کہ حربی کا اپنی اولاد یا اپنے اقربا کو مسلم کے ہاتھ بیچنا ناجائز اور حربی کے ہاتھ بیچنا جائز ہے برجندی مین ہے

عن ابی نصر الدبوسی رحمہ اللہ ان باعہ من مسلم لایجوز وان باعہ من حربی ملک المشتری
ابونصر دبوسی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر اُس نے مسلمان کے ہاتھ بیچا تو ناجائز اور اگر حربی کے ہاتھ بیچا تو
جائز ہے۔ اور ابن سماعہ رحمہ اللہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حربی کا مطلقاً اپنی اولاد کو بیچنا مسلم
کے ہاتھ ہو یا حربی کے ہاتھ جائز ہے۔ برجندی مین ہے وروی ابن سماعۃ رحمہ اللہ عن ابی یوسف
رحمہ اللہ انہ اذا باع ولدہ من حربی اٰخر او من مسلم جاز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ابن سماعہ
رحمہ اللہ سے بروایت امام ابویوسف رحمہ اللہ مروی ہے کہ اگر کسی حربی نے اپنا لڑکا دوسرے حربی کے ہاتھ
بیچ ڈالا تو یہ بیع درست ہے اسیطرح اگر حربی نے اپنا لڑکا کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ
کے نزدیک جائز ہے اور اگر دار الحرب مین اولاد و اقربائے حربی کو خریدا اور بجبر وہان سے باہر آیا
تو ثبوتِ ید اور استیلا اور غلبہ اور احراز کے وجہ سے مالک ہوجاتا ہے اور اگر مبیع اپنی خوشی سے مشتری کے
ساتھ دار الحرب سے باہر چلا آئے تو جنکے نزدیک یہ بیع جائز نہین ملک بھی ثابت نہین ہوتی۔ واقعات
مین لکھا ہے ان اشتراہ وذہب بہ کرہا ملکہ لانہ ابتدأ قہرا علی الحربی فی دار الحرب فیملکہ اگر کسی
نے خرید لیا اور پھر اُسے مجبور کرکے اپنے ہمراہ لے گیا تو وہ اُسکا مالک ہوجائے گا کیونکہ اس بیع کی ابتدا ہی
حربی پر جبر سے ہوئی تھی دار الحرب مین۔ اور سراجیہ مین ہے وان اخرجہ مکرہا ملکہ بالقہر اگر مجبور
کرکے اُسے لے آیا تو بالجبر اسکا مالک ہوگا اور برجندی مین ہے وان اشتراہ فی دار الحرب واخرجہ منہا
ملکہ کذا فی فتاوی قاضی خان اگر دار الحرب مین خریدا اور وہان سے لے آیا تو اُسکا مالک ہوجائے گا یہ
قاضی خان کے فتاوے مین ہے۔ اور واقعات مین ہے فان ذہب بہ وہو طائع لا یملکہ لانہ لم یوجد
منہ القہر فی دار الحرب اگر اُسکی مرضی سے لیگیا تو مالک نہوگا کیونکہ جبر دار الحرب مین متحقق نہین ہوا
اور اگر حربی دار الاسلام مین اپنی اولاد کو لاکر کسی مسلمان کے ہاتھ بیچے تو یہ بیع ثبوت ملک کی باعث
نہوگی برجندی مین ہے وقال بعضہم ان اشتراہ المسلم فی دار الاسلام لا یملکہ بعض کہتے ہین کہ
اگر اُسے مسلمان دار الاسلام مین خریدے تو اُسکا مالک نہوگا۔ اور واقعات مین ہے الحربی اذا دخل دارنا
بامان فباع الولد لایجوز حربی اگر دار الاسلام مین امان لیکر آئے اور اپنی اولاد کو بیچے تو یہ بیع درست
نہوگی۔ اور قنیہ مین ہے کافر جاء بولدہ الصغیر الی دار الاسلام وباعہ فیہا لم یجز ایک کافر اپنے
چھوٹے لڑکے کو لیکر دار الاسلام مین آیا اور اُس لڑکے کو بیچا تو یہ بیع درست نہوگی۔ اور قول فیصل اس باب مین

یہ ہے جو حضرت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی بعض تحریرات فارسی مین لکھا ہی جسکا ترجمہ یہ
ہے دار الحرب کے کفار اگر اپنی اولاد یا اقربا کو بیچین اور مسلمان مول لیکے دار الحرب سے باہر لے آئے
یعنی جہان وہ مسلمان رہتا ہی وہان لے آئے چاہے وہ مقام دار الاسلام ہو یا دار الحرب اس صورت
مین اختلاف روایات ہی کہ یہ لونڈی غلام ہونگے یا نہین اصح اور اقوی دلیل کے اعتبار سے یہ ہی کہ یہ
لونڈی غلام ہو جائینگے انکی بیع اور ہبہ اور رہن جائز ہے اور انکے ساتھ بے نکاح کے وطی کرنا بھی جائز
ہے جیساکہ روایتون سے واضح ہوتا ہے اور بعض نے اس مین یہ شرط کی ہے کہ جو دار الحرب کے کفار اپنی
اولاد یا اپنے اقربا کو بیچتے ہین انمین اس بیچنے کا حکم اور رواج بھی ہو اور بعض نے یہ شرط نہین کی ہے
غرض یہ شرط اگر متحقق ہو جاے فبہا ورنہ انکی رقیت مین حکم اور رواج کا روایات اقوی واصح کے لحاظ
سے اعتبار نہین ہے کیونکہ حربی دار الحرب مین لکڑی اور شکار کا حکم رکھتے ہین اور لکڑی اور شکار کو جو شخص
پاتا ہے اُسکا مالک ہو جاتا ہے اسی طرح حربی کا فرد ان کا پانے والا بھی انکا مالک ہو جائے گا مگر استیلا اور
غلبہ اور دار الکفر سے دار الاسلام مین لے آنا ضروری ہے انتہی ترجمۃ کلامہ العزیز اور بحکم اذا ثبت الشئے
ثبت بلوازمہ جبکہ یہ لونڈی غلام ہو گئے تو کفارون مین انکا آزاد کرنا بھی جائز ہی اور ان مین جو عورتین
ہون ان سے بلا نکاح وطی کرنا بھی حلال ہے اور وطی کے بعد اگر ان سے اولاد ہو تو بعد ادعا مولی سے
اُنکا نسب ثابت ہوگا اور وہ ولد حر اور ثابت النسب کہلاے گا اور باپ کے متروکہ سے حصہ پائے گا
اور اُسکا حصہ حر کے حصہ سے کم نہین ہے اور اُسکی مان ام ولد ہوگی اور جب لونڈی دو آدمیون مین
مشترک ہو اور وہ بچہ جنے اور دونون مین سے ہر ایک اس بات کا دعوی کرے کہ یہ لڑکا میرا ہے تو وہ
لڑکا دونون کا لڑکا کہلائے گا اور دونون کے متروکہ سے پورا پورا حصہ پائے. وقایہ اور اسکی شرح مین ہے
وان ادعیاہ معا فہو منہما ویرث من کل ارث ابن لان المقر یواخذ باقرارہ وورثا منہ ارث اب
لان الاب احدہما لکنہ غیر معلوم فیوضع میراث الاب علیہما. اگر دونون نے دعوے کیا تو وہ دونونکا
لڑکا سمجھا جائیگا اور دونون کے ترکے سے ایک ایک لڑکے کا حصہ پائیگا کیونکہ اقرار کی وجہ سے مقر سے مواخذہ بالارث
ہوا کرتا ہے اور وہ دونون اُسکے ترکے سے باپ کا ایک حصہ پائینگے کیونکہ باپ ایک ہے لیکن غیر معلوم تو
باپ کا حصہ ان دونون پر تقسیم کر دیا جائے گا اور عالمگیری مین ہے ویرث الابن من کل واحد منہما میراث
ابن کامل ویرثان منہ میراث اب واحد کذا فی الہدایۃ لڑکا دونون کے ترکہ مین سے لڑکے کا پورا پورا

حصہ دے گا اور وہ دونون اس لڑکے کے ترکے مین سے ایک ہی باپ کا حصہ پائین گے یہ ہدایہ مین ہے
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

# کتاب التعزیر

**سوال** فقہا کے نزدیک سیاست کسکو کہتے ہین اور سیاستہً قتل کرنے کی کیا صورت ہے **جواب** رسالہ
جامع تعزیرات مین بحر الرائق سے منقول ہے السیاسۃ فعل یفعلہ الحاکم لمصلحۃ یراھا وان لم یرد
بذلک دلیل جزئی سیاست اُس فعل کو کہتے ہین جو حاکم وقت سے اُس مصلحت کے موافق ظاہر ہو جسے
حاکم وقت دیکھتا ہے اگرچہ کوئی جزئی دلیل فعل مذکور پر وارد نہوئی ہو۔ اور اُسی مین ہے کہ سیاست
ایک قسم کی سزا ہے جو عقوبات شدیدہ مین دی جاتی ہے جیسے قتل حبس دوام اخراج بلد وغیرہ
اور سیاستہً قتل کرنا اسپر منحصر نہین ہے کہ اُس نے کسی کو مار ڈالا ہے بلکہ عام ہے جس جنایت مین بحسب
مصلحت سلطان اور حاکم وقت چاہے یہ سزا دے سکتا ہے ہان بعض جرائم مین فعل کی تکرار شرط ہے جیسے
خنق سرقہ اور لواطت۔ جامع الرموز مین ہے السیاسۃ لا یختص بالزنا بل یجوز فی کل جنایۃ والرأی
فیہ للامام علی ما فی الکافی کقتل مبتدع یتوھم منہ انتشار بدعتہ وان لم یحکم بکفرہ کما فی التمہید
سیاست زنا کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ ہر جنایت مین جائز ہے اور اس مین یعنے سیاست مین معتبر
امام کی راے ہوگی مثلاً کسی ایسے بدعتی کو قتل کرنا جس سے بدعت کے پھیلنے کا خوف ہو اگرچہ اُس کے
کافر ہونے کا حکم نہ دیا جاے یہ تمہید مین ہے۔ اور صاحب درمختار نے منتقی شرح ملتقی مین لکھا ہے السیاسۃ
لا یختص بالزنا بل یجوز فی کل جنایۃ رأی الامام المصلحۃ فی النفی والقتل کقتل مبتدع یتوھم
انتشار بدعتہ وان لم یحکم بکفرہ سیاست زنا کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ ہر جنایت مین جائز ہے
جس مین امام شہر بدر کرنے یا قتل کو مصلحت جانے مثلاً کسی ایسے بدعتی کو قتل کرنا جس سے بدعت کے پھیلنے
کا خوف ہو اگرچہ اُسکے کافر ہونے کا حکم نہ دیا جائے۔ اور منح الغفار شرح تنویر الابصار مین ہے للامام قتل
السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد امام چور کو سیاستہً قتل کر سکتا ہے کیونکہ چور زمین مین فساد
پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور درمختار مین ہے للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد

وھذا ان عاد امام چور کو سیاستہً قتل کرسکتا ہے کیونکہ چور زمین مین فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب اُس نے دوسری مرتبہ چوری کی ہو اور اسی کتاب مین ہے لواعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ اگر کوئی شخص لواطت کا عادی ہو تو امام اُسے سیاستہً قتل کر ڈالے۔ اور فتاوی سراج المنیر مین بحر الرائق سے منقول ہے یجوز التعزیر بالقتل فی الحادیۃ نافلا من التھذیب ان التعزیر یکون بالقتل والضرب والحبس والازعاج عن الدار واخذ المال وغیرھا والقتل یکون سیاسۃ ورخصۃ واباحۃ ووجوبا قتل کی سزا دینا درست ہے حادیہ مین تہذیب سے نقل کیا ہے کہ تعزیر قتل کرنے مارنے قید کرنے گھر سے نکالدینے اور مال کے لیلینے وغیرہ سے ہوتی ہے اور قتل سیاستہً رخصتہً اباحتہً اور وجوباً ہوتا ہے۔ اور شرح ملتقی الابحر مین ہے من خنق فی المصرعۃ غیرمرۃ ای صار عادۃ قتل بہ ای سیاسۃ لسعیہ بالفساد وکل من کان کذلک یدفع شرہ بالقتل جو شخص کشتی مین گلا گھونٹے یعنے یہ فعل اُس کی عادت ہو جاے وہ اسپر سیاستہ قتل کیا جاے گا کیونکہ اُس نے فساد کی کوشش کی اور جو شخص فساد کی کوشش کرے اُسکے شر سے محفوظ ہونے کے لیے وہ قتل کیا جاے گا اور فتاوے عالمگیری مین ہے الخناق والساحر یقتلان لانھما یسعیان فی الارض بالفساد وان تابا لم یقبل ذلک منھما وان اخذا ثم تابا لم یقبل منھما ویقتلان وکذا الزندیق المعروف بالداعی وبہ یفتی کذا فی خزانۃ المفتیین گلا گھونٹنے والا اور ساحر دونون قتل کیے جائین گے کیونکہ یہ دونون زمین مین فساد پھیلانیکی کوشش کرتے ہین اور اگر وہ توبہ کرین تو اُنکی توبہ بھی مقبول نہوگی اور اگر گرفتاری کے بعد یہ دونون توبہ کرین تو بدرجہ اولی انکی توبہ مقبول نہوگی بلکہ وہ دونون قتل ہی کیے جائین گے اسی طرح وہ زندیق جو رسول مشہور ہو قتل کیا جاے گا اور اسی پر فتوی ہے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اور دستور القضاۃ مین ہے من الخلاصۃ فی کتاب الدیات قال رحمہ اللہ والاباحی یقتل ایضا ولا تقبل توبتہ کذا افتی الشیخ الامام الزاھد الاستاذ عین الدین السمرقندی من الفتاوی ناصری الساحر یقتل اذا علم انہ ساحر بان اقر بسحرہ او قام البینۃ علی سحرہ فانہ یقتل ومن الکنز فی الکراھۃ الساحرۃ تقتل یرید بہ اذا کانت تعتقد ذلک تصیر مرتدۃ وان کانت المرتدۃ لا تقتل خلاصہ کی کتاب الدیات مین ہے کہ اباحی یعنے وہ شخص جو محرمات شرع کو کسی خاص مرتبہ تک پہونچ جانے کے بعد حلال جانے بھی قتل کیا جائیگا اور اُسکی توبہ قبول نہ کی جائے گی ایسا ہی امام زاہد استاذ شیخ عین الدین سمرقندی رحمہ اللہ

نے فتویٰ دیا ہے فتاویٰ ناصری مین ہے ساحر قتل کر دیا جائے گا جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ساحر ہے اسطرح
کہ وہ خود اپنے سحر کا اقرار کرے یا اُسکے سحر پر بینہ قائم ہو جائے کیونکہ اُسکا خون حلال ہے کنز کے باب
کراہت مین ہے ساحرہ قتل کر دی جائے گی اسکا مطلب یہ ہی کہ جب وہ سحر کا اعتقاد رکھتی ہو تو مرتد
ہو جائے گی اگرچہ مرتد عورت قتل نہین کی جاتی لیکن پھر بھی وہ قتل کی جائے گی۔ اور صاحب درمختار
منتقی شرح ملتقی مین لکھتے ہین قد نفی عمر رضی اللہ عنہ نصر الحجاج من المدینۃ الی البصرۃ وھو غلام
صبیح الوجہ افتتن بہ النساء والحسن لایوجب النفی الا انہ فعلہ سیاسۃ فانہ قال ماذنبی یا امیر المومنین
قال لاذنب لک وان الذنب لی حیث لا اطھر دار الھجرۃ عنک کما فی الکشف وغیرہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے نصر حجاج کو مدینہ سے شہر بدر کر کے کوفہ مین بھیجدیا کیونکہ خوبصورت تھے اُن پر عورتین فریفتہ
ہو جایا کرتی تھین گو حسن کی وجہ سے کوئی شخص شہر بدر نہین کیا جاتا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ
فعل سیاست پر مبنی تھا جیسا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نصر حجاج نے پوچھا کہ اے امیر المومنین
مین نے کیا جرم کیا تو آپنے فرمایا کہ تمھارا جرم کچھ نہین ہے لیکن اگر دار الھجرۃ کو مین تم سے پاک نہ کرون
تو مین گنہگار ہون گا جیسا کہ کشف وغیرہ مین ہے۔ اور قاضی القضاۃ نے رسالہ تعزیرات مین لکھا ہے کہ
جب حاکم کے سامنے قاتل کا قتل کرنا ثابت ہو جائے اور عدم استجماع شرائط استیفا کے وجہ سے قصاص
اُس سے مرتفع ہو تو حاکم جیسی سزا مناسب سمجھے دے سکتا ہے واللہ اعلم حررہ محمد سعد اللہ عفی عنہ۔ واقعی
فقہا کے نزدیک سیاست اُس فعل کو کہتے ہین جسے استصلاح خلق کے لیے حاکم عمل مین لائے ایک بار یا
دو بار گلا گھوٹنے پر اسکا انحصار نہین ہے۔ واللہ علیم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفر لہ لعلی الرب الحکیم
المجیب مصیب حررہ محمد عالم علی عفی عنہ [محمد عالم علی] صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ ظہور الحق
عفی عنہ [ظہور الحق] نعم الجواب ریاض الدین [ریاض الدین] اصاب من اجاب کتبہ محمد حبیب اللہ
[محمد حبیب اللہ] ہذا الجواب صحیح حررہ عبد الکریم محمد اکبر خان [عبد الکریم محمد اکبر خان] صح الجواب کتبہ عبد القادر
ولایتی [عبد القادر ولایتی] ان ہذا الجواب قریب بالحق والصواب حررہ محمد لطف اللہ بن مفتی محمد سعد اللہ
الجواب صحیح سیاسۃً قتل کرنا ایک یا دو بار گلا گھوٹنے پر منحصر نہین ہے بلکہ عام ہے ہر جنایت کے لیے اور اسکی
تائید درمختار کی اُس قول سے ہوتی ہے جو اُنھون نے شبہ قتل مین لکھا ہی والثانی شبہہ وھو ان یقصد
ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء ولو بحجر وخشب کبیر عندہ خلافا لغیرہ وموجبہ الاثم

والکفارۃ ودیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ سیجئ تفسیر ذلک لا القود لشبہہ بالخطأ نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاستۃ دوسرے شبہ عمد وہ یہ ہی کہ کسی شخص کو مذکورۂ بالا چیزون کے علاوہ کسی اور چیز سے مارنا چاہے یعنے ایسی چیزون سے مارنا چاہے جن سے اجزا متفرق نہون اگرچہ بڑا پتھر یا بڑی لکڑی ہو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نہ کہ دوسرون کے نزدیک اس سے آدمی گنہگار ہوتا ہی اور کفارہ اور دیت مغلظہ (جن کی تعریف عنقریب آئے گی) واجب ہوگی نہ کہ قصاص کیونکہ آلہ کا (جس سے ضرب صادر ہوئی ہی) لحاظ کرکے وہ خطا کے مشابہ ہے البتہ اگر کسی سے یہ فعل مکرر صادر ہو تو امام اوسے سیاستۃً قتل کردے واللہ اعلم حررہ محمد نور النبی عفی عنہ۔ اصاب المجیب صاحب بحر الرائق نے رسالۂ رشوت مین لکھا ہی قد استفید ان السیاستہ ما یفعل الحاکم لمصلحۃ العام من غیر ورود الشرع اس سے معلوم ہوا کہ سیاست وہ فعل ہے جسے حاکم مصلحت عامہ کی وجہ سے بلا حکم شرع کرے۔ اور علامہ ابراہیم خیر الدین رحمہ اللہ اپنے فتاوے مین لکھتے ہین یسمع الاخبار بکونہ شریرا بیدہ ولسانہ سواء کان حاضرا او غائبا لان الامور الموجبۃ للتعزیر ولو بالقتل المحضۃ حق اللہ تعالیٰ الذی لم یقصد شخصا معینا لایحتاج الی الدعوی المحتاجۃ الی حضور المدعی وھذا من حق اللہ تعالیٰ وھذا النص علمائنا بان المخبرین لھم الاجر والثواب حیث کانوا مخلصین لقصد ھم بدفع ظلمۃ المتعدی وللحاکم طلبہ وتعزیرہ ولو بالقتل حیث تقرر فیہ انہ لا یرجع الا بالقتل کسی شخص کے ہاتھ یا پاؤن کے خراب ہونے کی خبر سنی جائے یعنے یہ سنا جاے کہ وہ اپنے زبان یا ہاتھ پاؤن سے دوسرون کو تکلیف پہونچاتا ہے تو خواہ وہ موجود ہو یا نہو کیونکہ وہ امور جن سے تعزیر واجب ہوتی ہے اگرچہ قتل ہی کیون نہو خالص خدا کا حق ہین جو کسی مدد گار کا محتاج نہین ہی لہذا دعوی کی احتیاج نہین ہے جسکی بدولت حضور مدعی ضروری ہو اور یہ خالص خدا کا حق ہی اور اسکو ہمارے علمانے ثابت کیا ہے کہ مخبرین کو اجر و ثواب ملیگا جبکہ اُنکا مقصد صرف یہی ہو کہ ظالم کا ظلم باقی نرہے اور حاکم کو ایسے شخص کو طلب کرنا چاہیے اور تعزیر کرنا چاہیے اگرچہ قتل ہی کیون نہ کرنا پڑے جبکہ یہ معلوم ہوجائے کہ وہ بغیر قتل کے اپنے حرکات سے باز نہ آئے گا۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات] اصاب من اجاب رد المحتار مین ہے و یشیر کلام الفتح ایضا ان السیاسۃ لا یختص بالزنا فھو ما عزاہ الشارح الی النھر وفی القہستانی السیاسۃ لا تختص بالزنا بل تجوز فی کل جنایۃ والرأی فیھا الی الامام علی ما فی الکافی کقتل مبتدع یتوھم منہ

انتشار بدعته وان لم یحکم بکفره کما فی التمهید وهی مصدر ساس الوالی الرعیۃ امرهم ونهاهم کما فی القاموس فالسیاسۃ استصلاح الخلق بارشادهم الی الطریق المنجی فی الدنیا والاخرۃ فهی من الانبیاء علی الخاصۃ والعامۃ فی ظاهرهم وباطنهم ومن السلاطین الملوک علی کل منهم فی ظاهرہ لاغیر ومن العلماء ورثۃ الانبیاء علی الخاصۃ فی باطنهم لاغیر کما فی المضمرات وغیرها) هکذا فی جامع الرموز صاحب فتح کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیاست زنا کے ساتھ خاص نہین ہے اور اسی کو شارح رحمہ اللہ نے نہر کے جانب منسوب کیا ہے اور قہستانی مین ہے کہ سیاست زنا کے ساتھ خاص نہین ہے بلکہ ہر جنایت پر جائز ہے اور اس معاملہ مین امام کی راے معتبر ہے جیسا کہ کافی مین ہے مثلاً کسی ایسی بدعتی کا قتل جس سے بدعت کے پھیلنے کا اندیشہ ہو اگرچہ اسکے کافر ہونے کا حکم نہ کیا جائے جیسا کہ تمہید مین ہے اور سیاستہ مصدر ہے ساس الوالی الرعیۃ کا یعنے والی نے رعیت کو حکم دیا اور روکا جیسا کہ قاموس مین ہے پس سیاست اصلاح خلق ہے اسطرح پر کہ اونکو ایسا راستہ دکھایا جائے جس سے وہ دنیا و آخرت دونون مین نجات پا جائین پس عوام وخواص کی اصلاح باطنی وظاہری انبیا کے ذمے ہے اور صرف اصلاح ظاہری سلاطین وملوک کے ذمے ہے اور صرف خواص کی اصلاح باطنی علما کے ذمے ہے جو انبیا کے وارث ہین جیسا کہ مضمرات وغیرہ مین ہے یہ سب جامع الرموز مین ہے واللہ اعلم بالصواب نمقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفر لہ اللہ الرحیم بن مولانا علی محمد رحمہ اللہ الصمد۔

## کتاب الحدود

**سوال** زنا کی تحقیق بغیر قاضی کے ممکن ہے یا نہین اور زانی بغیر قضاے قاضی کے سزاوار سزا ہے یا نہین اور اس امر مین تحکیم جائز ہے یا نہین **جواب** زنا کی تحقیق پر اجراے حد مرتب ہے اور اجراے حد بغیر قاضی وحاکم کے حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک جائز نہین ہے اور اجراے حد کے لیے تحکیم درست نہین ہے

**سوال** تین مسلمان جن مین سے ایک کے ہاتھ مین تلوار اور دو کے ہاتھون مین بڑی بڑی لکڑیان تھین باہم لوٹ مار کرنے کا مشورہ کر کے شہر کے باہر نکلے اور پہلی رات کو ایک ہندو بزاز پر جو رامپور کا رہنے والا تھا اور گاؤن کی بازار سے آرہا تھا حملہ کیا اور دار الاسلام رامپور کے ایک جنگل مین اوسکو مار ڈالا اور ایک مزدور کو بھی جو اسکے ساتھ تھا زخمی کر کے اسکی گٹھری جس مین سوسی کے تریسٹھ تھان تھے لوٹ کے

سے بھاگ گئے پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ لوٹ مار کرنے والے لوگ قطاع الطریق ہین یا نہین اور حاکم وقت انکو قتل اور مال چرانے کی سزا مین بطریق حد قتل کرسکتا ہے یا نہین **جواب** یہ لوگ قطاع الطریق ہین اور حاکم وقت انکو قتل اور اخذ مال ذمی کے جرم مین قتل کرسکتا ہے جاننا چاہیے کہ قطاع الطریق اُن لوگون کو کہتے ہین جو دار الاسلام کے شہر اور قریون کے باہر راستہ چلنے والون کو مار ڈالنے یا لوٹ لینے کا خوف دلائین اور اُنکے ساتھ ایسی شوکت اور قوت بھی ہو جس کی وجہ سے راہگیر اُنکا مقابلہ نہ کرسکین اور اُن سے ڈرین اور اُن کی دفع کرنے سے عاجز رہین بلکہ اگر ایک شخص بھی ایسی شوکت اور قوت کے ساتھ راہگیرون کو عاجز کرے تو وہ بھی انھین مین سے سمجھا جائے گا اور رہزنی مین بڑی لکڑی اور پتھر تلوار کے حکم مین ہین۔ صاحب ہدایہ نے باب قطع الطریق مین لکھا ہی اذا خرج جماعۃ ممتنعین او واحد یقدر علی الامتناع فقصد واقطع الطریق الخ جب ممتنعین کی ایک جماعت یا اُن مین کا ایک اکیلا جو امتناع پر قدرت رکھتا ہو ڈاکہ مارنے کے ارادے سے نکلے الخ۔ اور امتناع سے یہ امر مراد ہی کہ قاطع طریق اپنی بہادری کی قوت سے دوسرون کو دفع کرسکے صاحب عنایہ نے لکھا ہے اراد بالامتناع ان کون قاطع الطریق بحیث یمکن لہ ان یدافع تعرض الغیر عن نفسہ بقوتہ وشجاعتہ امتناع سے یہ مراد ہی کہ ڈاکو ایسا ہو کہ اگر دوسرا شخص خلل انداز ہو تو وہ اپنی قوت وشجاعت سے اُسکا دفعیہ کرسکے۔ اور برہان شرح مواہب الرحمن مین لکھا ہی خرج ذو منعۃ وقوۃ ولو واحدا لقطع الطریق الخ قوی شخص اگرچہ اکیلا ہی ڈاکہ مارنے کی نیت سے نکلے الخ۔ اور بحر الرائق مین ہی اما قطع الطریق حقیقۃ فبالقتل او اخذ المال وان یکون بالاخافۃ وان یکون من قوم لہم قوۃ وشوکۃ او واحد کذلک ڈاکا حقیقۃً قتل کرنے یا مال کے لینے اور ڈرانے دھمکانے اور ایسی قوم سے ہوتا ہے جسے قوت وشوکت ہو یا ایک اکیلا آدمی ہو۔ اور فتاوی عالمگیری مین ہے اعلم ان قطاع الطریق الذین لہم احکام مخصوصۃ شرائط احدہا ان یکون لہم شوکۃ ومنعۃ بحیث لا یمکن للمارۃ المقاومۃ معہم وقطعوا علیہم الطریق سواء کان بالسلاح او بالعصاء الکبیر او الحجر وغیرہا والثانیۃ ان یکون خارج المصر بعیدا عنہا والثالثۃ ان یکون ذلک فی دار الاسلام ڈاکوون کی رہزن کیلیے مخصوص احکام ہین متعدد شرطین ہین (۱) ڈاکہ ڈالنے والے قوی اور صاحب شوکت ہون کہ راہ چلنے والے اُنکا مقابلہ نہ کرسکتے ہون اور وہ انپر ڈاکہ ڈالین خواہ اسلحہ سے ہو یا بڑی لکڑی یا پتھر وغیرہ سے ہو (۲) شہر کے اور شہر سے

دور ہو (۳) دار الاسلام میں ہو۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اشخاص مذکورین ڈاکو ہیں اور ڈاکوؤں کو قتل اور اخذ مال کی وجہ سے یہ حکم ہے کہ امام اور سلطان وقت اُنکو قتل کر سکتا ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے ان قتلوا واخذوا المال ان شاء الامام قطع ایدیهم وارجلهم من خلاف ثم قتلهم اوصلبهم وان شاء قتلهم من غیر قطع وان شاء صلبهم جب ڈاکو قتل کریں اور مال لوٹ لیں تو امام اگر چاہے اُنکا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ کر قتل کرے یا سولی دے اور اگر چاہے تو بغیر ہاتھ پاؤں کاٹے ہوئے قتل کرے اور اگر چاہے تو سولی دے۔ اور کنز میں ہے ان قتل قتل حدا وان عفا الولی قاتل حدًا قتل کیا جائیگا اگرچہ ولی معاف کردے اور ملتقی الابحر میں ہے ولو باشر الفعل بعضهم حد واکلهم اگرچہ اس کام کو انمیں سے بعض لوگوں نے کیا ہو مگر قتل سب کیے جائینگے۔ اور لایمکن للمارۃ المقاومۃ معهم راہ گیر اُن کا مقابلہ نہ کر سکتے ہوں میں راہ گیر دنیسے فقہا کے نزدیک وہی راہ گیر مراد ہیں جن سے ڈاکو تعرض کریں نہ تمام راہ گیر اور فقہا نے قطع الطریق کی تفسیر میں کہا ہے الاضافۃ لادنی ملابسۃ والمعنی قتل المارۃ بالطریق واطلق الطریق علی المارۃ من اطلاق اسم المحل علی الحال کذا فی الحاشیۃ الطحطاویۃ والشامیۃ اضافت ادنی مشابہت کی وجہ سے ہے مطلب یہ ہے کہ قتل اُن لوگوں کا جو راستہ سے گذرتے ہوں اور راستہ کا اطلاق گذرنے والوں پر ویسا ہی جیسے محل کا اطلاق حال پر یہ حاشیہ طحطاویہ اور شامیہ میں ہے واللہ اعلم نمقہ العبد الاثم الاواہ محمد سعد اللہ صح الجواب محمد ریاض الدین مفتی عدالت دیوانی [محمد ریاض الدین] ہذا الجواب صحیح والرأی نجیح نمقہ العبد الاثیم محمد عبد الکریم مدرس رامپور [محمد عبد الکریم] اصاب المجیب محمد احسن الصدیقی مدرس مدرسہ بریلی [محمد احسن] صح الجواب واللہ اعلم بالصواب محمد حبیب اللہ مدرس رامپور [محمد حبیب اللہ] صح الجواب حررہ محمد ظہور الحق مدرس [محمد ظہور الحق] ہذا الجواب صحیح حررہ اکبر علی خان ولد رحم یار خان مدرس [اکبر علی خان] اصاب المجیب حررہ لطف اللہ ولد مفتی سعد اللہ مدرس مدرسہ [محمد لطف اللہ] ذلک کذلک حررہ محمد بشارت اللہ مدرس مدرسہ [محمد بشارت اللہ] ہذا الجواب صحیح والرأی نجیح کتبہ سید حسن شاہ مدرس مدرسہ [سید حسن شاہ] الجواب صواب حق صحیح کتبہ محمد ظہور الحسن عفی عنہ [ظہور الحسن] صح الجواب محمد عالم علی محدث مرادآبادی [محمد عالم علی] لقد اصاب المجیب محمد قطب عالم مدرس مرادآباد [محمد قطب عالم] عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے اذا خرج جماعۃ من الممتنعین او واحد

یقدر علی الامتناع فقصد واقطع الطریق الخ المراد بالامتناع ان یکون بحیث یمکن لھم ان یدفعوا عن انفسھم بقوتھم وشجاعتھم تعرض الغیر جب راستہ روکنے والون کی ایک جماعت یا اُن مین سے ایک اکیلا جوراستہ روکنے پر قدرت رکھتا ہو نکلا اور اُس نے ڈاکہ ڈالنے کا قصد کیا الخ امتناع سے مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ ایسے ہون کہ اگر کوئی دوسرا اُن سے تعرض کرے تو وہ اپنی قوت اور شجاعت سے اُس کو دفع کرسکین۔ اور کتاب الخراج مین امام ابویوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے قال ابویوسف من اخذ المال فالامام بالخیار ان شاء قتلہ ولم یقطعہ وان شاء قطعہ ثم صلبہ امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس ڈاکو نے (قتل کے بعد) مال لے لیا ہو اُسکے متعلق امام کو اختیار ہے چاہے اُسے قتل کرڈالے اور اُسکے ہاتھ پاؤن نہ کاٹے اور چاہے ہاتھ پاؤن کاٹنے کے بعد سولی دیدے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی محمد عبدالحی ابوالحسنات اعلم ان قطاع الطریق ان قتلوا نفسا واخذوا مالا خیر الامام بین ستۃ احوال ان شاء قطع ایدیھم وارجلھم من خلاف ثم قتلوا وصلبوا وفعلوا الثلثۃ او قتلھم وصلبھم او قتلھم فقط او صلبھم فقط ھکذا فصلہ الزیلعی اگر ڈاکو کسی کی جان لین اور مال لوٹین تو امام کو چھ باتونکا اختیار ہے ان مین سے جو چاہے کرے ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤن کاٹکر قتل کرڈالنا یا سولی دیدینا یا تینون یا قتل اور سولی یا صرف قتل یا صرف سولی یہ تفصیل زیلعی نے کی ہے اور صورت مسئولہ مین قتل نفس اور اخذ مال ان رہزنون سے وقوع مین آیا ہے پس حداً قصاصاً انکو قتل کرنا چاہیے واللہ اعلم بالصواب سدید فی الدین رشید بالیقین دہلوی۔ واقعی یہ لوگ ڈاکو ہین اور حاکم وقت انکو قتل اور اخذ مال کے جرم مین حداً قتل کرسکتا ہے جامع الرموز مین ہے و معصوم بالعصمۃ المؤبدۃ وھو مسلم او ذمی حرا وعبد قطع الطریق علی معصوم ای زاحم المارۃ من مسلم او ذمی فی صحراء دارنا علی مسافۃ السفر فصاعدا دون القری والامصار ولا بینھما وھذا ظاھر الروایۃ وعن ابی یوسف رحمہ اللہ ان من قطع الطریق من زاحم علی قل مسیر السفر وفی المصر لیلا وعلیہ الفتوی دفعا لشر المتغلبۃ المفسدین کما فی الاختیار وغیرہ وقال بعض المتاخرین ان ھذا فی زمانھم واما فی زماننا فتحقق قطع الطریق فی القری والامصار وعن ابی یوسف رحمہ اللہ من زاحم فی المصر او بین القری فان کان بالسلاح حد وان کان لغیرہ فلا اما اذا کان باللیل حد انتھی مختصرا وقال صاحب الایضاح وعن

ابی یوسف رحمہ اللہ ان قصدوا فی المصر بالسلاح یجری علیہم احکام قطاع الطریق وان قصدوا بالحجر او الخشب فان کانوا خارج المصر فکذلک ایضا وان کان بالنہار لا یجری علیہم حکم قطاع الطریق واستحسن المشایخ ہذہ الروایۃ وبہ یفتی کذا فی التبیین وقال فصیح الدین الہروی فی شرح الوقایۃ وحجر وعصا لہم کسیف فی القتل لان قطع الطریق یحصل بہا علی السواء (ڈاکہ یہ ہے کہ) وہ لوگ جو محفوظ بحفاظت دائمی یعنے مسلمان اور ذمی آزاد یا غلام ہیں راستہ روکین کسی محفوظ مسلمان یا ذمی کا دارالاسلام کے صحرا مین مقدار سفر پر یا اس سے زائد نہ کہ گاؤن اور شہر مین اور نہ انکے درمیان یہ ظاہر روایت ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مقدار سفر سے کم مین یا رات کو شہر مین مزاحمت بھی ڈاکہ ہے اور اسی پر فتوی ہے مفسدین غالبین کے شر کو دفع کرنے کے لیے جیسا کہ اختیار وغیرہ مین ہے بعض متاخرین نے کہا ہے کہ یہ انکے زمانے مین تھا لیکن ہمارے زمانے مین گاؤن اور شہرون مین بھی قطع طریق پایا جاتا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جو شہر یا قصبات کے درمیان مین مزاحمت کرے تو اگر یہ مزاحمت اسلحہ سے ہو تو اُنپر حد جاری کی جائے گی اور اگر کسی اور چیز سے ہو تو نہین لیکن اگر رات کو ہو تو حد جاری کی جائے گی انتہی مختصرا اور صاحب ایضاح نے لکھا ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جو لوگ شہر مین ہتھیار لیکر مزاحمت کا قصد کرین اونپر ڈاکوون کے احکام جاری ہونگے اور اگر اُنکے پاس اسلحہ نہون بلکہ لکڑیان اور پتھر ہون تو اگر وہ شہر سے باہر مزاحمت کرین تو اُنکا بھی یہی حکم ہے اور اگر دن کو ہو تو اُنپر ڈاکوون کے احکام جاری نہون گے مشائخ رحمہم اللہ نے اس روایت کو مستحسن سمجھا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ تبیین مین ہے اور شیخ فصیح الدین ہروی رحمہ اللہ نے شرح وقایہ مین لکھا ہے اور ڈاکوون کے لیے قتل کیے جانے مین ڈنڈا اور پتھر بھی مثل تلوار کے ہے یعنے اگر وہ ڈنڈے اور پتھر سے حملہ کرین تو بھی قتل کیے جائین گے کیونکہ قطع طریق سب مین برابر ہے واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم۔

# باب القصاص

سوال۔ جو شخص قصاص مین مارا جائے وہ گناہ سے پاک ہوجاتا ہے یا نہین جواب پاک ہوجاتا ہے اللہ تعالی

فرماتا ہے ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب تمھاسے لیے قصاص مین زندگی ہے اے عقلمندون! اور فتح العزیز مین مرقوم ہے کہ جب قاتل کو قصاص مین قتل کرتے ہین اور وہ اپنے نفس کو اللہ کے حکم کی اطاعت مین وارثان مقتول کے حوالہ کرتا ہے تو قیامت کے دن گناہ سے پاک اُٹھیگا اور دوزخ کے عذاب سے نجات پائے گا اور حیات ابدی پائیگا بلکہ عالم برزخ اور قبر مین بھی اُسکے ساتھ عفو اور رحمت کا معاملہ کیا جائیگا اور روح وریحان اُسے نصیب ہوگا پس یہ مارا جانا اُسکے لیے ایسا ہے جیسے کوئی دار الآلام سے دار الراحۃ مین چلا جائے واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

# كتاب الحواله

**سوال** ہندہ اور مریم دائنان ہین اور زید مدیون زید نے بکر پر حوالہ کیا اور دہی عمرو زید کے باپ نے برضاے زید مدیون ہندہ اور مریم دائنان کی موجودگی مین بکر کے نام رقعہ لکھتے وقت یہ لکھا کہ اسقدر روپیہ ہندہ اور مریم کو دیدینا اور جقدر روپیہ اس رقعہ مین لکھا ہی جو زید پر ہندہ اور مریم کا ہے حساب کے وقت مجرا کیا جائیگا پس بکر نے بدفعات مریم کا کل روپیہ ادا کر دیا اور ہندہ کا بعض روپیہ بدفعات ادا کیا اور بعض باقی ہے جسکا ہندہ کو بکر پر بنا بر تحریر رقعہ دعوی ہے اور اقرار بکر نسبت اداے بقیہ دین ہندہ گواہون کی گواہی سے ثابت ہی اب مطالبہ کے وقت ہندہ نسبت بقیہ دین خود بکر بعد اداے کل دین مریم و بعض دین ہندہ نسبت اداے دین ہندہ منکر حوالہ ہی بعد اظہار صورت نزاعی متقیان شرع متین کی خدمت مین یہ التماس ہی کہ از روی روایات فقہ او مسائل شرعیہ حضور محیل و محتال لہ و محتال علیہ ہنگام حوالہ شرط صحت حوالہ ہی یا نہین اور اگر یہ صورت فرض کی جاے کہ جسوقت عمرو نے بحضور ہندہ اور مریم دائنان زید مدیون یہ مضمون دینے روپیہ ہندہ رقعہ منجانب زید مدیون بنام بکر تحریر کیا تھا تو بلا رضا مندی اور بلا امر زید مدیون لکھا تھا اور نہ کچھ دین زید مذکور ذمۂ بکر تھا اور نہ کوئی شے زید کی بطور ودیعت بکر کے پاس تھی مگر بکر نے موافق مضمون رقعہ جو زید مدیون کے باپ نے لکھا تھا از رہند رجۂ رقعہ بدفعات ہندہ اور مریم کو اس طرح کہ دین مریم کا پورا کو اور بعض دین ہندہ کا ہندہ کو ادا کیا تو شرعا عقد حوالہ منعقد ہوگا یا نہین اور اگر محتال لہ بھی مجلس حوالہ مین موجود نہو مگر اُسکی طرف سے کوئی شخص فضولی حوالہ کو قبول کرے تو حوالہ منعقد ہوگا یا نہین جواب

صحت حوالہ کے لیے محیل اور محتال علیہ کا مجلس حوالہ مین حاضر ہونا شرط نہین ہے فقط مجلس حوالہ مین محتال لہ کا
حاضر ہونا شرط ہے مگر جب کوئی شخص محتال لہ کی طرف سے حوالہ کو قبول کرے گا تو اُسوقت بلاحضور محتال لہ بھی
حوالہ صحیح ہے چنانچہ فتاوی حمادیہ مین مرقوم ہے وشرط حضور الثانی الا ان یقبل ای الحوالۃ فضولی ای لاجل
الغائب لاحضور الباقین دوسرے کا حاضر ہونا ضروری ہے مگر یہ کہ فضولی حوالہ کو قبول کرے غائب کے نہونے
کی وجہ سے نہ کہ باقی لوگون کا موجود ہونا ـــــ اور بھی فتاوی عالمگیری مین عدم حضور محتال علیہ کے
باب مین تصریح کی ہے جسکی عبارت یہ ہے ولا یشترط حضرتہ لصحۃ الحوالۃ حتی لو احالہ علی رجل غائب ثم علم
الغائب فقبل صحت الحوالۃ صحت حوالہ کے لیے اُسکا حاضر ہونا شرط نہین ہے حتی کہ اگر اُس نے کسی غائب شخص پر حوالہ
کردیا اور اُس غائب کو جب اطلاع ہوئی تو اُسنے قبول کر لیا حوالہ صحیح ہو جائے گا۔ اور حوالہ بلا رضا و بلا امر
محیل بھی صحیح ہے درمختار مین ہے شرط لصحتھا رضی الکل بلا خلاف الا الاول وھو المحیل فلا یشترط علی المختار
کذا فی الشرنبلالیۃ عن المواھب صحت حوالہ کے لیے سبکی رضامندی شرط ہے بلا خلاف سوی اول یعنے محیل کے بر مذہب
مختار اُسکی رضامندی ضروری نہین ہے یہ شرنبلالیہ مین مواہب سے نقل کیا ہے۔ اور فتاوے حمادیہ مین ہے واما
رضاء المحیل وھو المدیون فلیس بشرط ذکرہ فی الزیادات محیل یعنے مدیون کی رضامندی شرط نہین ہے اسے
زیادات مین ذکر کیا ہے۔ اور فتاوی احمدی کی روایت بھی اسکی مثبت ہے اور بھی بحالت عدم لزوم دین
محیل بذمہ محتال علیہ وعدم وجود شئے محیل عند المحتال علیہ بھی حوالہ صحیح ہے جیساکہ کافی مین اسکی تصریح موجود
ہے کہ حوالہ کی دو قسمین ہین مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محتال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اُسکے پاس کوئی
عین ہو بطریق غصب یا ودیعت یا اور کسی طرح سے اور مطلقہ اسکے خلاف ہے اور قول بعض فقہا درباب تعریف
حوالہ مطلقہ مفید اسکو ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بہ دین یا عین نہ کرے چنانچہ فتاوی عالمگیری کے باب تقسیم حوالہ
مین مرقوم ہے وھی نوعان مطلقۃ ومقیدۃ فالمطلقۃ ان یرسل الحوالۃ ولا یقیدھا بشئ مما عندہ من
ودیعۃ وغصب او دین او یحیلہ علی رجل لیس لہ علیہ شئ مما ذکرنا کذا فی التبیین حوالہ کی دو قسمین
ہین مطلق اور مقید مطلق یہ ہے کہ حوالہ مین وہ شئے ذکر نہ کی جائے جو از قسم ودیعت یا غصب یا قرض بذمہ
محتال علیہ ہے یا مطلق کسی ایسے شخص کے بچھ حوالہ کرنا ہے جسپر محیل کا اقسام مذکورہ مین سے کسی طور پر کچھ واجب
نہو ایسا تبیین مین ہے۔ باعتبار تعریف ثانی حوالہ مطلقہ محیل اپنا دین یا وہ شئے جو محتال علیہ کے پاس ہے محتال
علیہ سے مانگ سکتا ہے جیساکہ وقایہ اور فقہ کی اکثر کتابونکی عبارتون سے معلوم ہوتا ہے اور جب بادلے

بعض دین بنذر ونیز بشہادت شہود ورضامندی بکر محتال علیہ وقبول حوالہ ثابت ہے تو اب انکار بکر محتال علیہ نسبتِ عدمِ قبولِ حوالہ غیر مقبول ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب **مترجم کہتا ہے** اس جواب کے بعد اصل کتاب مین بھی مفتی کا نام نتھا لہذا ترجمہ مین بھی نہین لکھا گیا۔ **انتہی** فی الواقع صحت حوالہ مین محتال علیہ کی حاضری شرط نہین ہے جیسا کہ در غرح غررمین ہے الشرط قبول المحتال اونائبہ ورضی الباقین لاحضورہما شرط محتال یا اُسکے نائب کا قبول کرنا ہے اور بقیہ کی رضامندی نہ کہ اُن کا موجود ہونا۔ بلکہ مذہب مختار کے لحاظ سے محیل کی رضامندی بھی شرط نہین ہے رد المحتار مین ہے لایخفی ان اشتراط رضاء المحیل مبنی علی روایۃ القدوری وھی خلاف المختار رضا محیل کی شرط لگانا قدوری کی روایت پر مبنی ہے جو خلاف مختار ہے پس صورت مسئول عنہا مین محتال علیہ پر اداے بقیۂ دین بھی واجب ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

# کتاب المناقب

**سوال** شرع محمدی اور شاستر ہنود مین لونڈیان دو ہی قسم کی قرار پائی ہین ایک وہ جو زرخرید ہون دوسرے وہ جو جدال وقتال کرکے معرکۂ جہاد مین ہاتھ آئی ہون اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ السلام والصلوۃ کی دوسری بی بی تھین ان دونون صورتون سے بری ہین کہ ہماری تحقیقات سے یہ بات ثابت ہی خلاصۃ الانبیا مین لکھا ہے کہ سنان بن علوان ایک بادشاہ تھا مقام مصر مین جب اُس نے شہرۂ حسن حضرت بی بی سارہ زوجۂ اولی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہما السلام والصلوۃ سنا تو حضرت سارہ علیہا السلام کو اپنے سامنے طلب کیا اور اُنکے جانب ہاتھ بڑھایا اللہ تعالی کی قدرت سے اُس ناپاک کا ہاتھ سوکھ گیا وہ ڈرا اور حضرت سارہ علیہا السلام سے دعا کا خواستگار ہوا آپ نے دعا فرمائی اللہ تعالی نے آپکی دعا قبول فرمائی اور اوسکے ہاتھ کو اچھا کر دیا تو اُس نے شکریہ مین بی بی ہاجرہ کو دیا اور حضرت سارہ علیہا السلام سے فرمایا یہ تمھاری اجرت ہے اور بقیان مین جو قدیم تفسیر ہے اور اب نواب مدراس کے کتبخانہ مین موجود ہے بیٹی لکھا ہے مگر توریت مین لفظ جاریہ لکھا ہے تو اب اگر لفظ جاریہ پر خیال کیا جائے تو لغت مین یہ لفظ کئی معنون مین مستعمل ہو غیاث اللغات اور قاموس مین

ہی جاریہ کے معنے کشتی اور آفتاب اور دختر اور کنیزک کے ہین تو اب خیال کرنا چاہیے کہ جب ایک لفظ کی کئی معنے قرار پائے تو پھر جہان جو معنی چسپان ہون وہی بولنا چاہیے اور مقام مذکورۂ بالا مین بیٹی ہی کے معنے موزون ہو سکتے ہین کیونکہ عقل سلیم اسکو قبول نہین کرتی کہ جب اتنے بڑے بادشاہ نے اپنی آنکھ سے ایسا زبردست معجزہ دیکھا تو اُسکے صلہ مین اُس نے لونڈی دی ہو پس امید وار ہون کہ آپ اہل اسلام کی معتبر کتابون سے اسکا ثبوت دین کہ اُس بادشاہ نے لونڈی ہی دی تھی جواب درحقیقت وہ کنیزک نہ تھین چنانچہ تفسیر کشاف و معالم و مدارک وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے اور کسی تفسیر سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا لونڈی ہونا ثابت نہین ہوتا جو اسکا قائل ہو وہ کاذب ہے واللہ اعلم حررہ

سیف الدین احمد جعفری ریواری | سیف الدین احمد | **ہوالمصوب** عبارات مفسرین اور مورخین سے اشارۃً اور صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کنیزک تھین کیونکہ جمہور مفسرین نے بادشاہ مصر کے قصہ مین لکھا ہی کہ اُس نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو ہبہ کیا۔ اور علامہ مجیر الدین حنبلی مورخ الانس جلیل فی تاریخ القدس والخلیل مین لکھتے ہین لما سار ابراھیم علیہ السلام الی مصر ومعہ سارۃ زوجتہ وھبہا فرعون مصر ھاجر فلما قدم الی الشام واقام بین الرملۃ وایلیا وکانت سارۃ لا تحبل وھبت ھاجر لابراھیم فواقعہا فحملت وولدت اسمعیل علیہ السلام جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر کی طرف تشریف لے گئے اور اونکے ساتھ اونکی بی بی حضرت سارہ علیہا السلام تھین جنکی خدمت مین بادشاہ مصر نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو پیش کیا پس جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام شام مین آئے اور رملہ اور ایلیا کے بیچ مین سکونت اختیار کی اور حضرت سارہ علیہا السلام حاملہ نہوتی تھین لہذا انھون نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق مین ہبہ کیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس رہین اور حاملہ ہوئین جن سے حضرت اسمعیل علیہ السلام پیدا ہوے اس سے صاف طور سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اولاً حضرت ہاجرہ علیہا السلام اُس بادشاہ مصر کی کنیزک تھین پھر جب حضرت سارہ علیہا السلام کی ملک مین آئین تو اُنھون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کیا کیونکہ ہر شخص پر ظاہر ہے کہ ہبہ عرف اور شرع مین اسے کہتے ہین کہ کوئی شخص اپنی مملوکہ چیز دوسرے کو دیدے پس اگر حضرت ہاجرہ علیہا السلام اُس بادشاہ مصر کی بیٹی ہوتین تو لفظ ہبہ کا اطلاق صحیح نہوتا اور مورخ حسین دیار بکری تاریخ خمیس مین لکھتے ہین قال ابن لھیعۃ ھاجر من ارض العرب من قریۃ

کانت امام القری من ارض مصر کذا فی سیرۃ ابن ھشام ویقال ان ھاجر کانت قبل الرق بنت ملك من ملوك القبط فاخذ منها ایاھا وخلی سبیلها وقال ھذہ لك وکان لا یولد لابراھیم من سارۃ فوھبت سارۃ ھاجر لہ ابن لہیعہ رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام عرب کے ایک گاؤنکی رہنے والی تھین جو مصر کے گاؤن کے سامنے تھا یہ سیرت ابن ہشام مین ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام غلامی کے قبل شاہان قبط مین سے کسی ایک کی بیٹی تھین بادشاہ مصر نے جب حضرت سارہ علیہا السلام کو آزاد کیا تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو انکی خادمہ بنا دیا اور کہا کہ یہ آپکے لیے ہی اور جب حضرت سارہ علیہا السلام کے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی اولاد نہوئی تو حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو انھین ہبہ کر دیا۔ یہ عبارت اس باب مین بہت صریح ہی کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کنیزک تھین بادشاہ مصر کی بیٹی نہ تھین بلکہ کنیزک ہونے سے پہلے وہ بادشاہان قبط مین سے ایک بادشاہ کی بیٹی تھین اور اُسی تاریخ خمیس مین اس سے زیادہ صریح یہ عبارت ہی فی معالم التنزیل ولد لابراھیم علیہ السلام ثمانیۃ بنین اسمعیل وامہا ھاجر القبطیۃ ام ولد معالم التنزیل مین ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ صاحبزادے تھے اسمعیل علیہ السلام ہاجرہ علیہا السلام کے پیٹ سے پیدا ہوے تھے جو قبطیہ ام ولد تھین۔ اور یہ بات ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ ام ولد اُس لونڈی کو کہتے ہین جس سے مولی صحبت کرے اور اُسکے بطن سے جو لڑکا پیدا ہو اُسکو اپنی طرف منسوب کرے۔ اور جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ مین لکھتے ہین قال ابن عبد الحکیم حدثنا عمر بن صالح اخبرنا مروان القصاص قال صاھر الی القبط من الانبیاء ثلثۃ ابراھیم تسری ھاجر ویوسف تزوج بنت صاحب عین شمس ونبینا صلی اللہ علیہ وسلم تسری ماریۃ ابن عبد الحکیم نے کہا ہی کہ مجھسے عمر بن صالح نے بیان کیا کہ انسے مروان قصاص نے کہا قبطیوں سے تین نبیون کو قرابت مصاہرت تھی (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام جنھون نے حضرت ہاجرہ (لونڈی) کے ساتھ شب باشی کی (۲) حضرت یوسف علیہ السلام جنھون نے صاحب عین شمس کی بیٹی سے شادی کی (۳) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنھون نے ماریہ (لونڈی) کے ساتھ شب باشی کی۔ پس لفظ تسری صاف دال ہی کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کنیزک تھین اگر کسی کو شک ہو کہ لونڈی بہ نسبت حرہ کے رذیل اور بیقدر ہوتی ہے پس حضرت اسمعیل علیہ السلام جو نبی جلیل القدر اور نبی آخر الزمان کے اجداد مین ہین چونکہ لونڈی کے

پیٹ سے پیدا ہوے اُنکی ذات مین نقص آگیا تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک قدر اور
عزت رقیت اور حریت کی وجہ سے نہین ہوتی بلکہ تقوے کے لحاظ سے ہوتی ہو قرآن شریف مین ہے
ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم مین جو سب سے زیادہ متقی ہے وہی اللہ کے نزدیک بزرگ ہے اور
حضرت ہاجرہ علیہا السلام اگرچہ کنیزک تھین مگر بہ نسبت حضرت سارہ علیہا السلام کے نہایت متقی اور
پرہیزگار تھین جیسا کہ کتب تفسیر اور کتب حدیث کے دیکھنے والے اس سے اچھی طرح پر واقف ہین
پس حضرت اسمعیل علیہ السلام کی ذات مین کسی طرح کا نقصان نہین آیا بلکہ کمال عارض ہوا اسیواسطے
فقہا لکھتے ہین کہ جو شخص حضرت اسمعیل علیہ السلام کی حقارت کی نظر سے کہے کہ وہ لونڈی کی اولاد سے
ہین تو وہ شخص کافر ہے کیونکہ انبیا علیہم السلام کی تذلیل کفر ہے اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ
حضرت ہاجرہ علیہا السلام والدۂ حضرت اسمعیل ع نعوذ باللہ رذیل تھین پس اس سے حضرت اسمعیل
علیہ السلام کی ذات مین ہرگز نقصان نہین آتا غور کرنا چاہیے کہ اصل تمام نبی آدم کی حتی کہ جملہ انبیا کی
منی کا ایک قطرہ ہی جو نجس اور خراب ہے اور اُس سے انسان کی ذات مین نقصان نہین ہوتا اور بہ
جمہور مفسرین کے قول کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کافر تھے مگر اُس سے حضرت خلیل اللہ
کی ذات مین نقصان نہین آیا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ
عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] **سوال** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم امی تھے یا نہین اور بہ
امی ہونا آپکا معجزہ تھا یا نتھا اور جو شخص اسکا قائل ہو کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بعثت سے
پہلے تمام علوم سے واقف تھے اور اپنے اس قول پر مصر ہو تو اُسکا یہ قول کتاب وسنت کے خلاف ہی
یا نہین اور ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے **جواب** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا قرآن شریف
سے ثابت ہو اللہ تعالی فرماتا ہے الذین یتبعون الرسول النبی الامی وہ لوگ جو رسول نبی امی
کی پیروی کرتے ہین اور معالم التنزیل مین ہے ھو محمد صلے اللہ علیہ وسلم قال ابن عباس ھو
نبیکم امیا لا یکتب ولا یقرأ ولا یحسب وھو منسوب الی الام ای ھو علی ما ولدتہ امہ وقیل ھو
منسوب الی امتہ اصلہ امتی سقطت التاء فی النسبۃ کما سقطت فی المکی والمدنی وقیل ھو
منسوب الی ام القری وہ نبی امی حضور خاتم الانبیا علیہ التحیۃ والثنا ہین حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما فرماتے ہین کہ وہ تمہارے نبی امی ہین جنھون نے نہ کچھ پڑھا نہ لکھا نہ حساب سیکھا اور یہ ام کی طرف

منسوب ہو یعنے وہ شخص جو اُس حال پر ہو جسپر اُس کی ماں نے اسکو جنا ہو بعض لوگ کہتے ہین کہ امی امت کیطرف نسبت ہو ت حذف ہوگئی جسطرح مکی اور مدنی مین حذف ہوگئی ہے اور بعض لوگ کہتے ہین کہ یہ ام القری کی طرف منسوب ہے - اور شریعت محمدیہ مین یہ ثابت نہین کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ جمیع اشیاے ماضیہ و مستقبلہ جزئیہ وکلیہ تمام علوم سے واقف تھے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] **سوال** ایک واعظ کہتا ہو کہ واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اذن شفاعت کبری حاصل ہوا ہو جو شخص اس بات کا قائل ہو کہ آپ کو دنیا مین اذن شفاعت نہین ہوا وہ کافر ہے اور اپنے اس دعوی کے ثبوت مین کہ آپ کو دنیا مین اذن شفاعت ہوگیا وہ حدیث پیش کرتا ہے جو مشکوۃ شریف کے باب سجدۂ شکر مین حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مین اپنی امت کے لیے شفاعت کرونگا اللہ تعالی ثلث امت کو بخشیگا اور اسی طرح مین ہر دعا اور سجدہ کے بعد بخشائش امت کے لیے دعا کرتا ہون اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس آیت اور اس حدیث سے دنیا مین اذن شفاعت ثابت ہو یا نہین اور جو شخص کہے کہ دنیا مین اذن نہین ہے بلکہ یہان وعدۂ صادق ہوا ہے اور قیامت مین اسی وعدے کے مطابق آپ کو شفاعت کبری کا اذن ہوگا وہ شخص مصیب ہو یا مخطی - **جواب** احادیث کثیرہ اور روایات عدیدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ قیامت کے دن حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے لیے شفاعت کبری کا اذن ہونا ہے اور دنیا مین شفاعت کبری کا اذن نہین ہوا بلکہ عہدۂ شفاعت کبری تفویض ہونے کا وعدہ ہوا ہے اور یہی مذہب فقہاے محققین اور محدثین اور مفسرین رحمہم اللہ کا ہے ابن حجر مکی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر مین لکھتے ہین روی الطبرانی بسند حسن مرفوعا یدخل من اهل هذه القبلة النار من لا یحصی عددهم الا الله بما عصوا الله واجترؤا علی معصیته وخالفوا طاعته فیوذن لی فی الشفاعة فاثنی علی الله ساجدا فیقال لی ارفع راسک سل تعطه اشفع تشفع طبرانی نے مرفوعا بسند حسن روایت کیا ہے اہل قبلہ مین سے اکثر جنکی گنتی خدا کے سوا کسی کو نہین معلوم جہنم مین جائینگے کیونکہ اُنھون نے خدا کی نافرمانی کی ہے اور گناہ کیے ہین اور اُس کی اطاعت کے خلاف کیا ہے پس مجھے شفاعت کی اجازت دیجائیگی اور مین سجدہ کر کے خدا کی تعریف کرونگا تو مجھے کہا جائیگا کہ تم سر اٹھاؤ اور مانگو تم کو دیا جائیگا اور شفاعت کرو تمھاری شفاعت قبول کی جائیگی

اور اُس بڑی حدیث مین جس مین انبیا کی طرف اہل محشر کے توسل کو تفصیل سے بیان کیا ہی احمد اور ابو یعلی اور
بزار اور ابن حبان کی روایت سے مروی ہے فیقول عیسے لیس ذلك عندی ولکن انطلقوا الی سید
ولد آدم فلیشفع لکم الی ربکم فینطلقون فیقول الله یا محمد ارفع راسك وقل واشفع باقیه
فینطلق جبرئیل به فیخر ساجدا قدر جمعة ثم یقول الله تعالی یا محمد ارفع راسك وقل یسمع واشفع
تشفع حضرت عیسے علیہ السلام کہین گے کہ مجھے اسکا حق نہین ہے تم اولاد آدم کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس جاؤ وہ خدا سے تمھارے سفارش کرین گے پس وہ جائین گے اور اللہ تعالی فرمائے گا ای محمد (صلی اللہ
علیہ وسلم) تم اپنا سر اوٹھاؤ اور شفاعت کرو پس حضرت جبرئیل علیہ السلام آپکے پاس آئینگے لیکن آپ ایک
ہفتہ سجدے مین پڑے رہین گے پھر اللہ تعالی فرمائے گا ای محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنا سر اٹھاؤ اور کہو تمھاری
سنی جائیگی اور شفاعت کرو تمھاری شفاعت قبول ہوگی۔ اور سیوطی رحمہ اللہ نے بدور سافرہ فی احوال
الآخرہ مین احمد اور بخاری اور مسلم کی روایت سے لکھا ہے فیاتون عیسے فیقول لست بذلك ایتوا
محمدا غفر الله ما تقدم من ذنبه وما تاخر فیاتونی فاقوم حتے استاذن ربی لوگ حضرت عیسی علیہ السلام
کے پاس آئین گے پس وہ کہین گے مین اسکا اہل نہین ہون تم لوگ محمد مصطفے علیہ التحیۃ والثنا کے پاس جاؤ
اللہ نے اُنکے اگلے اور پچھلے گناہ بخشدیے ہین پس وہ لوگ میرے پاس آئین گے اور مین شفاعت کا قصد
کرونگا یہان تک کہ میرا خدا مجھے اجازت دے۔ اور احمد اور ابو یعلی کی روایت مین ہی فیاتونی فیقولون یا محمد
اشفع لنا الی ربك فاقوم لها حتے یاذن الله پس لوگ میرے پاس آئین گے اور کہین گے ای محمد صلی اللہ علیہ
وسلم ہماری شفاعت کیجیے پس مین شفاعت کا قصد کرونگا یہان تک کہ خدا مجھے اجازت دے اور مسلم اور حاکم کی روایت
مین ہے فیاتون محمدا صلے الله علیه وسلم فیقوم فیوذن له۔ لوگ حضرت محمد مصطفے علیہ التحیۃ والثنا کے پاس
آئین گے اور آپ شفاعت کرنے کے لیے مستعد ہونگے پس آپ کو شفاعت کرنے کی اجازت دیجائے گی۔ اور طبرانی
اور ابن مبارک اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ کی روایت مین ہے فیاتون عیسے فیقول
ادلکم علی العربی الاخیر فیاتونی فیاذن الله لی ان اقول لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس جائین گے
وہ فرمائین گے مین تمکو رسول عرب کے پاس جانے کی ہدایت کرتا ہون تب لوگ میرے پاس آئین گے اور خدا مجھے
کہنے کی اجازت دے گا۔ اور ابو یعلی کی روایت مین ہے اسجد سجدة یرضی بها عنی ثم امدحه مدحة
یرضی بها عنی ثم یوذن لی بالکلام مین ایک سجدہ کرونگا جسکی بدولت خدا مجھسے راضی ہوجائے گا پھر مین

اسکی ایسی مدح کرونگا جسکے بدولت وہ مجھسے راضی ہو جائیگا پھر مجھے کلام کی اجازت دے گا۔ اور عبدالوہاب
شعرانی رحمہ اللہ نے کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مین لکھا ہو قال الشیخ محی الدین
رحمہ اللہ وانما اخبرنا صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بانہ اول شافع واول مشفع شفقۃ علینا للتسریح من
التعب الحاصل بالذہاب الی نبی بعد نبی فی ذلک الیوم العظیم وکل منہم یقول نفسی نفسی فاراد اعلامنا
بمقامہ لنصیر فی مکاننا مستریحین حتے تاتی نوبتہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وانما قال فی آخر
الحدیث ولا فخر ای لا افتخر بکونی سید ولد آدم من الانبیاء فمن دونہم وانما قصدت بذلک راحتکم
من التعب یوم القیامۃ بحکم الوعد السابق لی من اللہ عزوجل ان اکون اول شافع واول مشفع شیخ محی الدین
رحمہ اللہ نے کہا ہو کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے ہمکو خبر دی ہے کہ وہ پہلے وہ شخص ہین جو شفاعت کرینگے
اور جنکی شفاعت قبول کی جائے گی ہمارے اوپر شفقت کی غرض سے تاکہ ہم اُس تھکن سے آرام پائین جو ہم کو
یکے بعد دیگرے انبیا علیہم السلام کے پاس جانے سے اُس بڑے دن مین لاحق ہوئی تھی جبکہ انبیا مین سے
ہر ایک نفسی نفسی کہ رہا ہوگا بس انھون نے ہمکو اپنا مرتبہ بتانا چاہا تاکہ ہم اپنی جگہ پر صبر کرکے راحت حاصل
کرین حتے کہ آپکی باری آجاے اور آخر حدیث مین آپنے فرمایا ہو ولا فخر اسکے معنی یہ ہین کہ مین اولاد آدم مین
سے انبیا اور غیر انبیا سب کے سردار ہونے پر فخر نہین کرتا بلکہ اس سے میرا منشا یہ ہے کہ تمکو خدا کا یہ وعدہ کہ مین
پہلا وہ شخص ہون جو شفاعت کریگا اور جسکی شفاعت قبول کیجائے گی تبلا کر جو اُس نے پہلے سے مجھسے کر لیا
ہے تم کو قیامت کے دن اُس تھکن سے بچاؤن جو تمام انبیا کے پاس جانیسے ہو گی۔ اور محی السنہ بغوی رحمہ اللہ
معالم التنزیل مین قل للہ الشفاعۃ جمیعا کی تفسیر مین لکھتے ہین قال مجاہد لا یشفع احد الا باذنہ
مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہو کہ خدا کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت نہ کرے گا۔ اور نووی شرح صحیح مسلم مین ہے قولہ
صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فاستاذن علی ربی فیوذن لی قال القاضی عیاض معناہ فیوذن لے
فی الشفاعۃ الموعودۃ بہا حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہو کہ مین اللہ تعالی سے اجازت لونگا
اور وہ مجھے اجازت دیدے گا قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہین اسکے معنے یہ ہین کہ مجھے اُس شفاعت کی اجازت
دے گا جسکا اُس نے وعدہ کیا ہو۔ اور ملا جلال دوانی رحمہ اللہ شرح عقائد عضدیہ مین لکھتے ہین والشفاعۃ
لدفع العذاب ورفع الدرجات حق لمن اذن لہ الرحمن من الانبیاء والمومنین بعضہم لبعض شفاعت
دفع عذاب و رفع درجات کے لیے اُن لوگون کے واسطے ثابت ہے جنکو خدا اجازت دے خواہ وہ انبیا ہون

یا مومنین جو دوسرے مومنین کی شفاعت کرین۔ اور امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر مین لکھا ہے ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء ان فی یوم القیمۃ لا یملك احد شیئا فلا یقدر احد علی الشفاعۃ الا باذن اللہ فیکون الشفیع فی الحقیقۃ ھو اللہ الذی یاذن فی تلك الشفاعۃ کیا وہ خدا کے سوا اور کوئی شفاعت کرنے والے رکھتے ہین قیامت کے دن کوئی شخص کسی چیز کا مالک نہوگا پس بے اجازت خداوندی کوئی شفاعت پر بھی قادر نہوگا پس درحقیقت خدا ہی شفاعت کرنے والا ہوگا جو اس شفاعت کی اجازت دیگا۔ اور ایسا ہی تفسیر اور عقائد کی اکثر کتابون مین ہے مگر آیت واستغفر لذنبك الخ اس دنیا کے باب استغفار مین وارد ہوئی ہے نہ شفاعت آخرت کے باب مین۔ بغوی رحمہ اللہ نے اسی آیت کے تحت مین لکھا ہے امر بالاستغفار مع انہ مغفور لہ لیستن امتہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کو استغفار کا حکم دینا باوجودیکہ وہ بخشدیے گئے ہین اس غرض سے ہے کہ وہ اپنی امت کو اسکا طریقہ بتادین۔ اور جو حدیث سوال مین مذکور ہے وہ دنیا مین اذن شفاعت پر دلالت نہین کرتی بلکہ دونون امرون کو محتمل ہی اور نصوص مذکورہ اذن روز قیامت پر صاف دلالت کرتے ہین اور یہ مسئلہ ایسا نہین جس مین سے دو مین کسی ایک بات کا قائل کاذب یا فاسق کہا جائے اور اس باب مین بہت احتیاط کرنا چاہیے **سوال** حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے والدین کا ایمان ثابت ہی یا نہین اور جو شخص تحریرا یا تقریرا ان دونون کی طرف کفر کی نسبت کرے اسکا کیا حکم ہے۔ **جواب** اس مسئلہ مین علما کا اختلاف ہی بعض ایمان بعد الاحیاء کے قائل ہوے ہین اور بعض احادیث احیا کو موضوع کہتے ہین اور عدم ایمان کے قائل ہین اور چونکہ وہ ارباب فطرت مین سے ہین اُس لیے اُنکی نجات کے قائل ہین علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس باب مین سات رسالے لکھے ہین اور بہت سی کوشش سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات ثابت کی ہی۔ اور ملا علی قاری اور ابراہیم حلبی رحمہما اللہ نے اُنکے بعض رسائل کی رد لکھی ہے مگر چونکہ اس باب مین دلائل متعارض ہین سو حبس سے سکوت کرنا زیادہ اچھا ہے اور حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی والدین کو کافر یا فی النار کہنا بڑی بے ادبی اور حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی اذیت کا سبب ہے حموی شرح اشباہ مین لکھتے ہین اعلم ان السلف اختلفوا فی ابوی الرسول صلے اللہ علیہ وسلم ھل ماتا علی الکفر ام لا فذھب الی الاول جمیع منھم صاحب التیسیر وخطب الی الثانی جماعۃ ونفر من الجمع الاول قالوا ابحیاتہما من النار وسئل القاضی ابو بکر ابن العربی احد الائمۃ المالکیۃ عن رجل قال ان ابا النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی النار فاجرب بانہ ملعون

لان اللہ تعالیٰ قال ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار وقال السھیلی فی الروض الانف لیس لنا نحن ان نقول ذلک فی ابویہ لقولہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم لاتؤذوا الاحیاء بسبب الاموات واللہ یقول ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ الآیۃ وامرنا ان نمسک اللسان اذا ذکر اصحابہ رضی اللہ عنہ بشئ یرجع ذلک الی العیب فیہم فلان نمسک عن ابویہ احق واحری فجملۃ المرام فی ھذہ المسألۃ ان ھذہ المسألۃ لیست من الاعتقادیات فلاحظ للقلب منہا واما اللسان فحقہ الامساک عما یتبادر منہ النقصان سلف نے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے والدین کے متعلق اختلاف کیا ہے کہ آیا وہ حالت کفر مین مرے یا نہین تو ایک گروہ جس مین صاحب تیسیر بھی ہین مذہب اول کی طرف اور دوسرا مذہب ثانی کی طرف گیا ہے اور پہلے گروہ مین سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ انکو جہنم سے نجات ملجائیگی اور قاضی ابوبکر بن عربی سے جو بڑے فقیہ مین سے ہین اُس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو یہ کہتا ہو کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین جہنم مین جائینگے تو انھون نے جواب دیا کہ ایسا شخص ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول کو ایذا دیتے ہین خدا اُنپر دنیا اور آخرت مین لعنت بھیجتا ہے اور اس سے زائد کیا اذیت ہوسکتی ہے کہ آپکے والدین کے متعلق یہ کہا جاے کہ وہ جہنم مین جائینگے سہیلی نے روض انف مین کہا ہے کہ ہمکو حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے والدین کے متعلق یہ نہ کہنا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے زندون کو مردون کی وجہ سے اذیت نہ پہونچاؤ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ جو خدا اور اُسکے رسول کو اذیت دیتے ہین الآیۃ اور ہمکو حکم دیا گیا ہے کہ جب آپکے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر اسطرح کیا جائے کہ اُنپر حرف آئے تو ہم زبان کو روکین تو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق زبان کا روکنا زائد لائق و مناسب ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ یہ مسئلہ اعتقادیات مین سے نہین ہے پس قلب کو اس سے کچھ تعلق نہین ہے لیکن زبان کو اون امور سے روکنا چاہیے جن سے شان نبوی مین نقصان آئے۔ سوال سنیون کی اکثر تفسیرون مین جیسے تفسیر کبیر تفسیر واحدی وغیرہ مین یہ لکھا ہوا ہے کہ جب حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا حجۃ الوداع سے پلٹے اور موضع غدیر خم مین پہونچے تو یہ آیت یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یا رسول اللہ جو چیز آپ پر اتری ہے آپ اُسے لوگون کو پہونچا دین۔ نازل ہوئی پس باوجودیکہ وہ جگہ اُترنے کی صلاحیت نہین رکھتی تھی اور دوپہر

بہت گرم تھی مگر پھر بھی آپ اہتمام تبلیغ فرما کر وہان اترے اور خطبہ بلیغہ پڑھا کہ اُسکے آخر مین یہ حدیث تھی جو خم غدیر کے نام سے مشہور ہے من کنت مولاہ فعلی مولاہ جسکا مین مولی ہون اُسکے علی مولی ہین اور جب آپ خطبہ سے فارغ ہوے تو آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم (آج ہمنے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا) نازل ہوئی۔ اور اس مقام پر مفسرین نے شان نزول آیت اولی کی وجہون مین سے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے انہا نزلت فی علی یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین نازل ہوئی ہے اور روایات مین آیا ہے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مولائیت کی بشارت دی اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ حضرت امیر علیہ السلام کی شان مین کہکر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیش کیا کہ اُس قصیدے کے کسی شعر مین یہ الفاظ ہین وجعلہ اماما وھادیا اُسکو امام اور ہادی کر دیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیت مذکورہ کے شان نزول کی یہ روایت صحیح ہے یا نہین اگر صحیح ہے تو آیت اور اُسکی تفسیر انہا نزلت فی علی کا اصلی مطلب کیا ہے بلکہ اس سے مراد امامت ہے یا ولایت اور آیت ثانیہ خم غدیر مین خطبہ کے بعد نازل ہوئی ہے یا کسی دوسرے وقت اور دوسری جگہ صورت اول مین اکمال دین اور اتمام نعمت سے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی مولائیت کا اظہار ہے یا کسی دوسری چیز کا۔ اور اگر اُس سے مولائیت مراد ہے اور مولائیت ولایت سے عبارت ہے پس اکمال دین اور اتمام نعمت کا اظہار اصول مقررہ کے موافق کیونکر صحیح ہوگا مع وجوہ تحریر فرمائیے اور حضرت حسان رضی اللہ تعالی عنہ نے جو اپنے قصیدے مین عطاے منصب امامت وولایت مطلقہ کی طرف اشارہ کیا اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکی تعریف فرمائی اور اُنکو زجر نہ فرمایا اور منع بھی نہین کیا اس سے بدلالت عقلی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضور کی مراد الفاظ حدیث سے یہی تھی جسکو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدے مین ظاہر کیا۔ ان تمام امور کا جواب بحوالہ کتب رقام فرمائیے اسکا خیال رہے کہ مستفتی سنی المذہب ہے اور کتب مناظرہ کے مطالعہ سے یہ خدشہ اُسکے دل مین پڑ گیا جسکو وہ دفع کرنا چاہتا ہے جواب آیت الیوم اکملت لکم دینکم خم غدیر مین نازل نہین ہوئی ہے جن لوگون نے اس آیت کے وہان نازل ہونے کی روایت کی ہے اُنکا قول اعتبار کے قابل نہین ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع مین عرفہ کے دن مقام عرفات پر نازل ہوئی تھی اور اس سے مراد احکام ومناسک شرایع کے اتمام کی وجہ سے اکمال دین ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت

سے اس آیت کو کوئی تعلق نہین ہے سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر درمنثور مین لکھا ہے اخرج الحمیدی واحمد و
عبد بن حمید والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن
حبان والبیہقی فی سننہ قال قالت الیہود لعمر انکم تقرؤن اٰیۃ فی کتابکم لو علینا معشر الیہود
نزلت لاتخذنا ذلک الیوم عیدا قال ای اٰیۃ قال الیوم اکملت لکم دینکم قال عمر واللہ لاعلم الیوم
الذی نزلت علی رسول اللہ فیہ والساعۃ التی نزلت فیہا نزلت عشیۃ عرفۃ فی یوم الجمعۃ
حمیدی احمد عبد بن حمید بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن جریر ابن منذر ابن حبان اور بیہقی نے اپنے سنن مین
یہ روایت کی ہے کہ یہودیون نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اپنی کتاب مین ایک آیت پڑھتے ہو کہ اگر
وہ ہمپر نازل ہوتی تو ہم اُس دن کو عید بنا لیتے آپ نے پوچھا وہ کون آیت ہے اونھون نے کہا الیوم
الاٰیہ (آج کے دن مین نے تمھارے لیے تمھارے دین کو کامل کر دیا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا
کی قسم مین اُس دن کو جانتا ہون اور اُس وقت کو بھی جس مین یہ آیت نازل ہوئی تھی یہ آیت عرفہ کی
رات کو جمعہ کے دن نازل ہوئی ہے۔ اور ایسا ہی جریر نے قتادہ سے اور ابن منذر اور ابن جریر نے شعبی سے
اور اسحق ابن راہویہ اور عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور طیالسی اور عبد بن حمید
اور ترمذی اور ابن جریر اور طبرانی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن جریر اور طبرانی نے معاویہ رضی اللہ
عنہ سے اور بزار اور طبرانی اور ابن مردویہ نے سمرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کی ہے کہ یہ آیت عرفہ
کے دن نازل ہوئی ہے چنانچہ وہ سب روایتین درمنثور مین بسط سے لکھی ہین۔ اور ابن تیمیہ نے منہاج
السنۃ مین حلّی کے اس قول کی رد مین کہ یہ آیت خم غدیر مین نازل ہوئی ہے لکھا ہے ھذا من الکذب
الموضوع باتفاق اھل المعرفۃ بالموضوعات وھذا یعرفہ اھل العلم بالحدیث ولھذا لایوجد ھذا
فی شئ من کتب الحدیث التی یرجع الیہا اھل العلم بالحدیث وفیہ ایضا قد ثبت فی الصحاح والمسانید
والتفاسیر ان ھذہ الاٰیۃ نزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو واقف بعرفۃ وھذا مستفیض
ومنقول فی کتب المسلمین وھذا الیوم کان قبل غدیر خم بتسعۃ ایام فانہ کان یوم الجمعۃ تاسع
ذی الحجۃ فکیف یقال انہا نزلت یوم الغدیر وفیہ ایضا ھذہ الاٰیۃ لیس فیہا دلالۃ علی امامتہ
علی بوجہ من الوجوہ بل فیہا اخبار اللہ باکمال الدین واتمام النعمۃ علی المومنین یہ جھوٹ ہے موضوعات
کے جاننے والے سب اسپر متفق ہین کہ یہ موضوع ہے اور اسے حدیث کے جاننے والے جانتے ہین اس لیے حدیث

کی اُن کتابون مین اسکا تذکرہ نہین ہے جنکے جانب حدیث کے جاننے والے رجوع کرتے ہین (اور بھی اُسی
مین ہے) صحاح و مسانید و تفاسیر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ آیت حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر اُسوقت نازل ہوئی ہے جب آپ وقوف عرفات مین مشغول تھے اور یہ بکثرت مسلمانون کی کتابون
مین منقول ہے اور یہ دن واقعۂ خم غدیر سے نو دن قبل تھا کیونکہ یہ نوین ذیحجہ یوم جمعہ کو ہوا پس یہ کیونکر درست
ہوگا کہ یہ آیت یوم غدیر کو نازل ہوئی (اور بھی اسی مین ہے) یہ آیت کسی طرح کچھ بھی حضرت علی مرتضی
کرم اللہ وجہہ کی امامت پر دلالت نہین کرتی ہے بلکہ اس مین خدا نے دین کے کامل کرنے اور مسلمانو نپر
نعمت کے نازل کرنے کی خبر دی ہے۔ اور آیۂ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك کا شان نزول یہ
ہے کہ جب حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کو کفار نے تکالیف پہونچائے تو تبلیغ دین سے حضور کا دل تنگ
ہوا اور خاطر شریف پر ملال ہوا پس اللہ تعالیٰ نے اُسکے دفع کرنے کیلیے یہ آیت نازل فرماکر حکم دیا کہ آپ بےخوف
و ملال احکام الٰہی پہونچائیں اس لیے کہ اللہ آپکی حفاظت کرنے والا ہے اور اس آیت مین تبلیغ احکام الٰہی
کی تعمیم ہے اور اس آیت کو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی امامت سے کچھ تعلق نہین ہے اور جو بعض تفاسیر مین ہے کہ یہ آیت
امامت اور ولایت حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی شان مین نازل ہوئی ہے جیسا کہ ثعلبی وغیرہ نے اسکو روایت کیا ہے وہ
محدثین کے نزدیک اعتبار کے قابل نہین ہے منہاج السنہ مین ہے اتفقوا علی ان الحدیث المذکور الذی رواہ الثعلبی فی
تفسیرہ ھو من الموضوع محدثین اسپر متفق ہین کہ حدیث مذکور جسے ثعلبی نے اپنی تفسیر مین روایت کیا ہے
موضوعات سے ہے۔ اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ والا قصہ اگرچہ صحیح ہے مگر اُس مین خلافت کا ذکر نہین
ہے مولا کے معنے ناصر اور محب اور مقتدی وغیرہ کے آئے ہین عقلمند کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر اس قصہ
مین یا آیات مذکورہ مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے جانب اشارہ ہوتا تو اس عالم سے حضور
سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی روپوشی کے بعد مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کی منازعت کے وقت
حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان حجج کو پیش فرماتے اور جب ایسا نہین ہوا تو اس سے معلوم ہوگیا کہ اس قصہ
اور ان آیتون مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے جانب اشارہ نہ تھا۔ ایسے مباحث مین مستفتی کو
چاہیے کہ اُن کتابون کا مطالعہ کرے جو روافض کی رد مین تالیف ہوئی ہین جیسے ابن تیمیہ کی منہاج السنہ جو
اس بحث مین تمام کتابون سے عمدہ کتاب ہے اور تحفۂ اثنا عشریہ کو بھی دیکھے تاکہ جو خلجان پیدا ہوے ہین سب
رفع ہوجائین **سوال** زید یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ الف الف تحیات کے خلفا رضی اللہ

عنہم بہت فضائل رکھتے ہین مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ فضیلت کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لحمک لحمی ودمک دمی تمھارا گوشت میرا گوشت اور تمھارا خون میرا خون ہے۔ ایسی فضیلت ہی جو خلفائے ثلثہ کے تمام فضائل سے زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے اپنے خیال کے موافق وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگرچہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم دوسرے فضائل رکھتے ہین مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس فضیلت سے زائد اُنکی کوئی فضیلت نہین ہے۔ لہذا اس فضیلت جزئیہ کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت کلیہ لازم آئی۔ **جواب** اہل سنت جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل ہین تو اُنکی مراد اس فضیلت سے فضیلت من حیث کثرۃ الثواب ہے نہ مطلقا پس بعض فضائل کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مخصوص ہونے کا اعتقاد رکھنا عقیدۂ اہل سنت کے خلاف نہین ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ جزئیہ فضیلت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی قادح نہو گی۔ مولانا جلال الدین دوانی رحمہ اللہ نے حواشی جدیدہ شرح تجرید مین لکھا ہے۔ انما اختلفوا فی الافضلیۃ من حیث الثواب کما ھو الشائع فی کتب العقائد اذ لاینکر احد من اھل السنۃ رجحان علی رضی اللہ عنہ فی کثیر من الفضائل علی غیرہ باعتبار ثواب کے افضلیت مین فرق ہے جیساکہ عقائد کی کتابون مین ہے کیونکہ کوئی اہل سنت سے انکار نہین کرسکتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت سے فضائل مین دوسرون سے زائد ہین۔ اور ایسا ہی شرح عقائد عضد یہ مین لکھا ہے **سوال** شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ القوی مدارج مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہے چھبیسوین صفر یوم دوشنبہ کو حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو رومیون کی لڑائی پر مقرر فرمایا اور اٹھائیسوین کو حضور بیمار ہوے۔ اور بھی اسی کتاب مین ہے کہ گیارھوین ربیع الاول کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھا اور بارھوین تاریخ دوشنبہ کے دن آپنے اس عالم سے روپوشی فرمائی انتہی اور روضۃ الاحباب وغیرہ مین بھی ایسا ہی مذکور ہے حالانکہ اگر صفر کی دونون تاریخون سے حساب کیا جائے تو ربیع الاول کی بارھوین تاریخ دوشنبہ کو نہین پڑتی ہے چاہے چاند انتیس کا ہوا ہو یا تیس کا **جواب** حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی وفات بالاتفاق دوشنبہ کے دن ربیع الاول کے مہینہ مین ہوئی تھی اور اس باب مین اختلاف ہے کہ جس دن حضور روحی فداہ کی وفات ہوئی اُسدن کون تاریخ تھی جو لوگون مین مشہور اور اکثر کتب مین

مذکور ہے یہ ہے کہ دوشنبہ کا دن تھا اور ربیع الاول کی بارھوین تاریخ تھی مگر یہ امر ممکن نہین ہے کیونکہ
غرۂ ذیحجہ سنہ ۱۰ھ ہجری باتفاق ارباب سیر وغیرہ پنجشنبہ کو تھا کیونکہ حج نبوی جسے حجۃ الوداع کہتے ہین
جمعہ کے دن بالاتفاق ہوا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذیحجہ کی نوین تاریخ جمعہ کے دن تھی اگر ارباب
سیر کی تصریح سے قطع نظر کرلین تو روایات حدیثیہ سے بھی ثابت ہے اور اس مین کسی کو کوئی اختلاف نہین
ہے اس لیے یہ ممکن نہین ہے کہ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ ہجری کی بارھوین تاریخ دوشنبہ کے دن ہو اگر ذیحجہ اور محرم
اور صفر تینون مہینے تیس تیس دن کے بھی قرار دیے جائین کیونکہ اس حساب سے غرۂ محرم دوشنبہ کے
دن اور غرۂ صفر سہ شنبہ کو اور غرۂ ربیع الاول چہارشنبہ کو پڑتا ہے پس ربیع الاول کے پہلے دوشنبہ کو
چھٹی تاریخ اور دوسرے دوشنبہ کو تیرھوین تاریخ ہوگی اور اگر یہ تینون مہینے انتیس انتیس دن کے
قرار دیے جائین تو اس حساب سے غرۂ محرم جمعہ کے دن اور غرۂ صفر شنبہ کے دن اور غرۂ ربیع الاول
یکشنبہ کے دن پڑتا ہے پس ربیع الاول کے پہلے دوشنبہ کو دوسری اور دوسرے دوشنبہ کو نوین تاریخ
ہوگی۔ اور اگر یہ تینون مہینے مختلف قرار دیے جائین تو دو حال سے خالی نہین ہے یا غرۂ محرم جمعہ کو دن ہوگا یا شنبہ کے دن
کیونکہ اسپر سبکا اتفاق ہے کہ ذیحجہ کا غرہ پنجشنبہ کے دن تھا پس اگر غرۂ محرم جمعہ کے دن قرار دیا جاے تو
دو حال سے خالی نہین محرم کامل لیا جاے اور صفر ناقص یا محرم ناقص لیا جاے اور صفر کامل اگر محرم
کامل اور صفر ناقص لیا جاے تو غرۂ صفر یکشنبہ کے دن اور غرۂ ربیع الاول دوشنبہ کے دن ہوگا اور اگر
محرم ناقص لیا جاے اور صفر کامل تو غرۂ صفر شنبہ کے دن اور غرۂ ربیع الاول دوشنبہ کے دن ہوگا
اور ہر صورت مین ربیع الاول کا پہلا دوشنبہ غرہ ہوگا اور دوسری دوشنبہ کو آٹھوین تاریخ ہوگی
اور اگر غرۂ محرم شنبہ کے دن قرار دیا جاے پس اگر محرم کامل اور صفر ناقص لیا جاے تو غرۂ صفر دوشنبہ
کو اور غرۂ ربیع الاول سہ شنبہ کو ہوگا اور اگر محرم ناقص اور صفر کامل لیا جاے تو غرۂ صفر یکشنبہ کو اور
غرہ ربیع الاول سہ شنبہ کو ہوگا اور ہر صورت مین ربیع الاول کے پہلے دوشنبہ کو ساتوین اور دوسری دوشنبہ
کو چودھوین تاریخ ہوگی اور ان احتمالون کے سوا کوئی اور احتمال واقع نہین ہوسکتا جس سے ربیع الاول سنہ ۱۱ھ
کی بارھوین تاریخ دوشنبہ کے دن پڑے جو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سال ہے۔ اور
اس باب مین علماے محققین مختلف ہین بعض وہ ہین جنھون نے اشکال کا لحاظ کرکے سکوت اختیار کیا ہے
امام یافعی رحمہ اللہ مرآۃ الجنان مین لکھتے ہین قلت فیما قیل انہ توفی الثانی عشر منہ اشکال من اجل انہ

صلے اللہ علیہ وسلم کانت وقفتہ بالجمعۃ فی السنۃ العاشرۃ اجماعا فاذا کان کذلک لایتصور وقوع یوم الاثنین
ثانی عشر ربیع الاول من السنۃ التی بعدھا وذلک مطرد فی کل سنۃ یکون الوقفۃ قبلہ بالجمعۃ علی کل
تقدیر من تمام الشہور ونقصانہا وتمام بعضہا ونقصان بعض مین کہتا ہون یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضور سرور
عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول ۱۱ھ کی بارھوین تاریخ وفات فرمائی اس مین دشواری ہے کیونکہ آپکا وقوف
عرفات بالاجماع ۱۰ھ مین جمعہ کے دن تھا پس جب ایسا ہے تو دوشنبہ کے دن اسکے بعد والے سنہ مین
کسی طرح ربیع الاول کے بارھوین تاریخ نہین پڑتی اور یہ امر ان تمام سالون مین ہوگا جب اُسکے قبل والے
سنہ مین وقوف عرفات جمعہ کے دن ہو چاہے تمام مہینون کو تیس تیس دن کا مانو یا بعض کو تیس کا اور
بعض کو انتیس کا یا سب کو انتیس کا مانو۔ اور بعض نے تینون مہینون کو کامل مانکے تاریخ وفات تیرھوین
مانی ہے جیساکہ ابن رجب دمشقی نے لطائف المعارف مین لکھا ہے اختلفوا فی تعیین ذلک الیوم من الشھر
فقیل کان اولہ وقیل کان ثانیہ وقیل ثانی عشرۃ وقیل ثالث عشرۃ وقیل خامس عشرۃ والمشہور بین الناس انہ کان
ثانی عشر ربیع الاول وقد رد ذلک السہیلی وغیرہ بان وقفۃ حجۃ الوداع فی السنۃ العاشرۃ وکانت الجمعۃ
وکان اول ذی الحجۃ الخمیس ومتی کان کذلک لم یصح ان یکون یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول سواء
حسبت الشہور الثلثۃ اعنے ذا الحجۃ ومحرما وصفرا کلہا کاملۃ او ناقصۃ او بعضہا کاملۃ وبعضہا ناقصۃ
وانا اجیب عن ھذا بجواب حسن وھو ان ابن اسحق ذکر انہ صلے اللہ علیہ وسلم توفے
لاثنتے عشرۃ لیلۃ ربیع الاول وھذا ممکن فان العرب تورخ باللیالی دون الایام ولکن لا
تورخ الا بلیلۃ مضے یومہا فیکون الیوم تبعا للیلۃ وکل لیلۃ لم یمض یومہا لم یعتد بہا
وحینئذ فیوم الاثنین الذے توفی فیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان
ثالث عشر الشہر لکن لما لم یکن یومہ قد مضی لم یورخ بلیلۃ اس دن کے تعیین مین اختلاف
ہے بعض کہتے ہین کہ پہلی تھی اور بعض کے نزدیک دوسری تھی اور بعض بارھوین کہتے ہین اور
اور بعض تیرھوین کے قائل ہین اور بعض پندرھوین کہتے ہین اور لوگون مین عام طور سے
یہی مشہور ہے کہ اُس دن بارھوین ربیع الاول تھی اور سہیلی وغیرہ نے اس کی یون تردید
کی ہے کہ ۱۰ھ مین وقوف حجۃ الوداع جمعہ کو تھا اور ذی الحجہ کی پہلی پنجشنبہ کو اور جب
ایسا ہو تو دوشنبہ کو بارھوین ربیع الاول نہین ہوسکتی خواہ تینون مہینے یعنی ذی الحجہ

محرم اور صفر تیس تیس دن کے مانے جائین یا انتیس انتیس کے یا بعض تیس کے اور بعض انتیس کے مین اسکا ایک اچھا جواب دیتا ہون وہ یہ کہ ابن اسحق نے کہا ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول کی بارھوین رات کو انتقال فرمایا اور یہ ممکن ہے کیونکہ عرب رات کے اعتبار سے تاریخین مقرر کیا کرتے تھے نہ کہ دن کے اعتبار سے لیکن تاریخ اُسی رات کو مقرر ہوتی ہے جسکا دن گذر گیا ہو پس دن رات کے بعد ہوگا اور جس رات کا دن نہ گذرا ہو اُس کا اعتبار نہین ہے اور اسوقت دوشنبہ جس مین حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے انتقال فرمایا ہے اُسدن مہینہ کی تیرھوین تاریخ تھی لیکن چونکہ دن نہین گذرا تھا لہذا اُس رات کو تاریخ نہین بدلی۔ اور بعض نے دوسری اور بعض نے غرہ اور بعض نے چودھوین تاریخ کو اختیار کیا ہے۔ ابو عبد اللہ محمد الزرندی المدنی رحمہ اللہ نے کتاب الاعلام بسیرۃ النبی علیہ السلام مین لکھا ہے اتفق العلماء واهل السیر علی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم توفی یوم الاثنین فی ربیع الاول غیر ان اکثرهم قالوا فی الثانی عشر منه ولا یصح ان یکون یوم الاثنین ثانی عشر لاجماع المسلمین علی ان وقفة عرفة کانت فی حجة الوداع یوم الجمعة وهو تاسع ذی الحجة وکان اول ذی الحجة یوم الخمیس وکان اول المحرم اما الجمعة واما السبت فان کان الجمعة فقد کان صفر اما السبت واما الاحد وان کان السبت فقد کان الربیع اما الاحد والاثنین وکیف ما دارت الحال علی هذا الحساب فلا یکون یوم الاثنین الثانی عشر من الربیع بوجه وذکر الطبری عن ابن الکلبی انه توفی فی الثانی من الربیع قال السهیلی هذا وان کان خلاف الجمهور فانه لا یبعد ان کانت الثلثة الاشهر التی قبله من تسعة وعشرین ونقل الخوارزمی انه توفی فی اول یوم من الربیع وهذا اقرب فی القیاس ما ذکره الطبری ونقل الاستاذ ابو سعید عبد الملک الواعظ فی کتابه شرف المصطفی انه توفی یوم الاثنین للنصف من ربیع الاول وهذا اقرب علما اور اہل سیر نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے ربیع الاول کے مہینہ مین دوشنبہ کے دن انتقال فرمایا لیکن اکثر لوگ کہتے کہ اُس دن مہینے کی بارھوین تاریخ تھی لیکن یہ صحیح نہین ہے کہ دوشنبہ کے دن بارھوین تھی کیونکہ مسلمانون نے اسپر اجماع کیا ہے کہ حجۃ الوداع مین وقوف عرفات جمعہ کے دن تھا اور اُس دن ذیحجہ کی نوین تاریخ تھی اور پہلی ذیحجہ پنجشنبہ کو تھی اور پہلی محرم یا جمعہ کو ہوئی یا شنبہ کو اگر پہلی محرم جمعہ کے دن تھی تو صفر کی پہلی یا تو شنبہ کو ہوئی یا یکشنبہ کو پس اگر پہلی صفر شنبہ کو ہوئی تو ربیع الاول کی پہلی یا تو یکشنبہ کو ہوئی یا دوشنبہ بہرحال جسطرح حساب کیا جائے دوشنبہ کو ربیع الاول کی

بارھوین کسی طرح نہین پڑتی اور طبری نے ابن کلبی سے نقل کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ
وسلم نے دوسری ربیع الاول کو وفات فرمائی سہیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اگرچہ جمہور کے خلاف ہے
لیکن کچھ بعید نہین ہے اگر اسکے قبل کے تین مہینے اُنتیس اُنتیس دن کے ہون اور امام خوارزمی نے نقل
کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ربیع الاول کی پہلی کو رحلت فرمائی اور یہ طبری کی روایت سے
زائد قرین قیاس ہے اور استاذ ابوسعید عبدالملک واعظ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شرف المصطفے مین نقل
کیا ہے کہ آپنے دوشنبہ کے دن ربیع الاول کو رحلت فرمائی اور یہ زائد مناسب ہے۔ اس جگہ ایک اور احتمال بھی
ہی کہ سنہ۱۰ ہجری مین مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا مین اختلاف مطالع یا دوسرے امور کی وجہ سے غرۂ ذیحجہ جمعہ
کے دن ہوا ہو اور ذیحجہ محرم صفر تینون مہینے تیس تیس دن کے ہوے ہون تو اس حساب سے ربیع الاول
کی پہلی پنجشنبہ کو ہوگی اور جب پنجشنبہ کی پہلی مان لیجاے تو دوشنبہ کو بارھوین بھی ضرور ماننا پڑے گی مگر اس
صورت مین یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مدینہ منورہ مین چار مہینے برابر تیس تیس دن کے ہوتے رہے کیونکہ فتح الباری
اور ارشاد الساری وغیرہ شروح صحیح بخاری مین مصرح ہے کہ غرۂ ذیقعدہ سنہ۱۰ھ مدینہ منورہ مین چہارشنبہ کے
دن ہوا تھا اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم مع حضرات اصحاب رضی اللہ عنہم چھبیسوین ذیقعدہ کو دوشنبہ کے
دن حج کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوے تھے اور آپنے ذیحجہ کا چاند انتیس ذیقعدہ کو چہارشنبہ کو دن
راستہ مین دیکھا تھا پس اگر یہ مان لین کہ ذیقعدہ تیس دن کا ہوا اور مدینہ منورہ مین ذیحجہ کا چاند تیس ذیقعدہ
کو پنجشنبہ کے دن دیکھا گیا تو غرۂ ذیحجہ جمعہ کے دن ہوگا اور اسکے بعد اگر ذیحجہ بھی تیس ہی دن کا ہوا ہو تو غرۂ محرم
یکشنبہ کا دن قرار پائے گا اور اسکے بعد اگر محرم بھی تیس ہی دن کا ہوا ہو تو غرۂ صفر سہ شنبہ کو قرار پاے گا اور
اسکے بعد اگر صفر بھی تیس ہی دن کا ہوا ہو تو غرۂ ربیع الاول پنجشنبہ کو قرار پاتا ہے اور یہ اگرچہ قلیل الوقوع
ہے مگر ناممکن نہین ہے مگر اس صورت مین چہارشنبہ کو تیسوین صفر ہوگی نہ اٹھائیسوین صفر غرض کہ صفر سنہ۱۱ھ
کی اٹھائیسوین تاریخ کا چہارشنبہ کے دن اور ربیع الاول سنہ۱۱ھ کی بارھوین تاریخ کا دوشنبہ کے دن ہونا کسیطرح
صحیح نہین ہوسکتا سعید محمد گاذرونی کی تاریخ مین ہے ابتداء مرضہ فی اواخر صفر للیلتین بقیتا من
صفر یوم الاربعاء وقیل للیلۃ وقیل فی مفتتح الربیع الاول حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض کی
ابتدا اواخر صفر مین مہینہ کی اٹھائیسوین رات کو چہارشنبہ کے دن ہوئی اور بعض انتیسوین کو کہتے
ہین اور بعض پہلی ربیع الاول کو۔ اور تاریخ خمیس مین ہے۔ فی ہذہ السنۃ کانت سریۃ اسامۃ الی

اهل ابنی کانت یوم الاثنین لاربع لیال بقین من صفر فلما کان یوم الاربعاء و بدأ مرض رسول الله صلی الله علیه وسلم وروی انه ابتدأ به صداع فی اواخر صفر للیلتین بقیتا من صفر یوم الاربعاء وقیل للیلة وقیل بل فی مفتتح الربیع الاول وفی الوفاء مرض بعشر بقین منه وذکر الخطابی ان ابتداءٔ یوم الاثنین وقیل السبت وقیل الاربعاء قاله الحاکم اسی سال دوشنبہ کے دن صفر کی چھبیسوین کو اسامہؓ کا لشکر اہل ابنی کی طرف بھیجا گیا تھا پس جب چہارشنبہ کا دن ہوا تو حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کو مرض شروع ہوگیا روایت ہو کہ ابتدا مین آپ کو اواخر صفر مین اٹھائیسوین تاریخ کو درد سر لاحق ہوا اور بعض کہتے ہین کہ انتیسوین کو اور بعض شروع ربیع الاول کو کہتے ہین وفا مین ہے کہ آپ کا مرض بیسوین صفر سے شروع ہوا تھا خطابی نے لکھا ہے کہ آپ کے مرض کی ابتدا دوشنبہ کے دن سے ہوئی اور بعض شنبہ کے دن سے اور بعض چہارشنبہ کے دن سے آپ کے مرض کی ابتدا بتلاتے ہین یہ حاکم نے کہا ہی **سوال** عبقات الانوار مؤلفہ حامد حسین لکھنوی سرسری سائل کی نظر سے گذری اُس مین ایک روایت جسکو درباب خلافت بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ وبطلان خلافت شیخین رضی اللہ عنہم نص صریح سمجھا ہے بزعم خود علماے اہل سنت سے نقل کی ہو دیکھی اُس مین حوالے ایسے مصنفون کی کتابون کے دیے ہین جنکے حالات سے سنی بھی ناآشنا ہین اول روایت یہ ہے بدرالدین محمد عبداللہ شبلی حنفی کتاب آکام المرجان فی احکام الجان مین لکھتے ہین وقد ورد ما یدل علی ان ابن مسعود حضر لیلة الجن بمکة غیر لیلة المجول فقال ابو نعیم نا سلیمان بن احمد نا محمد بن عبد الله الحضرمی نا علی بن الحسین بن ابی بردة البجلی نا یحیی بن یعلی الاسلمی عن حرب بن صبیح نا سعید بن مسلم عن ابی مرة الصنعانی عن ابی عبد الله الجدلی عن عبد الله بن مسعود قال استتبعنی رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة الجن فانطلقت معه حتی بلغنا اعلی مکة فخط علی خطا و قال لا تبرح ثم انصاع فی الجبال فرأیت الرجال ینحدرون علیه من رؤس الجبال حتی حالوا بینی وبینه فاخترطت السیف وقلت لاضربن حتی استنقذ رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم ذکرت قوله لا تبرح حتی آتیک فلم ازل کذلک حتی اضاء الفجر فجاء النبی صلی الله علیه وسلم وانا قائم فقال مازلت علی حالک قلت لو مکثت شهرا ما برحت حتی تاتینی ثم اخبرته بما اردت ان اصنع فقال لو خرجت ما التقیت انا وانت الی یوم القیمة ثم شبک اصابعه فی اصابعی وقال انی وعدت ان تؤمن بی الجن والانس فاما الانس فقد امنت بی واما الجن فقد رأیت وما اظن اجلی الا قد قرب قلت یا رسول الله الا تستخلف

ا با بکر رضی اللہ عنہ فاعرض عنی فرأیت انہ لم یوافقہ قلت یا رسول اللہ الا تستخلف عمر رضی اللہ عنہ
فاعرض عنی فرأیت انہ لم یوافقہ قلت یا رسول اللہ الا تستخلف علیا قال فلک والذی لا الہ غیرہ
لو بایعتموہ واطعتموہ ادخلکم الجنۃ اور حدیثین اس بات پر وارد ہین کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ
عنہ مکہ مین لیلۃ الجن کو موجود تھے نہ کہ لیلۃ الجول کو ابو نعیم نے کہا ہے کہ مجھسے سلیمان بن احمد نے بیان کیا اُنسے
محمد بن عبد اللہ حضرمی نے اُنسے علی بن حسین بن ابی بردہ بجلی نے اُنسے یحیی بن یعلی اسلمی نے اُن سے
حرب بن صبیح نے اُن سے معید بن مسلم نے اُنسے ابو ہریرہ صنعانی نے اُن سے ابو عبد اللہ حیدلی نے اُن سے
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے کہا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم لیلۃ الجن
کو اپنے ساتھ لے چلے پس مین گیا حتے کہ ہم اعلای مکہ مین پہونچے پس آپنے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ تم اس سے باہر
نہ نکلنا پھر آپ پہاڑ پر تیزی سے چڑھے پس مین نے لوگون کو دیکھا کہ پہاڑون کی چوٹیون سے اُنکے پاس
آرہے ہین حتے کہ اُنکے اور میرے درمیان حائل ہوگئے مین نے نیام سے تلوار نکال لی اور کہا مین ماروں گا
یہانتک کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو چھڑالون پھر مجھے آپ کا یہ ارشاد یاد آیا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا یہانتک
کہ مین تمھارے پاس آجاؤن لہذا مین فجر طلوع ہونے تک وہین رہا اور طلوع فجر کے وقت حضور سرور انبیا
علیہ التحیۃ والثنا تشریف لائے اور فرمایا کہ تم ویسے ہی کھڑے رہے مین نے کہا اگر آپ مہینہ بھر وہان تشریف
رکھتے تو بھی مین یہان سے نہ ہٹتا جب تک آپ واپس تشریف نہ لاتے اور مین نے وہی امر عرض کیا جس کے
کرنے کا مین ارادہ کر چکا تھا آپنے فرمایا اگر تم باہر نکلتے تو پھر مین اور تم قیامت تک نہ مل سکتے پھر آپنے
میری انگلیون مین اپنی انگلیان ڈالین اور فرمایا مجھسے وعدہ کیا گیا ہی کہ مجھپر جن اور انسان ایمان لاوینگے انسان تو مجھپر
ایمان لائے اور جنون کا حال تمنے دیکھ لیا مین خیال کرتا ہون کہ میری موت قریب ہے مین نے پوچھا یا رسول اللہ
کیا آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہ بنائین گے آپنے میری طرف سے منہ پھیر لیا مین سمجھا کہ یہ بات
آپ کو پسند نہین ہے پھر مین نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہ بنائین گے
آپ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا مین سمجھا کہ یہ بات بھی آپکو پسند نہین ہے پھر مین نے پوچھا یا رسول اللہ
کیا آپ علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ نہ بنائین گے آپنے جواب مین فرمایا ایسا ہی ہوگا اُس خدا کی قسم
ہے جسکے سوا کوئی معبود نہین ہے اگر تم اُنکی بیعت اور اطاعت کرو گے تو مین تمکو جنت مین داخل کرون گا
اس حدیث کو سنیون کے تاج المحدثین ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور تھوڑے تغیر کے ساتھ امام احمد حنبل

رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے قد روی الامام احمد رضی اللہ عن عبد الرزاق
عن ابیہ عن میناء عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الجن
فتنفس فقلت ما بالک یا رسول اللہ قال نعیت الی نفسی یا ابن مسعود قلت استخلف قال ومن قلت
ابو بکر قال فسکت ثم مضی ساعۃ ثم تنفس قلت ما شانک بابی وامی یا رسول اللہ قال نعیت الی نفسی یا
ابن مسعود قلت استخلف قال من قلت عمر فسکت ثم مضی ساعۃ ثم تنفس قلت ما شانک قال نعیت
الی نفسی یا ابن مسعود قلت فاستخلف قال من قلت علی قال والذی نفسی بیدہ لئن اطاعوہ لیدخلون
الجنۃ اجمعین امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ نے عبدالرزاق سے روایت کی ہے اُنھون نے اپنے باپ سے اُنھون
نے میناء سے اُنھون نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود
نے فرمایا مین لیلۃ الجن مین حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے ساتھ تھا آپنے ایک لمبی سانس لی مین نے
پوچھا مزاج کیسا ہی آپنے فرمایا اے ابن مسعود اب مین تھک گیا ہون مین نے کہا کہ آپ کسیکو اپنا خلیفہ
بنا دیجیے فرمایا کسکو خلیفہ بنا دون مین نے عرض کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آپ چپ ہو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد
آپ نے ایک لمبی سانس لی مین نے پوچھا مزاج کیسا ہی فرمایا اے ابن مسعود اب مین تھک گیا ہون مین نے
عرض کیا کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیجیے فرمایا کسکو خلیفہ بنا دون مین نے عرض کیا عمر رضی اللہ عنہ کو آپ
چپ ہو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد آپنے ایک لمبی سانس لی مین نے پوچھا مزاج کیسا ہے فرمایا اے ابن مسعود
اب مین تھک گیا ہون مین نے عرض کیا کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیجیے فرمایا کسکو خلیفہ بنا دون مین نے
عرض کیا علی رضی اللہ عنہ کو تو آپنے فرمایا اُس ذات کی قسم ہے جسکے قبضے مین میری جان ہے اگر لوگ
اُنکی اطاعت کرینگے تو جنت مین داخل ہو جائینگے۔ اور صاحب آکام المرجان فقہائے اعیان اور
محدثین عالی شان مین سے ہین ذہبی نے معجم مختص مین لکھا ہے محمد بن عبداللہ الفقیہ العالم المحدث
بدر الدین ابو البقا الشبلی السابقی الدمشقی الحنفی محمد بن عبداللہ فقیہ عالم محدث بدر الدین ابو البقا
شبلی سابقی دمشقی حنفی ہین۔ اور مصطفی بن عبداللہ قسطنطنیہ چلپی نے کشف الظنون مین لکھا ہے آکام المرجان
للقاضی بدر الدین آکام المرجان قاضی بدر الدین کی تصنیف ہے۔ اور سیوطی نے بھی اپنے رسالہ تحفۃ الجلسا
مین اُنسے نقل کیا ہے۔ اور موفق بن احمد نے جو اخطب خوارزمی کے نام سے مشہور ہین کتاب مناقب
حضرت علی رضی اللہ عنہ مین یہ روایت لکھی ہے اور ملا عمر نے وسیلۃ النجاۃ المتعبدین مین اور شہاب الدین احمد

نے توضیح الدلائل ہین یہ روایت نقل کی ہے اور حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب دلائل مین یہ روایت لکھی ہے
اور عبد القادر بن محمد طبری نے حسن السریرۃ فی حسن السیرۃ مین اس روایت کو دلائل النبوۃ سے نقل
کیا ہے اور عبد القادر بن محمد طبری مکہ معظمہ کے اکابر علما مین سے ہین انتہی عبارۃ العبقات مختصراً پس امور
مستفسرہ یہ ہین کہ بدر الدین مصنف آکام المرجان کا شمار معتبر علما مین ہے یا نہین اور خود کتاب آکام المرجان
پایۂ اعتبار کو پہونچی ہے یا نہین اور عطے بن عبد اللہ اور ذہبی وغیرہ سے جو تعدیل نقل کی ہے وہ اور
معدل بھی قابل اعتماد ہین یا نہین سیوطی تو معتبر مشہور ہین جیسے اخطب خوارزم یا کذاب غیر معتبر اور
روایت ابو نعیم اور امام احمد رحمہما اللہ نے نقل بھی کی ہے یا نہین اگر نقل کی ہے تو اسکی کیا توجیہ ہوگی
اور دوسری روایت کے ساتھ جس مین لیلۃ الجن عدم ہمراہیت مذکور ہے لیکن فقدناہ مذکور ہے کیونکر
توافق ہوگا آیا واقعہ متعدد پر محمول ہوگا یا دوسری توجیہ کیجائے گی۔ **جواب** امور مستفسرہ کی حقیقت
یہ ہے کہ مؤلف آکام المرجان معتبر شخص ہین حامد حسین لکھنوی نے انکی جو توثیق ذہبی وغیرہ سے نقل کی ہے
وہ ٹھیک ہے مین نے انکا حال فوائد طبیہ کے تعلیقات مین لکھا ہے وہ دونون روایتین جو حامد حسین نے
نقل کی ہین ایک تخریج ابو نعیم دوسرے تخریج امام احمد رحمہ اللہ بجنسہ آکام المرجان
کے انیسوین باب مین مذکور ہین مگر روایت امام احمد رحمہ اللہ مین میناء مولی عبد الرحمن بن عوف ابن
مسعود رضی اللہ عنہم سے راوی ہے اور میناء کے باب مین حافظ ابن حجر نے لسان المیزان مین اور ذہبی
نے میزان الاعتدال مین ساقط لکھا ہے اور ابن عراق نے تنزیہ الشریعہ عن الاخبار الموضوعہ کے مقدمے
مین لکھا ہے میناء بن ابی میناء مولی عبد الرحمن بن عوف روی عن مولاہ وعن عثمان وابن
مسعود رضی اللہ عنہ قال ابو حاتم کذاب میناء بن ابی میناء عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ہین
یہ عبد الرحمن بن عوف اور حضرت عثمان اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے
ہین ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ بڑے جھوٹے ہین لیکن چونکہ روایت ابو نعیم وغیرہ مین ابو عبد اللہ جدلی کی
متابعت مروی ہے اس لیے یہ حدیث ساقط نہین زائد سے زائد یہ ہے کہ ضعیف ہوگی مغتفر کہ ضعف
کی وجہ سے اور بلحاظ تعدد طرق اس حدیث کو مرزا محمد معتمد خان بدخشی نے رسالہ تحفۃ المحبین فی مناقب خلفاء
الراشدین مین منجملہ احادیث حسان کے مذکور کیا ہے اور اس حدیث مین جو شرکت ابن مسعود کی لیلۃ الجن
مین مذکور ہے وہ منافی روایت فقدناہ لیلۃ الجن کے نہین ہے اس وجہ سے کہ یہ دو واقعے ہین آکام المرجان

ہیں مفصلاً ذکر کیا ہے کہ لیلۃ الجن چھ مرتبہ واقع ہوئی بعض لیالی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ شریک تھے اور بعض میں شریک نہ تھے باقی یہ بات کہ حامد حسین جو اس روایت سے خلافت بلافصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر استدلال لائے ہیں وہ صحیح ہے یا نہیں تو اصل یہ ہے کہ اس روایت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل پر استدلال لانا صحیح نہیں ہے کیونکہ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی ایک کے بابت میں استخلاف صریح منظور نہ تھا اس خیال سے کہ اگر صراحۃً کسی ایک کا استخلاف کیا جائے اور بعض لوگ اسکی اتباع نہ کریں تو اتباع نہ کرنے والے عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔ جیساکہ سیوطی رحمہ اللہ نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے وسر ذلک ای عدم استخلافہ قال البزار فی مسندہ حدثنا عبداللہ بن وضاح الکوفی حدثنا یحیی بن الیمان حدثنا اسرائیل عن ابی الیقظان عن ابی وائل عن حذیفۃ قال قالوا یا رسول اللہ الا تستخلف علینا قال ان استخلفت علیکم فتعصون خلیفتی ینزل علیکم العذاب اخرجہ الحاکم فی المستدرک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بالتصریح کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا اسکی وجہ یہ ہے جو بزار نے اپنی مسند میں بیان کی ہے کہ بیان کیا مجھسے عبداللہ بن وضاح کوفی نے بیان کیا اُن سے یحیی بن یمان نے اُن سے اسرائیل نے اُن سے ابو یقظان نے اُن سے ابو وائل نے اُن سے حذیفہ نے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا آپ کسی کو اپنا خلیفہ نہ بنائیں گے تو آپنے فرمایا اگر میں کسی کو اپنا خلیفہ بناؤنگا اور تم اسکی نافرمانی کروگے تو خدا تم پر عذاب نازل کرے گا اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ اسی وجہ سے جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے استخلاف کیواسطے پوچھا تو آپنے اعراض اور سکوت فرمایا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ اعراض یا سکوت اسوجہ سے تھا کہ آپ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت کو اچھا نہیں جانتے تھے اور جسوقت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق پوچھا تو آپ نے نعم وغیرہ نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کو پسند نہیں فرماتے تھے لیکن چونکہ آپکو یہ معلوم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگ مخالفت کریں گے اور انکی خلافت کے زمانے میں کثرت سے فتنے ہونگے اس لیے آپنے انکی اطاعت اور اتباع کی ترغیب فرمائی اس تفصیل کے بعد رافض کا مطلب ثابت نہیں ہوتا غرض یہ روایت صراحۃً اس امر کو نہیں بتاتی کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا خلیفہ بنا دیا یا انکو دوسروں کے مقابلہ میں خلافت کا مستحق بتایا مدعی کو چاہیے

حدیث سے ثابت کرے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہی تھا اور ظاہر ہے کہ آپ کے دل کی بات خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی - [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

# کتاب النوادر

**سوال** - موے مبارک کی زیارت کے نسبت اور نیز اُس محفل زیارت مین شریک ہونے کی بابت جو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بے اسناد صحیح کے منسوب کیا جاتا ہے کیا حکم ہے حالانکہ اُس مجلس زیارت مین بعض منہیات شرعیہ اور بدعات سیئہ کا بھی ارتکاب کیا جاتا ہے یعنے شب زیارت مین بکثرت روشنی کی جاتی ہے نوبت اور شہنائی بجائی جاتی ہے آتشبازی چھوڑی جاتی ہے راگ مع مزامیر ہوتا ہے غرض اُس محفل زیارت مین شادی کے تمام رسوم ادا ہوتے ہین اور عیش وطرب کا سامان مہیا کیا جاتا ہی اور روز زیارت کی صبح کو مالیدہ پر حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا فاتحہ دلانا بھی ضروری سمجھا جاتا ہے - اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جو شیفتگان موے مبارک نذر و نیاز کے طریقے سے اکثر نقد وجنس موی مبارک پر چڑھاتے ہین اُسکا لینا جائز ہے یا نہین اگر جائز ہے تو کون شخص اُسکو صرف مین لا سکتا ہی اور کسی قدر اراضی وغیرہ بطور اعانت عرس موے مبارک سلاطین اہل اسلام کے زمانے سے چلی آتی ہے اُس پر خادمان موے مبارک کا متصرف ہونا اور اُس مین سے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا نفقہ نکالنا شرعاً جائز ہی یا نہین **جواب** جاننا چاہیے کہ ہر مسلمان کو اُن چیزون کی عظمت کرنا اور اُن سے برکت حاصل کرنا کمال ایمان کی نشانی اور غایت محبت نبوی کی دلیل ہے جنکو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے کسی قسم کا علاقہ ہو چکا ہے وہ موے مبارک ہو یا جبہ یا نعلین خواہ کوئی اور چیز ہو جسکو آپنے مس فرمایا ہو یا اور کسی طرح سے اُسکو آنحضرت سے تعلق پیدا ہو گیا ہو - اس باب مین کسی عاشق جناب نبوی کو کلام اور کسی صاحب ایمان کو انکار کی مجال نہین ہے اور اس مین کوئی شبہہ نہین ہے کہ ایسے آثار ومشاہد کی تعظیم وتکریم کرنا اور اُن سے برکت حاصل کرنا در اصل حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ ہی کی تعظیم وتکریم کرنا ہے جو کہ راس الایمان ہے اور اسکا ثبوت اکثر احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کرام علیہم السلام سے ہوتا ہے چنانچہ موے مبارک کی تعظیم کرنے اور اُس سے برکت حاصل کرنے کی نسبت عثمان بن عبد اللہ بن موہب

روایت ہو ارسلنے اهلی الی ام سلمة بقدح من ماء وکان اذا اصاب الانسان عین او شیٔ بعث الیها مخضبة فاخرجت من شعر رسول الله صلے الله علیه وسلم وکانت تمسکه فی جلجل من فضة فخضخضته له فشرب منه قال فاطلعت فی الجلجل فرأیت شعرات حمراء رواه البخاری حضرت عثمان بن عبد الله بن موہب کہتے ہین کہ مجھکو میرے گھروالون نے ایک پانی کا پیالہ لیکر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مین بھیجا اور لوگون کی یہ عادت تھی کہ جب کسی کو نظر لگتی یا بیمار ہوتا تو وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ بھیجدیا کرتا پس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور سرور انبیا علیه التحیة والثنا کا موے مبارک جسکو وہ چاندی کی ڈبیا مین رکھا کرتی تھین نکالتین اور اُسے پانی مین ڈال کر ہلا دیتین اور بیمار اُس پانی کو پی لیا کرتا مین نے جھانک کر ڈبیا مین دیکھا تو اُس مین سُرخ رنگ کے چند بال تھے اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور جبۂ مبارک کی تعظیم اور اُس سے برکت حاصل کرنے کی نسبت حضرت اسماء بنت ابی بکر ہمشیرۂ حضرت عائشہ صدیقہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت ہے انها اخرجت جبة طیالسة کسروانیة لها لبنة دیباج وفرجیها مکفوفین بالدیباج وقالت هذه جبة رسول الله صلی الله علیه وسلم کانت عند عائشة رض فلما قبضت قبضتها وکان النبی صلے الله علیه وسلم یلبسها فنحن نغسلها للمرضی نستشفی بها رواه مسلم حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ اُنھون نے طیلسان کا ایک کسروانی جبہ نکالا جس مین گریبان پر ریشمی سنجاف تھی اور اُسکے دونون چاکون پر بھی ریشمی سنجاف تھی اور کہا کہ یہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے جو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھا تھا جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو یہ جبہ مین نے لیا اسے حضور سرور کائنات علیه السلام والصلوة پہنا کرتے تھے اور اب ہم اسکو دھو کر مریضون کو پلاتے ہین تاکہ وہ اُس کی برکت سے شفا پائین اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور اس سے بڑھکر یہ ثابت ہو کہ خود حضور روحی فداہ نے اپنے دست اقدس سے اپنے آثار مبارک کو تبرکا اورون کو عطا فرمایا ہے اور تبرکاً اُس کا استعمال کرایا ہے چنانچہ باب حجة الوداع مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال ان النبی صلے الله علیه وسلم اتی منیٰ فاتی الجمرة فاتاها ثم اتی منزله بمنی ونحر نسکه ثم دعا بالحلاق وناول الحالق شقه الایمن فحلقه ثم دعا ابا طلحة الانصاری فاعطاه ایاه ثم ناوله الشق الایسر فقال احلق فحلقه فاعطاه ابا طلحة فقال اقسمه بین الناس رواه الشیخان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات

علیہ السلام والصلوۃ منی مین تشریف لائے پس جمرہ کی جگہ پر اگر رمی کی پھر آپنے اپنی قیامگاہ پر رجعت فرماکر قربانی کی پھر حجام کو بلاکر اپنے سر کا داہنا جانب منڈایا اور وہ موے مبارک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلاکر دیدے پھر سر کا بایان جانب منڈایا اور وہ موے مبارک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکر فرمایا کہ یہ سب کو بانٹ دو اسکو شیخین نے روایت کیا ہے۔ اور ایسی ہی روایت حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل اور تکفین کے قصہ مین حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے ہے انہا قالت فالقی حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند ہماری طرف پھینک کر فرمایا کہ اس کپڑے کو سب کپڑون سے پہلے پہناکر کفن دو یعنے اس طرح یہ کپڑا پہناؤ کہ بدن سے متصل رہے۔ اور یہ حدیث صلحی کے آثار سے برکت حاصل کرنے کی دلیل ہے چنانچہ اس کے تحت مین صاحب لمعات نے لکھا ہے وھذا الحدیث اصل فی التبرکۃ باثار الصالحین ولباسہم یہ حدیث صلحا کے آثار اور لباس سے برکت حاصل کرنے کے باب مین اصل ہے اور اسی طرح اُن چیزون کی برکت بھی ثابت ہے جنکو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مس فرمایا ہے حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے قالت دخل علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فشرب من ماء فی قربۃ معلقۃ قائما فقمت الی فیہا فقطعتہا حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہین کہ حضور سرور کائنات علیہ الف الف تحیات ہمارے یہان تشریف لائے اور ایک مشکیزہ کو دہانے مین منہ لگاکر جو لٹک رہا تھا آپنے پانی پیا پس مین نے اُس مشکیزے کے دہانے کو تراش رکھا۔ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفا مین لکھا ہے ومن اعظامہ واعظام جمیع اسبابہ واکرام مشاھدہ وامکنتہ من مکۃ والمدینۃ ومعاھدہ وما لمسہ علیہ الصلوۃ والسلام وایضا قال کانت فی قلنسوۃ خالد بن الولید شعرات من شعرہ صلے اللہ علیہ وسلم فسقطت قلنسوۃ فی بعض حروبہ فشد علیہا شدۃ انکر علیہ صحابہ لکثرۃ من قتل فیہا فقال لم افعلہا بسبب القلنسوۃ بل التضمنت من شعر النبی صلے اللہ علیہ وسلم لئلا اسلب برکتہا وتقع فی ایدی المشرکین منجملہ تعظیم نبوی کے آپکے جملہ اسباب اور تشریف لانے کے مقامات اور آپکی عبادت کے مقامات کی تعظیم ہے اور آپکے اُن مکانون کی تعظیم ہے جو مکہ یا مدینہ زادہ اللہ شرفہما مین ہین اور اُن چیزون کی تعظیم ہے جنکو آپ نے مس کیا ہے اور بھی قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی مین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موے مبارک تھے اتفاقاً ایک لڑائی مین وہ ٹوپی گر گئی پس اُس ٹوپی کو اٹھانے

کے لیے انھون نے سخت حملہ کیا جسمین بہت سے لوگ کام آئے اُن کے ساتھیون نے اس کو ناپسند کیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا مین اپنی ٹوپی کے لیے نہین گھبراتا تھا بلکہ اس لیے پریشان تھا کہ اُس مین حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے موے مبارک تھے مجھے خوف ہوا کہین وہ کفار کے ہاتھ نہ لگ جائین اور مین اُسکی برکت سے محروم ہو جاؤن - اور بھی قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہین و حکی عن عبد الرحمن السلمی عن احمد بن فضلویہ الزاھد وکان من الغزاۃ الرماۃ انہ قال ما مست القوس بیدی الا علی طہارۃ منذ بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ القوس بیدہ اور عبد الرحمن اسلمی سے مروی ہے وہ احمد بن فضلویہ زاہد سے روایت کرتے ہین اور وہ منجملہ تیرانداز غازیو کے تھے اُنھون نے کہا جب سے مین نے یہ سنا کہ میری کمان کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے چھوا ہی تب سے مین نے اُس کمان کو کبھی بے وضو نہین چھوا - اور بھی قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہین رای ابن عمر رضی اللہ عنہ واضعا یدہ علی مقعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم من المنبر ثم وضعہا علی جبہتہ لوگون نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ممبر پر جس جگہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا بیٹھتے تھے اُس جگہ کو ہاتھ لگاکر اپنے پیشانی پر مس فرماتے تھے - پس ان تمام احادیث و روایات سے اہل ایمان کی نظر مین بخوبی ثابت ہے کہ جملہ آثار و مشاہد نبوی سے برکت حاصل کرنا اور انکی عظمت کرنا اللہ کی نعمتون مین سے عمدہ نعمت ہے اور اس قسم کی برکت اور تعظیم کا ثبوت خود حضور روحی فداہ اور حضرات صحابۂ کرام علیہم السلام کے افعال سے پایا جاتا ہے لیکن مسلمانون کو چاہیے کہ وہ اس بات پر غور کرین کہ جس طرح ان احادیث سے آثار نبوی کی برکت اور تعظیم کا ثبوت ہوتا ہے اسیطرح تعظیم اور برکت حاصل کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہوتا ہے پس جس طرح وہ شخص جو منکر برکت آثار نبویہ ہو بددین اور گنہگار رہی اسیطرح وہ شخص بھی مبتدع اور مخالف سنت سمجھا جائے گا جو طریق مرویۂ حدیث کے خلاف تعظیم کا کوئی خاص طریقہ اپنی طرف سے ایجاد کرے کیونکہ مخالفت سنت مین دونون برابر ہین اور یہ اُس صورت مین ہے کہ جبکہ اُس طریقۂ مخترعہ مین کوئی امر خاص صریح منہیات شرعیہ اور محرمات یقینیہ سے شامل نہو اور اگر اُس طریقۂ مخترعہ مین کوئی امر محرمات شرعیہ سے بھی شامل کیا جائے تو ایسی حالت مین دو نقصان ہونگے ایک تو طریق خاص کا احداث دوسرے محرمات شرعیہ کا ارتکاب اور ان دونون باتونکا حکم یہ ہے کہ انکا مرتکب غیر مستحل فاسق اور مستحل کافر ہی دوسری اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ جو برکت اور تعظیم حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے آثار کیلیے ثابت ہو وہ حضور ہی کے آثار

کی ساتھ مخصوص ہی دوسرے کے آثار کی ساتھ وہ معاملہ کرنا جو آپکی آثار کی ساتھ مخصوص ہی حرام ہی پس ضرور ہوا کہ
جبکسی خاص جبہ اور خاص لباس اور خاص بال کے نسبت یہ دعویٰ کیا جائی کہ یہ حضور روحی فداہ کی آثار ہین تو
اول اس بات کا یقین حاصل کیا جائی کہ فی الواقع یہ آثار آپکی ہین یا دوسری شخص کی ہین جنکو آپکی جانب کسی طرح
سی نسبت کردی ہی تاکہ اس یقین سی غیر کے آثار کے ساتھ آنحضرتؐ کی آثار کا ایسا برتاؤ لازم نہ آئی اور اس قسم کی یقین کا
حصول ایسی امور کی نسبت بغیر اُس طریقی کی متعذر ہی جسکو محدثین رحمہم اللہ نی روایت حدیث مین اختیار کیا ہی
کیونکہ اثبات آثار نبوی بھی حدیث ہی جو رسول سی مروی ہوا اور جو حدیث رسول سی مروی ہو اُسمین بھی طریقہ مسلوک
ہی اور یہ بات ظاہر ہی کہ جب اِن آثار کا ثبوت ایسی طرقِ روایت پر موقوف ہو تو اُسکی صحت اور عدم صحت بھی صحت
اسناد اور عدم صحت اسناد پر موقوف ہوگی اور جب اُسکی لیی سندِ ضعیف بھی میسر نہو تو صرف جاہلون کی محض زعم اُسکو
ثابت نہین کرسکتی پس خلاصہ کلام کا یہ ہوگا کہ بلاشبہہ تعظیم آثار نبوی علامات ایمان مین سی ہی جسکا ثبوت احادیث صحیحہ
سی ہوتا ہی لیکن وہ تعظیم اور تبرک اُنھین طرق مین منحصر ہی جو احادیث سی ثابت ہین اور یہ تعظیم اس بات کی فرع ہی کہ ان
آثار و تبرکات کا انتساب حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کی ذات اقدس کی طرف صحیح ہو اور
صحت انتساب صحت روایت پر موقوف ہے پس جو آثار بصحت روایت ثابت ہین بلاشبہ اُنکی تعظیم
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے موافق کرنا چاہیے اور اُن سے برکت حاصل کرنے مین کوئی شبہ
نہین اور جو بصحت روایت ثابت نہون اُنکے ساتھ بے تحقیق کیے ہوے وہ معاملہ کرنا جو آپکے آثار ثابتہ
کے ساتھ کرنا چاہیے ایسا ہے جیسے بے سند کلام کو حدیث کہنا اور اُسپر عمل کرنا جسکے نسبت سخت وعید وارد
ہے قال ابن عباس قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدا
فلیتبوأ مقعدہ من النار رواہ الترمذی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہین کہ نبی
کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے تم میری طرف کسی بات کو منسوب کرنے سے ڈرو اور بے تحقیق کیے ہوے
مجھسے کوئی روایت نہ کرو کیونکہ جو مجھپر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم مین کرے اسکو ترمذی
نے روایت کیا ہے۔ پس ہر مسلمان پر یہ بات واجب ہے کہ جب تک اُسکو اس بات کا علم نہو کہ جس امر کی
نسبت حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی جانب کیجاتی ہی وہ نسبت صحیح ہی یا نہین اُسوقت تک اُسکی روایت
نہ کرے اور جب روایت کرنا جائز نہین تو عمل کرنا بطریق اولی جائز نہوگا البتہ ایسی صورت مین اس
احتیاط کا مقتضے یہ ہی کہ جب کوئی شے دعوے کے ساتھ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب

کیجائے تو جیسے تحقیق کے پہلے انکا اقرار جائز نہین انکار پر بھی اصرار نکرے بلکہ سکوت اختیار کرے چنانچہ
ایسی صورت مین حدیث سے بھی توقف ثابت ہوتا ہے صاحب مرقاۃ نے اس حدیث کے تحت مین قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم وقولوا آمنا باللہ وما انزل الینا الخ
رواہ البخاری تم نا اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب بلکہ تم کہو ہم اللہ پر اور اُس چیز پر جو اُس نے ہم پر
اُتاری ہے ایمان لائے الخ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے) لکھا ہے لا تصدقوا اھل الکتاب ای فیما لم
یتبین لکم صدقہ لاحتمال ان یکون کذبا وھو الظاھر من احوالھم قولہ ولا تکذبوھم ای فیما حدثوا
من التوراۃ والانجیل ولم یتبین لکم کذبہ لاحتمال ان یکون صدقا وان کان نادرا لان الکذوب
قد یصدق وفیہ اشارۃ الی التوقف فیما اشکل من الامور والعلوم اہل کتاب کی اس بات مین تصدیق
نکرو جسکی تم کو بخوبی تصدیق نہین ہوئی ہے اس احتمال کی وجہ سے کہ شاید وہ جھوٹ ہو کیونکہ انکا ظاہر حال
جھوٹ ہی کو چاہتا ہے اور اُن باتون مین انکی تکذیب نہ کرو جنکو وہ توراۃ اور انجیل سے روایت کرتے
ہین جبتک انکی تکذیب ظاہر نہو جاوے اس احتمال کی وجہ سے کہ شاید وہ سچ ہون گو سچ ان سے نادر ہی کیون ہو سکتا
ہے کہ کبھی جھوٹا آدمی بھی سچ بولے اور اس مین اس بات کا اشارہ ہے کہ جو امور اعتقادی و عملی معاملات مین
مشتبہ ہون اُن مین توقف چاہیے۔ غرضکہ اسی طرح ایسے مواقع پر بھی توقف ہی اچھا ہے۔ جب یہ تمام امور ظاہر
ہو چکے تو سائل کو سمجھنا چاہیے کہ جو لوگ طریقۂ مذکورۂ سوال کے موافق موے مبارک کی زیارت کراتے ہین
وہ بدعات و مخترعات کے پابند ہین کیونکہ روایت مذکورۂ بالا کے موافق جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے
موی مبارک کا پانی مریض کے لیے مانگا گیا تو انھون نے نہ ڈھول تاشہ وغیرہ بجوایا نہ قرآن خوانی کرائی نہ
مجلس مرتب کی نہ وقت مقرر کیا نہ تاریخ معین کی غرض کسی قسم کے تعینات خاصہ سے اسکو مقید نہین کیا بلکہ
اُسکی برکت کو ہر وقت مین قابل استفادہ خیال کیا بخلاف اس صورت کے جسکو سائل نے بیان کیا ہے جسمین
تعیین ماہ و یوم و تاریخ کو مضروری اور ازدیاد ثواب مین موثر خیال کیا ہے جسکی سنت نبویہ مین کوئی اصل
نہین ہے اور تداعی اور انعقاد محافل خاصہ کو ضروری خیال کیا ہے اور اس مین نوبت و نقارہ اور جملہ مزامیر
مہیا کیے جاتے ہین۔ جو سراسر شیاطین کے افعال ہین اور الیہ موے مبارک بھی بطور نذر لغیر اللہ کیا جاتا ہے
اور تبرک کی طرح بانٹا جاتا ہے حالانکہ اُس سے انتفاع حرام قطعی ہے غزلین گاتے ہین حالانکہ ایسے راگ بالاتفاق
حرام ہین پس برکت حاصل کرنا جو زائد سے زائد مستحب ثابت ہوگا ایسے محرمات شرعیہ کے ارتکاب کا باعث ہو

جن سے اجتناب واجب ہو اور ظاہر ہے کہ جس امر مستحب کے ارتکاب سے ترکِ واجب لازم آئے اُس کا ترک
کرنا واجب ہو پس اس صورت مین ہرگز شریعت اس بات کی اجازت نہ دیگی کہ ایسے بدعات کے ساتھ اس امر
مستحب کا ارتکاب صحیح ہو اور اس کا نفس استحباب بھی اُسی صورت مین مسلم ہے جب ثابت ہوجائے کہ واقعی
یہ موے مبارک حضور ہی کا ہو اور اگر یہ امر پایۂ ثبوت کو نہ پہونچے تو ایسے جلسے مین بقصد تبرک حاضر ہونا بھی جائز
نہین اور موے مبارک پہ نذر ماننا اور چڑھاوا چڑھانا حرام ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور غیر خدا کی عبادت
حرام ہو اور ظاہر ہے کہ یہ نذر غیر اللہ ہو پس حرام ہو چنانچہ صاحب بحر الرائق نے لکھا ہو والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ
عبادۃ والعبادۃ لا یکون للمخلوق مخلوق کے لیے نذر نا جائز ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق
کے لیے نہین ہوتی۔ اور جسطرح یہ فعل حرام ہو اُسی طرح اُس قسم کے چڑھاوے کا لینا اور اُسکا کھانا اور اپنے
صرف مین لانا بھی حرام ہو اور ایسی نذر نہ منعقد ہوتی ہو نہ اُسکا ادا کرنا واجب ہو چنانچہ اسی کتاب مین ہو
للاجماع علی حرمۃ النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا یشتغل الذمۃ بہ وانہ حرام بل سحت ولا یجوز
لخادم الشیخ اخذہ ولا اکلہ ولا التصرف فیہ بوجہ من الوجوہ۔ اس بات پر اجماع ہو کہ مخلوق کی نذر حرام ہو
اور یہ نذر منعقد بھی نہین ہوتی اور نہ ذمہ پر واجب ہوتی ہے اور مجاورون کا اُسکا لینا اور کھانا اور کسی قسم کا
تصرف کرنا جائز نہین ہو۔ اور جو اوقاف موے مبارک کے خدام کے لیے مقرر ہین اگر وہ اس غرض سے مقرر کیے
گئے ہین کہ جو بدعات و شرکیات سوال مین ذکر کیے گئے ہین اس وقف سے رائج کیے جائین اور ان اوقاف
کی آمدنی اُنہین صرف کی جاے تو فی نفسہ یہ وقف ہی باطل ہے اور انکا وقف کرنے والا گنہگار ہے کیونکہ منجملہ
شرائط وقف کے ایک شرط یہ ہو کہ وہ کام جسکے لیے وقف کیا ہے فی نفسہ قربت اور عبادت معلوم فی الدین ہو
اور ظاہر ہے کہ امور مذکورۂ سوال عبادت نہین ہین چنانچہ عالمگیری مین ہے منہا ای من شرائط صحتہ ان یکون
قربۃ فی ذاتہ وعند التصرف الخ منجملہ شرائط صحت کے ایک شرط یہ ہو کہ وہ فی نفسہ قربت ہو اور وقت تصرف
کے الخ اور اگر صرف اس نیت سے وہ اوقاف وقف کیے گئے ہین کہ انکی آمدنی اُن فقرا اور مساکین پر صرف
کی جاے جو یہان حاضر ہون اور بقدر حاجت اس اوقاف کے متولی انکی آمدنی مین سے اپنے اوپر بھی
صرف کرین تو یہ وقف صحیح ہے اور متولی وقف کو بقدر حاجت خود لینا اور باقی فقرا پر صرف کرنا حلال ہے
واللہ اعلم کتبہ العبد الذلیل محمد اسمعیل [محمد اسمعیل] اجاد من اجاب حررہ محمد لطف اللہ عفا اللہ عنہ
[محمد لطف اللہ] واقعی ایسی چیزون سے جو حضور فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بانتساب صحیح

بطریق صحیح منسوب ہین برکت لینا جائز اور مستحسن ہی مگر ایسی مجلسون مین جانا جنکو سائل نے ذکر کیا ہے بوجہ
اشتمال اُن کے بدعات مستقبحہ اور افعال محرمہ پر شریک ہونا جائز نہین ہے اور نہ ایسے آثار سے جنکا
انتساب بطریق صحیح ثابت نہین برکت لینا جائز ہے اور جو اشیاء عوام کالانعام موے مبارک پر چڑھاتے ہین
انکا لینا بوجہ منذور لغیر اللہ ہونے کے حرام ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی
تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] **سوال** تانبے وغیرہ کا چاندی سونا ہو جانا جو علم کیمیا کا
نتیجہ ہے ممکن ہے یا نہین۔ **جواب**۔ اس مین علماے حکمت کا اختلاف ہے بعض شیخ الرئیس کی طرح سے
اسکے امتناع کے قائل ہوے ہین مگر ان کے پاس محال ہونے کی کوئی قوی دلیل نہین ہے اور بعض امکان کے
قائل ہین اور اس گروہ نے ادلۂ امتناع کو بالکل جڑ سے اکھاڑ ڈالا ہے کشف الظنون عن اسامی الکتب
والفنون مین ہے حاصل ما ذکرہ ای الصفدی فی شرح لامیۃ العجم ان الناس فیہ علی طریقین فقال کثیر
منہم ببطلانہ منہم الشیخ الرئیس بن سینا ابطلہ بمقدمات من کتاب الشفا والشیخ تقی الدین بن
تیمیۃ صنف رسالۃ فی الکیمیا فی انکارہ وصنف یعقوب الکندی ایضا رسالۃ فی ابطالہ لکنہم لم یوردوا
شیئا یفید الظن لامتناعہ فضلا عن الیقین وذہب الآخرون الی امکانہ منہم الامام الرازی فانہ فی
المباحث المشرقیۃ عقد فصلا فی بیان امکانہ والشیخ نجم الدین بن ابی الدار البغدادی رد علی الشیخ
ابن تیمیہ وزیف ما قالہ فی رسالتہ ورد ابو بکر محمد بن زکریا الرازی علی یعقوب الکندی واستدل
الامام فی الملخص علی امکانہ فقال الامکان العقلی ثابت لان الاجسام مشترکۃ الجسمیۃ فوجب ان
یصح علی کل واحد ما یصح فی الآخر وحکی ابن ماجۃ الاندلسی فی بعض تالیفہ عن الشیخ ابی نصر الفارابی
انہ قال قد بین ارسطو فی کتابہ من المعادن ان صناعۃ الکیمیاء داخلۃ تحت الامکان الا انہا من الممکن
الذی یعسر وجودہ بالفعل صفدی نے جو شرح لامیۃ العجم مین لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اُس مین لوگون کے
دو گروہ ہین بہت سے لوگ اسے باطل جانتے ہین انھین سے شیخ ابن سینا نے شفا مین اسی باطل کیا ہے
اور شیخ تقی الدین بن تیمیہ نے کیمیا مین اسکے انکار پر ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور یعقوب کندی نے بھی
اسکے ابطال پر ایک رسالہ لکھا ہے لیکن ان مین سے کسی نے ایسے ادلہ نہین قایم کیے ہین جس سے اس کے
امتناع کا ظن ہو چہ جائیکہ یقین اور دوسرا گروہ اسکے امکان کا قائل ہے ان مین سے امام رازی ہین کہ
اُنھون نے اسکے امکان کے بیان مین مباحث مشرقیہ مین ایک فصل لکھی ہے اور شیخ نجم الدین بن ابی الدار

بغدادی نے شیخ ابن تیمیہ کی تردید کی ہے اور اُنھون نے اپنے رسالے مین جو دلیلین قائم کی ہین اُنکو مزدور
کر دیا ہی اور ابوبکر محمد بن ذکریا رازی نے یعقوب کندی کی تردید کی ہی اور امام نے ملخص مین اس کے
امکان کو ثابت کرتے ہوے کہا ہی امکان عقلی ثابت ہی کیونکہ اجسام جسمیت مین مشترک ہین تو ضروری ہوا
کہ جو اوصاف بعض کے لیے درست ہون وہی دوسرے بعض کے لیے بھی درست ہون اور ابن ماجہ اندلسی
نے اپنی بعض تالیفون مین شیخ ابو نصر فارابی سے نقل کیا ہے کہ ارسطو نے بیان معادن مین جو کتاب لکھی ہی
اُس مین ہی کہ فنون کیمیا امکانی ہین لیکن ایسے ممکن ہین جنکا وجود دشوار ہے **مترجم کہتا ہی** امام نے
ملخص مین جو دلیل قائم کی ہی وہ مطلق قابل اعتبار نہین کیونکہ ہر جنس کے انواع باہم فصلول کی بدولت
متمائز ہوتے ہین اور اگر فصول مشترک ہوجائین تو انواع کا باہمی تمائز جاتا رہے گا اور لوہا اور سونا اگرچہ
جسمیت مین مشترک ہین لیکن لوہا سونا اُسوقت تک نہین ہوسکتا ہی جبتک وہ تمام صفات مین ایکدوسرے
کے مشارک نہوجائین حتے کہ فصول انواع کو باہم تمیز نہ دلائین اور یہ غیر ممکن ہی انتہی اور اکثر ارباب تصریح بھی
اسکے امکان کے قائل ہین ابن حجر مکی ہیتمی تحفۃ المحتاج شرح منہاج مین لکھتے ہین - اختلف فی انقلاب
الشئ عن حقیقتہ کالنحاس الی الذہب ہل ہو ثابت فقیل نعم لانقلاب العصا ثعبانا حقیقۃ والا لبطل
الاعجاز وقیل لا لان قلب الحقائق محال والحق الاول انتہے وفیہا ایضا کثیرا ما یسأل عن تعلم علم الکیمیا
وحلہ ولم نر لاحد کلاما فی ذلک والذی یظہر انہ ینبنی علی ہذا الخلاف فعلے الاول من علم العلم
الموصل لذلک القلب علما یقینا جاز لہ علمہ وتعلیمہ اذ لا محذور فیہ بوجہ وان قلنا بالثانی اذ لم یعلم
الانسان ذلک بالعلم الیقینے وکان ذلک وسیلۃ الی الغش فالوجہ الحرمۃ شئے کی حقیقت کے بدلجانے
مین اختلاف ہے مثلاً تانبے کا سونا ہوجانا کہ یہ ثابت ہے یا نہین بعض لوگ کہتے ہین ہان ثابت ہی کیونکہ عصا
اژدہا ہوگیا تھا ورنہ معجزہ باطل ہوجائیگا اور بعض لوگ کہتے ہین نہین ثابت ہے کیونکہ حقائق کا بدلجانا
محال ہی اور حق اول ہی اور اسی کتاب مین ہے لبسا اوقات علم کیمیا سیکھنے کے متعلق سوال کیا گیا مین نے
اس کے متعلق کسی کا کوئی کلام نہین دیکھا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس اختلاف پر مبنی ہے پس
بر مذہب اول جو اس انقلاب کے بتلانے والے علم کو یقینی علم جانتا ہو اُسکے لیے اسکا سیکھنا اور سکھانا جائز
ہے کیونکہ اس مین کچھ حرج نہین ہے اور بر مذہب ثانی اُس شخص کے لیے جو اس علم کو یقینی نہ جانتا ہو اور
اسے دھوکہ بازی کا ذریعہ سمجھتا ہو حرام ہے - اور رد المحتار حاشیۂ درمختار مین اس عبارت کے نقل کرنے

کے بعد لکھا ہے حاصلہ انا اذا قلنا باثبات قلب الحقائق وھو الحق جاز العمل بہ وتعلمہ لانہ لیس بغش لان النحاس ینقلب ذھبا وفضۃ حقیقۃ وان قلنا انہ غیر ثابت لا یجوز لانہ غش کما لا یجوز من لا یعلمہ حقیقۃ لما فیہ من اتلاف مال المسلمین او غش المسلمین والظاھر ان مذھبنا ثبوت انقلاب الحقائق بدلیل ما ذکروہ فی انقلاب العین فی النجاسۃ کانقلاب الخمر خلا والدم مسکا ونحو ذلک حاصل یہ ہے کہ جب قلب حقائق کو ثابت مانین اور یہی درست ہے تو اُسپر عمل کرنا اور اسکا سیکھنا جائز ہی کیونکہ یہ کسی قسم کی دھوکہ بازی نہین ہے بلکہ اس لیے کہ تانبا جب بدلتا ہے تو حقیقۃً سونا اور چاندی ہو جاتا ہی اور اگر ہم اسکو ثابت نہ مانین تو یہ ناجائز ہی کیونکہ اسمین دہوکہ بازی ہے جیسے جو شخص حقیقۃً کیمیا نہ جانتا ہو اُس کو اسکا سیکھنا جائز نہین ہے اسلیے کہ اس سے مسلمانون کے مال ضایع ہونگے یا مسلمان دھوکہ کھائین گے اور ظاہر یہ ہی کہ ہمارا مذہب انقلاب حقایق کے ثابت ہونے کا ہے اس لیے کہ ہم نجاست مین انقلاب عین کے قائل ہین جیسے شراب سرکہ ہو سکتی ہے اور خون مشک ہو سکتا ہے اور اسیطرح اور چیزین بھی سوال (۱) قیامت کے دن صحیح النسب سید کا اپنے نسب سے نفع پانا ثابت ہے یا نہین اگر ثابت ہے تو اُسکا کیا مطلب ہے کیا وہ لوگ باوجود بے علم اور بے عمل ہونے کے اور بحالت فسق وفجور رہکر بلا توبہ مر جانے کے بھی بوجہ انتساب الی النبی دوزخ سے مطلقاً محفوظ رہین گے یا بقدر گناہ دوزخ مین جلنے کے بعد اور مومنین کی طرح حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کی شفاعت سے جنت مین داخل ہون گے اور اس صورت مین مومنین امت محمدیہ اور سادات مین کیا فرق ہوگا کیونکہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے جو فرمایا ہی شفاعتی لاھل الکبائر من امتی میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ کرنے والون کے لیے ہے اس مین تمام مومنین وعدہ شفاعت مین داخل ہین (۲) کسی سید کا بے ایمان اور سوء خاتمہ کے ساتھ مرنا ممکن ہے یا ممتنع ہے۔ (۳) سید کے سوا اور مسلمان لوگ جو شرفا کہے جاتے ہین اور نسبا اور نسبتہً کسی صالح کی طرف منتسب ہین جیسے شیخ صدیقی اور فاروقی اور عثمانی اور علوی غیر فاطمی وغیرہ یہ لوگ اگر علم اور عمل سے محروم اور فسق وفجور مین مبتلا رہین اور بے توبہ کیے مر جائین تو فقط ان حضرات کی طرف نسباً منتسب ہونیکی وجہ سے دوزخ اور مواخذہ اخروی سے محفوظ رہین گے یا اپنے کردار کی سزا بھگتین گے اور ان حضرات کے جانب منتسب ہونا انکو کچھ فائدہ نہ دیگا۔ اور ان مسلمانون کے سوا جو بظاہر کسی صالح کی طرف منتسب نہین ہین جیسے پٹھان اور مغل وغیرہ جو عرفاً اراذل کہے جاتے ہین اگر اُنکے آبائی سلسلے مین کوئی صالح یا ولی گذرا ہو اور یہ لوگ

بھی اگر بے ایمان مرجائیں یا فسق وفجور میں مبتلا ہونے کے بعد بے توبہ کیے ہوئے مریں تو اُس صالح یا ولی
کی برکت سے دوزخ اور مواخذہ اُخروی سے نجات پائیں گے یا نہیں ہر سوال کا جواب مفصل مع حوالہ
کتب تحریر فرمائیے۔ **جواب** (۱) سادات کا بحالت فسق وفجور بلاتوبہ مرنے کے دخول نار اور عذاب سے
مطلقاً محفوظ رہنا بوجہ انتساب الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے بلکہ آثار اور اخبار سے اس کے
خلاف ثابت ہے نورالدین علی سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں تحت ذکر ما ینبغی لاھل البیت
کے لکھتے ہیں۔ ا لثالث اجتناب کل قبیح شرعا فان القبیح من اھل ھذا البیت اقبح منہ من غیرھم
ولھذا قال العباس لابنہ عبد اللہ کما فی تاریخ دمشق یا بنی ان الکذب لیس باحد من ھذہ الامۃ
اقبح منہ بی وبک وباھل بیتک یا بنی لا یکون شئ مما خلق احب الیک من طاعتہ. وکذا اکرہ الیک
من معصیتہ فان اللہ ینفعک بذلک فی الدنیا والاخرۃ قلت اجماع ذلک کلہ ما جاء انہ صلے اللہ علیہ وسلم
اوصی باھل بیتہ بتقوی اللہ ولزوم طاعتہ کما سبق فی الذکر الرابع وسبق فی اواخر التنبیہ الاول
من الذکر السادس قول الحسن بن المثنے وانی اخاف ان یضاعف للعاصی منا العذاب ضعفین واللہ
انی لارجوان یوتی المحسن منا اجرہ مرتین تیسرے شرعاً جو باتیں بری ہیں اُن سے احتراز کرنا کیونکہ بری
بات کا اُن لوگوں سے صادر ہونا بہت بُرا ہے اسی وجہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے
حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا اے میرے بیٹے جھوٹ کسی کے لیے اتنا عیب نہیں جتنا میرے اور تیرے
اور تیری اہل بیت کے لیے ہے اے میرے بیٹے چاہیے کہ تمکو خدا کی طاعت سے زائد کوئی چیز پسند اور اُسکی نافرمانی
سے زائد کوئی چیز ناپسند نہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمکو اس سے دنیا اور آخرت دونوں میں نفع پہونچائے گا جیسا کہ
تاریخ دمشق میں ہے میں کہتا ہوں کہ یہ سب اس وجہ سے ہے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے اپنے
اہل بیت کو خدا کے خوف اور اُسکی اطاعت کی وصیت کی جیسا کہ ذکر رابع میں گذرا اور ذکر سادس میں
تنبیہ اول کے آخر میں حضرت حسن مثنی علیہ السلام کا یہ قول گذرا ہے کہ میں اس امر سے ڈرتا ہوں کہ ہم میں کے
گنہگار کو دوچند عذاب ہو اور مجھے خدا سے امید ہے کہ ہم میں سے نیکی کرنے والوں کا دونا ثواب ملے۔ اور آیات
قرآنیہ یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین وکان ذلک علی
اللہ یسیرا ومن یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحا نؤتھا اجرھا مرتین واعتدنا لھا رزقا کریما
اس بات پر شاہد ہیں کہ انتساب الی الصالح تضاعف اجر اعمال صالحہ اور تضاعف عذاب اعمال خبیثہ کا باعث

ہوتا ہے نہ یہ کہ مطلقاً اعمال خبیثہ مضر نہون اور اصحاب اعمال سیئہ محض بوجہ انتساب الی الصالح جنتی ہو جاتے
اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کو ارتکاب فواحش پر تضاعف
عذاب کی خبر دی اگر مطلقاً انتساب الی النبی باعث نجات ہوتا تو یہ مضمون نازل نہوتا اور نسب نبوی
یا نسب صدیقی وعلوی یا کسی اور صالح کے نسب کا قیامت کے دن باین معنے نفع دینا کہ اگر وہ اعمال صالحہ
کرے تو بہ نسبت اپنے امثال کے زائد درجہ پائے صحیح ہی یا یہ کہ وہ شخص جسکی طرف انتساب ہی بہ نسبت اور
شخصون کے اسکی طرف زائد التفات کرے اور اسکی شفاعت کرے اور باین معنے کہ شخص منتسب باوجود
اعمال قبیحہ کے صرف بوجہ شرافت نسبیہ اللہ کے نزدیک مغفور ہو جائے گا اور باوجود اعمال سیئہ محض
انتساب الی الصالح کی وجہ سے اللہ کے نزدیک مکرم ہوگا اور مطلقاً نجات پا کے مرحوم ہوگا بالکل غلط
ہی اور نص قرآنی ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم جو تم مین زیادہ متقی ہی وہ اللہ کے نزدیک زیادہ مکرم
ہی۔ اسکے غلط ہونے پر شاہد ہی۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین اس آیت کے تحت مین
لکھا ہی فان قیل ھذا مبنی علی عدم اعتبار النسب ولیس کذالک فان للنسب اعتبارا عرفا وشرعا
حتی لا یجوز تزویج الشریفۃ بالنبطی قلنا اذا جاء الامر العظیم لا یبقی الامر الحقیر معتبرا وذالک فی
الحس والشرع والعرف اما الحس فلان الکواکب لا تری عند طلوع الشمس وجناح الذباب
دوی ولا یسمع عند ما یکون رعد قوی واما فی العرف فلان من جاء مع الملک ما یبقی لہ اعتبار ولا التفات
اذا عرفت ھذا ففی الشرع کذالک اذا جاء الشرف الدینی الالٰہی لا یبقی لما مر ھنالک اعتبار لا للنسب
ولا للنشب الا تری ان الکافر وان کان من اعلی الناس نسبا والمومن وان کان ادونہم نسبا
لا یقاس احدھما بالاٰخر ولھذا یصلح للمناصب الدینیۃ کالقضاء والشہادۃ کل شریف ووضیع
اذا کان دینا صالحا عالما ولا یصلح لشئ منہا فاسق وان کان قرشی النسب فاروقی النسب ولکن
اذا اجتمع فی اثنین الدین المتین واحدھما نسیب ترجح بالنسب عند الناس لا عند اللہ لان
اللہ یقول وان لیس للانسان الا ما سعی وشرف النسب لیس مکتسبا ولا یحصل بسعی اگر کہا جائے
کہ یہ عدم اعتبار نسب پر مبنی ہے حالانکہ واقعہ اسکے خلاف ہے کیونکہ نسب عرفاً و شرعاً معتبر ہی یہان تک کہ شریف
کی لڑکی کا نکاح نبطی کے ساتھ درست نہین ہے تو ہم کہین گے کہ بڑی بات کے سامنے معمولی بات کا خیال حساً
و عرفاً اور عرفاً نہین کیا جاتا ہے دیکھو کہ ستارے طلوع آفتاب کے بعد نظر نہین آتے اور مکھی کے پرون کی آواز

بادل کی سخت گرج مین نہین سنائی دیتی عرفا بادشاہ کے مقربین جب اُسکے ہمراہ آتے ہین تو اُن کو کوئی نہین پوچھتا اور یہی حال شرع کا ہے کہ جب کسی کو دینی شرف حاصل ہوگیا تو اب نسب کا کچھ اعتبار نہین دیکھو کافر اگرچہ نسبا برتر ہو لیکن مسلمان کے اگرچہ وہ نسبا اکثر ہو برابر نہین ہوسکتا اسی لیے دینی مناصب مثلاً قضا اور شہادت کیلیے شرفا اُسوقت منتخب ہونگے جب وہ دیندار صالح اور عالم ہون فاسق انمین سے کسی کی صلاحیت نہین رکھتا اگرچہ قریشی یا فاروقی بھی ہو مگر جب دو متدین آدمی ہون تو اُن مین صاحب نسب کو لوگون کے خیال مین ترجیح ہوگی نہ کہ خدا کے یہان کیونکہ اُس نے فرمایا ہے انسان کے لیے وہی ہے جو اُس نے کوشش کرکے حاصل کیا ہو اور شرف نسب کسبی نہین ہے اور نہ کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔ اور محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواہب اللدنیہ مین لکھتے ہین انما ینظر للاصل والعنصر عند التحلے بالفضائل والتخلے عن الرذائل اصل ونسب کا اُسی وقت خیال کیا جائے گا جب اُس شخص مین خوبیان پائی جاتی ہون اور وہ برائیون سے منزہ ہو۔ اور مسند احمد مین ابو نضرہ سے مروی ہے حدثنی من شھد فی خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنی وھو علی بعیر یقول یا ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاسود علی لاحمر الا بالتقوی خیرکم عند اللہ اتقاکم مجھسے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جو حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے خطبۂ منٰی مین حاضر تھا کہ آپ اونٹ پر تھا اور فرما رہے تھے اے لوگو تمھارا خدا ایک ہے اور تمھارا باپ ایک ہے عربی کو عجمی پر کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت بجز تقوی کے نہین ہے خدا کے نزدیک تم سب مین سے بہتر وہی ہے جو سب سے زائد متقی ہو۔ اور صحیح مسلم وغیرہ مین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من بطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے جسکو اُسکے اعمال نے پیچھے کردیا اُس کو نسب آگے نہین بڑھا سکتا۔ اور حضرت ابن جریر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یسألکم عن احسابکم ولا عن انسابکم یوم القیمۃ الا عن اعمالکم اکرمکم عند اللہ اتقاکم حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے خدا تم سے قیامت کے دن تمھارے حسب ونسب نہ پوچھے گا بلکہ تمھارے کام پوچھیگا تم مین سب سے بزرگ خدا کے نزدیک وہی ہے جو سب سے زائد متقی ہو۔ اور کتاب ادب المفرد مین بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اولیائی یوم القیمۃ المتقون وان کان نسب اقرب من نسب

حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی قیامت کو دن متقی ہی میرے اولیا ہین اگرچہ بعضون کے نسب بعضون سے زائد قریب ہین۔ اور معجم طبرانی مین حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین مروی ہے لما بعثہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی الیمن خرج معہ یوصیہ ثم التفت الی المدینۃ فقال ان ھوٰلاء اھل بیتی یرون انھم اولی الناس بی ولیس کذالک انما اولیائی المتقون من کانوا وحیث کانوا جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت معاذؓ کو یمن کیجانب بھیجا تو آپ انکو نصیحت فرماتے ہوئے شہر کے باہر تک چلے گئے پھر مدینہ کی طرف متوجہ ہوے اور فرمایا یہ لوگ میرے اہل بیت ہین اور خیال کرتے ہین کہ سب سے زائد میرے قریب ہین حالانکہ ایسا نہین ہے میرے اقربا متقی ہین جو ہون اور جہان ہون اور بخاری مین حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول جھاراغیر سران آل نبی فلان لیسوالی باولیاء انما ولیی اللہ وصالح المومنین ھذا لفظ مسلم مین نے حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ فرمارہے تھے زور سے نہ کہ آہستہ سے آل نبی فلان میرے اولیا نہین ہین میرا ولی خدا اور نیک مومنین ہین یہ مسلم کے الفاظ ہین۔ اور بخاری نے زائد روایت کی ہے لکن لھم رحم سابلھا ببلالھا یعنی اصلھا بالشفاعۃ لیکن انکو یعنے اہل بیت کو مجھسے ایک قرابت ہے جس مین عنقریب مین شفاعت کا اضافہ کرونگا۔ اور ربعین طائی مین فضیل بن مرزوق سے مروی ہے سمعت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب یقول لرجل یغلو فیھم ویحکم احبونا للہ فان اطعنا اللہ فاحبونا وان عصینا اللہ فابغضونا فقال الرجل انکم لذو قرابۃ مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واھل بیتہ فقال ویحکم لو کان اللہ نافعا بقرابۃ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بغیر عمل بطاعتہ لنفع بذالک من ھو اقرب الیہ منا اباہ وامہ وانی اخاف ان یضاعف للعاصی منا العذاب ضعفین اوردھذہ الاخبار والاٰثار السمھودی فی مواضع متفرقۃ من الجواھر مین نے حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے سنا ہی کہ وہ ایک شخص سے فرمارہے تھے جو اُن لوگون کے متعلق زیادتی کرتا تھا کہ ہمکو خدا کے لیے دوست رکھو اگر ہم اُسکی اطاعت کرین تو ہمکو دوست رکھو اور اگر ہم اُسکی نافرمانی کرین تو ہمسے بغض رکھو اُس شخص نے کہا تم نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے قرابت دار اور اہلبیت ہو فرمایا تم پر افسوس ہے اگر خدا بغیر کسی عمل کے محض قرابت رسول ہی مین نفع رکھتا تو آپ کے مان باپ جو آپ کے سب سے زائد قریب تھے بہت نفع مین رہتے اور مجھے تو اس کا خوف ہے کہ کہین ہم مین کے گنہگارون کو دونا عذاب نہو ان اخبار و احادیث

کو سمہودی نے جواہر کے متفرق مقامات پر لکھا ہے۔ ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرد انتساب الی الرسول باعث مغفرت و کرامت نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُسکے ساتھ تقوی منضم نہو پس جب نسبِ نبوی کا یہ حال ہوا تو نسب فاروقی وغیرہ کا بدرجۂ اولی یہی حال ہوگا۔ ہان نسب نبوی اسقدر مفید ہوگا کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا پہلے اپنی اولاد کی شفاعت فرمائینگے اور بہ نسبت عامۂ مومنین کے ابتداءً اُنکی طرف توجہ فرمائینگے جیسا کہ سیوطی رحمہ اللہ نے البدور السافرہ فی احوال الآخرہ مین طبرانی سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث نقل کی ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وسلم اول من اشفع من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش والانصار ثم من امن بی واتبعنی من اھل الیمن ثم سایر العرب ثم الاعاجم واول من اشفع لہ اولوا الفضل حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے کہ جن لوگون کی مین پہلے شفاعت کرونگا وہ میرے اہل بیت ہونگے پھر جو اُنسے قریب ہون پھر جو اُنسے قریب ہون قریش انصار پھر مین اُنکی شفاعت کرونگا جو مجھپر ایمان لائے اور جنھون نے اہل یمن مین سے میری اتباع کی پھر تمام اہل عرب کی پھر تمام اہل عجم کی شفاعت کرونگا اور جنکی مین پہلے شفاعت کرونگا وہ اصحاب فضل ہین۔ سادات اور عامۂ مومنین مین باب شفاعت مین اتنا ہی فرق ہے جو اس حدیث سے ثابت ہوا مگر یہ کہین سے معلوم نہین ہوتا کہ سادات مطلقاً نجات پا جائینگے اگرچہ وہ فاسق وفاجر بھی ہون۔ ملا علی قاری مکی رحمہ اللہ تحقیق الاحتساب فی تدقیق الانتساب مین فلا انساب بینھم یومئذ کے تحت مین لکھتے ہین لم یرد ان الانساب تنقطع بل المراد ان العد المجرد النسب لا ینفع لان مدار الدین یوم الجزاء علی التقوی وفیہا ایضا ثم اعلم ان مجرد النسب بدون کسب الحسب وتعلم العلم والادب غیر معتبر فی المذھب وفیہا ایضا فالمدار علی العلم والتقوی لا علی مجرد النسب المعتبر فی الدنیا دون العقبے اس سے یہ مراد نہین ہے کہ نسب اُس دن منقطع ہو جائینگے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص محض نسب کی بدولت مراتب عالیہ نہ پائیگا کیونکہ قیامت کے دن دین کا مدار تقوی پر ہے اور اسی کتاب مین ہے جاننا چاہیے کہ محض نسب بغیر علم وفضیلت وادب حاصل کیے ہوے مذہب مین معتبر نہین ہے اور اسی کتاب مین ہے پس مدار علم وتقوی پر ہے نہ کہ محض نسب پر جو دنیا مین معتبر ہے نہ کہ عقبی مین۔ اور قیامت کے دن بقاے نسب نبوی کے یہی معنے ہین جو اس حدیث سے مستفاد ہوتے ہین کل نسب وسبب منقطع یوم القیمۃ الا سببی ونسبی اخرجہ البزار والطبرانی والبیہقی وابو نعیم والحاکم وغیرھم ہر نسب وسبب قیامت کے دن منقطع ہوجائیگا مگر میرا نسب وسبب اسکو بزار اور طبرانی اور بیہقی اور ابو نعیم اور حاکم

وغیرہم نے روایت کیا ہے اور اس حدیث سے بھی مستفاد ہوتا ہے ان الانساب تنقطع یوم القیامۃ غیر نسبی وسببی وصھری اخرجہ احمد والطبرانی والحاکم وغیرہم قیامت کے دن تمام نسب منقطع ہوجائینگے مگر میرا نسب اور سبب اور دامادی اسکو احمد اور طبرانی اور حاکم وغیرہم نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ اسکی تفسیر دوسری حدیث مین مروی ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما بال اقوام یزعمون ان قرابتی لا تنفع ان کل سبب ونسب منقطع یوم القیمۃ الا نسبی وسببی وان رحمی موصولۃ فی الدنیا والآخرۃ اخرجہ البزار وغیرہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ہے اُن لوگون کو کیا ہوگیا ہے جو یہ خیال کرتے ہین کہ میری قرابت نفع نہ دیگی ہر نسب وسبب قیامت کے دن منقطع ہوجائیگا مگر میرا سبب ونسب اور میری قرابت دنیا وآخرت مین ملی رہے گی اسکو بزار وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ایسی ہی دوسری روایت مفسر ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما بال رجال یزعمون ان رحم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا ینفع قومہ یوم القیامۃ بلی وان رحمی موصولۃ فی الدنیا والآخرۃ وانی ایہا الناس فرط لکم علی الحوض اخرجہ احمد والحاکم والبیہقی وغیرہم حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے اُن لوگون کو کیا ہوگیا ہے جو خیال کرتے ہین کہ قرابت رسول اُن کی قوم کو نفع نہ دیگی ہرگز ایسا نہین ہے بلکہ میرا نسب دنیا اور آخرت مین ملا رہے گا اور اے لوگو مین حوض پر تم لوگون کے آگے ہونگا اسکو احمد اور حاکم اور بیہقی وغیرہم نے روایت کیا ہے۔ الحاصل قرابت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً غیر نافع کہنا اور سادات وعامہ مومنین کو من کل الوجوہ مساوی سمجھنا تفریط ہے اور اسکو ایسا نافع سمجھنا کہ باوجود ارتکاب فواحش صرف انتساب الی النبی کو باعث استحقاق نجات جاننا افراط ہے اس تفصیل سے سوال سوم وچہارم کا جواب بھی معلوم ہوگیا اب اُسکی تفصیل کی حاجت نہین رہی اور جاننا چاہیے کہ نسب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جسکے نفع وبقا کی خبر اخبار مین وارد ہوئی جب بانفرادہ باعث نجات وکرامت بدون انضمام تقوی عند اللہ نہوا بلکہ شفاعت محمدیہ کے زائد استحقاق ہونے کا باعث ثابت ہوا تو نسب صدیقی وعلوی یا کسی اور ولی وصالح کا نسب بانفرادہ کیونکر باعث نجات ہوسکتا ہے اور سوال دوم کا جواب یہ ہے کہ کسی سید کا مرنا بحالت سوء خاتمہ وزوال ایمان اسکا امتناع عقلاً وشرعاً ثابت نہین ہے اور مطلقاً ہر سید کا جہنم کے عذاب سے نجات پاجانا اور ابتداءً جنت مین داخل ہوجانا نصوص معتبرہ سے ثابت نہین ہے بلکہ عمومات قرآن اور احادیث اسکے خلاف پر دال ہین باقی وہ حدیثین جو اسعاف الراغبین وجواہر العقدین وغیرہ مین مذکور ہین جنکا ملخص اور مفاد یہ ہے کہ اہلبیت و

وسادات کے حق مین حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے نجات کی دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کا وعدہ کر لیا کہ اولاد فاطمہ پر جہنم حرام ہی اور اہل بیت پر عذاب نہوگا وہ سب عام مخصوص البعض ہین اور صلحا و متقین پر محمول ہین یا صرف اولاد صلبی فاطمہ رضی اللہ عنہا پر محمول ہین ابن عراق تنزیہ الشریعہ عن الاخبار الموضوعہ مین یہ حدیث ان فاطمۃ احصنت فرجہا فحرمہا اللہ وذریتہا علی النار فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی آبرو بچائی لہذا اللہ نے اُنکو اور اُنکی ذریت کو آگ پر حرام کر دیا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہین مما یدل علی ان الحدیث لیس موضوعا جزما عند ابن الجوزی انہ قال ان ثبت الحدیث فھو محمول علی ذریتھا الذین ہم اولادھا خاصۃ فان الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ وعلی ذلک حملہ محمد بن علی بن موسیٰ الرضا فقال ھو خاص بالحسنؓ والحسینؓ رضی اللہ عنہما واللہ اعلم وروی العقیلی عن ابی کریب انہ قال ھذا للحسنؓ والحسینؓ ولمن اطاع اللہ منہم یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث ابن جوزی رحمہ اللہ کے نزدیک یقیناً موضوع نہین ہی کہ اُنھون نے کہا ہی اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو اُنکی ذریت پر جو مخصوص اُنھین کی اولاد ہی محمول ہوگی کیونکہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام جوانان جنت کے سردار ہین اور اسکو اسی پر محمد بن علی بن موسی رضا علیہم السلام نے محمول کیا ہے اُنھون نے کہا ہے کہ یہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کے ساتھ مخصوص ہے واللہ اعلم اور عقیلی نے ابو کریب رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کے لیے ہے اور اہل بیت مین سے اُنکے لیے ہے جو خدا کی اطاعت کرین - اور اسی قسم کی حدیثین جو اہلبیت کے فضائل مین وارد ہین اُنکی نظیر صحاح ستہ وغیرہ کی بہت سے حدیثون مین مروی ہے جن مین خاص خاص عمل صالح کرنے والے پر وجوب جنت یا حرمت نار یا دخول جنت یا برات عذاب نار وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ حدیث کی کتابون کے دیکھنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہین ہے پس لازم آتا ہے کہ اُن اعمال صالحہ کے اصحاب بھی اگرچہ سیکڑون کبائر کرین کبھی جہنم مین داخل نہون یا وہ لوگ سوء خاتمہ سے آمن ہو جائین اور اُس عمل صالح کی برکت سے جو ان سے صادر ہوا ہے یہ سمجھ لین کہ ہمکو خوف نہین ہے ہمارا خاتمہ خواہ مخواہ بخیر ہی ہو جائے گا اور اُس حدیث کے حکم کے موافق ہمکو نجات ضرور حاصل ہوگی حاشا وکلا فقہا ومحدثین و علمائے معتبرین مین سے کوئی اس کا قائل نہین ہی جیسا کہ کتب فقہ وکلام وحدیث کے دیکھنے والے اس سے بخوبی واقف ہونگے سوال اکثر علما نے لکھا ہے کہ میت کی روح ایک چلہ کم و زیادہ اپنے گھر مین بعدہ ایک سال تک قبر پر

رہکر مقام علیین وغیرہ کو جاتی ہے اب قابل دریافت یہ ہے کہ اُن علما کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں اور علماے اہل سنت کا اس باب مین محقق مذہب کیا ہے **جواب** ظاہر حادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبض کے بعد روح علیین کو جاتی ہے روایت بزاریہ مین ہے فاذا خرجت روحہ ضعت علی ذلک المسک والریحان وذھب بہا الی علیین جب ایک آدمی کی روح نکلتی ہے تو اُسکے سامنے مشک اور خوشبوئین رکھی جاتی ہین اور وہ علیین ہین لیجائی جاتی ہے۔ اور یہ امر کہ ایک چلہ گھر مین اور ایک سال قبر پر رہنے علیین کو جاتی ہے ثابت نہین ہے **سوال** ابلیس لعین قرارت قرآن شریف پر قادر ہے یا نہین **جواب** جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کتاب لقط المرجان فی اخبار الجان مین لکھتے ہین سئل ابن الصلاح عن جل یقول ان الشیطان یقدران یقرا القرآن ویصلی ھو وجنودہ فاجاب ظاھر المنقول ینفی قراءتھم القرآن وقوعا ویلزم منہ انتفاء الصلوۃ منھم اذ منھا قراءۃ القرآن وقد وردان الملائکۃ لم یعطوا فضیلۃ قراءۃ القرآن وھی حریصۃ لذلک علی استماعہ من الانس فاذن قراءۃ القرآن کرامۃ اکرمہ اللہ بھا الانس غیران المومنین من الجن بلغنا انھم یقرؤنہ ابن صلاح رحمہ اللہ سے اُس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو کہے کہ شیطان اور اُس کا لشکر قرآن شریف پڑھنے اور نماز پڑھنے کی قدرت رکھتا ہے تو انھون نے جواب دیا کہ ظاہر منقول اسکے منافی ہے کہ وہ یا اُسکا لشکر قرآن شریف پڑھے اور اس سے لازم آتا ہے کہ نماز بھی نہ پڑھے کیونکہ قرارت قرآن شریف نماز کا جزو ہے وارد ہے کہ فرشتے قرآن شریف پڑھنے کی فضیلت سے محروم ہین اور اسیوجہ سے وہ انسانون سے اسکے سننے کے مشتاق ہین پس قرارت قرآن شریف ایک ایسی فضیلت ہے جسکے ساتھ اللہ تعالی نے انسان ہی کو عزت بخشی ہے البتہ ہمکو یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان جن بھی اسے پڑھتے ہین **سوال**۔ اگر کوئی شخص کسی رسول کی رسالت کا ایمان رکھتا ہو یعنی تصدیق قلبی و اقرار لسانی دونون ہون لیکن با اینہمہ بوجہ کسی معاملۂ دنیوی کے خاص اسی حیثیت سے اُس رسول کا دشمن ہو جائے اور موقع پاکر ایذا رسانی کرے یا بشدت عداوت اور کثرت غصہ کی وجہ سے اُس رسول کو قتل کرے تو وہ شخص مومن رہیگا یا کافر ہو جائے گا۔ **جواب** رسول کی عداوت اور اُسکی ایذا رسانی اور اہانت و قتل جس حیثیت سے ہو موجب کفر ہے اللہ تعالی فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا جو لوگ خدا اور اُسکے رسول کو ایذا دیتے ہین تو اللہ تعالی دنیا اور آخرت مین اُنپر لعنت بھیجتا ہے اور اُس نے اُسکے لیے سخت عذاب مہیا کیا ہے اور اللہ تعالی نے بنی اسرائیل سرکشی اور اُنکی

مذمت مین ارشاد فرماتا ہے ویقتلون الانبیاء بغیر حق انبیا کو ناحق قتل کرتے ہین۔ **سوال** اعطائے منصب نبوت کا طریقہ کسی شخص کے ساتھ اسطور پر بھی ہوا ہے کہ ایک نبی کسی شخص کو اپنا خرقہ دے اور محض اعطائے خرقہ سے وہ شخص نبی ہوجائے یا کوئی نبی کسی شخص سے یہی کہہ مینے تمکو منصب نبوت عطا کیا اور محض اس کہنے سے وہ شخص نبی ہوجائے یا کوئی نبی کسی شخص سے کہے کہ تم میرے بعد میری نبوت کے حامل ہو اور محض اس کہنے سے وہ شخص بعد اُس نبی کے نبی ہوجاوے یا ایک شخص خواب مین دیکھے کہ کوئی کہتا ہے کہ آج سے تمکو منصب نبوت عطا کیا گیا اور محض اس خواب سے وہ شخص نبی ہوجاوے یا کسی شخص کو اعطائے منصب نبوت کا القا ہوا در محض اس القا سے وہ شخص نبی ہوجاوے اگر اعطائے منصب نبوت مین یہ طریقے رہے ہوں فبہا ورنہ شرائط عطائے منصب نبوت بالاستیعاب تحریر فرمایئے **جواب** حصول مرتبہ نبوت کے یہ طریقے نہین ہین اور نہ ان طریقون سے کسی کو نبوت ملی ہے بدون اسکے کہ اللہ کی طرف سے کوئی فرشتہ حامل وحی آئے بعد وہ رسالت و نبوت کی خبر پہونچائے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات] صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ ابو الاحیار محمد نعیم غفر لہ اللہ العلی العظیم

# كتاب التقليد

**سوال** جو شخص کہ مذہب کا انکار کرے اور مذہب اختیار کرنیکو بُرا جانے اور لوگون سے یہ بات کہے کہ مین کتب حدیث کی پیروی کرتا ہون تو اسکا کیا حکم ہے وہ مبتدع ہے یا کافر۔ **جواب** اصحاب مذاہب کیا حضرت امام ابو حنیفہ اور کیا حضرت امام شافعیؒ اور کیا حضرت امام مالک اور کیا حضرت امام احمد حنبل وغیرہم ان مجتہدین نے تدوین مذہب اور استخراج مسائل مین شرع کے خلاف نہین کیا ہے سب کے دلائل مستند ہین اور ان سب مین جو اختلاف ہوا ہے وہ محض آیات اور احادیث کے فہم معانی کی وجہ سے واقع ہوا ہے نہ اس سبب سے کہ کسی نے ان سے تعصب کو دخل دیا ہے اور نہ اس وجہ سے کہ قیاس کو شرع پر مقدم رکھا ہو حاشا وکلا تمام ائمہ ہداۃ اس سے بری ہین جو انمین سے کسی ایک کی جانب بھی اس کی نسبت کرے وہ کاذب اور مفتری ہے اور جو بعضے متعصب لوگ حنفیون کو اصحاب الراے لکھتے ہین تو انکا قول معتبر نہین ہے اور اس جگہ ایک لطیفہ میرے خیال مین آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رائے پر جو الف لام داخل ہے وہ عہد ہے اور مراد اس سے رائے دقیق ہے پس فی الحقیقت حنفیہ اصحاب الرائے ہین یعنے اصحاب الرائے الدقیق ہین۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ نے مجمع موسس فی المعجم المفہرس مین اس امر کا اقرار کیا ہے کہ قواعد جیسے حنفیہ مذہب مین منضبط ہین ویسی ہمارے مذہب مین منضبط نہین ہین۔ الحاصل مذاہب مدونہ آیات و احادیث و اجماع و قیاس کے مخالف نہین ہین کوئی مسئلہ وہ نہین ہے جسکی اصل اس چار مین سے کوئی ایک بھی نہو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف مین تحریر فرماتے ہین لما مهد واالفقه لم تكن مسألة من المسائل التي تكلم فيها من قبلهم والتي وقعت في زمانهم الا وجد وافيها حديثا مرفوعا متصلا او مرسلا او موقوفا صحيحا او ضعيفا او حسنا او اثرا من آثار الشيخين او سائر الخلفاء فيسر الله لهم العمل بالسنة على هذا الوجه جب لوگون نے فقہ کو مرتب کیا تو کوئی مسئلہ جس مین اگلے اور موجودہ زمانے کے فقہا نے کلام کیا ہو ایسا نہین ملا کہ اُس پر حدیث مرفوع یا متصل یا مرسل یا موقوف صحیح یا ضعیف یا حسن یا اثر آثار شیخین و آثار خلفا مین سے کوئی نہو پس خدا نے اُن کو اسطرح سنت پر عمل کرنے کی توفیق دی۔ جب بات طی ہو چکی تو ہم کہتے ہین کہ مذاہب اربعہ کا انکار کرنے والا اور انکو برا جاننے والا اگر اس وجہ سے اُنکو برا جانتا ہے کہ وہ شرع کے موافق ہین تو کافر ہو جاے گا کیونکہ اُس نے دین کی اہانت کی ہے اور اگر اپنے خیال کے موافق مذاہب اربعہ کو خلاف شرع و خلاف نصوص سمجھکر برا جانتا ہے تو وہ شخص خاطی ہے اب سمجھنا چاہئے کہ اگر ائمہ مجتہدین نے مسائل کی تحقیق و تدوین جیسی ہے نہ کرتے تو تمام عالم گمراہ ہو جاتا اور کوئی شخص شرع کی علم سے واقف نہ ہوتا کیونکہ بہت سے احکام ایسے ہین جو ظاہر نصوص سے مستنبط نہین ہوتے پس ان مذاہب کو برا جاننے والا احسان فراموش ہے اب رہا حدیث کی اتباع کا دعوی پس اگر مدعی صحیح حسن ضعیف ناسخ منسوخ کی امتیاز رکھتا ہے اور موافق اگلے محدثین کے آثار و احادیث و آیات کے معانی کی شرح کی قدرت رکھتا ہے اور اسکے علاوہ اُن تمام ضروری علوم مین مہارت کہتا ہے جو کتب حدیث کے سمجھنے کے لیے لازمی ہین تو وہ شخص قابل مدح ہو اور ظاہر ہے کہ اس زمانے مین ایسے شخص کا وجود مثل عنقا کے معدوم ہے البتہ آٹھوین صدی مین بہت لوگ ان صفات کے پائے گئے تھے اور بعد اُسکے نوین صدی مین علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ خاتم الحفاظ ہوے پھر دسوین صدی مین بھی بعضے علما مثل ملا علی قاری و شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہما اللہ محدثین کے قدم بقدم ہوے مگر اُنکے مرتبے کو نہین پہونچے اُنکے بعد سے اب تک کوئی ایسا پایا نہین گیا جو کما حقہ حدیث صحیح کی حدیث ضعیف سے تمیز کر سکے چہ جائیکہ اسمین مہارت کہتا ہو الا ماشاء اللہ اور اس زمانہ مین محدث اُس شخص کو کہتے ہین جو صحاح ستہ کا درس دے اور مطالب کی توضیح عام فہم کرے افاللہ الخ صاحب کشف الظنون علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہین وا علم ان قصارى نظر ابناء زماننا في علم الحديث النظر

مشارق الانوار فان ترقعت الى مصابيح البغوى ظنت انها تصل الى درجة المحدثين وما ذلك الا لجهلهم بالحديث بل لو حفظهما احد عن ظهر قلب وضم اليهما من المتون مثليهما لم يكن محدثا حتى يلج الجمل فى سم الخياط وانما الذى يعده اهل الزمان بالغا الى النهاية وينادونه محدث المحدثين وبخارى العصر من اشتغل بجامع الاصول لابن الاثير مع حفظ علوم الحديث لابن الصلاح او التقريب للنووى مع انه ليس فى شئ من رتبة المحدثين وانما المحدث من عرف المسانيد والعلل واسماء الرجال والعالى والنازل وحفظ مع ذلك جملة مستكثرة من المتون وسمع الكتب الستة ومسند احمد وسنن البيهقى ومعجم الطبرانى وضم الى هذا القدر الف جزء من اجزاء الحديث فهذا اقل درجاته ہمارے زمانے کی کوتاہ نظرین علم حدیث مین مشارق الانوار کے دیکھنے پر منحصر ہین اور اگر کسی کی نظر مصابیح بغوی پر پہنچ گئی تو وہ محدث سمجھا جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہی کہ لوگ علم حدیث سے ناواقف ہین اصل یہ ہے کہ اگر ان دونون کو از بر کرے اور ان کے ساتھ انھین کے ایسے دو متون اور بھی تب بھی وہ محدث نہوگا جتبک کہ اونٹ سوئی کے ناکے مین سے نہ گذر جاسے اور جس نے ابن اثیر رحمہ اللہ کی جامع الاصول دیکھی ہو اور ابن صلاح کا علوم حدیث یا نودی کی تقریب یاد کی ہو وہ تو آجکل کے لوگون کے خیال مین منتہی ہے اُسے محدث المحدثین اور اپنے زمانے کا بخاری سمجھتے ہین حالانکہ محدثین مین اُسکا کوئی مرتبہ نہین محدث وہ ہے جو مسانید وعلل و اسماء الرجال سے واقف ہو اور بہت سے متون احادیث اُسے یاد ہون اور کتب ستہ و مسند احمد و سنن بیہقی اور معجم طبرانی کی سماعت کی ہو اور بعض لوگون کے خیال مین انکے علاوہ اجزاے حدیث مین سے ایک ہزار جزء کی اور بھی سماعت کی ہو یہ محدث کا معمولی مرتبہ ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ جب علامہ سبکی رحمہ اللہ کے زمانہ کا یہ حال تھا جو دسوین صدی کے پہلے تھا تو اب اس زمانے کا حال کیا لکھا جائے۔ اور اس زمانے کے محدثین جو اپنے کو مجدد المذہب جانتے ہین اور مذاہب حقہ کو باطل خیال کرتے ہین گمراہ کرنے والے ہین کیونکہ مثلاً اگر کسی مسئلہ حنفیہ یا شافعیہ کی سند صحاح ستہ مین نہین پاتے تو کہنے لگتے ہین کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا امام شافعی رحمہ اللہ نے اس باب مین حدیث کی خلاف کیا ہی اور یہ نہین جانتے کہ فن حدیث کا انحصار صحاح ستہ پر نہین ہے کتب احادیث بیشمار تصنیف ہین پس کسی مسئلہ کی سند صحاح ستہ مین نہ ملنے سے لازم نہین آتا کہ حدیث کی کسی کتاب مین نہو **سوال** جس شخص نے رخص شرعیہ کے تتبع کو اپنا مذہب بنالیا ہوا کیا حکم ہی فاسق و مبتدع ہی یا نہین **جواب** تتبع رخص شرعیہ اگر بقصد تلہی ہی تو بالاجماع حرام ہے مثلاً کوئی حنفی شطرنج کھیلنے کے لیے امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب اختیار کرے اور اگر رخص شرعیہ کا تتبع بقصد تلہی نہو تو صحیح

نہیں ہے اور تتبع کرنیوالا مبتدع نہوگا مگر ایسے امور سے عوام روکے جائینگے البتہ پرہیزگار عالم کے لیے مضائقہ نہیں ہے
جیساکہ مولانا بحرالعلوم عبد العلی لکھنوی فرنگی محلی قدس سرہ نے شرح مسلم الثبوت میں اور حضرت مولانا شاہ
ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔ فی المصابیح قال رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا وقاربوا وابشروا وذکر البغوی
عن عمیر قال ادرکت من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثر من سبعین فما رایت قوما اھون سیرۃ
ولا اقل تشدیدا منہم وعن ابراھیم انہ قال اذا بلغک فی الاسلام امران فخذ ایسرھما وقال الشعبی اذا اختلف
علیک فی الدین فخذ ایسرھما فان ایسرھما اقربھما الی الحق ان اللہ تعالی یقول یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم
العسر مصابیح میں ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین آسانی ہے اور جو اپنے اوپر دین میں سختی کریگا
مغلوب ہوگا پس مضبوطی و میانہ روی کو اختیار کرو اور خوش رہو اور بغوی نے عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
کہ میں ستر سے زائد صحابیوں سے ملا لیکن میں نے سیر کے اعتبار سے انسے زیادہ نرم کسیکو نہیں دیکھا اور نہ انکسے زیادہ اپنے پر کم شدت کرنیوالا
کسیکو دیکھا اور ابراہیم سے روایت ہے انھوں نے کہا جب تمکو اسلام میں دو باتیں پہونچیں تو ان میں سے جو آسان ہو اسکو اختیار کرو
اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا ہے جب دین میں اختلاف پڑے تو آسان بات اختیار کرلو کیونکہ آسان بات حق سے قریب
ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اللہ تمپر آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور اسی کتاب میں شاہ ولی اللہ صاحب نے فارسی
عبارت میں لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے تلفظ رخص مذاہب اربعہ جبکہ قرآن حدیث اجماع سلف اور قیاس جلی
کے مخالف نہو حسن ہے اور فقہائے متاخرین نے اس میں اختلاف کیا ہے بلکہ بعضوں نے فسق کی طرف نسبت
کی ہے انتہی ترجمۃ کلامہ۔ اور حضرت مولانا ولی اللہ لکھنوی فرنگی محلی قدس سرہ شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں و
تخرج) ای تستنبط منہ ای من جواز اتباع غیر المقلد الاول کما ھو مختار ابن الھمام من ان تقلید
مذھب معین لیس بواجب شرعا جواز اتباع رخص المذاھب) ای اخذ ما ھو اھون علیہ من المذاھب
فلا یمنع منہ مانع شرعی اذ للانسان ان یسلک مسلک الاخف علیہ اذا کان لہ، ای للانسان الیہ ای
الی الاخف سبیل) ثم بین السبیل بقولہ (بان لم یکن عمل فیہ ای فی ذلک المحل المختلف فیہ
وبآخر) ای بقول آخر مخالف لھذا الاخف وعلیہ الصلاۃ والسلام یحب ما خفف علیہم وما
نقل عن ابن عبد البر انہ لا یجوز للعامی تتبع الرخص اجماعا فاجیب عنہ فی التیسیر شرح التحریر بالمنع
ای بمنع صحۃ النقل عنہ ولو سلم فلا نسلم صحۃ دعوی الاجماع اذ فی تفسیق متتبع الرخص عن احمد روایتان

فلیف تحقق الاجماع وحمل بعضهم روایة التفسیق بما اذا قصد التلهی جسکی پہلے تقلید کی تھی اُسکے علاوہ کسی
اور کی تقلید کے جائز ہونے سے کہ جیسا کہ ابن ہمام رحمہ اللہ کا مسلک ہی کہ شرعاً کسی خاص مذہب کی تقلید
واجب نہیں ہے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہی کہ جس شخص پر جو مذہب آسان ہو وہ اُسے اختیار کرے اس مین کوئی شرعی
ممانعت نہیں ہی کیونکہ انسان کو وہی مسلک اختیار کرنا چاہیے ہی جو اُسپر آسان ہو جبکہ وہ آسان مسلک کو اختیار
کرنیمین اسطرح مضبوط ہو کہ اس آسان مسلک کے خلاف کوئی بات نہ اختیار کرے کہ جو اُسکے مسلک مین ہو نبی کریم علیہ التحیۃ
والتسلیم ہی اُسی کو پسند فرماتے تھے جو مسلمانون پر آسان ہوتا اور جو ابن عبد البر رضی اللہ عنہ سے منقول ہی
کہ عامی شخص کو رخص شرعیہ کی جستجو کرکے اتباع کرنا جائز نہیں ہی اجماعاً تو اس کا جواب تیسیر شرح تحریر مین یہ دیا
ہی کہ ہم اُنسے یہ منقول ہونا صحیح نہیں مانتے اور اگر مان بھی لین تو دعوی اجماع کو صحیح نہیں مانتے کیونکہ آسانیو نکی
جستجو کرنے والے کے فسق مین حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے دو روایتین ہین تو اجماع کہان رہا اور
بعض فقہاء نے فاسق ہونے کی روایت کو اُس صورت پر محمول کیا ہی جب مقصود لہو ولعب ہو **سوال**
ایک شخص جاہل ہے اماموں مین سے کسی امام کی تقلید کو بھی اپنے اوپر لازم نہین سمجھتا اور تمام ائمہ اربعہ کو اپنے
اعتقاد مین اپنا مقتدا و پیشوا جانتا ہی اور اپنے زمانے مین جس عالم کو وہ دیندار اور متقی پاتا ہی اُسکے قول پر عمل
کرتا ہے ایسے شخص کے مذہب کا کیا حکم ہی **جواب** لزوم تقلید مذہب معین مین علماے متقدمین و متاخرین مختلف
ہین بعض تقلید مذہب معین کے واجب ہونے کے قائل ہین علامہ محلی شافعی رحمہ اللہ شرح جمع الجوامع مین لکھتے
ہین یجب علی العامی وغیرہ ممن لم یبلغ مرتبۃ الاجتہاد التزام مذہب معین من مذاہب المجتہدین
یعتقدہ ارجح من غیرہ او مساویا لہ وان کان فی نفس الامر مرجوحا علی المختار عامی اور اس غیر عامی
پر جو مجتہد نہین کسی مذہب کو اپنے اوپر لازم کرلینا ضروری ہی جسکو وہ دوسرون پر ترجیح دیتا ہو یا مساوی
سمجھتا ہو خواہ وہ درحقیقت مرجوح ہو یہ مذہب مختار ہے اور علامہ کمال الدین بن ہمام رحمہ اللہ تحریر الاصول
مین لکھتے ہین نقل الامام الاجماع علی منع تقلید العوام لاعیان الصحابۃ ومن بعدہم الذین وضعوا و
دونوا وعلی ہذا ما ذکرہ بعض المتاخرین من منع تقلید غیر الایمۃ الاربعۃ لانضباط مذاہبہم وتقلید
مسائلہم ولم یدر مثلہ غیرہم الی الان اسی امام نے اجماع نقل کیا ہی کہ عوام اعیان صحابہ و تابعین کی
تقلید نہین کرسکتے ہین لیس اسی بنا پر بعض متاخرین کہتے ہین کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے علاوہ دوسرون کی تقلید
جائز نہین ہے کیونکہ اُنکے مذاہب منضبط اور مسائل مقرر ہین اسوقت تک ان کے مثل اور مذاہب نہین ملے

اور بعض علما کے نزدیک مختار ہی کہ مذہب معین کی تقلید ضروری نہیں ہی ہر شخص کو اختیار ہی کہ جس مذہب پر چاہیے عمل کرے بشرطیکہ کسی مذہب کے استخفاف اور تعصب سے خالی ہوا ور اگر مذاہب اربعہ مین سے کسی ایک مذہب کے بھی استخفاف اور تعصب کو مسلک بنایا تو ایسا شخص واجب التعزیر ہی ذو المناسب شیخ ابن حاجب مختصر اصول مین لکھتے ہین ولا یرجع عن قول المجتهد بعد تقلیده اتفاقا وفی حکم اخر المختار جوازه لنا القطع بوقوعه ولم ینکر فلو التزم مذهبا معینا لمذهب مالك او الشافعی فثالثها کالاول کسی مجتہد کی مقلد کو تقلید کے بعد اُسکے اُسی قول سے رجوع کرنا بالاتفاق درست نہین ہی البتہ کسی دوسری حکم مین مختار یہ ہی کہ جائز ہی کیونکہ ایسا بکثرت واقع ہوا اور فقہانے کچھ تعرض نہین کیا پس اگر کسی نے خاص مذہب مثل امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب یا امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب اختیار کرلیا تو ان دونون کا تیسرا مثل اول کے ہے ائمہ دین مین مستند قاضی عضد الملة والدین رحمہ اللہ اسکی شرح مین لکھتے ہین اذا عمل العامی بقول مجتهد فی حکم مسئلة فلیس له الرجوع عنه الی غیره اتفاقا فاما فی حکم مسئلة اخری قیل یجوز ان یقلد غیره المختار جوازه للقطع بوقوعه فی زمان الصحابة وغیره فان الناس فی کل عصر کانوا یستفتون المفتیین کیف ما اتفق ولا یلتزمون سوال مفت معین و قد شاع هذا ولم ینکر فلو التزم مذهبا معینا وان کان لا یلزمه ففیه ثلثة اقوال اولها یلزم وثانیها لا یلزمه وثالثها انه کالاول وهو من لم یلتزم فان وقعت واقعة تقلده فیها فلیس له الرجوع عنه واما فی غیرها فیتبع فیها ما شاء جب عامی کسی مسئلہ مین کسی مجتہد کے قول پر عمل کرلے تو بالاتفاق وہ شخص کسی دوسرے امام کے مذہب کی جانب رجوع نہین کرسکتا البتہ دوسرے مسئلہ مین بر مذہب مختار اُسکو ایسا کرنا جائز ہی کیونکہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے مین ایسا ہوا ہی اس لیے کہ لوگ ہر زمانے مین مفتی سے مسائل پوچھتے تھے اور اس کو لازمی نہین جانتے تھے کہ ایک ہی مفتی سے پوچھین اور اس پر عمل کرین اور یہ عام طور پر شایع تھا اور بکثرت واقع ہوا ہی اور اگر کوئی شخص کسی خاص مذہب کو لازم کرلے تو اُسکے متعلق تین قول ہین (۱) کسی خاص کی اتباع اُسپر لازم ہی (۲) کسی خاص کی اتباع اُس پر لازم نہین (۳) ایسی شخص کا وہی حکم ہی جو عامی کا ہی یعنے اگر کسی واقعہ مین اُس نے کسی مجتہد کی قول پر عمل کرلیا تو دوسرے کیطرف رجوع نہین کرسکتا البتہ دوسرے مسائل مین جسکی چاہیے پیروی کرے اور مولانا ولی اللہ لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ شرح مسلم الثبوت مین تحریر فرماتے ہین ویجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل فی العلم عند الاکثر وقیل هم اکثر الحنابلة واختاره ابن الحاجب وتبعهم المصنف وحکی عن احمد انه یجب النظر فی الارجح وهو

المختار عند الاٰمامیۃ ہل یقلد المقلد غیر من یقلد بہ اولاً فی غیر ما عمل بہا ولا المختار نعم لما علم بالاستقراء من استفتائہم ای المستفتین فی کل عصر من زمن الصحابۃ مرۃ واحدۃ من المجتہدین ومرۃ واحدۃ من غیرہم ولو التزم مذہباً معیناً فہل یلزم الاستمرار علیہ فقیل نعم حتی شدد بعض المتکلفین وقالوا الحنفی اذا ترک مذہبہ ما مر یعزر والحق انہ تعصب لا دلیل علیہ اصلاً وانما ہو تشریع من عند نفسہ وقیل لا) قال فی التیسیر شرح التحریر ہو الاصح اذ لا واجب الا ما اوجبہ اللہ وبالجملۃ لا یجب تقلید مذہب معین بل جاز الانتقال لکن لا بد ان لا یکون ذلک علی قصد التلہی وتوہین کبار المجتہدین فضیلت رکھنے والے کے ہوتے ہوئے کم فضیلت رکھنے والے کی پیروی کرنا اکثر کے نزدیک جائز ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اکثر حنابلہ ہیں اور اس مذہب کو ابن حاجب رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور مصنف رحمہ اللہ نے بھی اُنکی پیروی کی ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ارجح پر نظر کرنا واجب ہے اور اسی مذہب کو امامیہ نے اختیار کیا ہے اور ایک امام کا مقلد پر مذہب مختار اُسکے سوا دوسرے کی بھی تقلید کر سکتا ہے کیونکہ استقراء سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے لیکر اب تک ہر زمانے میں مستفتی کبھی ایک مجتہد سے اور کبھی دوسرے سے سوال کرتے تھے اور اگر کوئی شخص خاص مذہب کو اختیار کرے تو اُسپر اُسی مذہب کا التزام بعض لوگوں کے نزدیک ضروری ہے حتاکہ بعض اس کے قائل ہیں کہ حنفی جب اپنے امام کے مذہب کو ترک کر دے تو اُسے تعزیر کیجائے گی حق یہ ہے کہ یہ تعصب ہے اسپر کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ خود اپنی بنائی ہوئی بات ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے اور تیسیر شرح تحریر میں ہے کہ یہی اصح ہے کیونکہ واجب وہی ہے جسے خدا واجب کر دے الحاصل کسی معین مذہب کی تقلید واجب نہیں ہے بلکہ ایک سے دوسرے کی جانب منتقل ہو سکتے ہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ ایسا بقصد لہو ولعب وتوہین مجتہدین نہو۔ اور ایسا ہی بحر العلوم مولانا عبد العلی رحمہ اللہ شرح مسلم الثبوت اور شرح تحریر میں لکھتے ہیں اور عدم وجوب تقلید مذہب معین کو شرعاً محقق کرتے ہیں اور اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ ایسے مسائل سے عوام روکے جائیں گے خصوصاً اس زمانے کے عوام جنکو سوا اسکے کہ کسی مذہب کی تقلید کریں کوئی چارہ نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اختیار مذہب وغیرہ میں مختار کر دئے جائیں تو بڑے بڑے فتنے برپا ہو جائیں جیسے نافہم لوگ ائمہ کبار خصوصاً حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے حق میں زبان طعن وتشنیع دراز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمکو ان مذاہب سے کچھ کام نہیں ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہمارے لئے کافی ہیں لیکن یہ خیال نہیں کرتے کہ ان مذاہب کی تقلید میں تقلید

نصوص ہی کیونکہ [illegible] تعالیٰ فرماتا ہی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اگر تم کو نہ معلوم ہو تو اہل ذکر سے
دریافت کرو اور [illegible] لکل ظاہر ہو کہ اُس جاہل نے جس عالم کو اپنا مقتدا بنایا ہی اگرچہ وہ عالم اتقی ہو مگر پھر
بھی ائمہ سابقین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اس سے بدرجہا افضل ہونگے علامہ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ نے شرح کنز
مین اور شیخ الاسلام بدر الدین عینی رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہی کہ الاحکام تتبدل بتبدل الازمنۃ احکام زمانے کے
تغیر سے بدلجاتے ہین۔ اور اس بات پر یہ روایت شاہد ہی جسکو ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے
روایت کیا ہی لو ادرک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن من المساجد کما منع
نساء بنی اسرائیل اگر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے زمانے مین وہ باتین ہوتین جو اب عورتون نے نئی نکالی
ہین تو آپ اُن کو مسجد مین آنے سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتین روکدی گئی تھین اور اسیوجہ
سے صاحب ہدایہ اور شمس الائمہ سرخسی رحمہما اللہ بلکہ تمام فقہائے حنفیہ و شافعیہ نے مواضع متعددہ مین تنقیح مسئلہ کے
بعد لکھا ہی لکن ھذا مما لا یفتی بہ الناس لیکن اسپر لوگ فتوی نہین دیتے ناظر کتب فقہ پر یہ بات پوشیدہ نہین
ہی پس اگرچہ مختار اور راجح محققین کے نزدیک عدم وجوب اختیار مذہب معین ہی مگر فی زماننا عوام کے فتوے کے
لیے یہی مختار ہی کہ مذہب معین کی تقلید واجب یا مستحسن کہی جائے جیسا کہ بعض اسکی قائل ہین اور ہرگز عوام
اس سے واقف نہ کیے جائین کہ محققین کے مذہب معین کا اختیار کرنا واجب نہین ہی البتہ عالم ماہر متقی متدین
جو تعصب سے خالی ہو اگر اپنے مختار کو اختیار کرے تو یہ اسکے لیے اولی اور احسن ہی عارف ربانی عبد الوہاب
شعرانی رحمہ اللہ میزان مین لکھتے ہین کان سیدی علی الخواص اذا سألہ انسان عن التقلید بمذھب معین
الآن ھل ھو واجب ام لا یقول لہ یجب علیک التقلید بمذھب ما دمت لم تصل الی عین شھود الشریعۃ
فھناک لا یجب علیک التقلید بمذھب لانک تری اتصال جمیع المذاھب بھا سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے
جب کوئی پوچھتا کہ آجکل کسی مخصوص مذہب کی تقلید واجب ہی یا نہین تو وہ جواب دیتے کہ تمپر اُس وقت تک
واجب ہی جب تک تم ایسے مرتبہ پر نہ پہونچ جاو جس سے شریعت کا معائنہ کرنے لگو اور جب تم ایسے مرتبہ پر پہونچ
جاؤگے تو تمپر کسی خاص مذہب کی تقلید واجب نہ رہیگی کیونکہ تمام مذاہب شریعت تک پہونچانا چاہتے ہین
اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی حجۃ اللہ البالغہ مین تحریر فرماتے ہین ھذہ المذاھب الاربعۃ
المدونۃ المحررۃ قد اجمعت الامۃ علی جواز تقلیدھا الی یومنا ھذا وفی ذلک من المصالح ما لا یخفی
لا سیما فی ھذہ الایام التی قصرت الھمم جدا واشربت النفوس الھوی واعجب کل ذی رأی برأیہ و

ماذهب ابن حزم من ان التقليد حرام فغلط یہ چارون مذہب جنکی تدوین ہو چکی ہے اور جو کتابون مین لکھے ہین اُن کی تقلید کے جواز پر امت محمدی نے اسوقت تک اجماع کیا ہے اور اس مین بہت سی مصلحتین ہین جو ظاہر ہین خصوصاً آجکل کہ ہمتین کوتاہ ہین اور نفوس پابند حرص و ہوا ہر ایک اپنی راے کو پسند کرتا ہے اور جو ابن حزم رحمہ اللہ تقلید کے حرام ہونے کے قائل ہین وہ غلط ہے **مترجم کہتا ہے** ابن حزم کے اس قول کے متعلق حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ القوی حجۃ اللہ البالغہ مین تحریر فرماتے ہین کہ یہ حکم اُن لوگون کیلیے ہے جو اجتہاد پر قدرت رکھتے ہون اور ایسے لوگون پر بلاشبہ تقلید حرام ہے واللہ اعلم **انتہی** اور عقد الجید فی احکام التقلید مین ہے۔ اعلم ان الاخذ بهذه المذاهب الاربعة فيه مصلحة عظيمة وفى الاعراض عنها مفسدة عظيمة ونحن نبين ذلك بوجوه احدها ان الامة اجمعت على ان يعتمدوا على السلف فى معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين وهكذا اعتمد العلماء فى كل طبقة من قبلهم والقبول يدل على حسن ذلك واذا تعين الاعتماد على اقاويل السلف فلابد ان تكون اقاويلهم التى يعتمد عليها مروية باسناد صحيح او مدونة فى كتب مشهورة وليس مذهب من المذاهب بهذه الصفة الا هذه المذاهب الاربعة اللهم الا مذهب الامامية والزيدية وهم اهل البدعة لا يجوز الاعتماد على اقاويلهم وثانيها قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم اتبعوا السواد الاعظم انتهى ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعا للسواد الاعظم ان مذاہب اربعہ سے اخذ کرنے مین ایک بڑی مصلحت اور ان سے اعراض کرنے مین ایک سخت خرابی ہے ہم اسکو متعدد طریقون سے بیان کرتے ہین (۱) امت کا اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ شریعت کے جاننے کے متعلق متقدمین پر اعتماد کرنا چاہیے تابعین نے صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین رحمہم اللہ و رضی اللہ عنہم اجمعین پر اعتماد کیا ہے اور ہر زمانے کے علما نے اپنے اسلاف پر اعتماد کیا ہے اور کسی امر کو قبول کر لینا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ امر اچھا ہے پس جب اقوال سلف پر اعتماد ثابت ہو گیا تو یہ بھی ضروری ہے کہ اُن کے اقوال جن پر اعتماد کیا گیا ہے بروایت صحیح مروی ہون اور کتب مشہورہ مین جمع ہون اور ان چارون مذاہب کے سوا کوئی اور مذہب ایسا نہین ہے البتہ مذہب امامیہ و زیدیہ کے متعلق کہا جاتا ہے لیکن یہ لوگ بدعتی ہین ان کے اقوال پر اعتماد ہی ناجائز ہے (۲) حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا ہے مجمع کی اتباع کرو انتہی پس جب ان چارون مذاہب کے سوا اور تمام مذاہب ختم ہو گئے تو انھین کی اتباع مجمع کی اتباع ہوئی۔ اور انصاف فی سبب الاختلاف مین ہے اعلم ان الناس

كانوا فى المائة الاولى والثانية غير مجتمعين على التقليد بمذهب معين وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب
وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب فى ذلك الزمان فان قيل كيف يكون
شئ واحد واجبا فى زمان وغير واجب فى زمان مع ان الشرع واحد قلت الواجب الاصلى هو تقليد
من يعرف الاحكام الفرعية عن ادلتها التفصيلية اجمع على ذلك اهل الحق فاذا كان للواجب طرق متعددة
وجب تحصيل طريق من الطرق من غير تعيين واذا كان له طريق واحد تعين ذلك الطريق بخصوصه كما
كان السلف لا يكتبون الحديث ثم صار فى يومنا هذا الكتابة الحديث واجبة لان رواية الحديث لا سبيل لها
الا معرفة هذه الكتب وكان السلف لا يشتغلون بالنحو والصرف واللغة لان لسانهم كانت عربية ثم صار فى
يومنا هذا معرفتها واجبة فاذا كان انسان جاهل فى بلاد الهند وما وراء النهر وليس هناك شافعى ولا مالكى
ولا حنبلى ولا كتب هذه المذاهب وجب عليه ان يقلد بمذهب ابى حنيفةؒ ويحرم عليه ان يخرج من مذهبه
بخلاف ما اذا كان فى الحرمين لانه يتيسر هناك معرفة جميع المذاهب پہلی اور دوسری صدی میں لوگوں کا
اجماع کسی خاص مذہب کی تقلید کرنے پر نہ تھا اور دو صدیوں کے بعد لوگ مذاہب اختیار کرنے لگے اور ایسے کم رہ گئے
جو کسی خاص مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں کیونکہ اُس زمانے کے مناسب یہی تھا اگر کوئی اعتراض کرے کہ ایک چیز
ایک زمانے میں واجب اور دوسرے میں غیر واجب کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ شریعت ایک ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ واجب
اصلی ایسے شخص کی تقلید ہے جو احکام کو ادلۂ تفصیلیہ سے تفریع کر سکتا ہو اہل حق نے اس پر اجماع کیا ہے اور واجب
کے متعدد طریقے ہوں تو کسی ایک طریقہ کو بلا تعیین حاصل کرنا ضروری ہوگا اور جب ایک ہی طریقہ ہو تو اسی کا حاصل
کرنا واجب ہے جیسا کہ سلف حدیث کو نہیں لکھتے تھے لیکن ہمارے زمانے میں حدیث کا لکھنا واجب ہے کیونکہ روایت
حدیث کا بجز ان کتابوں کے دیکھنے کے اب کوئی طریقہ باقی نہیں رہا اسی طرح اگلے صرف ونحو اور لغت میں وقت نہیں
صرف کرتے تھے کیونکہ اُنکی زبان ہی عربی تھی لیکن آجکل انکا جاننا واجب ہے تو اگر بلاد ہند اور ما وراء النہر میں
کوئی شخص جاہل ہو اور وہاں کوئی شافعی مالکی اور حنبلی نہ ہو اور نہ مذاہب کی کتابیں ہوں تو اسپر
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تقلید واجب ہے اور اُن کے مذہب سے نکل جانا حرام ہے
برخلاف اُس کے جو حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا میں ہو کیونکہ وہاں تمام مذاہب کا حال معلوم ہونا آسان ہے خلاصہ
یہ ہے کہ جو جاہل شخص کسی مذہب کی تقلید کو لازم نہیں سمجھا اور کسی متدین عالم کے قول پر عمل کرتا ہے اگر وہ شخص تعصب
اور استخفاف دین اور طعن ائمہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے خالی ہو اور جس عالم کے قول پر عمل کرتا ہے وہ عالم بھی مسائل کی تحقیق میں

مہارت رکھتا ہوا ور متعصب نہو اور کسی مجتہد پر طعن نہ کرتا ہو تو وہ عدم التزام مذہب معین کا مجاز ہو مگر نہ زمانہ ایسا عالم نظر آتا ہو نہ ایسا جاہل الا ما شاء اللہ **سوال** ایک حنفی المذہب تقلید شخصی کو واجب نہیں جانتا بلکہ جائز کہتا ہو اور نماز میں شرائط و ارکان و سنن حنفیوں کے موافق بجا لاتا ہو اور آمین با جہر کہنے والے کو فعل مسنون کا عامل کہتا ہو تو ایسے شخص کی پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہو یا نہیں اور آمین با جہر کہنے والے کو مسجد سے نکلوا دینا کیسا ہی **جواب** جواز تقلید شخصی کا عقیدہ محققین حنفیہ کے نزدیک ہو علامہ بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی فرنگی محلی حنفی رحمہ اللہ القوی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہین لا یجب الاستمرار ویصح الانتقال وھذا ھو الحق الذی ینبغی ان یؤمن ویعتقد بہ ہمیشہ ایک ہی شخص کا مقلد رہنا واجب نہین ہے بلکہ ایک مذہب کو چھوڑ کے دوسرا مذہب اختیار کر لینا جائز ہو اور یہی درست ہو اسپر ایمان لانا چاہیئے اور اسکا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ اور علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہین لو التزم مذھبا معینا کابی حنیفۃ والشافعی رحمہما اللہ فقیل یلزمہ وقیل لا وھو الاصح اگر کسی خاص مذہب کو لازم کر لیا مثلاً امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مذہب تو بعضون کے نزدیک اس مذہب کی تقلید واجب ہو اور بعضون کے نزدیک نہین اور یہی صحیح ہو اور علامہ شرنبلالی حنفی رحمہ اللہ نے عقد الفرید مین لکھا ہے لیس علی الالتزام مذھب معین لازم کر لینے سے کوئی خاص مذہب لازم نہین ہو جاتا ہو اور یہی علامہ محمد عبد العظیم حنفی مفتی مکہ و شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و شاہ عبد العزیز محدث دہلوی و امیر حاج و سید بادشاہ و قاضی ابو عاصم رحمہم اللہ کا مختار ہے جنکا شمار کبار مشائخ احناف مین ہے پس جبکہ اسکا عقیدہ متقدمین و متاخرین حنفیہ رحمہم اللہ کے موافق ہوا اور حنفی مذہب رکھتا ہے اور نماز مین شرائط ارکان او سنن احناف کی رعایت کرتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بلا خلاف جائز ہو ملا علی قاری رحمہ اللہ الاہتداء فی الاقتداء مین لکھتے ہین ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان محتاطا فی موضع الخلاف والا فلا والمعنی انہ یجوز فی المراعی بلا کراھۃ وفی غیرہ معہا ثم المواضع المہمۃ للمراعاۃ ان یتوضأ من الفصد والحجامۃ والقیء والرعاف ونحو ذلک لا فیما ھو سنۃ عندہ مکروہ عندنا کرفع الیدین فی الانتقالات وجہر البسملۃ واخفائہا فھذا وامثالہ لا یمکن الخروج عن عھدتہ الخلاف فکلھم یتبع مذھبہ ولا یمنع مشربہ ہمارے عامہ مشائخ رحمہم اللہ جواز کے جانب گئے ہین جبکہ مختلف فیہ موقعون مین احتیاط کرے ورنہ نہین مطلب یہ ہے کہ محتاط کے لیے بلا کراہت جائز ہو اور دوسرون کے لئے مع الکراہت اور ایسے مواقع جن مین تہمت کا خوف ہو اور احتیاط واجب ہو یہ ہین فصد لینے پچھنے

لگاتے تھے کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے اس لیے وہ یہ سمجھتے کہ جو ان باتون مین کہ جو ان کے نزدیک سنت اور ہمارے نزدیک مکروہ ہین
مثلاً انتقالات کے وقت رفع یدین اور بسم اللہ کو زور سے یا دھیرے سے کہنا یعنی یہ اور اسکے مثل اور امور
خلاف سنت سمجھا جانا یعنی ایسا طریقہ رکھنا جو دونون مذاہب پر صحیح ہونا ممکن ہو ان امور مین ہر ایک اپنے مذہب
کی اتباع کرے وہ اپنے مذہب سے نہ روکا جائیگا۔ اور مولانا خیر الدین رملی رحمہ اللہ حاشیہ اشباہ مین لکھتے ہین
الذی یمیل الیہ خاطری القبول بعدم الکراھۃ اذا لم یتحقق منہ مفسد کذا فی الشامی میرا دل اسے
قبول کرتا ہو کہ جب اس مین کوئی خرابی نہو تو مکروہ نہین ہے یہ شامی مین ہے۔ اور قول سدیدین ہے
یجوز صلوۃ المسلمین بعضہم خلف بعض کما کان الصحابۃ رضی اللہ عنہم والتابعون ومن بعدہم من الائمۃ
الاربعۃ رحمہم اللہ یصلی بعضہم خلف بعض مع تنازعہم فی ھذہ المسائل المذکورۃ وغیرھا ولم یقل احد
من السلف انہ لا یصلی بعضہم خلف بعض ومن انکر ذلک فھو مبتدع ضال مخالف للکتاب والسنۃ واجماع
سلف الامۃ وائمتہا وقد کان فی الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من یقرء البسملۃ ومنہم من لا یقرأھا
ومنہم من یجھر بھا ومنہم من لا یجھر بھا بعض مسلمانون کے پیچھے بعض کی نماز جائز ہے جیسا کہ صحابہ اور تابعین
رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے لوگ یعنی ایمہ اربعہ رحمہم اللہ وغیرہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے باوجودیکہ
ان مسائل اور دوسرے مسائل مین یہ لوگ مخالف تھے اور آپس مین تنازع تھا اور سلف مین سے کوئی اسکا
قائل نہ تھا کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھین اور جو اسکا انکار کرے وہ بدعتی گمراہ اور مخالف کتاب سنت و
اجماع سلف امت وایمہ ہے صحابہ و تابعین و متاخرین مین سے بعض بسم اللہ پڑھتے تھے اور بعض نہین
پڑھتے تھے اور بعض زور سے پڑھتے تھے اور بعض زور سے نہین پڑھتے تھے۔ پھر کئی سطرون کے بعد کہا
ومع ھذا فکان بعضہم یصلی خلف بعض مثل ما کان ابو حنیفۃ واصحابہ والشافعی وغیرھم یصلون خلف ائمۃ
المدینۃ من المالکیۃ وغیرھم وان کان لا یقرؤن البسملۃ لا سرا ولا جھرا وھکذا فی حجۃ اللہ البالغۃ اور باوجود اسکے
لوگ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے مثلاً امام ابو حنیفہ اور انکے اصحاب اور امام شافعی وغیرہ سب لوگ
مالکی امامون کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اگرچہ وہ بسم اللہ نہین پڑھتے تھے نہ زور سے نہ آہستہ ایسا ہی حجۃ اللہ البالغہ مین
ہی اور قول عدم جواز اقتدا محض ضلالت اور گمراہی ہی فقہ اکبر مین ہی الصلوۃ خلف کل برو فاجر من المومنین
جائزۃ نماز ہر نیک اور بد مسلمان کے پیچھے جائز ہی۔ اور ملا علی قاری رحمہ اور اسکے تحت مین لکھتے ہین فمن
ترک الجمعۃ والجماعۃ خلف الامام الفاجر فھو مبتدع عند اکثر العلماء الصحیح انہ یصلیھا ولا یعیدھا جس نے

جماعت اور جمعہ کو امام فاجر کی امامت کی وجہ سے چھوڑ را وہ بدعتی ہی اکثر علما کے نزدیک اصح یہ ہی کہ نماز اُس کے پیچھے پڑھ لے اور اُسکا اعادہ نہ کرے - اور پھر منتقی سے نقل کیا ہی سئل ابو حنیفۃ رحمہ اللہ عن مذھب اھل السنۃ والجماعۃ فقال کذا وکذا وان نصلے خلف کل بر وفاجر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب کیا ہی تو اُنھون نے مسائل بیان کرکے فرمایا اور یہ کہ ہر ایک نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھے - اور شرح عقائد مین ہی یجوز الصلوۃ خلف کل بر وفاجر لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم صلوا الخ ولان علماء الامۃ کانوا یصلون خلف الفسقۃ واھل الاھواء والبدع من غیر نکیر ہر نیک وبد کے پیچھے نماز جائز ہی اس لیے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی صلوا الخ اور علماے امت فاسقون اور اہل اہوا وبدعت کے پیچھے بغیر کسی ناگواری کے نماز پڑھتے تھے - اور اسکے حاشیہ مین ہی خلافا للشیعۃ فانہم قد اشترطوا العصمۃ فی الامامۃ الصغری کما فی الکبری والخوارج ایضا فان الکافر عندہم فاجر شیعہ اسکے خلاف ہین کیونکہ اُنھون نے امامت صغری مین ویسی ہی عصمت کی شرط لگائی ہی جیسے امامت کبرے مین اور خوارج بھی اسکے خلاف ہین کیونکہ اُنکے نزدیک کافر فاجر ہین - پس ثابت ہوگیا کہ امام اعظم رحمہ اللہ اور تمامی اہل سنت وجماعت کا یہی عقیدہ ہی کہ ہر مومن کے پیچھے نماز جائز ہی اور جو شخص جمعہ وجماعت امام کے فاجر ہونے کی وجہ سے ترک کرے وہ مبتدع اور گمراہ ہی اور شیعہ اور خارجی کا عقیدہ رکھتا ہی اور یہ اختلاف شیعہ خارجی کا امام کی بدہونیکی تقدیر پر ہی اور جب امام نیک ہو جیسا کہ سوال سے ظاہر ہوتا ہی تو اس مین کسی اہل قبلہ کا اختلاف نہین ہی پس جو شخص اس بات کا قائل ہو کہ شخص مسئول کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہین وہ خود گمراہ ہی - اور مومن کو مسجد سے روکنا خصوصًا فعل مشروع کے سبب سے بڑا گناہ ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اولئک ما کان لہم ان یدخلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم اُس سے زائد ظالم کون ہی جو خدا کی مسجدون مین اس امر سے روکے کہ اُن مین خدا کا ذکر کیا جائے اور اُنکی ویرانی کی کوشش کرے اُنکو مسجدون مین داخل ہونا چاہیے مگر ڈرتے ہوے اُنکے لیے دنیا مین رسوائی اور آخرت مین سخت عذاب ہی - واللہ اعلم حررہ الراجی الی رحمۃ ربہ الرحیم ابو محی الدین محمد ابراہیم غفر لہ ولوالدیہ - واقعی ایسے شخص کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہی اور جو شخص مذکور کی اقتدا کو ناجائز کہے وہ مخطی ہے اور آمین پکار کے کہنے والے کو صرف اس عمل کی وجہ سے مسجد سے نکلوا دینا درست نہین واللہ علیم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم فی الواقع جو

حنفی تقلید شخصی کو واجب نہ جانتا ہو اور ارکان وغیرہ موافق حنفیہ کے ادا کرتا ہو اور آمین بالجہر کہنے کو مسنون سمجھتا ہو اُسکے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہی اور اُس شخص کے عدم جواز امامت کا حکم کرنا ضلالت ہی واللہ علم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

**سوال** زید کو عمرو دھوکا دیکے اپنے گھر کے اندر لیگیا اور چند آدمیون کو بلا کے زید سے اُسکی بی بی کو جبراً تین طلاقین دلوائین بلکہ عمرو کے مددگار اور عمرو لاٹھی لیکر آمادہ ہوے کہ اگر ذرا طلاق دینے مین انکار کیا تو ہم فوراً تجھکو مار ڈالین گے جب وہ طلاق دے چکا تو عمرو اور اُس کے مددگارون نے اُسکی جان چھوڑی چونکہ زید اور اُسکی بی بی مین محبت بہت تھی اب جدائی از حد شاق ہی لہذا الضرورت بہ تقلید مذہب شافعی نکاح جائز ہی یا نہین **جواب** ضرورت شدیدہ کے وقت امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کی تقلید درست ہی **سوال** (۱) مسلمان ہونے کے لیے حنفی یا شافعی وغیرہ ہونا خدا اور رسول نے شرط کیا ہی یا نہین اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضی اللہ عنہم یا اامون کے وقت مین لوگ حنفی یا شافعی وغیرہ کہلاتے تھے یا نہین اور اامون نے اپنی اپنی تقلید کرنے کو کہا ہی یا نہین اور حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے بعد کئی سو برس تک مسلمان لوگ ایک امام خاص کی تقلید نہین کرتے تھے اور وہ مسلمان غیر مقلد اصحاب اور تابعین اچھے سچے مسلمان تھے یا اُنکے بعد کے مقلدین حنفی شافعی کہلانے والے حدیث اور قرآن کے عامل سے ناراض ہونے والے اچھے ہین اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے کو اچھا کہا ہی یا نہین اور اُسکے بعد کے زمانے مین جھوٹ اور گناہ پھیلنے کی خبر دی ہی یا نہین (۲) اگر بادشاہ کسی ایک امام کا مقلد ہو اور کوئی مسجد بنائے تو مسجد بنانے والے کی ملکیت مین باقی رہتی ہی یا نہین اور ہر مسجد مین ہر مسلمان ایک وقت مین ایک جماعت سے اپنے مشروع طریقے سے نماز پڑھنے کا مستحق ہی یا نہین (۳) جو شخص قرآن و حدیث کے موافق نماز پڑھے اور ہر مسئلہ مین ایک امام خاص کا مقلد نہو اور سب اماموں کو برابر برحق جانکر جسکے جس مسئلہ کو حدیث کے موافق سمجھے اُسپر عمل کرے تو وہ مسلمان سنی ہی یا نہین (۴) نماز مین آمین بالجہر کہنا حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کا فعل و قول ہی یا نہین اور یہ اسلام کی بات ہی یا کفر کی اور احناف کے کتب اور صحیح حدیث سے ثابت ہی یا نہین اور یہ فعل مسلمانوں کا قدیم ہی یا نہین (۵) حنفیون کی کسی کتاب مین آمین بالجہر کہنے والے یا اُس کے ساتھ کے نماز والون کی نمازوں کا ٹوٹنا یا اور کسی قسم کا حرج اور نقصان ہونا اُنکے امام نے لکھا ہی یا نہین (۶) آمین بالجہر سے ناراض ہونا مسلمانوں کا

فعل ہی یا یہودیون کا حدیث سے کیا ثابت ہی اور کسی امام یا عالم کے قول سے قرآن اور حدیث پر عمل کرنیوالا
اور جو شخص نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے حکم کو معیوب سمجھکر خود عمل نہ کرے اور عمل کرنے والے کو برا جانے وہ
از روے قرآن وحدیث کے کون ہی (۷) اور امور مذہبی مین قدیم رسم ورواج کو دخل ہی یا نہین اور اگر ہی
تو زور سے آمین کہنے والا شخص آہستہ آمین کہنے والے حنفیون کے ساتھ نماز پڑہ سکتا ہی یا نہین (۸)
اگر کسی شخص کو کوئی شخص مسجد مین نماز پڑھنے سے یا اور کسی طرح یاد الٰہی سے روکے تو روکنے والے کو اللہ تعالیٰ
نے بڑا ظالم اور اُسکے واسطے دنیا مین رسوائی اور آخرت مین عذاب سخت کا حکم کیا ہی یا نہین۔ (۹) کسی
حاکم کا یہ حکم کہ مسلمان لوگ مسجد مین نماز کے اندر آمین بالجہر نہ کہین امور مذہبی مین دست اندازی ہی یا نہین
اور آمین بالجہر کہنے والونکا اس امتناعی حکم سے دینی نقصان ہی یا نہین اور مسجد مین ہر مسلمان کے لیے
اسکے اوپر نماز پڑھنے کی عام اجازت ہے یا نہین **جواب** (۱) مسلمان ہونے مین حنفی وغیرہ ہونا شرط نہین
کیا گیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب اکرام کے وقت مین مسلمان لوگ حنفی شافعی وغیرہ کے نام
سے موسوم نہ تھے اماموں نے اپنے قول کی تقلید کی اجازت دی ہی اُس حالمین جب خلاف قرآن وحدیث نہو
زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین کے مسلمان اُن لوگون سے اچھے تھے جو عامل متدین قرآن وحدیث سے نا راض
ہین اور حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین
کے زمانے کو اچھا کہا ہی اور پچھلے زمانے مین جھوٹ اور گناہ پھیلنے کی خبر دی ہی (۲) مسجد بنانے والے کی ملکیت
مین مسجد نہین رہتی اور اس مین سب مسلمان بطور شرع نماز ادا کر سکتے ہین اور ایک وقت اور ایک جماعت
سے بھی پڑہ سکتے ہین البتہ ایک مسجد مین ایک وقت مین دو جماعتون سے نہین پڑہ سکتے (۳) مندرجہ
سوال شخص مسلمان سنی ہی بشرطیکہ قرآن اور حدیث پڑھنے کی قابلیت رکھتا ہو اور اسکو تخریب دین منظور نہو
(۴) آمین بالجہر کہنا حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا فعل ہی اور یہ اسلام کی بات ہی اور حدیث صحیح
سے ثابت ہی اور حنفی بھی اس مضمون کو لکھتے ہین مگر اختلاف ہی اور بہت سے قدیم مسلمانون کا یہ فعل
ہی (۵) آمین بالجہر کہنے سے کہنے والے یا اُسکے ساتھیون کی نماز کا ٹوٹنا یا نقصان وغیرہ ہونا حنفیونکی
کسی معتبر کتاب مین نہین ہی (۶) باوجود علم اس امر کے کہ آمین بالجہر کہنا فعل نبوی ہی اُس سے ناراض
ہونا مسلمان کا کام نہین ہی اور حدیث کا حال اوپر بیان ہو چکا اور امام یا عالم کا جو قول یقینا قرآن اور
حدیث کے خلاف ہو اُسپر عمل کرنا اور قرآن وحدیث کو چھوڑنا مسلمان کا فعل نہین ہی اور جو شخص حضور

سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے حکم کو باوجود اس جاننے کے کہ یہ حکم نبوی ہے معیوب سمجھے وہ مسلمان نہین ہے
اور عالمون کو برا جاننا درست نہین (۷) امور و احکام مذہبی مین رسم و رواج کو دخل نہین ہے اور زور
سے آمین کہنے والا اگر اسکو اتباع شریعت منظور ہو فساد نہ منظور ہو تو حنفیون کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے
(۸) جو شخص کسی کو مسجد مین نماز پڑھنے سے یا یاد الہی سے بغیر وجہ شرعی کے روکے اسکو اللہ نے ظالم کہا ہے
اور اسکو سخت عذاب کا موعود کیا ہے۔ (۹) آمین بالجہر کو منع کرنا امور مذہبی مین دست اندازی ہے اور
آمین بالجہر کہنے والون کا دینی نقصان ہے اور مسجد مین ہر مسلمان کو شرعی طریقے پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے

سوال (۱) آپ مقلد ہین یا غیر مقلد اور تقیہ کو جائز سمجھتے ہین یا نہین (۲) اگر کوئی شخص بظاہر اپنے کو
مسلمان کہتا ہے اور اسکے تمام افعال و حرکات مسلمانون کے طریقہ کے خلاف اور تفرقہ انداز جماعت محمدیہ
ہوتے ہون اور وہ شخص عام مسلمانون کو گمراہ کرنے والا پایا جاتا ہو اسکے فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے اسکو
اپنی جماعت سے باہر کر دینا چاہیے یا نہین (۳) عام مسلمانون کو اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے یا نہین
کہ مسجد مین فتنہ و فساد نہو اور کسی ایسے مفسد کو جسکا مقصد عام نمازیون کو متحیر اور متنغص کرنا ہو عام نمازیون کے
طریقے کے خلاف کوئی فعل کرنے سے روکنا چاہیے یا نہین (۴) مجتہدین نے مسائل کو قرآن و حدیث سے
نکالا ہے یا اپنے دل سے (۵) آمین بالجہر کہنا حنفیہ کے طریقے کے خلاف ہے یا نہین (۶) اگر آمین بالجہر
نہ کہے اور آہستہ کہے تو گنہگار ہوگا یا نہین اور آمین بالجہر کہنے کا ثواب زیادہ ہے یا فتنہ و فساد سے بچنے مین
زیادہ ثواب ہے (۷) مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ زاد اللہ شرفہما اسلامی ملک ہین یا نہین اور وہان تقلید جاری
ہے یا نہین جواب (۱) ہم مقلد ہین اور تقیہ کرنا جائز نہین سمجھتے (۲) جسکا فعل تمام مسلمانون کے خلاف ہو
اسکو جماعت سے باہر کرنا درست ہے اور جو شخص گمراہ کرنے والا معلوم ہوتا ہو اسکو بطور شرعی تفہیم کی جاے کہ وہ
دوسرون کو گمراہ کرنے سے باز رہے اور جماعت مین تفرقہ ڈالنا نہین جائز ہے (۳) عام مسلمانون کو ضروری ہے
کہ فتنہ و فساد سے مسجد کو محفوظ رکھین اور جس شخص کا فعل شرع کے موافق ہو اگرچہ عام نمازیون کے طریقہ کے
مخالف ہو اس سے آزردہ نہون اور اپنے طرف سے فساد کی ابتدا نہ کرین اور جو مفسد بدنیتی سے فساد پر
آمادہ ہو اسکے فساد کو حاکم وقت کے ذریعہ سے رفع کرین (۴) مجتہدین نے مسائل قرآن و حدیث سے نکالی
ہین صرف اپنی رائے سے حکم نہین دیا ہے (۵) حنفیہ نماز مین چپکے سے آمین کہنے کو سنت اور آمین بالجہر کو
بھی جائز کہتے ہین (۶) آہستہ آمین کہنے سے گنہگار نہوگا اور فتنہ و فساد خونریزی سے بچنے کا ثواب آمین

بالجہر کہنے سے زیادہ ہے کیونکہ آمین بالجہر یا آہستہ کہنے کا سنت ہونا صحابہ اور مجتہدین مین مختلف فیہ ہے اور فتنہ وفساد کی حرمت اتفاقی ہے (۲) ہاں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہما اسلام کے ملک ہین اور وہان تقلید جاری ہے **سوال** ایک شخص کا عمل ودرباۂ ہر امر مین حنفی مذہب کے موافق ہے اور تحقیق مسائل مین وہ اگر استخراج لکھے کہ زمانۂ سلف مین صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کا مسائل جزئیہ مین اختلاف ہوتا گیا ہے اور باوجود اسکے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے کسی کو اس مین انکار نہ تھا اور کوئی شخص اس کا التزام کرلے کہ ایک ہی شخص کے قول وفعل کو مانے اگرچہ حق اسکے خلاف ہی کیون نہ ہو تو یہ بات ابتک ثابت نہین ہوئی اور کسی اہل علم کا یہ قول نہین ہے تو ایسا شخص اس لکھنے سے حنفیت سے خارج ہوگا یا نہین **جواب** حنفیت سے خارج نہوگا کیونکہ کتمان حق کا نام حنفیت نہین ہے اکثر حنفیہ نے اپنی کتب مین یہی لکھا ہے مفتی مکہ معظمہ یعنی مفتی عظیم جن کا انتقال ۱۰۵۰ ہجری مین ہوا ہے القول السدید فی مسائل التقلید مین لکھتے ہین قد کان الصحابۃ یقتدی بعضہم ببعض وکذا التابعون وفیہم المجتہدون ولم ینقل عن احد من السلف انہ کان لا یری الاقتداء بمن یخالف قولہ فی بعض المسائل ولو فی خصوص الطہارۃ بل کان یقتدی بعضہم ببعض صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کی اقتدا کرتے تھے اور اسیطرح تابعین رحمہم اللہ ایک دوسرے کی اقتدا کرتے تھے حالانکہ انمین بہت سے مجتہد تھے اور سلف مین سے کسی سے منقول نہین ہے کہ وہ مخالف کی اقتدا کو نا جائز سمجھتا ہو اگرچہ مخالفت خاص طہارت ہی مین کیون نہ ہو بلکہ ایک دوسرے کی اقتدا کرتا تھا۔ اور بھی اسی کتاب مین ہے کا علینا ان لا ناخذ بما ظہر لنا صوابا خلافہ اذا انعم اللہ علینا بحصول ضرب من النظر یمکن الوقوف بہ علی الصواب ہذا ونحن مع ذلک بحمد اللہ لا نخرج عن درجۃ التقلید لامامنا الاعظم ابی حنیفۃ المقدم ہمکو یہ نچاہیے کہ اُس سے اخذ کرین جس کے خلاف کی درستی ہمکو معلوم ہوجاے کیونکہ خدا نے ہمکو غور کرنے کی ایک نعمت مرحمت فرمائی ہے جسکی بدولت ہم صواب کا پتہ چلا سکتے ہین لیکن باوجود اسکے ہم امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمہ اللہ کی تقلید سے باہر نہون گے **سوال** زید اس امر کا قائل ہے کہ جتنے فرقے متمسک بالقرآن ہین اُن مین سے کوئی فرقہ بہ نسبت کسی امر مختلف فیہ غیر قطعی کے اگر یہ دعوی کرے کہ ہمارے مذہب کا حق ہونا یقینی ہے اور علم باری تعالی مین ہمارا ہی مذہب حق ہے تو اسرا ایسا دعوی غیر صحیح بلکہ یقینی ہونا تو کجا اگر اپنے مذہب کے ظنی ہونے کا دعوی کرے تو بھی صحیح نہین ہے اور عند اللہ کسی فرقہ کا دربارۂ امور مختلف فیہا کے حق ہونا اسکا علم ہمکو کیونکر ہوسکتا ہے واللہ اعلم دربارۂ

امور غیر قطعیہ کون فرقہ حق پر ہے کیونکہ حق تو ایک سا امر دائر ہی ہیں اس قول میں زید صادق ہے یا کاذب اور امور قطعیہ کون کون ہیں۔ **جواب** زید صادق ہے لیکن ظنیت امور مختلف فیہا غیر قطعیہ مبنی ظنیت دلائل پر ہے اگر دلائل ظنی ہیں تو مدلول بھی ظنی ہوگا اور اگر دلائل ظنیہ نہیں ہیں تو مدلول بھی ظنی نہوگا اور امور قطعیہ وہ ہیں کہ جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہوں جیسے آیات قرآنیہ غیر ماولہ بتاویل صحیح اور احادیث متواترہ اللفظ او المعنی و اجماع امت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات] اصاب المجیب نمقہ محمد امان الحق عفی عنہ فی الواقع زید صادق ہے اور مجیب نے جو تفصیل کی ہے وہ بہت صحیح ہے واللہ اعلم حررہ الراجی الی رحمۃ رب الفلق محمد لعان الحق عفا اللہ عنہ **سوال** حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ حنفی تھے یا حنبلی اور حنبلی ہونے سے پہلے آپ کون مذہب رکھتے تھے اور ایک مذہب کو ترک کرکے دوسرا مذہب اختیار کرنے سے کیا یہ لازم آتا ہے کہ پہلے مذہب کو بُرا جانے۔ **جواب** شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کان یفتی علی مذہب الشافعی واحمد رحمہما اللہ حضرت غوث اعظم امام شافعی اور امام احمد کے مذہب پر فتوی دیا کرتے تھے اور بعد کو آپ نے مذہب حنبلی اختیار فرمایا ہے اور ایسے شخص کو ایک مذہب ترک کرکے دوسرا مذہب اختیار کرنا جائز ہے اور ایک مذہب اختیار کرنے سے دوسرے مذہب کا برا جاننا لازم نہیں آتا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات] صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ [مہر: ذلک فضل اللہ] **سوال** اگر کوئی مجتہد کسی مذہب میں خلاف کرے اور کہے اسپر اجماع نہیں ہوا کیونکہ اجماع ایک زمانے کے جمیع مجتہدین کی اتفاق کرنے کو کہتے ہیں اور میں بھی ایک مجتہد ہوں اس زمانے کا یہ مسئلہ میری رائے کے خلاف ہے پس یہ مسئلہ کہ جسپر اکثر مجتہدین موافق ہیں اس مجتہد کے حق میں اجماعی ہے یا نہیں **جواب** اُس مجتہد کے حق میں جو اپنے اجتہاد کی وجہ سے مخالفت کرتا ہے وہ مسئلہ اجماعیہ نہوگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

## کتاب الذکر

**سوال** اذکار و اشغال کا جو طریقہ ہے کہ بجہر مفرط کھڑے بیٹھے خدا کا ذکر کرتے ہیں اُس میں انعام موسیقی کا

بھی خیال رکھتے ہین اور اللہ کے ہمزہ اور لام اور ہ کو بڑھا کر پڑھتے ہین اور چلاتے ہین ہو ہا ہی ور حلق
سے ذکر کرتے ہین مثلا جب حی کہتے ہین اور بعض وقت وجد مین آکر ناچنے کودنے لگتے ہین اور تالیان
بجاتے اور زمین پر گرتے اور ایسے اشعار پڑھتے ہین جن سے نفس ہیجان مین آئے یہ امور حرام ہین یا نہین انکا
ترک مباح ہی یا سنت اور ایسے لوگون کی مخالفت جائز ہی یا نہین اور کتاب وسنت مین اس کی
اصل ہی یا نہین اور مشائخ طریقت کو گالیان دینا جائز ہی یا نہین اور حضرت غوث الثقلین سید
عبد القادر محی الدین جیلانی اور قطب وقت شیخ ابو الحسن شاذلی قدس اللہ سرہما مین کون افضل ہے
**جواب** امور مندرجۂ ذیل مین اِن لوگون کی مخالفت کرنا چاہیے (۱) جہر مفرط کیونکہ یہ ممنوع ہی بخاری
مسلم ترمذی ابوداؤد اور مسلم بن شیبہ وغیرہ نے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
قال کنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فی غزاۃ فجعلنا لا نھبط وادیا لا نصعد شرفا الا رفعنا
اصواتنا بالتکبیر قد نا منا وقال ایھا الناس ربعوا علے انفسکم فانکم لا تدعون صما ولا غائبا انما تدعون
سمیعا بصیرا ان الذی تدعونہ اقرب الیکم من عنق راحلۃ احدکم حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے
کہا ہی کہ ہم حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ ایک جنگ مین تھے جس ٹیلے پر چڑھتے اور جس وادی
سے اُترتے زور سے تکبیر کہتے تو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہمارے قریب ہوگئے اور فرمایا اے لوگو اپنے
نفسون پر رحم کرو تم کسی بہرے اور غیر موجود کو نہین پکار رہے ہو بلکہ تم سمیع وبصیر کو پکارتے ہو جسے تم پکار رہے
ہو وہ تم مین کے ہر ایک سے اُس سے زائد قریب ہی جتنی اُس کے اونٹ کی گردن اُس سے قریب ہی۔ اور حضور
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اذکروا اللہ حتی یقولوا انہ مجنون خدا کا اتنا ذکر کرو کہ لوگ تم کو مجنون
سمجھنے لگین صرف جواز جہر پر دلالت کرتا ہی لیکن ہمکو جہر مفرط سے بحث ہی جو اس سے ثابت نہین ہوتا مترجم
کہتا ہی۔ اس سے جہر بھی ثابت نہین ہوتا بلکہ محض جواز ذکر پر دال ہی کیونکہ پوشیدہ ذکر کرنے سے بھی لوگ
مجنون سمجھ سکتے ہین اس طرح پر کہ وہ ذکر مین اسقدر مشغول ہو جائے کہ ہوش فتہ شخص معلوم ہونے لگے
اور خدا کے ساتھ قوی تعلق ہو جانیکے بدولت دوسرون کی باتین سننے اور جواب دینے سے احتراز کرے بینے ذکر کے
متعلق ایک رسالہ مسمی بہ روح العبادۃ اس جلد کے آخر مین لگا دیا ہی انتہی اور آیات قرآنیہ سے معلوم ہوتا ہی کہ ذکر سر مستحب
ہی اللہ تعالی فرماتا ہی ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین تم اپنے پروردگار کو عاجزی اور پوشیدگی سے پکارو
وہ حد سے تجاوز کرنیوالون کو پسند نہین کرتا۔ دوسری جگہ فرماتا ہی واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجہر من القول

بالغدو والآصال ولا تکن من الغافلین صبح شام اپنے پروردگار کا ذکر اپنے دل مین کرو عاجزی کرتے ہوے اور ڈرتے ہوے اور نسبت جہر کی آواز کے کم آواز مین اور غافلون مین سے نہ ہو جاؤ۔ امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر مین لکھتے ہین اذکر خفیۃ وسرا ومعنے قولہ ودون الجہر دون الجہر المفرط والمراد منہ ان یقع الذکر بحیث یکون بین المخافۃ والجہر یعنے پوشیدہ اور سرا اس کا ذکر کرو اور دون الجہر سے مراد یہ ہے کہ جہر مفرط سے کم ہو مطلب یہ ہے کہ ذکر کو جہر اور سر کے درمیان ہونا چاہیے۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہو ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلا اور اپنی نماز مین نہ بہت چلاؤ اور نہ بالکل آہستہ پڑھو بلکہ ان دونون کے درمیان مین ایک راہ نکالو۔ اور بیہقی نے شعب الایمان مین سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعا نقل کیا ہے خیر الذکر الخفی وخیر الرزق ما یکفی بہترین ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو۔ اور نہایہ شرح ہدایہ مین ہے المستحب عندنا فی الاذکار الخفیۃ الا فی ما تعلق باعلانہ مقصود کالاذان والتلبیۃ ہمارے نزدیک اذکار مین خفا مستحب ہو مگر وہ ذکر کہ جن سے جہر کا خاص تعلق ہو جیسے اذان اور لبیک کہنا۔ اور اکثر خفیہ اسی کے قائل ہین کہ ذکر جہری بدعت ہی حاصل ذکر خفی ہو الحاصل جہر اگرچہ جائز ہے لیکن جہر مفرط منہی عنہ ہو اور ذکر سری ذکر جہری غیر مفرط سے افضل ہے اور جہر مفرط مین بہت سی خرابیان ہین وا۔ سونیوالونکی نیند خراب ہوتی ہے (۲) نماز پڑھنے والون کا دل اُس کی طرف متوجہ ہوگا اور اسکے بدولت نماز مین اُس سے سہو ہوگا۔ (۳) خشوع وخضوع باقی نہ رہے گا اسکے علاوہ اور بہت سے مفاسد ہین جنکی صاحب ہدایہ وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ اگر اس سے زائد تفصیل کا شوق ہو تو رسالہ سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر کو دیکھو (۲) ذکر کے وقت تالیان بجانا کیونکہ یہ زمانۂ جاہلیت کی عادتون مین سے ہو اسلام نے اسکی ممانعت کی ہے ابن قیم رحمہ اللہ اغاثۃ اللہفان فی مصائد الشیطان مین لکھتے ہین قال ابن عباس کانت قریش یطوفون بالبیت عراۃ ویصفرون[۵] و یصفقون وقال مجاھد کانوا یعارضون النبی صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فی الطواف یصفقون فالمصفقون والصفارون فیہم وشبہ من ھؤلاء فلہم قسط من اللوم بحسب شبہہم قلنا لم یشرع اللہ التصفیق للرجال عند الحاجۃ فی الصلوۃ بل امروا بالعدول الی التسبیح فکیف اذا فعلوہ لا لحاجۃ

[۵] یصفرون اگر صفر سے ہو کہ مجرد ہی تو اسکے معنے بانگ کرنے کے ہین اور اگر تصفیر سے ہو تو اُسکے معنی زرد رنگ کرنے کے ہین اور یہان دونون معنی درست ہو سکتے ہین مگر معنی اولی اولی ہین ۱۲ مترجم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین قریش ننگے ہو کر طواف کعبہ کرتے اور چیخنے اور تالیان بجاتے تھے اور مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہو کہ وہ طواف مین حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے سامنے آتے اور تالیان بجاتے پس وہ لوگ جو تالیان بجاتے اور چلاتے ہین انھین لوگون کے مشابہ اور قابل ملامت ہین کیونکہ وہ کافرون کے مشابہ ہین ہم کہتے ہین کہ مردون کے لیے نماز مین ضرورت کے وقت تالی بجانا مشروع نہین ہے بلکہ انکو یہ حکم ہو کہ وہ تسبیح مین مشغول ہو جائین تو پھر بلا ضرورت اس کا کرنا کیونکر درست ہوگا۔ اور اکثر شارحین فقہ اکبر وغیرہ نے اسکی تصریح کی ہو کہ ذکر مین تالیان بجانا حرام ہو کیونکہ یہ لہو و لعب مین سے ہے اس لیے کہ اکثر عورتین اور بچے تالیان بجاتے ہین اور ذکر لہو کا محل نہین ہے پس ان دونون کا اجتماع کیونکر ہوگا (۳) ذکر کے وقت ناچنا کیونکہ یہ بھی حرام ہو (۴) غنا اور وجد مین آنا اور زمین پر گر پڑنا یہ اگر باضطرار ہو تو خارج از بحث ہے اور اگر بالقصد ہو تو ممنوع ہو خطیب بغدادی اور طبرانی رحمہما اللہ سے منقول ہو عن عمران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہی عن الغناء والاستماع الی الغناء حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہو کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے گانے اور گانا سننے کی ممانعت فرمائی ہے اور ابن دنیا اور ابن مردویہ نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما رفع واحد صوتہ بغناء الا بعث اللہ الیہ شیطانین یجلسانہ علی منکبیہ ویضربان باعقابہما علی صدرہ حتی تمسک وروی ابن ابی الدنیا عن یزید بن الولید قال ایاکم والغناء فانہ ینقص الحیاء ویزید فی الشہوۃ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی گاتا ہے خدا اسکی طرف دو شیطان بھیجدیتا ہے جو اسکے دونون شانون پر بیٹھتے ہین اور اپنی ایڑیان اسکے سینے پر مارتے ہین یہان تک کہ وہ گانا ختم کردے۔ اور کتاب الروع علی اخوان النا ہی والبدیع مین ہو تمسک البطالون من المبتدعۃ المتصوفین بما حققت الجاریتان فی بیت عائشۃ مع انہما صحت انہما لم تکونا مغنیتین کما روی البخاری عن عائشۃ قالت دخل ابو بکر وعندی جاریتان تغنیان بما تقاولت بہ الانصار یوم بعاث ولیستا بمغنیتین فقال مزامیر الشیطان فی بیت رسول اللہ وذلک یوم عید فقال رسول اللہ دعہما یا ابا بکر ان لکل قوم عیدا ولقد صرح بذلک شارح المنتہیٰ فقال استدل جماعۃ من الصوفیۃ بحدیث الباب علی اباحۃ الغناء وکفی فی رد ذلک تصریح عائشۃ بقولہا ولیستا بمغنیتین فنفت عنہما من

طریق المعنے ما اثبتت لهما باللفظ لان الغناء یطلق علی رفع الصوت ولا یسمے فاعله مغنیا فاذا تقرر هذا
ابطال احتجاجهم جھوٹے بدعتی مشائخ اس سے استدلال لاتے ہین کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے
گھر مین دو لونڈیان تھین حالانکہ اس امر کی تصریح ہی کہ وہ مغنیہ نہ تھین جیسا کہ بخاری نے حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی وہ فرماتی ہین کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور میرے پاس
دو لونڈیان تھین جو اشعار گا رہی تھین جو انصار نے یوم بعاث کو کہے تھے یہ دونون مغنیہ نہ تھین لیکن حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مزامیر شیطان اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر مین تو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر ان دونون کو چھوڑ دو کیونکہ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہی
شارح سنت اسکی تصریح یون کرتے ہین کہ صوفیہ رحمہم اللہ کی ایک جماعت اس حدیث سے اباحت غنا پر
دلیل لاتی ہے لیکن انکی تردید کے لیے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمادینا ہی کافی ہے کہ وہ مغنیہ
نہ تھین پس حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بطریق معنی انکے لیے اس چیز کی نفی کی ہی جسکو بطریق لفظ
ثابت کیا ہی کیونکہ غنا کا اطلاق آواز کے بلند کرنے پر بھی ہوتا ہی حالانکہ ہر آواز بلند کرنے والا مغنی نہین ہی
پس صوفیہ رحمہم اللہ کا استدلال باطل ہی۔ اب اگر صوفیہ اسکے اثبات کے لیے کہین کہ حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے وجد فرمایا اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم نے رقص جیسا کہ مشائخ نے اپنی کتابون مین اسکا تذکرہ
کیا ہی تو مین کہونگا کہ یہ قصہ موضوع ہی اسکی کچھ اصل نہین محدثین نے اسکی تصریح کی ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ
الباری تذکرۂ موضوعات مین لکھتے ہین قال ابن تیمیة ما اشتهر ان ابا محذورة انشد لسعت حیة الهوی
کبدی بین یدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانه تواجد حتی وقعت البردة عن کتفیه فتقاسمها اصحاب
الصفة کذب باتفاق اهل العلم وقال السیوطی اخرجه الدیلمی عن انس وقال تفرد به ابو بکر عمار بن اسحق وقال
رواه ابو طاهر المقدسی من حدیث صاحب العوارف انه علیه السلام انشد بحضرته ابیات فتواجد وتواجد
اصحابه وقد سقط رداءه من منکبه فلما فرغوا اوی کل احد الی مکانه فقال علیه الصلوة والسلام لیس بکریم
من لم یهتز عند السماع ثم قسم الرداء علی من حضر والعامة قطعة هذا احدیث موضوع واضعه عمار بن اسحق
فان باقی الاسناد ثقة هکذا قال الذهبی وغیره وهذا الحدیث مما یقطع بکذبه ابن تیمیه رحمہ اللہ کہتے ہین
یہ جو مشہور ہی کہ ابو محذورہ نے یہ غزل لسعت آکا (محبت کے سانپ نے میرے جگر کو ڈس لیا) حضور سرور انبیا
علیہ التحیة والثنا کے سامنے گائی پس آپ وجد مین آئے اور شانہ پر سے آپکی چادر گر پڑی جسے اصحاب صفہ نے

باہم تقسیم کر لیا یہ باتفاق اہل علم جھوٹ ہے سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں اسے دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور کہا ہے کہ اسکو اکیلے عمار بن اسحق نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ابو طاہر مقدسی نے صاحب عوارف سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے سامنے دو شعر پڑھے گئے پس آپ اور آپکے اصحاب وجد میں آئے اور آپکی چادر آپکے شانے پر سے گر پڑی پھر جب گانا ختم ہوا سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر واپس آئے پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا وہ کریم نہیں جسے گانے پر وجد نہ آئے اور وہ چادر بانٹ دیگئی یا عمامہ گر پڑا جسکی ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ دیے گئے یہ حدیث موضوع ہے اسکا واضع عمار بن اسحق ہے اور باقی رواۃ ثقہ ہیں یہ ذہبی وغیرہ نے کہا ہے اور اس کا کذب قطعی ہے۔ اور حافظ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ کشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث میں لکھتے ہیں عمار بن اسحق کانہ وضع ہذہ الخرافۃ التی فیہا لسعت حیۃ الہوی انتہٰی عمار بن اسحق ہی نے ان خرافات کو وضع کیا ہے جنمیں لسعت حیۃ الہوی ہے۔ اور درۃ المنیفہ رد المختار اور بزازیہ کے مؤلفین کے ایسے جلیل القدر علمائے حنفیہ و شافعیہ بھی اسکے قائل ہیں کہ رقص و غنا جو آجکل کے صوفیہ میں رائج ہے حرام ہے اور اسپر زجر واجب ہے۔ نصاب الاحتساب میں ہے لا یجوز الرقص والسماع ذکرہ فی الذخیرۃ انہ کبیرۃ ومن اباحہ من المشائخ فذلک للذین صارت حرکاتہ حرکات الارتعاش وانہ لیس لہ ایضا فی الشرع رخصۃ وذکر فی العوارض انہ لا یلیق بمنصب المشائخ الذین یقتدی بہم لانہ یشبہ اللہو وقیل ہل یجوز السماع لہم فالجواب انہ ان کان السماع قرآن وموعظۃ یجوز وان کان سماع غناء لا یجوز رقص و سماع جائز نہیں ہے ذخیرہ میں اسے گناہ کبیرہ لکھا ہے اور مشائخ ان امور کو انھیں لوگوں کے لیے مباح لکھتے ہیں جنکے حرکات ارادی نہوں بلکہ رعشہ والے کی طرح ان کے اعضا بلا قصد جنبش کرتے ہوں مگر شرعا انکے لیے بھی اجازت نہیں ہے اور عوارض میں ہے کہ ان مشائخ کو جنکی اقتدا کیجاتی ہے ایسا نکرنا چاہیے کیونکہ یہ لہو کے مشابہ ہے اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایسے مشائخ کے لیے سماع جائز ہے یا نہیں تو جواب یہ ہوگا کہ سماع سے اگر سماع قرآن و وعظ مقصود ہے تو یہ جائز ہے اور اگر سماع غنا مقصود ہے تو نا جائز ہے اور اگر اس سے زائد تفصیل دیکھنا ہو تو اغاثۃ اللہفان مصنفہ ابن قیم رحمہ اللہ کا مطالعہ مفید ہے اس میں ان اباطیل کی اچھی طرح تردید کر کے بدعات کا قلع قمع کیا گیا ہے اور مشائخ طریقت کو گالیاں دینا بھی حرام ہے کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من علامات الساعۃ ان یلعن آخر ہذہ الامۃ اولہا اخرجہ الترمذی علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ اس امت کے پچھلے لوگ اپنے اگلوں پر لعنت کریں اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور بھی حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہے اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن

مسا وا تهلم خرجہ اصحاب السنن مُردون کی نیکیان بیان کرو اوران کی بدیون کو چھوڑ دو اسے اصحاب سنن نے روایت کیا ہی۔ اور ابن حجر رحمہ اللہ نے زواجر مین اور امام غزالی رحمہما اللہ نے احیاء العلوم مین اس امر کو ثابت کردیا ہے کہ کسی مردے کی تحقیر اور اس کو گالیان دینا درست نہین ہو اگرچہ وہ اپنی زندگی مین فاسق ہی کیون نہوا و رحضرت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی اور حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہما اللہ دونون کے فضائل بہت ہین مگر یافعی وغیرہ نے اسکی تصریح کی ہے کہ حضرت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے کرامات حد تواتر کو پہونچ گئے ہین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابوالحسنات محمد عبدالحی] عبارات مذکورہ صحیح ہین واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفر لہ اللہ الرحیم جامع الرموز مین ہے وکرہ وحرم الغناء فھو من انواع اللھب وکبیرۃ فی جامع الادیان حتی یمنع المشرکون عن ذلک کذا فی الاختیار وغیرہ وفی المضمرات من اباح الغناء یکون فاسقا وفی السیر الکبیر للسرخسی انہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کان یکرہ رفع الصوت عند قراءۃ القرآن والوعظ وما فعل الذین یدعون الوجد والمحبۃ مکروہ لا اصل لہ فی الدین ویمنع الصوفیۃ مما یعتادونہ من رفع الصوت فان ذلک مکروہ فی الدین عند قراءۃ القرآن والوعظ فما ظنک عند سماع الغناء و فی الجواہر ان السماع والرقص الذی یفعلہ المتصوفۃ فی زماننا حرام لا یجوز الجلوس والقصد الیہ وھو والغناء سواء ومشائخ من قبلھم فعلوا غیر ما فعلوا وفی العوارف سماع الغناء من الکبائر والذنوب وما اباحہ الا نفر قلیل من الفقہاء ومن اباحہ لم یامر باعلانہ فی المجالس والبقاع الشریفۃ وقال صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کان ابلیس اول من تغنی وما نقل عنہ انہ سمع الشعر لا یدل علی اباحۃ الغنا وکان النصر آبادی کثیر الولوع بالسماع فعوتب فی ذلک فقال ھو خیر من ان تقعد وتغتاب الناس فقال ابو عمرو وغیرہ من اخوتہ ھیھات یا ابا القاسم زلۃ السماع شر من کذا وقال السری شرط التواجد فی زغبتہ ان یبلغ الی حد لو ضرب وجھہ بالسیف لا یشعر بہ موجع وما روی عنہ صلے اللہ علیہ وعلی الہ وسلم من حدیث التواجد فقد تکلم اصحاب الحدیث فی صحتہ ویغلب صدری انہ غیر صحیح وفی الحقایق ان مجرد الغناء والاستماع الیہ معصیۃ لما انہ اقسام لھو ولعب سے ہی مکروہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے جامع الادیان مین ہے کہ اس سے مشرکین بھی روکے جائینگے اختیار وغیرہ مین ہے اور مضمرات مین ہے کہ جو غنا کو مباح سمجھے وہ فاسق ہے اور سرخسی سیر کبیر مین لکھتے ہین کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم قرأت قرآن اور وعظ مین آواز کے بلند کرنے کو مکروہ فرماتے تھے اور جو

مدعیان وجد و محبت کرتے ہین وہ مکروہ ہے اس کی کوئی اصل نہین اور صوفیہ چیخنے چلانے سے روکے جائین کیونکہ جب یہ قرأت قرآن اور وعظ مین مکروہ ہو تو غنا کیا چیز ہے اور جواہر مین ہے کہ سماع و رقص جو اس زمانے کے صوفیون کے حرکات ہین حرام ہین ان مین بیٹھنا اور وہان جانا حرام ہے سماع اور غنا دونون مساوی ہین اگلے مشائخ یہ نہین کرتے تھے اور عوارف مین ہے گانا سننا کبائر ذنوب سے ہے اسے بہت کم فقہانے مباح لکھا ہو اور جو مباح لکھتے بھی ہین وہ مجالس و مقامات متبرکہ پر بالاعلان ایسا کرنے کو جائز نہین سمجھتے حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ہے پہلا گانے والا ابلیس تھا اور یہ جو منقول ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے اس سے گانے کا جائز ہونا ثابت نہین ہوتا نصر آبادی گانے کے بہت شائق تھے جب اس معاملہ مین اُنکی گرفت کی گئی تو کہنے لگے یہ بیٹھکر لوگون کی غیبت کرنے سے اچھا ہے تو اُن کے بھائیون نے کہا کہ افسوس اے ابوالقاسم سماع کی بُرائیان ان اشیا سے بدرجہا زائد ہین حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کہتے ہین وجد مین آنا اُسی شخص کے لیے جائز ہے جسکی گردن بھی اگر اس وقت اُڑا دی جائے تو اُسے اُس کی تکلیف محسوس نہو اور حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے جو وجد مین آنے کی روایت ہے اُس مین اصحاب حدیث نے کلام کیا ہے اور میرے خیال مین وہ صحیح نہین ہے اور حقائق مین ہے غنا اور اُس کی طرف کان لگانا گناہ ہے۔ اور مشکوٰۃ المصابیح مین ہے عن عبد اللہ بن مسعود مرفوعا سباب المسلم فسوق متفق علیہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت ہو کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور بحر الرائق مین ہے ان العدالۃ تسقط بسب مسلم وان لم یکن من السلف کما فی النہایۃ وغیرہا کسی مسلمان کو گالی دینے سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ وہ مسلمان اگلون مین سے نہو جیسا کہ نہایہ وغیرہ مین ہے۔ اور نشر المحاسن الغالیۃ فی فضل مشائخ الصوفیۃ اصحاب المقالات العالیۃ مین ہے روی فی کتاب مناقب الشیخ عبد القادر من طرق کثیرۃ بروایات شہیرۃ عن جماعۃ من المشائخ الاکابر والعلماء الافاضل انہ قال فی مجلسہ وھو علی الکرسی یتکلم للناس قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ وکان فی مجلسہ حینئذ عامۃ مشائخ العراق وروی انہم کانوا نحو خمسین وزوی نیفا وخمسین ولم یبق احد من الاولیاء فی ذلک الوقت من جمیع افاق الارض لا خضع رقبتہ الا رجل صبہان فانہ لم یفعل فسلب حالہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مناقب کی کتاب مین متعدد طریقون پر علما و مشائخ سے مروی ہے کہ اُنھون نے اپنی مجلس مین جبکہ وہ تخت

بیٹھے لوگوں سے باتین کر رہے تھے کہا کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اسوقت اُن کی مجلس مین عراق کے عامۂ مشائخ جنکی تعداد پچاس یا اس سے بھی کچھ زائد بتائی جاتی ہے موجود تھے اور اُس وقت کے تمام اولیا نے اُنکے سامنے اپنی گردنین جھکا دین مگر اصفہان کی ایک ولی نے گردن نہین جھکائی جن کی ولایت بھی اس جرم مین سلب ہو گئی واللہ علیم حررہ ابو الاحیار محمد نعیم غفر لہ العلی الرب العلی العظیم

# كتاب الصيد

سوال اگر کوئی شخص بندوق تیر نیزہ اور شمشیر وغیرہ بہ نیت شکار بسم اللہ کہکے جانور پر لگائے اور وہ جانور اُسکی ضرب سے اسقدر جلد مرجائے کہ ذبح نہ کیا جاسکے تو اُس جانور کا کھانا درست ہی یا نہین **جواب** تیر اور نیزہ وغیرہ کو اگر بہ نیت شکار لگائے اور جانور اُس سے زخمی ہوتے ہی مرجائے تو جائز ہے فی الصدیۃ اذا سمی الرجل عند الرمی اکل ما اصاب اذا جرح السہم فمات لانہ ذابح بالرمی لکون السہم آلۃ لہ فیشترط التسمیۃ عندہ ولا بد من الجرح لیتحقق معنے الذکاۃ وفی ملتقی الابحر ان وقع السہم بہ فتحامل او غاب وقعد عن طلبہ ثم وجدہ میتا حل ان لم یکن بہ جراحۃ غیر جراحۃ السہم ہدایہ مین ہے ایک شخص نے بسم اللہ کہکر تیر پھینکا تو جس جانور کے تیر لگے وہ اُسے کھا سکتا ہے جبکہ اُس تیر نے جانور کو زخمی کر دیا ہو اور وہ جانور اُسکی زخم سے مرجائے کیونکہ اُس شخص نے گویا بسم اللہ کہکر تیر اندازی سے اُس جانور کو ذبح کیا کیونکہ تیر بھی آلۂ ذبح ہے اور ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا شرط ہی اور زخمی کرنے کی ضرورت اسلیے ہے کہ ذبح کے معنی متحقق ہوجائین اور ملتقی الابحر مین ہے اگر تیر جانور پر پڑ گیا پھر اُس نے جست کی یا غائب ہو گیا اور شکاری اس کی جستجو مین رہا پھر اُس جانور کی لاش پائی تو اُسکے اُس تیر کے سوا اگر اور کوئی زخم نہین تو وہ حلال ہے۔ اور قواعد فقہیہ کے رو سے بندوق سے جو شکار کیا گیا ہو وہ بغیر ذبح کے حلال نہین ہی تبیین مین ہے الاصل ان الموت اذا حصل بالجرح بیقین حل وان بالثقل لا یحل اصل یہ ہی کہ موت اگر زخم سے ہو یقینا تو جانور حلال ہے اور اگر ثقل سے ہو تو حلال نہین ہے اور رد المحتار مین ہے لا یخفے ان الجرح بالرصاص انما ہو بالاحراق والثقل بواسطۃ اندفاعہ العنیف اذ لیس لہ حد فلا یحل وبہ افتی ابن نجیم کچھہ شک نہین کہ گولی کا زخم جلکر اور سختی سی نکلنے کی سبب سے توڑ کر ہوتا ہی کیونکہ گولی مین کاٹ نہین ہے لہذا ایسا جانور حلال نہوگا اور علامہ ابن نجیم نے بھی اس پر فتوی دیا ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی عفی عنہ

# کتاب الاضحیہ

**سوال** چھ مہینہ کی بکری اگر توانا اور فربہ ہو تو اُس کی قربانی درست ہی یا نہین جیسا کہ دنبہ اور بھیڑ درست ہی اور اس مسئلہ مین ایک شخص بیان کرتا ہے کہ جس لڑکے کی طرف سے عقیقہ نہوا ہو اگر وہ لڑکا مرجاے تو اُس کے ماں باپ شفاعت کے مستحق نہونگے یعنے وہ لڑکا اپنے ماں باپ کی شفاعت نہ کرے گا اور اپنے قول کی سند مین الغلام مرتہن بعقیقتہ الخ پیش کرتاہے لہذا یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیث کا صحیح مطلب کیا ہی

**جواب** چھ مہینہ کی بکری کی قربانی درست نہین اور چھ مہینے کا دنبہ اگر فربہ اور توانا ہو تو قربانی مین درست ہے حنفیہ بلکہ جمہور علما کا یہی مذہب ہی اور یہی احادیث سے بھی ثابت ہے ہدایہ اور بنایہ اور شرح ہدایہ مین ہے (ویجزی من ذلک کلہ الثنی فصاعدا الا الضان فان الجذع منہ یجزی والتقیید بالضان لان الجذع من الابل والبقر والغنم لا یجزی بل لا یجزی منہا الا الثنی) دنبہ کے سوا تمام جانورون کو جو قربانی کے لیے ہون ثنی ہونا چاہیے البتہ دنبہ مین چھ ماہ کا بھی جائز ہے دنبہ کی قید اس لیے ہے کہ دوسرے جانورون مثلاً اونٹ گاے بکری مین چھ ماہ کا جانور جائز نہین بلکہ ثنی کے سوا کوئی درست نہین ہے۔ اور منح الغفار شرح تنویر الابصار مین ہے (وصح الجذع من الضان وصح الثنی فصاعدا من الثلاثۃ) ای من الشاۃ اعم من ان یکون ضانا او معزا ومن البقر والابل والجذع شاۃ لہا ستۃ اشہر والضان ما یکون لہ الیۃ دنبہ مین جذع بھی درست ہے ثنی اور اس سے زائد تینون مین درست ہے یعنے شاۃ مین چاہیے وہ بکری ہو یا بھیڑ ہو اور گاے مین اور اونٹ مین جذع اُس بکری کو کہتے ہین جو چھ مہینہ کی ہو اور ضان وہ ہے جسکے چکتی ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بکری اور بھیڑ اور ایسی ہی گاے اور اونٹ چھ مہینے کا درست نہین ہے فقط دنبہ چھ مہینے کا درست ہی اور ایسا ہی کتب فقہ مین ہے۔ اور شرح مسند امام اعظم رحمہ اللہ مین ہے فی صحیح مسلم عن جابر لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان وبہ قال الجمہور یجوز الجذع من الضان لا من غیرہ صحیح مسلم مین حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نہ ذبح کرو مگر ایک برس کے جانور کو البتہ اگر تم کو دقت ہو تو چھ مہینہ کا دنبہ ذبح کرو جمہور کے نزدیک صرف چھ مہینے کا دنبہ ہی جائز ہے اور دوسرا کوئی جانور چھ مہینے کا جائز نہین ہے اور حدیث الغلام مرتہن بعقیقتہ کے معنے محدثین کے نزدیک یہی ہین کہ وہ لڑکا جسکا عقیقہ نہوا ہو والدین کی شفاعت کرنے سے محروم رہے گا لمعنی اس الذین

محمد بن عبد الرحمن السخاوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ارتیاح الاکباد فی فقد الاولاد مین لکھتے ہین ذکر البیہقی عن سلیمان بن شرجبیل حدثنا یحیی بن حمزۃ قال قلت لعطاء الخراسانی ما معنی مرتھن بعقیقتہ فقال یحرم شفاعۃ والدہ وکذا قال الامام احمد رحمہ اللہ انہ مرتھن عن الشفاعۃ لوالدہ واستحسنہ الخطابی حیث قال تکلم الناس فی ہذا واجود ما قیل فیہ ما ذھب الیہ احمد ان ہذا فی الشفاعۃ یرید انہ اذا لم یعق عنہ فمات طفلا لم یشفع والدیہ بیہقی رحمہ اللہ نے سلیمان بن شرجبیل سے روایت کیا انہوں نے کہا ہم سے یحیی بن حمزہ نے بیان کیا کہ مین نے عطاے خراسانی سے پوچھا کہ مرتھن بعقیقتہ کے کیا معنے ہین تو انہون نے کہا کہ لڑکا اپنے والد کی شفاعت سے محروم رہے گا ایسا ہی امام احمد رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ وہ بچہ اپنے والد کی شفاعت سے محروم رہے گا خطابی رحمہ اللہ نے اس کو اچھا جانا ہی کیونکہ وہ لکھتے ہین اس مین لوگون نے خلاف کیا ہے سب سے بہتر امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہی کہ یہ شفاعت کے متعلق ہی مطلب یہ ہے کہ جس لڑکے کا عقیقہ نہو اور وہ بچپن مین مرجاے تو اپنے والدین کی شفاعت نہ کر سکیگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] واقعی چہ مہینہ کی بکری کی قربانی اگرچہ فربہ بھی ہو درست نہین ہی جامع الرموز مین ہے وانما قال من الضان لانہ لا یجوز من المعز وغیرہ بلا خلاف کما فی المبسوط ونحوہ من الضان اس وجہ سے کہا کہ بکری وغیرہ مین بلا کسی کے اختلاف کی نہین جائز ہے جیسے کہ مبسوط وغیرہ مین ہے۔ اور حدیث شریف کا خلاصہ نزدیک جناب امام ہمام شیخ اکمل مولانا احمد بن حنبل کی یہی ہے کہ وہ لڑکا والدین کی شفاعت نکریگا مفاتیح الجنان مصابیح الجنان مین ہے وعن سمرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغلام مرتھن بعقیقتہ قیل معناہ انہ محبوس سلامتہ عن الآفات بعقیقتہ وانہ کالشئ المرھون لا یتم الاستمتاع بہ دون ان یقال بالعقیقۃ وقیل معناہ ان شفاعتہ لابویہ معلق بعقیقتہ لا یشفع لھما الطفل لم یعق عنہ وفی کاشف حقائق السنن المحمدیۃ شرح مشکوۃ المصابیح وقال صاحب النہایۃ معنی قولہ مرتھن بعقیقتہ ان العقیقۃ لازمۃ لہ لا بد منہا فشبھہ فی لزومہا وعدم انفکاکہ منہ بالرھن فی ید المرتھن قد تکلم الناس فیہ واجودھا ما قالہ احمد بن حنبل معناہ انہ اذا مات طفلا ولم یعق عنہ لم یشفع فی والدیہ وروی عن قتادۃ انہ یحرم شفاعتھم اقول ولا ریب ان الامام احمد بن حنبل ما ذھب الی ھذا القول الا بعد ما تلقی من الصحابی والتابعین علی انہ امام من الائمۃ الکبار یجب ان یتلقی کلامہ بالقبول ویحسن الظن بہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثناء

فرمایا ہے کہ غلام مرتھن بعقیقتہ بعض لوگ اسکے یہ معنے کہتے ہین کہ اُس کا آفات سے بچنا عقیقہ پر موقوف
ہے نہ یہ کہ وہ بچہ شے مرہون کے مثل ہے کہ بدون عقیقہ کے اُس سے انتفاع درست نہین ہے اور بعض
لوگ کہتے ہین اسکا مطلب یہ ہے کہ شفاعت والدین عقیقہ پر منحصر ہے پس اگر لڑکے کا عقیقہ نہ کیا جائے
تو وہ قیامت کے دن اپنے والدین کی شفاعت نہ کرسکے گا اور کاشف حقائق السنن المحمدیہ شرح مشکوۃ
المصابیح مین ہے اور صاحب نہایہ نے کہا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مرتھن بعقیقتہ
کے معنے یہ ہین کہ عقیقہ اُس کے لیے لازم وضروری ہے پس حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے لزوم و
ضرورت عقیقہ کو رہن سے تشبیہ دی اس کے معنون مین اختلاف ہے سب سے بہتر امام احمد حنبل رحمہ اللہ
کا قول ہے اسکے معنے یہ ہین کہ جب بچہ بغیر عقیقہ کے مرجائے تو وہ اپنے والدین کی شفاعت نہ کرسکے گا اور
قتادہؓ سے مروی ہے کہ ایسا لڑکا والدین کی شفاعت کرنے سے محروم رہے گا مین کہتا ہون اس مین
کوئی شک نہین کہ امام احمد حنبل رحمہ اللہ نے اس قول کو بغیر حضرت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے
سنے ہوئے ہرگز اختیار نہ کیا ہوگا اسکے علاوہ وہ خود بھی کبار ائمہ مین سے ہین اُن کا کلام قبول کرنا چاہیے
اور اُن کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے **سوال** قربانی کی کھال کا حکم نقل بلاد و اعطاے سادات
مین زکوۃ کا ایسا ہی یا نہین **جواب** ظاہر ہے کہ قربانی کی کھال کا تصدق کرنا از قبیل تطوعات ہے اور
صدقہ تطوع محکوم علیہ بنی ہاشم وغیرہ پر صرف کرنے کی حرمت کو نہین ہے ایسے احکام زکوۃ کے ساتھ خاص
ہین ملا خسرو غرر الاحکام مین لکھتے ہین لا الی بنی ہاشم وان جازت التطوعات والاوقاف لھم ولا ذمی
وان جاز غیرھا زکوۃ بنی ہاشم کو نہ دی جائے گو اُنکے لیے تطوعات واوقاف جائز ہین اور
ذمی کو بھی نہ دی جائے گو اُس کے لیے اور چیزین جائز ہین - اور جواہر نفیسہ شرح درر المنیفہ مین ہے
جازت التطوعات والاوقاف الیھم ای الی بنی ھاشم وموالیھم لانتفاء العلۃ المذکورۃ فی الزکوۃ
وھی کونھا اوساخ الناس تطوعات واوقاف کا بنی ہاشم اور اُن کے غلامون کو دینا جائز ہے کیونکہ زکوۃ
کے جائز ہونے کی علت یعنے لوگون کا میل ہونا یہان منتفی ہے - اور فتح القدیر مین ہے قالوا لا یجوز صرف
کفارۃ الیمین والظہار وجزاء الصید وغلۃ الوقف الی بنی ھاشم واما النافلۃ فقال فی النہایۃ یجوز صرفہ
الیھم بالاجماع وصرح فی الکافی بدفع الوقف الیھم فقہاء رحمہم اللہ کہتے ہین کہ کفارۂ یمین وظہار جزای صید اور غلہ وقف
کا بنی ہاشم کو دینا جائز نہین ہے البتہ نفل اسکا دینا بنی ہاشم کو بالاجماع جائز ہے جیسا کہ نہایہ مین ہے اور کافی مین

وقف کو بھی اُن کے لیے جائز لکھا ہی۔ پس ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ صدقۂ تطوع کا بنی ہاشم پر صرف
کرنا جائز ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہی اور قربانی کی کھال کا تصدق کرنا بھی تطوع ہی پس یہ بات ضروری
ہے کہ قربانی کی کھال کا بنی ہاشم پر صرف کرنا جائز ہوگا۔ اور اسی طرح فقہا زکوۃ اور صدقۂ فطر کو ایک شہر سے
دوسرے شہر مین لیجانے کو مکروہ کہتے ہین جو واجبات سے ہین اور اس کی علت یہ بیان کرتے ہین کہ چونکہ
اس شہر کے لوگون کا حق مال نصاب مین یا جس پر صدقۂ فطر واجب ہے متعلق ہوا ہے لہذا اُس کو دوسرے
شہر مین لیجانا مکروہ ہے اسی لیے نہر الفائق وغیرہ مین ہے کہ حولان حول سے پہلے اگر زکوۃ کی رقم ایک
شہر سے دوسرے شہر مین لیجائین تو علت مذکورہ کے فوت ہونے کی وجہ سے مکروہ نہین ہے اور قربانی
کی کھال کا تصدق چونکہ تطوعات سے ہے لہذا اُسکا نقل کرنا بھی مکروہ نہوگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ
القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات] روایات مرقومہ صحیح ہین
نمقہ خادم دلیلہ اللہ الصمد علی محمد غفرلہ الاحد۔ **سوال** اونٹ کی قربانی بہتر ہے یا گائے کی۔ **جواب**
اونٹ کی قربانی بہتر ہے **سوال** (۱) کسی کتاب سے بنسبت دوسرے بہائم کے گائے کی عظمت ثابت ہی
یا نہین۔ (۲) گائے کی پرستش کب تک جاری رہی اور کس وقت سے موقوف ہوئی (۳) گائے کے
ذبح کرنے کا حکم کس حدیث سے پایا جاتا ہے اور اس مین کیا تصریح اور کیا شرط ہے اور وہ حکم گائے کے لیے خاص
ہے یا بیل کے لیے بھی اور گائے کا گوشت کھانے پر مداومت کرنا کیسا ہی (۴) خود حضور سرور عالم صلے اللہ
علیہ وسلم نے گائے کا گوشت تناول فرمایا ہے یا نہین (۵) عرب مین باوجودیکہ بقر موجود ہی اسکی قربانی
کیون نہین کیجاتی (۶) اگر بقر کی قربانی نہ کیجاے تو اس سے دین اسلام مین کچھ فتور آتا ہے یا نہین
اور گائے کی قربانی کرنا اور اُسکا گوشت کھانا ارکان دین مین فرض ہی یا واجب یا کیا (۷) بنی اسرائیل
کے زمانے مین گائے کی پرستش ہوتی تھی یا نہین اور گائے ذبح کرنے کا حکم قرآن سے وضاحۃً معلوم ہوتا ہے
یا تاویلاً (۸) اوراد و وظائف اور بعض نمازون مین جو حصول دعا کے لیے رائج ہین گائے کے گوشت
نہ کھانے کی کیا وجہ ہے۔ **جواب** (۱) دوسرے بہائم پر گائے کے عظمت شرعاً ثابت نہین ہی بلکہ ایک حدیث
مین دوسرے بہائم کے بہ نسبت اُسکی ذلت کا حکم آیا ہے سنن ابوداود مین ہے قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا تبایعتم بالعینۃ واخذتم اذناب البقر ورضیتم بالزرع وترکتم الجہاد سلط اللہ
علیکم ذلا لا ینزعہ عنکم حتی ترجعوا الی دینکم حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جب

کسی چیز کی بیع اُس کی عدم موجودگی مین کرنے لگوگے اور گاے کی دم کو پکڑ لوگے اور زراعت پر خوش ہو جاوٗگے اور جہاد کو چھوڑ دوگے توخدا تمپر اپنا حکم نافذ کریگا جسے واپس نہ ےگا جب تک کہ تم اپنے دین کے جانب واپس نہ آجاوٗ- اور حیوۃ الحیوان مین ہے فی نہایۃ الغریب فی الحدیث ما دخلت السکۃ دار قوم الا ذلوا والسکۃ ھی التی یحرث بھا الزرع ای ان المسلمین اذا اقبلوا علی الزراعۃ سفلوا عن الغزو فیاخذھم السلطان بالمطالبات والجبایات وقریب من ھذا الحدیث قولہ صلی اللہ علیہ وسلم العز فی نواصی الخیل والذل فی اذناب البقر نہایۃ الغریب مین ہے حدیث شریف مین ہے کہ کھیتی کا سامان جس قوم مین آیا وہ ذلیل ہو گئی یعنے جب مسلمان زراعت پیشہ ہو جائینگے ذلیل ہو جائینگے کیونکہ بادشاہ اُن سے چندہ اور ٹکس وصول کریگا اور اسی حدیث سے قریب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عزت گھوڑون کی پیشانیون مین ہے اور ذلت گایون کی دمون مین- اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زراعت مین بیحد مشغول ہونا اور اُسکے لیے گاے کا استعمال انسان کی ذلت کا باعث ہے (۲ د ۷) گاے کے تمثال کی پرستش نبی اسرائیل کے زمانے مین بعض کفار کرتے تھے اور یہی امر نبی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کا باعث ہوا جس کے وجہ سے وہ وبال مین پھنسے اللہ تعالے قرآن شریف مین ارشاد فرماتا ہے وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتوا علی قوم یعکفون علی اصنام لھم قالوا یاموسی اجعل لنا الٰہا کما لھم آلھۃ قال انکم قوم تجھلون جب ہمنے نبی اسرائیل کو عصاے موسوی کے بدولت دریا پار اُتار دیا تو انکا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جو اپنے بتون کا پوجا کرتے تھے تو انھون نے کہا اے موسے ہمارے لیے بھی انھین کے ایسے معبود بنادو موسے نے کہا کہ تم لوگ جاہل ہو اور یہی قرآن شریف مین ہے ان الذین اتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم وذلۃ فی الحیوۃ الدنیا وکذالک نجزی المفترین- جن لوگون نے گوسالہ کو اپنا معبود بنایا عنقریب اُنپر خدا کا غضب نازل ہوگا اور ذلیل زندگی مین انکے لیے بے عزتی ہے اور ایسا ہی افترا کرنے والے کو ہم بدلا دیتے ہین تفسیر درمنثور مین ہے اخرج ابن جریر وابن المنذر عن ابن جریج فی قولہ تعالی فاتوا علی قوم یعکفون علی اصنام لھم قال تماثیل بقر من نحاس فلما کان عجل السامری شبہ لھم انہ من تلک البقر فذلک کان اول شان العجل ابن جریر اور ابن منذر نے ابن جریج سے اللہ کے قول فاتوا علی قوم یعکفون کے تحت نقل کیا ہے کہ وہ اصنام گاے کی تانبے کی مورتین تھین توجب سامری نے اُس کو بنایا تو اُن کو وہ گاے کے مشابہ معلوم ہوا گوسالہ کی اصل شان تھی- (۲ د ۷) بقر کے گوشت کا

جواز نر ہو یا مادہ اور اس کے ذبح کرنے کا جواز صراحۃً قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور اس پر اجماع ہو
اللہ تعالیٰ نے بیان احسانات کے ضمن میں فرماتا ہے ومن الانعام حمولۃ وفرشا کلوا مما رزقکم اللہ و
لاتتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین ثمانیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین
قل آالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبئونی بعلم ان کنتم صادقین
ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین اللہ تعالیٰ نے جانور پیدا کیے جن سے بار برداری اور فرش کا
فائدہ حاصل ہوتا ہو وہ کھاؤ جو خدا نے تم کو دیا ہے اور شیطان کے قدم و بپر نہ چلو وہ تمہارا صریحی دشمن
ہو اللہ نے آٹھ جوڑے بنائے دو بھیڑوں سے دو بکریوں سے تم پوچھو کیا نر حرام ہیں یا دونوں مادہ یا
جو دونوں مادہ اون کے پیٹ میں ہو مجھے ٹھیک بات بتا دو اگر تم سچے ہو اور دو اونٹوں سے اور دو بقر
سے اور حیوۃ الحیوان میں ہے یحل اکلہا وشرب البانہا بالاجماع گائے کا کھانا اور اُسکا دودہ پینا بالاجماع
حلال ہے۔ اور صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم ضحی من نسائہ بقرۃ یوم النحر
حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے بقرعید کے دن اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔ اور جامع
ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ میں مروی ہے عن ابن عباس قال کنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فی سفر فحضر الاضحی فاشترکنا فی البقرۃ سبعۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے
کہ ہم ایک سفر میں حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے ساتھ تھے کہ بقرعید کا دن آگیا پس ہم ایک
گائے میں سات آدمی شریک ہو گئے۔ (۴) حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات صحابہ اور ازواج مطہرات رضی اللہ
عنہم نے گائے کا گوشت تناول فرمایا ہو اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا
تھا۔ صحیح مسلم میں مروی ہے عن عائشۃ قال اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم بلحم بقر تصدق بہ علی بریرۃ
فقال ہو لہا صدقۃ ولنا ہدیۃ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ حضور
نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس گائے کا گوشت لایا گیا جو حضرت بریرہ کو صدقہ میں دیا گیا تھا تو آپنے
فرمایا کہ یہ اُن کے لیے صدقہ اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ (۵) عرب کے لوگ فقط عادی نہ ہونے کی وجہ سے
عیداضحے کے دن گائے کی قربانی نہیں کرتے ہیں یہ کوئی شرعی بات نہیں اور بھی بہت سے شہروں
میں گائے کی قربانی کا رواج نہیں ہی جیسے بعض بلاد دکن پس اُنکا عدم ذبح باوجودیکہ قرآن اور حدیث
اور اجماع فقہا سے اسکا جواز ثابت ہے کراہت یا عدم حلت ذبح بقر کی دلیل نہیں ہوسکتی (۶) اگائے کی قربانی

نہ کرنا باعث فتور نہین ہی البتہ جو شخص گائے کو معظم سمجھنے کی وجہ سے یا اُس کے حلال نہونے کا قائل ہوکر گائے کی قربانی نہ کرے گا اُس کے اسلام مین فتور ہوگا (۸) یہ ترک عظمت اور عدم جواز پر مبنی نہین ہی بلکہ مشائخ کے تجربہ پر مبنی ہی **سوال** گاؤکشی کے فتوے کے جواب مین ایک عالم نے جنکا نام عبد الحلیم ہی یہ لکھا ہی کہ بقصد اثارت فتنہ گاؤکشی نہ چاہیے بلکہ ایسے مقام پر جہان فتنہ کا ظن غالب ہو باوجود سلامت اعتقاد کے احتراز اولی ہے اس سے کیا مراد ہے آیا یہ مراد ہے کہ اہل اسلام کی طرف سے فتنہ کی ابتدا نہو یعنے جہان ہنود کی عملداری ہو اور گائے ذبح نہوتی ہو وہان بقصد فتنہ انگیزی مسلمان گاؤکشی نکرین یا یہ مراد ہے کہ بلاد ہندوستان وغیرہ مین جہان ہمیشہ سے اہل اسلام گائے ذبح کرتے چلے آئے اور اس ذبح کرنے مین کبھی اُنکا مقصد فتنہ انگیزی نہین ہوا بلکہ شریعت کے حکم کا جاری رکھنا اُن کا مقصد رہا اب ان بلاد مین اگر مسلمان گائے ذبح کرین اور تعصب مذہبی کے لحاظ سے اگر ہنود اُنکو منع کرین تو بھی مسلمان اُس سے باز رہین۔ **جواب** گائے ذبح کرنا اگرچہ فعل مباح ہی واجب نہین مگر ایسا مباح نہین کہ کسی زمانۂ خاص یا بلدۂ خاص مین اُسکا رواج ہوا اور دوسرے زمانہ اور دوسرے بلدے مین نہو بلکہ یہ ایک پرانا طریقہ ہے زمانۂ نبوی و زمانۂ صحابہ و زمانۂ تابعین و جملہ سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین سے تمام بلاد و امصار مین اور تمام اہل اسلام کا اسکی اباحت پر اجماع اور اتفاق ہے اور قدیمی شرعی امر سے اگر ہنود روکین اور بنظر تعصب مذہبی روکین تو مسلمان کو اس سے باز رہنا درست نہین بلکہ جب ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال مین کوشش کرین تو اہل اسلام کو اُس کے ابقا اور اجرا مین سعی کرنا ضروری ہے اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو ترک کردین گے تو گنہگار ہون گے اور اُس جملہ کا مقصد جو سوال مین پوچھا گیا ہی یہ ہے کہ فتنہ و فساد پیدا کرنیکی غرض سے گاؤکشی نکرنا چاہیے مثلاً جہان ہنود کی عملداری ہو اور گائے ذبح نہوتی ہو وہان بقصد ابتدائے مردم آزاری گائے ذبح کرنا یا بقرعید کے دن کسی ہندو کے مکان کے قریب جاکے اس خیال سے گائے ذبح کرنا کہ فتنہ و فساد برپا ہونا چاہیے بلکہ ایسی صورت مین ترک اولی ہے اور بلاد ہندوستان وغیرہ مین جہان ہمیشہ سے گائے ذبح ہوتی ہے اور اس سے اہل اسلام کا مقصد فتنہ انگیزی نہین ہی بلکہ ابقائے شریعت قدیمہ ہے اگر ہنود روکین تو ترک اولے نہین ہے بلکہ اس کے ابقا مین سعی کرنا واجب اور لازم ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات] فی الواقع جن بلاد مین گاؤکشی کا رواج بے قصد فتنہ و فساد جاری رہا اور اب

ہنود مانع ہوتے ہین تو مسلمانون کو اُن بلاد مین گاؤکشی کی رسم باقی رکھنے مین کوشش کرنا لازم ہے اور نفقرۂ مسئول عنہا سے مراد یہ ہے کہ جہان خاص ہندؤن کی عملداری ہوا ور وہان ہرگز گاؤکشی نہ ہوتی ہو وہان باعلان گاؤکشی کرنا بنظر قیام فتنہ اولی نہین ہے نہ یہ بات کہ مطلقا اولویت گاؤکشی کی ہر جگہ سے جاتی رہے بلکہ جن بلاد مین ہنود کو پہلے گاؤکشی مین تشدد نہ تھا اور اب تشدد کیا جاتا ہے وہان گاؤکشی کا ترک اولی نہین ہے واللہ اعلم حررہ الفقیر محمد عبدالوہاب عفا اللہ عنہ [محمد عبدالوہاب] فی الواقع نفقرۂ مسئول عنہا سے مقصود یہ ہے کہ فتنہ و فساد اٹھانے کے ارادے سے خاص ہنود کی عملداری مین یا جہان کہین زمانہ قدیم سے گائے نہ ذبح ہوتی ہو بمصلحِ وقت رعایۃً باعلان گاؤکشی نچاہیے اس لیے کہ فساد کا رفع کرنا بہتر ہے یا مثلاً بقرعید کے دن کسی ہندو کے پڑوس مین فساد برپا کرنے کے ارادے سے علانیہ گاے ذبح نہ کرنا چاہیے ہان جن بلاد وامصار وقصبات وقریات ودیہات ومواضعات ہندوستان مین گاؤکشی کا رواج قدیم بلاقصد فتنہ وفساد چلا آتا ہے اور اب بپاس تعصب مذہبی ہنود مانع اور مزاحم ہون تو ایسی مواقع مین بپاس حمیت اسلامی مسلمانون کو ابقاے رسم گاؤکشی مین کوشش بلیغ لازم ہے ہرگز ہرگز ترک نہ کرین اور نفقرۂ مسئول عنہا سے یہ مراد نہین ہے کہ تقلید واتباع ہنود مین قطعاً گاؤکشی جو ماثور قدیم ہے اور جس کی اباحت پر اجماع اور اتفاق جمیع اہل اسلام کا از سلف تا خلف رہا ہے اور رہے گا مزاحمت وممانعت ہنود سے ترک ہو جائے معاذ اللہ من ذلک وجبکہ فی زماننا ہنود کو اہل اسلام سے عداوت اور تعصب اسقدر ہی کہ شعائر اسلامیہ سے روکتے ہین پس اس صورت مین مسلمانون کو بپاس حمیت اسلامی ہنود کے روکنے سے گائے کی قربانی سے رکنا اور اُسکے گوشت کھانے سے احتراز ہرگز نہ کرنا چاہیے اور اُن کی ممانعت کو تسلیم نکرنا چاہیے بہرحال گاؤکشی جو اسلامی شعار ہے ترک نہ کرین احیاناً اگر کسی منازعت مین احتمال فساد فیما بین ہو تو بذریعہ احکام وقت اُسکا دفع کرنا واجب ہے اور ہنود کے فساد کرنے کے ڈر سے مسلمانون کو گائے کی قربانی سے رکنا نہ چاہیے واللہ اعلم وعلمہ اعلم حررہ عبدہ الاسی القسی الاثیم خادم العلماء والفقراء ابوالحسنات محمد عبدالحلیم عفا عنہ اللہ الکریم سوال (۱) اگر کوئی مسلمان عیدالاضحی مین گاے کی قربانی کرنا چاہے یا دوسرے ایام مین اس کا گوشت کھانے کے لیے ذبح کرنا چاہے اور ہنود تعصب مذہبی یا اپنے نفع کیوجہ سے یا توہین اسلام کے خیال سے اُس قربانی یا ذبح کو روکنا چاہین تو اس حالت مین اُس مسلمان کو زرہ

شرع گائے کی قربانی یا اسکی ذبح سے باز آنا چاہیے یا کیا کرنا چاہیے (۲) اگر اس روک ٹوک مین ہندوؤن کی طرف سے فساد ہونے کا احتمال ہو مگر اس فساد کا دفعیہ بذریعۂ حکام ملک ممکن ہو تو صرف بلحاظ فتنۂ مذکور قربانی یا ذبح سے باز آنا چاہیے یا کیا کرنا چاہیے (۳) یہ امر ظاہر ہے کہ ان ملکون مین اونٹ بہت کم دستیاب ہوتے ہین اگر دستیاب بھی ہوتے ہین تو بہت قیمت دینے سے دستیاب ہوتے ہین اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آجکل سات بھیڑی یا خصی کی قیمت بلحاظ تعداد ایک گاے کی قیمت سے زیادہ ہوتی ہے تو اس حالت مین اگر کوئی مسلمان بلحاظ کفایت سات قربانی کے ایک گاے قربانی کرنا چاہے اور ہنود بنظر تعصب مذہبی یہ کہین کہ تم گائے کی قربانی نہ کرو بلکہ جس طرح ممکن ہو اونٹ یا خصی یا بھیڑی کی قربانی کرو تو ہنود کی اس مزاحمت کو مان لینا مسلمانون پر واجب ہے یا نہین **جواب**
چونکہ گائے کے ذبح کرنے کا جواز قرآن شریف اور حدیث نبوی سے ثابت ہے خود حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے زمانۂ رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا مین اور آپ کے بعد بھی گائے کو ذبح کیا ہے اور اسکے گوشت کے حلال ہونے پر اور ذبح کے جائز ہونے پر خواہ عید اضحے کے دن ہو یا کسی اور دن تمام مسلمانون کا اتفاق ہے کوئی مسلمان اسکے جواز اور حلت مین شبہ نہین کرتا لہذا جب کوئی مسلمان عید الضحے کے دن خواہ کسی اور دن گائے ذبح کرے اور ہنود بنظر تعصب مذہبی سے روکین تو اس کو ذبح سے باز آنا درست نہین ہے اور ہنود کی ممانعت کو جو انکے اعتقاد باطل پر مبنی ہے مان لینا جائز نہین ہماری شریعت مین گائے کی بہ نسبت اور جانورون کے کچھ بھی عظمت نہین ہے بلکہ گائے جواز ذبح مین مثل اور جانورون کے ہے جو شخص اس کی عظمت کا خیال کرے اس کے اسلام مین فتور ہے پس ہنود کی ممانعت کو تسلیم کرنا انکے اعتقادات باطل کی تقویت اور ترویج کا سبب ہوگا اور یہ کسی طرح شرعاً جائز نہین ہے اور اونٹ کا ذبح کرنا اگرچہ گاے کے ذبح کرنے سے اولی ہے مگر کوئی شخص اس پر مجبور نہین کیا جاسکتا خصوصاً جب ہنود بغرض تعصب مذہبی اہل اسلام کو گائے کے ذبح کرنے سے روکین اور کہین کہ خواہ مخواہ اونٹ یا بکری ذبح کرو ایسے وقت مین مسلمان پر یہ واجب نہین ہے کہ وہ ہنود کے قول کو مان لے بلکہ مسلمانون کو ضروری ہے کہ ہنود کے اس قول کو تسلیم نہ کرین اور گائے ذبح کرنے کو جو اہل اسلام کا طریقۂ قدیمہ ہے ترک نہ کرین اور اس ممانعت مین اگر ہنود کی طرف سے فساد کا احتمال ہو تو مسلمانون پر لازم ہے کہ حاکم وقت کے ذریعہ سے اُسے دفع کرین اور بخوف فساد ہنود گاے کے ذبح کرنے سے

رکنا نہ چاہیے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] واقعی فی زماننا ہنود کو اہل اسلام سے تعصب بہت ہی لہذا مسلمانون کو قربانی اور ذبح گاؤ اور اُسکا گوشت کھانے سے ہنود کے روکنے کی وجہ سے بپاس حمیت اسلامی رکنا نہ چاہیے اور اُن کی ممانعت کو تسلیم نہ کرنا چاہیے اور اگر اس منازعت مین فیما بین فساد کا احتمال ہو تو حکام وقت کے ذریعہ سے اُس کو دفع کرنا واجب ہے واللہ اعلم وعلمہ احکم حررہ عبدہ الآسی القسی الاثیم خادم العلماء والفقراء ابو الحیا محمد عبد الحلیم عفا عنہ اللہ الکریم۔ فی الحقیقت گائے کی قربانی ملت اسلامیہ مین شعار اسلام واقع ہوئی ہے ہنود کی ممانعت کی وجہ سے اُسکا موقوف کرنا موجب معصیت ہے بلکہ مسلمانون کو اُسکے قائم رکھنے مین سعی اور کوشش کرنا لازم ہے واللہ اعلم حررہ الفقیر محمد عبد الوہاب عفا اللہ عنہ [محمد عبد الوہاب] واقعی مسئلہ اولی مین مسلمانون کو گائے کی قربانی اور اُسکے ذبح سے بشرط امکان باز نہ آنا چاہیے اور مسئلہ ثانیہ مین محض قصہ مذکور کے لحاظ سے گائے کی قربانی اور اسکی ذبح سے باز نہ آنا چاہیے اور مسئلۂ ثالثہ مین ہنود کی اس مزاحمت کو مان لینا بشرط امکان مسلمانون پر واجب نہین ہے واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ لعلے الرب الحکیم **سوال** زید نے شیخ سدو کے نام سے ایک بکرا پالا پھر کچھ دنون کے بعد بسم اللہ اللہ اکبر کہکے اُسے ذبح کیا تو وہ حلال ہے یا حرام یا ایک بکرا اللہ کے نام سے پالا اور ذبح کرتے وقت شیخ سدو کہکے چھری پھیری تو وہ ذبیحہ حلال ہے یا حرام **جواب** یہ دونون صورتین ما اہل لغیر اللہ مین داخل ہین جس صورت مین تقرب الی غیر اللہ مقصود ہو وہ ذبیحہ حرام ہے اگر یہ ذبح کے وقت بسم اللہ بھی کہی جاے۔ درمختار مین ہے ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم ولو ذکر اسم اللہ علیہ امیر یا کسی اور بڑے آدمی کے آنے پر جو چیز ذبح کیجاے وہ حرام ہے اگرچہ اُسپر خدا کا نام بھی لیا گیا ہو **سوال** جذع ضان کا ذبیحہ درست ہے یا نہین اور جذع ضان سے کیا مراد ہے اور ضان چکتی والے کے ساتھ خاص ہے یا عام **جواب** کتب احادیث مین مثل موطا اور سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ کے اس امر کی تصریح ہے کہ جذع ضان کا ذبیحہ درست ہے اور ضان کے علاوہ دوسری چیز دن مین ثنی اور اس سے زائد سن والے ہی کا ذبیحہ درست ہے اور جذع وہ ہی جو چھ مہینہ کا ہو اور ضان سے مراد ہے جسکے چکتی ہو منح الغفار شرح تنویر الابصار مین ہے صح الجذع من الضان الجذع شاۃ لہا ستۃ اشہر والضان ما یکون لہ الیۃ قلت ھذا مذھب الفقہاء واما عند اھل اللغۃ فالجذع من الشاۃ ما تمت لہ

سنۃ کذا فی النہایۃ والفقہاء انما جوزوھا فی ستۃ اشہر اذا کانت بحیث لو خلطت بالثنایا تشبہ علی الناظرین من بعید وانما جاز الجذع من الضان لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان رواہ البخاری ومسلم واحمد وجماعۃ جذع ضان کا ذبحہ درست ہی اور جذع چھ مہینے کی بکری کو کہتے ہین اور ضان وہ ہے جس کے چکتی ہو مین کہتا ہون کہ یہ فقہا کا مذہب ہے اور اہل لغت کے نزدیک جذع وہ ہے جو ایک برس کا ہو یہ نہایہ مین ہے اور فقہا نے چھ مہینے کے دنبے کو اسوقت جائز رکھا ہے جب وہ اتنا ہو کہ اگر ثنیون مین چھوڑ دیا جائے تو دور سے دیکھنے والون کو انھین کا ایسا معلوم ہو اور جذع ضان اسوجہ سے جائز ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ ایک برس سے کم کے جانور کو ذبح نہ کرو البتہ اگر تمھین اس مین زحمت ہو تو چھ ماہہ دنبہ کو ذبح کر لو اسے بخاری مسلم اور احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے شرعۃ الاسلام اور اُس کی شرح مفاتیح الجنان مین ہے ومن سنن الاسلام التضحیۃ بالانعام بالجذع من الضان وھو ما تم لہ ستۃ اشہر وقیل سبعۃ اشہر وبالثنی فصاعدا من الثنایا اعم من ان یکون ضانا او معزا ومن الابل والبقر مطلقا وھو ای الثنی ابن خمس من الابل وحولین من البقر وحول من الشاۃ والمعز والجذع قیدناہ بالضان وھو ما لہ الیۃ لان الجذع من المعز لا یجوز بہ التضحیۃ اسلام کی سنتون مین سے چوپایون کا ذبح کرنا ہے دُنبہ کو جذع ہونا چاہیے اور جذع وہ ہے جو پورے چھ یا سات مہینہ کا ہو اور ثنی یا اس سے زائد کی ثنایا عام ہے کہ وہ بکری ہو یا بھیڑ اور مطلقا اونٹ اور گائے کو ہونا چاہیے اور ثنی پورے پانچ برس کے اونٹ اور دو برس کی گائے اور ایک برس کی بکری اور بھیڑ کو کہتے ہین اور جذع مین ضان کی قید اسلیے لگائی ہے کہ شش ماہہ بھیڑ کا نا جائز ہے اور ضان وہ ہے جسکے چکتی ہو کیونکہ جذع ضان کی قربانی کرنا جائز ہے **سوال** ماں باپ دادا دادی پھوپھی بہن خالہ نانی نانا وغیرہ کو عقیقہ کا گوشت کھانا درست ہے یا نہین **جواب** ان سب کو کھانا درست ہے بقول معتبر جیسا کہ نہایۃ البیان مین ہے **سوال** ہدیہ بکری کی قربانی جائز ہے یا نہین **جواب** جائز ہے بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے قربانی کی ہے جیسا کہ صحاح کی کتابون مین ہے **سوال** لڑکے کے عقیقے مین دو بکرے کا حکم ہے اگر ایک بکرا کوئی قربانی کرے باوجود استطاعت دو بکرے کے درست ہے یا نہین **جواب** عدم قدرت کے وقت ایک بکرے پر بھی اکتفا درست ہے نہایۃ البیان فی ما یحل ویحرم من الحیوان مین بزبان فارسی لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کنز العباد مین ہے کہ جب اولاد ہو تو عقیقہ کرنا چاہیے لڑکی کے لیے ایک بکری اور

لڑکے کے لیے دو اور اگر لڑکے کے لیے ایک بکری کرے تو رخصت ہے یہ کیمیاے سعادت مین ہے
**سوال** گونگے کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام **جواب** گونگے کا ذبیحہ بلاکراہت حلال ہو مجمع الانہر شرح
ملتقی الابحر مین ہے وبحل ذبیحۃ مسلم وکتابی ذمی وحربی ولو امرأۃ او صبیا او مجنونا یعقلان او کان الذابح
اخرس لان الاخرس عاجز عن الذکر فیکون معذورا وتقوم الملۃ مقام التسمیۃ کالناسی بل وبل ذبیحہ
مسلم کتابی ذمی یا حربی کا درست ہے عورت ہو یا بچہ یا مجنون بشرطیکہ دونون تمیز رکھتے ہون ذبح کرنے والا گونگا
ہو کیونکہ گونگا ذکر سے عاجز ہے اسواسطے معذور ہوگا اور اُسکا اسلام بسم اللہ کے قائم مقام ہو جاے گا جس طرح کہ بھولنے والا
بلکہ یہ اُس سے زائد مستحق ہو اور ایسا ہی درمختار مین ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی] اجیب مصیب نمقہ خادم اولیاء اللہ الکریم
محمد ابراہیم غفر لہ اللہ الرحیم بن مولانا علی محمد مرحوم [محمد ابراہیم] **سوال** کتاب کبری کے موافق معلوم ہوتا ہے
کہ اہل کتاب کا ذبیحہ درست ہے چنانچہ اسی قاعدے کے موافق علماے کبار نے یہود و نصارے کے
ذبیحے کو درست فرمایا ہے پس اہل تشیع کا فرقہ بھی داخل اہل کتاب ہو یا نہین اور ان کا ذبیحہ درست ہے
یا نہین **جواب** صورت مسئولہ مین جو روافض ایسے ہین کہ اُنکے عقائد منجر بارتداد و کفر ہین مثلاً غلاۃ
و فرقہ اسماعیلیہ وغیرہما اُنکے ہاتھ کا ذبیحہ حرام ہو اس لیے کہ مرتد کا ذبیحہ حرام ہو کتب فتاوی اس امر سے
مشحون ہین اور ایسے روافض کا ارتداد عامۂ فتاوے مین مذکور ہے چنانچہ برجندی نے شرح نقایہ مین
لکھا ہو فہؤلاء خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامہم احکام المرتدین یہ لوگ اسلام سے خارج ہین اور
ان کے احکام وہی ہین جو مرتدون کے احکام ہین۔ بلکہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کی تحفۂ اثنا عشری
سے معلوم ہوتا ہے کہ جو روافض حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر فاروق یا حضرت عثمان ذی النورین
رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہون یا اُن کے دخول جنت و قابلیت ولیاقت خلافت کا باعتبار اوصاف دین
مثل علم وعدالت و تقوی وورع انکار کرتے ہون وہ کافر ہین چنانچہ اُس کتاب مین بزبان فارسی تحریر ہے
جس کا ترجمہ یہ ہے اہل سنت وجماعت کا اسپر اجماع ہے کہ حضرت امیر کی تکفیر کرنے والے یا اُن کے بہشتی
ہونے کا انکار کرنے والے یا اُنکی لیاقت خلافت کا انکار کرنے والے اوصاف دین کے اعتبار سے
مثل علم وعدالت و تقوے وورع کافر ہین اور ہم کہتے ہین ایسا ہی حکم ہو حضرات خلفاے ثلثہ رضی اللہ
عنہم کے تکفیر کرنے والون کا بھی انتہی اور جو روافض ایسے عقائد نرکھتے ہون جیسے تفضیلیہ اُنکا ذبیحہ

درست ہی واللہ اعلم کتبہ العبد الفسیس محمد ن المدعو بادریس النجرامی عفا اللہ عنہ [محمد ادریس] صح الجواب
واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی
[ابو الحسنات محمد عبد الحی] صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد امان الحق عفی عنہ **سوال** اہل تشیع کیا
باشندگان لکھنؤ اور کیا باشندگان جوار لکھنؤ جو فی زماننا موجود ہین اُنکے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا نہین اور
ان کے گھرون کا پکا ہوا کھانا کھانا درست ہی یا نہین دوسرے یہ کہ زید نے غفلت اور جاہلیت کی حالت مین
زنا کیا جب ہوش مین آیا تو اُس کے دل مین خدا کا خوف پیدا ہوا اُس نے توبہ کی اس حالت مین توبہ کرنیکی
وجہ سے زید زنا کے جرم سے بری ہوا یا نہین **جواب** جو شیعہ ضروریات دین کے منکر ہین مثلا جو حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہتے ہین یا جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگاتے ہین کافر ہین انکا
ذبیحہ ناجائز ہے اور جو شیعہ ایسے نہین اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دیتے ہون کافر نہین ہین بلکہ
فاسق ہین اُنکا ذبیحہ درست ہے اور زنا کا جرم توبۂ نصوح سے معاف ہو جاتا ہو **سوال** زید نے ایک
بکری کو دوسری بکری پر لٹایا اور یکبارگی دونون کو ایک بسم اللہ سے ذبح کیا پس یہ ذبح صحیح ہوا یا نہین
اور اس ذبیحہ کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہین **جواب** جائز ہے **سوال** زید نے قربانی کرنے کے لیے
ایک بکرا منگوایا اور ارادہ تھا کہ صبح کو کہ ذیحجہ کی گیارہوین تاریخ ہوگی قربانی کرونگا مگر بکر زید کے ملازم
نے بے اطلاع زید اس بکرے کو بے نیت قربانی ذبح کر ڈالا تو زید سے قربانی ادا ہوئی یا نہین **جواب**
نہین اور بکر پر اُس کی قیمت واجب ہوگی **سوال** جسطرح تسمیۂ ذابح ضروری ہی اگر عمدا ترک ہو جائے
تو ذبیحہ مردار ہے اُسی طرح تسمیۂ معین ذابح بھی ضروری ہے یا نہین اور معین ذابح کسی کہتے ہین کیا معین
ذابح وہ شخص ہی جو ذبح کے وقت ذبیحہ کے ہاتھ پاؤن پکڑے یا وہ شخص ہے جو ذبح کرنے والے کے ساتھ
چھرے وغیرہ پر اپنا بھی ہاتھ رکھکر ذبح کرنے مین ذابح کی مدد کرے **جواب** معین ذابح کو بسم اللہ کہنا بھی ضروری
ہے معین ذابح وہ ہے جو آلۂ ذبح پر ہاتھ رکھے فی کتاب الاضحیۃ من العالمگیریۃ رجل اراد ان یضحی فوضع
صاحب الشاۃ یدہ علی السکین مع ید القصاب حتی تعاونا علی الذبح قال الشیخ الامام یجب علی کل واحد منہما
التسمیۃ حتی لو ترک احدہما لا یجوز کذا فی الظہیریۃ انتہی وفی کتاب الصید من العالمگیریۃ مسلم
عجز عن مد قوسہ بنفسہ فاعانہ علی مدہ مجوسی لا یحل اکلہ لاجتماع المحرم والمحلل فیحرم انتہی وقال
البرجندی فی شرح النقایۃ کما یشترط تسمیۃ الذابح یشترط تسمیۃ من اعان الذابح حیث وضع یدہ

علی المذبح کما وضع الذابح حتی لو ترک احدهما التسمیة لا یحل انتھی وقال قاضی خان فی فتاواہ رجل اراد ان یضحی فوضع صاحب الشاۃ یدہ مع ید القصاب علی المذبح واعانہ علی الذبح حتی صار ذابحا مع القصاب قال الشیخ الامام رحمہ اللہ یجب علی کل واحد منہما التسمیۃ حتی لو ترک احدہما التسمیۃ لا یحل الذبیحۃ

عالمگیری کے کتاب الاضحیہ مین ہی ایک شخص نے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو صاحب شاۃ نے اپنا ہاتھ چھری پر قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا تاکہ دونون ملکر ذبح کرین تو دونون پر واجب ہی کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہین حتی کہ اگر ایک نے بھی ترک کردیا تو ذبیحہ نا درست ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی انتہی اور عالمگیری کے کتاب الصید مین ہی ایک مسلمان خود ذبح کرنے سے عاجز ہی اور اسوجہ سے اُس نے ایک مجوسی سے مدد لی تو اُس ذبیحہ کا کھانا حلال نہین ہی کیونکہ حرمت اور حلت دونون کی علتین جمع ہین اور ایسی صورت مین شی حرام ہوجاتی ہی انتہی اور برجندی نے شرح نقایہ مین لکھا ہی جس طرح پر ذبح کرنے والے کا بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہی اُسی طرح اُسکے مددگار کو بھی ضروری ہی مثلا ایک شخص نے جسطرح کہ ذبح کرنے والا چھری پر ہاتھ رکھے ہی اُسکی مدد کے لیے اُسپر ہاتھ رکھا تو اگر دونون مین سے کسی ایک نے بھی بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ترک کیا تو وہ ذبیحہ حلال نہین ہوا انتہی اور قاضی خان رحمہ اللہ نے اپنے فتاوے مین لکھا ہی ایک شخص نے ذبح کرنے کا قصد کیا تو صاحب شاۃ نے اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ سمیت ذبح کرنے کے آلہ پر رکھا اور اُس نے ذبح کرنے مین مدد دی حتی کہ صاحب شاۃ قصاب سمیت ذبح کرنیوالا ہوا تو شیخ امام رحمہ اللہ کہتے ہین کہ ہر ایک پر بسم اللہ اللہ اکبر کہنا فرض ہی حتی کہ اگر کسی ایک نے بھی اسے ترک کیا تو ذبیحہ حلال نہین ہی **سوال** بکری بھیڑ گائے یا اونٹ جو گھر کا پلا ہوا ہو اُسکی قربانی کرنا جائز ہے یا نہین **جواب** جائز ہی بلکہ اگر فربہ اور قیمتی ہو تو اولی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ان افضل الضحایا اغلاھا واسمنہا رواہ احمد والحاکم کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہی سب سے افضل وہ ذبیحہ ہی جو سب سے زائد قیمتی اور فربہ ہو **سوال** سرد ہونیسے پہلے مذبوح کا سر کاٹنا یا مذبوح کی کھال کھینچنا کیسا ہی **جواب** مکروہ ہی فی الدر المختار وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان یبرد ای یسکن من الاضطراب انتھی وفی السراجیۃ ویکرہ نخع الشاۃ وھو ان یکسر عنقھا قبل ان یموت وقیل ھو ان یبالغ فی الذبح حتی یبلغ النخاع فھو عرق فی صلب الی اصل العنق درمختار مین ہی بیفائدہ ہر سختی مکروہ ہی مثلا ٹھنڈا ہونے سے پہلے سر کاٹ لینا یا کھال کھینچ لینا

انتہی اور سراجیہ مین ہی نخع شاۃ مکروہ ہی یعنے مرنے سے پہلے بکری کی گردن توڑنا اور بعض کہتے ہین اسکا مطلب یہ ہی کہ ذبح کرنے مین اسقدر مبالغہ کیا جائے کہ چھری نخاع تک پہونچ جائے نخاع پشت کی ایک ہڈی ہی جو گردن تک آئی ہی **سوال** اگر بکری کو ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت وہ معلوم الحیوۃ تھی مگر ذبح کے بعد گون سے خون نہین بہایا خون بہا مگر بکری نے نہ حرکت کی نہ تڑپی تو مذبوح حلال ہی یا حرام **جواب** حلال ہی سراجیہ مین ہی شاۃ ذبحت وعلم حیاتہا وقت الذبح ولم یخرج منہا دم حلت حیوان ذبح وخرج منہ دم مسفوح ولم یتحرک فانہ یحل وان لم یخرج منہ دم مسفوح ولم یتحرک ایضا فان علم حیاتہ حل ایک بکری ذبح کی گئی وقت ذبح اسکی حیات کا علم تھا لیکن ذبح کے بعد خون نہین نکلا تو وہ حلال ہی ایک جانور ذبح کیا گیا اور اُس سے دم مسفوح نکلا لیکن جانور نے حرکت نہین کی تو وہ حلال ہی اور اگر دم مسفوح بھی نہ نکلا اور اُس جانور نے حرکت بھی نہ کی تو اگر اسکی حیات کا علم تھا تو وہ حلال ہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

# کتاب الجہاد

**سوال** جب اہل اسلام کفار کی سلطنت مین امن سے رہتے ہون اور کفار اہل اسلام کو امور دینی ادا کرنے سے مانع نہوتے ہون اور اہل اسلام کو جہاد کرنے اور کفار سے مقابلہ کرنے کی قدرت بھی نہو جیسا کہ فی زمانا ہندوستان مین ہی تو جہاد کرنا واجب ہی یا نہین **جواب** جہاد اعلاے کلمۃ اللہ اور اعزاز اسلام اور قواعد و رسوم کفر کے مٹانے کے لیے مقرر ہوا ہی نہ حقارت دین اور ذلت اسلام و مومنین کے لیے اسی لیے فقہا نے وجوب جہاد مین کئی شرطین کی ہین (۱) اتنے مسلمان ہون جنسے شان وشوکت ظاہر ہو (۲) مسلمانون کے پاس جہاد کے لیے خرچ بھی مہیا ہو (۳) کوئی جگہ امن وحفاظت کی بھی مسلمانون کے لیے ہو تاکہ کفار کے شر سے نجات بھی پاسکین لیکن جب مسلمانون کو اس بات کا یقین ہو کہ کفار ہی غالب ہونگے تو ایسی صورت مین جہاد فرض نہین ہی فی جامع الرموز الجہاد فرض عین بشرط القدرۃ علی القتال والسلاح والزاد والراحلۃ وغیرہا انتہی وفی العالمگیریۃ والثانی ان یرجو الشوکۃ والقوۃ لاہل الاسلام وان کان لا یرجو الشوکۃ للمسلمین فی القتال فانہ لا یحل لہ القتال لما فیہ من القاء نفسہ فی التہلکۃ انتہی وفی الدر المختار شرط لوجوبہا القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق

انتھی وفی رد المحتار قولہ شرط لوجوبہ الخ ای وعلی القتال وملک الزاد والراحلۃ کما
فی قاضی خان وغیرہ کذا فی القہستانی انتھی وفی فتح القدیر من توابع الجہاد
الرباط وھو الاقامۃ فی مکان بتوقع ھجوم العدو فیہ یقصد دفعہ واختلف المشائخ
فی الذی یتحقق بہ الرباط فانہ لا یتحقق فی کل مکان ففی النوازل ان یکون
فی مواضع لا یکون وراءہ اسلام لان ما دونہ لو کان رباطا فکل المسلمون فی بلادھم
مرابطون وقال بعضھم اذا اغار العدو علی عدہ وھو مرۃ یکون ذلک الموضع رباطا
الی اربعین سنۃ واذا اغار مرتین یکون رباطا الی مائۃ وعشرین سنۃ واذا اغار ثلث مرات
یکون رباطا الی یوم القیامۃ قال فی فتاوی الکبرے والمختار ھو الاول جامع الرموز مین
ہی جہاد فرض عین ہی جبکہ قتال اسلحہ رصد اور سواریون وغیرہ پر قدرت ہو اور عالمگیری مین ہی دوسرے
کہ اہل اسلام کی شوکت وقوت مقصود ہو اور اگر قتال سے شوکت مسلمین مقصود نہو تو قتال حلال نہین
ہی کیونکہ اس مین اپنے نفس کو ہلاکت مین ڈالنا ہی اور در مختار مین ہی وجوب جہاد کے لیے اسلحہ پر قادر
ہونا شرط ہی نہ کہ راستہ کا باامن ہونا اور رد المحتار مین ہی ور قتال رصد اور سواری پر قادر ہونا یہ قاضی خان
نے قہستانی سے نقل کر کے لکھا ہی اور فتح القدیر مین ہی رباط یعنے کسی مقام مین اس غرض سے ٹھہر جانا کہ
دشمن اُس مین ہجوم کر کے حملہ کرین اور وہین اُنکے دفعیہ کی تدبیر کیجائے تو ابع جہاد مین سے ہے
اور مشائخ نے اُن امور مین جنسے رباط کا تحقق ہوتا ہی اختلاف کیا ہی کیونکہ ہر جگہ اُس کا تحقق نہین ہوتا
نوازل مین ہی کہ اسکا تحقق اُن مواقع مین ہوتا ہی جسکے بعد حد اسلام نہو ورنہ تمام مسلمان اپنے اپنے
شہرون مین مرابط ہونگے اور بعض لوگ کہتے ہین کہ جب دشمن ایک مرتبہ حملہ کرے تو وہ مقام چالیس
برس تک رباط رہتا ہی اور جب دو مرتبہ حملہ کرے تو ایک سو بیس برس تک اور جب سہ بارہ حملہ کرے
تو ہمیشہ کے لیے وہ مقام رباط رہتا ہی فتاوے کبرے مین ہی کہ مختار اول ہی۔ واللہ اعلم بالصواب
نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفرلہ اللہ الاحد۔ واقعی جب مسلمانون کو قتال اور زاد اور راحلہ وغیرہ
پر قدرت نہو تو اُن پر جہاد فرض نہین ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی
تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

ابو الحسنات محمد عبد الحی

# کتاب احداث العمارات

**سوال** کوچۂ غیر نافذہ مین فقط محمد اور حامد کا مرور ہی زید جو شخص ثالث ہی گلی مین جدید دروازہ لگا کے مرور مین شریک ہونا چاہتا ہی محمد اور حامد مانع ہوتے ہین پس شرعاً باوجود محمد اور حامد کی مانعت کے زید کو اُس گلی مین نیا دروازہ لگانا جائز ہی یا نہین **جواب** نہین واللہ اعلم کتبہ ابو الجیش محمد مہدی عفاعنہ الہادی۔ صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد رحمت اللہ عفا اللہ عنہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ واقعی باوجود محمد اور حامد کی مانعت کے زید اُس گلی مین دروازہ نہین لگا سکتا صاحب درمختار نے لکھا ہی زائغۃ مستطیلۃ تنشعب عنہا سکۃ مثلہا یمنع اہل الاولی عن فتح باب للمرور فی القصوی الغیر النافذۃ علی الصحیح اذ لا حق لہم فی المرور ایک لمبی گلی جس مین سے ویسی ہی ایک غیر نافذہ گلی نکلی تو پہلے لوگ کوچۂ غیر نافذہ مین گذرنے کے لیے دروازہ بنانے سے روکے جائینگے بر مذہب صحیح کیونکہ ان لوگون کو اس گلی مین حق مرور نہین ہی واللہ علیم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم۔ اصاب من اجاب نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفرلہ اللہ الاحد۔ درحقیقت کوچۂ غیر نافذہ مین بغیر گلی والون کی اجازت کے تصرف جائز نہین ہی یہانتک کہ اگر اُس گلی کے شرکا مین سے کوئی نیا دروازہ لگانا چاہے تو بے دوسرون کی اجازت کے نہین لگا سکتا بزازیہ مین ہی سکۃ غیر نافذۃ بین عشرۃ لکل منہم دار غیر ان لاحد ہو دار فی سکۃ اخری لا طریق لہا فی ہذہ السکۃ غیر ان حائطہا فی ہذہ السکۃ قال ابو القاسم لیس لہ ذلک وبہ افتی ابو جعفر وبہ ناخذ انتہی ملخصا ایک کوچۂ غیر نافذہ دس آدمیون مین مشترک تھا جن مین سے سب کا گھر اُس طرف تھا مگر ایک کا گھر دوسری گلی مین تھا جس کا اس گلی مین کوئی دروازہ نتھا البتہ دیوار اس گلی مین تھی تو ابو القاسم رحمہ اللہ کے نزدیک اُس کو اس گلی مین دروازہ بنانے کا حق نہین ہی اور ابو جعفر رحمہ اللہ نے اسی پر فتوی دیا ہی اور ہم اسی سے اخذ کرتے ہین۔ پس جو شخص شرکت نہین رکھتا اُسکا تصرف بطریق اولیٰ جائز نہوگا پس باوجود گلی والون کی مانعت کے زید کو دروازہ نہ لگانا چاہیے منح الغفار مین ہی وفی غیر النافذ لا یتصرف فیہ احد مطلقا اضرہم اولا الا باذنہم لان الطرق التی لیست بنافذۃ مملوکۃ لاہلہا والتصرف فی الملک المشترک من الوجہ الذی لم یوضع لہ لا یملک الا

باذن الکل بے اجازت کوچہ غیر نافذہ مین کوئی تصرف نہین کرسکتا شرکا کو ضرر پہونچے یا نہ پہونچے کیونکہ وہ راستہ جو نافذ نہین ہی اُس گلی کے رہنے والون کی ملک ہی اور ملک مشترک مین اُس قسم کا تصرف جسکے لیے اُس گلی کی وضع نہین ہی نادرست ہی مگر سب کی اجازت سے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | ابوالحسنات محمد عبدالحی |

**سوال** مثلاً زید کے مکان مین دروازے پر کھڑکیان لگی ہین اور مکان زید سے مکان خالد بالکل علٰحدہ ہی بلکہ درمیان مین شارع عام فاصل ہی اور ایک تیلی کا مکان بھی درمیان مین واقع ہی چونکہ مکان خالد کی ایک دیوار بقدر ایک گز کے طول مین اور نصف گز کی بلندی عرض مین کم ہی اسوجہ سے کسیقدر اُسکا مکان کھڑکیون سے معلوم ہوتا ہی زید اُسقدر پردہ بنوانے پر بھی راضی ہی لیکن خالد اُن کھڑکیون سے مزاحمت کرتا ہی پس شرعاً خالد کو تعرض کا حق ہی یا نہین **جواب** اس مسئلہ مین اختلاف ہی بعض متاخرین نے اسپر فتوی دیا ہی کہ اگر کوئی شخص اپنی ملک مین تصرف کرے اور پڑوسی کو اُس سے ضرر ہو تو پڑوسی منع کرسکتا ہی فی الدر المختار وعلیہ الفتوی واختارہ فی العمادیۃ وافتی بہ قارئ الھدایۃ حتی یمنع الجار من فتح الطاقۃ وھذا جواب المشائخ استحسانا انتھی ومثلہ فی نصاب الاحتساب لو فتح کوۃ حتی وقع نظرہ منھا الی نساء جارہ علی روایۃ کتاب القسمۃ لا یمنع والفتوی علی انہ یمنع انتھی وفی فتاوی قاضی خان ومثلہ فی خزانۃ المفتیین لو اراد الجار ان یمنعہ من الصعود حتی یتخذ سترۃ قالوا ان کان فی صعودہ یقع بصرہ فی دار جارہ کان لہ ان یمنعہ من الصعود حتی یتخذ سترۃ وان کان لا یقع بصرہ علیھم اذا کانوا علی السطح لا یمنعہ من الصعود

درمختار مین ہی اور اسپر فتوی ہی اور عمادیہ مین اسی کو اختیار کیا ہی اور قاری ہدایہ نے اسی پر فتوی دیا ہے حتی کہ پڑوسی روشن دان تک بنانے سے روکا جائے گا اور یہ استحساناً مشائخ کا جواب ہی اور ایسا ہی نصاب الاحتساب مین ہی اگر کسی نے (اپنی دیوار مین) روشن دان بنایا حتی کہ اُسکی نظر پڑوسی کی عورتون پر پڑی تو بروایت کتاب القسمۃ یہ ممنوع نہین ہی اور فتوی اسکے ممنوع ہونے پر ہی اور فتاوی قاضیخان اور خزانۃ المفتیین مین ہی اگر کسی شخص نے اپنے پڑوسی کو چھت پر چڑھنے سے بغیر پردہ ڈالے ہوے روکنا چاہا تو فقہا کہتے ہین کہ اگر اس طرح چھت پر چڑھنے سے اُسکی نظر عورتون پر پڑتی ہو

تو وہ روک سکتا ہے لیکن اگر چھت پر چڑھنے سے نظر نہ پڑے تو وہ روک نہیں سکتا۔ اور اکثر نے ظاہر روایت کے موافق اسپر فتوی دیا ہے کہ ہمسایہ کو اُس سے ممانعت نہیں پہونچتی اگرچہ اُس سے متضرر بھی ہو

فی فتاوی قاضی خان کل ما ذکرنا من جنس ہذہ المسائل قول مشائخ بلخ وانہ یخالف قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ من تصرف فی ملکہ لا یمنع منہ وان تضرر جارہ وفی الدر المختار جواب ظاہر الروایۃ عدم المنع مطلقا وبہ افتی طائفۃ کالامام ظہیر الدین وابن الشحنۃ ووالدہ ورجحہ فی الفتح وفی قسمۃ المجتبی وبہ یفتی واعتمدہ المصنف ثم فقال قد اختلف الفقہاء وینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ انتہی وفی حاشیتہ لو فتح صاحب البناء فی علو بنائہ کوۃ لا یلی صاحب الساحۃ منعہ بل لہ ان یبنی ما یستر جہتہ الی ان قال والامام ظہیر الدین کان یفتی بقول الامام والحاصل ان الذی علیہ غالب المشائخ من المتاخرین ہو الاستحسان فی جنس ہذہ المسائل وافتی طائفۃ بجواب القیاس المروی واختار فی العمادیۃ المنع اذا کان الضرر بینا وظاہر الروایۃ خلافہ وذکر العلامۃ ابن الشحنۃ ان فی حفظہ ان المنقول عن ائمتنا الخمسۃ ابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ ومحمدؒ وزفرؒ والحسنؒ انہ لا یمنع من التصرف فی ملکہ وان اضر بجارہ وہو الذی امیل الیہ واعتمدہ وافتی بہ تبعا لوالدی شیخ الاسلام انتہی ورجح فی فتح القدیر ایضا ظاہر الروایۃ

فتاوے قاضی خان میں ہے ان مسائل میں ہمنے جو کچھ لکھا وہ مشائخ بلخ کا قول تھا جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول کے خلاف ہے کہ اپنی ملک میں تصرف کرنے والا روکا نہیں جا سکتا اگرچہ اُسکی وجہ سے اُسکے پڑوسی کو ضرر پہونچے اور در مختار میں ہے ظاہر الروایۃ میں مطلقاً عدم منع ہے اور ایک جماعت نے امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اُنکے والد کے مثل اس پر فتوی دیا ہے فتح میں اسی مذہب کو ترجیح دی ہے اور مجتبی کی باب قسمت میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے مصنف رحمہ اللہ نے اسی پر اعتماد کر کے کہا ہے کہ فقہا اس امر میں مختلف ہیں اور ظاہر روایت پر اعتماد کرنا چاہیے انتہی اور اسکے حاشیہ میں ہے اگر کسی عمارت کے مالک نے اوپر کے درجے میں روشن دان بنایا تو نیچے والے کو روکنے کا حق نہیں ہے بلکہ اُسکو ایسی چیز بنانا چاہیے جو پردہ داری کر سکے اور امام ظہیر الدین رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے حاصل

یہ ہی کہ اس قسم کے مسائل مین اکثر متاخرین رحمہم اللہ استحسان پر عمل کرتے ہین اور ایک گروہ نے قیاس پر
فتوی دیا ہی اور عمادیہ مین منع کو اختیار کیا ہی جبکہ ضرر بیّن ہو اور ظاہر الروایۃ اسکے خلاف ہی اور علامۂ
ابن شحنہ نے لکھا ہی کہ ہمارے ایمۂ خمسہ امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف امام محمد اور امام زفر اور امام حسن
رحمہم اللہ اسکے قائل ہین کہ کوئی شخص اپنی ملک مین تصرف کرنے سے روکا نہ جائے گا اگرچہ وہ اپنے پڑوسی
کو ضرر پہونچائے میرا میلان بھی اسکی طرف ہی اور مین اسپر اعتماد کرتا ہون اور اسپر فتوی دیتا ہون انتہی
والد شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی اتباع مین انتہی اور صاحب فتح القدیر نے بھی ظاہر روایت کو ترجیح دی
ہی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد انور علی عفی عنہ۔ فقہا کا اس باب مین اختلاف ہی کہ آیا صاحب خانہ کو اپنے گھر مین ہر
قسم کا تصرف کرنا جائز ہی یا نہین ظاہر الروایۃ مین ہی کہ صاحب خانہ ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہی اگرچہ
اُس سے دوسرون کو ضرر بھی ہو اسیکو متاخرین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہی اور اکثر مشایخ کے
نزدیک جس تصرف سے ضرر بیّن متصور ہو وہ نہین کر سکتا اگر کرے تو ہمسایہ یا غیر ہمسایہ جس کو
اُس سے ضرر پہونچا ہو منع کر سکتا ہی منح الغفار مین ہی فی المجتبی لو وقع فی نصیب احدھما وفی
الآخر ساحۃ فاراد صاحب الساحۃ ان یبنی فیھا ویسد الریح والشمس علی الآخر
فلیس لہ المنع فی ظاہر الروایۃ وبہ یفتی وقال نصیر الصفار لہ المنع وعلی ھذا
لو اراد حماما او تنورا وفی فتاوی قاری الھدایۃ الفتوی علی انہ ممنوع من التصرف
علی وجہ یتضرر بہ الجار وان کان فی ملکہ واجاب قاری الھدایۃ بان الجار یمنع
ان یفتح کوۃ یشرف منہا علی جارہ فقد اختلف التصحیح وینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ
مجتبی مین ہی کہ اگر عمارت ایک کے حصہ مین پڑی ور صحن دوسرے کے حصہ مین پھر صحن والے نے اُس
مین کچھ بناکر ہوا اور روشنی کو روکنا چاہا تو بر ظاہر روایت وہ روک نہین سکتا اور اسی پر فتوے ہی
نصیر صفار رحمہ اللہ کہتے ہین کہ اُسے حق منع ہی اسی طرح اگر حمام یا تنور بنانے کا قصد کیا اور فتاوے
قاری الہدایہ مین ہی کہ فتوی اس امر پر ہی کہ وہ ایسے تصرف کرنے سے روکا جائے گا جس سے پڑوسی کو
نقصان پہونچے اگرچہ یہ تصرف اپنی ہی ملک مین کیون نہو قاری ہدایہ نے جواب دیا ہی کہ پڑوسی
ایسے روشن دان کے بنانے سے روکا جائے گا جس سے وہ تاک جھانک کرے اس مین اختلاف
ہی اور ظاہر الروایۃ پر اعتماد کرنا چاہیے ۔ اور صاحب خزانۃ الفقہ نے لکھا ہی اذا اراد الرجل ان یبنی

فی دارہ او دکانہ تنورا او حماما او مدقاق القصارین لم یجز قال الصدر الشہید کان والدی یفتی بانہ اذا کان الضرر بینا قال وبہ یفتی ھذا جواب المشائخ وجواب ظاہر الروایۃ لایمنع
جب کوئی اپنے گھر یا دوکان میں تنور یا حمام یا دھوبیوں کی بھٹی بنانا چاہے (اور پڑوسی کو ضرر پہونچے) تو یہ جائز نہیں ہے مولانا صدر شہید رح کہتے ہیں کہ میرے والد اسپر فتوی دیتے تھے کہ اگر ضرر بین ہو (تو نا جائز ہے) اور اسی پر فتوی ہے اور یہ جواب مشائخ ہے اور جواب ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ روکا نہ جائے گا۔ اور علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ اپنے فتاوے میں لکھتے ہیں مسئلۃ فتح الکوۃ فیھا قیاس استحسان والاستحسان المنع وعلیہ الفتوی کما نقلہ فی التاتارخانیۃ وشرح القدوری المسمی بالمضمرات عن التھذیب وقال فی التاتارخانیۃ قبیل مسئلۃ الکوۃ الحاصل من جنس ھذہ المسائل ان القیاس ان کل من تصرف فی خالص ملکہ لایمنع وان کان یودی الی الضرر بالغیر لکن ترک القیاس فی موضع یتعدی ضرر تصرفہ الی غیرہ ضررا بینا وقیل بالمنع مطلقا وبہ اخذ کثیر من مشائخنا وعلیہ الفتوی ومثلہ فی الفصول العمادیۃ من الکتب
روشن دان کے مسئلہ میں قیاس و استحسان معارض ہیں استحسان یہ ہے کہ منع کیا جائیگا اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ تاتارخانیہ اور مضمرات شرح قدوری میں تہذیب سے منقول ہے اور تاتارخانیہ میں اس مسئلہ کے قبل کہا ہے کہ اس قسم کے مسائل میں مقتضاے قیاس یہ ہے کہ اپنی خالص ملک میں تصرف کرنے والا روکا نہ جائیگا اگرچہ اس سے دوسرے کو ضرر پہونچے لیکن قیاس اُن مواضع میں متروک ہے جہاں اس تصرف سے دوسروں کا ضرر بین ہو اور بعض لوگ اسے مطلقا ممنوع لکھتے ہیں اور اکثر مشائخ رحمہم اللہ اسی سے اخذ کرتے ہیں اور اسی پر فتوی ہے ایسا ہی فصول عمادیہ میں ہے اور مفتی شام ملا حامد رحمہ اللہ اپنے فتاوے میں لکھتے ہیں فتاوی علی ان الکوۃ حیث کانت للنظر والموضع موضع النساء تسد بلا فاصل بین الطریق الفاصل وغیرہ کما فی المضمرات وغیرہ فتاوے اس پر متفق ہیں کہ روشن دان جبکہ دیکھنے کے لیے ہو اور اُس سے عورتوں کا سامنا ہو تو وہ بند کر دیا جائے گا خواہ بیچ میں کوئی راستہ فاصل ہو یا نہو جیسا کہ مضمرات وغیرہ میں ہے۔ اور مغنی المفتی عن سوال المستفتی میں ہے لا فرق بین القدیم والحادث حیث کان الضرر بینا قدیم وجدید میں جبکہ ضرر بین ہو کوئی فرق نہیں ہے۔ اور علامہ ابن عابدین تنقیح فتاوے حامدیہ میں لکھتے ہیں فی حاشیۃ البحر من القضاء

للشیخ خیرالدین رح لا فرق بین القدیم والحادث حیث کانت العلۃ الضرر البین
بحر کے حاشیہ مین شیخ خیرالدین رحمہ اللہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہی کہ قدیم اور جدید مین اُسوقت
کچھ فرق نہوگا جبکہ ضرر بین ہو۔ پس صورت مسئولہ مین چونکہ زید کی کھڑکیون سے خالد کی عورتون
پر نظر پڑتی ہی لہذا خالد حسب اختیار مشائخ رحمہم اللہ منع کرسکتا ہی اور زید کو چاہیے کہ پردے کی
دیوار بنا دے **سوال** زید کی مملوکہ اور مقبوضہ ایک اراضی ہی اور اُس اراضی مین زید کے مکان
مسکونہ کا مرور ہی اب اُس اراضی کے دروازے مین زید نے اپنے بعض مصالح کے لحاظ سے
چوکھٹ بازو لگوا کے پٹ بھی لگوائے ہین واضح رہے کہ اس دروازے مین چوکھٹ بازو
اور پٹ کبھی نہ تھے ایک غیر شخص جسکا اس اراضی مین قدیم سے مرور نہ تھا بلکہ تھوڑے زمانے سے
ہوا ہی وہ چوکھٹ بازو اور پٹ لگانے پر اعتراض کرتا ہی باوجودیکہ چوکھٹ بازو اور پٹ لگانے کے
بعد بھی زید اس شخص غیر کے مرور کو جو اس اراضی مین ہی روکتا نہین اور اس شخص غیر کا مرور کے
سوا اس اراضی مین اور کوئی حق بھی نہین ہی اب دریافت طلب یہ امر ہی کہ زید کو جو مالک اور قابض ہی
چوکھٹ بازو اور پٹ شرعاً لگانے کا حق ہی یا نہین اور اس غیر شخص کو منع کرنے کا حق حاصل ہی
یا نہین اور اگر یہ غیر شخص اُس اراضی مین زید کی ملکیت کا انکار کرے تو حاکم کو اُس اراضی مین زید کی
ملکیت کی تحقیقات کرنا چاہیے یا نہین **جواب** اس صورت مین زید جو مالک اور قابض ہے
چوکھٹ بازو اور پٹ لگا سکتا ہی بشرطیکہ اُس غیر شخص کا ضرر بین نہو اور جب زید اُس غیر شخص
کو مرور سے مانع نہین ہی تو اس دروازے سے اُس شخص کا شرعاً کچھ حرج ثابت نہین ہی اور
اُس کا منع کرنا صحیح نہین ہی اور ضرر بین سے یہ مراد ہی کہ ہمسایہ کے حوائج اصلیہ بند ہو جائین
مثلاً کسی کے مکان سے ہمسائے کے مکان مین روشنی آتی تھی اب اُس شخص نے اپنا مکان
اسطرح بنایا ہی کہ ہمسائے کے مکان مین روشنی کا آنا بند ہو گیا اگر ایسا ہو تو ضرر بین ثابت ہوگا
اور جب مالک اور قابض ہمسائے کو مرور سے مانع نہین ہی اور چوکھٹ بازو اور پٹ لگانے
سے مرور مسدود بھی نہین ہوتا تو شرعاً ہمسائے کو ممانعت کا حق حاصل نہین ہی۔ درمختار مین ہی
ولا یمنع الشخص من تصرفہ فی ملکہ الا اذا کان الضرر بجارہ ضررا بینا فیمنع من ذلک وعلیہ
الفتوی کوئی شخص اپنی ملک مین تصرف کرنے سے نہ روکا جائیگا جبتک پڑوسی کو ضرر بین

نہ پہونچے اور جب ضرر مین پہونچے تو وہ تصرف سے روکا جائے گا اور اسی پر فتوی ہے۔ اور ردالمحتار مین ہے والحاصل ان القیاس فی جنس ھذہ المسائل ان یفعل المالک ما بدا له مطلقا لانه متصرف فی خالص ملکه لکن ترک القیاس فی موضع یتعدی ضررہ الی غیرہ ضررا فاحشا وھو المراد بالبین وھو ما یکون سببا للھدم و یخرج عن الانتفاع بالکلیة وھو ما یمنع الحوائج الاصلیة کسد الضوء بالکلیة واختاروا الفتوی علیه فاما التوسع الی منع کل ضرر فیسد باب انتفاع الانسان بملکه کما ذکرنا قبیلا حاصل یہ ہے کہ اس قسم کے مسائل مین مقتضائے قیاس تو یہ ہے کہ مالک جو چاہے کرے کیونکہ اُس کا تصرف اُسکی خالص ملک مین ہے لیکن جبکہ پڑوسی کو ضرر بین پہونچتا ہو تو وہ روکا جائے گا ضرر بین وہ ہے جو سبب انہدام ہو یا جسکی وجہ سے پڑوسی اپنی چیز سے انتفاع نہ حاصل کرسکے یا حوائج اصلیہ کو پورا نہ کرسکے مثلا روشنی بالکل روک دی جائے اسی پر فتوی ہے اور مطلقا ضرر کی صورت مین تصرف سے روک دینے مین انتفاع کا سد باب ہے جیسا کہ ہمنے قریب ہی ذکر کیا ہے۔ اور حاکم کو یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ چوکھٹ بازو زید نے اپنی اراضی ملکیت پر لگائے ہین یا نہین اگر عدم ملکیت پر اُس نے یہ بنا کی ہو تو جائز نہین واللہ اعلم حررہ محمد حسین سلیم پوری عفی عنہ۔ الجواب ہو الصواب حررہ محمد عنایت اللہ ولد حبیب اللہ خان۔ ذلک کذلک کتبہ فدا احمد۔ الجواب صحیح نمقہ محمد عبد القادر خان بن حمید علیخان عفا اللہ عنہما۔ الجواب صحیح حررہ گوہر علی۔ اصاب من اجاب نمقہ حامد حسین۔ الجواب ہو الجواب کتبہ محمد ریاست علی خان عفا اللہ عنہ۔ قد صح الجواب والیہ المآب حررہ ابو القاسم محمد مزمل۔ فی الواقع جب ہمسائے کا ضرر بین نہو تو کسی کو اپنی ملک مین تصرف کرنے سے ممانعت نہ کی جائے گی اور یہی مفتی بہ اور مختار ہے۔ درمختار کی دوسری روایت بھی اسکی مؤید ہے وجواب ظاھر الروایة عدم المنع مطلقا وبه افتی طائفة کالامام ظھیر الدین وابن شحنة ووالدہ ورجحه فی الفتح وفی قسمة المجتبی وبه یفتی اور جواب ظاہر الروایۃ مطلقا عدم منع ہے اور اسی پر ایک جماعت کا فتوی ہے جن مین سے امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اُنکے والد رحمہم اللہ ہین اور فتح مین اسی کو ترجیح دی ہے اور مجتبی کی باب قسمہ مین ہے اسی پر فتوی ہے واللہ اعلم حررہ محمد عبد اللہ عفی عنہ۔ ہذا الجواب صحیح محمد اکبر علی خان خلف رحیم یار خان۔ الجواب ہو الجواب حررہ محمد عبد اللہ۔ ذلک کذلک کتبہ محمد نظیر علی۔ الاجوبة المذکورة صحیحة بتقدیر صحت

ما قاله المستفتی کتبہ الحافظ محمد شعیب صانہ اللہ عن العیب۔ **ہو المصوب** جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ زمین زید کی ملک ہی تو زید اُس مین چوکھٹ وغیرہ لگانے سے منع نکیا جائے گا مگر یہ کہ ہمسایہ کو اُس سے ضرر پہونچے۔ تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہی فی حواشی الاشباہ لبیری زادہ مانصہ لہ التصرف فی ملکہ وان تضرر جارہ فی ظاہر الروایۃ والذی استقر علیہ رأی المتاخرین ان الانسان یتصرف فی ملکہ وان اضر بغیرہ مالم یکن ضررا بینا والفتوی علیہ بیری زادہ رحمہ اللہ نے جو حواشی اشباہ مین لکھا ہی اُسکا خلاصہ یہ ہی کہ ہر شخص اپنی ملک مین تصرف کر سکتا ہی اگرچہ اس سے اُسکے پڑوسی کو ضرر پہونچے ظاہر روایت کے اعتبار سے اور متاخرین رحمہم اللہ کے نزدیک انسان اپنی ملک مین تصرف کر سکتا ہی اگرچہ اس طرح دوسرون کو ضرر پہونچے جبتک کہ ضرر بین نہو اور اسی پر فتوی ہی۔ اور منح الغفار مین ہی فی فتاوی قارے الہدایۃ الفتوی علی انہ ممنوع من التصرف علی وجہ یتضرر بہ الجار وان کان فی ملکہ فتاوے قاری ہدایہ مین ہی فتوی اس پر ہی کہ وہ اس طرح کے تصرف سے روکا جائے گا جس سے پڑوسی کو ضرر پہونچے اگرچہ یہ تصرف اپنی ہی ملک مین کیون نہو۔ اور تاتارخانیہ مین ہی الاصل فی جنس ہذہ المسائل ان القیاس ان کان من تصرف خالص ملکہ لایمنع وان کان یودی الی الضرر بالغیر لکن ترک القیاس فی موضع یتادی ضرر تصرفہ الی غیرہ ضررا بینا اس قسم کے مسائل مین اصل یہ ہی کہ قیاس کا مقتضے یہ ہی کہ اپنی خالص ملک مین تصرف کرنے والا روکا نہ جائے گا اگرچہ اُس سے دوسرے کو ضرر بھی پہونچ جائے لیکن قیاس اس جگہ متروک ہی جہان اُسکے تصرف سے دوسرے کو ضرر بین پہونچے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: ابو الحسنات محمد عبد الحی]

# کتاب المتفرقات

**استفتا** تقریرات فریقین مین محاکمہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم فضیلت سکان حرمین شریفین کے باب مین ہمنے مولوی عبد الحی صاحب کو منصف قرار دیا ہی راقم محمد عبد العزیز ج مین نے مولوی محمد عبد الحی صاحب کی منصفی فضیلت سکان حرمین شریفین مین قبول کی۔ راقم محمد حسین س آپ ساکنان حرمین شریفین کی فضیلت کلی کے مدعی ہین بتائیے کہ ہر صفت مین اُنکو افضل جانتے ہین یا کسی وصف خاص مین محمد حسین

آپ نے فضیلت کلی سے کیا مراد لیا ہی اور صفت خاص کسکو کہتے ہین اور اس مسئلہ مین کس دلیل سے آپ تمسک کرتے ہین محمد حسین - ج مین صفت کلی کی شرح کر چکا ہون کہ علم فہم تقوی فضل سکونت کو مین صفت کلی سمجھتا ہون اور صفت خاص سے میری مراد ان صفات مین ایک صفت ہی اور تمسک کرنا آپ کا کام ہی جس دلیل سے آپ تمسک کرین گے مین اُسکا جواب دونگا کیونکہ مین مدعی ہون اور مدعی کا کام تمسک کا جواب دینا ہی نہ کہ تمسک کرنا ج جبتک آپ ادلۂ شرعیہ مین سے کوئی دلیل منظور نکرین گے اُسوقت تک جواب متعذر ہی کیونکہ خصم جس دلیل کو تسلیم نہین کرتا اُسکا بیان بیفائدہ ہی اسلیے آپکو لازم ہی کہ اپنا متمسک بیان کرین تاکہ جواب دیا جائے اور کل جو آپ نے آیت قرآنی مذمت عرب و اہل مدینہ مین بیان کی تھی اُس کو آپ آج بھی سند جانتے ہین یا نہین ج میرے سامنے دلیل پیش کرنے کی اُسوقت ضرورت ہو گی جب مین آپکے دعوے فضیلت کا منکر ہونگا اور چونکہ ابھی محل نزاع مقرر نہین ہوا اور سرا پا تسلیم پایا نہین گیا لہذا ابھی دلیل پیش کرنے کی بھی ضرورت نہین ہی ہو سکتا ہی کہ مین آپکے دعوے فضیلت کو مان لون جب مین آپ کے دعوے سے انکار کر دونگا تو دلیل طلب کرونگا اُس وقت آپکو اس دریافت کرنے کا حق حاصل ہوگا کہ تم کیسی دلیل کے طالب ہو اور مین نے کل جو آیت بیان کی تھی وہ اُن منافقین کی مذمت کی دلیل تھی جو زمانۂ نبوی مین تھے اسی لیے مین نے یہ بھی کہدیا تھا کہ مکی اور مدنی کئی قسم کے ہین ایک وہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے کافر تھے دوسرے وہ جو آپ کے زمانے مین کافر تھے اور مین نے کہا تھا کہ زمانۂ نبوی مین بھی منافق موجود تھے اسی دلیل مین مین نے وہ آیت پیش کی تھی اور ابتک مین اپنے اُس قول پر قائم ہون اور اُن منافقین کی مذمت مین اُس آیت کو دلیل مین پیش کرتا ہون - محمد حسین - ج آپ نے کل جو آیت ہمارے مقابلے مین پیش کی تھی اگر اُس سے آپکی وہی مراد تھی جو اب آپ کہہ رہے ہین تو ظاہر ہی کہ آپ خطا سے فاحش اور عظیم غلطی مین گرفتار ہوے کیونکہ ہمنے مقابل مین جو حدیثین بیان کین تھین اُن کا یہ مضمون نہ تھا کہ تقرر اور نصرت اسلام کے قبل فضیلت کا ثبوت ہو اگر آپ اُس سے یہی مطلب سمجھے تھے تو یہ بات علما اور اہل فراست سے بہت بعید ہی اور اگر آپکی مراد بعد تقرر اسلام کے ہو تو اس سے احادیث نبوی کی تکذیب لازم آتی ہی اللہم سب کو ایسے افعال سے بچائے چونکہ آپ

کئی دن سے فضیلت ساکنین حرمین شریفین کا انکار کر رہے تھے اس لیے آپ سے دریافت متمسک
کی ضرورت ہوئی آپ نے بذریعہ تحریر مجھسے دریافت کیا تھا کہ تم کس زمانے کے لوگونکی فضیلت
کے مدعی ہو اس لیے مین نے مفصل جواب دیا تھا اور تقسیم بیان کی تھی مین ہرگز یہ نہین کہتا کہ
احادیث کے مضمون سے جو فضیلت ثابت ہے وہ مسلم نہین ۔ اور تقرر کی حد آپکو بیان کرنا چاہیے
کہ کب سے وہ تقرر پایا گیا جب آپ حد بیان کر دین گے اُسوقت میرا اقرار خواہ انکار آپ کو معلوم
ہو جائے گا پہلے ہی سے آپ کیون فرماتے ہین کہ تم تقرر اسلام کے بعد مدینۂ منورہ مین منافقون
کا وجود تسلیم کرتے ہو جو احادیث کے خلاف ہے مین جس کا پہلے منکر تھا اب بھی منکر ہون اور جسکا
پہلے مقر تھا اب بھی مقر ہون ۔ آپ فضیلت کا تعین کر دین کہ کس فضیلت کے مدعی ہین ہو سکتا
ہے کہ مین بھی اُسکا منکر نہ نکلون جب مین اُسکا منکر نکلون تو آپ لائق تمسک دلیل مجھسے طلب
کرین ج نہایت تعجب خیز امر ہے کہ جب آپکے سامنے فضائل کی حدیثین بیان کی گئین جو صراحۃً
اس بات پر دلالت کرتی تہین کہ نفاق اور کفر کا زمانہ مراد نہین ہے تو اُسکے جواب مین ایسی آیت
کا پیش کرنا کھلی ہوئی غلطی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ فضیلت سکان حرمین کا دعوی تقرر اسلام و استیلاء
کے بعد ہے نہ زمانۂ کفر و نفاق مین اور اب جو آپ اپنے کل والے ادعا سے وجوہ پیدا کر کے
انکار کرتے ہین تو ہم بھی اس انکار کو توبہ قرار دیئے لیتے ہین الانکار من الخطاء توبۃ کیونکہ خطا
سے انکار کرنا بھی توبہ ہے اور سکان حرمین شریفین کے فضائل بالفعل بھی جو احادیث سے ثابت
نہین کیے کئی قسم کے ہین لیکن اس مناظرے مین مدعا اور مقصود یہ ہے کہ جب علماے دیار و
امصار کا کسی مسئلہ مین اختلاف ہو تو علماے حرمین کا قول قابل استناد ہے چنانچہ مجموعۂ احادیث مشتملۂ
استفتا جو پیش کیا جاتا ہے خود اسپر شاہد عادل ہے ج آپ نے دعوی عام کیا تھا اور دلیل خاص
و فضیلت زمانۂ تقرر اسلام کی لائے تھے لہذا مین نے آپکے عام دعوے کے مقابلے مین تقسیم کی
اور عام کے انھین افراد کو توڑا اور مین نے جو آیت پیش کی تھی وہ آپکے عام دعوے کی مقابلہ
مین تھی نہ خاص احادیث کے مقابلے مین پس آپ کا یہ سمجھنا کہ ہماری احادیث کے سامنے
آیت پڑھی آپکی سمجھ کی غلطی ہے اور وہ اسوجہ سے ہوئی کہ آپ نے دعوے مین ابہام اور تعمیم سے
کام لیا تھا خیر جب آپنے اس دعوے ہی سے رجوع کیا تو اب یہ ذکر ہی بیکار ہے لیکن آپ نے جو بے

دعوی کیا ہی کہ منصفی کے لیے علمای حرمین افضل ہین اس مین اولا یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کس زمانہ کے لوگ اس فضیلت خاص کے مستحق ہین یعنے زمانۂ نبوی کے یا قرون ثلاثہ کے یا اس زمانے کے یا ہر زمانے کے لوگ جب آپ اسکا تعین کر دین گے تو دیکھا جائے گا کہ آپکا فتوی مثبت دعوی ہی یا نہین۔

ج ہمارا پہلا دعوی یہ ہی کہ اسوقت دفع اختلاف کے لیے علماے حرمین کو منصف قرار دینا چاہیے۔ شرائط مشمولہ مسل (جو انعقاد شرائط سے پہلے عدالت مین داخل کیے گئے تھے) کی تیسری شرط اسیر شاہد عادل ہی جو بجنسہ درج ذیل ہی شرط سوم گفتگو کے بعد اگر تکرار باقی رہے تو یا آپ علمای حرمین کو منصف قرار دین یا عموماً تمام سکان حرمین کی مذمت کا فتوی دین ج بیشک آپ نے اپنی شرط مین علماے حرمین کو منصف قرار دینے کا ذکر کیا تھا مگر دعوے کے وقت آپ عموماً ساکنان مکہ کی فضیلت کے مدعی ہوے یہ کھلی ہوئی بات ہی کہ شرط اور شی ہے اور مشروط دعوی اور شی ہے یہ لازمی بات نہین ہی کہ شرط مین فضیلت علما کی تصریح ہونے سے مشروط مین بھی وہی تصریح سمجھی جائے خصوصًا جبکہ الفاظ دعوے مین تعمیم ہو۔ اس سے ہر کہ ومہ پر ثابت ہوگیا کہ آپ اپنے عام دعوے سے رجوع کرتے ہین مین اسکا انصاف ناظرین پر چھوڑتا ہون لیکن آپ نے میری بات کا اب بھی جواب نہین دیا کہ احادیث فتوے سے جن لوگون کی فضیلت ثابت ہی آپ کن لوگون کو اسکا محل قرار دیتے این ہر زمانہ کے یا قرون ثلثہ کے یا آجکل کے لوگون کو اور مجھسے درخواست کی کہ تم منصفی علماے حرمین منظور کرو ورنہ انکی مذمت مین فتوی لکھو جب آپ تعین کرین گے تو مین اگر اس تعین کو قابل تسلیم سمجھون گا تو مان لونگا ورنہ عذر کرونگا مین سائل ہون ابھی آپ اپنے محل دعوے کا انکار یا اثبات مجھسے کیون چاہتے ہین آئندہ جواب بحرف واحد دیجیے کہ آپ کن لوگون کی منصفی کو احادیث سے ثابت کرتے این جانبین کی عبارت کو منصف تحقیق کریگا اور جو کچھ آپ نے لکھا ہی لاطائل کلام ہی جس امر کے آپ مدعی تھے اسکی دلیل ابتک پیش نہ کرسکے۔

ج مین عرض کرتا ہون کہ ہر شخص کے کلام لاطائل کی تحقیق ضرور ناظرین کے سپرد ہونا چاہیے آپ مدعی بنا کر مجھسے دلیل طلب کرتے این میری سمجھ مین ابتک نہین آیا کہ میری اس تحریر مین وہ کون لفظ ہی جس نے آپکو میرا مدعی ہونا بتادیا براہ مہربانی اسپر نشان دیجیے۔ مین تو ابتک سائل ہون دلیل آپکو پیش کرنا چاہیے چنانچہ آپ نے ایک فتوی بھی مجھے دکھایا تھا جس کو اب آپ چھپاتی ہین

پہلے آپ تعیین دعوی کرین اور اُسپر اسی فتوے کی ایک حدیث بطور شاہد پیش کرین پھر مجھسے دریافت فرمائیے کہ تو اسے مانتا ہی یا اسپر منع یا معارضہ پیش کرتا ہی ج بیشک کلام لاطائل کی تحقیق ناظرین کے سپرد کرنا صریحی انصاف ہی اب مجھے ضرورت پڑی کہ آپکے کلام کے لاطائل ہونے کے وجوہ بھی بیان کرون تاکہ ناظرین آگاہ بھی ہو جائین وجہ اول آپ کا یہ قول (لیکن جب آپ نے دعوی کیا تھا تو آپ عام ساکنان مکہ معظمہ کی فضیلت کے مدعی تھے) محض بے سند ہی بلکہ اول ملاقات کے وقت جو سردار صاحب کے سامنے ہوئی تھی اور شرائط جانبین الگ الگ سردار صاحب کے حوالہ کیے گئے تھے اور ہماری تیسری شرط منجملہ شرائط ستہ کے یہ تھی (شرط سوم گفتگو کے بعد اگر تکرار باقی رہے تو انفصال کے واسطے علماے حرمین منصف مقرر کیے جائین) اسکو آپ نے نامنظور کیا بلکہ سکان حرمین کی شان مین بے تہذیبی کے کلمات مثل فاسق وغیرہ کے کہے اور مین نے ثبوت فضیلت ساکنان حرمین مین کئی حدیثین پیش کین اور کہا کہ ان احادیث کے لحاظ سے ہم علماے حرمین کو منصف قرار دیتے ہین اُسکے جواب مین چند واقعے بیان کر دینے کے سوا آپ کوئی حدیث پیش نکر سکے دوسرے دن تھانہ دار اور سردار صاحب کے سامنے مجمع عام مین وہی شرط شروع ہوئی اُس روز بھی آپ مذمت سکان حرمین کے مدعی ہوے مین نے کھڑے ہوکر اُسی مجمع مین فضائل کی حدیثین بیان کین آپ نے اُسکے جواب مین آیات الاعراب اشد کفرا ونفاقا الخ اور ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق وغیرہ پڑھے اور استدلال مذمت سکان حرمین مین چند واقعے بتائے مین نے تھانہ دار اور سردار صاحب کے سامنے متواتر آپ سے بالتجا کہا کہ ان آیات کو اگر آپ مثبت مذمت اہل حرمین جانتے ہین تو تحریر فرما دیجیے مگر آپ نے کسی طرح نمانا۔ وجہ دوم اور آپکا قول (شرط اور شی ہے اور مشروط اور شی ہی) بیشک صحیح ہی لیکن شرط مذکور مسائل مختلفہ مین بحث کے لیے کیگئی تھی جب جانبین نے اُس شرط کو مبحث قرار دیا تو بعینہ وہی شرط دعوی ہوگئی پس اس دعوے کا غیر شرط ہونا محالات سے ہے لان سلب الشئی عن نفسہ محال وجہ سوم اور آپکا قول (کہ دعوے کے الفاظ مین تعمیم ہوئی) افتراے محض ہی اگر آپکے نزدیک افترا نہین ہی تو اُن الفاظ پر نشان دیجیے۔ وجہ چہارم آپ کا قول (کہ آپ نے میری بات کا جواب نہین دیا کہ آپ کن لوگون کو آہ) تعجب خیز ہے کیونکہ ہماری عبارت سراسر تعیین مدعا پر دلالت کرتی ہی۔ ہان اگر تعین مدعا کسی جسم کا نام ہو تو اُسے حاضر کرون

توجہ نجم آپ کئی روز مذمت سکان حرمین کا ورد کر رہے تھے مگر جب دلیل طلب کی گئی تو اُسے اجنبی بات کہنے لگے آپ لکھتے ہین کہ تجھے دلیل پیش کرنا لازم ہی بیشک بجا اور بالکل درست ہی مین تو دور وز سے برابر دلیل پیش کر رہا ہون آپ کی سمجھ مین نہ آئے تو مین کیا کرون ہان یہ تو فرمائیے کہ آپ جو زبانی مذمت اہل حرمین کے مدعی ہین اور دلیل پیش نہین کرتے کیا یہ بعید از مناظرہ نہین ہی کیونکہ مناظرے مین یہ شرط نہین ہی کہ زبانی دعوے پر دلیل بیان نکرنا چاہیے اور کئی جگہ آپ نے اپنے کو سائل سے تعبیر فرمایا ہی حالانکہ علم مناظرے مین سائل اُسے کہتے ہین جو دلیل قائم ہونے کے بعد مدعی کا مقابلہ کرے اقامت دلیل کے بعد دعوے کا تسلیم کرنا سائل کی شان نہین ہی رشیدیہ مین ہی السائل من نصب نفسہ لنفی الحکم معلوم ہو کہ آپ کا سائل ہونا کس علم سے مستنبط ہی مہربانی فرماکر اب مذمت کی دلیل پیش فرمائیے اور فضیلت کی دلیل بھی جو آپکے سامنے کئی بار پیش ہو چکی ہے نقل کر کے دونون دلیلین منصف کے پاس فیصلہ کے لیے بھیجی جائین ہر مسلمان کو لازم ہی کہ صدق کو نہ چھوڑے ج جب کلام لاطائل کا الصاف آپ نے ناظرین کے سپرد کر دیا تو اب اُسکے وجوہ لکھنا بھی لاطائل امر تھا اُسکا جواب ضروری نہ تھا مگر محض اس خیال سے جواب لکھا جاتا ہی کہ ناظرین ایک طرفہ بات سنکر دھوکا نہ کھائین۔ جواب وجہ اول باوجود اسکے کہ آپ نے فضائل مدینہ پڑھے ہین اور شرط ثالث مین منصفی علما کو چاہتے تھے مگر آپ کا دعوی یہ تھا کہ مکہ معظمہ وہ جگہ ہی جہان کوئی خبیث بننے نہین پاتا وہان سب اچھے ہی لوگ ہوتے ہین جس کے مقابلہ مین مین نے تقسیم کی اور کہا کہ حرمین پر کئی زمانے آئے ہین جیسے نبوت یا ہجرت سے پہلے کا زمانہ جس مین کفر ظاہر تھا پھر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ کہ اُسوقت بھی منافق موجود تھے جس مین آیت مذکور پڑھی تھی پھر وہ زمانہ جو آپکے بعد ہوا اُس مین بھی بعض اطراف کے لوگ مرتد ہو گئے جنکو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مارا اور بعض نے اجلہ صحابہ جیسے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو شہید کیا پھر خلفا کے بعد کا زمانہ ہوا جس مین یزید پلید کے لشکر سے مدینہ منورہ مین بیجا حرکتین سرزد ہوئین جیسے زنا قتل وغیرہ اور مکہ مین عبد الملک نے چڑھائی کی ان دلائل سے مین نے آپکے اُس عام دعوے کو توڑا کہ وہان سب اچھے ہی لوگ ہوتے ہین میرا صریح کلام یہ ہی کہ وہ ہمارے دین و ایمان کا رکن ہی مگر وہان ہمیشہ سبھی لوگ یکسان نہین رہے اب فرمائیے آپکی درخواست منصفی سے یہ کہان لازم آتا یا سمجھا جاتا ہی

کہ آپ نے فضائل ساکنان حرمین بیان کرتے وقت علما اور فضلا کی قید لگا دی تھی اور مین نے
جو آیتین اُسوقت منافقون کی مذمت مین بیان کی تھین محض اس وجہ سے نہین لکھین کہ جب
مشروطا اور مبحث ہی کا تقرر ابھی نہین ہوا تو ان آیتون کا ابھی لکھنا قبل از وقت ہی۔ اب جسوقت آپ
اپنے دعوے کا ثبوت لکھ چکین گے اور مجھے آپ کے خلاف دعوی ہوگا تو پھر وہی آیتین لکھونگا
جواب وجہ دوم یہ شرط اگرچہ بعد کو ایک دعوی ہو گئی ہے مگر پہلے دعوے کے مغائر تھی۔ جواب وجہ
سوم آپ کا افترا کہنا خود ہی افترا ہی کیونکہ زبانی گفتگو مین نشان کیونکر دیا جاسکتا ہی۔ جواب وجہ چہارم
آپ کی تمام تحریر مین کسی جملہ سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ آپ کس زمانے کے ساکنان حرمین کے
فضیلت کی قائل ہین اگر آپکی تحریر مین کہین ہی تو براہ مہربانی اُس مقام کی ایک سطر تحریر فرمائیے
جواب وجہ پنجم مین عموماً ساکنان حرمین شریفین کی مذمت کا مدعی نہین ہوا تمام حاضرین مجلس
جانتے ہین کہ مین اسکا قائل ہون کہ وہان اچھے بُرے دونون ہین اُس مقام کے اچھے ہونے
سے البتہ یہ لازم نہین سمجھتا کہ وہانکے سب رہنے والے بھی اچھے ہون اور میرا یہ کہنا بھی بطور دعوے
کے نہ تھا بلکہ آپکے دعوے پر نقض وارد کرنے کے لحاظ تھا وہ زبانی گفتگو تھی اور جب سی تحریری
گفتگو شروع ہوئی ہی مین کسی امر کا مدعی نہین ہوا آپ سے تعین دعوی اور اُسکی دلیل کا سوال
کرتا ہون اور اسپر آمادہ ہون کہ جب آپ دعوی متعین کرکے اُسپر دلیل پیش کرین گے تو اگر وہ دلیل
قابل تسلیم ہوگی مان لونگا ورنہ رد کرونگا اس اعتبار سے مین سائل مصطلح ہوسکتا ہون فرمائیے جب
آپکے دعوے کے رد کرنے پر آمادہ ہو گیا تو سائل ہوا یا نہین اسکے علاوہ آپ نے جو سائل کی تعریف
تحریر فرمائی ہی بیشک صحیح ہی مگر یہ تعریف سائل مصطلح فن مناظرہ کی ہی اور اصطلاح لغت مین ہر بات
پوچھنے والے کو سائل کہتے ہین جیسا کہ میرا سوال اول اسی اطلاق سے سوال ہوسکتا ہی یہ جو آپ نے
کہا ہی کہ دلیل قائم ہونے کے بعد دعوے کو تسلیم کرلینا سائل کی شان سے نہین ہی معلوم نہین میری
کس بات کا جواب ہی بلکہ یہ آپ ہی کے اعتراض کا جواب ہوا اگر آپکے کلام کے ضمیمہ کو دیکھتا ہون تو
اُس مین بھی مجھے کئی وجہ سے کلام ہی گر مین یہان پر اس نوعی بحث کو چھیڑنا فضول سمجھتا ہون اسی
لیے جب آپ نے السائل من نصب اہ مین نصب کو سین سے پڑھکر نسبت کرکے اُسکا ترجمہ کیا تھا
[illegible] سے درگذر کرکے زبانی آپکو اس غلطی پر متنبہ کر دیا تھا اور آپ ہی کے قلم سے سین کو صاد بنوا دیا

اگر مجھے لفظی بحث منظور ہوتی تو اسوقت چپ رہتا اور آپکی تحریر کے جواب مین تفصیل اور تطویل کرتا یہ آپکے وجوہات کے جوابات تھے اب مطلب کی بات کا جواب دیتا ہون آپ نے پھر دلیل پیش نہ کی اور مجھ سائل ہی سے دلیل مانگی آپ فرماتے ہین کہ ہم دو تین دن سے دلیل پیش کر رہے ہین یہ آپکی بڑی دلاوری ہی کہ بر خلاف واقعہ بیان کر رہے ہین اسکی کیا مثال دون شرم آتی ہی مین دلیل مانگتا ہون آپ اپنے فتوے اپنے ہاتھ مین رکھکر دور سے دکھاتے ہین گو تمام لوگ یہانتک کہ سردار صاحب بھی کہ رہے ہین کہ آپ فتوے دین اور اپنے دعوے کا ثبوت پیش کرین مگر آپ فتوی میرے ہاتھ مین نہین دیتے پھر یہ فرمانا آپ کا کیونکر صحیح ہوا کہ ہم دو تین دن سے دلیل پیش کر رہے ہین اور مجھسے مذمت کی دلیل کے طالب ہین مین اس تحریری گفتگو مین مذمت کا مدعی نہین جو پہلے زبانی کہا تھا وہ دوسری بات تھی جسکی تشریح مین جواب وجہ اول مین اچھی طرح کر چکا ہون برائے خدا اب ہٹ چھوڑیے اور دلیل پیش کیجیے۔ اگر اب بھی آپ نے لاطائل باتین کین اور دلیل نہ پیش کی تو مین اُنھین لائق جواب نہ خیال کرون گا اسکا انصاف ناظرین ہی کرین گے اور اگر اس مسئلہ مین سوائے قیل وقال کے آپکو کچھ نہین آتا تو کسی اور مسئلہ مین بحث کیجیے جیسے رفع یدین آمین بالجہر وغیرہ اور اگر یہ بھی منظور نہین تو میری طرف سے سلام ہو ج کو جواب دینے کی حاجت نہین مگر بنظر فائدہ عام مختصراً جواب لکھا جاتا ہو مینے کہین دعوی نہین کیا کہ ساکنان حرمین قبل اسلام بھی بہتر تھے اگر آپکے نزدیک مین نے یہ دعوی کیا ہی تو تحریری سند پیش کیجیے یا جسطرح مین نے سر خط ثالث پر گواہ پیش کیے ہین آپ بھی گواہ پیش کرین آپ نے جو واقعات قتل حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور یزید پلید کے پیش کیے اُنکا احادیث نبویہ کے مقابلہ مین جیسے ان الدین لیارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی جحرھا وغیرہ کے جو صحاح اور مشکوۃ مین موجود ہین پیش کرنا شان محمدیہ سے بعید ہو آپ تو فرماتے ہین کہ ہمارے نزدیک قرآن حدیث اجماع کے علاوہ کوئی دلیل نہین ہے پھر واقعات کے بیان کرنے سے کیا فائدہ اسکے علاوہ ان واقعات سے سوا اسکے اور کچھ ثابت نہین ہوتا کہ ساکنان حرمین شریفین مظلوم تھے یعنے عبد الملک وغیرہ نے حرمین پر چڑھائی کر کے ساکنان حرمین کو بہت ستایا ان شدائد سے بھی عند اللہ اُنکی فضیلت ہی ثابت ہوئی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو اشد البلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل اور یہ ظاہر ہی کہ ہم اُنکی معصومیت کے

مدعی نہین ہوے جس سے ہمپر کوئی اعتراض وارد ہو سکے اور آپ نے ساکنان حرمین کی مذمت
مین جو حدیث حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے زنا کرنے کی بیان فرمائی تھی جو درحقیقت صحابہ رضی اللہ عنہم
پر طعن تھا جسکے جواب مین مین نے کہا تھا کہ مین اُنکی معصومیت کا مدعی نہین ہون اب آپ فرماتے
ہین کہ وہان بعض اچھے بھی ہین اگر ان سے علما مراد ہین تو ان کی منصفی سے انحراف کیون ہی اگر علما
مراد نہین ہین تو قرآن یا حدیث سے سند پیش کیجیے۔ اگر آپ نے اپنی عبارت مین دعوے سے عام
فضیلت مراد لی ہی تو اُسکا ہماری شرط ثالث سے مشروط ہونا محالات سے ہی للزومہ شرطیۃ الشئ
لنفسہ ولغیرہ اور اگر پھر بھی کچھ شبہہ باقی رہے تو ان اللہ علی کل شئ قدیر کو اچھی طرح سمجھیے آپ
جو فرماتے ہین کہ دعوے سے اپنے دعوی تقریر عام آپکا مراد لیا ہی باوجودیکہ یہ افترا ہی لیکن مجھے کامل
سند ملگئی کہ اب آپ دعوی تقریر کے سند ہونے کے مقر ہوے اب آپ کو لازم ہوا کہ اپنے دعوے
مذمت تقریری کی دلیل پیش کیجیے آپ نے ہمسے تعین دعوے کا نشان مانگا ہی ہم بتاتے ہین کہ ہماری
تحریر مین لکھا ہی کہ ہمارا اول دعوی یہ ہی کہ جھگڑا فیصل کرنے کے لیے علماے حرمین کو منصف قرار دینا چاہی
لفظ سائل لفظ مدعی کے مقابل مین اطلاق کرنا مدعی کی لغویت کو لغو کرتا ہی اور یہ کہنا کہ شاید مین ہان
لون آپکے سائل ہونے کو باعتبار مایؤل الیہ کے باطل کرتا ہی ورنہ ہر محارب کو قتیل کہنا اگرچہ وہ مقتول
نہو درست ہونا دھوکا نری اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہی کہ مین نے سین کو صاد بنوایا کیا آپ حلفا کہدینگے
کہ جب آپ نے میری تحریر سے نقل کی تھی تو اُس مین سین تھا واہ جناب اُس مین تو بہت صاف
صاد ہی تھا اور یہ جو آپ فرماتے ہین کہ ہمارے ہاتھ مین فتوی نہین دیتے یہ مناظرے کی کس کتاب مین
ہی کہ جو شخص زبانی اپنے دلائل بیان کر چکا ہو اُسے یہ بھی ضروری ہی کہ تحریر بھی خصم کو دے جب آپنے
بمقابلہ احادیث فضیلت کے جو مین نے مجمع عام مین پڑھی تھین معارض بنکر اپنے خیال کے موافق ثابت
کے دلائل پیش کیے بس تحریر دلائل واسطے ملاحظہ منصف کے ضرور درکار ہی اور ہم کئی دن سے کہ رہے
ہین کہ آپ مذمت کا فتوی مدلل کر کے پیش کرین تاکہ دونون شامل مسل ہو کر منصف کے پاس روانہ
کیے جائین۔ اگر آپ فتوی مذکور ندینگے تو ہم اپنا فتوی شامل مسل کر کے منصف کے پاس بھیجدینگے
والسلام ۔ مدعی فضیلت ساکنان حرمین شریفین مولوی عبد العزیز صاحب ۔ سائل مقابل ۔ مولوی محمد حسین
صاحب لاہوری **جھگڑے کا خلاصہ یہ ہے** کہ مدعی نے فضیلت ساکنان حرمین کا دعوے

کیا سائل نے جواباً کہا کہ وہان کے لوگ منافق اور کافر بھی تھے چنانچہ آیت قرآنی ومن اھل المدینۃ مردوا علے النفاق اور آیت الاعراب اشد کفرا ونفاقاً میرے قول پر شاہد ہی مباحثہ کے دن سائل نے پوچھا کہ آپ کلی فضیلت کے مدعی ہین یا کسی وصفِ خاص مین مدعی نے پوچھا کہ فضیلتِ کلی اور وصف سے آپکی کیا مراد ہی اور آپ اس مسئلہ مین کس دلیل سے تمسک کرینگے سائل نے صراحت کی کہ فضیلت کلی اُس فضیلت کو کہتے ہین جو ہر وصف مین ہو جیسے علم فہم تقوی فضل سکونت وغیرہ اور وصف خاص سے مراد ان اوصاف مین سے کوئی ایک صفت ہی پھر کہا کہ میرا تمسک کرنا آپ کو ابھی کہان معلوم ہوا کیونکہ مین تو سائل ہون آپ مدعی ہین جس دلیل سے آپ تمسک کرینگے مین اُسکا جواب دونگا مدعی نے کہا جبتک ادلہ شرعیہ مین سے آپ کسی دلیل کو منظور نہ کرلین گے مین جواب نہ دونگا اس لیے آپکو چاہیے کہ اپنا تمسک بیان کرین تاکہ اُسکا جواب دیا جائے اور آپ نے مذمت عرب اور مذمت اہل مدینہ مین کل جو آیت پڑھی تھی اُسکو اب بھی آپ سند مانتے ہین یا اُس سے رجوع فرماتے ہین سائل نے کہا میرے سامنے دلیل پیش کرنے کی اُسوقت ضرورت ہوگی جب مین آپکے دعوے فضیلت سے انکار کرونگا اور چونکہ ابھی تک محل نزاع مقرر نہین ہوا ہی اور میرا انکار یا تسلیم مانا نہین گیا ہی اس لیے ابھی دلیل پیش کرنے کی حاجت نہین ہی ممکن ہی کہ مین آپکے دعوے کو مان لون جب مین آپکے دعوے کا منکر ہوجاؤن اُسوقت آپ دریافت کرین کہ تم کونسی دلیل مانگتے ہو اور کل مین نے جو آیت دلیل مین پیش کی تھی وہ اُن لوگون کی مذمت مین تھی جو حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے زمانے مین منافق تھے اسی لیے مین نے تقسیم بھی کردی تھی کہ مکہ اور مدینہ کے لوگ کئی قسم کے ہین ایک وہ جو حضور خاتم الانبیا علیہ التحیۃ والثنا کے پہلے کافر تھے دوسرے وہ جو آپکے زمانے مین کافر تھا اور مین نے یہ کہدیا تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین بھی مدینہ منورہ مین منافق موجود تھے جس پر وہ آیت پیش کی تھی مدعی نے کہا کہ آپ نے مناظرہ مین ہمارے سامنے جو آیت بیان کی تھی اگر اُس سے آپکی وہی مراد تھی جو اسوقت آپ کہ رہی ہین تو آپ سے خطا ہوئی کیونکہ ہمنے فضائل مین جو حدیثین بیان کی تھین اُنکا مضمون یہ تھا کہ نصرت اسلام کے قبل فضیلت کا ثبوت ہو لیس یہ اہل علم سے بعید ہی اور اگر اُس سے آپکی مراد بوجہ تقریر اسلام کے بھی ہو تو اس سے احادیث کی تکذیب لازم آتی ہی اور چونکہ دو تین دن سے آپ برابر

فضیلت کا انکار کر رہے ہین اس لیے آپ سے تمسک دریافت کیا جاتا ہو سائل نے کہا چونکہ آپنے
دعوی معین نہین کیا تھا کہ کس زمانے کے لوگون کی فضیلت کے آپ مدعی ہین اس لیے مین نے
تقسیم اور تفصیل کی تھی اور مین ہرگز یہ نہین کہتا کہ حدیث سے جو بات ثابت ہو وہ مسلم نہین اور تقرر
اسلام کی حد بیان کرنا آپ پر لازم ہو کہ وہ زمانہ کس وقت سے پایا گیا جب آپ حد بیان کرین گے
اُسوقت میرا اقرار یا انکار آپ کو معلوم ہو جائے گا پہلے سے آپ کیون کہتے ہین کہ تم تقرر اسلام کے
بعد مدینہ مین منافقون کا وجود تجویز کرتے ہو مین مطلق فضیلت کا منکر نہین آپ وصف معین بیان
کرین کہ کس فضیلت کے مدعی ہین ممکن ہو کہ مین اُسکا منکر نہون اگر مجھکو اُسکا منکر پاوین
تو آپ قایل تمسک دلیل مجھسے طلب کرین مدعی نے کہا کیا عجب العجاب ہے کہ آپ کے
سامنے فضائل کی حدیثین بیان ہوئین اور اُنکا مضمون صریحا اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ اس سے
کفر اور نفاق کا زمانہ مراد نہین ہو پھر بھی آپ نے احادیث کے مقابلے مین وہ آیت جو تقرر اسلام کے
قبل والون کی مذمت مین تھی پیش کی یہ آپکی صریح غلطی ہو اور یہ ظاہر امر ہو کہ مین نے جو فضیلت ساکنان حرمین
کا دعوی کیا ہو اُس سے وہ کل ساکنانِ حرمین مراد ہین جو استیلا اور تقررِ اسلام کے بعد ہین وہ لوگ
مراد نہین ہین جو اس زمانہ سے قبل تھے خیر اب چونکہ آپ اپنے ادعاے مذکور سے انکار کرتے ہین لہذا ہم
آپکے اُس انکار کو بجاے توبہ مانے لیتے ہین اور بالفعل بھی ساکنان حرمین کے جو فضائل احادیث
سے ثابت ہین وہ کئی قسم کے ہین لیکن مقصود فقط اسقدر ہو کہ جب ہمارے دیار و امصار کے علما ہین
اختلاف واقع ہو تو اُس وقت افضل اور بہتر یہ ہو کہ فیصلہ کرنے کے لیے علماے حرمین شریفین منصف
قرار دیے جائین چنانچہ احادیث مشتملہ استفتا کا جو مجموعہ پیش کیا جاتا ہو اس امر پر دال ہو سائل نے کہا
چونکہ آپ نے عام دعوی کیا تھا اور دلیل تقرر اسلام کے بعد والے زمانے کی فضیلت خاصہ کی
پیش کرتے ہین تو مین کہتا ہون کہ اُسوقت چونکہ آپ کا دعوی عام تھا اس لیے مین نے بھی عام
سند پیش کی تھی اب چونکہ آپ عام دعوے کو چھوڑتے ہین اسلیے مین آپ کے اس چھوڑنے کو
بجاے توبہ قرار دیے لیتا ہون اور اب جو آپ نے دعوی کیا ہو کہ ہم اس وصف خاص مین مدعی ہین
کہ مقدمات دین مین علماے حرمین منصفی کے لیے افضل ہین اور اس دعوے پر آپ نے احادیث متضمنہ
فتوی پیش کی ہین تو یہ بات بھی تنقیح طلب ہو کہ اس فضیلت کے محل کس زمانہ کے لوگ ہین قرون

ثلثہ کے یا آجکل کے آپ پہلے اسکو متعین کردین توآپ کا فتوی دیکھا جائیگا مدعی نے کہا میرا ابتدا سے یہ دعوی ہی کہ اس زمانہ مین اختلاف کے وقت علماے حرمین شریفین کو منصف مقرر کرنا افضل ہی اس پر ہماری تیسری شرط منجملہ شرائط مشمولہ مسل جو قبل انعقاد شرائط سرکار مین داخل کی گئی تھین شاہد عدل ہی کیونکہ اُس شرط کے نہ ماننے کی وجہ سے یہ بحث شروع ہوئی تھی وہ شرط یہ تھی (شرط سوم بعد گفتگو کے اگر تکرار باقی رہے تو واسطے انفصال کے علماے مکہ اور مدینہ کو منصف قرار دیا جائے) اب آپکو چاہیے کہ یا اُنکی منصفی کو منظور کیجیے یا سکان حرمین علما اتقیا مومنین سبکی مذمت کا فتوے لکھیے سائل نے کہا بیشک آپنے شرط مین منصفی کا ذکر کیا تھا مگر جب آپ نے عام دعوی کیا تو عام ساکنان حرمین کی فضیلت کے مدعی ہوے اور یہ بہت ظاہر بات ہی کہ شرط اور شی ہے اور مشروط جس دعوے کے لیے شرط مقرر کی گئی تھی اور شی ہے یہ ضروری نہین کہ شرط مین فضیلت علما کی تصریح ہونے سے مشروط مین بھی وہی تصریح سمجھ لی جائے اس سے سبکو معلوم ہوگا کہ آپ اُس عام دعوے سے رجوع کرتے ہین خیر مین اس بات کو ناظرین کے انصاف کے حوالہ کر کے مطلب کی بات کہتا ہون وہ یہ ہی کہ آپ نے میری بات کا جواب نہین دیا کہ آپ کن لوگون کو اس فضیلت کا جو احادیث فتوے سے ثابت ہی محل قرار دیتے ہین ہر زمانہ کے لوگون کو یا قرون ثلاثہ کے یا آجکل کے لوگون کو جب آپ اسکو متعین کردین گے تو مین غور کرون گا اگر واقعی وہ لوگ احادیث فتوی کے مصداق ہونگے تو مان لونگا ورنہ عذر کرون گا آپ ابھی مجھ سائل سے اپنے مجمل دعوے کی تسلیم یا رد کیون چاہتے ہین مدعی نے کہا جانبین کی عبارتون کو منصف خود سمجھ لیگا اور یہ جو کچھ آپ کے لکھا ہی لاطائل کلام ہی جس امر کے آپ مدعی تھے اُسکی دلیل پیش کیجیے ورنہ آپکو اختیار ہی سائل نے کہا مین ابھی کہہ چکا ہون ہر شخص کے کلام کا لاطائل ہونا ناظرین کے حوالہ کرنا چاہیے اور آپ جو مجھے مدعی بناتے ہین اور طالب دلیل ہین مجھے بہت تعجب ہی میری تحریر مین کون لفظ ہی جس سے کسی امر مین میرا مدعی ہونا ثابت ہوتا ہی مین تو ابتک سائل ہون البتہ آپ مدعی ہین لہذا آپکو دلیل پیش کرنا چاہیے آپ نے جو فتوی مجھے پہلے دکھایا تھا اب اسے کیون چھپاتے ہین پہلے آپ دعوے کو متعین کر کے اُسپر احادیث فتوی مین سے کوئی حدیث شاہد ٹھہرائیے پھر مجھسے دریافت کیجیے کہ تو اُسے مانتا ہی یا نہین اسکے بعد مدعی نے سائل کے کلام کے لاطائل ہونے کے وجوہ بیان کرنا شروع

کئی بچند وجوہ اولاً سائل کا قول لیکن جب آپ نے دعوی کیا تھا تو عام تھا) محض بے سند ہی کیونکہ جب پہلی ملاقات سردار صاحب کے سامنے ہوئی تھی اور الگ الگ جانبین کے شرائط سردار صاحب کے حوالہ کیے گئے تھے اور ہماری تیسری شرط منجملہ شرائط ستہ کے یہ تھی شرط سوم بعد گفتگو کے اگر تکرار باقی رہے تو اسکے انفصال کے لئے علماے مکہ اور مدینہ منصف مقرر کیے جائین اس شرط کو آپ نے منظور نہین کیا بلکہ سکان حرمین کو فاسق وغیرہ الفاظ سے یاد فرمایا مین نے جواب مین فضیلت کی کئی حدیثین پیش کین آپ نے اُسکے جواب مین بجز چند واقعات بیان کرنے کے کوئی حدیث پیش نہین کی دوسرے روز عام مجمع مین سردار صاحب کے سامنے پھر اُسی شرط پر بحث شروع ہوئی اُس دن بھی آپ اُنکی مذمت کے مدعی رہے مین نے مجمع عام مین کھڑے ہو کر فضیلت کی حدیثین بیان کین آپنے اُسکے جواب مین آیۂ الاعراب اشد کفرا ونفاقا اور آیۂ ومن اهل المدينة مردوا على النفاق کی تلاوت کی اور چند توہین آمیز واقعات بیان کیے (۲) آپ کا یہ قول (شرط اور شی ہے اور مشروط اور شے) حق ہی لیکن شرط مذکور مسائل مختلفہ مین بحث کے لیے کی گئی تھی جب جانبین نے اُسکو مبحث قرار دیا تو بعینہ وہی دعوے کی شرط ہو گئی (۳) آپ کا دعوی (کہ الفاظ مین تعمیم تھی) محض افترا ہی اور اگر آپکے نزدیک افترا نہین ہی تو مسل کے اُن الفاظ پر نشان دیکر بتائیے۔ (۴) آپ کا یہ فرمانا کہ تم نے میری بات کا جواب نہین دیا تعجب خیز ہی کہ میری جو عبارت تعیین مدعا پر صراحۃً دلالت کرتی ہی آپ اُسی کے جواب مین فرماتے ہین کہ تم نے میری بات کا جواب نہین دیا (۵) آپ کئی روز سے ساکنان حرمین کی مذمت کا تو دعوی کر رہے ہین مگر جب آپ سے دلیل مانگی جاتی ہی تو اُسکو اجنبی بات کہدیتے ہین اور اب کئی جگہ آپ اپنے کو سائل سے تعبیر کرتے ہین حالانکہ علم مناظرہ مین سائل اُسے کہتے ہین جو دلیل قائم ہونے کے بعد مدعی کا مقابلہ کرے دلیل قائم ہونے کے بعد اُسے مان لینا سائل کا کام نہین ہی اب آپکو مذمت کی دلیل پیش کرنا ضروری ہی سائل نے کہا وجہ اول کا جواب یہ ہی کہ گو شرط ثالث مین علما کی منصفی چاہی تھی مگر دعوی آپکا یہی تھا کہ مکۂ معظمہ ایسی جگہ ہی جہان کوئی خبیث رہنے نہین پاتا وہان کے سبھی لوگ اچھے ہوتے ہین جسکے مقابلہ مین مین نے تقسیم کی تھی اور کہا تھا کہ مکہ اور مدینہ پر کئی زمانے گذرے ایک قبل نبوت کا زمانہ کہ اُس مین کفر ظاہر تھا پھر خود حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا زمانہ کہ اُسوقت مین بعض منافق موجود تھے

جس پر مین نے آیت ومن اہل المدینۃ مردوا علی النفاق پڑھی تھی پھر جو زمانہ حضرتؐ کے بعد ہوا
اسمین بھی بعض اطراف کے لوگ مرتد ہوگئے تھے پھر خلفا کے بعد کا زمانہ جس مین یزید پلید کے لشکر نے
بیجا حرکتین کین اور مکہ پر عبدالملک نے چڑھائی کی ان دلائل سے مین نے آپکے دعوے کو توڑا تھا
اور وجہ دوم کا یہ جواب ہی کہ گو بعد کو شرطا ایک دعوی ہوگئی تھی مگر دعوے اول کے مغایر بھی اور وجہ سوم
کا یہ جواب ہی کہ آپکا افترا کہنا محض افترا ہی کیونکہ جس مین عام دعوی تھا وہ زبانی گفتگو تھی مسل کب تھی
جس پر نشان دیا جائے مسل تو بعد کو ہوئی ہی جس مین سکان حرمین کی فضیلت کی منصفی کے باب
مین مدعی ہوے اور وجہ چہارم کا جواب یہ ہی کہ آپکی تمام تحریر مین کسی لفظ سے اسکا پتہ نہین چلتا
کہ آپ ہر زمانہ کے ساکنان حرمین کے منصفی کو بہتر جانتے ہین یا قرون ثلثہ یا آجکل کے لوگونکو
منصفی مین بہتر جانتے ہین اور وجہ پنجم کا جواب یہ ہی کہ مین عام ساکنان حرمین کی مذمت کا
منکر نہین ہوا تمام حاضرین اسکو جانتے ہین بیشک مین نے یہ ضرور کہا کہ وہان اچھے برے سب
ہوتے ہین تو یراب بھی کہتا ہون کہ اُس جگہ کے اچھے ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہانکے سب رہنے
والے بھی اچھے ہون اور میرا یہ کہنا بھی دعوے کے طرز پر نتھا بلکہ بطور نقض کے تھا اور جب سے تحریری
گفتگو شروع ہوئی ہین کسی امر کا مدعی نہین ہوا آپ سے تعین دعوی اور دلیل کا سوال کرتا ہون۔ لغت
مین ہر پوچھنے والے کو سائل کہتے ہین لہذا بلحاظ لغت مجھپر سائل کا اطلاق ہوسکتا ہی اور یہ جو آپ
فرماتے ہین کہ مین دو تین روز سے دلیل پیش کرتا ہون بڑی دلاوری کی بات ہی کہ خلاف واقع
اظہار کرتے ہین جب مین دلیل مانگتا ہون تو آپ اپنے فتوے کو اپنے ہاتھ مین رکھکے دور سے دکھا
دیتے ہین جب مین کہتا ہون کہ فتوی مجھے دیجیے تا کہ مین اُسے مان لون یا رد کرون تو آپ فتوی
نہین دیتے۔ پھر مدعی نے کہا کہ مین نے تحریرا یا تقریرا یہ دعوی نہین کیا کہ تقررا اسلام سے پہلے
بھی ساکنان حرمین بہتر تھے اور قتل حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ یا لشکر یزید کے
نالشائستہ حرکات کا بیان کرنا شان محمدیہ سے بعید ہی جب آپ کہتے ہین کہ ہمارے نزدیک قرآن حدیث
اجماع صحابہ کے علاوہ کوئی دلیل نہین ہی تو واقعات بیان کرنے سے کیا حاصل اسکے علاوہ ان
واقعات سے اہل حرمین کی مظلومیت کے سوا اور کوئی بات ثابت نہین ہوتی اور یہ ظاہر ہی کہ ہم
اُنکی عصمت کے مدعی نہین ہوئے اگر ہم اُنکی عصمت کے مدعی ہوتے تو ہمپر کوئی اعتراض لازم

آسکتا اور اب جو آپ یہ فرماتے ہین کہ وہان کے بعض لوگ اچھے ہین تو اُنکی منصفی سے کیون انحراف کیا اور ابتدا سے ہمارا دعوی یہی ہو کہ اسوقت جب اختلاف کے وقت تکرار باقی رہجائے تو فیصلہ کرنے کے لیے علماے حرمین کو منصف مقرر کرنا چاہیے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاتھ مین فتوے نہین دیتے تو یہ بھی بتا دیجیے کہ مناظرہ کی کس کتاب مین ہو کہ جو شخص اپنے دلائل زبانی بیان کرے اُسے یہ بھی ضرور ہو کہ اُن دلائل کو لکھکے بھی خصم کو حوالہ کرے **تقریر فیصلہ** چونکہ متخاصمین اس سراپا تقصیر کے انصاف اور محاکمہ پر راضی ہوے ہین اس لیے یقین ہو کہ مین جو امر انصافا بلالحاظ احد الجانبین تحریر کرونگا اُسکو دونون پسند فرمائین گے اور نظر غائر اور فکر وافر کے بعد میری تحریر کو محض انصاف اور اظہار حق تصور فرمائین گے بناءً علیہ امتثالا للامر مین انصاف کی طرف متوجہ ہوتا ہون اور امر مکنون کو ظاہر کرتا ہون مخفی نرہے کہ متخاصمین کی تقریرات زائدہ سے جو داب مناظرہ سے بمراحل دور ہین قطع نظر کرکے تقریرات طرفین کے معائنہ سے جو امور واضح ہوے اُنکو درج صحیفۂ ہذا کرتا ہون (۱) پہلے مدعی کو لازم تھا کہ دعوے کی تنقیح کماحقہ کرتا اور دعوی فضیلت سکان حرمین کا علی سبیل التعین عموماً یا خصوصاً کرتا اور سکان کی تقیید علما کے ساتھ اور فضیلت کا تعین کہ غرض باب انصاف مین ہو اور زمانۂ فضیلت کا تعین کرتا تاکہ سائل کو تطویل بحث کا موقع نہ ملتا اور بوجہ صرف ہو جانے زمانۂ تقریر کے امور غیر مقصود مین امر مقصود فوت نہوتا (۲) گو مدعی نے زبانی عام دعوی کیا مگر قرائن حالیہ و مقالیہ تقریرات سابقہ و شرائط سالفہ کے لحاظ سے یہ امر بدیہی ہو کہ غرض اُسکی اثباتِ فضیلتِ علماے حرمین تھی اسلامِ مسلم دلیل قاطع ہو اس امر پر کہ وہ کفار اور منافقین اہل حرمین کو افضل نہین کہہ سکتا اور عاقل کی عقل اس امر کی مقتضی ہو کہ یہ دعوی مجنون زندیق یا ملحد کے سوا کسی سے نہین ہو سکتا پس گو مدعی کا دعوی عام ہو جو جملہ ساکنان حرمین کو شامل ہو مگر قرائن واضحہ عقلیہ اس امر پر دال ہین کہ وہ تقررِ اسلام کے بعد ساکنان حرمین کے ساتھ خاص ہو بلکہ ساکنین مسلمین کے ساتھ بلکہ علماے مسلمین حرمین کے ساتھ خاص ہو علی الخصوص مابین متخاصمین کے اس تقریر کے قبل مذاکرہ مشروط ہو چکا تھا اور شرط ثالث مین یہ مضمون مندرج تھا کہ گفتگو کے بعد اگر تکرار باقی رہجاے تو انفصال کے لیے علماے مکہ و مدینہ منصف مقرر کیے جائین۔ گو وہ شرط محل بحث واقع ہو گئی اور مباحثہ کے وقت مدعی نے مطلقا دعوی کیا لیکن قرینہ سابقہ سے ظاہر ہو کہ اس دعوے سے اُسکی

غرض اُسی شرط کا اجرا تھا لہذا اُسکا دعوی خاص ہوا اگر اُس نے دعوے کے وقت داب مناظرہ
کے خلاف اجمال کیا پس ایسی حالت مین سائل کو لازم نہ تھا کہ نقض دعوے عامہ کی غرض سے
الاعراب اشد کفرا ونفاقا اور ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق کی تلاوت کرتا یا فتنہ کے قصص
بیان کرتا کیونکہ سائل کو مدعی سے تعین دعوی و تعریفات مفردات دعوی وغیرہ اُسوقت کرانا چاہیے
جب اُسکا علم نہو اور اگر باوجود علم کے طلب کریگا تو یہ مکابرہ یا مجادلہ ہوگا جیساکہ ابحاث باقیہ
وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہی اور مانحن فیہ مین اس امر کا علم کہ دعوی علماے حرمین کے
ساتھ خاص ہی بدلالت حال ومقال ہر کس وناکس کو حاصل ہی پس مقابلہ سائل کا ایسی صورت مین مناظرہ
سے خارج ہی (۳) ہرگز سائل کو بمقتضاے مناظرہ لائق نہ تھا کہ آیات مذمت کفار و منافقین حرمین کی
تلاوت کرتا مگر اسکے بعد کہ اُس سے یہ امر خلاف مناظرہ ہوا مدعی کو سکان حرمین کی مذمت کی دلیل سائل
سے طلب کرنا اور سائل کو مدعی ٹھہرانا بھی خلاف داب مناظرہ ہی کیونکہ ہر عاقل جانتا ہی کہ اس تلاوت
سے سائل کی غرض محض نقض عموم واطلاق دعوی مدعی تھے نہ ادعاے مذمت سکان حرمین شریفین
یا منقصت علماے حرمین (۴) یہ کہ سائل نے جو بمقابلہ اطلاق دعوے کے وقائع یزید اور عبد الملک
ابن مروان کے بیان کیے وہ خارج از بحث ہین کیونکہ اُن واقعات مین اہل حرمین کی کوئی شرارت
اور خباثت نہ تھی بلکہ اُنپر مفسدین غالب آگئے تھے (۵) تعین دعوی جو مدعی نے چند تقریرون
کے بعد کیا یعنے یہ کہ دعوی فضیلت علماے حرمین کا باب الضاف مین ہی اگرچہ یہ امر اُسکی شرط
ثالث سے معلوم ہوتا تھا مگر بحث کے وقت پہلے سے اسکی توضیح ضروری تھی تاکہ سائل کو سوال کا
موقع باقی نہ رہتا اور دعوے کے وقت اس غرض سے اسکا اجمال کہ جب خصم اس دعوے کا انکار کریگا
تو حضار مجلس سے کہدیا جائیگا کہ دیکھیے یہ حرمین کے لوگون کی فضیلت کے منکر ہین اور احادیث
کے خلاف اعتقاد رکھتے ہین جو نصوص صریحہ سے ثابت ہی داب مناظرہ کے خلاف ہے (۶) باوجودیکہ
سائل نے بارہا دریافت کیا مگر مدعی نے صاف بیان نہین کیا کہ دعوی فضیلت علماے حرمین کا
من حیث الانصاف آجکل کے علما کے باب مین ہی یا قرون ثلثہ کے علما کے باب مین ہی یا ہر زمانے
کے علما کے باب مین ہی یہ امر خلاف داب مناظرہ ہی جب امور ضروری کا سائل سوال کرے تو
مدعی کو صاف جواب دینا لازم ہے اور لیت ولعل کرنا مجادلہ اور مکابرہ سے خالی نہین ہی مدعی نے اسکا

حوالہ اپنی تقریرات سابقہ پر کیا حالانکہ مدعی کی کسی تقریر سے اسکا حال معلوم نہین ہوتا ہی البتہ شرط ثالث
کے عنوان سے اتنا معلوم ہوتا ہی کہ وہ اس زمانے کے علما کی افضلیت انصافیہ کا قائل ہی مگر
یہ نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر اسی زمانے کے ساتھ خاص ہی یا ہر زمانہ مین ابتداے تقرر اسلام سے
پایا گیا یا قرون ثلثہ مین ہو کے یہ وصف معدوم ہوگیا پھر اس زمانے مین معدوم کا اعادہ ہوا جب
تک مدعی صاف صاف دعوے کا تعین نہ کرے دعوی کیونکر متقرر ہوگا اور سائل دلیل مین
کیونکر نظر کر سکیگا (۷) اس امر مین بحث کرنا کہ سائل سائل نہین خارج از مناظرہ ہی اگر اصطلاحاً
سائل نہو تو لغتہً اُسکے سائل ہونے مین کچھ شبہہ نہین (۸) سائل کا یہ کہنا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ
منورہ مین اچھے لوگ بھی ہوتے ہین اور بُرے بھی ہوتے ہین صحیح ہی لیکن منصفی مین افضل ہونا
اسکا ثبوت مدعی کے ذمہ ہی سائل کے اس کہنے سے یہ لازم نہین کہ افضلیت من حیث الانصاف
کا بھی قائل ہو (۹) فضیلت عرب بحیثیت عرب ہونے کے اور فضیلت اہل حرمین شریفین
کی عموماً اور علماے حرمین کی خصوصاً بحسب تضاعف ثواب عبادات وکثرت قبولیت حسنات و
مغفرت سیئات وبحسب فضیلت موطن ومسکن متفق علیہ ہی اور اس کا ثبوت بہت سی احادیث
صحیحہ اور اخبار صریحہ سے ہوتا ہی کسی مسلم کی شان سے نہین ہی کہ ان فضائل کا انکار کرے اور کثرت
ثواب طاعات ومغفرت خطیئات وقبولیت عبادات وفیضان رحم الٰہی وقرب جناب نبوی صلے اللہ
علیہ وسلم وافضلیت مسکن وموطن مین کسی کو اہل حرمین پر فضیلت دے باقی امر انصاف اور تحقیق
مسائل خلافیہ اور تنقید وتدقیق دلائل متخالفہ جودت طبع وفرط ذکاوت ووسعت نظر وحسن فکر
ووسعت علم وکمال فن وترک تعصب مذہبی وقطع تعلق ہواے قلبی پر موقوف ہی لہذا جبتک یہ
ثابت نہو کہ علماے حرمین ہر زمانے کے یا کسی زمانۂ خاص کے ان سب صفات کے ساتھ متصف رہے
ثبوت افضلیت بحسب الانصاف مشکل ہی اور ماہران کتب تواریخ حرمین شریفین مثل العقد الثمین
فی تاریخ البلد الامین وتاریخ المدینہ وغیرہ وناظران تراجم علماے متقدمین ومتاخرین پر مخفی نرہے گا
کہ اجتماع ان تمام صفات کا ہمیشہ تمام علماے حرمین شریفین مین نہین پایا گیا بلکہ بعد قرون صحابہ
رضی اللہ عنہم کے جس قدر شیوع علم وقوت فہم بلاد شام ومصر وغیرہ مین پایا گیا حرمین شریفین مین
اُس قدر نہین پایا گیا (۱۰) مدعی نے جو احادیث اثبات دعوے کے واسطے ذکر کی ہین اُن سے

ثبوت دعوے مین تامل ہی حدیث اول صلوۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلوۃ فی ماسواہ الا المسجد الحرام میری اس مسجد مین جو نماز پڑھی جائے وہ اُن ایک ہزار نمازون سے اچھی ہے جو مسجد حرام کے سوا اور دوسری مسجدون مین پڑھی جائین۔ مثبت فضیلت مسجد نبوی و مسجد حرام ہے اس سے ساکنان حرمین شریفین کی فضیلت بحسب تضاعف ثواب عبادات و بحسب شرافت سکونت ثابت ہی اور اس مین کسی مسلمان کو نزاع نہین اور اس فضیلت سے فضیلت من حیث الانصاف لازم نہین آتی بلکہ من حیث العلم بھی ضروری نہین ہی اور حدیث دوم (ان اللہ حبس عن مکۃ الفیل خدا نے ہاتھی کو مکہ پر حملہ کرنے سے باز رکھا سے شرافت ذاتیہ مکہ معظمہ کی ثابت ہی نہ فضیلت علمیہ وہان کے رہنے والون کی اور حدیث سوم (واللہ انک لخیر ارض اللہ اسے اللہ خدا کی قسم تو خدا کے نزدیک اُسکی زمینون مین سب سے بہتر ہی) سے بھی زمین مکہ کی ذاتی فضیلت اور فضیلت ساکنان حرم بجہت شرافت مسکن ثابت ہی نہ فضیلت علمیہ اور چوتھی حدیث (ان الدین لیارز الی الحجاز دین حجاز مین منحصر ہو جائیگا) بحسب تصریح شراح حدیث اُس زمانے سے خبر ہے جس مین تمام اقالیم مین کفار کا استیلاء ہو جائے گا اور قوت دین تمام بلاد سے منتفی ہو جائے گی اُسوقت دین حجاز کی طرف مائل ہوگا اور وہان سے زائل نہوگا اور بعض محدثین کہتے ہین اس سے اس جانب اشارہ ہی کہ دین حرمین قوی رہے گا اور جس طرح سے مداہنت امور دینیہ و استحداث بدعات شرعیہ اور بلاد مین ہوگا اُسقدر حرمین مین نہوگا ہر تقدیر پر اس سے فضیلت علما من حیث الانصاف نہ ثابت ہوگی کیونکہ بقاے دین اور قلت مداہنت دین شی دیگر ہی اور انصاف شی دیگر اور پانچوین حدیث (لا یرید اہل المدینۃ بسوء الا اذابہ اللہ فی النار جو کوئی اہل مدینہ کو ایذا پہونچانا چاہے خدا اُسے آگ مین گھلائے گا) اُسپر وعید ہی جو اہل مدینہ کو ایذا پہونچائے جیسے عسکر یزید اور عبد الملک بن مروان سے یہ امور سرزد ہوے فضیلت علما سے اس حدیث کو کچھ بحث نہین اور مجرد اہل حرمین کو من حیث العلم والانصاف فضل نہ سمجھنا کسی طرح داخل ایذا نہین ہی ہان جو شخص اہل مدینہ سے عداوت رکھے اور اُنکو ایذا پہونچائے و اہل حرمین کی تحقیر کیا کرے اور اُنکی مذمت بیان کرنے مین مستعد رہے وہ البتہ اس وعید مین داخل ہی اور حدیث ششم (لا یدعھا احد رغبۃ عنھا کوئی مدینہ کو اس لیے نہ چھوڑے کہ اُسے ناپسند کرے) مین مدینہ سے نکل جانے کا اور مدینہ مین رہنے پر شفاعت ہونے کا ذکر ہے مبحث سے کچھ علاقہ نہین اھ۔

حدیث ہفتم (ان ابراھیم الخ) مین ذکر برکت مکہ ومدینہ کا نقول اور ناپ وغیرہ مین ہی فضیلت علمیہ سے اسے کوئی تعلق نہین اور حدیث ہشتم (من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیفعل جو مدینہ منورہ مین مرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ وہین مرے) سے مدینہ مین رہکر مرنے کی فضیلت ثابت ہی اور یہ فضیلت علمیہ پر موقوف نہین اور حدیث نہم انما المدینۃ کالکیر سے شرافت مدینۃ کی اس طرح پر ثابت ہوتی ہی کہ وہ ایسی جگہ ہی جہان تقرر اسلام کے بعد کوئی منافق اور خبیث الباطن رہ نہین سکتا اور یہ نہین ثابت ہی کہ وہان کا ہر عالم علماے بلاد دیگر سے من حیث العلم افضل ہوتا ہی۔ اور بعض شراح حدیث نے اس حدیث کو بھی زمانۂ ظہور علامات قیامت کبری پر محمول کیا ہی کہ اُس وقت مدینہ مین مسلم کامل کے سوا کوئی نہ رہ سکیگا پس عموماً فضیلت نہ ثابت ہوئی اور حدیث دہم (ان اللہ سمی المدینۃ طابۃ خدا نے مدینہ کا نام طابہ رکھا) کو مقصود مین کچھ دخل نہین ہی مدینہ کا طابہ نام ہونا اور چیز ہی اور وہان کے سکان کا افضل ہونا اور چیز ہی۔ اور حدیث یازدہم (اٰخر قریۃ من قری الاسلام خرابا المدینۃ تمام بلاد اسلام مین سب کے بعد مدینہ تباہ ہوگا) مقصود سے بیگانہ ہی کیونکہ اس مین اس بات کی خبر دیگئی ہی کہ خرابی عالم اور قرب قیامت کے وقت مدینہ تمام بلاد اسلام کے بعد خراب ہوگا اُس کو فضیلت سکان مدینہ سے کیا علاقہ اور حدیث تبغض العرب فتبغضنی جو عرب سے بغض رکھتا ہے وہ مجھسے بغض رکھتا ہی اور حدیث من غش العرب لم یدخل شفاعتی جس نے عرب کو دھوکا دیا وہ میری شفاعت مین داخل نہوگا۔ اور حدیث لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب عرب مین دو دین جمع نہونگے اور حدیث احبوا العرب لثلاث تین چیزون کی وجہ سے عرب کو دوست رکھو۔ سے ایجاب حب عرب وحرمت ایذا و طہارت ملک عرب نجاسات شرک سے ثابت ہی اصل مقصود سے ان احادیث کو کچھ ربط نہین ہی اور مدعی کے فتوے مین جو احادیث یمن اور شام کے فضائل مین مذکور ہین وہ بھی مطلب سے بیگانہ ہین کہان تفضیل علماے حرمین شریفین من حیث الاوصاف اور کہان فضیلت یمن وشام۔

**الحاصل** مدعی نے جو حدیثین پیش کی ہین اُنمین سے کوئی ایک بھی مثبت دعوی نہین ہی البتہ فضیلت ذاتیہ بلاد حجاز و قوت دین وبقاے اسلام مدینہ درزمان آخر اور فضیلت اہل حرمین بجہت تضاعف ثواب والزام محبت اہل حرمین و وعید موذی الیشان ثابت ہی اور اس مین کسی عالم کو انکار نہین ہوسکتا۔ (۱۱) ناظرین کتب فقہ وحدیث پر ظاہر ہی کہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے

اب تک مجتہدین و فقہا و محدثین مسائل فرعیہ و دلائل حدیثیہ مین مختلف رہا کیے اور اصحاب مذاہب کے درمیان مباحثے بھی ہوتے رہے مگر کہین یہ ثابت نہین ہی کہ مختلفین نے رفع خلاف کے واسطے اہل حرمین کو منصف مقرر کیا ہو اور اُنکی تحقیق کو لازم التسلیم سمجھ لیا ہو (۱۲) کتب اصول مین مصرح ہی کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اجماع اہل مدینہ حجت ہی اور عمل صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اُنکے نزدیک سند مستند ہی مگر انکے سوا اور ائمہ مثل امام ابو حنیفہ وغیرہ رحمہم اللہ کی اس مین مخالفت کرتے ہین اور مجتہدین اہل مدینہ کو باقی مجتہدون کے برابر سمجھتے ہین پس اگر فضیلت اہل حرمین من حیث الانصاف والتحقیق احادیث سے ثابت ہوتی تو اس مسئلہ مین مخالفت نہوتی **الغرض** اس امر کا دعوے کہ علماے حرمین تمام علماے بلاد سے من حیث العلم والانصاف افضل ہین قرون ثلثہ مین یا ہر زمانے مین ابتک درجۂ ثبوت کو نہین پہونچا البتہ وہان کے علما کی بلکہ کل سکان کی فضیلت من حیث الثواب والشرافۃ وغیر ذلک کا کوئی انکار نہین کرسکتا ہان اس قدر ثابت ہی کہ اگر دو گروہ علما کے فرض کیے جائین جو وسعت علم تحقیق انصاف و تدقیق مین مساوی ہون اور ایک گروہ اُن مین سے علماے حرمین کا ہو تو وہ حرمین والا گروہ دوسرے گروہ سے افضل ہی لیکن یہ امر خارج از مقصد ہی حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** اگر کوئی ہندی شخص ناخواندہ قوم افغان اس پردے مین نبوت کا دعویٰ کرے کہ مین پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوۃ والغفران کا وکیل ہون اور تردید کتب نصاری کے لیے حضورؐ کا بھیجا ہوا آیا ہون کہ ایک مطبع محمدی قائم کرون اور تردید کتب نصاری تصنیف کرکے اُس مطبع مین چھپواؤن تاکہ نصاری کا دین باطل اور رد ہوجائے تو آیا اسکے اس قول کو باور کرنا اور اُس پر اعتقاد لانا یا مطبع کرنے کے لیے اُسکی مالی امداد کرنا روا ہی یا نہین **جواب** اگر وہ شخص اپنی وکالت پر اس امر کو سند گردانتا ہی کہ مین نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا ہے تو تحقیق و تفتیش کے بعد اُس کے خواب کی تصدیق ہوسکتی ہی ورنہ اُسکا قول پایۂ اعتبار سے ساقط ہی **سوال** عبد الرسول یا عبد الحسین وغیرہ نام رکھنا درست ہی یا نہین **جواب** ایسا نام رکھنا جس مین عبد کی اضافت غیر خدا کی طرف ہو درست نہین ہی گو ایسے نام رکھنے سے حکم شرک کا نہو اس احتمال کی وجہ سے کہ عبد سے خادم اور مطیع مراد ہی مگر پھر بھی ایسا نام رکھنا بوے شرک سے خالی نہین ہے قرآن

اور حدیث اس قسم کے نام رکھنے کی ممانعت پر دال ہین اور علماے امت محمدیہ نے بھی جا بجا اسکی تصریح
کی ہی تفسیر جلالین مین ہی هو الذی خلقکم من نفس واحدة آدم وجعل خلق منها زوجها حواء
لیسکن الیها فلما تغشاها حملت حملا خفیفا هو النطفة فمرت به ذهبت وجاءت
لخفته فلما اثقلت بکبر الولد فی بطنها واشفقا ان یکون بهیمة دعوا الله ربهما
لئن آتیتنا صالحا سویا لنکونن من الشاکرین فلما آتاهما صالحا جعلا له شرکاء
فیما آتاهما بتسمیة عبد الحارث ولا ینبغی ان یکون عبد الا الله ولیس باشراک فی
العبودیة لعصمة آدم وروی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لما ولدت حواء
طاف بها ابلیس وکان لا یعیش لها ولد فقال لها سمیه عبد الحارث فانه
یعیش فسمته فعاش فکان هذا من وحی الشیطان وامره رواه الحاکم
وقال صحیح والترمذی وقال حسن غریب خدا وہ ہی جس نے تم سب کو ایک ہی ذات
یعنی آدم سے پیدا کیا اور اس سے اسکے جوڑے یعنی حوا کو نکالا تاکہ وہ اسکے ساتھ رہے جب وہ حاملہ ہوئین
اور لڑکے کے بڑے ہونے سے اُنکو گرانی محسوس ہوئی تو دونون ڈرے کہ کہین یہ جانور نہو تو خدا سے
اُنھون نے دعا کی کہ اگر تو ہمکو اچھا نیک لڑکا دے تو ہم تیرے شکر گذار ہونگے لیکن جب خدا نے
اُنکو نیک لڑکا دیا تو اُنھون نے شرک کیا اس طرح کہ اُسکا نام عبد الحارث رکھا حالانکہ کوئی خدا کے
سوا اور کسی کا بندہ نہین ہوسکتا حضرت آدم علیہ السلام نے اُسکے سوا عبودیت مین کسی کو خدا کا شریک
نہین بنایا کیونکہ وہ معصوم تھے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب حضرت
حوا علیہا السلام کے بچہ ہوا تو اُنکے پاس شیطان آیا حضرت حوا کا کوئی لڑکا زندہ نہین رہتا تھا شیطان نے
اُنسے کہا اگر تم اس لڑکے کا نام عبد الحارث رکھو تو یہ لڑکا زندہ رہے گا حضرت حوا علیہا السلام نے
ایسا ہی کیا تو یہ شیطان کا حکم اور اُسکی وحی تھی اسے حاکم نے روایت کرکے کہا ہی کہ صحیح ہی اور ترمذی
نے روایت کرکے حسن غریب کہا ہی۔ اور جمل کے حواشی جلالین مین ہی ولیس الجعل المذکور
باشراک الله بل هو شرک فی التسمیة وهذا لا یقتضی الکفر یہ نام رکھنا خدا کے ساتھ شرک کرنا نہین ہے
بلکہ اس نام مین شرک ہی جو مقتضی کفر نہین ہی۔ اور شرعة الاسلام مین ہی ولا یسمیہ حکیما ولا حکما
ولا ابا عیسی ولا عبد فلان لڑکون کا نام حکیم حکم ابو عیسے اور خدا کے سوا کسی اور کی طرف عبد کی

اضافت کرکے نہ رکھے۔ اور ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر مین ہی اما ما اشتہر من التسمیۃ بعبد النبی فظاہرہ کفر الا ان اراد بالعبد المملوک عبد النبی نام رکھنا بظاہر کفر ہے مگر جب عبد سے مملوک مراد ہو۔ اور ملا علی قاری کی شرح مشکوۃ مین ہی ولا یجوز نحو عبد الحارث ولا عبد النبی ولا غیرہ لا بما شاع بین الناس عبد الحارث عبد النبی وغیرہ جو نام لوگون مین شائع ہین نہ رکھنا چاہیے اور ابن حجر مکی کی شرح منہاج مین ہی ویحرم ملک الاملاک لان ذلک لیس لغیر اللہ وکذا عبد النبی وعبد الکعبۃ او الدار او علی او الحسن لایہام الشریک اور ملک الاملاک نام رکھنا درست نہین ہی کیونکہ یہ خدا کا خاص وصف ہی اسی طرح عبد النبی عبد الکعبۃ عبد الدار عبد العلی یا عبد الحسن نام رکھنا کیونکہ اسمین ایہام شرک ہی۔ واللہ اعلم **سوال** کچھ لوگ مذہب سے انکار کرتے ہین اور تقلید کے منکر ہین اور اپنے مکانو نمین اور دیگر مقامات پر بھی لامذہبی کا اظہار کرتے ہین مگر ہملوگون کی مسجدو نمین خوف کیوجہ سے نہ رفع یدین کرتے ہین اور نہ آمین بالجہر کرتے ہین گر سینہ پر ہاتھ باندھتی ہین ایسے لوگونکو ہم اپنے مساجد مین آنے دین یا نکین اکثر یہ لوگ امام بھی بن جاتے ہین تو ہملوگونکو انکی اقتدا کرنا درست ہی یا نہین **جواب** جو لوگ کسی امام مجتہد صاحب مذہب کے مقلد نہین ہین اور وہ مرتبۂ اجتہاد بھی نہین رکھتے اور اپنے اہواء غیر شرعیہ کی اتباع کرکے اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہین اور مقلدین کے ڈر سے یا کسی اور خوف کے سبب سے مساجد اہل سنت مین رفع یدین وغیرہ نہین کرتے ہین انکو مسجد مین آنے اور نماز پڑھنے سے روکنا نہ چاہیے کیونکہ اس فعل یا ایسے اعتقاد سے وہ کافر نہین ہوے بلکہ تارک واجب ہوے اور جب وہ اپنے اس فعل کو چھپاتے ہین تو مساجد مین انکے آنے کیوجہ سے مساجد مین انکے اس امر قبیح کی اشاعت بھی نہوگی اور سینہ پر ہاتھ باندھنا ایسا قبیح امر نہین ہی جس کی وجہ سے وہ مساجد مین آنے سے روکے جائین مگر ایسے اشخاص کے پیچھے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز مکروہ ہی۔ درمختار مین ہی وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ اسیطرح بے داڑھی مونچھ والے اور بیوقوف اور مخالف مثلا شافعی کے پیچھے نماز مکروہ ہے لیکن بحر کے باب وتر مین ہی کہ اگر اسکا یقین ہو کہ امور ضروریہ کی رعایت کریگا تو مکروہ نہین ہی اور اگر اسکے خلاف کا تیقن ہو تو صحیح نہین ہی اور اگر شک ہو تو مکروہ ہی واللہ سبحانہ اعلم حررہ محمد ارشاد حسین عفی عنہ [محمد ارشاد حسین] الجواب صواب حررہ محمد عنایت اللہ ولد حبیب اللہ خان [عنایت اللہ] الجواب

صحیح ہی بیشک جب تک یہ لوگ کوئی مفسدہ لامذہبی کا اور اضلال مصلین و تفریق جماعت وغیرہ مساجد مین نکرین تو اُسوقت تک مساجد مین انکے آنے کی ممانعت بھی نہ کی جائے واللہ اعلم حررہ محمد عبد القادر خان بن محمد حیدر علی خان عفی عنہ [محمد عبد القادر خان] ہو المصوب فی الواقع ایسے لوگون کو مسجد سے ممانعت کرنا درست نہین ہے اور اُنکے پیچھے اقتدا درست ہی بعض حنفیہ کے نزدیک مطلقا اور بعض کے نزدیک باین شرط کہ امام مقتدی کے مذہب کی مراعات کرے اور کسی امر مفسد ومبطل صلوۃ کا استعمال نکرے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

**سوال** ۱؎ زید قدرے زمین کا زمیندار ہی اور حاکم وقت کو اُسکا خراج دیتا ہی اور زید کو اس قدر اختیار ہی چاہے اُس زمین پر خود کاشت کرے یا دوسرے کو کاشت کرنے کے لیے دے یا اُس مین درخت لگائے یا اور کسی مصرف مین لائے یا بیع در رہن کرے مگر جب کسی کو وہ زمین کاشت کرنے کو دے اور بارہ برس تک اُس کا اُس زمین پر قبضہ رہا تو زمیندار کسی طرح اُسکو بیدخل نہین کرسکتا اور اگر وہ بارہ برس سے کم قابض رہا ہی تو اُسکو بھی از خود بیدخل نہین کرسکتا مگر جب اُس پر بیدخلی کا اطلاعنامہ جاری کرے اور تحقیقات کے بعد عدالت کو یہ معلوم ہو جائے کہ جسے کاشت کے لیے زمیندار نے زمین دی ہی اُس کا قبضہ بارہ برس سے کم رہا ہی تو حاکم کی طرف سے زمیندار کو دخل دلایا جائے گا اور حاکم وقت اُس کا انتظام بدل نہین سکتا ایسی حالت مین شرعا وہ زمیندار اُس زمین کا مالک ہی یا نہین ۲؎ اگر زمیندار ایسی زمین کو جس پر اُسے اختیارات مذکورہ حاصل ہون خود کاشت کرے تو غلہ کی پیداوار پر زکوۃ واجب ہی یا نہین اور اگر واجب ہی تو کس قدر دسوان یا بیسوان یا چالیسوان حصہ ۳؎ غلہ پر زکوۃ واجب ہونے کا کون وقت ہی جس وقت فصل کاٹی جائے یا جب تمام سال کے خرچ سے فاضل بچے ۴؎ جو اسامی زمیندار کی طرف سے کاشت کرتے ہین اور زمیندار کو اُس کا محصول دیتے ہین اُس مین دو صورتین ہین اولا یہ کہ اُس کا قبضہ بارہ سال سے زیادہ ہی اور زمیندار اُسکو بیدخل نہین کرسکتا ثانیا یہ کہ اُسکا قبضہ بارہ سال سے کم ہی اور زمیندار اُسکو بذریعۂ اجراے اطلاعنامۂ بیدخلی بیدخل کرسکتا ہی تو اُس زمین کی پیداوار غلہ پر اسامی کے ذمے زکوۃ ہی یا نہین اور اگر ہی تو کس قدر ۵؎ مالک ایسی زمین کا اسامی ہی یا زمیندار یا حاکم

وقت اور ملک کی کیا تعریف ہی اور بموجب آیۂ کریمہ ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ (زمین خدا کی ہی جسکو اپنے بندون مین سے چاہے مالک بنا دے) زمین کا مالک خدا کے سوا کوئی نہین ہی البتہ اُسکے وارث حاکم وقت ہین زمیندار وارث نہین ہو سکتا کیونکہ زمیندار حاکم وقت کی اجازت سے اُس پر قابض ہی **جواب** زمین مذکور کا مالک زمیندار ہی نہ اسامی کاشتکار کیونکہ زمین مین بیع ہبہ رہن وغیرہ جو مالکانہ تصرف ہین وہ زمیندار کر سکتا ہی نہ کاشتکار اور نہ کوئی دوسرا شخص۔ رد المحتار مین ہی قد قالوا ان وضع الید والتصرف من اقوی ما یستدل بہ علی الملک ولذا تصح الشہادۃ بانہ ملکہ فقہا اسکے قائل ہین کہ تصرف اور قبضہ ملک کی قوی ترین دلیلین ہین اس لیے صرف تصرف وقبضہ کی بنا پر ملک کی شہادت صحیح ہی۔ اور حاکم وقت اگر سلطنت اور غلبہ کے اعتبار سے اُسکا مالک کہا جائے تو ممکن ہی مگر جب حاکم نے وہ زمین زمیندار کے قبضہ مین دیدی اور مالکانہ تصرفات کا مجاز کر دیا تو وہ زمین حاکم کی ملک نہ ٹھہرے گی بلکہ زمیندار کی ملک ہوگی۔ رد المحتار مین فتاوی ابن حجر مکی سے منقول ہی من فی یدہ شئ فہو ملکہ لا یحل لاحد الاعتراض علیہ ولا یکلف اثباتہ ببینتہ جو چیز جسکے قبضہ مین ہو اُسی کی ملک ہی کسی کو مقابلہ کا حق نہین اور وہ ملک کے ثابت کرنے کے لیے بینہ لانے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور جو شخص اپنی زمین مین زراعت کرے اُس پر مصارف زکوۃ مین دسوان حصہ غلہ کا صرف کرنا واجب ہی اگر برساتی یا نہرون وغیرہ کے پانی سے زراعت کرے اور اگر کنوین سے پانی نکلوا کے اور خرچ کر کے زراعت کی ہو تو زکوۃ مین غلہ کا بیسوان حصہ صرف کرنا واجب ہو گر جبکہ اُسکا خراج حاکم وقت کو دینا پڑتا ہی تو ادائے عشر وغیرہ ساقط ہی جیسا کہ رد المحتار وغیرہ مین ہی لا یجمع العشر مع الخراج عشر اور خراج جمع نہین ہو سکتے اور کاشتکار اُس زمین کا مستاجر ہوتا ہی اس مین اختلاف ہی کہ اجارہ کی صورت مین عشر مستاجر پر واجب ہوتا ہی یا زمین کے مالک پر بعضون نے مستاجر پر واجب ہونے کا فتوی دیا ہی اور بعضون نے مالک زمین پر واجب ہونے کا فتوی دیا ہی اور اکثر متاخرین کا یہی مختار ہے در مختار مین ہی والعشر علی الموجر وقالا علی المستاجر فی الحاوی القدسی وبقولہما ناخذ [illegible] عشر اجرت پر دینے والے کے ذمہ ہی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اجرت پر لینے والے کے ذمہ ہی اور حاوی قدسی مین ہی کہ ہم صاحبین رحمہما اللہ کے قول سے اخذ کرتے ہین اور رد المحتار مین ہی [illegible] لکن الحق

بقول الامام جماعة من المتاخرين کالخیر الرملی فی فتاواہ وکذا تلمیذ الشارح الشیخ اسمٰعیل وکذا حامد افندی العمادی وقال فی فتاواہ قلت عبارۃ الحاوی القدسی لا تعارض عبارۃ غیرہ فان قاضی خان من اہل الترجیح ومن عادته تقدیم الاظہر والاشہر وقد قدم قول الامام فکان ہو المعتمد وافتی بہ غیر واحد مین کہتا ہون کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر متاخرین کے ایک گروہ نے فتوی دیا ہی جن مین سے خیر رملی اور شارح کے شاگرد شیخ اسمٰعیل اور حامد آفندی عمادی رحمہم اللہ ہین یہ اپنے فتاوے مین لکھتے ہین مین کہتا ہون کہ حاوی قدسی کی عبارت دوسرون کی عبارتون کے معارض نہین ہی کیونکہ قاضی خان اصحاب ترجیح مین سے ہین اور اُنکی یہ عادت ہی کہ اظہر واشہر کو مقدم رکھتے ہین اور اُنھون نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو مقدم کیا ہی بس وہی معتمد ومفتی بہ ہوگا اُسی پر بہتون نے فتوی دیا ہی الحاصل بقول مختار کاشتکار پر عشر واجب نہین اور ادائے خراج کی وجہ سے زمیندار پر بھی واجب نہین ہی واللہ اعلم **سوال** جس عورت نے کئی نکاح کیے ہون اور مرنے کے بعد وہ عورت اور اُسکے سب شوہر جنتی ہون تو وہ عورت کسکو ملے گی **جواب** بعض روایتون سے ثابت ہوتا ہی کہ قیامت کے دن عورت کو اختیار دیا جائےگا کہ اپنے اُن کئی شوہرون مین سے جو دنیا مین تھے کسی ایک کو جس سے دنیا مین اُسکو زائد موافقت تھی اختیار کرلے۔ معجم طبرانی مین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرأۃ تزوج الزوجین والثلثۃ والاربعۃ ثم تموت فتدخل الجنۃ ویدخلون معہا من یکون زوجہا منہم قال انہا تخیر فتختار احسنہم خلقا فتقول یا رب ان ہذا کان احسنہم خلقا فی دار الدنیا فزوجنیہ یا ام سلمۃ ذہب حسن الخلق بخیر الدنیا والاخرۃ مین نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عورت نے دنیا مین دو یا تین یا چار شوہرون سے شادی کی اُسکے بعد وہ مرگئی اور وہ بھی جنت مین گئی اور اُسکے شوہر بھی تو وہ جنت مین کس کے ساتھ ہوگی تو آپ نے فرمایا وہ مختار ہی اچھے کو پسند کرےگی اور کہے گی ای خدا یہ دنیا مین خوش خلق تھا مجھے اسکے ساتھ رکھ ای ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) خوش خلق کے لیے دنیا اور آخرت دونون مین اچھائی ہی۔ اور معجم طبرانی اور مسند بزار اور مکارم اخلاق خرائطی مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی ان ام حبیبۃ قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم المرأة تكون لها الزوجان فی الدنیا تموت و یموتان منها فیجتمعون فی الجنة لایهما تکون فقال لاحسنهم خلقا کان عندها فی الدنیا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عورت کے دنیا مین دو شوہر تھے جب وہ عورت مرگئی اور وہ اور اُسکے دونون شوہر بھی جنت مین گئے تو وہ عورت وہان کس کے ساتھ رہے گی آپ نے فرمایا اُس شوہر کے ساتھ رہے گی جو دنیا مین اُسکے نزدیک خوش خلق تھا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ عورت آخر شوہر کو دیجائے گی۔ طبقات ابن سعد مین حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان المرأة لاخرازواجها فی الاخرة حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہین مین نے نبی کریم علیہ التحیة والتسلیم سے سنا ہی کہ عورت آخرت مین اپنے آخر شوہر کو ملے گی۔ بظاہر یہ صورت اُس وقت ہوگی جب اُسکے سب شوہر حسن خلق مین مساوی ہون واللہ اعلم **سوال** ایک شخص نے اپنی زوجہ اور لڑکے کو ظلم کے سوا کبھی شفقت کی آنکھ سے نہین دیکھا اور نہ پرورش کیا اس لیے وہ زوجہ اور لڑکا اُس سے دور ہو گیا اور اب کسیطرح پرورش پاکر ہوشیار رہوا چونکہ شوہر اور باپ واجب الاطاعة ہین اور یہ دونون اُسکی بے مہری کی وجہ سے اُسکی اطاعت کرنے سے محروم رہے پس اس مین گنا ہگار کون ہے **جواب** جب نافرمانی کی ابتدا پسر اور زوجہ کی جانب سے نہو تو وہ ماخوذ بھی نہونگے واللہ اعلم **سوال** زید نے ہندہ کے ساتھ سہوا یا قصدا فعل شنیع کیا پھر نادم ہوکر عذاب الٰہی سے خوف زدہ ہوا اب توبہ واستغفار کرنا چاہتا ہی کیونکر کرے واضح رہے کہ وہ عورت شوہر دار تھی مگر چار برس سے اُسکا شوہر مفقود الخبر ہے **جواب** زید اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز نفل خشوع وخضوع سے پڑھے پھر نہایت آہ وزاری سے آنسو بہا کے عاجزی ظاہر کرکے جیسے کوئی مجرم غلام اپنے آقا سے قصور معاف کراتا ہی دعا سے مغفرت کرے اور دل مین اُس گناہ سے ندامت رکھے اور یہ قصد کری کہ آیندہ ایسی حرکت کبھی نکرونگا اللہ تعالیٰ اُسکے گناہ کو معاف کردے گا اور اُس عورت کے حق مین بھی دعاے مغفرت کرے اور اگر ابتدا مین وہ عورت راضی نہ تھی تو اُس سے بھی عفو قصور کرا لے تا کہ روز حشر مین دامنگیر نہو واللہ اعلم **سوال** محفل مولد شریف مین جو مستنبط بعض صوفیہ صافیہ وبعض محدثین ہی اور اُس مین علما مختلف ہین اکثر عوام اور خواص بھی اُسکو کرتے ہین اور ذکر ولادت

کے وقت کھڑے ہوتے ہین اور اُس کھڑے ہونے کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سمجھتے ہین اور آپکے افراد تعظیمیہ مین داخل کرتے ہین آیا اس قیام کا کوئی ثبوت اور استنباط اصول شرعیہ معتمدہ سے ہی یا نہین بر تقدیر اول جو اکثر علما کہتے ہین ھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا یہ قیام بدعت ہی اور اسکی کوئی اصل نہین ہی) چنانچہ سیرت شامیہ اور سیرت حلبی وغیرہما مین مندرج ہی اور کسی نے اُسکی تردید نہین کی ہے یہ کیسا ہی اور بر تقدیر آخر مباح ہی یا بدعت حسنہ یا بدعت سیئہ اور بعض لوگ جو یہ خیال کرتے ہین کہ ذکر ولادت کے وقت حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پاک تشریف لاتی ہی یہ صحیح ہی یا نہین اور جو لوگ متبع سنت ہین اور حضورؐ کی تعظیم کو دوسرے فرائض کی طرح فرض عین جانتے ہین وہ بنظر اس کے کہ حضور نے اپنی حیات صوریہ مین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسے قیام سے منع فرمایا اور صحابہ نے کبھی نہین کیا جسکی تصریح احادیث مین موجود ہی اور قول مسطور ھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا کے موافق جو لوگ قیام نہین کرتے ہین کو اکثر لوگ تارک تعظیم نبوی کے لقب سے یاد کرتے ہین اور اُنپر طعن وتشنیع کرتے ہین وہ لوگ مصیب ہین یا مخطی **جواب** بیان ولادت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جو قیام کیا جاتا ہی اُسکی شرعاً کوئی معتدبہ اصل نہین ہی اسکو قیام نبوی سمجھنا اس لیے فاسد ہی کہ تین حال سے خالی نہین یا تو یہ قیام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم پاک کی تعظیم کے لیے ہی یا واسطے تعظیم ہیئت ولادت و تصور وقائع ولادت کے ہی یا واسطے تعظیم ذات محمدی کے ہی جسداً وروحاً یا روحاً فقط شق اول باطل ہی اس لیے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے نام پاک کی تعظیم قیام یا انحنا وغیرہ کے لیے کہین وارد نہین بلکہ بدعت ہی تعظیم کا نام یہی ہی کہ نام لینے یا نام سننے کے وقت درود بھیجا جائے ثانیاً اسوجہ سے کہ اگر نام لینے کی تعظیم قیام کے ساتھ ہو تو لازم ہی کہ پورا میلاد شریف کھڑے ہوکر بیان کیا جائے اور غیر بیان مولد مین بھی جب آپ کا نام لیا جائے تو بھی قیام کیا جائے اور اسکا کوئی قائل نہین ہی اور شق دوم بھی باطل ہی اسوجہ سے کہ مجرد تصور ہیئت کی تعظیم اس طرح سے وارد نہین ہی باقی رہی شق ثالث وہ اس امر پر موقوف ہی کہ بیان ذکر ولادت کی محفل مین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جسداً وروحاً یا فقط روحاً تشریف لاتے ہین اور یہ امر بھی شرع سے ثابت نہین ہی اور اگر بفرض محال آپ کا تشریف لانا ثابت بھی ہو جائے تو یہ ثابت ہونا ناممکن ہی کہ حضور فقط

ذکر ولادت ہی کے وقت تشریف لاتے ہین ابتداے بیان سے تشریف نہین لاتے بلکہ جب آپ کا تشریف لانا ثابت ہوگا تو ابتداے بیان سے تشریف لانا ثابت ہوگا لہذا ابتدا سے انتہا تک قیام کرنا لازم ہوگا اسکے علاوہ کتب احادیث مین یہ امر ثابت ہو کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا اپنی حیات مین حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کو منع فرماتے تھے اور آپ کے لیے صحابہ قیام نہین کرتے تھے پس جو امر آپ اپنے لیے بحالت حیات پسند نہ فرماتے تھے بلکہ صحابہ کو اُس سے روکتے تھے وہ آپ کے اس عالم سے روپوشی کے بعد کسی محفل مین آپکے تشریف لانے کے وقت کیونکر جائز ہوگا اور اگر بفرض محال ذکر ولادت کے وقت قیام مشروع بھی ہو تو زائد سے زائد مستحب ہوگا نہ فرض یا واجب۔ اور علمانے اسکی تصریح کی ہو کہ جس مندوب پر فرائض اور واجبات کی طرح اصرار کیا جائے اور اُسکے تارک پر ملامت کیجائے وہ مکروہ ہوجاتا ہو جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح مشکوۃ وغیرہ مین لکھا ہو پس اس فعل پر اصرار اور اُسکے تارک پر ملامت کرنا اور اُسکو ذلیل کرنے کی فکر مین رہنا کراہت کے درجہ تک پہونچا تا ہو۔ خلاصہ یہ ہو کہ یہ قیام افراد تعظیم نبوی سے جو ہر مسلمان پر فرض ہو نہین ہو اور نہ شرعاً اسکی کوئی معتد بہ اصل پائی جاتی ہو بلکہ بدعت ہو اور تارکین قیام پر ملامت کرنے والے گناہ کے مرتکب ہین واللہ اعلم **سوال** مدتون سے زید اپنی اور اپنے متعلقین کی اسطرح بسر اوقات کیا کرتا ہو کہ دیہات کے الگذارون سے نیشکر مول لیکے شکر بناتا ہو اور اُسکو بیچتا ہو اور زید کے دو بیٹے ہین بڑا عمرو اور چھوٹا بکر محبت پدری کی وجہ سے زید بعنامہ کبھی اپنے بڑے بیٹے اور کبھی چھوٹے کی طرف سے لکھوا دیتا ہو مگر خرید اور جملہ صادلین مین اپنا ہی روپیہ صرف کرتا ہو البتہ کتہ سابہ کا کام اپنے بیٹون سے لیتا ہو اور ابتداے سال سے سال تمام تک کل جمع خرچ مجمکر آمدنی کا روپیہ اپنے بیٹون کی معرفت حاصل کرتا ہو اس صورت مین دریافت طلب یہ امر ہو کہ آیا تمام مال کا زید مالک ہو یا اُسکے بیٹے جنکے نام سے بعنامے لکھوا دیا کرتا ہو اگر زید مالک ہو تو اُسکے بیٹے حق الخدمت پانیکے کے مستحق ہین یا نہین **جواب** اس صورت مین تمام مال کا مالک زید ہو اور اُسکے بیٹے اجر مثل پانے کے مستحق ہین اور تعدی کا ضمان اُنپر عائد ہی **سوال** فرسخ اور میل کی تحدید معتبر کیا ہو **جواب** اس باب مین حنفیہ کے کئی اقوال ہین کہ جس سے میل کی مقدار مین اختلاف معلوم ہوتا ہو اور فرسخ بقدر تین میل کے اتفاقاً ہو

ایک یہ کہ میل تین ہزار گز کا ہی بیس فرسخ نو ہزار گز کا ہوگا مگر اس قول کے معنے یہ ہین کہ گز موافق قدماے
اہل حساب کے بتیس ۳۲ انگشت کا ہی دوسرا قول وہ ہی جو عینی اور مسکین اور ابن نجیم نے شروح کنز مین
نقل کیا ہی کہ میل چار ہزار خطوہ ہی اور ہر خطوہ بقدر ڈیڑھ گز کے ہی اور گز چوبیس ۲۴ انگشت کا ہوتا ہی
پس فرسخ بارہ ہزار خطوہ اور اٹھارہ ہزار گز کا اور میل چھ ہزار گز کا ہوگا اس قول کو خیر الدین رملی
وغیرہ نے غیر معتبر لکھا ہی تیسرا قول وہ ہی جو ذخیرہ مین ابو شجاع رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ میل تین ہزار
پانسو گز بحساب چوبیس انگشت کے ہی چوتھا قول وہ ہی جسکو زیلعی نے شرح کنز اور حدادی نے
جوہرہ شرح مختصر قدوری وغیرہ مین ذکر کیا ہی کہ میل چار ہزار گز کا اور فرسخ بارہ ہزار گز بحساب چوبیس
انگشت کے ہوتا ہی اور حنفیہ کے نزدیک یہی قول مشہور ہے اور اسی کو خیر الدین رملی نے معتبر لکھا ہی
**سوال** کتب رجال مین جو راوی منجملہ الفاظ ثقہ ثبت صدوق کے ایک یا دو یا تین لفظ کے
ساتھ وصف کیا جائے اس وصف سے اُس راوی مین راوی کے وہ شرائط اربعہ جو اصول فقہ
مین بیان کیے گئے ہین یعنے عقل اسلام ضبط اور عدالت تاوقتیکہ کچھ جرح مثل صدوق سئی الحفظ
صدوق یہم اور مانند اسکے اُس مین نہ کی گئی ہو ثابت ہو جائین گے یا نہین اور یہ تردد رہے گا
یا نہین کہ یہ راوی مسلم تھا یا نہین عاقل تھا یا نہین ضابط تھا یا نہین عادل تھا یا نہین **جواب**
یہ الفاظ عمدہ ترین مراتب تعدیل سے ہین ان الفاظ کے ورود کے بعد کسی راوی کے اسلام یا عقل یا
ضبط یا عدالت مین شبہہ کرنا کسی عاقل کا کام نہین ہی سخاوی رحمہ اللہ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث مین
لکھتے ہین قال الذہبی ان قولہم ثبت وحجۃ وامام وثقۃ ومتقن من عبارات التعدیل
التی لا نزاع فیہا ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ محدثین کے الفاظ ثقہ ثبت حجۃ امام اور متقن الفاظ
تعدیل ہین اس مین کوئی اختلاف نہین ہی۔ اور مقدمۂ ابن صلاح اور مختصر ابن جماعہ وغیرہ مین ہی
اما الفاظ التعدیل فعلی مراتب الاولی قال ابن ابی حاتم اذا قال للواحد انہ ثقۃ او
متقن فہو من یحتج بحدیثہ قلت وکذا اذا قیل ثبت او حجۃ وکذا اذا قیل فی العدل
انہ حافظ او ضابط الفاظ تعدیل کئی مراتب کے ہین اول ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے کہا ہی
اگر کسی کے متعلق کہا جائے کہ ثقہ یا متقن ہی تو اسکی حدیث قابل حجت ہی مین کہتا ہون اسی طرح اگر
ثبت اور حجۃ کہا جائے اور اسی طرح جب عادل کو بیان کرنے کے بعد حافظ یا ضابط کا لفظ استعمال

کیا جائے تو بھی اُسکی حدیث قابل حجت ہی **سوال** صحیح مسلم کے باب صفة الجلوس فی الصلوۃ وکیفیت
وضع الیدین علی الفخذین مین اس اسناد مین حدثنا عبد بن حمید قال نا یونس بن محمد قال
نا حماد بن سلمة عن ایوب عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قعد
فی التشہد الحدیث ہمسے عبد بن حمید نے بیان کیا اُنسے یونس بن محمد نے اُنسے حماد بن سلمہ نے اُنسے
ایوب نے اُنسے نافع نے اُنسے ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم
جب تشہد مین بیٹھتے الخ) ابن عمر سے روایت کرنے والے نافع مولی ابن عمر ہین جنکی نسبت تقریب
مین لکھا ہی ثقة ثبت فقیہ مشہور من الثالثة یا اور کوئی نافع ہین اور اسی اسناد مین حماد
ابن سلمہ رضی اللہ عنہ جو ایوب سے راوی ہین اُنکی نسبت تقریب مین لکھا ہی تغیر حفظہ باخرہ پس یہ
روایت حماد سے قبل تغیر حفظ کے مسلم مین اخذ کی گئی ہی جیسا کہ نووی نے شرح مسلم کے مقدمہ مین لکھا
ہی واعلم ان ما کان من ہذا القبیل محتجا بہ فی الصحیحین فہو مما علم انہ اخذ قبل الاختلاط
اس قسم کی جن حدیثون کا صحیحین مین بیان ہی وہ قبل اختلاط روایت کیگئی ہین) یا بعد تغیر حفظ کے
**جواب** یہ روایت قبل اختلاط کی ہی نہ بعد اختلاط کی جیسا کہ نووی کی عبارت مذکورہ سوال سے
واضح ہوا اور فتح المغیث مین ہی ما یقع فی الصحیحین او احدہما من التخریج لمن وصف
بالاختلاط فانا نعرف علی الجملة ان ذلک مما ثبت عند المخرج انہ عن قدیم حدیثہ (صحیحین یا
دونون مین سے کسی ایک مین جو حدیثین اُن لوگون سے مروی ہین جنکے لیے کتب فن رجال مین وصف
اختلاط ثابت کیا گیا ہی ہم بالاجمال جانتے ہین کہ وہ حدیثین راوی کے نزدیک اختلاط سے قبل کی
ہین **سوال** یہ کہنا کہ تقریب مین رجال کی جو جرح وتعدیل مذکور ہو صرف اسی پر مین اعتبار نہین
کرسکتا ہان اگر اور کوئی بھی صاحب تقریب کے سوا اُسکی قول کے تصدیق کرے تو معتبر اور قابل
اخذ مانونگا جہالت ہی یا نہین **جواب** یہ کہنا حماقت اور ضلالت ہی اولا اس وجہ سے کہ حافظ ابن
حجر عسقلانی رحمہ اللہ مصنف تقریب کی جلالت قدر معاینۂ کتب تواریخ وطبقات سے اس امر کو مقتضی ہی
کہ جرح وتعدیل مین اُنکا قول معتبر ہی مانا جائے ثانیا اس وجہ سے کہ تقریب مین جو جرح اور تعدیل
مذکور ہی وہ صرف صاحب تقریب کا قول ہی بلکہ ائمہ حدیث کی ایک جماعت کا قول ہی کیونکہ پہلے ابو الحجاج
مزی دمشقی نے جو اب رجال مین کامل دستگاہ رکھتے تھے صحاح ستہ کے رجال کیواسطے تہذیب الکمال

تالیف کی اُس مین متقدمین محدثین کے اقوال سے جرح و تعدیل نقل کی پھر حافظ ابن حجر نے اُسکی تلخیص کر کے زیادت کثیرہ کے ساتھ تہذیب التہذیب تصنیف کی پھر تقریب مین اُسکی تلخیص کی پس معلوم ہوا کہ تقریب مین جو جرح و تعدیل مذکور ہے وہ وہی ہے جو تہذیب التہذیب اور تہذیب مین بنظر اقوال محدثین مذکور ہے اسی لیے تقریب مین کوئی جرح اور تعدیل ایسی نہین ہے جسکی تصدیق باقوال محدثین سابقین نہوئی ہو جیسا کہ ماہرین پر ظاہر ہے **سوال** مولوی عبد العزیز خلف شاہ محمد عیسی مرحوم برادر زادہ حقیقی شاہ محمد یعقوب و شاہ محمد فصاحت نے بصرف یکجائی علوم دینیہ سے فراغت حاصل کی پھر کچھ دنون جابجا ملازمت کر کے جو کچھ حاصل ہوتا رہا دونون مکان پر بھیجا کیے اور ایک مین صرف ہوتا رہا یعنے زمینداری کی خرید اُنکی بی بی اور زوجہ شاہ محمد یعقوب و شاہ محمد فصاحت کے نام سے ہوا کی آپس مین کسی طرح کی مغایرت نہین رہی مولوی صاحب موصوف نے بحالت یکجائی وفات پائی اب پانچ چھ مہینے سے محمد یعقوب و محمد فصاحت عمیان و مظاہر الحق برادر لے مات مولوی صاحب مرحوم مین علیحدگی ہوگئی اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مال متروکہ مین جو کتابین وغیرہ مولوی صاحب کی ہین اُس مین محمد یعقوب و محمد فصاحت کا بھی حق ہے یا نہین اگر ہے تو کسقدر ہے **جواب** صورت مسئولہ مین وہ مال مولوی عبد العزیز و محمد یعقوب و محمد فصاحت کے درمیان مین مشترک سمجھا جائے گا اور تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا ایک حصہ محمد یعقوب کو اور ایک محمد فصاحت کو اور ایک محمد عبد العزیز کو ملے گا تنقیح فتاوے حامدیہ مین ہے ماحصله الاخوۃ الخمسۃ لسعیھم وکسبھم یکون بینھم اخماسا جو کچھ پانچ بھائی اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کرین وہ پانچ حصون مین منقسم ہوگا اور ہر ایک ایک حصہ پائے گا **سوال** دلیل الطالب علی ارجح المطالب مؤلفہ سید ابو الطیب صدیق بن حسن بن علی حسینی قنوجی مطبوعہ مطبع شاہجہانی صفحہ ۸۳۴ و صفحہ ۸۳۵ کا ترجمہ یہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد مسجدی ہذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصی سفر نہ کیا جائے گا مگر تین مسجدون کی طرف (۱) یہ میری مسجد (۲) مسجد حرام (۳) مسجد اقصے۔ اسکو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ گو الفاظ خبر کے ہین لیکن یہان مقصود خبر نہین ہے جیسا کہ مسلم کی اُس حدیث سے ظاہر ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ہے لاتشدوا الرحال الا الی ثلثۃ مساجد مسجدی ھذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصے سفر نہ کرو مگر تین مسجدون کی طرف یہ میری مسجد اور مسجد حرام اور مسجد اقصی۔ یہ حدیث بصیغۂ نہی مروی ہے اور امام اسحق بن راہویہ رحمہ اللہ نے اپنی مسند مین بصیغۂ حصر روایت کی ہے انما تشد الرحال الی ثلثۃ مساجد مسجد ابراہیم ومسجد محمد ومسجد بیت المقدس سفر تین ہی مسجدون کی طرف کیا جائے گا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مسجد یعنے مسجد حرام اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد یعنے مسجد مدینہ منورہ اور مسجد بیت المقدس اس حدیث کو بصیغۂ نہی روایت کرنے والون مین سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہین مگر یہ فرق اکثر اہل علم سے پوشیدہ رہا اور باہمی اختلاف کا سبب ہوا جیسا کہ صارم مین ہے ومن قال من العلماء انہ یستحب زیارۃ قبرہ فمرادہ بذلک السفر الی مسجدہ وفی مسجدہ یسلم علیہ ویصلے علیہ جو علما زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مستحب جانتے ہین اُنکا مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی کا سفر مستحب ہے اور مسجد مین حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا پر سلام بھیجا جاتا ہے اور صلوۃ۔ یہ بین دلیل ہے کہ مناسک مین اہل علم کی مراد زیارت قبر نبوی سے مسجد نبوی کی طرف سفر کا مستحب ہونا ہے کیونکہ حضور کی قبر مسجد مین ہے اور یہ نہین ہو سکتا کہ سفر سے بلا قصد مسجد نبوی محض زیارت قبر شریف مراد ہو کیونکہ اس باب مین اہل معرفت سے کوئی صحیح حدیث مروی نہین ہے اور ارباب صحیح وسنن نے بھی اس سے کچھ اخراج نہین کیا اور نہ ایمۂ اربعہ رحمہم اللہ مین سے کسی ایک نے بھی اس باب مین کسی حدیث سے احتجاج کیا ہے پس کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ سفر سے اُنکی مراد نفس زیارت ہے انتہت الترجمۃ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زیارت قبر نبوی کے لیے بھی سفر کرنا درست ہے یا صرف زیارت مسجد نبوی ہی کے لیے سفر کرنا چاہیے **جواب** بلاشبہہ سفر بقصد مسجد نبوی بلا اختلاف مستحب ہے البتہ بقصد زیارت قبر نبوی مین اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جائز ہے ممنوع نہین ہے کیونکہ یہ دو حدیثین مطلق ہین من زار قبری وجبت لہ شفاعتی جس نے میری قبر کی زیارت کی اُسکے لیے میری شفاعت ضروری ہو گئی اور من جاءنی زائرا لا تحملہ الا زیارتی کان حقا علی ان اکون لہ شفیعا وشہیدا یوم القیامۃ وسندہ حسن مجھپر یہ ضروری ہے کہ جو شخص صرف میری زیارت کے لیے مجھ تک آئے مین قیامت کے دن اُسکا شفیع اور شہید ہون اسکی سند حسن ہے۔ اور یہ کہدینا کہ زیارت کے متعلق جس قدر احادیث مروی ہین سب ضعیف یا موضوع ہین باطل ہے اسی طرح یہ کہنا کہ زیارت قبر نبوی

صلے اللہ علیہ وسلم سے سفر جانب مسجد نبوی مراد ہی لا اصل ہی مین نے اسکو پوری طرح اپنے رسالہ
السعی المشکور فی رد المذہب الماثور مین بیان کیا ہی واللہ اعلم **سوال** کامون مین سے کسی کام کے
لیے استخارہ کیونکر کرنا چاہیے **جواب** صحیح بخاری مین حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کلھا کما یعلمنا السورۃ
من القرآن یقول اذا ھم احدکم بامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضۃ ثم لیقل اللّٰھم
انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسألک من فضلک العظیم فانک تقدر
ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر الذی انا عازم علیہ
خیر لی فی دینی ودنیائی ومعاشی وعاقبۃ امری وعاجلہ واٰجلہ فقدرہ لی ویسرہ ثم بارک
لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ودنیائی وعاقبۃ امری و
ومعاشی وعاجلہ واٰجلہ فاصرفہ عنی واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ یارب العالمین
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو قرآن شریف کی سورتون کی طرح تمام امور مین استخارہ کرنا سکھاتے فرماتے کہ
جب تم مین سے کوئی کسی بات کا ارادہ کرے تو پہلے دو رکعتین فرض کے علاوہ پڑھے پھر دعا مانگے
جسکا ترجمہ یہ ہی کہ اے اللہ مین تیرے علم سے نیکی اور تیری قدرت سے قدرت چاہتا ہون اور تیرے
بڑے فضل سے سوال کرتا ہون کیونکہ تو قدرت رکھتا ہی اور مین قدرت نہین رکھتا تو جانتا ہی اور
مین نہین جانتا اور تو غیبون کا جاننے والا ہی اے اللہ اگر تو اس امر کو جس کا مین ارادہ رکھتا ہون میرے
لیے دین دنیا معاش انجام موجودہ اور آیندہ مین بہتر جانتا ہو تو مجھے اُس پر قدرت دے اور اُسے میرے
لیے آسان کردے اور پھر مجھے اُس مین برکت دے اور اگر تو اُسے میرے لیے دین دنیا انجام معاش
موجودہ اور آیندہ مین برا جانتا ہو تو اُسکو مجھسے پھیر لے اور مجھے اچھائی پر قدرت دے جہان کہین
ہو پھر مجھے اُس سے خوش رکھ اے عالمون کے پروردگار **سوال** حضرت جبریل علیہ السلام قرآن
شریف کو اللہ تعالی سے سنکر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہونچاتے تھے یا لوح محفوظ
سے دیکھکر اگر اللہ تعالی سے سنکر پہونچاتے تھے تو سمع حادث نے احاطۂ کلام قدیم کیونکر کیا اور اگر لوح
محفوظ سے دیکھکر پہونچاتے تھے تو امر پہونچانے کا کیونکر سنا اور اس صورت مین مکتوب لوح محفوظ پہونچایا
نہ کلام باری تعالی اور کلام اللہ کا بعینہٖ پہونچانا ممکن نہین اسلیے کہ ایک کلام کا دوسرے مین ایسا حلول

کہ وہ دوسرا اسکو پہونچادے محال ہی پس اس قرآن شریف کی حقیقت کیا ہی اور انہ لقول رسول کریم کے کیا معنے ہین **جواب** وحی نازل ہونے کا طریقہ یہ ہی کہ اللہ تعالی کے کلام کو حضرت جبریل علیہ السلام سنتے تھے پھر پہونچاتے تھے اور کلام الٰہی کا سننا محال نہین ہی کیونکہ حضرت موسی علے نبینا وعلیہ السلام اور ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج مین کلام الٰہی سنا اور ملائکہ مقربین اللہ تعالی کی آواز سنتے ہین سنن ابو داؤد اور بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات مین حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تکلم اللہ بالوحی سمع اھل السماء الدنیا سلسلۃ کجر السلسلۃ علی الصفا فیصعقون ولا یزالون کذلک حتی یاتیھم جبرئیل فاذا اتاھم جبرئیل فزع عن قلوبھم قالوا یا جبرئیل ماذا قال ربنا فیقول الحق فینادون الحق الحق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جب خدا وحی سے کلام فرماتا ہی تو آسمان دنیا کے فرشتے چٹان پر زنجیر کے کھینچنے کی ایسی آواز سنتے ہین اور چلاتے رہتے ہین یہانتک کہ جبرئیل علیہ السلام انکے پاس آتے ہین اسوقت انکے قلوب پر خوف طاری ہوتا ہی اور پوچھتے ہین ای جبرئیل ہمارے پروردگار نے کیا کہا جبریل کہتے ہین الحق اُس وقت یہ سب الحق الحق پکارنے لگتے ہین۔ اور ابن مردویہ نے روایت کی ہی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما نزل جبرئیل بالوحی علی رسول اللہ فزع اھل السموات لانحطاطہ وسمعوا صوت الوحی کاشد ما یکون من صوت الحدید علی الصفا فکلما مر باھل سماء فزع عن قلوبھم یقولون یا جبرئیل بما امرت فیقول کلام اللہ بلسان العربی حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا جب جبرئیل رسول اللہ پر وحی لیکر اترتے ہین تو آسمان والے دہشت مین آجاتے ہین اور وحی کی آواز انکو چٹان پر لوہے کی تیز آواز کی ایسی سنائی دیتی ہی پس جبرئیل جس آسمان پر سے گذرتے ہین وہان کے فرشتون کے قلوب پر دہشت طاری ہوجاتی ہے اور وہ پوچھتے ہین ای جبرئیل تمکو کس بات کا حکم دیا گیا جبرئیل جواب دیتے ہین خدا کے کلام کا جو عربی زبان مین ہی۔ الحاصل یہ قرآن شریف اللہ تعالی کو جس قدر نازل کرنا منظور ہوتا تھا اُتنا جبرئیل ع کو سناتا تھا اور وہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرتے تھے اسی لحاظ سے انہ لقول رسول کریم وارد ہوا ہی **سوال** کوئی مسلمان معمولی ہوش وحواس والا یہ کہتا ہو کہ قرآن میرے لوٹے

مین ہی اور حدیث میرے لوٹے مین ہی اور مسجد مین خالی ٹکرین مارنے کے لیے جاتے ہین مسجد مین کیا میرا لوٹا ہی اور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج مین ایک وقت اللہ تعالی کو دیکھا مین اس چشم سر سے ہر وقت اللہ تعالی کو دیکھتا ہون جو شخص اس سر کی آنکھ سے اللہ کو نہ دیکھے وہ مومن نہین اور اُسکی نماز بھی درست نہین اسکے علاوہ خدائی کا بھی دعوی کرتا ہو یعنے کہتا ہو کہ مین اللہ ہون مین اللہ ہون مین اللہ ہون تو ایسا شخص مسلمان ہے یا نہین دوسرے مسلمانون کو اُسکے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے **جواب** یہ الفاظ صریح کفر ہین انسے مسلم مرتد ہوجاتا ہی مسلمانون کو ایسے شخص کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا جو اہل اسلام کے ساتھ کیا جاتا ہی نہ چاہیے فی الفتاوی البزازیہ

اذا وصف اللہ تعالی بما لا یلیق بہ او سخر باسم من اسمائہ او بامر من اوامرہ او انکر وعدا او وعیدا اکفر ولو قال من خدایم یکفر وفیہ ایضا انکر اٰیۃ من القران او سخر باٰیۃ منہ کفر وفیہ ایضا من عاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شیٔ یکفر انتہی فتاوے بزازیہ

مین ہی خدا کے لیے کوئی برا وصف بیان کرے یا اُسکے کسی نام یا کسی حکم کے ساتھ مسخراپن کرے اُسکے کسی وعدہ یا وعید کا انکار کرے تو کافر ہی اور کہے کہ مین خدا ہون تو بھی کافر ہوجائیگا ۔ اور اُسی کتاب مین ہی جو قرآن کی کسی آیت کا انکار کرے یا اُسکے ساتھ مسخراپن کرے تو کافر ہی اور اُسی کتاب مین ہی جو حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کو کسی بات مین کوئی عیب لگائے وہ کافر ہے انتہی وقال ابن حجر المکی فی الاعلام بقواطع الاسلام من زعم ان الالٰہ سبحانہ یحل فی شیٔ من اٰحاد الناس فھو کافر ۔ وفیہ ایضا ۔ لو قال المصحف اٰلۃ الفساد او اللھو او قال القران حکایات جبرئیل کفر ۔ وفیہ ایضا ۔ ویکفر من کذب بشیٔ مما صرح بہ القران من حکم او خبر او جملۃ التوراۃ والانجیل وکتب اللہ المنزلۃ او کفر بھا او لعنھا او سبھا او استخف بھا انتھی

اور ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے اعلام بقواطع الاسلام مین لکھا ہی جو خیال کرے کہ خدا کسی آدمی مین حلول کرجاتا ہی وہ کافر ہی ۔ اور اُسی کتاب مین ہی جو قرآن شریف کو آلۂ لہو یا آلۂ فساد یا حکایات جبرئیل کہے وہ کافر ہی ۔ اور اُسی کتاب مین ہی جو قرآن کے کسی صریح حکم یا خبر یا پوری توراۃ وانجیل اور کتب منزلہ کو جھٹلائے یا اُنکا انکار کرے یا اُنپر لعنت بھیجے یا اُنکو گالیان دے یا اُنکی ذلت کرے وہ کافر ہی انتہی ۔ اور فتاوے انوار مین ہی من استخف بالمصحف او التوراۃ او الانجیل او الزبور کفر او قال انہ

یری اللہ عیانا فی الدنیا او یکلمہ شفاہا او ان اللہ یحل فی الصور الحسان او قال انا اللہ او ھو انا جو قرآن شریعت توراۃ انجیل یا زبور کی تذلیل کرے وہ کافر ہی یا کہے کہ وہ خدا کو ان آنکھون سے دیکھتا یا اُس سے باتین کرتا ہی یا کہے کہ خدا اچھی صورتون مین حلول کرتا ہی یا کہے کہ مین خدا ہون یا خدا مین ہون وہ بھی کافر ہی۔ اور فصول عمادیہ مین ہی اذا انکر اٰیۃ القراٰن او سخر باٰیۃ منہ کفر رجل یقرء القراٰن فقال آخر این چہ بانگ وطوفان ست کفر رجل قیل بیا یک درم بدہ تا بعمارت مسجد صرف کنم یا بمسجد حاضر شو فقال مرا بامسجد چہ کار یعزر انتھے جو شخص قرآن کی کسی آیت کا انکار کرے یا کسی آیت کے ساتھ مسخراپن کرے وہ کافر ہے اگر قرآن پڑھنے والے سے کسی نے کہا کہ یہ کیا شور اور طوفان ہی تو یہ کافر ہو گیا یا کسی نے کہا ایک درم دے کہ مسجد کی تعمیر مین صرف کیا جائے یا کہا کہ مسجد چل اور اسنے کہا مجھے مسجد سے کیا کام تو اسے تعزیر کیجائے گی انتہی۔ اور بھی کتب فقہ و کلام وغیرہ مین ایسا ہی ہی **سوال** عیسائی پادریون نے سہارنپور مین آکر نوجوان لڑکون اور لڑکیون کو تو اپنے مدرسون مین داخل کر کے بہکانا اور بیدین کرنا اور مرتد بنانا شروع ہی کیا تھا اب ایک اور فریب اور جال کی راہ نکالی ہے وہ یہ کہ مسلمانون کے چھ چھ آٹھ آٹھ دس دس بیس بیس برس کی عمر کی لڑکیون اور عورتون کو اپنے مذہب کی کتابین پڑھانا شروع کیا ہی اور لڑکیان اور عورتین مطلق اپنے مذہب سے واقف نہین انھین ہر اتوار کو پیسے اور تصویرین اور شیرینی دیکر غزلین اور بھجنون مین مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا گواتے ہین اور غریب مسلمانون کی عورتین اور لڑکیان تنخواہ کے لالچ مین کفر و الحاد کے جملے اور الفاظ بولنے مین ذرا بھی خوف نہین کرتین اسی مکر اور فریب سے پادریون نے سال گذشتہ پنجاب مین سات سو لڑکیان عیسائی کی ہین سہارنپور مین یہ جانگداز اور ایمان ربا بلا اسی سال آئی ہی نو مدرسے خاص سہارنپور مین اس لیے جاری ہین کہ مسلمانون کی عورتین روپیہ کے لالچ مین آکر خود انتظام کرلین گی اور لڑکیون کو جمع کر کے بیدین اور بے ایمان کرنے کا ڈھنگ ہمکو سکھا دین گی مسلمانون ہی کی عورتین اُس مین معلمہ مقرر کی گئی ہین ان مدرسون مین پڑھنا اور پڑھاتا اور پڑھائی کے واسطے مکان دینا اور پڑھنے اور پڑھانے والیان اور جو اس فعل بد سے راضی ہون اور جو عورتین شوہرون کی ممانعت کو اس حکم خاص مین نہ مانتی ہون اور جو اپنے مکان اور اپنے اہل و عیال کو اس کام سے باز رکھتا ہو اور اپنی لڑکیون کو ان مدرسون مین جانے سے منع نہ کرتا ہو

عند الشرع کیا حکم رکھتے ہین **جواب** عمداً کلمۂ کفر بولنا اگرچہ اُس پر اعتقاد نہو کفر ہی۔ ردالمحتار مین ہی قال فی البحر والحاصل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ھازلا ولاعبا کفر عند الکل ولا اعتبار باعتقادہ کما صرح بہ فی الخانیۃ ومن تکلم مخطیا او مکرھا لا یکفر عند الکل ومن تکلم عامدا کفر عند الکل ومن تکلم بھا اختیارا جاھلا بانھا کفر ففیہ اختلاف بحر مین ہے حاصل یہ کہ جو ہنسی مذاق یا کھیل کود کی غرض سے کلمات کفر بکے وہ بالاتفاق کافر ہی اُسکے اعتقاد کا اعتبار نہ کیا جائے گا جیسا کہ خانیہ مین اسکی تصریح ہی اور جو غلطی اور مجبوری سے کلمات کفر کہے وہ بالاتفاق کافر نہین ہی اور جو بقصد الفاظ کفر کہے وہ سب کے نزدیک کافر ہی اور جو کلمات کفر کے معانی نجان کر بقصد کہے اُسکے متعلق اختلاف ہی۔ اور فتح مین ہے ومن ھزل بلفظ کفرا رتد و ان لم یعتقد بہ الاستخفاف فھو ککفر المعتاد جو ہنسی مذاق مین الفاظ کفر کہے وہ کافر ہے اگرچہ اُسکا مقصد اہانت نہو جیسا کہ عادۃً کلمات کفر کا ذکر نے والا کافر ہی۔ اور صاحب ردالمحتار نے معتاد کا مطلب لکھتے ہوے لکھا ہی ای تکلم باختیارہ غیر قاصد معناہ وھذا لا ینافی ما مر من ان الایمان ھو التصدیق فقط او والاقرار لان التصدیق وان کان موجودا حقیقۃ لکنہ زائل حکما لان الشارع جعل بعض المعاصی امارۃ عدم وجودہ کالھزل المذکور وکما لو سجد لصنم او وضع مصحفا فی قاذورۃ فانہ یکفر وان کان مصدقا لان ذلک فی حکم التکذیب کما افادہ فی شرح العقائد یعنی الفاظ کفر کہے لیکن اُنکے معنے مراد نہ لیے یہ اسکے منافی نہین ہی کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہی یا اقرار کا کیونکہ تصدیق اگرچہ حقیقۃً موجود ہی لیکن حکماً زائل ہی کیونکہ شارع نے بعض گناہون کو تصدیق نہونے کی علامت مان لیا ہی جیسے مذکورۂ بالا مذاق یا بت کو سجدہ کرنا یا قرآن شریف کو کوڑے مین ڈالدینا کہ ایسا شخص کافر ہی اگرچہ تصدیق قلبی موجود ہو کیونکہ اُسکے یہ افعال تکذیب کے حکم مین ہین جیسا کہ شرح عقائد مین ہے۔ اور فتاوی قاضی خان مین ہی رجل کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن علی الایمان یکون کافرا ولا یکون عند اللہ مومنا جس نے کسی کی اطاعت مین اپنی زبان سے الفاظ کفر کہے اور اُسکا قلب ایمان پر قائم رہا وہ کافر ہی خدا کے نزدیک مؤمن نہین۔ پس ان روایتون سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص راگ مین حضرت عیسی علیہ السلام کو ابن اللہ گائے

یا کوئی کفر کا کلمہ پادریوں کے کہلانے سے جو صاحب مدارس کے لڑکے لڑکیاں کہتی ہین کہے وہ مرتد اور کافر ہوجائے گا اور اس امر پر رضا دینا بھی کفر ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری کی شرح فقہ اکبر مین ہی الرضا بالکفر کفر یہ رضامندی کفر ہی۔ اور ان سخت کلمات کی پروا نکرنا اور سہل جاننا بھی کفر ہے۔ ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر مین ہی الاستهانة بالمعصية بان یعد ھا ھینة ويرتكبها من غير مبالاة بها ويجريها مجرى المباحات فی ارتکابها کفر گناہ کو معمولی جاننا یعنے معمولی سمجھکر بار بار بے پروائی کے ساتھ اُسکا مرتکب ہونا اور عملاً اُسکو بمنزلہ مباح کردینا کفر ہے الحاصل اس مدرسے کے لڑکے اور لڑکیاں جو ایسے کلمات بولتے ہین سب مرتد ہین اور جو لوگ اُنکو بخوشی ایسے کام کے واسطے جان بوجھکر وہان بھیجتے ہین وہ بھی مرتد اور کافر ہین اور ان مدارس کی پڑھانے والیاں اور ان مدارس کے معین یعنے مکان دینے والے بھی اگر اس فعل سے راضی ہین تو کافر اور مرتد ہین اور جو اس امر کو برا جانکر محض طمع دنیا کی وجہ سے یہ کام کرتے ہین وہ فاسق اور فاجر ہین تمام اہل اسلام کو چاہیے کہ ان لوگون کو عموماً اور اپنے بچون کو خصوصاً روکین اور منع کرین کیونکہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ہے من رآى منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وليس وراء ذلك حبة خردل من ایمان جو شخص کوئی بری بات دیکھے اُسے ہاتھ سے مٹادے اگر یہ کرسکے تو زبان سے اور اگر یہ بھی نہ کرسکے تو قلب سے اس کے بعد ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہین ہی۔ الحاصل جو شخص کسی قسم سے منع کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور پھر بھی منع نکرے تو اگر اس فعل کو مستحسن یا سہل جانتا ہی کافر مرتد ہوگا اور جو برا جانکر منع نہین کرتا وہ مداہن فاسق ہوگا واللہ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ جواب صحیح ہی حررہ محمد مظہر مدرس مدرسہ سہارنپور۔ [محمد مظہر لطف الٰہی] الجواب حق والحق یتبع حررہ عنایت الٰہی عفی عنہ سہارنپوری الجواب صحیح حررہ ابو الحسن عفی عنہ [ابو الحسن] جواب صحیح ہی حررہ عزیز حسن عفا اللہ عنہ۔ کتبہ مشتاق احمد عفی عنہ۔ الجواب صحیح کتبہ حبیب الرحمن عفی عنہ۔ الجواب صحیح حررہ محمد حسن مدرس مدرسۂ دیوبند عفا اللہ عنہ الجواب حق کتبہ عبد الرحمن عفا اللہ عنہ۔ جواب صحیح ہی محمد امیر یار خان عفا اللہ عنہ [محمد امیر یار خان] اصاب المجیب کتبہ ذوالفقار علی عفی عنہ۔ الجواب صحیح ومنکرہ فضیح کتبہ احمد عفی عنہ۔ الجواب صحیح حق حررہ

محمد محمود عفی عنہ مدرس مدرسۂ عربی دیوبند محمد محمود الجواب صحیح کتبہ عزیز الرحمن دیوبندی مدرس مدرسۂ عربیہ میرٹھ عفی عنہ۔ الجواب صحیح واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ محمد ابراہیم عفی عنہ۔ الجواب صحیح کتبہ عبد المومن دیوبندی عفی عنہ۔ الجواب صحیح حررہ محمد منفعت علی عفی عنہ دیوبندی محمد منفعت علی جواب صحیح ہے حررہ محمد محمود حسن عفی عنہ مدرس مدرسۂ عربی اسلامی دیوبند۔ اس مین کوئی شک نہین کہ اجرائے کلمۃ الکفر کفر ہے اور اس آیت سے بھی یہ مضمون بصراحت ثابت ہے من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم جس نے ایمان کے بعد خدا سے کفر کیا مگر وہ جو مجبور کیا گیا اور اُسکا قلب ایمان پر قائم رہا لیکن وہ جنکا سینہ کفر کے لیے کھولدیا گیا ہے اُنپر خدا کا غضب اور بڑا عذاب ہے۔ کیونکہ اس آیت مین صرف حالت اکراہ کا استثنا کیا گیا ہے اور اسکے علاوہ اجرائے کلمۃ الکفر علی سبیل الاختیار کفر مین داخل تھا ہی اور ظاہر ہے کہ اشخاص مذکورہ کا راگ وغیرہ مین کفر کے کلمات کا زبان سے نکالنا استکراہا نہین ہے بلکہ اختیاراً ہی لہذا یہ کفر ہوگا اور کفر کی اعانت یا اُسکی تعلیم اسی قبیل سے ہے واللہ اعلم بالصواب الراقم مدرس مدرسۂ عربی سہارنپور صح الجواب اللہ تعالی فرماتا ہے تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب نیکی اور تقوی کیلیے مدد کرو گناہ اور زیادتی کے لیے مدد نکرو اور خدا سے ڈرو کہ وہ سخت بدلہ لینے والا ہے حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی **سوال** ایک شخص کا نام ابو القاسم ہے کیا اُسکو اس حدیث کے بموجب جو کتاب الاستیذان دارمی شریف مین ان اسناد سے واقع ہے اخبرنا سعید بن عامر عن ھشام عن محمد بن سیرین عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی ہمسے سعید بن عامر نے بیان کیا اُنسے ہشام نے اُنسے محمد بن سیرین نے اُنسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ میرے نام سے دوسرون کا نام رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو) اپنا نام بدلنا چاہیے **جواب** اس مسئلہ مین علمائے امت کا بڑا اختلاف ہے ہر ایک کے پاس اپنے اثبات دعوے کے لیے حدیث نبوی موجود ہے چنانچہ طحاوی نے معانی الآثار مین مذاہب مختلفہ کو مع سند بیان کیا ہے پہلا مذہب یہ ہے کہ ابو القاسم کنیت رکھنا جائز ہے چاہے کنیت رکھنے والے کا نام محمد ہو یا کچھ اور اسکی سند وہ حدیث ہے جسکو حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میرے ہمنام ہو لیکن میرے ہم کنیت نہ ہو۔ اور دوسری روایت مین ہی تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی فانی انا ابو القاسم میری ہمنام ہو لیکن میرے ہم کنیت نہ ہو کیونکہ اکیلا مین ہی ابو القاسم ہون۔ اور بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی ابو القاسم اللہ یعطی وانا اقسم میرے نام سے دوسرون کا نام رکھو لیکن ابو القاسم کسی کی کنیت نہ رکھو کیونکہ خدا دیتا ہی اور مین تقسیم کرتا ہون۔ اور بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی ولد لرجل من الانصار غلام فسماہ محمدا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احسنت الانصار تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی انما انا قاسم اقسم بینکم انصار مین سے کسی کے یہان لڑکا پیدا ہوا انھون نے اُس کا نام محمد رکھا تو حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا کہ انصار نے اچھا کیا میرا ایسا نام رکھو لیکن میری ایسی کنیت نہ رکھو مین ہی قاسم ہون تملوگون مین تقسیم کرتا ہون۔ اور بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی فانما جعلت قاسما اقسم بینکم میرا ایسا نام رکھو لیکن میری ایسی کنیت نہ رکھو مین ہی قاسم بنایا گیا ہون کہ تمھارے درمیان تقسیم کرتا ہون۔ اور یہی محمد بن سیرین اور نخعی وغیرہما کا مذہب ہی۔ دوسرا مذہب یہ ہی کہ تنہا نام رکھنا یا تنہا کنیت رکھنا ممنوع نہین ہی بلکہ جمع منع ہی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہی نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجمع بین اسمہ وکنیتہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے اپنے اسم و کنیت دونون کے جمع کرنے سے ممانعت کی ہی۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی من تسمی باسمی فلا یکتنی بکنیتی ومن اکتنی بکنیتی فلا یتسم باسمی جسکا میرا ایسا نام ہو وہ میری ایسی کنیت نہ رکھے اور جس نے میری ایسی کنیت رکھی وہ میرا ایسا نام نہ رکھے تیسرا مذہب یہ ہی کہ ابو القاسم کنیت رکھنا بھی ممنوع ہی کیونکہ یہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مین سے ایک خاص صفت ہے جو آپ ہی کے ساتھ مختص ہی جیسے حدیث سابق اشارہ کرتی ہی اور بھی ابو القاسم کنیت رکھنا اس بات پر دال ہی کہ یہ شخص قاسم کا باپ ہی اور حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اسکی سند ہی ولد لرجل منا غلام فسماہ القاسم فقلت لا نکنیک ابا القاسم و لا ننعمک عینا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ فقال سم ابنک عبد الرحمن ہم مین سے کسی کے یہان لڑکا ہوا جسکا نام اُس نے قاسم رکھا مین نے کہا کہ ہم تمھاری کنیت ابو القاسم

کیون نہ رکھین وہ حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کی خدمت مین حاضر ہوے اور اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا تم اپنے لڑکے کا نام عبد الرحمن رکھو۔ چوتھا مذہب یہ ہی کہ ابو القاسم کنیت رکھنا یا محمد اور ابو القاسم دونون کو جمع کرنا ہر کس وناکس کے لیے ممنوع ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ولد لک بعدی ابن فسمہ باسمی وکنہ بکنیتی وھی لک خاصۃ دون الناس حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ای علی اگر میرے بعد تمھارے کوئی لڑکا پیدا ہو تو اُس کا نام اور کنیت دونون میرے نام اور کنیت پر رکھنا یہ مخصوص تمھارے لیے ہی اور کسی کو ایسا نہ چاہیے۔ پانچوان مذہب یہ ہی کہ ابو القاسم کنیت رکھنا یا محمد نام رکھنا اور ابو القاسم کنیت رکھنا دونون جائز ہین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اُس حدیث کی سند سے جس مین خصوصیت کا لفظ مذکور نہین ہی اسی مذہب کو طحاوی نے مختار کہا ہی اور طیبی نے حواشی مشکوۃ مین لکھا ہی اختلفوا فیہ وجوہ احدھا لا یحل التکنی بابی القاسم سواء کان اسمہ محمدا او غیرہ وذلک شانہ لما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکنی ابا القاسم لانہ یقسم بین الناس من قبل اللہ ما یوحی الیہ ولم یکن احد یشارکہ فی ھذا المعنی منع ان یکنی بہ غیرہ وھو مذھب الشافعی واھل الظاھر وثانیھا ان ھذا الحکم کان فی بدء الامر ثم نسخ فیباح التکنی الیوم بابی القاسم لکل احد سواء کان اسمہ محمدا او غیرہ ویدل علیہ نھیہ فی حدیث انس عقیب ما سمع رجلا یقول یا ابا القاسم فالتفت الیہ رسول اللہ فقال انی لم اعنک وما روی عن علی انہ قال یا رسول اللہ ان ولد لی بعدک ولد الحدیث وھذا مذھب مالک قال عیاض وبہ قال جمھور السلف وفقھاء الامصار وثالثھا انہ لیس بمنسوخ وان کان النھی للتنزیہ والندب لا للتحریم وھو مذھب جمھور ورابعھا ان النھی للجمع ولا باس بالکنیۃ وحدھا وھو مذھب جماعۃ من السلف وخامسھا انہ نھی عن التکنی بابی القاسم مطلقا واراد المقید وھو النھی عن التسمیۃ بالقاسم وقد غیر مروان لما بلغہ ھذا الحدیث اسم ابنہ فسماہ عبد الملک وکان اسمہ القاسم وسادسھا ان التسمیۃ بمحمد ممنوعۃ مطلقا وجاء فیہ حدیث مرفوعا تسمون اولادکم محمدا ثم تلعنونھم انتھی ملخصا اس مین کئی طریقون سے خلاف ہی

(۱) ابوالقاسم کنیت رکھنا ناجائز ہی چاہے نام محمد ہو یا کچھ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم اس وجہ سے تھی کہ اللہ تعالیٰ جو آپکو وحی کرتا تھا وہ آپ لوگون مین تقسیم کر دیتے تھے چونکہ اس مین آپ کا کوئی شریک نہین ہی لہذا دوسرون کو ابوالقاسم کنیت رکھنا بھی ممنوع ہی یہ حضرت امام شافعی اور اہل ظاہر رحمہم اللہ کا مذہب ہی (۲) پہلے یہ حکم تھا بعد کو منسوخ ہو گیا اب ہر ایک کو ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز ہی محمد نام ہو یا کچھ اور اسکا ثبوت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ممانعت سے (جسے اُنھون نے بیان کیا بعد اسکے کہ ایک شخص کو یا ابا القاسم پکارتے سنا جس پر حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ اُدھر ملتفت ہوے تب اُس نے کہا کہ مین نے آپکو مراد نہین لیا تھا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اُس حدیث سے ہوتا ہی کہ اُنھون نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ کے بعد میرے کوئی لڑکا ہو الخ) یہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہین کہ جمہور سلف اور فقہا کا بھی یہی خیال تھا (۳) یہ منسوخ نہین ہی اور نہی تنزیہ اور ندب کے لیئے ہی نہ کہ تحریم کے لیئے یہ جمہور کا مذہب ہی (۴) دونون کے جمع کرنیکی ممانعت ہی تنہا کنیت رکھنے مین کچھ حرج نہین ہی یہ سلف کی ایک جماعت کا مذہب ہی (۵) ممانعت تو مطلقاً ابوالقاسم کنیت رکھنے سے کیگئی ہی لیکن مقصد قاسم نام رکھنے سے ممانعت ہی مروان کو جب یہ حدیث معلوم ہوئی تو اُنھون نے اپنے لڑکے کا نام قاسم کے بجاے عبد الملک کر دیا (۶) محمد نام رکھنا مطلقاً ممنوع ہی اسکے متعلق ایک مرفوع حدیث آئی ہی تم اپنی اولاد کا نام محمد رکھتے ہو پھر اُس پر لعنت کرتے ہو۔ اور در مختار مین ہی من کان اسمہ محمدا لا باس بان یکنی ابا القاسم لان حدیث سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیا کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم انتھی جس کا نام محمد ہو اُسکے لیے کچھ حرج نہین ہی اگر وہ اپنی کنیت ابوالقاسم رکھے کیونکہ یہ حدیث میرا الیسا نام رکھو اور میری الیسی کنیت نہ رکھو منسوخ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے لڑکے محمد بن حنفیہ کی کنیت ابوالقاسم رکھی تھی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ابوالحسنات محمد عبد الحی

## ضمیمہ از مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلا انا سنلقی علیک قولا ثقیلا ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلا ان لک فی النھار سبحا طویلا واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ

وکیلا واصبر علی ما یقولون واھجرھم ھجرا جمیلا وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ ومھلھم قلیلا

جاننا چاہیے کہ محض نیکون کا لباس پہن لینے اور اُس لباس کے لوازمات نہ ادا کرنے سے خدا کی نزدیک
کوئی نیک نہیں ہوتا دیکھو اگر کوئی شخص مطب مین بیٹھے اور طبیب ہونے کی وجہ سے مریض کی نبض
نہ دیکھ سکے اُسکے لیے نسخہ نہ تجویز کر سکے یا کوئی شخص علما اور صوفیہ کا لباس تو پہن لے مگر مسائل سے
ناواقف ہو یا لوگون کو مرید تو کرتا ہو مگر اُسے اپنے پیر سے مرید کرنے کی اجازت نہو تو نتیجہ مین ان سبکو
شرمندگی ہی اُٹھانا پڑے گی جیسے ایک طبیب کے لڑکے نے اپنے باپ کو کسی وقت نسخہ مین
سناسے کی لکھتے ہوے دیکھا تھا باپ کے مرنے کے بعد اُسکی جگہ پر مطب کرنے بیٹھا طبابت تو
جانتا نہ تھا سنی سنائی دوائین جو یاد آجاتین لکھدیتا اور ہر نسخہ مین سناسے کی ضرور لکھتا آخر کچھ
دنون مین بدنام ہوگیا اور لوگ سمجھ گئے کہ اسے کچھ نہیں آتا - اسی طرح علی حزین ایرانی کا واقعہ ہے
جو مدت دراز تک ہند مین رہا ہے اُسکی عادت تھی کہ ایک پلنگڑی پر لیٹا رہتا اہل علم کے سوا کسی
کی تعظیم نہ کرتا جو آتا فرش پر بیٹھتا ایکبار ایک جاہل شخص علما کا لباس پہنے ہوے اُسکے پاس پہونچا
وہ عالم سمجھکر لیٹے سے اُٹھ بیٹھا اور نہایت ادب سے پوچھا اسم جناب جیست اسنے کہا الیسف
(یوسف) اُسے معلوم ہوگیا کہ یہ شخص جاہل ہے وہ لیٹ گیا اور پاؤن پھیلا کر کہا اگر تو الیسف
ہستی من چرا پاے خود دراز نہ کنم یہ جاہل خفیف ہوگیا اور تمام حاضرین محفل سمجھ گئے کہ یہ جاہل ہے
عالم نہیں ہے پس علما اور صوفیہ کا لباس پہننے والون کو جان لینا چاہیے کہ محض یہ لباس اُنکو
عالم اور صوفی نہ بنائیگا جب تک وہ اُنکے طریقون کو اختیار نہ کرین حضور سرور عالم صلے اللہ
علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب نماز تہجد اور تلاوت قرآن شریف کے لیے شب کو اُٹھتے تو ایک بڑا
کمبل اُوڑھ لیتے چونکہ عادۃ حضور کا اس کمبل کو اُوڑھنا ذمہ داری عبادت کی پہچان تھی اسلیے
اللہ تعالیٰ نے یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا نازل فرماکر آپکو آگاہ کردیا کہ اگر تمنے اس کپڑے
کو پہنا ہے تو اُسکے شرائط کو ادا کرو (۱) شب بیداری اور تہجد مین قرآن شریف پڑھنا جو نفس کے ساتھ
بڑا جہاد ہے (۲) دن کو بھی ہر وقت اللہ کی یاد مین مشغول رہنا ہے (۳) ذکر الٰہی پر مداومت اور اپنی
زبان کو ہر وقت اُسکے نام سے زندہ رکھنا ہے (۴) علائق کو ترک کر کے تجرید حاصل کرنا ہے (۵)
ہر امر مین اللہ پر بھروسہ کرنا اور اپنے آپکو کسی چیز مین دخیل نہ جاننا ہے (۶) ظلم اور انکا لیف

برداشت کرکے اُنپر صبر کرنا ہی (۷) اہل دنیا کی صحبت سے احتراز کرنا اور اُنکی خیر خواہی مین قصور نکرنا ہی
پس اے مسلمانو تمکو چاہیے کہ اگر صوفیہ کا لباس پہنو تو اُسکی شرم کرو ایسا نہو کہ اُس لباس کی
وجہ سے لوگ تمکو صوفی جانین مگر تم صوفی نہو۔ حدیث مین ہی ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولکن
ینظر الی قلوبکم اس تمہید کے بعد اب ہم آیات مذکورۃ الصدر کا ترجمہ لکھتے ہین جو شخص اس پر کاربند
ہوگا پکا صوفی ہوجاے گا۔ عوام کو یہ خیال نکرنا چاہیے کہ ہم ایسے لوگ صوفی نہین ہوسکتے کیونکہ عالم
صوفی متقی ہونا کسی قوم یا خاندان کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ اللہ تعالی نے محض اپنے فضل سے
اس دولت کے حاصل کرنے کے ذرائع بتا کر ہر مومن کو اسکا مستحق بنا دیا ہی اب غور سے دیکھو وہ
ذرائع تیپر ترجمہ سے ظاہر ہوجائین گے یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا اے ریاضت کا کپڑا اوپر
لپیٹے ہوے شخص اس کپڑے کا حق ادا کر اور رات کا سونا جو سب راحتون سے زائد پسندیدہ ہی ترک
کرکے عبادت الٰہی مین مشغول رہ اور کھڑے ہوکر ہر رات کو نماز پڑھا کر مگر تھوڑی راتون مین یہ حکم
معاف ہی جیسے بیماری یا سفر کی راتین یا وہ راتین جنکے دنون مین تمنے محنت مشقت بہت کی ہو خواہ
جہاد یا کفار سے مقابلہ کیا ہو یا وہ دن صلح کرانے یا مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑانے وغیرہ مین
صرف ہوا ہو تو ان راتون مین اُٹھکر تہجد کی نماز پڑھنا ضروری نہین بلکہ نفل ہے چاہے پڑھو چاہے
نہ پڑھو اسی طرح ایسے عذرون کی وجہ سے کھڑے ہوکر پڑھنا بھی معاف ہی بلکہ بیٹھکے پڑھنے
مین بھی کچھ مضائقہ نہین ہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر مین اکثر تہجد کی نماز بیٹھکے پڑھا
کرتے تھے اور تقدیر مین یہ بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ الا قلیلا کا لفظ قیام کے ظرف محذوف سے مستثنی
ہو لیل سے نہو اور ترکیبی عبارت یون ہو قم فی صلوۃ اللیل فی جمیع عمرك الا زمانا قلیلا وھو زمان
کبر السن وضعف البدن فلا باس بالقعود حینئذ تہجد کی نماز عمر بھر کھڑے ہوکر پڑھا کرو مگر تھوڑے
دنون مین تہجد کی نماز کھڑے ہوکر پڑھنا ضروری نہین ہی اور وہ تھوڑے دن بڑھاپے اور ضعف بدن
کے ہین۔ لیکن چاہیے کہ یہ رات کی نماز مین کھڑا ہونا ذرا سا برائے نام نہو کہ جذب الی اللہ مین اور حضوری
اور مناجات کے ملکہ کی تحصیل مین جیسی چاہیے ویسی تاثیر نکرے کیونکہ تھوڑے عمل سے روح
اور دل کو کیفیت حاصل نہین ہوتی اور ان اعمال کی تاثیر انمین بخوبی نہین پائی جاتی بلکہ نماز مین
کھڑے رہا کرو آدھی رات کے اندازے سے اگر اعتدال کے دن ہون جن مین رات اور دن

برابر ہوتے ہین جیسے خزان کے چند دن اور بہار کے چند دن اسلیے کہ آدھی رات دن اور رات کے
پورے دورے کی چوتھائی ہو اعتدال کے دنون مین اور تاثیر و خواص مین چوتھائی پہ پوری
چیز کا حکم کرتے ہین اسلیے اتنا مجاہدہ اور کوشش کرنے کا اثر تمام دن رات باقی رہے گا اور
حضوری و مناجات کی کیفیت بھی حاصل ہوگی مثلاً اگر کسی شخص کو دن رات مین دو پہر اپنے محبوب
سے صحبت کا موقع ملتا ہو تو اسکا سرور آٹھ پہر تک باقی رہتا ہو اور ہر وقت اسی کیفیت مین مست رہتا ہو
اور اگر دن رات مین ایک ساعت یا ایک لحہ ملاقات ہوتی ہے تو وہ جدائی کی آگ کو بجھا نہین سکتی
بلکہ اور تیز کر دیتی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ اگر کسی کو شدت سے پیاس لگی ہو اور ایک قطرہ پانی پیے
تو پیاس بجھتی نہین بلکہ اور زیادہ ہو جاتی ہو اسیطرح جو شخص بہت بھوکا ہو اگر دو ایک لقمہ کھالے تو
بھوک اور زیادہ ہو جاتی ہو۔ یا آدھی رات سے تھوڑا کم کر کہ تہائی رات کو پہونچے اگر جاڑے دن کا زمانہ
ہو کیونکہ جاڑون کی راتین بہت بڑی ہوتی ہین اسکی تہائی دن رات کی چوتھائی کے برابر ہوگی
یا آدھی رات پر تھوڑا زیادہ کر دکہ دو تہائی رات کو پہونچے اگر گرمیون کا زمانہ ہو کیونکہ گرمیون کی
راتین چھوٹی ہوتی ہین اسکی دو تہائی دن رات کی چوتھائی کے برابر ہوگی اور قرآن شریف
کے الفاظ کو صاف پڑھو وہ زمانہ قریب ہو کہ ہم تمپر بوجھ ڈالین گے یعنی پے درپے قرآن کو نازل
کرین گے جاننا چاہیے کہ جب نماز تہجد مین قرآن کے باترتیل پڑھنے کی وجہ بیان ہو چکی تو اب
نماز تہجد کی وجہ بیان ہوتی ہے بیشک وہ عبادت اور تلاوت جو رات کو پیدا ہوتی ہو نفس کے
روندنے اور اسکی تاریکی کے دور کرنے مین بہت سخت ہو اور بات کہنے مین بہت مضبوطی ہے
حاصل یہ ہو کہ پچھلی رات کو قرآن شریف کی تلاوت کرنا تدبر اور فہم معانی کے لیئے دوسرے اوقات
سے بہتر مفید ہو کیونکہ پچھلی رات کو ذہن صاف ہوتا ہو اور غذا کے بخارات بھی کم ہو جاتے ہین اور
غل شور نہونے کی وجہ سے حواس کو انتشار نہین ہوتا اسی وجہ سے فہم معانی مین غفلت نہین ہوتی
اور رات کی تاریکی کی وجہ سے آنکھ بھی اپنے کام سے بیکار ہو جاتی ہو اور ہر چیز کے دیکھنے کی وجہ سے
دل کو تشویش نہین ہوتی۔ یہی وجہ ہو کہ اس وقت خاص کو اکثر علما نے کتب بینی اور شعرا نے شعر
کہنے کے لیے خاص کر رکھا ہو اور تجربہ سے بھی معلوم ہوتا ہو کہ اسوقت مطالب اور مضامین عالیہ کا
دل مین اچھی طرح القا ہوتا ہو اسی وجہ سے اکثر پچھلی رات کے خواب بھی صحیح ہوا کرتے ہین حدیث شریف

مین ہے اصدق الرویا بالاسحار بہت سچا خواب سحر کا ہے ۔ بیشک دن کو تمھین بہت کام کرنا ہین اور طرح طرح کی عبادتون مین مشغول رہنا ہی جسکی وجہ سے تم مصاحبت مکالمت مناجات اور سرگوشی کی محفل کو گرم نہین رکھ سکتے یعنی اگر چہ تم دن کو طرح طرح کی عبادتون مین مشغول رہتے ہو لیکن پچھلی رات کو بھی عبادت سے خالی نہ رکھو کیونکہ اسوقت کا مجاہدہ حجابون کے دور کرنے اور قرب حاصل کرنے مین بڑا اثر رکھتا ہی کوئی عبادت اور شغل اسکو نہین پہونچتا بلکہ تمام عبادات اور مشاغل کو یہ مجاہدہ اور رونق دے دیتا ہی پس ایسے وقت کو مفت ضائع نکرو اور اپنے پروردگار کا نام تو ہر وقت ہر شغل ہر عبادت مین خواہ اول خواہ آخر خواہ اس عبادت کے درمیان مین اور یاد خواہ زبان سے ہو خواہ دل سے خواہ روح سے دن کو ہو یا رات کو ذکر لسانی جہر سے ہو یا اخفا سے اور پروردگار کا نام خواہ اسم ذات ہو خواہ اسم اشارہ یا اسماے حسنی مین سے کوئی نام ہو جو سالک کے نفس و حال اور وقت سے مناسبت رکھتا ہو اور اسم پروردگار کا خواہ تنہا خواہ تہلیل کے ضمن مین یعنی نفی اور اثبات مین خواہ تسبیح اور تحمید اور تکبیر اور لاحول یا دوسرے مسنون ذکرون کے ضمن مین ہو اور ذکر کی کیفیت بھی خواہ یک ضربی ہو خواہ دو ضربی خواہ اس سے بھی زیادہ ہو حبس دم کے طور پر ہو خواہ بے حبس دم ہو برزخ سے ہو خواہ بدون برزخ سہ رکنی ہو خواہ ہفت رکنی شرائط عشرہ کے ساتھ ہو یا بے اسکے اور شرائط عشرہ یہ ہین (۱) شد (۲) مد (۳) تحت (۴) فوق (۵) محاربہ (۶) مراقبہ (۷) محاسبہ (۸) مواعظ (۹) تعظیم (۱۰) حرمت ۔ ان کے علاوہ اور خصوصیات بھی ہین جنکو حضرات صوفیہ رحمہم اللہ نے نکالا ہے اور ان خصوصیات مین سے کسی ایک یا دو کا معین کرنا شیخ اور مرشد کی راے پر موقوف ہی جو چیز جس طالب کے حال کے موافق اور اصلح جانے وہ اسے تعلیم کرے ۔ پھر ایک خصوصیت سے دوسری خصوصیت کی طرف انتقال کرے چنانچہ دوسری آیت مین ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون جو تم نہ جانتے ہو اس کو ذکر کرنے والون سے پوچھو سب سے اچھا طریقہ یہ ہی کہ یاد الٰہی کی اتنی مہارت پیدا کرلے کہ کوئی عمل اور کوئی شغل اس کو یاد الٰہی سے غافل نہ کرسکے اور لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (ان لوگون کو سوداگری اور بیع وشرا اللہ کی یاد سے نہین روکتی) کا مصداق بنجائے ۔ اور جو عمل تجھکو اسکی یاد سے روکے اُسے چھوڑ دے ۔ حضرت ابوالحسن نوری خرقانی رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ آپ اپنے مکان سے صبح کو نکلتے

اور صحرا مین جاکر عبادت کیا کرتے گھر سے وہان تک جانے مین ایک قرآن شریف کی تلاوت فرماتے
اسیطرح واپسی مین ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ ایکبار آپنے دعا کی ای پروردگار مین
حضرت خضر علیہ السلام سے ملنا چاہتا ہون خدا نے آپکی دعا قبول فرمائی ایک دن جب صبح کو آپ
مکان سے عبادتخانہ جانے کے لیے نکلے تو دروازے پر ایک بزرگ کو دیکھا اُنھون نے کہا السلام علیکم
حضرت ابوالحسن نوری خرقانی رحمہ اللہ نے جواب سلام دیکر مصافحہ کے بعد دریافت کیا آپ کون ہین
اور کیون آئے ہین اُنھون نے کہا تمنے مجھسے ملنے کی دعا کی تھی اللہ تعالی نے مجھے تمھارے پاس بھیجا
ہی حضرت نوری قدس سرہ سمجھ گئے کہ یہ خضر ہین نہایت ادب سے پیش آئے اور عبادتخانہ تک
اُنسے باتین کرتے ہوے گئے وہان پہونچکر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا تمھین مجھسے جو کہنا ہو کہو اُنھون نے
جواب دیا کہ مجھے صرف اتنا ہی عرض کرنا ہی کہ آپ تشریف لیجائیے مین اور اب پھر کبھی مجھسے نہ ملین کیونکہ
آپکی تشریف آوری سے آج میری عبادت کم ہو گئی روزانہ مین یہانتک آتے ہوے ایک قرآن
شریف پڑھا کرتا تھا آج آپ سے باتین کرنے مین وقت صرف ہو گیا اور مین اُس ثواب عبادت
سے محروم رہا لہذا اُس عمل کو مین اختیار کرنا نہین چاہتا جو عبادت الٰہی سے غافل کردے۔ اگر تمکو
حضرت نوری کا مفصل حال دیکھنا ہو تو انوار الاتقیا دیکھو مین نے شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ کے
تذکرۃ الاولیا کا جو فارسی زبان مین تھا اُردو مین ترجمہ کرکے انوار الاتقیا اُسکا نام رکھا ہی۔ ہو سکتا
ہی کہ تم یہ شبہہ کرو کہ علائق دنیا کا قطع کرنا ناممکن ہے کیونکہ دنیا دارالحیوۃ ہے اور جب تک دنیاوی
علائق سے تعلق باقی ہے ماسوی اللہ سے کلی غفلت نہین ہو سکتی اور جب ماسوی اللہ سے کلی
غفلت نہوگی تو اللہ کی طرف کامل توجہ کا ہونا بھی محال ہی تو اللہ تعالی اُس کا یون جواب دیتا ہی
افعال الٰہی پر غور کرنے سے تمکو معلوم ہو سکتا ہی کہ علائق دنیاوی کے ساتھ تعلق رکھنا پھر اُنسے
انقطاع ہر رات اور دن مین خود ہی موجود ہی کیونکہ اللہ مشرق کا بھی پروردگار ہے اور مغرب
کا بھی اُس نے مشرق کو دنیاوی علائق کے یاد دلانے کے لیے اور مغرب کو اُنسے انقطاع کرنے
کے لیے بنایا ہی دیکھو جب صبح ہوتی ہی اور مشرق سے آفتاب نکلتا ہی تو دوکانداروں کو اپنے دوکانونکا
جو بازارون مین ہین علاقہ یاد آتا ہی کاریگرون کو اپنے پیشون کے اوزار اور نوکرون کو آقا کے دربار
کا علاقہ یاد آتا ہی کسان کو ہل بیل کھیت کا اور مالی کو اپنے لگائے ہوے درختون کا اور باغبان کو باغ

اولاد کا اور لونڈی کو اپنے آقا کا اور زوجہ کو زوج کا اور زوج کو زوجہ کا علاقہ یاد آتا ہی اور ہر علاقے کے احکام ظاہر ہونے لگتے ہین مسافرون کو راہ چلنے کے پیشہ ورون کو اپنے پیشے تاجرون کو بیع وشرا کی فکر ہونے لگی یہانتک کہ شام آئی آفتاب ڈوبا یہ جتنے علاقے تھے آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگے کسان کھیتون سے دوکاندار بازارون سے مسافر راہون سے نوکر نوکریون سے اپنے اپنے گھرون اور مقامون پر آنے لگے دیکھو جب یہ سب کے سب اپنی جگہون پر آگئے تو باہر کے علاقے منقطع ہوگئے اب گھر اور گھر والون کا تعلق باقی رہا جب کھانے پینے سے فارغ ہوے تو گھر کی اکثر چیزون سے علاقہ قطع ہوگیا جب بچھونے پر لیٹے تو بچون سے علاقہ قطع ہوگیا البتہ بیبیون سے علاقہ باقی رہا جب سو گئے تو بیبیون سے بھی علاقہ قطع ہوگیا صرف یہی نہین بلکہ ظاہر بدن سے روح کا علاقہ بھی جاتا رہا اپنے اعضا کی حرکت اور جنبش بھی روح کے اختیار مین نہی پھر دوسری چیزون کو کون پوچھتا ہی پس ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اسوقت مالک الملک کی شان ربوبیت کا تماشہ دیکھو کہ وہ باوجودیکہ سبکو زندہ بھی رکھتا ہی مگر ہر روز اُنکے لیے ایک ایسا وقت بھی مقرر کرتا ہی جس مین دنیاوی تمام علائق قطع ہو جاتے ہین اور اُنکو اسکا موقع دیا جاتا ہی کہ وہ اُس وقت اگر چاہین تو عبادت مین مشغول ہوکر اللہ ہی سے علاقہ رکھ سکین۔ تم ہر وقت اپنے آپکو ایسا ہی بے اختیار سمجھو اور کسی چیز سے علاقہ نرکھو کہ ذکر اور عبادت مین تمھارا کوئی معبود نہین ہے مگر وہی اللہ کہ ان علائق کا قطع کرتا اور پھر انھین کو ثابت رکھنا اُسکی ربوبیت کی شانون مین سے ایک شان ہی پس اپنے پروردگار کو کارساز سمجھو اور اپنے ضروری کامون کو اُسکے حوالہ کر کے اطمینان سے بیٹھو اور قطع علائق کی وجہ سے مشوش نہو ؎ تو دردِ گم شو وصال اینست و بس گم شدن گم کن کمال این ست و بس۔ راہ خدا کی سلوک کی شرطون اور فرقہ پوشی کے لوازم کے بیان کے بعد حکم ہوتا ہی کہ باوجود ایسی ریاضت اور مجاہدے اور تبتیل کے ہمنے تمکو ناقصون کی تکمیل اور گمراہون کی ہدایت اور طالبون کی رہنمائی اور خلق کو خدا کی طرف بلانے کے لیے بھیجا ہی پس تمکو تحمل اور بردباری کرنا چاہیی اور خلق کی زیادتیون اور ظلمون کو برداشت کرنا چاہیے اور جو تمھارے نائب اور وارث اور اس منصب کے ذمے دار ہون اُنکو بھی تمھاری تبعیت مین تحمل اور بردباری کرنا لازم ہے اور جو منکرین اور تمھارے معاندین کہا کرتے ہین اُس پر صبر کرو خواہ وہ کافر ہون یا مشرک

یا منافق ہون کیونکر یہ سب اس راہ سے بالطبع نفرت رکھتے ہین اور اس راہ پر چلنے والون کو لوگون کی نظرون مین حقیر اور ذلیل بنانا چاہتے ہین اور اپنے ظن فاسد سے لوگون کے سامنے وعظ کہنے بیٹھکے بیان کرتے ہین کہ یہ لوگ عالم ہون یا صوفی عامل ہون یا کامل سب ظاہر مین ایسی باتین کرتے ہین اصل مین انکی نیتین خراب ہین ریا اور مکاری انکا شیوہ ہے دنیا کی لالچ انکے دلون مین بھری ہے گو بظاہر یہ تارک دنیا معلوم ہوتے ہین علی الخصوص اُس گروہ اہل حق کی زیادہ مخالفت کرتے ہین جس نے انسے قطع تعلق کر لیا ہے اور انکی پروا نہین کرتا آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انھین کے اقربا دوست مرید شاگرد جو حق کے راستے پر چلنا چاہتے ہین انسے نفرت کرنے لگتے ہین پس تم اُنکی محبت کو چھوڑنے کے طریقے سے چھوڑ دینا کہ اس مین تین چیزین نہون اول یہ کہ میل جول بہت ترک کر دو اور باطن مین اُنکے حالات سے خبردار رہو کہ کیا کرتے ہین اور مجھکو کیونکر یاد کرتے ہین (۲) انکی بدسلوکی کی شکایت کسی کے سامنے نہ کرو گفتگو اور مقابلے مین کج خلقی اور بدزبانی نکرو (۳) باوجود مفارقت کے اُنکو نصیحت کرو اور اُنسے دشمنی نکرو بلکہ جسطرح ممکن ہو اُنکو رعایت کرو - اور ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم ممکن ہو کہ تمھارے دل مین یہ خیال گذرے کہ منکرین کی زبانی ایذا رسانی پر صبر کرنے کا اور اُنسے قطع علائق کا مجھے حکم ہوا ہے وہ تو مین نے جان و دل سے قبول کیا مگر یہ منکر ایسے بدذات اور شریر ہین کہ دوسرون کو بھی اس راہ پر آنے نہین دیتے بلکہ اگر کوئی آنے کا ارادہ کرتا ہو تو اُسکو زبانی سمجھاتے اور اپنی مجلسون مین بٹھا کر اپنا حال دکھاتے ہین اور تن پروری وغیرہ کی رغبت دلا کر اس راہ سے پھیر دیتے ہین پس اگر مین اُنکی ہلاکت کی دعا نکرون اور اُنسے بدلہ نہ لون تو یہ طریقہ کبھی رائج نہوگا تو اُسکا دفیعہ یہ ہو کہ اس مین تم دخل نہ دو بلکہ اسے ہمارے ہی حوالہ کر دو لینے مجھے اور اس راہ کے منکرون کو تم چھوڑ دو اور اُن کو اس جہان کی آرام مین تھوڑی مہلت دو جہان دنیا مین ایسے لوگ ہین جو مجاہدہ ریاضت رنج اور مشقت مین مشغول ہین اور اپنے نازپروردہ جسم کو خدا کی راہ مین نثار کرتے ہین وہان بعض ایسون کا ہونا بھی ضروری ہے جو عالم آخرت مین رنج اُٹھائین انکا دنیا مین ہماری راہ سے پھرا ہی رہنا اچھا ہے اگر دنیا مین سبھی متقی ہو جائین تو اس سے یہ لازم آیگا کہ اس جہان مین سب کو راحت ملے اور ان دونون کے اجتماع سے یہ بھی لازم آئے گا کہ دونون

جہان متغیر اور تباہ ہو جائین کیونکہ دونون جگہہ رنج بے راحت اور راحت بے رنج ہو اور ہر جہان کا احد المتقابلین سے خالی ہونا اس جہان کے نقصان کا سبب ہے اور ہم جامع المتقابلات اور کامل علی الاطلاق ہین پس انھین جلد تباہ کرنے کی درخواست نکرو بلکہ انھین مہلت دو تاکہ یہان رہکر وہان رنج کھینچنے کی استعداد پیدا کرلین کیونکہ ہم استعداد اور لیاقت سے پہلے کسی شخص کو کام مین مشغول نہین کرتے اور اگر ہم ایسا کرین تو حکمت مین نقصان پایا جائے اب جاننا چاہیے کہ سلوک الی اللہ اُسکی حضوری اور نزدیکی طلب کرنے کو کہتے ہین مگر چونکہ اللہ تعالی جسمیت اور لوازمات جسمیت سے پاک ہی لہذا اُسکی حضوری بغیر ان تین طریقون کی پابندی کے حاصل کرلینا ناممکن ہی (۱) تصور ہی جسکو عرف شرع مین تفکر اور اہل سلوک کی اصطلاح مین مراقبہ کہتے ہین (۲) ذکر ہے (۳) تلاوت قرآن شریف ہی اور بعض نے ذکر کو تصور مین داخل کر کے تصور اور تلاوت دو ہی طریقے بیان کیے ہین کیونکہ تصور ذکر اور یاد قلبی کا نام ہی ذکر لسانی ہو یا قلبی دونون کو شامل ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها اللہ تعالی فرماتا ہی ہمیشہ میرا بندہ نفل عبادتون کے ذریعہ سے میرا قرب چاہا کرتا ہی یہانتک کہ مین اُسکو چاہنے لگتا ہون اور مین اُسکے لیے کان ہو جاتا ہون جس سے وہ سنتا ہی اور آنکھ ہو جاتا ہون جس سے وہ دیکھتا ہی اور ہاتھ ہو جاتا ہون جس سے وہ پکڑتا ہی اور پاؤن ہو جاتا ہون جس سے وہ چلتا ہی یعنی کثرت عبادت کی وجہ سے بندے کو یہ مرتبہ عطا ہوتا ہی کہ خود اللہ تعالی اُسکے اعضا کا محافظ ہو جاتا ہی اور اُسکے ہاتھ پاؤن آنکھ کان سب مرضی الٰہی کے تابع ہوکر اُسکی مرضی کے خلاف کام کرنے سے باز رہتے ہین اور بھی فرمایا ہی من تقرب الی شبرا تقربت الیه ذراعا ومن تقرب الی ذراعا تقربت منه باعا ومن اتانی یمشی اتیته هرولة جو مجھسے ایک بالشت نزدیکی چاہتا ہی مین اُس سے ایک ہاتھ نزدیک ہو جاتا ہون اور جو مجھسے ہاتھ بھر نزدیکی چاہتا ہی مین اُس سے باع (دونون ہاتھون کی لمبائی) بھر نزدیک ہو جاتا ہون اور جو میری طرف چلتا ہوا آتا ہی مین اُسکی طرف گھٹنون سے دوڑتا ہوا آتا ہون تم جانتے ہو کہ خدا گھٹنون اور ہاتھ پاؤن وغیرہ سے منزہ ہی اس لیے خود ہی سمجھ لوگے

کہ یہ مثال فقط سمجھانے کے لیے ہی اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ خدا کے اعضا ہین البتہ اس حدیث
سے یہ اچھی طرح معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالی کا یہ خاصہ ہی کہ وہ اپنے یاد کرنیوالے کی طرف خود نزول فرماتا ہی
اور اُس سے نزدیک ہوتا ہی اور اُسکی مدرکہ کو پر کرتا ہی اور اُسکے لطائف باطنی پر غالب ہوتا ہی۔ مطلق
ذکر کی فضیلت مین بھی بکثرت آیات وارد ہین جیسے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو مین تمھین یاد
کرون۔ حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ نے ایکبار مجمع مین فرمایا مجھے معلوم ہے کہ میرا پروردگار کس
وقت مجھے یاد کرتا ہی لوگ اسکا مطلب نہ سمجھے استفسار کرنے پر آپنے فرمایا جب مین اُسکو یاد
کرتا ہون وہ مجھکو یاد کرتا ہی اور اذکروا اللہ ذکرا کثیرا اللہ کا بہت ذکر کرو اور یذکرون اللہ قیاما
وقعودا وعلی جنوبھم اللہ کا کھڑے بیٹھے اور کروٹ پر ذکر کرتے ہین۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما نے فرمایا ہی اس سے مراد یہ ہی کہ رات دن خشکی تری حضر سفر تونگری مفلسی بیماری صحت باطن
ظاہر ہر وقت اور ہر حالت مین بندہ اللہ کا ذکر کرتا رہے۔ اسی طرح مطلق ذکر کی فضیلت مین بہت سی
حدیثین بھی ہین یہان بخوف طوالت دو لکھی جاتی ہین جسکو زائد دیکھنا ہون وہ احیاء العلوم کیمیای
سعادت وغیرہ دیکھے۔ ذاکر اللہ فی الغافلین کالمقاتل فی الفارین اللہ کا ذکر کرنے والا
غافلون مین ایسا ہی جیسا بھاگنے والون مین لڑنے والا۔ ذاکر اللہ فی الغافلین کالحی بین
الاموات اللہ کا ذکر کرنے والا غافلون مین ایسا ہی جیسے زندہ مردون مین۔ اب جاننا چاہیے
کہ لا یشغلہ شان عن شان ایک طرف کی توجہ دوسری طرف متوجہ ہونے کو مانع نہین اسی کی
ذات کا خاصہ ہی پس تلاوت قرآن شریف اسوجہ سے اسکی قرب اور نزدیکی کا سبب ہی کہ قرآن کے
الفاظ معانی پر دلالت کرتے ہین اور وہ معانی علم الٰہی مین کلام نفسی کا خلعت پہنکر اُسکے صفات ذاتیہ
مین سے ایک صفت کی صورت مین مدت تک رہے ہین لہذا وہ الفاظ صفات الٰہیہ مین سے
کسی ایک صفت کو تلاوت کرنے والے کے مدرکہ کے قریب کر دیتے ہین اور اس آمیزش کیوجہ سے
وہ صفت ایک طرح سے پڑھنے والے کی صفت ہو جاتی ہی قرآن شریف کی کوئی آیت ذکر الٰہی سے
خالی نہین ہی تو معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن سے ذکر کرنے کا بھی ثواب ملتا ہے الحمد للہ کہ رسالہ
اقوم المسالک لتصفیۃ حال السالک تمام ہوا اب ختم العبادۃ جو دعا اور اسکے متعلقات کے بیان مین ہی ہدیہ ناظرین
کرتا ہون اللہ تعالی محض اپنے فضل سے اسکو قبول فرما کر مسلمانون کے لیے نفع رسان بنا کر میرے لیے ذریعہ نجات کر دے
آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالی فرماتا ہی وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین اور مجھسے تمھارے رب نے کہا دعا کرو مین تمھاری دعا قبول کرونگا بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہین وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم مین داخل ہونگے اللہ تعالی نے فرمایا ہی قیامت حق اور صدق ہی یہ امر ظاہر ہی کہ انسان قیامت کے دن صرف خدا کی طاعت ہی سے نفع اُٹھا سکتا ہی پس سب سے زائد ضروری طاعت مین مشغول ہونا ہوا اور چونکہ طاعات مین سب سے بہتر دعا اور عاجزی ہی لہذا اللہ تعالی نے اس آیت مین اُسکا حکم دیتے ہوے استجب لکم ارشاد فرمایا۔ دعا سے کیا مراد ہی اس مین مفسرین کا اختلاف ہی بعض لوگ اسکو دعا کے معنون مین لیتے ہین اور بعض عبادت کے معنون مین اور یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ اسکے آگے خود اللہ تعالی نے ان الذین یستکبرون عن عبادتی فرمایا ہی لہذا اگر دعا سے عبادت مراد نہو تو یہ عبارت بے معنی ہوجائے گی اسکے علاوہ قرآن شریف مین دعا بمعنے عبادت اکثر مستعمل ہے مثلاً ان یدعون من دونہ الا اناثا ہم پہلی دلیل کا یہ جواب دیتے ہین کہ دعا بندگی ذلت اور فقیری کے اعتراف کا نام ہی پس جس نے دعا کو ترک کیا گویا وہ تکبر ا اظہار عبودیت سے باز رہنے والا ہی۔ اور دوسری دلیل کا یہ جواب دیتے ہین کہ ظاہر معنے سے عدول کرنے کے لیے ایک قوی دلیل کا ہونا لازمی اور ضروری ہی اور ان لوگون نے ظاہری معنی سے عدول کیا ہی اُنھون نے کوئی دلیل قائم نہین کی۔ جہلا یہ اعتراض کرتے ہین کہ اللہ تعالی نے استجب لکم کیون کہا جبکہ وہ بکثرت دعاؤن کو قبول نہین کرتا ہم اسکا وہی جواب دیتے ہین جو کعبی نے دیا ہی کہ دعا کے لیے شروط ہین جو اُن شروط کے مطابق دعا کرتا ہے اُسکی دعا قبول کیجاتی ہے اور جو دعا کرتے وقت اُن شروط کا لحاظ نہین کرتا اُسکی دعا درجہ قبولیت تک نہین پہونچتی اُن شروط مین سے پہلی شرط یہ ہی کہ ایسے امر کے لیے دعا کیجائے جو عین مصلحت اور حکمت خداوندی ہو یہ بھی یاد رکھو کہ جسکو اپنے مال عزت اقارب احباب اور جد وجہد پر ذرا بھی اعتماد ہوتا ہی اُسکی دعا درحقیقت زبانی دعا ہوتی ہی کیونکہ اُسکے قلب کو مطلب کے حاصل کرنے مین خدا کے سوا دوسرون پر اعتماد ہوتا ہی پس ایسا شخص اگر تمام عمر بھی دعا کرتا رہے تو حق یہ ہی کہ اُسنے خدا سے ایکبار بھی دعا نہین کی جب خدا سے دعا ہی نہین کی تو قبولیت کی امید فضول ہے البتہ جو شخص ایسے وقت دعا کرے جبکہ قلب کو خدا کے سوا کسی اور کیطرف التفات نہو تو اس دعا کا قبول ہونا بھی یقینی ہے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس آیت مین

ایک بڑی بشارت ہو کیونکہ خدا کے سوا اور سب سے موت ہی کے وقت تعلق منقطع ہوتا ہے کیونکہ انسان کو اسی وقت معلوم ہوتا ہو کہ اُسکے فضل کے سوا کوئی چیز نفع نہین پہونچا سکتی پس معلوم ہوا کہ اُس وقت کی دعا ضرور قبول ہوگی ہمکو خدا کے فضل و کرم سے امید رکھنا چاہیے کہ اُس وقت خلوص قلب اور عاجزی سے دعا کرنے کی وہ ہمین توفیق عطا کرے گا۔ معتزلہ کے نزدیک خدا صرف سچے مسلمانون ہی کی دعا قبول کرتا ہے فساق و کفار کی دعائین قبول نہین ہوتین کیونکہ دعا کا مقبول ہونا صفت مدح ہو دیکھو تم کسی بزرگ یا ولی کی شان مین کہتے ہو کہ وہ مستجاب الدعوات ہو اور یہ امر متیقن ہو کہ کافر یا فاسق مستحق مدح نہین پس اُنکی دعا کیونکر مستجاب ہو سکتی ہو البتہ بعض وقت خدا ویسا ہی کرتا ہے جیسا کہ فاسق نے دعا کی ہو مگر یہ معنی دعا کے مستجاب ہونے کے نہین ہین اسکا جواب یہ ہو کہ اللہ تعالی فرماتا ہو اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبولی ولیومنوابی مفسرین کا قول ہو کہ بندے کے جانب سے استجابت یہ ہو کہ وہ خدا کی عبادت کرے اس سے معلوم ہوا کہ خدا کا دعا کو قبول کرنا ہماری عبادت یا ایمان کا نتیجہ نہین ہو ورنہ اللہ تعالی پہلے ہمین حکم استجابت دیتا اُسکے بعد اپنے وعدہ اجابت پر فا، داخل کر کے اُسکو ذکر کرتا۔ لہذا یہ معلوم ہوا کہ اجابت دعا مین فساق مومنین کافرین سب مساوی ہین، رہا اجابت دعا کا وصف مدح ہونا تو یہ عذر رکیک ہو کیونکہ اجابت تو بندے پر خدا کی ایک رحمت ہو نہ کہ خود بندے کی کوئی خوبی اور اُسکی مذمت کے مستحق مومن فاسق اور کافر سب ہی ہین کیونکہ سب اُسی کے بندے ہین بعض جہلا دعا کو بیکار کہتے ہین اور اُسپر یہ دلائل قائم کرتے ہین (۱) جس بات کی دعا کی گئی ہے وہ یا تو خدا کے علم مین ہونے والی ہوگی یا نہوگی صورت اولی مین وہ یقینا حاصل ہو جائے گی اور صورت ثانیہ مین اُسکا ہونا ناممکن ہو لہذا دعا کرنا بیکار ہے (۲) تمام واقعات عالم کی انتہا ایک مؤثر قدیم واجب لذاتہ پر ہونا ضروری ہو ورنہ تسلسل یا دور لازم آجائیگا یا عالم بغیر مؤثر کے پایا جائیگا اور یہ سب امور محال ہین پس یہ مؤثر قدیم جس امر کو چاہے گا اُسکا وجود ازل مین متعین ہو جائیگا اور جسے نہ چاہے گا اُسکا وجود اُسی وقت سے ممتنع ہو جائے گا لہذا دعا بے سود ہو گی اسی دلیل کے الفاظ بعض لوگ یون کہتے ہین کہ تقدیر مین جو امر مقرر ہو چکا اُس مین دعا سے کچھ زیادتی نہین ہو سکتی اور نہ کمی (۳) خدا کو تمام امور کا علم ہے حتاکہ وہ دل کی باتین بھی جانتا ہے اسوجہ سے دعا کی ضرورت نہین (۴) جس بات کی

دعا کرتا ہی اگر وہ مقتضائے مصلحت ہی تو خدا اُسے ضرور کریگا اور اگر خلاف مصلحت ہی تو ہرگز نکریگا دعا سے کوئی فائدہ نہین (۵) احادیث سے ثابت ہی کہ صدیقین مین سب سے بلند مرتبہ وہ ہونگے جو قضائے الٰہی پر راضی ہون اور دعا اسکے منافی ہی کیونکہ اس مین اپنے مطلوب کو خدا کی مطلوب پر ترجیح دیکر اُس کا خواہشمند ہونا اور اپنے حصہ کا طلب کرنا اور مانگنا ہی (۶) دعا امر و نہی کے مشابہ ہی جو بندے کی شان کے خلاف ہی (۷) اللہ اپنے رسول کی زبان سے فرماتا ہی من شغلہ ذکری عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین جسے میرا ذکر مجھسے دعا کرنیسے باز رکھے گا مین اُسکو افضل ترین اُن چیزون کا دونگا جو مانگنے والون کے لیے ہین اس سے معلوم ہوا کہ ترک دعا بہتر ہی ہم پہلے جمہور کا مذہب بیان کرتے ہین پھر ان دلائل کا جواب دینگے جمہور کے نزدیک دعا بہترین شان عبدیت ہی اسپر وہ مندرجۂ ذیل ادلہ پیش کرتے ہین (۱) جہان کہین قرآن شریف مین حضور کیطرف سوال کی نسبت کی گئی ہی اُسکے جواب مین لفظ قل استعمال کیا گیا ہی برخلاف دعا کے جس سے معلوم ہوتا ہی کہ سوال یعنے استفسار کے لیے بندے کو واسطہ یعنی رسول کی ضرورت ہی برخلاف دعا کے (۲) دعا جب خلوص قلب سے ہو تو دعا ہی نہین جیساکہ اوپر لکھ چکے ہین (۳) دعا کے لیے ضروری ہی کہ بندہ اپنے حاجت اور مطلوب سے بھی قطع نظر کرلے اور ایسی حالت مین یہ امر بدیہی ہی کہ اُسے خدا کا قرب حاصل ہوگا اور وہ دعا کی بدولت حاصل ہوگا (۴) اللہ تعالیٰ نے ادعونی استجب لکم اور فلولا اذا جاءھم باسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم وزین لھم الشیطان ما کانوا یعملون۔ اور ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور قل ما یعبأ بکم ربی لولا دعاؤکم فرمایا ہی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لا ینبغی ان یقول احد کم اللھم اغفرلی ان شئت ولکن یجزم فیقول اللھم اغفرلی اور الدعاء مخ العبادۃ اور الدعاء عبادۃ فرمایا ہی انکے علاوہ بھی بہت سی آیتین اور حدیثین ہین جنکو مین نے جلیس ناصحین مین تفصیل سے لکھا ہی غرض دعا کا انکار در اصل قرآن اور حدیث کا انکار رہی اب منکرین دعا کے اعتراضات کے جواب سنیے۔ (۱و۲و۳) اسی دلیل سے یہ بھی ثابت ہوسکتا ہی کہ دعا کو باطل کرنا بھی بیکار ہے اسطرح پر کہ اگر خدا کو اس کا علم ہے کہ بندے دعا کرینگے تو وہ خواہ مخواہ کرینگے باطل کرنے سے کیا فائدہ اور اگر خدا کے علم مین نہین ہی تو وہ دعا کرہی نہین سکتے ابطال بے سود ہی اصل یہ ہی خدا کے علم و قدرت قضا و قدر کا تو کسیکو علم ہے

نہین مگر خدا کی مصلحت یہ ہی کہ بندہ بیم ورجا کے شکنجہ مین کسا رہے اور عبدیت کی یہی شان ہے اور اسی بنا پر بندہ مکلف ہے باوجودیکہ خدا کو تمام امور کا علم ہے اور تمام باتین اُسی کے قضا و قدر پر موقوف ہین دھو علی کل شئی قدیر اُسکی شان ہی۔ حضرات صحابہ نے ایکبار حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے پوچھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہین وہ خدا پہلے ہی سے مقرر کرچکا ہو یا یہ کام یون ہی ہورہے ہین آپنے فرمایا خدا نے پہلے ہی سے مقرر کردیا ہو صحابہ نے کہا پھر ہمارے فعل کو اہمیت کیا دخل ہو آپنے فرمایا کام کیے جاؤ ہر شخص وہی کریگا جسکے لیے وہ پیدا کیا گیا ہو دیکھو کسطرح آپ نے فرمادیا کہ خدا سب کچھ مقرر کرچکا ہو اور پھر کام کرنے کا بھی حکم فرمایا اب جان لو کہ دعا کا بھی یہی حال ہو کہ جو ملنے والا ہو وہ پہلے سے مقرر ہو نہ دعا کرنے سے بڑہے گا اور نہ دعا نہ کرنے سے گھٹے گا مگر پھر بھی دعا کرنے کا حکم ہے (۴) دعا کا مقصد صرف اظہار عبدیت اور ذلت ہوتا ہو نہ کہ خدا کو کسی بات سے مطلع کرنا (۵) جب دعا سے مقصود اظہار ذلت اور رجوع الی اللہ ہی تو معلوم ہوا کہ دعا منافی رضا بقضا نہین ہی بلکہ دونون کا اجتماع صرف ایک سے زائد بلند مرتبہ کا مستحق کرتا ہی (۶) دعا کو امر و نہی سے معنے کوئی مشابہت نہین بلکہ صرف لفظا دعا مین صیغۂ امر و نہی استعمال کیا جاتا ہی صیغۂ امر سے مقصد استدعا ہی یا دوسرے الفاظ مین صیغۂ امر اگر بڑے کو مخاطب کرکے استعمال کیا جائے تو وہ التماس ہی دعا اسی کی ایک قسم ہو (۷) بلاشبہہ عقلا کا ذکر خدا مین مشغول رہنا دعا سے افضل ہی کیونکہ دعا مین اپنا حصہ طلب کیا جاتا ہو اور معرفت الٰہی مین مصروف رہنا اُس سے افضل ہی البتہ جسے یہ شغل نہ میسر ہو اُسکے لیے دعا ہی مین مشغول رہنا اچھا ہی کیونکہ دعا مین عزت خداوندی اور ذلت بندگی اچھی طرح سے معلوم ہوتی ہی۔ اس تمہیدی بیان کے بعد اب ہم دعا کے چند آداب بیان کرتے ہین جنکا لحاظ دعا کرنے والے کو ضروری ہی (۱) باوضو ہونا (۲) دعا مانگنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرنا (۳) حمد و ثنا کرنا (۴) اول آخر درود شریف پڑھنا (۵) گریہ وزاری کے ساتھ آہستہ دعا کرنا (۶) گڑگڑا کر دعا کرنا (۷) جیسی حاجت ہو ویسے ہی نام سے التجا کرنا مثلاً اگر زیادتی رزق کی لیے دعا کرنا ہی تو یا رزاق کہکر دعا کرے نہ یا قہار یا جبار کہکر (۸) مبارک اوقات مین دعا کرنا جیسے جمعہ عرفہ وغیرہ (۹) احوال مبارک کا خیال کرنا جیسے نزول باران وغیرہ (۱۰) مجالس ذکر مین دعا کرنا (۱۱) دونون ہاتھ اُٹھانا (۱۲) قبولیت کا امیدوار رہنا (۱۳) انکساری ظاہر کرنا (۱۴) گناہون سے

توبہ کرنا (۱۵) حقوق عباد ادا کرنا (۱۶) خیرات کرنا (۱۷) اپنے گناہون کو نہ یاد کرنا کیونکہ اس سے ناامیدی ہوتی ہی (۱۸) قبولیت دعا مین تاخیر سے آزردہ نہونا دعا مانگنے والون کی مولانا یون تعریف کرتے ہین ؎ دل زحرص مدعا خالی شدہ ✤ ذوق وعجز بندگی حالی شدہ ✤ گر اجابت کرد شان فہو المراد ✤ ورنہ با دیدار نقد آید کشاد ✤ ہیچ نبود از دعا مطلوب شان ✤ جز سخن کردن بآن شیرین زبان ✤ اللہ تعالی نے ادعونی استجب لکم اور اجیب دعوۃ الداع اذا دعان اور امن یجیب المضطر اذا دعاہ فرمایا ہی حالانکہ بسا اوقات باوجودیکہ نہایت خشوع وخضوع سے دعا کیجاتی ہے مگر قبول نہین ہوتی اس مشکل کے حل کرنے کے لیے اس آیت مین تخصیص کیجاتی ہی اسد تعالی فرماتا ہی بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء یہ آیت مقید ہی اور مطلق کا حمل مقید پر ہوا کرتا ہی لہذا اوپر کی آیتین اس آیت پر محمول ہونگین اب آیت کی مختلف تاویلین کیجاتی ہین (۱) اجابت دعا سے مقصد یہ ہے کہ دعا کرنے والے کو کچھ نہ کچھ نفع ہوتا ہی یعنی اسکی دعا اگر تقدیر کے موافق ہی تو اسکا مقصد حاصل ہوتا ہی ورنہ اسکے دل کا انتشار دور ہوتا ہے اور سکون حاصل ہوتا ہی اور وہ مصیبت کے برداشت کرنے کے لیے مستعد ہو جاتا ہی کیونکہ وہ سمجھ لیتا ہی کہ جب دعا بھی مقبول نہین ہوئی تو اب اس بلا سے رہائی ممکن ہی نہین (۲) اللہ تعالے نے دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہی یہ وعدہ نہین کیا ہی کہ ہم جسوقت تم دعا کروگے اسی وقت دنیا ہی مین قبول کرلین گے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی دعا یا تو دنیا ہی مین قبول ہوتی ہی یا آخرت مین قبول ہوتی ہی یا دعا کرنے والے کی کچھ برائیان دعا کے معاوضہ مین اسکے نامۂ اعمال سے کاٹ دیجاتی ہین اور فرمایا ہی بندون کی جو دعائین دنیا مین قبول نہین ہوئین انکے عوض مین قیامت کے دن انکو ایسے مدارج دیے جائین گے جنھین پاکر وہ کہین گے کیا اچھا ہوتا کہ ہماری کوئی دعا دنیا مین قبول نہوئی ہوتی (۳) یہ بات ضروری ہے کہ خدا سے دعا کرنے والا اسکو اور اسکے صفات کو جانتا ہو ورنہ وہ دعا کس سے کریگا اور ایسا شخص یہ ضرور جانتا ہوگا کہ خدا قضا و قدر علم وحکمت کے خلاف نکرے گا پس اسکی دعا کا منشا یہ ہوگا کہ ای پروردگار اگر یہ بات تیری قضا و قدر کے مطابق ہو تو کردے اور ایسی دعا کا قبول ہونا ظاہر ہی اسد تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ پانچ چیزین میری جانب سے ہین اور پانچ چیزین تمھاری جانب سے (۱) الوہیت میری جانب

سے ہی اور عبودیت تمھاری جانب سے (۲) جنت میری جانب سے ہی اور عبادت تمھاری جانب سے (۳) نعمت میری جانب سے ہی اور شکر تمھاری جانب سے (۴) قضا میری جانب سے ہی اور رضا تمھاری جانب سے (۵) قبول کرنا میری جانب سے ہے اور دعا کرنا تمھاری جانب سے - یہ بھی یاد رکھو کہ مانگنے کی حالتین اور حیثیتین جداگانہ اور مانگنے والون کے مراتب اور درجات مختلف ہوا کرتے ہین بعض دنیوی اغراض کا سوال کرتے ہین بعض دینی اغراض کے سائل ہوتے ہین اور سب سے اعلیٰ وہ لوگ ہین جو دینی دنیاوی دونون اغراض سے قطع تعلق کر کے محض اُسکی رحمت و وصال طلب کرتے ہین لیکن ان سب پر مانگنے کا اطلاق ایک ہی حالت سے ہوتا ہی اور انھین کا ہر مانگنے والا گو وہ دنیوی اغراض ہی کا مانگنے والا کیون نہو جان و دل سے اُسکی طرف متوجہ ہوتا ہی دوسرون کا خیال ترک کرتا ہی اور گڑگڑاتا ہوا نہایت عاجزی سے اپنی عبودیت اور مجبور ہونے کا اظہار کر کے اُسکی قادریت اور مختاریت کا اقرار کرتا ہی ہر طرف سے مایوس ہو جانے کی بدولت اُسکے دل کو خدا سے ایک خاص اُمید ہوتی ہی اُسکی زبان اپنی گویائی اور اظہار عاجزی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتی اُسکے ہاتھ سب طرف سے ناامید ہو کر اُس قادر و مختار کے سامنے مختلف طریقون سے اُٹھتے ہین وہ کبھی بیقرار ہو کر آسمان کی طرف دیکھکر کچھ عاجزانہ الفاظ کہتا ہی کبھی اضطراب مین زمین پر لوٹنے لگتا ہی اُسکی آنکھین اُسکے حصول مقصد کے لیے آنسوون کی فوج کو باہر کوشش کرنے کی اجازت دیتی ہین سوال کرنے والے سے بارہا ایسے افعال بھی صادر ہوتے ہین جن سے وہ خود آگاہ نہین ہوتا کبھی بے اختیار ہو کر کہتا ہی **ع** کریم اپنی کریمی کی شان دکھلا دے وہ دے مجھے کہ کبھی حاجت سوال نہو + **رباعی** نظرنہ کر مرے جرم و گناہ بیحد پر + الٰہی تجکو غفور رحیم کہتے ہین + کہین عدو نہ کہین دیکھکر مجھے محتاج + یہ اُسکے بندے ہین جسکو کریم کہتے ہین + مولانا روم نے مثنوی مین ایک حکایت بیان کی ہی جس مین ان حالتون کی سچی تصویر کھینچدی ہی کہ ایک شخص نصوح نامے عورتون کے لباس مین عورتون کے نہلانے کا پیشہ کیا کرتا تھا ایک دن کسی شہزادی کو نہلا رہا تھا کہ اُسکے کان کا موتی کھو گیا اُسکے لیے ہر ایک کی جامہ تلاشی ہونے لگی نصوح ڈرا کہ آج میرا بھید چھپ نہ سکے گا اور خدا جانے اس ہجوم مین کس بری طرح مارا جاؤن وہ بیقرار ہو کر خدا سے یون کہنے لگا **ع**

| کاشکی مادر نزادے مر مرا | یا مرا شیرے بخوردے در چرا |
|---|---|

نوبت جستن اگر در من رسد ‏ ‏ وہ کہ جان من چہ سختیہا کشد ‏ ‏ این چنین اندوہ کافر را مباد

دامن رحمت گرفتم داد داد ‏ ‏ یہ تو اس طرح خدا سے دعا کر رہا تھا کہ تلاشی لینے والون نی کہا

جملہ را جستیم پیش آ ای نصوح ‏ ‏ گشت بیہوش آن زمان پرید روح ‏ ‏ ہمچو دیواری شکستہ در فتاد

ہوش و عقلش رفت و شد ہمچون جماد ‏ ‏ چونکہ ہوشش رفت از تن آن زمان ‏ ‏ سر او با حق بپیوست از نہان

جان بحق پیوست چون بیہوش شد ‏ ‏ موج رحمت آن زمان در جوش شد ‏ ‏ بانگ آمد ناگہان کہ رفت بیم

شد پدید آن گم شدہ در یتیم ‏ ‏ آن نصوح رفتہ باز آمد بخویش ‏ ‏ دید چشمش تابش صد ذرہ بیش

اس حکایت سے معلوم ہو گیا کہ خدا نا معلوم طریقے سے دعا کو قبول کرتا ہی اور اسپر بھروسہ کرنے والا اگرچہ گنہگار ہی کیون نہو کبھی مصیبت کے وقت اسباب ظاہری سے مایوس ہو کر اس طرح اُسکو پکارتا ہی جو اُسکی دعا کو باب قبولیت پر پہونچا دینے کا کامل ذریعہ ہو جاتا ہی اور برابر ایسا ہوتا ہے کہ جب نجات کی کوئی صورت نہین ہوتی اور دعا کرنے والا دل سے دعا کرتا ہی تو مسبب الاسباب اپنی قدرت کاملہ سے ایسے اسباب بہم پہونچا دیتا ہی کہ دعا کرنے والے کا مقصد حاصل ہو جائے مین نے بعض ارباب سلوک سے سنا ہی کہ نادر شاہ جب ہندوستان مین آیا اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کے آستانہ کی زیارت کو حاضر ہوا تو اُس نے دیکھا کہ دروازے پر ایک اندھا بیٹھا ہی دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ ایک مدت سے آنکھین مانگنے بیٹھا ہی اس نے نادری حکم دیا اور کہا او بڈھے مین زیارت سے فارغ ہو کر آتا ہون اگر اتنی دیر مین تیری آنکھین نہ ہوگئین تو جان سے مار ڈالون گا اب کیا تھا بڑے میان لگے خدا سے گڑگڑا کر دعا کرنے کوئی حرکت دیوانگی کی باقی نہ رہی جو اس سے صادر نہوئی ہو کبھی خدا کی شان پر قربان ہونے پر مستعد کبھی رسول اور بزرگان دین کا واسطہ زبان زد کبھی مقامات مقدسہ کا توسل کبھی اُسکی ذات پر پورا توکل۔ اب کیونکر ہو سکتا تھا کہ وہ ذات جس نے بے طلب ہمکو سبھی کچھ دیا نیست سے ہست کیا جب ہم بے زبان تھے ہمین نہ تمیز تھی نہ شعور ایسا وقت تھا کہ تمام حکماے دنیا اگر اس تدبیر کرنے مین متفق ہو کر بھی کوشش کرتے کہ ہم دودھ پینا سیکھ جائین تو نا ممکن تھا اُس نے ہمکو خود سکھا دیا ماں باپ کو ہمارے ایسی محبت دیدی کہ ہماری راحت سے اُنکو راحت ملتی ہماری تکلیف پر اُن کو تکلیف ہوتی اور یہ تمام انعام اُس نے محض اپنی رحمت سے کیے تھے نہ ہم نے اسکی درخواست کی تھی نہ درخواست کر سکتے تھے

قدرت تھی۔ اسوقت کہ ہم اپنی بندگی اور عاجزی کا اظہار کرکے اور اُسکے مقرب بندون کو وسیلہ کرکے
اُس سے دعا کرین ہین قبول نہ کرے دریاے رحمت جوش زن ہوا اور اندھا قبل اسکے کہ نادرشاہ
واپس آئے بینا ہوگیا اس واقعہ سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ خدا اُسیوقت دعا قبول کرتا
ہی جب اپنی عاجزی اور اُسکی ربوبیت کا پورا اظہار ہو۔ دعا کے عبادت ہونے کے متعلق ملا صدر الدین
حسینی استرآبادی نے شرح صحیفۂ کاملہ مین لکھا ہی دعا اُسی وقت قبول ہوتی ہی جب عقل زبان اور ہئیت
سے ذات نقص اضطراب اور عجز کا بندہ اقرار کرے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنی ہتھیلیان
کو آسمان کی طرف کرکے فرمایا اس کا نام تضرع ہی اور انگلیون کو داھنے بائین حرکت دیکر فرمایا یہ
تبتیل ہی اور انگلیون کو ایکبار اٹھاکے پھر بندکرکے فرمایا یہ ابتہال ہی اور قبلہ کی طرف منھ کرکے
سامنے ہاتھون کو پھیلا کے فرمایا جبتک آنسو نہ بہین ابتہال نہوگا اور عبادت مین بجز ایسے حالات
کے اخلاص نہین ہوتا پس دعا گویا اشرف عبادت ہی کیونکہ گو بے سوال کے بھی اُسکی رحمت اور
اُسکے کرم کا ظہور ہوسکتا ہی مگر اجابت دعا کی کرامت جبھی حاصل ہوتی ہی کہ اُسکے جود کا ظہور اور اُسکی
رحمت سے اتصال ہو جس سے اُسکے فضل پر بندے کو اطمینان اور قبولیت دعا پر پورا بھروسہ ہو جاتا
ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کو زیادتی حاصل کرنے اور اسباب رحمت کو مع کرامت کے جمع کرنے
مین طاعت اور عبادت سے بڑی برتری ہی۔ اور دعا عبادت کا مغز ہی اس مین ایک نکتہ یہ ہی کہ مغز
حیوان کے اعضا کا حاصل غذا اور مضبوط کرنے والا ہوتا ہی اور اعضا کی بقا اُسیکی وجہ سے ہوتی ہی
اسی لیے دعا کو اُسکے ساتھ تشبیہ دی گئی کیونکہ دعا بھی یہی عمل کرتی ہی اور جو حضور قلب دعا مین
پایا جاتا ہی وہ نہ نماز مین پایا جاتا ہی نہ حج مین نہ روزہ مین نہ اور کسی عبادت مین کیونکہ دوسری
عبادتون مین بسا اوقات ایسا ہوتا ہی کہ عبادت کرنے والے پر ایک قسم کی غفلت طاری رہتی ہی اور
دعا مین جب خدا کی جانب ہاتھ اٹھاتا ہی تو خدا سے توسل پیدا کرنے کی اُسکے دل مین ایک
خاص کیفیت پیدا ہوتی ہی جس کی وجہ سے حضور قلب اور توسل الی اللہ مین زیادتی ہوتی ہی اور یہی
عبادت کا مغز ہے داعی عابد سے افضل ہی اسلیے کہ دعا مین تذلل کا اظہار اور ذل عبودیت اور عز
ربوبیت مع حضور قلب موجود ہوتی ہی لہذا داعی عابد سے افضل ہوا۔ اللہ تعالی نے سورۂ انبیا مین
فرمایا ہی انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا و رھبا بیشک وہ نیکیون کیطرف جلدی

کرتے اور رغبت اور خوف کے ساتھ ہمکو پکارتے ہین۔ اس سے تین باریک باتین پیدا ہوتی ہین۔
(۱) شوق خوف خواہش اور ڈر دونون حالت مین انبیا دعا کیا کرتے تھے (۲) اُنکے نیک کام
اُنکی قبولیت دعا کا سبب ہوا کرتے تھے (۳) قبولیت دعا کے شکر مین اُنکو اور زائد عبادت کا شوق
پیدا ہوتا تھا۔ اور غور کرو کہ خود اللہ تعالی اپنے بندون کی تعریف کرتا ہوا ارشاد فرماتا ہی یدعوننا
ہمسے دعا کرتے ہین پس دعا کرنا دراصل اُسکے حکم کی اتباع کرنا اور دعا نکرنا استغنا اور بی پروائی کا نام ہی

| | | |
|---|---|---|
| من ہمی دانم کہ می خواہد دلش | تا بود غوغا بگیر دمنزلش | میکنم چندان فغان در حضرتش |
| تا فرود آید ز بالا رحمتش | چیست دعوی کرامت اُسلوا | گر نمے خواہد گدایان را غلو |
| آہ و گریہ بر درش چندان کنم | تا بخود آن غنچہ را خندان کنم | ای اخی دست از دعا کردن مدار |
| با قبول و بارد آنت چہ کار | | |

امام رازی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی داعی کا دل جبتک خدا کے
سوا اور چیزون کی طرف متوجہ ہی داعی نہین ہو سکتا اور جب ماسوی اللہ سے الگ ہو کر اُسکی معرفت
مین ڈوب جاتا ہی تو ناممکن ہی کہ اُس وقت اُس کے دل مین کوئی ذاتی غرض و ارادہ باقی رہجائے
پس جب تمام واسطے درمیان کے اُٹھ جاتے ہین تو خدا کا قرب حاصل ہوتا ہی اور جبتک بندہ
اپنے نفسانی خواہش کی طرف متوجہ رہتا ہی خدا سے قرب حاصل نہین کر سکتا کیونکہ یہی خواہش نفسانی
اُسکو خدا سے دور رکھتی ہی بلا شبہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ دعا کو جو مغز عبادت کہا گیا ہی وہ اسی
خیال سے کہ اخلاص الی اللہ پورے طور پر ہو اور اخلاص اُسی وقت پورا ہوتا ہی جب کوئی ذاتی
غرض باقی نرہے مگر یہ درجہ انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کا ہی جنکا اصلی منشا خدا کا تقرب
اور توسل حاصل کرنا ہوا کرتا ہی وہ چاہتے ہین کہ خود اُس کی ذات مین فنا ہو جائین اُسکے جلال
اور جمال کے مشاہدے مین مستغرق اور ہر حال مین قضائے الٰہی پر راضی اور ہر تکلیف و مصیبت پر
خوش رہین۔ اسکا خلاصہ یہ ہوا کہ دعا چاہے کسی کی ہو کسی نہ کسی غرض ہی کے لیے ہوتی ہے
اب وہ غرض دنیاوی ہو یا دینی جائز ہو یا ناجائز دیکھو چور جب گھر سے چوری کرنے نکلتا ہی تو خدا
ہی سے دعا کرتا ہی کہ آج بہت سا مال ملجائے۔ شاید تم نے بھی سنا ہو کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام
مصر کے بادشاہ ہوے اور زلیخا تباہ حال گلیون مین پھرتی اور روزانہ اپنے بتون کے سامنے دعا کرتی کہ
مین یوسف سے ملجاؤن اور وہ میری آواز سن لین مگر کبھی اُسکی مراد پوری نہوئی تو ایکدن اُسنے

غصہ مین آکر بتون کو توڑ ڈالا اسکے بعد خدا سے دعا کی مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہین۔

| | | |
|---|---|---|
| ز شغل بت شکستن چون بپرداخت | بآب چشم و خون دل وضو ساخت | تضرع کرد رو بر خاک مالید |
| بدرگاہ خدای پاک نالید | اگر رو در بت آوردم خدایا | بآن بر خود جفا کردم خدایا |
| بلطف خود جفای من بیامرز | خطا کردم خطای من بیامرز | ز بس راہ خطا پیمائی از من |
| ستاندی گوہر بینائی از من | چو آن گرد خطا از من فشاندی | بمن دہ باز آنچہ از من ستاندی |
| بود دل فارغ از داغ تاسف | بچینم لالہ از باغ یوسف | چو برگشت از رہ آن بر صدر شاہ |
| گرفت از عنان کنان بازش بسر راہ | کہ پاک است آنکہ شہ را ساخت بندہ | بذل عجز کرد ش سر فگندہ |
| بفرق بندۂ مسکین و محتاج | نہاد از عز و جاہ خسروی تاج | یہ سنکر حضرت یوسف علیہ السلام |

نے اُس کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ دیکھو اضطراب اور گڑگڑانے کیوجہ سے اللہ نے اُسکی فریاد سُن لی اور اسی قصے مین یہ لطیفہ بھی غور کرنے کا ہی کہ جب زلیخا نے ماسوی اللہ سے قطع نظر کر کے اللہ سے دعا کی تو اللہ کو مجیب الدعوات پایا شراب بیچنے والا صبح کو جب دوکان کھولتا ہی خدا ہی سے دعا کرتا ہی کہ آج زائد مال بکے اور بہت نفع ہو۔ کیا تمنے نہین سنا کہ بارہا فرعون کی دعا قبول ہو گئی اور حضرت موسیٰ نے دعا کی وہ قبول نہین ہوئی یہ بھی ایک شان مالکیت ہی جب حضرت موسیٰ نے سبب پوچھا تو ارشاد ہوا وہ ہمارا دشمن ہی ہمین اچھا نہین معلوم ہوتا ہی کہ وہ گھڑی گھڑی مانگے جائے ہم اسکی دعا قبول کرنے مین اسلیے جلدی کرتے ہین کہ پھر وہ ہمسے نہ مانگے اور تم ہمارے دوست ہو تمھارا مانگنا اچھا معلوم ہوتا ہی اسلیے تمھاری دعا جلدی نہین قبول کرتے ملا صدرالدین شیرازی اسفار اربعہ مین صاحب تفسیر کبیر کے شبہے کو یون دفع کرتے ہین کہ دعا اور طلب بھی منجملہ امور مقدرہ کے ہین اور مطالب مقدسہ حاصل ہونیکے لیے جسطرح اور امور اور علل و شرائط ہین اسیطرح دعا بھی ہی اللہ تعالیٰ جس چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہی اُسکے تمام اسباب مہیا کر دیتا ہی جسطرح اور اشیا حصول مطالب کے اسباب ہوتے ہین ویسی ہی عاجزی اور دعا کرنا بھی حصول کے اسباب ہین بلکہ دعا اور عاجزی کو حصول مطالب سے ایسی نسبت ہی جیسی جود عقل اور ذہن مین فکر و تامل کو نتائج علمی سے تعلق ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ دعا بحکم الٰہی کی ایک نہر ہی اور یہ نہر قضائے الٰہی کا منبع ہی۔ اور ملا شیرازی اصول کافی کی شرح مین لکھتے ہین دعا منافی قضا نہین ہی میسر بن عبد العزیز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اے میسر دعا کیے جاؤ یہ نہ کہو کہ جو ہونے والا تھا ہو چکا اور جو آیندہ
ہونے والا ہی ہوگا کیونکہ اللہ تعالی نے بعض درجے ایسے رکھے ہین جہانتک بے مانگے کوئی شخص
نہ پہونچے گا یعنے جو بندہ نہ مانگے گا وہ نہ پائے گا اے میسر کوئی دروازہ ایسا نہین ہے جو ٹھونکا جائے
اور وہ نہ کھلے اس سے معلوم ہوا کہ اسباب حصول مقاصد مین سے ایک سبب دعا بھی ہے پس
کسی چیز کا اپنے سبب پر موقوف ہونا اسکا مزاحم نہین کہ وہ قضاے الٰہی مین لکھا جاچکا ہے کیونکہ جس
طرح قضاے الٰہی اسکے ملنے پر جاری ہو چکی ہے اُسی طرح اسپر بھی جاری ہو چکی ہے کہ اس کے حصول
کا سبب ہوگا غرض دنیا عالم اسباب ہے ہمکو عمل کسب اور محنت سے اسباب کا مہیا کرنا لازم ہے ہرگز
اسکا یہ مطلب نہین کہ ہم اسباب پر بھروسہ کرلین بلکہ مقصد یہ ہے کہ اسباب کا مہیا کرنا اور پھر مسبب الاسباب
کے جانب خیال رکھنا اور اُسکی قوت کو پیش نظر رکھکے ہر سبب پر مقدم سمجھنا ضروری ہے جو ہر چیز مین اپنا
کام کرتی ہے پھر ہمکو چاہیے کہ اپنی کامیابی کے لیے خدا سے دعا کرین کیونکہ اسباب سے نتائج پیدا
کرنا اُسی کے اختیار مین ہے اور دعا کرتے وقت یہ خیال نکرنا چاہیے کہ ہم ارادہ اور مشیت الٰہی کے
بدلنے کیلیے دعا کرتے ہین بلکہ اس خیال سے دعا کرنا چاہیے کہ جو امر ہمارے حق مین مفید ہو اللہ تعالی
اُسکو ظاہر کردے۔ ہم یقین کرتے ہین کہ دعا کے متعلق اتنی تفصیل جو ہمنے کی ہے اُس سے تمکو یہ
معلوم ہوگیا ہوگا کہ دعا کرنے والا کبھی اللہ تعالی کی درگاہ سے خالی نہین پھرتا بلکہ دعا ہر حال مین
قبول ہی ہوتی ہے پہلے تم اپنی ناواقفیت کی وجہ سے یہ خیال کرتے تھے کہ دعا قبول ہونا فقط اسی
کا نام ہے کہ جس کام کے لیے ہمنے دعا کی وہ ہماری مرضی کے موافق ہو جائے اور اگر وہ کام ہماری
مرضی کے موافق نہوا تو گویا اللہ تعالے نے ہماری دعا قبول ہی نہین کی اب یہ غلط خیال بالکل
تمھارے دل سے مٹ گیا اور اچھی طرح تم سمجھ گئے کہ دعا ایسی چیز ہے کہ جب کوئی شخص ادا
شرائط کے ساتھ خدا سے دعا کرتا ہے تو وہ قبول ضرور ہو جاتی ہے البتہ اُسکے ظہور کی کئی صورتین
ہین کبھی تو دنیا مین اُس کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ ہمین اسکا علم ہو جاتا ہے مثلاً ہمنے دولت
مانگی اور وہ ہمکو مل گئی اور کبھی دنیا مین اُس کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ ہمین اُسی وقت
اُسکا علم نہین ہوتا ہے مثلاً ہم نے دعا کی اے اللہ ہمارا فلان عزیز جو فلان شہر مین بیمار ہے اچھا
ہو جائے اور وہ اچھا ہو گیا لیکن بُعد کی وجہ سے ہمین اُس کی صحت کا علم نہین ہوا کبھی

اس طرح ظہور ہوتا ہی کہ زندگی بھر ہمکو اُسکا علم نہین ہوتا جیسے ہمنے دعا کی ای اللہ ہمارے گناہ بخشدے اور اُس نے بخشدیے مگر نہ اسوقت ہمین علم ہوا اور نہ زندگی بھر اسکا علم ہوسکیگا اور یہ بھی ہوتا ہی کہ ہمنے اللہ سے دعا کی اور شرائط بھی ادا کیے مگر اُسکے نزدیک اُس دعا کی قبولیت ہمارے لیے ضرر رسان ہی تو وہ دعا قبول نہین کرتا اور یہ عدم محبت اور عدم شفقت کی دلیل نہین بلکہ عین محبت اور عین شفقت ہی کیونکہ ہمنے بارہا دیکھا ہی کہ ماں باپ سے بچے گڑگڑا کر جب کوئی نقصان پہونچانے والی چیز کھانے کو مانگتے ہین تو اکثر ایسا بھی ہوتا ہی کہ چیز نہ دینے کے علاوہ ماں باپ اُنکو جھڑکتے ہین ڈانٹتے ہین - ہمارا خدا ہمارا پیدا کرنے والا ہمکو عدم سے وجود مین لانیوالا اپنی صناعیون کا تماشہ دکھانے والا چونکہ ہمپر ماں باپ سے زیادہ شفیق ہی اسوجہ سے تب وہ ہماری دعا کو ہمارے ضرر کا باعث سمجھتا ہی تو دنیا مین نہین قبول کرتا اور چونکہ قبولیت کا وعدہ کرچکا ہی لہذا اُسکا عوض ہمکو قیامت کے دن دیگا - تو اب ہم تمسے کہتے ہین کہ واقفیت اور شی ہے اور اُسپر عمل کرنا اور شی ہے ہم دیکھتے ہین کہ لوگ باوجود واقفیت کے بھی دعا کرنے سے غافل رہتے ہین ہم یہ چاہتے ہین کہ تم عمل کرکے ظاہر کردو کہ تمھین دعا اور اُسکے آداب سے آگاہی ہوگئی - دیکھو اگر کوئی طبیب نبض کے تشریحات سے آگاہ ہو مگر کبھی نبض نہ دیکھے تو اُسکی آگاہی کس کام آئیگی - تم تجربہ کرکے دیکھ لوکہ گو اسوقت تمھارے ذہن مین یہ خیال آسکتا ہی کہ دعا مع شرائط ہمسے ادا نہوگی مگر دعا کرنیکی عادت ڈالو اور ادائے شرائط مین کوشش کرتے رہو رفتہ رفتہ تم مع شرائط دعا کرسکوگے لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری سعی کرنا تمھارا کام ہی وہ کرتے رہو خدا اُسکا نتیجہ ضرور دیگا دیکھو دعا انبیا اولیا عوام مسلمان کفار سبنے کی ہی بارہا یہ بھی ہوا ہی کہ کفار اور عوام مسلمین کا تو ذکر ہی نہین انبیا اور اولیا کی دعا بھی قبول نہین ہوئی یعنے جو مقصد اُنکا تھا حاصل نہین ہوا مگر اُنھون نے آیندہ یہ خیال نہین کیا کہ اب دعا نکرین پھر تم کیون اب شیطانی وساوس کو اپنے دل مین جگہ دیکر کہتے ہو کہ جب ہماری سنی ہی نہین جاتی تو ہم دعا کیون کرین تم تو خدا اور رسول پر ایمان لائے ہو اُسکے احکام پر چلو - اور وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجرا عظیما (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہین ان سے اللہ نے مغفرت اور عظیم الشان اجر کا وعدہ کیا ہی) کے مصداق بنجاؤ - ہم تمکو ایک مثال دیکر پھر سمجھاتے ہین اور امید کرتے ہین کہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤگے سنو دعا درحقیقت سوال ہی اور تم دنیا مین صرف دیکھتے ہی نہین ہو کہ لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہین بلکہ ضرورتین تمکو بھی سوال کرنے پر مجبور کرتی ہین ایک

شخص جو دوسرے سے دعا یا درخواست کرتا ہی اُسکی حیثیت وہی ہی جو اس دعا کی ہوتی ہی جو انسان خدا
سے کرتا ہی جسمانی زندگی کے ساتھ دعا کو وہی تعلق ہی جو روحانی زندگی سے ہوتا ہی - جسمانی تعلقات اور ایک
دوسرے کے ساتھ وابستہ ہونے کی بدولت ہمکو اسکا علم حاصل کرنا پڑتا ہی کہ دعا کا کیا کام ہی اور اُسکا
کیا اثر ہی پھر اُسی کا تجربہ ہمکو روحانی حاجتون مین ہوتا ہی پہلے ہم جسمانی عالم مین اپنی قوتون کا استعمال
کرتے ہین اُنکے طرز عمل سے واقف ہوتے ہین اُنکے نتائج دیکھتے ہین اُنکے قوانین معلوم کرتے ہین اور
جب ہمارا عمل روحانی دائرے مین منتقل ہوتا ہی تو ہمکو معلوم ہوجاتا ہی کہ اُنکے قوانین بدلتے نہین اُنکے نتائج
ٹھیک ہوتے ہین ہان اتنی تبدیلی ہوجاتی ہی کہ ہمارے جسمانی اغراض کی جگہ روحانی مقاصد قائم ہوجاتے
ہین جو خلق ہمکو خدا سے ہی ہم اُسکو روحانی کہتے ہین اور اس تعلق مین ہماری قوتون کا جو استعمال ہوتا ہی وہ
روحانی عمل ہی اسوقت ہمارا وہ تجربہ جو پہلے جسمانی تھا روحانی ہوجاتا ہی ہم پہلے محبت خوشی تسکین
رحم نیکی انسانون مین پاتے تھے اب خدا مین پاتے ہین ہم جو خدا کی عبادت کرتے ہین وہ ہمارا روحانی
عمل ہی اسکے اصول اور قواعد وہی ہین جو پہلے ہمنے جسمانی تعلقات مین سیکھے اور اُنپر عمل بھی کیا تھا - دیکھو
ہم اپنے والدین اُستاد پیر اور دوسرے معظم لوگون کی عظمت کرتے ہین اور اس عظمت کو مختلف طور سے
ظاہر کرتے ہین کبھی زبان سے الفاظ مین اور کبھی اعضا سے حرکات کی صورت مین ہم انسان کی
خوبیون اور نیکیون کی تعریف کرتے ہین اُن سے مدد چاہتے ہین اُن کے ذریعے
سے دوسرون تک حصول مقاصد کے لیے پہونچتے ہین اُنسے فریاد کرتے ہین رحم اور معافی کی
درخواست کرکے اپنے اغراض اور مقاصد بیان کرتے ہین اُنکے سامنے عرضیان پیش کرتے ہین غرضکہ
جو کچھ اضطراب و رجا عجز و ذلت خواہش و طلب ہم جسمانی عالم مین سیکھتے ہین پھر یہی باتین روحانی
عالم مین دہرائی جاتی ہین ہم خدا کی تعظیم کرنے لگتے ہین اُسکو سب سے بڑا خیال کرتے ہین اُس سے
مدد چاہتے ہین اُسکی رحمت کے طالب ہوتے ہین اُس سے اپنے گناہون کی معافی چاہتے اُسکے
سامنے ہاتھ باندھکے کھڑے ہوتے ہین زمین پر سر رکھکر اُسکے روبرو گڑگڑاتے ہین اپنی عاجزی اور
اُسکی بڑائی کرکے اُسکی خوشامد کرتے ہین اُسکے احسانون کا شکر بجالاتے ہین اُس سے مرادین مانگتے ہین
مصیبت کے وقت اُسکو پکارتے ہین فقط اتنا فرق ہی کہ پہلے یہ باتین جسمانی تھین اب روحانی ہوگئین دعا
اسیکا نام ہی قرآن شریف مین روحانی خواہشون کے مانگنے اور اُسکے پانے کا تو بکثرت ذکر ہی اسکے علاوہ

یہان پر انبیا کی ان دعاؤن کا تذکرہ کرتے ہین جنمین یہ روحانی حاجتون کا سوال نہین ہے تاکہ جہلا کا یہ اعتراض بھی دفع ہوجائے
کہ اغراض دنیاوی کے لیے دعا کرنا نہ چاہیے اللہ تعالی فرماتا ہی قال نوح رب لا تذر علی الارض من الکافرین
دیارا حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی تو منکرون مین سے زمین پر ایک کو بھی نہ چھوڑ اللہ تعالی انکی دعا کی اجابت مین
خود فرماتا ہی ونوحا اذ نادی من قبل فاستجبنا له فنجیناه واهله من الکرب العظیم ونصرناه من القوم الذین کذبوا بایاتنا انهم کانوا
قوم سوء فاغرقناهم اجمعین اور نوح کو یاد کر جبکہ اُسنے اس سے پہلے پکارا تو ہمنے اُسکی دعا قبول کی پھر اُسے اور اُسکے اہل کو
بڑی سختی سے بچا یا اور ہمنے اُسے اُس قوم پر مدد دی جسنے ہماری آیتونکو جھٹلایا بیشک وہ بُرے لوگ تھے پس ہمنے
سبکو غرق کر دیا دوسری جگہ دعا اور عدم قبولیت کا یون ذکر کیا ونادی نوح ربه فقال رب ان ابنی من اهلی وان وعدک الحق
وانت احکم الحاکمین قال یا نوح انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک به علم انی اعظک
ان تکون من الجاهلین - اور پکارا نوح نے اپنے رب کو کہ اے رب بیشک میرا بیٹا بھی میرے اہل سے ہی اور تیرا
وعدہ سچا ہے اور تو احکم الحاکمین جواب ملا کہ اے نوح بیشک وہ تیرے اہل سے نہین ہے
اس لیے کہ اُسکے کام بُرے ہین تو مجھسے وہ نہ مانگ جسکا تجھے علم نہین مین تجھکو نصیحت کرتا ہون کہ تو جاہل
شخص نہ ہو اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ خدا پر انبیا کی ہر دعا کا قبول کر لینا لازم نہین ہے پس یہ کہنا کہ
کہ ہماری فلان دعا قبول نہین ہوئی بالکل نازیبا ہی دیکھو جب حضرت موسی علیہ السلام کے سوال رب ارنی انظر الیک
کے جواب مین لن ترانی ارشاد ہوا تو اپنی غلطی پر متنبہ ہوکے سبحانک تبت الیک وانا اول المومنین کہنے
لگے حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعات مین ہی وایوب اذ نادی ربه انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین فاستجبنا له
فکشفنا ما به من ضر اور یاد کر ایوب کو جب کہ اُسنے اللہ سے دعا کی اے اللہ مجھے دکھ پہونچا ہی اور تو سب رحم کرنے والون
سے زیادہ مہربان ہی پس ہمنے اُسکی دعا قبول کی اور اُسے غم سے نجات دی - اور فرمایا ہی وذا النون اذ ذهب مغاضبا
فظن ان لن نقدر علیه فنادی فی الظلمات ان لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین فاستجبنا له ونجیناه من
الغم وکذلک ننجی المومنین اور یاد کر یونس کو جب وہ غصہ سے ہوکر چلا گیا پھر سمجھا ہم اُسے پکڑ نہ سکین گے پھر
تاریکیون مین پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہین تو پاک ہی مین ظالمون مین سے تھا پس ہمنے اُسکی دعا قبول کی
اُسے غم سے نجات دی ہم اسیطرح مومنون کو نجات دینگے - اور فرمایا ہی قال رب اشرح لی صدری ویسر لی امری
واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی واجعل لی وزیرا من اهلی هارون اخی اشدد به ازری واشرکه فی
امری کی نسبحک کثیرا ونذکرک کثیرا انک کنت بنا بصیرا قال قد اوتیت سؤلک یا موسی موسی نے کہا اے اللہ میرا

سینہ کشادہ میرا کام آسان کردے میری زبان کی گرہ کھولدے کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں میرے اہل مین سے
میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا کر میری کمر مضبوط کر اور اُسے میرے کام مین شریک بنا تاکہ ہم بہت تسبیح اور کثرت
تیری یاد کرین ارشاد ہوا ہمنے تیرا سوال پورا کیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہی قال موسی ربنا انک آتیت فرعون وملاٴہ
زینۃ واموالا فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم فلا یؤمنوا
حتی یروا العذاب الالیم قال قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون موسی علیہ السلام نے کہا
کہا ای اللہ تونے دنیا مین فرعون اور اُسکی قوم کو بہت مال اور بہت زینت دی ہی تاکہ وہ لوگون کو گمراہ کرین ای اللہ اُنکے
مال فنا کردے اُنکے دل ایسے سخت کردے کہ ایمان نہ لائین جبتک دکھ دینے والا عذاب نہ دیکھ لین ارشاد ہوا تم دونون (موسی
اور ہارون علیہما السلام) کی دعا قبول ہوئی تم ثابت قدم رہو اور بے علمون کا طریقہ نہ اختیار کرو۔ دوسری جگہ
ارشاد ہوتا ہی واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد امنا وارزق اھلہ من الثمرات من امن منھم باللہ وا
الیوم الآخر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی ای اللہ اس شہر یعنے مکہ کو امن گاہ بنادے اور اُسکے
باشندون مین سے اُن لوگون کو جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے ہین میوے کھلا۔ اور بھی حضرت ابراہیم کی دعا ہے
ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز
الحکیم ای اللہ انمین سے ایک رسول پیدا کر جو ان پر تیری آیتین پڑھے اور انکو کتاب سکھائے اور انکو پاک کرے
بیشک تو ہی زبردست حکمت والا ہی اور حضرت زکریا نے اولاد کے لیے دعا کی اور قبول ہوئی رب انی وھن
العظم منی واشتعل الراس شیبا ولم اکن بدعائک رب شقیا وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقرا فھب لی
من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعلہ رب رضیا یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ لم نجعل لہ من قبل
سمیا ای اللہ میری ہڈیان سست ہوگئین اور میرا سر بڑھاپے سے چمک اٹھا ہی اور مین کبھی تجھسے دعا کرکے
محروم نہین رہا مین اپنے بعد والے قرابتدارون سے ڈرتا ہون کہ کہین دین مین خلل نہ ڈالین اسلیے تجھسے ایک
لڑکا مانگتا ہون باوجودیکہ میری بی بی بانجھ ہی مگر مین تجھسے دعا کرتا ہون کہ مجھے ایک بیٹا دے جو میرا اور اولاد یعقوب
کا وارث ہو اور اُسکو نیک کر ارشاد ہوا ای ذکریا ہم تمکو یحییٰ کی بشارت دیتے ہین کہ اس نام کا ہمنے اس سے
پہلے کسیکو پیدا نہین کیا۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی بشارت دی گئی تو متحیر ہو کر انکی بی بی نے کہا
یا ویلتی ءالد وانا عجوز وھذا بعلی شیخا ان ھذا لشیء عجیب کیا میرے اولاد ہوگی حالانکہ مین بوڑھی ہو چکی اور میرا شوہر بھی
بوڑھا ہی۔ جواب ارشاد ہوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا تو خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہی یہ اسکی رحمت اور

مہربانی ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی رب اغفر لی وهب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی ای اللہ مجھے بخش اور مجھے
ایسا ملک دے جو میرے بعد کوئی نہ پائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی ربنا انزل علینا مائدة من السماء ای اللہ
ہمارے لیے آسمان سے مائدہ اتار۔ اب یہ بھی جان لینا چاہیے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے حضور مین
وسیلہ کرنا قربِ الٰہی کا سبب ہوتا ہی جیسا کہ قرآن شریف مین ہی یا ایها الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیه الوسیلة و
جاهدوا فی سبیله ای ایمان والو تقوی کرو اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈھو اور اسکی راہ مین کوشش کرو۔ اگر کہا جائے کہ
وسیلہ سے یہان مراد ہی تو ہم کہینگے کہ وہ مخاطبین مین موجود تھا اور جو چیز موجود ہو وہ ڈھونڈھی نہین جاتی اور عبادت بھی وسیلہ
نہین ہوسکتی کیونکہ اتقوا موجود ہی اور وابتغوا الیه الوسیلة کو اس پر عطف کیا نحو کے قواعد اس امر کو بتاتے ہین کہ معطوف
اور معطوف علیہ وہ ہین جنکی ذاتین جدا اور حکم مین ایک ہون اب صاف طور سے معلوم ہوگیا کہ یہان وسیلہ سے مراد
حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوة کی ذات بابرکات کے ساتھ تعلق کرنا ہی۔ اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ
عنہ سے مروی ہی کہ ایک نابینا نے حاضر خدمت نبوی ہوکر عرض کی یا رسول اللہ مین چاہتا ہون کہ اللہ تعالیٰ آپکے وسیلہ
سے مجھے بینا کردے آپ نے فرمایا جا وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کرکے یہ دعا مانگ اللهم انی اسئلك واتوجه الیك
بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللهم فشفعه وہ نابینا بینا ہوگئے اور ارشاد
نبوی کی تعمیل کی تھوڑی ہی دیر مین بینا ہوکر آپکی خدمت مین حاضر ہوئے اور بخاری شریف کے باب الاستسقاء مین ہی
کہ ایکبار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارش نہونے کیوجہ سے طلب باران کیلیے باہر تشریف لائے اور حضرت عباس
رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے کرکے یون دعا کی ای پروردگار ہم عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے
حضور مین وسیلہ کرتے ہین تو اس وسیلہ سے بارش رحمت فرما۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی ولو انهم اذ ظلموا انفسهم
جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما گناہ سرزد ہو چکنے کے بعد جب مسلمان تمہارے پاس
آکر استغفار کرین اور تم بھی انکے لیے استغفار کرو تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا اور رحم کرنیوالا پائینگے۔ تفسیر مدارک مین اس
آیت کے تحت مین لکھا ہی کہ ایک اعرابی مسجد نبوی مین حاضر ہوا اور روضہ مطہر کے سامنے کھڑے ہوکر آداب بارگاہ کے
موافق سلام پیش کرنیکے بعد کہا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولو انهم اذ ظلموا الخ پھر کہا مجھسے گناہ ہوا ہی آپکی خدمت
مین اپنے مغفرت کرانے حاضر ہوا ہون۔ پھر یہ اشعار پڑھے ؎ یا خیر من دفنت فی الترب اعظمه
فطاب من طیبهن القاع والاکم + نفسی فداء لقبر انت ساکنه + فیه العفاف وفیه الجود والکرم
اسکے بعد نہایت بیتابی سے رونے لگا یہانتک کہ گر پڑا اسکا یہ حال ہوا ادھر روضے سے جوش مین آواز آئی کہ تجھے بخش

یعنے تیرے واسطے دعا کی اور اللہ تعالی نے تیرے گناہ بخشدیے ان آیات اور احادیث سے اچھی طرح ظاہر ہوگیا کہ انبیا اولیا
صلحا سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کرانا اور اُنکے ذریعہ سے خود دعا کرنا کسی طرح ناجائز نہین ہوسکتا نص صریح کے مقابلے
مین قیاس کرنا برا ہی سب سے پہلے نص کے مقابلہ مین شیطان نے اپنے قیاس کو ترجیح دی تھی جسکی وجہ سے مردود
بارگاہ ہوا نعوذ باللہ منہا۔ خدا تمام مسلمانون کو توفیق دے کہ وہ شریعت کے احکام کی پابندی کرین اللہ کے
رسول کی محبت اور اطاعت اپنے اوپر لازم کرلین کہ جو ذریعہ نجات ہی یہ رسالہ مخ العبادۃ تمام ہوا اب تکریم المساجد للراکع
الساجد شروع ہوتا ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا
اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم اُس شخص سے زائد ظالم
کون ہی جو اللہ تعالی کی مساجد مین ذکر خدا سے روکے اور اسکی بربادی کی کوشش کرے ایسے لوگون کے لیے
مناسب نہین ہے کہ ان مساجد مین داخل ہون بجز اسکے کہ خوف کہاتے ہوئے داخل ہون ایسے لوگون کے لیے
دنیا مین رسوائی ہے اور آخرت مین عذاب عظیم ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہم مساجد مین خدا کی عبادت کرین اسطرح کہ
مخالفین عبادت کرتے ہین مساجد مین کسی کو ذکر سے روکنا بڑا ظلم ہے اور ظلم کی اجازت کسی مذہب
مین نہین ہی (۱) ظلم کی بہت سی قسمین ہین ایک ہاتھ سے دوسرے زبانی ظلم اور سب سے بڑا ظالم وہ ہی کہ کسی کا گھر
غصب کرے عرف مین کہتے ہین وہ اتنا بڑا ظالم ہی کہ اُس نے فلان شخص کے مکان پر قبضہ کرلیا اور اسکو گھر
سے نکالدیا اور گھر پر قبضہ کرنے سے یہ بھی لازم آتا ہی کہ گھر کی تمام چیزین بھی غصب کرے (۲) غصب کے
مراتب مختلف ہوا کرتے ہین مثلاً کسی کا گھر کوئی غصب کرے اور اقرار کرے فلان کا گھر ہی یا اپنی ملک بتا دے اور
مالک کا نام لیے جانیکا بھی روادار نہو (۳) غصب کے بعد غاصب کے تصرفات بھی کئی طرح کے ہوتے ہین مالک ہونیکا دعوی کرنا
عوض کا دعوی کرنا اور سب سے زائد ظلم یہ ہی کہ اسکی خرابی پر آمادہ ہو۔ اور یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ اقسام ظلم مین سب سے بڑھکر
ظلم وہ ہی جو خالق اور منعم کی نسبت ہو پس جنھون نے اپنے مالک حقیقی کے مکانون کو صرف غصب ہی نہین کیا
بلکہ وہان اس بات کو بھی روا نرکھا کہ لوگ وہان اُس مالک حقیقی کا نام لین اُنسے زائد ظالم کون ہوگا۔ پھر فرمایا
ہی کہ خود انکے مذاہب مین بھی یہ بات تھی کہ خدا کی مسجد و نمین بیخوف داخل نہو بلکہ ڈرتے ہوے داخل ہو کہین
ایسا نہو کہ اس مکان کی تعظیم اور بزرگداشت کا جو حق ہی وہ تم سے فروگذاشت ہوجائے اور تم خدا کے سامنے
شرمندہ ہو دیکھو شاہی عام اور خاص درباروں کے جانیوالے بھی بادشاہ کی تعظیم اور بزرگداشت کا خیال رکھتے
ہی ورجاتے ہین اگر یہان ایکی بیادبی ہوگی تو فضیحت ہونیکے علاوہ ہم اپنے مقاصد مین بھی کامیاب نہونگے۔

مریض یہ سمجھتا ہو کہ اگر ہم طبیب کی مرضی کے خلاف گھڑی گھڑی اُس سے کھانے کو پوچھین گے تو وہ جھڑک دیگا۔
افسوس ہی کہ ہم خدا سے اتنا بھی نہین ڈرتے جتنا مریض طبیب سے ڈرتا ہی۔ اب معلوم ہوا کہ ایسی توہین کرنے
والے دو حال سے خالی نہین یا مشرک ہونگے یا مدعی توحید اگر مشرک ہین تو شرک کے ساتھ اس بے ادبی
کے بھی مرتکب ہوے اور اگر توحید اور اتباع ملت کے مدعی ہین تو بھی انکا فعل انکے قول کے خلاف ہوا کہ معبود
کی تعظیم چاہتی ہو کہ اُسکی عبادت کی بھی تعظیم کیجائے اور اُسکی عبادت کی تعظیم چاہتی ہو کہ جو جگہ عبادت کرنے کی ہو
اُسکی بھی تعظیم کیجائے جب انھون نے مساجد کو ذکر خدا سے خالی کیا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ عبادت الٰہی
کے منکر ہین اور یہ نہین ہو سکتا کہ عبادت الٰہی کا منکر اُسکی معبودیت کا منکر نہ مانا جائے لہذا منافق ہونیکا ٹیکا
قیامت تک اُنکی پیشانی پر رہیگا اور یہ لوگ اہل اسلام سے خارج ہو گئے لہذا اس صریح ظلم کے بدلے
مین انکے لیے دنیا مین جو دار الجزا نہین ہو رسوائی ہی مختلف طریقون سے جیسے قتل قید جلا وطنی اور اہل ایمان کا
انکے ہاتھون سے شہرون اور ملکون کا چھیننا وغیرہ اور عقبی مین جو دار الجزا ہی بڑا عذاب ہی پہلے یہ سمجھ لو کہین ایسا
نہو کہ تم دھوکا کھا جاؤ اور سمجھنے لگو کہ جسطرح دنیا مین ہماری اور تمھاری حالت ہی کہ اگر جبراً اور ظلماً کوئی زبردست
ہمارا مکان چھین کر ہمین بے گھر کر دینا چاہے تو کر سکتا ہی مگر خدا کو ان ظالمون کے ظلم و ستم سے کچھ نقصان
نہین پہونچ سکتا نہ یہ ہو سکتا ہی کہ اگر تمام عالم کی مسجدین (خدا ایسا وقت دیکھنے کے لیے ہمکو زندہ نرکھے) ڈھا دی
جائین تو اسکے رہنے کی کہین جگہ نہ ملے پھر اُسکا ذکر کسی طرح نہو سکے کیونکہ خدا کے لیے کوئی مکان نہین ہی
جسکے انہدام کے بعد وہ بے گھر ہو سکے اور یہ بھی نہین ہی کہ ایک ہی گھر اُسکی عبادت کے لیے اسطرح خاص ہو کر
اگر وہین عبادت کیجائے تو قبول ہو اور دوسری جگہ کی عبادت قبول نہو بلکہ سب مکان اُسکے لیے برابر ہین
اور جہان عبادت کے طریقے سے عبادت کیجائے مقبول ہی پس منافقین کی ان حرکات ناملائم سے خدا تو خدا
مسلمانون کا بھی کچھ ضرر نہین ہی کیونکہ دنیا کی تمام زمین انکے لیے مسجد ہی جہان یہ اللہ کو پکارین گے وہین اللہ ہی
وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ واضح ہو کہ اس آیت کے شان نزول مین مفسرین کے دو قول
ہین (۱) اس آیت مین اُن رومی نصرانیون کی تفضیح ہی جنھون نے بیت المقدس کو خراب کیا اور یہودیون کو
اُسمین نماز پڑھنے سے روکا (۲) اُن مشرکین مکہ کی حالت کا بیان ہی جنھون نے سال حدیبیہ مین خود حضور سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپکے اصحاب کو خانہ کعبہ کے عمرے سے روکا۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے دونون قولون
کو نقل کرنے کے بعد قول اول کو اختیار کیا ہی کیونکہ مشرکین مکہ نے تخریب کعبہ کی کوشش نہین کی البتہ رومی

نصرانیون نے بیت المقدس کے خراب کرنے مین کوشش کی اور ابن کثیر نے قریش کی کوشش خانہ کعبہ کے
اُجاڑنے مین بیان کر کے لکھا ہی کہ میرے نزدیک قول دوم ظاہر ہی کیونکہ نصرانیون نے اگر یہود کو بیت المقدس مین
نماز پڑھنے سے روکا تو ایسے وقت روکا تھا جب یہود سے نصرانی اچھے تھے کیونکہ یہود حضرت داؤد اور حضرت
عیسے علیہما السلام کی زبان سے ملعون ہو چکے تھے جسکی وجہ سے اُنکا ذکر اُسوقت قبولیت کے قابل تھا۔
اب جاننا چاہیے کہ گویہ آیت کفار ہی کے حق مین ہی مگر اسکا حکم تمام ایسے لوگون کو بھی شامل ہی جو مساجد کو خراب کرین
خواہ اُسکی ظاہری عمارت گرائین یا باطنی عمارت (ذکر الٰہی) کے انہدام کی کوشش کرین۔ اور در اصل مساجد کی اصلی
آبادی اُسکی صورت ظاہری درست کرنے یا نقش و نگار یا کثیر التعداد رقم صرف کر کے عالیشان عمارت بنوا دینے سے
نہین ہوتی بلکہ اُسکی اصلی زینت اور آبادی اسی سے ہی کہ وہان مسلمان نماز پڑھین اور اُسکا ذکر کرین۔ ایک صاحب باطن
بزرگ کا قصہ ہی کہ وہ سیاحی کرتے ہوے ایک گانون مین شام کے وقت پہونچے چونکہ یہ مسافر اور پھٹے
حالون تھے کہین قیام کی جگہ نہ ملی مجبوراً ایک ٹوٹی ہوئی مسجد مین رات بسر کرنیکے لیے رک گئے عشا کی نماز کے بعد جب
یہ اپنے وظائف مین مشغول ہوے تو انھون نے سنا کہ مسجد خدا سے کہہ رہی ہی اے الٰہ اس گانون کے رہنے والونکو
اُسیطرح تباہ کر دے جسطرح انھون نے مجھے تباہ کر رکھا ہی صبح کو ان بزرگ نے اُس گانون کے لوگون کو جمع کر کے
دین کی تعلیم فرمائی اور مسجد کی بد دعا کا واقعہ بیان کر کے مسجد کی درستی پر بھی سب کو رغبت دلائی اسکے بعد وہ
بزرگ آگے بڑھ گئے گانون کے لوگون نے مارے ڈر کے بہت جلد اُس مسجد کی عمدہ عمارت بنوا کے فرش وغیرہ
سے آراستہ کر دیا اور وہان اُترنیوالے مسافرین کا کھانا اپنے ذمے لازم کر لیا ایک موذن کو بھی مقرر کیا پھر ایک عرصے
کے بعد اُنھین بزرگ کا اُس مسجد مین گذر ہوا ظاہری تعمیر دیکھکر خوش ہوے مگر شب کو پھر انھون نے سنا کہ مسجد مسیطرح
گانون والونکے لیے بد دعا کر رہی ہی یہ بزرگ سمجھ گئے کہ شاید یہان کے لوگ نماز نہین پڑھتے ہین صبح کو لوگون کو
جمع کر کے مسجد مین جماعت کیساتھ نماز پڑھنے کی رغبت دلائی اور لوگ اُنکی ہدایت سے جماعت کے ساتھ نماز
پڑھنے لگے ایک عرصہ کے بعد وہ بزرگ پھر اُس مسجد مین آکے شبکو سنا کہ مسجد کہہ رہی ہی یا الٰہ اس گانو کے لوگونکو اسیطرح
آباد رکھ جسطرح یہ مجھکو آباد رکھتے ہین۔ اتنا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ مسجد کو مشرکین آباد نہین کر سکتے اور اصل تو
یہ ہی کہ یہ اُن کا کام بھی نہین ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاہدین علی انفسہم
بالکفر مساجد کی آبادی مشرکین نہین کر سکتے ہین کیونکہ وہ اپنی ذات پر کفر کی شہادت دیتے ہین۔ بلکہ مساجد
کو وہی لوگ آباد رکھ سکتے ہین جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لاے ہین جیسا کہ قرآن پاک مین ہی انما یعمر مساجد اللہ

من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسیٰ اولٓئک ان یکونوا من المھتدین

مساجد کی تعمیر تو یہی لوگ کر سکتے ہین جو اسد اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہین اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور خدا کے سوا کسی سے نہین ڈرتے ہین ایسے ہی لوگ راہ پانیوالے ہین دیکھو مسجد ایسا بزرگ گھر ہے جسکی اضافت اسد نے اپنی جانب کی ہی مساجد سجدہ کی جگہ کو اور مساجد اسد اسد کی عبادت کے مقامونکو کہتے ہین چند چیزون کی نسبت اسد نے اپنی جانب فرمائی ہی جیسے کلام اسد محمد رسول اسد بیت اسد ناقۃ اسد عبد اسد عرش اسد وغیرہ اسیطرح مساجد کی عظمت کی وجہ سے انکی بھی اپنی جانب نسبت کی ہی۔ دیکھو جب نصرانیون نے بیت المقدس کے مقام صخرہ کی اہانت کی جسے یہود نے قبلہ بنایا تھا تو اُسکی وجہ سے اُنپر شرعی اور تقدیری ذلت یہ طاری ہوئی کہ ابتک جب بیت المقدس مین داخل ہوتے ہین تو ڈرتے ہی ہوے داخل ہوتے ہین اسیطرح جب مشرکین نے حضورؐ کو عمرے سے روکا تو ذلیل ہوے چنانچہ اُنھونسے دس برس کیلیے صلح کی مگر اسد نے اُس صلح کو اپنے سچے رسول کیلیے فتح فرمایا آیت انا فتحنا لک فتحاً مبیناً نازل ہوئی اسی رات کو ہرقل نے جو روم کا بادشاہ تھا دیکھا کہ ختنہ کرنیوالی امت کی بادشاہت ہوگئی اسکے تھوڑے دنون بعد مشرکین نے بدعہدی کی اور حضورؐ نے مکہ فتح کر لیا اور زمانہ حج مین ندا کرادی کہ اب بیت العتیق سے کوئی مشرک قریب نہو۔ یہ امر بھی جان لینے کے قابل ہی کہ ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہی کہ مساجد مین مشرکونکو داخل ہونا جائز ہی امام ابو حنیفہ اور بخاری رحمہما اسد کا یہی مذہب ہی اور حدیث مین ہی کہ حضور سرور عالم صلی اسد علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال کو جو مشرک تھا مسجد مین باندھا تھا پھر تین دن کے بعد کھولدیا اسکے بعد وہ مسلمان بھی ہو گیا (بخاری) اور فتح مکہ مین بھی آپنے داخل ہونے سے پہلے حکم بھیجدیا تھا کہ جو کوئی ابو سفیان کے یہان یا خانہ کعبہ مین پناہ لے یا اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے یا ہتھیار ڈالدے وہ بیخوف ہی اور امام مالک رحمہ اسد کے نزدیک مطلقاً منع ہی کیونکہ مشرک نجس ہین اور امام شافعی رحمہ اسد کے نزدیک مسجد حرام مین کفار کو جانا منع ہی اور دیگر مساجد مین اگر کوئی حاجت ہو تو مسلمان کی اجازت سے جا سکتا ہی۔ اور لھم فی الدنیا خزی اسد کیطرف سے مسلمانون کیلیے بشارت ہی کہ عنقریب تمام اصناف مشرکین بت پرست مجوس اور کفار یہود و نصاریٰ سب کے سب دنیا مین ذلیل ہونگے جیسا کہ اسد تعالیٰ نے اپنے وعدے کو پورا کر دکھایا اور مشرکین مسجد حرام سے ممنوع ہوے اور حدیث نبوی کے موافق امیر المومنین حضرت عمر رضی اسد عنہ نے اپنی عہد خلافت مین تمام یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکالدیا یہ خانہ کعبہ کی بزرگی اور نجابت کا ادنیٰ ثبوت ہی کہ اُسکے گرد بھی کفر کی نجاست باقی نرہی اور ایک جماعت نے کہا ہی کہ نصاریٰ کی کلیۃً ذلت خروج امام مہدی کے وقت ہوگی یہ عکرمہ وائل بن داؤد سدی وغیرہ کا قول ہی۔ ابن کثیر نے کہا ہی کہ دنیاوی خواری مین ہر قسم کی خواری داخل ہی۔ بہر صورت بیت المقدس ہویا

مسجد حرام کسی ایک کی بے ادبی ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے مساجد اللہ فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ جسنے مسجد قبلہ کی تعظیم چھوڑ دی
اُسنے بدرجہ اولیٰ تمام مساجد کی عظمت ترک کی جیسے مثالاً تم دیکھتے ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے اُستاد و والدین یا مرشد کو
ایذا پہونچاتا ہی تو کہا جاتا ہی اس سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جو ایسون کو ایذا پہونچاتا ہی یہان پر یہ امر بھی قابل غور
ہی کہ جو مسلمان اپنے عقائد فاسدہ کی وجہ سے ایسے الفاظ ادا کرتے ہین جنسے ضمناً بھی اللہ تعالیٰ یا حضور سرور انبیا
علیہ التحیۃ والثنا کی عظمت مین فرق آتا ہی یا وہ ایذا رسانی خدا و رسول کے باعث ہوتے ہین اور والذین یؤذون
اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ کی وعید سے نہین ڈرتے یا اہل اسلام خصوصاً علما و صلحا کی
نسبت محض اپنی بدطینتی کی وجہ سے کلمات ناشایستہ ادا کرتے ہین اور والذین یؤذون المومنات
والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتاناً و اثماً مبینا کی پروا نہین کرتے اُنکا شمار بھی مذکورالصدر
بڑے ظالمون مین ہوگا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حقوق العباد اور ایذای خدا و رسول اور مسلمانون پر بہتان باندھنے
سے محفوظ رکھے ؎ کار پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر تواریخ
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ کعبہ کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے مین قائم ہوئی اور اُسوقت سے برابر یہ مقام
انبیا و صلحا کا معبد اور قبولیت دعا کا محل رہا تاریخ ازرقی اور کتاب العظمۃ ابوالشیخ اور تاریخ ابن عساکر وغیرہ مین ہی
کہ جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا مین آئے تو انھون نے بارگاہ الوہیت مین عرض کی ای پروردگار مین یہان
ملائکہ کی تسبیح و تہلیل و تکبیر نہین سنتا جیسا آسمان پر سنتا تھا اور نہ میرے لیے طواف کرنے کی کوئی جگہ ہے
جیسے مین نے آسمان پر بیت المعمور کو ملائکہ کا طواف گاہ پایا تھا حکم ہوا کہ فلان مقام پر جاکے ایک گھر بناؤ
اور اُسکا طواف کرو اُسی کیطرف نماز پڑھو حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام
کو کعبہ کی جگہ بتادی پھر جبریل نے وہان اپنا پر مارا زمین کی تہ سے ایک بنیاد نکلی اُسی بنیاد پر فرشتون نے بڑے
بڑے بھاری پتھر جنکو تیس تیس آدمی بھی نہ اُٹھا سکتے کوہ لبنان اور طور زیتا اور طور سینا اور جودی اور حرا
سے لاکر رکھے یہانتک کہ زمین کے برابر تک بنیاد آگئی پھر اُسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اُتار کر بیت المعمور کو
قائم کر دیا اور حکم ہوا کہ حضرت آدم اور اُنکی اولاد اسی کا طواف کرین اور اسکی طرف نماز پڑھین اور یہ طواف
حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک باقی رہا اور زمانہ طوفان مین بیت المعمور آسمان پر اُٹھا لیا گیا اسکے
بعد اسی جگہ پر ایک بلند ٹیلہ ممتاز رہا مگر اسپر کوئی عمارت نہ تھی اور لوگ اس جگہ کو معظم اور محل قبولیت دعا سمجھتے تھے
پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُسی جگہ پر کعبہ بنانے کا حکم ہوا اُنکے ساتھ سکینہ بصورت ابر سایہ فگن

تھا اور اُسکے سایہ سے کعبہ کی حد متعین ہوئی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سایہ کے دور پر خط کھینچا اُسی خط پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمین کھودنا شروع کی جب بنای حضرت آدم ظاہر ہوئی تو اُسی بنیاد پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی بنیاد قائم کی اور نو گز اونچا اور حجر اسود سے رکن شامی تک بتیس گز اور رکن شامی سے رکن غربی تک بائیس گز اور رکن غربی سے رکن یمانی تک اکتیس گز اور رکن یمانی سے حجر اسود تک بیس گز کا دور قائم کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت کعبہ مستطیل تھا کیونکہ اُسکا طول عرض سے زائد اور شرقی و غربی طول مین بھی مختلف تھا مگر غیر محسوس اسیطرح شمالی اور جنوبی عرض بھی غیر محسوس مختلف تھا اور اُسوقت کعبہ کا دروازہ زمین سے ملا ہوا تھا اور کنواڑے تھے اور تبع[1] حمیری نے اُس دروازے مین کنواڑے زنجیر اور قفل بھی لگایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کے اندر داہنے جانب ایک خزانہ بنایا تھا جسمین نذر و ہدایا رکھے جائین حضرت ابراہیم علیہ السلام اس معظم مکان کے معمار تھے اور حضرت اسمعیل علیہ السلام مزدور تھے جو کوہ ابوقبیس اور حرا وغیرہ سے پتھر لاتے اور گارا بناتے تھے جب قدِ آدم مکان بنگیا تو اُسکی ضرورت پڑی کہ کسی بلند چیز پر کھڑے ہو کر بنائین انھون نے حضرت اسمعیل علیہ السلام سے کہا کہ کہین سے بڑا پتھر لاؤ جسپر کھڑے ہو کر مین بنا سکون وہ جبل ابوقبیس پر پتھر تلاش کرنے گئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُنسے کہا آؤ مین تمھین وہ دو پتھر بتا دون جو حضرت آدم علیہ السلام کے ہمراہ جنت سے آئے تھے وہ بڑے عظمت والے پتھر ہین حضرت ادریس علیہ السلام نے اُن پتھرون کو طوفان کے ڈر سے اس پہاڑ مین چھپا کر دفن کر دیا تھا اُن مین ایک پتھر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے لیجاؤ اور دوسرے کو در کعبہ کے داہنے جانب والے کونے مین رکھنا تاکہ اس گھر کا طواف کرنے والے پہلے اس پتھر کو چومین پھر طواف کرین حضرت اسمعیل علیہ السلام ایک ایک کر کے وہ دونون پتھر لے آئے اور حضرت جبرئیل نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کے ساتھ آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ اس کالے پتھر کو کعبہ کے کونے مین رکھین جب اُس پتھر پہ کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے عمارت بنانا شروع کی تو جسقدر آپ عمارت اونچی کرتے جاتے اُسیقدر وہ پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا یہانتک کہ عمارت تمام ہو گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤن کی انگلیون کے اُسپر نشان بنگئے جب وہ دوسرا پتھر کعبہ مین رکھا گیا تو اُس سے ایک نور ظاہر ہو کے اطراف کعبہ مین پھیل گیا جہانتک وہ نور پھیلا تھا اُسیکے بقدر چارون طرف حرم کی حد قائم ہوئی حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الرکن والمقام یاقوتتان من یاقوت الجنۃ طمس اللہ نورھما ولو لم یطمس نورھما لاضاءا بین المشرق والمغرب رکن اور مقام

---

[1] ایک شخص کا نام ہے اور حمیر یمن مین ایک قبیلہ ہے ۱۲

جنت کے دو یاقوت ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکا نور سلب کرلیا ہی ورنہ مشرق سے مغرب تک جو کچھ تھا سب روشن ہو جاتا۔ اور بھی حدیث مین ہی کہ حجر اسود پہلے سفید اور نورانی تھا گنہگاران بنی آدم کے چھونے سے سیاہ ہو گیا اور قتادہ سے مروی ہی کہ اسلام کے پہلے مقام ابراہیم کے چھونے کی عادت نتھی اس امت مین رائج ہوئی جن لوگون نے اسلام سے پہلے اس پتھر کو دیکھا تھا وہ بیان کرتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نقش قدم اسپر ظاہر تھا اب چھونے کی وجہ سے وہ نشان اُسقدر ظاہر نہین ہی اور ابن شیبہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہی کہ اُنھون نے ایک گروہ کو مقام ابراہیم کو چھوتے ہوے دیکھکر فرمایا کہ تمھین اللہ نے اسکے متصل نماز پڑھنے کا حکم دیا ہی نہ کہ اسکو چھونے کا اور بیہقی نے اپنی سنن مین لکھا ہی کہ یہ پتھر زمانہ نبوی اور زمانہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مین خانہ کعبہ کے متصل تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین فاصلہ پر رکھا گیا اُسکا قصہ یون ہی کہ ایکبار اتنی سخت بارش ہوئی کہ پانی کے بہاؤ مین یہ پتھر بہ گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف لاکر ایک جگہ اس پتھر کے لیے تجویز فرمائی اور اس پتھر کے گرد اگرد پتھر نصب کر کے اس پتھر کو بیچ مین رکھدیا اسوقت تک اُسی مقام پر ہی ایسا ہی اکثر اہل تاریخ نے لکھا ہی اور حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی یہ جگہ معظم تھی بلکہ زمین اور جو کچھ اُس مین ہی اُن سبکی خلقت سے پہلے بھی یہ مقام معظم تھا جیسا کہ فاکہی نے تاریخ مکہ کے اول مین لکھا ہی حدثنی عبد اللہ بن ابی سلمۃ قال حدثنا الواقدی قال حدثنا ابن جریج عن بشیر بن عاصم الثقفی عن سعید بن المسیب قال قال علی بن ابی طالب خلق اللہ البیت قبل الارض والسموات باربعین سنۃ فکان غثاء علی الماء مجھسے عبداللہ بن سلمہ نے بیان کیا کہ اُن سے واقدی نے کہا کہ مجھسے ابن جریج نے بشیر بن عاصم الثقفی سے اُنھون نے سعید بن مسیب سے نقل کیا ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ خداے تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کو زمین و آسمان کے چالیس سال قبل پیدا کیا تھا وہ پانی کو ڈھانپے ہوے تھا۔ اور بھی فاکہی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی الکعبۃ خلقت قبل الارض بالفی عام قیل وکیف خلقت قبل الارض وھی من الارض فقال انہ کان علیھا ملکان یسبحان باللیل والنھار الف سنۃ فلما اراد اللہ ان یخلق الارض دحھا من تحت الکعبۃ وجعل الکعبۃ وسط الارض کعبہ زمین سے دو ہزار برس قبل پیدا کیا گیا اُنسے پوچھا گیا کہ کعبہ تو خود جزو زمین ہی زمین سے پہلے کس حال مین تھا فرمانے لگے کہ دو فرشتے اُس سے متعلق تھے جو دن رات دو ہزار برس تک تسبیح کرتے رہے جب خدا نے زمین پیدا کرنا چاہی اُسے کعبہ کے نیچے بچھا دیا اور کعبہ کو زمین کے بیچ مین رکھا۔ اور اسکے بعد اہل تاریخ کے نزدیک عمالقہ اور جرہم نے بنایا پھر قصی نے ازسر نو کعبہ بنایا اور خزیمی کی شہنیون کو قوم

کی لکڑی سے چھت پاٹی اور پہلی اونچائی پر نو گز اور اونچا کیا پھر جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پچیس برس کے تھے تو قریش نے اسکو بنایا اور اُسوقت اسکی تعمیر کا سبب یہ تھا کہ ایک عورت پوشش کعبہ مین خوشبو دے رہی تھی کہ ایک چنگاری اُڑی اور اُسکی چھت کی اکثر لکڑیان جلا دین اور اسکے پہلے سیل نے دیوارون کو شق کر دیا تھا لہذا سرداران قریش نے جمع ہو کر ولید بن مغیرہ کو میر عمارت مقرر کیا اور عمارت کعبہ کو گرا کے بالکل نئے سرے سے بنایا اور آپس مین یہ طے ہو چکا تھا کہ اس مین حرام روپیہ نہ لگایا جائیگا چونکہ اُسوقت اکثر مالدار سود خوار تھے حلال مال زائد نہ دستیاب ہونے کی وجہ سے اسکی تعمیر مین بہت تغیر و تبدل واقع ہوا (۱) عرض کعبہ سے چند گز زمین چھوڑ دیگئی (۲) دروازہ زمین سے بہت اونچا لگایا (۳) کعبہ کے اندر لکڑی کی دو صفین قائم کین ہر صف مین تین ستون تھے (۴) باہر سے اسکی اونچائی دونی کر دی یعنے اٹھارہ گز اونچا کیا (۵) کعبہ کے اندر رکن شامی کے پاس زینہ بنایا جس سے کعبہ کی چھت پر جاسکین اور یہ بھی پہلے نہ تھا۔ پھر سنہ ۶۴ھ مین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسکو از سرِ نو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنا پر بنوایا اُس حدیث کے موافق جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا اے عائشہ اگر تیری قوم جدید الاسلام نہوتی تو مین کعبہ کو ڈھا کر پھر سے بنواتا اور اُس مین ایک دروازہ شرق کی جانب اور دوسرا غرب کے جانب لگواتا اور حطیم کی طرف سے اُس مین چند گز اور ملاتا کیونکہ قریش نے بنواتے وقت اتنی زمین چھوڑ دی تھی کاش میرے بعد تیری قوم مین اسکی تکمیل کا خیال آجائے آ تجھکو مین وہ جگہ دکھا دون جسے قریش نے ناتمام چھوڑا ہی پھر آپنے چھ گز کے قریب حطیم کی جگہ دکھائی عمارت تیار ہونے کے بعد اندر اور باہر مشک اور عنبر سے کہگل کرائی غرض بناے ابراہیمی پر یہ عمارت ستائیسوین رجب سنہ ۶۴ھ مین تیار ہوئی پھر حجاج بن یوسف نے بناے قریش پر اسکی تعمیر کی یعنی اُسنے رکن شامی کیطرف سے کعبہ کو ساڑھے چھ گز مسمار کر کے وہان دیوار قائم کی غرض حطیم کو کعبہ سے نکالدیا اور شرقی دروازے کو اونچا کرسی دار بنایا اور غربی دروازہ بند کر دیا اور تین سمت کی عمارت کو اُسیطرح رہنے دیا یہ تعمیر سنہ ۷۴ھ مین ہوئی۔ اُسوقت سے سلطان مراد بن احمد خان کے زمانے تک کوئی نئی تعمیر نہین ہوئی بلکہ ملوک و سلاطین اُسکی بقدر ضرورت مرمت کرتے رہے پھر سلطان مراد نے حجر اسود اور اُسکی جگہ کے علاوہ تمام عمارت پھر سے بنائی اور یہ تعمیر سنہ ۱۰۴۰ھ مین ہوئی الی آجتک وہی عمارت باقی ہے یہ عمارت بھی وضع مین ویسی ہی ہے جیسے حجاج کی بنائی عمارت تھی اسکی بزرگی کے صدہا واقعات کتابون مین مسطور ہین جنمین بعض مینے جلیس الناصحین مین اور بعض مرآۃ الواعظین مین لکھے ہین۔ مکہ معظمہ مین بعض کے نزدیک

اٹھارہ اور بعض کے نزدیک اس سے بدرجہا زائد مقام خاص ہین جہان دعا قبول ہوتی ہی۔ غرض مسلمانونکو جاننا چاہیے
کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کردیا کہ مشرکین نجس ہین اور مساجد اللہ کا بنانا اُنکا کام نہین ہی بلکہ یہ کام اُن
لوگونکا ہی جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لائے اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے ہین اور خدا کے سوا کسی سے نہین ڈرتے
اور یہی لوگ ہدایت پائے ہوے ہین۔ کہ جو اوصاف مشرکین کے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیے ظاہرا و باطنا اُنکو
اپنے مین پیدا نہونے دین۔ کیا تم خود نہین سمجھ سکتے کہ نجاست بری ہی اور خدا کے گھر مین بری چیز نہ جانا
چاہیے نہین ضرور سمجھتے ہو پھر اب ہم کیونکر یقین کرین کہ تم اُسکے گھر مین ارتکاب منہیات کو روا رکھوگے۔
مساجد کی تعمیر کرنیوالون کے اوصاف اپنے مین پیدا کرو کیونکہ صرف وہی شخص تعمیر کرنے والا نہین ہی جو اپنا
مال صرف کرے اسلیے کہ ہم اوپر لکھ چکے ہین کہ قریش نے حرم کو اسلیے کم کردیا تھا کہ حلال روپیہ کے سوا
اُنھون نے حرام روپیہ نہ لگانے کا عہد کرلیا تھا اور اُسے پورا کر دکھایا تم وہ گروہ ہو جسکے اوصاف صراحتہً قرآن
شریف مین موجود ہین اسکا لحاظ کرو کہ اپنا حلال ہی مال اُسکی تعمیر مین صرف کرو مین نے اپنے اکابر سے سنا ہی
کہ فرنگی محل کی خام مسجد کو حضرت مولانا انوار الحق قدس سرہ کے کسی صالح مرید نے پختہ بنوایا تھا اور اسمین اپنے خاص
حلال کمائی کا روپیہ وہ صرف کیا کرتے تھے جب وہ روپیہ ختم ہوجاتا تو تعمیر رکجاتی ہی اور پھر جب اُس کمائی
کا روپیہ ملتا تو تعمیر شروع ہوتی اسیوجہ سے استرکاری کی بھی نوبت نہین آئی تھی حضرت مولانا قدس سرہ
کے کسی دوسرے مرید نے عرض کیا اگر حکم ہو تو مین استرکاری کرادون آپنے فرمایا اگر بانی مسجد اجازت دے تو
کیا حرج ہی ایک دن نماز کے وقت یہ اور بانی مسجد اور دوسرے بھی بہت سے نمازی حاضر تھے اُنھون نے
بانی مسجد سے استرکاری کرادینے کی اجازت مانگی اُنھون نے کہا خدا کا گھر ہی جو چاہے بنوائے مگر مین نے
جیسا روپیہ اسمین لگایا ہی ویسا اسوقت میرے پاس نہین ہی اسلیے مین استرکاری نہین کرا سکتا مگر تمکو منع
بھی نہین کرتا غرض اُنھون نے استرکاری کرادی اسکے بعد ایکدن مسجد مین حضرت مولانا قدس سرہٗ سے
اُنھون نے کہا حضور استرکاری ہوگئی بانی اول نے کہا خدا آپکو اسکی جزا دے مگر مین نے جس آمدنی کو
اسپر خرچ کیا تھا وہ پاک تھی اُنھون نے جھلاکر جواب دیا جی ہان ایک آپ ہی تو بڑے نقا اور متقی ہین گویا
آپکے سوا کسی کا مال حلال اور پاک ہی نہین۔ بانی اول نے ہاتھ اُٹھا کر کہا ای اللہ سچ اور جھوٹ کو ظاہر
کردے حضرت مولانا قدس سرہ نے فوراً لوگون کو مسجد سے باہر نکل آنیکا حکم دیا جب لوگ نکل آئے تو ایک
دم سے سب استرکاری گر پڑی فقط بانی اول کی بنائی ہوئی دیوارین باقی رہگئین سچ ہی خدا پاک ہی اور وہ

پاک ہی کو قبول کرتا ہی۔ اللہ تعالی کا بڑا فضل اور احسان ہی کہ وہ امرا کے علاوہ غربا کو بھی اگرچہ اُنکے پاس مسجد
بنانے کے لیے روپیہ نہ بھی ہو اُنکی نیت کیوجہ سے تعمیر مسجد کا ثواب دیتا ہی اے غریب مسلمانو تم مسجد کی اصلی تعمیر بناؤ
اور ایکبار نہیں روزانہ بلکہ ہر روز پانچ بار خشوع خضوع سے مسجد مین ڈرتے ہوے حاضر ہو اور جماعت کے
ساتھ نماز ادا کرو اعضاے وضو تمھارا ساتھ دینے پر مستعد ہین فقط تمھارے اشارے کے طالب ہین تم معمار
بنو انکو مزدوری کا حکم دو اور خدا سے قیامت کے دن ان تمام کامون کی مزدوری لو۔ اب ہم چند ایسی باتین
تمکو بتاتے ہین جنکا مسجد مین لحاظ کرنا تمھارے لیے بہت ضروری ہی انسے زیادہ اگر دیکھنا ہون تو کتب مطولہ
دیکھو۔ (۱) مسجد مین بلا ضرورت غیر شرعی دنیاوی باتین نکرو (۲) جب امام خطبہ شروع کر چکے تو سنتون کی نیت نہ باندھو
بلکہ خطبہ سنو (۳) انتظار جماعت مین کھڑے نرہو بلکہ بیٹھ جاؤ (۴) سوال کرنا برا ہی اور خاص کر مسجد کے اندر ہمنے
دیکھا ہی کہ بعض سائل محض سوال کرنے کی غرض سے مساجد مین آتے ہین اور ادھر امام نے سلام پھیرا کہ انھون
نے بلند آواز سے مانگنا شروع کیا جس سے نمازیونکو دعا اور وظیفہ پڑھنا بھی مشکل ہو جاتا ہی (۵) خطبہ شروع ہونے کے
بعد کسیکو سلام نکرو اگر ناواقفیت سے کوئی تمکو سلام کرے تو جواب سلام دیدو مگر آہستہ نہ بلند آواز سے کیونکہ
جواب دینا فرض اور سلام کرنا سنت ہی (۶) بلا ضرورت کتابت یا سلائی یا اور کوئی پیشہ مسجد مین ناجائز ہی
(۷) تجارتی اشتہار مساجد کے اندر نہ بانٹو (۸) معتکف کو خرید و فروخت کی گفتگو کرنا بشرطیکہ مبیع مسجد مین
نہو جائز مگر غیر معتکف کو یہ بھی ناجائز ہی (۹) علوم دنیاوی کی تعلیم مساجد مین ناجائز اور علوم دینی کی تعلیم
جائز ہی (۱۰) آواز بلند کر کے باتین نہ کرو (۱۱) مسجد کے باہر کھوئی ہوئی چیز کو مسجد مین باواز بلند نہ دریافت
کرو (۱۲) مسجد مین آتے ہی بیٹھنے سے پہلے سنتین پڑھ لو۔ حضرات صحابہ کے بکثرت واقعات مذکور ہین کہ جب
مسجد مین تشریف لاتے تو چہرہ زرد ہو جاتا سبب دریافت کرنے پر فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہوتا ہی کہ کہین خدا کے
گھر مین کوئی بے ادبی نہو جائے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی حب المساجد من الایمان مسجدونکی محبت
ایمان کی علامت ہی صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی وقت مسجد کو نہین چھوڑتے آپنے فرمایا
اُسکا ایمان کامل ہو گیا شب معراج مین اللہ تعالی نے آپسے ارشاد فرمایا یا احمد بشر المشائین فی ظلم اللیل الی المساجد
بالجنۃ آپ اُن لوگونکو جنت کی بشارت دیدین جو رات کی اندھیری مین مسجدونمین جاتے ہین اور ایک روایت
مین بالجنۃ کے مقام پر بنور تام یوم القیامۃ وارد ہی یعنی قیامت مین انکو نور تام ملنے کی بشارت دیدیجیے۔ حضرت
سعید بن مسیب نے فرمایا ہی بیس برس سے میرا یہ حال ہی کہ مؤذن کی اذان سے پہلے مین مسجد مین آ جاتا ہون۔ مجھے

اسوقت حضرت مولانا شاہ عبد الوالی فرنگی محلی قدس اللہ سرہ العزیز کا واقعہ یاد آگیا کہ آپ پنجوقتہ نماز مسجد مین پڑھا
کرتے تھے آخر عمر مین جبکہ آپکی بصارت کم ہوگئی تھی تو مولانا محمد عبد الغفار قدس سرہ جو آپکے مرید تھے آپ کو ہاتھ
پکڑ کے مسجد لیجاتے تھے ایک مرتبہ شبکو پانی بہت تیزی سے برس رہا تھا اور مولانا عبد الغفار قدس سرہ آپکی
خدمت مین موجود نہ تھے دیر تک آپنے اُنکا انتظار کیا جب وہ نہ تشریف لائے تو آپنے گھر مین نماز پڑھ لی
حضرت مولانا عبد الغفار قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب مین فجر کی نماز کے لیے آپکو مسجد لیجانے کو حاضر خدمت
ہوا تو دیکھا کہ آپ زار وقطار رو رہے ہین اور فرما رہے ہین او عبد الوالی کیا ہوتا اگر تو اکیلا پانی برستے مین مسجد ہی
مین جاتا زائد سے زائد یہ ہوتا کہ تیرا ہاتھ یا پاؤن یا کوئی اور عضو ٹوٹ جاتا گر پڑتا مر جاتا مگر یہ اُس سے اچھا تھا
کہ تو نے خدا کے گھر کی حاضری کا ثواب کھویا اور تنہا نماز پڑھی اور حضرت ملا عبد الحق و ملا عبد العزیز قدس اللہ سرہما
کا واقعہ ہے کہ یہ دونون حضرات پنجگانہ نماز پڑھنے پیر جلیلون کی مسجد مین جایا کرتے تھے یہ اُس زمانے کا واقعہ ہے
کہ جب فرنگی محل سے اس مسجد کے علاوہ کوئی اور مسجد قریب نہ تھی اور لکھنؤ بالکل ویران مقام تھا ایکدن فجر
کی نماز کو جا رہے تھے راستہ مین دو بھیڑیے سامنے آئے اُنکو دفع کرنے مین یہ زخمی بھی ہوے اور اتنی دیر بھی ہوگئی
کہ جماعت کی ایک ہی رکعت ملی نماز کے بعد مکان واپس آکر اس خیال مین دونون رویا کیے کہ نہین معلوم
ہمسے کون گناہ ہوا ہے جسکی وجہ سے آج پوری جماعت کے ثواب سے محروم رہے اور راستہ مخدوش ہو جانیکی وجہ
سے اب شرعاً ہمپر یہ بھی لازم نہین کہ اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالکر جماعت مین شریک ہونے جائین اور دل یہ گوارہ
نہین کرتا کہ گھر مین نماز پڑھ لیا کرین جب یہ واقعہ ان حضرات کی والدہ کو معلوم ہوا تو اُنھون نے اپنا تمام
زیور بیچکے فرنگی محل سے ملی ہوئی زمین خریدی اور پکی مسجد بنا کر فرنگی محل مین داخل کر دی اور یہ حضرات بجماعت یہان
نماز پڑھنے لگے۔ دیکھو اکابر علما کو جماعت کا اتنا خیال تھا تم بھی اُسکی اتباع کرو۔ اور حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا
نے فرمایا ہے من مشی الی المسجد فی اللیل کتب اللہ تعالیٰ بکل خطوۃ عشرۃ آلاف من حسنۃ ومحی عنہ
مثلہا سیئۃ ورفع لہ مثلہا درجۃ جو کوئی شبکو مسجد جاتا ہے اسکے ہر قدم کے بدلے ہزار نیکیان لکھتا
ہے اور اتنی ہی برائیان دور کرتا ہے اور اسی قدر مدارج بلند کرتا ہے۔ اور فرمایا ہے من خرج من بیتہ الی المسجد کتب
اللہ بکل خطوۃ عبادۃ سنۃ فاذا دخل المسجد کان حقا علی اللہ ان یدخلہ الجنۃ فان صلی خرج
من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ فاذا دخل فی بیتہ ینفی عنہ الفقر والسقم جو شخص گھر سے مسجد کیطرف
چلتا ہے اسکے نام ہر قدم کے عوض مین ایک برس کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے اور جب مسجد مین داخل ہوتا ہے تو اللہ

حق ہی کہ اُسے جنت مین داخل کرے اور وہ نماز پڑھ چکنے کے بعد اسطرح گناہ سے پاک ہوتا ہی جیسے آج ہی پیدا ہوا
ہی پھر جب گھر واپس آتا ہی تو اُس گھر سے فقر او تکلیف دور ہو جاتی ہی۔ اور فرمایا ہی من استیقظ من نومہ و
اصبح وقلبہ معلق بالمسجد فکانما احیی لیلۃ القدر جو شخص صبح کو سو کے اُٹھے اور اُسکا دل مسجد مین لگا ہو وہ
اُسکے مثل ہی جو شب قدر مین جاگا ہو واقعی خدا کے سچے بندے وہی ہین جو اُسکے مساجد کی عزت کرتے ہین
جدی حضرت مولانا مفتی محمد یوسف قدس سرہ کا واقعہ مشہور ہی کہ وہ ہر نماز کے اول وقت مسجد مین تشریف لے
آتے تھے گرمیون کے زمانے مین ادھر زوال ہوا اور آپ مسجد مین تشریف لے آئے ایکبار حافظ جعفر علی مرحوم موذن مسجد
نے کہا مولوی صاحب آپ تو اندھیر کرتے ہین بارہ بجے اور آپ مسجد مین داخل دوپہر کو تو ذرا دیر سو لیا کیجیے آپنے
کہا نماز کا وقت آگیا یہ معلوم نہین کہ موت کس وقت آئے اسلیے مین مسجد مین آگیا اب اگر موت بھی آئیگی تو خدا
کے گھر مین آئیگی عمی مولانا غلام مرتضی مرحوم نے نماز جماعت کی پابندی کیوجہ سے بارہا چوٹ کھائی مگر اُسکی پروا
نکی۔ اور آپنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا ہی یا اخی الزم المسجد فانہ من لزم المسجد لم یرجع خالیا ای میرے
بھائی مسجد کو لازم کر لو کیونکہ مسجد کو لازم کرنیوالا خالی نہین پھرتا۔ اور فرمایا ہی من دخل المسجد مع المومنین خرج من
زمرۃ المنافقین مسجد مین آنیوالا منافقین کے گروہ سے نکل آتا ہی۔ اور فرمایا ہی اذا خرج المومن من المسجد نادیٰ
ملک من السماء یا ولی اللہ استانف العمل فقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک مومن جب نماز پڑھکے مسجد سے
باہر آتا ہی تو آسمان سے ایک فرشتہ پکارتا ہی ای اللہ کے ولی نئے سرے سے عمل کر اللہ نے تیرے پہلے گناہ معاف
کر دیے۔ اور فرمایا ہی سب سے پہلے آنیوالا اور سب سے بعد جانیوالا جنتی ہی۔ اسوقت مجھے ایک قصہ یاد آگیا جو
اس محل پر بیان کر دینا مفید ہی ایک بادشاہ کی ایک لڑکی تھی اُسکی شادی وہ ایسے شخص سے کرنا چاہتا تھا جو بڑا
متقی پرہیزگار ہو اُسنے کسی بزرگ سے سنا تھا جو شخص چالیس دن برابر سب سے پہلے مسجد مین آئے اور سب کے بعد جائے
وہ ولی کامل ہی اُس نے اپنے دربار مین ایک مصاحب سے کہا کہ تم کل سے جامع مسجد مین نیچو قتہ دیکھتے رہنا کہ کونسا شخص
پہلے آتا ہی اور سب کے بعد جاتا ہی مین اُسکے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کرونگا ایک غریب آدمی بھی کہین کھڑا سن رہا
تھا اُس نے دل مین خیال کیا کہ یہ تو بڑی آسان کیمیا ہی چالیس دن کی محنت مین بی بی بھی ملتی ہے اور
بادشاہت بھی یہ سوچ کر اُسوقت سے برابر چالیس دن تک جامع مسجد مین سب سے پہلے گیا اور سب کے بعد گیا بادشاہ
نے چالیس دن کے بعد اُسے دربار مین بلا کر نہایت تعظیم کرنیکے بعد کہا کہ مین آپکے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی
کرنا چاہتا ہون اس نے نامنظور کیا اور کہا سنیے نہ مین نمازی تھا نہ پرہیزگار چوری میرا پیشہ تھا دربار مین آ کے

باتین سنکر مجھے خیال ہوا کہ چالیس دن کی محنت مین سب جھگڑون سے فراغت ملجائیگی اسلیے دکھادے
کیلیے چالیس دن مین سب سے پہلے مسجد مین گیا اور سبکے بعد آیا مگر یہ خدا کی دین ہی کہ اب مجھے سوا خدا کے
نہ دولت کی پروا ہی نہ آپکی دامادی کی میرے ذہن مین عزت ہی جچا ہتا ہون کہ مین خدا کا ہو رہون جو جھوٹی
عبادت کے عوض مین سلطنت دے رہا ہی وہ سچی عبادت کے عوض مین کیا کچھ نہ دیگا۔ اب مین اُسکی رضا کے سوا
کچھ نہین چاہتا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔ تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن + کہ خواجہ خود روش بندہ
پروری داند + اور آپنے فرمایا ہی جب مؤمن اذان سنتا ہی تو شیطان خیال کرتا ہی شاید نہ اُٹھے جب اُٹھتا ہی تو
خیال کرتا ہی شاید گھر مین نماز پڑھ لے جب گھر سے باہر آتا ہی تو خیال کرتا ہی شاید کسی اور کام مین لگ جائے
جب مسجد مین آتا ہی تو کہتا ہی افسوس ای مؤمن تو نے میری پیٹھ توڑ دی اور مجھے ناامید کر دیا۔ اور فرمایا ہی
تمام جگہون سے بہتر مسجد اور بدتر بازار ہی اور فرمایا ہی لا صلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد مسجد کے پڑوسی کی نماز
نہین ہوتی مگر مسجد مین۔ اور فرمایا ہی المسجد بیت لکل تقی مسجد ہر متقی کا گھر ہی خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
شدت مرض الموت کی حالت مین حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے کاندھون پر ہاتھ رکھکر
مسجد مین تشریف لائے تھے۔ اور جسوقت حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوکر مسجد سے مکان مین لائے گئے تو سب
پہلے آپنے لوگون سے کہا جاؤ مسجد مین جماعت سے نماز پڑھو حاضرین نے کہا ہم آپکو یہان پہونچا کر بتخفیف
قرأت مسجد مین نماز پڑھ چکے ہین یہ سُنکر آپنے اُنکو دعا دی۔ قیامت مین اہل ایمان سے سوال ہوگا تم مؤمن
تھے پھر تعمیر مسجد کیون نہین کرتے تھے یعنی کیون جماعت سے نماز نہین پڑھتے تھے۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم
سے دریافت کیا گیا کہ بندہ کسے کہتے ہین آپنے فرمایا من واظب علی العبادۃ تو فی بیت اللہ جو اللہ کے گھر مین اسکی
ہمیشہ عبادت کرے۔ اور فرمایا ہی صلوۃ الجمع تفضل صلوۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ جماعت والی نماز تنہا نماز
ستائیس درجے زائد ہی۔ اور فرمایا ہی من صلے اربعین یوما الصلوات فی جماعۃ لا تفوتہ فیہا تکبیرۃ الاحرام
کتب اللہ لہ براءتین براءۃ من النفاق وبراءۃ من النار جو شخص چالیس دن جماعت سے نماز پڑھتا ہی اسطرح کہ
اُسکی تکبیر پہلی فوت نہین ہوتی تو اللہ اُسکو دو باتون سے دور کر دیتا ہی (۱) نفاق سے (۲) دوزخ سے
اور فرمایا ہی جبتک مسلمان مسجد مین نماز پڑھتا رہتا ہی فرشتے اُسپر رحمت بھیجتے رہتے ہین اور کہتے ہین ای
اللہ اسپر رحمت اور مہر کر اور اسے بخشدے۔ اور فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نے اپنی بعض کتابون مین فرمایا ہی کہ مسجدین
زمین مین میرے گھر ہین اور اُنمین آباد رکھنے والے میری زیارت کرنیوالے ہین اُس بندے کیلیے

خوشحالی ہی جو اپنے گھر سے پاک صاف ہوکر مسجد مین میری زیارت کو آتا ہی اور مجھپر حق ہی کہ اپنے گھر مین آنیوالے کا اکرام کرون اور حضرت سعید بن مسیب کا قول ہی کہ مسجد مین بیٹھنے والا اپنے رب کا ہمنشین ہوتا ہی لہذا اُسکو چاہیے کہ مسجد مین خیر کے سوا کچھ نہ کہے حضرت انس بن مالک فرماتے ہین مسجد مین چراغ جلانیوالے کیلیے جبتک وہ جلتا رہے فرشتے اور حاملان عرش مغفرت طلب کرتے ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی کہ انسان کے مرنے کے بعد زمین سے اُسکی نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان مین سے اُسکے عمل کے چڑھنے کی جگہ اُسپر روتی ہی اور اسکی صداقت مین یہ آیت پڑھی فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین اور منقول ہی کہ قیامت کے دن اذان سنکر وضو کیلیے مستعد ہو جانیوالے قبرون سے اسطرح نکلین گے کہ اُنکے چہرے ستارونکی طرح چمکتے ہونگے اور وقت سے پہلے وضو کرنیوالون کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہونگے اور مسجد مین اذان سے پہلے آجانیوالون کے چہرے آفتاب کیطرح چمکتے ہونگے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے کچھ لوگونکو بعض نمازون مین نہ پاکر فرمایا میرا دل چاہتا ہی کہ تلاش کرکے اُنکے گھر جلا دون اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مرفوعا روایت کی ہی کہ جو شخص عشا کی نماز جماعت سے پڑھتا ہی وہ آدھی رات جاگنے کا ثواب پاتا ہی اور جسنے فجر کی نماز بھی جماعت سے پڑھی وہ تمام رات جاگنے کا ثواب پاتا ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین جسنے اذان سنی اور مسجد مین نہ آیا اُسنے بہتری کا ارادہ نہین کیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے رانگا پگھلا کر آدمی کے کان مین بھر دینا اس سے اچھا ہی کہ وہ اذان سنے اور مسجد مین نہ آئے۔ مجھے اسوقت دو مسلمانونکا واقعہ یاد آگیا جو اپنے اپنے کھیتون مین پانی دے رہے تھے جب مسجد مین اذان ہوئی تو ایک نے یہ خیال کیا کہ اگر مین مسجد مین جاکر نماز پڑھتا ہون تو کھیت اتنی دیر مین خراب ہو جائیگا دوسرے نے خیال کیا چاہے کھیت درست رہے یا خراب ہو مین نماز مسجد ہی مین پڑھونگا اور کھیت کو چھوڑ کے مسجد چلا گیا۔ اللہ تعالی نے زمین کے نیچے چوہون سے بل بنوا دیا کہ جتنا پانی مسجد مین نجانیوالے نے اپنے کھیت مین دیا وہ سب مسجد مین جانیوالے کے کھیت مین آگیا اور حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہی کہ جماعت سے نماز پڑھنے والے کا سینہ عبادت سے پُر ہو جاتا ہی اور آپنے فرمایا ہی جسنے کاہلی کیوجہ سے نماز جماعت ترک کی وہ بارہ بلاؤن مین مبتلا ہوتا ہی (۱) رزق سے برکت اُٹھ جاتی ہی (۲) نیکیختونکا نور اس سے دور ہو جاتا ہی (۳) مسلمان اُسے اپنا دشمن سمجھنے لگتے ہین (۴) پیاس کی حالت مین اُسکی روح قبض کیجائیگی یعنے اُسکو مرتے وقت اتنی پیاس ہوتی ہی کہ گو کتنا ہی زائد پانی پلا دیا جائے اُسکی پیاس نہین بجھتی (۵) موت کے وقت زوال ایمان کا خوف ہی (۶) نزع کی تکلیف سخت ہوتی ہی (۷) سوال قبر سخت ہوتا ہے

(۸) قبر مین تاریکی زائد ہوتی ہے (۹) قبر اتنی تنگ ہوگی کہ پسلیان آپسمین ملجائینگی (۱۰) حساب قیامت مین سختی ہوگی (۱۱) اللہ اُس سے بیزار ہوگا (۱۲) دوزخ مین جائیگا - یہ کنز الاخبار مین ہے اسلیے کہا جاتا ہے کہ اذان سننے والے کو ترک جماعت کی رخصت نہین ہے - اور فرمایا ہے جسنے نماز اور جماعت دونونکو ترک کیا وہ توراۃ انجیل زبور اور قرآن شریف مین ملعون ہے تارک جماعت جب زمین پر چلتا ہے تو زمین اُسپر لعنت کرتی ہے اللہ فرشتے اور سب جاندار چیزین اُس سے بغض رکھتی ہین اُسپر دریا کی مچھلیان زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہین اور فرمایا ہے جسنے پنجگانہ نماز جماعت کیساتھ پڑھی اُسکو پانچ چیزین ملتی ہین (۱) وہ دنیا مین کسی کا محتاج نہوگا (۲) عذاب قبر سے محفوظ رہیگا (۳) قیامت مین نامۂ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ مین ہوگا (۴) پل صراط پر بجلی کی طرح گذریگا (۵) بے حساب جنت مین جائیگا - اور فرمایا ہے جو نماز جماعت کے ساتھ پڑھی ہے وہ چالیس برس تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے اور فرمایا ہے قیامت مین اللہ تعالی مسجدونکو مثل سفید اونٹ کے اُٹھائیگا کہ اُنکے پاؤن عنبر کے اور گردنین زعفران کی اور سر مشک کے اور کان زمرد سبز کے ہونگے اُنکو موذن کھینچین گے اور امام ہانکین گے اور میدان حشر مین تیز بجلی کی طرح چلین گے فرشتے پوچھین گے اے پروردگار یہ مقرب فرشتے ہین یا انبیا ندا ہوگی نہ یہ مقرب فرشتے ہین نہ انبیا بلکہ یہ وہ لوگ ہین جو امت محمدی مین جماعت سے نماز پڑھتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا جو آدمی تمام رات نماز پڑھتا ہو اور ہمیشہ روزہ رکھتا ہو مگر جمعہ و جماعت مین شریک نہوتا ہو اگر وہ اسی حال مین مرجائے تو آپ اُسکے حق مین کیا حکم دینگے فرمایا وہ دوزخ مین جائیگا - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک نابینا شخص حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت مین حاضر ہو دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے اور آپسے پوچھا مجھے مسجد مین پہونچانے والا کوئی شخص نہین ہے کیا آپ مجھے گھر مین نماز پڑھ لینے کی اجازت دیتے ہین آپنے اجازت دیدی جب وہ رخصت ہوکر چلے تو پھر بلاکر آپنے اُنسے پوچھا کیا اذان تمکو سنائی دیتی ہے اُنھون نے کہا ہان آپنے فرمایا پھر مسجد ہی مین آیا کرو - غرض مساجد کی عزت اور حرمت کرنا ہر مسلمان کو لازم ہے اور بقدر وسعت ہر مالدار و غریب کو اُسکی باطنی اور ظاہری تعمیر مین کوشان رہنا چاہیے اللہ تعالی ہم تمام مسلمانونکو اسکی توفیق دے کہ اُسکے گھر کی عظمت کرین اور شریعت محمدی کی پیروی کرین تاکہ دین و دنیا دونون مین فائدہ اُٹھائین آمین حررہ العبد الاواہ الراجی نعمۃ ابیہ و رضاہ محمد برکت اللہ اللکنوی الفرنگی محلی ستر اللہ ذنوبہ الجلی والخفی بحرمۃ النبی الامین و آلہ الطاہرین واصحابہ المطہرین -

الحمد للہ کہ ترجمہ مجموعہ فتاوی مولانا عبد الحی رحمہ مسمی بہ معلم الفقہ کی تیسری جلد تمام ہوئی -